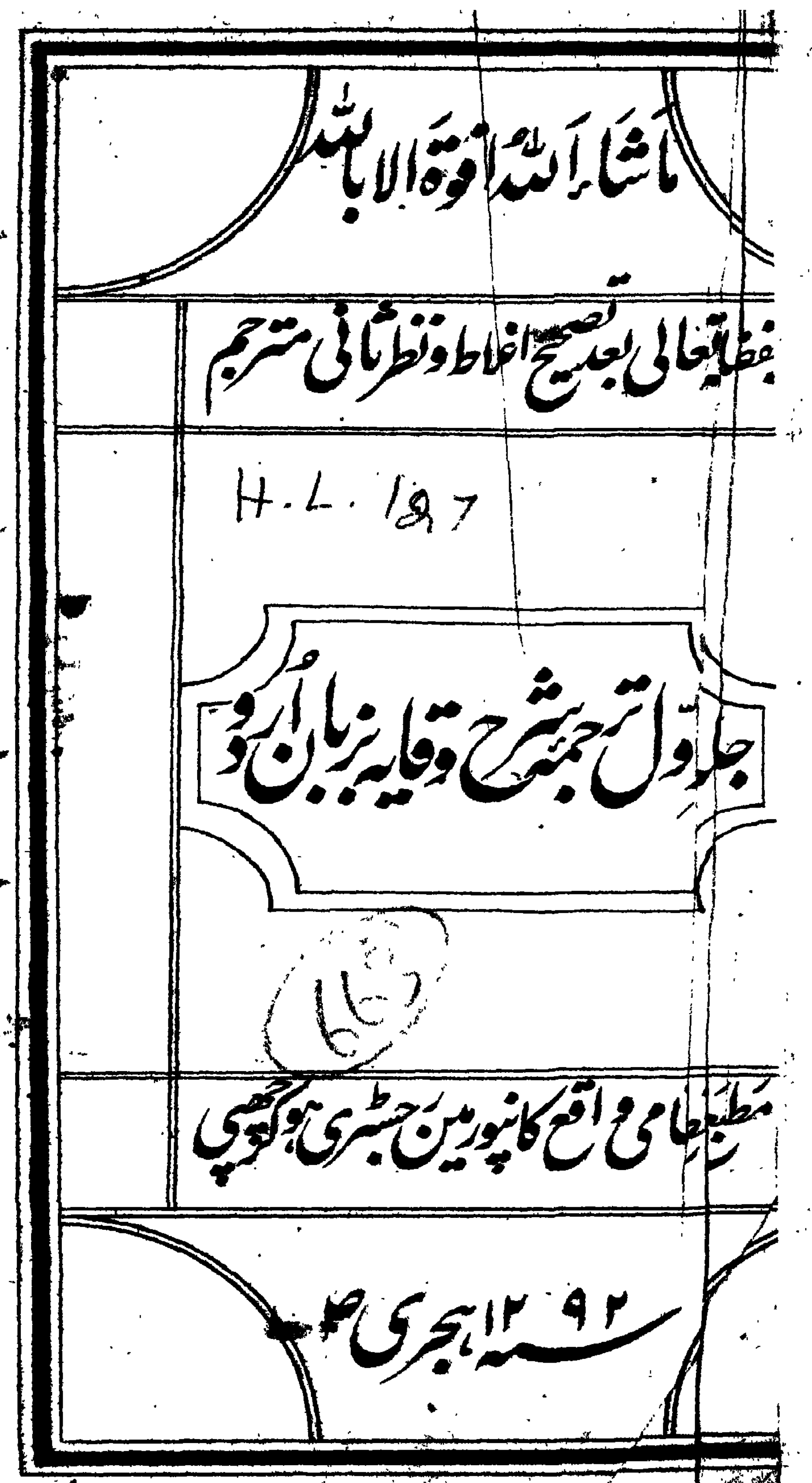


ما شاء اللہ لا قوۃ الا باللہ

بفضلہ تعالی بعد تصحیح اغلاط و نظر ثانی مترجم

جلد اول ترجمہ شرح وقایہ بزبان اردو

مطبع نظامی واقع کانپور مین رجسٹری ہو کر چھپی

سنہ ۱۲۹۲ ہجری



بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین محمد و آلہ و اصحابہ اجمعین الی یوم الدین

اما بعد جاننا چاہیے کہ علم دین افضل جمیع امور دینی ہے چنانچہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے | … ذکر کیے گئے
آپ کے سامنے دو شخص ایک عالم تھا اور ایک عابد تھا کہ بزرگی عالم کی عابد پر ایسی ہے جیسی میری [illegible] میں سے | … ادنی شخص پر
اور حدیث صحیح میں وارد ہے کہ اللہ تعالیٰ اور ملائکہ اور جتنی مخلوقات زمین آسمان میں ہے یہاں تک کہ چیونٹی اپنے [illegible] | … یث کذب ہو [illegible] ہے وہ مقرر کر لے
بھلی دنیا میں دعا مانگتے ہیں بہتری کی واسطے اوس شخص کے جو علم دین سکھاتا ہے روایت دونوں حدیثوں کی | … نے نشان بیان کرتے ہیں اللہ
اور دارمی نے اور فرمایا جناب باری تعالیٰ نے انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء یعنی اللہ کے بند… | … اللہ علیہ وسلم نے کہ جس شخص نے
سے ڈرتے ہیں وہی لوگ جو عالم ہیں اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے شہد اللہ انہ لا الہ الا ہو والملائکۃ واولوا العلم | … جس نے قرآن میں کہا بے جانے بوجھے
قائما بالقسط یعنی گواہی دی اللہ نے کہ نہیں ہے کوئی معبود سوا اوسکے اور فرشتوں نے اور اہل علم نے | … م ہے اور اگر کوئی معنی قرآن کے بتنے بھی [illegible]
اور انصاف کے تو اس مقام پر پہلے اللہ تعالیٰ نے اپنے نفس سے شروع کیا اور دوسری [illegible] نہیں ہے | … حدیث صحیح میں ہے کہ جس شخص
کہا امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے فانظر کیف بدأ [illegible] شرفا و فضلا و جلالا [illegible] خطا کی | … یت کیا اوسکو ترمذی اور ابو داؤد نے
اور جلال اور بزرگی اونکی کے اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے یرفع اللہ الذین آمنوا منکم | … امام حدیث [illegible]
یعنی بلند کریگا اللہ تعالیٰ [illegible] اون لوگوں کے جو ایمان لائے تم میں سے اور [illegible] زبان مبارک سے ارشاد فرمایا یا خود کیا یا جو فعل حضرت کے سامنے ہوا
سے کہ علما کے واسطے [illegible] مومنین پر سات سو درجے زیادہ ہیں درمیانی [illegible] کہتے ہیں اور جو کیا ہے اوسکو حدیث فعلی کہتے ہیں اور جو [illegible]
بہت آیات فضیلت و بزرگی علم میں وارد ہیں اور فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے [illegible] متواتر اور آحاد متواتر اوسکو کہتے ہیں جسکو ہر زمانے میں اتنے لوگوں نے
کوئی رتبہ [illegible] نبوت اور رسالت سے [illegible] ہے تو کوئی شرف بھی [illegible] اور آحاد اوسکو کہتے ہیں جسکی روایت میں اسقدر کثرت نہ ہو
[illegible] علم [illegible] تیری نگہبانی کرتا ہے [illegible] تین یا زیادہ راویوں نے روایت کی ہو [illegible]

یہ مال مین سے اگر خرچ کرے تو [illegible] علم کو خرچ کرے تو اور زیادہ ہوجاویگا اور کہا حضرت علی رضی نے کہ عالم بہتر
صائم قائم مجاہد سے ہے فقیہ [illegible] کی اقتدا ملو ہی ہین کوئی علم علم فقہ سے زیادہ نہین اسواسطے کہ پہچانا جاتا ہے
اس سے حلال اور حرام اور حکم اللہ [illegible] رسول کا اور علم حدیث اگرچہ اسکی اصل ہے لیکن یہ اوس سے ماخوذ ہے اور اوسکا حاصل
اور نتیجہ ہے اور علم فقہ کی فضیلت [illegible] حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جسکے ساتھ اللہ تعالی ارادہ کرتا ہے
بہتری کا تو اللہ اوسکو فقیہ کر [illegible] روایت کیا اوسکو بخاری اور مسلم نے اور جامع ترمذی مین وارد ہے کہ فرمایا حضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے فقیہ [illegible] علی الشیطان من الف عابد یعنی ایک فقیہ اشد ہے شیطان پر ہزار عابد سے
اور فرمایا کہ دو خصلتین ہین [illegible] نہین ہوتی ہین منافق مین ایک اچھی سیرت یعنی نیک خلق اور دوسری فقیہ ہونا
دین مین روایت کیا اوسکو [illegible] ایک روایت مین ہے کہ ہر چیز کا ایک ایک ستون ہے اور دین اسلام کا فقہ

بیان وجہ تصنیف اس کتاب اور درج احادیث اور ادلۂ ہر مسئلے کا

وجہ تصنیف اس کتاب کی [illegible] زمانے مین بعض لوگون نے خلاف حق یہ طریقہ اختیار کیا کہ اپنی ہوا نفس کے
موافق جو حدیثین مشکوۃ شریف [illegible] پین اوسپر عمل کرنے لگے اور عوام الناس کو جو مقلد مذہب معین کے تھے اپنی خواہش
کی طرف بلانے لگے تو رفتہ رفتہ [illegible] ایک فرقہ اونکا علیحدہ ہوگیا یہان تک کہ حنفیون کی جماعت سے دور رہنے لگے
اور جن جن مسجدون مین کہ [illegible] بڑی جماعتین ہوتی ہین حاضر نہین ہوتے بلکہ اپنی ایک الگ مسجد خاص بنا کے جمعہ اور جماعت
کرنے لگے اور جو لوگ مقلد تھے [illegible] مسئلہ مین ناواقفی اون احادیث سے جو اوس سے متعلق ہین نہین تھی اونکو بہکانے لگے

حدیث کی کتابون مین مذکور ہے [illegible] جسپر ہم عمل کرتے ہین اوس باب مین صریح حدیث دیکھو مشکوۃ یا ترمذی وغیرہ مین

وغیرہ مین صحیح کے راویون سے کم ہے [illegible] اعتراضات بیجا کرنے لگے اور حال اہل مصر کا یہ تھا کہ اونکے اکثر علما کو بھی بخوبی اون
حسن ہے اور ضعیف حدیث [illegible] آگاہی تھی اس وجہ سے نہایت شور اور نزاع مسلمانون مین واقع ہوتا تھا اس واسطے
حفظ یا فسق یا جہالت یا بدعت وغیرہ لازم ہے کہ ہر مسئلے کی دلیل قرآن شریف اور حدیث سے ذکر ہووے اور جو حدیث لکھی جاوے
ہون تو اگر اول سے کوئی راوی ساقط ہے یا مذہب حنفیہ یاد کرکے اون لوگون کو الزام معقول دے سکین تو اس باب مین مناسب معلوم
اور تابعی حدیث بیان کرے تو اوسکو مرسل کہتے ہین اول جو ترجمہ کر لیا اوس ہر مسئلے مین احادیث متعلق اوسکے ذکر کیے کہ جرح اور
اور کبھی منقطع کو مرسل بولتے ہین اور مرسل کو منقطع کہیے تاکہ ناظر کو اس کتاب سے بخوبی احادیث سے واقفیت ہوجاوے

[illegible] صحاب کا اور فوائد اوسکے

حدیث کو موضوع کہتے ہین یا اوسپر تہمت
یا اوسکو وہم بہت ہو یا سچے لوگون کی روایت سے متعلق اوس مسئلے کی ہین ذکر کی جاتی ہین تاکہ بحث ہووے اوسکے
فائدہ صحابی اوسکو کہتے ہین جسنے حالت ایمان میں اثر جلال اونکے ضعف اور صحت سے بحث کی ہے اور صحت کو اکثر مقامات پر
انتقال کیا ہووے اور تابعی اوسکو کہتے ہین جسنے صحابی کو دیکھا ہو فائدہ یہ ہے کہ اکثر مقامات مین احادیث ہدایہ کی بھی تخریج
فائدہ ضعیف اور ترک سب راویون ہین محدثین بیان کرنا یہ ہے کہ اکثر مسائل مختلف فیہا مین جو قول مختار ہے
کسی طرح کا طعن ہے فائدہ ایک قسم حدیث کی مدلس ہے یعنی ان فائدہ یہ ہے کہ جو اس کتاب کو اول سے

آخر تک دیکھے اوسکو نہایت و ثوق احادیث پر حاصل ہوگا اور بخوبی دلائل مذہب حنفیہ سے مطلع ہوجاویگا چھٹا فائدہ یہ کہ یہ کتاب حجت ہی اون لوگون کے لیے جو مقلد ہین مذہب حنفیہ کے ساتوان فائدہ یہ ہی کہ یہ کتاب حجت اون لوگون پر جو طعن کرتے ہین مذہب حنفی پر آٹھوان فائدہ یہ ہی کہ یہ کتاب نافع ہی اوس شخص کو جو عالم ہو کیونکہ فی الفور وقت نزاع کے ہر حدیث متعلق اوس مسئلے کی نکال سکتا ہی اور جو شخص اردو عبارت پڑھ سکتا اوسکو بھی نفع ہوگا نوان فائدہ یہ ہی کہ اکثر مقامات مین جو مسئلے مشکل ہین اونکی تفصیل کردی ہی تا کہ ناظر کو ملال نہووے دسوان فائدہ یہ ہی کہ باوجود رعایت اِن سب باتون کے رعایت اختصار بھی کی ہی تا کتاب نہایت دراز نہو جاوے اور اتنا اختصار بھی نہین کیا کہ سمجھ مین نہ آوے گیارھوان فائدہ یہ جو مسئلے مشہور ہین اور اونمین غیر مقلدین بہت نزاع کرتے ہین اونمین لفظ حدیث بھی ذکر کیا ہی اور تفصیل کی تا بخوبی حجت ہوجاوے اونپر بارھوان فائدہ یہ ہی کہ جتنی حدیثین اس کتاب مین مذکور ہین سبکی تخریج کردی ہی اور بے نشان حدیث نہین لکھی تاکہ کوئی طعن نہ کرسکے تیرھوان فائدہ یہ ہی کہ جو حدیث موضوع ہی اوسکو نہین ذکر کیا اور اگر ذکر کیا ہی تو لکھدیا ہی کہ یہ حدیث موضوع ہی اور اتفاق ہی محدثین کا اس بات پر کہ حدیث موضوع کا لکھنا جائز نہین مگر جب کہ لکھے کہ یہ حدیث موضوع ہی ذکر کیا اسکو امام نووی نے شرح صحیح مسلم مین اور فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ اخرجہ الستۃ یعنی جو شخص جھوٹھ بولے میرے اوپر قصدًا تو چاہیے بنالیوے ٹھکانا اپنا جہنم مین نکالا اوسکو صحاح ستہ والون نے اور یہ حدیث نہایت صحیح ہی اور بعضون نے اسکو متواتر کہا فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص حدیث بیان کرے مجھسے اور وہ جانتا ہی کہ یہ جھوٹھ ہے تو وہ ایک جھوٹا ہی روایت کیا اوسکو مسلم وغیرہ نے اور اسی طرح بعض واعظ جو حدیثین بیان کرتے ہین اور قصّے طرح طرح کے جھوٹھ بناتے ہین مورد وعید شدید ہین اسواسطے کہ فرمایا آنحضرت صلعم نے کہ جس شخص نے قرآن مین اپنی عقل سے کہا تو چاہیے کہ مقرر کرلے مقام اپنا جہنم مین اور ایک روایت مین ہے قرآن مین کہا بے جانے بوجھے تو چاہیے کہ مقرر کرلے اپنا مقام جہنم مین اور قرآن کے معنی بیان کرنے مین نہایت احتیاط ہی اور اگر کوئی معنی قرآن کے نبی سے بھی ثابت نہ ہوں اور وہ منقول احادیث اور تفاسیر معتبرہ سے نہون تو بیان کرنا اونکا بھی خوب نہیں حدیث صحیح مین ہی کہ جس شخص نے قرآن شریف مین عقل سے کہا اور اوسنے ٹھیک کہا تو بھی اوسنے خطا کی روایت کیا اوسکو ترمذی اور ابوداؤد نے

بیان تعریف حدیث اور اقسام

حدیث اوسکو کہتے ہین کہ جو پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبان سے ارشاد فرمایا یا خود کیا یا جو فعل حضرت کے سامنے ہوا اور آپنے اوس سے منع نکیا تو جو زبان سے فرمایا اوسکو حدیث قولی اور جو کیا ہی اوسکو حدیث فعلی کہتے ہین اور جو آپکے سامنے ہوا اوسکو حدیث تقریری کہتے ہین اور حدیث دو قسم ہی آحاد و متواتر متواتر اوسکو کہتے ہین جسکو ہر زمانے مین اتنے لوگون نے روایت کیا ہو کہ احتمال کذب کا اونکی طرف عقل کے نزدیک محال ہو اور آحاد اوسکو کہتے ہین جسکی روایت مین اسقدر کثرت نہو اور آحاد تین قسم ہی مشہور اور عزیز اور غریب مشہور یہ ہی کہ جسکو تین یا زیادہ راویون نے روایت کی ہو ہر زمانے اور

عزیز وہ ہے جسکو ہر زمانے میں دو راویوں نے روایت کی ہو اور غریب وہ ہے جسکی روایت کسی زمانے میں ایک ہی راوی سے ہووے تو اب جاننا چاہیے کہ متواتر حدیث سے ہر شخص کو علم یقینی حاصل ہوتا ہے اور احتمال شک کا بالکل زائل ہوتا ہے اور آحاد روایت سے علم ظنی حاصل ہوتا ہے اور بعضی صورت میں جنکو معرفت حدیث حاصل ہے علم یقینی بھی اوس سے حاصل ہوتا ہے اور آحاد میں بعضی روایت مقبول ہے اور بعضی مردود اگر راوی کی راستی اور صدق معلوم ہووے تو مقبول ورنہ مردود ہے

فائدہ متواتر حدیث بعضوں نے کہا ہے کہ کوئی موجود نہیں اور بعضوں نے کہا کہ ہے اور صحیح قول اول ہے کذا فی بعض الکتب

فائدہ جو آحاد مقبول ہے اوسکی دو قسمیں ہیں ایک صحیح اور ایک حسن صحیح اوسکو کہتے ہیں جسکو دیندار پرہیزگار خوب یاد رکھنے والے لوگوں نے ہر زمانے میں برابر روایت کیا ہو اور نہ اوسمیں کوئی پوشیدہ عیب ہو اور معتبر لوگوں کی مخالفت بھی نہو اور صحیح حدیث کے کئی درجے ہیں پہلا درجہ یہ ہے کہ اتفاق کیا ہو اوسپر بخاری و مسلم نے یعنی دونوں کی کتابوں میں وہ حدیث موجود ہووے دوسرا درجہ یہ ہے کہ فقط بخاری نے اوسکو روایت کیا ہو تیسرا درجہ یہ ہے کہ فقط مسلم نے اوسکو روایت کیا ہو چوتھے وہ جو بخاری و مسلم کی شرط اور اونکے طریقے پر ہووے پانچویں وہ جو صرف بخاری کے طور پر ہووے چھٹے وہ صرف مسلم کے طور پر ہووے ساتویں وہ جو سوا بخاری اور مسلم کے اور حدیث کے اماموں نے اوسکو صحیح جانا ہو فائدہ بعضوں کے نزدیک شرط بخاری اور مسلم کی یہ ہے کہ حدیث کے راوی خوب ضبط کرنے والے اور پرہیزگار ہوں غفلت اور مخالفت ثقات وغیرہ سے خالی ہوویں اور بعضوں کے نزدیک شرط مسلم کی یہ ہے کہ جو حدیث ایسی ہو کہ دو تابعی ثقہ نے دو صحابیوں سے روایت کیا ہو اور اسی طرح اون دو تابعی سے دو تبع تابعی نے روایت کیا ہو اسیطرح سب طبقوں میں دو شخص ثقہ روایت کرتے چلے آئے ہوں اور وہ اونھوں حدیث کی کتابوں میں مذکور ہے اور حسن اوس حدیث کو کہتے ہیں جو صحیح کی طرح پر ہووے لیکن اوسکے راویوں کا درجہ حفظ و یاد وغیرہ میں صحیح کے راویوں سے کم ہو اور عمل کرنے میں دونوں برابر ہیں اور دونوں حجت ہیں لیکن رتبے میں صحیح حدیث زیادہ ہے حسن سے اور ضعیف حدیث اوسکو کہتے ہیں جو صحیح اور حسن کے مخالف ہو یا اوسکے راوی میں کوئی وجہ ضعف کی مثلاً نقصان حفظ یا فسق یا جہالت یا بدعت وغیرہ پائی جاتی ہو یا اوسکا کوئی راوی درمیان سے ساقط ہووے یا اوسکے راوی پر لوگ طعن کرتے ہوں تو اگر اول سے کوئی راوی ساقط ہے تو اوسکا نام معلق ہے اور اگر انتہا سے ساقط ہووے تو مثلاً نام صحابی کا مذکور نہووے اور تابعی حدیث بیان کرے تو اوسکو مرسل کہتے ہیں اور اگر دو راوی برابر ساقط ہوں تو معضل ہے اور نہیں تو منقطع اور کبھی منقطع کو مرسل بھی کہتے ہیں اور مرسل کو منقطع بولتے ہیں اور طعن کے معنی یہ ہیں کہ اوسکا راوی جھوٹا ہووے تو اوس حدیث کو موضوع کہتے ہیں یا اوسپر تہمت جھوٹھ کی لگی ہووے تو اوسکو متروک کہتے ہیں یا غلطی بہت کرتا ہو یا غافل ہو یا اوسکو وہم بہت ہووے یا سچے لوگوں کی روایت کے مخالف اسکی روایت ہووے یا فاسق یا بدعتی ہووے تو اوسکو منکر کہتے ہیں

فائدہ صحابی اوسکو کہتے ہیں جسنے حالت ایمان میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو آنکھ سے دیکھا ہووے اور پھر ایمان پر اوسنے انتقال کیا ہووے اور تابعی اوسکو کہتے ہیں جسنے صحابی کو دیکھا ہے اور تبع تابعی اوسکو کہتے ہیں جسنے تابعی کو دیکھا ہووے

فائدہ ضعف اور توثیق سب راویوں میں محدثین بیان کرتے ہیں لیکن صحابی تو سب ثقہ ہیں کوئی ضعیف نہیں اور نہ اونمیں کسی طرح کا طعن ہے فائدہ ایک قسم حدیث کی مدلس ہے یعنی وہ حدیث جسمیں راوی نے اپنے شیخ کو چھپایا ہووے اور اوسکا

نام نہ لیا ہووے کسی مصلحت سے اور ایک قسم مضطرب ہی جسمین راویون نے اختلاف کیا ہو سند یا متن مین اور ایک قسم مُدرج ہی جسمین راوی نے کچھ اپنا کلام بھی حدیث مین شامل کر دیا ہووے اور ایک قسم مُعَنعَن ہی یعنی جو برابر ایک نے دوسرے سے روایت کیا ہو فائدہ اور شاذ اوسکو کہتے ہین جو حدیث مخالف روایت معتمد لوگون کے ہووے آور معلول اوس حدیث کو کہتے ہین جسمین کسی طرح کی علت پوشیدہ جو صحت حدیث مین قدح کرتی ہو پائی جاوے آور متابع اوسکو کہتے ہین کہ ایک راوی نے ایک حدیث دوسرے راوی کے موافق روایت کی اور اسیکو شاہد بھی کہتے ہین آور مرفوع حدیث جو کلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا فعل آپکا ہووے آور موقوف وہ حدیث ہی جو صحابی کا فعل یا قول ہووے اور وقف کہتے ہین صحابی کا قول یا فعل ذکر کرنے کو آور رفع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قول یا فعل ذکر کرنے کو فائدہ اور ان قسمون کے سوا اور بھی قسمین حدیث کی ہین لیکن اس جا پر بوجہ اختصار کے ترک کیا فائدہ حدیث کی مشہور کتابین چھہ ہین اور اونکو صحاح ستہ کہتے ہین صحیح بخاری اور صحیح مسلم اور جامع ترمذی اور سنن ابو داود اور سنن نسائی اور سنن ابن ماجہ اور بعضون کے نزدیک ابن ماجہ صحاح مین داخل نہین اور موطا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی صحاح مین داخل ہی اور صحیح بخاری اور صحیح مسلم مین جتنی حدیثین ہین صحیح ہین یا حسن ایک ضعیف حدیث اونمین نہین پائی جاتی اور باقی چارون کتابون مین سب قسم کی حدیثین صحیح اور حسن اور ضعیف ہین اور صحاح اونکا نام اسواسطے ہی کہ اکثر حدیثین ان کتابون کی صحیح ہین اور ان کتابون کے سوا اور بہت سی کتابین حدیث کی ہین اور اومین بھی صحیح حدیثین موجود ہین مثلاً معاجم ثلثہ طبرانی اور سنن دارقطنی اور مستدرک حاکم کی اور مصنف ابن ابی شیبہ اور عبد الرزاق کا اور مسند دارمی کی اور حال ان سب کا بالتفصیل بستان المحدثین مین مذکور ہی اور ہم اس جا پر صحاح ستہ والون کا حال مختصر کچھ لکھ دیتے ہین

احوال بخاری کا

نام و نسب انکا ابو عبد اللہ محمد بن اسمعیل بن ابراہیم بن المغیرہ ہی قد و قامت انکا میانہ تھا نحیف یعنی دُبلے آدمی تھے اور حالت طفولیت مین دونون آنکھین جاتی رہین تھین اس سبب سے انکی والدہ کو نہایت ملال تھا خواب مین حضرت ابراہیم خلیل اللہ کو دیکھا کہ وہ فرماتے ہین کہ اللہ تعالی نے تیرے بیٹے کی آنکھون مین روشنی عنایت کی اور یہ تیری گریہ و زاری کا بدلہ ہی صبح کو جب دیکھین دیکھا کہ آنکھین لڑکے کی روشن ہین اور جب دس برس کے تھے مکتب مین جہان حدیث کو سنتے یاد کر لیتے اور اوسی سن مین شغل حدیث کا اونکو تھا اور جب مکتب سے فارغ ہوئے ایک شخص کو بخارا مین سُنا کہ وہ محدث تھے اور داخلی اونکا نام تھا بخاری نے اونکے پاس آمد و رفت شروع کی ایک روز داخلی اپنی کتاب سے احادیث پڑھ رہے تھے یکایک اونکی زبان سے نکلا سُفْيَانُ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ اوسیوقت بخاری نے کہا کہ ابو الزبیر نے ابراہیم سے نہین سنا داخلی رحمۃ اللہ علیہ نے اونکو ممانعت کیا دو دی پھر بخاری نے کہا کہ اصل نسخے مین دیکھنا چاہیے سو داخلی گھر مین سے گئے اور اصل نسخہ لائے اور بخاری کو بلا کے کہا کہ بھلا سنیئے تو غلط پڑھا اب صحیح کیا ہی کہا بخاری نے کہ صحیح سُفْيَانُ عَنِ الزُّبَيْرِ بْنِ عَدِيٍّ عَنْ إِبْرَاهِيمَ ہی داخلی حیران ہوئے اور اپنے نسخے کو جسمین پڑھتے تھے صحیح کیا اور جب سولہ برس کے ہوئے تمام کتابین حدیث کی آپ کو یاد تھین حامد بن اسمعیل ایک بزرگ کہ بخاری کے زمانے مین تھے کہتے ہین کہ بخاری حدیث کے استادون کے پاس بلا دوات و قلم کے جاتے آتے تھے تو ہم لوگون نے کہا کہ تمکو کیا فائدہ ہی اس سے جو تم سنتے ہو بھول جاتے ہوگے



اسی طرح سب لوگون نے اونکو کہنا شروع کیا سولھوین دن بخاری نے کہا کہ تمنے مجھے تنگ کیا اب جو تمنے لکھا ہی اوسکو سامنے لاؤ اور میری یاد کو اوس سے مقابلہ کرو اس عرصے مین پندرہ ہزار حدیث سب لوگون نے لکھین تھین بخاری نے سب یاد سے پڑھنا شروع کین اور ایسا خوب یاد تھا کہ مینے اپنی حدیثون کو اونسے صحیح کر لیا پھر کہا بخاری نے کہ کیا تم جانتے ہو کہ مین سنے فائدہ محنت کرتا ہون تو جم لوگون نے اوس روز سے جانا کہ یہ شخص شدنی ہی اسکی برابری کوئی نکر سکیگا اور صحیح بخاری تصنیف کرنے کا یہ سبب ہی کہ ایک روز اسحق بن راہویہ کی مجلس مین ذکر ہوا کہ اگر کوئی جدا صحیح حدیثون کو جمع کرے تو کیا خوب ہو کہ بلا خدشہ لوگ اوسپر عمل کرنے لگین بخاری کے دل مین یہ بات اثر کر گئی چھ لاکھ حدیثین اونکے پاس تھین اونکا انتخاب کرنے لگے جو حدیث نہایت صحیح پائی اوسکو لکھا اور باقی کو ترک کیا اور معمول یہ کیا تھا کہ ہر حدیث کی تحریر کے واسطے غسل کرتے اور دو رکعت نماز پڑھتے اور دعا کرتے کہ یا الٰہی مجھسے خطا نہو آخر اسیطرح سولہ برس کامل محنت کرکے مسجد کے اندر منبر اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف کے بیچ مین صحیح بخاری مرتب ہوئی اور انتقال کیا بخاری نے خرتنگ مین کہ ایک گاؤن ہی دو فرسخ سمرقند سے وقت نماز عشا کے اور دن عید فطر بعد نماز ظہر کے سال دوسو چھپن ۲۵۶ ہجری مین اونکو دفن کیا اور باسٹھ ۶۲ برس کی عمر آپکی تھی

بیان مسلم کے احوال کا

انکے باپ کا نام حجاج ہی اور کنیت اونکی ابو الحسین اور لقب اونکا عساکر الدین ہی نیشاپور جو ایک شہر ہی خراسان مین وہان کے رہنے والے ہین ابو زرعہ رازی اور ابو حاتم نے جو اجلۂ محدثین مین سے ہین اونکی جلالت اور امامت پر گواہی دی ہی اور صحیح مسلم اونکی نہایت عمدہ کتاب ہی تین لاکھ حدیث سے اس کتاب کو انتخاب کیا ہی اور بعضون نے اسکو صحیح بخاری پر تقدیم رکھا ہی کہا حافظ ابو علی نیشاپوری نے کہ آسمان کے نیچے کوئی کتاب صحیح زیادہ مسلم کی کتاب سے نہین ابو حاتم رازی نے کہ اعلٰے محدثین سے ہین مسلم کو خواب مین دیکھا اور اونکا حال پوچھا مسلم نے کہا کہ اللہ تعالی نے جنت کو میرا اوپر مباح کیا ہی جہان چاہتا ہون رہتا ہون اور مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے تمام عمر مین کسیکی غیبت نہین کی اور نہ کسی کو مارا اور نہ کسی کو برا کہا اور پیدا ہونے تھے سال دوسو دو مین اور بعضون نے کہا ہی کہ دوسو چار مین اور بعضون نے کہا کہ دوسو چھ مین اور صاحب جامع الاصول نے اسی کو اختیار کیا ہی اور وفات اونکی یکشنبے کو شام کے وقت اور دوشنبے کے دن پچیسوین تاریخ کو رجب مین سال دوسو اکسٹھ ۲۶۱ مین مدفون ہوے اور وفات اونکی اس طرح پر ہوئی کہ ایک مجلس مین لوگون نے آپسے ایک حدیث پوچھی تھی اوسکو نہ پہچانا اور اپنے گھر آکے سب کتابون مین تلاش کرنا شروع کیا اور لوگون نے سامنے اونکے ایک ٹوکرا کھجور کا رکھ دیا تھا آپ ایک ایک خرما کھاتے جاتے تھے یہان تک کہ وہ حدیث ملی اور خرمے تمام ہو گئے اور یہ اونکے انتقال کا سبب ہوا اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَنَا وَلَهٗ وَلِجَمِيْعِ الْمُؤْمِنِيْنَ

احوال ابوداؤد کا

نام انکا سلیمان بن اشعث بن اسحق بن بشیر بن شداد بن عمرو بن عمران الازدی سجستانی ہی اور سجستان معرب ہی سیستان کا اور سیستان ایک ملک ہی سند اور ہرات کے بیچ مین متصل ہی قندھار کے اور رود جو ابن خلکان نے کہا ہی کہ سجستان ایک قریہ ہی قریب بصرے کے خطا ہی تولد اونکا سنہ دوسو دو ہجری مین ہوا اور اکثر بلاد اسلام مین مانند مصر اور شام اور حجاز اور عراق اور خراسان وغیرہا مین سیر کی اور علم حدیث کو بخوبی جمع کیا حفظ حدیث اور عبادت اور تقوی اور صلاح مین ایک فرد کامل تھے

اور آپ ایک دامن کشادہ رکھتے تھے اور ایک تنگ کہ جس نے اس حال کو اونسے دریافت کیا فرمایا کہ دامن کشادہ واسطے کتابون حدیث کے ہے اور دوسرا دامن کشادہ رکھنے کی کچھ حاجت نہین اسراف ہے اور موسیٰ بن ہارون کہ ایک بزرگ ثقہ تھے فرماتے کہ ابوداؤد دنیا مین واسطے حدیث کے پیدا ہوئے اور آخرت مین واسطے جنت کے اور جب اس کتاب کی تصنیف سے فارغ ہوئے امام احمد کے پاس لیگئے اونہون نے اوسکو دیکھکے بہت پسند کیا اور ابوداؤد نے اس کتاب کو پانچ لاکھ حدیثون سے انتخاب کیا ہے اور کل حدیثین اس کتاب مین چار ہزار آٹھ سو حدیثین ہین اور التزام کیا ہے اس بات کا کہ حدیث صحیح ہو یا حسن اور اسیواسطے یہ کتاب بعد صحیحین کے سب کتابون سے زیادہ معتبر ہے اور وفات ابوداؤد کی سولھوین تاریخ مہ شوال سے سال [۲۷۵] دوسو اور پچھتر ہجری مین ہوئی اور بصرہ مین مدفون ہوئے اور عمر آپکی تہتر سال کی تھی

احوال ترمذی کا

کنیت انکی ابوعیسیٰ ہے اور نام و نسب محمد بن عیسیٰ بن سورہ بن موسیٰ بن الضحاک سلمی اور ترمذ نام ایک شہر کا ہے اور ترمذی شاگرد ہین بخاری کے اور مسلم اور ابوداؤد سے بھی روایت کرتے ہین برسون طلب علم حدیث مین صرف کیے اور یہ کتاب اونکی عمدہ تصانیف سے ہے کئی فائدون پر بہ نسبت اور کتابون کے زیادہ مشتمل ہے اول ترتیب اسکی خوب ہے دوسرے تکرار کم ہے تیسرے ہر مقام پر مذاہب ائمہ اور وجوہ استدلال ہر ایک کی ذکر کی ہین چوتھے ہر حدیث کے ضعف اور صحت سے بحث کی ہے پانچوین ضعف اور ثقاہت راویون سے بھی تعرض ہے اور انکو خلیفہ بخاری کا کہتے ہین اور تورع اور زہد اور خوف اونکا بیحد تھا خوف الٰہی سے برسون رویا کیے آخر اندھے ہوگئے اور ایک حکایت عجیب اونکی یہ ہے کہ مکے کی راہ مین ایک شیخ سے ملاقات کی اور پہلے اوس شخص سے دو جزو حدیث کے لکھے تھے اور فرصت قرارت کی نہین پائی تھی ترمذی نے اوس وقت اونسے قرارت طلب کی شیخ نے قبول کیا اور کہا کہ وہ جزو نکالو یکایک ترمذی نے جو اونکو تلاش کیا تو وہ نہ ملے اور گم ہوگئے تھے دو جزو سفید کاغذ سادہ نکال کے حدیث اونسے سننے لگے شیخ کی نگاہ جو اوس کاغذ پر جا پڑی غصے ہوکے بولے کہ کیا تم مجھسے ہنسی کرتے ہو ترمذی نے کہا کہ نہین مینے اون جزون کو گم کیا لیکن احادیث سب مجھے اون جزون کی یاد ہین شیخ نے تعجب سے کہا کہ پڑھو ترمذی نے اول سے آخر تک پڑھ دیا اور کہین نہ بھولے اور سب حدیثین سنا دین شیخ نے کہا کہ اسکا مجکو یقین نہین آتا ہے ایسا ہی ہے تمنے یاد کر لی ہونگی ترمذی نے کہا امتحان فرمائیے شیخ نے چالیس حدیثین غریب نکالکے اونکو ایکبار سنا دین ترمذی نے اون حدیثون کو پھر بعینہ ایک جا بھی نہ بھولے اور سنا دیا اور ایسے ایسے امتحان اونکے حافظے کے اکثر ہوا کیے اور کہتے ہین کہ جب مین اس جامع کی تصنیف سے فارغ ہوا پہلے اس کتاب کو علماے حجاز کے سامنے پیش کیا سبنے پسند کیا بعد اوسکے علماے عراق کو سنایا وہ بھی خوش ہوئے بعد اوسکے مینے اس کتاب کو رواج دیا اور وفات انکی ترمذ مین دو شنبے کی رات کو ستائیسوین رجب مین سال [۲۷۹] دوسو ستر اور نو ہجری مین ہوئی

احوال نسائی کا

نام انکا ابو عبد الرحمٰن احمد بن شعیب بن علی بن بحر بن سنان بن دینار نسائی ہے اور یہ نسبت ہے طرف نسا کے کہ نام ایک شہر کا ہے خراسان مین پیدا ہوئے سال دوسو اور چودہ ہجری مین اور بڑے بڑے شیخون کو اور عالمون کو حدیث کے پایا شافعی مذہب تھے اور ہمیشہ ایک روز روزہ رکھتے اور ایک روز افطار کرتے نہایت قوی اور زبردست تھے چار بیبیان تھین ہر رات کو ایک کے پاس جاتے تھے اور لونڈیان بھی بہت تھین اور پہلے ایک کتاب حدیث کی لکھی اور نام اوسکا سنن کبری رکھا جب اوسکی تصنیف سے فارغ ہوئے ایک امیر نے اونسے پوچھا کہ جتنی حدیثین اس کتاب مین ہین سب صحیح ہین اونہون نے کہا کہ صحیح بھی ہین حسن بھی ہین سب قسم کی

محدثین ہین اوس امیر نے عرض کیا کہ ایک کتاب ایسی جمع کیجیے جسمین سب حدیثین صحیح ہوین تب انھون نے اوسکو خلاصہ کر کے
صحیح حدیثین منتخب کین اور نام اوسکا مجتبیٰ رکھا اور اوسکو سنن صغریٰ بھی کہتے ہین اور وہ جو سنن نسائی اس زمانے مین
مشہور ہی یہی سنن صغریٰ ہی اور سبب اونکی وفات کا یہ ہوا کہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی مناقب مین ایک کتاب انھون نے تصنیف
کی بعد فراغت کے انھون نے چاہا کہ اس کتاب کو جامع دمشق مین بیان کرین کہ وہان کے لوگ بسبب سلطنت بنی امیہ کے خوارج
کی طرف میل رکھتے ہین کچھ تھوڑا سا بیان اوس کتاب کا کیا تھا کہ ایک شخص نے کہا آپنے امیر المومنین معاویہ رضی اللہ عنہ کے مناقب مین بھی
کچھ لکھا ہی فرمایا کہ معاویہ کو یہی کافی ہی کہ نجات پا جاوین اونکے مناقب کہان ہین اور بعضے کہتے ہین کہ یہ کلمہ بھی کہا کہ میرے نزدیک
اونکے مناقب مین سے کچھ صحیح نہین اسیطرح کچھ کہا کہ عام لوگون نے اونکو تشیع کیطرف منسوب کیا اور لاتین مارنا شروع کین کچھ چوٹ
اونکے فوطون مین پہونچی کہ اوسکے سبب سے آپ نیم جان ہوگئے خادم اونکو اوٹھا کے گھر مین لائے انھون نے کہا کہ مجھکو اسیوقت مکہ معظمہ مین
لیچلو کہ وہان جاکے مرون یا راہ مین مر جاؤن غرض مکے مین پہونچے اور صفا اور مروہ کے بیچ مین مدفون ہوئے وفات اونکی دن شنبہ تاریخ ۱۳ صفر
مین سال تین سو تین مین ہوئی اور بعضے کہتے ہین کہ راہ مین اونکا انتقال ہوا اور وہان سے لاش اونکی مکے مین لے گئے

احوال ابن ماجہ کا

نام انکا ابو عبد اللہ محمد بن یزید بن عبد اللہ بن ماجہ قزوینی ربعی ہی اور ربعی نسبت ہی طرف ربیع کے کہ نام ایک قبیلے کا ہی اور
قزوین نام ایک شہر کا ہی عراق عجم مین اور یہ کتاب اونکی عمدہ تصانیف مین سے ہی اور صحاح ستہ مین بقول راجح داخل ہی اور جب
اسکی تصنیف سے فارغ ہوئے ابو زرعہ رازی کے پاس لے گئے اونھون نے اس سنن کو دیکھکے کہا کہ اگر یہ کتاب کسی شخص کے ہاتھ لگے گی
اکثر کتابین فن حدیث کی بیکار ہو جاوینگی اور واقعی یہ کتاب اختصار اور عدم تکرار مین بے نظیر ہی اور ابو زرعہ نے اس کتاب کی صحت
کی شہادت دی اور کہا کہ غالب ہی کہ اوسمین کوئی حدیث نہایت ضعیف موضوع ہوگی اور اس سنن مین بتیس کتابین ہین اوسمین ایک ہزار پانسو
باب ہین اور سب حدیثین اوسکی چار ہزار ہین اور صحیح یہ ہی کہ ماجہ انکی ماں کا نام تھا اور عبد اللہ دادا انکے تھے پیدائش انکی سنہ دو سو نو ہجری مین ہوئی
اور بہت مشایخ حدیث سے استفادہ کیا اور بخوبی اس فن سے مطلع ہوئے اور وفات انکی دوشنبے کے روز سنہ دو سو تہتر ہجری مین بتاریخ بیسوین رمضان کی ہوئی فقط

بیان تقلید کا

جاننا چاہیے کہ بعض محققین نے تقلید مذہب معین کو مذاہب اربعہ مین سے واجب کیا ہی اور بعضون نے مستحسن تو موافقت ان دونون
قولون مین اسی طور پر ہی کہ جو شخص عالم فن حدیث کا ہو اور چارون مذہب کے ماخذ اور اصول مین واقف ہو کلام اللہ کی آیات منسوخہ وغیر منسوخہ
اور معانی اونکی مین بخوبی مطلع ہووے اور معرفت ضعف حدیث اور صحت مین بہرۂ تمام ہو کیفیت رواۃ سے آگاہ ہو بہت احادیث
اوسکو مستحضر ہون اکثر کتابین حدیث کی اوسکے مطالعے سے گذری ہون تو ان سب صورتون کا جو شخص جامع ہووے اوسکو تقلید مذہب
معین کرنا مستحسن ہی اور جس شخص مین یہ شرایط متحقق نہین تقلید کا وجوب اوسکے حق مین ہی اور اس زمانے مین ایسا شخص جو اون شرایط
مذکورہ کا جامع ہووے اکثر مقامون مین متحقق نہین اگرچہ ممکن الوجود بامکان عقلی ہی اور تقلید ائمہ مجتہدین مسائل شرعیہ مین درحقیقت
اطاعت خدا اور رسول مین داخل ہی فرمایا اللہ تعالی نے أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ اور اسیواسطے مفسرین نے أُولِي
الْأَمْرِ مِنْكُمْ سے امرا اور سلاطین مسلمین مراد لیے ہین نہ مجتہدین شریعت چنانچہ بیضاوی مین ہی کہ اسکی تائید کرتا ہی قول اللہ تعالی کا

فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُولِ اسواسطے کہ مقلد کو جائز نہین کہ نزاع کرے مجتہد سے اسکے حکم مین
بخلاف امر کے اور عبارت اوسکی یہ ہی وَهُوَ يُؤَيِّدُ الْوَجْهَ الْأَوَّلَ إِذْ لَيْسَ لِلْمُقَلِّدِ أَنْ يُنَازِعَ الْمُجْتَهِدَ فِي حُكْمِهِ
بِخِلَافِ الْمَرْؤُوسِ انتہی کیونکہ اطاعت علماے اہل اجتہاد کی اطاعت خدا اور رسول کی نہو گی حال آنکہ وہ لوگ
حاملان علم نبوت اور شارحان کتاب و سنت ہین اور قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اَلْعُلَمَاءُ وَرَثَةُ الْأَنْبِيَاءِ اور
عُلَمَاءُ أُمَّتِي كَأَنْبِيَاءِ بَنِي إِسْرَائِيلَ اسی مضمون پر دلالت کرتا ہی اور وہ جو بعض جہلا اعتراض کرتے ہین کہ تقلید ابی حنیفہ
اور شافعی وغیرہما کی ایسی ہی جیسے مشرکون تقلید اپنے آبا و اجداد کی کرتے ہین جواب اوسکا یہ ہی کہ قیاس اس تقلید کا مشرکون کی
تقلید پر قیاس مع الفارق ہی کیونکہ مقلدین مجتہدین کو وسائط بلوغ علم نبوت اور وسائل وصول احکام شریعت سمجھکر تقلید کرتے ہین
بالاستقلال اونکو مصدر احکام نہین جانتے ہین امام ابو جعفر نے بسند متصل نقل کیا ہی کہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہین کہ ہم
اخذ کرتے ہین اول ساتھ کتاب کے پھر ساتھ سنت کے پھر ساتھ قضایا صحابہ کے اور عمل کرتے ہین ہم جسپر اتفاق ہوتا ہی صحابہ کا اور
جسمین کہ اختلاف ہوتا ہی صحابہ کا اوسکو قیاس کرتے ہین اور مسئلے پر اور روایت کیا بیہقی نے مدخل مین بسند صحیح حضرت امام
ابو حنیفہ سے عَنْ أَبِي عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ الْمُبَارَكِ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا حَنِيفَةَ يَقُولُ إِذَا جَاءَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ فَعَلَى الرَّأْسِ وَالْعَيْنِ وَإِذَا جَاءَ عَنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَخْتَارُ مِنْ قَوْلِهِمْ
وَإِذَا جَاءَ مِنَ التَّابِعِينَ زَاحَمْنَاهُمْ یعنی جسوقت آئے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے تو وہ سر اور آنکھون پر ہی اور جسوقت
صحابہ رضی اللہ عنہم سے ہو اوسمین اختیار کرتے ہین ہم اور جسوقت تابعین سے آیا ہو تو اونکی مزاحمت کرتے ہین یعنی اوسمین کلام کرتے ہین اور قیاس کو
دخل دیتے ہین اور کس طرح حضرت امام صاحب تابعین کے قول مین مزاحمت نہ کرینگے کیونکہ خود بھی تابعین سے ہین اور روضۃ العلما مین
مذکور ہی اُتْرُكُوا قَوْلِي بِخَبَرِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ یعنی فرمایا امام صاحب نے ترک کرو قول میرا ساتھ حدیث
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اور فرمایا إِذَا صَحَّ الْحَدِيثُ فَهُوَ مَذْهَبِي یعنی جب صحیح ہوجاوے حدیث تو وہی میرا مذہب ہی
اور صراط مستقیم مین ہی کہ اصحاب ابو حنیفہ کے متفق ہین کہ حدیث ہر چند اسناد اوسکا ضعیف ہو مقدم اور اولی ہی قیاس سے
اور اجتہاد سے اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے بدون ضرورت کے عمل قیاس پر ہرگز نہین کیا اور میزان شعرانی مین ہی وَمَا طَعَنَ
أَحَدٌ فِي قَوْلٍ مِنْ أَقْوَالِهِمْ إِلَّا لِجَهْلِهِ بِهِ إِمَّا مِنْ حَيْثُ دَلِيلِهِ وَإِمَّا مِنْ حَيْثُ دِقَّةِ مَدَارِكِهِ عَلَيْهِ لَا سِيَّمَا
الْإِمَامُ الْأَعْظَمُ أَبُو حَنِيفَةَ الَّذِي أَجْمَعَ السَّلَفُ وَالْخَلَفُ عَلَى عِلْمِهِ وَوَرَعِهِ وَعِبَادَتِهِ وَدِقَّةِ
مَدَارِكِهِ وَاسْتِنْبَاطَاتِهِ وَحَاشَاهُ مِنَ الْقَوْلِ فِي دِينِ اللّٰهِ بِالرَّأْيِ الَّذِي لَا يَشْهَدُ لَهُ ظَاهِرُ كِتَابٍ
وَلَا سُنَّةٍ یعنی نہین طعن کیا کسی نے بیچ کسی قول کے اقوال مجتہدین سے مگر جاہلون نے اوس قول کے کہ جاہل ہے اوسکی دلیل سے یا دقت
اور باریکی دلیل سے خصوصًا امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کہ اجماع کیا سلف اور خلف نے اونکے علم اور ورع اور عبادت اور دقت
مدارک اور استنباطات اونکے پر اور بچے قول سے دین خدا مین ساتھ رائے کے کہ نہین شہادت کی ہو اوسکی کتاب یا سنت نے اور لیکن
وجوب تقلید کا واسطے غیر مجتہد کے تو اتفاق کیا اوسپر علماے امت نے کہا جلال الدین محلی نے شرح جمع الجوامع مین يَجِبُ عَلَى
الْعَامِّيِّ وَغَيْرِهِ مِمَّنْ لَمْ يَبْلُغْ مَرْتَبَةَ الِاجْتِهَادِ الْتِزَامُ مَذْهَبٍ مُعَيَّنٍ مِنْ مَذَاهِبِ الْمُجْتَهِدِينَ انتہی یعنی

واجب ہی عامی اور غیر عامی پر جو نہ پہونچا ہو درجۂ اجتہاد کو التزام ایک مذہب معین کا مجتہدین مذاہب سے اور کہا شیخ محی الدین نووی نے روضۃ الطالبین میں اَمَّا الاجتہادُ المطلقُ فقالوا اختتم بالائمۃِ الاربعۃِ حتّی اَوجبوا تقلیدَ واحدٍ من ہؤلاء علی الاُمّۃِ ونقل امامُ الحرمینِ الاجماعَ علیہِ یعنی اجتہاد مطلق تو ختم ہو گیا ساتھ آئمہ اربعہ کے اور واجب ہی تقلید ایک کی ان میں سے امت پر اور نقل کیا امام الحرمین نے اجماع اسپر اور بحر العلوم نے شرح تحریر الہمام میں لکھا ہی علی غیرِ المجتہدِ المطلقِ یلزمُہ تقلیدُ مجتہدٍ کما من المجتہدینَ المطلقینَ یعنی جو مجتہد مطلق نہو اوسکو لازم ہی تقلید کسی مجتہد مطلق کی تو اگر کوئی اس مقام پر کہے کہ ان اقوال سے اتنا ہی ثابت ہوتا ہی کہ تقلید کسیکی ائمہ اربعہ میں واجب ہی اور ہم بھی کسی مسئلے میں جو مخالف آئمہ اربعہ کے ہو عمل نہیں کرتے بلکہ کوئی مسئلے پر موافق ابو حنیفہ کے اور کسی پر موافق شافعی کے اسیطرح پر عمل کرتے ہیں تو جواب اوسکا یہ ہی کہ باعث اسکا یا تو حصول درجۂ اجتہاد ہی کہ جسکا قول صحیح موافق احادیث کے پاتے ہیں اوسپر عمل کرتے ہیں تو اس صورت میں تقلید کی کیا حاجت ہی اور اگر بغیر حصول اجتہاد کے ہی تو مخالف حق اور باطل ہی کیونکہ اتفاق کیا علما نے اس بات پر کہ نہیں جائز ہی غیر مجتہد کو کہ عمل کرے ایک مسئلے میں رائے ابو حنیفہ پر اور دوسرے میں رائے شافعی پر کہا ملا علی قاری نے رسالے میں اپنے کہ تالیف کیا ہی اوسکو قفال کے رد میں بل وجب علیہ ان یعیّن مذہبًا من المذاہبِ امّا مذہبَ الشافعیِ فی جمیعِ الفروعِ والوقائعِ وامّا مذہبَ مالکٍ وامّا مذہبَ ابی حنیفۃَ وغیرِہم ولیس ان ینتحل من مذہبِ الشافعیِ ما یہواہ ومن مذہبِ ابی حنیفۃَ ما یرضاہ لانّا لو جوّزنا ذلک لادّی الی الخبطِ والخروجِ عن الضبطِ وحاصلُہ یرجعُ الی نفیِ التکلیفِ لانّ مذہبَ الشافعیِ اذا اقتضی تحریمَ الشیءِ ومذہبَ ابی حنیفۃَ مثلاً اباحۃَ ذلک الشیءِ بعینِہ او عکسَ ذلک فہو ان شاء مال الی الحلالِ وان شاء مال الی الحرامِ فلا یتحقّق الحِلّۃُ والحرمۃُ وفی ذلک انعدامُ التکلیفِ وابطالُ فائدتِہ واستیصالُ قاعدتِہ وذلک باطلٌ انتہی ما ذکرہ یعنی بلکہ واجب ہی اوسپر تعیین ایک مذہب کی یا مذہب شافعی کی جمیع فروع اور وقائع میں یا مذہب مالک کی یا مذہب ابو حنیفہ کی اور یہ نہیں کہ جو چاہے مذہب شافعی سے اختیار کرے اور جو چاہے مذہب ابی حنیفہ سے کیونکہ جواز میں اسکے کام مؤدی ہوگا طرف خبط کے اور نکلنے کے ضبط سے اور حاصل اسکا نفی تکلیف ہی کیونکہ جب مذہب شافعی مقتضی تحریم کو کسی امر کے ہی اور مذہب ابو حنیفہ کا مثلاً اوسکی تحلیل کو تو جب چاہے مائل ہو طرف حرام کے اور جب چاہے طرف حلال کے تو حلت و حرمت کا تحقق و تقرر جاتا رہا اور اسمیں صریح انعدام تکلیف ہی اور ابطال ہی اوسکے فائدے کا اور استیصال ہی اوسکی بنا کا اور یہ باطل ہی اور جیسا کہ صحیح میں لا تخلّف فی ان یکون حنفیًّا فی بعضِ المسائلِ وشافعیًّا فی بعضٍ اچھا نہیں ہی یہ کہ حنفی ہو بعض مسائل میں اور شافعی بعض میں اور شرح عین العلم میں ہی فلو التزم احدٌ مذہبًا کابی حنیفۃَ والشافعیِ فیلزمُ علیہ الاستمرارُ فلا یقلّدُ غیرَہ فی مسئلۃٍ من المسائلِ یعنی جسنے لازم پکڑا ایک مذہب مثلاً مذہب ابو حنیفہ یا مذہب شافعی کا تو واجب ہی کہ ہمیشہ اوسی مذہب پر رہے اور سوا اوسکے کسی مسئلے میں غیر کی تقلید کرے اور کہا ابن عبد البر نے انّ تتبّعَ رُخَصِ المذاہبِ غیرُ جائزٍ بالاجماعِ یعنی تلاش رخصتوں کا ہر مذہب میں ممنوع ہی بالاجماع اور تفسیر احمدی میں ہی اذا التزم مذہبًا یجب علیہ ان یدوم علی مذہبِ التزمہ ولا ینتقل منہ الی مذہبٍ آخر

یعنی جس مذہب کو التزام کرے تو چاہیے کہ ملازمت کرے اوسپر اور نہ پھر جاوے طرف دوسرے مذہب کے الحاصل ان روایات و اقوال سے بخوبی واضح ہی کہ جو شخص پایہ اجتہاد کا نہ رکھتا ہو خواہ عامی ہو یا غیر عامی تقلید مذہب معین کی اوسکو واجب ہے اور وجوب تقلید پر بہت سی دلیلین ہین کہ اونکو اس مقام مین ذکر کرنا مناسب ہی دلیل پہلی یہ ہی جو پہلے اس مقام مین قول اکابر علمائے امت کے اس باب مین بیان کیے دلیل دوسری ایسی ہی کہ اوسمین خصم کو جائے کلام نہین وہ یہ ہی کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے جب ارشاد فرمایا کہ مسائل میرے ماخوذ ہین احادیث اور آیات سے تو دو حال سے خالی نہین یا اس قول کی تصدیق کرتے ہو یا انکار کرتے ہو اور اوسکو کذب جانتے ہو بر تقدیر اول تو تابعداری اس مذہب کی جمیع مسائل مین واجب ہوگی اور تقدیر ثانی مین اگر احتمال کذب کا جیسے امام صاحب کی طرف ہی اسی طرح جائز ہی کہ احتمال کذب کا بخاری مسلم کی طرف ہووے مثلاً جب امام صاحب کہ مصداق خَيْرُ الْقُرُونِ قَرْنِي ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ ہین یون فرماوین کہ مسائل بیان کیے ہوئے ہمارے ماخوذ ہین کتاب و سنت اور قضایاے صحابہ سے تو قول اونکا لائق اعتماد نہوا اور جب بخاری مسلم وغیرہما کہ اونسے نہایت متاخر ہین ذکر کرین کہ یہ حدیث ہمکو فلانے سے پہونچی ہی تو قول اونکا بغیر گفتگو مقبول ہو جاوے تو جیسا جائز ہی کہ امام اعظم نے کذباً یہ کہا ہو کہ مسائل بیان کیے ہوئے میرے ماخوذ ہین کتاب اور سنت سے اور واقع مین وہ مسائل اختراعی اور عقلی ہون اسیطرح جائز ہی کہ بخاری مسلم وغیرہما نے کذباً کہا ہو کہ یہ حدیث ہمکو فلانے سے پہونچی ہی تو ایک کی بات کو صادق جاننا اور دوسرے کی بات کو باوجود بزرگی اور فضل کے کذب شمار کرنا ترجیح بلا مرجح بلکہ ترجیح مرجوح ہی دلیل تیسری یہ ہی کہ اس زمانے مین اکثر غیر مقلد جو علما سے سن لیتے ہین کہ یہ قول موافق حدیث کے ہی اور اوسپر عمل کرتے ہین تو تعجب ہی کہ قول اون علما کا جنکو امام صاحب کی نسبت بالکل وقوف نہین لائق اعتبار ہو جاوے اور امام صاحب کا قول لائق اعتماد اور عمل کے نہووے اور یہ نہایت درجے کا جہل ہی دلیل چوتھی یہ ہی کہ اکثر علما اور فضلا اور اولیاء اللہ اس امت مین اتباع مذہب حنفیہ کرتے چلے آئے ہین تو احتمال بطلان اس مذہب کا ایک شخص کے قول سے کس طرح جائز ہوگا بیت ہمہ شیران جہان بستۂ این سلسلہ اند ؛ روبہ از حیلہ چسان بگسلد این سلسلہ را ؛ دلیل پانچوین یہ ہی کہ حدیث صحیح مین وارد ہی اِتَّبِعُوا السَّوَادَ الْأَعْظَمَ فَمَنْ شَذَّ شُذَّ فِي النَّارِ یعنی اطاعت کرو بڑے گروہ کی اور جو اوسمین سے نکل جاوے نکالا دوزخ مین آور فرمایا اللہ تعالی نے وَمَنْ يَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّى وَنُصْلِهِ جَهَنَّمَ وَسَاءَتْ مَصِيرًا ○ یعنی جو شخص مومنون کی راہ کے سوا اور راہ طلب کرے پھیرینگے ہم اوسکو جس طرف پھرا اور داخل کرینگے اوسکو جہنم مین اور بری ہی وہ جگہہ پھر جانے کی اور حال انکہ اکثر لوگ امت کے تقلید مذہب ابوحنیفہ پر ہین اور بعض باقی اوپر مذاہب ثلثہ باقیہ کے کہا ملا علی قاری نے وَأَمَّا أَتْبَاعُ أَبِي حَنِيفَةَ قَدِيمًا وَحَدِيثًا فَفِي الْازْدِيَادِ فِي جَمِيعِ الْبِلَادِ سِيَّمَا فِي بِلَادِ الرُّومِ وَمَا وَرَاءَ النَّهْرِ وَوِلَايَةِ الْهِنْدِ وَالسِّنْدِ وَأَكْثَرِ أَهْلِ خُرَاسَانَ وَعِرَاقٍ مَعَ وُجُودِ كَثِيرٍ مِنْهُمْ فِي بِلَادِ الْعَرَبِ بِالِاتِّفَاقِ وَأَظُنُّ أَنَّهُمْ يَكُونُونَ ثُلُثَيِ الْمُسْلِمِينَ بَلْ أَكْثَرَ عِنْدَ الْمُهَنْدِسِينَ بِالِاتِّفَاقِ یعنی اتباع مذہب ابی حنیفہ کا تو زیادتی پر ہی قدیم سے اور جدید سے تمام شہرون مین خاص کر کے روم کے ملکون مین اور ماوراء النہر کے اور ولایت ہندوستان اور سندھ اور اکثر اہل خراسان اور عراق مین باوجود اسکے کہ بہت لوگ ہین عرب مین بالاتفاق اور جانتا ہون مین کہ ہونگے وہ دو ثلث مسلمانونکے بلکہ

اکثر نزدیک حنفیہ سین کہ بالاتفاق اور اکثر اولیاء اللہ اور کاملین اسی مذہب کے مقلد ہے در مختار مین ہو وَقَدِ اتَّبَعَهٗ عَلٰى مَذْهَبِهٖ كَثِيْرٌ مِّنَ الْاَوْلِيَاءِ الْكِرَامِ مِمَّنِ اتَّصَفَ بِثَبَاتِ الْمُجَاهَدَةِ وَرَكَضَ فِيْ مَيْدَانِ الْمُشَاهَدَةِ كَاِبْرَاهِيْمَ بْنِ اَدْهَمَ وَشَقِيْقِ الْبَلْخِيِّ وَمَعْرُوْفِ الْكَرْخِيِّ وَاَبِيْ يَزِيْدَ الْبِسْطَامِيِّ وَفُضَيْلِ بْنِ عِيَاضٍ وَدَاوٗدَ الطَّائِيِّ وَاَبِيْ حَامِدِ اللَّفَّافِ وَخَلَفِ بْنِ اَيُّوْبَ وَعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْمُبَارَكِ وَوَكِيْعِ بْنِ الْجَرَّاحِ وَاَبِيْ بَكْرٍ الْوَرَّاقِ وَغَيْرِهِمْ آخر تک اور ایسا ہی ذکر کیا اکثر علما نے اور کہا اہل کشف نے کہ میانہ مذہب امام ابو حنیفہ قدم سے بجا ہی آخر تک ہیگا اور دیکھنے کی بات ہو کہ امام اعظم صاحب اتباع حدیث مین اور وں سے زیادہ ہین کہ حدیث مرسل کو قبول کرتے ہین اور قیاس کو اوسکے مقابلے مین جائز نہین سمجھتے تو افسوس ہو اون لوگوں پر کہ باوجود مشاہدے ان امورات کے اوس احتیاط بلیغ کے ان لوگون کو اصحاب رائے سے شمار کرتے ہین اور اس مذہب کے مسائل کو اپنے زعم باطل کے موافق خلاف احادیث اور آیات کے سمجھتے ہین اور اونکے تابعداروں کو کہ سواد اعظم مین داخل ہین گمراہ اور خاطی کہتے ہین مثل مشہور ہو کہ چاند پر خاک ڈالنے سے اپنے ہی مونہہ پر خاک پڑتی ہو جن لوگون کو اللہ تعالی نے نور ہدایت دیا ہو وہ لوگ کبھی حشر تک اتباع اس طریقہ حنفیہ سے باز نہ آوینگے اور بعض لوگ جو مصداق فَيَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَاءَ الْفِتْنَةِ ہین باغوای مفسدین شاید کہ اس سے محروم رہین یُرِيْدُوْنَ لِيُطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُوْنَ دلیل چھٹی یہ ہو کہ بوقت تسلیم کے جب کوئی مسئلہ مسائل حنفیہ مین سے اس قسم کا نکالو کہ اسکی کوئی دلیل حدیث ضعیف یا صحیح یا آیت قرآن سے نہو تو اوس صورت مین اگر خاص اوس مسئلے مین کلام کرو اور اوس پر عمل نکرو تو قول تمہارا لائق قبول ہوگا اور رو چند مسئلہ رفع یدین یا قرأت ہین پیچھے امام کے یا آمین کے مسئلے مین کلام کرتے ہین سب مسائل کو جنے فصل آگے ہے اس کتاب مین تفصیل بیان کیا ہو تمامی مطاعن کے جوابات تحریر کیے ہین دیکھنے سے ظاہر ہوگا حال انکا امام شافعی کے مذہب مین بھی بہت سے ایسے مسئلے ہین جنکی دلیلین ضعیف ہو اور اون مین کلام ہو مثلا جہر بسم اللہ کا اور حدث ہونا خون و پیپ کا نکلنا اوس فرض کا جس پر کا نام نلیا گیا ہو وقصدا اور کوئی مذہب ایسا نہین کہ مسئلے اوسکی ادلہ تو یہین سب قسم کے مسائل ہوتے ہین ہان ایسا قول نہ جو مخالف صریح حدیث کے ہو کا اور کسی دلیل سے اوسمین سبکے رجوع ہے واللہ اعلم

جواب اون مطاعن کا جنکو اکثر غیر مقلدین بیان کیا کرتے ہین

طعن پہلا ہم لوگ احادیث کے اوپر عمل کیا کرتے ہین اور تعجب ہو کہ قول ابو حنیفہ کا تو قابل قبول ہو اور قول جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قابل عمل کے نہووے جواب احادیث پر عمل کرنا تو عین ہمارا مطلوب ہو مگر یہ کہ جس شخص کو معرفت حدیث کے ناسخ و منسوخ کی ہو کہ اور معانی حدیث سمجھتا ہو وے اور طریقہ استنباط جانتا ہو وے تو اوس شخص کو عمل بالحدیث جائز ہو اور جو یہ صفتین نہین رکھتا عمل کرنا احادیث پر اوسکے جائز نہین تقریر شرح تحریر مین ہو وَلَيْسَ لِلْعَامِّيِّ اَنْ يَتَمَسَّكَ بِظَاهِرِ الْحَدِيْثِ [illegible] اِلَى الْفُقَهَاءِ لِعَدَمِ الْاِهْتِدَاءِ [illegible]

[illegible]

[illegible]

ظاہر حدیث پر تو ہوگا تارک اوس چیز کا جو واجب ہی اوسپر اور کفایہ حاشیہ ہدایہ مین مسطور ہی العامی اذا سمع حدیثا
لیس لہ ان یاخذ بظاہرہ لجواز ان یکون مصروفا عن ظاہرہ او منسوخا بخلاف الفتوی اور معنی
اسکے وہی ہین جو اوپر بیان کیے اور بھی کفایہ مین مرقوم ہی ان المفتی ینبغی ان یکون ممن یوخذ عنہ الفقہ
ویعتمد علیہ فی البلدۃ فی الفتوی واذا کان المفتی علی ہذہ الصفۃ فعلی العامی تقلیدہ وان کان
المفتی اخطا فی ذلک ولا یعتبر بغیرہ ہکذا روی الحسن عن ابی حنیفۃ وابن رستم عن محمد
وبشیر عن ابی یوسف انتہت یعنی چاہیے کہ مفتی ہو اون شخصون سے کہ لی جاتی ہی اونسے فقہ اور اعتماد کیا جاتا ہی اونپر شہر مین
بیچ فتوے کے اور جبکہ ہو مفتی اس صفت پر پس عامی پر لازم ہی تقلید اوسکی اگرچہ مفتی نے خطا کی ہو اوس مسئلے مین اور نہ اعتبار کرے
ساتھ غیر اوس مفتی کے ایسا ہی روایت کیا ہی حسن نے ابو حنیفہ سے اور ابن رستم نے امام محمد سے اور بشیر نے امام ابو یوسف سے
اور مسلم الثبوت مین ہی کہ اجماع کیا ہی محققین نے اوپر منع عوام کے تقلید صحابہ سے بلکہ اونپر لازم ہی اتباع اون لوگون کا کہ جانچا ہی انھون
نے اور باب باب کیا ہی اونھون نے پس مہذب اور منقح کیا ہی اونھون نے اور جمع کیا ہی اونھون نے اور اسی پر بنا کیا ہی ابن الصلاح نے منع کو
تقلید سے سوا چار امامون کے کیونکہ یہ بات نہین جانی گئی ہی غیر مین ان چار کے اور اوسمین کلام ہی اور وہ بعض لوگ کہتے ہین کہ
اللہ اور رسول کا کلام سمجھنا کچھ مشکل نہین ان معنی کر صحیح ہی کہ اصل مضامین اوسکے ایسے نہین ہین کہ بیان کیے سے سمجھ مین ہر خاص وعام
کے نہ آوین مثل مطالب منطق اور علوم فلسفہ کے اور ان معنی کر غلط ہی کہ اوسکے مضامین کو سمجھکر عبارت سے نکال لینا اور بیان کر دینا
ہر امی اور ان پڑھے کو آسان ہی بلکہ بعض مضامین ظاہر مین نہایت آسان اور سہل ہوتے ہین لیکن حقیقت اوسکی سوا تفتیش کے اوسکو
نہین کھلتے پس اگر ظاہر پر ایسے مضمون کے یہ شخص بدون تحقیق کے واقفون سے باوجود استطاعت اور قدرت سوال کے عمل کریگا تو عجب
نہین کہ مواخذہ دار ہووے علاوہ اسکے قول امام ابو حنیفہ پر ہم اسطرح سے عمل نہین کرتے کہ یہ بالذات او مجتہدین کا قول ہی بلکہ اسطرح پر کہ یہ قول
اونکا قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ماخوذ ہی اور موافق شریعت کے ہی تو قول ابو حنیفہ اور قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مین
کچھ منافات نہین بلکہ کوئی قول ابو حنیفہ کا اس قسم سے نہین پایا جاتا جسکی دلیل کچھ احادیث و آیات سے نہووے اور پھر درصورتیکہ عمل عامی کو
ظاہر حدیث پر منع ہووے اور قول ابو حنیفہ کا موافق قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہووے عمل کرنا احادیث پر اپنی رائے کے موافق اور
ترک کرنا تقلید ابو حنیفہ کی نہایت عقل و انصاف سے بعید ہی اور ابو شامہ سے جو منع تقلید مین مروی ہی تو بر تقدیر صحت نقل کے وہ طعن نسبت
اون لوگون کے ہی کہ جنھون نے حرام کہا ہو نظر کرنے کو کتب احادیث مین اور ہم لوگ اسکو ہرگز حرام نہین کہتے بلکہ موجب اجر جزیل اور ثواب
جانتے ہین اور مشارق الانوار مین جو خلاف حدیث کے چلنے سے منع کیا ہی بعد تحقق ہو جانے اوس بات کے کہ یہ مخالف ہی اوس حدیث کے
سو وہ کچھ مخالف ہمارے نہین ہی اور علی ہذا القیاس یہی مراد ہی ان قول سے اور شیخ عبد الحق محدث دہلوی نے شرح سفر السعادت مین
لکھا ہی کہ مصلحت اور قرار داد علما کا آخر زمانے مین تعیین اور تخصیص مذہب ہی کہ ضبط اور ربط کار دین و دنیا اسی مین ہی پہلے سے مخیر
ہی جسکو اختیار کرے ہو سکتا ہی اور بعد اختیار ایک مذہب کے دوسرے مذہب کی طرف جاوے تو ہم سوء ظن اور تفرق کے احوال اور اقوال
مین ہوگا پس قرار داد متاخرین مختار ہی اور وہی ہی خیر اور اب کبھی مجتہد کے تابع کو نہین پہونچتا ہی کہ اگر کوئی حدیث مخالف
اپنے مذہب کے پاوے اپنے مذہب کو چھوڑے اور اوس حدیث پر عمل کرے یہ طریقہ متقدمین کا ہی علما کہ جس [illegible]

مجتہدون کے کوئی طریقہ نہین ہی اور حکم مجتہد کا درحقیقت حکم کتاب و سنت ہی اور کلام صاحب فتح العزیز یعنی مولانا شاہ عبد العزیز کا اس آیت کی تفسیر مین بَلْ نَتَّبِعُ مَا اَلْفَيْنَا عَلَيْهِ اٰبَاءَنَا کی منع مین اوس تقلید سے کہ مشرکین اوسکو مقابلے مین حکم خدا و رسول کے پیش کرتے تھے ہرگز منع مین اس تقلید سے کہ فی الحقیقت اطاعت خدا اور رسول کی ہی اور اسطرح مولانا صاحب منع کرتے اس تقلید کو حال آنکہ خود بھی مقلد تھے اور خود اسی تفسیر مین وَلَا تَجْعَلُوا لِلّٰهِ اَنْدَادًا کے تحت مین فرماتے ہین اون لوگون مین سے جنکی اطاعت بحکم خدا فرض ہی مجتہدین شریعت اور شیوخ طریقت ہین کہ حکم اونکا بھی واجب الاتباع ہی عوام امت پر کیونکہ فہم اسرار شریعت اور حقائق طریقت انکو میسر ہوا ہی فرمایا اللہ تعالیٰ نے فَاسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ یعنی پوچھو اہل نصیحت سے اگر تم نہین جانتے ہو اور شاہ ولی اللہ صاحب نے عقد الجید مین لکھا ہی کہ جان تو بیشک تمسک کرنے مین ساتھ ان مذاہب اربعہ کے مصلحت عظیمہ ہی اور اعراض مین اوس سے بڑا مفسدہ ہی اور ہم بیان کرینگے اوسکو کئی وجہون سے انتہی طعن دوسرا اکثر صحاح کی کتابین جو احادیث کے فن مین اور کتابون سے زیادہ معتبر ہین اکثر احادیث شافعیہ کے موافق ہین اور حنفیہ کے مخالف تو اس صورت مین عدم اتباع مذہب حنفیہ ہوگا جواب صحاح ستہ کے ماسوا اور بہت سی کتابین حدیث کی ہین کہ جنکو محدثین نے بیان کیا ہی مثلاً معاجم طبرانی کی موطا امام محمد کی مصنف ابن ابی شیبہ کی کتابین دارقطنی کی تصانیف طحاوی کی تصانیف ابن حبان و حاکم کی وغیرہا اور صحاح ستہ کی شہرت مبنی ہی اس بات پر کہ اکثر حدیثین ان کتابون کی صحیح ہین جیسا کہ اونکا اوپر ہم لکھ چکے اور یہ لازم نہین کہ جو حدیث ان کتابون مین نہووے وہ صحیح نہووے سیکڑون حدیثین صحیح ایسی ہین بخاری مسلم کی شرط پر کہ ان کتابون مین موجود نہین طعن تیسرا حنفی مذہب کو چونکہ یہ لوگ اکثر جا مخالفت حدیث کی کرتے ہین اور قیاس و رائے کو دخل دیتے ہین اسواسطے نام انکا اہل الرائے ہوا اور یہ نام انکا قدیم سے ہی ترمذی مین جابجا بیچ مسائل مذہب حنفیہ کو لکھا ہے وَهُوَ قَوْلُ اَهْلِ الرَّاْيِ جواب ظاہرا اہل رائے کہنے کا سبب ہوا تھا کہ امام ابوحنیفہ صاحب کے وقت ملک اور بابل کی تو اکثر مسائل اس قسم کی تھی کہ بعض اہل عصر کی سمجھ مین قول اونکا بلا تامل و فکر نہین آتا تھا اسوجہ سے بعض لوگون نے اونکو اہل رائے کہنا شروع کیا اور یہ نام وجہ طعن نہین ہوسکتا الا اوس صورت مین کہ مسائل انکے مروجہ رائے اور اختراع عقل پر مبنے ہون حال انکہ کوئی مسئلہ انکا اس قسم کا نہین جسکے ساتھ اور مجتہد نے بھی تمسک کیا ہو اور کیونکر اہل رائے یہ لوگ ہونگے حال انکہ انکے نزدیک حدیث ضعیف مرسل مقدم تر اور اولیٰ تر ہی قیاس اور اجتہاد سے برخلاف امام شافعی کے کہ وہ حدیث مرسل کو قبول نہین کرتے تو اگر کسینے از راہ تعصب یا کسی اور وجہ سے کوئی کلمہ خلاف اونکی شان کے کہا تو اوسپر اعتبار کرنا درصورتیکہ وہ مطابق واقع اور نفس الامر کے نہووے نہایت جہالت ہے اور کوئی بھی ایسا شخص جو کسی فن مین کامل ہووے نہین گذرا کہ کسینے اوسکے کلام مین رد و قدح نہ کیا ہو اور اوسکی شان مین کچھ نہ کہا ہو یہان تک کہ حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کہ باتفاق مشایخ طریقت اور علمائے شریعت کے اولیاء کبار سے ہین اور اہل حق مین سے ہین انکی ولایت اور علو درجہ مین کلام نہین لیکن ابن جوزی محدث سے نہ کیا کیا انکی شان مین کہا ہی اور اسیطرح سے محاربات و مشاجرات و منازعات صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو سمجھنا چاہیے اور اس سے یہ لازم نہین آتا کہ دوسری جانب کو برا سمجھنے لگے مثلاً خطیب بغدادی نے امام ابوحنیفہ کی شان مین جو بیان کیا تو خطیب کی برائی کرنا ہمکو لازم نہین یا ابن الجوزی نے انکی غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی شان مین کہا ہے تو ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ کی برائی کرنا اور ان پر طعن کرنا لازم نہین طعن چوتھا یہ کہ

لوگون نے مقرر کر لیے ہین اسکا حکم کچھ خدا اور رسول نے نہین فرمایا ہی بلکہ ان لوگون نے اپنے دل سے چار مذہب مقرر کرکے حق کو انہین
حصر کیا اور جو قول کہ اونکے مخالف ہی اوسکو باطل بتایا پس دلیل شرعی اس باب مین کوئی پائی نہین جاتی جواب [illegible]
مین چار مین ایک اون مین اجماع امت بھی ہی اور اطاعت اہل اجماع کی فرض ہی اور اجماع کیا امت محمدی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام
نے ان چار مذہبون پر اور اتفاق کیا اس بات پر کہ جو ان چارون کے مخالف ہو وہ باطل ہی چنانچہ اشباہ مین ہی وما خالف الائمۃ
الاربعۃ مخالف للاجماع وقد صرح فی التحریر ان الاجماع انعقد علی عدم العمل بمذہب مخالف
الاربعۃ لانضباط مذاہبہم وکثرۃ اتباعہم یعنی جو حکم مخالف ہو ان چار امامون کے قول سے وہ اجماع کے
مخالف ہی اور تصریح کی ہی ابن الہمام نے تحریر مین کہ تمام علما کا اجماع ہوا ہی عمل نکرنے پر اوس مذہب کے جو مخالف ہو ان چار امامون کے
اسواسطے کہ ان امامون کا مذہب منضبط اور آراستہ ہوا ہی اور انکے اتباع کرنے والے بہت لوگ ہین حاصل یہ ہی کہ ان امامون کے
مقلدین سواد اعظم مین داخل ہین اور سواد اعظم کی متابعت کرنے کو حدیث مین حکم ہی اور اسکا بیان گذرا اور نہایۃ المراد مین مرقوم
ہی وفی زماننا ہذا قد انحصرت صحۃ التقلید فی ہذہ المذاہب الاربعۃ فی الحکم المتفق علیہ بینہم
وفی الحکم المختلف فیہ ایضا قال المناوی فی شرح الجامع الصغیر لا یجوز الیوم تقلید غیر الائمۃ الاربعۃ
فی قضاء ولا افتاء ہمارے اس زمانے مین منحصر ہوئی ہی تقلید ان چار مذہب مین خواہ حکم متفق ہو خواہ حکم مختلف ہو ان
چار کے سوا اور کسی کی تقلید جائز نہین اور کہا مناوی نے جامع صغیر کی شرح مین جائز نہین ہی اس زمانے مین تقلید کرنی سوا ان چار
امامون کے نہ تو قضا مین نہ فتوے مین یعنی قاضی کو درست نہین کہ ان مذہب کے سوا اور کا حکم کرے اور مفتی کو درست نہین کہ
برخلاف انکے فتوی دے اور تفسیر احمدی مین ہی قد وقع الاجماع علی ان الاتباع انما یجوز للاربعۃ فلا یجوز
الاتباع لمن حدث مجتہدا مخالفا لہم یعنی بیشک اجماع ہوا ہی اس بات پر کہ اتباع سوائے ان چار مذہبون کے کسی کا
جائز نہین نہین جائز ہی اتباع اس شخص کا جو نیا مجتہد مخالف انکے نکلے اور اوسی کتاب مین ہی والانصاف ان انحصار
المذاہب فی الاربعۃ واتباعہم فضل الہی وقبولیۃ عند اللہ تعالی لا مجال فیہ للتوجیہات
والادلۃ یعنی انصاف یہ ہی کہ منحصر ہونا مذہبون کا ان چار مین اور اتباع انکا فضل الہی ہی اور مقبولیت ہی اوسکی نزدیک اللہ تعالی کے
اوسمین مجال دلیل اور توجیہ کو دخل نہین طعن پانچوان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت مین ہر ایک صحابی جو حدیث
کو پاتے تھے اوسی طرح پر عمل کرتے تھے مجتہد ہو یا عامی نہ یہ کہ کسی صحابی معین کی جو مجتہد ہوتا صرف اوسی کی تقلید اختیار
کرتے اپنی اپنی سمجھ کے موافق عمل مین لاتے تھے تو اب اس زمانے مین بھی موافق اوسکے عمل کرنا صواب ہی [illegible]
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک مین یا اوس زمانہ مین جو آپ کی وفات سے قریب تھا اکثر لوگ صحابی ہوتے تھے [illegible]
جو خبر جو کبھی بیان نہین کرتے تھے احتمال کذب کا اونکی نسبت ہرگز نہ تھا اسی واسطے جو شخص کہ کوئی حدیث کسی صحابی یا
تابعی سے قبول کرتا تھا وہ اوس پر بے اشتباہ عمل کرتا تھا برخلاف اس زمانے کے کہ ہزارون قسم کی حدیثین [illegible]
جھوٹی بنا لی ہین راوی حدیث کے بسبب [illegible] کے ہو گئے تو اس صورت مین ہر شخص [illegible]
جبتک کہ حال و کیفیت رواۃ اور احادیث سے واقف نہ تھے وہ اور لوگون کو بتلا دیتے تھے [illegible] تقلید کرتے تھے

طعن پانچوان

قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر قیاس کرنا اس زمانے کا حماقت ہے اور بہت سے مطاعن جو غیر مقلد بیان کرتے ہین اونکا
جواب بھی ان ہی باتون سے نکل آویگا اور جب کہ سب مطعونون کا حال ہوا تو معلوم نہین کہ جو اور طعن ہین وہ کیسے ہونگے مسلمانون کو لازم
ہے کہ انکی باتون کی طرف خیال نکرین اور جس طریقے پر کہ اکابر علماے امت اور ہزارون اولیاء اللہ محبوب خدا کے چلتے رہے ہین اوسی
پر چلین اور ایک مکر اس فرقے کا یہ ہی کہ نام اپنا بمقابلہ حنفی شافعی کے محمدی رکھا ہی اس وجہ سے کہ ہم لوگ طریقہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کا اختیار کرتے ہین اور اوسکی پیروی کرتے ہین برخلاف مقلدین کے کہ اون لوگون نے خلاف طریقہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
ابو حنیفہ اور شافعی کا طریقہ اختیار کر لیا اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول و فعل کو ترک کیا ہی اور یہ نہین سمجھتے کہ طریقہ ابو حنیفہ
یا شافعی کا بعینہ طریقہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی کچھ اوسکے مخالف نہین اور تسمیہ الکا ان نسبتون کے ساتھ بوجہ تقلید مجتہدین معین
کے ہی ورنہ تمامی اہل حق محمدی ہین حاجت انکی تخصیص کی کیا ہی اور دوسرے یہ کہ اس زمانے مین جو معروف کتابین مشہور اور مروج ہو گئی ہین
مثل مشکوٰۃ شریف وغیرہ کے اونمین اپنے مذہب کے موافق احادیث نکال کے عوام مقلدین سے بیان کرتے ہین اور کہتے ہین کہ حدیثین صحیح انکتابون
مین منحصر ہین اور تمہارے مسائل صریح مخالف ان احادیث کے ہین تم قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چھوڑ کے قول ابو حنیفہ اختیار کرتے ہو نہین جانتے
کہ بہت سی کتابین ایسی حدیث کی ہین کہ انھون نے خواب مین بھی نہ دیکھی ہونگی اور ہزارون حدیثین صحیح بخاری و مسلم کی شرط پر ان کتابون مین موجود ہین

فصل بیچ اصطلاحات کتاب کے بیان مین

جاننا چاہیے کہ صاحبین کا لفظ اس کتاب مین جہان آیا ہی مراد اوس سے امام محمد اور امام ابو یوسف ہین اور طرفین سے
امام محمد اور امام ابو حنیفہ اور شیخین سے امام ابو یوسف اور امام ابو حنیفہ اور اس کتاب مین حرف صاد جو قلم جلی سے لکھا ہی
مراد کتاب اصل شرح وقایہ ہی اور حرف فا سے زیادات اور جو احادیث کہ زائد مضمون اصل کتاب پر ہین بطریق فوائد کے
مراد ہین اور جہان مطلق امام ہی مراد امام ابو حنیفہ ہین اور ایمہ اربعہ سے امام ابو حنیفہ اور شافعی اور مالک اور امام احمد رحمہم اللہ
مراد ہین اور لفظ شیخین سے ذکر احادیث مین بخاری اور مسلم مقصود ہین اور جماعت سے چارون علماے باقیہ یعنی
ابن ماجہ اور ابو داؤد اور نسائی اور ترمذی رحمہم اللہ منظور ہین اور مقصود اصلی تصنیف و تالیف اس کتاب سے فائدہ
خلق اللہ ہی نہ کسیکا رد اور نہ کسیکا اظہار خطا منظور ہی تو اب یہ بندہ عاصی پر معاصی فقیر حقیر ننگ خاندان محتاج رحمت ایزد منان
محمد وحید الزمان ولد مولوی مسیح الزمان لکھنوی فاروقی حنفی مؤلف اسکا اون صاحبون کی خدمت مین جو
اس کتاب کے مطالعے سے مسرور اور محظوظ ہون عرض رسا ہی کہ جس جگہہ پر از راہ خطاے انسانی کے کوئی قسم کی لغزش
دیکھین تو پردۂ عفو سے چھپاوین اور مجھ گنہگار اور میرے والدین اور تمامی عزیز و اقارب اور عامہ مسلمین کے واسطے دعاے
خیر کرین اور اس کتاب کے پڑھنے کا یہ طریقہ رکھین کہ جس جگہہ پر نام مبارک حضرت سیدنا و مولانا و رسولنا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالی
علیہ وسلم کا آوے آپ پر صلوٰۃ و سلام بھیجین کیونکہ حدیث صحیح مین وارد ہی کہ جس شخص پر ذکر کیا جاوے نام میرا اور وہ درود نہ بھیجے
مجھ پر تو وہ بڑا بخیل ہی اور حقیقت مین بڑے افسوس کی بات ہی کہ جو دنیا مین کسیکا دوست ہوتا ہی اوسکے ذکر کے وقت
مع اللذت اوسکی یاد مین مشغول ہوتا ہی اور حبیب محبوب خدا شافع روز جزا پیغمبر حق جناب نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم مبارک سنا جاوے
اور پھر لوگ محروم ثواب صلوٰۃ و سلام سے رہین اور جس کسیکا آپ کے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین مین سے ذکر آوے اونپر کلمہ

رضی اللہ عنہ کا کہنا ضرور جانیں اور تابعین کو اور علما کو کہ رحمتہ اللہ علیہ اکتفا کریں اور قبل شروع اس کتاب کے بادب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف تین بار اور سورۂ اخلاص تین بار اور الحمد ایکبار پڑھیں اور ثواب اسکا تمام صحابہ اور علما اور سب بزرگان دین کو پہونچا دیں بعد اسکے کتاب کو مطالعہ کریں اور پھر بعد فراغ کے بھی ایسا ہی کریں اور ارادہ تصدیر کرتے رہیں کہ جتنا علم ہم سیکھتے ہیں یا سکھاتے ہیں وہ سب خالصاً خدا کے واسطے اور اوسکی رضامندی کے لیے اور عمل کرنے کے لیے کرتے ہیں اور غرض دنیا اور تحصیل مال کبھی علم سے نہ رکھے کہ بعد رعایت ان سب شرائط کے ضرور اللہ تعالی اوسکے علم میں برکت دیگا اور توفیق عمل کی عطا فرماویگا اَللّٰهُمَّ وَفِّقْ لَنَا بِالْخَيْرِ وَاجْعَلْ خَوَاتِمَ اُمُوْرِنَا بِالْخَيْرِ اَللّٰهُمَّ يَسِّرْ

عَلَيْنَا مُهِمَّاتِ الْعِلْمِ وَاَعْطِنَا عِلْمًا نَافِعًا وَفَهْمًا كَامِلًا وَقَلْبًا خَاشِعًا وَبَطْنًا

مُشْبَعًا وَعَمَلًا مُتَقَبَّلًا يَا اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَنَا وَلِوَالِدَيْنَا وَلِجَمِيْعِ الْمُسْلِمِيْنَ

وَالْمُسْلِمَاتِ الْاَحْيَاءِ مِنْهُمْ وَالْاَمْوَاتِ اٰمِيْنَ يَا رَبَّ

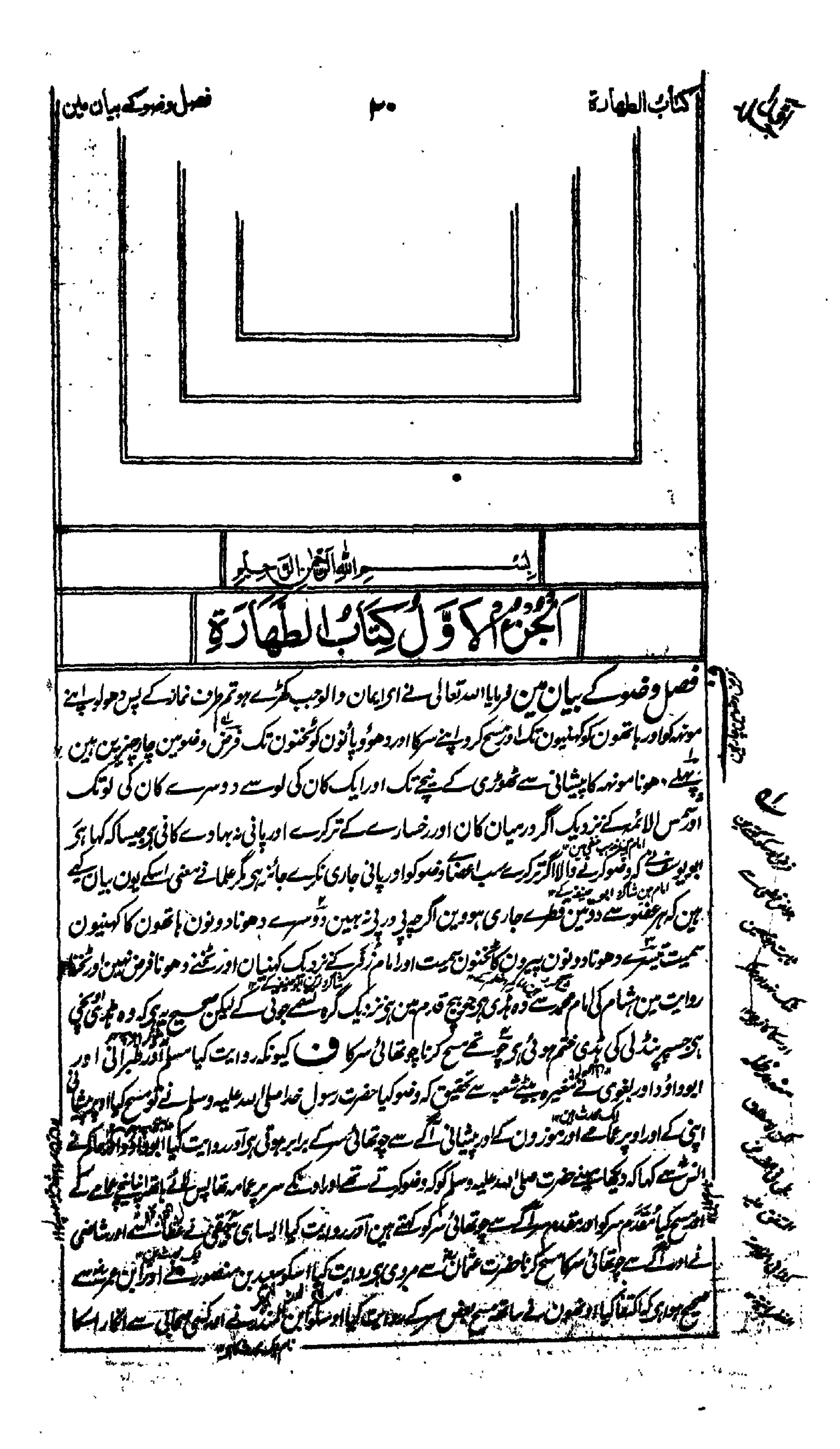
الْعٰلَمِيْنَ تَمَّتْ مُقَدِّمَةُ الْكِتَابِ وَيَتْلُوْهَا

كِتَابُ الطَّهَارَةِ اَللّٰهُمَّ تَمِّمْ بِالْخَيْرِ

يَا كَرِيْمُ يَا وَهَّابُ

فقط

فہرست نور الہدایہ ترجمہ اردو شرح وقایہ



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الجزءُ الاوّل کتابُ الطہارۃ

فصل وضو کے بیان مین فرمایا اللہ تعالی نے ای ایمان والو جب کھڑے ہو تم طرف نماز کے پس دھولو اپنے مونہہ کو اور ہاتھون کو کہنیون تک اور مسح کرو اپنے سر کا اور دھوؤ پانون کو ٹخنون تک فرض وضو مین چار چیزین ہین پہلے دھونا مونہہ کا پیشانی سے ٹھوڑی کے نیچے تک اور ایک کان کی لو سے دوسرے کان کی لو تک اور شمس الائمہ کے نزدیک اگر درمیان کان اور رخسارے کے تر کرے اور پانی نہ بہاوے کافی ہی جیسا کہ کہا ہی ابو یوسف نے کہ وضو کرنے والا اگر تر کرے سب اعضاء وضو کو اور پانی جاری نہ کرے جائز ہی مگر علما نے معنی اسکے یون بیان کیے ہین کہ ہر عضو سے دو دو تین قطرے جاری ہووین اگرچہ پے در پے نہ ہین دوسرے دھونا دونون ہاتھون کا کہنیون سمیت تیسرے دھونا دونون پیرون کا ٹخنون سمیت اور امام زفر کے نزدیک کہنیان اور ٹخنے دھونا فرض نہین اور ٹخنا روایت مین ہشام کی امام محمد سے وہ ہڈی ہی جو بیچ قدم مین ہی نزدیک گرہ تسمے جوتی کے لیکن صحیح یہ ہی کہ وہ ہڈی اونچی ہی جسپر پنڈلی کی ہڈی ختم ہوتی ہی چوتھے مسح کرنا چوتھائی سر کا **ف** کیونکہ روایت کیا مسلم اور طبرانی اور ابو داؤد اور بغوی نے مغیرہ بیٹے شعبہ سے تحقیق کہ وضو کیا حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے تو مسح کیا اوپر پیشانی اپنی کے اور اوپر عمامے اور موزون کے اور پیشانی آگے سے چوتھائی سر کے برابر ہوتی ہی اور روایت کیا ابو داؤد اور حاکم نے انس سے کہا کہ دیکھا مین نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کہ وضو کرتے تھے اور اونکے سر پر عمامہ تھا پس لائے ہاتھ اپنا نیچے عمامے کے اور مسح کیا مقدم سر کو اور مقدم سر آگے سے چوتھائی سر کو کہتے ہین اور روایت کیا ایسا ہی بیہقی نے عطا سے اور شافعی نے اور آگے سے چوتھائی سر کا مسح کرنا حضرت عثمان سے مروی ہی روایت کیا اسکو سعید بن منصور نے اور ابن عمر سے صحیح ہوا ہی کہ اکتفا کیا اونھون نے ساتھ مسح بعض سر کے روایت کیا اوسکو ابن المنذر نے اور کسی صحابی سے انکار اسکا

صحت کو نہین پہونچا یہ مضمون فتح الباری مین ہی ص مگر امام شافعی کے نزدیک اگر ایک بال یا دو بال کا بھی مسح کریگا درست ہو جاویگا اور امام مالک کے نزدیک تمام سر کا مسح فرض ہی اور مسح چوتھائی داڑھی کا امام اعظم صاحب کے نزدیک فرض ہی اور امام ابو یوسف کے نزدیک تمام داڑھی کا مسح فرض ہی اور مشہور روایت مین امام ابو حنیفہ سے ساری داڑھی کا مسح فرض ہی اور وہی صحیح اور مختار ہی اور مسح کہتے ہین تر ہاتھ کو اوس عضو پر جسکا مسح کرنا ہی پہونچانا چاہیے نیا پانی برتن سے لے یا جو تری اعضا کے دھونے سے باقی ہو اوس سے مسح کرے اور جو تری ہاتھ مین بعد مسح کرنے کسی عضو کے باقی ہے یا ہاتھ کو بعض اعضاے مغسولہ یا ممسوحہ سے ترکیا اور اوس سے مسح کرے جائز نہوگا اور ایسا ہی ہو رہے کے مسح مین اگر بعد مسح کے سر منڈا دے تو دوبارہ مسح کرنا لازم نہ آویگا یا وضو کیا اور پھر ناخون کٹوائے تو نئی جگہ کا پھر دھونا واجب نہین آو سنت وضو مین چند ہین پہلے دھونا ہاتھ کا بند دست تک ف کیونکہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب جاگے تم مین سے کوئی تو نہ ڈالے اپنا ہاتھ پانی مین جب تک اوسکو تین بار نہ دھولے اسواسطے کہ وہ نہین جانتا کہ کہان رہا ہاتھ اوسکا یعنی پاک جگہ یا ناپاک جگہ روایت کیا اسکو بخاری اور مسلم نے ابو ہریرہؓ سے ص اور یہ دھونا بعض مشایخ کے نزدیک قبل استنجے کے ہی اور بعضون کے نزدیک بعد استنجے کے اور بعضون کے نزدیک قبل استنجے کے بھی دھووے اور بعد اوسکے بھی دھووے ف درمختار مین اسیکو اختیار کیا ہی کہ قبل استنجے کے بھی دھووے اور بعد اوسکے بھی دھووے ص اور دھونے کا طریق یہ ہی کہ برتن کو پہلے بائین ہاتھ مین لیکر داہنا ہاتھ دھووے اور پھر داہنے مین لیکر بائین ہاتھ کو دھووے تین تین بار اگر برتن چھوٹا ہو اور اوٹھ سکے اور اگر برتن بڑا ہی کہ اوٹھانا اوسکا ممکن نہین تو کسی چھوٹے برتن سے پانی نکال کے دھووے جیسا کہ اوپر ذکر کیا اور اگر چھوٹا برتن نہو تو بائین ہاتھ کی اونگلیونکو ملا کے اوسمین ڈالے اور ہتھیلی داخل نکرے اور پانی نکال کے داہنے ہاتھ پر ڈالے اور اونگلیون کو آپس مین خوب ملے اسی طرح تین بار کرے بعد اوسکے داہنے ہاتھ کو بھی طرح ڈالکے پانی نکالے اور اس حدیث مین جو ہاتھ ڈالنے سے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منع کیا ہی یہ جب ہی کہ برتن چھوٹا ہو یا بڑا ہو اور اوسکے ساتھ چھوٹا برتن بھی ہو لیکن جب کہ برتن بڑا ہو اور اوسکے ساتھ چھوٹا برتن نہو تو منع یہ ہی کہ خوب مبالغے کے ساتھ ہاتھ ڈالکے پانی کو نکالے یہ سب صورتین جب ہین کہ اوسکے ہاتھون مین نجاست نہو اور اگر نجاست ہو تو ہاتھون کو دھونا نجاست سے بغیر اس بات کے کہ پانی نجس ہو ضرور ہی دوسرے شروع مین وضو کے اللہ کا نام لینا ف جیسے بِسْمِ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ یا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى دِيْنِ الْاِسْلَامِ کما ایسا ہی ہی درمختار مین کیونکہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جسنے اول وضو مین ذکر خدا کا کیا پاک ہو ویگا تمام بدن اوسکا اور جو ذکر خدا کا نہ کیا پاک نہو ویگا مگر مقام وضو اوسکے کا روایت کیا اسکو دارقطنی نے ابو ہریرہؓ سے اور ابو الشیخ نے اور روایت کیا اسکو بیہقی نے اور دارقطنی نے عبد اللہ بن مسعودؓ سے اور ضعیف کیا اسکو اور روایت کیا ان دونون نے اسکو ابن عباسؓ سے اور ضعیف کیا اوسکو اور شیرازی نے القاب مین مانند اسکے ابن مسعودؓ سے کچھ زیادہ کرکے اور اوسکو بھی ضعیف کیا اہل حدیث نے اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ وضو نہین اوسکا جسنے نہ ذکر کیا نام اللہ کا اوسپر روایت کیا اسکو ترمذی اور ابن ماجہ اور احمد اور ابو داؤد نے ابو ہریرہؓ سے اور دارمی نے مانند اسکے اور مراد اس سے یہ ہی کہ وضو اوسکا کامل نہین اور ہدایہ مین اسکو مستحب لکھا ہی اور اس باب مین روایتہا چند صحابہ سے ص تیسرے مسواک کرنا ف کیونکہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ مسواک کیا کرتے تھے اور فرمایا حضرت نے کہ اگر نہ شاق ہوتا میری امت پر البتہ

حکم کرتا مین اون کو ساتھ مسواک کے نزدیک ہر وضو کے روایت کیا اسکو نسائی اور ابن خزیمہ نے اور کہا حاکم نے کہ یہ حدیث صحیح ہی اور روایت کیا اسکو بخاری نے بغیر اسناد کے (اور ایسی حدیث کو معلق کہتے ہین) اور جب مسواک نہو تو اونگلی سے دانتون کو ملے اور یہ حدیث مین ثابت ہی کذا فی الہدایۃ **ص** چوتھے تین بار کلی کرنا پانچوین تین بار ناک مین پانی ڈالنا اور کلی کے واسطے تین بار جدا پانی لے اور پھر ناک مین ڈالنے کے واسطے تین بار لے (ایسا ہی کرتے ہین) اور امام شافعی کے نزدیک کلی کرے اور ناک مین پانی ڈالے ایک چلو سے پھر اسی طرح پھر اسی طرح تین بار **ف** دلیل ہماری یہ ہی کہ روایت کی ترمذی اور نسائی نے حضرت علی سے کہ انھون نے وضو کیا سو دھوئے دونون کف یہان تک کہ صاف کیا اونکو پھر کلی کی تین بار اور ناک مین پانی ڈالا تین بار آخر تک کہا ترمذی نے کہ یہ حدیث حسن صحیح ہی اور روایت کی ابو داود نے طلحہ کے دادا سے کہا کہ داخل ہوا مین حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اور آپ وضو کرتے تھے اور پانی بہتا تھا منہ اور داڑھی اونکی سے سینہ پر (یعنی ان دونون لفظون کے دیبا چے مین گذرے) سو دیکھا مین نے اونکو کہ آپ جدائی کرتے تھے درمیان کلی اور ناک مین پانی ڈالنے کے اور روایت کیا اسکو طبرانی نے اور وضو کے باب مین بائیس صحابیون سے روایت کی گئی ہی اور وہ یہ ہین عبد اللہ بیٹے زید کے روایت کی انسے بخاری و مسلم و ابو داود و نسائی و ابن ماجہ نے اور عثمان روایت کی انسے بخاری و مسلم نے اور ابن عباس روایت کی انسے بخاری نے اور مغیرہ روایت کی انسے بخاری نے اور حضرت علی روایت کی انسے ابو داود و نسائی وغیرہما نے اور مقدام روایت کی انسے ابو داود نے اور ابو مالک اشعری روایت کی انسے عبد الرزاق (کتاب التفاسیر) اور احمد اور ابن ابی شیبہ اور اسحق نے اور ابو بکرہ روایت کی انسے بزار نے اور ابو ہریرہ روایت کی انسے احمد و ابو یعلی نے اور وائل بن حجر روایت کی انسے ترمذی نے اور جبیر بن نفیر روایت کی انسے ابن حبان نے اور ابو امامہ روایت کی انسے احمد نے اور ابو کاہل اور ربیع بیٹی معوذ کے روایت کی انسے ابو داود نے اور عائشہ روایت کی انسے دار قطنی نے اور عبد اللہ بن انیس روایت کی انسے طبرانی نے اور عبد اللہ بن عمرو بن العاص روایت کی انسے ابو داود نے اور باقی صحابیونکا نام اور تفصیل فتح القدیر مین ہی **ص** چھٹے داڑھی کا خلال کرنا **ف** اس طرح پر کہ اونگلیون کو نیچے داڑھی کے کرکے باہر نکالے کیونکہ روایت کی ترمذی نے عثمان سے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم خلال کرتے تھے اپنی داڑھی کا اور کہا ترمذی نے کہ یہ حدیث حسن صحیح ہی اور کہا بخاری نے کہ یہ حدیث اصح ہی اس باب مین اور صحیح کیا اسکو ابن خزیمہ اور ابن حبان نے اور روایت کیا اسکو ابن ماجہ نے اور یہ حدیث عثمان کی کہا احمد نے کہ یہ صحیح تر ہی سب حدیثون کی اور ابن حزم نے اس حدیث کو ضعیف کیا اور کہا کہ اسناد مین اسکی اسرائیل ہی اور وہ قوی نہین اور ایک مقام مین کہا ہی کہ عامر بن شقیق بھی اوسکی اسناد مین ضعیف ہی اور یہ قول باطل ہی کیونکہ اسرائیل بیٹا یونس کا حجت پکڑی ہی اوس سے بخاری و مسلم نے اور باقی ابو داود اور ترمذی اور ابن ماجہ وغیرہم نے اور ثقہ کہا ہی اوسکو ایسے نے کہا ابو حاتم نے کہ وہ ثقہ ہی اصحاب ابی اسحق سے اور توثیق کی اوسکی ایک جماعت نقادین حدیث نے مثل یحیی بن معین اور احمد بن حنبل کے اور احمد تعجب کرتے تھے اونکی حفظ اور یاد سے اور ابن حزم کو یہ دھوکا ہوا کہ امام احمد نے کہا ہی کہ روایت بیٹے اسرائیل کی اسرائیل سے انھون نے ابی اسحق سے اوسمین ضعف ہی اور آخر عمر مین سنا ہی اور یہ حدیث تو اوسکے بیٹے کی روایت سے نہین تو حجت ہوگی اور عامر بیٹا شقیق کا کہا نسائی نے کہ کچھ حرج نہین ساتھ اوسکے اور روایت کی اوس سے چارون علمو نے اور یحیی بن معین اور ابو حاتم نے ضعیف کیا اوسکو اور بخاری اور احمد اور حاکم نے صحیح کیا اس حدیث کو اور حاکم نے کہا کہ اسکے واسطے اور بھی شواہد ہین عمار کی حدیث سے اور انس سے اور عائشہ سے پھر انکی سبکی حدیثین نقل کین کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا اور خلال کیا اپنی داڑھی کا اور روایت کی ابو داود نے انس سے کہ تھے حضرت وضو کرتے

لیتے تھے ایک کف پانی اور لاتے تھے اوسکو نیچے ٹھوڑی اپنی کے اور خلال کرتے تھے داڑھی اپنی کا اور فرماتے تھے کہ ایسا
ہی حکم کیا مجکو خدا نے اور اس حدیث کو روایت کیا حاکم نے بھی جیسا کہ آگے آویگا اور ابن حزم نے اسپر اعتراض کیا ہی کہ اسناد مین
اسکی ولید بیٹا زوران کا مجہول ہی اور ایسا ہی کہا ابن القطان نے اور یہ تعلیل ضعیف ہی کیونکہ روایت کی اس ولید سے جعفر بن برقان
اور حجاج بن منہال اور بہت لوگون نے اور کسی طرح کی جرح اوسمین معلوم نہین ہوئی اور روایت کیا اس حدیث کو محمد بن یحیی ذہلی
نے کتاب علل حدیث زہری مین کہا انھون نے حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ خَالِدٍ الصَّفَّارُ مِنْ اَصْلِهٖ وَكَانَ صَدُوقًا
ثنا مُحَمَّدُ بْنُ حَرْبٍ انا الزُّبَيْدِيُّ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
تَوَضَّأَ فَاَدْخَلَ اَصَابِعَهٗ تَحْتَ لِحْيَتِهٖ فَخَلَّلَهَا بِاَصَابِعِهٖ ثُمَّ قَالَ هٰكَذَا اَمَرَنِيْ رَبِّيْ عَزَّ وَجَلَّ کہا ابن
القیم نے شرح سنن ابوداود مین هٰذَا اِسْنَادٌ صَحِيْحٌ یعنی یہ سند صحیح ہی اور روایت کیا طبرانی نے معجم کبیر مین انس سے اس
حدیث کو روایت ابی حفص عبدی سے انھون نے ثابت سے انھون نے انس سے اور ابو حفص ثقہ کہا اوسکو احمد نے اور توثیق کی اوسکی
یحیی بن معین نے اور کہا عبد الصمد بن عبد الوارث نے کہ ثقہ ہی اور زیادہ ہی ثقہ سے اور یہ تین طریقے اس حدیث کے اچھے ہین اور تین طریقے
اس حدیث کے ضعیف ہین پہلا طریقہ جو روایت ہی سنن ابن ماجہ مین حضرت انس سے کہ تھے حضرت جب وضو کرتے تو خلال کرتے اپنی
داڑھی کا اور کھولتے تھے انگلیون اپنی کو دوبار تو اسناد مین اس حدیث کی دارقطنی نے کہا کہ ابو النضر ترک کر دی گئی ہی حدیث اوسکی اور کہا نسائی
نے کہ یزید رقاشی متروک ہی دوسرا طریقہ جو روایت کی ابن عدی نے ہاشم بن سعد سے انھون نے محمد بن زیاد سے انھون نے انس سے کہ تھے حضرت صلی اللہ
علیہ وسلم آخر حدیث تک پھر کہا ابن عدی نے کہ ہاشم اتنا کہ روایت کرتا ہی اوسکو نہین متابعت کیا جاویگا اوسپر تیسرا طریقہ جو
روایت کی بیہقی نے اپنے سنن مین ابراہیم صائغ سے انھون نے ابی حازم سے انھون نے انس سے جیسا گذرا اور اسمین ابو حازم مجہول ہی اور
روایت کی گئی حدیث ابن عباس کی روایت نافع سے کہ عقیلی نے کہا نہین روایت کی جاویگی اوسکے اوپر اور کہا ابو حاتم نے کہ
حدیث اوسکی منکر ہی اور روایت کیا اس حدیث کو طبرانی نے اوسط مین اور روایت ہی ابن عمر سے ایسا ہی روایت کیا اسکو
دارقطنی نے اور کہا سیوطی نے جامع صغیر مین کہ روایت کیا اسکو طبرانی نے بھی اوسط مین لیکن کہا دارقطنی نے کہ صحیح یہ ہی کہ
یہ حدیث موقوف ہی عبد اللہ بیٹے عمر پر اور روایت ہی ابو ایوب انصاری سے کہا انھون نے دیکھا مینے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کہ وضو کیا
اور خلال کیا اپنی داڑھی کا روایت کیا اسکو ابن ماجہ نے اور اسناد مین اوسکی ابو سورہ راوی ضعیف ہی کہا ترمذی نے کتاب العلل مین
کہ پوچھا مینے بخاری سے اس حدیث کو پس کہا کہ کچھ نہین لاشئی ہی سو مینے کہا کہ ابو سورہ کا نام کیا ہی بخاری نے کہا کہ مین نہین جانتا وہ کیا
کرتا ہی اوسکے پاس محدثین منکر ہین اور کہا ترمذی نے اپنی جامع مین وَاَبُوْ سَوْرَةَ ابْنُ اَخِيْ اَبِيْ اَيُّوْبَ يُضَعَّفُ فِي الْحَدِيْثِ یعنی
ابو سورہ راوی ضعیف کیا جاتا ہی حدیث مین اور بھی سماع ابو سورہ کو ابو ایوب سے ثابت نہین کہا ابن الہمام نے کہ وہ ضعیف اور
بھی روایت ہی ابی امامہ سے روایت کیا اوسکو ابن ابی شیبہ نے اپنی مصنف مین حدیث ابی غالب سے انھون نے ابی امامہ سے اور ابو غالب
ضعیف کیا اوسکو نسائی نے اور توثیق کی اوسکی دارقطنی نے اور کہا یحیی بن معین نے کہ وہ صالح الحدیث ہی اور صحیح کیا اسطے اوسکے ترمذی
نے اور کہا سیوطی نے کہ روایت کیا اوسکو طبرانی نے ابی امامہ سے اور روایت کی ابن عدی نے جابر سے کہ وضو کیا رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے کئی بار سو دیکھا مینے اونکو کہ خلال کرتے تھے داڑھی اپنی کا ساتھ انگلیون کے مانند دندانون کنگھی کے اور

اسناد میں اوسکی اخزم بیٹا غیاث نشا پوری کا متروک ہی کہا ابن القیم نے شرح ابوداؤد میں وَحَدِیثُ جَابِرٍ ضَعِیفٌ جِدًّا یعنی حدیث جابر کی بہت ضعیف ہی اور روایت کی ابن عدی نے یاسین الزیات سے انھون نے ربعی بن خراش سے انھون نے جریر سے جو صحابی ہین اور یاسین ترک کر دی گئی ہی حدیث اوسکی ترک کیا اوسکو نسائی نے اور جماعت نے اور عائشہ کی حدیث اسی باب مین مروی ہی مسند امام احمد مین اور وہ بھی ضعیف ہی اور بھی روایت کی طبرانی نے ابو الدرداء اور ام سلمہ اور ابن ابی اوفی سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب وضو کرتے تھے خلال کرتے داڑھی اپنی کا اور یہ سب حدیثین ضعیف ہین اور روایت کی بزار نے ابو بکرہ سے کہ آنحضرت نے وضو کیا اور خلال کیا اور بھی جو روایت کی ابن ابی شیبہ نے مصنف مین انس سے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آئے میرے پاس جبرئیل علیہ السلام سو کہا کہ اے محمد خلال کر داڑھی اپنی کا اور اسناد مین اوسکی ہیثم راوی ضعیف ہی اور روایت کی عمار سے کہا انھون نے دیکھا مینے حضرت کو کہ خلال کرتے تھے اپنی داڑھی کا روایت کیا اوسکو ترمذی اور حاکم اور ابن ماجہ نے اور ایسی ہی روایت کی طبرانی نے عبد الرزاق سے اونھون نے ابن عیینہ سے انھون نے عبد الکریم سے انھون نے حسان بن بلال سے کہ عمار نے وضو کیا سو خلال کیا اپنی داڑھی کا سو کہا گیا کہ کیا ہی یہ فعل کہا انھون نے کہ دیکھا مینے حضرت کو کہ خلال کرتے تھے اپنی داڑھی کا اور ابن حزم نے کہا کہ حسان راوی اسکا مجہول ہی اور یہ قول باطل ہی کیونکہ حسان سے بہت لوگون نے روایت کی ہی کہا علی بن المدینی نے کہ وہ ثقہ تھا اور کسی نے اوسکو ضعیف نہین کیا اور لیکن عبد الکریم ضعیف ہی اور سنے حسان سے نہین سنا اس حدیث کو ایسا ہی کہا ابن عیینہ نے اور ذکر کیا حافظ ابن عساکر نے بخاری سے مانند اسکے اور کہا امام احمد نے کہ نہین ثابت ہی بیچ خلال کرنے داڑھی کے کوئی حدیث اور روایت کیا اسکو ابن ماجہ نے قتادہ سے انھون نے حسان سے اس حدیث کو اور یہ حدیث صحیح ہی جیسا کہ کہا ابن ماجہ نے سنن مین

وَحَدَّثَنَا ابْنُ اَبِي عُمَرَ ثنا سُفْيَانُ عَنْ سَعِيدِ بْنِ اَبِي عَرُوبَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ حَسَّانِ بْنِ بِلَالٍ عَنْ عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ قَالَ رَاَيْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُخَلِّلُ لِحْيَتَهٗ اور اسناد اسکی صحیح ہی نزدیک میرے واللہ اعلم اور روایت کی ابو عبید نے حجاج سے انھون نے شعبہ سے انھون نے عمر بن ابی وہب خزاعی سے انھون نے موسی بن مروان بجلی سے انھون نے طلحہ بن عبید اللہ سے انھون نے عائشہ سے کہ تھے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب وضو کرتے خلال کرتے اپنی داڑھی کا اور یہ حدیث مسند امام احمد مین مروی ہی جیسا کہ اوپر گذرا

ص ساتوین خلال دونون ہاتھون کی اونگلیون کا کرنا آٹھوین خلال دونون پیر کی اونگلیون کا کرنا

ف اس طرح پر کہ بائین ہاتھ کی چھنگلیا سے داہنے پاؤن کی چھنگلیا سے شروع کرے اور بائین پیر کی چھنگلیا پر ختم کرے کیونکہ روایت کی ترمذی اور ابو داؤد اور ابن ماجہ اور نسائی نے لقیط بن صبرہ سے کہ فرمایا حضرت نے جب وضو کرے تو تو کامل کر اپنا وضو اور خلال کر اونگلیون کا اور مبالغہ کر ناک کے اندر پانی پہونچانے مین اگر روزہ دار نہو تو کہا ترمذی نے یہ حدیث حسن صحیح ہی اور ہدایہ مین جو حدیث لکھی ہی کہ فرمایا حضرت نے کہ خلال کرو انگلیون کو تاکہ خلال نکرے آگ جہنم کی درمیان اونکے سو اس حدیث کو دارقطنی نے روایت کیا ہی لیکن یہ حدیث ضعیف ہی اور اس باب مین روایت ہی ابن عباس سے روایت کی انسے ترمذی اور ابن ماجہ نے اور مستورد بیٹے شداد سے روایت کی انسے ابن خزیمہ نے اور حاکم اور احمد اور ترمذی نے

ص نوین ہر عضو کو تین بار دھونا

ف کیونکہ روایت کی نسائی اور ابن خزیمہ نے کہ ایک گنوار نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے طریق وضو کا پوچھا پس دکھلایا وضو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اور دھویا ہر عضو کو تین تین بار اور فرمایا

کہ ایسا ہی وضو اور جسنے کہ زیادہ کیا اوپر اسکے برا کیا اور جور اور ظلم کیا اور روایت کی ابو نعیم بن حماد نے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم نے وضو کیا ایکبار اور دو بار یا تین بار پس اگر کم کیا اس سے یا زیادہ کیا تین بار سے ہونے پر سوا اوسنے خطا کی اور سند اسکی صحیح ہے ایسا ہی
لکھا ہے مواہب لدنیہ مین اور اسکے سوا بہت سی حدیثین ہر عضو کے تین بار دھونے مین آئی ہین اور ہدایہ مین جو اس مقام پر حدیث
لکھی ہے تو وہ پائی نہین گئی کچھ ٹکڑا اوسکا دارقطنی نے ابن عمرؓ سے روایت کی ہے اور ابن ماجہ نے ابی بن کعبؓ سے اور دونون
سندین ضعیف ہین ص دسوین سارے سر کا مسح کرنا ایک بار اور امام شافعی کے نزدیک تین بار سارے سر کا مسح سنت ہے
اور جامع ترمذی مین حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ انھون نے وضو کیا اور مسح سر کا ایکبار کیا اور کہا ایسا ہی تھا وضو رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کا ف اس حدیث کو ابوداؤد اور نسائی اور ابن ماجہ نے بھی روایت کیا ہے لیکن یہ حدیث ضعیف ہے ایسا ہی
کہا ابن الہمام نے اور بخاری اور مسلم کی صحیح حدیثین اس بات پر دلالت کرتی ہین کہ مسح حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایکبار کرتے تھے اور
سفر السعادت مین ہے کہ حضرت مسح کی تکرار کبھی نہین کرتے تھے اور ایک حدیث مین تکرار مسح کی آئی ہے لیکن وہ حدیث ضعیف ہے انتہی
اور ہدایہ مین جو لکھا ہے کہ حضرت انسؓ نے وضو کیا تین تین بار اور مسح کیا سر کا ایکبار اور کہا کہ یہ ہے وضو حضرتؐ کا سو یہ حدیث زیلعی نے
کہا کہ مینے نہین پائی اور بعض لوگون نے کہا ہے کہ طبرانی نے اسکو روایت کیا ہے اور معجم طبرانی مین اس حدیث کا کہین نشان نہین ایسا ہی
کہا زیلعی نے اور یہ غلط ہے کیونکہ یہ حدیث معجم اوسط مین طبرانی کے موجود ہے سند ابراہیم بغوی سے ص گیارھوین دونون کان کا
مسح کرنا سر کے مسح کے پانی سے ف یعنی جو تری ہاتھون مین مسح سر کے باقی ہو اوسی سے دونون کانون کا مسح کرے
اور نیا پانی نہ لیوے کیونکہ روایت کی ابن ماجہ اور دارقطنی نے ساتھ سند صحیح کے حضرت عبد اللہ بن زید اور ابن عباسؓ سے کہ حضرتؐ نے
فرمایا کہ دونون کان سر مین سے ہین یعنی سر مین داخل ہین اور جب سر مین داخل ہوئے تو سر ہی مین جس پانی سے مسح کیا ہو اوسی
پانی سے کانون کا بھی مسح کرے اور موطا مین اور سنن نسائی مین روایت ہے عبد اللہ صنابحی سے کہ فرمایا حضرتؐ نے کہ جب وضو
کرتا ہے بندہ مومن باہر آتے ہین وقت کلی کرنے کے گناہ اوسکے مونہہ سے اور ناک مین پانی ڈالنے سے ناک سے اور مونہہ دھونے سے
مونہہ سے یہان تک کہ پلکون کے نیچے سے بھی اور ہاتھ دھونے سے ہاتھ کے یہان تک کہ ناخنون کے نیچے سے بھی مسح سر سے
یہان تک کہ کانون سے بھی اور اس حدیث مین اشارہ ہے کہ کان بھی سر مین داخل ہین اور یہ حدیث نہایت صحیح ہے اور پہلی حدیث
کو ابوداؤد اور ترمذی اور ابن ماجہ نے بھی ابو امامہؓ سے بھی روایت کیا ہے اور یہ حدیث ضعیف ہے کیونکہ اسناد مین اسکی شہر بن حوشب ہے
اور ضعیف کیا ہے اوسکو بعض لوگون نے اور ثقہ کہا ہے اوسکو اکثر لوگون نے ص اور امام شافعی کے نزدیک کانون کے مسح
کے واسطے نیا پانی لیوے بارھوین نیت کرنا وضو کی شروع کرنے کے وقت ف یعنی نیت کرنا اس بات کی کہ مین وضو کرتا ہون واسطے
رفع حدث کے اور پڑھنے نماز کے یا چھونے مصحف کے واسطے کیونکہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انما الاعمال بالنیات
یعنی سوا اسکے نہین کہ ثواب عملون کا ساتھ نیت کے ہے روایت کیا اسکو بخاری اور مسلم نے حضرت عمرؓ سے ص تیرھوین ترتیب سے
کرنا وضو کا اس طرح پر کہ پہلے مونہہ کو دھووے پھر ہاتھ کو اسی طرح ترتیب سے ف کیونکہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ ایسا ہی کیا ہے
ص اور امام شافعی کے نزدیک نیت اور ترتیب دونون فرض ہین چودھوین پے درپے دھونا اعضا وضو کا کہ ایک خشک
نہو جاوے اور امام مالکؒ کے نزدیک یہ فرض ہے اور ان سب کے سنت ہونے پر ہمیشگی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حجت ہے اور مستحب

وضو میں دو چیزیں ہیں پہلے شروع کرنا دھونے میں اعضا کے داہنی طرف سے اور اسکا نام تیامن ہے ف مثلاً پہلے داہنا ہاتھ دھووے پھر بایان ہاتھ اسی طرح کیونکہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ دوست رکھتا ہے تیامن کو ہر شے میں یہانتک کہ وضو میں اور جوتا پہننے میں اور کنگھی کرنے میں اور سب کاموں میں روایت کیا اسکو بخاری اور مسلم و ابوداؤد اور ترمذی اور نسائی اور ابن ماجہ نے حضرت عایشہ رضی اللہ عنہا سے اور روایت کی ابوداؤد اور ابن ماجہ اور ابن خزیمہ اور ابن حبان نے کہ فرمایا حضرت صلعم نے جب وضو کرو تم سو شروع کرو ساتھ داہنی طرف کے اور فتح القدیر میں ہے کہ یہ سنتوں میں داخل ہے ص دوسرے گردن کا مسح کرنا کیونکہ حضرت نے مسح کیا ہے گردن پر ف پیٹھ سے دونون ہاتھوں کی اونگلیوں سے کذا فی فتح القدیر کیونکہ روایت کی ترمذی نے وائل بیٹے حجر سے کہ حضرت نے مسح کیا سر کا پھر کیا کانوں کا تین بار پھر ظاہر گردن کا تین بار اور یہ حدیث چند طریقوں سے مروی ہے تو حسن ہوئی پس مسح گردن کا مستحب ہوگا

فصل بیان میں اون چیزون کے جو وضو کو باطل کرتی ہیں

جو چیز وضو کو توڑتی ہے اوسکو ناقض وضو کہتے ہیں اور ناقض وضو کی بارہ چیزیں ہیں ص پہلے نکلنا کسی چیز کا آگے سے یا پیچھے سے برابر ہے کہ وہ چیز معتاد ہو ف یعنی اوسکے نکلنے کی عادت ہو جیسے کہ پیچھے سے بائی یا کیڑا نکلے ص یا غیر معتاد ف یعنی اوسکے نکلنے کی عادت نہو ص جیسے کیڑا یا سنگ قبل سے یا ذکر سے نکلے اور اسمین اختلاف مشایخ کا ہے ف در مختار میں سبکو اختیار کیا ہے کہ سب صورتوں میں ٹوٹ جاویگا کیونکہ اللہ تعالی فرماتا ہے اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ یعنی ٹوٹ جاتا ہے وضو جب کہ آیا ہو تم میں سے کوئی پیخانے سے اور فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لَا وُضُوْءَ اِلَّا مِنْ صَوْتٍ اَوْ رِيْحٍ یعنی نہیں ہے وضو مگر آواز سے یا بو سے بائی کی روایت کیا اسکو ترمذی اور احمد نے اور کہا ترمذی نے کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے ابی ہریرۃ سے اور آیت دلالت کرتی ہے کہ جو معتاد ہے اوس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے نہ غیر معتاد سے اور امام مالک رح کا مذہب یہی ہے کہ غیر معتاد سے نہیں ٹوٹتا لیکن ہمارے امام اور اکثر لوگوں کے نزدیک ٹوٹ جاتا ہے کیونکہ روایت کی بخاری مسلم ابوداؤد وغیرہم نے عایشہ رضی اللہ عنہا سے بیچ استحاضہ کے تحقیق حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم کیا فاطمہ بیٹی ابی حبیش کو کہ دھو اپنے سے خون اور وضو کر واسطے ہر نماز کے اور جو روایت کی دارقطنی اور بیہقی نے ابن عباس رض سے کہ فرمایا حضرت نے وضو اوس سے ہے جو نکلے اور نہیں ہے اوس سے جو داخل ہو جاوے سو یہ حدیث ضعیف ہے اور اسناد میں اوسکی دو شخص ضعیف ہیں اور ہدایہ میں جو حدیث لکھی ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پوچھے گئے کہ حدث کیا چیز ہے فرمایا جو نکلے آگے یا پیچھے سے یہ بھی ضعیف ہے اور اسکے مخرج کا نام نہیں معلوم ہوا ص دوسرے نکلنا کسی چیز کا اگر نجس ہو سوا ان دو راہوں کے مانند خون اور پیپ کے جب بہہ آوے اوس جگہ تک جسکا دھونا وضو یا غسل میں واجب ہے ف کیونکہ روایت کی بخاری اور مسلم نے عایشہ رض سے کہا کہ آئین فاطمہ بیٹی ابی حبیش کی طرف حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پس کہا کہ میں مستحاضہ ہوتی ہوں اور نہیں پاک ہوتی ہوں کسی طرح کیا چھوڑ دوں میں نماز کو فرمایا حضرت نے نہیں اور یہ ایک رگ ہے اور حیض نہیں ہے پس جب کہ حیض آوے تو چھوڑ دے تو نماز کو اور جب دن حیض کے ختم ہوں پس دھو تو اپنے سے خون کو اور نماز پڑھ اور وضو کر واسطے ہر نماز کے جب کہ آوے وقت تو حضرت نے دیکھو خون نکلنے سے وضو کا حکم کیا لیکن اس جگہ کوئی کہہ سکتا ہے کہ یہ تو حضرت نے اسواسطے حکم فرمایا تھا کہ وہ قبل سے نکلتا تھا اور سوا ان دو راہوں کے جو نکلے اوسکی تائید میں یہ حدیث نہیں تو جواب اوسکا یہ ہے کہ اول تو قیاس کیا جاوے اور جگہ کے خون کو اس

خون پر اور اگر نماز تو تو دلیل لاتے ہین ہم ساتھ اوسکے جو روایت کی امام مالک نے موطا مین ساتھ سند صحیح کے عبد اللہ بن عمرؓ
سے کہ اونکی نکسیر پھوٹتی تھی تو وہ پھرتے تھے اور وضو کرتے تھے پھر بنا کرتے تھے اوس نماز پر جو پڑھی تھی اور ایسی ہی روایت
ہی علیؓ اور ابی بکرؓ اور سلمانؓ اور ابن عباسؓ سے اور ایسی ہی روایت کی مالک نے سعید بن المسیب سے اور حدیثین جتنی اس باب مین
آئی ہین سب ضعیف ہین اور وہ جو حدیث ہدایہ مین لکھی ہی کہ حضرتؐ نے فرمایا کہ وضو ہر خون بہنے والے سے ہی سو روایت کیا ہی اسکو
دارقطنی اور ابن عدی نے اور دونون کی سندین ضعیف ہین اور دوسری حدیث جو ہدایہ مین لکھی ہی کہ فرمایا حضرتؐ نے جو شخص
قی کرے یا نکسیر پھوٹے نماز مین اوسکی پس چاہیے کہ پھرے اور بنا کرے اپنی نماز پر جب تک کہ بات نکرے اوسکو ابن ماجہ نے عائشہؓ
سے روایت کیا ہی اور یہ بھی حدیث ضعیف ہی اور دارقطنی نے روایت کیا اوسکو اور ضعیف کیا اوسکو اور عبد الرزاق نے مصنف
مین مانند اسکے روایت کی حضرت علیؓ سے اور وہ بھی ضعیف ہی کیونکہ اسناد مین اوسکی حارث ہی کہا شعبی نے کہ وہ کذاب ہی **ص** لمعہ
امام شافعی کے نزدیک جو اسی راہون کے سوا اور جگہ سے نکلے اوس سے وضو نہین ٹوٹتا **ف** اور یہی مذہب امام مالکؒ کا ہی
اور امام احمدؒ کا مذہب یہ ہی کہ اگر تھوڑا ہو تو نہین ٹوٹتا اور بہت ہو تو ٹوٹ جاویگا امام شافعیؒ کی طرف سے کہتے ہین یہ روایت ہی
کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قی کی اور وضو نکیا اور یہ ہی حدیث ہدایہ مین لکھی ہی جواب یہ ہی کہ اس حدیث کا پتا نہین کہ کس کتاب مین
ہی اور کہتے ہین کہ روایت ہی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پچھنے لگائے اور وضو نکیا اس سے معلوم ہوا کہ خون نکلنے سے وضو نہین جاتا
جواب یہ ہی کہ اس حدیث کو دارقطنی اور بیہقی نے انسؓ سے روایت کیا ہی اور اوسکی اسناد مین صالح بیٹا مقاتل کا ضعیف ہی
کہا دارقطنی نے کہ قوی نہین اور کہا ائمہ حدیث نے کہ ضعیف ہی اور امام احمد کی دلیل یہ ہی کہ فرمایا حضرتؐ نے نہین ہی
ایک قطرے یا دو قطرے خون مین وضو مگر یہ کہ ہو بہتا ہوا تو اس سے معلوم ہوا کہ تھوڑے خون نکلنے سے وضو نہین جواب
یہ ہی کہ روایت کیا اوسکو دارقطنی نے ابی ہریرہؓ سے اور یہ حدیث ضعیف ہی کیونکہ اسناد مین اوسکی محمد بیٹا فضل بیٹا عطیہ کا کہا احمد نے
یحیی اور ابن حبان نے کہ وہ کذاب ہی اور یہ جو حدیث ہدایہ مین لکھی ہی اَلْقَلْسُ حَدَثٌ یعنی قی حدث ہی تو روایت کیا اوسکو
دارقطنی نے دو طریقون سے اور دونون طریقے ضعیف ہین تو اب جاننا چاہیے کہ اس باب مین حدیث عبد اللہ بن عمرؓ کی جو
اوپر ذکر کی وہی حدیث صحیح ہی اور یہی امام شافعی کی طرف سے دلیل لاتے ہین کہ روایت ہی سعید بن المسیب سے جو بڑے تابعین
مین سے ہین کہ نکسیر پھوٹتی تھی اونکی یہان تک کہ رنگین ہو جاتی تھین اونگلیان اونکی خون سے اور وہ نماز پڑھتے تھے اور وضو
نہین کرتے تھے اور جواب اوسکا یہ ہی کہ اسکو روایت کیا مالکؒ نے موطا مین اور امام مالکؒ نے ایک روایت مین اسکے خلاف سعید
بن المسیب سے نقل کی ہی اور جب دونون متعارض ہوئین تو احتیاط جسمین ہو اوسپر عمل کرنا چاہیے اور احتیاط اسمین ہی کہ وضو
کرے **ص** نکلنے سے یا اپنے مقام پر جم جاوے تو وضو ٹوٹیگا اور امام زفرؒ کے نزدیک ٹوٹ جاویگا **ف** ہمارے نزدیک
اسواسطے وضو نہین ٹوٹیگا کہ خون نکلنے مین یہی شرط ہی کہ بہتا ہوا ہو اور نجس ہو اور یہ خون نجس نہین **ص** اور اگر زخم کو دبایا اور
اوس سے خون نکلا اور ایسا ہو کہ اگر نہ دباتا تو بہتا اور نکلتا تو وضو ٹوٹے گا اور اگر کسی چیز کو دانت سے کاٹا اور اوسپر خون
کا دھبا دیکھا یا خلال کیا اور لکڑی پر خون ظاہر ہوا یا ناک مین اونگلی کی اور اونگلی پر خون دیکھا یا ناک جھاڑی اور اوسمین سے
خون جما ہوا نکلا یا مسوڑے کے نکلا ان سب صورتون مین وضو نہ ٹوٹیگا **ف** اسواسطے کہ بہتا ہوا نہین ہی اور نجس وہی خون ہی

جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا اَوْ دَمًا مَّسْفُوْحًا یا خون بہتا ہوا ص اور امام زفر کے نزدیک ٹوٹ جاویگا اور اسی طرح
اگر سوئی چبھووے اور خون اوس مقام تک چڑھ آیا لیکن بہا نہیں وضو نہ ٹوٹیگا اور اگر بہا تو ٹوٹ جاویگا کیونکہ نجس وہی خون ہی
جو بہتا ہوا ہی اور اسی طرح اگر آنکھ کے اندر آبلہ ہوا اور اوسکے پوست اوتارا جاوے اور بہ نکلے مگر آنکھ کے اندر رہے وضو
نہ ٹوٹیگا اور اگر باہر نکل آوے تو ٹوٹ جاویگا اسواسطے کہ جو اندر آنکھ کے ہی اوسکا پاک کرنا یا دھونا غسل اور وضو مین واجب نہین
اور اگر فصد لی اور نکلا بہت سا خون لیکن زخم کی جگہ نہ بھری تو وضو ٹوٹ جاویگا ہمارے نزدیک تیسرے اگر خون تھوک کے
برابر ہو اسطرح پر کہ تھوک سرخ ہو جاوے اور اگر تھوک خون سے زیادہ ہووے اور تھوک زرد ہو جاوے تو وضو نہ ٹوٹیگا چوتھے تلخہ یا کھانا یا خون
بندھا ہوا اور مونہہ بھر کے ہووے اور اگر بلغم اوترے یا پیٹ سے چڑھے وضو نہین ٹوٹتا اور ابو یوسف کے نزدیک اگر پیٹ سے
چڑھے اور مونہہ بھر کے ہووے وضو ٹوٹ جاویگا لیکن اگر سر سے اوترے تو اونکے نزدیک بھی نہ ٹوٹیگا ف وضو قے سے
اسواسطے ٹوٹ جاتا ہی کہ روایت کی ترمذی اور ابو داؤد اور نسائی نے ساتھ سند صحیح کے ابی الدرداء سے تحقیق آنحضرت نے
قے کی پس وضو کیا معدان کہتے ہین کہ مینے ملاقات کی ثوبان کی مسجد دمشق مین سو مینے اون سے یہ ذکر کیا کہا اونھون نے سچ کہا
ابو الدرداء نے مینے پانی حضرت کے وضو کا ڈالا تھا کہا ترمذی نے کہ یہ حدیث صحیح تر ہی حدیثون کی بیچ اس باب کے اور امام شافعی اور
مالک کے نزدیک قے سے وضو لازم نہین جیسا کہ گذرا وہ دلیل لاتے ہین کہ روایت ہی ثوبان سے تحقیق حضرت نے قے کی پس پانی
منگوایا پھر وضو کیا تو مینے کہا کہ اے رسول اللہ کیا فرض ہی وضو قے سے فرمایا حضرت نے اگر فرض ہوتا تو پاتا تو اوسکو قرآن مین تو
اس سے معلوم ہوا کہ قے کرنے سے وضو واجب نہین بلکہ اگر وضو نکریگا نماز درست ہو جاویگی تو جواب اسکا یہ ہی کہ اس حدیث کو
دارقطنی نے روایت کیا ہی اور اوسکی اسناد مین عتبہ بیٹا سکن کا حدیث اوسکی ترک کر دی گئی ہی کہا بیہقی نے کہ اوسکی طرف نسبت
وضع حدیث کی ہی اور بلغم سے اسواسطے وضو نہین کہ وہ مانند تھوک وغیرہ کے ہی ص پوشیدہ نرہے کہ اگر تھوڑی تھوڑی قے کی ایسی
کہ اگر جمع کیجاوے تو مونہہ بھر کے ہووے سو نزدیک امام ابو یوسف کا مذہب یہ ہی کہ اگر ایک مجلس مین ہووے وضو ٹوٹ جاویگا اور امام محمد کے
نزدیک اگر ایک متلی سے ہوگا ٹوٹ جاویگا اوسکی چار صورتین ہین اگر مجلس و متلی دونون ایک ہون امام ابو یوسف اور امام محمد دونون کے
نزدیک ٹوٹ جاویگا اور اگر مجلس و متلی دونون مختلف ہون کسی کے نزدیک نہ ٹوٹیگا اور مجلس ایک ہوا اور متلی بدل جاوے امام ابو یوسف
کے نزدیک ٹوٹ جاویگا اور امام محمد کے نزدیک نہ ٹوٹیگا اور متلی ایک ہو اور مجلس بدل جاوے امام محمد کے نزدیک ٹوٹ جاویگا
اور امام ابو یوسف کے نزدیک نہ ٹوٹیگا اور جو چیز ایسی ہی کہ اوسکے نکلنے سے وضو نہین ٹوٹتا وہ چیز نجس بھی نہین ہی تو خون جب کہ مقام
زخم سے جدا ہووے پاک ہی اور اسی طرح تھوڑی سی قے بھی اور ایک روایت مین امام محمد کے نجس ہی کیونکہ نجاست مین کچھ بہنے کو تاثیر
نہین ہی دلیل ہماری قول اللہ تعالی کا ہی قُلْ لَّآ اَجِدُ فِیْ مَآ اُوْحِیَ اِلَیَّ مُحَرَّمًا عَلٰی طَاعِمٍ یَّطْعَمُهٗٓ اِلَّآ اَنْ یَّكُوْنَ مَیْتَةً اَوْ دَمًا
مَّسْفُوْحًا الایۃ ترجمہ کہدے تم اے محمد کہ نہین پاتا ہون مین اوس مین کہ بھیجا گیا طرف میرے حرام کسی کھانے والے پر کہ کھاوے
اوسکو مگر یہ کہ ہو مردہ یا خون مسفوح یعنی جاری بہتا ہوا تو اس سے معلوم ہوا کہ جو خون مسفوح نہین حرام نہین تو نجس نہوگا اور خون
جو مقام زخم سے نہین بہا تو نجس بھی نہوگا پانچوین پہلو یا پیٹھ پر سونا چھٹے اسطرح پر سونا کہ سر اپنا دونون زانو پر رکھے یا دونون ہاتھ
رکھے یا ایک سرین پر سوتا ہوا اسطرح پر کہ مقعد اوسکا زمین سے جدا ہو ساتوین سونا کسی چیز پر تکیہ کر کے کہ اگر وہ چیز ہٹا لیجاوے تو گر جاوے

کر پڑے اول کو مضطجع کہتے ہیں اور دوسرے کو متکی کہتے ہیں اور تیسرے کو مستند ف کیونکہ روایت کی عبداللہ بن احمد
نے ابن عباس سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں ہے وضو اوسپر جو سویا سجدے میں وضو یہاں تک کہ مضطجع لیٹے کیونکہ جب لیٹتا ہے
مفاصل اسکے سست ہو جاتے ہیں جوڑ اوسکے اور روایت کیا اسکو ابو داؤد اور ترمذی نے اور وہ یہ ہے کہ نہیں وضو اوسپر جو سو جاوے
بیٹھا ہوا اور روایت کیا اسکو بیہقی نے اور اوس میں ہے کہ نہیں واجب ہے وضو اوسپر جو سو جاوے بیٹھے یا کھڑے یا سجدے میں
اور امام شافعی کے نزدیک اگر کھڑا ہی سو جاوے تو ٹوٹ جاویگا اور امام مالک کے نزدیک اگر سجدے یا رکوع میں سو جاوے تو
بھی ٹوٹ جاویگا اور امام احمد کے نزدیک جس ہیئت پر سو جاوے دیر تک وضو ٹوٹ جاویگا اور ہماری دلیل حدیث ہے اور بعض
شافعیہ نے اس حدیث کو ضعیف کیا ہے اور کہا ہے کہ اسناد میں اسکی یزید بیٹا ابی خالد دالانی کا ہے ابن حبان نے کہا کہ بہت خطا کرتا
اور اسی طرح اور لوگوں نے جواب اسکا یہ ہے کہ صحیح جو ذہبی نے کہا ہے کہ حدیث اوسکی حسن ہے اور کہا احمد نے کہ نہیں حرج ہے ساتھ حدیث
اوسکی کے اور نہیں کلام کیا اس حدیث میں ترمذی نے کچھ اور روایت کیا اسکو ابن عدی نے عبداللہ بن عمرو بن العاص سے
کہ فرمایا حضرت نے نہیں ہے وضو اوس شخص پر جو سو جاوے کھڑا یا بیٹھا یہاں تک کہ سو رہے پہلو پر اور روایت ہے حذیفہ سے کہ
میں مسجد میں بیٹھا ہوا سو رہا تھا کہ یکایک ایک شخص نے مجکو پیچھے سے پکڑا تو میں نے دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں تب کہا میں نے
یا رسول اللہ آیا وضو واجب ہوا میرے اوپر فرمایا نہیں یہاں تک کہ رکھے تو پہلو اپنے زمین پر روایت کیا اسکو ابن عدی نے
اور یہ حدیث ضعیف ہے کیونکہ اسناد میں اسکی یحیی بیٹا کثیر کا سقا ضعیف ہے اور اگر پہلو پر لیٹا یا تکیہ لگا کے سب کے نزدیک وضو ٹوٹ جاویگا
کیونکہ حضرت نے فرمایا لیکن وضو ٹوٹتا ہے پاخانے اور پیشاب اور سونے سے روایت کیا اوسکو ابن خزیمہ نے اور صحیح کیا اوسکو
ترمذی نے صفوان بیٹے عسال سے اور روایت کی ترمذی نے حضرت انس سے کہا انھوں نے کہ تھے اصحاب رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کے سوتے تھے یعنی بیٹھے بیٹھے پھر کھڑے ہوتے تھے اور نماز پڑھتے تھے اور وضو نہیں کرتے تھے کہا
ترمذی نے یہ حدیث حسن صحیح ہے اور یہی قول ہے عبداللہ بن المبارک اور سفیان ثوری اور احمد کا ص اور ان تین طرح کے سوا اگر سوئے
وضو نہیں جاتا مثلاً کھڑے یا بیٹھے یا راکع یا ساجد ف کیونکہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹھے سوتے تھے اور وضو
نہیں کرتے تھے اور نماز پڑھتے تھے جیسا کہ گذرا اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ نہیں ہے وضو اوسپر جو سو جاوے
کھڑا یا بیٹھا یہاں تک کہ سو رہے پہلو پر روایت کیا اسکو ابن عدی نے جیسا کہ گذرا اگر کوئی کہے کہ روایت کی بزار نے ساتھ اسناد صحیح کے کہ
تھے اصحاب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے انتظار کرتے تھے نماز کا پس رکھتے تھے پہلو اپنے زمین پر سو بعض اون میں سے سو جاتے تھے پھر اٹھ کر
وضو نہیں کرتے تھے پھر نماز پڑھتے تھے جواب اسکا یہ ہے کہ مراد اس سونے سے اونگھ ہے اور نہیں تو مخالف ہوگی اون حدیثوں کی جو اوپر
گذریں اور متمسکات ائمہ اربعہ کے مطابق نہیں اس روایت کے اور اگر کوئی کہے کہ روایت کی بخاری اور مسلم نے ابن عباس سے کہ میں رہا
نزدیک خالہ اپنی میمونہ کے پس کھڑے ہوئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم رات کو آخر حدیث تک کہ پھر سوئے اور لیٹے اور خراٹے لئے پھر آئے بلال سو خبر دی
اونکو نماز کی تو کھڑے ہوئے آپ اور نماز پڑھی اور وضو نکیا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر لیٹ کے سوئے تب بھی وضو نہیں جاتا جواب یہ ہے
کہ یہ حضرت کی خصوصیات میں سے تھا چنانچہ ایک روایت میں آیا ہے تنام عيناي ولا ينام قلبي یعنی سوتی ہیں میری دونوں آنکھیں
اور نہیں سوتا ہے دل میرا اور یہ بات کسی کے واسطے نہیں ہو سکتا غرض کہ اس باب میں امام ابو حنیفہ کا مذہب بہت صحیح ہے ص اونگھنے

بیہوشی ہو ئین جنون اور بیہوشی مین سستی بھی داخل ہو کر چلنے مین پیر اوسکا لغزش کرے ف ان چیزون سے اسواسطے وضو جاتا رہتا ہی کہ جب سونے سے وضو جاتا رہا غفلت کے سبب تو اِن میں بھی سونے سے زیادہ غفلت ہوتی ہی ص کیا ہنسنا قہقہہ نماز پڑھنے والے بالغ کا اوس نماز میں جسمین رکوع اور سجدہ ہی ف کیونکہ روایت کی دارقطنی نے بیچ قصے اندھے کے کہ فرمایا حضرت نے جسنے تم مین سے قہقہہ کیا تو چاہیئے کہ اعادہ کرے وضو اور نماز کا یہ حدیث معبد خزاعی جو صحابی ہین اون سے مروی ہی اور انکے راویون مین امام ابوحنیفہ بھی ہین ابن الجوزی نے وہم کیا جو کہا انھون نے کہ وہم کیا اوسمین ابوحنیفہ نے اور روایت کی امام ابوحنیفہ نے معبد بن ابی معبد خزاعی سے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن نماز مین تھے یکایک ایک اندھا آیا ارادہ کرتا تھا نماز کا پس گر پڑا ایک کنوئین مین اور ہنسی آئی قوم کو یعنی اون لوگون کو جو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھ رہے تھے پس قہقہہ کیا انھون نے تو جسوقت فارغ ہوئے آپ نماز سے فرمایا کہ جو کوئی تم مین سے قہقہہ کیا ہو تو وہ اعادہ کرے وضو کا اور نماز کا اس جگہ پر بعض لوگون نے اعتراض کیا ہی کہ معبد تابعی ہین نہ صحابی جواب یہ ہی کہ معبد جو تابعی ہین وہ اور ہین بصرے کے رہنے والے جُہنی اور معبد خزاعی ہین اور یہ صحابی ہین اور ایسا ہی صحیح ہی اور اگر مرسل ہو ابی العالیہ پر جو بڑے تابعی ہین تو بھی کچھ حرج نہین کیونکہ مرسل ہمارے نزدیک حجت ہی جیسا کہ کہا اکثر محدثین نے کہ یہ حدیث مرسل ہی صحیح ہی اور روایت کیا اس حدیث کو ابن عدی نے ابن عمر سے کہ فرمایا حضرت نے جو کوئی ہنسے نماز مین پس چاہیئے کہ اعادہ کرے وضو اور نماز کا اگر کوئی کہے کہ اسناد مین اسکی بقیہ بیٹا ولید کا ضعیف ہی تو جواب اوسکا یہ ہی کہ بقیہ کی روایت اگر مشہور شخصون سے ہو تو مقبول ہی اور مسلم نے اوس سے روایت کی ہی متابعۃ تو اب حدیث مین کسیطرح کلام نہین امام شافعی کہتے ہین کہ روایت ہی جابر سے کہ فرمایا حضرت نے ہنسی توڑتی ہی نماز کو اور نہین توڑتی وضو کو تو اس حدیث سے معلوم ہوا کہ قہقہے سے وضو نہین ٹوٹتا جواب یہ ہی کہ اسکی اسناد مین عبدالرحمن بیٹا اسحق کا جسکی کنیت ابوشیبہ ہی ضعیف ہی ایسا ہی کہا یحییٰ نے اور کہا احمد نے کہ حدیث اوسکی منکر ہی اور وہ کچھ نہین ص اور اگر لڑکا قہقہہ کرے تو وضو اوسکا نہین ٹوٹتا اور اگر نماز جنازہ مین کوئی بالغ یا لڑکا قہقہہ کرے وضو نہین ٹوٹتا اسی طرح سجدۂ تلاوت مین تو جو ایسی نماز ہی کہ اوسمین رکوع اور سجدہ نہین اوسمین قہقہہ کرنے سے وضو نہین ٹوٹتا بلکہ نماز ٹوٹ جاویگی اور قہقہہ نماز کو جب توڑتا ہی کہ جب شخص جاگتا ہو تو اگر نماز مین سوتے ہوئے قہقہہ کیا وضو نہین ٹوٹیگا اور امام شافعی کے نزدیک وضو قہقہے سے کبھی نہین ٹوٹتا جاگتا ہو یا سوتا ہنسی کی تین قسمین ہین پہلی قہقہہ اسطرح ہنسنے کہ اوسکو اور اوسکے پاس والون کو سنائی دیوے اور یہ نماز اور وضو دونون کو توڑتا ہی دوسری ضحک اسطرح ہنسنے کہ فقط اوسیکو سنائی دیوے اور اوسکے پاس والونکو سنائی نہ دیوے اس سے نماز ٹوٹتی ہی وضو نہین ٹوٹتا تیسری تبسم اسطرح پر ہنسے کہ نہ اوسکو اور نہ اوسکے پاس والون کو سنائی دیوے اس سے نہ وضو ٹوٹتا ہی اور نہ نماز اور ٹوٹتا ہی مباشرت فاحشہ اور وہ یہ ہی کہ مرد عورت دونون ننگے ہون اور ایک کا بدن دوسرے کے بدن سے چھو جاوے اور آلت مرد کا کھڑا ہو اور عورت کی فرج سے چھو جاوے ف امام احمد کے نزدیک اونٹ کے گوشت کھانے سے بھی وضو ٹوٹ جاتا ہی کیونکہ حضرت نے فرمایا کہ وضو کرو اونٹ کے گوشت سے روایت کیا اوسکو ابوداؤد اور ترمذی اور نسائی اور ابن ماجہ وغیرہم نے براء سے اور صحیح کیا اوسکو محدثین نے اور روایت کی مسلم نے مثل اسکے جابر سے اور احمد نے مانند اسکے اُسید بیٹے حضیر سے تو جواب یہ ہی کہ روایت کی بخاری و مسلم اور ابوداؤد نے حضرت ابن عباس سے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کھایا گوشت بکری کا پھر نماز پڑھی اور وضو نکیا یہ حدیث تو دلالت کرتی ہی کہ جو حدیث کہ پکی ہوئی گوشت کھانے سے وضو نہین جاتا اور پہلے ابتدائے اسلام مین حضرت نے فرمایا تھا توضؤا مما مست النار یعنی وضو کرو اوس

جسکو لگی آگ اور یہ حدیث منسوخ ہو گئی بالاتفاق تو یہی ہوگا اب تک ابتداے اسلام مین تھا اور اب نہین رہا اور یہ جو بعض لوگون نے کہا ہے کہ روایت
کی دار قطنی اور بیہقی نے ابن عباس سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ وضو اوس سے ہے جو نکلے اور نہین ہے اوس سے جو داخل ہووے
تو یہ حدیث ضعیف ہے جیسا کہ اوپر ہمنے بیان کیا **ص** اور امام محمد کے نزدیک مباشرت فاحشہ سے وضو نہین ٹوٹتا اگر کیڑا
زخم سے نکلے تو وضو کو نہین توڑیگا اسواسطے کہ وہ پاک ہے اور جو اوس پر نجاست ہے وہ تھوڑی ہے اور اسی طرح اگر مرد کے ذکر سے
کیڑا نکلے وضو نہ ٹوٹیگا اور اگر دبر سے نکلے تو ٹوٹ جاویگا اسواسطے کہ دبر سے نکلنا تھوڑے کا بھی ناقض ہے اور اگر قبل سے
عورت کی نکلے تو اسمین اختلاف ہے جیسا کہ اوپر گذرا اور اگر گوشت زخم سے جدا ہو کر گر پڑے وضو نہ ٹوٹیگا اور وضو کو نہین توڑتا
ہے چھونا عورت کا **ف** یعنی مثلاً بوسہ لیا اپنی عورت کا یا اور کوئی بدن اوسکا چھوا تو امام ابو حنیفہ کے نزدیک وضو
نہین ٹوٹیگا اور امام شافعی وغیرہ کے نزدیک ٹوٹ جاویگا اگر ہتیلی سے چھوا ہو اور اگر ہاتھ کی پشت وغیرہ سے چھوا ہو تو اونکے
نزدیک بھی نہ ٹوٹیگا اور امام مالک کے نزدیک اور شافعی سے ایک روایت مین اور لیث اور اسحق کے نزدیک اگر چھونا شہوت سے ہو اور
عورت کو بھی اوسوقت شہوت ہو تو وضو ٹوٹ جاویگا اور اگر ایسا نہین تو نہ ٹوٹیگا امام شافعی حجت پکڑتے ہین اس بات مین کہ عورت
کا چھونا شہوت سے وضو کو توڑتا ہے اوس سے کہ روایت کی ابن الجوزی نے معاذ بن جبل رض سے کہ وہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس
بیٹھے تھے کہ ایک شخص آیا اونکے پاس اور پوچھا کہ یا رسول اللہ کیا فرماتے ہین آپ اوس شخص مین جو پہونچا کسی عورت سے سب کچھ سواے
جماع کے یعنی گلے لگایا معانقہ اور پیار سب کیا سواے جماع کے سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اوسکے لیے کہ وضو کر اچھا وضو پھر کھڑا
ہو پھر نماز پڑھ سو اس حدیث سے معلوم ہوا کہ وضو عورت کے چھونے سے لازم آتا ہے جواب اسکا یہ ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اوسکے
لیے وضو کا حکم فرمایا تھا واسطے استغفار کے تھا اور دلیل اسپر یہ ہے کہ حضرت نے فرمایا اوس سے کہ نماز پڑھ کیونکہ عورت کے چھونے سے کچھ نماز پڑھنا
تو واجب نہین ہوتا اور بفرض تسلیم کے جواب یہ ہے کہ جائز ہے کہ یہ شخص مباشرت فاحشہ کا بھی مرتکب ہوا ہو کیونکہ مباشرت فاحشہ سے ہمارے
مذہب مین بھی وضو لازم آتا ہے اور ہماری دلیل یہ ہے کہ روایت کی بخاری و مسلم نے عایشہ رض سے کہا کہ تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نماز پڑھتے تھے اور مین حضرت کے سامنے چت لیٹی تھی پس جب حضرت سجدہ کرتے تھے دبا دیتے تھے مجکو سو مین اپنے پیر ہٹا لیتی اور
ایک روایت مین ہے کہ گھرون مین اوس دن چراغ نہ تھا اور روایت کی بخاری نے اونہین سے کہ مینے ایک رات گم کیا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کو تو مینے چھو لیا اونکو ساتھ ہاتھ اپنے کے پس گیا ہاتھ میرا اقدام پر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اور حضرت سجدہ مین تھے اور فرماتے تھے پناہ
مانگتا ہون مین رضا تیری سے غصے تیرے سے آخر حدیث تک اور روایت کی بخاری نے عایشہ رض سے کہ وہ کنگھی کرتی تھین حضرت کے
اور حضرت اعتکاف مین تھے اور اعتکاف مین مسجد مین ظاہر ہے کہ حضرت باوضو تھے اور روایت ہے عایشہ رض سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
ٹیک لگاتے تھے میری گود مین اور مین حائض تھی پس پڑھتے تھے قرآن کو اور حضرت نے وفات کی حضرت عایشہ رض کی گود مین اور نقل ایسی بات کو جا
نہین کہ کسی نے کہ حضرت نے وفات سے پہلے وضو کی ہو یہ حدیثین کہ صحیح ہین حجت اون لوگون پر ہین جو کہتے ہین کہ مطلق عورت کا چھونا وضو کو
توڑتا ہے اور حدیثین ایسی بہت ہین لیکن جو لوگ کہتے ہین کہ چھونے سے عورت کے اگر شہوت ہو تو وضو ٹوٹ جاتا ہے وہ دلیل یہ بھی لاتے ہین کہ حضرت
عمر رض نے فرمایا کہ بوسہ لینا عورت کا چھونے مین داخل ہے تو اوس سے وضو کرو روایت کیا اسکو دار قطنی نے اور روایت ہے ابن عمر رض سے
کہ وہ کہتے تھے بوسہ لینا عورت کا مرد کو اور چھونا اوسکا لمس سے ہے جو بوسہ لے عورت اپنی کا یا چھوئے اوسکو اپنے ہاتھ سے

تو اوس پر وضو ہے اور روایت ہو ابن شہاب سے کہ وہ کہتے تھے کہ بوسہ لینے سے مرد کے عورت اپنی کو وضو ہے روایت کیا ان دونون کو
مالک نے موطا مین اور روایت کی ابن ابی شیبہ نے مصنف مین ابی عبیدہ سے کہ عبد اللہ بن مسعود نے کہا ہے کہ بوسہ لینے سے
مرد کے عورت اپنی کو وضو ہے اور ابو عبیدہ نے عبد اللہ بن مسعود سے نہین سنا اور روایت کیا اوسکو امام مالک نے موطا مین
بغیر سند کے جواب اسکا یہ ہے کہ روایت ہو حضرت عائشہ رضی سے تحقیق نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بوسہ لیا بعض عورتون اپنی کا پھر
نکلے طرف نماز کے اور وضو نکیا روایت کیا اوسکو ابو داود نے اور کہا یہ حدیث حسن ہے اور روایت کیا اسکو ترمذی اور ابن ماجہ نے
اور ابو داود نے بھی عائشہ رضی سے اگر کوئی کہے کہ بخاری نے ضعیف کیا اسکو اور یحیی بن سعید قطان نے کہا کہ یہ کچھ نہین اور کہا کہ عروہ سے
اسکی اسناد مین عروہ سے نہین سنا جواب اوسکا یہ ہے کہ روایت کرنے والے اس حدیث کے سب ثقہ ہین اور نہ سننے کی گواہی دینا
نفی پر گواہی ہے اور دوسرا جواب یہ ہے بصورت تسلیم کہ روایت کیا اوسکو احمد اور ابن ماجہ نے زینب سہمیہ سے انھون نے عائشہ رضی سے
اگر کوئی کہے کہ زینب یہ مجہولہ ہے اور تقریب مین لکھا ہے کہ حال اسکا معلوم نہین جواب یہ ہے کہ مجہول قرن ثانی یعنی تابعین مین مقبول ہے پھر
اگر کوئی کہے کہ حجاج ضعیف ہے جواب اوسکا یہ ہے کہ افنا ہی جو بڑے امام ہین وہ بھی اوسکے ساتھ ہین دارقطنی کی روایت مین اور وہ بڑے
ثقہ ہین اور دوسرا جواب یہ ہے کہ دارقطنی نے روایت کیا اسکو سفیان ثوری سے انھون نے ابی روق سے انھون نے ابراہیم تیمی سے انھون نے
عائشہ رضی سے اگر کوئی کہے کہ ابراہیم تیمی نے عائشہ رضی سے نہین سنا جیسا کہ کہا ترمذی اور ابو داود نے کہ اس باب مین حضرت سے کچھ صحیح نہین
ہوا جواب اوسکا یہ ہے کہ ابراہیم تابعی ثقہ ہین اگر بالفرض نہ سنا بھی ہو تو بھی حدیث مرسل ہے اور مرسل ہمارے نزدیک حجت ہے
دوسرا جواب یہ ہے کہ دارقطنی نے علل مین کہا کہ روایت کیا اسکو ابراہیم نے ثوری سے انھون نے ابی روق سے انھون نے ابراہیم تیمی سے
انھون نے اپنے باپ سے تو اب یہ حدیث موصول ہو گئی اور ترمذی کے قول سے نہین لازم آتا کہ جہان مین کسیکے نزدیک کوئی حدیث
صحیح نہین ہوئی جائز ہے کہ ترمذی کو کوئی حدیث صحیح اس باب مین نہ پہونچی ہو پھر اگر کوئی کہے کہ اس حدیث کو ابراہیم تیمی سے ابو حنیفہ
اور ثوری نے روایت کیا ابو حنیفہ نے تو ملایا حفصہ رضی سے اور ثوری نے عائشہ رضی سے تو اختلاف ہین ہوا جواب اوسکا یہ ہے کہ ثوری اور ابو حنیفہ
دونون بڑے امامون سے ہین اور ممکن ہے یہ بات کہ ابراہیم تیمی کو ایک حدیث حفصہ رضی سے پہونچی ہو اور دوسری عائشہ رضی سے ثوری نے
عائشہ رضی کی نقل کی اور ابو حنیفہ نے حفصہ کی پھر اگر کوئی کہے کہ اس حدیث کی لفظون مین اختلاف ہے عثمان بن ابی شیبہ نے روایت کی
کہ حضرت بوسہ لیتے تھے اور وہ روزہ دار ہوتے تھے اور سوا عثمان کے اور لوگون نے کہا کہ بوسہ لیتے تھے اور وضو نہین کرتے تھے جواب اوسکا
یہ ہے کہ یہ امر بعد ثقہ ہونے راویون کے کچھ مضر نہین اور جائز ہے کہ یہ دو حدیثین ہون اور روایت کی دارقطنی نے عائشہ رضی سے کہ پہونچا اونکو
قول ابن عمر کا کہ بیچ بوسہ کے وضو ہے سو کہا اونھون نے کہ تھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کہ بوسہ لیتے تھے اور وہ روزہ دار ہوتے تھے اور وضو نہین کرتے
تھے اور اس حدیث کو صحیح کیا بعض لوگون نے اور کہا شافعی نے کہ روایت کی سعید بن بشار نے محمد بن عمرو بن عطا سے انھون نے
عائشہ رضی سے انھون نے حضرت سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بوسہ لیتے تھے اور وضو نہین کرتے تھے کہا شافعی نے کہ سعید کا حال مین
نہین جانتا پس اگر ثقہ ہو تو حجت ہے جو روایت کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اور کہا حافظ ابن حجر نے کہ اس حدیث کو بیہقی نے خلافیات
مین دس طریقون سے روایت کی ہے اور ضعیف کیا ان سبھون کو جواب یہ ہے کہ ضعیف حدیث بھی جب بہت وجہون سے روایت کیجاوے تو حسن
ہو جاتی ہے اور یہ جو بعض حنفیون نے حجت پکڑی ہے کہ روایت ہے ابو امامہ سے کہا انھون نے کہا مینے کہ یا رسول اللہ وضو کرے واسطے نماز کے

پھر بوسہ لیا اپنی بی بی کا اور کھیلا اوس سے کیا ٹوٹ جاتا ہی وضو اوس سے فرمایا نہین تو یہ حجت ضعیف ہی کیونکہ روایت کیا اس حدیث کو
دارقطنی نے اور اسناد مین اوسکی رکن بیٹا عبد اللہ کا ترک کر دی گئی ہی حدیث اوسکی اور روایت کی امام ابو حنیفہ نے مسند اپنی
مین ابن عباس سے کہ فرمایا حضرت صلعم نے نہین ہی بیچ بوسہ لینے کے وضو اور روایت کیا اسکو ابن ابی شیبہ نے قول ابن عباس رض کا
تو جب اتنی حدیثین اس باب مین ضعیف اور صحیح آئین توجیہات اوسکے نزدیک جو منصف ہی ظاہر ہو گئی کہ حضرت صلعم وضو نہین کرتے
تھے بوسے وغیرہ سے اور یہی مذہب ہی امام ابو حنیفہ اور امام محمد و امام ابو یوسف رحمہم اللہ کا کیونکہ اگر چھونا عورت کا بشہوت
بھی ناقض وضو ہوتا البتہ حضرت کی ازواج سے ضرور منقول ہوتا باوجود اس بات کے کہ اونکو بہت حرص تھی مسئلہ بیان کرنے مین
اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مخالطت اونکے ساتھ بہت رکھتے تھے جیسے کہ روایت کی حاکم نے عایشہ رض سے کہ نہین ہوتا تھا کوئی دن
لیکن حضرت اوس دن ہمارے پاس آتے تھے اور بوسہ لیتے تھے ہمارا اور چھوتے تھے ہمکو اس جگہ اگر کوئی اعتراض کرے کہ جب
عورت کے چھونے سے وضو نہین جاتا تو پھر اللہ تعالی کے قول مین لمس سے کیا مراد ہی فرمایا اللہ تعالی نے اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَاءَ
یعنی تیمم کرو اگر نپاؤ پانی جب کہ چھوؤ تم عورتون کو تو جواب اوسکا یہ ہی کہ لمس سے مراد اس جگہ جماع ہی جیسا کہ کہا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہم نے
ص اور چھونا ذکر کا بھی وضو کو نہین توڑتا ف کیونکہ روایت کی نسائی اور ترمذی اور ابو داود نے طلق بن علی سے
کہ حضرت پوچھے گئے اوس شخص سے جو چھوئے ذکر اپنا پھر وضو کرے سو فرمایا حضرت صلعم نے کیا ہی وہ مگر ٹکڑا تم مین سے اور روایت
کیا اسکو ابن حبان نے اپنی صحیح مین اور ابن ابی شیبہ نے مصنف مین اور طحاوی نے اور ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث صحیح تر ہی حدیثون کی
اس باب مین اور طحاوی نے کہا ہی کہ یہ حدیث اسناد اسکی مستقیم ہی نہ مضطرب اور روایت کی طحاوی نے ابن المدینی سے صحت اسکی جیسا
کہ آگے آویگا ص اور امام شافعی کے نزدیک وضو ان دونون سے ٹوٹ جاتا ہی ف دلیل اونکی یہ ہی کہ روایت ہی بسرہ بنت
صفوان سے فرمایا حضرت صلعم نے جو کہ چھوئے ذکر اپنے کو وضو کرے روایت کیا اسکو ابو داود اور نسائی اور ابن ماجہ نے اور ایسا ہی
ترمذی نے اور صحیح کیا اوسکو احمد اور دارقطنی اور یحیی اور بخاری نے اور ہماری حدیث کو علی بن المدینی کہ جو اوستاد ہین بخاری
کے کہا انھون نے کہ طلق کی حدیث اچھی ہی ہمارے نزدیک بسرہ کی حدیث سے نقل کیا اسکو طحاوی نے اور کہا عمرو بیٹے علی فلاس نے
کہ حدیث طلق کی ہمارے نزدیک ثابت تر ہی حدیث بسرہ سے روایت کیا اسکو طحاوی نے اب ایک بات انصاف کی یہ ہی کہ کوئی
جو شافعی مذہب ہین لکھتے ہین کہ مطابقت حدیثون مین جب کہ ممکن ہو سکے واجب ہی تو اس جگہ دونون حدیثین طرفین کی صحیح ہین
مطابقت اس طور پر ہو سکتی ہی کہ حدیث بسرہ مین وضو کے معنی ہاتھ دھونا ہی تو یہ حکم یعنی ہاتھ کا دھونا مستحب ہی اور اگر کوئی کہے کہ مطابقت
جب واجب ہی کہ دونون حدیثین جانبین کی قوی ہون اور اس جگہ حدیث طلق کی ضعیف ہی جواب یہ ہی کہ حدیث طلق کے راوی جتنے ہین
سب ثقہ ہین توجسوقت علی بن المدینی اور عمرو فلاس اور طبرانی اور ابن حبان اور ابن حزم اور امام طحاوی اور ترمذی یہ لوگ صحیح کرتے ہین تو پھر
احتمال ضعف کا نکالنا صرف وہم ہوگا اور اگر کوئی کہے کہ امام شافعی کے لیے اس حدیث کے سوا اور بہت سی حدیثین ہین تو جواب
اوسکا یہ ہی کہ سوا ان دونون حدیثون کے دونون طرف حدیثین ہین لیکن سب ضعیف ہین اور حدیثین امام شافعی کے مذہب کی یہ ہین
روایت ام حبیبہ سے کہ فرمایا حضرت صلعم نے جو شخص کہ چھوئے فرج اپنی کو تو چاہیے کہ وضو کرے اور اسناد مین اسکی اسحق بن عبد اللہ منکر ہی
اور ایسا ہی سفیان بیٹا وکیع کا اور روایت ہی ام حبیبہ سے کہا کہ سنا مین نے حضرت صلعم سے کہ فرماتے تھے جو کہ چھوئے فرج اپنی کو تو چاہیے کہ

وضو کرے اور اسنادمین اسکی علا بیٹا حارث کا نسبت کیا گیا ہے وہ ثقہ ہے اور مختلط ہو گیا تھا آخر مین علاوہ اسکے بخاری نے
اس حدیث کو ضعیف کیا اور کہا ترمذی نے کہ محمد نے اس حدیث کو صحیح نہین دیکھا اور مکحول نے عنبسہ بن ابی سفیان سے نہین سنا
اور روایت کیا اس حدیث کو ابن ماجہ نے اور روایت کی بیہقی نے ابن عباس سے اور وہ بھی ضعیف ہے اور وہ جو ابن ماجہ نے جابر سے
روایت کی وہ بھی ضعیف ہے اسنادمین اسکی عقبہ بیٹا عبد الرحمن کا مجہول ہے اور ایک روایت مین عبد اللہ بیٹا نافع مدنی کا ضعیف
ہے اور روایت کی احمد اور ابن ابی شیبہ نے زید بن خالد سے کہ فرمایا حضرت نے مَنْ مَسَّ فَرْجَهُ فَلْيَتَوَضَّأْ یعنی جو شخص کہ چھوئے
ذکر اپنے کو تو وضو کرے اور روایت کی احمد اور دارقطنی اور اسحق بن راہویہ نے مسند اپنی مین عبد اللہ بن عمرو بن العاص سے کہ جو شخص چھوئے
ذکر اپنے کو تو وضو کرے اور جو عورت کہ چھوئے فرج اپنی کو تو وضو کرے اور ہمارے مذہب کی حدیثین یہ ہین ابی امامہ کی روایت کہ
پوچھے گئے حضرت چھونے سے ذکر کے فرمایا کہ وہ ٹکڑا ہے تجھسے یعنی ہو سکے چھونے سے وضو نہین روایت کیا اسکو ابن ماجہ نے اور
یہ ضعیف حدیث ہے اسنادمین اسکی جعفر بیٹا زبیر کا ترک کر دی گئی ہے حدیث اوسکی اور ایسا ہی روایت ہے عصمہ بن مالک اور عائشہ رض
وغیرہما سے روایت کی ابو یعلی موصلی نے عائشہ سے کہ سنا مین نے اوسکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ فرماتے تھے مین پروا رکھتا ہون
مین اوسکو چھوون یا ناک اپنی کو اور اسنادمین اوسکی وہی جعفر بیٹا زبیر کا متروک ہے اگر کوئی کہے کہ روایت کی حاکم نے قاسم سے
انھون نے عائشہ رض سے کہ جب چھوئے عورت فرج اپنی کو ہاتھ اپنے سے سوا اوسپر وضو ہے تو جواب اوسکا یہ ہے کہ قوی راوی کی مخالف
روایت کے باطل ہے نزدیک محدثین کے لیکن سب حدیثین یہ ضعیف ہین تو نہ باقی رہی صحیح حدیث شافعی کی طرف مگر بسرہ کی
اور ہماری طرف مگر طلق کی اور یہ جو بعض علماے شافعیہ نے لکھا ہے کہ ابو ہریرہ رض نے روایت کی حضرت سے کہ جو چھوئے ذکر اپنا وضو
کرے روایت کیا اسکو شافعی اور حاکم اور دارقطنی نے اور ابو ہریرہ پیچھے لائے تھے اسلام طلق سے تو اس سے معلوم ہوا کہ طلق کی
حدیث منسوخ ہو گئی جواب اوسکا یہ ہے کہ طلق کے اسلام لانے سے قبل ابی ہریرہ کے یہ بات لازم نہین آتی کہ طلق پھر نہ لوٹے ہون
اور نہ اونکو صحبت رہی ہو علاوہ اس بات کے حدیث ابی ہریرہ کی ضعیف ہے کیونکہ اسنادمین اوسکی یزید بیٹا عبد الملک کا ہے
اور وہ ضعیف ہے تو اب کچھ بحث نہین اگر کوئی کہے کہ جب حدیثین مختلف ہوئین تو اب اقوال صحابہ سے تمسک ضرور ہے جواب یہ ہے کہ
یہ تو ہمارا مطلوب ہے روایت کی طحاوی نے حضرت علی اور سعد اور ابن مسعود اور حسن بصری وغیرہم سے کہ وضو نہین ٹوٹتا اور یہی
مذہب ہے عمار اور حذیفہ اور سعید بن المسیب اور عطا اور عکرمہ اور ابراہیم نخعی رحمہم اللہ کا روایت کی امام محمد نے موطا مین اور ابن ابی شیبہ
نے علی اور ابن عباس اور حذیفہ اور عمران بن حصین سے کہ اون سب نے کہا کہ مین نہین پروا رکھتا ہون کہ چھوون ذکر کو یا اپنی ناک کو اور
روایت کی ابن ابی شیبہ نے عمار سے کہ وہ پوچھے گئے چھونے ذکر سے بیچ نماز کے پس کہا کہ نہین ہے وہ مگر ٹکڑا تجھسے اور روایت
کی محمد نے ابی الدرداء سے مانند اسکے اور روایت کی سعید بن منصور نے انھین سے ایسی ہی اور بھی ابن ابی شیبہ نے روایت
کی ہے حضرت علی سے کہ وہ پوچھے گئے اوس سے سو کہا کہ نہین حرج ہے ساتھ اوسکے اور ابن مسعود سے بھی ایسی ہی روایت
کی اور موسی نے سعد سے مانند اسکے روایت کی اور روایت کی محمد نے علقمہ سے کہ آیا ایک شخص طرف ابن مسعود کے سو کہا کہ
چھوا مین نے ذکر اپنے کو نماز مین تو عبد اللہ بن مسعود نے کہا کہ ذکر تیرا نہین ہے مگر ایک ٹکڑا بدن تیرے کے اور روایت کی محمد نے کہ
ایک شخص نے پوچھا عطا سے اور کہا کہ آیا تو وہ شخص کہ چھوئے فرج اپنی کو بعد وضو کے سو ایک شخص نے قوم سے کہا کہ عبد اللہ

بن عباس کہتے تھے کہ اگر تو نجس جانتا ہے تو کاٹ ڈال اوسکو کہا عطا نے کہ یہی قول ہے عبد اللہ بن عباس کا اور امام شافعی کے مذہب
کی طرف ابن عمر اور عمر بن الخطاب اور ابو ایوب اور زید بن خالد اور ابی ہریرہ اور عبد اللہ بن عمرو بن العاص اور جابر اور عایشہ رضی اللہ عنہم گئے ہیں

باب غسل کے بیان میں

غسل میں تین چیزیں فرض ہیں پہلے پانی موںہہ میں ڈالنا دوسرے ناک میں پانی ڈالنا اور امام شافعی کے نزدیک یہ دونوں
چیزیں غسل میں سنت ہیں **ف** دلیل ہماری یہ ہے کہ فرمایا اللہ تعالی نے وَاِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا یعنی اگر ہو تم
جنب پس چاہیے کہ پاک کرو تو لفظ مبالغے کا دلالت کرتا ہے اس بات پر کہ کلی وغیرہ بھی فرض ہے اور اسواسطے کہ فرمایا حضرت نے تحت ہر
بال کے جنابت ہے سو تر کرو اور صاف کرو بدن کو روایت کیا اوسکو ابو داود نے اور یہ جو حدیث عینی میں لکھی ہے کہ فرمایا
حضرت نے کلی اور ناک میں پانی ڈالنا سنت ہیں وضو میں اور فرض ہیں غسل میں تو یہ حدیث مینے نہیں پائی اور شیخ ابن الہمام نے
فتح القدیر میں اس حدیث کو بیان نہیں کیا لیکن روایت کی ابن عدی نے ابی ہریرہ سے کہ فرمایا حضرت نے کہ کلی اور ناک میں پانی ڈالنا تین بار
فرض ہے غسل میں اور یہ حدیث قابل اعتبار کے نہیں کیونکہ کہا ابن حبان اور دارقطنی نے کہ اس حدیث کو برکہ بیٹے محمد حلبی نے بنایا ہے
اور کلی اور ناک میں پانی ڈالنا سنت ہیں وضو میں اور فرض ہیں غسل میں نزدیک امام ابو حنیفہ کے اور امام مالک اور شافعی کے
نزدیک وضو اور غسل دونوں میں سنت ہیں اور امام احمد کے نزدیک دونوں وضو اور غسل میں واجب ہیں دلیل امام ابو حنیفہ
اور شافعی اور مالک کی یہ ہے کہ روایت کی مسلم نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ انہوں نے وضو کیا بغیر مضمضے کے اور استنشاق کے اور کہا کہ میں نے
ایسا ہی دیکھا تھا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اور جامع الاصول میں بروایت ابی داود ایک روایت میں ہے کہ اوس میں ذکر مضمضے اور
استنشاق کا نہیں ہے اور دلیل امام احمد کی یہ ہے کہ روایت کی ابو داود نے لقیط ابن صبرہ سے کہ فرمایا حضرت نے کہ جب وضو کرے تو پس
کلی کر اور روایت کی دارقطنی نے ابی ہریرہ سے کہ کہا انہوں نے حکم کیا حضرت نے ساتھ مضمضہ اور استنشاق کے وَاللّٰهُ اَعْلَمُ
بِالصَّوَابِ وَاِلَيْهِ الْمَرْجِعُ وَالْمَآبُ **ص** تو اگر غسل کیا اور بعد کلی کے اوسکے دانتوں میں کھانا رہا غسل درست ہو جاوے گا
ف کیونکہ کھانے کے نیچے پانی پہونچ جاتا ہے **ص** تیسرے پہونچانا پانی کا تمام ظاہر بدن پر اور ملنا واجب نہیں **ف**
کیونکہ اللہ تعالی نے فرمایا فَاطَّهَّرُوْا یعنی پاک کرو اور فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تَحْتَ كُلِّ شَعْرٍ جَنَابَةٌ
یعنی نیچے ہر بال کے جنابت ہے رواہ ابو داود اور ملنا کچھ ہونے میں داخل نہیں تو جب شارع نے حکم فرمایا دہونے کا تو
ملنا اوسمیں لازم نہ آویگا جیسا کہ ظاہر ہے **ص** مگر امام مالک کے نزدیک واجب ہے تو اگر آٹا ناخونوں میں باقی رہا غسل
درست نہوگا بلکہ اوسکے نیچے کا دہونا واجب ہوگا اور اگر میل ہو یا مٹی یا رنگ حنا وغیرہ درست ہو جاویگا اسواسطے کہ پانی اوس میں
سما جاتا ہے اور اگر بدن پر روغن ملا بعد اوسکے غسل کیا جائز ہے کیونکہ روغن پانی کو قبول نہیں کرتا اور اگر وہ جانتا ہے کہ بالی کے چھید
میں بغیر بالی ہلائے پانی نہ پہونچیگا ہلاوے اور اگر بالی سوراخ میں نہیں ہے اور معلوم ہے کہ بے تکلف پانی اسمیں نہ پہونچیگا تکلف
نکرے اور اگر جانتا ہے کہ بغیر تکلف کے نہیں پہونچیگا تکلف کرے اور اگر بعد بالی نکلنے کے سوراخ بند ہوگیا ہو اور جانتا ہے کہ اگر پانی
گذاریگا داخل ہو جاویگا اور اگر غافل ہوگا نہ گذریگا پانی ا . نہ داخل ہوگا پانی کو اوسپر سے گذرے اور لکڑی وغیرہ کے داخل کرنے
سے تکلف نکرے اور اگر اوسکی انگلی میں تنگ انگوٹھی ہے تو واجب ہے کہ وضو اور غسل میں اوسکو ہلاوے تاکہ پانی وہاں پہونچ جاوے

اور جس کسیکا ختنہ نہوا ہووے اوسکو غسل مین قلفے کے اندر پانی پوہنچانا بعضون کے نزدیک واجب ہی اور بعضون کے نزدیک نہین باوجود اسکے کہ اگر پیشاب قلفے تک آجاوے اور باہر نہ نکلے وضو جاتا رہتا ہی غسل مین سنت پانچ چیزین ہین پہلے دھونا دونون ہاتھون کا دوسرے دھونا فرج کا تیسرے دور کرنا نجاست کا بدن سے بعد فرج کے دھونے کے چوتھے وضو کرنا لیکن اگر غسل کی جگہہ مین پانی مستعمل جمع ہوتا ہو پانون کے دھونے مین تاخیر کرے اور بعد غسل کے دوسری جگہہ ہو کر دھووے تو اگر غسل کرتا ہی کسی لوح یا پتھر پر کہ پانی اوسپر سے بہتا جاتا ہی تو وہین پیر دھولیوے پانچوین تین بار تمام بدن پر پانی روان کرنا **ف** کیونکہ روایت کی بخاری اور مسلم نے میمونہ سے کہ رکھا مینے واسطے حضرت کے پانی سو ڈھانپا مینے اونکو ساتھ ایک کپڑے کے تو حضرت نے پانی ڈالا اپنے دونون ہاتھون پر دھو اونکو پھر ڈالا دونون ہاتھون پر پھر دھویا اونکو پھر ڈالا داہنے ہاتھ سے بائین پر سو دھوئی فرج اپنی پھر مارا ہاتھ اپنا زمین پر اور پھیرا اوسکو زمین پر پھر دھویا اوسکو سو کلی کی اور ناک مین پانی ڈالا اور دھویا مونہہ کو اور کہنیون تک ہاتھون اپنے کو پھر ڈالا پانی سر پر اپنے اور سارے بدن پر بہایا پھر ایک کونے مین ہٹ گئے سو دھوئے پیر اپنے تو دیا مینے اونکو ایک کپڑا پوچھنے کو نہ لیا اوسکو اور چلے اور دھوکتے تھے دونون ہاتھ اپنے اور یہ حدیث نہایت صحیح ہی اور یہ لفظ بخاری کے ہین اور ابوداؤد نے بھی روایت کیا ہی اسکو اور روایت کی ابوداؤد اور بخاری اور مسلم وغیرہم نے عایشہ سے اور یہان الفاظ ابوداؤد کے مذکور ہین ساتھ سند صحیح کے کہ تھے حضرت جب غسل کرتے تھے جنابت سے دھوتے تھے دونون ہاتھ اپنے اور ڈالتے تھے برتن کو داہنے ہاتھ پر پھر دونون ہاتھ سے لیکر دھوتے تھے فرج اپنی کو پھر وضو کرتے تھے جیسا کہ وضو ہو واسطے نماز کے پھر داخل کرتے تھے ہاتھ اپنا برتن مین پھر کنگھی کرتے تھے بالون اپنے کو یہان تک کہ جب دیکھتے کہ پانی پہونچ گیا بدن کو اور صاف ہوگیا تو الٹتے پانی سر پر تین بار تو اگر کچھ پانی بچ رہتا ڈال لیتے تھے اوسکو اپنے اوپر **ص** عورتون پر واجب نہین کہ اپنی چوٹی کھولین بلکہ بالون کی جڑ کو تر کرلین کیونکہ حضرت نے ام سلمہ سے فرمایا کہ کافی ہی تجھکو جب پانی تیرے بالون کی جڑ مین پہونچ جاوے اور اسی طرح تر کرنا بھی سب بالون کا واجب نہین اور بعض مشایخ نے کہا ہی کہ تر کرے گیسوؤن کو اور نچوڑ ڈالے **ف** یہ حدیث ان لفظون سے صحاح مین نہین روایت کی مسلم نے ام سلمہ سے کہ انھون نے کہا مینے یا رسول اللہ مین عورت ہون کہ باندھتی ہون چوٹی کیا مین کھولا کرون اوسکو واسطے غسل جنابت کے فرمایا حضرت نے نہین کافی ہی تجھکو یہ کہ ڈالے تو سر پر اپنے تین بار تین لپ پانی سے پھر ڈالے تو اپنے اوپر پانی تو پاک ہوجاویگی تو روایت کیا اسکو ابوداؤد اور ابن ماجہ نے بھی اور اسی طرح روایت ہی کہ عبداللہ بن عمرو بن العاص حکم کرتے تھے عورتون کو اس بات کا کہ جب غسل کرین تو کھولین چوٹیان اپنی سو حضرت عایشہ نے کہا تعجب ہی عبداللہ بن عمرو حکم کرتے ہین عورتون کو چوٹی کھولنے کا کیا نہین حکم کرتے اونکو کہ منڈا ڈالین وہ سر اپنا تحقیق مین اور حضرت غسل کرتے تھے ایک برتن سے اور مین نہین زیادہ کرتی تھی تین لپون پر یہ روایت صحیح مسلم مین ہی اور ایسا ہی غسل حیض سے ہو کیونکہ ایک روایت مین مسلم کی یہ بھی ہی کہ کیا مین کھولون چوٹی کو واسطے حیض اور جنابت کے فرمایا حضرت نے نہین اور اسی طرح بہت سی حدیثین اس باب مین آئی ہین **ص** اور یہ سب حکم تین جب ہین کہ بال گندھے ہوئے ہون اور لیکن جب کھلے ہون تو سبکو دھووے کیونکہ حرج نہین جیسا کہ مرد کہ داڑھی کو دھووے کیونکہ کچھ حرج نہین اور مرد اگر اپنی چوٹی باندھے ہو تو کھولنا واجب ہی اور بعضون نے کہا ہی کہ واجب نہین لیکن احتیاط اسی مین ہی کہ کھولے **ف** درمختار مین اسیکو لکھا ہی کہ کھولنا مرد کو واجب ہی

فصل بیان مین اون چیزون کے جن سے غسل لازم آتا ہی

اور اونکو موجبات غسل کہتے ہین اور وہ چار چیزین ہین **ص** پہلے نکلنا منی کا کود کے شہوت سے وقت جدا ہونے منی کے اپنے مقام سے تو اگر بغیر شہوت کے

انزال ہو تو غسل ہمارے نزدیک واجب نہین اور امام شافعی کے نزدیک واجب ہو **ف** امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل یہ ہی کہ فرمایا
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی یعنی نہانا پانی سے ہی یعنی منی کے نکلنے سے ہی روایت کیا اسکو مسلم نے ابی سعید رضی اللہ عنہ سے
اور یہ حدیث منسوخ ہو گئی ہی اور دلیل ہماری یہ ہی کہ اس حدیث سے مراد وہی پانی ہی جو شہوت سے نکلے کیونکہ الف لام إنما الماء
مین دلالت کرتا ہی اس بات پر اور بھی دلیل ہماری یہ ہی کہ روایت کی ابن المنذر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ حدیث بیان کی ہمسے محمد بن یحیی
نے کہا اونھون نے حدیث بیان کی ہمسے ابو حنیفہ نے کہا اونھون نے حدیث بیان کی ہمسے عکرمہ نے انھون نے عبد اللہ بن
مولی سے اونھون نے اپنی مان سے کہ پوچھا اونکی مان نے حضرت عایشہ رضی اللہ عنہا سے مذی کو پس کہا کہ ہر مذی کرتا ہی
اور تحقیق کہ ایک مذی ہی اور ایک ودی ہی اور ایک منی ہی لیکن مذی تو وہ ہی کہ مرد اپنی عورت سے کھیلے سو ظاہر ہو جاوے اوسکا ذکر پر کچھ یعنی
کچھ پانی تو دھووے ذکر اور فوطون اپنے کو پھر وضو کرے اور غسل نکرے اور لیکن ودی تو وہ ہوتی ہی بعد پیشاب کے دھووے ذکر اپنے کو اور وضو کرے
اور غسل نکرے اور لیکن منی تو وہ پانی بڑا ہی اوس سے شہوت ہی اور اوس مین غسل ہی اور عبد الرزاق نے مصنف مین قتادہ اور عکرمہ سے
بھی ایسی ہی روایت کی ہی واللہ اعلم **ص** اور امام ابی یوسف کے نزدیک فقط سر عضو سے بشہوت نکلنا اگرچہ وقت جدا ہونے کے
شہوت نہو تو اگر منی اپنی جگہ یعنی پشت سے بشہوت جدا ہوئی اور اوس شخص نے قبل اسکے کہ نکلے سر عضو کا تھاما یہان تک کہ شہوت جاتی
رہی بعد اوسکے منی بغیر شہوت کے نکلی امام محمد اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک غسل واجب ہوگا اور امام ابی یوسف کے نزدیک غسل واجب نہو گا
اور اگر پیشاب سے پہلے غسل کیا بعد اسکے پھر بقیہ منی نکلی طرفین کے نزدیک غسل پھر واجب ہوگا اور امام ابی یوسف کے نزدیک دوسری مرتبہ غسل واجب نہو گا
اور ایسا ہی اگر خواب مین ہووے غسل واجب ہوگا اور مرد عورت سب برابر ہین اور ایک روایت مین امام محمد سے منقول ہی کہ اگر عورت کو احتلام
اور لذت وغیرہ یاد ہو اور تری نہ دیکھے غسل واجب ہی اور شمس الائمہ نے کہا کہ اس روایت پر عمل کیا جاویگا **ف** اگر سونے مین ایسا ہو یعنی
جاگ کے فقط پانی دیکھا تو اوسکا بیان آگے آتا ہی اور اگر سوتے مین یہ باتین سب دیکھین تو اوسکو احتلام کہتے ہین تو اس صورت مین اگر تری
دیکھے گا غسل واجب ہوگا برابر ہی کہ مرد ہو یا عورت کیونکہ روایت کی بخاری اور مسلم نے ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے کہ کہا ام سلیم رضی اللہ عنہا نے
کہ اے رسول اللہ اللہ نہین حیا کرتا ہی حق سے سو کیا عورت پر ہی جب کہ دیکھے غسل فرمایا کہ ہان جب کہ دیکھے پانی کو آخر حدیث تک اور روایت ہی
انس رضی اللہ عنہ سے کہ پوچھا ایک عورت نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک عورت سے کہ دیکھے خواب مین جیسا کہ دیکھتا ہی مرد خواب مین فرمایا
آپنے کہ جب اوس سے جو ہوتا ہی مرد سے سو چاہیے کہ غسل کرے روایت کیا اسکو مسلم نے نووی نے شرح صحیح مسلم مین لکھا ہی کہ معنی اسکے یہ ہین
کہ اوس سے منی نکلے جیسا کہ مرد جب اوس سے منی نکلتی ہی غسل کرتا ہی اور اجماع مسلمانون کا اس بات پر ہی کہ جب احتلام ہو اور تری دیکھے غسل
لازم آویگا اور روایت کی ابن ماجہ و بیہقی نے عایشہ رضی اللہ عنہا سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب جاگے کوئی تم مین کا خواب
مین سے اور تری دیکھے اور احتلام اوسکو یاد نہو غسل کرے اور جب یاد کرے احتلام کو اور تری نہ دیکھے تو اوس پر غسل لازم نہین اور سیوطی
جمع الجوامع مین لائے ہین کہ روایت ہی انس رضی اللہ عنہ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب پاوے عورت بیچ خواب کے
جو پاتا ہی مرد تو غسل کرے روایت کیا اسکو نسائی نے اور ایک روایت آئی ہی خولہ بنت حکیم رضی اللہ عنہا سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے نہین ہی عورت پر غسل یہان تک کہ انزال ہو جیسا کہ نہین مرد پر غسل جب تک کہ انزال نہو روایت کیا اسکو ابن ماجہ اور
روایت کی احمد اور ابن ماجہ اور نسائی نے انس رضی اللہ عنہ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب دیکھے ایک تم عورتون مین سے

اور انزال کرے تو چاہیے کہ غسل کرے اور وہ جو انہوں نے روایت نقل کی ہے کہ جب عورت لذت وغیرہ دیکھے خواب میں اور تری نہ دیکھے تو
غسل واجب ہے اور اسکو شمس الائمہ نے کہا کہ اسپر عمل کیا جاویگا تو دلیل اسکی یہ ہے کہ روایت ہے ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے کہ انہوں نے
پوچھا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ عورت دیکھے جب خواب میں جو مرد دیکھتا ہے تو فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب دیکھے تو غسل کرے
تو جواب اسکا یہ ہے کہ مراد اس سے موجود دیکھنا ہے یعنی منی بھی دیکھے جیسا کہ دوسری روایت میں تصریح سے آیا اونھی ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے
کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غسل کرے جب دیکھے پانی کو واللہ اعلم و علمہ اتم **الغرض ص** دوسرے ذکر غائب ہوجانا سر ذکر کا
قبل پیش یا دبر میں اس صورت میں غسل دونوں پر یعنی فاعل و مفعول پر واجب ہوگا **ف** کیونکہ روایت ہے سنن ابن ماجہ میں عائشہ
رضی اللہ عنہا سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب کہ مل جاویں دونوں ختنے غسل واجب ہوتا ہے اور روایت کی طحاوی نے
عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ تھے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب ملتے تھے دونوں ختنے نہاتے تھے اور صحیحین میں روایت ہے ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے
فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب کہ بیٹھے ایک تم میں کا درمیان چاروں کونوں کے یعنی اپنی عورت کے پھر جماع کرے اوس سے
تو تحقیق کہ غسل واجب ہوا اگرچہ انزال نہو اور روایت کی ابو داود اور ترمذی اور احمد اور ابن ماجہ نے مانند اسکے اور روایت کی یہی
ہی ترمذی نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے اور طبرانی نے رافع بن خدیج سے اور ابی امامہ سے اور روایت کی شیرازی نے القاب میں نعم
اسکے اور طحاوی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے قول اونکا اور روایت کی دارقطنی نے افراد میں ابی ہریرہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے
کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب تجاوز کر جاوے ختنہ ختنے سے انزال ہویا نہو تحقیق کہ غسل واجب ہوا اور سعید بن منصور نے اپنے
مسند میں مانند حدیث ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ کے روایت کی ہے اور یہ جو حدیث پہلے میں لکھی ہے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب
ملجاوے ختنہ ختنے سے اور غائب ہو جاوے سر ذکر تو تحقیق غسل ہمیں واجب ہوا انزال ہویا نہو تو روایت کیا اس حدیث کو طبرانی نے اوسط
میں ابن عمر رضی اللہ عنہ سے اور عبد اللہ بن وہب نے مسند اپنی میں اور روایت کی احمد اور ابن ماجہ نے عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے
کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب کہ ملجاوے ختنہ ختنے سے اور چھپ جاوے سر ذکر تو تحقیق کہ غسل واجب ہوا اور روایت کیا اسکو ابن ابی شیبہ
نے اپنی مصنف میں اگر اس جگہ کوئی کہے کہ یہ حدیث مخالف ہے اوس حدیث کے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ پانی یعنی غسل پانی
سے ہے یعنی منی نکلنے سے ہے روایت کیا اسکو ابو داود اور ترمذی اور مسلم اور دارمی اور احمد اور نسائی اور ابن ماجہ نے تو جواب اسکا یہ ہے کہ
یہ حکم ابتدائے اسلام میں تھا اب یہ حدیث منسوخ ہوگئی اوس سے جو روایت کی احمد اور ترمذی اور ابو داود اور ابن ماجہ اور دارمی نے
ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے کہ فرمایا اونھوں نے کہ یہ حکم کہ پانی پانی سے ہے تھا رخصت اول اسلام میں پھر منع کیا گیا اس سے یعنی رخصت جاتی
رہی صحیح کیا اس حدیث کو ابن خزیمہ اور ابن حبان نے اور کہا اسمعیلی نے کہ صحیح ہے اور یہ شرط بخاری کے اس جگہ اگر کوئی شک کرے کہ ابن ہارون اور
دارقطنی نے یقین کیا اور کہا کہ زہری نے نہیں سنا اس حدیث کو سہل سے اور کہا حافظ ابن حجر نے کتاب ابو داود میں ایسا واقع ہوا ہے کہ معلوم
ہوتا ہے اوس سے یہ حدیث منقطع ہے تو جواب اسکا یہ ہے کہ سند ابو داود کی صحیح ہے اسواسطے کہ ثقہ جب کہے کہ خبر دی مجکو ایک ثقہ نے یا ایسے شخص نے جس میں راضی
ہوں حدیث صحیح ہوگئی اور یہ بات اسکو مستلزم نہیں کہ سند ابن ماجہ اور احمد کی منقطع ہو کیونکہ ممکن ہے کہ زہری نے سنا ہو اوسکو ثقہ کے واسطے سے
سہل سے پھر ملاقات کی سہل سے پھر حدیث کی اونسے تو اب اعتراض دفع ہوگیا واللہ التوفیق وہو خیر الرفیق **ص** تیسرے جاگنے والے کا منی یا مذی کو اگرچہ
احتلام یاد نہو **ف** کیونکہ حضرت نے فرمایا کہ جب ایک تم میں کا دیکھے تری اور احتلام یاد نہو تو وہ غسل کرے روایت کی مانند اسکے ابن ماجہ اور ابو داود

اور ترمذی نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے اور مرد و عورت آپس میں سب برابر ہیں اور جب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مطلق تری پر ارشاد فرمائی
تو اس سے معلوم ہوا کہ مذی ہو یا منی کیونکہ دونوں میں تری ہوتی ہے اور کیونکہ احتمال ہے کہ منی بسبب حرارت بدن کے رقیق ہو گئی ہو اور مثل
مذی کے دکھائی دینے لگی ہو اور تفصیل اسکی خوب ویگندری فقط **ص** جو چیض کے منقطع ہونا حیض اور نفاس کا **ف** بیان حیض
نفاس کا آگے آویگا او منقطع ہونے سے مراد یہ ہے کہ عورت حیض و نفاس سے پاک ہووے تو غسل کرنا اوسپر فرض ہوتا ہے اور یہ حکم اسواسطے
ہے کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَلَا تَقْرَبُوْهُنَّ حَتّٰى يَطَّهَّرْنَ ساتھ تشدید طا کے اور ہا کے یعنی نہ قریب ہو تم اون سے یہان تک
کہ وہ خوب پاک ہو لیں یعنی غسل کریں اور یہ قرأت عاصم اور کسائی کی ہے اور امام مالک اور شافعی کے نزدیک اس قرأت میں بھی اور
جب آیت تخفیف پڑھی جاتی ہے معنی یہی ہوتے ہیں یہان تک کہ غسل کریں اور یہ آیت تو دلیل اس بات کی ہوئی کہ حیض سے غسل فرض
ہے لیکن نفاس سے تو بسبب اس بات کے کہ اسپر اجماع ہے اور اجماع حجت قاطع ہے کیونکہ حضرت نے فرمایا لَا تَجْتَمِعُ اُمَّتِيْ عَلَى الضَّلَالَةِ
یعنی نہیں جمع ہوگی امت میری گمراہی پر اور اسی طرح معلوم ہو چکا ہے کتب اصول سے اور روایت کیا اس حدیث کو طبرانی اور ترمذی
اور ابوداؤد اور ابن ابی عاصم اور حافظ ضیاء اور ابن جریر اور حاکم اور ابونعیم اور ابن مندہ نے اور احمد اور ابن ابی خیثمہ نے ابو مالک
اشعری اور ابن عمر اور ابی بصرہ غفاری وغیرہم سے بالفاظ مختلفہ رضی اللہ عنہم اجمعین اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے
فرمایا ہے کہ جسکو مسلمان قبیح دیکھیں وہ اللہ کے نزدیک بھی قبیح ہے اور جسکو مسلمان اچھا دیکھیں وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھا ہے روایت
کیا اسکو بزار اور ابوداؤد طیالسی اور ابونعیم اور بیہقی نے اور روایت کیا احمد نے دوسرے جملے کو فقط وَاللّٰهُ اَعْلَمُ وَعِلْمُهٗ اَتَمُّ
ص اور اگر عورت کافرہ بعد انقطاع یعنی بند ہونے خون کے مسلمان ہوئی غسل اوسکے اوپر واجب نہوگا اور بعد جنابت کے
اگر مسلمان ہوئی تو غسل واجب ہوگا **ف** دلیل اسکی شرح وقایہ عربی میں مذکور ہے **ص** اور چارپائے کے وطی کرنے سے غسل واجب نہوگا
اور غسل مستحب ہے واسطے جمعے کے یعنی نماز جمعے کے نہ واسطے دن جمعے کے اور یہی صحیح ہے **ف** امام شافعی و امام ابوحنیفہ صاحب
کے نزدیک غسل دن جمعے کے سنت ہے اور یہی روایت ہے احمد سے اور امام مالک کے نزدیک واجب ہے امام مالک کہتے ہیں کہ روایت ہے
صحیحین اور جامع ترمذی اور موطا اور سنن نسائی میں عبداللہ بیٹے عمر رضی اللہ عنہ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کوئی کہ آوے
تم میں سے دن جمعے کے تو چاہیے کہ غسل کرے اور روایت کی بخاری اور مسلم اور ابوداؤد اور نسائی نے حضرت ابی سعید خدری رضی اللہ عنہ سے
کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ غسل جمعے کا واجب ہے ہر بالغ پر اور سنن ابن ماجہ میں روایت ہے کہ فرمایا حضرت نے بیچ ایک جمعے کے
جمعوں میں سے کہ اے گروہ مسلمانوں یہ وہ دن ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسکو عید کیا تمہارے سو غسل کرو آخر حدیث تک اور روایت کی مالک نے
ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ کہا انھوں نے کہ غسل دن جمعے کے واجب ہے اوپر ہر بالغ کے مانند غسل جنابت کے اور یہ حدیثیں
صحیح ہیں اور روایت کیا ابن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث کو صحیح مسلم میں کئی طریقوں سے اور کہا مجدالدین فیروزآبادی نے کہ حدیث
واجب ہونے غسل کی بہت صحیح ہے اور مالک نے نافع سے اونھوں نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا اوس حدیث کو کہا
بخاری نے رحمہ اللہ کہ اصح الاسانید ہے اور یہ دلیلیں انکی ہیں جو کہتے ہیں کہ غسل دن جمعے کے واجب ہے اور جو کہتے ہیں کہ واجب نہیں حجت پکڑتے
اوس سے کہ روایت کی ابوداؤد اور ترمذی اور نسائی اور احمد اور بیہقی اور ابن ابی شیبہ نے اور ابن عبدالبر نے استذکار میں سمرہ
رضی اللہ عنہ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جسنے وضو کیا دن جمعے کے تو خوب کیا اور جسنے غسل کیا تو اچھا کیا

اور غسل افضل ہی کہا ترمذی نے کہ اس باب میں روایت ہی ابی ہریرہ اور عایشہ اور انس رضی اللہ عنہم سے اور کہا کہ حدیث
سمرہ رضی اللہ عنہ کی حسن ہی اور روایت کی ہی بخاری اور مسلم اور ترمذی اور مالک اور ابو داؤد رحمہم اللہ نے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ
خطبہ پڑھتے تھے دن جمعے کے کہ ناگاہ ایک شخص آیا مہاجرین میں سے اور ایک روایت میں ہی کہ عثمان رضی اللہ عنہ آئے سو پکارا عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت
عثمان رضی اللہ عنہ کو اور کہا کہ یہ کیا وقت ہی آنے کا عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ایک کام نے مجکو مشغول رکھا تھا آج کے روز اور میں
گھر نہیں گیا تھا کہ ناگاہ آواز اذان کی سنی اوسی راہ سے میں مسجد میں آیا اور کچھ دیر نہ کی مینے مگر واسطے وضو کے حضرت عمر رضی اللہ عنہ
نے کہا کہ فقط وضو ہی تمنے کیا اور حضرت صلعم نے حکم کیا ساتھ غسل کے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پھر نہ لوٹے اور نماز پڑھی اور عمر
رضی اللہ عنہ نے لوٹنے کا حکم نہیں کیا تو اس سے معلوم ہوا کہ غسل سنت ہی اور ایک حدیث سنن ابو داؤد میں ثابت ہی کہ کچھ لوگ
حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس آئے تھے اور کہا کہ کیا غسل دن جمعے کے واجب دیکھتے ہو تم فرمایا کہ نہیں ولیکن
غسل زیادہ پاک کرنے والا ہی اور بہتر ہی اوسکے لیے جو غسل کرے اور جو شخص نہ کرے تو کچھ اوس پر واجب نہیں آخر حدیث تک اور
کہتے ہیں کہ مراد واجب سے اون حدیثوں میں ضروری ہی نہ واجب اصطلاحی فقہی اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے مؤطا میں لکھا ہی
أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبَانَ بْنِ صَالِحٍ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ النَّخَعِيِّ قَالَ حَمَّادٌ سَأَلْتُهُ عَنِ الْغُسْلِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ
وَالْغُسْلِ مِنَ الْحِجَامَةِ وَالْغُسْلِ مِنَ الْعِيدَيْنِ قَالَ إِنِ اغْتَسَلْتَ فَحَسَنٌ وَإِنْ تَرَكْتَ فَلَيْسَ عَلَيْكَ الْحَدِيثَ
یعنی خبر دی مجکو محمد بن ابان بیٹے صالح نے اونھوں نے سنا حماد رحمۃ اللہ علیہ سے کہا حماد رحمۃ اللہ علیہ نے کہ پوچھا مینے ابراہیم نخعی
رحمہ اللہ سے غسل دن جمعے اور حجامت اور عیدین سے انھوں نے کہا کہ اگر غسل کرے تو اچھا ہی اور اگر ترک کرے تو تو کچھ تیرے اوپر نہیں پہنچنے کا گناہ
اور بھی روایت کی صحیح مسلم میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے انھوں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ
وسلم نے جسنے کہ وضو کیا سو اچھا کیا وضو کو پھر آیا جمعے کو اور سنا یعنی خطبہ اور چپ رہا بخشا جائیگا اوسکے لیے جو کچھ کہ درمیان
اوسکے اور درمیان جمعے کے ہی اور زیادہ تین دن آخر حدیث تک اور وہ جو ابو داؤد نے ابن عباس رضہ سے روایت کی ہی سند اوسکی صحیح
ہی نزدیک میرے اور روایت کی طبرانی نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کہ تھے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کہ اکثر نہاتے تھے دن جمعے کے اور
ترک کرتے تھے اوسکو اور اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ غسل سنت ہی واللہ اعلم اور کچھ بیان اوسکا باب جمعے میں آویگا اور اس جگہ
بہت سی روایتیں ہیں کہ ذکر کرنا اونکا خالی طول سے نہیں ص دوسرے دونوں عیدوں کے واسطے یعنی عید الفطر اور عید اضحی
میں ف جاننا چاہیے کہ عیدین کے غسل میں کئی حدیثیں ہیں لیکن ضعف سے خالی نہیں ہیں پہلے تو یہ کہ روایت ہی فاکہ بن سعد رضی اللہ عنہ سے
کہ صحابی ہونا اون کا مشہور ہی کہا اونھوں نے کہ تھے حضرت غسل کرتے ساتھ دن جمعے اور دن عید فطر کے اور دن نحر اور روز عرفے
کے روایت کیا اسکو امام احمد اور ابو داؤد اور طبرانی نے اپنی معجم میں اور سنن ابن ماجہ میں اور مسند بزار میں بھی مروی ہی شیخ ابن الہمام
نے کہا کہ یہ حدیث ضعیف ہی ایسا ہی ذکر کیا نووی نے اور روایت کی ابن ماجہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کہا کہ تھے حضرت کہ
غسل کرتے تھے دن عید فطر اور دن عید اضحی کے اور یہ بھی حدیث ضعیف ہی اور سیوطی نے جمع الجوامع میں لکھا ہی کہ زیاد بن الاشعری
نے کہا ایک قوم کو کہ جو فعل مینے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دیکھا وہی تمسے دیکھا مگر یہ کہ تم غسل نہیں کرتے ہو بیچ عید کے روایت
کیا اسکو ابن مندہ نے اور ابن عساکر نے اور کہا کہ صحیح ہی عیاض سے اور زیاد کا کہنا محفوظ نہیں انتہی تو ایہیں یہ کلام ہی کہ ابن عساکر

کی روایت کا اعتبار نہیں جب تک رجال سند معلوم نہوں اور اکثر احادیث ضعیفہ بھی ہوا کرتی ہیں ان کتابوں میں اور مجد الدین فیروزآبادی نے لکھا ہی کہ اس باب میں دو حدیثیں آئی ہیں یعنی ایک حدیث ابن عباسؓ کی اور ایک حدیث فاکہ رضی اللہ عنہ کی جو دونوں ہمنے اوپر نقل کیں یہ دونوں ضعیف ہیں اور بعض محققین نے کہا ہی کہ ہمنے سوا حدیث عیاض اور فاکہ کے تیسری حدیث اس باب میں نہیں پائی البتہ روایت ہی مؤطا میں ساتھ سند صحیح کے عبد اللہ بیٹے عمر رضی اللہ عنہما سے کہ جب وہ واسطے نماز عید کے نکلتے تھے غسل کرتے تھے پہلے اسکے کہ جائیں لیکن یہ بات ہی کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما حضرت کی تابعداری بہت کرتے تھے اور ذرا سی بات بھی جو حضرت نے نہیں کی ہوتی تھی نہیں کرتے تھے اس سے معلوم ہوتا ہی کہ انہوں نے حضرت کو غسل کرتے دیکھا ہوگا جیسا کہ فیروزآبادی نے کہا لَكِنْ صَحَّ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّهُ كَانَ يَغْتَسِلُ لِكُلِّ عِيْدٍ وَشِدَّةُ مُبَالَغَتِهِ لِمُتَابَعَةِ السُّنَّةِ يَقْتَضِي اَنَّ الْحَدِيْثَ فِي هٰذَا الْبَابِ صَحِيْحٌ یعنی صحیح ہوا ہی ابن عمر رضی اللہ عنہ سے کہ وہ غسل کرتے تھے واسطے عید کے اور شدت مبالغہ اونکا واسطے متابعت سنت کے چاہتا ہی اس بات کو کہ حدیث اس باب میں صحیح ہی فقط وَاللّٰهُ اَعْلَمُ اور روایت کی ترمذی اور دارمی نے زید بن ثابت سے اور کہا کہ حسن ہی کہ حضرت نے کپڑے اوتارے واسطے لبیک کہنے کے (یعنی واسطے احرام کے) اور غسل کیا تو اس سے سنت ہونا غسل احرام کا ثابت ہوتا ہی مگر یہ ہی کہ عموم اس میں نہیں بلکہ اس سے یہ سمجھا جاتا ہی کہ ایک بار کیا تو غسل مستحب ہو جاویگا نہ کہ سنت ایسا ہی کہا شیخ ابن الہمام نے فتح القدیر میں هٰذَا مَا ظَهَرَ لِي اِلَّا اَنْ لَعَلَّ اللّٰهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِكَ اَمْرًا **ص** تیسرے واسطے احرام کے **ف** احرام کے واسطے غسل کرنا ائمہ اربعہ کے نزدیک مسنون ہی اور دلیل اسکی بھی گذری اور روایتیں اس باب میں صحیح ہیں اور بیان اسکا حج کے باب میں آویگا **ص** چوتھے دن عرفہ کے **ف** کیونکہ اوپر ہمنے ذکر کیا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم غسل کرتے تھے دن جمعے کے اور عید فطر اور عید نحر اور روز عرفہ کے روایت کیا اسکو بزار اور طبرانی نے اور ابن ماجہ نے اور ابو داؤد اور احمد وغیرہم رحمہم اللہ اجمعین نے اور یہ بھی ضعیف ہی

باب پانی کے بیان میں جس سے وضو جائز ہی اور جس سے جائز نہیں

جائز ہی وضو مینہ کے پانی سے اور چشمے سے یعنی زمین کے پانی سے مثل کنوئیں وغیرہ کے **ف** اس واسطے کہ اللہ تعالی فرماتا ہی وَيُنَزِّلُ عَلَيْكُمْ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً لِيُطَهِّرَكُمْ بِهِ یعنی اور اللہ تعالی اوتارتا ہی پانی آسمان سے تاکہ پاک کرے تمکو اوس سے اور فرمایا وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً طَهُوْرًا یعنی اور اوتارا ہمنے آسمان سے پانی پاک کرنے والا آیتیں دلالت کرتی ہیں آسمان کے پانی کے پاک ہونے پر اور زمین کے پانی کے پاک ہونے پر کنوئیں میں دلیل یہ ہی جو روایت کی ابو داؤد اور ترمذی نے ابی سعید خدری رضی اللہ عنہم سے کہ پوچھا گیا حضرت سے کہ کیا وضو کریں ہم کنوئیں بضاعہ سے اور وہ کنواں ہی کہ ڈالے جاتے ہیں اوس میں لتے اور کپڑے حیض کے اور مردے جانور فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ پانی پاک ہی نہیں نجس کرتی ہی اوسکو کوئی چیز اور حسن کہا اس حدیث کو ترمذی اور ابن القطان رحمۃ اللہ علیہما نے اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے اور نجاست پر اوسکے دلیل اجماع ہی جیسا کہ آگے آویگا اور ہدایہ میں جو حدیث لکھی ہی کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی پاک ہی نہیں نجس کرتی اوسکو کوئی چیز مگر جب بدل جاوے رنگ یا بو یا مزہ اوسکا تو روایت کیا اسکو بیہقی نے ابی امامہ رضی اللہ عنہ سے جیسا کہ آگے آویگا اور پانی دریا کے پاک ہونے پر دلیل یہ ہی کہ روایت کی ترمذی اور ابن ماجہ اور ابو داؤد اور نسائی نے تحقیق کہ ایک شخص نے پوچھا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ اے رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم ہم سوار ہوتے ہیں دریا میں اور لیجاتے ہیں اپنے ساتھ پانی تھوڑا تو اگر وضو کریں ہم ساتھ اوسکے پیاسے ہوں کیا وضو کریں ہم دریا کے پانی سے تو فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ وہ یعنی



دریا پاک ہی پانی اوسکا اور حلال ہی مردہ اوسکا کہا ترمذی نے کہ پوچھا مینے محمد بن اسمعیل رحمۃ اللہ علیہ سے اس حدیث کو تو کہا اونھون نے
کہ حدیث صحیح ہی اور باقی تفصیل اسکی خوب شیخ ابن الہمام نے فتح القدیر حاشیہ ہدایہ مین لکھی ہی ص اور برف کے پانی سے اگر جما ہوا نہو
اور اگر جما ہو تو جائز نہین ف کیونکہ جس صورت مین برف مانند پانی کے ہی تو حکم اوسکا پانی کا سا ہی وضو جائز ہوگا اور
جس صورت مین جمی ہوئی ہی تو وہ پانی مین داخل نہین کیونکہ پانی کی حقیقت مین بہنا بھی داخل ہی ص جائز ہی وضو اوس پانی سے
جو رکھے رکھے بدبودار ہوگیا ہو یا اوسکے کسی وصف کو پاک چیز نے مثل خاک یا اشنان یا صابون یا زعفران کے بدل دیا ہو ف
اسواسطے کہ ان سب پر پانی کا اطلاق آتا ہی اور روایت کی نسائی نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غسل کیا روز فتح کے
ایک برتن سے کہ اوسمین اثر آٹے کا تھا اور تفصیل فتح القدیر مین ہی ص اور امام ابی یوسف کے نزدیک اگر پاک چیز ایسی ہو کہ پاک کرنا
اوس سے مقصود ہوتا ہی تو وضو اوس سے جائز ہی مگر یہ کہ غالب ہوجاوے اوپر پانی کے مثلاً گاڑھا کردے اور اوسکی رقت اور سیلان یعنی
بہنے کو کھودے تو وضو اوس سے جائز نہین اور اگر وہ چیز ایسی نہو یعنی اوس سے پاک کرنا مقصود نہو تو اس صورت مین انسے دونون
روایتین ہین ایک روایت مین غلبہ شرط ہی یعنی اگر غلبہ پانی پر نکرے تو وضو جائز ہی اور ایک روایت مین غلبہ شرط نہین یعنی چاہے
غالب ہوجاوے چاہے نہو وضو اوس سے جایز نہین اور امام شافعی کے نزدیک اگر وہ چیز کہ پانی مین مل گئی ہی زمین کی قسم سے نہین وضو اوس
پانی سے جائز نہین اگرچہ غالب نہووے ف اور احتیاط اسمین ہی جو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہی ص اگر پانی جاری مین کوئی
چیز نجس پڑجاوے اور اثر اوسکا یعنی رنگ و بو مزہ نہ بدلے وضو اوس سے جائز ہی ف اسواسطے کہ نجاست اوسمین نہ ٹھہریگی بلکہ بہ جاویگی
ایسا ہی ہی بیچ ایسے مین واللہ اعلم بالصواب ص پوشیدہ نرہے کہ جاری اسکو کہتے ہین علما کا اسمین اختلاف ہی بعضون کے نزدیک پانی جاری
اوسے کہتے ہین کہ گھانس اور تنکے وغیرہ کو بہالیجاوے ف اسی کو صاحب شرح وقایہ نے اختیار کیا ہی اور بعضون نے کہا کہ جاری
وہ ہی کہ جسکو لوگ جاری سمجھین اور اسی کو درمختار کے متن مین اختیار کیا ہی اور حق میرے نزدیک یہ ہی کہ جاری اوسے کہتے ہین کہ مطلق
جریان اوسمین پایا جاتا ہو اگرچہ کیسا ہی ضعیف ہو واللہ اعلم ص تو اگر ندی اوپر سے روک دی جاوے اور پانی رسان رسان نکلتا ہو وضو اوس سے جائز
ہی کیونکہ وہ پانی جاری ہی اور پانی ضعیف مین جو آہستہ بہتا ہی اس طرح پر وضو کرے کہ پھر پانی مستعمل کو نہ اوٹھاوے یعنی دو چلو کے بیچ مین اتنی
دیر کرے کہ پانی مستعمل بہ جاوے اور مستعمل پانی کا بیان آگے آجاویگا ف کیونکہ پانی مستعمل نجس ہی امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک
اور اوسکا ذکر آگے ہم کرینگے ص اگر حوض دہ دردہ سے کم ہو اور ایک طرف سے اوسمین پانی آتا ہی اور دوسری طرف سے نکلتا جاتا ہی ہر طرف
سے اوس حوض کے وضو جائز ہی اور اسی پر فتوی ہی ف درمختار مین ہی به یفتی یعنی اسی پر فتوی ہی ص اور بعضون
کے نزدیک اگر چار درچار ہی یا کم تو جائز ہی اور اس سے زیادہ مین جائز نہین اور اگر پانی بدبودار ہووے اور معلوم ہوجاوے
کہ بو اوسکی نجاست سے ہی وضو اوس سے درست نہین اور اگر معلوم نہووے تو وضو جائز ہی کیونکہ کبھی بو بسبب زیادہ رکھنے کے ہو جاتی ہی
واللہ اعلم اور اگر مرا ہوا کتا اردان ندی مین پڑا اور اوسکے عرض کو بند کیا اور پانی کتے کے اوپر جاری ہی اگر وہ پانی جو
کتے سے ملا ہوا ہی کم ہی اوس پانی سے جو کتے سے الگ ہی اوسکے نشیب مین وضو جائز ہی ورنہ نہین جائز ہی فقیہ ابوجعفر نے کہا ہی
کہ ہمنے اسی پر اپنے مشائخ کو پایا ہی اور امام ابی یوسف سے مروی ہی کہ اگر کوئی وصف پانی کا نہین بدلا ہی تو اوس سے وضو کرنے مین کچھ
خوف نہین اور اگر پانی مین ایسا جانور مرجاوے کہ پانی مین پیدا ہوتا ہی اور اسمین جیتا ہی جیسے مچھلی اور مینڈک وضو اوس سے جائز ہی

ف ان چیزوں کے مرنے سے اسواسطے پانی نہیں نجس ہوتا کہ ان جانوروں کی جگہ یہی پانی ہی ایسا ہی ذکر کیا صاحب ہدایہ نے
اور عاقل پر مخفی نرہے کہ اس سے لازم یہ آتا ہی کہ اگر درندہ خشکی مین مرجاوے تو چاہیے کہ نجس نہو کیونکہ درندے کا مقام خشکی ہی لیکن اسکا جواب
یون ہوسکتا ہی کہ معدن سے مراد وہ ہی کہ بغیر اوسکے جی نہین سکتا اور ایسا معدن درندے کا خشکی نہین واللہ اعلم اور دوسری دلیل ہدایہ
مین اسکی یون لکھی ہی کہ انمین خون نہین کیونکہ جو جانور کہ دموی ہی پانی مین نہین رہتا ہی اور جب خون نہو تو پانی نجس نہوگا کیونکہ
خون ہی نجس کرنیوالا ہی کہا شیخ ابن الہمام نے ھٰذَا التَّعْلِیْلُ ھُوَ الْاَصَحُّ اور اگر پانی کے سوا اور مین مثل سرکے وغیرہ کے یہ چیزین
مرجاوین تو بعضون نے کہا کہ سوا مچھلی کے اور مین نجس ہوجاویگا اور بعضون نے کہا ہی کہ کسی مین نجس نہین ہوگا اور یہی صحیح ہی کذا فی الہدایہ
ص اور اگر پانی مین ایسا جانور مرا جسمین بہتا خون نہین جیسے مچھر اور مکھی وضو اوس سے جائز ہی کیونکہ خون جو نجس ہی وہ بہتا خون ہی
ف کیونکہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب تمہارے پانی مین مکھی گرپڑے تو چاہیے کہ اوسکو ڈبو دے پھر اوسکو نکال ڈالے
اسواسطے کہ ایک پر مین اوسکے مرض ہی اور دوسرے پر مین شفا ہی روایت کیا اسکو بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے
اور یہ حدیث نہایت صحیح ہی اور اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بے خون کے حیوان کے مرنے سے پانی ناپاک نہین ہوتا اور یہ دلیل لانا اوس سے
اچھا ہی جو دلیل لائے ہین صاحب ہدایہ کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی حلال ہی کھانا اوسکا اور پینا اوسکا اور وضو اوس سے
اور پوری حدیث یون ہی کہ روایت کی دارقطنی نے سلمان رضی اللہ عنہ سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کھانا یا پینا پڑجاوے
اوسمین وہ جانور جسمین خون نہین اور مرجاوے اوسمین تو وہ حلال ہی کھانا اوسکا اور پینا اوسکا اور وضو اوس سے کہا دارقطنی نے نہین
مرفوع کیا اس حدیث کو مگر بقیہ نے سعید بن سعید زبیدی سے اور وہ ضعیف ہی اور ابن عدی نے کہا کہ سعید یہ مجہول ہی شیخ ابن الہمام نے
کہا کہ یہ بقیہ بیٹا ولید کا ہی روایت کی اس سے بہت اماموں نے مثل حماد اور ابن المبارک اور یزید بن ہارون اور ابن عیینہ اور وکیع اور
اوزاعی اور اسحٰق بن راہویہ اور شعبہ وغیرہم رحمۃ اللہ علیہم نے اور روایت کی اوس سے جماعت نے مگر بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے مین کہتا ہون
کہ پوچھے گئے یحییٰ بن معین بقیہ اور اسمعیل بن عیاش سے پس کہا کہ کِلَاھُمَا صَالِحَانِ یعنی دونون اچھے ہین اور کہا ابوزرعہ رازی نے
کہ بقیہ میرے نزدیک اچھا ہی اسمعیل بن عیاش سے اور سعید بن سعید کہا ابن الہمام رحمۃ اللہ علیہ نے کہ ذکر کیا اوسکو خطیب نے اور کہا کہ نام اونکے
باپ کا عبدالجبار ہی اور وہ ثقہ تھے تو اب جہالت جاتی رہی اور حدیث باوجود اسکے حسن سے کم نہوگی تو معلوم ہوا کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی
حدیث جو اوپر ہمنے ذکر کی اس سے زیادہ اور بہت صحیح ہی واللہ اعلم **ص** اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک پانی نجس ہوجاتا ہی **ف**
اور قول اول جو مذہب امام صاحب کا ہی صحیح ہی **ص** جو پانی درخت یا میوے سے نچوڑا جاوے جیسے پانی ریواج کا درخت سے
نچوڑا جاتا ہی اور پانی سیب اور انار کا کہ میوے سے نچوڑا جاتا ہی وضو اوس سے جائز نہین اور اگر خود درخت سے ٹپکے جائز ہی **ف**
کیونکہ اسپر پانی مطلق نہین بولا جاتا ہی مثلاً جو کوئی سرکہ پیے تو یہ نہین کہا جاویگا کہ فلانے نے پانی پیا اور قرآن شریف مین حکم ہی
کہ جب پانی نپاؤ تو تم تیمم کرو **ص** اور وضو اوس پانی سے جسپر کوئی چیز غالب آجاوے اسطرح پر کہ پانی کو اوسکی طبیعت سے نکال دیوے
یا پکانے کے سبب سے غالب ہوجاوے جیسے کہ پانی باقلے کا **ف** معنی یہ ہین کہ باقلے کے پانی سے مراد وہ ہی جو پانی کہ غالب ہوگئی ہو اوسپر
کوئی چیز پکانے کے سبب سے **ص** یا شوربا جائز نہین اور اگر پتے درخت کے پانی مین پڑے اور اوسکا رنگ یا کوئی وصف بدل گیا
وضو اوس سے جائز نہین کیونکہ وہ مانند پانی باقلے کے ہی **ف** مطلب یہ ہی کہ جو پانی بغیر پکنے کے بدل گیا ہو تو اوس سے وضو جائز ہی

اور باقی قلے کے معنی جو صاحب ہدایہ نے بیان کیے شاید وہ شارح وقایہ نے مراد نہین لیے واللہ اعلم ص اور جو پانی بہتا نہین ہو اوسمین
اگر نجاست پڑی ہو اسمین کہ تھوڑا ہو یا بہت وضو اوس سے جائز نہین ف جاننا چاہیے کہ یہان تین مذہب مین پہلے تو یہ ہو کہ پانی جو جاری
نہین اوسمین اگر نجاست پڑیگی تو نجس ہو جائیگا پانی تھوڑا ہو یا بہت مگر جب کہ وہ حوض دہ در دہ ہو اور اوسکا ذکر آگے آئے گا
تو اس صورت مین مانند جاری کے ہوگا اور یہ مذہب امام اعظم کا ہی دوسرا مذہب یہ ہی کہ اگر دو قلال پانی ہو تو نجس نہوگا اور یہ مذہب
امام شافعی رحمہ اللہ اور امام احمد رحمہ اللہ کا ہی اور تیسرا مذہب یہ ہی کہ پانی تھوڑا ہو یا بہت جب تک کہ اوسکا کوئی وصف نہ بدلے پانی نجس
نہوگا اور یہ مذہب امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا ہی امام اعظم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل یہ ہی کہ روایت کی بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اور مسلم
اور ترمذی اور ابو داؤد رحمۃ اللہ علیہم وغیرہم نے ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ پیشاب کرے ایک تم مین کا بیچ
اوس پانی کے جو جاری نہو پھر غسل کرے اوسمین اور فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ غسل کرے کوئی تم مین سے بیچ پانی دائم کے اور وہ
جنب ہو کہا کس طرح کرے اے ابا ہریرہ کہا کہ لے اوس سے لیکر یعنی کسی برتن سے نکالے کر اپنے اوپر پانی ڈالے اور حضرت نے منع کیا ہے
ٹھہرے پانی مین پیشاب کرنے سے روایت کیا ان دونون کو مسلم نے اپنی صحیح مین اور اس حدیث کو صحیح کیا بہت لوگون نے روایت کیا اوسکو مسلم نے
کئی طریقون سے اور بخاری نے بھی اور چارون عالمون نے اور طحاوی اور طبرانی وغیرہم نے بھی اور یہ حدیث مشہور ہی اور اس حدیث سے معلوم
ہوتا ہی کہ جو پانی جاری نہین وہ نجس ہو جاتا ہی ورنہ منع کرنے سے کچھ فائدہ نہوگا اور بھی روایت ہی صحیحین مین ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ فرمایا حضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے جب کہ جاگے کوئی تم مین سے اپنے خواب سے سو نہ ڈالے ہاتھ اپنا بیچ برتن کے یہان تک کہ دھووے اوسکو تین بار کیونکہ وہ نہین جانتا
کہ کہان رہا ہاتھ اوسکا اور یہ حدیث بہت طریقون سے مروی ہی اور روایت کیا اسکو مسلم نے دس طریقون سے اور روایت کیا اسکو ترمذی
نے اور کہا کہ حسن صحیح ہی اور اس باب مین روایت ہی ابن عمر اور جابر اور عائشہ رضی اللہ عنہم سے اور بھی روایت کیا اسکو ابو داؤد اور نسائی
اور ابن ماجہ وغیرہم نے اور یہ بھی حدیث مشہور ہی اور بھی روایتین موید اسکی کنوئین کے باب مین آوینگی اور امام شافعی کے مذہب کی دلیل
یہ ہی کہ روایت ہی ابن عمر رضی اللہ عنہ سے کہا اونھون نے پوچھے گئے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اوس پانی سے جو کہ ہوتا ہی جنگلون مین اور پیتے ہین
اوس سے پانی چارپائے درندے فرمایا آپ نے کہ جب ہو پانی دو قلتین نہ اوٹھاویگا ناپاکی اور روایت کیا اسکو احمد اور ابو داؤد اور ترمذی
اور نسائی اور دارمی اور ابن ماجہ اور ابن حبان اور حاکم اور ابن خزیمہ اور دارقطنی اور بیہقی وغیرہم نے ابن عمر رضی اللہ عنہ اور جابر
اور ابی ہریرہ وغیرہم سے اور ایک روایت مین ابو داؤد کی ہی کہ وہ نجس نہوگا اور روایت کیا اس حدیث کو دارقطنی نے اول کتاب
چند سندون سے نو سندون مین اس لفظ سے لائے ہین اذا کان الماء اربعین قلۃ یعنی جب ہووے پانی چالیس مٹکا اول
ان نو کا حدیث جابر رضی اللہ عنہ کی ہی اور اسکو ضعیف کیا اور باقی ابن عمر رضی اللہ عنہ سے بعض طریقون مین کہ لم ینجس ہی اور
بعضون مین کہ لم ینجسہ شیء اور یہ چالیس ۴۰ اور طرح سے ہین ایک اون مین سے ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی ساتھ اس لفظ کے
اذا کان الماء قلتین فما فوق ذلک لم ینجسہ شیء اور باقی ایک دوسرا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ساتھ اس لفظ
کے اذا کان الماء قلتین فصاعدا لم ینجسہ شیء اور باقی ابن عمر رضی اللہ عنہ سے اور بعض روایتون مین
تو ابن عمر رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم ہی اور بعض مین عن ابن عمر عن ابیہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم ہی اور چالیس
قلون کی روایت ابن منکدر نے بھی کی ہی اور ابن ماجہ کی روایت مین ہی قلتین او ثلاثا یعنی قلتین ہون یا تین اور بھی

روایت کی ابن عدی نے جابر رضی اللہ عنہ سے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب پہونچ جاوے پانی چالیس قلّے پر نہ اٹھا سکے گا نجاست کا اور کہا ابن عدی نے کہ یہ حدیث صحیح نہیں غلط کیا ہی اسمین قاسم بن عبد اللہ عمری نے اور سعید قطبی اوسکا منکر کیا اور کہا کہ روایت کیا اسکو دارقطنی نے جابر رضی اللہ عنہ سے اور روایت کیا اوسکو عقیلی نے اور روایت کیا اسکو دارقطنی نے ساتھ سند صحیح کے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے قَالَ اِذَا بَلَغَ الْمَاءُ اَرْبَعِیْنَ قُلَّةً لَمْ یَنْجُسْ یعنی جب پونہچے پانی چالیس قلّے نہیں نجس ہوگا اور بعض روایتون مین ہی اَرْبَعِیْنَ غَرْبًا اور بعضون مین اَرْبَعِیْنَ دَلْوًا سو اس حدیث کی لفظون مین اضطراب ہوا اور بعض حدیثون مین آیا ہی لَا یُنَجِّسُهُ شَیْءٌ اور بعضون مین لَمْ یَحْمِلِ الْخَبَثَ اور بھی سند مین اسکی اختلاف ہی ابی اسامہ پر کبھی تو کہتے ہین عَنِ الْوَلِیْدِ بْنِ کَثِیْرٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبَّادِ بْنِ جَعْفَرٍ اور کبھی کہتے ہین عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جَعْفَرِ بْنِ الزُّبَیْرِ اور جواب اسکا یہ ہی کہ جائز ہی کہ ابی اسامہ نے دونون سے سنا ہو اور کبھی اس حدیث مین ابی اسامہ نے کہا عَنْ عُبَیْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اور وہی عُبَیْدُ اللّٰهِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اور اسکا یہ جواب ہی کہ وہ دونون بیٹے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ہین اون دونون نے روایت کی ہوگی اور کبھی ان حدیثون مین ایک روایت مین ہی عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اور ایک مین ہی عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنْ اَبِیْهِ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اور جواب اسکا یہ ہی کہ جائز ہی کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے باپ سے بھی سنا ہو اور آپ بھی سنا ہو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لیکن اضطراب لفظی اس حدیث مین بیشک بہت ہی کسی مین ہی قُلَّتَیْنِ اَوْ ثَلَاثًا کسی مین ہی اَرْبَعِیْنَ قُلَّةً کسی مین ہی اَرْبَعِیْنَ غَرْبًا کسی مین ہی اَرْبَعِیْنَ دَلْوًا کہا امام طحاوی نے وَلِاَنَّهُ رُوِیَ قُلَّتَیْنِ اَوْ ثَلَاثًا عَلَی الشَّکِّ یعنی ترک کیا ہمنے حدیث قلتین کو اسواسطے کہ وہ روایت کی گئی ہی دو قلّے اور تین اگر کوئی کہے کہ چالیس قلون کی روایت ضعیف ہی تو اعتبار اوسی دو قلتین کا ہی جو کثرواۃ مین ہی جواب اوسکا یہ ہی کہ دارقطنی نے تو مسند ون مین اربعین قلّہ ذکر کیا ہی اونمین سے حدیث جابر رضی اللہ عنہ کی ضعیف ہی اور ابن عمر رضی اللہ عنہ کی صحیح جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا اضطراب لفظی تو اوسمین پایا گیا اور اضطراب معنوی جو بعض لوگون نے بیان کیا ہی اور کہا ہی کہ ایک روایت مین ہی لَمْ یُنَجِّسْهُ شَیْءٌ یعنی نجس نکریگا اوسکو کچھ اور ایک مین لَمْ یَحْمِلِ الْخَبَثَ یعنی نہ اوٹھاویگا نجاست کو یعنی نجس ہوگا تو یہ کچھ نہین کیونکہ اکثر روایات کے یہ معنی کہنا مخالف ہی اور بعید ہی کیونکہ نجاست کا موقوف کرنا قلتین ہونے پر اسکی کچھ وجہ نہین واللہ اعلم تو ایک اضطراب سے یہ حدیث ضعیف ہوئی دوسرے ضعف اسناد بھی اسمین بعض لوگون نے بیان کیا ہی کہا صاحب ہدایہ نے ضَعَّفَهُ اَبُوْ دَاوٗدَ اور بعض نسخ ہدایہ مین فی سُنَنِہٖ بھی ہی اور وہ غلط ہی کیونکہ سنن مین ابو داؤد کے نہین اسکا ذکر نہین کہا شیخ ابن الہمام نے وَقِیْلَ لَعَلَّهُ فِیْ غَیْرِ سُنَنِہٖ یعنی کہا گیا کہ یہ غیر سنن مین ابو داؤد کے ہی واللہ اعلم اور کہا شیخ ابن الہمام نے فتح القدیر مین وَمِمَّنْ ضَعَّفَهُ الْحَافِظُ ابْنُ عَبْدِ الْبَرِّ وَالْقَاضِیْ اِسْمٰعِیْلُ بْنُ اَبِیْ اِسْحٰقَ وَاَبُوْ بَکْرِ بْنُ الْعَرَبِیِّ الْمَالِکِیُّوْنَ یعنی جنھون نے ضعیف کیا اس حدیث کو اونمین سے ہین حافظ ابن عبد البر اور قاضی اسمٰعیل بن ابی اسحٰق اور ابو بکر بن العربی مالکی لوگون نے یعنی ان لوگون نے اس حدیث کو ضعیف کیا ہی اور بدائع مین ہی عَنِ ابْنِ الْمَدِیْنِیِّ لَا یَثْبُتُ حَدِیْثُ الْقُلَّتَیْنِ یعنی روایت ہی ابن المدینی سے کہا انھون نے ثابت نہین ہوتی حدیث قلتین کی اور کہا صاحب قاموس نے سفر السعادت مین بَابُ اِذَا بَلَغَ الْمَاءُ قُلَّتَیْنِ لَمْ یَحْمِلْ خَبَثًا قَالَ جَمَاعَةٌ لَمْ یَصِحَّ فِیْهِ حَدِیْثٌ یعنی باب قلتین مین کہا جماعت نے

کہ صحیح نہیں ہوئی اوس میں کوئی حدیث اور بعضوں نے کہا ہی کہ سفر السعادت میں ہی ضعّفہ بعض المحدثین وصحّحہ بعضہم
اور یہ غلط ہی کیونکہ سفر السعادت میں کہیں اسکا نشان نہیں پوری عبارت اوسکی یوں ہی باب اذا بلغ الماء قلتین لم یحمل
خبثا قال جماعۃ لم یصح فیہ حدیث وجماعۃ قالوا نحن نصححہ وقد اورد اکابر اہل الحدیث
فی مصنفاتہم انتہی اور زیلعی نے کہا حدیث قلتین ضعیف ضعّفہ جماعۃ المحدثین حتی قال البیہقی
من الشافعیۃ انہ غیر قوی وترکہ الغزالی والرویانی مع شدۃ اتباعہما للشافعی
رحمہ اللہ لضعفہ یعنی حدیث قلتین کی ضعیف ہی ضعیف کیا اوسکو ایک جماعت نے محدثین کی یہان تک کہ کہا بیہقی نے
کہ وہ قوی نہیں اور ترک کیا اوسکو امام غزالی اور رویانی نے باوجود شدت اتباع اونکی کے واسطے امام شافعی رحمہ اللہ کے واسطے
ضعف اوسکے کے اور تمہید میں ہی ما ذہب الیہ الشافعی من حدیث قلتین مذہب ضعیف یعنی جس طرف
شافعی گئے ہین حدیث قلتین سے مذہب ضعیف ہی اور اسرار میں دبوسی کے ہی وہو حدیث ضعیف اور وہ حدیث ضعیف ہی
اور ان قولون مین ایک نظر ہی وہ یہ ہی کہ اس حدیث کا ضعف بسبب ضعف رجال کے ان لوگون نے مراد لیا ہی یا ضعف بسبب اضطراب کے
اگر ضعف بسبب اضطراب کے ہی تو مسلم ہی اور ضعف بسبب رجال کے ہرگز مسلم نہین کہا طحاوی نے خبر القلتین صحیح واسنادہ
ثابت یعنی خبر قلتین کی صحیح ہی اور اسناد اوسکی ثابت ہی اور کہا حاکم نے مستدرک مین صحیح علی شرط البخاری ومسلم
یعنی یہ حدیث صحیح ہی اوپر شرط بخاری اور مسلم کے اور کہا بیہقی نے ہذا اسناد صحیح موصول یہ اسناد صحیح ہی موصول ہی
اور صحیح کیا اوسکو دارقطنی وغیرہ نے اور کہا شیخ ابن القیم نے شرح ابی داود مین اما صحۃ سندہ فقد وجدت لان رواتہ
ثقات لیس فیہم مجروح ولا متہم وکلہم سمع بعضہم من بعض ولہذا صححہ ابن خزیمۃ والحاکم
والطحاوی وغیرہم یعنی صحت سند اوسکی تو پائی گئی اسواسطے کہ روایت کرنے والے اوسکے سب ثقہ ہین نہین ہی اونمین کوئی
مجروح اور نہ متہم اور سنا بعض اونکے نے بعض سے اور اسی واسطے صحیح کیا ہی اوسکو ابن خزیمہ اور حاکم اور طحاوی وغیرہم نے انتہی
البتہ اضطراب لفظی اسمین بہت واقع ہی اور وہ جو بعضے چالیس قلّون کی روایت جابر رضی اللہ عنہ سے محمد بن منکدر کی روایت سے نقل کی
بعض لوگون نے کہا ہی کہ جابر کہنا غلط ہی بلکہ صحیح عبد اللہ بن عمرو بن العاص ہی اور یہ غلطی قاسم عمری سے جو اوسکی اسناد مین ہی واقع ہوئی ہی
کیونکہ وہ ضعیف ہی ضعیف کیا اوسکو احمد اور بخاری اور یحیی بن معین وغیرہم نے کہا بیہقی نے اخبرنا ابو عبد اللہ الحافظ
قال سمعت ابا علی الدقاق یقول حدیث محمد بن المنکدر عن جابر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم
اذا بلغ الماء اربعین قلۃ خطأ والصحیح عن محمد بن المنکدر عن عبد اللہ بن عمرو یعنی خبر دی مجھکو
ابو عبد اللہ حافظ نے او نہون نے کہا سنا مین نے ابا علی دقاق سے وہ کہتے تھے کہ حدیث محمد بن منکدر کی جابر رضی اللہ عنہ سے خطا ہی اور
صحیح محمد بن المنکدر سے انہون نے عبد اللہ بن عمرو بن العاص سے ہی انتہی اور عبد الرزاق نے مصنف مین روایت کیا اس حدیث کو
محمد بن منکدر سے انہون نے عبد اللہ بن عمرو بن العاص سے کہا عبد الرزاق نے اخبرنا الثوری ومعمر عن محمد بن المنکدر
عن عبد اللہ بن عمرو بن العاص اور بھی روایت کی یزید بن ہارون نے عاصم بن منذر سے کہا کہ داخل ہوا مین ساتھ عبید اللہ
بن عبد اللہ بن عمر کے ایک باغ کو کہ اوسمین پانی تھا اور اوسمین ایک کھال مردہ اونٹ کی پڑی تھی سو وضو کیا اوس سے مین کہا مینے

کیا وضو کرتے ہو تم اوس سے اور اوسمین ایک کمال مردہ اونٹ کی ہو سو حدیث بیان کی جسنے اپنے باپ سے اونھون نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ فرمایا آپنے جب پہونچ جاوے پانی برابر دو قلے کے یا تین کے نجس کریگا اوسکو کچھ اور روایت کی ابو بکر نیشاپوری نے کہا حَدَّثَنِي اَبُو حُمَيْدٍ الْمِصِّيْصِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ اَخْبَرَنِي لُوْطٌ عَنْ اَبِي اِسْحٰقَ عَنْ مُجَاهِدٍ اَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ قَالَ اِذَا كَانَ الْمَاءُ قُلَّتَيْنِ فَصَاعِدًا لَمْ يُنَجِّسْهُ شَيْءٌ یعنی فرمایا ابن عباس نے کہ جب ہو پانی قلتین یا زیادہ نجس کریگا اوسکو کچھ اور روایت کیا اوسکو ابو بکر بن عیاش نے اباں سے انھون نے ابو یحیی سے اونھون نے ابن عباس سے ایسا ہی قول اونکا اور ایک وجہ ترک کی اس حدیث کی یہ بھی ہے کہ قلے کے لغت مین بہت سے معنی ہین اور معلوم نہین کہ اس جگہ سے کونسے معنی مراد ہین قلے کے معنی لغت مین مشک کے ہین اور مٹکے کے اور چوٹی پہاڑ کے اور ہر چیز بلند کے اور معتبر اس مقام مین امام شافعی کے نزدیک دو قلے یعنی مٹکے ہجر کے ہین کہ نام ایک شہر کا ہے کہ وہان کے مٹکے بڑے بڑے ہوتے ہین اور اسکی تصریح حدیث مین آئی ہے جیسا کہ کہا شافعی نے اَخْبَرَنَا مُسْلِمُ بْنُ خَالِدٍ الزَّنْجِيُّ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ بِاِسْنَادٍ لَا يَحْضُرُنِي ذِكْرُهُ اَنَّهُ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ قَالَ اِذَا كَانَ الْمَاءُ قُلَّتَيْنِ لَمْ يَحْمِلْ نَجَسًا وَقَالَ فِي الْحَدِيْثِ بِقِلَالِ هَجَرَ قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ رَاَيْتُ قِلَالَ هَجَرَ فَالْقُلَّةُ تَسَعُ قِرْبَتَيْنِ اَوْ قِرْبَتَيْنِ وَشَيْئًا یعنی فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ہو پانی دو قلے نہ اوٹھاویگا نجاست کو اور کہا بیچ حدیث کے کہ قلے ہجر کے کہا ابن جریج نے دیکھا مینے قلون ہجر کو پس قلہ سماتا تھا دو مشکون کو یا کچھ زیادہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جتنے کچھ زیادہ کہنے کے موافق اڑھائی مشک کر لی واسطے احتیاط کے اور بعضون نے دو مشک اور تہائی رکھا ہے اور امام شافعی صاحب کے مذہب مین موافق دو قلون کے پانچ مشکین ہوئین اور مشک بحساب شرع کے پچاس سیر پانی ہے تو قلتین دو سو پچاس سیر پانی ہوا اور بعضون نے کہا ہے کہ مقدار ایک مشک کا سو رطل عراقی ہے اور رطل عراقی برابر ایک سے اٹھائیس سیر کے ہوتا ہے واللہ اعلم جاننا چاہیے کہ اس روایت کو اخراج کیا ابن عدی نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب کہ ہو پانی قلتین قلون ہجر سے نہین نجس کریگا اوسکو کچھ اور ضعیف کیا اوسکو ابن عدی نے اور کہا کہ یہ قول من قلال ہجر محفوظ نہین نہین ذکر کیا جاتا مگر اسی حدیث مین اور مغیرہ بن سقلاب کنیت اوسکی ابو بشر منکر الحدیث ہے علاوہ اسکے روایت کیا اسکو دارقطنی نے ایک سند سے کہ اوسمین ابن جریج ہین اور قلال ہجر کا کچھ اوسمین ذکر نہین اور یہ جو امام شافعی نے روایت کی ہے اول تو خالی اسناد ہے دوسرے یہ کہ مسلم بن خالد زنجی شیخ امام شافعی کا قَالَ اَبُوْ حَاتِمٍ لَيْسَ بِذَاكَ الْقَوِيِّ مُنْكَرُ الْحَدِيْثِ لَا يُكْتَبُ حَدِيْثُهُ وَلَا يُحْتَجُّ بِهِ وَقَالَ الْبُخَارِيُّ مُنْكَرُ الْحَدِيْثِ وَقَالَ عَلِيُّ بْنُ الْمَدِيْنِيِّ لَيْسَ هُوَ بِشَيْءٍ وَقَالَ اَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ الْوَلِيْدِ كَانَ فَقِيْهًا عَابِدًا يَصُوْمُ الدَّهْرَ تُوُفِّيَ بِمَكَّةَ سَنَةَ ثَمَانِيْنَ وَمِائَةٍ وَكَانَ كَثِيْرَ الْغَلَطِ فِي حَدِيْثِهِ اِلٰى اٰخِرِ مَا قَالَ یعنی کہا ابو حاتم نے کہ وہ قوی نہین حدیث اوسکی خلاف روایت ثقات کے ہے نہین لکھی جائیگی حدیث اوسکی نہین حجت پکڑی جائیگی اوس سے اور کہا بخاری نے کہ حدیث اوسکی خلاف روایت ثقات کے اور کہا علی ابن المدینی نے کہ وہ کچھ نہین اور کہا احمد بن محمد بن الولید نے کہ وہ فقیہ عابد تھا روزہ رکھتا تھا ہمیشہ وفات کی بیچ مکے کے سن اسی اور سو مین اور بہت غلطی کرتا تھا حدیث مین اگر کوئی کہے کہ ثقہ کہا اسکو یحیی بن معین نے اور کہا ابن ابی حاتم نے مُسْلِمٌ الزَّنْجِيُّ اِمَامٌ فِي الْفِقْهِ یعنی مسلم زنجی امام ہے فقہ مین اور کہا ابن عدی نے کہ وہ حسن الحدیث ہے وغیر ذلک تو جواب اسکا یہ ہے کہ جب ضعیف کہین اوسکو لوگ مانند علی بن المدینی اور بخاری اور ابو حاتم اور امثال انکے تو ضعف اوسکا

بسبب ثقہ کہنے بعض لوگوں کے نہیں جاویگا اور اگر مانیے بھی تو بھی یہ حدیث بغیر اسناد کی ہے تو خصم تسلیم نہیں کریگا واللہ اعلم اور
کہا ابن جریج نے اَخْبَرَنَا مُحَمَّدٌ عَنْ يَحْيَى بْنِ عُقَيْلٍ اَخْبَرَهُ اَنَّ يَحْيَى بْنَ يَعْمَرَ اَخْبَرَهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا كَانَ الْمَاءُ قُلَّتَيْنِ لَمْ يَحْمِلْ نَجَسًا وَلَا بَأْسًا قَالَ فَقُلْتُ لِيَحْيَى بْنِ عُقَيْلٍ قِلَالُ هَجَرَ قَالَ قِلَالُ
هَجَرَ قَالَ فَاَظُنُّ اَنَّ كُلَّ قُلَّةٍ تَأْخُذُ قِرْبَتَيْنِ یعنی فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب ہو پانی دو مٹکے نہ اٹھاویگا
نجاست اور گندگی کو کہا محمد نے کہ پوچھا میں نے یحییٰ بن عقیل سے کہ مراد یہاں قلے ہجر کے ہیں کہا کہ قلے ہجر کے کہا کہ گمان کرتا ہوں میں کہ ہر قلہ سماتا
ہوگا دو مشکیں اور اس حدیث میں حضرت کا قول قلال ہجر نہیں ہے تو حجت نہوگا تو اس حدیث میں قلے کے معنی یہ معلوم ہوئے تو حدیث ضعیف
ہوگی جیسا کہ امام طحاوی نے کہا وَاِنَّمَا تَرَكْنَا ذٰلِكَ لِاَنَّا لَا نَعْلَمُ مَا الْقُلَّتَانِ یعنی ہمنے ترک کر دیا اس حدیث کو اس واسطے کہ ہم نہیں
جانتے کہ کیا ہیں قلے اور پوشیدہ نہ رہے کہ جس صورت میں چالیس قلوں کی حدیث پر عمل کیا جاویگا تو امام ابوحنیفہ صاحب کا
بھی مذہب متحقق ہو جاویگا کیونکہ جب یہ ٹھہرا کہ قلتین دو سو پچاس سیر پانی ہو موافق مجمل مختار کے تو چالیس قلوں کا پانچ ہزار سیر
پانی ہوا جیسا کہ حساب سے معلوم ہو جاویگا اور اتنے پانی میں حوض دہ در دہ اور پانی موافق ایک بالشت کے پورا ہو جاویگا سو
مشکوں میں تخمیناً ہمنے آزمایا نہیں گیا واللہ اعلم اور کہا شیخ ابن الہمام نے فتح القدیر میں هٰذَا تَلْخِيْصُ مَا ذَكَرَهُ الشَّيْخُ تَقِيُّ الدِّيْنِ فِي
الْاِمَامِ وَبِهِ تَرَجَّحَ ضُعْفُ الْحَدِيْثِ عِنْدَهُ اِلٰى اٰخِرِ مَا قَالَ یہ خلاصہ ہے اوسکا جو ذکر کیا اوسکو شیخ تقی الدین نے بیچ امام
کے اور اس سے مرجح ہوا ضعف حدیث کا نزدیک اونکے تو وجہیں ضعف کی اس حدیث میں کل دو ہیں ایک تو اضطراب لفظی دوسرے اشتراک اور باقی
اور جو ضعف لوگوں نے بیان کیے ہیں خالی ضعف سے نہیں جیسا کہ اوپر ہمنے بعض وجوہ کی طرف اشارہ بھی کیا ہے اور شیخ شمس الدین نے
شرح ابی داؤد میں اس بحث کی بہت تفصیل کی ہے جسکو دیکھنا ہو دیکھے یہاں تو سب امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب کا تھا اور دلیلیں
مذہب امام مالک کی بیان کرتے ہیں لیکن بطور اختصار تاکہ کتاب مطول نہو جاوے دلیلیں امام مالک کی یہ ہیں کہ روایت کی ابی داؤد اور ترمذی
نے ابی سعید خدری رضی اللہ عنہ سے کہ پوچھا لوگوں نے کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وضو کریں ہم کنوئیں بضاعہ سے اور اوس میں ڈالے
جاتے ہیں کپڑے حیض کے اور نجاستیں اور گوشت کتوں کے فرمایا آپ نے پانی پاک ہے نہیں کرتا اوسکو نجس کچھ اور ترمذی نے اس حدیث کو
کہا حدیث حسن اور امام احمد نے تصحیح اسکی کی ہے اور یہ حدیث اگرچہ مطلق ہے ظاہر میں تھوڑے پانی اور بہت میں لیکن الف لام حدیث میں جو
الماء میں ہے اشارہ ہے اوس کی طرف بیر بضاعہ کی خصوصیت کے علاوہ اسکے پانی بیر بضاعہ کا جاری تھا جیسا کہ محیط میں ہے وَالَّذِيْ رَوَاهُ
مَالِكٌ وَرَدَ فِيْ بِئْرِ بُضَاعَةَ وَمَاؤُهَا كَانَ جَارِيًا فِي الْبَسَاتِيْنِ یعنی اور جسکو روایت کیا اوسکو مالک نے وارد ہے بیر بضاعہ
میں اور پانی اوسکا جاری تھا باغوں میں اور فتح القدیر میں ہے کہا رَوَاهُ الطَّحَاوِيُّ عَنْ اَبِيْ اُمَيَّةَ عَنْ اَبِيْ عَبْدِ اللّٰهِ مُحَمَّدِ
بْنِ شُجَاعٍ الثَّلْجِيِّ بِالْمُثَلَّثَةِ عَنِ الْوَاقِدِيِّ قَالَ كَانَتْ بِئْرُ بُضَاعَةَ طَرِيْقًا لِلْمَاءِ اِلَى الْبَسَاتِيْنِ وَهٰذَا تَقُوْمُ
بِهِ الْحُجَّةُ عِنْدَنَا اِذَا وَثَّقْنَا الْوَاقِدِيَّ اَمَّا عِنْدَ الْمُخَالِفِ فَلَا لِتَضْعِيْفِهِ اِيَّاهُ اِلٰى اٰخِرِهٖ یعنی جیسے
روایت کی طحاوی نے ابن شجاع ثلجی سے ابو عبداللہ محمد بن شجاع ثلجی سے انھوں نے واقدی سے کہا انھوں نے کہ تھا کنواں بضاعہ کا
راستہ واسطے پانی کے طرف باغوں کے اور اس سے حجت قائم ہوگئی ہمارے نزدیک اور لیکن نزدیک مخالف کے تو نہیں واسطے ضعیف کہنے
اوسکے کے واقدی کو آخر تک اور روایت کی ابن ماجہ نے ابی سعید خدری رضی اللہ عنہ سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پوچھے گئے اون حوضوں سے جو درمیان

ف ۱ شیخ تقی الدین سے مراد شیخ تقی الدین ابن دقیق العید ہیں اور امام سے مراد کتاب الامام ہے ۱۲ منہ

مکہ شریف اور مدینہ طیبہ کے بیچ مین وارد ہوتے ہین اونپر درندے اور کتے اور گدھے آکر پہونچے گئے حضرت سے اون حوضون سے
سو فرمایا آپ نے کہ واسطے اونکے ہی جو اوٹھایا اونھون نے اپنے پیٹون مین اور واسطے ہمارے ہی جو باقی رہگیا پانی اور روایت کی ہی ابن ماجہ
جابر سے بھی ایسی ہی اور اوسمین یہ بھی ہی کہ اِنَّ الْمَاءَ لَا يُنَجِّسُهُ شَيْءٌ اور روایت کی ابن ابی شیبہ نے مصنف مین مانند اسکے کہا
ابن ابی شیبہ نے حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنْ عَاصِمٍ عَنْ عِكْرِمَةَ أَنَّهُ قَالَ مَرَّ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
بِغَدِيرٍ فَقَالُوا يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنَّ الْكِلَابَ تَلَغُ فِيهِ وَالسِّبَاعَ فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ لِلسِّبَاعِ مَا أَخَذَتْ
فِي بُطُونِهَا وَلِلْكِلَابِ مَا أَخَذَتْ فِي بُطُونِهَا فَاشْرَبُوا وَتَوَضَّؤُوا قَالَ أَبُو حَنِيفَةَ لَا بَأْسَ بِهِ إِذَا كَانَ عَشْرًا
فِي عَشْرٍ مَا لَمْ يَتَغَيَّرْ طَعْمُهُ وَرِيحُهُ وَلَوْنُهُ یعنی گذرے حضرت ایک گڑھے پر سو کہا اصحابہ رضی اللہ عنہم نے اے رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم تحقیق کہ کتے سونہہ ڈالتے ہین اوسمین اور درندے فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے واسطے درندون کے ہی جو لیا انھون نے
اپنے پیٹون مین اور واسطے کتون کے ہی جو لیا انھون نے اپنے پیٹون مین سو پیو اور وضو کرو کہا ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے نہین حرج ہی ساتھ
اوسکے جب کہ ہووے دہ در دہ جب تک کہ نہ بدلے مزہ اوسکا اور بو اور رنگ تو ان حدیثون سے امام مالک بھی تمسک نہین کر سکتے ہین کیونکہ
احتمال ہی کہ یہ سب گڑھے دہ در دہ ہون اور پانی کا جب رنگ یا مزہ یا بو بدل جاوے تو پھر اوس سے کسیکے نزدیک وضو جائز نہین کیونکہ
روایت کی ابن ماجہ اور دارقطنی نے ابی امامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ پانی نہین نجس کرتا ہی اوسکو
کچھ مگر جب کہ غالب ہو جاوے اوسکی بو پر یا مزہ پر یا رنگ پر کوئی چیز اور دارقطنی کا لفظ یہ ہی اِلَّا مَا غَلَبَ عَلَى رِيحِهِ وَطَعْمِهِ اور اسناد
مین اس حدیث کی رشدین بیٹا سعد کا ضعیف ہی ضعیف کیا اوسکو ترمذی وغیرہ رحمہم اللہ تعالی نے اور کہا شیخ ابن الہمام نے روایت کیا
اوسکو بیہقی نے اور دو طریقون سے کہ اون مین رشدین بن سعد نہین ایک طریق ابی امامہ سے انھون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ فرمایا حضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے اِنَّ الْمَاءَ طَاهِرٌ اِلَّا اَنْ يَتَغَيَّرَ رِيحُهُ اَوْ طَعْمُهُ اَوْ لَوْنُهُ بِنَجَاسَةٍ تَحْدُثُ فِيهِ یعنی پانی پاک
ہی مگر یہ کہ بدل جاوے مزہ اوسکا یا بو یا رنگ ساتھ نجاست کے کہ حادث ہووے اوس پانی مین اور دوسرے طریقے مین ہی اَلْمَاءُ لَا يُنَجِّسُ
اِلَّا مَا غَيَّرَ طَعْمَهُ اَوْ رِيحَهُ یعنی پانی نہین نجس ہوتا ہی مگر یہ کہ بدل جاوے مزہ یا بو اوسکی کہا بیہقی نے وَالْحَدِيثُ غَيْرُ قَوِيٍّ
یعنی یہ حدیث قوی نہین حاصل کلام یہ ہی کہ اس استثنا کی حدیث قوی نہین آئی ہی واللہ اعلم اور حدیث اَلْمَاءُ طَهُورٌ کو روایت کیا
بغوی نے اَخْبَرَنَا اَبُو الْقَاسِمِ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مُحَمَّدٍ الْخِرَقِيُّ اَنَا اَبُو الْحَارِثِ طَاهِرُ بْنُ مُحَمَّدٍ الطَّاهِرِيُّ
حَدَّثَنَا اَبُو مُحَمَّدٍ الْحَسَنُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ حَكِيمٍ نَا اَبُو الْمُوَجِّهِ مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ الْمُوَجِّهِ ثَنَا صَدَقَةُ بْنُ
الْفَضْلِ اَنَا اَبُو اُسَامَةَ عَنِ الْوَلِيدِ بْنِ كَثِيرٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ كَعْبٍ الْقُرَظِيِّ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ
بْنِ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ عَنْ اَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قِيلَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
اَنَتَوَضَّأُ مِنْ بِئْرِ بُضَاعَةَ وَهِيَ بِئْرٌ تُلْقَى فِيهَا الْحِيَضُ وَلَحْمُ الْكِلَابِ وَالنَّتْنُ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْمَاءَ طَهُورٌ لَا يُنَجِّسُهُ شَيْءٌ اور معنی اس حدیث کا اوپر گذرے اور ایک
جواب بعض لوگون نے یہ دیا ہی کہ یہ حدیث ضعیف ہی کیونکہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ اسکو لائے نہین اور نا چار ذکر کیا
قول زہری کا قَالَ الزُّهْرِيُّ لَا بَأْسَ بِالْمَاءِ مَا لَمْ يُغَيِّرْهُ طَعْمٌ اَوْ رِيحٌ اَوْ لَوْنٌ یعنی کہا زہری نے

کا ہمین جو ساتھ اوسکے جب تک کہ نہ بسے اوسکا ترجا ہو یا نگ اور یہ جواب ضعیف ہے کیونکہ جائز ہے کہ یہ حدیث صحیح ہو حضرت امام کے نزدیک
چاہیے بخاری رحمۃ اللہ علیہ انہین بات لاتے علاوہ اسکے احتمال ہے کہ مقصود بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر کرنا حدیث کا مع الاستنجا
اور حدیث مع الاستنجا ضعیف ہے اور یہ کیا ضرور ہے کہ جو حدیث بخاری رحمۃ اللہ علیہ لائے ہون تو وہ ضعیف ہو واللہ اعلم اور حاصل
ان سب تحقیقات کا یہ ہے کہ مذہب حنفیون کا اس باب مین بہت ہی قوی ہے پر عمل حتی المقدور کرنا چاہیے تو اس مقام کو تامل سے
دیکھو اور جلدی نکر تا کہ ظاہر ہو حقیقت حال کی واللہ اعلم ص مگر یہ کہ دہ در دہ ہو اور نہ کھل جاتی ہو زمین چلو لینے سے تو حکم
اوسکا حکم پانی جاری کا ہے تو اگر اتنا پانی ہے کہ چلو لینے مین زمین کھل جاتی ہے اوسمین بھی اگر نجاست پڑیگی تو وضو جائز نہوگا
مگر اوس جگہ پر جہان نجاست ظاہر ہووے تو اگر نجاست دہ در دہ پانی مین دکھلائی دیتی ہے نہ وضو کرے مقام نجاست مین
بلکہ دوسری جانب سے اور اگر دکھلائی نہین دیتی وضو کرے سب جا سے اور جہان پانی مستعمل گرتا ہو وہان بھی وضو جائز نہین
مگر اگر حوض دہ در دہ ہو ف اسجگہ پر محشی رحمۃ اللہ علیہ نے اعتراض کیا ہے اور جواب اوسکا شرح وقایہ عربی مین مذکور ہے
لیکن اصح یہ بات ہے کہ دہ در دہ کی تقدیر متاخرین نے واسطے عوام کے کر دی ہے اور معتبر یہ ہے کہ وضو کرنے والے کی راے جو ہو اوسپر
عمل کرے تو اگر اوسکا گمان یہ ہے کہ نجاست دوسری طرف نہین پہونچی ہے تو اوس سے وضو جائز ہے ورنہ نہین اور یہی صحیح ہے
جیسا کہ بیچ عنایہ وغیرہ کے ہے اور یہی ظاہر روایت ہے امام رحمۃ اللہ علیہ سے اور اسی کی طرف رجوع کیا امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے
اور تحقیق کیا بیچ بحر کے کہ یہی مذہب ہے اور اسی پر عمل کیا جاویگا اور دہ در دہ کا اندازہ کرنا کچھ اصل شرعی کی طرف رجوع نہین کرتا اور
جو جواب صدر الشریعت نے دیا ہے رد کیا گیا ہے یہ مضمون در مختار کا ہے اور دہ در دہ اوسکو کہتے ہین کہ ہر جانب سے دس گز ہو اور سب
ملا کر سو گز ہو جاتا ہے جیسا کہ اس نقشے مین ہے اور گز معتبر گز کرپاس کا ہے اور وہ سات مٹھی کا ہوتا ہے اور بعض لوگون نے
ہشت در ہشت کا اعتبار کیا ہے اور بعضون نے پانزدہ
در پانزدہ کا لیکن صحیح اول ہے ص

نقشۂ حوض دہ در دہ

١٠	٩	٨	٧	٦	٥	۴	٣	٢	١

فصل پانی مستعمل کے بیان مین

اور اسمین علما کے اختلافات ہین پہلا اختلاف اسمین یہ ہے
کہ پانی کو مستعمل کون چیز کر دیتی ہے شیخین کے نزدیک پانی
مستعمل ہو جاتا ہے حدث کے دفع کرنے اور یا نیت عبادت سے
تو اگر وضو کیا نے وضو نے بغیر نیت کے پانی مستعمل ہو جائیگا اور اگر پھر وضو کیا با وضو نے نیت سے تو بھی پانی مستعمل ہو جاویگا اور امام
محمد صاحب کے نزدیک فقط نیت عبادت سے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک فقط دفع حدث سے مگر دفع حدث تو ہوتا ہے وضو سے
اور وضو مین اونکے نزدیک نیت فرض ہے تو اب دفع حدث بھی بغیر نیت کے نہوگا دوسرا اختلاف یہ ہے کہ کس وقت پانی مستعمل ہو جاتا ہے
تو ہدایہ مین ہے کہ صحیح یہ ہے کہ جب گرا عضو سے مستعمل ہو گیا اور جامع صغیر مین ہے کہ جب گرا اور ایک مقام پر ٹھہر گیا جب مستعمل ہوا تیسرا
اختلاف اسمین یہ ہے کہ اوسکا حکم کیا ہے تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک نجس غلیظ ہے یعنی اگر برابر ایک درم کے کپڑے یا بدن مین لگیگا
نماز نہوگی اور امام ابو یوسف کے نزدیک نجس خفیف ہے اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک پاک ہے مگر پاک نہین کرتا نجس کو

ف یہی کو وہ مختار مین اختیار کیا ہی اور اسی کو اختیار کیا ہی مشائخ عراق نے اور محیط مین ہی کہ یہی مشہور ہی امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے بھی تو اب وضو اوس سے جائز نہوگا کیونکہ یہ پاک نہین کیا اگرچہ خود پاک ہی اور صاحب ہدایہ نے نجس ہونے پر دلیل لائے ہین اس حدیث سے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہ پیشاب کرے ایک تم مین کا اوس پانی مین جو جاری نہین اور نہ غسل کرے اوسمین جنابت سے اور اس حدیث کا بیان گذرا اور اس سے حجت پکڑنا ضعیف ہی کیونکہ اسمین یہ بات نکلتی ہی کہ غسل جنابت سے تھمے پانی مین جائز نہین کہ بہت تحریمی کراور پانی مستعمل کے نجس ہو جانے پر کچھ دلالت نہین واللہ اعلم ص اور امام مالک و امام شافعی رحمہم اللہ کے نزدیک تو ایک قول قدیم مین وہ پاک ہی اور پاک کرنا بھی ہی اور ہم کہتے ہین کہ اگر پاک ہوا اور پاک کرنے بھی تو جائز ہوگا سفر مین تیمم اوس سے پھر پھیا اوس سے اور اسکا کوئی قائل نہین ہوا

فصل دباغت کے بیان مین

ہر جانور کی کھال دباغت سے پاک ہو جاتی ہی مگر سور اور آدمی کی ف دباغت کے معنی آگے بیان ہونگے تو کتے کی بھی کھال پاک ہو جاویگی کیونکہ وہ بھی ماسوا ان دونون مین داخل ہی اور صاحب ہدایہ نے اسکی دلیل بیان کی ہی کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کھال کہ دباغت کیجاوے سو پاک ہو جاویگی اور اسمین کتا داخل ہی اور سور اسواسطے پاک نہین ہوتا کہ وہ نجس عین ہی بخلاف کتے کے کیونکہ اوس سے شکار کیا جاتا ہی اور نگہبانی کرائی جاتی ہی اور اس حدیث کو روایت کیا ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اور صحیح کیا اسکو عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے اور روایت کیا مسلم وغیرہ نے اس حدیث کو اس لفظ سے إِذَا دُبِغَ الْإِهَابُ فَقَدْ طَهُرَ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک کتے کی کھال دباغت سے پاک نہین ہوتی اور اس جگہ پر شیعہ اعتراض کرتے ہین حنفیون پر کہ وہ کتے کی کھال کو کہتے ہین کہ دباغت سے پاک ہو جاتی ہی اور جواب اوسکا تحفہ اثنا عشریہ کید صد و سوم مین مذکور ہی علاوہ اسکے من لا یحضرہ الفقیہ مین جو اونکے مذہب کی کتاب ہی ایک روایت لایا ہی کہ اگر کھال سور کی ایک ڈول بناوین اور اوس ڈول سے پانی کھینچین وضو اوس پانی سے جائز ہی تو اب دیکھنا چاہیے کہ کس کی کھال زیادہ نجس ہی یا کتے کی اور آدمی کی کھال پاک نہین ہوتی بسبب حرمت اوسکی کے ایسا ہی ہی ہدایہ مین کہا شیخ ابن الہمام رحمۃ اللہ علیہ نے کہ معنا مین یہ ہی کہ جب دباغت کیجاوے تو کھال آدمی کی پاک ہو جاویگی لیکن نفع لینا اوس سے جائز نہین اور حق میرے نزدیک یہی ہی کہ ناپاکی اور حرمت کو ناپاکی مین کیا دخل ہی البتہ انتفاع مین ہی تو انتفاع اوس سے جائز نہوگا اور مردہ جانور کی کھال بھی ہمارے نزدیک پاک ہو جاویگی کیونکہ روایت کی ابوداؤد نے ساتھ سند صحیح کے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اوسنے میمونہ رضی اللہ عنہا سے کہا میمونہ رضی اللہ عنہا نے ہدیہ کیا گیا واسطے ایک لونڈی آزاد ہماری کے ایک بکری صدقے سے سو وہ مر گئی تو گذرے اوس پر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سو فرمایا کیون نہ دباغت کیا تم نے کھال اوسکی کو سو کام لاتے اوس سے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ مردہ ہی فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ نہین حرام کیا گیا مگر کھانا اوسکا یعنی مردے کا کھانا حرام ہی نہ دباغت کرنا اور بھی روایت کی ابوداؤد نے ساتھ سند صحیح کے حضرت عایشہ رضی اللہ عنہا سے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم کیا یہ کہ فائدہ لیا جاوے ساتھ کھالون مردے کے جب دباغت کیجاوین اور روایت کی ابوداؤد نے سلمہ بن المحبق سے بھی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دباغت کرنا مردے کا پاک کرنا ہی اوسکو اور بھی روایت کی عالیہ بنت سبیع رضی اللہ عنہا سے اسی باب مین اور روایت کی دارقطنی نے عایشہ رضی اللہ عنہا سے کہا اونہون نے فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فائدہ لو ساتھ کھالون مردے کی جب دباغت کیجاوین مٹی ہو یا ریت یا نمک یا پانی جو کچھ ہو اور اس حدیث کی سند مین معروف بن حسان ضعیف مجہول ہی اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک کھال مردے کی دباغت سے پاک نہوگی کیونکہ روایت کی ابوداؤد اور ترمذی رحمہما اللہ نے

اور کہا کہ حسن ہے اور ابن ماجہ و نسائی نے عبد اللہ بن عکیم سے کہ پڑھی گئی ہم پر کتاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیچ زمین جہینہ
کے اور میں لڑکا جوان تھا یہ کہ نہ فائدہ اوٹھاؤ مردے سے ساتھ کھال اور پٹھے کے اور اس حدیث کی اسناد میں اضطراب ہے
اور اسی واسطے امام احمد رحمۃ اللہ علیہ قائل تھے پہلے ساتھ اس حدیث کے پھر ترک کیا اوسکو بسبب اضطراب اسناد اوسکی کے اور دوسرے
یہ کہ بعض نے کہا ہے اونمیں سے بیہقی ہیں کہ صحبت حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نہیں ہے واسطے عبد اللہ بن عکیم رضی اللہ عنہ کے اسیواسطے حدیث
مرسل ہے اگر کوئی کہے کہ روایت کیا اسکو ابو داؤد نے خالد رضی اللہ عنہ سے انھوں نے حکم بن عتیبہ رضی اللہ عنہ سے کہ وہ گئے اور لوگ ساتھ اونکے
طرف عبد اللہ بن عکیم کے کہا حکم نے کہ وہ داخل ہوئے اور بیٹھا میں دروازے کے سو نکلے میری طرف اور خبر کی مجکو عبد اللہ بن عکیم
نے خبر دی اونکو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لکھا طرف جہینہ کے قبل موت اپنی کے ایک مہینے یہ کہ نہ نفع لو مردے سے ساتھ
کھال اور پٹھے کے تو جواب اوسکا یہ ہے کہ جنسے حکم بن عتیبہ نے سنا وہ لوگ مجہول ہیں علاوہ اسکے عبد اللہ بن عکیم رضی اللہ عنہ کو
بعض لوگوں نے تابعی کہا ہے جیسا کہ اوپر گذرا اور دوسرا جواب یہ ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا اَنْ لَا تَنْتَفِعُوا
مِنَ الْمَيْتَةِ بِاِهَابٍ وَّلَا عَصَبٍ اور اہاب کھال کو قبل دباغت کے کہتے ہیں اور بعد دباغت کے عربی میں اوسکو شن
یا قربہ بولتے ہیں جیسا کہ سنن ابو داؤد میں ہے قَالَ النَّضْرُ بْنُ شُمَيْلٍ يُسَمّٰى اِهَابًا مَا لَمْ يُدْبَغْ فَاِذَا دُبِغَ لَا يُقَالُ لَهٗ اِهَابٌ
اِنَّمَا يُسَمّٰى شَنًّا وَّقِرْبَةً یعنی کہا نضر بن شمیل نے کہ اہاب جب تک کھال کی دباغت نہیں ہوتی ہے کہتے ہیں اور بعد
دباغت کے اوسکو شن اور قربہ کہتے ہیں انتہی اگر کوئی کہے کہ روایت کیا طبرانی نے اوسط میں اس حدیث کو اس لفظ سے
كُنْتُ رَخَّصْتُ لَكُمْ فِيْ جُلُوْدِ الْمَيْتَةِ فَلَا تَنْتَفِعُوْا مِنَ الْمَيْتَةِ بِجِلْدٍ وَّلَا عَصَبٍ یعنی میں نے رخصت دی تھی
تمکو بیچ کھالوں مردے کے سو نہ نفع اوٹھاؤ ساتھ کھال اور پٹھے کے اور اوس میں تو لفظ اہاب کا نہیں تو جواب اوسکا یہ ہے کہ سند میں
اس حدیث کی فضالہ بن مفضل ضعیف ہے اور زہری کا مذہب یہ ہے کہ دباغت کی بھی کچھ حاجت نہیں بلکہ قبل دباغت کے بھی فائدہ اوٹھانا
اوس سے درست ہے اور یہ مذہب مخالف احادیث صحیح کے ہے کیونکہ حدیثوں میں دباغت کی قید واسطے طہارت کے لگی ہے واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع
والمآب ص اور دباغت کہتے ہیں نجاست دور کرنے کو کھال سے تو اگر دوا سے ہو مانند قرظ اور شل اوسکی کے تو ایسی
دباغت میں کھال پاک ہو جاویگی اور پھر کبھی اوسمیں نجاست نہیں آتی اور اگر خاک یا آفتاب سے ہو تو اوس صورت میں جب تک کھال
سوکھی رہتی ہے پاک رہتی ہے اور پھر اگر اوسکو پانی پہونچے تو اسمیں امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے دو روایتیں ہیں ایک روایت میں نجس ہو جاتی
ہے اور دوسری روایت میں نجس نہیں ہوتی اور امام ابی یوسف کے نزدیک اگر ایسی آفتاب سے سوکھی ہے کہ اوسکے چھوڑ دینے سے سڑ جاویگی تو
پھر نجاست اوسکی نہ لوٹے گی اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ کھال مردے کی اگر سوکھ جاوے اور پھر پڑے پانی میں نجس
نہو گی آٹا نہ خشک کا اگر کوئی اوسکو لیے نماز پڑھتا ہو تو صحیح یہ ہے کہ جائز ہے اور وہ پاک ہے تر ہو یا خشک وہ جانور ذبح کیا ہوا ہو
ف در مختار میں اسی کو اختیار کیا ہے اور یہی صحیح ہے ص جسکی کھال دباغت سے پاک ہوتی ہے اوسکی کھال بھی اور
گوشت ذبح سے پاک ہوتا ہے خواہ مسلمان ذبح کرے یا اہل کتاب ف جیسے یہود اور نصاری تو مشرک کا ذبح کیا ہوا پاک نہو گا
ص مگر قصداً اللہ کے نام کو چھوڑ دے ف اور اگر بھولے سے چھوڑ دیویگا تو پاک ہو جاوے گا ص اگرچہ گوشت
اوسکا کھایا نہ جاتا ہو یعنی حرام ہو اور جسکی کھال دباغت سے پاک نہیں ہوتی ذبح سے بھی پاک نہیں ہوتی ف یہ جو کہا ہے کہ

گوشت اوس جانور کا جو کھایا نہیں جاتا ذبح کرنے سے پاک ہو جاویگا اسپر فتوی نہیں بلکہ فتوی اس پر ہے کہ کھال اوسکی پاک
ہو جاتی ہے اور گوشت نہیں پاک ہوتا جیسا کہ در مختار میں ہے هٰذَا اَصَحُّ مَا يُفْتٰى بِهِ كَذَا قَالَ فِي الْفَيْضِ الْفَتْوٰى
عَلٰى طَهَارَتِهِ یعنی صحیح یہ ہے جو فتوی دیا جاتا ہے ساتھ اوسکے اور اگرچہ کہا فیض میں کہ فتوی اوپر پاکی اوسکے کے ہے اور فتح القدیر
میں ہے کہ یہی صحیح ہے اور اسی کو اختیار کیا ہے شارحین نے مانند صاحب عنایہ اور صاحب نہایہ کے **ص** پانچ چیزیں
مردے کی پاک ہیں بال اور ہڈی اور کھر اور سینگ اور پٹھے اور آدمی کے بال اور ہڈی بھی پاک ہے **ف** کیونکہ روایت کی دارقطنی
نے عبید اللہ بن عبد اللہ بن عباس رحمۃ اللہ علیہم سے کہ حرام کیا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مردے سے گوشت اوس کا
لیکن کھال اور صوف سو نہیں ہے حرج ساتھ اوسکے اور ضعیف کیا اوسکو ساتھ ضعف عبد الجبار بن مسلم کے اور یہ ممنوع ہے کیونکہ
ذکر کیا اونکو ابن حبان نے ثقات میں سو حدیث درجہ حسن سے نہیں اوترتی پھر نکالا اوسکو دارقطنی نے ابی بکر ہذلی سے انھوں نے
عبید اللہ بن عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہم سے کہا انھوں نے سنا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ فرماتے تھے قُلْ لَا اَجِدُ
فِيْمَا اُوْحِيَ اِلَيَّ مُحَرَّمًا عَلٰى طَاعِمٍ يَّطْعَمُهٗ اَلَا كُلُّ شَيْءٍ مِّنَ الْمَيْتَةِ حَلَالٌ اِلَّا مَا اُكِلَ مِنْهَا فَاَمَّا الْجِلْدُ
وَالْقُرُوْنُ وَالشَّعْرُ وَالصُّوْفُ وَالسِّنُّ وَالْعَظْمُ فَكُلُّهٗ حَلَالٌ لِاَنَّهٗ لَا يُذَكّٰى یعنی لیکن کھال اور سینگ
اور بال اور صوف اور دانت اور ہڈی سو کل اوسکا حلال ہے اسواسطے کہ وہ تذکیہ نہیں کیے جاتے اور کہا دارقطنی نے
کہ ابو بکر یہ متروک ہے اور بھی روایت کی دارقطنی نے ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ نہیں حرج ہے ساتھ
مسک مردہ کے اور نہیں حرج ہے ساتھ صوف کے اور بال اور سینگ اوسکے کے جب دھو لیا جاوے ساتھ پانی کے اور ضعیف کیا اوسکو
ساتھ ابی یوسف بن ابی السفر کے اور روایت کی بقیہ نے عمرو بن خالد سے انھوں نے قتادہ سے انھوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے کہ حضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کنگھی کرتے تھے ساتھ عاج کے روایت کیا اسکو بیہقی نے اور حق یہ ہے کہ عاج سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کنگھی کرتے تھے
اور روایت ہے ثوبان رضی اللہ عنہ سے کہ خریدا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے واسطے فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ایک ہار عصب سے اور دو کنگن عاج کے
اور اوسکی اسناد میں حمید اور سلیمان دونوں راوی مجہول ہیں اور ذکر کیا بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے تعلیقاً کہا زہری نے بیچ ہڈی مردے
کے مانند ہاتھی وغیرہ کے کہ پایا میں نے بہت لوگوں کو علمائے سلف سے کہ کنگھی کرتے تھے اوس سے اور تیل ڈالتے تھے اوس میں اور کچھ حرج
نہیں دیکھتے تھے اوس میں اور اسلاف زہری کے وہ صحابہ ہیں یا بڑے بڑے تابعین اور کہا حماد نے کہ نہیں حرج ہے ساتھ ریشوں مردے
کے اور کہا ابن سیرین اور ابراہیم نے نہیں حرج ہے ساتھ تجارت عاج کے اور روایت بقیہ کی اپنے شیوخ مجہولین سے ضعیف ہے اور امام شافعی
صاحب کے نزدیک یہ چیزیں نجس ہیں اور دلیل لاتے ہیں ساتھ حدیث ابن عمر کے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دفن کرو ناخون اور خون اور
بالوں کو اسواسطے کہ وہ مردہ ہیں اور جواب اسکا یہ ہے کہ اسناد میں اسکی عبد اللہ بن عزیز ہے کہا ابو حاتم نے کہ حدیثیں اوسکی منکر اور کذب ہیں
اور نہیں محل اوسکا صدق نزدیک ہمارے اور کہا ایسا ہی علی بن الحسین نے اور ایک حدیث یہ ہے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
کہ نہیں نفع لیا جاویگا مردے سے ساتھ کسی چیز کے اور یہ بھی حدیث ضعیف ہے واللہ اعلم **ص** اور جس شخص نے اپنے
ٹوٹے دانت کو اپنے مونہہ میں رکھ لیا اور نماز پڑھی نماز اوسکی جائز ہے اگرچہ درم سے زیادہ جاوے اور امام محمد کے نزدیک اگر درم
سے زیادہ ہوگا نماز نہیں درست ہوگی **ف** ہمارے نزدیک اسواسطے نماز جائز ہوگی کہ دانت ہڈی ہے اور ہڈی بالاتفاق پاک ہے

فصل کنوئین کے بیان مین

ف جاننا چاہیے کہ مسائل کنوئین کے مبنی ہین اتباع آثار تابعین اور صحابہ پر اور حدیثین صریح ہر مسئلے مین نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے نہین آئین اور قیاس کو بھی اسمین کچھ دخل نہین تو اب جو بعض جہلا اعتراض کرتے ہین حنفیون پر کہ صاحب منیۃ نے ڈول اوچھل جانا گرنے سے نکلنے تک کیا ہوا کیونکہ پانی تو اوسکا اب بھی اوسمین باقی ہے دفع ہو گیا اسواسطے کہ اس امر مین تابعداری اقوال صحابہ تابعین کی ہے اور وہ جو کہتے ہین کہ کیا کنوئین کے پانی سے طلائی اوتارا لاتے ہین سو ادبی ہے صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ اور تابعین رضی اللہ عنہم سے کیونکہ ہر مسئلہ ایسا نہین کہ اوسمین قیاس کو دخل ہو جیسے مثلاً قہقہہ کرنے سے وضو ٹوٹ جانا اسمین قیاس کو دخل نہین بلکہ جو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ماثور ہے اوسی طرح رکھا گیا اور امام شافعی صاحب کے نزدیک تو کنوئین مین کیسی ہی نجاست پڑے پانی پاک رہیگا کیونکہ جب پانی دو قلے برابر ہو تو نہین نجس کرتا اوسکو کچھ یہ اونکا مذہب ہے جیسا کہ اوپر بیان اوسکا تفصیل سے گذرا

ص اگر کنوئین مین نجاست پڑے یا کوئی حیوان مرجاوے اور پھول یا پھٹ جاوے یا آدمی یا بکری اور کتا مرجاوے تو سب پانی اوسکا کھینچ ڈالا جاویگا اگر ممکن ہو ف مطلب اسکا یہ ہے کہ کوئی حیوان اگر پھول یا پھٹ جاوے تو سب پانی کھینچنا واجب ہوگا اور اگر فقط مرجاوے تو اگر آدمی یا کتا یا بکری یا جو حیوان جثے مین انکے برابر ہین تو بھی سب پانی کھینچا جاویگا دلیل اس بات کی کہ نجاست گرنے سے سارا پانی کھینچا جاویگا یہ ہے کہ روایت کی ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ نے مصنف مین خالد بن سلمہ رحمۃ اللہ علیہ سے کہ پوچھے گئے حضرت علی رضی اللہ عنہ اوس چوہیا سے جو گرے کنوئین مین کہا کہ پانی اوسکا کھینچا جاویگا اور دلیل اسکی کہ اگر حیوان پھول یا پھٹ جاوے یہ ہے کہ اوس صورت مین نجاست اوسکے پیٹ مین ہے سب کنوئین مین پھیل جاویگی اور اسمین چھوٹا اور بڑا جانور سب برابر ہے اور دلیل اسکی کہ اگر آدمی مرجاوے تو سارا پانی نکالا جاوے یہ ہے کہ روایت کی دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ نے محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ سے تحقیق کہ ایک حبشی گر کنوئین مین زمزم کے پس مر گیا سو حکم کیا ساتھ اوسکے عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے تو وہ نکالا گیا اور حکم کیا یہ کہ کھینچا جاوے پانی اوسکا کہا کہ پس مغلوب کیا اونکو ایک چشمے نے کہ آیا رکن کی طرف سے تو بند کیا گیا اوسے گزرون وغیرہ سے یہان تک کہ کھینچ ڈالا اوسکا پانی سو جب کھینچ چکے اوسکو جاری ہو گیا وہ چشمہ اوپر اونکے اور یہ حدیث منقطع ہے محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نہین سنا اور نہ دیکھا اونکو اور روایت کیا اوسکو ابن ابی شیبہ نے ہشیم سے اونھون نے منصور سے اونھون نے عطا سے اور یہ سند صحیح ہے اور روایت کیا اوسکو طحاوی نے صالح بن عبد الرحمن سے نا سعید بن منصور ثنا هشيم عن منصور عن عطاء ان حبشيا وقع في زمزم فمات فامر عبد الله بن الزبير فنزح ماؤها فجعل الماء لا ينقطع فنظر فاذا عين تجري من قبل الحجر الاسود فقال ابن الزبير حسبكم وهذا ايضا صحيح باعتراف الشيخ به في الامام یعنی کہا عطا نے کہ ایک حبشی گر پڑا بیچ زمزم کے سو مر گیا تو حکم کیا عبد اللہ بن زبیر نے سو کھینچا گیا پانی اوسکا تو پانی ایسا ہو گیا کہ ٹوٹتا ہی نتھا سو نظر کیا گیا تو دیکھا ایک چشمہ ہے کہ جاری ہے حجر اسود کی طرف سے تو کہا ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے کہ بس کافی ہے تمکو اور یہ بھی صحیح ہے ساتھ اقرار شیخ تقی الدین بن دقیق العید کے امام مین ایسا ہی ہے فتح القدیر مین اور وہ جو سفیان بن عیینہ نے کہا ہے کہ مین مکے مین ستر برس سے ہون نہ دیکھا مینے کسی بڑے چھوٹے کو کہ پہچانتا ہو حدیث زنجی کی کہ وہ گرا تھا زمزم مین تو اوسکا جواب یہ ہے کہ سفیان بن عیینہ کا نہ دیکھنا کچھ دلیل دین خدا مین نہین ہو سکتی ہے واسطے اوسکے کہ جب سند صحیح ہوا اور دلیل اس بات کی کہ جب بکری مرجاوے تو سارا

پانی نکالا جاویگا وہ یہی ہے جو اوپر گذری آدمی بکری کا پیشاب نجس ہے امام ابی یوسف اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک کیونکہ حضرت نے فرمایا
کہ بچو تم پیشاب سے اور یہ مطلق ہے شامل ہر جانور کے پیشاب کو اور اس حدیث کو روایت کیا حاکم نے ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اور کہا کہ
اوپر شرط بخاری اور مسلم کے ہے اور روایت کیا اسکو دارقطنی نے انس رضی اللہ عنہ سے اور بھی روایت کیا اسکو بزار نے عبادہ بن صامت
رضی اللہ عنہ سے اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک پیشاب ان جانورون کا جنکا گوشت کھایا جاتا ہے پاک ہے اور دلیل اونکی یہ ہے جو روایت
کی بخاری و مسلم نے کہ آئی ایک قوم عرینیین سے مدینے مین حضرت کے پاس تو اونکے جلندر ہو گیا تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم کیا کہ
باہر نکلیں اور صدقے کے اونٹون کا دودھ اور موت پیوین آخر حدیث تک اور جواب اسکا یہ ہے کہ یہ حکم اول اسلام مین تھا اور
یہ حدیث منسوخ ہے ساتھ اوس حدیث کے کہ جسکو حاکم نے روایت کیا ہے واللہ اعلم بالصواب اور دوا مین موت اون جانورون کا جو
حلال مین امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بیماری مین جائز نہین اور دلیل اونکی یہی حدیث ہے اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا کہ نہین رکھی گئی شفا تمھاری اوس چیز مین جو حرام کی گئی تمھارے اوپر اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک درست ہے پینا
اوسکا بے عذر کے بھی کیونکہ وہ اونکے نزدیک پاک ہے اور احتیاط اسمین ہے کہ اوسکو حتی الامکان نہ پیے اور امام ابی یوسف کے
نزدیک حلال ہے واسطے دوا کے اگر اور دوا پاک موجود نہو اور یہی قول صواب ہے اور تاویل اوس حدیث کی جس سے امام محمد
رحمۃ اللہ علیہ دلیل لاتے ہین یہ ہے کہ حضرت نے شفا اونکی پیشاب سے اونٹون کے وحی سے پہچانی ہو گی واللہ اعلم بالصواب **ص**
اور اگر ممکن نہووے تو دو آدمی جنکو پانی مین پہچان ہو معین کرین اور جتنا پانی بتاوین کھینچ ڈالا جاوے اور امام محمد رح کے نزدیک
دو سو ڈول یا تین سو کھینچین **ف** اور زاہدی مین ہے کہ اگر ایک آدمی صاحب بصارت ہو تو بھی کافی ہو جاویگا اور روایت ہے امام
ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے کہ سونپا جاویگا رائے مبتلیٰ پر اور ایک روایت مین اونسے سو ڈول کھینچنا چاہیے اور روایت ہے امام ابی یوسف
سے کہ ایک گڑھا بقدر کنوئین کے کھودین سوا اوسمین پانی بھرین جب وہ بھر جاوے تو پھر نہ کھینچین ایسا ہی ہے زاہدی مین اور امام محمد کے
نزدیک تین سو ڈول نکالے جاوین اور اسی پر فتویٰ ہے جیسا کہ بیچ نصاب کے ہے **ص** اور اگر کبوتر کے مثل یا مرغی کے مرجاوے چالیس ڈول اسکے
ساٹھ تک کھینچین **ف** کیونکہ روایت ہے ابی سعید رضی اللہ عنہ سے کہ کہا اونھون نے بیچ مرغی کے کہ جب مرجاوے کنوئین مین کھینچے جاوین
اوس سے چالیس ڈول ایسا ہی ہے ہدایے مین اور یہ حدیث مجکو نہین ملی کہ کسنے اسکو روایت کیا ہے لیکن روایت کی طحاوی نے شرح آثار مین
حماد بن سلیمان سے کہ کہا اونھون نے بیچ مرغی کے کہ پڑے کنوئین مین اور مرجاوے نکالے جاوین اوس سے چالیس ڈول یا پچاس پھر وضو کیا جاوے
اوس سے اور بلی بھی مانند مرغی کے ہے اور خزانۃ الفقہ مین ہے کہ پچاس ڈول نکالے جاوین جیسے کہ روایت کی ہمنے حماد بن سلیمان سے اور بھی روایت
کی شعبی سے کہ کہا اونھون نے بیچ پرندے اور بلی کے مانند اونکے مین نکالے جاوینگے چالیس ڈول اور اسناد اسکی صحیح ہے کہا اسکو امام عینی نے اور
روایت کی اونھی سے کہ نکالے جاوینگے ستر ڈول اور روایت کی عبد اللہ بن سبرہ سے اونھون نے شعبی سے کہا عبد اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہ مینے
پوچھا شعبی رحمۃ اللہ علیہ سے کہ مرغی کنوئین مین اگر مرجاوے کہا کہ نکالے جاوین اوس سے ستر ڈول اور روایت کی ابراہیم نخعی سے کہ
کنوئین مین اگر پڑ جاوے بلی یا اور مرجاوے کہا کہ نکالے جاوینگے چالیس ڈول واللہ اعلم **ص** اور اگر مانند چوہا یا چوہے کے مرجاوے تو بیس ڈول
سے تیس ڈول تک کھینچے جاوینگے **ف** کیونکہ روایت ہے انس سے کہا اونھون نے بیچ چوہے کے کہ مرجاوے کنوئین مین اور نکالا جاوے جس وقت
نکالے جاوینگے اوسمین سے بیس ڈول ایسا ہی ہے ہدایے مین اور یہ حدیث مینے نہین پائی اور روایت کی طحاوی نے شرح آثار مین

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بیچ کنوئیں کے کہ مر جاوے اوسمین چوہا کھینچا جاویگا پانی اوسکا اور بھی روایت کی ہے اونہونے اِذَا سَقَطَتِ الْفَارَةُ اَوِ الدَّابَّةُ فِی الْبِئْرِ فَانْزَحْهَا حَتّٰی یَغْلِبَکَ الْمَاءُ یعنی جب گرجاوے چوہا یا جانور چارپایہ بیچ کنوئیں کے کھینچ پانی اوسکا یہانتک کہ مغلوب کرے تجکو پانی اور روایت کی ابراہیم نخعی سے کہ اگر چوہا گرے نکالے جاوین اوسمین سے بقدر چالیس ڈول کے اور شعبی اور حماد اور ابراہیم یہ سب تابعین سچے ہین ص اور ڈول وسط کے ہون ف یعنی بیچ درمیانے کے بڑے نہ چھوٹے اور بیچ درمیانے کا ڈول اوسے کہتے ہین جو مستعمل ہو ہر شہر مین اور روایت کی امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے کہ ڈول ایسا ہو جسمین ایک صاع پانی آتا ہو یعنی پونے دو سیر یا دو سیر بحساب وزن ہندوستان کے اور اگر بڑا ڈول ہو تو حساب کرکے برابر کرین اور اگر ڈول پھٹا ہو تو کوئیں سے نکلنے تک اگر آدھا پانی رہجاتا ہے تو درست نہوگا اور اگر آدھے سے کم گرتا ہے تو جائز ہوگا جیسا کہ بیچ ایہی کے ہے کَذَا فِی جَامِعِ الرُّمُوْزِ ص اگر کوئیں سے نجاست نکلی یا حیوان مرا ہوا نکلا اور پھولا یا پھٹا نہین ہے اور معلوم نہین کہ کس وقت گرا ہے امام صاحب کے نزدیک اوسکی نجاست کا حکم ایک دن ایک رات سے کرینگے اور اگر پھولا یا پھٹا ہے تو نجاست کا حکم تین دن تین رات سے کیا جاویگا ف تو اول صورت مین ایک دن ایک رات کی نمازین پھر قضا کی جاوینگی اور دوسری صورت مین تین دن اور تین رات تک کی پھر جاوینگی اگر وہ شخص اوس پانی سے اتنے روز وضو کرتا ہو گا اور اسیسے نماز پڑھی ہو گی ص اور امام محمد اور ابو یوسف کے نزدیک جس وقت سے کہ وہ جانور یا وہ نجاست معلوم ہوئی اوسی وقت سے حکم نجاست کا کرینگے جھوٹا آدمی اور گھوڑے اور جن جانورونکا گوشت حلال ہے پاک ہے اور جھوٹا کتے اور سور اور درندون کا نجس ہے ف لیکن جھوٹا کتے کا تو اسواسطے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیچ کتے کے کہ اگر موہنہ ڈالے برتن مین دھویا جاوے تین مرتبے یا پانچ مرتبے یا سات بار روایت کیا اسکو دارقطنی نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اور کہا کہ متفرد ہوا ساتھ اس حدیث کے عبد الوہاب بن ضحاک اسمعیل سے اور وہ متروک ہے اور سوا عبد الوہاب کے روایت کرتے ہین اسمعیل سے سات بار دھو کو مین کہتا ہون کہ صحیحین وغیرہ مین ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سات بار دھونا روایت کیا گیا ہے اور تین بار کا لفظ منکر ہے اور خلاف روایت ثقات کے ہے اور روایت کی ہے دارقطنی نے ساتھ سند صحیح کے عطا سے فعل ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ کا کہ جب کتا موہنہ ڈالتا تھا برتن مین پانی بہادیتے تھے اوسکا پھر دھوتے تھے اوسکو تین بار اور روایت کیا ابن عدی نے کامل مین اس حدیث کو اور اسناد مین اوسکی حسین بن علی کرابیسی ہے کہا ابن عدی نے کہ نہین پایا ہون مین واسطے کرابیسی کے کوئی حدیث منکر سوا اسکے اور نہین دیکھتا ہون مین کچھ جرح ساتھ اوسکے حدیث مین اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک کتے کے موہنہ ڈالنے سے سات بار دھویا جاویگا کیونکہ روایت ہے صحیحین اور جامع ترمذی وغیرہم مین حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب موہنہ ڈالے کتا برتن تمہارے مین تو دھو ڈالو اوسکو سات بار اور احتیاط اسمین ہے کہ سات بار دھووے اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ ہر گاہ مختلف ہوئین حدیثین رجوع کیا ہمنے طرف اور نجاست کے تو دیکھا کہ تین بار دھونا اوسمین واجب ہے تو حکم کیا اسمین بھی ایسا ہی وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ اور جھوٹا سور کا اسواسطے نجس ہے کہ وہ نجس عین ہے اور جھوٹا درندون کا اسواسطے کہ گوشت اونکا نجس ہے اور اوسی سے لعاب پیدا ہوتا ہے کَذَا فِی الْهِدَایَةِ ص اور جھوٹا بلی اور اوس مرغی کا جو چھوٹی پھرتی ہے اور پرندون شکاری اور حشرات الارض کا مکروہ ہے ف لیکن پاک ہے بلی کا جھوٹا اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بلی کا جھوٹا مکروہ نہین کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بلی کا جھوٹا کھایا اور کہا کہ وہ نجس نہین اور وہ پھرنے والون مین ہے اوپر تمہارے اور تحقیق

دیکھا اپنے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کہ وضو کرتے تھے ساتھ نبیذ کے اوسکے کے روایت کیا اسکو ابو داؤد نے اور دلیل امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ
علیہ و امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی یہ ہی کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اَلسِّنَّوْرُ سَبُعٌ یعنی بلی درندہ ہی اور درندون کا جھوٹا مکروہ ہی روایت
کیا اسکو حاکم نے ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اور صحیح کیا اسکو اور روایت اسکو دارقطنی نے ساتھ ایک قصے کے اور دونون
سندون مین عیسی بن مسیب ہی تصحیح کیا اوسکو حاکم نے بسبب توثیق اوسکی کے اور ایک روایت مین ہی کہ فرمایا حضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے وَاِذَا وَلَغَ الْهِرُّ غُسِلَ مَرَّةً یعنی جب مونہہ ڈالے بلی تو دھویا جاوے ایک بار اخرجہ ابو داؤد
روایت کیا اسکو ابو داؤد نے اور مرغی چھوٹی ہوئی کا جھوٹا اسواسطے مکروہ ہی کہ وہ مخالطت کرتی ہی نجاست سے اور اگر چھوٹی ہو
بلکہ قید میں ہو اور چونچ اوسکی اوسکے قدم کے نیچے تک نہین پہونچتی ہو تو جھوٹا اوسکا مکروہ نہین اور حشرات الارض اونھین کہتے ہین جو
زمین مین رہتے ہین جیسے چوہا اور نیولا اور چھچھوندر وغیرہ اور جھوٹا اونکا اسواسطے مکروہ ہی کہ گوشت اونکا حرام ہی تو نجاست بسبب
حرمت کے بہنے کے باقی رہی کہ اوسمین حرج لازم آتا ہی اور کراہیت باقی رہی اور حکم اونکا یہ ہی کہ جائز ہی استعمال انکا اور جود دوسرے اچھے پانی ہونے
کے لیکن مع کراہت کے جیسا قاضی خان نے لکھا ہی ص اور جھوٹا گدہے اور خچر کا مشکوک یعنی اوسمین شک ہی کہ پاک ہی یا نجس تو اگر نہ پاوے
پانی سوا اسکے اور پانی نہ پاوے تو وضو اور تیمم دونون کرے اور جو مکروہ پانی ہی اوسمین فقط وضو کرے اور پسینا بھی تابع جھوٹے کے ہی
جسکا جھوٹا پاک ہی اوسکا پسینا بھی پاک ہی اور جسکا جھوٹا ناپاک ہی اوسکا پسینا بھی ناپاک ہی ص اگر سوا نبیذ تمر یعنی چھوہارے کے
پانی کے پانی نہ ملا امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک وضو اوس سے کرے اور تیمم نہ کرے ف کیونکہ روایت کی امام احمد اور ترمذی اور
ابو داؤد اور ابن ماجہ رحمہم اللہ نے ابی زید سے اونھون نے عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لیلۃ الجن کو
کہ تمھاری چھاگل مین کیا ہی ابن مسعود نے کہا کہ نبیذ ہی فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خرما پاک ہی اور پانی پاک کرنے والا ہی سو وضو کیا
حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اوس سے اور یہ قول روایت احمد اور ترمذی مین ہی اور سیوطی اس حدیث کو عبد الرزاق اور بیہقی
سے بھی لائے ہین اور روایت کیا اسکو ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے مصنف مین اور ترمذی نے تضعیف کیا اس حدیث کو اور کہا کہ
ابو زید ایک مرد مجہول ہی نہین پہچانا ہون مین اوسکو سوا اس حدیث کے اور میزان الاعتدال ذہبی مین ہی کہ بخاری نے
بھی اوسکی تضعیف کی اور کہا کہ ابو فزارہ کہ راوی اس حدیث کا ہی ابو زید سے وہ بھی مجہول ہی اور امام شافعی اور امام ابو یوسف
رحمۃ اللہ علیہما کے نزدیک نبیذ سے وضو اوس سے جائز نہین بلکہ تیمم کرے اور وہ یہ کہتے ہین کہ یہ حدیث ضعیف ہی اور اللہ تعالی نے فرمایا ہی فَلَمْ
تَجِدُوا مَاءً فَتَيَمَّمُوا الآیہ یعنی اگر نہ پاؤ تم پانی تو تیمم کرو آخر آیت تک اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہین کہ وضو اور تیمم دونون
کرے اور روایت کی دارقطنی نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کہ کہا اونھون نے وضو ساتھ نبیذ کے وضو اوسکا ہی جو پانی نہ پاوے اور ایسا ہی
مروی ہی حضرت علی اور ابن مسعود رضی اللہ عنہما سے اور روایت کی ابو داؤد نے اور مسلم نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے کہ نہ تھا مین ساتھ حضرت کے لیلۃ الجن مین
اور ہدایہ مین جواب اسکا یہ لکھا ہی قُلْنَا لَيْلَةُ الْجِنِّ كَانَتْ مُتَعَدِّدَةً یعنی لیلۃ الجن متعدد تھین اور دوسرا جواب اسکا
یہ ہی کہ مصنف ابن ابی شیبہ مین ہی کہ وہ ساتھ تھے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیلۃ الجن کو اور روایت کی ابن شاہین نے اونسے
اَنَّهُ قَالَ كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةَ الْجِنِّ اور روایت کیا ابو نعیم نے حلیہ مین ایک قصہ کہ اوس
سے ثابت ہوتا ہی کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ تھے ساتھ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیلۃ الجن مین اور ابو زید کا مجہول ہونے کا

یہ جواب ہی کہ کہا قاضی ابوبکر غزالی نے شرح نووی مین کہ ابوزید مولی عمرو بن حریث روایت کی اوس سے راشد بن کیسان عبسی کوفی نے
اور ابو روق نے تو اوس سے جہالت جاتی رہی اور ابو فزارہ کے مجہول ہونے کا جواب یہ ہی کہ کہا شیخ تقی الدین بن دقیق العید نے کہ تجہیل
ابو فزارہ مین نظر ہی کیونکہ روایت کیا ہی اوس سے اس حدیث کو ایک جماعت نے اہل علم سے مثل سفیان اور شریک اور جراح بن ملیح
اور اسرائیل اور قیس بن الربیع اور ابن عدی نے کہا ابو فزارہ راوی اس حدیث کا مشہور ہی اور نام اوسکا راشد بن کیسان ہی اور
ایسا ہی کہا دارقطنی نے اور رد جو بعض علما نے یہ قول شیخ تقی الدین سبکی کا ٹھہرایا ہی غلط ہی کیونکہ ابن الہمام نے یہ کہا ہی فقال
الشیخ التقی الدین فی الامام اور یعنی کہا شیخ تقی الدین نے امام مین اور امام کتاب ہی شیخ تقی الدین بن دقیق العید
کی نہ سبکی کی اور قاضی خان نے رجوع امام اعظم کا اس قول سے لکھا ہی اور شیعہ یہ جگہ جو طعن کرتے ہین امام ابوحنیفہ پر بیجا ہی کیونکہ اونکی
کتاب من لا یحضرہ الفقیہ مین لکھا ہی لا باس بالتوضی بالنبیذ لان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قد توضا بہ یعنی
نہین ہی حرج ساتھ وضو کرنے کے نبیذ سے اس واسطے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا ہی اوس سے اور رد اوسکی تفصیل سے کتب متنازعہ
فریقین مین مذکور ہی اور روایت کیا اس حدیث کو ابن ماجہ نے دوسرے طریق سے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے اور اسناد مین اوسکی ابن لہیعہ راوی
ضعیف ہی اور ایسا ہی ابن لہیعہ اور روایت کی ابوداؤد نے عطا سے کہ انھون نے مکروہ رکھا وضو کو ساتھ دودھ اور نبیذ کے اور کہا
کہ تیمم اچھا ہی نزدیک میرے اوس سے اور اصل امام ابوحنیفہ کے نزدیک نبیذ سے ایک روایت مین جائز ہی اور ایک روایت مین ناجائز
ہی کیونکہ کہا ابوخلدہ رضی اللہ عنہ نے کہ پوچھا مین نے ابو العالیہ سے اوس شخص سے کہ پہونچی اوسکو جنابت اور نہین ہی پاس اوسکے پانی
اور نزدیک اوسکے نبیذ ہی کیا وہ غسل کرے اوس سے کہا کہ نہین روایت کیا اوسکو ابوداؤد نے واللہ اعلم بالصواب ص
اور امام ابویوسف کے نزدیک تیمم کرے اور امام محمد کے نزدیک وضو اور تیمم دونون کرے اور یہ اختلاف اوس پانی
مین ہی جو شیرین اور رقیق ہو بہتا ہو مانند پانی کے اور اگر سخت ہو جاوے اور نشہ دینے لگے سب کے نزدیک اوس سے وضو جائز نہین

باب تیمم کے بیان مین

تیمم جائز ہی محدث یعنی بے وضو کو اور جنب اور حائض اور نفسا کو ف اور بعضون کا مذہب یہ ہی کہ جنب کو تیمم کرنا جائز نہین اور
یہی قول ہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا لیکن اکثر لوگون کا قول یہ ہی کہ جائز ہی اور یہی مذہب حدیثون کے موافق ہی اللہ تعالی نے فرمایا
او لامستم النساء یعنی یا جماع کرو تم ساتھ عورتون کے تو اس سے معلوم ہوا کہ جنب کو بھی تیمم جائز ہی لیکن حضرت عمر رضی اللہ تعالی
عنہ لمس کے معنی جماع کے نہین لیتے اور وجہ دلیل اسپر صاحب ہدایہ لاتے ہین کہ کچھ لوگ جنگل سے آئے طرف حضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کے سو کہا کہ ہم رہتے ہین ریتون مین تین مہینے چار مہینے اور ہوتے ہین ہم مین جنب اور حائض اور نفسا اور ہم
نہین پاتے پانی کو سو فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اوپر تمھارے ہی زمین پھر مارا ہاتھ اپنا اوپر زمین کے واسطے مونھ
اپنے کے ایک بار پھر مارا دوسری مرتبہ سو مسح کیا اوس سے اوپر دونون ہاتھون اپنے کے کہنیون تک روایت کیا اوسکو ابن جوزی
نے ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ضعیف ہی کیونکہ اسناد مین اس حدیث کے مثنی بیٹے صباح کے ہین کہا احمد اور رازی نے
کہ وہ کچھ نہین اور کہا نسائی نے کہ متروک ہی اور دلیل صحیح یہ ہی کہ روایت ہی جابر رضی اللہ عنہ سے کہ آیا ایک شخص طرف حضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کے اور کہا کہ پہونچی مجکو جنابت سو تحقیق کہ مین لوٹا زمین مین تو فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تیمم

دو ضرب ہین ایک ضرب ہو واسطے مونہہ کے اور دوسرا واسطے دونون ہاتھون کے کہنیون تک روایت کیا اسکو حاکم نے اور
کہا کہ صحیح الاسناد ہی اور نہین اخراج کیا اسکو بخاری و مسلم نے اور کہا دارقطنی نے رجالہ کلہم ثقات یعنی رجال اوسکے
سب ثقہ ہین اور جھگڑا کیا تھا عمار نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اسی باب مین اور روایت عمرو بن العاص سے ایسی ہی
جس سے معلوم ہوتا ہی کہ جنب کو تیمم جائز ہی جیسا کہ آگے آویگا ص جب کہ پانی پر قادر نہون یعنی اتنے پانی پر کہ طہارت کو
کافی ہو تو اگر جنب نے سوا فق وضو کے پانی پایا وضو اوسپر واجب نہوگا اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک واجب ہوگا اور غسل کے
لیے تیمم کرے لیکن اگر جنب کو حدث بھی ہو تو وضو واجب ہوگا سو تیمم واسطے جنابت کے ہی بالاتفاق اور جب کہ صرف وضو کیواسطے
اتنا پانی ہو کہ بعض اعضا دہوسکتا ہی اور بعض نہین دہو سکتا تو اوسمین بھی خلاف ہی ہمارے نزدیک تیمم کرے اور امام شافعی کے
نزدیک بعض کو دھو وے اور باقی کو تیمم کرے اور قدرت نہ پاوین یہ لوگ پانی پر واسطے دور ہونے پانی کے ایک میل ق
برابر ہین کہ مسافر ہون یہ لوگ یا شہر کے باہر ہون ص اور میل تیسرا حصہ فرسخ کا ہوتا ہی اور بعضون کے نزدیک تین ہزار
پانسو گز کا ہوتا ہی چار ہزار گز تک ف کیونکہ روایت ہی ابن عمر رضی اللہ عنہ سے کہ وہ چلے زمین اپنی سے بیچ جرف کے تو وقت
آیا عصر کا مربد نعم مین سو تیمم کیا اور مسح کیا مونہہ اپنے اور دونون ہاتھون کو اور نماز پڑھی عصر کی پھر داخل ہوئے مدینے کو اور
آفتاب بلند تھا سو نہ لوٹایا نماز کو روایت کیا اسکو شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اور جرف نام ایک مقام کا ہی اور مربد ایک میل پر ہی مدینہ طیبہ
سے ص یہ حکم ظاہر روایت کا ہی اور حسن کی روایت مین دو میل جانب توجہ مین ہووے تو تیمم جائز ہی یا ایک میل جانب
غیر توجہ مین ہو کہ آنے جانے مین دو میل ہو جاوین تو اوس صورت مین اگر جانب توجہ ایک میل ہوگا تیمم جائز نہوگا اور پہلی
صورت کے سوافق جائز ہوویگا ف اور مختار قول اول ہی ص وہ بیمار جسکو قدرت پانی کے استعمال کی نہین یا قدرت
ہی لیکن خوف زیادتی مرض کا ہی اوسکو تیمم جائز ہی اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جب تیمم جائز ہوویگا کہ خوف
تلف عضو کا ہووے ف کیونکہ اللہ تعالی نے فرمایا ہی وان کنتم مرضی الایہ یعنی اگر ہو تم بیمار اخیر تک سو
تیمم کرو مٹی پاک پر اور امام شافعی کا مذہب ظاہر نص سے دور ہی ص اور اگر استعمال پانی کا سردی کے ضرر کرتا ہو یعنی بیمار کر دیگا
یا جان یا کوئی عضو تلف کر دیگا تیمم جائز ہی ف اور یہ جب ہی کہ باہر شہر کے ہو اور اگر اندر شہر کے ہو تو بھی یہی حکم ہی امام صاحب
کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک تیمم نکرے ص اور تیمم جائز ہی دشمن کے خوف سے آگ یا درندے وغیرہ کے اور یہی
جائز ہی پیاس کے خوف یعنی اگر پانی سے وضو کریگا تو پیاسا رہیگا یا پانی کسینے نقط پینے کے واسطے مباح کیا ہی اور وضو
یا غسل کی اوسنے اجازت نہین دی تو اگر مسافر نے پانی پایا اور وہ جانتا ہی کہ یہ پانی فقط پینے کے واسطے رکھا گیا ہی تیمم اوسکو
جائز ہی مگر جب کہ پانی بہت ہو تو اوس سے معلوم ہوا کہ پینے اور وضو دونون کے واسطے ہی اور اگر پانی پایا اور وہ جانتا ہی
کہ یہ پانی وضو کے واسطے ہی پینا بھی اوسکا جائز ہی اور امام فضلی کے نزدیک اگر واسطے پینے کے ہی تو وضو جائز ہی اور اگر واسطے
وضو کے ہی پینا جائز نہین اور اسی طرح اگر ڈول یا رسی موجود نہو تو بھی تیمم جائز ہی ف اسواسطے ان صورتون مین تیمم
جائز ہی کہ قدرت پانی کے اوپر متحقق نہین ہوئی ص اگر نماز عید کی قضا ہونیکا خوف ہو درست ہی کہ تیمم کر کے نماز شروع کرے
اور یہ بالاتفاق ہی اور اگر نماز عید مین اوسکا وضو ٹوٹا اور جانتا ہی کہ اگر وضو کریگا نماز جاتی رہیگی تیمم سے بنا کرنا جائز ہی

جائز ہی عید کے لیے اور جنازے کے لیے اگرچہ ولی ہو اور خسوف ... مسنون ... جائز نہین
جائز نظر تیمم اس بیان ... اردو مین ... سے لکھا

امام ابوحنیفہ کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک تیمم نہ کرے اور اگر تیمم سے شروع کی تھی اور تیمم سے بنا کی سب کے نزدیک جائز ہے
اور اگر نماز جنازے کی فوت ہونے کا خوف ہو تو تیمم جائز ہے **ف** با وجود اسکے کہ صحیح او تندرست ہے اور پانی موجود ہے **ص** مگر ولی
کو جائز نہین **ف** یعنی اوس جنازے کا جو ولی ہو اوسکو تیمم جائز نہین اسواسطے کہ لوگ اوسکا خود انتظار کرینگے
ص اور اگر خوف فوتِ نماز جمعہ یا کسی ایک نماز کا پانچ نمازون مین سے ہو تو تیمم جائز نہین اور دو بار ہاتھ مارنا تیمم
مین فرض ہے ایک تو واسطے مسح کرنے مونھہ کے اور دوسرے واسطے مسح کرنے دونون ہاتھون کے مع
کہنیون کے **ف** اور یہی ہے قول امام شافعی صاحب کا بھی اور امام احمد کے نزدیک ایک بار ہاتھون کو مارے اور
اوس سے مسح مونھہ اور ہاتھ کا ہتھیلیون تک کرے دلیل ہمارے مذہب کی ایک تو حدیث جابر رضی اللہ عنہ کی ہے جو اوپر گذری اور
دوسری دلیل حدیث عمار بن یاسر کی ہے کہ حکم کیا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانون کو سو مارا ہتھیلیون اپنی کو اوپر مٹی کے
اور جھاڑا مٹی سے کچھ سو مسح کیا مونھہ اپنے کا ایک بار پھر مارا ہتھیلیون اپنی کو مٹی پر سو مسح کیا ہاتھون اپنے کو روایت کیا
اسکو ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ نے تیسری دلیل حدیث ابی ہریرہ کی ہے جو اوپر بروایت ابن الجوزی گذری اور سند اوسکی ضعیف ہے
اور چوتھی دلیل حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہ کی کہ ایک شخص گذرا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک گلی مین اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پاخانے
یا پیشاب سے نکلے تھے تو سلام کیا اوس شخص نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تو نہ جواب دیا اوسکو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
یہان تک کہ قریب ہوا وہ شخص کہ چھپ جاوے کسی گلی مین تو مارے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دونون ہاتھ اپنے اوپر دیوار کے
اور مسح کیا اونسے اپنے مونھہ پر پھر مارا دوسری بار سو مسح کیا ہاتھون اپنے کو کہنیون تک پھر جواب دیا سلام کا اوس شخص کو
اور فرمایا کہ جواب سلام دینے سے بے وضو ہونا مجھے مانع آیا تھا روایت کیا اسکو ابوداؤد اور ابن جریر طبری نے اور روایت کیا اس
حدیث کو طبری نے مختلف الفاظ سے اور حاصل اونکا یہی ہے اور یہ حدیث ضعیف ہے کیونکہ اسناد مین اسکی محمد بن ثابت ہے اور سنن ابوداؤد مین
قَالَ اَبُوْ دَاوٗدَ سَمِعْتُ اَحْمَدَ بْنَ حَنْبَلٍ يَقُوْلُ رَوٰى مُحَمَّدُ بْنُ ثَابِتٍ حَدِيْثًا مُنْكَرًا فِى التَّيَمُّمِ
قَالَ ابْنُ دَاسَةَ قَالَ اَبُوْ دَاوٗدَ لَمْ يُتَابَعْ مُحَمَّدُ بْنُ ثَابِتٍ فِىْ هٰذِهِ الْقِصَّةِ عَلٰى ضَرْبَتَيْنِ عَنِ النَّبِيِّ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَوَوْهُ فِعْلَ ابْنِ عُمَرَ یعنی کہا ابوداؤد نے کہ سنا مین نے امام احمد بن حنبل سے کہتے تھے کہ
روایت کی محمد بن ثابت نے ایک حدیث منکر تیمم مین کہا ابن داسہ نے کہا ابوداؤد نے کہ نہین متابعت کیا جاویگا محمد بن ثابت
بیچ اس قصے کے اوپر دو بار ہاتھ مارنے کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اور روایت کیا ہے اسکو لوگون نے فعل ابن عمر رضی اللہ عنہ کا انتہی اور اثر
ابن عمر رضی اللہ عنہ کا موقوفاً صحیح ہے اور پانچوین دلیل حدیث اسامہ کی اور وہ یہ ہے کہ دکھلایا مجکو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تیمم ایکبار
مارنا واسطے مونھہ کے اور دوسری بار مارنا واسطے دونون ہاتھون کے کہنیون تک روایت کیا اس حدیث کو طبرانی نے اور بھی
اخراج کیا اسکا ابن مردویہ وغیرہ نے اور سند مین اوسکی ربیع بن بدر ضعیف ہے لیکن وہ متعضد ہے حدیث عمار کی اور چھٹی دلیل حدیث
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تیمم دو بار ہاتھ مارنا ہے ایک بار واسطے مونھہ کے اور ایک بار واسطے
دونون ہاتھون کے کہنیون تک روایت کیا اسکو دارقطنی اور حاکم اور بیہقی نے اور اسناد مین اسکی حریش بن خریت ہے کہا ابو حاتم
نے کہ منکر یہ حدیث ہے ساتوین دلیل وہ ہے جو روایت کی حاکم اور بیہقی اور طبرانی اور دارقطنی وغیرہم نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے

جیسا کہ عایشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہی اور اسناد مین اوسکی علی بن ظبیان ہی ضعیف کیا اوسکو ابن معین اور قطان
نے اور کہا حاکم نے کہ وہ صدوق ہی اور روایت کی گئی ہی یہ حدیث طریق سلیمان بن داؤد سے اور وہ متروک ہی اور ...
جو روایت کی دارقطنی نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے کہ تیمم کیا ہمنے ساتھ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تو مارا ہمنے دونون ہاتھون
اپنے کو مٹی پاک پر پھر جھاڑا ہمنے ہاتھون کو سو مسح کیا ہمنے اوس سے مونھ اپنے کو پھر مارا ہمنے دوسری بار سو مسح کیا کہنیون سے
ہتھیلیون تک اور اسناد مین اسکی سلیمان بن ارقم متروک ہی تو یہ دلیل حدیث ابی امامہ کی ہی روایت کیا اسکو طبرانی نے اور
اسناد اوسکی ضعیف ہی اور امام احمد کی دلیل یہ ہی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عمار کے لیے کہ کافی تھا تجکو یہ اور مارا
حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ اپنا زمین پر پھر پھونکا اوسکو اور مسح کیا اوس سے مونھ اور دونون کف اپنے کو اور فرمایا حضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے تیمم مین ضَرْبَةٌ لِلْوَجْهِ وَالْكَفَّيْنِ یعنی تیمم ایک بار ہاتھ مارنا ہی واسطے مونھ اور کفین کے روایت کیا
ان دونون حدیثون کو امام احمد نے اور صحیحین مین بھی اس قسم کی حدیث ہی اور صحیح کیا اکثر محدثین نے اوسی طرف گئے ہین امام مالک رحمۃ اللہ علیہ
جیسا کہ کہا محلی شرح مؤطا مین اور بعض تفاسیر مین اور یہ قول مخالف ہی قول امام مالک کے مؤطا کی ہی کہ قَالَ يَحْيَى سُئِلَ مَالِكٌ
كَيْفَ التَّيَمُّمُ وَأَيْنَ يَبْلُغُ بِهِ فَقَالَ يَضْرِبُ ضَرْبَةً لِلْوَجْهِ وَضَرْبَةً لِلْيَدَيْنِ وَيَمْسَحُهُمَا إِلَى الْمِرْفَقَيْنِ
یعنی کہا یحیی نے کہ پوچھے گئے مالک رحمۃ اللہ علیہ کیفیت تیمم سے اور کہان تک پہونچاوے اوسکو کہا کہ مارے ایک بار واسطے مونھ کے
اور ایک بار واسطے دونون ہاتھون اپنے کے اور مسح کرے دونون ہاتھون کا کہنیون تک لیکن جواب اسکا یہ ہوسکتا ہی کہ یہ بیان
سنت کا ہی اور فرض اونکے نزدیک ایک بار ہاتھ مارنا ہی تیمم چاہیے کہ تیمم مع کہنیون کے کرے جیسا کہ اکثر احادیث مین جو اوپر گذرین
موجود ہی اور زہری کے نزدیک مونڈھون اور بغلون تک چاہیے اور یہ مذہب مخالف احادیث صحیحہ کے ہی اوسپر عمل نہین چاہیے
ص اور ترتیب ہمارے نزدیک شرط نہین لیکن استیعاب شرط ہی یہان تک کہ اگر کچھ تھوڑا سا باقی رہیگا اوسپر ہاتھ نہ پہونچے
تیمم جائز نہوگا ف کیونکہ تیمم قائم مقام ہی وضو کا تو جو حکم وضو کا ہی وہ تیمم کا بھی ہوگا ص اور اچھا طریق مسح کا اسطرح ہی
کہ چھنگلیا کی طرف سے تین انگلیان بائین ہاتھ کی لیکے مع ہتھیلی کے اوپر ظاہر سیدھے ہاتھ کی انگلیون کے سرون سے کہنیون تک کھینچے
بعد اوسکے انگلی شہادت اور انگوٹھے سے باطن ہاتھ کا مسح کرے انگلیون کے سرون تک اور اسی طرح پھر بائین ہاتھ
کو مسح کرے بعد اوسکے اگر انگلیون کے اندر غبار نہ پہونچا ہو تو خلال کرنا واجب ہی تو اب تیسری بار ہاتھ مارنا پڑیگا واسطے
خلال کے طرفین کے نزدیک جائز ہی تیمم اوس چیز سے کہ جنس زمین سے اور پاک ہو جیسے خاک اور ریگ اور پتھر اور سرمہ اور ہڑتال وغیرہ
جو زمین کی قسم سے ہین اگرچہ بغیر غبار کے ہون اور چاندی سونے کے ساتھ تیمم جائز نہین مگر جب گرد آلودہ ہون اور اسطرح گیہون
اور جو سے بھی جائز نہین مگر جبکہ گرد آلودہ ہون اور اوس جگہ جہان نجاست پڑی تھی اور وہ خشک ہو گئی تیمم جائز نہین اور نماز جائز ہی
ف نماز اسواسطے جائز ہی کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ذَكَاةُ الْأَرْضِ يُبْسُهَا یعنی زکوۃ زمین کی خشک ہونا ہی اور اسکا اور
یہ حدیث پہچانی نہین گئی اور تیمم اسواسطے جائز نہین کہ قرآن شریف مین طیب کی بھی قید ہی اور خبر واحد مقابل نص قطعی کے نہو گی
اور صحیح حجت پہونچا ہو اس حدیث سے جیسا کہ کہا بعض محققین نے عَنْ حَمْزَةَ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ كَانَتِ الْكِلَابُ تَبُولُ وَ
تُقْبِلُ وَتُدْبِرُ فِي الْمَسْجِدِ فِي زَمَانِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يَكُونُوا يَرُشُّونَ شَيْئًا مِنْ ذَلِكَ

رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَأَبُوْدَاوُدَ وَالْاِسْمٰعِيْلِيُّ فِيْ صَحِيْحِهٖ وَاَبُوْنُعَيْمٍ وَالْبَيْهَقِيُّ ترجمہ تھے کتے پیشاب کرتے
اور آتے جاتے تھے مسجد مین حضرت کے وقت مین پس پانی نہ ڈالتے کسی پر اسمین سے ص اور آلکھ سے بھی درست نہین امام ابو یوسف
کے نزدیک تیمم جائز نہین ہوتا مگر خاک اور ریگ سے اور امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک جائز نہین مگر خاک سے ف
دلیل امام ابو حنیفہ اور امام محمد کی یہ ہو کہ فرمایا اللہ تعالی نے فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا یعنی پس قصد کرو صعید طیب کا
اور صعید نام ہی روی زمین کا برابر ہی کہ مٹی ہو یا ریت یا کنکر پتھر وغیرہ کہا زجاج نے جو عالم ہی لغت کا لَا اَعْلَمُ خِلَافًا بَيْنَ
اَهْلِ اللُّغَةِ فِيْ ذٰلِكَ یعنی نہین جانتا ہون مین خلاف درمیان اہل لغت کے اوسمین اور اسیواسطے بیضاوی نے باوجود
اسکے کہ شافعی مذہب ہی معنی صعید کے مٹی نہین لکھے اور قاموس مین ہی اَلصَّعِيْدُ التُّرَابُ اَوْ وَجْهُ الْاَرْضِ صعید یا مٹی ہی
یا روی زمین اگر کوئی کہے کہ حسب صعید کے موافق تفسیر صاحب قاموس کے دو معنی ہین سو کہان سے معلوم ہوا کہ صعید سے اس جگہ مراد روی
زمین ہی تو جواب اسکا یہ ہی کہ فرمایا اللہ تعالی نے سورۂ مائدہ مین کہ نہین ارادہ کرتا ہی اللہ کہ کرے تمپر حرج اور تراب کی قید لگانے مین
حرج ہی اور حدیث سے بھی امام ابو حنیفہ کی دلیل ہی فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ گردانی گئی واسطے میرے زمین سب مسجد اور
پاک کرنے والی روایت کیا اسکو بیہقی نے سند صحیح سے ابی امامہ سے اور یہی مضمون صحیح مسلم اور جامع ترمذی اور طبرانی
مین ہی اور روایت کی امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے کہ جو شخص میری امت سے پاوے نماز کو سو نزدیک اوسکے مسجد اور پاک کرنے والی
اوسکی ہی اور روایت ابن جارود اور ابن المنذر مین ہی روایت انس رضی اللہ عنہ سے جُعِلَتْ لِيْ كُلُّ اَرْضٍ طَيِّبَةٍ مَسْجِدًا
وَطَهُوْرًا گردانی گئی واسطے میرے سب زمین پاک مسجد اور پاک کرنے والی اور دلیل امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ ہی کہ کہا
ابن عباس رضی اللہ عنہ نے صَعِيْدًا طَيِّبًا اَيْ تُرَابًا مُنْبِتًا یعنی مٹی اوگانے والی اور جواب یہ ہی کہ یہ حدیث پہچانی نہین گئی
کہا شیخ ابن حجر نے تخریج ہدایہ مین لَمْ اَجِدْهُ لٰكِنْ رَوَى الْبَيْهَقِيُّ وَابْنُ اَبِيْ حَاتِمٍ عَنْهُ اَطْيَبُ الصَّعِيْدِ اَرْضُ الْحَرْثِ
یعنی روایت کی بیہقی نے اور ابن ابی حاتم نے بھی ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کہ کہا انھون نے زیادہ پاک صعید مٹی کھیت کی ہی
اور اس سے معلوم ہوتا ہی کہ اور بھی مٹی پاک ہی وہی مطلوب اور امام ابی یوسف نے ریگ سے تیمم زیادہ کیا ہی اوس حدیث سے جو بروایت ابن
الجوزی اوپر گذری اور وہ حدیث ضعیف ہی وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ ص باوجود قدرت کے زمین پر غبار سے تیمم جائز ہی تو اگر کسینے جھاڑ
دی یا گیہون ناپے یا دیوار گرائی اور اوسکے ہاتھون اور منھ پر غبار جما اور پھر اوسنے اوسکے اوپر ہاتھ مل لیا تیمم درست ہوگیا اور
بغیر ہاتھ ملے درست نہوگا اور نیت تیمم مین فرض ہی اور امام زفر کے نزدیک فرض نہین اور اگر کسی شخص کو دو حدث ہون جیسے
جنابت اور حدث دونون کی نیت کرے اور ایک تیمم کافی ہو جاویگا اور اگر ایک کی نیت کرے دوسرے حدث سے کفایت نکریگا ف
نیت اسواسطے فرض ہی کہ تیمم قصد کے معنون مین ہی اور امام زفر کہتے ہین کہ تیمم قائم مقام وضو کے ہی سو جب وضو مین نیت فرض نہوئی تو تیمم
مین بھی فرض نہوگی اور جواب اسکا یہ ہی کہ خلف کو جمیع احکام مین مثل اصل کے ہونا ضرور نہین ص اگر کافر نے واسطے
اسلام کے تیمم کیا اور مسلمان ہوا تو نماز اوس تیمم سے درست نہین نزدیک طرفین کے اور امام ابی یوسف کے نزدیک نماز پڑھنا اوس تیمم
سے جائز ہی اور اگر کسینے تیمم کیا واسطے نماز جنازے یا سجدۂ تلاوت کے تو اوس تیمم سے فرض نمازون کا پڑھنا درست ہی اور اگر واسطے
قرآن شریف چھونے کے یا مسجد مین داخل ہونے کے تیمم کیا تو نماز اوس سے درست نہوگی بلکہ داخل ہونا مسجد کا اور چھونا قرآن کا

اوسكے ليے جائز ہو جاويگا اور اگر كافر نے نيت كركے وضو كيا اوسكے پھر مسلمان ہوا تو نماز اوس سے جائز ہوگی اور امام شافعی كے نزديك بغير نيت نہين اور اسيطرح اگر ساتھ نيت كے بھی كيا تب بھی خلاف ہو اور تيمم درست ہی نماز كے وقت مين اور وقت سے پيشتر بھی درست ہی اور امام شافعی كے نزديك قبل وقت كے درست نہين ف دليل ہماری يہ ہی كہ تيمم جب خليفہ مطلق ٹھہرا وضو كا تو قبل وقت كے بھی جائز ہوگا اور قول حضرت صلی اللہ عليہ وسلم كا كہ صعيد طيب پاك كرنے والی ہی واسطے مسلمان كے اور اگرچہ نہ پاوے پانی دس برس اوسكے اوپر دلالت كرتا ہی اور اس حديث كو روايت كيا ترمذی اور ابو داؤد اور ابن ماجہ وغيرہم نے ابو ذر رضی اللہ عنہ سے كہا ترمذی نے كہ يہ حديث صحيح ہی ص اگر دو برتنون مين پانی بھرا ہوا اور اونمين ايك كا پانی پاك اور دوسرے كا ناپاك ہی اور معلوم نہين ہوتا كہ نجس كون ہی اور پاك كون ہی تو اسصورت مين ہمارے نزديك تيمم كرے اور امام شافعی رحمۃ اللہ عليہ كے نزديك وضو كرے اگر ايك شخص نے پانی اپنے ساتھی سے مانگا اور اوسنے نديا تيمم اوسكو جائز ہی اور اگر بعد نماز پڑھنے كے ديا تو نماز جائز ہی نماز كو پھر نہ پڑھے اور تيمم اوسكا ٹوٹ جاويگا ف اور اگرچہ وقت نماز كا باقی ہو اور مذہب عطا اور طاؤس اور مكحول اور ابن سيرين اور زہری كا يہ ہی كہ نماز كا پھر لوٹانا واجب ہی اگر وقت باقی ہی دليل ہماری يہ ہی جو روايت كی ابو سعيد خدری رضی اللہ عنہ نے كہ دو شخص نكلے سفر مين اور وقت آيا نماز كا اور پانی اونكے پاس نتھا سو تيمم كيا صعيد طيب پر اور نماز پڑھلی پھر پانی پايا اون دونون نے اور وقت باقی تھا سو ايك نے اوسمين سے پھر پڑھی اور دوسرے نے نہ پڑھی اور آئے دونون حضرت صلی اللہ عليہ وسلم كی خدمت مين اور دونون نے يہ بات عرض كی سو فرمايا حضرت صلی اللہ عليہ وسلم نے اوسكو جسنے پھر نماز نہين لوٹائی تھی كہ پہونچا تو سنت كو اور جسنے پھر پڑھی تو اوسكو كہا كہ تجھے دوبارہ اجر ہی اخراج كيا اس حديث كو ابو داؤد اور نسائی اور حاكم اور دارمی نے ص اور اگر اوسنے اپنے رفيق سے پانی نمانگا اور تيمم نماز پڑھی امام اعظم رحمۃ اللہ عليہ كے نزديك نماز جائز ہوئی اور صاحبين كے نزديك نہين درست ہوئی اور ہدايہ مين ايسا لكھا ہی اور مبسوط مين ہی كہ اگر اوسنے بغير مانگے نماز پڑھی نماز درست نہوگی اور بھی مبسوط مين ايك جگہ لكھا ہی كہ اپنے رفيق سے پانی نمانگے مگر قول حسن بن زياد پر نہ مانگے كيونكہ مانگنا ذلت كی بات ہی اور اسمين حرج ہی اور تيمم واسطے دفع حرج كے ہی اور جواب اسكا يہ ہی كہ پانی وضو كا اكثر خرچ كيا جاتا ہی اور جو چيز كہ احتياج كی ہی اوسكے مانگنے مين كچھ ذلت نہين اور رسول اللہ صلی اللہ عليہ وسلم نے بہت حاجتين اپنی غير وقت مانگی ہين اور زيادات مين لكھا ہی كہ ايك شخص مسافر تيمم سے نماز پڑھ رہا ہی اور ديكھا اوسنے كہ ايك شخص كے پاس بہت سا پانی ہی اور اوسكو گمان غالب ہوا كہ نديگا يا شك ہوا تمام نماز پڑھ ليوے اور نہ توڑے اور جب كہ باہر نماز كے ديكھا تو بغير مانگے نماز پڑھنا اوسكو تيمم سے درست نہين اور اگر نماز كے اندر گمان غالب يہ ہوا كہ ديگا تو نماز توڑے اور پانی مانگے اور بھی زيادات مين ہی كہ اگر بعد فارغ ہونے كے نماز سے پانی اوس سے مانگا اگر اوسنے ديا تو نماز پھر پڑھے اور يا قيمت دستور كے موافق مانگے اور اوسكو اوسپر قدرت ہی پانی ليوے اور نماز پھر دوہراوے اور اگر اوسنے انكار كيا نماز اوسكی ہوگئی اور بعد انكار كے پھر اگر ديديا تو نماز كو پھر نہ پڑھے ليكن تيمم ٹوٹ جاويگا اور اگر اوسنے نماز مين پانی ديكھا اور گمان كيا كہ نديگا اور يا شك كيا اور توڑ ديا نماز كو تو اگر پانی ديا تو تيمم باطل ہو گيا اور اگر انكار كيا تو تيمم باقی ہی اور اگر گمان غالب ہی كہ ديگا اور پھر نماز نہ توڑی اور پوری پڑھلی پھر بعد نماز كے مانگا تو اگر ديا باطل ہوئی اور اگر انكار كيا تو نماز تمام ہوئی اور ايك تيمم سے فرض و نفل جو چاہے پڑھے ف يعنی ايك تيمم سے چاہے دو نمازين يا زيادہ فرض پڑھے ايك وقت مين يا كئی وقتون مين اور جتنے چاہے نفل پڑھے خواہ وہ نفل اوس فرض كی تبعيت مين ہون يا نہون امام شافعی

ف ايك كتاب كا نام ہی فقہ مين امام محمد كی ط زيادات امام محمد بن حسن شيبانی كی كتاب فقہ مين ہی عم فيض

رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ایک تیمم سے دو نمازیں پڑھنا جائز نہیں اور اسی طرح نفل بھی مگر جو فرض کی تبعیت میں ہو دلیل ہماری
یہ حدیث ہے کہ زمین پاک کرنے والی ہے مسلمان کی اگرچہ نہ پاوے پانی دس برس روایت کیا اسکو بہت ائمۂ حدیث نے جیسا کہ اوپر گذرا
اور امام شافعی دلیل پکڑتے ہیں قول ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مِنَ السُّنَّةِ اَنْ لَّا یُصَلِّیَ بِالتَّیَمُّمِ اَکْثَرَ مِنْ صَلٰوۃٍ وَّاحِدَۃٍ
یعنی سنت سے یہ بات ہے کہ نہ پڑھی جاوے ساتھ تیمم کے اکثر ایک نماز سے اَخْرَجَهُ الدَّارَقُطْنِیُّ وَالْبَیْهَقِیُّ رافعی نے کہا ہے کہ سنت
جب صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہی تو متعارف حدیث مرفوع کے ہے اور ایسا ہی ہے اثر حضرت علی رضی اللہ عنہ کا روایت کیا اسکو ابن ابی شیبہ
نے مصنف میں اور مروی ہے عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے کہ وہ تیمم کرتے تھے واسطے ہر نماز کے اور ایسا ہی فتوی دیتے تھے قتادہ روایت کیا
اسکو دارقطنی نے اور سے تھے ابن عمر رضی اللہ عنہ کہ تیمم کرتے تھے واسطے ہر نماز کے روایت کیا اسکو بیہقی نے اور جواب اسکا یہ ہے کہ ان میں سے
کوئی اثر صحیح نہیں ہوا کیونکہ اثر ابن عباس میں کہا ابن الجوزی نے کہ روایت کیا ہے ابو یحیی نے حسن بن عمارہ سے اور وہ دونوں متروک ہیں اور
کہا کہ حسن بہت ضعیف ہے اور اثر حضرت علی رضی اللہ عنہ میں حجاج بن ارطاۃ ہے ترک کیا اسکو عبدالرحمن بن مہدی اور یحیی بن سعید
قطان نے اور کہا احمد اور دارقطنی نے کہ حجت نہیں پکڑی جاوے گی اوس سے اور کہا یحیی بن معین اور نسائی نے کہ وہ قوی نہیں اور اثر عمرو بن عاص
رضی اللہ عنہ کا اوس میں انقطاع ہے اور اثر ابن عمر کا اسناد میں اوسکے عامر احول ہے ضعیف کیا اسکو احمد وغیرہ نے اور توثیق کی اوسکی
ابو حاتم نے اور مسلم نے پھر بھی معارض حدیث مرفوع کا نہیں ہو سکتا ہے کَذَا ذُکِرَ فِیْ بَعْضِ الْکُتُبِ اور بھی اسکا حمل استحباب
پر کر سکتے ہیں اور ابن عباس رضی اللہ عنہ کے قول کے موافق کہ سنت سے ہے یعنی واجب نہیں مستحب ہے علاوہ اسکے کہا مجد الدین فیروز آبادی
شافعی نے سفر السعادت میں وَلَمْ یُوْجَدْ فِیْ حَدِیْثٍ صَحِیْحٍ اَنَّهٗ یَتَیَمَّمُ لِکُلِّ فَرِیْضَةٍ تَیَمُّمًا جَدِیْدًا بَلْ اَمَرَ بِهٖ
مُطْلَقًا وَاَقَامَهٗ مَقَامَ الْوُضُوْءِ یعنی نہیں پایا مینے کسی حدیث میں کہ حضرت تیمم کرتے تھے واسطے ہر نماز کے بلکہ حکم
کیا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تیمم کا مطلقًا اور قائم کیا اوسکو مقام وضو کے انتہی اور روایت کی امام ابو حنیفہ نے حماد سے اونھوں نے
ابراہیم سے ایسا ہی اور یہی قول ہے حسن اور عطا کا ص جو چیز کہ وضو کو توڑتی ہے تیمم کو بھی توڑتی ہے اور پانی پانا اتنا کہ اوسکی طہارت کو
کافی ہو تیمم کو توڑتا ہے تو اگر اوس شخص نے موافق وضو کے پانی پایا اور وضو نکیا اور پھر باقی نرہا تو پہلا تیمم اوسکا ٹوٹ گیا اب دوسرا
تیمم کرے اور جنب نے اگر تمام بدن کو دھویا مگر پیٹھ اوسکی باقی رہی اور پانی ہو چکا بعد اسکے حدث ہو گیا اور دونوں حدث کے
لیے ایک تیمم کیا بعد اسکے اتنا پانی پایا کہ وضو اور پیٹھ دونوں کے دھونے کو کفایت کرتا ہے تیمم دونوں حدثوں کا باطل ہو گیا اور اگر اتنا ہے کہ
نہ وضو کو کفایت کرتا ہے نہ پیٹھ دھونے کو تیمم دونوں حدثوں کا باقی رہا اور اگر فقط غسل کو کفایت کرتا ہے غسل کے حق میں تیمم ٹوٹ گیا
اور وضو کے حق میں باقی ہے یا فقط وضو کے لیے کفایت کرتا ہے پیٹھ دھونے کو کفایت نہیں کرتا ہے وضو کے حق میں تیمم ٹوٹ گیا اور غسل کے
حق میں باقی ہے اور اگر اتنا پانی ہے کہ اوس سے فقط وضو ہو سکتا ہے یا فقط پیٹھ کا دھونا دونوں نہیں ہو سکتے تو چاہیے پیٹھ کو دھووے جو اوس
غسل میں باقی رہی تھی اب جو تیمم واسطے حدث کے تھا امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ٹوٹ گیا اب پھر تیمم کرے اور امام ابی یوسف
کے نزدیک وہی تیمم کافی ہے اور اگر اوسنے پہلے تیمم کر لیا حدث کا اور بعد اوسکے پیٹھ کو دھویا اسمیں بھی دو روایتیں ہیں ایک روایت میں
پھر تیمم کرے اور دوسری روایت میں وہ تیمم کافی ہو جاویگا اور اگر اوسنے اوس پانی سے پیٹھ کو نہ دھویا بلکہ پہلے وضو کیا جنابت کے حق میں
اوسکا تیمم ٹوٹ گیا دونوں روایتوں میں اب پھر تیمم کرے اور اگر مصلی نے دو تیمم کیے تھے ایک واسطے جنابت کے اور دوسرا واسطے حدث کے اور پھر پانی

اگر اتنا پایا کہ دونوں کے لیے کافی ہو دونوں تیمم ٹوٹ جاوینگے اور اگر ایک کے لیے بھی کافی نہیں کوئی تیمم نہ ٹوٹیگا اور اگر دونوں میں سے
ایک کے لیے کافی ہو پہلے جنابت کو دفع کرے اور باقی سب ایسی صورتوں میں یہی حکم ہے جیسا کہ ذکر کیا ۱۱ اور اگر مصلی نے
تیمم واسطے جنابت کے کیا اور پھر اوسکو حدث ہوا اور ابھی تیمم حدث کا نہیں کیا تھا کہ اوسنے پانی پایا اگر دونوں کے واسطے وافی ہو جنابت کا
تیمم ٹوٹ گیا اور غسل کرے وضو کرے اور اگر اتنا پانی ہو کہ کسی کے واسطے کافی نہیں جنابت کا تیمم باقی رہا اور حدث کے واسطے تیمم کرے
اور محیط میں یہ بات ہے کہ اوس پانی سے بعض بدن دھووے یا وضو کرے [illegible] ف چلپی نے اس مقام پر لکھا ہے کہ یہ پاک پانی کا
ضائع کرنا ہے جواب اسکا یہ ہے کہ ضائع کرنا نہیں ہے کیونکہ شاید آگے چلکے اوسنے تھوڑا سا پانی پایا کہ بقیہ بدن کو کفایت کرتا ہے تو
جنابت اوسکی جاتی رہیگی کیونکہ پہلے پانی سے بعض بدن دھو لیا تو یہ پانی کفایت نہیں کرتا تھا انتہی کلام فیہ ص اور اگر اتنا پانی پایا
کہ بقیہ کے واسطے کافی ہو دھووے اور جنابت کا تیمم ٹوٹ جاویگا اور حدث کے واسطے تیمم کرے اور اگر بقیہ کو کافی نہیں وضو کو کافی ہے
وضو کرے اور جنابت کا تیمم باقی رہیگا اور اگر دونوں میں سے ایک کے لیے کافی ہو تو جنابت میں جس جگہ باقی ہے اوسکو دھووے اور
حدث کے واسطے تیمم کرے اور اگر وضو کر لیا جائز ہے اور تیمم جنابت کا پھر کرے اور اگر پانی اوسنے موافق اوس جگہ کے دھونے کے
پایا لیکن پہلے اوسنے حدث کا تیمم کیا بعد اوسکے بقیہ دھوئی اب پھر تیمم حدث کا کرے یا نہ کرے اسمیں دو روایتیں ہیں زیادات کی
روایت میں پھر تیمم حدث کا کرے اور اصل کی روایت میں پھر نہ کرے اور اگر اوسکے بدن یا کپڑے پر ایک درم سے نجاست زیادہ ہو
تو پہلے نجاست کو دھووے اور جنابت کے لیے تیمم کرے مسئلہ اگر ایک شخص نے ایک جماعت کو کہ تیمم کرتی تھی پانی مباح کر دیا مثلاً کہدے
کہ اے جماعت تیمم کرنے والو یہ پانی تمہارے واسطے مباح ہے جونسا شخص تم میں سے چاہے اوس سے وضو کرے اور وہ پانی ایک شخص کے
وضو کے موافق ہے سب کا تیمم باطل ہو جاویگا تو اوس صورت میں جب ایک شخص اوس سے وضو کریگا سب لوگ پھر اپنا تیمم دوبارہ کرینگے
کیونکہ ہر شخص کو اکیلے ایک قدرت پانی پر ہو گئی تھی اور اگر کہے کہ اتنا پانی ہے تم سب کو دیا اور تم نے لے لیا تو کسی کا تیمم نہ جاویگا
کیونکہ اوس پانی میں سے ہر ایک کا حصہ ہو اور اتنا پانی نہیں جو سب وضو کریں تو گویا کسی نے پانی موافق اپنی طہارت کے نہ پایا پھر اگر وہ سب [illegible]
سارا پانی ایک شخص کو دیدیں امام ابوحنیفہ کے نزدیک تیمم اوسکا باطل نہوگا اور صاحبین کے نزدیک باطل ہو جاویگا اور تفصیل اوسکی کتاب
میں ہے اگر تیمم کرنے والا [illegible] کافر ہو جاوے معاذ اللہ تو تیمم اوسکا نہ ٹوٹیگا تو اگر پھر اسلام لاوے اور تیمم اوسکا باقی رہا اوس تیمم سے نماز پڑھے
اگر کسی شخص کو امید پانی ملنے کی ہو مستحب ہے اوسکو نماز کا تاخیر کرنا [illegible] اول وقت میں پڑھنے تا تیمم سے پڑھ لی اور پھر پانی پایا اور
وقت باقی ہے پھر نماز کا اعادہ نہ کرے اگر گمان ہو کہ پانی یہاں سے ایک میل سے تھوڑا ہے پانی کا ڈھونڈھنا واجب ہو جاویگا اور غلوہ یعنی [illegible] قدم
چار سو قدم تک [illegible] سے روایت ہے کہ اگر پانی اتنا دور ہو کہ پانی لانے سے قافلہ غائب ہو جاویگا تیمم
جائز ہے اور صاحب [illegible] نے اوسکو اچھا کہا ہے اور اگر مسافر کے اسباب میں پانی رکھا ہو اور وہ بھول جاوے اور تیمم سے نماز پڑھے
بعد پانی یاد آوے [illegible] امام ابو یوسف کے نزدیک پھر پڑھے اور یہ اختلاف اوس صورت میں ہے کہ جو
پانی کو خود یا غیر نے [illegible] رکھا ہو [illegible] تیمم اوسکا سب کے نزدیک جائز ہے اور
[illegible] اختلاف [illegible] ہیں اور اگر وضو کا [illegible] بدن کی طرف [illegible] تیمم جائز ہے
[illegible] اور اگر کسی شخص نے مصلی سے کہا کہ

تھے نے وضو کیا تو غسل کرے [illegible] تیمم اوسکو جائز ہے مگر جبکہ شخص چلا جاوے اور جانا جاتا ہے تا نکو پھر وضو سے پڑھنا چاہیے [illegible]

باب مسح موزون کے بیان مین

مسح موزونکا احادیث سے جائز ہے یعنی ثابت ہی اور قرآن شریف سے وضاحةً ثابت ہوا اور اس باب مین حدیثین بہت آئی ہین
صحیح مسلم مین حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسافر کے واسطے مسح کی مدت تین دن اور تین رات
مقرر کی اور مقیم کے واسطے ایک دن اور ایک رات اور صحیح ابن خزیمہ مین حضرت ابو بکرہ سے بھی ایسا ہی مروی ہی اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ
علیہ نے علامات اہل سنت مین مسح خفین کو داخل کیا ہی اور عقائد مین درج کیا ہی فرمایا وَنَمْسَحُ عَلَى الْخُفَّيْنِ فِي السَّفَرِ وَالْحَضَرِ
یعنی مسح کرتے ہین ہم اوپر موزون کے سفر اور حضر مین اور کہا امام صاحب نے کہ نہین حکم کیا مینے ساتھ مسح کے یہان تک کہ آیا
میرے پاس مانند روشنی دن کے دلائل ایسا ہی ہی سب انہیں سے مروی ہی اور اتفاق کیا اسپر ہر ایک نے بعد سے اور جو مسح موزونکا جائز نہین کہتا
وہ بدعتی ہی اور اس باب مین قریب [illegible] حدیث کے روایت ہی اور مشہور المعنی بعض لوگون نے اس حدیث کو گنا ہی تفصیل اسکی حاشیہ شیخ ابن الہمام
وغیرہ مین مذکور ہی جسکا جی چاہے ملاحظہ کرے اور یہان بسبب اختصار کے ترک کیا ص نے وضو کے واسطے حدث کے مسح
مسح درست ہو مگر یہ کہ جنبی ہو تو مسح جائز نہین ف کیونکہ روایت ہے صفوان بیٹے عسال سے کہا کہ تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم حکم کرتے تھے ہمکو جبکہ ہوتے تھے ہم مسافر یہ کہ نہ اتارین موزے اپنے تین رات اور تین دن تک مگر جنابت اور لیکن پیشاب اور پاخانے
اور سونے سے روایت کیا اسکو ترمذی اور نسائی رحمہما اللہ تعالی نے ص اور صورت اوسکی یہ ہے کہ جنبی نے تیمم کیا بعد اسکے اسکو حدث
ہوا اور اسکے پاس اتنا کے موافق پانی ہو اوسنے وضو کر کے موزہ پہنا بعد اوسکے موافق غسل کے پانی پایا اور غسل نکیا اور پھر پانی کم ہو گیا
پھر پانی بقدر وضو کے پایا سو اگر پھر تیمم کیا واسطے جنابت کے تو اگر حدث کرے تو وضو کرے اور موزہ اوتارے اور پھر پاؤن دھوے
اسواسطے کہ جنب کو مسح جائز نہین اور سنت مسح موزہ مین یہ ہے کہ تین انگلیان ہاتھ کی کشادہ کرکے پاؤن کی انگلیون کی طرف سے پنڈلی
سمت تک کھینچے اور اگر انگلیان کشادہ نکرے تین انگلیون سے مسح کیا جائز ہوا اگر پہلے ایک انگلی تر کی اور مسح کیا اور پھر تر کی اور
مسح کیا اور پھر تر کی اور مسح کیا اسی طرح تینون بار علیحدہ علیحدہ جگہ مسح کرے تو درست ہے لیکن اگر تینون بار ایک ہی جگہ کھینچا درست نہین
اور اگر انگوٹھے اور شہادت کی انگلی سے جبکہ کشادہ ہون مسح کیا جائز ہوا امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے [illegible] فرمایا آپ نے
کی انگلیون کا سرا [illegible] کے یا بغیر ہتھیلی کے پنڈلی تک کھینچے اور اگر انگلیون کے سرے سے مسح کیا درست نہین مگر [illegible]
تمام [illegible] جائز ہوا اسی طرح [illegible] انگلیون [illegible] درست ہو اور مسح
سنت [illegible] سے اور اگر ہتھیلی کی پشت سے مسح کیا جائز ہوا اور پھیر کر انگلیون کی طرف سے مسح شروع کرنا سنت ہے لیکن اگر
پنڈلی سے شروع کریگا درست ہو جاویگا اور اگر مسح کو بھول گیا اور مینہ کا پانی اسکے موزے کی پیٹھ پر پڑا مسح درست ہو گیا اور اسی طرح
اگر سر کا مسح بھول گیا اور پانی اسکے سر پر پڑا مسح درست ہوا اور اگر گھاس مین چلا اور ظاہر موزے کا تر ہو گیا گرم شبنم سے
جب بھی درست ہی اور یہی صحیح ہی اور مسح ظاہر موزہ پر کرے ف ظاہر موزے سے مراد پشت موزہ ہی اور باطن [illegible] نیچے موزے
کے [illegible] مسائل احادیث سے [illegible] اور روایت کی ابو داود نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا انہون نے [illegible]
اگر [illegible] نیچے موزے کا اولی مسح کرنے [illegible] اوپر کے سے اور امام شافعی اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہما [illegible]

اور موزے کے مسح کرنا واسطے ادا سے فرض کے ہی اور نہیں وضو کے واسطے اسکے صحت کے ہی اور جو حدیث اس باب مین مغیرہ بن شعبہ
رضی اللہ عنہ سے وارد ہی کہ وضو کیا مینے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو غزوہ تبوک مین مسح کیا آپ نے اوپر موزے کے اوپر نیچے اوسی موزے کے
روایت کیا اسکو ابوداؤد اور ترمذی اور ابن ماجہ نے ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث معلول ہی اور اتصال اوسکی سند کا مغیرہ تک
ثابت نہیں ہوا کہا ترمذی نے پوچھا مینے بخاری او ابوزرعہ سے اس حدیث کو دونون نے کہا کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہی اور ابوداؤد نے
بھی اسکو ضعیف کہا ہی اور بعض طرق مین امام احمد اور ابوداؤد کے وعلی ظاہرهما کا لفظ واقع ہی یعنی مسح کیا اوپر ظاہر موزون کے
ص اور موزہ ایسے کہتے ہین جو ٹخنے کو چھپا وے اور پیر کی جو چھوٹی اونگلیان ہین اونمین سے اگر تین اونگلیون کے برابر پیر
ظاہر ہوگا مسح درست نہیں اور اگر اوس سے کم ہو درست ہی اور اگر موزہ ڈھیلا ہو کہ اوسپر سے ٹخنے مین پاؤن دکھلائی دیتا ہو مسح
اوسپر جائز ہی اور جرموق پر مسح جائز ہی اور جرموق اوسے کہتے ہین جو موزے کے اوپر پہنے جاتے ہین واسطے حفاظت موزے کے
کیچڑ اور نجاست وغیرہ سے تو اگر چمڑے کے ہین یا مانند اوسکے اوپر مسح جائز ہی اگرچہ فقط جرموق ہون اور موزہ اوسکے نیچے نہو
اور اگر کپڑے کے ہین یا مانند اوسکے تو اگر اونکے تئین اکیلے بغیر موزون کے پہنا ہی مسح جائز نہیں اور اسیطرح اگر موزے بھی اوسکے نیچے
ہون تب بھی جائز نہیں لیکن اگر تری اوسکی موزے کو پہونچ جاتی ہو تو مسح جائز ہی تو اگر جرموق چمڑے کے ہین یا مانند اوسکے اور
موزون پر مسح کرکے بعد حدث کے اونکو موزون پر پہنا مسح اونپر درست نہین موزے پر کرے اور اگر قبل حدث کے اونکو پہنا اور مسح کیا اوپر جرموق
کے اوتار ڈالا اور موزون کو نہ اوتارا موزون پر پھر مسح دوبارہ کرے اور اگر موزے پر مسح کیا بعد اوسکے ایک تہ کو اوتارا دوسری تہ پر
پھر مسح کرنا واجب نہیں ہی اور اگر ایک پیر کے جرموق کو اوتارا اوسکے موزے پر مسح کرے اور دوسرے پیر کے جرموق پر پھر دوبارہ مسح کرے
اور امام ابی یوسف سے مروی ہی کہ دوسرا جرموق بھی اوتار ڈالے اور مسح کرے دونون پیر کے موزون پر ف مسح جرموق پر
اسواسطے درست ہی روایت کی امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے بلال رضی اللہ عنہ سے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم وضو کرتے تھے اور مسح کرتے تھے
عمامے اور موقون پر ص اور جورب پر مسح درست ہی اگر سخت ہو اور بغیر باندھنے کے تھم سکے اور نیچے اونکے چمڑا لگا ہو یا تمام
چمڑے کا ہو تو اگر بغیر باندھے تھم سکتے ہون لیکن چمڑا اونمین نہین لگا امام ابوحنیفہ کے نزدیک مسح اونپر درست نہین ہی اور صاحبین
کے نزدیک درست ہی اور مروی ہی کہ امام صاحب نے رجوع کیا صاحبین کے قول کی طرف اور فتوی صاحبین کے قول پر ہی رحمہم اللہ تعالی
ف جورب اوسکو کہتے ہین کہ موزے کے مانند حفاظت سردی کے پہنا جاتا ہی اور کسی کے لیے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک
جورب پر مسح درست نہیں اور روایت کی احمد و ترمذی اور ابوداؤد اور ابن ماجہ نے مغیرہ بن شعبہ سے کہ مسح کیا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے جوربون پر اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بھی جورب پر مسح جائز ہی اور یہ حدیث حجت ہی امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ پر اور روایت کی
امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے مانند اسکے اور ابن ماجہ نے بھی اور حدیث ابی موسی اشعری رضی اللہ عنہ کی کہ حضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے مسح کیا جوربون پر ضعیف ہی کیونکہ اسناد مین اوسکی عیسی بن سنان ہین ضعیف کیا اونکو احمد اور ابن معین اور
ابوزرعہ اور نسائی وغیرہم نے سنن ابوداؤد مین ہی کہ مسح کیا جوربون پر حضرت علی و ابن مسعود اور براء بن عازب اور انس بن مالک
اور ابو امامہ اور سہل بن سعد اور عمرو بن حریث رضی اللہ عنہم اجمعین وغیرہم نے اور روایت کی گئی ہی حضرت عمر اور ابن عباس
رضی اللہ عنہما سے بھی ص اور مسح موزہ اوسوقت درست ہی کہ بعد پہننے کے وقت حدث کے طہارت تمام ہووے تو اگر اوسنے

وضو غیر مرتب کیا جیسے پہلے دونون پیر دھوکے موزہ پہنا بعد اوسکے باقی اعضا دھوئے بعد اوسکے حدث لاحق ہوا پھر اوسنے وضو کیا
با ترتیب یعنی وضو کیا تو اپنے پیر کو دھوکے موزہ پہنا بعد دوسرے پیر کو دھوکے دوسرا موزہ پہنا بعد اوسکے حدث ہوا تو دونون صورتین مسح
جائز ہے پہلی صورت مین وقت پہنے موزے کے طہارت اوسکی تمام نہ تھی اور دوسری صورت مین وقت پہنے پہلے موزے کے اگرچہ طہارت
پوری نہ تھی لیکن وقت حدث کے دونون صورتون مین طہارت اوسکی پوری ہے ص اور مسح جائز نہین ہے عمامے اور ٹوپی اور برقع اور دستانون پر ف امام
محمد رحمۃ اللہ علیہ نے موطا مین لکھا ہے کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے پہونچا ہمکو حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے کہ اونسے پوچھا لوگون نے مسح عمامے سے
کہا انھون نے جائز نہین ہے یہان تک کہ مسح بالون کا کرے اور ساتھ پانی کے لگایا جائے اور یہی قول امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا اور
نافع کہتے ہین کہ دیکھا مینے صفیہ بنت ابی عبید بیوی عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وضو کرتی تھین اور کھینچتی تھین اوڑھنی اپنی اور
مسح کرتی تھین سر پر اور پہونچا ہے ہمکو کہ اول مین مسح اوپر عمامے کے جائز تھا اور اب منسوخ ہوگیا اور یہی ہے قول ابی حنیفہ رضی اللہ عنہ کا
اور اکثر فقہا ہمارے کا اور ہشام بن عروہ سے روایت ہے کہ دیکھا انھون نے اپنے باپ کو کہ اوتارتے تھے عمامہ سر سے اور مسح کرتے تھے سر پر
اور دستانون کو بھی عمامے وغیرہ پر قیاس کرنا چاہیے اور جو حدیث مغیرہ کی حدیث مین ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسح کیا اوپر عمامے کے منسوخ ہے
اور دلیل نسخ کی قول صحابہ و تابعین ہے رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین اور کلام اللہ مین ہے وامسحوا برؤسکم یعنی مسح کرو اوپر
سرون اپنے کے ص اور فرض مسح موزے مین برابر تین اونگلی کے ہے ہاتھ کے اور اس سے زیادہ فرض نہین اور سنت مین خطوط مسح
مین فرض نہین ف بیہقی مین روایت ہے مغیرہ بن شعبہ سے کہ تحقیق نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے رکھے دونون ہاتھ اپنے اوپر دونون موزون
اپنے کے اور کھینچا اونکو انگلیون سے اوپر تک ایک بار اور گویا کہ مین نظر کرتا ہون طرف نشان مسح کے اوپر موزے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کے کہ گویا خط تھے انگلیون کے ص اور مدت مسح کی مقیم کو وقت حدث سے ایک رات اور ایک دن ہے اور مسافر کو تین دن اور تین رات
ف مثال اسکی یہ ہے کہ مثلاً ایک شخص نے ظہر کو وضو کیا اور موزے پہنے بعد اوسکے عصر کے وقت حدث ہوا تو اب مدت عصر کے وقت
سے لی جائیگی حدیث حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مدت مین قبل مذکور ہوئی اور دو حدیثین بھی اس باب مین آئی ہین اور اکثر احادیث
کا یہی مضمون ہے کہ مسافر کے واسطے مدت مسح کی تین دن اور تین رات ہے اور مقیم کے واسطے ایک دن اور ایک رات اور ایک
روایت ہے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے کہ مسح جب تک چاہے کرے یعنی کچھ مدت نہین مگر جنابت اوتار دے اور یہی قول ہے ابن وقاص کا اور
دلیل پکڑتے ہین اوس حدیث سے جو روایت کی حاکم نے انس رضی اللہ عنہ سے اور کہا صحیح ہے کہ تحقیق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جسنے تم مین سے
اپنے موزے پہنے سو نماز پڑھے انھین موزون مین اور مسح کرے اونپر اور نہ اوتارے اگر چاہے اونکو مگر جنابت سے اور امام بخاری رحمۃ اللہ
علیہ نے اس حدیث کو تین دن کی مدت پر محمول کیا ہے اور جو ابن ماجہ اور ابو داود نے روایت کیا ہے ابی بن عمارہ رضی اللہ عنہ سے
کہ کہا انھون نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ مسح کرون مین موزون پر فرمایا ہان کہا ایک دن فرمایا اور دو دن کہا اور تین دن
یہان تک کہ پہونچے سات دن تک سو ابو داود رحمۃ اللہ علیہ نے ذیل حدیث مذکور مین لکھا ہے وقد اختلف فی اسنادہ
ولیس ھو بالقوی یعنی اسکی سند مین اختلاف کیا گیا ہے اور وہ قوی نہین ہے دوسرے یہ کہ مخالف ہے روایات اکثر
صحابہ رضوان اللہ علیہم مثل حضرت علی اور ابی بکرہ اور صفوان بن عسال رضی اللہ عنہم سے اگر کوئی کہے کہ حدیث انس رضی اللہ عنہ
کی جسکو حاکم نے صحیح کہا ہے اور دارقطنی نے بھی اوسکو روایت کیا ہے معتبر ہے جواب اوسکا یہ ہے کہ وہ حدیث محمول ہے تین دن کی

مدت پر جیسا کہ گذرا ص جو چیز کہ وضو کو توڑتی ہی مسح کو بھی توڑتی ہی ف کیونکہ پیر دھونا ایک جز ہی وضو کا اور اوسکا
یہ قائم مقام ہی تو جس سے وضو ٹوٹیگا یہ بھی ٹوٹیگا ص اور نکالنا ایک موزیکا بھی مسح کو توڑتا ہی اور پھر دونوں پیر کا دھونا واجب
ہوگا کیونکہ جمع غسل اور مسح میں نہیں درست ہی اور جو موزے کے اندر پانی چلا جاوے اور تمام پیر بھیگ جاوے مسح ٹوٹ جاتا ہی
اور فقیہ ابو جعفر کے نزدیک اگر اکثر پیر بھیگ جاوے مسح ٹوٹ جاویگا اور جب مدت مسافر اور مقیم کی تمام ہو جاوے دھونا پیر کا اوسپر
فقط واجب ہوگا اگر وہ باوضو ہی اور اگر بے وضو ہی تو سارا وضو کرے اور باہر نکلنا اکثر قدم کا موزے سے مسح کو توڑتا ہی اور
یہی لفظ قدوری کا ہی اور متن میں جو لکھا ہی کہ نکلنا زیادہ ایڑی کا طرف سے پنڈلی کے مسح کو توڑتا ہی مروی ہی امام ابو حنیفہ
رحمۃ اللہ علیہ سے اور اگر موزہ موافق تین اونگلی چھوٹی کے پھٹ جاوے اور پیر اتنا ہی موزے سے کھل جاوے مسح جائز نہیں
اور اس سے اگر کم پھٹا ہو تو درست ہی اور اگر لنبا پھٹا ہی کہ اوسمیں تین اونگلیاں برابر سما جاتی ہیں لیکن اتنا کھلتا نہیں مسح درست ہی اور
اگر پھٹا ہوا ہی لیکن چلنے کے وقت اتنا کھلجاتا ہی مسح درست نہیں اور جو موزے رسی وغیرہ سے بندھا ہوا نیچے سے ٹخنا کھلا
ہو اگر سوت وغیرہ سے باندھ لیا جاوے اس طرح پر کہ کچھ اوسمیں سے کھلا نہیں رہتا تو اوسپر مسح درست ہی اور اگر کھلا رہتا ہی تو اگر
مقدار تین انگلی کے یا زیادہ کھلا ہوگا مسح درست نہیں ورنہ درست ہی اور اگر ایک موزے میں بہت جگہ پھٹا ہووے کہ جمع کرنے سے
تین انگلی کے موافق ٹھہرے تو اوسپر مسح درست نہیں اور اگر دونوں موزے پھٹے ہوں اور دونوں جمع کرکے اسقدر ٹھہرے تو مسح
درست ہی اور اگر مقیم نے موزے پر مسح کیا اور ایکدن رات گذرنے سے پہلے مسافر ہو تو تین رات دن کے بعد اوتارے اور اگر مسافر ایکدن ایک رات گذرنے کے پیچھے مقیم
ہوا ایکدن اور ایک رات کے بعد اوتارے اور اگر مسافر بعد ایک رات اور ایک دن کے مقیم ہوا یا مقیم مسافر ہوا موزے کو پہرے اوتار کے پھر پیر دھو کے مسح شروع کرے

فصل جبیرہ پر مسح کرنیکے بیان میں

جبیرہ پر مسح درست ہی اگرچہ وقت حدث کے باندھی ہو اور جبیرہ کا گرنا مسح کو باطل نہیں کرتا ہی مگر جبکہ زخم اچھا ہو گیا ہو ف جبیرہ
پر مسح کرنے کا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حکم کیا تھا روایت کیا ہی اسکو ابن ماجہ نے اور سند اسکی بہت
ضعیف ہی اور اسواسطے کہ موزے کے اوتارنے سے زیادہ اوسپر پانی ڈالنا ضرر کرتا ہی اور جب موزے کا مسح درست ہوا تو جبیرہ کا بھی
درست ہو گیا اور اگر زخم اچھے ہونے کے بعد جبیرہ گری تو اوس مقام کا دھونا فرض ہوویگا پھر اگر اوسکا وضو ہووے تو فقط اوسی مقام کو
دھووے ص پھر اگر مسح کرنا جبیرہ پر ضرر کرے تو ترک کرنا اوسکا درست ہی ف کیونکہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ ایک
شخص کو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں سر میں زخم لگا تھا اور اوسکو احتلام ہوا تو حکم کیا گیا غسل کا تو اوسنے غسل کیا اور اکڑ
کے مر گیا اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اوسکی خبر پہونچی کہا عطا نے کہ پہونچا ہمکو کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کاش دھو لیتا
تمام بدن اپنا اور چھوڑ دیتا سر اپنا جس جگہ اوسکو زخم لگا تھا روایت کیا اسکو ابن ماجہ وغیرہ نے ص اور اگر ضرر نکرے تو اوسمیں کئی
روایتیں ہیں امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جائز ہی ترک کرنا اوسکا اور فتوی اسپر ہی کہ ترک کرنا درست نہیں اور اسمیں کچھ شرط
نہیں ہی کہ جبیرہ طہارت کے وقت باندھی ہو اگرچہ بے طہارت کے باندھی ہو تو بھی درست ہی خواہ محدث ہو یا جنب جیسا کہ
گذرا اور پوشیدہ نرہے کہ مسح جبیرہ پر جب درست ہی کہ جب مسح اوس عضو کا نکر سکے جیسا کہ دھو نہیں سکتا اسطرح پر کہ پانی اوسکو
ضرر کرتا ہی یا جبیرہ بندھی ہی اور کھولنے میں اوسکے ضرر کا خوف ہی تو اگر عضو کے مسح پر قادر ہوویگا جبیرہ پر مسح جائز نہیں ف

اسواسطے کہ مسح بسبب عذر کے ہی اور جب عذر نہو ویگا تو مسح بھی جائز نہوگا ص اگر اعضا مصلی کے پھٹے ہون اور اونکے دھونے سے عاجز ہو کہ پانی بہاتا او سپر لازم ہی تو اگر بہا نہ سکے تو اوسی جگہ کا مسح کر لیوے اور اگر مسح سے بھی عاجز ہو تو اوسکو چھوڑ دے اور گرد اوسکے دھو لیوے ف دلیل اسکی حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ کی ہی جو اوپر گذری ص اور اگر ہاتھ اوسکے پھٹے ہین کہ خود وضو نہین کر سکتا دوسرے سے کرا دے تو اگر دوسرے سے اوسنے نکرایا اور تیمم کر لیا جائز ہی اور صاحبین کے نزدیک درست نہین اور اگر اوسنے پیر کی پوائی کی جگہ پر دوائی لگائی ہی پانی کو دوا پر گذار دیوے اور اگر پانی بہایا اور پھر دوا اگر پڑی اگر تندرستی سے گری ہی اوس مقام کو پھر دھو لیوے اور اگر تندرستی سے نہین گری ہی تو نہ دھووے اور اگر کسی شخص نے فصد لی اور گدی رکھکے اوسکے اوپر پٹی باندھی بعض لوگون کے نزدیک پٹی پر مسح درست نہین بلکہ گدی پر کرے اور بعضون کے نزدیک اگر پٹی ایسی ہووے کہ بغیر دوسرے کے آپ باندھ سکے تو مسح اوسپر جائز نہین اور اگر آپ نہین باندھ سکتا جبتک دوسرا شخص باندھے تو پٹی پر مسح جائز ہی ف اسواسطے کہ مسح واسطے عذر کے ہی اور جب پٹی آپ کھولتا ہی اور آپ باندھ سکتا ہی تو پٹی اوتارنے مین عذر نہین اور اگر آپ باندھ نہین سکتا تو اوس جگہ عذر پایا جاویگا تو مسح بھی درست ہوویگا ص اور بعضون کے نزدیک اگر پٹی کھولنے سے اور اوسکے نیچے مسح کرنے سے حرج ہووے اور زخم کو کچھ ضرر پہونچے تو مسح پٹی پر جائز ہی اور اگر ضرر نہین تو پٹی پر مسح درست نہین ف اور یہی قول مختار ہی ص اگر کھولنا پٹی کا ضرر نہین کرتا لیکن مقام جراحت سے اوتارنا ضرر کرتا ہی کھولے اور اوسکے نیچے کو مقام جراحت تک دھووے اور پھر باندھ لیوے اور مقام جراحت کا مسح کرے اور اکثر مشایخ اسپر ہین کہ پٹی پر مسح درست ہی اور گردمین دو گرہ پٹی کے اگر بدن کھلا ہی مسح اوسپر درست ہی کیونکہ دھونے مین خوف اس بات کا ہی کہ پٹی تر ہو اور تری اوسکی زخم تک پہونچے ف جو پٹی کہ گدی پر باندھی جاتی ہی اوسکو عصابہ بھی کہتے ہین ص اور تمام پٹی اور عصابے کا مسح کرنا چاہیے حسن کی روایت مین امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے اور یہی مذکور ہی اسرار مین اور بعضون کے نزدیک اگر پٹی اور عصابے کا اکثر مسح کر لیا تو بھی درست ہی اور اگر پٹی اور عصابے پر مسح کر لیا اور پھر اونکو اوتارا اور پھر باندھ لیا مسح پھر کرے اور اگر مسح نکریگا تو بھی درست ہی اور اگر اوسکی جگہ دوسری پٹی یا عصابہ باندھے بہتر ہی کہ پھر مسح کرے اور اگر نکریگا تو بھی درست ہی اور تین بار مسح کرنا پٹی یا عصابے کا کچھ ضرور نہین بلکہ ایکبار کافی ہی اور پٹی کے مسح کیواسطے کچھ مدت نہین جیسا کہ مسح موزے کے واسطے ہی تو اگر پٹی گر پڑی لیکن اچھے ہونے سے گری ہی اوس جگہ کا دھونا واجب ہی خاص کرکے اور اگر بے اچھے ہوئے گری تو مسح باطل نہوویگا بخلاف مسح موزے کے کہ اگر ایک موزے کو اوتار لیا تو دونون پیر کا دھونا واجب ہوا

باب حیض کے بیان مین

تین[3] خون خاص ہین عورتون کے ساتھ حیض اور استحاضہ اور نفاس اور حیض اوس خون کو کہتے ہین جسکو رحم عورت بالغہ کا بہاتا ہی اور عورت بالغہ نو برس مین ہوتی ہی بغیر کسی بیماری کے اور سن ناامیدی کو بھی نہ پہونچی ہووے تو جو خون رحم سے نہوویگا حیض نہین اور اسیطرح جو خون نو برس کے قبل آویگا اور ایسا ہی جو بیماری سے آویگا اور جو خون ہمیشہ جاری ہی بعض خون حیض ہوویگا اور بعض بیماری سے اور جو خون بعد جننے کے عورت کو آتا ہی اوسکو نفاس کہتے ہین وہ بھی حیض مین داخل نہین اور صحیح یہ ہی کہ حیض بعد سن ایاس کے نہین ہوتا ف ایاس کے معنی ناامیدی کے ہین تو گویا اوسمین حیض سے ناامیدی ہو جاتی ہی ص اور سن ایاس بعضکے نزدیک ساٹھ برس ہین اور بعضون کے نزدیک پچپن برس اور یہی تجویز کیا ہی مشایخ بخارا اور خوارزم نے ف بخارا اور خوارزم نام شہر کے ہین

ص تو جو خون عورت بعد اس سن کے دیکھے وہ ظاہر مذہب میں حیض نہیں ف چلپی حاشیہ شرح وقایہ میں ہی کہ فتوی
ہمارے زمانے میں اوپر اوسکے ہی کہ بعد پچاس برس کے حیض نہیں اور یہی قول ہی حضرت عائشہؓ اور سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کا ص
اور فتوی اسپر ہی کہ جب خون سیاہ یا خوب سرخ دیکھے تو حیض ہی اور جس عورت کو حیض نہ آتا ہو تو اوسکی مدت طلاق اور فسخ نکاح میں مہینے
آزاد کے اور ڈیڑھ مہینا لونڈی کا ہی پھر جو قبل تمام ہونے اس عدت کے اس عورت نے ف یعنی جو حیض سے نا امید
ہوئی اور سن ایاس کو پہونچی ہو ص ایسا خون دیکھا عدت مہینوں سے باطل ہو جاویگی اور بعد تمام ہونے مدت کے اگر ایسا خون
دیکھا تو عدت باطل نہوگی اور اگر زرد یا سبز یا خاکی ہو تو وہ حیض نہیں استحاضہ ہی ف استحاضے کا آگے بیان آویگا ص اور
کم مدت حیض کی تین دن ہیں اور اکثر مدت دس دن ہیں اور امام ابی یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک کم مدت دو دن اور اکثر تیسرے
دن کا ہی اور نزدیک امام شافعیؒ کے کم مدت ایک دن ایک رات اور اکثر مدت پندرہ دن ف حدیث میں ہی کہ کم مدت
حیض کی واسطے عورت کے باکرہ ہو یا ثیب تین دن اور تین رات اور اکثر مدت دس دن اور جو زیادہ ہو وہ استحاضہ ہی روایت کیا اوسکو
دارقطنی نے ابی امامہ سے کہا دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ نے کہ عبد الملک اسناد میں اسکی مجہول ہی اور علاء بن کثیر ضعیف ہی اور روایت
کی عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے کہ حیض تین دن اور چار اور پانچ اور چھ سات آٹھ دس دن ہیں اور جب زیادہ ہو اوس سے
تو وہ استحاضہ ہی اور سبب حسن بن دینار کے ضعیف کیا اوسکو اور حدیث مشہور ہی جلد بن ایوب سے اور روایت ہی موقوفاً انس رضی اللہ عنہ سے
کہا ابن عدی نے حسن بن دینار میں کہ نہیں دیکھا میں نے اوسکو شدید نکارت میں بلکہ حدیث اوسکی قریب ضعف کے ہی اور روایت کی دارقطنی نے
عبد العزیز دراوردی سے انھوں نے عبید اللہ بن عمرؓ سے انھوں نے ثابتؓ سے انھوں نے انس رضی اللہ عنہ سے کہ کہا انھوں نے کہ عورت حائض ہی دس
دن تک اور جو زیادہ ہی وہ استحاضہ ہی اور روایت ہی عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ سے کہ نہیں ہوتی ہی عورت مستحاضہ لیکن
اور نہ دو دن میں یہاں تک کہ پہونچے دس دن کو سو وہ استحاضہ ہی اور روایت کی عثمان بن ابی العاص ثقفی رضی اللہ عنہ سے کہا انھوں نے
کہ حائض جب تجاوز کرے دس دن کو تو وہ بمنزلہ مستحاضہ کے ہی غسل کرے اور نماز پڑھے اور عثمانؓ یہ صحابی ہیں اور روایت کی سعید
بن جبیر سے کہا کہ حیض ہے تیرہ دن میں اور روایت کی مثل اسکے سفیان رضی اللہ عنہ سے اور روایت کی دارقطنی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے
بھی واثلہ بن اسقع سے انھوں نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ کم مدت حیض کی تین دن ہی اور اکثر مدت دس دن ہی اور ضعیف کیا اسکو کہ محمد
بن منہال مجہول ہیں اور روایت کی ابن عدی نے کامل میں معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ نہیں ہی حیض کم
تین دن سے اور نہ اوپر دس دن سے اور ضعیف کیا اوسکو محمد بن سعید شامی سے کہ وہ واضع الحدیث ہی اور روایت کیا اسکو عقیلی نے
معاذ رضی اللہ عنہ سے اور ضعیف کیا اسکو محمد بن حسن صوفی سے کہ مجہول ہیں اور روایت کی ابن جوزی نے علل متناہیہ میں خدری
رضی اللہ عنہ سے کہ کم مدت حیض کی تین دن ہیں اور اکثر اوسکی دس دن اور کم مدت درمیان دو حیضوں کے پندرہ دن ہیں اور ضعیف کیا اسکو
سلیمان نخعی نے ابو داؤد سے اور وہ واضع ہی حدیث کا اور یہ حدیث حجت ہی امام شافعی پر جامع ترمذی میں ہی کہ اختلاف کیا اہل علم
نے مدت حیض میں بعضوں نے کہا ہی کہ کم مدت تین دن اور تین رات ہیں اور اکثر مدت دس دن اور یہی قول ہی سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ
اور اہل کوفہ کا اور اسی سے اخذ کیا ہی ابن المبارک نے اور عطا جو تابعی ہیں امام شافعی کے مذہب کی طرف گئے ہیں باقی کوئی حدیث صحیح
اس باب میں نہیں آئی ہی ص اور شروع حیض کا جیسے سمجھا ہی کہ خون فرج خارج تک آجاوے تو اگر کسی عورت نے فرج داخل میں کرسف رکھا ہے

ف کرسف اوسکو کہتے ہین جو عورتین مقام حیض مین اپنے ایک کپڑا یا روئی کا ٹکڑا رکھتی ہین ص اور خون اوسکی جہت سے بند ہو
یعنی فرج خارج تک نہین اوترا تو ہمارے نزدیک حیض متحقق نہوگا اور نماز کو نہ توڑے گا تو کرسف کے رکھتے وقت حیض جب متحقق ہوگا کہ خون فرج خارج
سے کرسف تک آجاوے تو اگر فرج داخل کا کرسف سرخ ہوگیا اور فرج خارج کا سرخ نہین ہوا حیض متحقق نہوگا مگر جب کرسف
اوٹھا لیا جاوے تو اوٹھانے کے وقت سے مدت مقرر ہوگی اور یہی حکم ہے خون استحاضہ و نفاس اور عورت کے پیشاب کا یعنی فرج خارج تک
نہین سے کوئی آویگا تب حکم اوسکا متحقق ہوگا اور اگر مرد اپنی احلیل مین یعنی سوراخ ذکر مین روئی رکھے یہی حکم ہے اور قلفہ خارج مین
داخل ہے ف قلفہ اوسے کہتے ہین جہان تک کہ ختنہ کیا جاتا ہے تو اوسمین اگر پیشاب آجاویگا نماز ٹوٹ جاویگی اگرچہ باہر نہ نکلے
ص اور رکھنا کرسف کا باکرہ کو ایام حیض مین مستحب ہے اور ثیب کو ہر وقت اور مقام سے رکھنے کرسف کا مقام بکارت کا ہے اور فرج داخل
مین رکھنا مکروہ ہے اور اگر کسی پاک عورت نے اول رات مین کرسف رکھا اور جب صبح ہوئی اوسپر اثر خون کا دیکھا حکم حیض کا خون
دیکھنے کے وقت سے ثابت ہوویگا اور اگر عورت حائضہ نے کرسف رکھا اور جب صبح ہوئی سفیدی دیکھی تو حکم طہارت کا جس وقت سے
رکھا تھا ثابت ہوگا اور جو طہر کہ دو حیضون کے بیچ مین واقع ہو مدت حیض مین اگر ہوگا تو حیض ہے اور جو رنگ کہ مدت حیض مین
سوائے سفیدی خالص کے دیکھا سب حیض ہے ف حیض سے پاک ہونے کو طہر بولتے ہین اور بہت کم مدت طہر کی پندرہ روز ہین
اور زیادہ کی حد نہین اور طہر متخلل کہتے ہین اوس پاکی کو جو عورت دو حیض کے بیچ مین دیکھے قبل تمام ہونے مدت حیض کے
اور خون کے کئی رنگ ہین سب چھ رنگ علما نے بیان کیے ہین سرخ سبز سیاہ تیرہ رنگ اور مٹی کے رنگ سفید تیرہ رنگ اور
مٹی کے رنگ مین یہ فرق ہے کہ تیرہ مین سفیدی غالب ہوتی ہے اور مٹی کے رنگ مین سیاہی تو حاصل مسئلے کا یہ ہے کہ عورت حائضہ
ان چھ رنگ مین سے کوئی رنگ دیکھے وہ حیض ہے مگر سفید جب ہو تو وہ حیض نہین اور اب طہر متخلل کا بیان شروع ہوتا ہے تفصیل اوسکی چندے بیان
نہین کی جو قول مفتی بہ ہے اوسکو ذکر کر دیا اور باقی مطالب شرح عربی پر چھوڑا ص جو طہر کہ پندرہ دن سے کم ہو وہ جب دو خونون کے بیچ مین آوے
تو اگر تین دن سے بھی کم ہے تو وہ سب کے نزدیک حیض ہے اور اگر تین دن پورے یا زیادہ ہین تو امام ابی یوسف کے نزدیک امام اعظم سے ایک روایت
مین بھی حیض مین داخل ہے اور بعضون نے کہا ہے کہ اسی پر فتوی ہے کیونکہ اسمین آسانی ہے فتوی پوچھنے والے اور فتوی دینے والے پر ف
ہدایہ مین لکھا ہے وَالْاَخْذُ بِهٰذَا الْقَوْلِ اَيْسَرُ یعنی تمسک کرنا ساتھ اس قول کے آسان ہے اور یہی ہے آخر قول امام صاحب
کا اور پانچ مذہب اسمین اور ہین امام محمد کی روایت امام صاحب سے امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب ابن المبارک کی روایت امام صاحب
سے ابو سہل کا قول حسن بن زیاد کی روایت امام صاحب سے اور تفصیل مین ان مذہب کے خواص کا فقط فائدہ ہے عوام کا کوئی فائدہ
متصور نہین اسواسطے ترک کیا ص رنگ حیض کا اگر سرخ و سیاہ ہو تو سب کے نزدیک حیض ہے اور اسی طرح اگر خوب زرد
ہووے تب بھی صحیح مذہب مین حیض ہے اور سبزی اور زردی ضعیف اور تیرگی اور خاکی ہمارے نزدیک حیض ہے ف اور فرق
ان دونون مین بیان کر چکے اور بعض عالمون کے نزدیک یہ سب رنگ حیض نہین دلیل انکی یہ ہے کہ روایت کی ابو داؤد اور بخاری نے ام عطیہ
سے کہ کہا انھون نے ہم نہین گنتے تھے تیرگی اور زردی کو بعد پاکی کے کچھ یعنی حیض مین داخل نہین کرتے تھے اور روایت کیا اسکو
ابن ماجہ نے بھی اور حضرت عائشہ سے بھی ایسا ہی مروی ہے سنن ابن ماجہ مین اور ہدایہ مین ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے سوائے
سپیدی کے سب کو حیض گردانا ہے اور جب حیض کے رنگ سے فارغ ہوئے تو اب حکم حیض کا بیان کیا جاتا ہے ص عورت حائضہ نماز نہ پڑھے

اور روزہ نرکھے اور جب پاک ہوجاوے تو روزے کی قضا رکھے اور نماز کی قضا نکرے **ف** کیونکہ حضرت ابوسعید خدری رضی سے روایت ہی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا نہین جب کہ حائض ہوتی ہی عورت نہ نماز پڑھتی ہی نہ روزہ رکھتی ہی روایت کیا اسکو بخاری اور مسلم نے اور روایت کی ابوداؤد وغیرہ نے حضرت عایشہ رضی اللہ عنہا سے کہ ہم حکم کیے جاتے تھے ساتھ قضا کرنے روزے کے اور نہین حکم کیے جاتے تھے ساتھ قضا کرنے نماز کے اور بعض خوارج کے نزدیک نماز کا بھی قضا کرنا لازم ہی اور یہ مذہب مخالف احادیث مشہورہ اور مردود ہی **ص** اگر کسی عورت کو اخیر وقت نماز کے حیض آیا نماز اوسکے ذمے سے ساقط ہوویگی اور اگر دس دن کے بعد پاک ہوئی آخر وقت مین نماز اوسپر واجب ہوگی اگرچہ وقت ایک لمحہ باقی ہو اور دس دنون سے کم مین اگر پاک ہوئی تو اگر نماز کا اتنا وقت ہی کہ غسل اور تکبیر تحریمہ ہوسکتی ہی نماز واجب ہوگی اور اگر اس سے کم وقت ہی واجب نہوگی اور اگر روزہ دار عورت کو حیض آیا اور اگرچہ آخر وقت روزے کے مین ہووے تو اگر روزہ فرض ہی قضا اوسکی واجب ہوگی اور اگر نفل ہی قضا اوسکی واجب نہوگی اور نماز مین اگر حیض آیا قضا اوسکی واجب ہی اگرچہ نفل ہی اور اگر حایضہ عورت رمضان مین دن کو پاک ہوئی اور کچھ نکھایا وہ روزہ کافی نہوگا لیکن نکھانا اوسکو واجب ہی اور اگر رات کو دس دن کے بعد پاک ہوئی اوسکو کل کا روزہ رکھنا واجب ہوگا اگرچہ رات ایک لمحہ باقی ہووے اور اگر دس دن سے کم مین پاک ہوئی تو اگر اتنی رات باقی ہی کہ غسل اور تکبیر تحریمہ کرسکتی ہی تو کل کا روزہ واجب ہوگا اور اگر اس سے کم ہی تو واجب نہوگا اور اگر اوتنا وقت رات مین باقی تھا اور اوسنے غسل نہین کیا روزہ اوسکا باطل نہوگا اور حایضہ کو درست نہین کہ مسجد مین آوے اور طواف خانہ کعبہ کا کرے **ف** اسواسطے کہ روایت ہی حضرت عایشہ رضی اللہ عنہا سے کہ انھون نے کہا کہ جب آئے ہم سرف مین کہ نام ایک مقام کا ہی تو حائضہ ہوئی مین سو فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کر جو کرتے ہین حاجی لوگ سوا اس بات کے کہ نہ طواف کر خانہ کعبہ کا جب تک کہ پاک نہووے روایت کیا اسکو بخاری نے اور مسلم نے اور مسجد مین داخل ہونا اسواسطے منع ہی کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عایشہ رضی اللہ عنہا سے کہ مصلے کو مسجد سے لیلے حضرت عایشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ مین حائضہ ہون تو فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حیض تیرا تیرے ہاتھ مین تو نہین ہی اور اسی واسطے کوئی چیز باہر سے لینا حائضہ کو مسجد سے درست ہی اور ہلانے مین ہی کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مین نہین حلال کرتا ہون مسجد کو واسطے جنب اور حائض کے روایت کیا اسکو ابوداؤد نے اور ابن ماجہ اور بخاری نے تاریخ مین اور طبرانی نے اور ضعیف کیا خطابی نے اس حدیث کو اور کہا کہ اسناد مین اسکی افلت بن خلیفہ عامری کوفی مجہول الحال ہی اور کہا ابن الرفعہ نے کہ وہ متروک ہی جواب سکا یہ ہی کہ ابن الرفعہ کا قول صحیح نہین مردود ہی اور کسی ائمہ حدیث نے ایسا بیان نہین کیا بلکہ کہا احمد نے کہ نہین دیکھتا ہون مین ساتھ اوسکے کچھ حرج اور صحیح کیا اوسکو ابن خزیمہ نے اور حسن کہا اوسکو یحیی بن قطان نے واللہ اعلم **ص** اور اگر طواف کرلیا حلال ہوجاویگی **ف** یعنی وہ چیزین کہ وقت احرام سے حرام ہوجاتی ہین حلال ہوجاوینگی **ص** اور حائضہ کو ناف سے نیچے زانو تک چھونا درست نہین اور چھونے سے مراد یہ ہی کہ مباشرت کرے یا ران مین ران ملائے اور بوسہ لینا اور اوس مقام کے سوا کا چھونا درست ہی اور امام محمد کے نزدیک فقط مقام فرج سے پرہیز کرے اور باقی سب بدن سے استمتاع اور فائدہ لینا درست ہی **ف** کیونکہ روایت ہی زید بن اسلم سے کہا انھون نے کہ ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ مجکو اپنی عورت سے کیا درست ہی جس حالت مین وہ حائضہ ہووے سو فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے باندھ تو اوسپر ازار پھر تجکو اختیار ہی ازار کے اوپر کا اور وہ جو بعضون نے اس حدیث کو کہا ہی کہ یہ مرسل ہی تو جواب اوسکا یہ ہی کہ مرسل قوت

ثقہ ہونے راویون کے مقبول ہے اور راوی اس حدیث کے سب ثقہ ہین روایت کیا اس حدیث کو امام مالک اور دارمی نے اور روایت ہے
معاذ بن جبل سے کہ کہا مینے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی عورت سے مجکو وقت حیض کے کیا حلال ہے کہا کہ اوپر ازار کے اور بچا رہنا اس سے
افضل ہے روایت کیا اسکو رزین نے اور محی السنۃ نے کہا ہے کہ اسناد اسکی قوی نہین اور جماع کرنا عورت سے حالت حیض مین حرام
اور گناہ کبیرہ ہے بالاتفاق ممنوع ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص کہ جماع کرے
حائضہ سے یا کسی عورت کی دُبر مین یا کسی کاہن کے پاس آوے اور اس سے خبر پوچھے کو سو اوسنے انکار کیا اوسکا جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر
نازل ہوا اور صحیحین مین مروی ہے حضرت عایشہ رضی اللہ عنہا سے کہ مین ازار باندھ لیتی تھی پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مجھسے مباشرت
کرتے تھے اور مین حائض ہوتی تھی اور روایت کی امام مالک نے کہ عبید اللہ بن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہم نے ایک آدمی کو بھیجا
حضرت عایشہ رضی اللہ عنہا کے پاس کہ پوچھے اونسے کہ کیا مباشرت کرے مرد عورت اپنی سے اور وہ حائض ہو سو کہا عایشہ
رضی اللہ عنہا نے کہ باندھے ازار اپنی پھر مباشرت کرے اگر چاہے اور ایک روایت مین ابو داؤد اور نسائی کے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم مباشرت کرتے تھے عورتون اپنی سے اور وہ حائض ہوتی تھین جب اوپر اونکے ازار ہوتی تھی نصف رانون تک یا زانو تک اور
ایسی ہی بہت روایتین صحیح اس باب مین آئی ہین اور روایت کی ابوداؤد نے عکرمہ رضی اللہ عنہ سے کہ انھون نے سنا بعض ازواج نبی
صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب ارادہ کرتے تھے عورت حائضہ سے کچھ ڈالتے تھے فرج پر اوسکی ایک کپڑا اور
شاید اسی حدیث سے تمسک امام محمد صاحب کا ہے **ص** اور حائض اور جنب اور نفسا کو قرآن پڑھنا درست نہین اگرچہ ایک آیت
سے کم ہووے یہی مذہب ہے کرخی رحمۃ اللہ علیہ کا اور امام طحاوی کے نزدیک پڑھنا ایک آیت سے کم کا درست ہے اور یہ اختلاف اوسمین ہے کہ قرارت
کے قصد سے ہووے اور اگر بغیر قصد کے ہووے جیسے کہ کہے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ یا واسطے شکر نعمت کے تو کچھ حرج نہین **ف**
قرارت واسطے جنب اور حائض کے اسواسطے جائز نہین کہ فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ نہ پڑھے حائض اور نہ جنب کچھ قرآن سے
روایت کیا اسکو ترمذی اور ابن ماجہ اور دارقطنی رحمۃ اللہ علیہم نے اور اسکا ایک شاہد ہے حدیث جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا اسکو دارقطنی نے
مرفوعا اور بعضون نے ان دونون حدیثون کو ضعیف کیا ہے واللہ اعلم **ص** عورت حائضہ کو تہجی قرآن کی درست ہے **ف** اسواسطے
کہ یہ قرارت قرآن کی نہین کہلاتی **ص** اور جو عورت کہ پڑھاتی ہے درس اگر حیض آیا امام کرخی کے نزدیک ایک ایک کلمہ
پڑھاوے اور ہر کلمے کے اوپر ٹھہر جاوے اور امام طحاوی کے نزدیک آدھی آدھی آیت پڑھاوے اور ہر آدھی کے بعد ٹھہر پھر باقی آدھی پڑھاوے
اسی طرح کرتی جاوے اور دعا قنوت کا پڑھنا بعضون کے نزدیک مکروہ ہے اور بعضون کے نزدیک جائز ہے اور وظائف اور اذکار کا پڑھنا مکروہ نہین
اور توریت انجیل پڑھنا مکروہ ہے **ف** اور اسی طرح زبور بھی **ص** اور محدث بے وضو کو قرآن پڑھنا درست ہے **ف** اسواسطے کہ روایت ہے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ نہین روکتی تھی کوئی چیز اونکو قرآن پڑھنے سے مگر جنابت روایت کیا اسکو احمد اور اصحاب سنن اور ابن
خزیمہ اور ابن حبان اور حاکم اور ابن الجارود اور بیہقی رحمۃ اللہ علیہم نے اور صحیح کیا اسکو ترمذی اور ابن سکن اور بیہقی اور بغوی نے
شرح السنۃ مین اور روایت ہے صحیحین مین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھین دس آیتین اخیر سورۂ آل عمران کی قبل وضو
کے **ص** اور چھونا اوسکا حائضہ اور جنب اور نفسا اور محدث چارون کو جائز نہین **ف** اسواسطے کہ قرآن شریف مین
آیا ہے لَا یَمَسُّہٗٓ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ یعنی نہین چھوتے ہین اوسکو مگر پاک لوگ **ص** مگر غلاف کے اوپر سے درست ہے

اور غلاف اوس سے کہتے ہین کہ جدا ہو سکے تو اب جلد کا جدا ہونا ممکن نہین لہذا چھونا بھی اوسکا درست نہین اور لکھنا قرآن کا اگر چھوا نہین جاتا ہو لکھے ہوئے کو درست ہی نزدیک امام ابی یوسف کے اور نزدیک امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے جائز نہین آپ نے طہارت کی استیوسے چھونا مکروہ ہی اور اوس روپے پیسون کو جسپر آیت قرآنی لکھی ہو نہ چھووے بے طہارت مگر تھیلی مین ہون تو چھونا تھیلی کا جائز ہی مایہ نہین اور جو عورت کہ دس دن مین حیض سے پاک ہوئے قبل غسل کے اوس سے صحبت کرنا درست ہی اور جو اس سے قبل مین پاک ہوئے قبل غسل کے اوس سے صحبت جائز نہین اور یہی نفاس کا حکم ہی ف یعنی اگر نفاس کی مدت پوری ہوئی یعنی چالیس روز کے بعد پاک ہوئی تو قبل غسل کے اوس سے صحبت درست ہی اور اگر کم مین اس سے پاک ہوئی تو بغیر غسل کے درست نہین اور وجہ اسکی صاحب ہدایہ نے یون لکھی ہی کہ خون کبھی جاری ہو جاتا ہی اور کبھی بند ہو جاتا ہی اور جب دس دن مین حیض سے فارغ ہوئی اور چالیس دن مین نفاس سے تو یا اکثر مدت ہی اس سے زیادہ حیض و نفاس نہین ہو سکتا اور جب کم مین پاک ہوئی تو احتمال ہی کہ شاید خون پھر جاری ہو جاوے اور جب غسل کر لیا تو جانب انقطاع کو ترجیح ہو گئی وَاللّٰهُ اَعْلَمُ ص اور اگر دس دن سے کم مین پاک ہوئی اور اوسپر وقت موافق غسل و تکبیر تحریمہ کے گذر گیا تو اب صحبت اوسکی بغیر غسل کے درست ہی ف کیونکہ نماز اوس وقت اوسپر فرض ہو گئی تو حکماً گویا پاک ہو گئی اور اگر خون اوسکا بند ہو گیا اوسکی عادت سے کم تین دن سے زیادہ مین تو قربت اوسکی جائز نہین جب تک کہ عادت کے موافق وقت نگذر جاوے اگرچہ اوسنے غسل بھی کر لیا ہووے کیونکہ عادت مین خوف ہی خون کے پھر آ جانیکا تو احتیاط اسیمین ہی کذا فی الہدایہ ص اور اگر عورت حائضہ دس دن سے کم مین پاک ہوئی اور تین دن یا زیادہ گذر گئے ہین مگر عادت سے اسکی کم ہی واجب ہی اوسکو کہ نماز کی تاخیر کرے اتنے وقت تک کہ مکروہ نہو جاوے تو جب قریب ہو جاوے قضا کا اوس وقت غسل کرے اور نماز پڑھے اور اگر عادت کے برابر ہووے یا زیادہ عادت سے ہو جاوے یا وہ عورت مبتدیہ ہووے تو تاخیر کرنی غسل کی مستحب ہی ف مبتدیہ اوس عورت کو کہتے ہین جو اول بار حائضہ ہوئی ہو اور پہلے اوسکے کبھی حیض نہوا ہووے ص اور اگر تین دن سے کم مین پاک ہوئی نماز کی تاخیر کرے اور جب قضا ہونیکا خوف ہو غسل کرے اور پڑھ لیوے اور ان سب صورتون مین اگر پھر دس دن کے اندر خون آ گیا حکم طہارت کا باطل ہو گیا مبتدیہ یا معتادہ ہو اور اگر کوئی عورت دس دن یا زیادہ مین پاک ہوئی دس دن کے گذرنے سے حکم طہارت کا کیا جاویگا اور غسل اوسپر واجب ہوگا اور جو معتادہ کہ ایک دن خون دیکھتی ہی اور دوسرے دن طہر تو جس دن خون دیکھے اوس دن نماز ترک کرے اور جس دن پاک ہووے اوس دن غسل کرے اور نماز پڑھے تو تیسرے دن پھر نماز ترک کرے اور چوتھے دن پڑھے اسی طرح دس دن تک کرے اور کم مدت طہر کی پندرہ دن ہین اور اکثر مدت کی حد نہین ف ابراہیم نخعی سے بھی ایسی ہی روایت ہی اور اکثر کا یہ حال ہی کہ کبھی برس دو برس تک طہر رہتا ہی ص مگر معتادہ کا موافق عادت کے طہر ہوگا اور اختلاف ہی طہر کے ناپنے مین اور صحیح یہ ہی کہ ایک گھڑی کم چھ مہینے ہین صورت اوسکی یون ہی کہ ایک عورت کو اول بار حیض آیا اور اوسنے دس دن خون دیکھا اور چھ مہینے پاک رہی پھر خون اوسکا برابر جاری رہا مدت اوسکی اوسی ماہ تین گھڑی کم ہوگی اسواسطے کہ تین حیض کا ایک مہینا ہوا اور تین طہر کے چہ ترک اٹھارہ مہینے ہوئے جس سے تین گھڑی کم ہو مین ایک ایک گھڑی ہر ہر طہر سے اور تین گھڑی کم ہو

فصل استحاضے کے بیان مین

جو خون کہ تین دن تین رات سے کم ہووے یا دس روز سے زیادہ ہووے یا نفاس کے چالیس روز سے زیادہ ہووے وہ استحاضہ ہی اسی طرح جو خون کہ عورت کے حیض کی عادت سے زیادہ ہو اور دس دن سے بڑھ جاوے یا نفاس کی عادت سے زیادہ ہو اور چالیس دن سے بڑھ جاوے وہ بھی استحاضہ

مسئلہ اگر جسکی عادت حیض کی سات دن کی تھی اور اوسنے خون بارہ دن تک دیکھا پانچ دن استحاضے کے ہین اور نفاس کی عادت اوسکو تیس دن تھی اور خون اوسنے پچاس دن تک دیکھا بیس دن استحاضے کے ہین یہ حکم تو معتادہ کا ہو اور مبتدیہ کا خون اگر جاری رہا ہر مہینے سے دس دن اوسکے حیض کے ہونگے اور باقی استحاضہ اور جو پہلے نفاس مین اوسکا خون ہمیشہ جاری رہا چالیس دن نفاس کے گنے جاوینگے اور باقی استحاضے کے اور جو خون حاملہ دیکھے وہ بھی استحاضہ ہو **ف** معتادہ عورت کو چاہیے کہ اگر خون اوسکا جاری رہا تو جتنے دن اوسکے حیض کے ہین عادت کے موافق نماز ترک کرے اور بعد اوسکے نماز پڑھے غسل کرکے جب وہ دن آوین حیض کے نماز ترک کرے اسی طرح عادت کے موافق ہمیشہ کیا کرے کیونکہ روایت ہو ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے کہ ایک عورت تھی بہتا تھا خون اوسکا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مین تو پوچھا اوسکے واسطے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سو فرمایا آپنے کہ دیکھ لے گنتی راتون کی کہ حائض ہوئی تھی اندنون مین مہینے سے قبل اس عارضے کے سو ترک کرے نماز موافق انکے مہینے سے سو جب گذر جاوین وہ دن تو غسل کرے پھر لنگوٹ لگا دے کسی کپڑے کی پھر نماز پڑھے روایت کیا اسکو ابوداؤد اور نسائی وغیرہما نے کئی سندون سے باسناد صحیح اور ایک حدیث مین آیا ہی تَدَعُ الصَّلٰوةَ اَيَّامَ اَقْرَائِهَا یعنی چھوڑے نماز حیض کے دنون مین لیکن ابوداؤد نے ضعیف کیا اس روایت کو اور کہا کہ وہم ہو ابن عیینہ راوی سے اور حفاظ کی حدیثون مین یہ قول نہین اور اسی روایت کو صاحب ہدایہ نے لکھا ہی اور یہی قول ہو حسن اور سعید بن المسیب اور عطا اور مکحول اور ابراہیم اور قاسم بہت سے تابعین کا **ص** عورت مستحاضہ نماز پڑھے اور روزہ رکھے اور وطی کرنا اوس سے درست ہو **ف** اس باب مین بہت حدیثین آئی ہین بیشمار کہان تک بیان کرون اوپر ایک حدیث بیان کی وہ کافی ہو **ص** جس شخص کو استحاضہ یا خون ناک کا یا کوئی اور حدث ہمیشہ لگا رہے اس طرح کہ کسی فرض کا وقت اوسپر بغیر اوسکے نکلنے تو وہ ہر وقت فرض کے لیے وضو کرے اور امام شافعی کے نزدیک ہر فرض کے لیے وضو کرے اور نفلون کو فرض کی تبعیت مین پڑھے **ف** کیونکہ روایت ہو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عورت مستحاضہ مین کہ چھوڑے نماز کو حیض کے دنون مین پھر غسل کرے اور نماز پڑھے اور وضو کرے ہر وقت نماز کے لیے روایت کیا اسکو ابوداؤد نے سنن مین اور یہی ہو مذہب امام صاحب کا اور محمد اور زفر اور ابو یوسف رحمہم اللہ اجمعین کا اور ثابت کرنا اسکا بہت مشکل ہو جسکو منظور ہووے مشکل الآثار امام طحاوی مین خوب تفصیل ہو دیکھ لیوے اور ایسی ہی روایت ہو عائشہ رضی اللہ عنہا سے سنن ابی داؤد مین اور کہا سعید نے کہ غسل کرے ایک طہر سے دوسرے طہر تک روایت کیا اسکو ابوداؤد نے اور بعضون نے کہا ہی کہ اسمین وہم ہوگیا ہو صحیح یہ ہو کہ مِنْ ظُهْرٍ اِلَى ظُهْرٍ یعنی ظہر سے ظہر تک لیکن یہ قول مناسب مقام نہین اسواسطے کہ ظہر کی کیا تخصیص ہو سب نمازین اس باب مین برابر ہین مؤید ہو اسکی جو کہا ابوداؤد نے رَوَاهُ مِسْوَرُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ سَعِيدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَرْبُوعٍ قَالَ فِيهِ مِنْ طُهْرٍ اِلَى طُهْرٍ فَقَلَبَهَا النَّاسُ مِنْ ظُهْرٍ اِلَى ظُهْرٍ یعنی روایت کیا اسکو مسور نے کہا اسنے طہر سے دوسرے طہر تک سو بدل دیا اوسکو لوگون نے ظہر سے دوسرے ظہر تک اس سے معلوم ہوتا ہی کہ صحیح طہر سے طہر تک ہے اور بھی مؤید ہو اسکی جو کہا ہی ابوداؤد نے وَهُوَ قَوْلُ الْحَسَنِ وَسَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ الخ کہ مذہب اونکا یہی ہو کہ ہر وقت نماز کے وضو کرے نہ یہ کہ ظہر سے ظہر تک غسل کرے وَاللّٰهُ اَعْلَمُ وَعِلْمُهُ اَتَمُّ اور ربیعہ کا مذہب یہ ہو کہ مستحاضہ کو وضو بھی ہر وقت نماز کے واجب نہین ہو مگر یہ کہ کوئی اور حدث سوا استحاضے کے اوسکو پہنچے اور بعضون کا مذہب یہ ہو کہ ہر نماز کے واسطے غسل کرے اور بعضون کا یہ ہو کہ دو نمازون کو جمع کرے

اور عصر کے واسطے ایک غسل کرے اور حدیثین بھی مختلف وارد ہوئی ہین فائدہ اور بعضون کا مذہب ہو کہ ہر وقت غسل کرے اور یہ مروی ہو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے تخریج کیا اسکا ابو داؤد نے اور دلیل کرتا ہو حدیث عمنہ سے جو روایت کی ہو طبرید رضی اللہ عنہ نے کہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا مستحاضہ ہوئی تھین ہر نماز کے واسطے غسل کرتی تھین اور شافعی اور ابو داؤد کے استاد نے اس حدیث کی سند ضعیف کیا ہی اونکو اور امام احمد اونسے روایت نہین کرتے تھے لیکن کہا یحییٰ بن معین نے کہ وہ ثقہ ہین اور اسی کو اختیار کیا ہی مجد نے اور صحیح یہی ہی ص اور ہمارے نزدیک ہر وقت نماز کے واسطے وضو کرے اور اوس وقت مین جتنی چاہے فرضین اور نوافل پڑھے اور اوسکے وضو کو وقت کا جانا توڑ دیتا ہو اور امام زفر کے نزدیک وقت کا آنا توڑ دیتا ہو اور امام ابو یوسف کے نزدیک دونون سے وضو ٹوٹ جاتا ہی تو جس شخص نے قبل وقت ظہر کے وضو کیا وہ وقت آنے کے بعد ظہر کی نماز پڑھے آخر وقت تک ہمارے نزدیک اور امام ابی یوسف کے نزدیک درست نہین کیونکہ وقت کے داخل ہونے سے اونکے نزدیک وضو ٹوٹ جاتا ہو اور بعد آفتاب کے نکلنے کے وضو ہمارے نزدیک ٹوٹ جاویگا اور امام زفر کے نزدیک نہین ٹوٹیگا کیونکہ جانا وقت کا ہمارے نزدیک وضو توڑتا ہی اور امام زفر کے نزدیک نہین اور امام ابو یوسف کے نزدیک بھی ٹوٹ جاویگا

فصل نفاس کے بیان مین

نفاس اوس خون کو کہتے ہین جو جننے کے بعد آتا ہو اور اوسکی کم مدت کی حد نہین اور اکثر مدت اوسکی چالیس دن ہین ف حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہو کہ کہا انھون نے نفاس والی عورتین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مین بعد نفاس کے چالیس دن بیٹھی رہتین روایت کیا اسکو ابو داؤد اور احمد اور ابن ماجہ وغیرہم نے اور ایک روایت مین ہو ابو داؤد کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اونکو حکم نکیا ساتھ قضا کے نمازون نفاس کی اور صحیح کیا اوسکو حاکم نے ص اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اکثر مدت ساٹھ دن ہی ف اور حدیث ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی اونپر حجت ہی ص اور جس عورت کا ایک بچہ پیدا ہووے اور چھ مہینے سے کم مین دوسرا بچہ پیدا ہووے تو اونکو توامین کہتے ہین اوسکی مان کا نفاس اول لڑکے سے معتبر ہوگا اور عدت اوسکی دوسرے لڑکے سے گذریگی اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک دوسرے لڑکے سے اعتبار نفاس کا ہوگا اور جو بچہ ایسا ہووے کہ بعضے اعضا اوسکے مخلوق ہوگئے ہون اور اوسکے بعد خون آوے تو وہ خون نفاس کا ہو اور ایسے بچہ پیدا ہونے سے لونڈی ام ولد ہو جاوے گی ف ام ولد اوس لونڈی کو کہتے ہین کہ جس سے اوسکے مالک کی اولاد ہووے حکم یہ ہو کہ بعد مرنے اوسکے کے آزاد ہو جاتی ہو تو یہ بیان کیا کہ اگر لونڈی سے ایسا بچہ بھی ہو تو وہ مالک سے ام ولد ہو جاوے گی ص اور ایسے بچے کو سقط کہتے ہین اگر کسی خاوند نے جورو سے کہا کہ اگر تو جنے گی تو تجھ پر طلاق ہو اور وہ سقط بھی تو شرط ادا ہو جاوے گی اور عورت پر طلاق پڑ جاویگی اور عدت بھی تمام ہو جاوے گی

باب نجسون کے بیان مین

ف نجاست کو پاک کرنا واجب ہو نمازی کے بدن اور کپڑے سے اور جس جگہ کہ نماز پڑھتا ہو کیونکہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَثِیَابَکَ فَطَهِّرْ یعنی کپڑون کو اپنے پاک کر لیکن اور بدن اور جگہ بھی اسی حکم مین ہو ص اگر بدن یا جگہ یا کپڑا نمازی کا نجس ہو جاوے ایسی نجاست سے جو دکھائی دیتی ہو پانی اور سرکہ اور گلاب اور جو چیز کہ بہتی ہو پانی کی سی اوس سے پاک کرے اور اگر اوسکا اثر باقی رہجاوے کہ دور نہو سکے تو بھی پاک ہو جاوے گی ف پانی کے مثل کیا معنی کہ جب نچوڑا جاوے نچڑ آوے جیسے پانی یہ مذہب امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف کا ہو اور کہا امام محمد اور زفر اور شافعی رحمۃ اللہ علیہم نے کہ نہین پاک ہوتی نجاست

پاک کرنا مگر پانی سے ص جو چیز کہ ناپاک ہو جاوے اوس نجاست سے کہ دکھائی نہیں دیتی تین بار کے دھونے اور ہر بار کے نچوڑنے
سے پاک ہو جاویگی اور تیسری بار میں خوب موافق زور اپنے کے نچوڑے تو اگر خوب زور سے نہ نچوڑیگا تو پاک نہوگا ایسا ہی ہے فتاویٰ میں اور جسکا
نچوڑنا ممکن نہیں تین بار دھونے اور ہر بار کے خشک کرنے سے پاک ہو جاویگی اور خشک کرنا یہ ہے کہ قطرہ نہ ٹپکے اور ٹپکنا موقوف
ہو جاوے اگر موزے میں ایسی نجاست جسکا دل ہو بھر جاوے اور خشک ہو جاوے زمین پر ملنے سے پاک ہو جاتا ہے اور امام ابی یوسف
رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اگر تر دلدار بھی ہو اور خوب ملے پاک ہو جاویگا اور اوسی پر فتویٰ ہے اور جو دلدار نہووے دھونے سے
فقط پاک ہوگا جیسے کہ پیشاب فقط دھونے سے پاک ہوتا ہے ف روایت کی ابو داؤد نے حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ فرمایا حضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب بھر جاوے تمھارے جوتے میں نجاست تو مٹی اوسکے واسطے پاک کرنے والی ہے اور ایسا ہی ہے مروی عائشہ
رضی اللہ عنہا سے بھی اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب یہ ہے کہ اگر نجاست تر دلدار ہووے تو وہ بغیر دھونے کے پاک نہووے گی اور دلیل اونکی
وہ ہے جو روایت کی ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہ جب تیرے کپڑے میں چلنے سے کوئی نجاست تر بھر جاوے تو دھو اوسکو اور اگر خشک ہو
تو کچھ لازم نہیں تیرے اوپر روایت کیا اسکو زیلعی نے ص اگر کسی چیز میں منی بھر جاوے تر ہو یا خشک دھونے سے پاک ہو جاتی ہے
ف حاصل اس مسئلے کا یہ ہے کہ تر منی سے بغیر دھونے کپڑا پاک نہیں ہوتا اور سوکھی سے بھی دھونے سے پاک ہو جاتا ہے اور سوکھی منی کو
اگر کپڑے سے کھرچ ڈالے تو بھی پاک ہو جاویگا لیکن یہ جب ہے کہ منی اسقدر غلیظ ہووے کہ قابل کھرچنے کے ہووے کہ روایت ہے حضرت
عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ وہ دھوتی تھیں منی کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑے سے روایت کیا اسکو ابو داؤد وغیرہ نے اور ایک روایت ہے
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہ تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دھوتے منی کو پھر نکلتے تھے نماز کو اوسی کپڑے میں اور میں دیکھتی تھی
نشان دھونے کا اوس میں روایت کیا اوسکو شیخین رحمۃ اللہ علیہما نے اور ایک روایت میں مسلم کی ہے کہ میں کھرچتی تھی منی کو آپ کے کپڑے سے
پھر نماز پڑھتے تھے اوسی کپڑے میں اور ایک روایت میں ہے کہ میں کھرچتی تھی سوکھی منی کو ناخون سے اونکے کپڑے سے اور کہا امام طحاوی
نے مشکل الآثار میں حَدَّثَنَا يُونُسُ ثَنَا يَحْيَى بْنُ حَسَّانَ ثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ وَبِشْرُ بْنُ الْفَضْلِ
عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُوْنٍ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَارٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُنْتُ اَغْسِلُ الْمَنِيَّ مِنْ ثَوْبِ رَسُوْلِ
اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَخْرُجُ اِلَى الصَّلٰوةِ وَاِنَّ بُقَعَ الْمَاءِ لَفِيْ ثَوْبِهٖ یعنی کہا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے
کہ میں دھوتی تھی منی کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑے سے اور تحقیق کہ نشان پانی کے اونکے کپڑے میں ہوتے تھے ص
اگر سر ذکر کا پاک ہو اس طرح پر کہ پیشاب مخرج سے تجاوز نہ کیا یا بعد پیشاب کے استنجا کیا اور منی خشک ہو گئی کھرچنے سے پاک
ہو جاویگی کپڑا ہووے یا بدن اور حسن بن زیاد نے امام صاحب سے روایت کی ہے کہ بدن میں اگر منی لگ کے خشک ہو جاوے کھرچنے سے
پاک نہو جاویگی جب تک دھووے گا ف صاحب ہدایہ نے وجہ اسکی یوں بیان کی ہے کہ اِنَّ حَرَارَةَ الْبَدَنِ جَاذِبَةٌ فَلَا يَعُوْدُ
اِلَى الْجِرْمِ وَالْبَدَنُ لَا يُمْكِنُ فَرْكُهٗ کہ حرارت بدن جاذب ہے پس نہ عود کریگی منی طرف جرم کے خشکی سے اور بدن کا کھرچنا اوسکا
ممکن نہیں ص تلوار یا چھری یا اور جو اوسکے مثل چیزیں ہیں ملنے سے پاک ہو جاتی ہیں نجاست تر ہو یا کسی اور طرح ہو اور جو چھوٹا سا
ہو کہ دھونا اوسکا دشوار ہو جیسے ... اوسپر پانی بہانے سے پاک ہو جاویگا اور زمین ناپاک یا اینٹیں بھی جو زمین میں گڑی ہوں
اور درخت اور گھاس اگر کٹی نہو اور خشک ہو جاوین اور اثر نجاست کا باقی نہ رہے پاک ہو جاوینگی اور یہی مختار ہے اور زمین خشک ہو

جسکے اوپر نجاست کا باقی نہ رہے نماز درست ہی ف کیونکہ وہ زمین پاک ہی جیسا کہ روایت کی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ
نے کہ مین رہتا تھا رات کو مسجد مین زمانہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مین اور مین تھا جوان دو رتھا نکاح سے اور کتے آتے جاتے تھے
مسجد مین اور پیشاب کرتے تھے سو نہ تھے پانی بہاتے کسی پر اور نہیں رش روایت کیا اسکو ابو داؤد وغیرہ نے اور حدیث مین ہی ذکوۃ
الارض یبسھا یعنی زکوۃ زمین کی سوکھنا اوسکا ہی ایسا ہی ہدایہ مین اور کہا ابن طاہر نے تذکرہ مین کہ نہین ہو اصل اس حدیث کی
مرفوع مین انتہی لیکن ذکر کیا اسکو بعض مشائخ نے اثر عائشہ رضی اللہ عنہا کا اور بعض نے محمد بن حنفیہ کا اور ایسا ہی روایت کیا اسکو ابن ابی شیبہ نے محمد سے
اور ابو قلابہ سے بھی اور روایت کی عبدالرزاق نے اون سے یعنی ابو قلابہ سے کہ جفوف الارض طہورھا یعنی سوکھنا زمین کا طہارت ہی اوسکی اور
ذکر کیا مبسوط مین ایما الارض جفت فقد ذکت کو یعنی جو زمین کہ خشک ہو گئی تو وہ پاک ہو گئی حدیث مرفوع واللہ اعلم اور بحث اس
باب مین حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہ کی ہو ص لیکن تیمم جائز نہو اسواسطے کہ مٹی تیمم کی طہارت اوسکی قرآن شریف سے ثابت ہو سو حدیث اوسکے معارض نہ ہوگی واللہ اعلم

فصل نجاست خفیفہ اور غلیظہ کے بیان مین

نجاست غلیظہ اوسے کہتے ہین جو آیت یا حدیث وغیرہ سے ثابت ہووے اور دوسری آیت یا حدیث اسکے مخالف نہ آئی ہو اور جس چیز کو یہ نجاست
غلیظہ عارض ہوتی ہی اوسکو نجس غلیظ کہتے ہین اور نجاست خفیفہ جو ایسی نہووے اور جسکو یہ عارض ہو اوسکو نجس خفیف کہتے ہین ص الدم
یہ اگر نجس غلیظ جیسے پیشاب اور خون اور شراب اور بیٹ مرغی کی اور پیشاب بلی اور گدھے اور چوہے کا اور لید اور گوبر معاف ہی
اور اس سے زیادہ معاف نہین اور چوتھائی سے کم کپڑا اگر نجس خفیف سے جیسے پیشاب گھوڑے کا اور جسکا گوشت حلال ہی
اور بیٹ طائرون حرام سے نجس ہو جاوے معاف ہی اور اس سے زیادہ معاف نہین اور چوتھائی کپڑے سے اوس کپڑے کا
چوتھائی مراد ہی جتنے مین نماز درست ہو جاوے اور بعضون کے نزدیک چوتھائی اوس کپڑے کا جسمین نجاست لگی ہووے جیسے دامن اور آستین
اور کل مراد ہی اور امام ابو یوسف نے اوسکا اندازہ کیا ہی کہ طول مین بھی ایک بالشت ہو اور عرض مین بھی ایک بالشت ہو اور اگر نجس رقیق ہو
پانی سا تو قدر درم سے مراد ہتیلی کے گڑھے کا عرض ہی اور اگر کثیف ہی تو مراد قدر درم سے ایک مثقال ہی ف جب کپڑے مین
لید یا گوبر زیادہ قدر درم سے لگ گیا تو نماز اوسمین نزدیک امام صاحب کے جائز نہوگی اسواسطے کہ وہ نجس غلیظ ہی کیونکہ روایت ہی حضرت ابن مسعود
رضی اللہ عنہ سے کہ حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے واسطے پاخانے کے حکم کیا مجکو کہ لاؤن تین پتھر سو پائے مینے دو پتھر اور تیسرا نہ پایا مینے سو لے
آیا مین انکے پاس ایک لید کا ٹکڑا لیا آپنے دو پتھرون کو اور پھینک دیا آپنے گوبر کو اور کہا کہ وہ نجس ہی روایت کیا اسکو بخاری نے
اور احمد اور دارقطنی نے اور ترمذی نے اور نسائی نے اور منع کیا آپنے اوس سے استنجا کرنے سے ص اور خون مچھلی کا نجس نہین اور خچر
اور گدھے کا لعاب پاک چیز کو نجس نہین کرتا اور اگر پیشاب سوئی کی نوکون کی طرح پڑ جاوے دھونا اوسکا واجب نہین اور جو پانی کہ نجس
پر پڑ جاوے وہ بھی نجس ہی یا نجس چیز پانی پر پڑ جاوے تب بھی پانی نجس ہی اور نجس کی راکھ نجس نہین اور گدھا اگر نمکدان مین گر پڑا اور
نمک ہو گیا پاک ہی اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک راکھ نجس کی بھی نجس ہی اور جس کپڑے کا استر نجس ہی اور سیا ہوا نہو تو
نماز درست ہی اور اگر ایک جانب بچھونے کی نجس ہو اور دوسری جانب پاک ہو اوسپر نماز درست ہی اور بعضون کے نزدیک اگر
بچھونا اتنا بڑا ہو کہ ایکطرف کے ہلانے سے دوسری طرف نہ ہلے تو درست ہی اور اگر ہل جاوے تو درست نہین اور ہمارے نزدیک دونون صورتون مین
درست ہی اور اگر کپڑا نجس پاک کپڑے کے ساتھ لپیٹے اور اوسکی تری پاک کپڑے مین آ جاوے تو اگر ایسی تری ہی کہ نچوڑنے سے نہین ٹپکتی

تو نماز اوسپر درست ہی اور اگر ٹپکے تو نماز اوسپر درست نہیں اور زمین خشک ایسی ہو گئی ہے جسمین گوبر ملاکر لیپی گئی ہو اوسپر بغیر کپڑا بچھائے نماز
پڑھنی درست ہی اور اگر ایک کنارہ کپڑے کا جو نجس ہی اوٹھا ہوا ہو گیا اور دوسرا کنارہ بغیر سوکھے کے دھولیا نماز اوسپر جائز ہی کیونکہ کپڑے کے دو تہ
میں سے چھانا شرط نہیں اور اگر گیہوں وغیرہ کو روندنے میں بیل نے گوبر موت کیا تو اوس گیہوں کے بیچ لگے گئے یا اون میں نکال کے کسیکو کچھ دیا سب پاک ہوجاتا ہے

فصل استنجے کے بیان میں

استنجا کرنا اوس حدث سے جو دونوں راہوں سے نکلے پتھر وغیرہ سے یہاں تک کہ صاف ہو جاوے بغیر گنتی کے سنت ہی اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے
نزدیک گنتی بھی سنت ہی اور سوائے اور ریح سے استنجا نہیں ف اگر کوئی کہے کہ سونا اور ریح نکل گیا جب کہ کہا دونوں راہوں سے
پھر اسکے ذکر سے کیا فائدہ جواب اسکا یہ ہی کہ سونے میں گمان ہی ریح وغیرہ کے نکلنے کا اسواسطے اوسکو بھی بیان کردیا اور استنجے پر
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مداومت فرمائی ہی اور تین پتھروں کا ہونا کچھ ضرور نہیں اگر دو پتھروں میں صاف ہوجاوے کافی ہی اور ہمارے
مذہب میں کوئی شمار پتھروں کا مسنون نہیں اور حدیث سے ثابت ہوتا ہی کہ جو بول میں احتیاط نکرے اوسکے واسطے بڑی وعید
شدید ہی روایت کی دارقطنی اور حاکم وغیرہما نے کہ فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پرہیز کرو پیشاب سے اکثر عذاب قبر کا اوسی سے ہوتا ہی
اور امام شافعی کے نزدیک تین پتھر ضرور چاہیے روایت ہی سلمان رضی اللہ عنہ سے کہ منع کیا ہمکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ہم استنجا
کریں تین پتھر سے کم میں روایت کیا اسکو مسلم نے اور ابی داؤد اور نسائی اور مالک نے اور دلیل ہمارے مذہب کی یہ ہی کہ روایت کیا
ابو داؤد اور ابن ماجہ وغیرہما نے کہ جو استنجا کرے پس چاہیے کہ طاق لیوے جسنے کیا سو اچھا کیا اور جسنے نکیا سو کچھ حرج نہیں اور
ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے روایت کی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دو پتھروں کو واسطے استنجے کے لیا اور صحیح یہی ہی کہ شرط پاکی ہی اور
تین ڈھیلوں کے سنت ہونے میں شک نہیں کیونکہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مَنْ فَعَلَ فَقَدْ اَحْسَنَ جسنے یہ کیا سو اچھا کیا
اور جسنے نکیا سو کچھ حرج نہیں اور سنت کا یہی حکم ہی اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
دو ہی پتھروں سے استنجا کیا اور بفرض تسلیم کے اوسکو ہم سنت ہی تو کہتے ہیں نہ واجب اور سنت میں ترک معتبر ہی ف گرمی کے دنوں
میں پہلے اور تیسرے پتھر کو پیچھے کی طرف لیجاکے پاک کرے اور جاڑے کے دنوں میں پہلا اور تیسرا پتھر کو آگے کی طرف لیجاکے پاک کرے اور پہلی
صورتیں دوسرا پتھر آگے کی طرف پاک کرے اور دوسری میں پیچھے کی طرف اور عورت جاڑے گرمی میں ہمیشہ پہلے پتھر کو پیچھے کی طرف لیجاکے
پاک کرے اور بعد پتھر لینے کے پانی سے دھونا ادب ہی ف روایت ہی حضرت عایشہ رضی اللہ عنہا سے کہ نہیں دیکھا مینے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کو کبھی کہ نکلے پاخانے سے مگر یہ کہ چھوا پانی کو یعنی پانی سے دھویا اور روایت کیا اسکو ابن ماجہ نے اور روایت ہی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے
کہ جب یہ آیت نازل ہوئی فِیْهِ رِجَالٌ یُّحِبُّوْنَ اَنْ یَّتَطَهَّرُوْا وَاللّٰهُ یُحِبُّ الْمُطَّهِّرِیْنَ ۝ یعنی مسجد قبا میں وہ لوگ ہیں
کہ دوست رکھتے ہیں طہارت کو اور اللہ دوست رکھتا ہی طہارت کرنے والوں کو فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اے گروہ انصار
کے بہ تحقیق اللہ تعالی نے ثنا کی اوپر تمھارے بیچ طہارت تمھاری کے پس کیا ہی طہارت تمھاری پس کہا انھوں نے کہ ہم
وضو کرتے ہیں نماز کے لیے اور غسل کرتے ہیں جنابت سے اور استنجا پاک کرتے ہیں ہم پانی سے فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
سو وہ یہی ہی لازم پکڑو تم اوسکو روایت کیا اسکو ابن ماجہ اور رزین رحمۃ اللہ علیہما نے تو اس حدیث سے معلوم ہوا کہ علما سلف اور قرن اول
میں بھی استنجا کرنا پانی سے ہی اسواسطے کہ مسجد قبا والے خاص کر انصار میں اور مہاجرین سے زیادہ تھے ورنہ وضو اور غسل اور مہاجرین بھی کرتے تھے

اور روایت ہے سنن ابن ماجہ میں عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ دھوتے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جائے نجاست اپنی کو تین بار کہا
عبداللہ بن عمر نے سو کیا ہم نے اسکو سو پایا ہم نے اسکو دوا اور پاکی اور راوی اس حدیث کے ثقہ ہیں اور روایت کی محی السنہ بغوی
اور ابن ماجہ نے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ نازل ہوئی بیچ اہل قبا کے کہ بیچ اوس مسجد کے ایسے لوگ ہیں جو دوست رکھتے ہیں
طہارت کو فرمایا کہ تھے استنجا کرتے پانی سے سو نازل ہوئی اونمیں یہ آیت ص تو پہلے دو ہاتھ دھووے پھر مخرج کو ڈھیلا چھوڑ کر خوب
صاف کرکے ملکے دھووے اور ایک انگلی یا دو تین انگلیوں کے باطن سے دھووے اور انگلیوں کے سرے سے نہ دھووے پھر دونوں ہاتھ دھووے
اور اگر نجاست مخرج سے درم برابر بھی تجاوز کرے گی دھونا اوسکا شیخین کے نزدیک واجب ہے اور امام محمد کے نزدیک اگر مخرج سمیت قدر درم
ہو جاوے اوسکا بھی دھونا فرض ہے اور کھانے اور ہڈی اور کوئلہ اور داہنے ہاتھ سے استنجا درست نہیں ف لیکن ہڈی اور گوبر سے سو منع
کہ روایت کی ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے گوبر کے باب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے انہا رجس یعنی وہ نجس ہے جیسا کہ اوپر گذرا
اور بھی روایت کی ترمذی اور ابو داؤد اور نسائی نے ابن مسعود سے کہ جب آئے قاصد جن کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس
کہا اونھوں نے اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منع کر امت اپنی کو کہ استنجا کریں ہڈی اور گوبر سے یا کوئلے سے پس تحقیق کہ اللہ نے کیا اوسمیں ہمارا
رزق سو منع کیا ہمکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے اور روایت ہے رویفع سے بھی ایسی ہی اخراج کیا اسکا ابو داؤد اور نسائی نے
اور اسی باب میں روایت ہے خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ اور سلمان سے اخراج کیا ان دونوں کا ابن ماجہ وغیرہ نے اور لیکن استنجا کرنا داہنے
ہاتھ سے سو روایت ہے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے کہ منع کیا ہمکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ استنجا کریں ہم داہنے ہاتھ سے روایت کیا
اسکو مسلم اور ابو داؤد اور نسائی اور ابن ماجہ اور ترمذی وغیرہم رحمہم اللہ نے اور روایت کی بخاری اور ترمذی اور ابو داؤد وغیرہم نے
ابی قتادہ سے کہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جب پیشاب کرے کوئی تم میں سے پس نہ پکڑے ذکر اپنے کو داہنے ہاتھ سے اور نہ استنجا
کرے داہنے ہاتھ سے اور روایت کی ابو داؤد نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ تھا داہنا ہاتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا واسطے
طہارت کے اور کھانے کے اور بایاں ہاتھ واسطے نجاست وغیرہ کے اور روایت ہے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے کہا اونھوں نے کہ سنا میں نے
عثمان رضی اللہ عنہ سے فرماتے تھے کہ نہیں چھوا میں نے ذکر اپنے کو داہنے ہاتھ سے جب سے کہ میں نے بیعت کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے
اور اسلام لایا میں تمہیں خوش تھے اس سے کہ نہ استنجا کیا انھوں نے داہنے ہاتھ سے اخراج کیا اس حدیث کا رزین بن معاویہ عبدری نے
ص اور پیخانے میں قبلے کی طرف پیٹھ کرنا اور مونہ کرنا مکروہ ہے تحریمی اور جنگل اور میدان میں بھی ہمارے نزدیک یہی حکم ہے ف کیونکہ
روایت ہے ابی ایوب سے کہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جب جاؤ تم پیخانے کو سو نہ مونہ کرو طرف قبلے کے اور نہ پیٹھ کرو طرف اوسکے اور
لیکن مشرق کی طرف مونہ کرو اور مغرب کی طرف اور یہ خطاب واسطے مدینے کے لوگوں کے ہے کیونکہ قبلہ اونکا مشرق اور مغرب میں اور جنکا
قبلہ مشرق یا مغرب ہے اونکو جنوب شمال کی طرف مونہ کرنا چاہیے روایت کیا اسکو جمیع عالموں نے اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے موطا
میں اور روایت کی یہی اس باب میں ابن ماجہ نے ابن معقل اسدی سے اور اسناد میں اوسکی ابو زید بعضوں نے کہا ہے کہ نام اونکا ولید ہے مولا بنی
ثعلبہ کا مجہول ہے اور ابو زید ضعیف ہے اور اسناد میں اوسکی ابن لہیعہ ضعیف ہے اور دوسری روایت میں بھی ابن ماجہ کی ابی سعید
خدری سے ابن لہیعہ ہے اور وہ ضعیف ہے اور ہمارے نزدیک کراہت سب مکانوں اور گھروں میں سب میں ہے کیونکہ کہا ابو ایوب انصاری نے آئے ہم شام
میں تو پائیں ہم نے اونمیں گھر بنے ہوئے طرف قبلے کے سو پھر جاتے تھے ہم اوس سے اور استغفار کرتے تھے اس سے معلوم ہوا کہ مکان میں بھی

مونہہ طرف قبلے کے کرنا ممنوع ہے وقت پاخانے کے اور بعضون نے رخصت دی ہے قبلے کی طرف مونہہ کرنے کی جب کہ قبلہ اور اوسکے درمیان مین کوئی چیز حائل ہے جیسا کہ روایت ہے مروان اصفر سے کہا اونھون نے دیکھا مینے ابن عمر رضی اللہ عنہ کو کہ بٹھلایا اونھون نے اونٹنی اپنی کو طرف قبلے کے پھر بیٹھے اور پیشاب کرنے لگے طرف اونٹنی کے پس کہا مینے اونسے کیا نہین منع کیا گیا اس سے کہا اونھون نے کہ ہان منع ہے میدان مین لیکن جب ہو درمیان تیرے اور درمیان قبلے کے کوئی چیز کہ چھپاوے تجکو سو کچھ حرج نہین اخراج کیا اسکو ابو داؤد نے اور بعضون نے مطلق رخصت دی ہے لیکن مونہہ کرنے مین طرف قبلے کے سو دلیل لاتے ہین حدیث جابر رضی اللہ عنہ سے کہ منع کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کہ ہم مونہہ کرین طرف قبلے کے پیشاب مین سو دیکھا مینے اونکو ایک سال پیشتر قبل وفات کے کہ مونہہ کرتے تھے طرف قبلے کے روایت کیا اسکو ترمذی اور ابن ماجہ نے اور کہا ترمذی نے کہ یہ حدیث حسن غریب ہے کہا شیخ ابن القیم نے کہا ترمذی نے کہ پوچھا مینے بخاری سے اس حدیث کو پس کہا اونھون نے کہ یہ حدیث صحیح ہے اور ضعیف کیا اسکو ابن حزم نے کہ یہ حدیث مروی ہے ابان بن صالح سے اور وہ مجہول ہین اور نہین حجت ہے مجہول کی روایت سے اور جواب اسکا یہ ہے کہ کہا ابن مندہ نے کہ ابان بن صالح ثقہ ہین مشہور ہے حدیث والا ہے اور وہ ابان بیٹا صالح بیٹا عمیر کا ابو محمد قرشی ہے روایت کی اوس سے ابن جریج اور ابن عجلان اور ابن اسحق اور عبید اللہ بن ابی جعفر نے اور شہادت لایا ساتھ روایت اوسکی کے بخاری اپنی صحیح مین مجاہد اور حسن بن مسلم اور عطا سے اور توثیق کی اوسکی یحیی بن معین اور ابو حاتم اور ابو زرعہ رازی نے اور نسائی نے اور وہ والد ہے محمد بن ابان کا روایت کی اوس سے ابو ولید اور ابو داؤد طیالسی اور حسین جعفی وغیرہم نے اور اس حدیث سے انفراد کیا محمد بن اسحق نے اور نہین حجت پکڑی جاویگی اوس سے احکام مین تو پھر بھلا معارض کیونکر ہوگی احادیث صحاح کی اور کس طرح منسوخ ہونگی اوس سے حدیثین منع کی باوجود اس بات کے کہ اس حدیث کی تاویل ہو سکتی ہے کہ شاید یہ مکان مین ہو واسطے لوگون کے مذہب پر جو مکان مین رخصت دیتے ہین یا واسطے تنگی مکان کے تھا کہا شیخ ابن القیم نے بعد اسکے بیان کے فَكَيْفَ تُقَدَّمُ عَلَى النُّصُوصِ الصَّحِيحَةِ الصَّرِيحَةِ بِالْمَنْعِ یعنی پس کس طرح مقدم کی جاویگی یہ حدیث اوپر نصوص صحیحہ صریحہ بالمنع کے پھر اگر کوئی کہے کہ تسلیم کیا کہ یہ حدیث ضعیف ہے سو کیا کہتے ہو روایت عراک مین عایشہ رضی اللہ عنہا سے درباب رخصت کے تو جواب اسکا یہ ہے کہ یہ حدیث صحیح نہین ہے موقوف ہے اوپر عایشہ رضی اللہ عنہا کے کہا ہے ترمذی نے کتاب العلل مین نقلاً عن البخاری اور کہا بعض حافظون نے حدیث کے کہ یہ حدیث صحیح نہین اور اسکے سبب کو بڑے عالم لوگ حدیث کے پہچانتے ہین اور وہ یہ ہے کہ اسناد مین اسکی جو خالد بیٹا ابی الصلت کا ہے اوسنے اس حدیث کے متن کو یاد نہین کیا اور اوسکی اسناد کو قائم رکھا مخالفت کی اوسکی اوسی حدیث مین ثقہ ثبت صاحب عراک نے نام اوسکا جعفر بن ربیعہ فقیہ ہے سو روایت کیا اوسنے اوسکو عراک سے اوسنے عروہ سے اوسنے عایشہ رضی اللہ عنہا سے کہ وہ انکار کرتی تھین سے معلوم ہوا کہ روایت خالد کی عراک سے اوسنے عایشہ رضی اللہ عنہا سے منقطع ہے اور صحیح جعفر کی ہے باوجود کہ اوسکی مخالف جانب احادیث صحیحہ وارد ہوئی ہین اور کہا عبد الرحمن بن ابی حاتم نے کتاب المراسیل مین اثرم سے کہ کہا سنا مینے ابو عبد اللہ سے کہ ذکر کیا بعضون نے حدیث خالد کو عراک سے اوسنے عایشہ رضی اللہ عنہا سے اوسنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سو کہا اونھون نے کہ یہ حدیث منقطع ہے اور زیادہ تحقیق اسکی شرح ابو داؤد مین ہے اس جگہ بسبب خوف درازی کتاب کے اختصار کیا اور تفصیل کو رہا ندی اور جو پیٹھ کرنے مین طرف قبلے کے سو دلیل لاتے ہین حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہ سے کہ اونھون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پیخانہ پھرتے دیکھا کہ مونہہ تھا آپکا طرف شام کے اور پیٹھ طرف قبلے کے اور روایت کیا اسکو بخاری مسلم ابو داؤد و نسائی نے اور حق یہ ہے کہ رخصت مین بھی حدیثین صحیح وارد ہوئی ہین فافہم

ابان بن صالح

خالد بن ابی الصلت

کھڑے ہو کر پیشاب کرنا منع ہو روایت ہو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ فرماتی تھیں جو شخص کہ حدیث بیان کرے تم سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو کر پیشاب کرتے تھے سو نہ تصدیق کرنا اوسکی نہیں پیشاب کرتے تھے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم مگر بیٹھ کے روایت کیا اسکو ترمذی اور نسائی نے اور روایت ہو حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا اونھون نے کہ دیکھا مجکو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مین پیشاب کرتا ہون کھڑے ہو کے پس کہا آپنے کہ نہ پیشاب کر کھڑے ہو کے اے عمر سو نہین پیشاب کیا مینے کھڑے ہو کے بعد اسکے اور روایت ہو حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہ نہین پیشاب کیا مینے کھڑے ہو کے جبسے اسلام لایا مین روایت کیا اسکو ترمذی نے اور کہا کہ صحیح ہو عمر رضی اللہ عنہ سے اور ضعیف کیا پہلی روایت کو اور روایت ہو ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے کہ جفا ہو پیشاب کرنا کھڑے ہو کے اور بعضون نے کہا ہو کہ یہ واسطے ادب کے ہو نہ واسطے حرمت کے اور دلیل اسکی یہ ہو کہ روایت کی امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے موطا مین ابن عمر رضی اللہ عنہ سے کہ پیشاب کرتے تھے وہ کھڑے ہو کے اور روایت ہو حذیفہ رضی اللہ عنہ سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کے پیشاب کیا روایت کیا اسکو ابن ماجہ نے کئی طریقون سے اور حق یہ ہو کہ کھڑے ہو کے پیشاب کرنا فقط خلاف ادب ہو اور سات ہی بموجب ان دونون حدیثون کے درست ہو واللہ اعلم

کتاب الصلوٰۃ

فصل نماز کے وقتون کے بیان مین

ص وقت فجر کا یعنی صبح سے آفتاب نکلنے تک ہو اور جو طول صبح ہو اوسکو صبح کاذب کہتے ہین اور اوس وقت نماز صبح کا وقت نہین ہوتا ف یعنی صبح اوسکو کہتے ہین جو افق کی طرف چوڑان مین سپیدی پیدا ہوتی ہو کہا بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کہ صحیح وقتون نماز مین حدیث جابر رضی اللہ عنہ کی ہو اور روایت ہو بریدہ رضی اللہ عنہ سے کہا اونھون نے پوچھا ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز کے وقتون کو سو فرمایا آپنے اوس شخص سے کہ نماز پڑھ ہمارے ساتھ دو دن سو جسوقت زوال ہوا آفتاب کا حکم کیا بلال رضی اللہ عنہ کو سو اذان دی اونھون نے پھر حکم کیا اونکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سو اقامت کہی اونھون نے ظہر کی پھر حکم کیا اوسکو سو اقامت کی عصر کی اور آفتاب اوسوقت سپید اور صاف اور بلند تھا پھر حکم کیا اوسکو سو اقامت کی مغرب کی جسوقت کہ غروب ہوا آفتاب پھر حکم کیا اوسکو سو اقامت کی عشا کی جسوقت کہ غائب ہوئی شفق پھر حکم کیا اونکو سو اقامت کی فجر کی جسوقت کہ طلوع ہوئی فجر پھر جب ہوا دوسرا دن حکم کیا اوسکو تو ٹھنڈے وقت پڑھی ظہر اور خوب ٹھنڈا کیا اوسکو اور نماز پڑھی عصر کی اور آفتاب بلند تھا لیکن اول روز سے تاخیر کی اور نماز پڑھی مغرب کی قبل اسکے کہ غائب ہو شفق اور نماز پڑھی عشا کی جب تہائی رات گئی اور نماز پڑھی فجر کی سو روشن کیا اوسکو یعنی جب خوب روشنی ہو گئی تب فجر کی نماز پڑھی پھر کہا آپ نے کہ کہان ہو نمازون کے وقت کا سوال کرنے والا سو کہا اوس شخص نے مین ہون یا رسول اللہ کہا آپنے کہ وقت نماز کا درمیان اوسکے ہو جو دیکھا تمنے روایت کیا اسکو مسلم نے اور یہی روایت کی مسلم نے ابی موسی رضی اللہ عنہ سے مانند اسکے ص اور ظہر کا وقت زوال سے جبتک کہ سایہ ہر چیز کا دونا ہو جاوے سوا سایۂ زوال کے ف یعنی جتنا سایہ زوال کا ہو اوتنے کو نکال کے ہر چیز کا سایہ دونا ہو جاوے ص اور ایک روایت مین امام صاحب سے ظہر کا وقت جبتک ہو کہ سایہ ہر چیز کا اوسکے برابر ہو جاوے سوا سایۂ زوال کے اور یہی قول ہو صاحبین اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہم کا اور طریقہ پہچاننے زوال کا دائرہ ہندیہ سے معلوم ہوتا ہو اور وہ شرح عربی مین مذکور ہو مختصر نظر خوف طول سے اوسکو ترک کیا اور کیونکہ ہندستان کے ملک مین زوال کے پہچاننے کے بہت طریقے ہین اور عصر کا وقت

آفتاب کے ڈوبنے تک اور مغرب کا اوس وقت سے شفق غائب ہونے تک اور شفق کہتے ہین سرخی کو صاحبین کے نزدیک اسی پر فتوی ہے
اور امام صاحب کے نزدیک شفق سپیدی کو کہتے ہین جو سرخی کے بعد ہوتی ہے اور عشا کا اوس وقت سے اور وتر کا عشا کے بعد سے صبح
تک دونون کا وقت رہتا ہے ف ظہر کے آخر وقت مین بہت اختلاف ہے اور اسی طرح مغرب کے آخر وقت مین تو اکثر امام اور علما اس طرف
ہین کہ وقت ظہر کا ہر چیز کے سایہ کے برابر ہونے تک ہے سوا سایہ زوال کے اور مغرب کا شفق کے غروب تک لیکن امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ
علیہ کا مذہب یہی ہے کہ ظہر کا وقت دو مثل تک رہتا ہے اور امام مالک اور شافعی کا ایک قول یہ ہے کہ اخیر وقت مغرب کا بس آفتاب کا ڈوبنا ہے
کہ کہا انھون نے نہ تاخیر کی جاوے مغرب بقدر اختیار آفتاب کے ڈوبنے سے اور اصل اس باب مین حدیث جبرئیل کے امامت کی ہے
روایت ہے حضرت عبد اللہ بن عباس سے کہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ امامت کی جبرئیل علیہ السلام نے ساتھ میرے دو بار نزدیک خانہ
کعبہ کے سو پڑھی نماز ظہر کی پہلی امامت مین جب ہوا سایہ مثل تسمے جوتی کے پھر نماز پڑھی عصر کی جس وقت کہ ہوا سایہ ہر چیز کا مثل اوسکے
پھر نماز پڑھی مغرب کی جسوقت کہ غروب ہوا آفتاب اور افطار کیا روزہ دار نے پھر نماز پڑھی عشا کی جسوقت کہ غائب ہوئی شفق
پھر نماز پڑھی فجر کی جسوقت کہ طلوع ہوئی فجر اور حرام ہوا کھانا روزہ دار پر اور پڑھی نماز ظہر کی دوسری امامت مین جسوقت کہ ہوا سایہ
ہر چیز کا مثل اوسکے جسوقت کہ نماز عصر کی پہلے روز پڑھی تھی اور پڑھی نماز عصر کی جسوقت کہ ہوا سایہ ہر چیز کا دونا اوسکا پھر مغرب جس وقت
کہ کل پڑھی تھی اور عشا جسوقت کہ گئی تہائی رات پھر نماز پڑھی صبح کی جسوقت کہ روشن ہو گئی زمین پھر التفات کیا طرف میری جبرئیل علیہ السلام
نے اور کہا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہ یہ وقت ہے انبیا علیہم السلام کا قبل آپ کے اور وقت درمیان ان دونون وقتون کے ہے روایت کیا اوسکو ابو داود
اور ترمذی نے اور کہا اونہون نے کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے اور ابن حبان نے اپنی صحیح مین اور حاکم نے اور کہا اونہون نے کہ یہ صحیح الاسناد ہے لیکن اسناد
مین اسکی عبد الرحمن بیٹے حارث کے ضعیف کیا اوسکو احمد اور نسائی اور یحیی بن معین اور ابو حاتم رازی نے اور توثیق کی اوسکی ابن سعد
اور ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے اور متابعت کی گئی اوسکی روایت کی عبد الرزاق نے تخریج کی اونھون نے عمر بن نافع رحمۃ اللہ علیہ سے اونھون نے اپنے
باپ سے اونھون نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مانند اسکے اور اسناد مین اسکی عمری ہے اور وہ ضعیف ہے لیکن کہا شیخ تقی الدین ابن دقیق العید نے
کہ یہ بھی متابعت ہے اور صحیح کیا اوسکو ابن العربی اور ابن عبد البر رحمۃ اللہ علیہما نے اور مروی ہے حدیث امامت کی چند صحابہ رضی اللہ عنہم سے
اون مین سے جابر رضی اللہ عنہ ہین اور روایت مین انکی یہ ہے کہ نماز پڑھی عشا کی دوسرے دن جب کہ گذری آدھی رات اور یا تہائی رات
اور یہ حدیث صحیح ہے جیسا کہ کہا بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اور روایت ہے عبد اللہ بن عمر سے اونھون نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے
کہ فرمایا آپ نے وقت ظہر کا جب ہے کہ زوال ہو آفتاب کا اور ہو سایہ ہر چیز کا مانند طول اوسکے کے جب تک کہ نہ آئے وقت عصر کا
اور وقت عصر کا جب تک ہے کہ نہ زرد ہووے آفتاب اور وقت مغرب کا جب تک ہے کہ نہ غروب ہووے شفق اور وقت عشا کا آدھی رات تک اور
وقت فجر کا جب تک کہ نہ طلوع کرے آفتاب روایت کیا اوسکو مسلم نے اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ اول وقت مغرب کا جب کہ غروب ہو
آفتاب اور آخر وقت اوسکا جب کہ غائب ہو افق یعنی روشنی اوسکی دور ہو جاوے اور اول وقت عشا کا جب کہ غائب ہو افق اور آخر وقت
اوسکا آدھی رات تک اور اول وقت فجر کا جب کہ فجر طلوع ہووے اور آخر وقت اوسکا جب کہ طلوع ہو آفتاب روایت کیا اوسکو ترمذی
نے اور یہ دلیل ہے بہت قوی امام شافعی پر اور مالک رحمۃ اللہ علیہما پر اس بات مین کہ وقت مغرب کا جب تک ہے کہ غائب ہووے شفق
اور یہ ہی وقت ہے مغرب تک ہو سکتا ہے اوسکی تیاری کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے اِذْ عُرِضَ عَلَيْهِ بِالْعَشِيِّ الصَّافِنَاتُ الْجِيَادُ

میمون بن مہران [illegible]

فَقَالَ اِنِّیْٓ اَحْبَبْتُ حُبَّ الْخَیْرِ عَنْ ذِکْرِ رَبِّیْ حَتّٰی تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ ۝ یعنی جسوقت کہ پیش کیے گئے حضرت سلیمان
علیہ السلام پر گھوڑے آخر دن مین تیز نہایت عمدہ سو کہا اونھون نے کہ دوست رکھا مینے مال کو اپنے رب کے ذکر سے یہان تک کہ چھپ گیا
آفتاب پردے مین اور دوسری دلیل اوسکی یہ ہی کہ فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جس شخص نے پائی ایک رکعت صبح سے قبل اسکے کہ
طلوع ہو آفتاب سو تحقیق کہ پائی اوسنے نماز صبح کی اور جس شخص نے کہ پائی ایک رکعت عصر سے قبل اسکے کہ ڈوبے آفتاب سو تحقیق کہ پائی اوسنے
نماز عصر کی روایت کیا اوسکو بخاری و مسلم نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے اور لیکن اس بات مین کہ عشا کا آخر وقت صبح تک ہی کوئی حدیث
صحیح یا ضعیف نہین آئی ولیکن مختلف ہوئین احادیث صحیحہ مین روایت ہی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اور ابوموسی اشعری
اور ابو سعید خدری رضی اللہ عنہما سے تحقیق کہ تاخیر کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز عشا کی تہائی رات تک اور روایت ہی
حضرت ابوہریرہ اور انس رضی اللہ عنہما سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تاخیر کی اوسکی آدھی رات تک اور روایت ہی حضرت
عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تاخیر کی اوسکی دو ثلث رات تک اور روایت ہی حضرت عایشہ رضی اللہ
عنہا سے کہ تاخیر کی عشا کی یہان تک کہ گئی اکثر رات اور یہ سب حدیثین صحیح ہین کہا امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے کہ یہ سب حدیثین
متفق ہین اس بات کو کہ ساری رات وقت عشا کا ہی لیکن تین مرتبے ہین تہائی رات تک افضل ہی اور نصف تک اوس سے کم
اور بعد اوسکے اوس سے کم پھر روایت کی طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سند سے نافع بن جبیر تک کہا اونھون نے کہ لکھا عمر رضی اللہ عنہ نے
ابوموسی اشعری کو نماز پڑھ عشا کی جب چاہے رات مین اور نہ غافل ہو اوس سے اور ایک روایت مین مسلم رحمۃ اللہ علیہ کی ابی قتادہ رضی اللہ عنہ سے ہی کہ نبی
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہین ہی سونے مین تفریط بلکہ تفریط اسمین ہی کہ نماز کی تاخیر کرے یہان تک کہ دوسری نماز کا وقت آجاوے اوس سے معلوم
ہوتا ہی کہ وقت اوسکا صبح تک ہی اور اجماع کیا اماموں نے کہ جب اسلام لاوے کافر یا پاک ہووے حائضہ یا بالغ ہووے لڑکا اور کچھ رات باقی ہو
نماز عشا کی اوسپر واجب ہی اور اجماع حجت قطعی ہی جیسا کہ اوپر پہلے پہلی کتاب مین بیان کیا اور حدیث امامت جبرئیل علیہ السلام کی
وقت مختار پر محمول ہی اور اسی واسطے کہا امام صاحب نے کہ تاخیر مغرب کی اول وقت سے مکروہ تنزیہی ہی نہ تحریمی کیونکہ صحیح ہوا آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کہ تاخیر کی آپنے مغرب کی شفق کے ڈوبنے تک اور تاخیر عشا کی اس سے زیادہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہی یا عصر کی
آفتاب کی زردی تک مکروہ ہی تحریمی اور سب سے زیادہ کراہیت عصر کی تاخیر مین ہی آفتاب کے زرد ہونے تک کیونکہ فرمایا آپنے ایسی نماز کو
تِلْکَ صَلٰوۃُ الْمُنَافِقِ یعنی یہ نماز منافق کی ہی اور شیطان کی طرف آپنے اوسکو منسوب کیا اور حدیث امامت مین جو وارد ہی
کہ نماز عصر کی آپنے تاخیر کی سایے کے دوشل ہونے تک سو یہ منسوخ ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قول سے کہ وقت عصر کا جبتک ہی کہ نہ زرد
ہو آفتاب اور دوسرے یہ کہ دوشل تک آفتاب پر زردی نہین آتی اور وہ جو امام صاحب نے فرمایا ہی کہ آخیر وقت ظہر کا دوشل تک ہی سو کسی
حدیث مین تصریح مذکور نہین اور اسی واسطے مخالفت کی اونکی صاحبین نے اور موافق ہوئے اکثر اماموں کے اور حجت پکڑی امام صاحب نے
حدیث بریدہ رضی اللہ عنہ سے کہ جب ہوا اور دن خوب تیز ہی کی ظہر کی یعنی ٹھنڈک کے وقت نماز پڑھی اور فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
کہ جب شدت ہو گرمی کی سو ٹھنڈا کرو نماز کو اسواسطے کہ شدت گرمی کی جہنم کے سانس سے ہی روایت کیا اسکو سب عالمون نے کہا امام ابوحنیفہ
رحمۃ اللہ علیہ نے کہ شدت گرمی کی اونکے شہرون مین جب ہی کہ ہر چیز کا سایہ مثل اوسکے ہو جاوے سو یہ حدیث ناسخ ہو جاویگی اوس حدیث کی
جو روایت کی ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اور صحیح مسلم مین مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تاخیر کی نماز ظہر کی یہان تک کہ دیکھنے لگا سایہ ٹیلون کا

اور نووی نے اوسکی شرح مین لکھا ہی کہ سایہ ٹیلون کا بہت اخیر وقت پڑتا ہی اور جب آفتاب بہت ڈھل جاتا ہی اور جب یہ ثابت ہو گیا کہ ظہر کا وقت بعد سایہ مثل کے باقی رہتا ہی اور حدیث ابراد اس باب مین ناسخ حدیث امامت ہو گئی تو اول وقت عصر مین وہ حدیث امامت منسوخ ہوئی کیونکہ اللہ تعالی نے فرمایا اِنَّ الصَّلٰوۃَ کَانَتْ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ کِتَابًا مَّوْقُوْتًا یعنی تحقیق کہ نماز ہی مسلمانون پر فرض وقت مقرر کیا گیا تو اس سے ثابت ہوا کہ ہر نماز کے واسطے ایک وقت علحدہ چاہیے اور اس حجت مین امام صاحب کی کلام ہی اور حق یہی ہی کہ وقت ظہر کا ایک مثل تک رہتا ہی وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ لیکن اتنی بات ہی کہ جو شخص مشتاق احتیاط اور معتقد جملہ فقہا و علماے شریعت نبوی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہو اوسکو چاہیے کہ نماز ظہر کی ایک مثل سے پہلے پڑھے کہ سب امامون کے نزدیک درست ہو اور عصر کی بعد دو مثل کے کہ سب کے نزدیک درست ہو اور گرمی مین تاخیر کرنا ظہر کا اسکا بیان آگے بھی کچھ آویگا اور شفق نزدیک اکثر علما کے اور روایت مین امام ابو حنیفہ رح کے سرخی کا نام ہی اور ایک روایت مین امام صاحب نے فرمایا کہ شفق نام سفیدی کا ہی اور بعض شروح مین ہی کہ امام صاحب نے رجوع کیا اس سے جو لوگ کہتے ہین کہ سرخی نام شفق کا ہی اونکی حجت یہ ہی کہ فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ شفق سرخی ہی سو جب غائب ہو جاوے واجب ہو گی نماز روایت کیا اسکو ابن عساکر نے بیچ غرائب مالک کے حدیث عتیق بن یعقوب سے انھون نے مالک سے انھون نے نافع سے انھون نے ابن عمر سے مرفوعًا اور روایت کیا اسکو ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے اور طریق سے اور صحیح کیا بیہقی نے وقف اوسکا اور کہا صاحب ہدایہ نے وَمَا رَوَاہُ مَوْقُوْفٌ عَلَی ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اور روایت کیا اسکو حاکم نے مدخل مین اور روایت کی دارقطنی اور محمد بن خزیمہ نے صحیح مین ابن عمر رضی اللہ عنہ سے اور رفع کیا اوسکو اور صحیح کیا اوسکو اور کہا ابن خزیمہ نے کہ اگر صحیح ہو جاوین یہ روایتین تو پھر نے پروائی ہو جاوے سب روایتون سے لیکن متفرد ہوا ساتھ اسکے محمد بن یزید کہا حافظ ابن حجر نے محمد بن یزید سچا ہی اور کہا بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے کہ مروی ہی یہ حدیث عمر اور علی اور ابن عباس اور عبادہ اور شداد اور ابی ہریرہ رضی اللہ عنہم اجمعین سے اور کوئی حدیث اسمین صحیح نہین لیکن حق یہ ہی کہ یہ حدیث حسن ہی اور حسن حجت ہی مثل صحیح کے اور صاحب ہدایہ نے دلیل امام صاحب کی یہ لکھی ہی کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اخیر وقت مغرب کا جب کہ سیاہ ہو جاوے افق اور چوڑی صبح سے اوپر مراد یہ ہی کہ روشنی آسمان کے کنارون مین ظاہر ہووے اور اوسکو صبح صادق کہتے ہین روایت ہی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ فجر دو ہین ایک وہ فجر کہ حرام کرتی ہی کھانے کو اور حلال ہی اوسمین نماز اور ایک فجر وہ ہی کہ حرام ہی اوسمین نماز اور حلال ہی اوسمین کھانا روایت کیا اسکو ابن خزیمہ اور حاکم نے اور صحیح کیا اسکو ان دونون نے اور ایک روایت مین حاکم کی ہی کہ حرام کرتی ہی کھانے کو یعنی ایک لنبی دھاری افق کے کنارے آسمان مین جاتی ہی اور یہی صبح صادق ہی اور صبح کاذب کو بیان کیا آپ نے کہ مانند دم سرحان کے ہی۔ تاخیر فجر کی یہان تک کہ روشنی ہو جاوے مستحب ہی اتنی کہ چالیس آیتین پڑھ سکے اور پھر اگر فاسد ہووے وضو تو لوٹا سکے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تاخیر کرو فجر کی کہ اسمین بہت اجر ہی ف روایت کیا طحاوی نے ساتھ اسانید متعددہ کے اس حدیث کو رافع بن خدیج سے اور ایک روایت مین ہی کہ نَوِّرُوْا بِالْفَجْرِ یعنی روشن کرو فجر کو اور ایک روایت مین ہی اَصْبِحُوْا بِالصُّبْحِ فَاِنَّہٗ اَعْظَمُ لِاُجُوْرِکُمْ روایت کیا اسکو احمد اور ابو داؤد اور ترمذی اور نسائی اور ابن ماجہ نے اور صحیح کیا اسکو ترمذی اور ابن حبان نے اور روایت کیا طبرانی نے نَوِّرْ یَا بِلَالُ بِالْفَجْرِ قَدْرَ مَا یَبْصُرُ الْقَوْمُ مَوَاقِعَ نَبْلِھِمْ یعنی روشن کر اے بلال فجر کو اوسقدر کہ دیکھین لوگ مقام گرنے تیر اپنے کو اور

روایت کیا اوسکو ابن ابی شیبہ نے مصنف مین اور کہا کہ روایت ہی اس باب مین مغیرہ بن شعبہ اور تمیم اور علی اور حسن بن علی اور ابی الدردا اور ابن مسعود رضی اللہ عنہم اجمعین سے اور بہت سے تابعین رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین اس طرف گئے ہین اور روایت ہی اعمش سے کہ تھے اصحاب عبد اللہ بن مسعودؓ کے روشن کرتے تھے فجر کو اور روایت ہی ابراہیم نخعی رضی اللہ عنہ سے کہ نہین جمع ہوئے اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی چیز پر جیسا کہ جمع ہوئے تنویر فجر پر روایت کیا اسکو ابن ابی شیبہ نے مصنف مین اور طحاوی نے تو اس سے معلوم ہوا کہ صحابہ رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین کا جمع ہونا خلاف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نہین ہو سکتا تو اس سے حدیث تغلیس یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نماز اندھیرے مین پڑھنا منسوخ ہوگا اور حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی تمیز مین بھی سو یہ ہمارے مذہب کی ہی اور امام شافعی کے نزدیک اندھیرے مین پڑھنا مستحب ہی کیونکہ روایت ہی عایشہ رضی اللہ عنہا سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھتے تھے صبح کو سو پھرتی تھین عورتین اور نہین پہچانی جاتی تھین تاریکی سے اور صحیح یہی ہی کہ تاخیر کرنا فجر کی مستحب ہی اور یہی مذہب ہی اکثر صحابہ و تابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین کا اور بعض علما نے جو اس حدیث کے معنی یون بیان کیے ہین کہ قراءت کرو یہان تک کہ روشن کرو فجر کو خلاف آثار صحابہ و تابعین کے ہی اور خلاف ہی تبادر کے واللہ اعلم

ص گرمی مین تاخیر کرنا ظہر کی مستحب ہی اور جاڑے مین جلدی کرنا صحیح بخاری مین ہی کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ٹھنڈے وقت پڑھو نماز ظہر کی کیونکہ شدت گرمی کی جوش جہنم سے ہی ف اور صحیح بخاری مین حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بھی ایسی ہی روایت ہی

ص اور عصر کی تاخیر جب تک کہ آفتاب نہ بدلے مستحب ہی ف کیونکہ روایت کی دارقطنی نے عبد الواحد بن نافع سے کہا انھون نے کہ مین کوفے کی مسجد مین داخل ہوا سو اذان دی موذن نے عصر کی اور ایک شیخ نے ملامت کی اوسکو اور کہا خبر دی مجھے باپ نے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم کیا ساتھ تاخیر اس نماز کے اور مینے پوچھا نام اون شیخ کا سو بیان کیا اون لوگون نے کہ عبد اللہ بن رافع بن خدیج ہین اور ضعیف کیا اسکو عبد الواحد کے سبب سے اور روایت کیا اوسکو بخاری نے تاریخ کبیر مین اور کہا کہ نہین متابعت کیجاویگی عبد الواحد پر اور صحیح رافع کی حدیث سے ہی پھر روایت کی رافع سے کہ ہم پڑھتے تھے نماز عصر کی ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پھر قربانی کیجاتی تھی اور دس حصے کیے جاتے تھے اور پھر پکائے جاتے تھے اور کھاتے تھے ہم پکے گوشت کو قبل غروب آفتاب کے کہا شیخ ابن الہمام نے کہ یہ ممکن ہی غروب تک جسنے باہر چلنے والون کو دیکھا ہوگا تو کچھ اوسکے نزدیک بعید نہین

ص اور تاخیر عشا کی تہائی رات تک مستحب ہی ف کیونکہ روایت کی ترمذی نے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اگر نہ شاق ہوتا میری امت پر تو البتہ تاخیر کرتا مین عشا کی تہائی رات تک یا آدھی رات تک اور کہا یہ حدیث حسن صحیح ہی اور اس سے یہ ثابت ہوتا ہی کہ عشا کے قبل سونا اور بعد عشا کے باتین کرنا منع ہی کیونکہ روایت کی جماعت علماؤن نے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکروہ رکھتے تھے سونا قبل عشا کے اور باتین کرنا بعد عشا کے اور بعضون نے جائز رکھا ہی باتون کو بعد عشا کے گرمیون مین اور دلیل انکی یہ ہی کہ روایت کی ترمذی نے صلوۃ مین اور نسائی نے مناقب مین حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہ تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باتین کرتے تھے نزدیک ابی بکر رضی اللہ عنہ کے بیچ رات کے کسی امر مین مسلمانون کے امر سے اور صحیحین مین بھی ابن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث سے جواز اسکا معلوم ہوتا ہی اور روایت کی امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے عبد اللہ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہین جائز ہی باتین کرنا بعد نماز عشا کے مگر واسطے دو شخصون کے مصلی اور مسافر کے اور ایک روایت مین ہی کہ واسطے دولہن کے اور بعضون نے صحیح کہا ہی کہ گرمی مین جلدی پڑھی جاوے تاکہ جماعت کم نہو اور آدھی رات تک تاخیر اوسکی مباح ہی

اور آدھی رات کے بعد مکروہ ہی **ص** اور وتر کی آخر رات تک اگر جاگنے کا یقین ہو مستحب ہی اور اگر جاگنے کا یقین نہو تو عشا کے
ساتھ پڑھ لیوے اور مغرب کی جلدی مستحب ہی **ف** اور جلدی کے یہ معنی ہین کہ اذان اور اقامت مین دیر نکرے مگر ساتھ ایک جلسہ خفیف
کے کیونکہ روایت کی ابو داؤد نے مرثد بن عبد اللہ سے ایک حدیث طویل اور آخر اوسکا یہ ہی کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ رہیگی امت میری
نیکی پر جب تک کہ تاخیر کرینگے مغرب کی ستارون کی روشنی تک اور اونکے خوب پھیلنے تک اور اوسکی اسناد مین ابن اسحق ہی
ضعیف او سکا جو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہی ثابت نہین اور اگر بالفرض ثابت ہو تو بھی قبول نہین کما شعبہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہ وہ دجال
ہین مسلمانون کے حدیث مین اور روایت کی اونسے مانند ثوری اور ابن ادریس اور حماد بن زید اور زید بن زریع اور ابن عیینہ اور عبد الوارث
اور ابن المبارک نے اور طول کیا بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اونکی توثیق مین اور ذکر کیا اوسکو ابن حبان نے ثقات مین اور امام مالک
رحمۃ اللہ علیہ نے رجوع کیا اونمین کلام کرنے سے فقط **ص** ابر کے دن عصر اور عشا کی جلدی مستحب ہی اور اور نمازون کی تاخیر
ف اسواسطے کہ تاخیر عشا مین قلت جماعت کی ہی بسبب پانی کے اور تاخیر عصر مین توہم ہی اس بات کا کہ وقت مکروہ نہو جاوے
اور فجر مین اسواسطے توہم نہین کہ یہ مدت مدید ہی دوسرے یہ کہ اسمین تا طلوع آفتاب کوئی وقت مکروہ نہین اور امام صاحب سے مروی ہی کہ
سب مین تاخیر مستحب ہی واسطے احتیاط کے کیونکہ نماز بعد وقت آنے کے جائز ہی اور قبل وقت کے جائز نہین **ص** آفتاب کے طلوع
کے وقت اور غروب کے وقت اور جسوقت عین دوپہر ہو نماز اور سجدۂ تلاوت کا اور نماز جنازے کی جائز نہین **ف** کیونکہ روایت ہی
عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے مسلم وغیرہ مین کہ تین[3] ساعت ہین کہ تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منع کرتے ہمکو کہ نماز پڑھین ہم اون
وقتون مین یا قبر مین رکھین اپنے مُردون کو جب کہ آفتاب طلوع کرے یہان تک کہ بلند ہو جاوے اور جسوقت عین دوپہر ہو یہان تک کہ زوال ہو اور آفتاب
کا اور جب کہ ڈوبتا ہو یہان تک کہ ڈوب جاوے اور موطا مین ہی کہ منع کیا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز سے ان ساعتون مین اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ
کے نزدیک فرائض سکے ہین ان وقتون مین جائز ہین اور امام ابو یوسف کے نزدیک نفل جمعے کے دن دوپہر کو جائز ہی اور یہ حدیث حجت ہی بسبب
اطلاق کے اون دونون پر اور دلیل اونکی یہ ہی کہ روایت ہی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جو شخص کہ بھول جاوے کسی نماز کو پھر یاد کرے اوسکو
تو پڑھ لیوے اوسکو جب یاد آوے اوسکو اور جبیر بن مطعم سے روایت ہی کہ فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اے بنی عبد مناف کے
نہ منع کرو کسیکو طواف کرنے سے اس گھر کے یا نماز پڑھنے سے جسوقت چاہے کہ پڑھے دن مین یا رات مین اور ابو ذر رضی اللہ عنہ سے
روایت ہی ایسا ہی روایت کیا اسکو دارقطنی نے اور بیہقی نے اور وہ حدیث چار علت سے ضعیف ہی اول تو انقطاع ہی اوسمین مجاہد اور ابی ذر
سے اور ضعف ابن مؤمل سے اور ضعف حمید مولی عفرہ سے اور اضطراب سند اوسکی سے اور روایت کیا اسکو بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے اور داخل کیا
قیس بن سعد کو درمیان حمید کے اور مجاہد کے اور روایت کیا اسکو سعید بن سالم نے اور ساقط کر دیا اوسکو درمیان سے اور ابو یوسف کی دلیل یہ ہی
جو شافعی مین ہی ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع کیا نماز سے دوپہر کو مگر دن جمعے کے اور سجدۂ تلاوت بھی
بمنزلے نماز کے ہی **ص** اور آفتاب کے غروب کے وقت فقط اوس دن کی عصر البتہ جائز ہی **ف** اسواسطے کہ حدیث مین آیا ہی کہ جسنے پائی
ایک رکعت نماز سے سو تحقیق کہ پائی اوسنے ساری نماز روایت کیا اسکو بہت علما نے اسناد صحیح سے اور صبح کی نماز مین یہ حکم اسواسطے نہین
کہ وہ نماز کامل واجب ہی تو ناقص ادا نہوگی بخلاف عصر کے کہ وہ جب وقت مکروہ مین ناقص ہی واجب ہوئی تو ناقص ادا ہو جاوے گی
واللہ اعلم بالصواب **ص** جب امام جمعے کے خطبے کے واسطے اوٹھے نفل اور قضا اور نماز جنازہ پڑھنا اور سجدہ

ابن اسحق

ابن مؤمل

حمید مولی عفرہ

تلاوت کا کرنا مکروہ ہے ف اس حدیث سے کہ اوس میں خطبہ سننے سے باز رہنا ہوگا ص اور بعد فجر کے سوا سنت فجر کے اور
درمیان عصر اور مغرب کے نفل مکروہ ہے ف کیونکہ صحیحین میں مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع کیا نماز سے بعد صبح کے
یہاں تک کہ طلوع ہووے آفتاب اور بعد عصر کے یہاں تک کہ غروب ہووے آفتاب اور روایت کی ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ نے مصنف میں
ابن عمر رضی اللہ عنہ سے کہ نماز پڑھی میں نے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اور ابوبکر اور عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم کے پس نہیں نماز ہے بعد صبح کے
یہاں تک کہ طلوع کرے آفتاب اور روایت ہے اونہیں ابن عمر رضی اللہ عنہ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب طلوع کرے کنارہ آفتاب کا تو چھوڑو
نماز کو یہاں تک کہ ظاہر ہو جاوے اور ایک روایت میں ہے ابن عمر سے مصنف میں اِذَا بَدَا حَاجِبُ الشَّمْسِ فَاتْرُكُوا الصَّلٰوةَ
حَتّٰى تَبْرُزَ یعنی جب شروع ہووے اور ظاہر ہووے کنارہ آفتاب کا تو تاخیر کرو نماز کی یہاں تک کہ ظاہر ہو جاوے اور کہا صاحب مصنف نے اوس
باب میں روایت ہے عبد اللہ اور ابن مسعود اور ابن عباس رضی اللہ عنہم سے اور کہا اونہوں نے وَحَدَّثَنَا غُنْدَرٌ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ سَعْدِ بْنِ اِبْرَاهِيْمَ
عَنْ نَصْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ جَدِّهٖ مُعَاذٍ الْقُرَشِيِّ اَنَّهٗ طَافَ بِالْبَيْتِ مَعَ مُعَاذِ بْنِ عَفْرَاءَ بَعْدَ الْعَصْرِ وَ
بَعْدَ الصُّبْحِ فَلَمْ يُصَلِّ فَسَاَلْتُهٗ فَقَالَ قَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا صَلٰوةَ بَعْدَ صَلٰوتَيْنِ بَعْدَ الْغَدَاةِ حَتّٰى
تَطْلُعَ الشَّمْسُ وَبَعْدَ الْعَصْرِ حَتّٰى تَغْرُبَ الشَّمْسُ یعنی تحقیق کہ معاذ قرشی رضی اللہ عنہ نے طواف کیا خانہ کعبہ کا ساتھ معاذ
بن عفراء کے بعد عصر کے اور بعد صبح کے سو نہ نماز پڑھی سو پوچھا میں نے اوس سے سو کہا کہ فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں نماز ہے بعد نماز صبح
بعد صبح کے یہاں تک کہ طلوع کرے آفتاب اور بعد عصر کے یہاں تک کہ غروب کرے آفتاب اور وہ جو مروی ہے حدیث میں کہ آنحضرت صلی
اللہ علیہ وسلم روز نماز پڑھتے تھے دو رکعتیں بعد عصر کے سو خصوصیات سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہے بدلیل اوسکے کہ دوسروں کو اوس سے منع کیا
اور مثال اسکی ایسی ہے جیسے روزہ وصال کا کہ خود ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
پڑھتے تھے بعد عصر کے دو رکعتیں اور منع کرتے تھے اونسے اور وصال کے روزے رکھتے تھے اور منع کرتے تھے اوس سے ص اور قضا نماز اور نماز جنازہ
اور سجدہ تلاوت ان دونوں وقتوں میں مکروہ نہیں اور دو نمازوں کا ایک وقت میں جمع کرنا جائز نہیں مگر حج کے سفر میں عصر وقت ظہر کے پڑھے
اور مغرب وقت عشا کے جیسا کہ آگے آویگا ف جیسا کہ روایت ہے صحیحین اور مصنف ابن ابی شیبہ میں عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے کہ
نہیں دیکھا میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کہ نماز پڑھی ہو مگر وقت پر لیکن عشا اور مغرب کو جمع کیا تھا اونکو ایک دن مزدلفہ میں اور نماز پڑھی
تھی فجر کی اوس روز قبل وقت کے اور بہت حدیثیں اس باب میں آئی ہیں اسکا بیان آگے آویگا ص جو عورت عصر کے وقت یا عشا کے وقت
پاک ہوئی جسمیں پاک ہوئی وہی نماز اوسپر لازم آویگی اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اگر عصر کے وقت پاک ہوئی ظہر کی بھی پڑھے
اور اگر عشا کے وقت پاک ہوئی مغرب بھی پڑھے اور اگر وقت موافق تکبیر تحریمہ کے باقی رہا تھا کہ لڑکا بالغ ہوا یا کافر مسلمان ہوا وہ
نماز اوسپر لازم ہوگی اور قضا اوسکی واجب ہوگی اور امام زفر کے نزدیک واجب نہوگی اور جو عورت کہ اخیر وقت نماز میں حائض ہوئی
اوسکو نماز لازم نہوگی اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک لازم آویگی ف صبح کی نماز کے وقت میں سوا سنت فجر کے اور نفل پڑھنا
مکروہ ہے کیونکہ روایت کی مسلم نے حفصہ رضی اللہ عنہا سے کہ تھے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب طلوع ہوتی تھی فجر نہیں پڑھتے تھے مگر دو رکعتیں
خفیف اور ابوداؤد اور ترمذی کی روایت میں ہے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں ہے نماز بعد فجر کے مگر دو سجدے وَاللّٰهُ اَعْلَمُ

ص باب اذان کے بیان میں

اذان سنت ہی پانچون فرض اور نماز جمعے کے واسطے اور سوا اوسکے نوافل وغیرہ مین اور قبل وقت کے سنت نہین فقط ت واسطے عید اور کسوف کے اذان نہ دی جاویگی روایت کی صحیح مسلم مین جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے کہ نماز پڑھی مینے عید کی ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک بار یا دو بار بغیر اذان اور اقامت کے اوسی طرح مروی ہی کسوف مین اور جمعے کی اذان مین حدیث سائب بن یزید کی صحیح ہی اور وتر مین اسواسطے اذان نہین کہ وقت اوسکا اور وقت عشا کا ایک ہی ہی تو حاجت علیحدہ اذان دینے کی نہین ص تو اگر تعجیل فجر کی کرے اذان کہے پھر لوٹاوے وقت مین اور امام شافعی اور ابی یوسف کے نزدیک فجر کے واسطے آدھی رات سے اذان درست ف اور ہمارے نزدیک اسواسطے جائز نہین کہ اذان واسطے آگاہی کے ہی اور قبل وقت کے تجہیل ہی اور اونکے نزدیک اسواسطے جائز ہی کہ اہل حرمین کا یہی عمل ہی اور اون سب پر حجت یہ ہی کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے واسطے بلال رضی اللہ عنہ کے نہ اذان دو یہان تک کہ ظاہر ہووے فجر اور پھیلایا ہاتھ اپنے کو عرض مین روایت کیا اسکو ابو داؤد نے بلال رضی اللہ عنہ سے اور ضعیف کیا اوسکو اور بیہقی نے ضعیف کیا اوسکو کہ شداد نے نہین پایا بلال رضی اللہ عنہ کو سو وہ منقطع ہی اور ابن القطان نے کہا کہ شداد مجہول ہی نہین پہچانا جاتا مگر روایت جعفر بن برقان سے اور روایت کی بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ اے بلال نہ اذان دے یہان تک کہ طلوع کرے فجر کہا امام مین کہ اسناد اسکی صحیح ہی اور روایت کی عبد العزیز بن ابی داؤد نے انھون نے نافع سے انھون نے عبد اللہ بن عمر رضی سے کہ بلال رضی اللہ عنہ نے اذان دی قبل فجر کے سو غصے ہوئے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور روایت کی بیہقی نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا اونکو کیون کیا تمنے ایسا کہا کہ مین اوٹھا نیند سے سو جانا مینے کہ فجر طلوع ہوئی فرمایا آپنے کہ پکارو اب کہ یہ بندہ سو گیا تھا اور روایت کی ابن عبد البر نے ابراہیم سے کہا انھون نے جب اذان دیتا تھا موذن قبل وقت کے رات کو کہتے تھے اوس سے ڈر اللہ سے اور اعادہ کر اذان کا اور عمل اہل حرمین کا کچھ شریعت مین حقیقت ورود احادیث صحیحہ کے اوسکے خلاف پر حجت نہین ص اور قضا کے واسطے بھی اذان کہنا بعد وقت کے سنت ہی اور موذن کو چاہیے کہ وقتون کو خوب پہچانتا ہو تاکہ ثواب موعود کو پہونچے ف حدیث مین آیا ہی وَلْيُؤَذِّنْ لَكُمْ خِيَارُكُمْ الخ یعنی اذان دین تم مین سے جو لوگ بہتر ہین اور امامت کرین جو تم مین قاری ہین روایت کیا اسکو ابو داؤد نے اور سند اوسکی حسین بن عیسی منکر الحدیث ہی کہا یہ ابو زرعہ اور ابو حاتم نے اور حدیث مین آیا ہی کہ موذن لنبی گردن والے ہونگے دن قیامت کے اور بہت سی تین فضیلت مین اذان کی آئی ہین ص جب اذان دے تو قبلے کی طرف مونہہ کرے اور دونون انگلیون کو شہادت کی کانون مین رکھے ف کیونکہ روایت کی ابو الشیخ نے کتاب الاذان مین کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم کیا بلال رضی اللہ عنہ کو کہ کرے دونون انگلیون کو اپنے کانون مین اور کہا کہ یہ بلند کرتا ہی تیری آواز کو اور روایت کی ترمذی نے ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ سے کہ بلال رضی اللہ عنہ کو اذان مین دیکھا کہ دونون انگلیان اونکے کانون مین تھین اور کہا کہ یہ حسن صحیح ہی ص اور ٹھہر ٹھہر کے کہے ف کیونکہ روایت کی ترمذی نے جابر رضی اللہ عنہ سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا واسطے بلال رضی اللہ عنہ کے کہ جب اذان دے تو ٹھہر ٹھہر کہہ بیچ اذان اپنی کے اور جب اقامت کہہ تو تو جلدی جلدی کہہ اور توقف کر درمیان اذان اور اقامت کے اوسقدر کہ فارغ ہو کھانے والا کھانے اور پینے والا پینے سے اور پیشاب پھرنے والا قضا حاجت سے اور نہ کھڑے ہو نماز کے واسطے جب تک کہ نہ دیکھو مجھکو اور یہ حدیث ضعیف ہی اور روایت کی بیہقی نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے کہ وہ ٹھہر ٹھہر کے کہتے تھے اذان کو اور جلدی کہتے تھے اقامت کو اور ذکر کیا دارقطنی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بلفظ اسکے ص اور نہ گاوے اسطرح پر کہ کچھ حرکت یا حرف بڑھ جاوے

شداد

حسین بن عیسی

بڑھجاوے اور فقط اچھی آواز سے کہنا مکروہ نہیں بلکہ اچھا ہے اور ترجیع یعنی پہلے شہادتین کو آہستہ سے کہے پھر پکار کے کہے ایسا نکرے
ف جیسا کہ عبداللہ بن زید سے روایت کی اور اسمیں ترجیع نہیں اخراج کیا اسکا دارقطنی اور ابوداؤد نے کہا ابن خزیمہ نے
سنا میں نے محمد بن یحییٰ ذہلی سے کہ وہ کہتے تھے نہیں ہے بیچ حدیثوں عبداللہ بن زید کے اذان کے باب میں صحیح تر اس سے یہان تک کہ کہا حدیث
ابن اسحٰق کی ثابت صحیح ہے اور کہا ترمذی نے علل کبیر میں سنا میں نے بخاری سے کہ یہ حدیث صحیح ہے اور حدیث ترار کی علی بن ابی طالب رضی اللہ
عنہ سے غریب ہے معارض ہے احادیث صحاح کے اور کہا صاحب ہدایہ نے کہ نہیں ہے ترجیع مشہور حدیثوں میں اور روایت کی ابوداؤد نے
ابن عمر رضی اللہ عنہ سے کہ تھی اذان بیچ زمانہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دو دو بار اور تکبیر ایک ایک بار آخر حدیث تک اور روایت
کیا اسکو ابن خزیمہ اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں کہا ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے کہ اسناد اوسکی صحیح ہے اور سعید بیٹے مغیرہ کے ثقہ ہیں توثیق
کی اونکی ابن حبان نے اور کہا شیخ تقی الدین بن دقیق العید نے امام میں کہا ابن حاتم نے کہ سنا میں نے اپنے باپ سے کہ سعید بن مغیرہ
ثقہ ہیں اور وہ جو کہا صاحب ہدایہ نے کہ ترجیع جو ابی محذورہ کی حدیث میں آئی ہے سو وہ تعلیم تھی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اور انھوں نے
اوسکو ترجیع جانا غلط ہے کیونکہ ابوداؤد میں ہے باسناد صحیح ابی محذورہ سے کہا انھوں نے کہا میں نے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سکھاؤ
مجکو طریقہ اذان کا فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہے تو اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَشْہَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اَشْہَدُ اَنْ لَّا
اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اَشْہَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ اَشْہَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ پہلے تو آہستہ سے کہہ پھر پکار کے
کہہ تو اوس سے تاویل تعلیم کی جاتی رہی اور صحیح یہی ہے کہ یہ حدیث معارض ہے اوسکو جو روایت کی طبرانی نے اوسط میں یہی حدیث ابی محذورہ
کی اور نہیں ذکر کیا اسمیں ترجیع کو اور جب دونوں معارض ہوئیں دونوں ساقط ہوئیں اور باقی رہی حدیث عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ
کی سالم ہے معارض سے فَثَبَتَ مَا ذَہَبْنَا بِفَضْلِ اللّٰہِ تَعَالٰی ص حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ جب کہے تو داہنی طرف مونہہ پھیرے
اور جب حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ کہے تو بائیں طرف مونہہ پھیرے اور اوسی جگہہ کھڑا رہے اور اگر ویسا نے کہنے میں آواز
نہ پہنچیگی داہنی طرف میں دریچے سے سر نکال کے کہے دو بار حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ اور بائیں طرف کے دریچے سے سر نکال
کے دو بار کہے حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ اور فجر میں بعد حی علی الفلاح کے دو بار اَلصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ کہے ف کیونکہ روایت
کی ابن ماجہ نے سعید بن المسیب رضی اللہ عنہ سے انھوں نے بلال رضی اللہ عنہ سے کہ وہ آئے پاس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تا کہ آگاہ کریں اونکو
ساتھ نماز فجر کے تو کہا گیا آپ سوتے ہیں سو کہا بلال رضی اللہ عنہ نے اَلصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ دو بار تو مقرر کیا گیا یہ اذان میں اور
یہ حدیث منقطع ہے کیونکہ نہیں سنا ابن مسیب نے بلال رضی اللہ عنہ سے اور وہ حجت ہے نزدیک ہمارے وقت ثقہ ہونے راویوں کے
علاوہ اسکے مروی ہے حدیث ابی محذورہ میں کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ہو نماز صبح کی کہہ تو اَلصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ
اَلصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ روایت کیا اسکو ابوداؤد اور نسائی نے اور انس سے مروی ہے کہ کہا
انھوں نے سنت سے ہے یہ بات کہ جب کہے مؤذن نماز فجر میں حی علی الفلاح کے کہے الصلوۃ خیر من النوم دو بار روایت کیا اسکو
دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ نے اور قول صحابی کا مِنَ السُّنَّۃِ حکم رفع میں ہے اور وہ جو معجم طبرانی میں ہے کہ کہا بلال رضی اللہ عنہ نے اَلصَّلٰوۃُ
خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ دو بار جب پایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کہ آپ سوتے تھے سو فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا اچھا ہے یہ کلمہ
کرو اسکو بیچ اذان اپنی کے روایت کیا اسکو طبرانی نے معجم کبیر میں باسناد صحیح ص اقامت یعنی تکبیر بھی مثل اذان کے کہے

کر مؤذن کلمے جلدی جلدی کہے اور بعد حی علی الفلاح کے دوبار قد قامت الصلوٰۃ کہے ف روایت کی ابو داؤد رحمۃ اللہ علیہ نے
ابن ابی لیلیٰ سے انہوں نے معاذ رضی اللہ عنہ سے حدیث طویل اور آخر اوسکا یہ ہے کہ بعد اذان کے ٹھہر کے پھر کھڑا ہوا فرشتہ سو کہا مثل اذان
کے مگر یہ کہ بعد حی علی الفلاح کے دوبار قد قامت الصلوٰۃ زیادہ کہا اور ابو لیلیٰ رحمۃ اللہ علیہ نے معاذ رضی اللہ عنہ کو نہیں پایا لیکن
وہ پہلا طریق ایک ثبت ہوا اور ابن ابی شیبہ نے روایت کی عبد اللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے کہ دیکھا میں نے خواب میں ایک شخص کو آخر حدیث
تک سو اذان دی اونسے دو دو بار اور اقامت بھی دو دو بار اور ایسا ہی مروی ہے سنن ترمذی وغیرہ میں اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک
اقامت ایک ایک بار ہے دلیل اسکی جو روایت کی بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم کیا بلال رضی اللہ عنہ کو کہ دو دو بار
کہے اذان کلمے اور ایک ایک بار اقامت کو اور کہا ابو الفرج ابن جوزی نے کہ تھی اذان دو دو بار اور اقامت بھی ایسی تو جب نکلے بنی امیہ تو کر دیا
اقامت کو ایک ایک بار ص اور اذان اور اقامت میں باتیں نکرے اور بعد اذان کے پھر پکارنا متاخرین کے نزدیک اچھا ہے اور اسکو
تثویب کہتے ہیں ف اور وہ ایسا ہے کہ تثویب نماز فجر میں اچھی ہے اور باقی سب نمازوں میں مکروہ ہے اور لکھا ہے کہ یہ تثویب نکال لیا اوسکو
علما کوفہ نے بعد عہد صحابہ رضی اللہ عنہم تغیر کے سبب بدل جانے احوال آدمیوں کے اور حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ ایک مسجد میں تشریف لیگئے
اور سنا ایک مؤذن کو کہ تثویب کہی اونسے تو کہا انہوں نے واسطے ساتھی اپنے کے نکل ساتھ ہمارے اس بدعتی کے پاس سے روایت کیا اسکو ابو داؤد نے
اور ترمذی نے بغیر اسناد کے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اسکا انکار مروی ہے اور کہا امام ابی یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے نہیں دیکھتا ہوں میں حرج یہ
کہ کہے مؤذن واسطے امیر کے بیچ اذان سب نمازوں کے اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا الْاَمِیْرُ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ وَبَرَکَاتُہٗ حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ
حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ الصَّلٰوۃُ یَرْحَمُکَ اللّٰہُ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے اوسکو مستبعد جانا کیونکہ آدمی سب برابر ہیں حکم جماعت میں
اور امام ابی یوسف نے اسواسطے ان لوگوں کو خاص کیا کہ وہ زیادہ مشغول رہتے ہیں مسلمانوں کے امور میں بہ نسبت اور لوگوں کے اور یہی
حکم میں ہیں قاضی اور مفتی ص اذان اور اقامت میں بیٹھے مگر سفر میں اور جو نماز قضا ہوگئی ہو اوسکو فائتہ کہتے ہیں تو ایک فائتہ کے
واسطے بھی اذان اور اقامت کہے اور جب بہت سی فائتہ ہوں پہلی فائتہ کے واسطے اذان اور اقامت کہے ف کیونکہ روایت ہے
ابی قتادہ رضی اللہ عنہ سے بیچ قصہ تعریس کے پھر اذان دی بلال رضی اللہ عنہ نے ساتھ نماز کے سو نماز پڑھی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
دو رکعتیں پھر نماز پڑھی صبح کی سو کیا جیسا کرتے تھے اور اخراج کیا اسکا مسلم نے اور روایت ہے ابی داؤد وغیرہ میں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے حکم کیا بلال رضی اللہ عنہ کو ساتھ اذان کے اور اقامت کے جس وقت کہ سو گئے تھے نماز صبح سے اور پڑھا تھا اوسکو بعد نکلنے آفتاب
کے ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ و عمرو بن امیہ ضمیری اور عمران بن حصین اور ذی مخمر حبشی صحابی رضی اللہ عنہم سے اور روایت کیا اوسکو مالک نے
موطا میں ابن مسیب سے مرسلاً اور ذکر کیا اوسمیں اذان کو اور مرسلات ابن مسیب کے بمنزلہ مرفوعات کے ہیں اور صحیح مسلم میں جو ہے کہ حکم کیا بلال رضی اللہ
عنہ کو سو تکبیر کہی اونسے نماز اور نماز پڑھی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ساتھ اونکے صبح کی منافی اذان کے نہیں اور ابو یوسف نے روایت کی
اسناد سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جس وقت کہ مشغول رکھا اونکو کافروں نے قضا کی نمازوں کی ساتھ اذان اور اقامت کے یعنی
چار نمازوں کے واسطے ص اور باقی کے واسطے اختیار ہے چاہے ہر میں اذان اور اقامت کہے یا فقط اقتصار اقامت پر کرے اور بے وضو
کو اذان کہنا درست ہے ف اس سبب سے کہ اذان ذکر ہے نماز نہیں تا کہ اوسکے واسطے طہارت شرط ہو ص اور تکبیر مکروہ ہے اور اگر
کہے تو اعادہ نہوگا اور اذان جنب کی مکروہ ہے اور ایسے ہی اقامت اوسکی تو اگر جنب نے اذان کہی پھر اعادہ کیا جاویگا اور اگر اقامت کہی

[illegible]

باب نماز کی شرطوں کے بیان میں

[illegible] بدن کی ہر نجاست حقیقی و حکمی سے [illegible] نماز کی [illegible] کیونکہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے
وثیابک فطہر یعنی کپڑوں کو اپنے پاک کر اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے وان کنتم جنبا فاطہروا یعنی اگر جنب ہو تم
تو پاک کرو [illegible] چھپانا عورت کا کیونکہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے خذوا زینتکم عند کل مسجد [illegible]

[illegible]

اور یہ حدیث ہدایہ میں مذکور ہے کہا شیخ ابن الہمام نے روایت کی ترمذی نے کتاب الرضاع میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت عورت ہے آخر حدیث تک اور لفظ مستورہ کا اوس میں نہیں ہے کہا ترمذی نے ھٰذا حدیث حسن صحیح غریب یہ حدیث حسن غریب ہے اور روایت کی ابو داؤد رحمۃ اللہ علیہ نے مرسلاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ عورت بالغہ نہیں چاہیے کہ دیکھا جاوے اوس سے مگر مونہہ اوسکا اور ہاتھ اوسکے بند دست تک اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قدم عورت کا عورت ہے اور صحیح یہ ہے کہ عورت نہیں ہے کذا فی الھدایۃ **ص** جو عضو کہ عورت میں داخل ہے اوسکی چوتھائی اگر کھل جاوے نماز جائز نہیں ہوتی جیسے چوتھائی پیٹ یا پنڈلی یا ران یا دبر یا ذکر یا فوطہ یا بال عورت کے اور سر الگ عضو ہے اور بال الگ ایک عضو ہے یعنی بال اوتر نے والے جو سر سے جدا ہیں اور فوطے الگ عضو ہیں اور جو شخص کہ پاک کپڑا نہیں رکھتا اور نجاست کا زائل کرنے والا اوسکے پاس موجود نہیں ناپاک کپڑے سے نماز پڑھ لیوے اور پھر اوسکا اعادہ نکرے اور اگر اوسنے ننگے نماز پڑھی اور چوتھائی کپڑا اوسکا پاک ہے درست نہیں ہوئی اور اگر چوتھائی سے کم پاک ہے تو افضل ہے کہ ننگے پڑھے اور جو شخص ننگا ہو وہ نماز اوسکی بیٹھ کے اشارے سے پڑھنا افضل ہے **ف** روایت ہے عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اور ابن عمر رضی اللہ عنہ سے کہ کہا انھوں نے ننگا نماز پڑھے بیٹھ کے اشارے سے اور ایسا ہی مروی ہے عطا اور عکرمہ اور قتادہ رضی اللہ عنہم سے اور روایت ہے انس سے کہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوار ہوئے کشتی میں سو ٹوٹ گئی کشتی سو نکلے دریا سے ننگے تو نماز پڑھی انھوں نے بیٹھ کے کہا سبط ابن الجوزی نے روایت کیا اوسکو خلال نے اور نہیں پایا مترجم نے اس حدیث کو کسی کتاب میں جو حدیث کی **ص** اور اگر کھڑے ہو کے پڑھیگا تو درست ہے اور اگر قبلے کی طرف مونہہ کرنے میں کچھ خوف ہے جس طرف مونہہ کریگا نماز درست ہو جاویگی اور اگر قبلہ اوسے معلوم نہیں اور کوئی ایسا نہیں جس سے پوچھے سوچ کے پڑھ لیوے تو اگر بعد نماز کے معلوم ہووے کہ اس طرف قبلہ تھا نماز کو پھر نہ پڑھے اور اگر نماز کے اندر قبلہ اوسکو معلوم ہو گیا یا رائے اوسکی بدل گئی نماز ہی میں پھر جاوے اور نماز کو تمام کرے **ف** اسواسطے کہ مسجد قبا کے لوگوں کو نماز میں خبر قبلہ بدلنے کی پہونچی اور وہ بیچ نماز میں اوس طرف کو پھر گئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اوسکو اچھا جانا **ص** اگر اندھیری رات میں ایک قوم نے نماز پڑھی اور ہر ایک نے اپنے سوچ کے موافق قبلے کی طرف مونہہ کیا اور امام کا حال کوئی نہیں جانتا کہ اوسکا مونہہ کدھر ہے لیکن یہ جانتے ہیں کہ امام اونکے آگے ہے پیچھے نہیں اونکی نماز جائز ہو گی تو اگر کسی نے جانا کہ امام کا مونہہ اس طرف ہے اور پھر اپنا مونہہ اور طرف کیا یا اوسنے جانا کہ امام اوسکے پیچھے ہے اور پھر وہیں کھڑا رہا تو نماز اوسکی جائز نہوگی **ف** روایت ہے عامر بن ربیعہ سے کہ تھے ہم سفر میں ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اندھیری رات میں سو ہم نے نجانا کہ کس طرف قبلہ ہے تو ہر شخص نے ہم میں سے نماز پڑھی جدھر اوسکی عقل میں آیا تو جب صبح ہوئی ہم نے بیان کیا اوسکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تب یہ آیت نازل ہوئی فَاَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْہُ اللّٰہِ یعنی جدھر تم مونہہ کرو اوسی جانب کو مونہہ اللہ کا ہے اور ضعیف کیا اوسکو ترمذی نے اور لوگوں نے اور روایت ہے جابر رضی اللہ عنہ سے کہ تھے ہم سفر میں سو ابر تھا نہایت تو سوچا ہم نے قبلے کو تب نماز پڑھی ہر شخص نے ہم میں سے علٰحدہ اور ہر شخص ہم میں سے خط کر لیتا تھا اپنے آگے جب صبح ہوئی تو ہم نے نماز پڑھی تھی غیر قبلے کی طرف سو فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تحقیق کہ جائز ہوئی نماز تمھاری ضعیف کیا اسکو دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ نے اور روایت ہے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے کہ کچھ لوگ پڑھ رہے تھے نماز صبح کی کہ ایک شخص نے خبر دی کہ رات کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن نازل ہوا اور حکم ہوا کہ مونہہ کرو طرف کعبے کے اور مونہہ تھا اونکا شام کی طرف تو مونہہ پھیر لیا اونھوں نے طرف کعبہ شریف کے روایت کیا اسکو بخاری

رحمۃ اللہ علیہ نے اور مسلم نے ص نماز فرض مین فرض کا معین کرنا نیت مین شرط ہی اور زبان سے کہنا اور دل مین نیت کرنا
افضل ہی اور نوافل اور سنت تراویح مین مطلق نیت کافی ہی اور مقتدی کو نیت اپنی نماز کی اور امام کے اقتدا کی کرنا چاہیے

باب نماز کی صفت کے بیان مین

فرض نماز کے آٹھ ساتھ ہین پہلے اللہ اکبر کہنا نماز کے شروع مین ف کیونکہ اللہ تعالی نے فرمایا وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ
اور رب اپنے کی تو تکبیر کر اور حدیث مین آیا ہی مِفْتَاحُ الصَّلٰوةِ الطُّهُوْرُ وَتَحْرِيْمُهَا التَّكْبِيْرُ وَتَحْلِيْلُهَا التَّسْلِيْمُ
یعنی کلید نماز کی طہارت ہی اور تحریم اوسکی تکبیر ہی یعنی جب تکبیر کہے تو جو افعال منافی صلوۃ ہین وہ سب حرام ہو گئے اور اسی سبب سے
اوسکو تحریمہ کہتے ہین اور تحلیل اوسکی تسلیم ہی یعنی جو چیزین حرام ہو گئین تھین وہ اب سب سلام سے حلال ہو جاوینگی روایت
کیا اوسکو ترمذی نے اور ابی داؤد نے اور حسن کہا اوسکو نووی نے ص اور اوسکو تکبیر تحریمہ کہتے ہین اور ہاتھ اوٹھانا اوسمین
سنت ہی دوسرے کھڑا ہونا یعنی قیام کرنا ف کیونکہ فرمایا اللہ تعالی نے قُوْمُوْا لِلّٰهِ قَانِتِيْنَ ۝ یعنی کھڑے ہو واسطے
اللہ کے ساکت اور چپ یا خشوع و خضوع سے ص تیسرے قراءت یعنی پڑھنا قرآن کا ف کیونکہ فرمایا اللہ تعالی نے فَاقْرَءُوْا
مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ یعنی پڑھو تم جو آسان ہو قرآن سے ص چوتھے رکوع پانچوین سجدہ ماتھے اور ناک سے
اور فقط ناک سے بھی امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جائز ہی لیکن صاحبین رحمۃ اللہ علیہما کے نزدیک درست نہین اور اسی
پر فتوی ہی ف کیونکہ فرمایا اللہ تعالی نے اِرْكَعُوْا وَاسْجُدُوْا رکوع کرو اور سجدہ کرو ص چھٹے اخیر کا قعود یعنی بیٹھنا آخر
نماز مین ف کیونکہ روایت مین ابو داؤد کی ہی ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے جب سکھایا تھا اونکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے تشہد کہ جب کہا تو نے یہ اور ادا کیا تو نے یہ سو تو ادا کر چکا نماز کو اپنی اگر چاہے تو کھڑا ہو تو کھڑا ہو اور اگر چاہے بیٹھ تو بیٹھ
اور روایت دارقطنی مین ہی اِذَا فَعَلْتَ هٰذَا فَقَدْ تَمَّتْ صَلَاتُكَ اور بعضون نے کہا ہی کہ یہ جملہ حدیث مین داخل نہین
بلکہ کلام ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا ہی اور کہا نووی رحمۃ اللہ علیہ نے کہ اِتَّفَقَ الْحُفَّاظُ عَلٰی اَنَّهَا مُدْرَجَةٌ
یعنی اتفاق کیا حفاظ نے اس بات پر کہ یہ جملہ مدرج ہی یعنی حدیث مین داخل نہین اور کہا شیخ ابن الہمام نے اوسکے جواب
مین وَالْحَقُّ اَنَّ غَايَةَ الْاِدْرَاجِ هٰهُنَا اَنْ تَصِيْرَ مَوْقُوْفَةً وَالْمَوْقُوْفُ فِيْ مِثْلِهٖ مَحْكُوْمٌ لَهُ بِالرَّفْعِ یعنی حق یہ ہی کہ
غایت ادراج یہ ہی کہ یہ حدیث موقوف ہو گئی اور موقوف اوسکے مثل حکم رفع مین ہی وَاللّٰهُ اَعْلَمُ پھر اختلاف ہی قعود کے اندازے مین
لیکن صحیح یہ ہی کہ مقدار تشہد کے یعنی عبدہ ورسولہ تک اور اسی کو اختیار کیا ہی کافی مین اور فتح القدیر مین ص ساتوین اپنے
کام سے نماز سے باہر آنا اور واجبات نماز کے گیارہ ہین پہلے فاتحہ کا پڑھنا دوسرے سورت ملانا تیسرے رعایت ترتیب
کی اون کامون مین جو نماز مین مکرر آتے ہین تو تکبیر تحریمہ اور قعدۂ اخیرہ مین رعایت ترتیب کی فرض ہی چوتھے قعدۂ اولی یعنی جو بعد
دو رکعتون کے چار رکعتی نماز مین بیٹھتے ہین پانچوین تشہد دونون قعدون مین اور ذخیرہ مین لکھا ہی کہ پہلا قعدہ سنت ہی اور بغیر کا قعدہ واجب
ہی اور بعضے ہی اسمین لکھا ہی کہ تشہد کا پڑھنا پہلے قعدے مین سنت ہی اور دوسرے قعدے مین واجب ہی لیکن صاحب وقایہ کا مذہب
یہی ہی کہ دونون قعدون مین تشہد پڑھنا واجب ہی چھٹے لفظ سلام کا کہنا اور امام شافعی کے نزدیک یہ فرض ہی ف او
دلیل ہمارے مذہب کی اوپر گذرنی امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل قول ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وَتَحْلِيْلُهَا التَّسْلِيْمُ

یعنی تحلیل نماز کی تسلیم ہے اور ہماری دلیل حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی ہے جو اتہ گنہ ہی ص ساتوین تیرہ مین ہے قنوت پڑھنا
آٹھوین دونون عیدون کی تکبیرین کہنا نوین قراءت کا متعین کرنا پہلی دو رکعتون مین دسوین ٹھہرنا ٹھہر کے سب ارکان ادا کرنا
اور اسکو تعدیل ارکان کہتے ہین اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ فرض ہے اور اسی طرح ٹھہرنا رکوع
اور سجدے مین اور دونون سجدون کے بیچ مین گیارھوین پکار کے پڑھنا یعنی جہر کرنا جسمین پکار کے پڑھا جاتا ہے اور سر یعنی آہستہ
سے پڑھنا جسمین آہستہ پڑھا جاتا ہے اور سوا ان واجبات اور فرائض کے سب چیزین نماز مین سنت ہین یا مستحب اور جب نماز شروع
کرے دونون ہاتھ اوٹھاوے دونون کانون کی لو تک اور انگوٹھے سے کان کی لو چھووے اور پھر تکبیر کہے یعنی اللہ اکبر اور
یہ سنت ہے یعنی ہاتھون کا اوٹھانا کیونکہ مواظبت کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسپر اور اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ تکبیر بعد رفع یدین کے
ہے وھو الصحیح والمفتی بہ اور اسی کی مؤید ہے وہ جو روایت کی نسائی نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
اوٹھاتے تھے ہاتھ کانون تک پھر تکبیر کہتے تھے اور لفظ ثم کا اس حدیث مین دلالت کرتا ہے اوپر تراخی کے بنا بر قواعد نحو کے اور امام
شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ہاتھون کو کاندھون تک اوٹھاوے بدلیل اسکے جو روایت کی بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ابو حمید ساعدی رضی اللہ
عنہ سے کہ مین خوب جانتا ہون نماز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دیکھا مینے انکو جب تکبیر کہتے تھے اوٹھاتے تھے ہاتھ کاندھون تک اور
جب رکوع کرتے تھے رکھتے تھے دونون ہاتھ اپنے گھٹنون پر پھر پیٹھ کو جھکاتے تھے اور جب اوٹھاتے تھے سر اپنا خوب سیدھے ہو جاتے
تھے یہان تک کہ ہر ہڈی اپنی جگہ پر آجاتی تھی پھر جب سجدہ کرتے تھے رکھتے تھے ہاتھون کو نہ پھیلا کر اور نہ کھینچ کے اور پیر کی انگلیون کا
رخ قبلے کی طرف تھا اور جب بیٹھتے دو رکعتون کے بعد بیٹھتے بائین پیر پر اور کھڑا کیا سیدھے پیر کو اور جب بیٹھتے اخیر رکعت مین آگے
کیا بائین پیر کو اور کھڑا کیا دوسرے کو اور بیٹھتے اور ضعیف کیا اوسکو طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس طرح پر کہ یہ حدیث مروی ہے محمد سے دوسرے طریق سے
اور اوسمین محمد اور ابو حمید مین واسطہ ایک شخص کا ہے اور نام اوسکا مذکور نہین اور اس روایت مین بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی واسطہ مذکور نہین اور
یہ رجل مجہول ہے اور یہی راجح ہے کیونکہ سن محمد کا نہین احتمال رکھتا ہے اسقدر اور نہین ثابت کرتا ہے کوئی سماع محمد کا مگر عبد الحمید اور
وہ ضعیف ہے اور ایک روایت مین ہے کہ محمد بن عمرو حاضر ہوا ابو حمید اور ابو قتادہ پاس حالانکہ وفات کی ابو قتادہ نے قبل اسکے قتل کیے گئے
تھے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اور نماز پڑھی اوسپر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اور یہ مشہور نہین اور نہین ہے متصل حدیث یہ کلام طحاوی
کا ہے اور عبد الحمید وہ جعفر بیٹا حکم انصاری کا ضعیف کیا اوسکو یحیی القطان اور ثوری نے اور توثیق کی اوسکی یحیی بن معین وغیرہ نے اور محمد کا سماع
ساتھ ابی حمید اور ابی قتادہ کے ثابت کیا اوسکو حافظ عبد الغنی نے اور اگر بالفرض صحت کو بھی یہ حدیث پہونچی تو معارض ہے اوسکی جو
مروی ہے صحیحین مین مالک بن الحویرث سے کہا کہ تھے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جب تکبیر کہتے اوٹھاتے اپنے دونون ہاتھون کو یہان
تک کہ برابر کرتے انکو دونون کانون کے اور ایسے ہی روایت ہے وائل سے صحیح مسلم مین تحقیق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اوٹھاتے تھے دونو
ہاتھون کو کانون تک اور روایت کی انس رضی اللہ عنہ سے مثل اسکے طحاوی نے اور اسناد مین اسکی مؤمل بن اسمعیل ہے وہ [illegible] ضعیف
کیا گیا مؤمل کہ جاتی رہین کتابین اوسکی سو بیان کرنے لگے حدیثین حفظ سے اور یاد سے تب بہت ہوئین خطائین اوسکی اور نیز ضعیف کیا اوسکو علی
اور یحیی اور ابن المبارک اور ابو حاتم رازی نے اور بخاری اور نسائی نے اور کہا ابن حبان نے کہ تھا سچا مگر یہ کہ جب وہ بوڑھا ہوا تو بگڑ گیا حفظ اوسکا
اور واقع ہوئین منکر حدیثین اوسکی تو جنسے سنا قبل تغیر کے سنا تو سننا اوسکا صحیح ہے اور روایت کی انس رضی اللہ عنہ نے

بیہقی نے مثل حدیث مالک بن الحویرث کے کہا ابوالفرج نے اسناد اوسکی صحیح ہی اور ایک طرح سے معارضہ باقی نہین ہا اگر حمل کریئن
ہمکو کہ آنحضرت ہاتھ اوٹھاتے تھے کاندھون تک مراد یہ ہی کہ ہاتھ کاندھون تک اور انگوٹھے لوتک کان کی ایسی ہی تاویل کی امام شافعی
رحمۃ اللہ علیہ نے واللہ اعلم ص اور انگلیون کو نہ بہت ملاوے اور نہ بہت کشادہ رکھے بلکہ اپنے حال پر چھوڑدے اور عورت دونون
مونڈھون تک اوٹھاوے اور اللہ اکبر ساتھ مد الف اللہ کے اور اللہ اکبار ساتھ ملانے الف کے درمیان بے اور رے کے نہ کہے اور اگر
بجائے تکبیر کے اَللّٰهُ اَجَلُّ یا اَللّٰهُ اَعْظَمُ یا اَلرَّحْمٰنُ اَكْبَرُ یا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہے درست ہوجاویگا اور فارسی یا ہندی یا اور کسی زبان
مین اگر تکبیر کہے مثلاً یہ کہے اللہ بزرگ ہے درست یا اللہ بزرگ ہی یا قرات فارسی مین یا اور کسی زبان مین عذر سے پڑھے یا جانور
ذبح کرنے کے وقت فارسی وغیرہ مین بسم اللہ کہے تو درست ہی اور اگر دعا کے الفاظ کہے جیسے اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ ای خدا بخشدے
مجکو تو درست نہین ف اور طعن اس باب مین بیجا ہی جواب اوسکا نور الانوار وغیرہ کتب اصول مین مذکور ہی ص اور داہنا ہاتھ
بائین پر رکھے ناف کے نیچے اور قنوت اور نماز جنازے مین بھی ہاتھ باندھے اور بعد رکوع کے جب کھڑا ہو اور عیدین کی تکبیرون مین چھوڑدے
اور ہاتھ نہ باندھے ف اور امام مالک کے نزدیک سب نمازون مین چھوڑدے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک سینے پر باندھے
جیسے ہمارے مذہب مین عورت سینے پر باندھتی ہی دلیل امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی وہ ہی جو امام المحدثین ابو بکر بن خزیمہ نے اپنے مسند
مین روایت کی ساتھ سند صحیح کے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رکھے دونون ہاتھ اوپر سینے کے اور روایت کی احمد نے قبیصہ
بن ہلب سے اونھون نے اپنے باپ سے کہ دیکھا مینے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کہ رکھتے تھے ہاتھون اپنے کو سینے پر اور فقط ہاتھ باندھنے
مین حدیثین چند صحیح بخاری مین مروی ہین جنسے حجت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ پر قائم ہوتی ہی اور کہا شیخ ابن الہمام نے ذیل قول صاحب ہدایہ
مین کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سنت سے ہی یہ بات یعنی رکھنا داہنے ہاتھ کا اوپر بائین کے نیچے ناف کے کہ یہ حدیث مرفوعاً
نہین معلوم ہوئی ہان حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول ہی کہ سنت سے ہی رکھنا ایک کف کا اوپر دوسرے کف کے نیچے ناف کے روایت کیا اسکو ابوداؤد
نے اور احمد اور دارقطنی اور بیہقی نے اور اسناد مین اوسکی عبدالرحمن بن اسحٰق کوفی ضعیف ہین ضعیف کیا اونکو
احمد وغیرہ نے اور اس ضعف سے ضعف حدیث کا لازم نہین آتا کیونکہ ابوحنیفہ مقدم ہین اوس سے اور کہا بعض جہلا نے کہ نہین ہی کوئی
حدیث مرفوع صحیح اس باب مین واسطے حنفیہ کے اور یہ بات غلط ہی کیونکہ روایت کی ابن ابی شیبہ نے مصنف مین حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ عَنْ مُوْسَى
بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ عَنْ اَبِيْهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ رَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَضَعَ
يَمِيْنَهٗ عَلٰى شِمَالِهٖ تَحْتَ السُّرَّةِ یعنی روایت ہی وائل بن حجر سے کہ دیکھا مینے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کہ رکھتے تھے
ہاتھ داہنا اپنا اوپر بائین کے نیچے ناف کے کہا بعض علما نے وَهٰذَا حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ مِنْ حَيْثُ السَّنَدِ
لِاَنَّ فِيْهِ رِجَالًا كُلُّهُمْ سِوَى الصَّحَابِيِّ ثِقَاتٌ یعنی یہ حدیث صحیح ہی اسواسطے کہ جتنے راوی ہین اوسمین صحابی کو چھوڑکر
سب ثقہ ہین اور صحابی کو چھوڑکر اسواسطے کہا کہ صحابی سب ثقہ ہین کسی مین احتمال کذب کا نہین لیکن ثقہ ہونا وکیع کا تو کہا حافظ ابن حجر نے
تہذیب التہذیب مین کہ وکیع بیٹا جراح بیٹا ملیح رواسی کا کنیت اونکی ابو سفیان ہی روایت کی اونھون نے اپنے باپ سے اور اسمعیل
ابن ابی خالد اور ایمن بن نابل اور ابن عون وغیرہم سے اور روایت کی اونسے اونکے بیٹون نے سفیان اور ملیح اور عبید اور شیخ نے اونکے
سفیان ثوری نے اور ابوبکر بن ابی شیبہ اور عثمان بن ابی شیبہ دونون بھائیون نے اور ابو خیثمہ اور حمیدی نے کہا احمد بن حنبل نے نہین دیکھا مینے مانند

وکیع سے اور کہا انھون نے کہ تھے وکیع مطبوع الحفظ اور کہا انھون نے کہ تھے امام مسلمانون کے اپنے وقت مین اور کہا ابن معین نے نہین دیکھا مینے افضل وکیع سے تو کہا گیا کہ کیا ابن المبارک کو فضل نتھا کہا کہ ہان اونکو بھی فضل تھا لیکن نہین دیکھا مینے افضل وکیع سے تھے مستقبل قبلہ اور حفظ کرتے تھے حدیث کو اور قیام کرتے تھے رات کو اور روزہ رکھتے تھے دن کو اور فتوی دیتے تھے قول امام ابو حنیفہ پر اور دوسرے راوی موسی بن عمیر عنبری تمیمی کوفی کہا یحیی بن معین اور ابو حاتم نے اور محمد بن عبد اللہ بن نمیر اور خطیب اور عجلی اور دولابی نے کہ وہ ثقہ ہین کہا ابو زرعہ نے لا باس بہ یعنی نہین جرح ہی ساتھ اوسکے اور نسائی مین اوسکی ایک حدیث ہی صلوۃ مین اور لیکن علقمہ تو کہا ذہبی نے میزان الاعتدال مین کہ علقمہ یہ صدوق ہی اور کہا حافظ ابن حجر نے تہذیب مین ذکر کیا اوسکو ابن حبان نے ثقات مین اور ذکر کیا اوسکو ابن سعد نے طبقہ ثالثہ مین اہل کوفہ سے اور کہا کہ کَانَ ثِقَةً قَلِيْلَ الْحَدِيْثِ یعنی تھا ثقہ تھوڑی حدیث والا اور کہا شیخ قاسم قطلوبغا حنفی نے تخریج احادیث الاختیار کے بعد نقل کرنے اس حدیث کے مصنف ابن ابی شیبہ سے کہ یہ سند جید ہی وکیع ہی احد الاعلام اور موسی بن عمیر توثیق کی اوسکی ابو حاتم نے اور روایت کی اوس سے نسائی اور علقمہ نے اخراج کیا اونسے بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے رفع الیدین مین اور مسلم نے اپنی صحیح مین اور چارون عالمون نے اور ثقہ کہا اوسکو ابن حبان نے سو یہ شاہد ہی واسطے حدیث علی رضی اللہ عنہ کا لیس نہین ہی وجہ کلام کی اوس شخص کے جسنے کہا کہ نہین دلیل ہی حنفیہ کی اس مسئلے مین وَاللّٰهُ اَعْلَمُ ص بعد تحریمہ کے ہاتھ باندھکے ثنا پڑھے وہ یہ ہی سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالٰى جَدُّكَ وَلَا اِلٰهَ غَيْرُكَ اور توجیہ یعنی اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ فَطَرَ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضَ حَنِيْفًا وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ نپڑھے ف اور امام ابی یوسف کے نزدیک پڑھے دلیل اونکی حدیث علی رضی اللہ عنہ کی ہی طویل کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پڑھتے تھے یہ آیت اور روایت جابر رضی اللہ عنہ کی کہ تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب شروع کرتے نماز کو کہتے تھے سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالٰى جَدُّكَ وَلَا اِلٰهَ غَيْرُكَ وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ روایت کیا اسکو بیہقی نے اسی طرح پر کہا صاحب ہدایہ نے دلیل ہماری حدیث انس رضی اللہ عنہ کی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب شروع کرتے تھے نماز تکبیر کہتے تھے اور فرماتے تھے سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ آخر تک اور نہین زیادہ کرتے تھے اسپر کہا صاحب فتح القدیر نے روایت کی بیہقی نے انس اور عایشہ اور ابو سعید خدری اور جابر اور عمر و ابن مسعود رضی اللہ عنہم سے اس مضمون کو مرفوعًا مگر حدیث عمر و ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی وقف کیا اوسکو اور عمر کے اور رفع کیا اوسکو دارقطنی نے عمر رضی اللہ عنہ سے پھر کہا محفوظ ہی یہ کہ یہ قول عمر رضی اللہ عنہ کا ہی اور صحیح مسلم مین ہی کہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ جہر کرتے تھے ساتھ ان کلمات کے انتہی اور روایت کیا اوسکو ابو داؤد اور ترمذی نے عایشہ رضی اللہ عنہا سے اور ضعیف کیا انھونے اوسکو لیکن صحیح کیا اوسکو محدث فیروز آبادی نے اور روایت کیا اوسکو دارقطنی نے عثمان رضی اللہ عنہ سے اونکے قول سے اور روایت کیا اوسکو سعید ابن منصور نے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے قول سے اور سنن ابی داؤد مین ہی ابو سعید سے کہ تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب اوٹھتے رات کو تکبیر کہتے پھر فرماتے سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ آخر تین بار پھر کہتے لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ تین بار پھر کہتے اَللّٰهُ اَكْبَرُ تین بار اَعُوْذُ بِاللّٰهِ السَّمِيْعِ الْعَلِيْمِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ مِنْ هَمْزِهٖ وَنَفْخِهٖ وَنَفْثِهٖ پھر قرات کرتے تھے اور اخراج کیا اسکا ترمذی نسائی ابن ماجہ نے کہا ترمذی نے حدیث ابو سعید رضی اللہ عنہ کی مشہور حدیث ہی اس باب مین اور تحقیق کلام کیا گیا اسناد مین اوسکی تھے یحیی بن سعید کلام کرتے تھے علی بن علی رفاعی مین اور کہا احمد نے کہ نہین صحیح ہی یہ حدیث اور توثیق کی علی بن علی کی وکیع اور ابن معین اور ابو زرعہ

اجلہ محدثین نے اور جب ثابت ہوا فعل صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے مانند حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قرات اسکی تو معلوم ہوا
کہ یہی اکثر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تھا اور یہی اخیر تھا اونکے فعل سے اور صحیحین مین ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک اور حدیث مروی
ہی اور وسیمین اور دعا ہی ذکر کیا اوسکو شیخ ابن الہمام رحمۃ اللہ علیہ نے اور کہا وَھُوَ اَصَحُّ مِنَ الْکُلِّ لِاَنَّہٗ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ وَمَعَ
ذٰلِکَ لَمْ یَقُلْ بِسُنِّیَّتِہٖ عَیْنًا اَحَدٌ مِّنَ الْاَئِمَّۃِ الْاَرْبَعَۃِ یعنی یہ صحیح ہی کل روایتون سے اس واسطے کہ اتفاق کیا
اسپر بخاری و مسلم نے اور باوجود اسکے نہین کہا کسی نے ساتھ سنیت خاص سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ کے تو اگر وہ دعا اسکے بدلے پڑھے
کچھ حرج نہین اور جائز ہی فقط اور وہ جو روایت ہی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی محمول ہی اوپر نوافل کے ایسا ہی ذکر کیا صاحب ہدایہ
نے اور مؤید ہی اسکی جو وہ مروی ہی صحیح ابی عوانہ اور سنن نسائی مین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب کھڑے ہوتے تھے نماز نفل کو کہتے تھے
اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَجَّھْتُ وَجْھِیَ آخر تک بخلاف سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ کے کہ وہ ثابت ہی فرائض مین ص اور بعد ثنا کے
تعوذ یعنی اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ کہے ف کیونکہ فرمایا اللہ جل جلالہ وعم نوالہ نے وَاِذَا قَرَأْتَ
الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰہِ یعنی جب پڑھے تو قرآن کو تو پناہ لیجا طرف اللہ کے مراد یہ ہی کہ شیطان سے پناہ مانگے کہ وہ حاج
ہو قرات قرآن مین ص اور مقتدی تعوذ نہ پڑھے اور مسبوق پڑھے تو تعوذ تابع قرات کا ہی نہ تابع ثنا کا سو جو شخص
قرات کرے وہ تعوذ بھی پڑھے اور جو شخص قرات نہ کرے تعوذ بھی نہ پڑھے اور تکبیرات عیدین کے بعد تعوذ پڑھے اور بعد اوسکے
بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کہے اور فاتحہ اور سورت کے بیچ مین نہ پڑھے اور ثنا اور تعوذ اور تسمیہ آہستہ کہے اور امام شافعی کے
نزدیک تسمیہ کو بلند پڑھے اور بہت سی حدیثین صحیح وارد ہوئین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاے راشدین قرات
کو اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ سے شروع کرتے تھے ف تو اس سے معلوم ہوا کہ ثنا اور تعوذ اور تسمیہ آہستہ پڑھتے ہونگے
اور صاحب ہدایہ نے لکھا ہی سبب قول ابن مسعود کے چار چیزین کہ آہستہ کہے اونکو امام اور ذکر کیا اونمین تعوذ اور تسمیہ اور آمین کو روایت کیا
اوسکو ابن ابی شیبہ نے ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ سے اور روایت کی ابی وائل سے انہون نے عبد اللہ سے کہ وہ تھے آہستہ کہتے بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کو
اور صحیح ابن خزیمہ اور ابن حبان اور نسائی مین ہی نعیم مجمر سے کہ نماز پڑھی مینے پیچھے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے سو پڑھی انہون نے
بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ پھر پڑھی فاتحہ یہان تک کہ پہونچے وَلَا الضَّآلِّیْنَ تک پھر کہی آمین پھر سلام پھیر کے کہا قسم ہی
اوس ذات کی جسکے قبضے مین میری جان ہی تحقیق کہ میری نماز مشابہ تر ہی ساتھ نماز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کہا ابن خزیمہ
نے نہین شک ہی اوسکی صحت مین اہل معرفت کے نزدیک لیکن یہ حدیث مستلزم جہر کو نہین کیونکہ جائز ہی سننا نعیم کا باوجود آہستہ
پڑھنے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے کیونکہ جب تک مبالغہ نکرے اخفا مین تب تک سنائی دیتا ہی خصوصًا پاس والے مقتدی
کو اور صحیح ہی عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے کہ تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جہر کرتے تھے بسم اللہ کا کہا حاکم نے صحیح ہی بغیر علت
کے اور صحیح کیا اوسکو دارقطنی نے اور کہا ترمذی نے نہین ہی اسناد اوسکی قوی اور ضعیف کیا اوسکو اکثر محدثین نے
اور کہا بعض حفاظ نے نہین ہی کوئی حدیث صحیح جہر مین مگر اوسکی اسناد مین گفتگو ہی اور اسی سبب سے صاحب مسانید اربعہ اور
امام احمد نے احادیث جہر کو اخراج نہین کیا باوجود اشتمال اونکے کے احادیث ضعیفہ پر کہا امام العلماء رئیس المحدثین شیخ تقی الدین
ابن تیمیہ نے اور روایت کی ہمنے دارقطنی سے کہ نہین صحیح ہوئی حضرت سے جہر مین کوئی حدیث اور مروی ہی دارقطنی سے

کہ تصنیف کی اونسے ایک کتاب مختصر بیچ جہر بسم اللہ کے اور ارادہ کیا بعض مالکیہ نے کہ جدا کرین اوس سے صحیح منسوخ کو کہا
کہ نہین صحیح ہوئی جہر مین کوئی حدیث اور کہا حازمی نے کہ احادیث جہر کی اگرچہ بکثرت ماثور ہین لیکن کوئی حدیث خالی ضعف سے نہین بعد اسکے
روایت کی امام طحاوی نے جہر کو قراءت اعراب کی اور ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ نہین جہر کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
بسم اللہ کا یہانتک کہ وفات کی اور یہ معارض ہی اوس حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ کے جو جہر مین گذری تو وہ محمول ہی اوپر واقع ہونے
اوسکے کہ کبھی کبھی ہو صریح سو جب حمل ہی اور روایت مسلم کی انس رضی اللہ عنہ سے کہ نماز پڑھی مینے پیچھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر اور عمر
اور عثمان رضی اللہ عنہم اجمعین کے پس نہ سنا مینے کسیکو اونمین سے کہ پڑھتا ہو بسم اللہ الرحمن الرحیم اور اس سے طرف نفی قراءت نہین ہی بلکہ نفی جہر
بدلیل دوسری روایت کے کہ نہین جہر کرتے تھے ساتھ بسم اللہ الرحمن الرحیم کے روایت کیا اسکو احمد اور ترمذی نے ساتھ اسناد صحیح کے
اور بھی روایت ہی اونھین سے کہ نماز پڑھی مینے پیچھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اور ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما کے پس سب لوگ اخفا کرتے تھے
بسم اللہ کا روایت کیا اسکو ابن ماجہ نے اور ایک لفظ مین ہی کہ سر کرتے تھے ساتھ بسم اللہ کے اور روایت کیا طبرانی نے انس رضی اللہ عنہ سے
کہ تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سر کرتے تھے ساتھ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کے اور ابو بکر اور عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم اور جتنے
تابعین تھے اور یہی مذہب ہی سفیان ثوری اور ابن المبارک کا اور کہا ابن عبد اللہ اور ابن منذر نے کہ یہی ہی قول ابن مسعود
ابن الزبیر اور عمار بن یاسر اور عبد اللہ بن مغفل اور حاکم اور حسن بن ابی الحسن اور شعبی اور نخعی اور اوزاعی اور عبد اللہ بن المبارک اور
قتادہ اور عمر بن عبد العزیز اور اعمش اور زہری اور مجاہد اور حماد اور ابی عبید اور احمد بن اسحق کا اور روایت کی امام ابوحنیفہ نے طریف بن
شہاب ابی سفیان سعدی سے انھون نے یزید بن عبد اللہ بن مغفل سے انھون نے اپنے باپ سے تحقیق کہ انھون نے نماز پڑھی پیچھے امام کے سو جہر کیا اوسنے
بسم اللہ کا سو کہا عبد اللہ بن مغفل نے کہ نماز پڑھی مینے پیچھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر اور عمر اور عثمان اور علی رضی اللہ عنہم کے سو کسیکو مینے
جہر کرتے نہین سنا اور کہا انھون نے اپنے بیٹے سے ای بُنَیَّ مُحْدَثٌ یعنی یہ جہر کرنا بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کا محدث اور بدعت ہی اور بعد تسمیہ
کے فاتحہ اور سورت پڑھے ف اور فاتحہ پڑھنا ہمارے مذہب مین رکن نماز یعنی فرض نہین اور اسیطرح سورت اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے
نزدیک فاتحہ فرض ہو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک دونون فرض ہین دلیل امام مالک کی یہ ہی قول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا طویل آخر حدیث یہ ہی کہ
نہین ہی نماز مگر ساتھ الحمد کے اور ایک سورت کے کہا شیخ ابن الہمام نے روایت کیا اوسکو ترمذی نے ابو سعید رضی اللہ عنہ سے اور روایت کیا اوسکو
ابن ماجہ نے اور اختصار کیا اسپر لَا صَلٰوۃَ لِمَنْ لَمْ یَقْرَأْ آخر تک اور سکوت کیا اوس سے ترمذی نے اور وہ ضعیف ہی ساتھ ابو سفیان سعدی
طریف بن شہاب کے اور اوسی سے روایت کی ابوحنیفہ نے مسند مین اور نقل کی گئی ابن معین اور نسائی سے تضعیف اوسکی اور تلیین کی اوسکی
ابن عدی نے اور کہا کہ روایت کی اوس سے ثقات نے لیکن وہ لاتا ہی متون مین ایسی چیز کہ نہین لاتا کوئی اوسکو سوا اوسکے اور اسانید اوسکی
مستقیم ہین اور روایت کیا اوسکو ابن ابی شیبہ نے اور روایت کیا اوسکو طبرانی نے ابی نضرہ سے کہ نہین ہی نماز مگر ساتھ ام القرآن یعنی فاتحہ کے
اور ساتھ اوسکے بغیر اوس سورت کے اور اسناد مین اوسکی اسمعیل بن عیاش ضعیف ہی اور توثیق کی اوسکی ابن معین نے اور ہماری موید ہی وہ
روایت جو معجم اوسط مین طبرانی کی ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ حکم کیا مجکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ندا کرون مین مدینے مین کہ نہین ہی
نماز مگر ساتھ قراءت کے اگرچہ فاتحہ ہو اور روایت کیا اوسکو ابوحنیفہ رح نے اور حارثی نے مسند مین اور ابن عدی نے لیکن ابوحنیفہ کے
طریق مین ضعف ہی اور طبرانی کی اسناد مین حجاج بن ارطاۃ ضعیف ہی اور دلیل ہماری قول اللہ تعالیٰ کا ہی فَاقْرَءُوْا مَا تَیَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ

طریف بن شہاب

اسمٰعیل بن عیاش

حجاج بن ارطاۃ

یعنی پڑھو جو آسان ہو قرآن مین سے اور یہ خبر واحد ہے اور خبر واحد سے زیادتی کلام اللہ پر نہین جائز ہے مگر وجوب العمل ہے تو کہا
ہمنے ساتھ وجوب فاتحہ اور سورت کے اور دلیل امام شافعیؒ کی یہ ہے جو روایت کی بخاری و مسلم نے لَا صَلٰوۃَ اِلَّا بِفَاتِحَۃِ الْکِتَابِ
یعنی نہین ہے نماز مگر ساتھ فاتحۃ الکتاب کے اور تقدیر اوسکی یہ کی ہے کہ نہین ہے کمال نماز کا مگر فاتحۃ الکتاب سے جیسے دوسری حدیث
مین فرمایا لَا اِیْمَانَ لِمَنْ لَّا اَمَانَۃَ لَہٗ وَلَا دِیْنَ لِمَنْ لَّا عَہْدَ لَہٗ یعنی نہین ہے ایمان اوس شخص کا جسکو امانت
نہین اور نہین دین ہے اوسکا جسکا عہد سالم نہین تو مراد اس سے نفی ایمان و دین بالکلیہ نہین ہے بلکہ کمال ایمان اور دین مین یہ چیزین باعث
خلل کی ہین وَاللّٰہُ اَعْلَمُ فقط ص اور بعد وَلَا الضَّآلِّیْنَ کے آہستہ آہستہ سے آمین کہنے اور مقتدی
بھی جہری نماز مین آہستہ سے آمین کہے ف اور دلیل اوسکی وہ ہے جو اوپر حدیث ابن مسعود کی ذکر کی اور روایت کی احمد اور ابو یعلی
اور طبرانی اور دارقطنی اور حاکم نے مستدرک مین شعبہ سے انھون نے سلمہ بن کہیل سے انھون نے حجر عنبس سے انھون نے علقمہ بن وائل سے
انھون نے اپنے باپ سے کہ نماز پڑھی انھون نے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو جب پہنچے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْہِمْ
وَلَا الضَّآلِّیْنَ ۝ پر کہی آمین آہستہ سے اور روایت کیا اوسکو ابو داؤد اور ترمذی وغیرہما سفیان سے انھون نے سلمہ بن کہیل سے
انھون نے حجر بن عنبس سے انھون نے وائل بن حجر سے اور اوسمین ہے کہ بلند کیا انھون نے آواز اپنی کو ساتھ آمین کے تو مخالف کی آمین
سفیان نے شعبہ کی کئی طرح پر اول یہ کہ پہلی روایت مین حجر عنبس ہے اور اسمین حجر بن عنبس اور اسمین علقمہ مذکور نہین اور کہا ترمذی نے علل کبیر مین
کہ پوچھا مینے بخاری سے کہ کیا علقمہ نے سنا ہے اپنے باپ سے تو کہا بخاری نے کہ پیدا ہوا علقمہ بعد مرنے اپنے باپ کے چھ مہینے بعد اور انقطاع مسلم نہین
کیونکہ روایت کی مسلم نے علقمہ کی روایت کو اپنے باپ سے کہا شیخ ابن الہمامؒ نے اور ترجیح دی دارقطنی نے روایت سفیان کو اور بیہقی وغیرہ نے
بھی اس حدیث کو شعبہ سے بمضمون رفع روایت کیا ہے اور اسی سبب سے صاحب ہدایہ نے اس حدیث سے عدول کر کے ابن مسعود رضی اللہ عنہ
کے قول کی طرف رجوع کیا اور مؤید رفع کی ہے جو ابن ماجہ مین ہے کہ تھے علیہ السلام جب آمین کہتے تھے گونج جاتی تھی مسجد اور آمین کہنا ابن
کہ معارض ہے اس حدیث کی بعینہ وہ جو روایت کی ابن ابی شیبہ نے اس اسناد سے حَدَّثَنَا وَکِیْعٌ ثَنَا سُفْیَانُ عَنْ سَلَمَۃَ بْنِ
کُہَیْلٍ عَنْ حُجْرِ بْنِ عَنْبَسٍ عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَرَأَ وَلَا الضَّآلِّیْنَ
فَقَالَ اٰمِیْنَ وَخَفَضَ بِہَا صَوْتَہٗ یعنی کہی آمین اور آہستہ کہی اور یہ بعینہ وہی اسناد ہے جسمین رفع صوت بآمین مذکور ہے تو دو
حدیثین مخالف ہوئین اس ایک حدیث کی تو صحیح یہی ہوگا کہ آہستہ سے آمین کہے ص بعد اوسکے تکبیر کہے اور رکوع کرے
جھکاکے اور دونون ہاتھ رکوع مین دونون زانو پر رکھے اور انگلیون کو کشادہ رکھے ف کیونکہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
واسطے انس رضی اللہ عنہ کے بیچ حدیث طویل کے اور آخر اوسکا یہ ہے کہ اے بیٹے میرے جب تو رکوع کرے سو رکھ کفون اپنے کو اوپر دونون زانو
اپنے کے اور کشادہ رکھ انگلیون کو اور اوٹھائے رکھ دونون ہاتھ کو دونون پہلو سے روایت کیا اسکو طبرانی نے معجم اوسط مین
اور تطبیق یدین کی منسوخ ہے اور وہ یہ ہے کہ دونون ہاتھون کو ملا کے دونون ران مین رکھے بدلیل اسکے جو مروی ہے صحیحین مین
مصعب بن سعد بن ابی وقاص سے کہ کہا نماز پڑھی مینے اپنے باپ کے ساتھ تو تطبیق کی مینے سو کہا میرے باپ نے کہ ہم اسکو پہلے
ہم کرتے تھے ایسا پھر منع کیے گئے اور حکم ہوا کہ رکھین دونون ہاتھون کو اوپر زانوؤن کے ص اور پیٹھ کو برابر کرے اور سر کو
بھی پیٹھ کے برابر رکھے ف کیونکہ روایت کی ابن ماجہ نے وابصہ بن معبد سے کہا کہ دیکھا مینے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہ

نماز پڑھتے تھے سو جب رکوع کرتے تھے برابر رکھتے تھے پیٹھ کو یہاں تک کہ اگر ڈالا جاتا اوسپر پانی البتہ ٹھہر جاتا اور روایت
کی ابو العباس محمد بن اسحٰق سراج نے اپنے مسند میں براء سے کہ تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب رکوع کرتے پھیلاتے پیٹھ اپنی کو اور جب
سجدہ کرتے تو منہ کرتے اونگلیوں کا طرف قبلے کے اور روایت کی طبرانی نے ابن عباس سے اور ابی برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ سے مثل حدیث
وابصہ اور سر کو بھی پیٹھ کے برابر کرے بدلیل اسکے جو روایت کی ترمذی نے حدیث ابی حمید سے کہ نہ جھکاوے سر اپنے کو اور نہ اوٹھاوے
اوسکو اور ایسا ہی روایت کیا اوسکو ابن حبان نے اور اخراج کیا مسلم نے حدیث طویل میں عائشہ رضی سے کہ تھے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم
جب رکوع کرتے تھے سر نہ اوٹھاتے تھے اور نہ جھکاتے تھے ص اور تین مرتبہ یا زیادہ سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْم کہے اور اس سے کم نکرے ف
کیونکہ روایت کی ابو داؤد اور ترمذی اور ابن ماجہ نے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ جب رکوع کرے کوئی تم میں سے سو کہے میں بار سُبْحَانَ
رَبِّیَ الْعَظِیْم اور یہ ادنیٰ درجہ اوسکا ہی اور جب سجدہ کرے تو کہے سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی تین بار اور یہ ادنی درجہ اوسکا ہی اور یہ حدیث
منقطع ہی کیونکہ عون نے نہیں پایا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو ص بعد اوسکے سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ کہتا ہوا سر کو اوٹھاوے اور امام
فقط یہی کلمہ کہے اور مقتدی فقط رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ کہے اور جو اکیلا ہو وہ دونوں کو کہے ف اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک امام سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ
فقط کہے اور رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ نہ کہے اور صاحبین کے نزدیک دونوں کہے اور ربنا لک الحمد آہستہ سے کہے کیونکہ روایت کی ابو ہریرہ رض نے کہ تھے آنحضرت صلعم
جب کھڑے ہوتے تھے طرف نماز کے تکبیر کہتے تھے یہاں تک کہ کھڑے ہوتے تھے پھر کہتے تھے سمع اللہ لمن حمدہ جس وقت اوٹھاتے تھے
سر رکوع سے پھر کہتے تھے اور وہ کھڑے ہی ہوتے تھے رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ آخر حدیث تک اور امام ابو حنیفہ کی دلیل صاحب ہدایہ نے یوں بیان
کی ہی کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب کہے امام سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ کہو رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ اور یہ خطاب واسطے مقتدیوں کے ہی
اور یہ رد ہوا اوس مذہب پر کہ مقتدی بھی دونوں کلمے کہے اور یہی قول ہی امام شافعی صاحب کا ص تو جب سیدھا کھڑا ہووے تکبیر کہے
اور سجدے میں جاوے ف اور تکبیر تو اسواسطے کہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم تکبیر کہتے تھے وقت جھکنے اور اوٹھنے کے اور لیکن
سیدھا کھڑا ہونا تو فرض نہیں ہی اور اسی طرح دونوں سجدے کے بیچ میں جلسہ کرنا اور ٹھہرنا رکوع و سجود میں اور یہ قول طرفین کا ہی اور
ابو یوسف کا مذہب یہ ہی کہ یہ چیزیں فرض ہیں اور وہی ہی قول امام شافعی کا اور دلیل اونکی یہ ہی کہ فرمایا تھا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
واسطے اعرابی کے جب اوسنے جلدی کی تھی نماز میں کہ پڑھ نماز بتحقیق کہ تو نے نہیں پڑھی نماز تو معلوم ہوا کہ تعدیل ارکان فرض ہی اور
طرفین کی دلیل یہ ہی کہ رکوع لغت میں مطلق جھکنے کا اور سجدہ پشت خم ہونے کا نام ہی تو فرضیت ساتھ ادنیٰ درجے کے بھی ادا ہو جاویگی
اور اسی طرح ایک رکن سے دوسرے رکن کو جانے میں اگر جلدی ہوگی کیونکہ وہ مقصود نہیں اور دوسری یہ کہ اور روایت میں آنحضرت
نے اوس اعرابی سے ارشاد فرمایا کہ جو تو نے کم کیا اس سے جو بیان کیا میں نے تو تو نے کم کیا اپنی نماز سے روایت کیا اس زیادت کو ابو داؤد
ترمذی اور نسائی نے ابو داؤد نے تو ابو ہریرہ سے اور ترمذی نے رفاعہ بن رافع سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب کر چکا تو یہ تو تمام ہوئی
نماز تیری اور اگر تو نے اوس میں سے کم کیا تو کم کیا تو نے اپنی نماز سے اور کہا یہ حدیث حسن ہی اور مؤید ہی اسکی وہ جو روایت کی اصحاب سنن
اربعہ اور دارقطنی اور بیہقی نے ابن مسعود رض سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جائز ہوتی ہی وہ نماز کہ نہ قائم ہو اوس میں پیٹھ مصلی کی رکوع اور سجود
میں اور ایسے نمازی کو آپنے دوسری حدیث میں چور ارشاد فرمایا تو حتی المقدور لازم ہی کہ اس امر سے احتراز کرے کہ مورد وعید شدید ہووے
اور باطمینان ٹھہر ٹھہر کے نماز خضوع اور خشوع سے پڑھے ص پہلے دونوں زانوں زمین پر رکھے پھر دونوں ہاتھ برابر دونوں کانوں کے

بعد اوسکے موںہہ کو دو کف کے بیچ مین **ف** کیونکہ روایت ہی مسند ابو یعلی مین ابی اسحق سے کہا کہ وصف کیا واسطے ہمارے
براء بن عازب نے سجدے کو پس سجدہ کیا اور اعتماد کیا اوپر دونون کف کے اور اوٹھایا سُرین کو اور کہا کہ اسی طرح کرتے تھے آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم اور وہ جو یہ حدیث صاحب ہدایہ نے وائل سے نقل کی ہی پائی نہین گئی اور کہا شیخ ابن الہمام نے کونہ من حدیث وائل
[illegible] یعنی ہونا اوسکا حدیث وائل سے غریب ہی اور صحیح مسلم مین ہی حدیث وائل سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب سجدہ
کیا رکھا موںہہ اپنا دونون کف کے بیچ مین اور جب ایسا ہوا تو ہاتھ مقابل کان کے ہونگے تو اب معارض ہوگا اوسکے جو صحیح بخاری
مین ہی حدیث ابی حمید سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رکھے دونون کف برابر کاندھون کے اور اس مقام مین روایت مسلم کی مقدم ہی بخاری
پر اسواسطے کہ سند بخاری مین فلیح بن سلیمان اگرچہ راجح یہی ہی کہ وہ ثقہ ہی لیکن کلام کیا گیا ہی اوسمین ضعیف کیا اوسکو نسائی اور ابن
معین اور ابو حاتم اور ابو داؤد اور یحیی القطان اور ساجی نے اور روایت کی اسحق بن راہویہ نے مسند مین أَخْبَرَنَا الثَّوْرِيُّ
عَنْ عَاصِمِ بْنِ كُلَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ اس اسناد سے کہ دیکھا مینے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہ رکھے دونون ہاتھ
مقابل کانون کے اور یہ اسناد صحیح ہی اور روایت کی عبد الرزاق نے مصنف مین أَخْبَرَنَا الثَّوْرِيُّ اوسی اسناد سے اور لفظ
اوسکا یہ ہی وَكَانَتْ يَدَاهُ حِذَاءَ أُذُنَيْهِ اور تھے ہاتھ آپکے مقابل کانون کے اور روایت کی طحاوی نے حفص بن غیاث سے اونھو
نے حجاج سے اونھون نے ابی اسحق سے کہا کہ پوچھا مینے براء بن عازب سے کہ کسجا رکھتے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پیشانی اپنی سجدے مین جب نماز
پڑھتے تھے کہا کہ درمیان دونون کف کے وَاللّٰهُ أَعْلَمُ اور سجدہ کرے ناک اور پیشانی دونون پر کیونکہ روایت کی ابو داؤد و نسائی نے
اور عبارت اونھین کی ہی اور ترمذی نے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب سجدہ کرتے تھے جماتے تھے ناک اور پیشانی اپنی کو اور الگ رکھتے تھے
دونون ہاتھون کو دونون پہلو سے اور رکھتے تھے کف کو برابر کاندھون کے اور روایت ابو یعلی مین ہی ابو حمید سے کہ پھر سجدہ کیا آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے سو جمایا ناک کو اور پیشانی کو زمین پر اور اگر ایک پر اقتصار کیا امام صاحب کے نزدیک جائز ہی اور صاحبین کے نزدیک نہین جائز ہی مگر عذر
سے اور یہی روایت ہی امام ابو حنیفہ سے کیونکہ روایت کی صحاح ستہ والون نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
حکم کیا گیا مین کہ سجدہ کرون سات اعضا پر پیشانی اور دونون ہاتھ اور دونون زانو اور کنارے قدمون کے اور روایت کی مانند اسکے زیادتے اور روایت
کی گئی سعد اور ابن عباس اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم وغیرہم سے یہ حدیث اور رکھنا دونون ہاتھون اور زانون کا سنت ہی نزدیک ہمارے لیکن اور
رکھنا قدمون کا سو کہا ہی قدوری مین کہ وہ فرض ہی سجدے مین كَذَا فِي الْهِدَايَةِ **ص** اور انگلیان ملی ہوئی رکھے اور دونون بازو کو
پیٹ سے جدا رکھے اور پیٹ کو رانون سے اور انگلیان دونون پیر کی قبلے کی طرف کرے اور تین بار سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَى کہے یا زیادہ اور اگر
پگڑی کے پیچ پر یا فاضل کپڑے پر یا اوس چیز پر جسکا حجم ہی سجدہ کیا اگر پیشانی قرار پکڑتی ہی تو جائز ہی ورنہ درست نہین **ف** کیونکہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ کرتے تھے اوپر پیچ عمامے کے روایت کی ابو نعیم نے حدیث ابن عباس سے حلیہ مین بیچ ذکر ترجمہ ابراہیم بن
ادہم رحمۃ اللہ علیہ کے حَدَّثَنَا أَبُو يَعْلَى الْحُسَيْنُ بْنُ مُحَمَّدٍ الزُّبَيْدِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو الْحَسَنِ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مُوسَى الْحَافِظُ
الصُّوفِيُّ الْبَغْدَادِيُّ ثنا لاحق ثنا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الدِّمَشْقِيُّ ثنا مُحَمَّدُ بْنُ [illegible] الْمِصْرِيُّ
ثنا بَقِيَّةُ بْنُ الْوَلِيدِ ثنا إِبْرَاهِيمُ بْنُ أَدْهَمَ عَنْ أَبِيهِ أَدْهَمَ بْنِ مَنْصُورٍ الْعِجْلِيِّ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ
عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَسْجُدُ عَلَى كَوْرِ عِمَامَتِهِ یعنی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم

سجدہ کرتے تھے اوپر کور عمامے کے یعنی پیچ عمامے کے اور ابراہیم بن ادہم بڑے زاہد عالم مشہور ثقہ ہین قَالَ النَّسَائِیُّ ثِقَةٌ مَأْمُوْنٌ اَحَدُ الزُّهَّادِ قَالَ الْبُخَارِیُّ مَاتَ سَنَةَ اِثْنَتَیْنِ وَسِتِّیْنَ وَمِائَةٍ کہا نسائی نے ثقہ مامون ہین ایک زاہدون مین سے کہا بخاری نے مرے سنہ ۱۶۲ باسٹھ اوپر سو ہجری مین اور روایت کی طبرانی نے اوسط مین عبداللہ بن ابی اوفی سے کہا کہ دیکھا مینے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہ سجدہ کرتے تھے اوپر پیچ عمامے کے اور روایت کیا اوسکو ابن عدی نے کامل مین حدیث عمرو بن شمر سے انھون نے جابر جعفی سے اونسے عبدالرحمن بن سابط سے انھون نے جابر سے کہا کہ دیکھا مینے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہ سجدہ کرتے تھے اوپر پیچ عمامے کے اور ضعیف ہے عمرو بن شمر اور جابر جعفی کذاب وضاع ہے کہا شیخ ابن حجر عسقلانی نے شِیْعِیٌّ کَذَّابٌ یعنی رافضی غالی کذاب ہے اور کہا ترمذی نے ضَعِیْفٌ جِدًّا یعنی ضعیف ہے نہایت اور کہا بعضون نے مَتْرُوْكُ الْحَدِیْثِ ترک کر دی گئی ہے حدیث اوسکی اور روایت کیا اسکو حافظ ابوالقاسم تمام بن محمد رازی نے فوائد مین حَدَّثَنَا اِبْرَاهِیْمُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ثنا اَبُوْ بَكْرٍ اَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِیْ حُصَیْنٍ الطَّرْطُوْسِیُّ ثنا كَثِیْرُ بْنُ عُبَیْدٍ ثنا سَعِیْدُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِیْزِ بْنِ عُمَرَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ كَانَ یَسْجُدُ عَلٰی كَوْرِ الْعِمَامَةِ کہ تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ کرتے اوپر پیچ عمامے کے اور اخراج کیا اوسکا بیہقی نے سنن مین ہشام سے انھون نے حسن سے کہا کہ تھے اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سجدہ کرتے تھے اور ہاتھ اونکا اونکے کپڑون مین تھے اور کرتا تھا سجدہ ہر آدمی اوپر پیچ عمامے کے اور ذکر کیا اوسکو بخاری نے صحیح مین تعلیقًا اور کہا کہ کہا حسن نے تھی قوم کہ سجدہ کرتی اوپر عمامے اور ٹوپی کے اور دونون ہاتھ اونکے آستینون مین ہوتے تھے اور روایت کی ابن ابی شیبہ نے ثنا شَرِیْكٌ عَنْ حُسَیْنِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰی فِیْ ثَوْبٍ وَّاحِدٍ یَّتَّقِیْ بِفُضُوْلِهٖ حَرَّ الْاَرْضِ وَبَرْدَهَا یعنی تحقیق کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پڑھتے تھے نماز بیچ ایک کپڑے کے بچاتے تھے اوسکے فضول سے گرمی کو زمین کی و سردی کو اوسکی اور اسی حدیث کو صاحب ہدایہ نے ذکر کیا ہے اور روایت کیا اوسکو احمد اور اسحٰق بن راہویہ اور ابویعلی اور طبرانی اور ابن عدی نے کامل مین اور ضعیف کیا اوسکو حسین بن عبداللہ کے سبب سے اور دوسرے یہ کہ شریک اوسکی اسناد مین قاضی کوفے کا ضعیف ہے کہا ترمذی نے وَشَرِیْكٌ كَثِیْرُ الْغَلَطِ یعنی شریک بہت غلطی کرتا ہے اور توثیق کی اوسکی بہت لوگون نے اور اوسکے معنی ہین یہ وہ جو روایت کی چھ عالمون نے انس سے کہ تھے ہم نماز پڑھتے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے شدت گرمی مین اور جب نہ طاقت رکھتا تھا کوئی ہمارا کہ رکھین مونہہ اپنا اوپر زمین کے بچھاتا تھا کپڑا اپنا زمین پر اور اوسی پر سجدہ کرتا تھا اور سجدہ مین چاہیے کہ اپنے دونون بازوؤن کو ظاہر کرے کیونکہ حدیث مین آیا ہے بروایت ابن حبان مرفوعًا وَجَافِ عَنْ ضَبْعَیْكَ اور کشادہ رکھ دونون بازو اپنے اور روایت کی عبدالرزاق نے ابن عمر سے کہا کہ خبر دی ہمکو سفیان نے انھون نے آدم بن علی بکری سے کہا کہ دیکھا مجکو ابن عمر نے اور مین نماز پڑھتا تھا اور ہاتھ کو اپنے زمین سے لگا رہا تھا سو کہا کہ اے بیٹے بھائی میرے کے نہ بچھہ جا تو زمین سے لگا ہوا بیٹھنا اور اعتماد کر اپنے دونون کف پر اور ظاہر کر بازو اپنے کو کیونکہ تو جب ایسا کریگا سجدہ کریگا ہر عضو تیرے اور جدا رکھے پیٹ کو دونون رانون سے کہ حدیث مین آیا ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کشادہ رکھتے تھے اسقدر کہ اگر بکری کا بچہ چاہے تو اوس مین سے نکل جاوے روایت کیا اوسکو مسلم اور حاکم اور طبرانی وغیرہم نے اور جب صف مین ہو تو چاہیے کہ اپنا ہاتھ کو کشادہ نہ کرے کہ پاس والے کو اذیت ہووے اور منہ انگلیون کا طرف قبلے کے کرے کیونکہ روایت کی بخاری نے حدیث ابی حمید سے کہ یون

واسطے نماز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جب سجدہ کرتے تھے نہ بہت اونگلیون کو پھیلاتے تھے اور نہ بہت تنگ کرتے تھے بلکہ
اوسط درجے مین رکھتے تھے اور منہ کرتے تھے اونگلیون کا طرف قبلے کے اور حدیث مین ہی کہ فرمایا حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
کہ جب سجدہ کرتا ہی مومن سجدہ کرتا ہی ہر عضو اوسکا پس چاہیے کہ مونہہ کرے اپنے اعضا کا طرف قبلے کے حتی المقدور اور اس حدیث پر بالفعل مین
مطلع نہین ہوا اور تسبیح جو رکوع و سجود مین کہی جاتی ہی اگر تین سے زیادہ کہے تو لازم ہی کہ طاق کہے مثلا پانچ یا سات یا نو اسی طرح ایک
حدیث مین آیا ہی کان یختم بالوتر یعنی ختم کرتے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تسبیح کو ساتھ وتر کے کہا صاحب فتح القدیر نے غریب ہی
واللہ سبحانہ اعلم یعنی یہ حدیث غریب ہی اور اللہ سبحانہ جانتا ہی ص اگر آدمیون کے ہجوم کے سبب ایک شخص نے دوسرے کی پیٹھ پر سجدہ
کیا اگر وہ بھی وہی نماز پڑھتا ہی تو درست ہی اور اگر نماز نہین پڑھتا یا پڑھتا ہی مگر وہ نماز جو سجدہ کرنے والا پڑھتا ہی نہین پڑھتا تو سجدہ اوسکا
درست نہوویگا اور عورت پیٹ کو رانون سے ملا دے اور بعد سجدے کے پھر سر اوٹھاوے اور تکبیر کہے اور اطمینان سے بیٹھے اور پھر تکبیر کہے اور سجدہ
کرے ف کیونکہ حضرت نے حدیث اعرابی مین ارشاد فرمایا پھر اوٹھا سر اپنا یہان تک کہ بیٹھے تو سیدھا اور اگر سیدھا نہ بیٹھا اور
دوسرا سجدہ کر لیا امام ابو حنیفہ کے نزدیک جائز ہوگا اور محمد کے نزدیک اور اندازہ رفع مین اختلاف کیا ہی اور صحیح یہہ ہی کہ اگر سجدے کی طرف
قریب ہوویگا نہین جائز ہوگا کیونکہ وہ شمار سجدے مین ہی اور اگر بیٹھنے کی طرف قریب ہی جائز ہوگا اس واسطے کہ وہ شمار کیا جاویگا جلسے
ص اور پھر تکبیر کہے اور اوٹھاوے سر پھر ہاتھ پھر زانو اور سیدھا کھڑا ہووے بغیر تکیے کے اور دونون سجدے سے ملو ڈھلک کر زمین
پر نہ بیٹھے بلکہ فورا کھڑا ہو جاوے اور امام شافعی کے نزدیک بیٹھے اور اوسکو جلسہ استراحت کہتے ہین ف اور دلیل امام شافعی
کی وہ ہی جو روایت ہی مالک بن الحویرث سے کہ انھون نے دیکھا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بیچ نماز کے کہ جب اوٹھتے تھے دونون سجدے
سے نہین اوٹھتے تھے جب تک بیٹھ نہ جاتے تھے سیدھے اور جواب اسکا یہ ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حال ضعیفی مین تھا اور الا نماز
موضوع استراحت کے واسطے نہین اور دلیل اوسپر یہہ ہی جو روایت کی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ جب اوٹھتے تھے آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نماز مین اوٹھتے تھے اوپر کنارے قدمون کے اخراج کیا اسکا ترمذی نے خالد بن ایاس سے اوس نے صالح مولی توامہ سے انھون نے
ابی ہریرہ سے اور کہا ترمذی نے اسی پر ہی عمل اکثر اہل علم کا اور خالد بن ایاس کو اور کہا جاتا ہی ابن ایاس ضعیف ہی نزدیک محدثین کے اور اس سبب
ضعیف کیا اوسکو ابن عدی نے لیکن کہا کہ لکھی جاویگی حدیث اوسکی باوجود ضعف اوسکے کہ کہا یحیی القطان نے اور جس سے تعلیل کی ہی
خالد مع وجود صالح مین اور وہ اختلاط ہی تو کچھہ وجہ تخصیص خالد کی نہین اور قول ترمذی کا کہ اسپر عمل ہی اہل علم کا مقتضی ہی اوسکی
قوت اصل کو اگرچہ خاص طریق ضعیف ہوا اور اخراج کیا ابن ابی شیبہ نے ابن مسعود سے کہ وہ اوٹھتے تھے نماز مین اوپر کنارے قدمون کے
اور نہین بیٹھتے تھے اور مانند اسکے حضرت علی سے اور اسیطرح ابن عمر اور ابن الزبیر اور عمر رضی سے اور روایت کی شعبی سے کہ تھے عمر اور علی
اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوٹھتے تھے نماز مین اوپر کنارے قدمون کے اور روایت کی نعمان بن ابی عیاش سے کہ پایا مین نے
بہت لوگون کو اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تو جب کوئی سر اوٹھاتا تھا سجدہ ثانیہ مین پہلی رکعت یا دوسری رکعت مین تو
اوٹھتا تھا جیسا وہ ہوتا تھا یعنی پھر بیٹھتا نہ تھا اور اخراج کیا اسکا بیہقی نے عبد الرحمن بن یزید سے کہ انھون نے دیکھا ابن مسعود کو کہ
اسکے جگہ اور روایت کیا اس عمل کو عبد الرزاق نے ابن مسعود اور ابن عباس اور ابن عمر سے تو جب اتنے صحابہ کثیر سے یہ عمل مروی ہوا
اس سبب اوٹھتے تھے اوپر کنارے قدمون کے اور نہین بیٹھتے تھے تو عمل اسپر اوجب ہوگا ص اور دوسری رکعت بھی اسیطرح پڑھے مگر تعوذ

اور ثنا اونہین پڑھے اور ہاتھ بھی نہ اوٹھاوے ف یعنی ہاتھ نہ اوٹھائے مگر تکبیر اولیٰ مین اور تکبیر اولیٰ تو پہلی ہی رکعت مین
ہوتی ہے بخلاف امام شافعی کے کہ اونکے نزدیک ہاتھ اوٹھانا وقت رکوع کے اور رکوع سے قیام کے وقت سنت ہین کیونکہ بہت
یہ اونکے نزدیک منع نہین ہے اور اس مسئلے مین بہت تفصیل ہے سب بیان نہین کرسکتا والا کتاب ایک دفتر ہو جاویگی کچھ بطور اختصار کے
موافق تحریر صاحب فتح القدیر کے بیان کیا جاتا ہے اول تو روایت کی طبرانی نے ابن ابی لیلیٰ سے انھون نے حکم سے انھون نے مقسم سے
انھون نے ابن عباس سے انھون نے حضرت علیہ السلام سے کہ نہین اوٹھائے جاوین ہاتھ مگر سات جگہہ مین جسوقت کہ شروع کرے نماز اور
جسوقت داخل ہو مسجد حرام مین سو نظر کرے طرف خانہ کعبہ کے اور جسوقت کھڑا ہو مروہ پر اور جسوقت کھڑا ہو ساتھ آدمیون کے رات عرفہ
کو اور مزدلفہ مین دو مقام مین اور جسوقت رمی کرے جمرہ کی اور ذکر کیا اوسکا بخاری نے معلقاً کتاب مفرد مین بیان رفع یدین مین اور کہا وکیع
نے ابن ابی لیلیٰ سے انھون نے حکم سے انھون نے مقسم سے انھون نے ابن عباس سے انھون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ نہ اوٹھائے جاوین
ہاتھ مگر سات جگہہ مین وقت شروع کرنے نماز کے اور وقت استقبال کعبہ کے اور صفا اور مروہ پر اور عرفات مین اور مزدلفہ مین دو مقام مین
اور نزدیک جمرتین کے اور کہا شعبہ نے نہین سنا حکم نے مقسم سے مگر چار حدیثین اور یہ نہین ہے اونمین سے تو یہ مرسل ہے اور غیر محفوظ اور کہا کہ وہم کیا
ہمارے بعض نے خلاف کیا اس حدیث کو ساتھ رفع کے تکبیرات عیدین مین اور تکبیر قنوت مین اور کہا شیخ تقی الدین نے اعتراض
کیا گیا اس حدیث پر کئی طریقون سے ایک تو یہ کہ ابن ابی لیلیٰ متفرد ہوا اور متروک ہے احتجاج اوس سے اور دوسرے یہ کہ وکیع نے وقف کیا
اوسکو اوپر ابن عباس اور ابن عمر کے کہا حاکم نے اور وکیع ثبت ہے سب سے جنھون نے روایت کیا اوسکو ابن ابی لیلیٰ سے تیسرے یہ کہ روایت
کی بہت سے تابعین نے اسانید صحیحہ سے ابن عمر اور ابن عباس رضی اللہ عنہم سے کہ وہ ہاتھ اوٹھاتے تھے وقت رکوع کے اور بعد قیام کے رکوع سے اور تحقیق کہ
اسناد کیا اون دونون نے اسکو طرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چوتھے یہ کہ سب روایتون مین لَا تُرْفَعُ الْاَیْدِیْ ہے یعنی ہاتھ نہ اوٹھائے جاوینگے
اور یہ بات پر دلالت نہین کرتا کہ سوا ان سات جگہہ کے اور کوئی نہ اوٹھایا جاویگا نہ لَا تُرْفَعُ الْاَیْدِیْ اِلَّا فِیْھَا جو دلالت کرتا ہے
حصر رفع یدین پر ان مواطن سبعہ مین پانچوین یہ کہ محال ہے کہ لا ترفع الایدی ہو کیونکہ احادیث صحیحہ دال ہین اس رفع پر اور بہت سی جگہہ
سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ سوا انکے بھی حضرت نے ہاتھ اوٹھایا مانند استسقا وغیرہ کے یہ کلام ہے شیخ تقی الدین ابن دقیق العید کا اور
وہ بس یہ ہے کہ حصر اونہین تو جب سوا ان سات مقام کے کسی جگہہ رفع ثابت ہوگا عمل اوسکے اوپر کرنا پڑیگا اور تحقیق کہ رفع یدین
اس جگہہ مین ثابت ہوا اور وہ یہ ہے جسکا اخراج کیا ائمہ ستہ نے زہری سے انھون نے سالم سے انھون نے اپنے باپ عبداللہ بن عمر سے
کہا کہ تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کھڑے ہوتے تھے طرف نماز کے اوٹھاتے تھے دونون ہاتھ برابر کندھون کے پھر تکبیر کہتے سو جب
ارادہ رکوع کا کرتے پھر ہاتھ اوٹھاتے اور جب سر اوٹھاتے رکوع سے ایسا ہی کرتے اور جب سر اپنا سجدے سے اوٹھاتے تب نہین ہاتھ اوٹھاتے
تھے اور کہا شیخ ابن الہمام نے کہ جواب اوسکا معارضہ ہے ساتھ اوسکے جو روایت کیا اوسکو ترمذی اور ابوداؤد نے وکیع سے انھون نے سفیان
ثوری سے انھون نے عاصم بن کلیب سے انھون نے عبدالرحمن بن اسود سے انھون نے علقمہ سے کہا کہ کہا عبداللہ بن مسعود نے کیا نہ پڑھون مین تمھارے ساتھ
نماز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سو نماز پڑھی اور نہ اوٹھائے ہاتھ مگر اول بار پھر نہ اعادہ کیا کہا ترمذی نے کہ یہ حدیث حسن ہے اور اخراج
کیا اوسکا نسائی نے ابن المبارک سے انھون نے سفیان سے اور منقول ہے ابن المبارک سے کہا کہ نہین ثابت ہوئی نزدیک میرے حدیث
ابن مسعود کی سو کچھ ضرر نہین کرتا جب کہ دوسرے طریقہ سے ثابت ہو جاوے اور جو بعض علما نے کہا ہے کہ عاصم بن کلیب ضعیف ہے غیر مقبول ہے کیونکہ توثیق کی اوسکی ابن معین نے

اور تخریج کیا اوسکو مسلم نے ایک حدیث اور وہ جو کہا بعض لوگون نے کہ نہین سنا عبد الرحمن نے علقمہ سے باطل ہی اور ذکر کیا اوسکو ابن
حبان نے کتاب الثقات مین اور کہا کہ انتقال کیا اوسنے سنہ ننانوے مین اور سن اوسکا سن ہی ابراہیم نخعی کا تو کیا چیز مانع ہی سماع
اوسکے سے اور حال انکہ اتفاق ہی سماع ابراہیم نخعی پر علقمہ سے اور تصریح کی خطیب نے کتاب المتفق والمفترق مین بیچ بیان ترجمہ عبد الرحمن
کے کہ اوسنے سنا ہی علقمہ سے اور بعضون نے جو کہا ہی کہ یہ حدیث صحیح ہی لیکن زیادت ثُمَّ لَا يَعُودُ کی منکر ہی نقل کیا گیا ہی یہ دارقطنی اور محمد
بن نصر مروزی سے اور ابن القطان سے کہ یہ ایک گمان ہی کہ گمان کیا انھون نے اور اسی واسطے نسبت کی اسکی بعض لوگون نے طرف وہم سفیان
ثوری کے مانند بخاری کے کتاب رفع الیدین مین اور کہا ابن ابی حاتم نے اپنے باپ سے کہا کہ یہ خطا ہی کہا جاتا ہی کہ وہم کیا اوس مین
سفیان ثوری نے اور معلوم یہ ہوتا ہی کہ جب روایت کی انھون نے چند روایتین بغیر زیادت کے گمان کیا اسکو خطا اور حال انکہ زیادتی ثقہ
ضابط کی مقبول ہی اور خصوصاً جب کہ اوسپر متابعت بھی کیجاوے متابعت کی اوسکی ابن المبارک نے جو پہلے بیان کیا اور نیز سکو روایت
نسائی نے اور تخریج کیا دارقطنی اور ابن عدی نے محمد بن جابر سے انھون نے حماد بن ابی سلیمان سے انھون نے ابراہیم سے انھون نے علقمہ سے
انھون نے عبد اللہ سے کہا کہ نماز پڑھی مینے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اور ابوبکر اور عمر کے سو نہ اٹھایا انھون نے ہاتھون اپنے کو
مگر وقت شروع کرنے نماز کے اور اعتراف کیا دارقطنی نے ساتھ اس بات کے کہ صواب ابراہیم کا مرسل کرنا ہی اس حدیث کو اور ابن مسعود
اور یہ رفع بسبب ضعف محمد بن جابر کے ہی لیکن تحقیق کی اوسکی ابن عدی نے اور روایت کی اوس سے اکابر محدثین نے مثل ایوب اور ابن عون
اور ہشام بن حسان اور ثوری اور شعبہ اور ابن عیینہ وغیرہم کے اور موید ہی صحت اس روایت کی کہ جمع ہوئے ابو حنیفہ اور اوزاعی سو کہا اوزاعی
نے کیا حال ہی تمہارا کہ نہین ہاتھ اوٹھاتے ہو تم وقت رکوع کے اور وقت قیام کے رکوع سے کہا ابوحنیفہ رح نے حَدَّثَنَا حَمَّادٌ
عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ وَالْأَسْوَدِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُودٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ
لَا يَرْفَعُ يَدَيْهِ إِلَّا عِنْدَ افْتِتَاحِ الصَّلٰوةِ ثُمَّ لَا يَعُودُ لِشَيْءٍ مِنْ ذٰلِكَ یعنی نہین اوٹھاتے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم ہاتھ مگر وقت شروع کرنے نماز کے پھر نہین اعادہ کرتے تھے اسکا تو کہا اوزاعی نے کہ مین حدیث بیان کرتا ہون تجھسے زہری کی
انھون نے سالم سے انھون نے اپنے باپ سے رفع یدین مین اور تم کہتے ہو کہ حَدَّثَنِي حَمَّادٌ عَنْ إِبْرَاهِيمَ سو کہا ابوحنیفہ نے
کہ حماد افقہ ہی زہری سے اور ابراہیم افقہ ہی سالم سے اور علقمہ نہین ہی کم فقہ مین ابن عمر سے اور اگرچہ واسطے ابن عمر کے صحبت ہی تو اونکو
صحبت کا ہی اور اسود کیواسطے نہایت فضل ہی اور عبد اللہ بن مسعود برابر ہین عبد اللہ بن عمر کے تو ترجیح دی امام ابوحنیفہ نے ساتھ
فقہ رواۃ کے جیسا کہ ترجیح دی اوزاعی نے ساتھ علو اسناد کے اور وہی مذہب ہی منصور نزدیک ہمارے اور روایت کی طحاوی نے پھر بیہقی
نے حدیث حسن بن عیاش سے بسند صحیح اسود سے کہا کہ دیکھا مینے عمر بن الخطاب کو کہ اوٹھاتے دونون ہاتھ اپنے بیچ اول تکبیر کے پھر نہ اعادہ کیا
کہا اور دیکھا مینے ابراہیم اور شعبی کو کہ کرتے تھے ایسا ہی اور معارضہ کیا اوسکا حاکم نے ساتھ روایت طاؤس بن کیسان کے ابن عمر سے
انھون نے عمر سے کہ تھے وہ ہاتھ اوٹھاتے بیچ رکوع کے اور وقت اوٹھنے کے رکوع سے اور روایت کی امام طحاوی نے ابی بکر نہشلی سے
انھون نے عاصم بن کلیب سے انھون نے اپنے باپ سے کہ حضرت علی نہ اوٹھاتے ہاتھ بیچ اول تکبیر کے پھر نہ اعادہ کیا اور وہ جو روایت کی
ترمذی نے حضرت علی سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تھے جب قائم کرتے نماز کو اوٹھاتے تھے دونون ہاتھ برابر کندھون کے اور کرتے تھے مثل اوسکے
جب کہ ارادہ کرتے تھے قرأت کو اور رکوع کا [illegible] اور کرتے تھے ایسا ہی جب اوٹھتے تھے رکوع سے اور نہین اوٹھاتے تھے ہاتھ کسی [illegible]

نماز سے جب بیٹھے ہوتے تھے اور جب کھڑے ہوتے تھے سجدوں سے تو اوٹھاتے تھے اسی طرح روایت صحیح کیا اوسکو بخاری نے تو یہ حدیث منسوخ ہے بسبب اتفاق کے نسخ رفع میں ہر وقت ہوئے اور جاننا چاہیے کہ آثار صحابہ اور تابعین کے کثیرہیں جدا اور کلام بہت ہے وام طحاوی نے کہ مطحاوی اوس ثابت کیا اوسکو شیخ ابن الہمام نے بعینہ حسن اور روایت کی ابو حنیفہ نے حماد سے انھوں نے ابراہیم سے کہا ذکر کیے گئے نزدیک اونکے وائل بن حجر کہ دیکھا انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اوٹھاتے تھے ہاتھ اپنے وقت رکوع اور سجود کے سو کہا ابراہیم نے کہ اعرابی ہے نہیں نماز پڑھی ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قبل اس صلوٰۃ کے اور کیا زیادہ جاننے والا ہے عبد اللہ سے اور اصحاب عبد اللہ سے کیا یاد رکھا اوسنے اور نہ یاد رکھا انھوں نے اور ایک روایت میں ہے کہ حدیث بیان کی مجھسے بیشمار لوگوں نے عبد اللہ سے کہ اوٹھائے انھوں نے ہاتھ فقط وقت ابتدا صلوٰۃ کے اور بیان کیا اوسکو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اور عبد اللہ عالم ہیں ساتھ شرایع اسلام کے ڈھونڈھنے والے ہیں احوال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمسک کرنا ساتھ قول اونکے کے اولی ہے وقت تعارض کے واللہ اعلم اور حدیثیں اس باب میں امام شافعی کی جانب بھی بہت ہیں اور یہ بھی جاننا چاہیے کہ نفس کثرت احادیث حجت نہیں ہے بلکہ موجب الفن روایات کا حال انکے رفع میں بہت سی حدیثیں موضوع ہیں اور ضعیف ہیں جیسا کہ بعض لوگ حدیث حاکم کو لاتے ہیں رفع میں حالانکہ وہ بالاتفاق موضوع ہے اور طعن کیا ابن جب نے اکثر محدثین نے حاکم پر اور بعضوں نے اس باب میں اسقدر افراط کیا ہے جسکا بیان نہیں ہوسکتا چنانچہ اونہیں سے ایک صاحب سفر السعادت نے کہا کہ چار سو آثار اس باب میں مروی ہیں حالانکہ سو بھی کسی محدث نے بیان نہیں کیے بلکہ تمام احادیث جو کتاب رفع یدین میں بخاری نے ہیں اونمیں تو اسکے ربع بھی آثار مذکور نہیں جیسا کہ دیکھنے سے ظاہر ہوگا اور بعض جہلانے اس باب میں اسقدر اعتبار صاحب سفر السعادۃ کا کیا ہے کہ اگر کوئی اونکو لاکھ بار بھی سمجھاوے تو یقین ہے کہ اپنے وہم خرافی سے باز نہ آویں اور تعصب و عناد سے وونہ رہیں زیادہ تفصیل کی اس کتاب مختصر میں گنجائش نہیں عاقل کو ایک اشارہ کافی ہے **ص** اور جب دوسری رکعت کو تمام کرے بائیں پیر کو بچھاکے اوسپر بیٹھے اور داہنے کو کھڑا کرے اور انگلیوں کو پیر کی قبلے کی طرف کرے **ف** صحیح مسلم میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شروع کرتے تھے نماز کو ساتھ تکبیر کے آخر حدیث تک اور کہا بچھاتے تھے بایاں قدم اور کھڑا کرتے تھے داہنے پیر کو اور سنن نسائی میں مروی ہے ابن عمرؓ سے انھوں نے اپنے باپ سے کہا کہ سنت ہے نماز کی یہ بات کہ کھڑا کرے داہنے قدم کو اور کرے انگلیوں کو طرف قبلہ کے اور بیٹھے بائیں پیر پر **ص** اور دونوں ہاتھوں کو دونوں رانوں کے اوپر رکھے اور انگلیوں کو قبلے کی طرف کشادہ رکھے اور امام شافعی کے نزدیک بنصر اور خنصر کو باندھے اور بیچ کی انگلی اور انگوٹھے سے حلقہ کرے اور اشارہ کرے ساتھ کلمہ کے انگلی سے وقت شہادتین کے چنانچہ جار علما اونمیں سے بھی ایسا ہی منقول ہے **ف** ایسا ہی مروی ہے حدیث وائل میں کہا شیخ ابن الہمام نے غریب ہے اور ترمذی میں ہے حدیث وائل سے کہا البتہ دیکھا میں نے طرف نماز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سو جب بیٹھے واسطے تشہد کے بچھایا بائیں پیر کو اور رکھا بائیں ہاتھ کو اوپر بائیں ران کے اور کھڑا کیا داہنے پیر کو اور صحیح مسلم میں ہے کہ تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بیٹھتے تھے نماز میں رکھتے تھے داہنی کف کو اوپر داہنی ران کے اور بند کر لیتے تھے سب انگلیوں کو اور اشارہ کرتے تھے ساتھ اوس انگلی کے جو نزدیک ہے ابہام کے اور رکھتے تھے بائیں کف کو اوپر بائیں ران کے کہا شیخ ابن الہمام نے وَلَا شَكَّ اَنَّ وَضْعَ الْكَفِّ مَعَ قَبْضِ الْاَصَابِعِ لَا يَتَحَقَّقُ حَقِيْقَةً یعنی نہیں شک ہے کہ رکھنا کف کا باوجود بند کرنے انگلیوں کے نہیں ظاہر ہوتی ہے حقیقت اوسکی یا مراد یہ ہے کہ رکھنا کف کا پھر بند کرنا انگلیوں کا وقت اشارے کے اور ایسا ہی مروی ہے امام محمد سے کیفیت اشارہ میں

اور اس مقام پر جو کیدانی مین ہے کہ اونگلی اوٹھانا محرمات مین سے ہے محض غلط ہے اور بعد مطوا وسیر یہ ہے کہ کا ھل الحدیث بھی لکھا ہے
سبحان اللہ عجب ایسے لوگ محدثین کی اسقدر سنت اوبی کرینگے تو اونکے کلام پر کسی مسلمان کو اعتبار کرنا خلاف درایت ہوگا اور خود صاحب
فتح القدیر نے لکھا ہے وَھُوَ خِلَافُ الدِّرَایَۃِ وَالرِّوَایَۃِ اور یہ خلاف درایت اور روایت کے ہے **ص** اور تشہد پڑھے حضرت
عبداللہ بن مسعود کا اور وہ یہ ہے اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰہِ وَالصَّلَوٰتُ وَالطَّیِّبَاتُ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ
وَبَرَکَاتُہٗ اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ الصّٰلِحِیْنَ اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ
مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ اور پہلے قعدے مین اس سے زیادہ نہ پڑھے **ف** مصنف ابن ابی شیبہ مین مروی ہے
حَدَّثَنَا حُسَیْنُ بْنُ عَلِیٍّ عَنِ الْحَسَنِ بْنِ الْحُرِّ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُخَیْمِرَۃَ قَالَ اَخَذَ عَلْقَمَۃُ بِیَدِیْ فَقَالَ
اَخَذَ عَبْدُ اللّٰہِ بِیَدِیْ فَقَالَ اَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِیَدِیْ فَعَلَّمَنِی التَّشَھُّدَ اَلتَّحِیَّاتُ
لِلّٰہِ وَالصَّلَوٰتُ وَالطَّیِّبَاتُ الخ وَفِی الْبَابِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ وَاَبِیْ بَکْرٍ یعنی کہا قاسم نے کہ پکڑا علقمہ نے ہاتھ میرا سو
کہا کہ پکڑا عبداللہ نے ہاتھ میرا سو کہا کہ پکڑا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ میرا سو سکھایا مجکو تشہد اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰہِ آخر تک
اور روایت کی ابن ابی شیبہ نے شعبی سے کہا انھون نے جو زیادہ کرے اوپر تشہد کے بیچ دو پہلی رکعتون کے تو اوسپر دو سجدے سہو کے
ہین وَفِی الْبَابِ عَنْ عَائِشَۃَ اور اس باب مین مروی ہے عائشہ سے اور روایت ہے ابن مسعود سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب بیٹھتے
تھے پہلی دو رکعتون مین تو گویا تپے ہوئے پتھر سے جلتے ہوئے پر ہین یہان تک کہ کھڑے ہون یعنی بہت جلدی کھڑے ہوتے تھے اور کم بیٹھتے تھے
اور ایسی ہی روایت کی مصنف مین ابوبکر نے سند صحیح اور روایت کی علماء ستہ نے ابن مسعود سے کہ سکھایا مجکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
تشہد اور کف میرا آپ کے کف مین تھا جیسا کہ سکھاتے ہین مجکو کوئی سورت قرآن کی سو کہا جب بیٹھے کوئی تم مین سے واسطے نماز کے
سو کہے اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰہِ وَالصَّلَوٰتُ آخر تک اور روایت نسائی مین ہے جب بیٹھو تم دو رکعتون کے بعد اور ایک وجہ حجت اس تشہد کی یہ ہے
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن مسعود کا ہاتھ پکڑ کے بتاکید تمام تعلیم کیا اگرچہ مطلق تعلیم حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ
مین بھی ہے اور ایک وجہ ترجیح کی یہ ہے کہ ائمہ ستہ نے اوسپر اتفاق کیا لفظاً و معنیً اور یہ نہایت غریب ہے اور تشہد ابن عباس کا شمار کیا گیا ہے افراد
مسلم مین اگرچہ اخراج کیا اوسکا سوا بخاری کے اور محدثین نے اور اعلیٰ درجات صحیح مین اونکے نزدیک وہ ہے جسپر اتفاق کیا ہو بخاری و مسلم نے نہ کہ
جسپر اتفاق کیا ہو ائمہ ستہ نے اور اسی واسطے اجماع کیا علما نے کہ حدیث ابن مسعود کی صحیح تر ہے حدیثون کی اس باب مین اور کہا ترمذی نے کہ صحیح تر
حدیثون کی تشہد مین حدیث ابن مسعود ہے اور عمل ہے اوسپر اکثر صحابہ کا پھر اخراج کیا خصیف سے کہا کہ دیکھا مین نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو
خواب مین سو پوچھا مین نے آپ سے کہ آدمیون نے اختلاف کیا تشہد مین سو فرمایا آپ نے کہ لازم پکڑ تو تشہد ابن مسعود کا اور موافق ہوئے
ابن مسعود کے معاویہ جیسا کہ روایت کی اونسے طبرانی نے کہ تھے وہ سکھاتے تشہد کو اوپر منبر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اَلتَّحِیَّاتُ
لِلّٰہِ وَالصَّلَوٰتُ آخر تک مثل تشہد ابن مسعود کے اور عائشہ رضی اللہ عنہا بھی بیہقی مین ہے کہ کہا انھون نے یہ تشہد ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا سو کہا
اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰہِ آخر تک کہا نووی نے اِسْنَادُہٗ جَیِّدٌ یعنی اسناد اوسکی جید ہے اور بھی موافق ہوئے اونکے سلمان رضی اللہ عنہ روایت کی
طبرانی اور بزار نے ابی راشد سے کہا کہ پوچھا مین نے سلمان رضی اللہ عنہ سے تشہد کو کہا سکھاتا ہون مین تمکو جیسا سکھایا مجکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
تہجیان کیا اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰہِ اور کہا ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہ پکڑا ہاتھ میرا حماد بن سلیمان نے اور پکڑا تھا اونکا ابراہیم نے اور پکڑا ہاتھ اونکا

علقمہ نے اور کہا علقمہ نے کہ پکڑا ہاتھ میرا عبد اللہ بن مسعود نے اور سکھایا مجکو تشہد اور کہا عبد اللہ نے پکڑا ہاتھ میرا نبی صلی اللہ علیہ وسلم
نے اور سکھایا مجکو تشہد جیسا کہ سکھاتے ہین کوئی آیت قرآن سے اور متفق ہین اوسکے روایت ابن ابی شیبہ کی جو اوپر ہمنے بیان کی
اور دلیل امام شافعی کی حدیث ابن عباس ہی اور اوسمین تشہد یہہ ہی اَلتَّحِيَّاتُ الْمُبَارَكَاتُ وَالصَّلَوَاتُ الطَّيِّبَاتُ لِلّٰهِ
سَلَامٌ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ سَلَامٌ عَلَيْنَا آخر تک اور روایت کی امام احمد نے
ابن مسعود سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سکھایا اونکو تشہد سو تھے جب بیٹھتے تھے بیچ نماز میں یا آخر نماز میں پڑھتے تھے
اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ تک پھر اگر ہوتا یہ قعدہ بیچ نماز کا اوٹھتے تھے جب فراغت ہو جاتی تھی تشہد سے اور اگر
آخر کا قعدہ ہوتا تھا پڑھتے تھے بعد تشہد کے جو چاہتے تھے اور دعا مانگتے تھے پھر سلام پھیرتے تھے اور حدیث دعا کی بعد تشہد کے ہر ایک صحیح ہین
صحیحین وغیرہا مین ص اور اخیر کی دو رکعتوں مین فقط فاتحہ پڑھے اور یہی افضل ہی ف بسبب حدیث ابی قتادہ کے صحیحین مین
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پڑھتے بیچ دو رکعتوں پہلی کے ظہر اور عصر سے فاتحہ اور دو سورتین
دو رکعتوں مین اور اخیر کی رکعتوں مین فقط فاتحہ اور طول کرتے تھے رکعت اولی مین جو نہین طول کرتے تھے رکعت ثانیہ مین اور اسمین فقط
ظہر اور عصر مذکور ہین اور روایت کی اسحق بن راہویہ نے مسند اپنی مین رافع بن رافع انصاری سے کہ تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پڑھتے بیچ پہلی دو
رکعتوں کے فاتحہ الکتاب اور سورت اور اخیر کی دو رکعتوں مین فاتحہ الکتاب فقط اور مروی ہی اوسط طبرانی مین جابر بن عبد اللہ سے کہا کہ سنت قرات کی بیچ
نماز کے یہہ ہی کہ پڑھے پہلی دو رکعتوں مین فاتحہ اور سورت اور اخیر دو رکعتوں مین فاتحہ الکتاب ص اور اگر تسبیح کرے یا چپ کھڑا رہے تو درست
ہی اور پھر بیٹھے جس طرح کہ پہلے بیٹھا تھا اور امام شافعی کے نزدیک دوسرے قعدے مین سرین پر بیٹھے اور پیر دونون داہنی طرف نکال دیوے
اور عورت دونون قعدے مین اسیطرح بیٹھے ف جیسا کہ اوپر مروی ہوئی حدیث وائل اور عایشہؓ کی اور وہ جو مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم بیٹھتے اسیطرح پر جو امام شافعی کے نزدیک ہی ضعیف کیا اوسکو طحاوی نے اور کلام کیا اسمین بیہقی نے اور بیان کیا ضعف اوسکا
شیخ تقی الدین بن دقیق العید نے ص اور بعد تشہد کے درود پڑھے اور دعا مانگے جو قرآن کے مشابہ ہی یا ماثور کی ہو آدمیون کی باتون سے
تو ایسی چیز نہ مانگے جو آدمیون سے خاص مانگتے ہین ف اور درود پڑھنا ہمارے نزدیک فرض نہین ہی اور امام شافعی کے نزدیک
درود اور تشہد دونون پڑھنا فرض ہین اور دلیل ہماری یہہ ہی کہ کہا ابن مسعودؓ نے جب کہہ چکے تو یعنی تشہد یا کر چکے تو تو تمام ہوگئی نماز
تیری اگر چاہے تو کہ اوٹھے تو اوٹھ اور اگر چاہے بیٹھے تو بیٹھ اور صاحب ہدایہ نے اسکو کلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا ہی اور اوپر گذر چکا
کہ یہہ صحیح ہی لیکن ایسا صحیح مانند مرفوع کے ہی اور کہا قاضی عیاض نے اور جو کہا امام شافعی نے کہ جسنے درود نہ پڑھا تو نماز اوسکی فاسد ہی اور نہین
حجت ہی اونکی اس قول مین اور نہ کوئی حدیث کہ متابعت کی ہو اوسکی اور تشنیع کی اونپر اس باب مین ایک جماعت نے اونمین سے ہین طبری
اور قشیری اور خلاف کیا اونکا اونکے اہل مذہب مین سے خطابی نے اور کہا کہ نہین جانتا مین اونکے لیے اس باب مین کوئی دلیل اور تشہد آت
جو مروی ہین ابن مسعود اور ابن عباس اور ابی ہریرہ اور جابر اور ابو سعید اور ابو موسی اور ابن الزبیر سے نہین مذکور ہی اونمین یہہ درود کہ مروی
ہی آنحضرت علیہ السلام سے نہین ہی نماز اوسکی جسنے نہ درود بھیجا اور یہہ بھی ضعیف کیا اوسکو سب اہل حدیث نے اور اگر بالفرض صحیح ہووے
تو معنی اوسکے نفی کمال کے ہین یا جسنے عمر بھر درود نہ بھیجا اور ایک تاویل اسکی اور ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر جو سلام تشہد مین ہی
اگر کسینے نہ کہا تو نماز اوسکی نہین کیونکہ وہ ہمارے نزدیک بھی واجب ہی اور اسیطرح جو ابن مسعود سے مروی ہی کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے

جسنے پڑھی نماز اور نہ بھیجا درود مجھپر اور میری اہلبیت پر نہ قبول کیجاویگی نماز اوسکی و ضعیف ہی جابر جعفی سے لو بیان کیا اوپر ہمنے
ضعف اوسکا باوجود اس بات کے کہ اختلاف ہی اوسکے رفع اور وقف مین بیان کیا اوسکو دارقطنی نے اور لیکن حدیث اول
سو روایت کیا اوسکو ابن ماجہ نے کہ لَا صَلٰوۃَ لِمَنْ لَا وُضُوْءَ لَہٗ وَلَا وُضُوْءَ لِمَنْ لَمْ یَذْکُرِ اسْمَ اللّٰہِ عَلَیْہِ
وَلَا صَلٰوۃَ لِمَنْ لَمْ یُصَلِّ عَلَی النَّبِیِّ وَلَا صَلٰوۃَ لِمَنْ لَا یُحِبُّ الْاَنْصَارَ یعنی نہین جائز ہی نماز اوسکی جسکو
وضو نہین اور وضو اوسکا جسپر اللہ کا نام مذکور نہین اور نماز اوسکی جسنے درود نہین پڑھا اور نہین نماز ہی اوس شخص کی جو
نہین دوست رکھتا انصار کو اور اسناد مین اوسکی عبد المہیمن ضعیف ہی اور کہا ابن حبان نے لَا یُحْتَجُّ بِہٖ نہین حجت لیجاتی اوس سے
اور اخراج کیا اوس سے طبرانی نے ابی بن عباس سے اور بیہقی نے بھی مرفوعًا اسناد اوسکے کہا لوگون نے حدیث عبد المہیمن کی اشبہ
بالصواب ہی باوجود اسکے کہ جماعت نے کلام کیا ہی ابی بن عباس مین اور روایت کی بیہقی نے یحیی بن السباق سے انھون نے ایک شخص
سے بنی حارث مین سے انھون نے ابن مسعود سے انھون نے حضرت علیہ السلام سے کہ جب تشہد پڑھے کوئی تم مین سے نماز مین تو کہے اَللّٰھُمَّ
صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّارْحَمْ مُحَمَّدًا وَّاٰلَ مُحَمَّدٍ کَمَا
صَلَّیْتَ وَبَارَکْتَ وَتَرَحَّمْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ اور متعارف یہ ہی کہ
ارحم محمدًا کا لفظ اور ترحمت علی ابراہیم کا ترک کرے اور باقی کو پڑھے لیکن اسناد مین اس حدیث کی وہ شخص مجہول
ہی اور بعضون نے مکروہ رکھا ہی کہ غیر نبی کے اوپر درود بھیجین لیکن حدیث مین آیا ہی اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی اٰلِ اَبِیْ اَوْفٰی اور جب کہ صلوٰۃ
بمعنی رحمت ہی جائز نہونے کی کوئی وجہ نہین اور درود بھیجنا ہر نماز کے کرخی کے نزدیک ساری عمر مین ایکبار فرض ہی یا جب کہ حضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کا نام مبارک آوے جیسا کہ اختیار کیا اوسکو طحاوی نے لیکن فرضیت اوسکی وقت ذکر اسم مبارک صلی اللہ علیہ وسلم کے ثابت نہین
ہوتی ہان سنت ہونا بطور موکدہ ثابت ہوتا ہی اور آپنے جو آپکے نام پر درود نہ بھیجے اوسکو بخیل ارشاد فرمایا اور حقیقت مین یہ بات
ہی کہ محبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کچھ زبان کے کہنے سے نہین ہوتی بلکہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال کی متابعت مین کوشش
کرے کہ سر مو فرق نہووے اور آپکے نام پر جب ذکر کیا جاوے درود بھیجنا لازم جانے تب محب رسول اللہ کہا جاویگا والا یہ محبت نام کی ہی اسکا آخرت
مین کچھ اجر و ثواب نہین اور یہ مدلول ہی اکثر احادیث صحیحہ کا وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ ص پھر سلام کرے داہنی طرف اور نیت کرے
اونکی جو اودھر آدمی اور فرشتے ہین اور بائین طرف بھی ایسی ہی کرے اور مقتدی امام کی بھی نیت کرے امام کی جانب مین اگر امام
اوسکے سامنے ہی تو دونون جانب مین نیت امام کی کرے اور امام دونون سلامون مین نیت کرے اور بعض کے نزدیک فقط پہلے
سلام مین اور بعض کے نزدیک کسی مین نہ کرے اور جو اکیلا ہی وہ دونون سلامون مین نیت فرشتون کی کرے ف روایت ہی ابن مسعود سے
کہ تھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سلام پھیرتے داہنی طرف اور کہتے اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ یہان تک کہ داہنا رخسارہ آپکا دکھلائی دیتا تھا
اور بائین طرف اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ یہان تک کہ دکھلائی دیتی تھی سفیدی بائین رخسارے کی اخراج کیا اسکا
نسائی اور ترمذی وغیرہم نے اور صحیح کیا اوسکو اور ہمارے نزدیک لفظ سلام کا کہنا واجب ہی بخلاف واسطے شافعی کے کہ اونکے نزدیک فرض ہی
اور دلیل اونکی وہ حدیث ہی جو اوپر ہمنے بیان کی کہ قول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اور تحلیل نماز کی تسلیم ہی اور دلیل ہماری حدیث ابن مسعود کی ہی جو اوپر گذری
اور اس حدیث سے فرضیت اوسکی ثابت نہین ہوتی اور بہت صحیح حدیثین اس باب مین آئی ہین کہ آدمی کے داہنے بائین فرشتے ہین ذکر کیا اونکو شیخ کمال الدین ابن الہمام نے

فصل قراءت کے بیان میں

نماز جمعہ و عیدین اور نماز فجر و عشا اور مغرب کی اول دو رکعتوں میں امام پکار کے پڑھے اور اکیلے کو ادا میں اختیار ہی اور قضا میں ضرور
آہستہ سے پڑھے اور ادنی درجہ جہر کا یہ ہی کہ دوسرا سنے اور سر کا یہ کہ فقط آپ سنے اور یہی صحیح ہی اور بعضون کے نزدیک ادنی درجہ جہر کا یہ ہی کہ
آپ سنے اور ادنی سر کا یہ ہی کہ فقط تصحیح حروف کی ہو تو طلاق اور عتاق اور جو چیزین کہ بولنے سے متعلق ہین اگر اس طرح کہے
جو اپنے تئین سنائی دے تو واقع ہونگے **ف** اور ظہر اور عصر مین سر کرے کیونکہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صَلٰوۃُ النَّھَارِ
عَجْمَاءُ یعنی نمازدن کی گونگی ہی اور مراد یہ ہی کہ اوسمین قراءت ایسی کہ سنائی دیوے نہین یہ حدیث ہدایہ مین ہی لیکن کہا نووی نے
لَا اَصْلَ لَہٗ یعنی نہین ہی اصل اس حدیث کی اور روایت کیا اوسکو عبد الرزاق نے مصنف مین قول مجاہد اور ابی عبیدہ رضی اللہ عنہما
سے اور سر اور جہر مین حدیثین صحیح بشمار آئی ہین اور اوسمین اتفاق صحابہ و من بعدہم کا ہی اسی سبب سے اسمین کوئی حدیث صریح ذکر کرنے
کی حاجت نہین اور جمعہ اور عیدین کے جہر مین بہت حدیثین ہین روایت کی جماعت نے سوا بخاری کے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
پڑھتے تھے عیدین اور جمعے مین سَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الْاَعْلٰی اور ھَلْ اَتٰکَ حَدِیْثُ الْغَاشِیَۃِ اور صحیح مسلم مین
ہی ابی واقد لیثی سے کہ پوچھا مجھسے عمر نے کہ کیا پڑھتے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عید اضحی اور عید الفطر مین کہا کہ پڑھتے تھے
قٓ وَالْقُرْاٰنِ الْمَجِیْدِ و اِقْتَرَبَتِ السَّاعَۃُ **ص** اگر عشا کی دو رکعتون اول مین سورت نہ پڑھے اخیر کی دو رکعتون مین بعد
فاتحہ کے پڑھ لیوے اور فاتحہ اور سورت دونون کا جہر کرے اگر امام ہی اور اگر فاتحہ پہلی دو رکعتون مین چھوڑ دے تو پچھلی رکعتون مین نہ پڑھے کیونکہ دوسری
رکعتون مین بھی فاتحہ پڑھا جاتا ہی اور پہلی رکعتون کا بھی فاتحہ اوسمین پڑھیگا تو ایک رکعت مین دو فاتحہ لازم آوینگے اور تکرار فاتحہ کی
غیر مشروع ہی اور قراءت فرض ایک آیت ہی اور اتنا پڑھنے والا گنہگار ہوگا بسبب ترک واجب کے اور جو سفر مین جلدی ہو تو فاتحہ اور جو سورت چاہے
پڑھے اور اگر امن ہو تو مانند سورہ بروج و انشقت کے پڑھے اور اقامت مین فجر اور ظہر مین حجرات سے بروج تک جو سورت چاہے پڑھے اور عصر
اور عشا مین بروج سے لم یکن تک اور مغرب مین لم یکن سے آخر تک جو سورت چاہے پڑھے **ف** اور اصل اوسمین یہ ہی جو روایت کی عبد الرزاق نے
مصنف مین اَخْبَرَنَا سُفْیَانُ الثَّوْرِیُّ عَنْ عَلِیِّ بْنِ زَیْدِ بْنِ جُدْعَانَ عَنِ الْحَسَنِ وَغَیْرِہٖ قَالَ کَتَبَ عُمَرُ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ اِلٰی
اَبِیْ مُوْسَی الْاَشْعَرِیِّ اَنِ اقْرَأْ فِی الْمَغْرِبِ بِقِصَارِ الْمُفَصَّلِ وَفِی الْعِشَاءِ بِوَسَطِ الْمُفَصَّلِ وَفِی الصُّبْحِ بِطِوَالِ
الْمُفَصَّلِ یعنی لکھا عمر رضی اللہ عنہ نے طرف ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ کے کہ پڑھ مغرب مین قصار مفصل یعنی لم یکن سے آخر تک اور عشا مین
اوساط مفصل یعنی بروج سے لم یکن تک اور صبح مین طوال مفصل یعنی حجرات سے بروج تک **ص** اور جو ضرورت ہو تو جتنا ہو سکے
اور ایک سورت کا معین نماز مین کرنا مکروہ ہی اور مقتدی چپکا کھڑا رہے اور سنا کرے اور کچھ نہ پڑھے فرمایا اللہ تعالی نے جب قرآن پڑھا جاوے
تو سنو اور چپ رہو اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جسکے واسطے امام ہو تو قراءت امام کی کافی ہی اوسکو اور فرمایا کیا ہی واسطے میرے جھگڑا
کیا جاتا ہون قرآن مین یعنی جب لوگ میرے پیچھے قرآن پڑھتے ہین تو خیال اونکی طرف جاکے قراءت قرآن مین خلل پڑتا ہی **ف**
اور حدیث پہلی مروی ہی متعدد طریقون سے جابر بن عبد اللہ سے اور ضعیف کی گئی اور اعتراض کیا ضعیف کرنے والون نے ساتھ
رفع اوسکے کے مثل دارقطنی اور بیہقی کے اور ابن عدی کے کہ صحیح یہ ہی کہ مرسل ہی اسواسطے کہ حفاظ نے مثل دونون سفیان اور ابی الاحوص
اور شعبہ اور اسرائیل اور شریک اور ابی خالد دالانی اور جریر اور عبد الحمید اور زائدہ اور زہیر نے روایت کیا اوسکو موسی بن ابی عائشہ سے

انھون نے عبداللہ بن شداد سے انھون نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ارسال کیا اوسکو ارسال کیا اوسکو ابوحنیفہ نے بھی ایکبار تو بر تقدیر ارسال کے
بھی ہم یہ کہتے ہین کہ مرسل ہمارے نزدیک حجت ہی اور دوسری یہ کہ روایت کی امام محمد بن الحسن نے موطا مین حدثنا ابو حنیفۃ ثنا
ابو الحسن موسی بن ابی عائشۃ عن عبد اللہ بن شداد عن جابر رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم
قال من صلی خلف امام فان قراءۃ الامام لہ قراءۃ اور وہ جو انھون نے کہا ہی کہ ان حفاظ نے اسکو رفع نہین کیا
صحیح نہین ہی کما احمد بن منیع نے مسند مین ثنا اسحق الازرق ثنا سفیان وشریک
عن موسی بن ابی عائشۃ عن عبد اللہ بن شداد عن جابر رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم من کان لہ امام فقراءۃ الامام لہ قراءۃ قال وحدثنا جریر عن موسی
ابن ابی عائشۃ عن عبد اللہ بن شداد عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فذکرہ اور نہین ذکر کیا اوسنے
جابر سے اور روایت کیا اوسکو عبد بن حمید نے حدیث بیان کی ہمسے ابو نعیم نے کہا حدیث بیان کی ہمسے حسن بن صالح نے انھون نے
ابی الزبیر سے انھون نے جابر سے انھون نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مثل اوسکے اور اسناد حدیث جابر اول کی صحیح ہی اوپر شرط شیخین کے
اور دوسری اوپر شرط مسلم کے تو دیکھو یہی لوگ سفیان اور شریک اور جریر اور ابو الزبیر نے رفع کیا اوسکو ساتھ طریقون صحیح کے
سو باطل ہوا شمار کرنا اوسکا اون لوگون کو عدم رافعین مین اور مقرر ہی یہ بات اگر منفرد ہو ثقہ تو واجب ہی قبول اوسکا سو جس صورت کہ
بہت سے ثقہ رفع کرین اوسکو تو کس طرح واجب القبول نہو گی اور اخراج کیا اوسکا ابن عدی نے ابو حنیفہ رح سے بیان ترجمہ
مین اونکے اور ذکر کیا اوسمین ایک قصہ اور روایت کیا اوسکو ابو عبد اللہ حاکم نے ثنا ابو محمد بن محمد بن
حمدان الصیرفی ثنا عبد الرحمن الفضل البلخی ثنا مکی بن ابراہیم عن ابی حنیفۃ عن موسی بن
ابی عائشۃ عن عبد اللہ بن شداد بن الہاد عن جابر بن عبد اللہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم
صلی و رجل خلفہ یقرأ فجعل رجل من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم ینہاہ عن
القراءۃ فی الصلوۃ فلما انصرف اقبل علیہ الرجل فقال اتنہانی عن القراءۃ خلف رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم فتنازعا حتی ذکر ذلک للنبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال علیہ السلام من
صلی خلف امام فان قراءۃ الامام لہ قراءۃ یعنی کہ پڑھتے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز اور پڑھتا تھا
نماز مین ایک شخص پیچھے آپکے سو منع کیا اوسکو ایک صحابی نے قرارت سے نماز مین تو جب فارغ ہوئے نماز سے آیا اوسکے پاس وہ
شخص اور کہا کہ تم منع کرتے ہو مجھکو قرارت سے پیچھے امام کے سو جھگڑا کیا اون دونون نے یہان تک کہ ذکر کیا گیا واسطے نبی صلی اللہ
علیہ وسلم کے سو کہا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو نماز پڑھے پیچھے امام کے تو گویا قرارت امام کی اوسکی قرارت ہی اور ابو حنیفہ کی
روایت جو ہی کہ قصہ ظہر اور عصر مین اور اونکی روایت مین لفظ ظہر اور عصر کا مذکور ہی اور معارض ہی اوسکے جو روایت کی ابوداؤد اور
ترمذی نے عبادہ بن صامت سے کہا کہ تھے ہم پیچھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نماز فجر مین سو پڑھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے سو بھاری ہو گئی اوپر قرارت تو جب فارغ ہوئے کہا کہ شاید قرارت کرتے ہو تم پیچھے امام کے کہا ہمنے یا رسول اللہ ہان کہا
کہ نہ پڑھو مگر فاتحۃ الکتاب کیونکہ نہین نماز ہی اوسکی جسنے نہ پڑھا اوسکو اور کہا صاحب ہدایہ نے اور ہی ہمارا مذہب بہ اجماع صحابہ کا اور ولا

مالک مین ہی نافع سے انھون نے ابن عمرؓ سے کہا کہ اگر پڑھے نماز کوئی تم مین سے امام کے پیچھے تو کافی ہی اوسکو قرارت امام کی
اور اگر نماز پڑھے اکیلے تو قرارت کرے کہا کہ تھے ابن عمرؓ نہین پڑھتے تھے پیچھے امام کے اور روایت کیا اوسکو دار
قطنی نے مرفوعًا اور کہا کہ رفع کرنا اوسکا وہم ہی لیکن جب صحیح ہوا یہ قول ابن عمر سے تو معلوم ہوا کہ سنا ہوگا انھون نے آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم سے تو رفع اوسکا صحیح ہوگا اگرچہ روایت ضعیف ہووے اور روایت کی ابن عدی نے کامل مین اسمعیل بن عمرو بن
نجیح سے انھون نے حسن بن صالح سے انھون نے ابی ہارون عبدی سے انھون نے ابی سعید خدری سے کہا کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے جسکے واسطے امام ہو تو قرارت امام کی اوسکے واسطے قرارت ہی اور کہا کہ نہین متابعت کیا گیا اس روایت مین اسمعیل اور وہ ضعیف
ہی انتہی اور یہ قول ابن عدی کا صحیح نہین کیونکہ متابعت کی اوسکی بطر بن عبد اللہ نے روایت کی طبرانی نے اوسط مین ثنا محمد بن
ابراهيم بن عامر بن ابراهيم الاصبهاني حدثني ابي عن جدي عن البطر بن عبد الله ثنا الحسن اوسی سند سے
جو روایت کی اوس سے ابن عدی نے اور روایت کی حدیث ابن عباس سے رفع اوسکا اور اوسمین کلام ہی اور روایت کی طحاوی نے شرح آثار مین ثنا یونس
بن عبد الاعلى ثنا عبد الله بن وهب اخبرني حيوة بن شريح عن بكر بن عمرو عن عبيد الله بن مقسم
انه سأل عبد الله بن عمر وزيد بن ثابت وجابر بن عبد الله رضي الله عنهم فقالوا لا تقرأ خلف
الامام في شيء من الصلوٰة یعنی پوچھا عبید اللہ بن مقسم نے عبد اللہ اور زید اور جابر رضی اللہ عنہم سے سو کہا انھون نے نہ پڑھو پیچھے امام کے نماز
مین اور روایت کی امام محمد بن حسن نے موطا مین سفیان بن عیینہ سے انھون نے منصور سے انھون نے ابی وائل سے کہا کہ پوچھے گئے عبد اللہ
بن مسعود قرارت سے پیچھے امام کے کہا کہ چپ رہو اسواسطے کہ نماز مین شغل ہی اور کافی ہی تجکو امام اور روایت کی سعد بن وقاص سے کہا انھون نے
چاہتا ہون مین اوس شخص کو جو پڑھتا ہی پیچھے امام کے کہ اوسکے مونہہ مین انگارہ ہو اور روایت کیا اوسکو عبد الرزاق نے لیکن کہا
انھون نے بدلے انگارے کے پتھر اور روایت کی محمد نے موطا مین داود بن قیس سے انھون نے محمد بن عجلان سے کہ عمر بن خطاب نے کہا کاشکے ہوتا اوسکے
مونہہ مین جو قرارت کرتا ہی پیچھے امام کے پتھر اور اخراج کیا اوسکا عبد الرزاق نے بھی اور روایت کی طحاوی نے حماد بن سلمہ نے
انھون نے ابی جمرہ سے کہا کہ کہا مینے واسطے ابن عباس کے پڑھون مین اور امام سامنے میرے ہو کہا کہ نہین اور روایت کی ابن ابی شیبہ نے
مصنف مین جابر سے کہا کہ نہ پڑھے پیچھے امام کے چاہے جہر کرے اور چاہے اخفا کرے یعنی کسی نماز مین نہ پڑھے اور روایت کی اوس نے
اور عبد الرزاق نے حضرت علیؓ کے قول سے کہا کہ جو پڑھے پیچھے امام کے تو اوسنے خطا کی فطرت سے اور روایت کیا اوسکو دارقطنی نے ایک
طریق سے اور کہا کہ نہین صحیح ہی اسناد اوسکا اور کہا ابن حبان نے کتاب الضعفا مین یہ روایت کرتا ہی اوسکو عبد اللہ بن ابی لیلی انصاری حضرت
علی رضی اللہ عنہ سے اور وہ باطل ہی اور کافی ہی بطلان مین اوسکے اجماع مسلمانون کا اوسکے خلاف پر اور اہل کوفہ نے اختیار کیا ترک قرارت کو پیچھے
امام کے نہ کہ جائز نہ رکھا اسکو اور ابن ابی لیلی یہ شخص مجہول ہی ختم ہوا قول ابن حبان کا اور مروی ہی سنن نسائی مین مسند اسکے قول
ابو الدردا سے اور فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اور جب پڑھے امام تو چپ رہو روایت کیا اسکو مسلم نے زیادت ہی حدیث انما جعل
الامام فکبروا پر اور ضعیف کیا اوسکو ابو داود وغیرہ نے اور نہین التفات کیا گیا اس طرف بعد صحت طریق اور اسناد اوسکے اور اللہ تعالی
نے فرمایا ہی و اذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا الآیۃ یعنی جب پڑھا جاوے قرآن تو سنو اور چپ رہو اور روایت کی بیہقی نے
امام احمد سے کہا کہ اجماع کیا لوگون نے اوپر اس بات کے کہ یہ آیت نماز مین ہی اور روایت کی مجاہد سے کہ تھے رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم سنتے قرارت ایک جوان کی انصار سے سو نازل ہوئی یہ آیت وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ
وَاَنْصِتُوْا اور روایت کی ابن مردویہ نے تفسیر میں کہ کہا کسی صحابی نے یہ آیت نازل ہوئی نماز میں پیچھے امام کے

ص باب جماعت کے بیان میں

جماعت سنت مؤکدہ ہے قریب بواجب کے ف کیونکہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جماعت سنن ہدی میں سے ہے
نہیں تخلف کرتا ہے اوس سے مگر منافق اور یہ حدیث ہے آثار میں ہے روایت ہے امام ابو یوسف سے کہ پوچھا میں نے امام ابو حنیفہ سے
جماعت کو بیچ کیچڑ وغیرہ کے تو کہا لَا اُحِبُّ تَرْکَهَا یعنی نہیں دوست رکھتا ہوں میں ترک اوسکا اور کہا امام محمد نے مؤطا میں
کہ حدیث میں رخصت ہے فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب تر ہو جاویں نعلین تو نماز اپنی جگہہ میں ہے یعنی اوس وقت تکلیف جماعت
نہیں اور حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن ام مکتوم کو باوجود کثرت تکالیف کے اذن ترک جماعت کا نہ دیا اخراج کیا اسکا ابو داؤد
اور حاکم نے اور روایت کی ابن ماجہ نے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو سنے ندا کو اور نہ آوے جماعت میں تو نماز نہیں اوسکی
مگر عذر سے اور روایت کیا اوسکو حاکم نے اور کہا کہ یہ شرط بخاری و مسلم پر ہے ص اور بہتر امامت کے لیے جو احکام نماز کو خوب جانتا ہے
پھر جو قاری زیادہ ہو پھر جو پرہیزگار زیادہ ہو پھر جو سن میں زیادہ ہو ف روایت کی جماعت نے سوا بخاری کے کہ فرمایا
حضرت نے امامت کرے قوم کی جو زیادہ پڑھنے والا ہو کتاب اللہ کا تو اگر قرارت میں برابر ہوں تو جو زیادہ جانتا ہو سنت کو
اور اگر سنت کے جاننے میں برابر ہوں تو جو اقدم ہو ہجرت میں تو اگر ہجرت میں برابر ہوں تو جو پہلے سلام لایا ہو اور روایت کیا اسکو
ابن حبان اور حاکم نے لیکن کہا حاکم نے بدل اعلمہم بالسنۃ کے فَاَفْقَهُهُمْ فِقْهًا یعنی جو فقہ کو زیادہ جانتا ہووے اور اگر فقہ میں برابر
ہو ویں تو جو سن میں بڑا ہووے کہا شیخ کمال الدین نے کہ یہ لفظ غریب ہے لیکن اسناد اسکی صحیح ہے اور میں کہتا ہوں کہ روایت کی ابن ابی
شیبہ نے بسند صحیح ابو مسعود انصاری سے مانند اسکے اور اوسکے الفاظ یہ ہیں يَؤُمُّ الْقَوْمَ اَقْرَؤُهُمْ لِكِتَابِ اللّٰهِ فَاِنْ كَانُوْا فِي
الْقِرَاءَةِ سَوَاءً فَاَعْلَمُهُمْ بِالسُّنَّةِ فَاِنْ كَانُوْا بِالْعِلْمِ فِي السُّنَّةِ سَوَاءً فَاَقْدَمُهُمْ هِجْرَةً فَاِنْ كَانُوْا فِي
الْهِجْرَةِ سَوَاءً فَاَقْدَمُهُمْ سِنًّا یعنی اگر ہجرت میں برابر ہوں تو پھر جو سن میں بڑا ہووے اور فرمایا کہ نہ امامت کرے ایک شخص
دوسرے شخص کی امامت کی جا میں اور نہ بیٹھے اوسکے گھر میں اوس جگہہ پر جو اوسکی عزت کی جگہہ بیٹھنے کی ہے مثلاً ایک مکان میں
فرش ہے اور ایک جا پر صاحب مکان کا مقام معین ہے کہ اوسمیں مسند وغیرہ زیادہ اہتمام ہے تو بغیر اذن اوسکے یہ نہیں چاہیے
کہ اوسکی جا پر بیٹھ جاوے اور روایت کی عطا سے کہ کہا انھوں نے امامت کرے قوم کی جو اونمیں افقہ ہو یعنی فقہ والا ہووے اور اس حدیث
میں اور ہمارے مذہب میں مخالفت نہیں کیونکہ مراد اقرأ سے اعلم بالقراءت ہے اور قراءت بھی ایک سنن میں سے ہے اور نقص میں یکہ
کہ بعد اوسکے پھر اعلم بالسنۃ جو ارشاد فرمایا ہے اوس سے کیا مراد ہوگا اور صاحب ہدایہ نے لکھا ہے کہ اوس زمانے میں جو اقرأ ہوتے تھے وہی
اعلم بھی ہوتے تھے بخلاف اس زمانہ کے کہ اکثر لوگ اقرأ ہوتے ہیں اور اعلم نہیں ہوتے اسی واسطے ہمنے مقدم کیا اعلم کو اقرأ پر اور روایت
کی حاکم نے کہ امامت کریں تم میں سے وہ لوگ جو بہتر ہیں تم میں اور یہ حدیث ضعیف ہے لیکن کہا شیخ ابن الہمام نے فتح القدیر میں
وَاِلَّا فَالضَّعِيْفُ غَيْرُ الْمَوْضُوْعِ يُعْمَلُ بِهٖ فِيْ فَضَائِلِ الْاَعْمَالِ یعنی حدیث ضعیف عمل کیا جاویگا اوس پر فضائل
اعمال میں ص اور مکروہ ہے غلام اور گنوار اور فاسق اور اندھے اور بدعتی کے اور ولد الزنا کے پیچھے مکروہ ہے ف لیکن

غلام کے پیچھے تو اسواسطے کہ اوسکو خدمت سے فراغت نہین کہ احکام نماز سیکھے اور گنوار اکثر جاہل ہوتے ہین اور فاسق کو غم اپنے
دین کا نہین اور اندھا نجاست سے پرہیز نہین کرسکتا اور ولدالزنا کا باپ معلوم نہین کہ اوسکو تعلیم کرے اور لوگ اوسکی امامت کو
مکروہ جانینگے اور بدعتی کے پیچھے بھی اسواسطے مکروہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ اوسکی مسجد سے نکل گئے جیسا کہ ذکر اوسکا اوپر
گذرا اور روایت کی ابن ابی شیبہ نے ضحاک سے بسند صحیح کہا انھون نے نہ امامت کرے غلام اور اوس قوم مین آزاد لوگ ہون اور روایت
کی سعید بن جبیرؓ سے کہ کہا انھون نے اندھا امامت نہ کرے اور روایت کی زیاد بن نمیر سے کہا کہ پوچھا مینے انس رضی اللہ عنہ سے
کہ اندھا امامت کرے کہا کہ کیا احتیاج ہے اوسکی تمکو اور کہا ابن ابی شیبہ نے حدثنا معتمر عن کہمس عن العباس الجریری
ان ابا مجلز کرہ امامۃ الاعرابی یعنی ابی مجلز نے مکروہ رکھا امامت اعرابی کو اور غلام جب فقیہ ہووے تو امامت
اوسکی مکروہ نہین روایت کیا اوسی نے حدثنا ہشیم نا مغیرۃ عن ابراہیم انہ سئل عن امامۃ العبد
والاعرابی فقال العبد اذا فقہ احب الی یعنی غلام جب فقیہ ہووے تو بہت بہتر ہے نزدیک میرے واسطے امامت کے
اور ولدالزنا کی امامت اسواسطے مکروہ ہے کہ روایت کی ابن ابی شیبہ نے حدثنا عبدالوہاب الثقفی عن یحیی بن سعید قال
بلغنی ان عمر بن عبدالعزیز قال لرجل کان یؤم قوما بالعقیق لا یعرف من والدہ فنہاہ ان یؤمہم
یعنی تھا ایک شخص امامت کرتا قوم کی عقیق مین اور نہین معلوم تھا کہ کسکا لڑکا ہے سو منع کیا اوسکو عمر بن عبدالعزیز نے امامت سے اور
کہا حدثنا ابن فضیل عن لیث عن مجاہد انہ کرہ ان یؤم ولد الزنا وصاحب التیمم یعنی مکروہ رکھی
مجاہد نے امامت ولدالزنا کی اور تیمم والے کی اور کہا عبداللہ نے کہ نہین دوست رکھتا ہون مین کہ قاری تمہارے اندھے ہون
اخراج کیا اسکا ابن ابی شیبہ نے اور روایت کیے بہت آثار اس باب مین اور اگر یہ لوگ امامت کرین تو نماز جائز ہوگی کیونکہ حضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پڑھو نماز پیچھے ہر نیک و بد کے روایت کیا اسکو ابوداودؒ نے اور دارقطنی نے اور یہ حدیث منقطع ہے لیکن ہمارے
نزدیک حجت ہے اور اس معنی کو روایت کیا ابونعیم اور عقیلی نے اور وہ طریق ضعیف ہے ص اور جماعت عورتون کی جو امام مرد نہووے
مکروہ ہے اور اگر جماعت کی تو جو عورت امام ہے وہ مقتدیون کے برابر کھڑی ہووے ف اور کیا ہے ایسا حضرت عائشہؓ نے کہا صاحب ہدایہ
نے کہ حکم ابتدائے اسلام مین تھا اور کلام کیا اوسمین شیخ ابن الہمامؒ اور ذکر کین فتح القدیر مین اس باب مین چند روایتین اور روایت کی
عبدالرزاق نے ابراہیم بن محمد سے انھون نے داود بن حصین سے انھون نے عکرمہ سے انھون نے ابن عباس سے کہ کہا انھون نے امامت کرے
عورت عورتون کی اور کھڑی ہو اونکے بیچ مین اور اس سے معلوم نہین ہوتا کہ حدیث امامت نساء کی منسوخ ہووے جائز ہے کہ ابن عباسؓ
کو ناسخ نہ پہونچا ہووے اور حدیث مین آیا ہے کہ نماز عورت کی بہتر حجرے سے گھر مین اور گھر سے تہ خانے مین روایت کیا اسکو ابن
خزیمہ نے صحیح مین اور روایت کی ابن خزیمہ نے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز عورت کی افضل ہے اپنے تاریک گھر مین اور ان حدیثون
سے معلوم ہوتا ہے کہ چھوٹے گھرون مین جماعت کی گنجایش نہین ہے لیکن اور حق یہ ہے کہ یہ حدیثین دال ہین اوپر کراہیت متعلق جماعت کے بہ نسبت اور جگہو
جماعت خاص کی نہین اور کلام ہمارا جماعت خاص مین ہے اور روایت ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم کیا تھا ایک عورت کو کہ امامت
کرے اپنے گھر والون کی اور موذن مقرر کیا تھا اوسکے واسطے لیکن اسناد اوسکی ضعیف ہے اور تخریج کی اوسکی ابن حبان نے کتاب [illegible]
مین اور تفصیل فتح القدیر مین ہے اور مرد کو عورتون کی امامت کرنا مکروہ نہین جیسا کہ بیان کیے ہین اس باب مین ابن ابی شیبہ نے آثار صحیحہ

حضرت عمر اور علی اور حسن وغیرہم سے **ص** جوان عورتون کا ہر نماز جماعت مین اور بڈھیون کا ظہر اور عصر مین حاضر ہونا مکروہ ہی
اور فجر مغرب عشا مین بڈھیون کا آنا مکروہ نہین **ف** اور جاننا چاہیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح ہوا کہ نہ منع کرو لونڈیون
کو اللہ کی مسجدون سے اللہ کی اور فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب اذن مانگے عورت تمہارے کسیکی مسجد مین جانے کی تو منع
نکرے اوسکو اور دلیل منع کی یہ ہی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منع کیا عورتون کو عشا مین حاضر ہونے سے او صحیح مسلم مین ہی نہ منع
کرو عورتون کو مسجد مین جانے سے مگر رات کو یعنی رات کو جانے سے منع کرو اور فرمایا حضرت عائشہ رض نے کہ اگر دیکھتے رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم اوسکو جو نکالا عورتون نے بعد حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے البتہ منع کرتے اونکو جیسا کہ منع کی گئی عورتین بنی اسرائیل کی اور روایت کی
ابن عبد البر نے تمہید مین عائشہ رض سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اے آدمیون منع کرو عورتون کو زینت کے پہننے سے اور اترا کر
دکھلانے کی راہ سے مسجد مین جانے سے کیونکہ نہین لعنت کیے گئے بنی اسرائیل یہان تک کہ نکلین عورتین اونکی دکھانے کی راہ سے مسجدون مین اور
صحیح یہی ہی کہ اس زمانے مین خصوصا ملک ہند مین احتیاط اور تقوی اور مقتضا دینداری یہ ہی کہ گھرون مین اپنے عورت نماز پڑھے اور باہر نکلنے اور
منع کیجاوے نکلنے سے اور اسی پر فتوی ہی **ص** متوضی کو متیمم کے پیچھے اور دھونے والے کو مسح کرنے والے کے پیچھے اور سیدھے کھڑے ہونے والے کو
بیٹھے اور کبڑے کے پیچھے اور اشارہ کرنے والے کو پیچھے اشارہ سے پڑھنے والے کے اور نفل پڑھنے والے کو فرض پڑھنے والے کے پیچھے
اقتدا درست ہی **ف** پہلے مسئلے مین خلاف ہی محمد رحمہ اللہ کا اونکے نزدیک جائز نہین اور تیسرے مین بھی امام محمد کا یہی مذہب ہی اور
وہی قیاس ہی لیکن ترک کیا ہمنے اس قیاس کو ساتھ نص کے اور وہ یہ ہی کہ پڑھی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اخیر نماز بیٹھ کے اور
لوگ اونکے پیچھے کھڑے تھے اور پڑھی حضرت ابوبکر رض نے نماز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے مرض موت مین او صحیح ہو چکا ہی اس مین
بہت روایتین اور اخراج کیا اسکا بخاری و مسلم نے **ص** اقتدا مرد کی ساتھ عورت اور لڑکے اور خنثے کا اور پاک کا ساتھ معذور کے
اور قاری کی ساتھ ان پڑھ کے اور پہننے والے کی ساتھ ننگے کے اور اشارہ نکرنے والے کی ساتھ اشارہ سے پڑھنے والے کے اور
فرض پڑھنے والے کی ساتھ نفل پڑھنے والے کے درست نہین اور اسی طرح جو مقتدی اور فرض پڑھتا ہی اور امام دوسری نماز
فرض پڑھتا ہی تو بھی درست نہین مقتدی کی نماز **ف** اقتدا ساتھ عورت اور لڑکے کے اسواسطے جائز نہین کہ لڑکے کے اوپر تو
نماز نفل ہی اور فرض نماز پڑھنے والے کی اقتدا ساتھ نفل پڑھنے والے کے درست نہین اور کیونکہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پیچھے کرو
عورتون کو کیونکہ پیچھے کیا اونکو اللہ نے اور مروی ہی مصنف ابن ابی شیبہ مین کہا عطاء اور عمر بن عبد العزیز نے کہ نہ امامت کرے
لڑکا قبل احتلام کے فرض مین اور نہ غیر فرض مین اور ایسا ہی مروی ہی عامر اور مجاہد اور شعبی سے کہتے ہین کہ نہ امامت کرے لڑکا
جب تک اوسکو احتلام نہووے اور کہا ابراہیم نخعی نے نہین حرج ہی کہ امامت کرے لڑکا قبل احتلام کے ماہ رمضان مین یعنی تراویح مین
ص امام قرات کا طول نکرے اور اسی طرح جسے پہلی رکعت مین دوسری سے زیادہ طول نکرے مگر نماز فجر مین **ف** کیونکہ مروی ہی
صحیحین مین کہ جب امامت کرے تم مین سے کوئی تو چاہیے کہ تخفیف کرے نماز مین کیونکہ جماعت مین ضعیف اور بیمار اور بوڑھے
سب طرح کے لوگ ہین اور جب اکیلا پڑھے تو جتنا چاہے طول کرے او مسلم مین یہ ہی کہ اونمین صغیر و کبیر و ضعیف و مریض و صاحب
حاجت ہین او صحیحین مین انس رض سے کہا انہون نے نہین پڑھی مینے نماز خفیف کسی امام کے پیچھے زیادہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کی [illegible] یہ ہی کہ قرات مسنونہ سے زیادہ کم نکرے جیسا کہ اوپر بیان ہوا اور حضرت معاذ نے ایکبار فجر کی نماز مین سورہ بقرہ [illegible] ایک شخص نے

اور اکیلے پڑھکے چلا گیا اور منع کیا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے اور آپ نے عشا مین پڑھنے کو سبح اسم ربک الاعلی واقرا باسم
ربک اور والشمس وضحٰها وغیرہ ارشاد فرمایا اور بعض حدیثون مین ہے کہ یہ مغرب مین ہی غرض ہر صورت رعایت حال ضرور ہے اور ظہر
تراویح مین بھی نہایت طول کرنا مکروہ ہے بلکہ اکثر رات مین جو لوگ ختم کرتے ہین جماعت سے مکروہ ہے تین دن سے کم مین نہین چاہیے **ص** جب
مقتدی ایک ہو امام اوسکو داہنی طرف کھڑا کرے اور اگر زیادہ ہون تو امام آگے بڑھ جاوے اور اونکو حکم تاخیر کا نہ کرے کیونکہ ایک آدمی کا
آگے بڑھنا بہت آدمیون کے ہٹنے سے آسان ہے **ف** پہلے مسئلے کی دلیل یہ ہے کہ روایت ہے حضرت ابن عباس سے کہ رہا مین ایک رات
نزدیک میمونہ بنت حارث خالہ اپنے کے سو کھڑے ہوئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھنے کو رات مین تو کھڑا ہوا مین حضرت صلی اللہ علیہ
وسلم کے بائین طرف تو پکڑا میرا سر اور کر لیا مجکو داہنی طرف روایت کی یہ ابن ابی شیبہ اور بخاری اور مسلم وغیرہم نے اور اگر اوسکے
پیچھے یا بائین طرف ہوکے نماز پڑھے تو جائز ہے لیکن گنہگار ہوگا بوجہ مخالفت سنت کے اور اگر دو آدمی ہون تو امام ہمارے نزدیک
اونسے آگے بڑھ کے نماز پڑھاوے اور امام ابی یوسف کے نزدیک بیچ مین اون دونون آدمیون کے کھڑا ہووے اور حضرت عبد اللہ بن
مسعود نے کھڑا کیا اسود اور علقمہ کو داہنے بائین اور آپ بیچ مین کھڑے ہوئے اور جب نماز پڑھ چکے تو کہا ایسا ہی کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
روایت کی یہ مسلم نے اور کہا ابن عبد البر نے نہین صحیح ہے رفع اوسکا اور صحیح اونکے نزدیک وقف ہے ابن مسعود پر اور کہا نووی نے خلاصے مین ایسا
ہی اخراج کیا اوسکا مسلم نے دو طریقون سے اور ایک طریقے تیسرے مین فقط رفع ہے اور دو مین رفع نہین اور دلیل ہماری بہت حدیثین ہین روایت
کی جابر رضی اللہ عنہ سے موافق مذہب ہمارے کے اور انس رضی سے کہ اونکی دادی ملیکہ نے بلایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو واسطے کھانے کے سو کھایا
آپ نے پھر کہا کھڑے ہو تا نماز پڑھون مین آخر یہان تک کہ کھڑے ہوئے ہم اور یتیم پیچھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اور دادی میری ہمارے
پیچھے اور روایت کی ابن ابی شیبہ نے لیث سے انھون نے نافع سے انھون نے ابن عمر رض سے کہ وہ جب پڑھتے نماز اور تین آدمی ہوتے تھے امام
سمیت پیچھے کرتے تھے دو آدمیون کو اور آگے ہوتے تھے آپ اور روایت کی براء بن ابسرہ سے انھون نے حضرت علی رض سے کہ فرمایا انھون نے
جب ہون تین آدمی تو آگے ہووے اونکے ایک آدمی اور روایت کی ابن ابی شیبہ نے انس سے مانند اسکے جو اوپر گذرا اور یہی مذہب ہے اکثر صحابہ
اور تابعین کا **ص** اور اگر امام کی نماز فاسد معلوم ہو تو مقتدی بھی پھر پڑھین **ف** کیونکہ حدیث مین ہے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
جو شخص امامت کرے قوم کی پھر ظاہر ہو کہ وہ بے وضو تھا یا جنب تھا اعادہ کرے نماز اپنی کا اور وہ لوگ بھی اعادہ کرین اور یہ
حدیث غریب ہے نہین پایا اوسکو مین نے اور روایت کی محمد بن الحسن نے کتاب الآثار مین حدیث بیان کی ہمسے ابراہیم بن یزید مکی نے انھو
نے عمرو بن دینار سے انھون نے حضرت علی رض سے کہ کہا انھون نے اوس شخص مین جو پڑھے نماز قوم مین جنب کہا کہ وہ اعادہ کرے نماز کا اور وہ
لوگ بھی اعادہ کرین اور روایت کیا اوسکو عبد الرزاق نے کہ حضرت علی رض نے پڑھائی نماز بھولے سے اور وہ جنب تھے یا بے وضو
تھے تو اعادہ کیا انھون نے نماز کا اور حکم کیا اون لوگون کو اعادہ کا اور روایت کی امام احمد نے بسند صحیح حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے
کہ فرمایا امام ضامن ہے اور روایت ہے ابی امامہ سے کہا کہ نماز پڑھی عمر رض نے ساتھ آدمیون کے جماعت سے جنب سو اعادہ کیا اون لوگون نے تو فرمایا
حضرت علی رض نے کہ چاہیے جسنے تمہارے ساتھ نماز پڑھی کہ اعادہ کرے سو رجوع کیا انھون نے طرف قول حضرت علی رض کے روایت کیا اسکو
عبد الرزاق نے اور وہ وجہ روایت کی دار قطنی نے جویبر سے انھون نے ضحاک بن مزاحم سے انھون نے براء سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
جو امام بھول جاوے اور نماز پڑھا دے قوم کی اور وہ جنب ہو تو تحقیق کہ جائز ہو گئی نماز اونکی اور غسل کرے امام پھر اعادہ کرے اپنی نماز کا

اور اگر نماز پڑھے بغیر وضو تو اوسکا بھی یہی حکم ہی ضعیف ہی جویبر متروک ہی اور ضحاک نے نہین ملاقات کی ہی اونکی اور حکم اتفاقا
ہی ص اور پہلے مرد صف باندھین پھر لڑکے پھر خنثے پھر عورتین ف اسی طرح حدیث مین آیا ہی کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے قریب ہون مجھسے عقل والے لوگ یعنی بالغ پھر جو اونسے نزدیک ہین پھر جو اونسے نزدیک ہین آخر حدیث تک روایت کیا
اسکو مسلم اور ترمذی اور ابوداود اور نسائی نے اور صف مین چاہیے کہ خوب ملکے کھڑے ہون اور جگہہ باقی نرہے اور جو شخص
صف کی جگہہ خالی کو بند کرے یعنی اوسمین کھڑا ہو جاوے یا کسی اور کو اوسمین کھڑا کرے تو حدیث مین ہی کہ مغفرت ہو گی اوسکی روایت
کیا اسکو بزار نے اسناد حسن سے اور بہت سی حدیثین اس باب مین آئی ہین فتح القدیر مین سب مذکور ہین اور خنثی اوسکو کہتے ہین کہ اوسمین
عورت اور مرد دونون کی علامتین موجود ہون اور اوسکو عورت پر مقدم کیا کیونکہ ایک شائبہ مرد کا اوسمین موجود ہی اور لڑکون سے
مؤخر کیا کیونکہ ایک شائبہ عورت کا اوسمین موجود ہی ص تو اگر عورت مرد کے پہلو مین برابر ہو گئی اور بیچ مین کچھ حائل نہین اور وہ
عورت لائق شہوت ہی اور امام نے اوسکی امامت کی نیت کی ہی اور نماز مین دونون شریک ہین مرد کی نماز فاسد ہو جاویگی اور اگر
امام نے نیت عورت کی نہین کی ہی نماز عورت کی باطل ہو جاویگی اور نماز کی شرکت کے معنی یہ ہین کہ دونون اپنے تحریمے کو امام کے
تحریمے پر بنا کرنے والے ہون اور اون دونون کے واسطے امام ہو اوس نماز مین جو وہ دونون پڑھتے ہین یا حقیقۃً مثلاً دونون
مقتدی ہون یا حکماً مثلاً کسی مرد اور عورت کو نماز مین حدث ہوا اور وضو کیا اور عورت نے بنا کی اور امام فارغ ہوا اور عورت مرد کے برابر آگئی
تو نماز فاسد ہو جاویگی اور مسبوق کی اگر ما سبق کے ادا کرنے مین برابر ہو گئی تو مرد کی نماز فاسد نہو گی یہ جب ہی کہ امام عورتون کی
نیت کرے اور اگر نیت نہ کی تو عورت کی نماز باطل ہو جاویگی اور اس سے معلوم ہوا کہ عورت اگر اقتدا کرے ساتھ امام کے برابر ایک شخص
کے تو اقتدا اوسکی صحیح نہو گی مگر یہ کہ امام اوسکی امامت کی نیت کرے اور اگر عورت نے برابر کے بعد اقتدا نہین کی ایک روایت مین نیت
امام کی شرط ہی اور ایک روایت مین شرط نہین اور تفصیل اسکی شرح وقایہ عربی مین خوب ہی جسکا جی چاہے دیکھ لے اور اگر امامت کی ان پڑھے
نے قاری اور ان پڑھے کی تو سبکی نماز فاسد ہوئی یا امی کو خلیفہ کیا اگرچہ پچھلی دو رکعتون مین ہو سبکی نماز فاسد ہو جاویگی لیکن نماز قاری کی
سو اسواسطے کہ اوسنے قرارت باوجود قدرت کے ترک کی اور نماز ان پڑھون کی سو اسواسطے کہ جب حضور نے رغبت کی جماعت کی تو چاہیے کہ قاری کے ساتھ
اقتدا کرین تا کہ قرارت اوسکی ان لوگون کی قرارت ہو جاوے تو گویا اون لوگون نے بھی قرارت ترک کی اور دوسرے مسئلے مین خلاف امام زفر کا ہی

باب حدث مین بیچ نماز کے

مصلی کو اگر نماز مین حدث ہووے وضو کرکے تمام کر لیوے اور بعد تشہد کے ہو تو بھی تمام کرے اور صاحبین کے نزدیک تمام ہو جاویگی
اور شروع سے پڑھنا افضل ہی ف اور امام شافعی کے نزدیک شروع سے پڑھے اور باقی نماز کو بنا نکرے کیونکہ حدث منافی
نماز کا ہی اور چلنا فاسد کرتا ہی نماز کو اور یہی موافق قیاس ہی لیکن ترک کیا ہمنے بدلیل اوسکے جو فرمایا رسول خدا صلے اللہ علیہ
وسلم نے جو شخص قی کرے یا نکسیر اوسکی پھوٹے یا مذی نکلے اوسکی نماز مین تو چاہیے کہ پھرے اور وضو کرے اور بنا کرے اپنی
نماز پر اور یہ حدیث اوپر گذری نواقض وضو کے بیان مین اور روایت کی ابن ابی شیبہ نے ساتھ اسناد کے موقوفا اوپر عمر اور علی اور
ابوبکر صدیق کے اور ابن عمر اور سلیمان فارسی رضی اللہ عنہم اجمعین سے اور تابعین سے مثل علقمہ اور طاؤس اور سالم اور سعید
ابن جبیر اور شعبی اور ابراہیم نخعی اور عطاء اور مکحول اور سعید بن المسیب رحمۃ اللہ علیہم اجمعین اور روایت کی ابن ماجہ نے حدیث

حضرت عایشہ رضی سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب نماز پڑھے کوئی تم مین سے اور حدث ہو جاوے اوسکو تو چاہیے کہ پکڑے رہے
ناک اپنی پھر پھرے اور اس جگہ حدث سے مراد ناک سے خون نکلنا ہی اسی واسطے آگے فرمایا کہ پکڑے رہے ناک اپنی ص اور اگر امام کو حدث
ہووے تو مقتدیوں مین سے کسیکو خلیفہ کرے پھر وضو کرے اور نماز جہان وضو کیا ہی اوس جگہ یا پہلی جگہہ پر تمام کرے اور جو شخص اکیلا ہووے
وہ بھی وضو کی جگہہ یا پہلی جگہہ پر تمام کرے اگر خلیفہ فارغ ہو جاوے اور اگر فارغ نہین ہوا امام خلیفہ کے پیچھے نماز کو تمام کرے اور
مقتدی بھی ایسا ہی کرے ف کیونکہ مروی ہی حدیث مین کہ جب نماز پڑھے کوئی تم مین سے سو ڈکرے یا نکسیر اوسکی پھوٹے تو چاہیے
کہ رکھے ہاتھ اپنا اوپر موتہہ کے اور آگے کرے اپنی جگہہ پر اوسکو جسکو کوئی حدث نہ پہونچا ہووے ایسا ہی ہے سنن مین اور کہا شیخ ابن الہمام
نے غریب ہی اور اسپر اجماع صحابہ کا ہی اور بیان کیا اسکو احمد اور ابن المنذر نے عمر اور علی رضی سے اور روایت کی اثرم نے حضرت ابن عباس سے
کہ نکل جاسے اور پہر حضرت عمر رضی واسطے نماز ظہر کے تو جب داخل ہوئے نماز مین تو پکڑا انھون نے ہاتھ ایک شخص کا جو اونکے داہنی طرف تھا پہر پھرے
چیرتے تھے صفون کو تو جب نماز پڑھی ہمنے یکایک دیکھا کہ حضرت عمر نماز پڑھتے ہین پیچھے ایک ستون کے تو جب ادا کی انھون نے
نماز کہا کہ جب داخل ہوا مین نماز مین تو دیکھی مینے ایک چیز اور چھوا مینے اوسکو ہاتھ سے تو پائی مینے اوسکو تری مذی کی اور روایت کی بخاری
نے عمرو بن میمون سے استخلاف کو یعنی خلیفہ کرنے کو اور روایت کی سعید نے کہا کہ نماز پڑھی ساتھ ہمارے حضرت علی رضی نے ایک روز تو نکسیر
پھوٹی اونکی سو پکڑا ہاتھ ایک شخص کا اور آگے کیا اوسکو اور پھر وہان سے اور صاحبین کی دلیل یہ ہی جو روایت کی ترمذی نے عبد اللہ بن
عمرو بن العاص سے کہ فرمایا رسول اللہ علیہ وسلم نے جب حدث کرے کوئی شخص اور وہ بیٹھا تھا اخیر جلسہ واسطے آخر نماز کے قبل سلام کے
تو تحقیق کہ جائز ہوئی نماز اوسکی اور کہا ترمذی نے نہین ہی اسناد اوسکی قوی اور اضطراب کیا ہی اوسکی اسناد مین ص
اور اگر کوئی شخص نماز مین مجنون یا بیہوش ہو گیا یا سو گیا اس طرح کہ وضو نہین جاتا اور اوسکو احتلام ہوا یا قہقہہ کیا یا قصدا
حدث کیا یا درہم سے زیادہ پیشاب یا اور نجاست اوسپر پڑ گئی یا اوسکے زخم لگ کے خون جاری ہوا یا اوسنے جانا کہ مینے حدث
کیا اور مسجد سے اگر مسجد مین ہوا یا صفون سے اگر باہر مسجد کے ہو نکل گیا پھر اوسکو معلوم ہوا کہ حدث نہین ہوا تھا ان سب صورتون مین نماز باطل
ہو گئی پھر سرے سے پڑھے اور اگر مسجد کے باہر نہین نکلا اور صفون سے بھی متجاوز نہین ہوا تو بنا کرنا درست ہی اور اگر بعد تشہد کے جان بوجھ کے
حدث یا کوئی اور عمل منافی صلوۃ کے کیا نماز اوسکی تمام ہو جاویگی اور بعد تشہد کے اگر تیمم کرنے والے نے پانی پر قدرت پائی یا موزہ او
تھوڑے عمل سے جو منافی نماز نہین اوتار لیا یا مدت مسح کی تمام ہو گئی یا ان پڑھے کو سورت یاد آگئی یا ننگے نے کپڑا پایا یا اشارہ
کرنے والا رکوع اور سجدے پر قادر ہو گیا یا ترتیب والے کو نماز قضا یاد آگئی اور اسکا بیان آگے آویگا یا امام نے ان پڑھے کو خلیفہ کیا
یا نماز فجر مین آفتاب نکل آیا یا نماز جمعہ مین عصر کا وقت آگیا یا عذر والے کا عذر زائل ہو گیا یا پٹی زخم سے تندرستی کے سبب سے گر پڑی
ان سب بارہ صورتون مین امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک نماز فاسد ہو گئی اور صاحبین کے نزدیک تمام ہو گئی اور اگر بعد تشہد کے
امام نے قہقہہ کیا یا قصدا حدث کیا مسبوق کی نماز باطل ہو جاویگی اور اگر باتین کین یا مسجد سے نکل گیا تو جائز ہوگی اور اگر امام قراءت
مین رک گیا تو دوسرے کو خلیفہ کرنا درست ہی اگر کم ایک آیت سے پڑھا ہووے تو اگر اتنا پڑھ چکا کہ نماز جائز ہو جاویگی اور پھر خلیفہ کیا نماز فاسد
ہو گی اگر امام نے مسبوق کو خلیفہ کیا تو درست ہی اور مسبوق نماز کو تمام کرے اور مدرک کو خلیفہ کرے تاکہ وہ سلام پھیرے
اور مسبوق باقی نماز اپنی پڑھ لیوے ف مسبوق اوسکو کہتے ہین جو بعد ایک رکعت یا دو رکعت یا زیادہ کے شریک ہووے

[illegible]

[illegible] نماز پیچھے لیٹنے کے ... کی نماز کسی صورت ... فاسد نہ ہوگی ... [illegible]

... [illegible] ... اگر کوئی ... ایک رکعت ... [illegible]

... [illegible] ... تب ... [illegible] ... نہیں اور اگر امام کے

ساتھ ایک ہی مقتدی تھا اور امام کو حدث ہوا تو وہ شخص اوسکا خلیفہ ہو جاویگا اگرچہ امام خلیفہ نہ کرے تو اگر وہ مقتدی عورت

یا لڑکا ہو تو امام کی نماز فاسد ہو جاویگی ... [illegible] ... کیونکہ امامت ... خلیفہ نہیں کیا ... صورت ... [illegible]

کی صلاحیت نہیں رکھتے تو مقتدی بغیر امام کے رہ جاویگا سو نماز ان کی فاسد ہو جاویگی اور امام کی فاسد نہ ہوگی

باب نماز کے مفسدات اور مکروہات کے بیان میں

مفسدات یعنی جو نماز کو فاسد کرتے ہیں بہت سے ہیں پہلے کلام کرنا اگرچہ بھولے سے یا خواب میں ہووے اور امام شافعی کے

نزدیک اگر بھولے سے کلام کرے تو نماز فاسد نہ ہوگی اور دلیل انکی یہ ہے کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے رُفِعَ عَنْ اُمَّتِی

الْخَطَاءُ وَالنِّسْیَانُ یعنی اٹھا لیا گیا میری امت سے خطا اور نسیان اور اس لفظ سے یہ حدیث پائی نہیں گئی بلکہ اس لفظ

سے وُضِعَ عَنْ اُمَّتِی الْخَطَاءُ وَالنِّسْیَانُ یعنی وضع کر لیا گیا امت میری سے خطا اور نسیان ... [illegible]

روایت کیا اسکو ابن ماجہ ... اور حاکم نے ... [illegible] ... ہماری دلیل قول ہے آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم کا ... [illegible] ... کلام آدمیوں کا ... تو تسبیح اور تکبیر اور قرأت قرآن

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

حضرت عائشہ رضی سے کہ فرمایا حضرت صلعم نے [illegible]
ناک اپنی پھیر ہے اور ... نزدیک ... مصلی کو پھیر ... امام ابو حنیفہ کے ... مکروہ
ہے ... مستحب نماز ... اور ... آگے ... لیکن ... دوسری ... [illegible]
مستحب ہوگی اور اگر وہی نماز پڑھتا ہو تو ... مستحب ہوگی اور اگر کوئی جنت یا دوزخ ... میں ...
حائل کرے ... سے ... کے سامنے سے گذر جائے تو نماز نہیں جاتی اور گذرنے والا
گنہگار رہتا ہے اگر مقام سجدہ سے ... زمین پر ... کسی چیز حائل کے گذرے اور پوشیدہ نہ رہے کہ شخص اگر چھوٹی مسجد میں نماز پڑھتا ہو
تو جس جگہ گذریگا گنہگار ہوگا اور اگر بڑی مسجد یا جنگل میں پڑھتا ہو تو بعضوں کے نزدیک اگر مقام سجدہ میں گذریگا تو گنہگار ہوگا ورنہ نہیں
ہوگا اور بعضوں کے نزدیک جہاں تک اسکی نظر مقام سجدہ پر نظر کرنے میں پہونچتی ہو وہ مقام سجدہ ہے ... اگر کوئی شخص دکان پر پڑھتا ہو اور
نیچے دکان کے کوئی گذرا تو اول روایت کے موافق گنہگار نہوگا اور دوسری روایت کے موافق اگر گذرنے والے کا اور مصلی کے
کچھ اعضا مقابل ہوں تو گنہگار ہوگا ورنہ گنہگار نہوگا ف جاننا چاہیے کہ گذرنا نمازی کے سامنے سے نماز میں نہایت برا ہے اور برائی
میں اسکی احادیث صحیح وارد ہوئی ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اگر جانتے گذرنے والا سامنے مصلی کے کہ کیا عذاب ہے
اوسپر البتہ بہتر ہو اوسکے واسطے کہ کھڑا رہے چالیس اس سے کہ گذر جاوے اوسکے سامنے سے کہا ابو النضر راوی نے کہ نہیں جانتا میں کہ
ارشاد فرمایا آپ نے چالیس دن یا چالیس مہینا یا برس اور روایت کیا اوسکو بزار نے اور اوس میں اربعین خریفا ہے یعنی چالیس خریف اور
بعضوں کے نزدیک اگر سامنے سے عورت یا کتا یا گدھا نکل جاوے تو نماز جاتی رہتی ہے اور ہمارے نزدیک کسی کے گذرنے سے نماز نہیں جاتی
دلیل ہماری قول ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کہ نہیں توڑتی ہے نماز کو کوئی چیز اور دفع کرو اوسکو جہاں تک کہ طاقت رکھو کیونکہ وہ
شیطان ہے روایت کیا اسکو ... اور سند میں اسکی مجالد ہے اور اوس میں کلام ہے اور بخاری میں ہے کہ اوس شخص سے
لڑائی کرے کیونکہ وہ شیطان ہے اور روایت کی دارقطنی نے سالم بن عبد اللہ سے انہوں نے اپنے باپ سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
اور ابو بکر اور عمر نے کہا کہ نہیں قطع کرتا نماز کو کچھ پس دفع کرو جہاں تک کہ طاقت ہو اور ضعیف کیا رفع اسکا اور وقف کیا اسکا
... اور کہا نووی نے شرح صحیح مسلم میں حدیث لا یقطع الصلوٰۃ شیء ضعیف ہے اور کہا شیخ ابن الہمام نے کہ نہیں ہے
بلکہ وہ حسن ہے اس واسطے کہ وہ مروی ہے چند طریقوں سے ابو سعید اور ابن عمر اور ابو امامہ اور انس اور جابر سے اور ... ابو داؤد اور
دارقطنی اور ... طبرانی میں ہیں ... صحیح مسلم میں ہے حضرت ابو ذر سے کہ قطع کرتا ہے نماز کو جب نہ ہو سامنے
مصلی کے مانند لکڑی پالان اونٹ کے کتا سیاہ اور عورت اور گدھا ... کیا سبب ہے کہ ... سیاہ کو فرمایا اور ... سرخ کو
کہا اے بھائی ... کے پوچھا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جیسا کہ پوچھا تو نے مجھ سے سو کہا کتا سیاہ شیطان ہے اور
... نہیں شک ... کرتا نماز کو توڑ دیتا ہے لیکن ... اور عورت ... شک ہے کہا ابن ... امام ... قول
... صحیح ... حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ... رات کو حضرت کے سامنے اور حضرت نماز پڑھتے ...
[illegible]
... ابن عباس ... حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ... نماز پڑھتے تھے ... [illegible]

صف کے سامنے پانی کی ... آپ نے اور ... کہ اوسکی ... روایت کیا ... عبد اللہ بن ابی [illegible]
صحیح ... میں کہتے ہیں کہ ایک حدیث ... بعض ... ہیں ... کہ ... نماز ...
بیچ جنگل کے اور ... ایک کتیا چھوٹی اور گدھی تھی تو نماز پڑھی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ... اور وہ دونوں آگے
سامنے تھیں ... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے روایت کیا اسکو ابو داؤد اور ... نے ... سے کہ ... جگہ ...
اگر ... تو ... کوئی حدیث اس ... صحیح سے نہیں ملی واللہ اعلم ... شخص
جنگل میں نماز پڑھتا ہو تو نزدیک اپنے دونوں ابرو میں سے ایک ابرو کے برابر سترہ کھڑا کرے کہ طول اوسکا ایک گز کا ہو اور
ایک انگل کا موٹا اور سترہ کو رکھ دینا زمین پر یا ... زمین پر خط کھینچ لینا درست نہیں ف اور سترہ کی طرف قریب ہونا چاہیے
کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب نماز پڑھے کوئی تم میں سے تو قریب ہو سترہ سے روایت کیا اوسکو مالک نے اور روایت
کیا اوسکو ابو داؤد اور ... نے ... کہ قطع کرے شیطان نماز اوسکی اور روایت کی ... کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اگر کوئی رکھے
سامنے اپنے مثل لکڑی پالان اونٹ کے تو نہ ضرر کریگا تجھکو جو سامنے تیرے ہوگا اور اخراج کیا مسلم نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ پوچھے گئے آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ تبوک میں سترہ مصلی سے سو کہا کہ مثل لکڑی پالان کے اور ... میں ہے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا عاجز
ہے کوئی تم میں کا اس سے کہ جب نماز پڑھے صحرا میں یہ کہ ہووے آگے اوسکے مثل پالان اونٹ کے اور یہ حدیث اس لفظ سے نہیں ملی اور غرض
مراد ایک ہاتھ ہے اور یہی گز ہے شرع میں اور فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب نماز پڑھے کوئی تم میں سے جنگل میں تو کرے سامنے اپنے
ایک سترہ ایسا ہی ... ہدایہ میں اور کہا شیخ کمال الدین ابن الہمام نے کہ یہ حدیث غریب ہے نہیں ملی لیکن روایت کی ابن حبان اور حاکم
نے ابن عمر سے کہا کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب نماز پڑھے کوئی تم میں سے تو نماز پڑھے طرف سترہ کے اور نہ چھوڑے اوسکو جو گذرے
اوسکے سامنے ہو کر اور روایت کیا اوسکو احمد اور ... نے اور زیادہ کیا ابن حبان نے کہ اگر وہ انکار کرے تو لڑے اوس سے اور کرے
سترہ کو ایک دونوں ابروؤں کے سامنے اسواسطے کہ روایت کیا ابو داؤد نے ضباعہ بنت المقداد بن الاسود سے اونہوں نے اپنے باپ سے کہا کہ نہیں دیکھا
میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہ نماز پڑھتے ہوں طرف ستون یا لکڑی یا درخت کے مگر کرتے تھے اوسکو مقابل داہنے ابرو یا بائیں ابرو کے
اور نہیں قصد کرتے تھے اوسکا قصد کرنا یعنی نماز میں اوسکی طرف نگاہ نہ رکھتے تھے تاکہ تشبیہ نہ ہووے ساتھ عبادت بت پرستوں کی ولید
بن کامل اوسکی اسناد میں ضعیف ہے اور ضباعہ مجہول ہے اور ... بالکل ... اول قرن ثانی میں ... کہ سکوت کیا اس حدیث
سے ابو داؤد نے اور روایت کی نسائی نے کہ جب نماز پڑھے کوئی تم میں سے طرف ستون کے تو ... اوسکو درمیان
آنکھوں کے ... اوسکو بائیں ابرو کے مقابل اور روایت کی ابو علی بن سکن نے اپنی سنن میں ... مثل اسکے ...
کیا اس حدیث کو احمد ... فتح القدیر میں ... اور ... ص ... اور کوئی شخص ...
بائیں ... اور اوسکو تسبیح یا اشارہ سے منع کرے اور دونوں ... ف کیونکہ
اور ... فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ... اشارہ ...
نے ... روایت کیا ...
مجہول ... ابن ابی شیبہ ... روایت ... ہونا

ثابت نہین ہوتا ... ... اخراج کیا اوسکے واسطے مسلم نے اور فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب
عادت ... ... تسبیح کے روایت کیا اسکو بخاری نے ص اور امام کا ستر مقتدیون کو بھی کفایت کرتا ہے
بیچ ... مین کوئی نہ دیکھا اور ... تو سترے کا لگانا درست ہے ف کیونکہ نماز پڑھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
بطحا مکہ مین اور اونکے سامنے ایک نیزہ تھا اور عورتین اور گدھے گذرتے تھے اوسکے اودھر اور تھا واسطے قوم کے سترہ
اور روایت کیا اسکو بخاری و مسلم نے اور اخراج کیا ابو داؤد نے اسی باب مین ساتھ سند صحیح کے عبد اللہ بن عمرو بن العاص سے

فصل مکروہات نماز مین

پہلے سدل کپڑے کا اور وہ یہ ہے کہ چادر کو سر یا کندھے پر ڈالے اور اوسکے کنارون کو چھوڑ دے اس طرح پر کہ لٹکے رہین اور
قبا مین بھی کندھون پر ڈالے اور دونون آستین کو ہاتھون مین نہ ڈالے اور دونون طرفون کو نہ ملاوے ف اسواسطے کہ منع کیا آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے سدل سے نماز مین اور اس سے کہ آدمی ڈھانپے کیو منہ اپنا روایت کیا اوسکو ابو داؤد اور حاکم نے
اور روایت کی ابن ابی شیبہ نے کہ منع کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے کہ ڈھانپے منہ اپنا نماز مین لیکن اسنادمین اسکی بجائے
کلام مذکور نہین بہرصورت ہمارے نزدیک حجت ہے اور حضرت عبد اللہ بن عباس نے منع کیا ناک کو چھپانے سے روایت کی عکرمہ
نے اور اسی طرح سعید بن المسیب اور ابراہیم نخعی اور عطا مکروہ رکھتے تھے اوسکو اخراج کیا ان آثار کا ابن ابی شیبہ نے مصنف
مین ص دوسرے کپڑے کو سمیٹنا خاک اور غبار سے یعنی کپڑے یا بدن سے کھیلنا ف کیونکہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
کہ اللہ تعالیٰ نے مکروہ رکھین واسطے تمہارے تین چیزین عبث یعنی بیفائدہ کام کرنا نماز مین اور رفث روزے مین اور ہنسی قبرون مین
روایت کیا اوسکو قضاعی نے طریق ابن المبارک سے انھون نے اسمعیل بن عیاش سے انھون نے عبد اللہ بن دینار سے انھون نے
یحییٰ بن ابی کثیر سے مرسل ص تیسرے جمع کرنا بالون کا یعنی بالون کو لپیٹ کے جوڑے مین داخل کرنا ف کیونکہ روایت کی عبد الرزاق
نے اپنی مصنف مین ثوری سے انھون نے مخول بن راشد سے انھون نے ایک شخص سے انھون نے ابو رافع سے کہا کہ منع کیا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
نماز سے اوس شخص کو کہ باندھے ہو بالون کو سر پر اور اوسکو عربی مین عقص کہتے ہین اور روایت کیا اوسکو طبرانی نے اور اوس
شخص کے بجائے نام سعید مقبری کا لیا اور کہا کہ انھون نے ابو رافع سے انھون نے ام سلمہ سے اور یہی حدیث روایت کی اور روایت کیا اوسکو
اسحٰق بن راہویہ نے سفیان سے اوسی سند و متن سے اور یہی مضمون مروی ہے بہت سے ص چوتھے انگلیون کو چٹخانا ف کیونکہ روایت کی ابن ماجہ
نے حارث سے انھون نے حضرت علی سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ چٹخا تو انگلیون کو اور تو نماز مین ہووے اور
ضعیف ہو حارث مین ملکہ کہا شعبی نے کہ وہ کذاب ہے اور اللہ اعلم ص پانچوین گردن پھیر کے دیکھنا اور آنکھ کے گوشے سے بغیر
گردن پھیرے کے مکروہ نہین ف کہا صاحب ہدایہ نے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اگر جانے نمازی کہ اسکو کون پکارتا ہے اور
کس سے سرگوشی کرتا ہے ... التفات نہ کرے ... یہ حدیث اس لفظ سے نہین ملی لیکن روایت کی بیہقی نے شعب الایمان مین کہ فرمایا
حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ نہین ہے کوئی مومن کہ نماز پڑھنے کھڑے ہوکے مگر نوکل کر دیتا ہے اللہ اوسپر ایک فرشتہ پکارتا ہے کہ اے
آدم کے بیٹے اگر جانتا تو کہ کس سے نماز مین سرگوشی کرتا ہے ... تو نہ التفات کرتا اور التفات کے معنی یہ ہین کہ ادھر ادھر دیکھنا اور
روایت کی حاکم نے اور صحیح کیا اوسکو ابو ذر سے کہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ رہتا ہے اللہ متوجہ طرف

بندے کے اور وہ نماز مین ہوتا ہی پھر جب التفات کرتا ہی منہ پھیر لیتا ہی اللہ منہ اپنا اوس سے اور روایت ہی انس سے کہ فرمایا رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے بچ تو التفات سے نماز مین اسواسطے کہ التفات ہلاک کرنے والا ہی تو اگر ضرور ہو تو نفل مین نہ فرض مین روایت
کیا اوسکو ترمذی نے اور صحیح کیا اوسکو اوسنے گردن پھیرے سکروہ نہین کیونکہ روایت کی ترمذی اور نسائی اور ابن حبان اور حاکم نے اور صحیح
کیا اوسکو عبداللہ بن عباس سے کہ تھے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم التفات کرتے نماز مین داہنے بائین اور نہ پھیرتے تھے گردن اپنی کہا
ترمذی نے کہ یہ غریب ہی اور کہا ابن القطان نے کہ صحیح ہی اگرچہ ترمذی کے طریقے سے غریب ہی اور ظاہر ہوا اوسکا ایک طریقہ
دوسرا مسند بزار مین ص ساتوین کنکریون کا ہٹانا مگر ایک بار سجدے کے لیے ف اسواسطے کہ یہ بھی ایک قسم عبث
سے ہی مگر یہ کہ جب سجدہ کرنے کی جا نہووے تو اوسوقت ایکبار ہاتھ سے ہٹا دینا جائز ہی کیونکہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
واسطے ابوذر کے کہ ایکبار اے ابوذر ورنہ چھوڑ اوسکو اور یہ حدیث اس لفظ سے نہین ملی اور روایت کیا اوسکو عبدالرزاق نے
ابوذر رضی اللہ عنہ سے کہ پوچھا مینے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہر شی کو یہان تک کہ پوچھا مینے آپ سے کنکریون کے ہٹانے کو کہا کہ ایکبار
رخصت دیتا ہون مین اور اسی طرح روایت کیا اوسکو ابن ابی شیبہ نے اور روایت کیا گیا موقوف کہا دارقطنی نے اور وہی صحیح ہی
اور روایت ہی کتب ستہ مین کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسح کر کنکریون کو اور تو نماز پڑھتا ہو اور اگر ضرورت پڑے تو
ایکبار اور راوی اسکے معیقیب ہین ص آٹھوین کمر پر ہاتھ رکھنا ف کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منع کیا اس سے
روایت کی جماعت نے سوا ابن ماجہ کے ابوہریرہ سے کہ منع کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے کہ نماز پڑھے آدمی کمر پر ہاتھ
رکھکے اور دوسری وجہ کراہت کی یہ ہی کہ مخالف ہی سنت مشہور کے اور وہ ہاتھون کا باندھنا ہی ناف کے نیچے ص نوین دونون
ہاتھون کا کھینچنا اور سینے کو آگے کرنا واسطے سستی کے دسوین کتے کی طرح بیٹھنا اسطرح کہ دونون سرین پر بیٹھے اور دونون
زانو کو کھڑا کرے گیارھوین سجدے مین دونون بازو کو بچھا دینا ف کیونکہ ہدایہ مین ہی کہ فرمایا حضرت ابوذر نے کہ منع کیا مجکو
میرے دوست نے یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تین چیزون سے ایک یہ کہ چونچ مارون مثل چونچ مارنے مرغ کے یعنی جلدی جلدی
سجدے مین جاؤن اور پھر جلدی اوٹھ کھڑا ہون اور یہ کہ بیٹھون مثل بیٹھک کتے کے اور یہ کہ بچھاؤن مین بچھانا لومڑی کا اور یہ حدیث
غریب ہی نہین ملی مجکو اور مسند احمد مین ہی ابوہریرہ سے کہ منع کیا مجکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تین چیزون سے اور ذکر کین وہی دو چیزین
اول کی لیکن اخیر مین بیان کیا کہ التفات سے مانند التفات لومڑی کے اور صحیح حدیث حضرت عائشہ رض کی ہی کہ حضرت صلی اللہ علیہ
وسلم منع کرتے تھے گھاٹی شیطان سے اور گھاٹی شیطان کی کتے کی طرح بیٹھنا ہی اور اس سے کہ بچھاوے آدمی دونون بازو اپنے
مانند بچھانے درندے کے واللہ اعلم ص بارھوین چارزانو بیٹھنا بیعذر ف اسواسطے کہ خلاف سنت ہی ص تیرھوین
اکیلے امام کا کھڑا ہونا مسجد کی محراب مین یا دکان پر امام کا کھڑا ہونا اور قوم کا اسکے نیچے یا قوم کا دکان پر اور امام کا نیچے ف
اسواسطے کہ وہ مشابہ ہی اہل کتاب کے کہ وہ امام کے واسطے ایک مکان اونچا بناتے ہین اور اوسمین امام کھڑا ہوتا ہی اور دکان کی
بلندی بعضون نے کہا ہی کہ بقدر قامت آدمی کے اور بعضون نے کہا ہی ایک ہاتھ اور اس سے کم مین کراہت نہین اور
بعضون نے کہا ہی کہ مسجد جب تنگ ہووے تو کچھ مضایقہ نہین کہ امام محراب مین کھڑا ہووے ص چودھوین کھڑا ہونا مصلی کا
صف کے پیچھے جسمین جگہ باقی ہی ف اور اوپر بیان اسکا گذرا اور فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو شخص نظر کرے

طرف فرشتے کے یعنی صف مین جو جگہ باقی ہو تو اوسکو بند کرے اور بعض روایات مین ہی کہ نماز کا اعادہ لازم ہوگا اگر ہوئیگا تنہا
پیچھے صف کے پڑھیگا ص پندرہوین تصویر کا ہونا سر کے اوپر یا اوسکے آگے یا برابر داہنے بائین اور اگر پیچھے یا نیچے قدم کے ہو تو مکروہ نہین
ف کیونکہ حضرت جبرئیل نے کہا کہ ہم نہین داخل ہوتے اوس گھر مین جس مین کتا ہو یا تصویر ہو روایت کیا اوسکو مسلم نے عائشہ رض سے
ایک حدیث طویل مین اور اوسکے معنی مین بہت حدیثین صحیح آئی ہین فرمایا حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ نہین داخل ہوتے
ملائکہ اوس گھر مین جس مین کتا ہو یا تصویرین ہون ص سولھوین سر ننگے نماز پڑھنا سستی او رکاہلی کے سبب سے اور اگر واسطے
عاجزی کے پڑھے تو مکروہ نہین سترھوین برے کپڑون مین جو گھر مین پہنے رہتا ہی اور لوگون کے پاس اون کپڑون سے
نہین جاتا اون کپڑون سے نماز پڑھنا ف کیونکہ لوگون کی تو عزت کرتا ہی اور شرم کرتا ہی اونکے پاس برے کپڑے پہن کے
جانے سے اور نماز کی کچھ عزت و آبرو نہین حالانکہ اگر کسی امیر کے دربار مین جاتا ہی تو جو اوسکے عمدہ کپڑے ہوتے ہین او پہن کے
جاتا ہی نہ کہ جب درگاہ احکم الحاکمین مین جاوے تو جو اچھے کپڑے ہون بعزت تمام اون سے نماز پڑھے اور یہ جب ہی کہ اوسکے پاس اون
کپڑے ہون ورنہ اگر کسی پاس اچھے کپڑے نہین تو اونھی کپڑون سے جو پہنے ہی نماز پڑھے ص اٹھارہوین خاک کے دور کرنے کیواسطے
نماز مین پیشانی کا زمین پر ملنا اونیسوین آسمان پر نظر کرنا بیسوین سجدہ پگڑی کے پیچ پر کرنا ف کیونکہ روایت کی ابن ابی شیبہ
نے عیاض بن عبداللہ قرشی سے کہ دیکھا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کو کہ سجدہ کرتا ہی اوپر پیچ عمامے کے سو اشارہ کیا ہاتھ سے کہ
اوٹھالے عمامے اپنے کو یعنی پیشانی پر سے اونچا کرلے کہ پیشانی کھل جاوے اور روایت کی ابن ابی شیبہ نے عبادہ بن صامت سے
کہ وہ جب ارادہ کرتے تھے نماز کا اوتار لیتے تھے عمامہ سر سے اور اس باب مین مروی ہی حضرت علی اور ابن عمر اور جعدہ بن ہبیرہ سے
ص اکیسوین آیتون کا گننا ف اسواسطے کہ شغل ہی نماز مین ص بائیسوین کپڑا جسمین تصویر ہو اوسکا پہننا ف
کیونکہ وہ مشابہ ہی بت کے اوٹھانے والے کے ساتھ اور نماز جائز ہی ص اور مسجد کے اوپر وطی اور پیشاب اور پیخانہ مکروہ
(یعنی سقف پر)
ہی ف بسبب عزت اور حرمت مسجد کے ص اور دروازہ مسجد کا بند کرنا بھی مکروہ ہی ف کیونکہ اسمین قلت جماعت
ہوگی ص اور مسجد کا نقش کرنا ساتھ گچ اور ساج یا سونے کے پانی کے مکروہ نہین اور کھڑا ہونا امام کا مسجد مین
اور سجدہ کرنا محراب مین مکروہ نہین اور جو شخص کہ بیٹھا باتین کرتا ہو اوسکے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ نہین ف کیونکہ روایت کی
ابن ابی شیبہ نے نافع سے کہ تھے ابن عمر جب نہ پاتے تھے راہ طرف ستون وغیرہ کے کہتے تھے کہ میرے واسطے تیری پیٹھ ہو اور جائز
ہی اوسکے جو روایت کی بزار نے حضرت علی رض سے کہ دیکھا اونھون نے ایک شخص کو کہ نماز پڑھتا تھا پیچھے ایک شخص کے سو حکم کیا اوسکو
کہ اعادہ کرے نماز کا اور اسی طرح سوتے کے پیچھے بھی درست ہی کیونکہ صحیح ہوا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اور وہ یہ کہ نماز پڑھتے
تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیچھے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا کے اور وہ سوتی تھین درمیان اونکے اور درمیان قبلے کے
اور مخالف ہی اوسکے جو مروی ہوا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ فرمایا آپ نے نہ نماز پڑھو پیچھے سوتے اور باتین کرنے والے کے
لیکن وہ ضعیف ہی اور بھی مروی ہی مسند بزار مین ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا منع کیا گیا مین کہ نماز پڑھون
مین طرف اون لوگون کی جو کھڑے ہین اور باتین کرتے ہین اور کہا بزار نے کہ نہین جانتا ہون مین اوسکو مگر ابن عباس رض سے اور سبب
اوسکا یہ ہی کہ جب آواز اونکی شدت سے ہو اور اوس سے خوف شغل کا ہو نماز مین واللہ اعلم ص [illegible] نماز پڑھنا

کہ تصویرین بنی ہین اگر اوسپر سجدہ نہین کرتا تو نماز پڑھنا وہان مکروہ نہین اور جو صورت اتنی چھوٹی ہو کہ دکھلائی نہین دیتی یا سو
جیسا کہ اور کسی چیز کی تصویر یا حیوان کی مگر اوسکا سر کٹا ہو تو مکروہ نہین اور مار ڈالنا بچھو اور سانپ کا بھی نماز مین مکروہ نہین ف
کیونکہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُقْتُلُوا الْاَسْوَدَيْنِ وَلَوْ كُنْتُمْ فِي الصَّلٰوةِ یعنی قتل کرو بچھو اور سانپ کو اگرچہ تم
نماز مین ہو کہا ترمذی نے حدیث صحیح ہے اور ہمین اگر عمل کثیر بھی ہووے تو بھی نماز مین کچھ حرج نہین اور یہی صحیح ہے ص اور جس
گھر مین کہ مسجد ہے اوس گھر کی چھت پر پیشاب کرنا مکروہ نہین اسواسطے کہ وہ حکم مسجد کا نہین رکھتا کہ پیشاب اوسپر مکروہ ہووے

باب وتر اور نوافل کے بیان مین

وتر امام اعظم کے نزدیک واجب ہے اور نزدیک صاحبین اور امام شافعی کے سنت ہے ف اور دلیل اوسکے وجوب کی یہ ہے کہ
فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ نے زیادہ کیا تمھاری نمازون مین ایک نماز کو آگاہ ہو کہ وہ وتر ہے تو پڑھو اوسکو درمیان
عشا کے طلوع فجر تک ایسا ہی ہے بدایع مین اور یہ حدیث مروی ہے عمرو بن العاص اور عقبہ بن عامر اور ابن عباس اور ابن عمر اور ابو سعید
خدری رضی اللہ عنہم سے اور حدیث عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ مین بھی مروی ہے اور خارجہ بن حذافہ اور ابو بصرہ غفاری سے
حدیث عمرو اور عقبہ کی روایت کیا اوسکو اسحق بن راہویہ نے مسند مین ثنا سُوَيْدُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ ثَنَا قُرَّةُ بْنُ
عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ يَزِيْدَ بْنِ اَبِيْ حَبِيْبٍ عَنْ اَبِي الْخَيْرِ مَرْثَدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الْيَزَنِيِّ عَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ وَعُقْبَةَ
ابْنِ عَامِرٍ عَنْهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَنَّ اللّٰهَ زَادَكُمْ صَلٰوةً هِيَ لَكُمْ خَيْرٌ مِنْ حُمْرِ النَّعَمِ اَلْوِتْرُ وَهِيَ لَكُمْ فِيْمَا بَيْنَ
الْعِشَاءِ اِلٰى طُلُوْعِ الْفَجْرِ یعنی تحقیق کہ زیادہ کی تمکو اللہ نے ایک نماز کہ وہ بہتر ہے واسطے تمھارے سرخ چارپایون سے اور
وہ وتر ہے درمیان عشا کے طلوع فجر تک اور ضعیف کیا یحیی بن معین نے قرہ کو اور لیکن حدیث ابن عباس کی سو روایت کیا اوسکو
دارقطنی اور طبرانی نے نضر ابو عمر سے اونے سنی عکرمہ سے اونسے ابن عباس سے اور ضعیف کیا اوسکو دارقطنی نے بسبب نضر کے
اور لیکن حدیث ابن عمر کی سو اخراج کیا اوسکا دارقطنی نے غرائب مالک مین اور ضعیف کیا اوسکو ساتھ حمید بن ابی الجون کے
اور الفاظ اوسکے یہ ہین اِنَّ اللّٰهَ زَادَكُمْ صَلٰوةً وَهِيَ الْوِتْرُ اور لیکن حدیث ابو سعید خدری کی روایت کیا اوسکو طبرانی نے
اور الفاظ اوسکے وہی ہین جو حدیث ابن عباس کے ہین جسکو روایت کیا طبرانی نے اور لیکن حدیث عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ
کی تخریج کیا اوسکا دارقطنی نے اور الفاظ اوسمین یہ ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم کیا ہمکو سو جمع ہوئے ہم سو بیان کی حضرت نے تعریف اللہ کی اور ثنا
اوسکی پھر کہا کہ تحقیق اللہ نے زیادہ کیا تمھارے واسطے ایک نماز کو اور حکم کیا ہمکو وتر کا اور ضعیف کیا اوسکو ساتھ محمد بن عبید اللہ عرزمی
کے اور روایت کی ابن ابی شیبہ نے مصنف مین حدثنا ثنا اَبُوْ خَالِدٍ الْاَحْمَرُ عَنْ حَجَّاجٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ
اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ زَادَكُمْ صَلٰوةً اِلٰى صَلٰوتِكُمْ هِيَ الْوِتْرُ
یعنی اللہ نے زیادہ کیا واسطے تمھارے ایک نماز کو اور وہ وتر ہے اور اسناد اوسکی صحیح ہے لیکن حجاج مین کچھ کلام ہے بہر حال درجہ
حسن سے کم نہین اور حدیث ابو بصرہ کی روایت کیا اوسکو حاکم نے ابن لہیعہ سے اونہون نے عمرو بن العاص سے کہا کہ سنا مینے
ابو بصرہ غفاری سے کہ کہتے تھے سنا مینے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتے تھے تحقیق کہ زیادہ کی اللہ نے تمکو ایک نماز اور وہ
وتر ہے تو پڑھو اوسکو درمیان عشا کے نماز صبح تک اور سکوت کیا اوس سے حاکم نے لیکن ابن لہیعہ ضعیف ہے کہا شیخ ابن الہمام نے

تو اُعِلَّ بِابْنِ لَهِيعَة یعنی ضعیف کی گئی یہ حدیث ساتھ ابن لہیعہ کے اور لیکن حدیث خارجہ کی سو روایت کیا اوسکو حاکم اور ابوداؤد
اور ترمذی نے اور ابن ماجہ نے کہ نکلے ہمارے اوپر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سو کہا تحقیق کہ اللہ نے مدد کی تمہارے ساتھ ایک نماز کی وہ بہتر
ہی واسطے تمہارے سرخ چارپایوں سے اور وہ وتر ہی تو کیا اوسکو درمیان عشا کے طلوع فجر تک کہا حاکم نے صحیح ہی اور نہیں اخراج کیا اوسکا
شیخین نے بسبب تفرد ہونے تابعی کے صحابی سے اور وہ جو کہا ہی ترمذی نے کہ یہ غریب ہی اوسکی صحت کے منافی نہیں کیونکہ ترمذی اکثر جگہ کہتا ہی
حسن صحیح غریب اور وہ جو ابن الجوزی نے ضعیف کیا اس حدیث کو بسبب ضعف ابن اسحق اور عبداللہ بن راشد کے اور نقل کی تضعیف
عبداللہ کی دارقطنی سے صحیح نہیں کیونکہ ابن اسحق ثقہ ہی نہیں شبہہ ہی اوسکے ثقہ ہونے میں اور نزدیک محققین کے محدثین سے اور اگر تسلیم
بھی کیا جاوے تو متابع ہی اوسکے لیث بن سعد یزید بن حبیب سے اور لیکن جو نقل کی تضعیف عبداللہ بن راشد کی دارقطنی سے تو غلطی
کی اوس میں کیونکہ دارقطنی نے عبداللہ بن راشد بصری مولی عثمان بن عفان راوی کو ابوسعید خدری سے ضعیف کیا ہی اور لیکن عبداللہ راوی
اس حدیث کا یعنی حدیث خارجہ کا اور وہ عبداللہ زوفی ہی ابوالنجاک مصری ذکر کیا اوسکو ابن حبان نے ثقات میں اور متابعت لیث کی
اور تصحیح اس بات کی کہ یہ عبداللہ زوفی ہی دونوں باتیں اسناد و نسائی میں بیچ حدیث مذکور کے کتاب الکنی میں موجود ہی تو ثابت
ہو گئی صحت اس حدیث کی اور اگر یہ بھی مان لیں تو بھی حدیث ضعیف جب اتنے طریقوں سے مروی ہو تو وہ خواہ مخواہ حسن ہو جاویگی بلکہ بعض
طریقے خود حسن ہیں مثل طریقہ اسحق بن راہویہ کے اور قرہ راوی کو اگرچہ ضعیف کیا احمد نے اور کہا کہ منکر الحدیث ہی لیکن کہا ابن عدی نے
نہیں دیکھی میں نے اوسکی کوئی حدیث منکر اور میں جانتا ہوں کہ کچھ حرج نہیں ساتھ اوسکے اور ذکر کیا اوسکو ابن حبان نے ثقات میں اور قول
حضرت کا زادکم دلالت کرتا ہی کہ ان پانچ نمازوں سے ملحق ہی وتر بھی اور ثابت ہوتا ہی اس سے وجوب اسکا جیسا کہ نہیں پوشیدہ ہی
اگر کوئی کہے کہ اس سے فرضیت ثابت ہوتی ہی جیسے کہ فرضیت ہی پانچوں نمازوں کی تو جواب اسکا یہ ہی کہ دلیل ظنی ہی اور فرضیت دلیل
قطعی سے ثابت ہوتی ہی لیکن ایک اشکال اس مقام پر ہی وہ یہ کہ روایت کی حاکم اور بیہقی نے بسند صحیح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے
کہ زیادہ کیا اللہ نے ایک نماز کو طرف نمازوں تمہاری کے اور وہ بہتر ہی واسطے تمہارے سرخ چارپایوں سے آگاہ ہو کہ وہ دو رکعتیں ہیں قبل
نماز فجر کے یعنی سنتیں فجر کی تو اگر یہ لفظ زادکم موجب وجوب کو ہی تو برتقدیر اوسکے لازم آتا ہی کہ سنتیں فجر کی بھی واجب ہو جاویں
اور حال آنکہ وہ بالاتفاق سنت ہیں تو اس صورت میں اولی یہ ہی کہ استدلال کریں ساتھ اوس حدیث کے جو سنن ابوداؤد میں ہی اور نسب
سے اور نام اوسکا عبیداللہ بن عبداللہ عتکی ہی انھوں نے عبداللہ بن بریدہ سے انھوں نے اپنے باپ سے کہا کہ فرمایا رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے وتر حق ہی جو وتر نہ پڑھے وہ ہم میں سے نہیں وتر حق ہی اور جو وتر نہ پڑھے تو وہ ہم میں سے نہیں وتر حق ہی اور جو وتر نہ پڑھے
تو وہ ہم میں سے نہیں اور روایت کیا اوسکو حاکم نے اور صحیح کیا اوسکو اور کہا ابو المنیب ثقہ ہی اور توثیق کی اوسکی ابن معین نے اور کہا
ابن ابی حاتم نے سنا میں نے باپ سے کہتے تھے کہ وہ صالح الحدیث ہی اور انکار کیا گیا ہی بخاری پر اس وجہ سے کہ ادخال کیا اوسکو
ضعفا میں اور کلام کیا اوس میں نسائی اور ابن حبان نے اور کہا ابن عدی نے کچھ حرج نہیں ساتھ اوسکے تو حدیث حسن ہو گئی اور روایت
کی بزار نے اسود سے انھوں نے عبداللہ سے کہ فرمایا حضرت نے اَلْوِتْرُ وَاجِبٌ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ یعنی وتر واجب ہی ہر مسلمان پر اور کہا کہ نہیں جانا ہم کو
روایت کیا جاتی ہو یہ حدیث ابن مسعود سے مگر اسی وجہ سے اور اس جگہ ایک اشکال ہی اور وہ یہ کہ روایت کی بخاری و مسلم نے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم وتر پڑھتے تھے اونٹ پر اور اس سے نفلیت وتر کی معلوم ہوتی ہی اور حضرت معاذ کو جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن کی طرف

خصت کیا تو کہا کہ ڈر ہوا مجھے تحقیق کہ اللہ نے فرض کین اوپر پانچ نمازین دن رات مین اور وتر ثابت تھے تھوڑے دن پہلے سے
کرتا تھا اور روایت کی ابن عباس نے تحقیق کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوے لوگون کے ساتھ رمضان مین تو پڑھین آٹھ رکعتین اور
وتر پڑھا پھر انتظار کیا صحابہ نے آپکا دوسری رات اور آپ نہ نکلے نماز کیواسطے تو پوچھا اور صحابہ نے پھر فرمایا آپ نے خوف کیا مینے
کہ فرض ہوجاوے تم پر وتر اور اس حدیث سے یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تراویح آٹھ رکعتین پڑھین تین
اور بھی مروی ہے حدیث مین سوا ترمذی کے کہ فرمایا حضرت نے وتر واجب ہے حق ہے اور ہر مسلمان کے پس جو شخص چاہے وتر پڑھے ساتھ
پانچ کے تو پڑھے اور جو چاہے ساتھ تین رکعتون کے اور جو چاہے ساتھ ایک رکعت کے اور اس سے ثابت ہوتا ہے کہ وتر واجب نہین اور روایت کیا اسکو
ابن حبان نے اور حاکم نے اور کہا کہ صحیح ہے اوپر شرط بخاری و مسلم کے اور جواب اول سے یہ ہے کہ یہ ایک قصہ ہے کہ اس سے عموم نہین ثابت
ہوتا تو جائز ہے کہ یہ بسبب عذر کے ہووے اور اس بات پر اتفاق ہے کہ فرض بھی سواری پر بسبب عذر کیچڑ وغیرہ کے پڑھنا جائز ہے
یہ کہ یہ قبل وجوب وتر کے ہوگا کیونکہ وجوب وتر کا ساتھ وجوب پانچون نمازون کے نہین ہے بلکہ متاخر ہے اور دوسرا یہ کہ مروی ہے آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ وہ اترتے تھے سواری پر سے واسطے وتر کے اور روایت کی طحاوی نے نافع سے کہ ابن عمر تحقیق کہ وہ نماز پڑھتے
سواری پر اور وتر پڑھتے تھے زمین پر اور جانتے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا ہی کیا اور روایت کی ابن ابی شیبہ نے مجاہد سے
اور [illegible] سے کہ ابن عمر [illegible] تھے وتر پڑھنے کا اور اترتے تھے اور وتر پڑھتے تھے زمین پر اور کہا [illegible]
کہ پوچھا مینے قاسم سے کہ جو شخص وتر پڑھے سواری پر کیا حکم ہے اوسکا سو کہا کہ جانا ان سب لوگون نے کہ حضرت عمر وتر پڑھتے تھے زمین پر
اور کہا ابراہیم نخعی نے کہ صحابہ نماز پڑھتے تھے اپنی سواریون اور جانورون پر جس طرف ہوتا تھا سو منہ انکا مگر فرض اور وتر کو کہ وہ
پڑھتے تھے اون دونون کو زمین پر اخراج کیا ان دو روایتون کو ابن ابی شیبہ نے مصنف مین تو معلوم ہوا کہ سواری پر وتر پڑھنا
آپکا یا تو قبل وجوب کے ہے یا بعذر تھا اور عائشہ کی روایت سے جواب یہ ہے کہ جائز ہے کہ وجوب وتر کا بعد سفر کے ہووے اور دوسرے
یہ کہ مراد حضرت کی اون نمازون سے وہ نمازین ہین جنکا ایک ایک وقت خاص علیحدہ مقرر ہے مثل پانچون نمازون کے بخلاف وتر کے کہ وہ
تابع ہے عشا کے اور وقت اوسکا وقت عشا کا ہے جیسا کہ عاقل پر پوشیدہ نہ رہیگا اور تیسری روایت سے جواب یہ ہے کہ یہ حکم قبل وجوب
وتر کے ہوگا اور دوسرا یہ کہ مراد [illegible] ساری کی تین تراویح کی مع وتر مراد ہین کیونکہ آٹھ رکعتین تراویح کی اور تین وتر کی ملا کے
گیارہ رکعتین [illegible] اور یہ ہے کہ صحیح روایت [illegible] مین اس حدیث کے کہ فرمایا آپ نے
خشیت ان تکتب علیکم صلاۃ اللیل یعنی خوف ہے مجھکو کہ فرض ہوجاوے تم پر نماز رات کی [illegible]
[illegible]
[illegible] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم [illegible]
[illegible] واللہ اعلم بالصواب [illegible]
[illegible] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم [illegible]
[illegible]
[illegible]

سورۂ سبح کو پڑھا مغرب کے تھے اوسکے اور کھڑے ہو جاتے تھے دوسری رکعت کے ساتھ ملکر جیسے کہ مسلم کی [illegible]
کی طحاوی نے ربیع بن سعد سے کہتے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتر پڑھتے ساتھ تین کے اور آخر پڑھتے تھے اول رکعت میں سبح اسم ربک
ربک الاعلیٰ اخر حدیث تک سند اس کی صحیح ہے اور روایت کی حضرت عائشہؓ سے اصحاب سنن نے بیچ الا ابن عباسؓ اور حاکم نے
مستدرک میں اور روایت کیا حدیث ابن عباس کو بسند صحیح طبرانی نے معجم صغیر میں مثل حدیث طحاوی کے اور کہا کہ کہا اوسنے
نہیں روایت کیا قتادہ سے یعنی نہیں روایت کیا اوسکو سفیان نے مگر قتادہ سے اور روایت کی طبرانی نے اپنی معجم صغیر میں
حدثنا محمد بن یزید بن عبد الصمد الدمشقی ثنا هشام بن عمار حدثنا محمد بن
شابور قال كان معظم بن المقدام يحدث عن سعيد بن ابي عروبة عن قتادة عن زرارة بن
اوفى عن سعد بن هشام عن عائشة قالت كان النبي صلى الله عليه وسلم لا يسلم في ركعتي الوتر یعنی
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہیں سلام پھیرتے بعد دو رکعتوں کے وتر سے اور کہا کہ نہ روایت کیا عن المعظم الا محمد بن شعیب و لم یروہ
ہشام یعنی نہیں روایت کیا اوسکو معظم سے مگر محمد بن شعیب نے منفرد ہوا اوسکے ساتھ ہشام اور روایت کیا اسی حدیث کو ابن ابی شیبہ نے
اسی اسناد سے اور روایت کی اوسنے ابو سلمہ سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وتر پڑھتے تھے تین رکعتیں آخر رات میں اور روایت کی ابن عبد الرحمٰن بن محمد
بن ربیعہ بن عبد الرحمٰن حدثنا عبد العزيز الدراوردي عن عمرو بن يحيى عن ابيه عن ابي سعيد الخدري
ان رسول الله صلى الله عليه وسلم نهى عن البتيراء ان يصلي الرجل واحدة يوتر بها یعنی منع کیا
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک رکعت وتر پڑھنے سے اور اوسکو ناقص فرمایا اور ذکر کیا اس حدیث کو ابن عبد الحق محدث نے احکام میں
ایسا ہی ہے درمیان میں اور اکثر صحابہ و تابعین اسی پر ہیں کہ وتر کی تین رکعتیں ہیں روایت کی طحاوی نے ثنا ابو بكرة ثنا
ابو داود ثنا ابو خلدة قال سالت ابا العالية عن الوتر فقال علمنا اصحاب رسول الله صلى الله عليه
وسلم ان الوتر مثل صلوة المغرب هذا وتر الليل وهذا وتر النهار یعنی کہا ابو خلدہ نے کہ پوچھا
میں نے ابو العالیہ سے وتر سے کہا سکھایا ہمکو اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ وتر مثل نماز مغرب کے ہے یہ وتر ہیں دن کا اور یہ وتر
رات کا ہے اور روایت کیا اسے طحاوی نے ثابت سے کہ نماز پڑھی ساتھ ہمارے انس نے وتر کی سو میں اون کی دائیں طرف تھا اور ام ولد
اونکی پیچھے ہماری تین رکعتیں نہ سلام پھیرا مگر آخر میں اسی طرح صحیح ہوا ابن مسعود سے وتر الليل ثلث كوتر
النهار یعنی وتر رات کے تین ہیں مانند وتر دن کے اور بعضوں نے اس حدیث کو مرفوع کیا ہے اور ضعیف ہے [illegible]
مرفوع کیا اوسکو [illegible] نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے [illegible]
کی ابو حنیفہ نے مسند میں حضرت عائشہؓ سے کہتے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وتر پڑھتے ساتھ تین رکعتوں کے [illegible]
اول رکعت میں سبح اسم ربك الاعلى اور دوسری میں قل يا ايها الكافرون اور تیسری میں [illegible]
[illegible] اور روایت کی ابن ابی شیبہ نے عبد الرحمٰن بن ابزیٰ سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وتر
پڑھتے ساتھ سبح اسم ربك الاعلى اور قل يا ايها الكافرون اور قل هو الله احد [illegible]
[illegible] قل هو الله احد [illegible]

اجماع کیا مسلمانوں نے کہ وتر تین رکعت ہیں کہ نہیں سلام پھیرے حدثنا [illegible] ثنا عمرو بن الحسن
قال اجمع المسلمون على ان الوتر ثلث لا يسلم الا في اخرهن یعنی اجماع کیا مسلمانوں نے کہ وتر
تین رکعت ہیں نہ سلام پھیرے مگر ان کے آخر میں اور روایت کی طحاوی نے عبدالرحمن بن ابی الزناد سے انھوں نے اپنے باپ سے انھوں نے
ساتھ فقیہوں سے کہ سنا میں نے سعید بن المسیب اور عروہ اور قاسم بن محمد اور ابوبکر بن عبدالرحمن اور خارجہ بن زید اور عبید اللہ
بن عبداللہ اور سلیمان بن یسار کہا سب نے کہ وتر تین رکعت ہیں نہ سلام پھیرے مگر آخر رکعت کے بعد اور امام شافعی کے نزدیک
جائز ہے ایک رکعت بھی پڑھے چاہے تین چاہے پانچ اور دلیل انکی وہ حدیث ہے جو اوپر گذری یعنی فرمایا حضرت نے الوتر ركعة من
آخر الليل یعنی وتر ایک رکعت ہے آخر رات میں اور یہ حدیث صحیح بخاری میں ہے غرض حاصل سب باتوں کا یہ ہے کہ تینوں
دونوں طرف موجود ہیں لیکن مذہب اصح یہی ہے کہ تین سے کم بھی نہ پڑھے اور نہ زیادہ کرے کیونکہ تین رکعت کا ثبوت بہ نماز مغرب
بھی ہو سکتا ہے اور پانچ اور سات وغیرہ کا نظیر موجود نہیں اور اسی طرح ایک رکعت پڑھنے سے نہی وارد ہوئی تو مقتضا
احتیاط یہی ہے کہ تین رکعت پڑھے کہ سب کے نزدیک درست ہو واللہ اعلم بالصواب ص ہمارے مذہب میں تیسری رکعت
وتر میں قبل رکوع کے دونوں ہاتھ اٹھا کے تکبیر کہکے دعاء قنوت پڑھا کرے اور امام شافعی کے نزدیک پندرہویں رمضان
سے آخر مہینے تک قنوت پڑھے اور پھر کبھی وتر میں نہ پڑھے ف جاننا چاہیے کہ اس جگہ وتر میں خلاف ہیں اول تو یہ کہ جب
قنوت پڑھے وتر میں تو قنوت پڑھے قبل رکوع کے یا بعد رکوع کے دوسرے یہ کہ قنوت وتر میں تمام سال پڑھا کرے یا فقط
نصف آخر رمضان میں اور تیسرے یہ کہ سوا وتر میں اور جگہ بھی قنوت پڑھے یا نہ پڑھے تو ہمارا مذہب یہ ہے کہ صبح سوا وتر کے
اور کسی نماز میں دعاء قنوت پڑھنا درست نہیں اور امام شافعی کے نزدیک فجر کی اخیر رکعت میں بعد رکوع کے بھی قنوت پڑھا کرے
ف تو اول مسئلہ میں امام شافعی کی دلیل یہ ہے جو روایت کی دارقطنی نے سوید بن غفلہ سے کہا کہ سنا میں نے ابوبکر اور عمر اور
عثمان اور علی رضی اللہ عنہم سے کہتے تھے پڑھی رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے قنوت آخر وتر میں اور آخر وتر کا بعد رکوع کے ہے
لیکن جواب اس کا یہ ہے کہ آخر وتر کا جب ہوتا ہے کہ نصف سے بڑھ جاوے اور اس صورت میں قبل رکوع بھی قنوت پڑھنا آخر نماز
میں ہوا اور ایک دوسری صحیح اونکی دلیل ہے وہ یہ ہے کہ روایت کی حاکم نے حسن بن علی سے اور صحیح کہا اسکو کہا کہ سکھائے مجھکو رسول
صلی اللہ علیہ وسلم نے چند کلمات کہ کہتا ہوں میں انکو وتر میں جب سر اٹھاتا ہوں رکوع سے اللهم اهدني فيمن هديت
آخر کلمات تک [illegible] قنوت میں پڑھیگا اور دلیل ہماری یہ ہے جو روایت کی نسائی اور ابن ماجہ اور ابو داؤد وغیرہ نے
[illegible] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتر میں پڑھتے تھے قنوت قبل رکوع کے اور ایک لفظ میں نسائی کے یہ ہے کہ تھے وتر پڑھتے
ساتھ [illegible] پہلی میں سبح اسم ربك الاعلى اور دوسری میں قل يا ايها الكافرون اور تیسری میں قل هو الله
[illegible]
[illegible] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قنوت پڑھی وتر میں قبل رکوع کے [illegible]
[illegible] حدثنا [illegible] ثنا [illegible]
[illegible] صلى الله عليه وسلم [illegible]

فی الوتر یعنی قنوت پڑھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قبل رکوع کے وتر میں لیکن سند اسکی ضعیف ہے بسبب ابان بن ابی عیاش
کے اور روایت کی ابو نعیم نے حلیہ میں عطا بن مسلم سے انھوں نے علاء بن مسیب سے انھوں نے حبیب بن ابی ثابت سے انھوں نے ابن عباس سے
کہا کہ وتر پڑھا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ساتھ تین رکعتوں کے سو قنوت پڑھی اوس میں قبل رکوع کے اور اخراج کیا طبرانی نے اوسط
میں محمود بن محمود مروزی سے ثنا اسمٰعیل بن عباس الترمذی ثنا سعید بن سالم القداح عن نافع عن
عبد اللہ بن عمر ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یوتر بثلث رکعات ویجعل القنوت
قبل الرکوع کہا ابن عمر نے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم وتر پڑھتے تھے ساتھ تین رکعتوں کے اور کرتے تھے قنوت کو قبل رکوع کے
اور قول ابو نعیم کا غریب ہے حدیث حبیب سے اور علاء تفرد کیا اوس سے عطا بن مسلم نے اور قول طبرانی کا کہ نہیں روایت کیا اوسکو عبد اللہ سے
مگر سعید بن سالم نے کچھ موجب ضعف کو نہیں کیونکہ اوپر بیان کیا ہے کہ زیادتی ثقہ کی مقبول ہے باوجود اس بات کے کہ انفراد سفیان ہی کا
زبید سے روایت نسائی میں اور تفرد عطا کا علاء سے اور تفرد سعید کا عبد اللہ سے ساتھ ہونے حدیث ابن مسعود کے روایت ابن ابی شیبہ
خطیب کے بحث قاطع ہے کیونکہ اب تفرد نہوا بلکہ کثرت ہو گئی اور خصوصاً جب کہ ہر طریقہ حسن یا صحیح ہووے اور وہ جو حدیث انس میں ہے
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قنوت پڑھی بعد رکوع کے تو مراد اوس سے یہی ہے کہ ایک مہینا پڑھی تھی اور پھر ترک کی بدلیل اوسکے جو روایت
کی عاصم احول نے کہ پوچھا میں نے انس رضی سے قنوت کو نماز میں تو کہا کہ ہاں پھر کہا میں نے کہ قبل رکوع کے یا بعد رکوع کے
کہا قبل رکوع کے کہا میں نے کہ فلانے شخص نے خبر دی مجکو تم سے کہ بعد رکوع کے کہا وہ جھوٹھا ہے نہیں قنوت پڑھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم نے بعد رکوع کے مگر ایک مہینے کہا شیخ ابن الہمام نے وعاصم کان ثقة جلیلا یعنی اور عاصم تھا ثقہ نہایت درجے کا اور عمل
صحابہ کا اسی پر ہے جو روایت کی ابن ابی شیبہ نے کہ ابن مسعود اور اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قنوت پڑھتے تھے قبل رکوع کے
اور دوسرے مسئلے میں امام شافعی کی دلیل یہ ہے وہ جو روایت کی ابو داؤد نے کہ عمر رضی نے جمع کیا آدمیوں کو اوپر ابی بن کعب کے
تو وہ نماز پڑھتے تھے ساتھ اونکے بیس راتیں مہینے سے یعنی رمضان سے اور نہیں قنوت پڑھتے تھے ساتھ اونکے مگر نصف آخر
میں رمضان کے تو جب عشرہ اخیرہ آتا تھا جماعت نہیں کرتے تھے اور پڑھتے تھے اپنے گھر میں اور اس حدیث کے لیے ایک طریقہ دوسرا ہے
ضعیف کیا اوسکو نووی نے خلاصے میں اور وہ جو روایت کی ابن عدی نے انس رضی سے کہ تھے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قنوت پڑھتے
نصف رمضان میں بخصوصیت ساتھ ابو عاتکہ کے وہ ضعیف کیا اوسکو بیہقی نے اور لیکن [illegible] اور وہ جو [illegible] کہ فرمایا حضرت [illegible] نے
[illegible] وما القنوت [illegible] وتر میں اور یہ روایت غریب ہے نہیں ملی اور مشہور وہ ہے جو مروی ہے حسن بن علی رضی اللہ عنہ
میں [illegible] سے انھوں نے ابی الحوراء سے انھوں نے حسن بن علی سے کہا سکھائے مجکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
کلمات وتر میں یا قنوت وتر میں اللهم اهدنی فیمن هدیت وعافنی فیمن عافیت وتولنی فیمن تولیت
وبارك لی فیما اعطیت وقنی شر ما قضیت انك تقضی ولا یقضی علیك انه لا یذل من
والیت تبارکت ربنا وتعالیت کہا ترمذی نے [illegible] اور اسکی [illegible] حسن ہے اور روایت کیا اوسکو [illegible]
کہا [illegible] نسائی [illegible] اور [illegible]
[illegible] اللهم انی اعوذ برضاك من سخطك [illegible]

مِنْ عُقُوْبَتِكَ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْكَ لَا اُحْصِیْ ثَنَاءً عَلَیْكَ اَنْتَ كَمَا اَثْنَیْتَ عَلٰی نَفْسِكَ لیکن وجوب
ثابت نہیں ہوتا مگر جبکہ وہ حدیث ثابت ہو جاوے کہ اِجْعَلْ هٰذَا فِیْ وِتْرِكَ یعنی کر اسکو وتر میں کیونکہ صیغہ امر کا اسمین وجوب
کے ہی اور ایک طریقہ اسکے وجوب کا اور طرح ثابت ہو سکتا ہی وہ یہ کہ روایت کی ابن ابی شیبہ نے ابراہیم نخعی سے کہ کہا انھوں نے
لَا وِتْرَ اِلَّا بِقُنُوْتٍ یعنی نہیں وتر ہی مگر ساتھ قنوت کے اور وتر واجب ہی تو قنوت بھی واجب ہی اور مشہور قنوت میں دعا ہی جو
روایت کیا اسکو ابن ابی شیبہ نے بسند صحیح عبدالرحمن سے کہ سکھایا ہمکو ابن مسعود نے پڑھنا قنوت کا اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْتَعِیْنُكَ
وَنَسْتَغْفِرُكَ وَنُؤْمِنُ بِكَ وَنُثْنِیْ عَلَیْكَ الْخَیْرَ وَنَشْكُرُكَ وَلَا نَكْفُرُكَ وَنَخْلَعُ وَنَتْرُكُ مَنْ
یَّفْجُرُكَ اَللّٰهُمَّ اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَلَكَ نُصَلِّیْ وَنَسْجُدُ وَاِلَیْكَ نَسْعٰی وَنَحْفِدُ وَنَرْجُوْ رَحْمَتَكَ
وَنَخْشٰی عَذَابَكَ اِنَّ عَذَابَكَ الْجِدَّ بِالْكُفَّارِ مُلْحِقٌ اور رفع یدین بھی وقت قنوت کے حدیث ابن عباس سے
جو اوپر گذری ثابت ہوتا ہی اور روایت کی ابن ابی شیبہ نے بسند صحیح عبداللہ سے کہ وہ اوٹھاتے تھے ہاتھ اپنے وقت قنوت کے وتر میں
اور دعا قنوت کو روایت کیا ابوداؤد نے مراسیل میں خالد بن ابی عمران سے اور الفاظ اوسکے یہ ہیں اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْتَعِیْنُكَ
وَنَسْتَغْفِرُكَ وَنُؤْمِنُ بِكَ وَنَخْضَعُ لَكَ وَنَخْلَعُ وَنَتْرُكُ مَنْ یَّفْجُرُكَ یا مَنْ یَّكْفُرُكَ کہا اَللّٰهُمَّ اِیَّاكَ
نَعْبُدُ وَلَكَ نُصَلِّیْ وَنَسْجُدُ وَاِلَیْكَ نَسْعٰی وَنَحْفِدُ وَنَرْجُوْ رَحْمَتَكَ وَنَخْشٰی عَذَابَكَ اِنَّ عَذَابَكَ
الْجِدَّ بِالْكُفَّارِ مُلْحِقٌ اور کہا احمد بن عمران فقیہ نے حَدَّثَنِیْ نُوْحٌ مَوْلٰی اَبِیْ یُوْسُفَ قَالَ رَاَیْتُ مَوْلَایَ
اَبَا یُوْسُفَ اِذَا دَخَلَ فِی الْقُنُوْتِ لِلْوِتْرِ رَفَعَ یَدَیْهِ فِی الدُّعَاءِ یعنی جب جاتے امام ابی یوسف قنوت
وتر میں اوٹھاتے ہاتھ اپنے دعا میں کہا ابن ابی عمران نے کان فرج ثقۃ فرج تھا ثقہ اور جسکو قنوت یاد نہو وہ بجاے قنوت کے
رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ کہے اور تیسرے مسئلے میں دلیل امام شافعی
کی حدیث ابوجعفر رازی کی ہی انس سے کہ ہمیشہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پڑھتے تھے قنوت صبح میں یہانتک کہ مفارقت کی دنیا کی
روایت کیا اوسکو دارقطنی وغیرہ نے اور بخاری میں ہی ابوہریرہ سے کہ کہا انھوں نے میں قریب تر ہوں ساتھ نماز رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کے سو تھے ابوہریرہ قنوت پڑھتے اخیر رکعت میں نماز صبح سے بعد کہنے سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ کے تو دعا کرتے
تھے واسطے مومنوں کے اور لعنت کرتے تھے کافروں کو اور حدیث ابن ابی فدیک کی عبداللہ بن سعید مقبری سے انھوں نے اپنے باپ سے انھوں نے
ابوہریرہ سے انھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ تھے جب سر اوٹھاتے آپ نماز صبح میں رکوع سے ہاتھ اوٹھاتے اور دعا کرتے ساتھ
اس دعا کے اَللّٰهُمَّ اهْدِنِیْ فِیْمَنْ هَدَیْتَ آخر تک اور عبداللہ بن سعید مقبری ضعیف ہی نہایت جیسے کہا ترمذی نے وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ سَعِیْدٍ
الْمَقْبُرِیُّ یُضَعَّفُ فِی الْحَدِیْثِ یعنی عبداللہ بیٹا سعید مقبری کا ضعیف کیا جاتا ہی حدیث میں کہا شیخ ابن الہمام
نے فتح القدیر میں وَالْجَوَابُ اَوَّلًا اَنَّ حَدِیْثَ ابْنِ اَبِیْ فُدَیْكٍ الَّذِیْ هُوَ النَّصُّ فِیْ مَطْلُوْبِهِمْ ضَعِیْفٌ یعنی
پہلے جواب یہ ہی کہ حدیث ابن ابی فدیک کی کہ وہ نص ہی اونکے مطلب میں ضعیف ہی فَاِنَّهٗ لَا یُحْتَجُّ بِعَبْدِ اللّٰهِ هٰذَا کیونکہ
نہیں حجت پکڑی جاتی ساتھ اس عبداللہ کے اور ما قبل کی حدیثیں منسوخ ہیں ساتھ اوسکے جو روایت کی بزار و ابن ابی شیبہ و طبرانی
اور طحاوی نے حدیث شریک قاضی سے انھوں نے ابوحمزہ قصاب سے انھوں نے ابراہیم سے انھوں نے علقمہ سے انھوں نے

عبداللہ سے کہا کہ نہیں قنوت پڑھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح میں مگر ایک مہینے پھر ترک کیا اوسکو نہ پڑھا اوسکو قبل اوسکے
اور نہ بعد اوسکے اور ضعیف کیا اوسکو ساتھ قصاب کے ترک کیا اوسکو احمد بن حنبل نے اور ابن معین نے اور ضعیف کیا اوسکو عمرو بن
علی فلاس اور ابو حاتم نے اور حال اونکی تضعیف کا یہ ہے کہ وہ کثیر الوہم تھا تو اب یہ حدیث لائق اوس حدیث قوی کی جو ابو ہریرہ سے مروی ہے نہوگی
اور حال یہ ہے کہ اسی طرح ابو جعفر میں کلام ہے کہا ابن المدینی نے اوسمیں خلط کرتا تھا احادیث میں اور کہا ابن معین نے خطا کرتا تھا
اور کہا احمد نے قوی نہیں اور کہا ابو زرعہ نے کان یہم کثیرا وہم کرتا تھا بہت اور کہا ابن حبان نے کہ وہ منفرد ہوتا تھا ساتھ
ذکر حدیثوں کے علما مشہورین سے اور مقوی ہے قصاب کی حدیث کو وہ جو روایت کی قیس بن ربیع نے عاصم بن سلیمان سے کہا کہ کہا
ہمنے واسطے انس کے کہ کچھ لوگ گمان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ پڑھتے تھے قنوت فجر میں کہا انس نے کہ جھوٹ بولے
وہ نہیں پڑھی قنوت حضرت نے مگر ایک مہینے کہ بد دعا کرتے تھے ایک قبیلے پر قبیلوں مشرکین سے تو یہ حدیث خود مخالف ہے حدیث انس کے
اور قیس راوی اس حدیث میں اگرچہ ضعیف ہے ضعیف کیا اوسکو یحییٰ بن معین نے لیکن توثیق کی اوسکی اور لوگوں نے اور یہ حال ابو جعفر سے
کم نہیں بلکہ اوسکے برابر ہے یا اوس سے زیادہ ہے اعتبار میں کیونکہ ضعیف کرنے والے قیس کے کم ہیں ضعیف کرنے والوں ابو جعفر سے
اور ضعیف کیا یحییٰ بن معین نے بسبب اوسکے جو کہا احمد بن سعید بن ابی مریم نے پوچھا میں نے یحییٰ سے قیس بن ربیع کو سو کہا کہ ضعیف ہے نہیں لکھی
جاویگی حدیث اوسکی کیونکہ وہ حدیث بیان کرتا ہے عبیدہ سے اور وہ منصور سے ہوتی ہے اور یہ ضعف موجب ضعف حدیث کو نہیں اسواسطے کہ غایت اوسکی
غلطی ہے اوسکی ذکر عبیدہ میں بدل منصور کے لیکن ضعیف کیا اوسکو اور لوگوں نے سوے یحییٰ کے بھی کہا نسائی نے متروک ہے اور کہا دارقطنی نے
ضعیف ہے اور مروی ہے احمد سے کہ وہ کثیر الخطا تھا اور روایت کی لیکن حدیثیں منکر اور تھے وکیع اور ابن المدینی ضعیف کرتے تھے اوسکو
اور کلام کیا اوسمیں امام المحدثین یحییٰ بن سعید القطان نے لیکن تھے شعبہ ثنا کرتے تھے قیس پر اور تشنیع کی انہوں نے یحییٰ بن سعید پر
بسبب تضعیف اونکی کے قیس کو کہا ابو قتیبہ نے کہا واسطے میرے شعبہ نے لازم پکڑ قیس بن ربیع کو اور کہا ابن حبان نے دیکھیں میں نے
حدیثیں قیس کی روایات قدما اور متاخرین سے اور تلاش کی میں نے اونکی تو دیکھا میں نے اوسکو سچا امانت دار جب جوان تھا اور جب زیادہ
ہوا سن اوسکا تو بگڑ گیا حفظ اوسکا اور اکثر روایتیں اوسکی مستقیم ہیں اور کہا ابو حاتم نے محل اوسکا صدق ہے اور قوی نہیں اور کہا
شمس الدین ذہبی نے قول معتبر قول شعبہ کا ہے اور نہیں جرح ہے ساتھ اوسکے تو کم نہوگا ابو جعفر رازی سے اور موید ہے اوسکی وہ جو روایت کیا اوسکو
خطیب بغدادی نے کتاب القنوت میں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نہیں قنوت پڑھتے تھے مگر جب کہ بد دعا کرتے کسی قوم کو اور سند
اوسکی صحیح ہے اور ضعیف کیا ابن الجوزی نے اوس حدیث انس کو کہ پڑھتے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قنوت نماز صبح میں یہاں تک کہ انتقال
کیا اور تشنیع کی اوسپر اور کہا کہ ان لوگوں کو مذہبوں میں تعصب ہے ہماری کتابوں کی موافقت چاہیے بسبب اس بات کے کہ وہ جانتا تھا کہ یہ حدیث
باطل ہے اور بعض معالات اوسکی مشہور بالوضع ہوئی ہیں اور فرمایا حضرت نے جو حدیث بیان کرے مجھ سے ایسی حدیث جو جانتا ہے کہ وہ جھوٹ
ہے تو وہ بھی کاذبین میں سے ہے اور ایک حدیث صحیح روایت کی امام ابو حنیفہ صاحب نے حماد بن ابی سلیمان سے انہوں نے ابراہیم سے انہوں نے
علقمہ سے انہوں نے عبداللہ بن مسعود سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں قنوت پڑھی فجر میں کبھی مگر ایک مہینا اور نہ دیکھا قبل اوسکے
اور نہ بعد اوسکے اور اس مہینے میں قنوت پڑھی واسطے بد دعا کے ایک قوم پر مشرکین سے اور اس سند میں کسی طرح کا ضعف نہیں ہے
اسی واسطے خود انس نے صبح میں قنوت نہیں پڑھی جیسے کہ روایت کی طبرانی نے [illegible]

ثنا شيبان بن فروخ ثنا غالب بن فرقد قال كنت عند انس بن مالك رضي الله عنه شهرين فلم يقنت في صلوة الغداة یعنی کہا غالب بن فرقد نے تھا میں نزدیک انس کے دو مہینے سو نہ قنوت پڑھی انھوں نے نماز فجر کو اور کبھی قنوت بمعنی طول قیام کے بھی آتا ہی اور جائز ہی کہ یہ غلطی ابوجعفر سے واقع ہوئی ہو کہ انس نے کہا ہو اس قنوت کو اور وہ سمجھا ہو دعا کی قنوت کو ایسا ہی کہا بعض محدثین نے جیسا کہ حدیث میں آیا ہی افضل الصلوة طول القنوت یعنی افضل صلوة وہ ہی جسمین طول ہو قیام کا تو ثابت ہوگیا نسخ قنوت کا اور روایت کی ابن حبان نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہتے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہیں قنوت کرتے نماز صبح میں مگر یہ کہ دعا کریں واسطے کسی قوم کے یا بد دعا کریں کسی قوم کو اور اس قنوت سے مراد طول قیام ہی کیونکہ قنوت بمعنی دعا کے کس طرح ثابت ہوگی اور روایت صحیح ہوئی ابو مالک سعد بن طارق اشجعی سے انھوں نے اپنے باپ سے کہا کہ نماز پڑھی میں نے پیچھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سو نہ قنوت پڑھی اور پیچھے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے سو نہ قنوت پڑھی اور پیچھے عمر رضی اللہ عنہ کے سو نہ قنوت پڑھی اور پیچھے عثمان رضی اللہ عنہ کے سو نہ قنوت پڑھی اور پیچھے علی رضی اللہ عنہ کے سو نہ قنوت پڑھی پھر کہا کہ ای بیٹے میرے یہ بدعت ہی روایت کیا اوسکو نسائی اور ابن ماجہ نے اور ترمذی نے اور کہا یہ حدیث حسن صحیح ہی اور ابن ماجہ میں ہی کہ میں نے اپنے باپ سے کہا کہ ای باپ میرے نماز پڑھی تو نے پیچھے حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اور ابوبکر اور عمر اور عثمان کے اور پیچھے حضرت علی رض کے کوفے میں پانچ برس تک کیا قنوت پڑھتے تھے فجر میں کہا کہ ای بیٹے میرے محدث یعنی بدعت ہی اور اخراج کیا مانند اسکے ابن ابی شیبہ نے اور اس سے باطل ہوگیا قول حازمی کا کہ قنوت فجر میں منقول ہی خلفاء اربعہ سے اور اسی پر جمہور ہیں اور بھی روایت کی ابن ابی شیبہ نے ابوبکر اور عمر اور عثمان رض سے کہ وہ نہیں قنوت پڑھتے تھے فجر میں اور روایت کی حضرت علی رض سے کہ جب قنوت پڑھی انھوں نے نماز صبح میں انکار کیا لوگوں نے اون پر سو کہا انھوں نے مدد مانگی ہمنے اپنے دشمن پر اور انکار کرنے والے لوگ صحابہ اور تابعین تھے اور بھی روایت کی ابن عباس اور ابن مسعود اور ابن عمر اور ابن الزبیر سے کہ وہ نہیں پڑھتے تھے قنوت فجر میں اور روایت کی ابن عمر سے کہا انھوں نے قنوت فجر میں نہیں دیکھا میں نے اور نہیں جانا میں نے اور کتاب غایت میں ہی کہ پوچھے گئے ابن عمر قنوت فجر سے کہا کہ نہیں قسم اسکی نہیں سنا ہمنے اوسکو اور سعید بن جبیر نے کہا گواہی دیتا ہوں میں کہ سنا میں نے ابن عباس سے کہتے تھے کہ قنوت نماز فجر میں بدعت ہی ذکر کیا اوسکو ابن منذر نے اور وہ جو نقل کی حازمی نے کہ ابن عمر بھول گئے اور قنوت پڑھی انھوں نے ساتھ اپنے باپ کے نماز فجر میں سو یہ غلط ہی کیونکہ اوپر گذرا کہ حضرت عمر نے نہیں قنوت پڑھی فجر میں اور اسناد اوسکی نہایت صحیح ہی اور دوسرے یہ کہا محمد بن الحسن نے ثنا ابوحنيفة عن حماد بن ابي سليمان عن ابراهيم النخعي عن الاسود بن يزيد انه صحب عمر بن الخطاب سنتين في السفر والحضر فلم يره قانتا في الفجر یعنی اسود صحبت میں رہے عمر بن الخطاب کی برس سفر و حضر میں اور قنوت نہ پڑھتے دیکھا اونھوں نے حضرت عمر کو نماز فجر میں اور اس سند پر کسی طرح کا غبار نہیں اور نسبت ابن عمر کی طرف نسیان کی اس امر میں نہایت بعید ہی کیونکہ نسیان اوس امر میں ہوتا ہی جو کبھی کبھی وقوع میں آتا ہو اور جو ہمیشہ ہوتا ہو اوسمیں نسیان کیونکر متعقل کیا جاویگا باوجود اسکے کہ خود اونکا قول ہی ما شهدت ولا علمت یعنی نہیں دیکھا میں نے اور نہیں جانا میں نے قل هو الله احد اور پڑھے وتر کی ہر رکعت میں فاتحہ اور سورت یعنی پہلی رکعت میں سبح اسم ربك الاعلى اور دوسری میں قل يا ايها الكافرون

اور بیہقی نے ... روایت کیا اسکو امام ابوحنیفہ نے اور [illegible]
اسکا [illegible] مگر شافعی مذہب کے پیچھے حنفی نماز پڑھنا [illegible]
کر [illegible] جاننا چاہیے کہ حنفی کا پیچھے شافعی کے بعض لوگوں کے نزدیک درست ہے اور بعضوں کے نزدیک درست نہیں کیونکہ وتر
شافعی کے نزدیک سنت ہے اور ہمارے نزدیک واجب اور اقتدا واجب پڑھنے والے کی پیچھے نفل پڑھنے والے کے درست نہیں واللہ اعلم

فصل نوافل کے بیان میں

قبل فجر اور بعد ظہر اور عشا اور مغرب کے دو رکعتیں پڑھنا سنت ہیں اور قبل ظہر اور جمعے کے اور بعد جمعے کے چار رکعتیں اور اسیطرح
قبل عصر اور عشا اور بعد عشا کے مستحب ہیں ف اور اصل اس باب میں قول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے جو شخص مداومت کرے
اوپر بارہ رکعتوں کے سنت سے بنائیگا اللہ ایک گھر اوسکے لیے جنت میں چار رکعتیں قبل ظہر کے اور دو رکعت بعد اوسکے اور دو رکعتیں
بعد مغرب کے اور دو رکعتیں بعد عشا کے اور دو قبل فجر کے روایت کیا اوسکو ترمذی اور ابن ماجہ نے مغیرہ بن زیاد سے اور انھوں نے
عطا سے انھوں نے حضرت عایشہ رضی اللہ عنہا سے کہا ترمذی نے کہ یہ حدیث غریب ہے اس وجہ سے اور مغیرہ بن زیاد میں کلام کیا ہے
بعض اہل علم نے اوسکے حفظ کے سبب سے انتہی لیکن اس حدیث کا ایک شاہد ہے روایت کیا اسکو جماعت نے سوا بخاری کے
ام حبیبہ بنت ابی سفیان سے کہ انھوں نے سنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتے تھے نہیں ہے کوئی بندہ مسلمان کہ پڑھے واسطے
اللہ کے ہر روز بارہ رکعتیں نفل مگر بنا دیگا اللہ تعالے اوسکے گھر جنت میں زیادہ کیا ترمذی اور نسائی نے کہ چار رکعتیں قبل ظہر کے اور دو
بعد اوسکے اور دو بعد مغرب کے اور دو بعد عشا کے اور دو قبل نماز صبح کے اور ایک روایت میں نسائی کی ہے کہ دو رکعتیں قبل عصر کے بدلے دو
رکعتوں کے بعد عشا کے باقی رہیں چار قبل عصر کے اور چار قبل جمعہ اور چار بعد جمعہ اور چار قبل عشا اور چار بعد عشا تو اب جاننا چاہیے
کہ چار قبل عصر کے مستحب ہیں روایت کی ابوداود اور احمد اور ابن خزیمہ اور ابن حبان نے دونوں اپنی صحیح میں اور ترمذی نے ابن عمر رض سے
کہ فرمایا حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رحم کرے اللہ اوس مرد پر جسنے پڑھیں چار رکعتیں قبل عصر کے کہا ترمذی نے حسن غریب ہے
اور بعضوں نے کہا ہے کہ دو قبل عصر کے پڑھے اور دلیل اونکی وہ ہے کہ ترمذی اور روایت کی ابوداود نے عاصم بن ضمرہ سے اونسے حضرت علی رض
سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پڑھتے تھے قبل عصر کے دو رکعتیں اور روایت کیا اوسکو ترمذی اور احمد نے اور کہا چار پہلے دو کے
اور لیکن چار رکعتیں قبل جمعے کے تو ثابت ہیں چار رکعتوں قبل ظہر سے اور چار رکعتیں بعد جمعے کے تو [illegible] کہ روایت کی ابوہریرہ رض نے
کہ فرمایا حضرت نے جب نماز پڑھے کوئی تم میں سے جمعے کی تو پڑھے بعد اوسکے چار رکعتیں روایت کیا اسکو مسلم اور ابوداود
اور ترمذی نے اور اکثر روایتوں میں آیا ہے کہ دو رکعتیں بعد جمعے کے روایت کیا اسکو ابوداود نے سنن میں اور لیکن چار بعد عشا کے اور
چار قبل عشا کے سو روایت کی ابوداود نے شریح بن ہانی سے کہا کہ پوچھا میں نے حضرت عایشہ رض سے نماز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تو کہا نہیں
پڑھی آپ نے عشا اور آئے میرے پاس مگر پڑھیں چار رکعتیں یا چھ رکعتیں آخر حدیث تک اور روایت کی سعید بن منصور نے براء بن عازب سے کہ کہا
حضرت نے جو شخص پڑھے قبل عشا کے چار رکعتیں گویا اوسنے تہجد پڑھا [illegible] اور جسنے پڑھا چار رکعتیں بعد عشا کے [illegible]
اوسنے [illegible] شب قدر میں [illegible] مذہب [illegible] بعد عشا کے [illegible]
[illegible]

بهتر هین ساری دنیا سے روایت کیا اسکو نسائی نے اور چار رکعتین قبل ظہر کے اونمین ایک ہی سلام ہے یعنی دو رکعتون کے بعد سلام
نه پھیرے بلکه جب چارون پڑھ لے اور امام شافعی کے نزدیک وہ دو دو کرکے پڑھے اور تمسک کیا ہے انہون نے اوس سے جو روایت کیا ابو داؤد نے
اور ترمذی نے شمائل مین ابو ایوب انصاری سے که فرمایا حضرت صلعم نے که چار قبل ظہر کے نہین ہے انمین سلام کھولے جاتے ہین اونکے
واسطے دروازے آسمان کے اور ضعیف ہے یہ حدیث بسبب ابو عبیدہ بن معتب ضبی کے اور ایک لفظ مین ترمذی کی شمائل مین ہے
کہا مین نے ای رسول اللہ کیا اونمین سلام فاصل ہے کہا که نہین اور اسکا ایک دوسرا طریقہ ہے جو روایت کیا اوسکو امام محمد بن حسن نے
موطا مین حَدَّثَنَا بَكْرُ بْنُ عَامِرٍ الْبَجَلِيُّ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ وَالشَّعْبِيِّ عَنْ اَبِيْ اَيُّوْبَ الْاَنْصَارِيِّ اَنَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ
كَانَ يُصَلِّيْ اَرْبَعًا اِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ فَسَاَلَهُ اَبُوْ اَيُّوْبَ عَنْ ذٰلِكَ فَقَالَ اِنَّ اَبْوَابَ السَّمَاءِ تُفْتَحُ فِيْ هٰذِهِ
السَّاعَةِ فَاُحِبُّ اَنْ يَّصْعَدَ لِيْ فِيْ تِلْكَ السَّاعَةِ خَيْرٌ فَقُلْتُ اَفِيْ كُلِّهِنَّ قِرَاءَةٌ قَالَ نَعَمْ قُلْتُ اَيُفْصَلُ بَيْنَهُنَّ
بِسَلَامٍ قَالَ لَا یعنی تھے حضرت پڑھتے چار رکعتین قبل ظہر وقت زوال آفتاب کے تو سوال کیا اونسے ابو ایوب نے اس سے پھر فرمایا
حضرت صلعم نے که کھولے جاتے ہین اس ساعت مین دروازے آسمان کے سو چاہتا ہون مین که چڑھے اس ساعت مین میری کوئی نیکی کہا مین نے
کیا سب رکعتون مین قراءت ہے فرمایا که ہان کہا مین نے کیا فصل کیا جاوے اون چارون مین ساتھ سلام کے فرمایا که نہین یعنی چار رکعت
کے بیچ مین سلام نه پھیرے ص اور دن مین چار رکعت سے نفل زیادہ پڑھنا ایک سلام سے مکروہ ہے اور رات کو آٹھ رکعت سے زیادہ چار
رکعتین دن رات مین ایک سلام سے پڑھنا افضل ہے ف اور صاحبین کے نزدیک رات مین ہر دو رکعت مین ایک سلام چاہیے اور دلیل
اسکی یہ ہے که رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہین زیادہ کیا اسپر اور اگر کراہیت نہوتی تو زیادہ کرتے واسطے تعلیم جواز کے اور افضل رات
مین نزدیک صاحبین کے دو دو ہین اور دن مین چار چار اور امام شافعی کے نزدیک رات دن مین دو دو پڑھنا افضل ہے اور امام ابو حنیفہ
کے نزدیک چار چار پڑھنا رات دن مین افضل ہے امام شافعی کی دلیل قول حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے صَلٰوةُ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ مَثْنٰى مَثْنٰى
یعنی نماز ہے دن رات کی دو دو ہین روایت کیا اسکو اصحاب سنن اربعہ نے ابن عمر سے اور صاحبین کے نزدیک اعتبار تراویح پر ہے اور
یہ حدیث اسکی اسناد مین شعبہ ہے کہا ترمذی نے اختلاف کیا اصحاب شعبہ نے اومین تو بعضون نے اوسکو رفع کیا اور بعضون نے وقف کیا
اور روایت کیا اسکو ثقات نے عبد اللہ بن عمر سے اور ذکر کیا اومین رات کی نماز کو اور نہین بیان کیا دن کی نماز کو اور ایسا ہی ہے
صحیحین مین اور کہا نسائی نے یہ حدیث نزدیک میرے خطا ہے اور وہ جو نسائی نے کہا سنن کبری مین که اسناد اوسکی جید ہے نہین
معارض ہے اوس کلام کی اسواسطے که وجود سند کا نہین مانع ہے خطا دوسری جہت سے که عارض ہوئی ہو ثقات کو اور اسیواسطے روایت کیا اوسکو
حاکم نے اپنی کتاب علوم الحدیث مین پھر کہا که رجال اسکے ثقہ ہین مگر یہ که اسمین علت ہے که اوسکے ذکر سے کلام طویل ہوگا انتہی اور بر تقدیر
تسلیم کے ترتیب کا جواب ہم دینگے اور خود صاحبین کی دلیل ہے که فرمایا حضرت صلعم نے صَلٰوةُ اللَّيْلِ مَثْنٰى مَثْنٰى یعنی نماز رات کی دو دو ہین
ہو نہین ذکر کیا اومین دن کی نماز کو اور دلیل امام صاحب کی یہ ہے جو کہا حضرت عائشہ رض نے نہین نماز پڑھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے عشا کی کبھی اور آئے میرے پاس مگر پڑھین چار رکعتین اور اس سے معلوم ہوا که رات مین چار رکعتین ایک سلام سے آپ پڑھتے
اور روایت کی ابو داؤد نے حضرت عائشہ رض سے کہا تھے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پڑھتے نماز عشا کی جماعت سے پھر جاتے تھے گھر مین اور پڑھتے
چار رکعتین پھر جاتے تھے اپنے فرش پر سو رہتے کو آخر حدیث تک اور صحیح مسلم مین ہے حدیث معاذ سے که پوچھا اونسے حضرت عائشہ سے

کتنی رکعتیں پڑھتے تھے نماز ضحیٰ کی کہا کہ چار رکعتیں اور زیادہ کرتے تھے جتنا چاہتے تھے اور روایت کی ابویعلیٰ موصلی نے اپنی
سند میں حدثنا شیبان بن فروخ ثنا طیب بن سلیمان قال قالت عمرة سمعت ام المؤمنین
عائشة تقول کان رسول الله صلی الله علیه وسلم یصلی الضحی اربع رکعات لا یفصل بینهن بسلام
یعنی تھے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھتے چاشت کی چار رکعتیں نہیں کرتے تھے بیچ میں اونکے سلام اور لیکن اس حدیث سے
ثابت نہیں ہوتا کہ ایک ہی سلام سے چاروں پڑھتے تھے اور ایک دلیل ہے جو مروی ہے صحیحین میں ابوسلمہ بن عبدالرحمن سے کہ انھوں نے
پوچھا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کس طرح تھی نماز حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رات میں رمضان کی کہا کہ نہیں زیادہ کرتے تھے رمضان
میں اور نہ غیر رمضان میں گیارہ رکعت پر پڑھتے تھے چار رکعتیں تو نہ پوچھ ان رکعتوں کے حسن اور طول سے پھر چار سو نہ پوچھ اونکے حسن اور
طول سے یعنی بہت اچھی طرح طول سے پڑھتے تھے اور یہ جو جدا جدا چار چار کو بیان کیا اس سے مطلوب ثابت ہوتا ہے والا آٹھ رکعت سو نہ
پوچھ اونکے حسن اور طول سے اور اوپر بیان کر چکے ہم سنن ظہر میں کہ آپنے چار رکعتیں ایک ہی سلام سے پڑھیں تھیں اور اس حدیث سے
مراد یہ ہے کہ دو دو رکعت کا ایک ایک شفع علیحدہ ہے یا یہ کہ ہر دو رکعت کے بعد تشہد کے واسطے بیٹھے نہ یہ کہ ہر دو رکعت کے بعد سلام پھیر او دلیل
اسپر یہ ہے جو اخراج کیا اوسکو ترمذی اور نسائی نے ابن المبارک سے انھوں نے لیث بن سعد سے انھوں نے عبداللہ بن سعید سے انھوں
نے عمران بن ابی انس سے انھوں نے عبداللہ بن نافع سے انھوں نے ربیعہ بن الحارث سے انھوں نے فضل بن عباس سے کہا کہ فرمایا رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ نماز دو دو رکعتیں ہیں تشہد پڑھا جاتا ہے ہر دو رکعت میں واللہ اعلم **ص** فرض کی دو رکعتوں میں اور
وتر اور نوافل کی سب رکعتوں میں قرات فرض ہے **ف** کیونکہ مروی ہے صحیحین میں ابوقتادہ سے کہ تھے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پڑھتے
ظہر میں دو رکعتوں میں فاتحہ اور سورت اور پچھلی دو رکعتوں میں فقط فاتحہ آخر حدیث تک اور اوپر گذر چکا کہ اگر تسبیح پچھلی دو رکعتوں میں
کہے یا چپکا رہے تو بھی درست ہے روایت کی ابن ابی شیبہ نے شریک سے انھوں نے ابی اسحق سبیعی سے انھوں نے علی اور ابن مسعود رضی اللہ عنہما
سے کہ کہا انھوں نے قرات کر اول کی دو رکعتوں میں اور تسبیح کر پچھلی دو رکعتوں میں اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ روایت غریب ہے اور
روایت کی امام محمد نے موطا میں ثنا محمد بن ابان القرشي عن حماد عن ابراهيم عن علقمة بن قيس ان عبد الله
بن مسعود كان لا يقرأ خلف الامام فيما يجهر فيه وفي ما يخافت فيه من الاوليين ولا في الاخريين
واذا صلى وحده قرأ في الاوليين بفاتحة وسورة ولم يقرأ في الاخريين بشيء یعنی حضرت عبداللہ بن
مسعود رضی اللہ عنہ نہیں پڑھتے تھے پیچھے امام کے نہ فاتحہ اور نہ سورت نہ نماز جہری نہ نماز سری میں اور نہ پچھلی دو رکعتوں میں اور جب نماز
پڑھتے تھے اکیلے تو پڑھتے تھے اول دو رکعتوں میں فاتحہ اور سورت اور نہ پڑھتے تھے کچھ پچھلی دو رکعتوں میں **ص** اور جس نفل کو
قصداً شروع کر لیا ہو وسے تمام کرنا اوسکا لازم ہے اگرچہ طلوع یا غروب آفتاب کے وقت شروع کیا ہو تو اگر بھولے سے شروع کیا ہو جیسے
مثلاً اوسکو معلوم ہو کہ ظہر میں نے نہیں پڑھی اور اوسنے شروع کی اور بعد اوسکے معلوم ہوا کہ نماز میں پڑھ چکا ہوں اور اوسنے نماز توڑ دی
قضا کرنا اوسکا واجب نہیں اور اگر چار رکعت نفل شروع کی پہلے دوگانے میں توڑ دیا ایک دوگانے کی قضا لازم آویگی اور امام ابی یوسف
رحمہ اللہ کے نزدیک چاروں رکعت کی اور اگر دو رکعتوں کے بعد بیٹھ کے تیسری رکعت کے واسطے کھڑا ہوا اور اوسکو توڑ دیا تو فقط
دوسرے دوگانے کی قضا کرے کیونکہ اول دوگانہ تمام ہو چکا اور یہ اسپر مبنی ہے کہ ہر دوگانہ ایک نماز علیحدہ ہے **ف**

کیونکہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صَلٰوۃُ اللَّیْلِ وَالنَّھَارِ مَثْنٰی مَثْنٰی یعنی نماز رات دن کی دو دو رکعتیں ہیں یعنی
ہر دو رکعت ایک نماز علیحدہ ہی ص اگر چار رکعت نفل کی نیت کی اور دونوں دوگانہ یا پہلے دوگانے یا دوسرے میں یا دوسرے دوگانے
کی ایک رکعت میں یا اول دوگانے کی ایک رکعت میں یا اول دوگانے میں اور دوسرے کی ایک رکعت میں قراءت ترک کی دو رکعتوں
کی قضا لازم آویگی اور اگر ہر دوگانے کی ایک رکعت میں یا دوسرے دوگانے میں اور ایک رکعت میں اول کی ترک کی تو چاروں رکعتوں
کی قضا لازم آویگی اور پہلی اور چھٹی صورت میں امام ابی یوسف کے نزدیک چار رکعتوں کی قضا لازم آویگی اور ساتویں اور آٹھویں صورت
میں امام محمد کے نزدیک دو رکعتوں کی قضا واجب ہوگی اور دوسری اور تیسری اور چوتھی اور پانچویں صورت میں سب کے نزدیک
قضا دو رکعتوں کی لازم آویگی تو امام صاحب کے نزدیک چھ صورتوں میں دو رکعتوں کی قضا لازم آویگی اور دو صورتوں میں چار
رکعت کی اور امام ابی یوسف کے نزدیک چار صورت میں دو رکعتوں کی اور چار صورت میں چار رکعتوں کی اور امام محمد کے نزدیک سب
صورتوں میں دو رکعت لازم آوینگی اور سب آٹھ صورتیں ہیں اور اگر چار رکعت نفل شروع کیے اور اول دوگانے کے تشہد میں تھوڑا یا
دوسرے دوگانے کی قضا لازم نہ آویگی اور اگر چار رکعتیں نفل پڑھیں اور بیچ میں اونکے نہ بیٹھا اول دوگانے کی قضا لازم نہ آویگی اور بیٹھ کے
نفل پڑھنا شروع ہے اگرچہ کھڑا ہو سکتا ہو درست ہی ف کیونکہ روایت کی جماعت نے سوا مسلم کے عمران بن حصین سے کہا کہ پوچھا میں نے
حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اوس شخص کی نماز سے جو بیٹھا ہو تو فرمایا جو پڑھے کھڑے ہوکے تو وہ افضل ہی اور جو شخص بیٹھ کے پڑھے اوسکو
اجر برابر نصف قائم کا ہی اور جو شخص پڑھے لیٹ کے تو اوسکو اجر برابر نصف قاعد کے ہی اور قائم کے معنی کھڑے ہوکے نماز پڑھنے والا
اور قاعد کے معنی بیٹھ کے پڑھنے والا کہا امام نووی نے کہ کہا علما نے کہ یہ نفل میں ہی اور فرض میں بیٹھ کے پڑھنا بعذر جائز نہیں تو
اگر عاجز ہی قیام سے اور بیٹھ کے پڑھے تو اوسکا اجر قائم سے کم نہیں انتہی کیونکہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب بیمار ہووے
مرد یا مسافر تو ثواب اوسکا مثل صحیح تندرست اور مقیم کے لکھا جاویگا اخراج کیا اوسکا بخاری نے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
اسمیں مخصوص ہیں کیونکہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی نفل کی بیٹھ کے اور پوچھا صحابہ نے ارشاد فرمایا آپ نے کہ ثواب قاعد کا نصف
ہی قائم کے فرمایا کہ میں نہیں ہوں مثل تمھارے روایت کیا اوسکو مسلم نے ابن عمر سے ص اور کھڑے ہوکے شروع کرنا اور پھر
بیچ میں بعذر بیٹھ جانا مکروہ ہی اور نفل باہر شہر کے سواری پر اگرچہ قبلے کی طرف مونہہ نہو اشارے سے درست ہی ف اور باہر شہر کے
اسمیں قید ہی شہر کے اندر درست نہیں کیونکہ فرمایا حضرت عبد اللہ بن عمر نے دیکھا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہ نماز پڑھتے
تھے حمار پر اور وہ متوجہ تھے طرف خیبر کے یعنی مونہہ آپ کا خیبر کی جانب تھا اشارے سے اور جب کہ یہ فعل مخالف قیاس ہی تو اپنے
مورد میں منحصر ہوگا اور یہ حدیث خود شرح وقایہ میں مذکور ہی روایت کیا اوسکو مسلم اور ابو داؤد اور نسائی نے اور اوسمیں اشارے کا ذکر
نہیں اور غلطی بیان کی دارقطنی اور نسائی نے عمرو بن یحیی کی کہ اوسنے عَلٰی حِمَارٍ کا لفظ کہا اور صحیح عَلٰی رَاحِلَتِہٖ ہی یعنی اپنی اونٹنی پر
اور روایت کی دارقطنی نے عن انس بن مالک سے کہ دیکھا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اور وہ متوجہ تھے طرف خیبر کے
حمار پر نماز پڑھتے تھے اشارے سے اور سکوت کیا اسپر اور امام میں شیخ تقی الدین نے نسبت کی اشارے کی طرف صحیحین کے
اور زیلعی نے نہیں دیکھا اوسکو صحیحین میں اور کہا عبد الحق نے جمع الصحیحین میں کہ متفرد ہوے بخاری ساتھ ذکر اشارے کے
کہا شیخ ابن الہمام نے وَقَدْ رَأَیْنَاہُ فِیْ بَابِ الْوِتْرِ فِی السَّفَرِ فِیْ صَحِیْحِ الْبُخَارِیِّ مِنْ حَدِیْثِ ابْنِ عُمَرَ یعنی دیکھا میں نے

اس حدیث کو صحیح بخاری باب التطوع فی السفر مین حدیث ابن عمرؓ سے اور روایت کیا اوسکو ابن حبان نے نوع اول مین قسم رابع کی صحیح مین جابر رضی اللہ عنہ سے کہ دیکھا مینے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پڑھتے تھے نوافل راحلے پر ہر طرف اشلت سے اور راحلہ اونٹ کو کہتے ہین حص تو اگر سواری پر نفل شروع کیا اور پھر اوترا اور تمام کیا جائز ہی اور اگر نیچے شروع کیا اور سواری پر تمام کیا نماز فاسد ہوگی

فصل تراویح کے بیان مین

تراویح رمضان مین قبل وتر کے بعد عشا کے بیس رکعتین سنت ہین اور ہر چار رکعت کے بعد تھوڑی دیر بیٹھین کہ اوسکو ترویحہ کہتے ہین پانچ ترویحے ہوتے ہین اور ترویحہ ہر چار رکعت کو کہتے ہین اور ہر ترویحے مین دو سلام ہین اور ایک ختم رمضان مین سنت ہی اور قوم کی سستی سے ترک نہین کرنا چاہیے اور سوا رمضان کے وتر جماعت سے نہ پڑھین اور رمضان مین وتر جماعت سے پڑھین **ف**

جاننا چاہیے کہ تراویح کے سنت ہونے مین اختلاف ہی بعضون کے نزدیک سنت موکدہ ہی اور بعضون کے نزدیک مستحب ہی اور ہدایہ کے متن مین لفظ مستحب کا وارد ہی اور اسی طرح جامع صغیر مین امام محمد کی مذکور ہی لیکن کہا صاحب ہدایہ نے وَالْاَصَحُّ اَنَّهَا سُنَّةٌ كَذَا رَوَى الْحَسَنُ عَنْ اَبِي حَنِيفَةَ لِاَنَّهُ وَاظَبَ عَلَيْهِ الْخُلَفَاءُ الرَّاشِدُونَ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيَّنَ الْعُذْرَ فِي تَرْكِ الْمُوَاظَبَةِ وَهُوَ خَشْيَةُ اَنْ تُكْتَبَ عَلَيْنَا یعنی صحیح یہ ہی کہ تراویح سنت ہی اور ایسی ہی روایت کی حسن نے ابو حنیفہ سے کیونکہ مواظبت کی اوس پر خلفا راشدین نے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان کیا عذر کو ترک مواظبت مین اور وہ خوف اس بات کا کہ فرض ہو جاوے اور کہا امام المحدثین شیخ الفقہا والاصولیین مولانا کمال الملۃ والدین نے فتح القدیر مین کہ ظاہر منقول ہی کہ شروع تراویح کا زمانہ حضرت عمرؓ سے ہی اور وہ یہ ہی کہ مروی ہی عبد الرحمن بن القاری سے کہا کہ نکلا مین ساتھ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے ایک رات طرف مسجد کے تو ناگاہ لوگ متفرق منتشر ہین یعنی جدا جدا نماز پڑھ رہے ہین کوئی شخص اکیلے پڑھتا ہی اور کوئی شخص دس آدمی کے ساتھ اسطرح سو فرمایا حضرت عمرؓ نے کہ مین جانتا ہون کہ اگر جمع کرون مین ان سب کو ایک قاری پر البتہ اچھا ہی تو جمع کیا اونکو ابی بن کعب پر پھر مین دوسری رات اونکے ساتھ نکلا اور لوگ اپنے قاری کے ساتھ پڑھتے تھے تو فرمایا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نِعْمَتِ الْبِدْعَةُ هٰذِهٖ یعنی اچھی ہی یہ بدعت روایت کیا اسکو اصحاب سنن نے اور صحیح کیا اوسکو ترمذی نے اور فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لازم پکڑو تم اپنے اوپر سنت میری اور سنت خلفا راشدین کی بعد میرے اور ایک حدیث مین آیا ہی کہ فرض کیے اللہ نے تم پر روزے رمضان کے اور سنت کیا قیام اوسکا اور بیان کیا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عذر اوسکے ترک مین اور وہ عذر یہ تھا کہ آپ کو خوف فرض ہو جانیکا تھا جیسا کہ بیان کیا اوسکو ہمنے باب الوتر مین حدیث ابن عباسؓ سے اور اوپر یہ حدیث گذر چکی اور صحیحین مین ہی حضرت عایشہ رضی اللہ عنہا سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھی نماز مسجد مین تو پڑھی اونکے ساتھ نماز لوگون نے پھر دوسری رات پڑھی تو بہت ہوئے آدمی پھر سب جمع ہوئے تیسری رات اور آپ نہ نکلے تو کہا آپنے جب صبح ہوئی کہ مینے جانا جو تمنے کیا لیکن مین اسواسطے نہ نکلا کہ تم پر فرض نہو جاوے اور یہ رمضان مین تھا زیادہ کیا بخاری نے کتاب الصوم مین سو انتقال کیا حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور حکم ایسا ہی رہا اور اوپر ہم باب النوافل مین حدیث ابو سلمہ بن عبد الرحمن سے بیان کر چکے کہ انھون نے پوچھا حضرت عایشہ رضی اللہ عنہا سے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کو رمضان مین کہا حضرت عایشہ رضی اللہ عنہا نے نہین زیادہ کرتے تھے رمضان اور نہ غیر رمضان مین گیارہ رکعت پر آخر حدیث تک اور جو روایت کی ابن ابی شیبہ نے مصنف مین اور طبرانی نے اور بیہقی نے اوس سے اور بغوی نے ابن عباس سے

کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیس رکعتیں پڑھتے تھے رمضان میں بغیر جماعت کے سوا وتر کے روایت کیا اسکو ابن ابی شیبہ نے اور اسمین ابو شیبہ ابراہیم بن عثمان [illegible]
[illegible] ابو شیبہ ... [illegible] ضعیف [illegible] روایت ... [illegible]
[illegible] میزان الاعتدال میں کہ روایت کی عثمان [illegible] یہ حدیث کہ وہ [illegible] اور کہا [illegible]
اونکی حدیث [illegible] سکوت کیا [illegible] اس حدیث [illegible] ابو شیبہ [illegible]
مدرجیان کی ہے [illegible] ابو شیبہ [illegible] اور [illegible]
ابن عباس سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پڑھتے تھے رمضان میں سوا جماعت کے بیس رکعت اور وتر اور پھر کہا شیخ ابن الہمام نے
ان میں بیس رکعتیں [illegible] سنت [illegible] کہا کہ تھے لوگ کھڑے ہوتے زمانہ عمر بن الخطاب
میں ساتھ تئیس رکعتوں کے [illegible] تراویح کی [illegible] اور روایت کی بیہقی نے معرفت میں سائب بن یزید سے
کہا کہ کھڑے ہوتے تھے ہم زمانہ عمر میں ساتھ بیس رکعتوں اور وتر کے کہا نووی نے خلاصہ میں کہ اسناد اوسکی صحیح ہے [illegible] کہ روایت
کی ابن ابی شیبہ نے عمر بن الخطاب سے کہ انھوں نے حکم کیا ایک شخص کو کہ پڑھاوے اونکے ساتھ بیس رکعتیں اور روایت
کی ابو الحسناء سے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حکم کیا ایک شخص کو کہ پڑھاوے اونکے ساتھ بیس رکعتیں اور عبد العزیز بن رفیع سے کہا کہ تھے ابی بن کعب
نماز پڑھتے ساتھ لوگوں کے مدینہ میں بیچ رمضان کے بیس رکعتیں اور وتر پڑھتے تھے تین رکعتیں [illegible] سے انھوں نے ابی البختری سے
کہ وہ پڑھتے تھے پانچ ترویحے رمضان میں اور وتر پڑھتے تھے تین رکعتیں اور ابی اسحق سے انھوں نے حارث سے کہ وہ امامت کرتے
لوگوں کی رمضان میں رات کو ساتھ بیس رکعتوں کے اور وتر پڑھتے تھے ساتھ تین رکعتوں کے اور قنوت پڑھتے تھے قبل رکوع کے اور
عطا سے کہا انھوں نے پایا میں نے لوگوں کو اور وہ پڑھتے تھے تئیس رکعتیں مع وتر کے اور پھر کہا شیخ ابن الہمام نے کہ حاصل [illegible]
روایت یہ ہے کہ قیام رمضان کا سنت [illegible] گیارہ رکعتیں ہیں مع وتر کے جماعت سے کیا اوسکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر ترک کیا
بسبب عذر [illegible] کے [illegible] دونوں [illegible] کوئی [illegible] حضرت صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] تراویح سنت ہوگی اور بیس
رکعتیں سنت خلفاء راشدین کی ہیں اور قول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین کی [illegible]
سنت [illegible] اس بات کو نہیں کہ تراویح کی بیسوں رکعتیں سنت ہو جاویں اسواسطے کہ سنت اوس امر کو کہتے ہیں
جسپر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مواظبت کی ہو مگر [illegible] اور بتقدیر ہونے عذر کے مواظبت کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
گیارہ رکعتوں [illegible] وتر کی ہوئیں تو اس صورت میں [illegible] رکعتیں مستحب ہونگی [illegible] سنت [illegible]
بعد [illegible] مستحب ہیں [illegible] کہ سنت [illegible] رکعت ہیں [illegible]
بیان کیا [illegible] صاحب بحر نے [illegible] قال الشیخ ابن الہمام

فصل نماز خسوف اور کسوف اور استسقا کے بیان میں

[illegible]
[illegible]
[illegible]

دونوں رکعتوں میں اور بعد اسکے دعا مانگے یہاں تک کہ آفتاب روشن ہو جاوے اور خطبہ نہ پڑھے اور جو امام نہ ہووے تو اکیلے اکیلے پڑھیں
اور نماز خسوف بھی ایسی ہی ہے مگر اوسمیں جماعت نہیں ف اور رکوع کے باب میں روایتیں مختلف ہیں بعض روایات صحیحہ
میں دو دو رکوع ہیں اور بعض میں تین اور ابن عباس کی روایت میں چار رکوع ہیں ہر رکعت میں اور ایک روایت میں ابو داؤد کی پانچ
پانچ رکوع ہیں اور کسی روایت میں ایک رکوع ہے مثل اور نمازوں کے اسواسطے کہا امام صاحب نے کہ جب مختلف ہوئیں روایتیں تو تمسک
کیا ہم نے ساتھ قیاس اور نمازوں کے اور یہی روایت کی ابو داؤد اور ترمذی نے شمائل میں اور نسائی نے عبد اللہ بن عمرو
بن العاص سے کہ کسوف ہوا آفتاب کا عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں سو کھڑے ہوئے آپ اور طول کیا قیام پھر رکوع کیا سو طرح
نہ اوٹھاتے تھے سر اپنا پھر اوٹھایا سو کسی طرح سجدہ نہیں کرتے تھے پھر سجدہ کیا سو کسی طرح نہ اوٹھاتے تھے پھر اوٹھایا تو
کسی طرح سجدہ نہیں کرتے تھے پھر سجدہ کیا تو کسی طرح سر نہیں اوٹھاتے تھے پھر اوٹھایا اور کیا ایسا ہی دوسری رکعت میں آخر حدیث
تک اور مروی ہے حاکم عبد الرحمن بن سمرہ سے بھی غرض مختلف ہوئیں اس باب میں روایتیں اور روایت کی حدیث عبد اللہ بن عمرو بن العاص
کو حاکم نے اور کہا صحیح ہے اور نہیں اخراج کیا اوسکا بخاری و مسلم نے بوجہ عطاء بن السائب کے اور یہ توثیق ہے اونسے عطاء کی اور تحقیق کہ
اخراج کیا اوس سے بخاری نے ساتھ ابو بشر کے اور کہا یحیی بن معین نے لا یحتج بحدیثہ یعنی نہیں حجت ہوگی اوسکی حدیث اور فرق کیا
امام احمد نے اوس شخص میں جسنے پہلے اونسے سنا اور جسنے پیچھے اونسے سنا یعنی اول میں کی روایت صحیح ہے اور پیچھے عطاء کا حافظہ
خراب ہو گیا تھا اور سکوت کیا اوس سے ابو داؤد نے اور روایت کی ابو داؤد اور نسائی نے سمرہ بن جندب سے ایک رکوع اور طول کیا ابن شحنہ
ابن الہمام نے اوس کتاب میں بوجہ خوف طول ترک کیا اور دعا بھی بعد نماز کے آفتاب کے صاف ہونے تک لازم ہے کیونکہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ
وسلم نے حدیث مغیرہ میں کہ جب دیکھو تم اوسکو تو ذکر کرو اللہ کا اور دعا کرو اور نماز پڑھو یہاں تک کہ روشن ہو جاوے آفتاب اور بعض مشایخ
نے کہا ہے کہ آندھی اور تاریکی میں بھی یہ نماز مستحب ہے اور ابن عباس نے پڑھی نماز واسطے زلزلے کے بصرہ میں اور خسوف کسوف کی نماز میں
جہر چاہیے صاحبین کے نزدیک اور دلیل اونکی حدیث حضرت عائشہ کی ہے صحیحین میں کہ جہر کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز خسوف میں
اور بخاری میں ہے کہ جہر کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کسوف میں اور روایت کیا اوسکو ترمذی اور ابو داؤد وغیرہما نے اور
امام صاحب کے نزدیک سر چاہیے کیونکہ مروی ہے حدیث ابن عباس سے مسند احمد اور ابو یعلی میں کہ نماز پڑھی میں نے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے
نماز کسوف کی اور نہ سنا میں نے اونسے ایک حرف قراءت سے اور اسناد میں اوسکی ابن لہیعہ ضعیف ہے اور روایت کیا اوسکو بیہقی نے معرفت
میں تین طریق سے اور طریقہ عکرمہ ابان سے جیسا کہ روایت کیا اوسکو طبرانی نے پھر کہا اگرچہ ان لوگوں سے حجت نہیں لیکن سندیں انکی
شاہد ہیں روایت ابن عباس کو اور حدیث سمرہ میں ہے فلا نسمع له صوتا یعنی ہم نہیں سنتے تھے آواز قراءت کی ف جب
پانی برسنا بند ہو جاوے تو شروع ہوئی اوس میں استغفار نہ جماعت اور نہ خطبہ اور اگر اکیلے اکیلے نماز پڑھ لیویں تو درست ہے ف کیونکہ
فرمایا اللہ تعالی نے استغفروا ربکم انه کان غفارا یعنی استغفار مانگو اپنے رب سے کہ وہ بخشش کرنے والا ہے اور امام
محمد نے نہیں جانا نماز کو مستقل سنت اوسمیں کیونکہ نہیں دعا مانگنا اور پہنچا ہمکو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ آپ نکلے دعا کو
پہنچا ہمکو حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہ چڑھے منبر کو اور دعا کی اور طلب باران کی اور نہیں پہنچا ہمکو نبی صلی اللہ علیہ وسلم
سے کسی حدیث میں کہ نماز پڑھی ہو آپ نے مگر ایک حدیث شاذ میں کہ نہیں تمسک کیا جاوے گا ساتھ اوسکے اور حق یہ ہے کہ

عطاء بن السائب

ابن لہیعہ

اکثر احادیث میں نماز کا ذکر نہیں لیکن ذکر نماز کا بعض احادیث میں وارد ہوا ہے بیان کیا اوسکو شیخ ابن الہمام نے اور روایت کی ابن ابی شیبہ نے
مصنف میں وکیع سے انہوں نے عیسیٰ بن حفص بن عاصم سے انہوں نے عطاء بن ابی مروان اسلمی سے انہوں نے اپنے
باپ سے کہا کہ نکلے ہم ساتھ عمر بن خطاب کے واسطے استسقاء کے سو نہ کیا کچھ مگر استغفار ص اور منہ قبلے کی طرف کریں
[illegible] ف بعض احادیث میں چادر کو الٹنا اس طرح پر ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے داہنا کنارہ چادر کا
بائیں طرف کیا اور بایاں کنارہ داہنی طرف کیا اور ظاہر چادر کا باطن ہو گیا اور باطن چادر کا ظاہر ہو گیا روایت کیا اسکو
ابو داود نے اور اکثر احادیث میں اسکا ذکر نہیں اسواسطے [illegible] ص اور ذمی [illegible]
کافر کو کہتے ہیں جو اسلام میں آگیا ہو اور اسپر جزیہ مقرر ہو [illegible]

باب فرض پڑھنے کے بیان میں

جس نے کہ نماز فجر یا مغرب تنہا شروع کی اور پھر تکبیر کہی گئی واسطے جماعت کے نماز توڑ دے اور جماعت سے پڑھے اگرچہ ایک رکعت پڑھ چکا
ہو اور اگر ایک رکعت سے زیادہ پڑھ چکا ہو مثلاً دو رکعت تو فجر میں اوسکی نماز تمام ہو چکی اور مغرب میں اکثر نماز ہو گئی اور اکثر کو حکم کل کا ہے
اور جس نے عشا یا عصر یا ظہر میں شروع کیا اور پھر تکبیر ہوئی پس واسطے جماعت کے توڑ دے اور شامل ہو جاوے مگر اگر پہلی رکعت کا سجدہ کر لیا ہو تو پھر
دوسری رکعت بھی اوسکے ساتھ ملا لیوے تاکہ دو رکعت نفل پورا ہو جاوے اور ایک رکعت ضائع نہ ہو جاوے فرمایا اللہ تعالیٰ نے ولا تبطلوا اعمالکم
یعنی نہ باطل کرو اپنے عملوں کو بعد اوسکے سلام پھیرے جماعت میں مل جاوے اور بغیر دوسری رکعت ملائے نہ توڑے اور اگر ایک رکعت سے کم پڑھا
ہو تو توڑ دیوے اور جماعت میں شریک ہو اور اگر چار رکعتی نماز میں تین پڑھ چکا ہو اور تکبیر ہوئی نماز کو تمام کرے بعد اوسکے نفل جماعت
سے پڑھے مگر عصر میں پھر امام کے ساتھ نہ پڑھے کیونکہ نفل بعد عصر کے مکروہ ہے اور اگر مسجد میں اذان ہو گئی تو مسجد سے نکلنا قبل نماز کے مکروہ ہے
مگر اوسکو جو دوسری جماعت کا منتظم ہو ف کیونکہ روایت کی ابن ماجہ نے مولیٰ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے کہ فرمایا حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے جس شخص کو پائی اذان مسجد میں پھر نکلا بغیر کسی حاجت کے اور وہ پھر آنے کا ارادہ نہیں رکھتا سو وہ منافق ہے اور روایت کی ابو داود نے مراسیل
میں سعید بن المسیب سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں نکلتا ہے کوئی شخص مسجد سے بعد اذان کے مگر منافق لیکن جس شخص کو کسی حاجت
نے نکالا ہو اور وہ پھر آنے کا ارادہ رکھتا ہو اور مراسیل سعید کے مقبول ہیں بالاتفاق کیونکہ پایا اون لوگوں نے اونکے مراسیل کو مسانید
اور روایت کی جماعت نے سوا بخاری کے ابو الشعثاء سے کہا کہ تھے ہم ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں نکلا ایک شخص
جب اذان ہو چکی تھی تب کہا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہ اس شخص نے نافرمانی کی ابو القاسم صلی اللہ علیہ وسلم کی اور ابو القاسم حضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کی کنیت ہے اور روایت کیا اسکو احمد نے مسند میں اور زیادہ کیا اوسمیں کہ حکم کیا ہمکو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ نہ نکلو مسجد سے
بعد اذان کے ص [illegible] وقت مسجد میں اقامت ہوئی مکروہ ہے قبل نماز کے نکلے [illegible] مگر جو آپ پڑھ چکا ہو کیونکہ
دوسری جماعت کا [illegible] اور فجر اور عصر اور مغرب میں اگر نکل جاوے تو جائز ہے [illegible] اگرچہ تکبیر ہو چکی ہو [illegible] جماعت میں شریک
ہونے کا [illegible] نفل ہو گی اور نفل بعد فجر و عصر کے مکروہ ہے اور مغرب [illegible] تین رکعت نفل شرعی نہیں
[illegible] سنت کو ترک کرے اور جو ایک رکعت ملنے کی امید ہو [illegible]
[illegible] جب تک [illegible] فرض نہ پڑھ چکا [illegible]

۱ یعنی کسی اور مسجد کا امام ہو کہ اوسکا [illegible] سے وہاں جماعت فوت ہو جاوے منہ [illegible]

اور نفل بعد فجر کے سو وہ وہاں تک کہ آفتاب نکلے اور امام محمد کے نزدیک ص اور بعد آفتاب نکلنے کے کچھ نہیں ہے
نزدیک قضا اگر سنت امام محمد کے نزدیک زوال تک قضا کرے اور بعد زوال کے نہیں اور اگر ساتھ فرض کے فوت ہوگئی
ہو تو اگر قبل زوال کے قضا کرے تو دونوں کی قضا کرے اور بعض مشائخ کے نزدیک زوال کے بعد بھی اور بعض کے نزدیک زوال کے بعد فرض
کی قضا پڑھے ف اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جب رات تعریس میں نماز فوت ہوئی تھی تو آپ نے قضا کیا تھا اوسکو ساتھ سنت کے
تھی بلال کے ساتھ اذان اور اقامت کے جماعت سے اور یہ حدیث شرح وقایہ میں موجود ہے اور روایت ہے ابو قتادہ سے
کہا کہ سیر کی ہم نے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک رات یعنی جب تھوڑی رات باقی تھی سو کہا ہم میں سے بعض لوگوں نے کاش کہ
سوتے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سو فرمایا آپ نے خوف کرتا ہوں میں کہ سو جاؤ تم نماز سے یعنی نماز فجر سے تب کہا بلال نے
جگا دونگا میں آپ کو اے رسول اللہ سو لیٹ رہے سب لوگ اور بلال نے پیٹھ اپنی اونٹنی پر ٹیک لگایا اور وہ بھی سو گئے پھر جب جاگے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو دیکھا کہ نکل آیا کنارہ آفتاب کا پھر فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ کہاں گیا وہ جو تم نے کہا تھا اور
جواب دیا بلال نے کہ کبھی ایسی نیند آج تک مجھ کو نہیں آئی اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ نے قبض کر لیں
ارواح تمہاری اور پھر پھیر دیتا ہے جس وقت چاہتا ہے اے بلال کھڑا ہو اور اذان دے نماز کی اور وضو کیا اور جب بلند ہوگیا آفتاب
اور سپید ہوا کھڑے ہوئے آپ اور نماز پڑھی جماعت سے روایت کیا اسکو بخاری و مسلم ابو داؤد نسائی ترمذی و غیرہم نے اور
ابو داؤد کی روایت میں ہے کہ جب جگایا اونکو آفتاب کی گرمی نے سو کھڑے ہوگئے اور چلے تھوڑا پھر اترے اور وضو کیا اور اذان دی
بلال نے پھر پڑھی انھوں نے سنت فجر کی بعد اسکے پڑھی نماز فجر کی اور سوار ہوئے آخر حدیث تک اور روایت کیا ایسا ہی مالک
نے زید بن اسلم سے مرسل اور مسند روایت کی نسائی نے ابن عباس سے اور اس سے ثابت ہوا کہ اگر نمازوں کی قضا کرے تو بھی اذان
اور اقامت کہے اور جماعت سے پڑھے اور یہ حکم فقط سنت فجر میں ہے کیونکہ اونکی تاکید زیادہ ہے سب سنتوں سے اور باقی
سنتوں میں یہ حکم نہیں ص سنت ظہر کی پہلے اگر خوف ہو جماعت جاتی رہنے کا یا وقت ترک کی جاوے گی اور بعد فرض کے قبل دوگانہ
سنت کے پڑھ لیوے اور سوا انکے کوئی سنت قضا نہیں کیجاوے گی ف کیونکہ سنتیں عصر اور عشا کی مستحب ہیں اور
مغرب کے اول میں سنت ہی نہیں اور مغرب اور عشا کے بعد کی سنتیں اگرچہ سنت ہیں لیکن اونکی تاکید نہیں اور حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم
نے ارشاد فرمایا لَا تَدَعُوْهُمَا وَاِنْ طَرَدَتْكُمُ الْخَيْلُ یعنی مت چھوڑو ان دو رکعتوں کو اگرچہ روند ڈالیں تمکو گھوڑے اور
اونکو روایت کیا اسکو ابو داؤد نے اور شیخ نے اور اسناد اوسکی ضعیف ہے لیکن قابل قبول کے ہے اور صحیحین میں ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا
سے کہ نہ تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ نگاہ رکھنے والے کسی نفل کو سنت فجر سے اور مسلم و نسائی میں ہے کہ دو رکعتیں
قبل فجر کے بہتر ہیں دنیا سے اور جو اس میں ہے اور فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سنت ظہر میں کہ جو شخص چھوڑیگا چار رکعت
قبل ظہر کے نہ پہنچیگی اوسکو شفاعت میری اور یہ حدیث ... میں ہے کہا شیخ ابن الہمام نے وَآكَدُهَا [illegible]
سُنَّةُ الظُّهْرِ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ یہ چیز جو ذکر کیا اسکو مصنف نے سنت ظہر میں سوا اوسکے بات ہے اور صحیح [illegible]
لیکن صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہیں چھوڑتے تھے چار رکعت کو قبل ظہر کے اور دو رکعت کو
قبل فجر کے اور ایک روایت میں ہے کہ نہیں چھوڑتے تھے [illegible]

فَاِنَّ فِیْھِمَا الرَّغَائِبَ یعنی نہ ترک کرو دو رکعتون کو قبل فجر کے کیونکہ اونمین بہت عطائین ہین اللہ تعالی سے اخراج کیا اسکا ابو یعلی نے ابن عمرؓ سے اور کہا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پڑھتے تھے سنتون کو اور کبھی ترک کرتے تھے لیکن نہین دیکھا مینے آپ کو کہ ترک کی ہون دو رکعتین قبل فجر کی سفر اور نہ حضر مین روایت کیا اسکو طبرانی نے اوسط مین تمام بن ابی طلیبان سے انھون نے اپنے باپ سے انھون نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ص اور جس شخص نے ایک رکعت ظہر کی جماعت سے پائی جماعت اوسنے نہین پڑھی بلکہ فضیلت جماعت کی پائی تو اگر کسی نے قسم کھائی کہ ظہر کی نماز مین جماعت سے پڑھونگا اور اوسنے ایک رکعت پائی قسم اوسکی جھوٹھی ہوئی کیونکہ اوسنے جماعت کو نہین پایا بلکہ فضیلت جماعت کو پایا اور جو شخص کہ مسجد مین آیا اور جماعت اوسمین ہو چکی تھی تو اوسنے چاہا کہ فرض کو تنہا ادا کرے تو کرخی وغیرہ کے نزدیک سنتین نہ پڑھے اور حسن بن زیاد کے بھی نزدیک فرض سے شروع کرے لیکن صحیح یہ ہے کہ سنتین پڑھے لیکن جب وقت تنگ ہو تو ترک کرے اور جسنے کہ اقتدا کی اور امام رکوع مین ہے اور ٹھہرا یہان تک کہ امام نے سر اوٹھا لیا تو وہ رکعت اوسکو نہین ملی اور امام زفر کے نزدیک مل گئی اگر کسی شخص نے قبل امام کے رکوع کیا اور پھر امام رکوع مین گیا درست ہو گیا اور امام زفر کے نزدیک درست نہین ہوا

باب قضا نمازون کے پڑھنے کے بیان مین

اگر کسی شخص کی ایک دن رات کی نمازین یعنی پانچ نمازین اور وتر فوت ہوئے ترتیب سے پڑھنا فرض ہے اور جب بعض وقتی ہون اور بعض قضا اونمین بھی ترتیب فرض ہے ف کیونکہ روایت کی دارقطنی نے پھر بیہقی نے اسمٰعیل بن ابراہیم ترجمانی سے انھون نے سعید بن عبد الرحمن جمحی سے انھون نے عبید اللہ سے انھون نے نافع سے انھون نے ابن عمر سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص بھول جاوے نماز اور نہ یاد کیا اوسکو مگر اوس وقت مین کہ وہ ساتھ امام کے نماز پڑھتا ہے سو تمام کر لے نماز اپنی اور بعد اوسکے اوس قضا نماز کو پڑھے اور جب فارغ ہو اوس نماز سے تو اعادہ کرے اوس نماز کو جو ساتھ امام کے پڑھی تھی اور روایت کیا اوسکو مالک نے نافع سے انھون نے ابن عمرؓ سے موقوفاً اور صحیح کیا دارقطنی اور ابو زرعہ نے وقف اوسکا اور اختلاف کیا انھون نے اوس شخص مین جسنے رفع مین خطا کی سوا اونمین سے وہ لوگ ہین جنھون نے نسبت کی خطا کی طرف سعید بن عبد الرحمن کے اور بعضون نے طرف ترجمانی کے اور لیکن شک نہین اس بات مین کہ رفع زیادت ہے اور زیادت ثقہ سے مقبول ہے اور یہ دونون شخص ثقہ ہین کہا یحیی بن معین نے ترجمانی مین نہین حرج ہے ساتھ اونکے اور ایسا ہی کہا ابو داؤد اور احمد نے اور اسی طرح توثیق کی ابن معین نے سعید کی اور ذکر کی ذہبی نے توثیق اوسکی بہت لوگون سے میزان الاعتدال مین تو اگر کوئی کہے کہ یہ دونون برابر مالک کے نہین اور مالک نے وقف کیا اوسکا جواب اوسکا یہ ہے کہ کچھ معارضہ نہین ہے جسمین برابری توثیق مین دونون راویون کی شرط ہو بلکہ زیادت ہے اور زیادت مین برابر ہونا راویون کا قوت مین شرط نہین اور حجت نہ پکڑی جاویگی ساتھ قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جو شخص کہ سو جاوے کسی نماز سے یا بھول جاوے اوسکو تو پڑھ لے اوسکو جب یاد کرے اوسکو کیونکہ اس سے یہ معلوم نہین ہوتا کہ اول جو اوسنے نماز چھوٹے سے پڑھ لی ہے اوسکو پھر اعادہ کرے اور وہ نماز فاسد ہو گئی اور دلیل اول مسئلے کی یہ ہے کہ روایت کی ترمذی اور نسائی نے عبد اللہ بن مسعودؓ سے کہا کہ تحقیق مشرکین نے روک رکھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چار نمازون سے دن خندق کے یہان تک کہ کچھ رات چلی گئی تھی سو حکم کیا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بلال کو تو اونھون نے اذان دی پھر اقامت کہی اور نماز پڑھی اول ظہر کی پھر اقامت کہی اور نماز پڑھی عصر کی پھر اقامت کہی

اور نماز پڑھی مغرب کی پھر اقامت کہی اور نماز پڑھی عشا کی کہا ترمذی نے نہین ہے ساتھ اسناد اوسکی کے کچھ حرج لیکن ابو عبیدہ نے
اپنے باپ ابن مسعود سے نہین سنا یعنی وہ منقطع ہے اور جواب اوسکا یہ ہے کہ منقطع درصورت ثقہ ہونے راویون کے مرسل مین داخل ہے اور مرسل
ہمارے نزدیک حجت ہے اور کہا شیخ محی الدین نووی نے خلاصہ مین کہ ابو عبیدہ نے نہین پایا اپنے باپ کو اور یہ قول صحیح نہین کہا ابو داؤد
سلیمان بن اشعث نے تُوُفِّيَ وَلِوَلَدِهِ أَبِي عُبَيْدَةَ سَبْعُ سِنِيْنَ یعنی وفات کی عبداللہ بن مسعود نے اور ابو عبیدہ سات
برس کے تھے نقل کیا شیخ ابن الہمام نے علاوہ اسکے اخراج کیا اسکا نسائی نے خدری سے اور ابن حبان نے صحیح مین اور روایت کی بزار نے
جابر بن عبداللہ سے أَنَّهُ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ شُغِلَ مِنَ الْخَنْدَقِ عَنْ صَلٰوةِ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ وَالْمَغْرِبِ
وَالْعِشَاءِ حَتّٰى ذَهَبَتْ سَاعَةٌ مِّنَ اللَّيْلِ فَأَمَرَ بِلَالًا فَأَذَّنَ فَأَقَامَ فَصَلَّى الظُّهْرَ ثُمَّ أَمَرَهُ فَأَذَّنَ
فَأَقَامَ فَصَلَّى الْعَصْرَ ثُمَّ أَمَرَهُ فَأَذَّنَ فَأَقَامَ فَصَلَّى الْمَغْرِبَ ثُمَّ أَمَرَهُ فَأَذَّنَ فَأَقَامَ فَصَلَّى الْعِشَاءَ ثُمَّ قَالَ
مَا عَلٰى وَجْهِ الْأَرْضِ قَوْمٌ يَّذْكُرُوْنَ اللّٰهَ فِيْ هٰذِهِ السَّاعَةِ غَيْرُكُمْ اور معنی اوسکے وہی ہین جو اوپر گذرے
لیکن اسمین ہر نماز مین اذان ہے اور اسناد مین اوسکی عبدالکریم بن ابی المخارق ضعیف ہے ضعیف کیا اوسکو ائمہ حدیث نے
مثل ترمذی وغیرہ کے اور روایت کیا اس مضمون کو صحیحین مین اور ابن حبان نے اور سوا اونکے بہت لوگون نے **ص** اور جسکو یاد ہے کہ
اوسنے رات کو وتر نہین پڑھی فجر کی نماز اوسکی جائز ہو گی امام صاحب کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک جائز ہو گی اور اگر اوسکو
معلوم ہوا کہ فرض عشا کے بے وضو اوسنے پڑھے تھے اور سنت اور وتر کو باوضو امام صاحب کے نزدیک فرض اور سنت کا اعادہ کرے
اور وتر کا اعادہ نہ کرے اور صاحبین کے نزدیک وتر کا بھی اعادہ کرے اور ترتیب کو ساقط کر دیتی ہے وقت کی تنگی تو مثلاً عشا اور وتر فوت ہو گئے
اور فجر کا وقت اتنا باقی ہے کہ پانچ رکعتین پڑھ سکتا ہے صبح کی نماز اور وتر پڑھ لیوے امام ابو حنیفہ کے نزدیک اور اگر ظہر اور عصر فوت ہوئین
اور وقت مغرب کا اتنا باقی ہے کہ سات رکعتین پڑھ سکتا ہے ظہر اور مغرب پڑھ لیوے اور بھول جانا بھی ترتیب کو ساقط کر دیتا ہے مثلاً اوا
پڑھنے کے وقت قضا یاد نہ رہی اور پانچ نمازون سے زیادہ اگر فوت ہو جاوین تو بھی ترتیب ساقط ہو تی ہے اگرچہ اگلی ہون یعنی چھ سے زیادہ
ہون یا حادث ہون یعنی چھ سے کم ہون یا چھ ہون اور اگر کسیکی ایک مہینے کی نمازین قضا ہوئین اور اوسنے نادم ہو وقتی نمازین پڑھنا شروع
کین پھر اوسنے ایک نماز چھوڑ دی اور اوسکو یاد ہے تو اوسکو وقتی پڑھنا بغیر ادا کرنے اوسکے کے درست ہے اور اسی طرح اگر سارے مہینے
کی قضا نمازون کو پڑھ لیا مگر ایک یا دو فرض باقی رہے تو اوسکو ترتیب فرض نہین کیونکہ ترتیب جب ہی جب پانچ یا کم قضا ہوئین ہون
تو جب سب ادا کر لیگا ترتیب آجاویگی اور بعض مشایخ کے نزدیک اگر چھ یا زیادہ اس سے نمازین پڑھ لین اور پانچ یا کم باقی رہین تو پھر ترتیب
فرض ہو جاتی ہے اور پہلا مذہب مختار امام سرخسی کا ہے اور صاحب محیط نے کہا ہے کہ اسی پر فتوی ہے اور اگر کسی کی ایک نماز قضا
ہو گئی تھی اور اوسکو یاد تھی اور بغیر اوسکے ادا کیے پانچ نمازین پڑھین سب فاسد ہونگی تو اگر ایک نماز اور پڑھ لی
سب صحیح ہو جاوینگی اور اگر قضا بعد پانچ نمازون کے پڑھ لی وہ فرض نمازین سب نفل ہو جاوینگی نزدیک امام
ابو حنیفہ اور ابو یوسف کے اور اونکو پھر پڑھنا پڑیگا اور امام محمد کے نزدیک نفل بھی نہو نگی بلکہ سب باطل ہو جاوینگی

باب سجدۂ سہو کے بیان مین

اگر ایک رکن کو دوسرے رکن پر مقدم کیا یا ایک کو دوبار کیا یا کسی واجب کو بدل دیا یا بھول سے چھوڑ دیا جیسے کوع قبل قرات کے

عبدالکریم بن ابی المخارق

کر لیا یا بیچ کے تشہد مین بعد تشہد کے پھر بیٹھا رہا اور امام صاحب سے مروی ہی کہ اگر ایک حرف تشہد پر سے زیادہ کیا تو سجدۂ
سہو واجب ہوگا اور بعضون نے کہا ہی کہ اگر اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ اتنا زیادہ کیا تو واجب ہوگا مگر جب ایک رکن کے موافق زیادہ
ہو جیسے قیام یا قعود یا دو بار رکوع کرے یا جہری نماز مین آہستہ سے پڑھے یا آہستہ والی مین پکار کے پڑھے یا پہلا قعدہ ترک
کر دے غرض ترک واجب کا کرے تو ان سب رتون مین بعد ایک سلام کے دو سجدے کرے اور پھر تشہد وغیرہ پڑھ کے سلام پھیرے اور
امام شافعی کے نزدیک قبل سلام کے اور پھر ہمین اختلاف ہی کہ بعد دونون سلام کے سجدۂ سہو کرے یا بعد ایک سلام کے اور اول کو
اختیار کیا صاحب ہدایہ نے اور دوسرے کو صاحب کافی نے اور مین کہتا ہون کہ صحیح یہی ہی کہ بعد دونون سلام کے کرے اور یہی مروی ہی احادیث
مین اور ایک سلام کی روایت مینے نہین پائی دلیل امام شافعی کی یہ ہی کہ روایت کی بخاری مسلم ابو داؤد نسائی ترمذی وغیرہم نے
عبداللہ بن بحینہ سے انھون نے کہا کہ پڑھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ظہر کی سو کھڑے ہوگئے بعد دو رکعتون کے اور نہ بیٹھے تو کھڑے ہوئے
لوگ بھی ساتھ آپکے یہان تک کہ جب تمام کر لی نماز آپنے اور انتظار کیا لوگون نے سلام کا تکبیر کہی اور بیٹھے تھے تو سجدے کیے دو سجدے قبل اسکے
کہ سلام پھیرین اور سجدہ بعد سلام کے بھی مروی ہی صحاح ستہ مین حدیث ذوالیدین سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھین پھر دو رکعتین پچھلی اور سلام
پھیرا پھر تکبیر کہی اور سجدہ کیا اور ایک روایت مین مسلم اور ابو داؤد اور نسائی کی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھی عصر اور سلام
پھیر دیا آپنے بعد تین رکعتون کے یہان تک کہ کہا اور پھر پڑھی باقی رکعت پھر سلام پھیرا پھر دو سجدے کیے اور سلام پھیرا اور یہی قول آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کا لِكُلِّ سَهْوٍ سَجْدَتَانِ بَعْدَ السَّلَامِ یعنی ہر سہو کے واسطے دو سجدے ہین بعد سلام کے سو روایت کیا اسکو
ابو داؤد اور ابن ماجہ نے اسمٰعیل بن عیاش سے حدیث ثوبان سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لِكُلِّ سَهْوٍ سَجْدَتَانِ بَعْدَ السَّلَامِ
کہا بیہقی نے متفرد ہوا ساتھ اسکے اسمٰعیل بن عیاش اور وہ قوی نہین اور ہمارے نزدیک یہ ممنوع ہی کیونکہ اسمٰعیل بن عیاش ثقہ ہی
توثیق کی اسکی امام الجرح والتعدیل رکن الدین شیخ یحییٰ بن معین نے اور تضعیف اسکی ابو اسحٰق فزاری سے مقبول نہین اور کہا
ابو زرعہ جو امام ہین اس فن مین کہا انھون نے نہین تھا شام مین بعد اوزاعی اور سعید بن عبد العزیز کے حافظ زیادہ اسمٰعیل بن
عیاش سے اور عبید اللہ بن عبید کلاعی اسکی اسناد مین ثقہ ہی اور کہا ابن معین نے نہین جرح ہی ساتھ اسکے اور زہیر بن سالم عنسی کو
ثقہ کہا اور اسکو ابن حبان نے ثقات مین اور عبدالرحمٰن بن جبیر بن نفیر کو کہا ابو زرعہ اور نسائی نے ثقہ ہی اور کہا ابو حاتم نے صالح الحدیث
اور ذکر کیا اسکو ابن حبان نے ثقات مین اور جنھون نے منکر گنا اس حدیث کو نہین التفات کیا گیا طرف کلام انکی کے علاوہ اسکے
کہ سکوت کیا اس سے ابو داؤد نے اور بالفرض تسلیم ایک حدیث قولی اور موجود ہی روایت کی ابو داؤد نے عبداللہ بن جعفر سے کہ فرمایا حضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص شک کرے نماز اپنی مین تو چاہیے کہ سجدے کرے دو سجدے بعد سلام کے اور فعلی حدیثین تو بہت ہین کہ بیان انکے
طول ہوگا بلکہ صحیح بخاری مین ہی کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد سجدۂ سہو کرنے کے جب شک کرے کوئی تم مین سے
نماز اپنی مین تو چاہیے کہ سوچے صواب کو تو اوسی پر عمل کرے اور نماز کو تمام کرے اور سلام پھیرے پھر سجدے کرے دو سجدے اور روایت
کی امام المحدثین بن اسمٰعیل نے ایک حدیث ابن مسعود سے بسند صحیح کہا انھون نے حَدَّثَنَا التَّمِيمِيُّ ثَنَا مُحَمَّدُ يَعْنِي
ابْنَ جَعْفَرٍ ثَنَا شُعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
أَنَّهُ صَلَّى الظُّهْرَ خَمْسًا فَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ بَعْدَ مَا سَلَّمَ قَالَ شُعْبَةُ وَسَمِعْتُ حَمَّادًا أَوْ سُلَيْمَانَ سَجْدَتَانِ

اَنَّ اِبْرَاهِيمَ كَانَ لَا يَدْرِي ثَلٰثًا صَلّٰى اَمْ خَمْسًا حاصل اس حدیث کا یہ ہر کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد سلام کے دو سجدے کیے اور اسی طرح بہت حدیثین اس باب مین آئی ہین عاقل کو ایک اشارہ کافی ہر اور روایت کیا بخاری نے بھی اس حدیث کو اور یہ حدیث اول مین بھی امالی محاملی کے ص مقتدی کے سہو سے کسی پر سجدہ لازم نہ آویگا بلکہ امام کے سہو سے اگر سجدہ کرے اوسوقت بھی امام کے ساتھ سجدہ کرے اور بعد اوسکے باقی نماز پڑھ لیوے اور جو قعدۂ اولی کو بھولے اور بیٹھنے کی طرف نزدیک ہو بیٹھ جاوے اور سجدۂ سہو نکرے اور اگر قیام سے نزدیک ہو کھڑا ہو جاوے اور اخیر نماز مین سجدہ کرے اور جو قعدۂ اخیرہ سے اگر بھول کے کھڑا ہو گیا جب تک اوس رکعت کا سجدہ نہین کیا اگر یاد ہووے تو بیٹھ جاوے اور سجدۂ سہو کرے اور اگر سجدہ کر لیا تو فرض اوسکے نفل ہو جاوینگے اور اوسکے ساتھ چھٹی رکعت بھی اگر چاہے ملا لیوے ف اور اونکی مشیت پر اسواسطے موقوف کیا کہ نفل شروع سے اگر نہوا ہو تو واجب نہین ہوتا تمام کرنا اوسکا جیسا کہ گذرا اور ملانا ایک رکعت کا اچھا ہر کیونکہ منع فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک رکعت پڑھنے سے اکیلے اخراج کیا اوسکا ابن عبد البر نے ابو سعید خدری سے ص اور اگر قعدہ اخیرہ کرکے بھولے سے کھڑا ہو جاوے تو جب تک پانچوین رکعت کا سجدہ نہین کیا ہر بیٹھ جاوے اور بعد سجدے کے چاہے ایک رکعت اور ملا لیوے اور سلام پھیرے اور سجدہ سہو کرے تو چار رکعتین اوسکی فرض ادا ہو جاوینگی اور دو نفل ہو جاوینگی تو اگر اونکو توڑ ڈالیگا قضا لازم نہ آویگی اور یہ دو رکعتین سنت ظہر کے قائم مقام نہونگی اور جو شخص ان دو رکعتون مین امام کی اقتدا کریگا اوسکو پڑھنا لازم آویگی اور توڑ دیگا تو قضا لازم آویگی اور امام محمد کے نزدیک چھ رکعتین اوسکو پڑھنا چاہیے اور اگر توڑ دے تو قضا لازم نہ آویگی جیسے امام قضا نہین کرتا اور اگر دو رکعت نفل مین سہو ہوا سجدہ کرے اور بعد سجدے کے بغیر سلام کے دوسرا نفل اوسکے ساتھ نملاوے اور اگر ملا لیا تو درست ہو جاویگا اور اگر کسیکو نماز مین سہو ہوا اور اخیر نماز مین سجدہ سہو کی نیت سے سلام پھیر لیا تو اگر اوسنے بعد سلام کے سجدہ نکیا تو گویا نماز سے وہ فارغ ہو چکا اور اگر سجدہ کیا تو وہ نماز مین ہی تو اگر اوسنے سلام کیا اور کسینے اوسکے ساتھ اقتدا کی پھر اوسنے سجدہ سہو کیا اقتدا اوسکی صحیح ہو جاویگی اور اگر نکیا تو اقتدا اوسکی باطل ہو جاویگی اور اگر سلام کیا اور قہقہہ کیا اور پھر سجدۂ سہو کیا وضو اوسکا باطل ہو جاویگا اور اگر سجدہ نکیا تو باقی رہیگا اور اگر سلام پھیرا اور وہ مسافر تھا اوسنے نیت اقامت کی کی پھر سجدۂ سہو کیا تو اب چار رکعتین اوسپر فرض ہو جاوینگی اور اگر سجدہ نکیا تو فرض نہونگی اور اگر نماز مین سہو ہوا اور اوسنے تمام کرنے کی نیت سے سلام پھیرا نیت اوسکی باطل ہو گی اور سجدہ سہو کرنا اوسکو لازم ہوگا اور اگر نماز مین شک ہوا کہ کتنی رکعتین پڑھی ہین اگر پہلی مرتبہ شک ہوا ہر اور کبھی نہین ہوا تھا تو نماز پھر شروع سے پڑھے ف کیونکہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب شک کرے کوئی تم مین سے سو جانے کہ کتنی رکعتین پڑھین تو چاہیے کہ دہراوے نماز کو لوریہ حدیث ہدایہ مین ہر اور مجکو نہین ملی کہا شیخ ابن الہمام نے دیکھو عزیزیہ ص اور اگر کئی بار شک ہو چکا ہو سوچے جدھر ظن ہو غالب ہو اوسپر عمل کرے ف کیونکہ روایت کی ترمذی اور ابو داؤد نے اور بخاری و مسلم نے اور نسائی نے بھی ابن مسعود سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب شک کرے کوئی تم مین سے اپنی نماز مین سو چاہیے کہ تلاش کرے صواب کو اور بنا کرے اوسپر پھر سجدہ کرے دو سجدے اور روایت کی سوا بخاری کے ابو داؤد و ترمذی مالک وغیرہم نے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب شک کرے کوئی تم مین سے اپنی نماز مین اور نہ جانے کہ تین پڑھین یا چار پڑھین تو چاہیے کہ دفع کرے شک کو اور بنا کرے یقین پر پھر سجدے کرے دو سجدے قبل سلام کے تو اگر پڑھ لیگا پانچ رکعتین شفاعت کریگی اوسکی نماز

اور اگر پوری چار پڑھین تو ذلت ہوگئی اسواسطے شیطان مردود کے اور روایت کیا اسکو ابن ماجہ نے بھی ص اور اگر سوچنے مین کچھہ نہ معلوم ہووے مگر اختیار کرے اوسکو اخیر نماز کا جانے اوس جگہہ بیٹھہ جاوے تو اگر اوسنے شک کیا کہ تین رکعتین یا چار پڑھی ہین اور کچھہ اوسکے ذہن کو معلوم نہو وے تو تین رکعت کو لیوے لیکن بیٹھہ کے پھر چوتھی رکعت پڑھے ف تا کہ قعدہ اخیرہ ترک نہو جاوے اور مروی ہے عبد الرحمن بن عوف سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب سہو کرے کوئی تم مین سے نماز مین سو نہ جانے کہ ایک پڑھی یا دو پڑھین تو بنا کرے ایک پر اور اگر نہ جانے کہ دو پڑھین یا تین پڑھین تو بنا کرے دو پر اور اگر نہ جانے کہ تین پڑھین یا چار پڑھین تو بنا کرے تین پر اور سجدہ کرے دو سجدہ قبل سلام کے اخراج کیا اوسکا ترمذی نے اور روایت کیا اوسکو ابن ماجہ نے بھی

باب بیمار کی نماز کے بیان مین

اگر کوئی شخص بیماری کے سبب یا کوئی مرض نماز کے اندر حادث ہونے سے یا قبل نماز کے کھڑا نہو سکے تو بیٹھہ کے نماز پڑھے اور سجدہ اور رکوع کرے اور اگر سجدہ اور رکوع پر بھی قادر نہو بیٹھہ کے سر سے اشارہ کرے اور سجدے مین رکوع سے زیادہ جھکے اور کوئی اونچی چیز سجدے کے واسطے نہ رکھے اور اگر بیٹھنے پر بھی قادر نہو چت لیٹے اوپر قبلے کی طرف کرے اور اشارے سے سر کے نماز پڑھے یا کروٹ پر لیٹے مگر مونہہ قبلے کی طرف کرے اور چت لیٹنا بہتر ہے اور اگر اشارہ بھی متعذر ہو تو نماز کی تاخیر کرے اور آنکھہ اور پلک اور دل سے اشارہ نکرے ف روایت کی جماعت نے سوا مسلم کے عمران بن حصین سے کہا کہ تھی مجکو بواسیر اور پوچھا مینے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی نماز کو کہا کہ پڑھہ کھڑے ہو کر اور اگر نہ قدرت ہو تو بیٹھہ کے اور اگر نہ قدرت ہو تو پہلو پر زیادہ کیا نسائی نے اور اگر قدرت نرکھے تو چت لیٹ کے نہین تکلیف دیتا ہے اللہ کسیکو مگر موافق طاقت اوسکی کے اور نہین ذکر کیا اشارے کا لیکن جب لیٹ کے پڑھیگا تو بالضرور اشارے ہی سے پڑھیگا اور کوئی اونچی چیز واسطے سجدے کے نرکھے کیونکہ ہدایہ مین حدیث ہے اگر قدرت رکھے تو کرے سجدہ زمین پر تو سجدہ کر اور نہین تو اشارہ کر اپنے سر سے اور یہ حدیث اس لفظ سے نہین ملی لیکن روایت کی بزار نے مسند مین اور بیہقی نے معرفت مین جابر سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عیادت کی ایک مریض کی دیکھا اوسکو کہ سجدہ کرتا ہے تکیے پر سو پھینک دیا آپنے تب لی اوسنے ایک لکڑی کہ سجدہ کرے اوس پر اور حضرت نے اوسکو بھی پھینک دیا اور کہا اگر قدرت رکھتا ہے تو زمین پر پڑھہ اور نہین تو اشارے سے پڑھہ اور کر سجدے کو زیادہ جھکا کے رکوع سے کہا بزار نے نہین جانتے ہین ہم کہ کسینے روایت کیا ہو اوسکو ثوری سے مگر ابو بکر حنفی نے اور متابعت کی اوسکی عبد الوہاب عطا نے ثوری سے انتہی لیکن ابو بکر ثقہ ہے کہا شیخ ابن الہمام نے مین کہتا ہون کہ اس باب مین بہت آثار صحیحہ مروی ہوئے ہین روایت کی ابن ابی شیبہ نے ابن عمر سے کہ عیادت کی انہون نے صفوان کی اور پایا اونکو کہ سجدہ کرتے ہین تکیے پر منع کیا اونکو اور کہا کہ اشارے سے پڑھہ اور روایت کیا مسروق سے کہا کہ داخل ہوئے عبد اللہ اپنے بھائی پر تو دیکھا اونکو کہ نماز پڑھتے ہین لکڑی پر سو چھین لیا اوسے اور دور کیا اوسکو اور کہا کہ اشارہ کر جب تک کہ تیرا سر ہو تجھے آوے روایت کیا جبلہ بن سحیم سے کہا کہ پوچھا مینے ابن عمر سے نماز مریض سے اور پر لکڑی کے کہا کہ نہین حکم کرتا ہون مین تمکو مباہات سے بلا اگر استطاعت رکھو تو پڑھو کھڑے ہو کے ورنہ بیٹھہ کے ورنہ کروٹ لیکے اور روایت کیا عروہ سے کہا انہون نے کہ مریض اشارہ کرے اور نہ اوٹھاوے اپنے مونہہ کی طرف کسی چیز کو اور کہا ابن ابی شیبہ نے کہ اس باب مین روایت ہے ابو سعید سے اور گئے ہین طرف اوسکے تابعین ابراہیم اور سعید بن المسیب اور حسن اور شریح اور ابن سیرین اور عامر اور عطا اور طاؤس اور مسروق سے اور روایت کی

دارقطنی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ نماز پڑھے بیمار کھڑا ہو کے تو اگر قدرت نرکھے پڑھے چیت اور دونو پیر کرے طرف قبلے کے اور یہ حدیث ضعیف ہی ساتھ حسن بن حسن عرنی کے ص اگر رکوع اور سجدہ نکر سکے اور بیٹھا اور کھڑا ہو سکتا ہی بیٹھ کے اشارے سے پڑھے اور یہ کھڑے ہو کے اشارہ کرنے سے بہتر ہی اور جو شخص نماز اشارے سے پڑھتا ہی اور وہ شخص نماز کے اندر اچھا ہو گیا نماز پھر سرے سے پڑھے اور جو بیٹھنے والا کہ رکوع اور سجدہ کرتا تھا نماز مین کھڑے ہونے پر قادر ہو گیا باقی نماز کو کھڑے ہو کے پڑھے اور سرے سے نہ لوٹاوے اور جو کشتی جاری ہی اوسمین بعذر بیٹھ کے نماز پڑھنا درست ہی اور جو بندھی ہی تو درست نہین اور اگر کوئی ایک دن رات تمام دیوانہ یا بیہوش ہا واجب ہی کہ نمازون کو اوس دن کی قضا کرے اور اگر گھڑی بھر بھی اس سے زیادہ بیہوشی رہی یا جنون رہا تو قضا نکرے اور امام محمد کے نزدیک اگر پانچ وقتون تک حالت رہی تو قضا لازم آویگی اور جو چھٹے وقت نماز تک یا زیادہ تک رہی تو قضا ساقط ہو گی ف اور کہا صاحب ہدایہ نے کہ قیاس یہ ہی کہ جب کسی نماز کا وقت گذر جاوے بیہوشی مین تو نماز اوس سے ساقط ہو گئی ہی اور پانچ نمازون تک قضا کرنا استحسان ہی اور یہی مذہب ہی مالک اور شافعی کا اور دلیل اونکی ہی جو روایت کی دارقطنی نے حضرت عایشہ رضی اللہ عنہا سے تحقیق کہ پوچھا انھون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اوس شخص کو جو بیہوش ہو جاوے اور ترک کرے نماز کو کہا کہ نہین ہی اوس نماز کی قضا مگر اوس نماز کی جسکا وقت باقی ہو اور اوسمین ہوشیار ہوا ہووے اور یہ حدیث نہایت ضعیف ہی اسنادمین اوسکی حکم بن عبد اللہ بن سعد ایلی ہی کہا احمد نے کہ احادیث اوسکی موضوع ہین اور کہا ابن معین نے نہین ہی ثقہ اور نہین ہی مامون اور کاذب کہا اوسکو ابو حاتم وغیرہ نے اور کہا بخاری نے ترک کردی گئی ہی حدیث اونکی اور دلیل ہماری یہ ہی کہ روایت کیا محمد بن حسن نے عَنْ اَبِي حَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادِ بْنِ اَبِي سُلَيْمَانَ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ النَّخَعِيِّ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّهٗ سُئِلَ فِي الَّذِيْ يُغْمٰى عَلَيْهِ يَوْمًا وَلَيْلَةً قَالَ يَقْضِيْ یعنی ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کہ جو شخص بیہوش ہو جاوے ایک دن رات قضا کرے اور روایت کی عبد الرزاق نے نافع سے کہ بیہوش رہے ابن عمر ایک مہینے سو نہ قضا کی اوسکی جو فوت ہوا اور روایت کی ابرہیم بن حربی نے آخر کتاب غریب الحدیث کے ثنا احمد بن یونس ثنا زائدۃ عن عبید اللہ عن نافع قَالَ اُغْمِيَ عَلٰى عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ يَوْمًا وَلَيْلَةً فَاَفَاقَ وَلَمْ يَقْضِ مَا فَاتَهٗ یعنی بیہوش رہے ابن عمر ایک دن اور ایک رات اور نہ قضا کی اوسکی جو فوت ہوا واللہ اعلم

باب سجدۂ تلاوت کے بیان مین

سجدۂ تلاوت کا ایک سجدہ ہی سب نماز کی شرطون سے دو تکبیرون کے بیچ مین بغیر ہاتھ اوٹھانے کے اور تشہد اور سلام کے اور سجدۂ تلاوت مین جو نماز کے سجدے مین پڑھتا ہی پڑھے اور چودہ آیتون مین سے جو اون مین سے ایک آیت پڑھے سجدہ واجب ہوتا ہی پہلی آیت سورۂ اعراف کے اخیر کی دوسری سورۂ رعد کی تیسری سورۂ نحل کی چوتھی بنی اسرائیل کی پانچوین مریم کی چھٹی پہلی آیت سجدے کی سورۂ حج سے اور امام شافعی کے نزدیک دوسری آیت سجدہ یعنی وَارْكَعُوْا وَاسْجُدُوْا مین بھی سجدہ کرے ف اور ہمارے نزدیک اسواسطے سجدہ اوس جگہ نہ کرے کہ وہ سجدہ نماز کا ہی ذکر کیا ہی اسکو تفصیل سے شیخ ابن الہمام نے اور امام شافعی جو دلیل لاتے ہین حدیث عقبہ بن عامر کی کہ کہا مینے اے رسول اللہ کیا فضیلت دی گئی سورت حج کی اس سبب سے کہ اوسمین دو سجدے مین فرمایا کہ ہان اور جو اون دونون سجدون کو نکرے تو اوس سورت کو بھی نہ پڑھے کہا ترمذی نے نہین ہی اسناد اوسکی قوی اور یہ اس سبب سے کہ اسناد مین اوسکی ابن لہیعہ ضعیف ہی اور روایت کی ابوداؤد نے مراسیل مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ فرمایا

آپ نے تفضیل دی گئی سورت حج کی بسبب دو سجدون کے کہا ابو داؤد نے یہ حدیث مسند کی گئی ہی اور صحیح نہین ہی اور اخراج کیا حاکم نے
اوس حدیث ترمذی کو اور کہا کہ عبد اللہ بن لہیعہ اماموں مین سے ہی لیکن اخیر عمر مین اوسکو اختلاط ہو گیا تھا اور مین کہتا ہون کہ اگر یہ قول
مسلم بھی ہووے تو بھی صحت حدیث کی جب ہو گی کہ اس حدیث کے راوی نے قبل حالت اختلاط کے عبد اللہ سے سنا ہو ورنہ حدیث ضعیف
بہر صورت ہی اور اس باب مین ایک حدیث ہی کہ روایت کیا اوسکو ابو داؤد اور ابن ماجہ نے ابن مُنین سے انھون نے عمرو بن العاص سے
کہا کہ پڑھائے مجکو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پندرہ سجدے قرآن مین اونمین سے تین مفصل مین ہین اور سورہ حج مین دو سجدے
ہین اور یہ بھی حدیث ضعیف ہی کہا عبد الحق نے ابن مُنین نہین حجت ہی ساتھ اوسکے اور کہا ابن القطان نے وہ مجہول ہی اور نہین پہچانا
جاتا حال اوسکا ص ساتوین فرقان کی آٹھوین نمل مین نوین سورہ سجدہ مین دسوین ص مین ف اور امام شافعی کے نزدیک
ص مین سجدہ نہین اور دلیل اونکی یہ ہی جو روایت کی ابو داؤد نے کہ خطبہ پڑھا ہمپر ایک روز نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تو پڑھی سورہ
ص اور جب آیا سجدہ اوترے اور سجدہ کیا اور کیا ہم نے بھی ساتھ آپ کے اور پھر ایک بار آپ نے پڑھا ص کو تو جب مستعد ہوئے ہم واسطے
سجدے کے اور دیکھا آپ نے ہمکو فرمایا کہ یہ توبہ ایک نبی کی ہی اور لیکن مینے تمکو مستعد سجدے کے لیے جانا اور پھر اوترے آپ سجدہ کیا تو اس سے
معلوم ہوا کہ سجدہ ص کا واجب نہین اور دوسری یہ کہ روایت کی ابو داؤد اور ترمذی اور نسائی وغیرہم نے ابن عباس سے کہ کہا
انھون نے نہین سجدہ ص کا واجبات سجدون سے اور دیکھا مینے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کہ سجدہ کرتے تھے ص مین اور فرماتے تھے
سجدہ کیا اوسکا داؤد علیہ السلام نے توبہ کی نیت سے اور ہم سجدہ کرتے ہین واسطے شکر کے اور جواب اسکا یہ ہی کہ اس حدیث سے عدم وجوب ثابت
نہین ہوتا اور ہونا سجدے کا شکر کے لیے منافی وجوب کے نہین غایۃ الامر یہ ہی کہ آپ نے سبب سجدہ کرنے کا حق داؤد علیہ السلام مین اور ہمارے
حق مین ارشاد فرمایا جیسا کہ عاقل پر پوشیدہ نہین رہیگا اور کہا امام حافظ ابو محمد عبد اللہ بن یعقوب بن بکر تخریج کرنے والے مسند
ابی حنیفہ نے اپنی سند سے عَنْ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ عَنْ سِمَاکِ بْنِ حَرْبٍ عَنْ عِیَاضٍ الْاَشْعَرِیِّ عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی اَنَّ
النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سَجَدَ فِیْ ص یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدہ کیا ص مین اور یہ دلیل ہماری
ہی اور روایت کی امام احمد نے بکر بن عبد اللہ مُزنی سے انھون نے ابو سعید سے ایک حدیث اور آخر اوسکا یہ ہی کہ حضرت
صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ سجدہ کرتے تھے ص مین نقل کیا اوسکو شیخ ابن الہمام نے ص گیارھوین حٓم السجدۃ مین
بارھوین والنجم مین تیرھوین انشقت مین چودھوین اقرأ مین اور امام شافعی کے نزدیک بھی چودہ سجدے ہین مگر ص مین اونکے نزدیک
سجدہ نہین اور حج مین دو سجدے ہین اونکے نزدیک اور حٓم السجدہ مین شافعی کے نزدیک جب اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ پڑھے
تب سجدہ کرے اور ہمارے نزدیک جب وَهُمْ لَا يَسْأَمُوْنَ پڑھے تب سجدہ کرے ف اور بھی جاننا چاہیے کہ تقدیم سجدے کی جائز نہین
اور تاخیر جائز ہی تو احتیاط اسی مین ہی کہ وَهُمْ لَا يَسْأَمُوْنَ پر سجدہ کرے کہا ہدایہ مین کہ دلیل ہماری قول حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا
ہی اور وہ قول ہمکو نہین ملا اور کہا شیخ ابن الہمام نے وَاَنَّ ذٰلِكَ قَوْلُ عُمَرَ فَغَرِيْبٌ یعنی یہ قول حضرت عمر کا غریب ہی لیکن تخریج
کیا ابن ابی شیبہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کہ وہ سجدہ کرتے تھے حٓم السجدہ مین نزدیک قول اللہ تعالیٰ لَا يَسْأَمُوْنَ کے
اور زیادہ کیا ایک روایت مین کہ انھون نے دیکھا ایک شخص کو کہ سجدہ کرتا ہی نزدیک اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ کے سو کہا آپ نے
جلدی کی تو نے ص اور اگر کوئی شخص آیت سجدہ کی سنے تو سجدہ کرے اگرچہ اوسکا قصد سننے کا نہو ف کیونکہ حدیث مین ہی کہ فرمایا

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدہ اوسپر ہی جو سنے آیت سجدے کو اور جو پڑھے اوسکو اور کہا شیخ ابن الہمام نے وحديث السجدة
علی من سمعها وفی لفظ غريب یعنی یہ حدیث جو صاحب ہدایہ نے بیان کی مرفوع ہونا اسکا غریب ہے اور اخراج کیا ابن ابی شیبہ نے
مصنف میں ابن عمرؓ سے کہ سجدہ اوسپر ہے جسنے سنا اوسکو اور بخاری میں ہے تعلیقاً کہا عثمانؓ نے کہ سجدہ اوسپر ہے جو سنے اوسکو
اور اسی کو اخراج کیا عبدالرزاق نے أخبرنا معمر عن الزهري عن ابن المسيب أن عثمان مر بقاص فقرأ
سجدة ليسجد معه عثمان فقال عثمان إنما السجود على من استمع ثم مضى ولم يسجد یعنی گذرے
حضرت عثمانؓ ایک قصہ خوان پر سو پڑھی اوسنے آیت سجدے کی تاکہ سجدہ کریں حضرت عثمانؓ ساتھ اوسکے سو فرمایا حضرت
عثمانؓ نے کہ سجدہ اوسپر ہے جو قصد سنے پھر چلے گئے اور سجدہ نکیا واللہ اعلم ص اور امام اگر آیت سجدے کی پڑھے مقتدی بھی
اوسکے ساتھ سجدہ کریں اگرچہ وہ مقتدی نہ سنا ہووے اور اگر مقتدی نے پڑھی امام اور مقتدی نہ اندر نماز کے اور نہ باہر نماز کے پیچھے سجدہ نکریں اور
جو کوئی نماز میں تھا اوسنے اگر سنا تو وہ سجدہ کرے اور اگر مصلی نے آیت سجدے کی اوس سے سنی جو اوسکے ساتھ نماز میں شریک نہیں ہے سجدہ کرے بعد نماز کے
اور جو سجدہ نماز کے اندر کرے تو بعد نماز کے پھر کرے اور نماز کو نہ لوٹاوے اور اگر کسی نے باہر نماز کے امام سے آیت سجدے کی سنی اور امام سے اقتدا کیا اوسی رکعت
میں امام کے ساتھ یا بعد نماز کے سجدہ کرے اور نماز کے اندر نکرے اور اگر اوسی رکعت میں قبل سجدے کے ملا امام کے ساتھ سجدہ کرے اور اگر بعد سجدہ
کے ملا سجدہ نکرے اور جو سجدہ نماز کا نماز ہی میں واجب ہوا اور محل اوسکا نماز ہے باہر نماز کے اوسکو قضا نکریگا اور اگر کسی نے آیت باہر نماز کے پڑھی اور قبل سجدہ کرنے کے نماز
پڑھنے میں مشغول ہوا اور نماز میں پھر وہی آیت کو پڑھا ایک ہی سجدہ اوسکو کافی ہے اور اگر آیت پڑھی اور سجدہ کر لیا اور پھر نماز میں وہ آیت کو پڑھا
تو پھر سجدہ کرے اور اگر ایک مجلس میں آیت سجدہ کو کئی بار پڑھا ایک سجدہ کافی ہے خواہ سب بار پڑھ کے اخیر میں سجدہ کیا یا ایک بار پڑھ کے سجدہ کیا
اور پھر پڑھا کیا اور اگر ایک رکعت میں کئی بار پڑھا ایک ہی سجدہ لازم ہے خواہ سب کے بعد ایک سجدہ کرے یا ایک بار پڑھ کے سجدہ کرکے
پھر کئی بار پڑھے اور اگر ایک رکعت میں آیت سجدہ کو پڑھا اور پھر دوسری رکعت میں بھی پڑھا امام ابی یوسف کے نزدیک ایک سجدہ لازم ہوگا
اور امام محمد کے نزدیک دو سجدے اور اگر آیت سجدہ کو بدل یا مجلس کو تو ایک سجدہ کافی نہوگا مثلاً ایک مجلس میں دو یا تین سجدے کی پڑھیں یا دو مجلس
میں ایک آیت پڑھا اور جو چلا جاتا ہے تو آنے جانے میں مجلس اوسکی بدل جاتی ہے اور درخت پر ایک شاخ سے دوسری شاخ پر چلا جاوے تو بھی مجلس بدل
جاویگی اور اگر ایک شخص نے ایک مجلس میں کئی بار آیت سجدہ کو پڑھا اور سننے والے کی مجلسیں الگ الگ ہیں تو اوسپر کئی سجدے واجب ہونگے اور اگر
پڑھنے والے کی مجلسیں جدا ہیں لیکن سننے والے کی ایک ہی مجلس ہے تو اوسپر ایک سجدہ لازم آویگا اور ایک کام سے دوسرے کام کے شروع کرنے میں مجلس
بدل جاتی ہے اسی طرح ایک مکان سے دوسرے مکان میں اور کونے گھر ... ایک مکان کے ہیں اور کشتی کی شاخیں کسی مکان میں ہیں برابر
ہو ... روایت میں ایک مکان اور اگر بیٹھے سے اوٹھ کھڑا ہو مجلس بدلیگی اور اگر کسی عورت کو طلاق کا اختیار دیا اور وہ بیٹھے سے کھڑی ہوگئی اور
چلنے لگی بدل جاویگی اور اگر ... سورت پڑھی اور آیت سجدے کی نہ پڑھی تو مکروہ ہے اور اگر آیت سجدے کو پڑھے اور باقی سورت چھوڑ دے تو مکروہ نہیں اور دو
آیتیں ... اوسکے ساتھ ملانا مستحب ہے اور آہستہ بھی پڑھنا مستحب ہے تاکہ کوئی نہ سنے اور اوسکو سجدہ بھی لازم آوے اور شاید وہ اوس وقت بے وضو ہو

باب مسافر کی نماز کے بیان میں

... ارادہ کا اوسط چال سے ارادہ کرے اور شہر کے گھروں سے نکل جاوے تو وہ مسافر ہے اور اوسط چال خشکی میں
اونٹ کی یا پیادے کی ہے اور دریا میں جب ہوا موافق ہو اور پہاڑ میں جو کچھ کہ پہاڑ کے لائق ہو ف اور تین دن تین رات ہمارے

نزدیک مدت قصر کی تین دن کی ہے یعنی ایک سفر کی رخصتوں میں سے یہ ہے کہ مسح موزے کا تین دن تین رات مسافر کے واسطے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسح کرنے میں کیا ہے تین دن اور تین رات اور یہی حدیث ہماری حجت ہے اور امام شافعی کے نزدیک مدت قصر کی ایک دن ایک رات ہے اور اخراج کیا ابن ابی شیبہ نے عطا بن ابی رباح سے کہ کہا سے ابن عباس نے کیا قصر کروں میں عرفات تک کہا نہیں اور قصر کروں مکہ تک کہا قصر کروں میں طائف تک اور عسفان تک کہا کہ یہاں اور یہ اڑتالیس میل تھا اور اشارہ کیا انھوں نے ہاتھ سے اور دوسری روایت میں ہے عمرو سے کہ خبری مجکو عطا نے ابن عباس نے کہا کہ نہ قصر کر عرفہ سے بطن نخلہ تک لیکن قصر کر طرف عسفان و طائف اور جدہ کے کہ حدیث مکہ و بیان امام شافعی کی کوئی مجکو نہیں ملی اور روایت ہے اخراج کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب نکلتے تھے تین میل قصر کرتے تھے اور تفصیل اسکی فتح القدیر میں ہے ص مسافر کے واسطے اگرچہ سفر سے اوسکو گناہ کا قصد ہو جبتک کہ اپنے شہر میں داخل ہو یا آدھے مہینے کے رہنے کی نیت نکرے کسی شہر میں یا گانو میں تب تک اسکے واسطے رخصت ہے یعنی اجازت ہے کہ چار رکعتی نماز کو قصر کرے پھر اگر نیت کی مسافر نے آدھے مہینے سے کم رہنے کی یا نیت کی اقامت کی مدت کی یعنی آدھے مہینے کے رہنے کی دو جگہ میں یا کسی شہر میں داخل ہوگا اوس ارادے پر کہ وہاں سے کل یا پرسوں چلا جاؤنگا اور تین اوسکو یونہی ہوگئی تو ان صورتوں میں قصر کرے ف اگرچہ ایک سال یا زیادہ اسی طرح سے گذر جاوے کہ آج جاؤنگا یا کل جاؤنگا اور نیت پندرہ دن رہنے کی نکرے اور پندرہ دن مدت اقامت کے ہیں اور قیاس کیا اوسکو فقہا نے طہر پر کہ اوسکی بھی اقل مدت پندرہ دن ہیں اور یہی ماثور ہے ابن عباس اور ابن عمر سے روایت کیا ان دونوں سے طحاوی نے کہا انھوں نے إِذَا قَدِمْتَ بَلْدَةً وَأَنْتَ مُسَافِرٌ وَفِي نَفْسِكَ أَنْ تُقِيمَ خَمْسَةَ عَشَرَ يَوْمًا وَلَيْلَةً فَأَكْمِلِ الصَّلٰوةَ بِهَا وَإِنْ كُنْتَ لَا تَدْرِي مَتٰى تَظْعَنُ فَاقْصُرْهَا یعنی جب آئے تو کسی شہر میں اور تو مسافر ہو اور نیت کرے پندرہ دن رہنے کی تو پورا کر نماز کو اور اگر نہیں جانتا ہے تو کہ کب جاویگا وہاں سے تو قصر کر نماز کو اور روایت کیا ابن ابی شیبہ نے مجاہد سے کہ ابن عمر تھے جب اجماع کرتے تھے اوپر اقامت پندرہ دن کی تمام کرتے تھے نماز کو اور کہا امام محمد نے کتاب الآثار میں ثنا أبو حنيفة ثنا موسى بن مسلم عن مجاهد عن عبد الله بن عمر قال إِذَا كُنْتَ مُسَافِرًا فَوَطَّنْتَ نَفْسَكَ عَلٰى إِقَامَةِ خَمْسَةَ عَشَرَ يَوْمًا فَأَتْمِمِ الصَّلٰوةَ وَإِنْ كُنْتَ لَا تَدْرِي مَتٰى تَظْعَنُ فَاقْصُرْ اور معنی اسکے وہی ہیں جو اوپر گذرے تمام ہوا مضمون فتح القدیر کا مترجم کہتا ہے کہ اخراج کیا ابن ابی شیبہ نے سعید بن المسیب سے کہا کہ جب جمع کرے خاطر کوئی شخص پندرہ دن کی اقامت پر تمام کرے نماز کو اور سعید بن جبیر سے کہا کہ جب اقامت کرے تو پندرہ دن پر تمام کر نماز کو اور کہا سفیان نے جب ارادہ کرے کوئی شخص کسی مقام پر پندرہ دن تو نماز کو تمام کرے جیسے کہ ارادہ کرے اور جب جانے کہ کب نکلیگا پس دو رکعتیں اگرچہ گذر جاوے ایک سال اور یہی قول ہے ابو حنیفہ کا بات منقول ہے ابن ابی شیبہ کی ہے ص اگر لشکر اسلام دار الحرب میں داخل ہو یا دار الحرب کے قلعے کو گھیرے یا باغیوں کے قتال کے واسطے دار الاسلام میں شہر کے باہر گھیر لیا تو ان سب صورتوں میں اگرچہ وہ سب اقامت کی نیت کریں تب بھی قصر کرینگے نماز کو اور مقیم نہیں ہوتے ہیں اقامت کی نیت کرنے سے مگر بنجارے لوگ اپنے خیموں میں اگر آدھے مہینے کی اقامت کی نیت کرینگے تو وہ مقیم ہو جاوینگے سو واسطے انکے ثبت اقامت کی باہر شہر کے درست ہے اور جو کہ خیموں میں نیت اقامت کی جنگل میں صحیح نہیں اور اگر مسافر نے چار رکعتیں پوری پڑھیں اور پہلے قعدے میں بیٹھا

تو فرض اوسکا تمام ہوا اگر گنہگار ہو سلام کی تاخیر کرنے کے سبب سے اور اللہ تعالیٰ کا صدقہ نہ قبول کرنے سے اور دو رکعتیں جو زیادہ
اوسنے پڑھیں وہ نفل ہو جاوینگی اور اگر پہلا قعدہ نہیں کیا تو نماز اوسکی باطل ہو جاویگی کیونکہ مسافر پر پہلا قعدہ فرض ہے اور اگر مقیم
نے امامت کی مسافر کی نماز چارگانی کے وقت میں تو مسافر چار رکعت اوسکے ساتھ اور وقت کے بعد مقیم مسافر کی امامت نکرے کیونکہ وقت
میں مقیم کی تابعداری سے مسافر پر بھی چار رکعت فرض ہو جاتی ہیں اور وقت کے بعد مسافر کا فرض ہرگز نہیں بدلتا اور اگر مسافر
امام ہووے اور مقیم مقتدی تو مسافر قصر کرے اور مقیم پوری پڑھے اور مستحب ہے کہ مسافر کہہ دیوے کہ تم لوگ اپنی نماز پوری پڑھ لو میں تو
مسافر ہوں ف ایک بار حضرت امام ابی یوسف رحمۃ اللہ حج کو ہارون رشید بادشاہ کے ساتھ تشریف لے گئے تو نماز پڑھی آپنے رشید کے ساتھ
دو رکعتیں یعنی قصر کیا اور سلام پھیر کے یہ کہا کہ تمام کرو اپنی نمازیں اے اہل مکہ کہ ہم مسافر ہیں تو کہا ایک شخص نے اونمیں سے کہ ہم زیادہ ہوں
تم سے فقہ میں اور عالم زیادہ ہوں تم سے کہا امام صاحب نے اگر تو فقیہ ہوتا نہ کلام کرتا تو نماز میں ایسا ہی ہے معراج الدرایہ میں ص اور اگر
ایک شخص نے اپنے وطن اصلی کو چھوڑ کے دوسری جگہ وطن اصلی بنایا تو پہلا وطن اصلی باطل ہو جاویگا اور دونوں وطن کے درمیان میں مدت سفر کی
ہو یا نہو یہاں تک کہ اگر وہ پھر پہلے وطن اصلی میں داخل ہوا تو بغیر اقامت کی نیت کے مقیم نہوگا اور وطن اصلی سفر کرنے سے نہیں باطل
ہوتا ہے یہاں تک کہ اگر مسافر وطن اصلی میں داخل ہوا تو فی الفور داخل ہوتے ہی مقیم ہو جاویگا اور لیکن وطن اقامت کا یعنی جس مقام میں پندرہ
روز رہنے کی نیت کی ہے وہ باطل ہوتا ہے دوسری جگہ کے وطن اقامت سے مثلاً ایک شخص کا وطن اقامت کسی جگہ پر تھا پھر اوسنے دوسری
جگہ کو وطن اقامت کیا اگرچہ اون دونوں کے درمیان میں مدت سفر کی نہیں ہے تو اس صورت میں پہلی جگہ وطن اقامت
نہ رہیگی یہاں تک کہ اگر وطن اقامت میں پھر داخل ہوا تو بغیر نیت اقامت کے مقیم نہوگا اور اسی طرح سے اگر وطن اقامت سے سفر کرے یا اپنے وطن
اصلی کی طرف جاوے تو وطن اقامت باقی نہ رہیگا اور وطن اصلی اوسکو کہتے ہیں جو اوسکا اصل مسکن ہووے اور سفر اور حضر دونوں قضا نمازوں کو
نہیں بدلتے ہیں تو اگر سفر کی قضا نمازوں کو حضر میں قضا کرے تو قصر کرے اور اگر حضر کی نمازوں کو سفر میں پڑھے تو قصر نکرے اور حضر کہتے ہیں اقامت کو

باب جمعے کی نماز کے بیان میں

جمعے کے فرض ہونے کے واسطے کئی شرطیں ہیں پہلے شہر میں مقیم ہونا مسافر پر جمعہ واجب نہیں دوسرے تندرست ہونا بیمار پر جمعہ واجب
نہیں تیسرے آزاد ہونا غلام پر جمعہ واجب نہیں چوتھے مرد ہونا عورت پر واجب نہیں پانچویں بالغ ہونا لڑکے پر واجب نہیں چھٹے
عاقل ہونا دیوانے پر واجب نہیں ساتویں آنکھ کا سلامت ہونا اندھے پر واجب نہیں آٹھویں پاؤں کا سلامت ہونا لنگڑے
پر جمعہ واجب نہیں اور اگر وہ شخص جس پر جمعہ واجب نہیں حاضر ہووے اور جمعہ ادا کرے تو درست ہے ظہر کا فرض اوسکا ادا ہو جاویگا اور جمعہ
کے ادا کیواسطے بھی شرطیں ہیں پہلی یہ کہ شہر ہووے خواہ شہر کا کنارہ ف جاننا چاہیے کہ جمعہ فرض ہے منکر اوسکا کافر ہے ساتھ کتاب
اور سنت اور اجماع کے فرمایا اللہ تعالیٰ نے إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا إِلَىٰ ذِكْرِ اللَّهِ یعنی جب
پکارا جاوے نماز کیواسطے دن جمعے کے تو دوڑو واسطے ذکر خدا تعالیٰ کے اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے الْجُمُعَةُ
حَقٌّ وَاجِبٌ عَلَىٰ كُلِّ مُسْلِمٍ فِي جَمَاعَةٍ إِلَّا أَرْبَعَةً عَبْدٌ مَمْلُوكٌ أَوِ امْرَأَةٌ أَوْ صَبِيٌّ أَوْ مَرِيضٌ یعنی جمعہ حق ہے
واجب ہے ہر مسلمان پر جماعت سے مگر چار شخص پر غلام اور عورت اور لڑکا اور بیمار پر روایت کیا اوسکو ابو داؤد نے طارق بن شہاب سے اور کہا
محدثین نے کہ طارق بن شہاب نے فقط آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے اور روایت نہیں کی اور یہ قول کچھ اسکی صحت کا قادح نہیں

کیونکہ صحابی جو تھے مین فقط دیکھنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا شرط ہی اور نہ حدیث مین کیونکہ غایت یہ ہی کہ حدیث مرسل ہو گی اور مرسل
خصوصاً جب صحابی کی ہو تو حجت ہی کہا نووی نے حدیث اور شرط شیخین کے ہی اور تخریج کیا بیہقی نے طریق بخاری سے تمیم داری سے کہ
فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جمعہ واجب ہی مگر اوپر لڑکے اور غلام اور مسافر کے اور روایت کیا اوسکو طبرانی نے حاکم بن عمرو سے
اور اوس مین زیادہ کیا عورت اور مریض کو اور مروی ہی اوپر جمعہ منبر پر تھی اونکو صحبت کہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جسنے
چھوڑے تین جمعے سستی سے مہر کردیگا اللہ اوسکے دل پر روایت کیا اوسکو احمد اور ابو داؤد اور ترمذی اور نسائی نے اور صحیح کیا اوسکو
ابن خزیمہ اور ابن حبان نے اپنی صحیح مین اور فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جسنے چھوڑے تین جمعے بے عذر لکھا جاویگا منافقین سے
روایت کیا اوسکو طبرانی نے معجم کبیر مین حدیث جابر جعفی سے اور وہ ضعیف ہی لیکن اوسکے واسطے بہت شواہد ہین تو نہ ضرر کریگی
تضعیف جابر کی اور غسل بھی دن جمعے کے سنت ہی اور گذر ا بیان اوسکا اور روایت کی ابن ابی شیبہ نے کہ پوچھے گئے حضرت علی رضی
اللہ عنہ غسل دن جمعے سے کہا کہ غسل دن جمعے اور عیدین اور دن عرفے کے سنت ہی اور روایت کی ابن ابی شیبہ نے محمد بن کعب قرظی
سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص ایمان لاتا ہی اللہ پر اور پچھلے دن پر تو اوسپر نماز جمعہ ہی دن جمعے کے مگر عورت
اور لڑکے اور غلام اور مریض پر اور فرمایا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہ نہین جمعہ ہی اور تشریق اور عید فطر اور اضحی مگر شہر جامع
مین اور مثل اوسکے مروی ہی حذیفہ سے اخراج کیا اسکا ابن ابی شیبہ نے مصنف مین اور صحیح کیا اوسکو ابن حزم نے
اور اسناد اوسکا یہ ہی حَدَّثَنَا جَرِیْرٌ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ طَلْحَۃَ بْنِ سَعْدٍ عَنْ سَعْدِ بْنِ عُبَیْدَۃَ عَنْ اَبِیْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ انتہی
اور یہ اسناد صحیح ہی اور جو روایت کیا اوسکو ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہ اول جمعہ جو پڑھا بعد جمعے کے مسجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مین تھا ایک گانو مین
یعنی گانو نہین کہا اسکے مخالف نہین کیونکہ قریے کا اطلاق عرب کے عرف مین شہر پر ہوتا ہی اور شاہد ہی اسکا کلام اللہ تعالیٰ کا لَوْلَا
نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْیَتَیْنِ عَظِیْمٍ اور اس جگہ قریتین سے مراد مکہ اور طائف ہی اور نہین شک ہی اسمین
کہ مکہ شہر ہی اور بہ اسطے مین اس حدیث کو رفع کیا ہی لیکن مرفوع نہین پائی گئی وَاللّٰہُ اَعْلَمُ ص اور شہر کی تفسیر مین اختلاف ہی
بعضون کے نزدیک شہر وہ جگہ ہی کہ جسمین حاکم امیر اور قاضی ہووے کہ شرع کا حکم جاری کرے اور حدون کو قائم کرے اور بعضون کے نزدیک
شہر وہ جگہ ہی کہ جسوقت وہان کے لوگ جمع ہووین تو اوس جگہ کی بڑی مسجد مین نہ سماوین اور صاحب وقایہ نے اسی کو اختیار
کیا ہی اور فنا کہ وہ جو مقام شہر کے متصل ہووے اور شہر کے فائدے کیواسطے مقرر ہو مثلاً گھوڑ اور دوانے کے واسطے یا لشکر اوترنے
کیواسطے یا مردہ دفن کرنے کے لیے یا جنازہ پڑھنے کے واسطے یا اسی طرح اور کامون کے لیے مقرر ہو اور جمعے کا پڑھنا حج کے
موسم مین منا مین خلیفہ کیواسطے اور امیر حجاز کے واسطے درست ہی اور امیر موسم کیواسطے اور عرفات مین درست نہین دوسری شرط یہ ہی کہ
بادشاہ ہو یا اوسکا نائب تیسری شرط یہ ہی کہ ظہر کا وقت ہووے ف یعنی پہلے وقت ظہر کے اور زوال آفتاب کے جمعہ درست نہین
کیونکہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مائل ہو جاوے آفتاب تو پڑھ ساتھ آدمیون کے جمعے کو الیسا ہی کہا ہی ہدایے مین اور یہ حدیث مروی
ہوئی ہی مصعب بن عمیر سے کہ جب بھیجا اونکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینے کو کہا کہ پڑھ جمعے کو جب مائل ہو جاوے آفتاب اور صحیح بخاری
مین حضرت انس رضی اللہ عنہ سے کہ تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پڑھتے جمعے کو جب مائل ہو جاتا تھا آفتاب اور روایت کی مسلم نے
سلمہ بن اکوع سے کہ تھے ہم جمعہ پڑھتے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جب زوال ہوتا تھا آفتاب کا اور لیکن روایت کی دارقطنی نے

عبد اللہ بن سیدان سے کہا کہ میں حاضر ہوا ساتھ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے جمعے میں سو تھا خطبہ انکا قبل زوال کے اور ذکر کیا
ایسا ہی عمر و عثمان رضی اللہ عنہما سے اور نہیں دیکھا میں نے کسی کو کہ عیب جانا ہو اسکو اور یہ دلالت کرتا ہے اس بات پر کہ خطبہ
قبل زوال کے تھا لیکن یہ کچھ قادح نہیں ہے واسطے اتفاق کے یا مشہور ہے مصنف عبد اللہ بن سیدان کی ص چوتھی شرط ہے کہ نماز
سے پہلے خطبہ پڑھے اقل ایک تسبیح کے وقت ظہر میں ہو گے یہی مذہب امام ابو حنیفہ کا ہے اور صاحبین کے نزدیک ایک ذکر طویل یعنی کئی خطبہ پڑھنا
پڑھنا ضروری ہے امام شافعی کے نزدیک دو خطبے ہونے میں کہ ہر خطبہ میں حمد و صلوٰۃ اور حکم تقویٰ کا ہو اور پہلا خطبہ قرأت کے طور پر ہو اور دوسرا
وعظ کے طور پر پانچوین شرط یہ ہے کہ جماعت ہو اور جماعت کی حد یہ ہے کہ امام کے سوا تین مرد ہوں اور اگر امام کے سجدہ کرنے سے پہلے
مقتدی بھاگ جاویں تو اس صورت میں امام ظہر شروع کرے اور اگر مقتدی چلے جاویں اور تین مرد رہ جاویں یا امام سجدہ کر چکے
بعد سب بھاگ جاویں تو ان دونوں صورتوں میں امام جمعہ تمام کرے چھٹی شرط یہ ہے کہ اذن عام ہوئے یعنی تمام لوگوں کو مسجد میں
جانے کا حکم ہو سکے اور جو شخص کہ جمعے کے سوا سب نمازوں میں امامت کے لائق ہو وہ جمعے میں بھی امامت کے لائق ہے تو اگر مسافر
یا غلام یا بیمار جمعے میں امام ہو تو درست ہو جاویگا اور امام زفر کے نزدیک درست نہوگا اور معذور اور قیدی کو ظہر جماعت سے
ساتھ ادا کرنی جمعے کے دن شہر میں مکروہ ہے اور امام ابی یوسف کے نزدیک دو جگہ شہر میں جمعہ درست ہے مگر جب ایسا شہر ہو کہ اوسکے
دو جانب ہوں تو دو شہروں کا حکم رکھیگا جیسے بغداد اور امام محمد کے نزدیک دو جگہ یا تین جگہ یا زیادہ جہاں تک شہر میں جائز ہے برابر
کہ شہر کے دو جانب ہوں یا نہوں اور کسی پر جمعہ نہ ہو اوسکو قدرت ہو اوسکی بھی نماز اگر ظہر کی شہر میں قبل جمعہ ہو جاویگی مکروہ ہوگی اور جس شخص کو
فرض ہے جمعہ ظہر پڑھے مکروہ ہے اوسکے واسطے دونا اور حرمت کا لازم ہے کہ نماز جمعہ میں مشغول ہو جسکو ظہر اوسکی باطل ہو جاویگی جمعے کی نماز پاوے یا نہ پاوے اور امام
کا نہ ملنا یہی مذہب صاحبین کے نزدیک ظہر باطل ہوگی مگر جب نماز جمعے کی پاکیوے اور جو شخص کہ جمعے کی نماز میں تشہد میں یا سجدہ سہو میں ملے
تو وہ جمعے کی نماز پوری کرے اور ظہر نہ پڑھے اور اسکے جمعہ پایا ف یہ مذہب امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف کا ہے اور امام محمد کا مذہب یہ ہے کہ اگر مقتدی
امام کے ساتھ دوسری رکعت کے اکثر کو پاوے تو جمعے کو اوس پر بنا کرے اور اگر دوسری رکعت کا اکثر نہ پاوے اور شامل ہو تو اوس پر ظہر پڑھنا لازم
ہو اور ظاہر حدیث کا اوسی پر ہے یعنی جہاں تک کہ فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مَا أَدْرَكْتُمْ فَصَلُّوا وَمَا فَاتَكُمْ فَاقْضُوا یعنی جو پاؤ تم پڑھو
اور جو جاتا رہے تو اوسکو ادا کر لو اور پوری حدیث یوں ہے کہ جب قائم کی جاوے نماز تو نہ آؤ تم دوڑتے ہوئے بلکہ آہستہ چال سے اور
لازم ہے تم پر اطمینان اور سکون سو جو پاؤ اوسکو پڑھو اور جو فوت ہو جاوے تمام کرو روایت کیا اسکو احمد اور ابن حبان نے اور اوس میں بجائے
فَاقْضُوا کے فَأَتِمُّوا ہے اور یہی تخریج کیا اس حدیث کو بخاری اور مسلم اور ابو داؤد اور ترمذی اور نسائی اور ابن ماجہ وغیرہم نے اور ہر ایک کی روایت
میں صحیح ابن حبان کے یہ لفظ بھی واقع ہے یعنی فَاقْضُوا اور اسی طرح سے بیان کیا اوسکو صاحب بلوغ نے کہا مسلم نے کہ سفیان بن عیینہ
اس لفظ میں اور نہیں جانتا ہوں کسی کو کہ روایت کیا ہو اس لفظ کو زہری سے سوا سفیان کے کہا ابو داؤد نے کہ خطا کی ہے سفیان نے
کہ سینے یہ لفظ اور جواب اسکا یہ ہے کہ روایت کی امام احمد نے مسند میں عبد الرزاق سے انہوں نے معمر سے انہوں نے زہری سے اور اسمیں
فَاقْضُوا کا لفظ ہے اور روایت کی بخاری نے اور ابن شعیب نے حدیث لیث سے انہوں نے زہری سے اور کہا فَاقْضُوا اور سلیمان کی روایت میں زہری سے
اور یہی کہا بخاری نے حدیث لیث سے ثنا یونس عن الزهري عن أبي سلمة وسعيد عن أبي هريرة اور اسی طرح روایت کی ابو نعیم نے مستخرج میں ابو داؤد طیالسی نے انہوں نے ابن ابی ذئب سے انہوں نے زہری سے اور اسکے قریب لفظ ہے کیا اس

صورت میں قول ابو داؤد کا اور تفصیل اسکی فتح القدیر میں ہے ص اور جب پہلی اذان ہو چکے تب لوگ خرید و بیچنا چھوڑ دیں ف
اور جمعے کی طرف متوجہ ہوں سو اسطے کہ فرمایا اللہ تعالی نے فَاسْعَوْا اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ وَذَرُوا الْبَیْعَ یعنی دوڑ و طرف یاد اللہ کے
اور چھوڑ دو بیع یعنی بیچنے کو ص اور جب خطبہ پڑھنے کو امام اوٹھے نماز اور بات حرام ہو جاتی ہے ف کیونکہ فرمایا حضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے جب نکلے امام تو نہ نماز ہے نہ کلام ہے اور رفع اسکا غریب ہے اور معروف یہ ہے کہ یہ کلام زہری کا ہے روایت کیا اسکو
مالک نے موطا میں کہا کہ نکلنا امام کا منع کرتا ہے نماز کو اور کلام اوسکا منع کرتا ہے کلام کو اور روایت کی ابن ابی شیبہ نے مصنف
میں عطا سے کہ عبد اللہ بن عباس اور ابن عمر مکروہ رکھتے تھے نماز اور کلام کو بعد نکلنے امام کے اور کہا ابن ابی شیبہ نے ثنا عباد
بن العوام عن یحیی بن سعید عن یزید بن عبد اللہ عن ثعلبۃ بن ابی مالک القرظی قال ادرکت
عمر و عثمان فکان الامام اذا خرج یوم الجمعۃ ترکنا الصلوۃ والکلام یعنی پایا میں نے عمر اور عثمان کو کہ
جب نکلتا تھا امام دن جمعے کے ترک کرتے تھے ہم نماز اور کلام کو اور مروی ہے حضرت علی سے مانند اسکے اور بھی روایت کی
عروہ سے کہا کہ جب بیٹھے امام منبر پر تو نہیں ہے نماز اور کہا زہری نے کہ جو شخص آوے دن جمعے کے اور امام خطبہ پڑھتا ہو بیٹھے اور نماز نہ پڑھے
اور اخراج کیا علما ستہ نے ابو ہریرہ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب تو نے کلام کیا اپنے صاحب سے اور امام خطبہ پڑھتا ہے سو لغو
کیا تو نے اور جو معارضہ کیا اسکا بعض لوگوں نے کہ آیا ایک شخص اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ پڑھتے تھے تو فرمایا کہ پڑھی تو نے نماز او نے
کہا نہیں کہا کہ پڑھ دو رکعتیں لغو ہے کیونکہ دوسری روایت میں ہے انس رضی اللہ عنہ سے کہ آیا ایک شخص مسجد میں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
خطبہ پڑھتے تھے سو فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ کھڑا ہو اور پڑھ دو رکعتیں اور باز رہے آپ خطبے سے یہاں تک فارغ ہوا
وہ شخص نماز سے اخراج کیا اوسکا دارقطنی نے اور کہا کہ اسناد کیا اوسکا عبید بن محمد عبدی نے اور وہم کیا اوس میں پھر نکالا دارقطنی نے
احمد بن حنبل سے یہی حدیث مرسل اور اوس میں ہے کہ انتظار کیا آپ نے اوسکا اور کہا کہ یہ مرسل صواب ہے اور ہم کہتے ہیں کہ مرسل حجت ہے
تو اوسکے مقتضی پر عمل ضرور ہے پھر اسناد اوسکا زیادت ہے جب تابع کے معارض نہو کیونکہ اور حدیث میں اوسکا ذکر نہیں نہ کیا
مخالف مذکور ہے اور زیادت ثقہ کی مقبول ہے اور فقط زیادت اوسکی موجب غلط نہیں ورنہ یہ مقبول کیجاوے زیادت کسی کی اس
حدیث میں واللہ اعلم ص جب تک کہ تمام کرے خطبے کو اور جب امام منبر پر بیٹھے تب اذان کہی جاوے دوسری بار امام کے آگے
ف اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں فقط یہی اذان تھی روایت کیا جماعت نے سوا مسلم کے سائب بن یزید سے
کہا کہ تھی اذان دن جمعے کے اول اوسکے جب امام بیٹھتا تھا منبر پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اور ابو بکر اور عمر کے
سو جب خلافت ہوئی حضرت عثمان کی زیادہ کیا دوسری اذان کو اور ابن ماجہ میں ہے کہ زیادہ کیا دوسری اذان کو ایک گھر میں
کہ نام اوسکا زورا تھا بازار میں اور بعض روایتوں میں ہے کہ زیادہ کی حضرت عثمان نے تیسری اذان اور تیسری اذان اس وجہ سے ہے کہ ایک اقامت
اقامت کو بھی اذان میں شمار کیا ہے جیسا کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بَیْنَ کُلِّ اَذَانَیْنِ صَلٰوۃٌ یعنی درمیان دونوں
اذانوں کے نماز ہے یعنی ایک اذان اور ایک اقامت کے تو دفع ہو گیا اس سے وہ اعتراض جو وارد کیا اوسکو بعض لوگوں نے کہ اذان کے بعد حضرت صلی اللہ علیہ وسلم
خطبہ پڑھتے تھے اور اوسکے بعد نماز تو سنتیں کس وقت ہوتیں کیونکہ یہ اول اذان حضرت کے وقت میں نہ تھی اور وجہ جواب اسکا
بعضوں لوگوں نے کہ سنتیں پڑھتے تھے بعد اذان کے تو وہ جہالت ہے کیونکہ یہ اذان متصل ہوتی ہے خطبے کے بلا فصل کے اور جائز نہیں بات

کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بعد زوال کے نکلتے ہون اونتین پڑھتے ہون اور پھر اذان ہوکے خطبہ شروع ہوتا ہو کیونکہ اوپر ہم باب النوافل مین بیان کر چکے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پڑھتے تھے بعد زوال آفتاب کے دو رکعتین اور کہتے تھے کہ یہ وہ ساعت ہی کہ کھولے جاتے ہین اوسمین دروازے آسمان کے تو مین چاہتا ہون کہ چڑھے میری جانب سے اوسوقت مین کوئی عمل نیک **ص** اور لوگ امام کی طرف مونہہ کرکے چلے بیٹھین اور امام با طہارت کھڑا ہوکے دو خطبے پڑھے اور اون دونون کے بیچ مین اکیبار بیٹھے **ف** کیونکہ کہا ابن ابی شیبہ نے مصنف مین ثنا المحاربی عن حجاج عن الحکم عن مقسم عن ابن عباس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم اَنَّهُ كَانَ يَخْطُبُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ قَائِمًا ثُمَّ يَقْعُدُ ثُمَّ يَقُومُ وَيَخْطُبُ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تھے خطبہ پڑھتے دن جمعے کے کھڑے ہوکے پھر بیٹھتے تھے پھر کھڑے ہوکے خطبہ پڑھتے تھے **ص** اور جب خطبہ تمام ہو جاوے تب اقامت کہی جاوے اور امام لوگون کے ساتھ دو رکعتین پڑھاوے **ف** جاننا چاہیے کہ خطبہ طول کرنا نہایت مکروہ ہی روایت کیا ابن ابی شیبہ وغیرہ نے جابر بن سمرہ سے کہ تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطبے کا قصر کرتے اور نماز کا بھی قصر کرتے اور کہا حضرت عبد اللہ بن مسعود نے کہ قصر خطبے کا اور طول نماز کا مخبر ہین تفقہ سے اوس شخص کے اور عمار سے مروی ہی کہ منع کیا کہ لوگ طول کرین خطبے کو مصنف ابن ابی شیبہ مین ہی اور بہت مذمت بیان کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اون لوگون کی جو طول کرتے ہین خطبے کا اور نماز مین کمی کرتے ہین اور یہ علامت قیامت مین سے آپنے ارشاد فرمایا اور اسی طرح یہ جو لوگون کی عادت ہی کہ دو خطبون کے بیچ مین جب امام بیٹھتا ہی تو دعا مانگتے ہین بدعت ہی اور نہایت مکروہ ہی اور اسی طرح قبل نماز جمعے کے جو لوگ الصلوۃ الصلوۃ کہکے پکارتے ہین بدعت ہی اور ہرگز جائز نہین اور جمعے کے دن کپڑے بدلنا خوشبو لگانا مستحب ہی حدیث مین جمعے کو عید فرمایا ہی

باب عیدین کی نماز کے بیان مین

مستحب ہی کہ عید فطر کے روز نماز کے پہلے کھانا کھاوے اور مسواک کرے اور غسل کرے اور خوشبو ملے اور اپنا اچھا کپڑا پہنے **ف** لیکن نماز کے پہلے کھانا کھانا خصوصاً جب کہ کھانا میٹھا ہو مستحب ہی کیونکہ صحیح بخاری مین ہی کہ تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہین نکلتے تھے واسطے نماز عید کے یہان تک کہ کھا لیتے تھے کچھ خرمے اور کھاتے تھے اونکو طاق اور لیکن مسواک کرنا سو اسواسطے کہ ہر وضو اور نماز کے وقت سنت ہی اور لیکن غسل کرنا سو بیان اسکا غسل کے باب مین گذرا اور لیکن خوشبو ملنا تو اسواسطے کہ یہ دن خوشی کا ہی اور اجتماع کا اور جب کہ جمعے مین خوشبو لگانا مستحب ہی تو عیدین مین بطریق اولی مستحب ہوگا اور اچھا کپڑا پہننے کیونکہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم تھے پہنتے دن عید کے ایک جبہ صوف سے تھا یا کسی اور کپڑے سے اور یہ حدیث بدلشہ مین ہی اور روایت کیا بیہقی نے مانند اسکے طریق شافعی سے اور اخراج کیا طبرانی نے اوسط مین تھے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پہنتے دن عید کے ایک جوڑا سرخ اور جوڑا سرخ اس سے عبارت ہی کہ یمن مین ایک کپڑا ہوتا ہی اوسمین خط ہوتے ہین سرخ اور سبز **ص** اور صدقہ فطر کا ادا کرے **ف** اور بیان اسکا کتاب الزکوۃ مین آویگا **ص** اور مسجد کی طرف تکبیر آہستہ آہستہ کہتا ہوا جاوے **ف** خلاف جہر تکبیر مین دو عید فطر مین تہ اصل تکبیر مین کیونکہ وہ عموم ذکر خدا مین داخل ہی تو نزدیک صاحبین کے جہر کرے جیسا کہ عید قربان مین اور امام صاحب کے نزدیک جہر کرے اور ایک روایت مین اونسے جہر کرے اور کہا امام صاحب نے کہ جہر کرنا اور آواز کا بلند کرنا ساتھ ذکر کے بدعت ہی اور مخالف ہی اللہ تعالی کے قول کے وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِي نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّخِيفَةً وَّدُونَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ یعنی یاد کر اللہ کو عاجزی سے

اور آہستہ سے اور حدیث مین آیا ہی لَا تَدْعُوْنَ اَصَمَّ وَّلَا غَائِبًا یعنی نہین پکارتے ہو تم بہرے اور نہ غائب کو یعنی
اللہ تعالی سنتا جانتا ہی موجود ہی اور روایت کیا دارقطنی نے عبد اللہ بن عمر سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے تکبیر کہتے
فطر مین جب نکلتے تھے اپنے گھر سے عیدگاہ تک اور روایت کیا انھون نے ابن عمرؓ سے کہ وہ جب جاتے تھے صبح کو دن عید فطر
اور دن عید قربان کے جہر کرتے تھے ساتھ تکبیر کے یہان تک کہ آتا تھا امام کہا بیہقی نے صحیح ہی وقف اوسکا ابن عمر پر اور یہ فعل
صحابی کا ساتھ آیت کلام اللہ کے معارض نہوگا **ص** اور عید کی نماز کے پہلے نفل نہ پڑھے **ف** اور اکثر مشایخ نے اسکو مکروہ
جانا ہی اور یہی روایت ہی صحاح ستہ مین حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نکلے اور نماز پڑھی ساتھ صحابہ کے
عید کی اور نہ نماز پڑھی قبل اوسکے اور نہ بعد اوسکے اور روایت کیا ترمذی نے ابن عمرؓ سے کہ وہ نکلے دن عید کے تو نماز نہ پڑھی
قبل اوسکے اور نہ بعد اوسکے اور ذکر کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا ہی کیا صحیح کیا اوسکو ترمذی نے اور یہ نفی محمول ہی
اس بات پر کہ عیدگاہ مین سوا عید کے اور کچھ نہ پڑھتے تھے اور روایت کیا ابن ماجہ نے کہ تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہین پڑھتے تھے قبل
عید کے کچھ سو جب آتے اپنے گھر مین پڑھتے تھے دو رکعتین **ص** اور جو شرطین کہ جمعہ کے واسطے ہین وہی شرطین عید کے واسطے بھی ہین
واجب ہونے اور ادا کرنے کے حق مین مگر خطبہ عیدین مین سنت ہی اور نماز عید کی واجب ہی اور یہی روایت ہی امام ابو حنیفہ سے
اور یہی صحیح ہی اور بعضون نے کہا ہی کہ عید کی نماز سنت ہی ہمارے علماؤن کے نزدیک کیونکہ امام محمد نے کہا ہی کہ جب دو عیدین
ایک دن مین جمع ہووین تو اول سنت ہی اور ثانی فرض ہی اور اسکا جواب یون دیا ہی کہ سنت سے مراد یہ ہی کہ حدیث سے وجوب انکا ثابت ہوا ہی
ف اور وجہ وجوب کی یہ ہی کہ مواظبت کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اوسپر اور وجہ سنت ہونے کی یہ ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
حدیث اعرابی مین فرمایا جسوقت اوسنے پوچھا کہ کیا مجھپر لازم ہی سوا ان پانچ نمازون کے فرمایا کہ نہین مگر یہ کہ نفل پڑھے اور کہا
صاحب ہدایہ نے کہ صحیح وجوب ہی اور یہی مذہب ہی اکثر مشایخ کا لیکن جیسا مواظبت نماز عید سے وجوب اوسکا ثابت ہوتا ہی اسی طرح
وجوب خطبہ عید کا ثابت ہوتا ہی بہر صورت قائل ہونا ساتھ وجوب نماز عید اور سنیت خطبہ عید کے ترجیح بلا مرجح ہی **ص** اور عید
کی نماز کا وقت شروع ہوتا ہی جب آفتاب ایک یا دو نیزے کے برابر بلند ہوتا ہی اور باقی رہتا ہی جب تک کہ زوال نہو آفتاب کا
ف کیونکہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم پڑھتے تھے نماز عید کی جب آفتاب بلند ہو جاتا تھا موافق ایک نیزے یا دو نیزے
کے اور سنن ابو داؤد اور ابن ماجہ مین ہی یزید بن خمیر سے کہا کہ نکلے عبد اللہ بن بسر صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ
آدمیون کے دن عید فطر یا عید اضحی کے سویرا کہا انھون نے امام کو کہ دیر کی اوسنے اور کہا کہ فارغ ہو جاتے تھے ہم اس نماز سے ساتھ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اور ابو داؤد و نسائی نے روایت کیا کہ آئے کچھ سوار طرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے گواہی دیتے تھے کہ انھون نے
دیکھا چاند کو کل تو آپ نے حکم کیا لوگون کو کہ افطار کرین اور جب صبح ہو جاوین طرف عیدگاہ کے اور بیان کیا گیا روایت ابن ماجہ
مین اور دارقطنی مین کہ وہ سوار آئے تھے آخر دن مین اور صحیح کیا دارقطنی نے اسناد اوسکا اور صحیح کیا اوسکو نووی نے خلاصہ مین اور روایت
کیا طحاوی نے ثنا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ صَالِحٍ ثنا هُشَيْمُ بْنُ بَشِيْرٍ عَنْ اَبِي بِشْرٍ جَعْفَرِ بْنِ اَيَاسٍ عَنْ اَبِي عُمَيْرِ بْنِ اَنَسِ
بْنِ مَالِكٍ اَخْبَرَنِي عُمُوْمَتِي مِنَ الْاَنْصَارِ اَنَّ الْهِلَالَ خَفِيَ عَلَى النَّاسِ فِي اٰخِرِ لَيْلَةٍ مِنْ شَهْرِ
رَمَضَانَ فِي زَمَنِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَصْبَحُوْا صِيَامًا فَشَهِدُوْا عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

بَعْدَ زَوَالِ الشَّمْسِ اَنَّهُمْ رَاَوُا الْهِلَالَ اللَّيْلَةَ الْمَاضِيَةَ فَاَمَرَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّاسَ بِالْفِطْرِ فَاَفْطَرُوْا تِلْكَ السَّاعَةَ وَخَرَجَ لَهُمْ مِنَ الْغَدِ فَصَلّٰى بِهِمْ صَلٰوةَ الْعِيْدِ یعنی تحقیق کہ چاند پوشیدہ ہوا لوگون پر اخیر رات مین رمضان سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت مین تو صبح کو انھون نے روزہ رکھا اور آئے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پاس بعد زوال کے لوگ کہ انھون نے دیکھا چاند کو شب گذشتہ مین پس حکم کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگون کو فطر کا اور کھولا انھون نے روزہ اوسی وقت اور نکلے آپ ساتھ انکے دوسرے روز صبح کے وقت اور پڑھی ساتھ انکے عید کی نماز ف امام مقتدیون کے ساتھ دو رکعت پڑھاوے اسطرح سے کہ پہلے تکبیر تحریمہ کہے اور پھر ثنا پڑھے بعد اوسکے تین تکبیرین کہے تب فاتحہ اور سورت پڑھے تب رکوع کی تکبیر کہتا ہوا اور دوسری رکعت مین پہلے قرآن پڑھنا شروع کرے اور بعد قراءت کے تین تکبیرین کہے اور پھر ایک تکبیر اور کہکے رکوع مین جاوے اور چھ تکبیرین جو زیادہ ہین اونمین ہاتھ اوٹھاوے اور نماز کے بعد دو خطبے پڑھے اونمین احکام صدقہ فطر کے بتاوے

ف جاننا چاہیے کہ تکبیرات ہمارے نزدیک عیدین مین چھ چھ ہین اور احادیثین مختلف آئین وارد ہوئی ہین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اور صحابہ سے لیکن جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مروی ہے سو یہ ہے کہ روایت کی ابو داؤد اور ابن ماجہ نے حضرت عایشہ رضی اللہ عنہا سے کہ تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تکبیر کہتے عیدین مین سات اول رکعت مین اور دوسری رکعت مین پانچ قبل قراءت کے سوا دو تکبیرون رکوع کے اور یہی مذہب ہے امام شافعی رحمہ اللہ کا اور روایت کیا اوسکو حاکم نے اور کہا کہ تفرد کیا ساتھ اوسکے ابن لہیعہ نے اور تحقیق کہ استشہاد کیا اوس سے مسلم نے اور کہا کہ اس باب مین مروی ہے حضرت عایشہ اور ابن عمر اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم سے اور طریق اونکے فاسد ہین یعنی ضعیف ہین اور سنن ابو داؤد اور ابن ماجہ مین ہے عبد اللہ بن عمرو بن العاص سے کہا کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تکبیر عید فطر مین سات ہین پہلی رکعت مین اور پانچ دوسری رکعت مین اور قراءت دونون رکعتون مین بعد اونکے ہے زیادہ کیا دارقطنی نے اور پانچ دوسری رکعت مین سوا تکبیر نماز کے کہا نووی نے کہا ترمذی نے علل مین کہ پوچھا مینے بخاری سے اس حدیث کو سو کہا کہ وہ صحیح ہے اور اخراج کیا ترمذی اور ابن ماجہ نے کثیر بن عبد اللہ سے انھون نے اپنے باپ عبد اللہ سے انھون نے اپنے دادا عوف مزنی سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تکبیر کہی عیدین مین اول رکعت مین سات قبل قراءت کے اور دوسری رکعت مین پانچ قبل قراءت کے کہا ترمذی نے کہ حدیث حسن ہے اور وہ اچھی ہے سب چیزون مین جو مروی ہین اس باب مین اور کہا ترمذی نے علل کبری مین کہ پوچھا مینے بخاری سے اس حدیث کو سو کہا کہ نہین صحیح ہے اس باب مین کوئی حدیث اس سے اور اسی سے اخذ کرتا ہون مین اور مروی ہین چند حدیثین سوا انکے کہ موافق ہین ان حدیثون کے اور سنن ابو داؤد مین ہے جو معارض اسکی ہے کہ پوچھا سعید بن العاص نے ابو موسی اشعری سے اور حذیفہ بن الیمان سے کہ کس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تکبیر کہتے تھے اضحی اور عید فطر مین سو کہا ابو موسی نے کہ تھے تکبیر کہتے چار مثل تکبیر جنازے کے سو کہا حذیفہ نے سچ کہا ہے کہا ابو موسی نے ایسا ہی تکبیر کہتا تھا مین بصرہ مین اخیر حدیث تک اور سکوت کیا اوس سے ابو داؤد نے پھر منذری نے اپنی مختصر مین اور یہ روایت برابر دو حدیثون کے ہے کیونکہ تصدیق کی اوسکی حذیفہ نے تو گویا انھون نے بھی روایت کیا اوسکو اور سکوت ابو داؤد اور منذری کا تصحیح ہے واسطے اوس حدیث کے اور جو ضعیف کیا ابن الجوزی نے اوسکو بسبب تضعیف عبد الرحمن بن ثوبان کے اور نقل کیا اوسکو ابن معین سے اور امام احمد سے معارض ہے ساتھ قول صاحب تنقیح کے اپنی کتاب مین کہ توثیق کی اوسکی بہت لوگون نے کہا ابن معین نے نہین حرج ہے ساتھ اسکے لیکن اسناد مین اوسکی ابو عایشہ ہے کہا ابن القطان نے نہین جانتا ہون مین حال اوسکا اور کہا ابن حزم نے مجہول ہے اور اگر مسلم ہو تو

ابن لہیعہ

عبد الرحمن بن ثوبان

ابو عایشہ

ابن لہیعہ کی ضعیف ہے کیونکہ ظاہر ہوا اضطراب اس حدیث کا تو کبھی تو روایت ہے عن ابن لہیعۃ عن یزید بن ابی حبیب
عن ابن شہاب اور کبھی ہے عن عقیل عن الزہری اور بعض میں ہے عن ابن لہیعۃ عن ابی الاسود عن عروۃ عن
عائشۃ اور بعض میں ہے عن الاعرج عن ابی ہریرۃ کہا دارقطنی نے کہ اضطراب ہے اس میں ابن لہیعہ سے اور کچھ
محدثین بیان کرتے ہیں منع کیا اوسکی تصحیح کو ابن القطان نے اپنی کتاب میں اور کہا اوسنے کہ فیہ ثنا عبد اللہ کا نزدیک محدثین کے
متروک ہے اور کہا احمد نے کہ کچھ نہیں اور نہیں روایت کی اوس سے اپنی مسند میں اور ایسا ہی کہا ابن معین نے اور کہا نسائی اور دارقطنی
نے متروک ہے اور کہا ابو زرعہ نے واہی ہے حدیث اوسکی یعنی ضعیف ہے اور کہا امام احمد نے نہیں ہے تکبیر عیدین میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم
سے کوئی حدیث صحیح لیکن سنت پکڑی گئی ہے اور یہی ہے مذہب قول ابو ہریرہ کا لیکن جو مروی ہے صحابہ سے سو حدثنا عبد الرزاق نے
ثنا سفیان الثوری عن ابی اسحٰق عن علقمۃ والاسود ان ابن مسعود کان یکبر فی العیدین تسعا
اربعا قبل القراءۃ ثم یکبر فیرکع وفی الثانیۃ یقرأ فاذا فرغ کبر اربعا یعنی ابن مسعود تکبیر کہتے تھے عیدین
میں نو تکبیریں چار قبل قراءت کے پھر تکبیر کہتے تھے اور رکوع کرتے تھے اور دوسری رکعت میں قراءت کرتے تھے اور جب فارغ ہوتے تھے
قراءت سے تکبیر کہتے تھے چار بار اور اول رکعت میں تین تکبیریں عید کی ہیں اور ایک تکبیر تحریمہ اور دوسری میں بھی تین عید کی
اور ایک رکوع کی اور روایت کی اوسنے باسناد صحیح اسی اسناد سے کہا کہ تھے ابن مسعود بیٹھے اور نزدیک انکے ابو موسیٰ اشعری تھے
اور حذیفہ سو پوچھا اونسے سعید بن العاص نے تکبیر سے نماز عیدین کی کہا حذیفہ نے پوچھ ابو موسیٰ سے کہا ابو موسیٰ نے کہ پوچھ عبد اللہ بن مسعود سے
کیونکہ وہ ہم میں قدیم ہیں اور سب سے زیادہ جاننے والے ہیں پھر پوچھا اونسے تو کہا ابن مسعود نے تکبیر کہے چار پھر قراءت کرے اور تکبیر کہے اور رکوع
کرے پھر کھڑا ہو دوسری رکعت میں اور قراءت کرے پھر تکبیر کہے چار بعد قراءت کے اور ایک دوسرا طریقہ ہے کہ روایت کیا اوسکو
ابن ابی شیبہ نے باسناد صحیح مسروق سے کہ تھے سکھاتے ہمکو عبد اللہ بن مسعود تکبیر عیدین میں نو تکبیریں پانچ پہلی رکعت میں اور چار
دوسری رکعت میں اور اس سے مراد یہ ہے کہ ایک تکبیر تحریمہ کی اور تین عیدین کی اور ایک رکوع کی اول رکعت میں اور دوسری میں ایک
رکوع کی اور تین عیدین کی اور ایک دوسرا طریقہ ہے اس حدیث کا روایت کیا اوسکو امام محمد نے ثنا ابو حنیفۃ عن حماد
بن ابی سلیمان عن ابراہیم النخعی عن عبد اللہ بن مسعود انہ کان قاعدا فی مسجد الکوفۃ ومعہ حذیفۃ
بن الیمان وابو موسیٰ الاشعری فخرج علیہم الولید بن عقبۃ بن ابی معیط وھو امیر الکوفۃ یومئذ
فقال ان غدا عیدکم فکیف افعل فقالا اخبرہ یا ابا عبد الرحمن فامرہ عبد اللہ بن مسعود
ان یصلی بغیر اذان ولا اقامۃ وان یکبر فی الاولی خمسا وفی الثانیۃ اربعا وان یوالی بین
القراءتین وان یخطب بعد الصلوٰۃ علی راحلتہ یعنی ایک روز حضرت عبد اللہ بن مسعود بیٹھے تھے مسجد کوفہ میں
اور تھے انکے ساتھ حذیفہ بن الیمان اور ابو موسیٰ اشعری تو نکلے انکے پاس ولید بن عقبہ اور وہ امیر کوفہ کے تھے اوس دن
میں اور کہا کل عید ہے تمہاری تو کیا کروں یعنی کس طرح نماز پڑھاؤں میں کہا ابو موسیٰ اور حذیفہ نے کہ بتاؤ اوسکو اے ابو عبد الرحمن
پھر حکم کیا عبد اللہ نے اوسکو کہ پڑھے بغیر اذان اور اقامت کے اور تکبیر کہے پہلی رکعت میں پانچ اور دوسری میں چار اور موالات کرے
درمیان دونوں قراءتوں کے اور خطبہ پڑھے بعد نماز کے اپنی سواری پر اور یہ اثر صحیح ہے اور یہ جو بیٹھے تھے سو عبد اللہ ابن مسعود کے

تھے ساتھ اوسکے عدد نہ اور موجود ہی تو اگر کوئی کہے کہ مروی ہوا ابوہریرہ اور ابن عباس سے جو مخالف ہے اوسکے جواب دیکھا ہے
کہ معارض ہونگے پس اثر عبداللہ بن مسعود کے اوسپر ترجیح ہو گی اثر عبداللہ کو کیونکہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فقیہ ہونے میں زیادہ عبداللہ بن مسعود
سے اور ہر ایک سے ہیں ہے وہ بخلاف ابن مسعود اور ابن عباس سے جو مروی ہے مصنف ابن ابی شیبہ میں کہ تکبیریں کہیں انھوں نے عیدین
تیرہ تکبیریں سات پہلی رکعت میں اور چھ دوسری رکعت میں اور ایک روایت میں ہے کہ بارہ تکبیریں سات اول رکعت میں اور پانچ
دوسری رکعت میں معارض ہے اوسکے وہ جو روایت کیا ہے خود ابن عباس سے کہ نماز پڑھی انھوں نے عید کی اور تکبیریں کہیں نو
تکبیریں پانچ اول رکعت میں اور چار دوسری میں اور موالات کی درمیان دونوں قراءتوں کے اور روایت کیا اوسکو عبدالرزاق نے
کیا اونہیں کو کلیا غیر کی مانند اسکے تو باقی رہا اثر ابن مسعود کا سالم معارضے سے اور اوسی سے حجت پکڑی ہمارے علماؤں نے رضی اللہ
اور وہ خطبے بعد نماز عید کے پڑھے روایت کی ابن ماجہ نے جابر سے کہ نکلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دن فطر کے یا اضحی کے خطبہ
پڑھا آپ نے کھڑے ہوکے پھر بیٹھے آپ پھر کھڑے ہوکے پڑھا اور کہا نووی نے خلاصہ میں اور جو مروی ہے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے
کہ سنت سے ہے یہ بات کہ خطبے پڑھے دو عیدین میں اور فاصل کرے اونمیں ایک جلسے کو ضعیف ہے متصل نہیں اور نہیں ثابت ہوا دو خطبے
پڑھنے میں کچھ اور معتمد اوسمیں قیاس ہے جمعے پر تو اگر خطبہ پڑھا قبل نماز کے خلاف کیا سنت کا لیکن پھر اعادہ کرے خطبے کا **ص**
اور اگر امام نے نماز عید پڑھی اور کسی شخص نے اوسکے ساتھ نماز نہ پڑھی قضا نہ کرے اور اگر عید کی نماز کسی عذر سے پہلے روز
نہ پڑھی گئی دوسرے دن پڑھی جاوے اور تیسرے دن نہ پڑھی جاوے **ف** اور دلیل اسکی اوپر گذری **ص** اور عید اضحی کے احکام عید
فطر کے موافق ہیں مگر عید قربان میں مستحب ہے کہ جب تک نماز نہ پڑھی جاوے کھانا نہ کھاوے اور نماز کے قبل کھانا مکروہ نہیں اور اسی پر فتویٰ ہے
ف روایت کیا ترمذی اور ابن ماجہ نے اور ابن حبان نے صحیح میں اور حاکم نے مستدرک میں اور صحیح کیا اوسکو عبداللہ بن بریدہ سے
انھوں نے اپنے باپ سے کہا کہ تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہیں نکلتے دن عید فطر کے یہاں تک کہ کچھ کھا لیتے تھے اور نہیں کھاتے تھے
دن بقرعید کے یہاں تک کہ لوٹتے تھے زیادہ کیا دارقطنی اور احمد نے کہ کھاتے تھے قربانی سے اور صحیح کیا اوسکو یحییٰ بن القطان نے اپنی کتاب
میں اور دارقطنی کی زیادت کو بھی صحیح کیا **ص** اور عید اضحی میں تکبیر پکار کے رستے میں کہے **ف** اور بیان اسکا اوپر گذرا
ص اور خطبے میں تکبیرات تشریق اور قربانی کے احکام بتلاوے اور اگر کسی عذر سے یا بغیر عذر کے نماز نہ پڑھی گئی تو دو روز تک بعد پہلے کے
نماز درست ہے اور بعد اوسکے نہیں درست اور عرفے کے روز وقوف کی مشابہت کے واسطے یعنی اون لوگوں کی جو حج میں کھڑے
ہوتے ہیں اور وقوف کے تئیں جمع ہونا کچھ معتبر چیز نہیں ہے کہ اوس سے ثواب ہووے اسواسطے کہ ایک مکان خاص جسکو عرفات کہتے ہیں اوسمیں
حاضر ہونا حج کے سوا عمل میں فرض اور واجب ثواب ہے اور عرفات کے سوا دوسرے مکان میں نہیں اور تکبیرات تشریق کی یعنی اللہ اکبر
اللہ اکبر لا اِلٰہ اِلا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد عرفے کی فجر سے ہر فرض کے بعد جو مردوں کی جماعت کے ساتھ
پڑھا جاوے شہر کے مقیم پر **ف** جاننا چاہیے کہ اسمیں اختلاف ہے کہ تکبیرات تشریق کی واجب ہیں یا سنت بعضوں نے کہا ہے کہ واجب ہیں
اور بعضوں نے سنت اور اکثر کا مذہب یہ ہے کہ واجب ہیں روایت کیا ابن ابی شیبہ نے حضرت علی سے کہ وہ تکبیر کہتے تھے بعد فجر کے
دن عرفے سے نماز عصر تک اخیر دن تک دنوں تشریق کے اور روایت کی محمد بن حسن نے نا ابو حنیفۃ عن حماد بن ابی سلیمان
عن ابراہیم النخعی عن علی بن ابی طالب اسی مضمون سے مثل اوسکے اور مذہب امام صاحب کا یہ ہے کہ فجر عرفے سے شروع

اور جان قربانی تک یعنی عید کے روز عصر کی نماز تک پڑھے اور دلیل انکی یہ ہے جو روایت کی ابن ابی شیبہ نے حَدَّثَنَا اَبُو الْاَحْوَصِ عَنْ اَبِیْ اِسْحٰقَ عَنِ الْاَسْوَدِ قَالَ كَانَ عَبْدُ اللّٰهِ يُكَبِّرُ مِنْ صَلٰوةِ الْفَجْرِ يَوْمَ عَرَفَةَ اِلٰى صَلٰوةِ الْعَصْرِ مِنْ يَوْمِ النَّحْرِ يَقُوْلُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ یعنی تھے عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ تکبیر کہتے تھے نماز فجر سے دن عرفے کے قربانی کے دن نماز عصر تک اللہ اکبر اللہ اکبر آخر تک روایت کی حاکم نے علی اور عمار رضی اللہ عنہما سے کہ وہ دونوں کہتے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جہر کرتے تھے بیچ فرضوں کے بسم اللہ الرحمن الرحیم کا اور تھے قنوت پڑھتے نماز فجر میں اور تھے تکبیر کہتے دن عرفے کے نماز صبح سے اور ختم کرتے تھے اسکو نماز عصر تک اخیر ایام تشریق میں اور صحیح کیا اسکو حاکم نے اور کہا ذہبی نے کہ یہ حدیث واہی ہے گویا موضوع ہے کیونکہ عبدالرحمن اسناد میں ہے اسکی حدیثیں منکر ہیں اور سعید اسکی اسناد میں اگر سعید بن بزیع ہے تو وہ ضعیف ہے اور اگر دوسرا ہے تو مجہول ہے اور تخریج کیا اسکا بیہقی نے اور ضعیف کیا اسکو ص اور اس عورت پر جو شہر کے ساتھ اقتدا کی اور اس مسافر پر جو مقیم کا مقتدی ہو ایام تشریق کے آخر روز کی عصر تک واجب ہے اور مقتدی تکبیر تشریق کی ترک نہ کرے اگرچہ امام ترک کرے ف کیونکہ متابعت امام کی اندر نماز کے واجب ہے اور یہ باہر نماز کے واجب ہے

باب خوف کی نماز کے بیان میں

جس وقت کہ دشمن کا خوف زیادہ ہووے تو اس وقت امام دو گروہ کرے ایک گروہ کو دشمن کی طرف کرے اور دوسرے گروہ کے ساتھ ایک رکعت پڑھے اگر مسافر ہے اور دو رکعتیں اگر مقیم ہے تب یہ گروہ دشمن کی طرف چلے جاویں اور دوسرا گروہ جو دشمن کے پاس تھا آوے اور پڑھے اور انکے ساتھ امام جو باقی ہے نماز میں اور سلام پھیر دیوے امام اکیلا اور یہ چلے جاویں طرف دشمن کے اور پہلا گروہ آوے اور تمام کرے نماز کو بغیر قرأت کے پھر دوسرا آوے اور وہ ساتھ قرأت کے نماز تمام کریں اور فجر کا حکم بھی ایسا ہی ہے ف اور دلیل ہماری حدیث ابن مسعود کی ہے تخریج کیا اسکا ابو داؤد نے اور دارقطنی میں بھی مذکور ہے اور ضعیف کیا اس حدیث کو لوگوں نے بسبب ابو عبیدہ کے کہ نہیں سنا انھوں نے اپنے باپ ابن مسعود سے اور خصیف راوی قوی نہیں اور تفصیل سے بیان کیا اسکو شیخ ابن الہمام نے فتح القدیر میں ص اور مغرب کی نماز میں پہلے گروہ کے ساتھ دو رکعتیں پڑھے اور دوسرے کے ساتھ ایک رکعت اور اگر زیادہ ہو خوف کہ گھوڑے سے اتر نہ سکیں تو اکیلے اکیلے سوار نماز پڑھیں اور رکوع اور سجدہ اشارے سے کریں اور اگر قبلے کی طرف مونہہ نہ کر سکیں تو جس طرف چاہیں مونہہ کریں اور باطل کرتا ہے نماز کو لڑائی کرنا اور چلنا اور سوار ہونا ف اسواسطے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی چار نمازیں جنگ خندق میں قضا ہوئی تھیں اور اگر لڑائی میں نماز پڑھنا درست ہوتا تو کیوں قضا کرتے

باب جنازے کے احکام کے بیان میں

جو شخص کہ قریب مرنے کے ہووے اوسکے واسطے سنت ہے کہ مونہہ قبلے کی طرف کیا جاوے داہنی کروٹ سے اور کلمہ شہادت کا سکھلایا جاوے اور چت لٹانا مختار ہے ف اور اول موافق سنت کے ہے اور چت لیٹنے میں آسانی ہے اور دلیل اسکی یہ ہے کہ روایت کی حاکم نے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب تشریف لائے مدینے میں تو پوچھا حال براء بن معرور کا سو کہا صحابہ نے وفات کی اور تہائی وصیت کی ہے آپکے لئے اور جب مرنے لگے تو کر دیا مونہہ میرا طرف قبلے کے کہا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ پہنچا وہ موافق آخر حدیث تک اور لیکن یہ بات کہ داہنی کروٹ پر لیٹے تو ممکن ہے استدلال اوسپر جو صحیحین میں ہے براء بن عازب سے انھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کہ فرمایا آپنے جب آؤ خوابگاہ اپنی کو تو وضو کر نماز کے پھر لیٹ داہنی کروٹ پر اور کہہ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْلَمْتُ نَفْسِیْ اِلَیْکَ
آخر تک یہانتک کہ کہا اگر مر جاویگا تو مریگا اوپر شرع کے اور لیکن داہنی کروٹ پر لیٹنا اور مونھ قبلے کی طرف بھی کرنا سو
بعض لوگ حجت پکڑتے ہیں اوس حدیث سے جو روایت کیا اوسکو امام احمد نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے کہ حضرت فاطمہ نے وقت موت کے
مونھ قبلے کی طرف کیا تھا اور بہت طویل حدیث بیان کی ذکر کیا اوسکو شیخ ابن الہمام نے لیکن یہ حجت ضعیف ہی اور سیوطی نے
نہیں ذکر کیا اوسکو ابن شیبہ نے مختصر کے باب میں کتاب الجنائز سے سوا ایک اثر کے ابراہیم نخعی سے کہ مونھ کرے میت طرف قبلے کے
اور عطا سے بھی ایسا ہی لیکن زیادہ کیا اونہوں نے کہ اوپر داہنی کروٹ کے اور میں نہیں جانتا ہوں کسیکو کہ ترک کیا ہو اوسکو مرنے والے
شہادت سکھایا جاوے اسواسطے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سکھاؤ تم مردوں کو شہادت اس بات کی کہ نہیں ہے کوئی معبود سوا اللہ کے
روایت کیا اوسکو جماعت نے سوا بخاری کے اور ایسا ہی مروی ہے حدیث ابوہریرہ سے اور روایت کی مسلم نے مانند اوسکے ص اور جب مر جاوے
تب اوسکے دونوں جبڑے باندھے اور اوسکی آنکھ کو بند کرے اور خوشبو سلگاوے اور اوسکا تخت اور کفن بھی طاق ہو
ف اسواسطے کہ حدیث میں آیا ہے اللہ وتر ہے یعنی طاق ہے اور دوست رکھتا ہے طاق کو ص اور تخت پر رکھا جاوے اور ننگا کیا جاوے
اور عورت اوسکی چھپائی جاوے اور وضو کرایا جاوے بغیر کلی اور ناک میں پانی ڈالنے کے اور اوس مردے کے اوپر پانی جاری
کرے جسکو بیری کی پتی یا اشنان گھانس ڈال کے جوش کیا ہووے ورنہ خالص پانی کے ساتھ دھووے ف اور وارد
ہے اس مضمون میں حدیث روایت کیا اوسکو حاکم نے مستدرک میں اور ایک روایت میں ہے کہ اغسلوہ بماء وسدر یعنی
غسل دو اوسکو ساتھ پانی اور بیری کی پتی کے ص اور اوسکا سر اور داڑھی گل خیرو سے دھووے بعد اوسکے مردے کو بائیں
کروٹ لٹا کے غسل دیوے اسقدر کہ جسمیں تخت سے ملا ہوا اوسکو پانی پہونچے پھر داہنی کروٹ لٹاوے اور اسی طرح غسل دیوے
ف اسواسطے کہ شروع کرنا داہنی سے مستحب ہے ص اور پہلے بائیں کروٹ لٹانا اسواسطے کہا کہ جسمیں داہنی طرف سے
غسل شروع ہووے پھر اوسکو ٹیکن دیکے بٹھاوے اور اوسکے پیٹ کو نرم نرم ملے اور جو کچھ نکلے اوسکو دھووے اور غسل کو نہ دہراوے
تب بعد اوسکے ایک کپڑے سے پانی پونچھے اور اوسکے ناخون نہ تراشے اور بال میں کنگھی نکرے اور امام شافعی کے نزدیک کرے
ف کیونکہ کہا حضرت عائشہ نے جب دیکھا ایک عورت کو کہ کھینچے جاتے ہیں بال اوسکی پیشانی کے یعنی کنگھی کی جاتی ہے کہ
کیوں کھینچتے ہو تم پیشانی اوسکی کو یعنی کنگھی کرنا تو واسطے زینت کے ہے اور مردے کو حاجت زینت کی نہیں اخراج کیا اسکا عبدالرزاق نے
سفیان ثوری سے انھوں نے حماد سے انھوں نے ابراہیم سے انھوں نے حضرت عائشہ سے اور روایت کیا اسکو امام ابو حنیفہ نے حماد سے
انھوں نے ابراہیم سے اور روایت کی ابراہیم حربی نے اپنی کتاب غریب الحدیث میں ثنا ھشیم ثنا المغیرۃ عن ابراھیم عن
عائشۃ انھا سئلت عن المیت یسرح رأسہ فقالت یعنی پوچھی گئیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا مردے سے
کہ کنگھی کیا جاوے تب کہا انھوں نے وہ قول ص اور اوسکی داڑھی اور سر پر خوشبو ملے اور سجدے کے اعضا پر کافور ملے یعنی پیشانی
اور ناک اور دونوں ہاتھ اور دونوں زانو اور دونوں قدم پر ف اور کافور لگانا مستحب ہے حدیث کا ہے ص سنت
کفن کی مرد کے واسطے تین کپڑے ہیں ازار اور لفافہ اور قمیص اور چادر کو جب کپڑے ...
...بھی باندھ سنت ... واسطے ازار اور لفافہ بھی کفایت ہے ف اور کفن سنت کی حجت

یہ ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کفن دیے گئے تین کپڑون مین سپید تھے سحول کے اور سحول نام ایک مقام کا ہی ملک یمن مین کپڑے
اوس جگہ کے بہت اچھے ہوتے ہین اور روایت کیا اسکو اصحاب صحاح ستہ نے حضرت عائیشہ رضی سے لیکن اوس حدیث مین یہ بھی مذکور ہی کہ تھا
اون کپڑون مین کرتا اور نہ عمامہ تو اگر یہ کہا جاوے کہ کرتا اس سے خارج ہی اور دو بھی کفن مین لازم ہین جیسا کہ کہا امام مالک نے تو چار
کپڑون مین کفن ہو ویگا اور وہ غلط ہی کیونکہ بخاری مین ہی عَنْ اَبِي بَكْرٍ قَالَ لِعَائِشَةَ فِي كَمْ كُفِّنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ فِي ثَلٰثَةِ اَثْوَابٍ قَمِيْصٌ وَّاِزَارٌ وَّلِفَافَةٌ یعنی پوچھا حضرت ابوبکر رضی نے حضرت عائشہ
رضی اللہ عنہا کہ کتنے کپڑون مین کفن دیے گئے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہا کہ تین کپڑون مین کرتا اور ازار اور لفافہ
اور یہ ضعیف ہی بسبب ناصح بن عبد اللہ کوفی کے اور ضعیف کیا اوسکو نسائی نے اور اگر ہووے اون لوگون مین سے جنکی حدیث لکھی جاوے گی تو
بھی حدیث حضرت عائیشہ رضی کی معارض نہو گی اور جو روایت کی امام محمد نے امام ہمارے ابوحنیفہ سے عَنْ حَمَّادِ بْنِ اَبِيْ سُلَيْمَانَ
عَنْ اِبْرَاهِيْمَ النَّخَعِيِّ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُفِّنَ فِيْ حُلَّةٍ يَمَانِيَةٍ وَّقَمِيْصٍ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کفن دیے گئے ایک جوڑے یمنی مین اور کرتے مین مرسل ہی اور مرسل اگرچہ ہمارے نزدیک حجت ہی لیکن تقدیم اوسکی حدیث حضرت عائشہ
پر کسطرح سے ہوگی ہان اگر یہ کہا جاوے کہ حدیث قمیص کی مروی ہی چند طریقون سے تو معارض ہووے گی حدیث حضرت عائیشہ رضی کے
اور اون طریقون مین سے دو طریقے بیان کیے اور تیسرا طریقہ وہ ہی جو روایت کی عبد الرزاق نے حسن بصری سے مرسل اور چوتھا طریقہ وہ ہی
جو روایت کی ابوداؤد نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کہ کفن دیے گئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تین کپڑون مین اوس کرتے مین جسمین انتقال
کیا اور ایک جوڑے نجرانی مین اور نجران ایک شہر کا نام ہی اور ضعیف ہی بسبب یزید بن ابی زیاد راوی کے لیکن ترجیح شاید اسطور پر
ہووے کہ کفن کو مرد عورت سے زیادہ جانتے ہین ورنہ اس مقام مین شک ہی کیونکہ مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غسل دیے گئے اوس
قمیص مین جسمین انتقال کیا پھر اوسپر کسطرح سے کفن پہنایا جاویگا وَاللّٰهُ اَعْلَمُ اور حلہ یعنی جوڑا عرب کے عرف مین دو کپڑون کا نام ہی
ازار اور چادر اور ہمارے نزدیک عمامہ نہین لیکن اچھا جانا اوسکو بعض لوگون نے کیونکہ مروی ہی ابن عمر رضی سے کہ وہ عمامہ باندھتے تھے
مردے کے اور مستحب کفن مین یہ ہی کہ سفید ہووے مرد کیواسطے اور عورت کے لیے اور جائز ہی عورت کو زعفرانی اور زرد رنگ وغیرہ جیسا کہ
حالت حیات مین اوسکو درست تھا اور جو لڑکا کہ قریب بلوغ کے ہووے اور اسی طرح لڑکی بھی حکم بالغ اور بالغہ مین ہی اور دو کپڑے
کفایت ہین کیونکہ کہا حضرت ابوبکر رضی نے کہ نظر کرو میرے دو کپڑون مین سو دھوا ڈالو اونکو اور کفن دو مجکو اونہین کیونکہ زندے کو زیادہ احتیاج
ہی نئے کپڑے کی طرف مردے سے یعنی کچھ حاجت نئے کپڑے کی نہین اونہین کفایت ہی کیونکہ زینت لباس اور جمیع امور دنیاوی
کی تابع حیات ہی اور جب حیات نے قصد انفکاک کیا تو اوس وقت زینت وغیرہ بیفائدہ ہی اور روایت کی عبد الرزاق نے حضرت
عائیشہ رضی اللہ عنہا سے کہ کہا ابوبکر رضی نے اپنے دونون کپڑون میں جن مین بیمار ہوئے تھے کہ دھوا ڈالو اونکو اور کفن دو مجکو اونہین تو کہا حضرت عائیشہ رضی
اللہ عنہا نے کیا نہ خرید کرین ہم تمہارے واسطے نیا کپڑا فرمایا کہ نہین زندہ زیادہ محتاج ہی طرف نئے کپڑے کے مردے سے اور صحیح بخاری مین جو
مروی ہی ابوبکر رضی سے خلاف اوسکے معارض ہی اوسکے جو ذکر کیا ہمنے مصنف عبد الرزاق سے اور سند عبد الرزاق کی کچھ کم نہین سند بخاری
سے بلکہ اوس سے بھی زیادہ صحیح ہی اور سند اونکی یہ ہی اَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ اور کفن
عورت کیواسطے پیراہن اور ازار اور اوڑھنی اور لفافہ اور سینہ بند جسمین سے اوسکے پستان باندھے جاوین سنت ہی اور اوسکے واسطے

ازار اور لفافہ اور دامنی بھی کفایت ہی ف اور کفن بسنت کی یہ ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اون عورتون کو جنھون نے ام کلثوم
اونکی بیٹی کو کفن دیا تھا پانچ کپڑے عطا فرمائے تھے جیسا کہ ہی روایت مین بیان کیا اسکو ام عطیہ نے اور بعضون سے کہا ہی کہ صواب
بجای ام عطیہ کے لیلی بنت قائف ہی کہا اوسنے کہ تھی مین اون عورتون مین جنھون نے کفن دیا تھا ام کلثوم بیٹی آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم کو سو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اول جو دیا اوسکو ازار تھی پھر پیراہن پھر دامنی پھر چادر پھر ایک اور کپڑا اور دیا گیا روایت
کیا اسکو ابو داود نے اور حسن کہا اوسکو نووی نے اور کہا منذری نے کہ ام کلثوم نے وفات کی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غائب تھے یعنی اور
جگہ تھے اور معارض ہی اس قول کے وہ جو کہا ابن الاثیر نے کتاب الصحابہ مین کہ انتقال کیا ام کلثوم نے سنہ نو مین بعد زینب کے
ایک برس اور نماز پڑھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اوسپر اور کہا کہ وہ ہی جسکو غسل دیا تھا ام عطیہ نے اور ایک سند قوی
موجود ہی جو دلالت کرتی ہی ضعف پر قول منذری کے وہ جو روایت کی ابن ماجہ نے بسند صحیح ام عطیہ سے کہا کہ داخل ہوئے ہم پر رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ہم غسل دیتے تھے اونکی بیٹی ام کلثوم کو سو فرمایا آپ نے کہ غسل دو اوسکو تین بار یا پانچ بار ساتھ پانی
اور بیری کی پتی کے اور اخیر بار مین کافور کر دو سو جب فراغت ہو جاوے مجھکو خبر دو سو جب فارغ ہوئے ہم خبر دی ہمنے انکو تو
پھینکی طرف ہماری ایک ازار اور کہا کہ بچھا دو یہ اوسکو ذکر کیا یہ شیخ ابن الہمام نے فتح القدیر مین ص پہلے لفافہ بچھاوے تب اوسکے اوپر
ازار تب مردے کو پیراہن پہناوین ازار پر رکھے اور ازار کو پہلے بائین طرف سے لپیٹے تب داہنی طرف سے لپیٹے تب بعد اوسکے لفافہ بھی
اسیطرح لپیٹے اور عورت کو پہلے پیراہن پہناوین اور اوسکے سر کے بال کو دو حصہ کر کے اوسکی چھاتی پر پیراہن کے اوپر رکھدیوے تب اوسکے
اوپر دامنی اوڑھاوے پھر ازار تب اوسکے اوپر لفافہ لپیٹے اور اگر کفن کے کھلجانے کا ڈر ہووے تو اوسکو باندھ دیوے ف اور کفن کفایت
سے بھی کم کرنا مکروہ ہی مگر وقت ضرورت کے جیسا کہ روایت کی جماعت نے سوا ابن ماجہ کے خباب بن الارت سے کہا کہ ہجرت کی ہمنے
ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے اللہ کے تو واقع ہوا اجر ہمارا اللہ پر تو بعضے اون مین سے ایسے ہوئے جنھون نے کچھ اجر لیا اور گذر گئے
اون مین سے تھے مصعب بن عمیر کہ قتل کیے گئے دن احد کے اور چھوڑ گئے ایک چادر تو ہم جب ڈھانپتے تھے سر اوسکا کھلجاتے تھے
پیر اونکے اور جب پیر کو بند کرتے تھے کھل جاتا تھا سر اونکا تو حکم کیا ہمکو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ چھپاؤ سر اونکا اور کر دو پیر پر
گھانس اذخر کی اور کفن بھی قبل باندھنے کے خوشبو یا عود کا لگائیے نہ روایت کی حاکم نے مستدرک مین کہ فرمایا حضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ خوشبو دو تم میت کو تین بار اور ایک روایت مین بیہقی کی یہ ہی جمروا کفن المیت ثلثا یعنی
خوشبو دو کفن کو مردے کے تین بار اور کہا گیا ہی کہ سند اوسکی صحیح ہی اور بعد اوسکے اوسپر نماز پڑھین کیونکہ ص نماز پڑھنا
جنازے کی فرض کفایہ ہی یعنی اگر بعض پڑھ لین سب کے ذمے سے ساقط ہوگی اور اگر کسی نے نہ پڑھی تو سب گنہگار ہونگے ف تو
اس جگہ پر دو باتین ثابت کرنا ضرور ہین ایک یہ کہ نماز فرض ہی دوسری یہ کہ فرض کفایہ ہی تو دلیل فرضیت کی یہ ہی کہ فرمایا اللہ تعالی
نے وصل علیہم ان صلوتک سکن لہم یعنی پڑھ نماز اونپر کیونکہ نماز تمہاری ای محمد آرام ہی اونکے واسطے اور دلیل
دوسری کی یہ ہی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مردے پر خود نماز نہین پڑھی اور کہا اصحاب سے کہ پڑھو نماز اپنے صاحب پر تو اگر فرض
مین ہوتی نہ ترک کرتے اوسکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور شرط اوسکی یہ ہی کہ مردہ امام کے سامنے حاضر ہووے تو نماز غائب پر درست نہین
اور جو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نجاشی پر نماز پڑھی تھی تو اسواسطے کہ تخت اوسکا آپکے سامنے حاضر ہو گیا تھا اگرچہ مقتدیون کو

نہ معلوم ہوا اور دلالت کرتی ہے اوسپر جو روایت کی ابن حبان نے صحیح میں عمران بن حصین سے کہ کہا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بھائی تمھارا نجاشی انتقال کیا اونسے سو کھڑے ہو اور نماز پڑھو اوسپر تب کھڑے ہوئے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صف باندھی صحابہ نے پیچھے آپکے اور تکبیر کہیں چار تکبیریں اور وہ نہیں جانتے تھے کہ جنازہ اونکے سامنے ہے اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ گمان اونکا اسی طرف تھا کہ بلانے پر بغیر ہونے جنازے کے نماز کس طرح ہوگی تو شاید کہ کشف ہوا ہو آپ پر یا خصوصیات نجاشی میں سے ہے واللہ اعلم تو اگر کوئی اعتراض کرے کہ سوا نجاشی کے آپنے معاویہ بن معاویہ مزنی پر نماز پڑھی اور وہ حاضر تھے جیسا کہ وارد ہے حضرت جبرئیل علیہ السلام تبوک میں آئے کہا اے رسول اللہ معاویہ نے وفات کی مدینے میں تو اگر چاہو تم لپیٹ دون میں تمھارے واسطے زمین کو یعنی اوس زمین کو جہان وہ تین موئے ہیں حاضر کردون اور تم نماز پڑھو اوسپر فرمایا کہ اچھا تو مارا اپنا بازو زمین پر حضرت جبرئیل علیہ السلام نے تو اوٹھا آپکے واسطے تخت اونکا اور نماز پڑھی آپنے اونپر اور پیچھے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دو صفیں تھیں فرشتوں کی ہر صف میں ستر ہزار فرشتے تھے پھر پوچھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے کہ کس سبب سے یہ درجہ پایا اونے کہا کہ اچھی لگتی تھی اونکو سورت قل ہو اللہ احد کی اور پڑھتے تھے اوسکو آتے جاتے اور چلتے اور کھڑے اور بیٹھے روایت کیا اوسکو طبرانی نے حدیث ابی امامہ سے اور ابن سعد نے طبقات میں حدیث انس سے اور نماز پڑھی آپنے زید بن حارثہ اور جعفر طیار پر جیسے کہ روایت کی واقدی نے مغازی میں حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ صَالِحٍ عَنْ عَاصِمِ بْنِ عُمَرَ وَبْنِ قَتَادَةَ وَحَدَّثَنِي عَبْدُ الْجَبَّارِ بْنُ عُمَارَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ قَالَ لَمَّا الْتَقَى النَّاسُ بِمُوتَةَ جَلَسَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْمِنْبَرِ وَكُشِفَ لَهُ مَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ الشَّامِ فَهُوَ يَنْظُرُ إِلَى مُعْتَرَكِهِمْ فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَخَذَ الرَّايَةَ زَيْدُ بْنُ حَارِثَةَ فَمَضَى حَتَّى اسْتُشْهِدَ فَصَلَّى عَلَيْهِ وَدَعَا لَهُ وَقَالَ اسْتَغْفِرُوا لَهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ وَهُوَ يَسْعَى ثُمَّ أَخَذَ الرَّايَةَ جَعْفَرُ بْنُ أَبِي طَالِبٍ فَمَضَى حَتَّى اسْتُشْهِدَ فَصَلَّى عَلَيْهِ وَدَعَا لَهُ وَقَالَ اسْتَغْفِرُوا لَهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ وَهُوَ يَطِيرُ فِيهَا بِجَنَاحَيْنِ حَيْثُ شَاءَ یعنی بیٹھے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر اور ظاہر ہوا اونکو شام تک اور دیکھتے تھے اونکی لڑائی کی جگہ کو پھر فرمایا آپنے لیا نشان کو زید بن حارثہ نے اور گذرے اور شہید ہوئے اور نماز پڑھی اونپر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اور دعا کی اونکے واسطے اور کہا کہ بخشش مانگو اللہ سے اوسکے لیے داخل ہوا جنت میں اور وہ دوڑتا ہے جنت میں پھر لیا نشان کو جعفر بن ابی طالب نے اور گذرے اور شہید ہوئے پھر نماز پڑھی اونپر اور دعا کی اونکے واسطے اور کہا کہ بخشش مانگو اللہ سے اوسکے لیے اور داخل ہوا وہ جنت کو اور اوڑتا ہے جنت میں ساتھ دونوں بازو کے جہاں چاہتا ہے تو جواب اسکا یہ ہے کہ خصوصیت نجاشی کا یعنی دعوی اوس تقدیر پر کیا ہے کہ حجت سے کا نہ ظاہر ہوا ہو آپکے واسطے اور نہ دیکھیں آپ اوسکو اور جو مذکور ہوا اوسکے خلاف ہے باوجود ضعف روایات کے سو حدیث مغازی کی مروی ہے مرسل ہے دونوں طریقوں سے اور جو ابن سعد نے طبقات میں ضعیف ہے ساتھ علاء کے اور وہ بیٹا زید کا ہے اور کہا ہے کہ بیٹا زید کا اتفاق کیا محدثین نے اوسکے ضعف پر اور طبرانی کی روایت میں بقیہ بیٹا ولید کا ہے اور وہ بھی ضعیف ہے اور اگر اسکو تسلیم کریں تو لازم آتا ہے کہ تحقیق لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اور لوگوں میں سے مرے ہوں نماز پڑھی ہو آپنے اون سب پر اور یہ ہرگز ثابت نہیں ہوا ص اور نماز جنازہ کی یہ ہے کہ پہلے تکبیر کہے دونوں ہاتھوں کو اوٹھا کے پھر بعد اوسکے ہاتھ نہ اوٹھاوے اور شافعی کے نزدیک ہر تکبیر میں اوٹھاوے اور ثنا پڑھے پھر تکبیر کہے اور درود بھیجے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر پھر تیسری تکبیر کہے اور یہ دعا پڑھے اگر وہ بالغ ہو اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِحَيِّنَا وَمَيِّتِنَا

وَشَاهِدِنَا وَغَائِبِنَا وَصَغِيرِنَا وَكَبِيرِنَا وَذَكَرِنَا وَاُنْثَانَا اَللّٰهُمَّ مَنْ اَحْيَيْتَهٗ مِنَّا فَاَحْيِهٖ عَلَى الْاِسْلَامِ وَمَنْ تَوَفَّيْتَهٗ مِنَّا فَتَوَفَّهٗ عَلَى الْاِيْمَانِ اور اگر لڑکا ہو تو اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ لَنَا فَرَطًا اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ لَنَا ذُخْرًا اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ لَنَا شَافِعًا وَّمُشَفَّعًا اور اگر لڑکی ہو تو اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهَا لَنَا فَرَطًا اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهَا لَنَا ذُخْرًا اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهَا لَنَا شَافِعَةً وَّمُشَفَّعَةً اور پھر چوتھی تکبیر کہے اور سلام پھیرے اور قراءت اسمین نہین ہے اور شافعی رح کے نزدیک قراءت بھی ہے ف اور ہمارے نزدیک چار تکبیرین ہین اور پہلے جو آپ پانچ یا زیادہ تکبیر کہتے تھے منسوخ ہے ساتھ اوسکے جو روایت کی امام محمد نے ابو حنیفہ سے انھون نے حماد سے انھون نے ابراہیم سے کہ تھے لوگ تکبیر کہتے جنازے پر پانچ یا چھ یا چار یہان تک کہ انتقال کیا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر تکبیر کہتے تھے ایسا ہی زمانہ حضرت ابوبکر صدیق میں پھر جب والی ہوئے حضرت عمر تو کہا انھون نے واسطے اونکے کہ تم گروہ ہو اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اگر تم اختلاف کروگے اختلاف کرینگے لوگ بعد تمہارے اور بھی لوگون کو تھوڑا زمانہ گذرا ہے جاہلیت سے تو اجماع کرو ایسی چیز پر کہ اجماع کرین اوسپر لوگ بعد تمہارے تو سب لوگون کی رائے متفق ہوئی اس بات پر کہ آخر جنازے پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جتنی تکبیرین کہین ہین اتنی ہی کہین اوسکے ساتھ تمسک کرین اور چھوڑ دین اوسکے ماسوا کو تو ڈھونڈھا انھون نے اور پایا آخر جنازے کو کہ تکبیرین کہین تھین اوسپر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے چار تکبیرین اور یہ حدیث منقطع ہے کیونکہ نہین ملے ابراہیم نے حضرت عمر کو لیکن انقطاع ارسال میں اصل ہے اور وہ ہمارے نزدیک حجت ہے اور باوجود اسکے کہ عمل کیا اوسکو امام احمد نے روایت عامر شعبی سے انھون نے ابووائل سے اور روایت کی حاکم نے مستدرک مین ابن عباس سے کہ آخر جو تکبیر کہی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جنازے پر چار تکبیرین تھین اور تکبیرین کہین حضرت عمر نے چار اور ابن عمر نے عمر پر چار اور حسن بن علی نے علی پر چار اور حسین بن علی نے حسن پر چار راضی ہو اللہ ان سب بزرگوارون سے اور تکبیر کہی ملائکہ نے حضرت آدم پر چار اور سکوت کیا اوس سے حاکم نے اور ضعیف کیا اوسکو دارقطنی نے بسبب قرابت بن سائب کے کہ متروک ہے اور روایت کیا اوسکو بیہقی نے سنن مین اور طبرانی نے نضر بن عبدالرحمن سے اور ضعیف کیا اوسکو بیہقی اور کہا کہ مروی ہے بہت وجہون سے اور سب ضعیف ہین مگر یہ کہ اجماع صحابہ کا چار پر دلیل ہے اس بات پر کہ یہ حدیث ثابت ہے اور روایت کیا اوسکو ابو نعیم اصبہانی نے تاریخ اصبہان مین حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرٍ مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيٰى بْنِ عِمْرَانَ ثَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ الْحَارِثِ ثَنَا شَيْبَانُ بْنُ الْفَرُّوْخِ ثَنَا نَافِعُ بْنُ هُرْمُزَ ثَنَا عَطَاءٌ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُكَبِّرُ عَلٰى اَهْلِ بَدْرٍ سَبْعَ تَكْبِيْرَاتٍ وَعَلٰى بَنِيْ هَاشِمٍ خَمْسَ تَكْبِيْرَاتٍ ثُمَّ كَانَ اٰخِرُ صَلَاتِهٖ اَرْبَعَ تَكْبِيْرَاتٍ اِلٰى اَنْ خَرَجَ مِنَ الدُّنْيَا یعنی تھے تکبیر کہتے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اہل بدر پر سات اور بنی ہاشم پر پانچ پھر تھین آخر نماز مین چار تکبیرین یہان تک کہ نکلے دنیا سے اور مرفوع ہوا طرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ تھی اخیر نماز مین تکبیرین کہین آپنے اسمین چار تکبیرین عمر سے روایت کیا اسکو دارقطنی نے اور ضعیف کیا اوسکو اور روایت کی ابو عمر نے استذکار مین سلیمان بن ابی حثمہ سے کہا کہ تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تکبیر کہتے جنازے پر چار اور پانچ اور سات اور چھ یہان تک کہ آئی خبر موت نجاشی کی تو نکلے آپ طرف مصلے کے اور صف کی لوگون نے پیچھے آپکے اور تکبیر کہی چار بار پھر ثابت رہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چار پر یہان تک کہ اوٹھالیا اونکو اللہ تعالی نے اور روایت کیا اوسکو حارث بن ابی اسامہ نے

مسند مین ابن عمرؓ سے مثل روایت ابن عباسؓ کے اور زیادہ کیا کچھ اور نکالا حازمی نے کتاب الناسخ والمنسوخ مین انس بن مالکؓ سے
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تکبیر کہتے تھے اہل بدر پر سات تکبیرین اور بنی ہاشم پر بھی سات اور اخیر نماز کہ پڑھی تھی اوسکو آپ نے
تکبیرین اوسمین تھین اور مین چاریان تک کہ نکلے دنیا سے اور ضعیف کی گئی یہ حدیث بالجملہ ثابت ہوا کہ صحیح چار تکبیرین ہین
اور ایسا ہی بیان کیا اوسکو مشائخ عظام نے وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ اَعْلَمُ وَعِلْمُہٗ اَتَمُّ اور شروع کرنا ساتھ درود اور ثنا کے سنت
و ملکی ہی روایت کی ابو داؤد اور نسائی نے اور ترمذی نے دعوات مین فضالہ بن عبید سے کہا کہ سنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے ایک شخص کو کہ دعا کرتا ہی اور نہین درود بھیجا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اور نہ ثنا کی اللہ تعالی پر سو کہا کہ جلدی کی اس شخص نے
تو بلایا اوسکو اور کہا کہ جب دعا کرے کوئی تم مین سے تو چاہیے کہ شروع کرے ساتھ حمد و ثنا کے پھر درود بھیجے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر
پھر دعا کرے بعد اوسکے جو چاہے صحیح کیا اوسکو ترمذی نے اور یہ دعائین بھی حدیث مین وارد ہوئین ہین ص اور جو شخص کہ
نماز پڑھے وہ مردے کے سینے کے برابر کھڑا ہو ف اسواسطے کہ یہ مقام قلب کا ہی اور اوسمین نور ایمان ہی تو کھڑا ہونا سینے
کے پاس اشارہ ہی طرف شفاعت کے واسطے ایمان اوسکے کے اور ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہی کہ وہ کھڑا ہو سامنے
اوسکے سر کے اور ایسا ہی مروی ہی حضرت انسؓ سے اور کہا کہ یہی سنت ہی لیکن اوسکی اسناد مین کلام ہی ص اور بہتر امامت کے
واسطے بادشاہ ہی پھر قاضی پھر امام محلے کا پھر ولی میت کا عصبات کی ترتیب سے اور ولی سے مردے کے اجازت لیکے غیر کو امامت کرنا
درست ہی اور اگر ولی کے سوا دوسرون نے نماز پڑھ لی ولی کو اختیار ہی کہ نماز کو دوہراوے اور اگر ولی نے پڑھ لی تو اور لوگ دوہرا نہین
اور جو مردہ بغیر نماز پڑھے ہوئے دفن کیا گیا تو اوسکی قبر پر نماز پڑھی جاوے جب تک شبہہ سڑنے کا ہووے یعنی تین روز تک ف
اسواسطے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی ایک عورت پر انصار سے اور وہ دفن ہو چکی تھی اوسکی قبر پر روایت کیا اوسکو
ابن حبان اور حاکم نے اور سکوت کیا اوس سے اور اخراج کیا مالک نے موطا مین یہی مضمون ص اور سواری پر نماز جنازہ درست نہین
ف اور قیاس اوسکو مقتضی ہی کہ جائز ہو کیونکہ نماز جنازہ حقیقۃً نماز نہین بوجہ نہونے ارکان نماز کے اور استحسانًا نہین جائز ہی کیونکہ
اوسمین تکبیر تحریمہ موجود ہی ص اور جس مسجد مین جماعت ہوتی ہو اوسکے اندر مردے کو رکھکے نماز پڑھنا مکروہ ہی اور اگر مردہ اوسکے باہر ہو تو
اوسمین اختلاف ہی بعض کے نزدیک مکروہ نہین اور بعض کے نزدیک مکروہ ہی ف روایت کیا ابو داؤد اور ابن ماجہ نے ابو ہریرہ
رضی اللہ عنہ سے کہا کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو شخص نماز پڑھے مردے پر مسجد مین تو نہین اجر ہی واسطے اوسکے
اور ایک روایت مین فَلَا شَیْءَ لَہٗ اور صالح مولی توأمہ کا اوسکی اسناد مین ثقہ ہی لیکن اختلاط ہو گیا تھا اوسکو آخر عمر مین نقل کیا
نسائی نے ابن معین سے کہ وہ ثقہ ہی اور جسنے قبل اختلاط کے اوس سے سنا تو وہ روایت اوسکی صحیح ہی اور ابن ابی ذئب نے سنا اوس سے
قبل اختلاط کے تفصیل کی اسکی شیخ ابن الہمام نے اور وہ جو مسلم مین ہی کہ نماز پڑھی حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسجد مین
جنازے کی ایک واقعہ ہی کہ اوس سے عموم ثابت نہین ہوتا اور جائز ہی کہ بعذر ہو اور وہ جو بیہقی نے روایت کی کہ حضرت ابوبکرؓ پر جو
کی نماز مسجد مین اوسکی اسناد مین صالح غنوی متروک ہی وَاللّٰہُ اَعْلَمُ ص اور جو لڑکا پیدا ہوا اور مر گیا تو اگر رویا ہی تو نام اوسکا
رکھا جاوے اور غسل دیا جاوے اور نماز پڑھی جاوے ف روایت کی نسائی نے جابر سے کہ جب رووے لڑکا نماز پڑھی جاوے
اوسپر اور وارث ہوگا کہا نسائی نے واسطے مغیرہ بن مسلم کے حدیث منکر ہی اور روایت کیا اوسکو حاکم نے سفیان سے انھون نے

بوالزبیر سے اچھی اسناد سے اور صحیح کیا اوسکو اور جابر سے مروی ہے مرفوعاً کہ لڑکا نہین نماز پڑھی جاویگی اوسپر اور نہ وارث ہوگا
اور نہ اوسکا کوئی وارث ہوگا یہانتک کہ روے اخراج کیا اوسکا ترمذی اور ابن ماجہ نے اور صحیح کیا اوسکو حاکم اور ابن حبان نے کہا ترمذی نے
روایت کیا اوسکو موقوف اور یہی صحیح ہے اور وہ جو حافظ نے کیا ہے ساتھ اوسکے جو روایت کی ترمذی نے حدیث مغیرہ سے اور صحیح کیا اوسکو
کہ کہا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سقط پر نماز پڑھی جاویگی اوسپر اور دعا کی جاویگی واسطے والدین اوسکے کے ساتھ مغفرت کے
ساقط ہے کیونکہ منع اس مقام مین مقدم ہے اثبات پر ص اور اگر ایک لڑکا قید ہوا اور مر گیا اگر اپنے ماں یا باپ کے ساتھ قید ہوا ہو اور
کوئی ان مین سے مسلمان نہین اور نہ وہ خود عاقل تھا نماز اوسپر نہ پڑھی جاویگی اور اگر کوئی اونمین سے مسلمان ہوا تو نماز اوسپر پڑھی
جاویگی اور اگر اکیلا قید ہوا تو اوسپر نماز پڑھی جاویگی یا وہ لڑکا مسلمان ہوا لیکن اوسکو عقل نتھی اور اوسکا کوئی ماں باپ بھی مسلمان
نہوا تو بھی نماز نہ پڑھی جاویگی اور اگر ایک کافر مرا اور اوسکا ولی مسلمان تھا تو اوسکا ولی غسل دیوے جس طرح جیسے نجس چیزین دھوئی
جاتی ہین یعنے اوسکو وضو نہ کرایا جاوے اور نہ اوسکی داہنی طرف سے شروع نکرے اور ایک کپڑے مین اوسکو لپیٹے اور ایک گڑھا کھودے اور اوسکو
اوسمین ڈال دیوے ف روایت کی ابن سعد نے طبقات مین أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُمَرَ الْوَاقِدِيُّ حَدَّثَنِي مُعَاوِيَةُ بْنُ
عَبْدِ اللهِ بْنِ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ أَبِي رَافِعٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ عَنْ عَلِيٍّ قَالَ لَمَّا أَخْبَرْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
بِمَوْتِ أَبِي طَالِبٍ بَكَى ثُمَّ قَالَ لِي اذْهَبْ فَاغْسِلْهُ وَكَفِّنْهُ وَوَارِهِ قَالَ فَفَعَلْتُ ثُمَّ أَتَيْتُهُ فَقَالَ لِي
اذْهَبْ فَاغْتَسِلْ قَالَ وَجَعَلَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَغْفِرُ لَهُ أَيَّامًا وَلَا يَخْرُجُ مِنْ بَيْتِهِ
حَتَّى نَزَلَ عَلَيْهِ جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ بِهٰذِهِ مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَنْ يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ
یعنی فرمایا حضرت علی نے کہ جب خبر کی مینے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ساتھ موت ابوطالب کے روئے پھر کہا واسطے میرے جا اور غسل دے
اوسکو اور کفن دے اوسکو اور چھپا اوسکو کہا حضرت علی نے کہ کیا مینے ایسا ہی اور آیا مین پھر فرمایا کہ جا اور غسل کر اور تھے رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم بخشش مانگتے واسطے اونکے کئی دن تک اور نہ نکلے گھر سے یہانتک کہ اوترے جبرئیل علیہ السلام ساتھ اس آیت کے کہ نہین
جایز ہے واسطے نبی کے اور اون لوگون کے جو ایمان لائے یہ کہ بخشش مانگین مشرکون کے واسطے اور اس سے معلوم ہوا کہ مشرک کی بخشش اگرچہ
نبی کے عزیز و اقارب مین سے ہووے نہین ہوتی اور روایت کیا اوسکو ابن ابی شیبہ نے اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ غسل دینے والے کو بھی
بعد غسل میت کے غسل واجب ہوتا ہے اور ایسی ہی روایت کی ابوداود نے حضرت عایشہ رضی اللہ عنہا سے کہ تھے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم
غسل کرتے جنابت سے اور دن جمعے کے اور غسل میت سے اور یہ ضعیف ہے اور روایت کی ابوہریرہ نے اور ترمذی نے مرفوعاً کہ جو غسل دے
میت کو غسل کرے اور جو اوٹھاوے اوسکو تو وضو کرے حسن کہا اوسکو ترمذی نے اور ضعیف کیا اوسکو جمہور نے اور اس باب مین
کوئی حدیث صحیح وارد نہین ہوئی ہان محمول استحباب پر ہو سکتا ہے کہ مثلاً بعد غسل میت کے غسل مستحب ہووے اور اسی طرح وضو بعد اوٹھانے
جنازے کے ص اور سنت ہے جنازے کے اوٹھانے مین چار آدمی اس طرح پر کہ اوسکے آگے کے پاے اور پیچھے کے پایے کو
اپنے داہنے کاندھے پر رکھین تب اوسکے دوسری طرف کے آگے کے پاے اور پیچھے کے پاے کو اپنے بائین کاندھے پر رکھین اور
جلدی جلدی چلین اور دوڑین نہین ف اور یہ تدبیر اوٹھانے کی وارد ہوئی ہے بہت صحابہ اور تابعین سے روایت کی ابن ابی شیبہ نے [illegible]
نے مصنف مین علی ازدی سے کہا کہ دیکھا مینے ابن عمر کو ایک جنازے مین کہ وہ اوٹھایا جاتا تھا چارون کونون سے تخت کے اور [illegible]

کی اور بھی دونون نے عبداللہ بن مسعودؓ سے کہا کہ جو جاوے ساتھ جنازے کے تو پکڑے چارون کونے تخت کے کیونکہ یہی سنت
ہی اور روایت کی امام محمد نے اور بعض سے کہا انھون نے سنت سے ہی یہ بات کہ اوٹھاوے جنازے کو چارون کونون سے تخت کے
اخراج کیا اوسکا ابن ماجہ نے اور لفظ اوسکا یہ ہی کہ جو اوٹھاوے جنازے کو تو پکڑے چارون کونے تخت کے اور امام شافعی کے نزدیک
آگے کا شخص گردن کی جگہ پر رکھے اور پیچھے کا شخص سینے سے اونچا اور ایسا ہی روایت کیا سعد بن معاذؓ کے جنازہ اوٹھانے کو ابن سعد نے
طبقات مین اور امام شافعیؒ نے ساتھ سند ضعیف کے اور مروی ہی یہ بھی بہت صحابہ سے لیکن جواب اوسکا یہ ہی کہ اوس وقت ہجوم تھا ملائکہ
کا اسواسطے جنازہ اسطرح پر اوٹھایا گیا اور مروی ہی حدیث مین کہ ستر ہزار فرشتے جنازے مین حاضر ہوئے تھے یا کوئی اور سبب تھا
اور جلدی چلنا حدیث مین وارد ہی روایت کی ابوداود اور ترمذی نے عبداللہ بن مسعودؓ سے کہا کہ پوچھا ہمنے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے
کہ کسطرح چلیں ساتھ جنازے کے فرمایا کہ کم خبب سے اور خبب ایک قسم ہی دوڑنے کی اور یہ حدیث ضعیف ہی اور نکالا اصحاح ستہ
والون نے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جلدی کرو ساتھ جنازے کے تو اگر مردہ نیک ہی تو تم جلدی لیے جاتے ہو اوسکو طرف
نیکی کے اور اگر بد ہی تو جلدی رکھتے ہو تم اوسکو کندھون سے اپنے **ص** قبل جنازہ رکھے جانے کے بیٹھنا مکروہ ہی **ف** کیونکہ بیٹھ جانے سے
معلوم ہوتا ہی کہ اوس سے اعراض و تغافل ہی اور جو شخص بیٹھا ہوا ہو جنازہ اوسکے سامنے سے گذرے تو کھڑا ہووے اور بعضون نے کہا
کہ کھڑا ہووے اور صحیح اول ہی کیونکہ روایت کی حضرت علیؓ نے کہ تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حکم کرتے ہمکو کھڑے ہونے کا ساتھ جنازے کے
پھر بیٹھنے لگے بعد اوسکے اور حکم کیا ہمکو بیٹھے رہنے کا اور روایت کیا اوسکو امام احمد وغیرہ نے **ص** اور جنازے کے پیچھے چلنا
مستحب ہی **ف** اور اس باب مین دونون طرح کے آثار وارد ہین اور حضرت علیؓ سے مروی ہی کہ وہ پیچھے جنازے کے چلتے تھے اور
حضرت عمرؓ اور ابوبکرؓ وغیرہم سے آگے چلنا ثابت ہی اور حق یہ ہی کہ جسطرح چاہے چلے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سوار چلے پیچھے
جنازے کے اور پیدل جس طرف چاہے اور لڑکے کی نماز پڑھی جاوے اوسپر روایت کیا اوسکو اصحاب سنن نے اور ترمذی نے
صحیح کیا اوسکو اور ایک روایت مین ہی کہ چلو آگے اوسکے اور پیچھے اوسکے اور داہنے اوسکے اور بائین اوسکے اور روایت کی
ترمذی ابوداود ابن ماجہ وغیرہم نے کہ چلتے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکرؓ اور عمرؓ آگے جنازے کے **ص** قبر کھودے اور لحد
بناوے **ف** کیونکہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لحد ہمارے واسطے ہی اور شق واسطے غیر ہمارے کے ہی روایت کیا
اوسکو ترمذی نے ابن عباسؓ سے اور اسناد مین اوسکی عبدالاعلی بن عامر ہی کہا لوگون نے کہ اوسمین گفتگو ہی اور ابن ماجہ مین ہی
انس بن مالک سے کہ جب انتقال کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تو تھے مدینے مین دو شخص ایک لحد بناتا تھا اور ایک نہین بناتا
تھا تو کہا لوگون نے کہ جو پہلے آوے گا اوسی سے قبر بنواوین گے تو پہلے آیا بنانے والا لحد کا اور لحد بنائی گئی واسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے
اور لحد کی وصیت کی سعدؓ نے واسطے اپنے مرض موت مین **ص** اور مردے کو لحد مین اوس طرف سے جو قبر سے قبلے کی طرف قریب ہی رکھے
ف اور ایسی ہی روایت کی ابن ابی شیبہ نے ابراہیم نخعی سے اور ابوداود نے مراسیل مین کہ رکھے گئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
قبر مین قبلے کی طرف سے اور نہین کھینچے گئے کھینچنے کرنا یعنی سل کیے گئے اور امام شافعی کے نزدیک ایسا نہین چاہیے اور وہ یہ ہی کہ
رکھا جاوے تخت پیچھے قبر کے کہ ہووے سر مردے کا مقابل مین دونون قدمون کے قبر سے پھر داخل کیا جاوے سر مردے کا قبر مین
اور کیا جاوے وہ جو مین پاؤن اوسکے مقام اوسکے سر کے پھر داخل کیے جاوین پیر اوسکے اور داہنے کیے جاوین اسی طرح اور یہی ہی جنہ

صحابہ سے کہ اسی طرح رکھے گئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبر میں اخراج کیا اوسکا امام شافعی نے اور تفصیل فتح القدیر میں ہے کہ
اور کہنے والا کہے بسم اللہ وعلی ملۃ رسول اللہ ف اور اس مقام پر صاحب ہدایہ نے لکھا ہے کہ ایسا ہی کیا تھا نبی صلی
اللہ علیہ وسلم نے جب دفن کیا تھا ابو دجانہ کو قبر میں سہو ہوا اونسے اور کہا شیخ ابن الہمام نے کہ غلط ہے ابو دجانہ نے انتقال کیا
بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیکن روایت کی ابن ماجہ نے حجاج بن ارطاۃ سے انھوں نے نافع سے انھوں نے ابن عمرؓ سے کہ تھے
نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب داخل کرتے مردے کو قبر میں کہتے تھے بسم اللہ وعلی ملۃ رسول اللہ زیادہ کیا ترمذی نے بعد بسم اللہ کے
وباللہ اور کہا کہ حسن غریب ہے اور روایت کیا اسکو ابو داؤد نے اور طریقے سے اور حاکم نے اور اوسمین ہے کہ جب رکھو تم مردوں
اپنے کو قبر میں سو کہو بسم اللہ وعلی ملۃ رسول اللہ اور صحیح کیا اوسکو اور بہت سے طریقے ذکر کیے اس حدیث کے ص
اور مردے کا مونھ قبلے کیطرف کر دیوے ف اور یہی ثابت ہے حدیثوں سے اور اتفاق کیا اوسپر علماے امت نے ص اور جو کفن کے
کھلنے کے خوف سے گرہ باندھی تھی کھول دیوے اور کچی اینٹ اور بانس قبر پر رکھے ف اسواسطے کہ چھائی گئی تھیں اینٹیں
واسطے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے روایت کی مسلم نے سعد بن ابی وقاصؓ سے کہ کہا انھوں نے اوس مرض میں کہ مرے اوس میں بناؤ واسطے میرے لحد
اور رکھو اوسپر اینٹیں جیسا کہ کیا گیا تھا ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اور مروی ہے حدیث ابن حبان سے کہ رکھو اوپر میرے اینٹیں
جیسا کہ رکھی گئیں قبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اور روایت کی ابن ابی شیبہ نے شعبی سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر پر کی
گئی قصب یہ مرسل ہے اور روایت کیا ابن سعد نے طبقات میں کہ وصیت کی ابو میسرہ عمرو بن شرحبیل ہمدانی نے یہ کہ کی جاوین اوسکی
لحد پر قصب اور کہا کہ دیکھا میں نے مہاجرین کو کہ دوست رکھتے تھے اوسکو اور قصب نل کو کہتے ہیں فقط ص اور دفن کے وقت
عورت کی قبر پر پردہ کرے اور مرد کی قبر پر نکرے ف اسواسطے کہ پردہ خاص واسطے عورت کے ہے ص اور پختہ اینٹ اور لکڑی
قبر میں بچھانا مکروہ ہے پھر مٹی ڈالے اور قبر کو ماہی پشت کرے اور مربع نکرے ف اور جسنے دیکھا قبر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سو
بیان کیا کہ وہ مثل اونٹ کی کوہان کے ہے کہا امام ابو حنیفہ نے حدیث بیان کی ہمسے ایک شیخ نے مرفوعاً کہ منع کیا نبی صلی اللہ علیہ
وسلم نے مربع کرنے سے قبر کے اور برابر کرنے سے اوسکو اور روایت کی امام محمد نے ابراہیم نخعی سے کہ کہا انھوں نے خبر دی مجکو
جسنے دیکھا قبر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اور ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما کو کہ تھیں وہ اونچی ہوئین زمین سے اور اوسپر ٹکڑے
تھے پتھر سفید سے اور صحیح بخاری میں ہے ابو بکر بن عیاش سے کہ سفین تمار نے حدیث بیان کی اونسے کہ دیکھا اونھوں نے قبر نبی صلی اللہ علیہ
وسلم کو کہ تھی مثل کوہان شتر کے اور ایسا ہی روایت کیا اوسکو ابن ابی شیبہ نے اور بہت سے آثار اس باب میں وارد ہوئے ہیں اور
روایت کی ابو حفص بن شاہین نے کتاب الجنائز میں سالم سے کہ پوچھا میں نے ابو جعفر محمد بن علی اور قاسم بن محمد بن ابی بکر اور سالم بن عبد اللہ
سے کہ کیسی تھیں قبریں آپکے بزرگوں کی کہا کہ تھیں سب مثل کوہان شتر کے اور جو مسلم نے روایت کی ہیاج اسدی سے کہا کہا
واسطے میرے حضرت علیؓ نے کہ بھیجتا ہوں میں تجکو اوسپر کہ بھیجا تھا مجکو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کہ نہ چھوڑ کوئی تصویر مگر مٹا دے اوسکو اور
نہ کوئی قبر بلند مگر برابر کر دے اوسکو جواب ہے کہ قبر عمارت بلند بنی ہوئی ہو اور یہ نہیں کہ اونچی قبر اوٹکی نہو بلکہ ایسی چاہیے کہ زمین سے ممتاز ہو تا کہ روندی نہ جاوے

باب شہید کے بیان میں

جو شخص کہ طاہر اور بالغ ہووے اور تیز چیز سے مارا جاوے ظلم کی راہ سے اور دوسرے مال نہ کہ بدلے میں اس کے واجب ہوا ہو سو ایسا

زخمی پایا جاوے تو بھی غسل واجب ہے جیسے جنب اور حائض اور نفسا یا لڑکا ہو تو وہ شہید نہین اور جسکو کہ تیز چیز سے قتل نہین کیا بلکہ
بھاری چیز سے تو وہ بھی شہید نہین مگر اگر باغیون نے مارا ہو یا مشرکین یا لڑنے والون نے تو وہ انکا مقتول جس چیز سے چاہین
مارین شہید ہے **ف** اور جنب اگر شہید ہو تو امام صاحب کے نزدیک غسل اوسکو کرایا جاویگا اور صاحبین کے نزدیک نہین دلیل
امام صاحب کی یہ ہے کہ روایت کی ابن حبان اور حاکم نے عبد اللہ بن زبیر سے کہا کہ سنا مین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے
تھے اور تحقیق کہ قتل کیا گیا حنظلہ بن عامر ثقفی صاحب تمھارا غسل دیتے ہین اوسکو ملائکہ تو پوچھا صحابہ نے اونکی بیوی سے کہا کہ نکلے
تھے وہ اور جنب تھے اخیر حدیث تک اور فرمایا آپ نے کہ اسی واسطے غسل دیتے تھے اوسکو ملائکہ اور کہا حاکم نے صحیح ہے اوپر شرط مسلم کے
اور بیوی کا ذکر نہین کیا اور نام اونکی بیوی کا جمیلہ بنت ابی سلول ہے بہن تحقیق عبد اللہ بن سلول منافق کی اور باغیون کے
یا مشرکون کے ہاتھ سے جو مارا جاوے تو وہ شہید ہے اور دلیل اسکی صاحب ہدایہ نے یہ بیان کی ہے کہ شہدا احد کے سب ہتھیار سے
نہین مارے گئے تھے اور پھر کسیکو غسل نہین دیا گیا **ص** اور جو ظلم سے نہ مارا جاوے بلکہ حد یا قصاص سے مرے تو بھی شہید نہین
اور جسکے مرنے سے دیت واجب ہووے وہ بھی شہید نہین مگر باپ اپنے بیٹے کو مار ڈالے تو وہ شہید ہے اور اگر کسی شخص کو میدان
مین زخمی پایا خود بخود مر گیا تو وہ شہید نہین تو اگر کسی مسلمان کو ایک مسلمان نے کہ وہ باغی اور ڈکیتا نہین یا مسلمان کو ذمی نے
مار ڈالا تو اگر تیز چیز سے مارا ہے تو امام ابو حنیفہ کے نزدیک شہید ہے اور جو اوس سے نہین مارا تو شہید نہین اور صاحبین کے نزدیک تیز چیز کی
شرط نہین اور جو چیزین کہ مردے سے خاص نہین جیسے پوستین اور قبا اور ٹوپی اور ہتھیار اور موزہ وہ شہید سے اوتار لی جاوینگی اور اگر کفن
مین سے کوئی چیز کم ہو تو زیادہ کرین اور جو زیادہ ہو تو کم کرین اور اوسکو غسل نہ دیوین اور نماز پڑھین اور خون بھرا ہوا دفن کر دیا جاوے
ف کیونکہ روایت کی امام احمد نے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سامنے آئے احد کے شہیدون پر سو فرمایا کہ مین گواہ ہون ان
لوگون پر دفن کر دو اونکو ساتھ زخمون اونکے کے اور خون کے اور یہ استلزام ہے عدم غسل کو کیونکہ جب غسل ہوگا تو خون کہان باقی رہیگا اور
غسل کے ترک مین چند حدیثین آئی ہین اخراج کیا بخاری اور اصحاب سنن نے لیث بن سعد سے انھون نے زہری سے انھون نے عبد الرحمن
بن کعب سے انھون نے جابر بن عبد اللہ سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جمع کرتے تھے دو شخصون کو شہیدون احد سے اور فرماتے تھے کون سا
زیادہ ہے حافظ قرآن کا تو جب بتاتا کوئی کسیکو اوسکو آگے کرتے لحد مین اور کہتے مین گواہ ہون انپر دن قیامت کے سو حکم کیا
آپ نے اونکے دفن کا خونون مین اور نہین غسل دیا اونکو زیادہ کیا بخاری اور ترمذی نے اور نہین نماز پڑھی اونپر کہا نسائی نے نہین
جانتا ہون مین کہ متابعت کی ہو لیث کی کسی نے اصحاب زہری سے اس اسناد پر اور بخاری نے نہین اختیار کیا اوسکو اور روایت کی ابو داؤد نے جابر سے
کہ لگا ایک شخص کو تیر سینے مین یا حلق مین سو مر گیا اور رکھا گیا اوسی طرح اپنے کپڑون مین اور ہم تھے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے
اور سند اوسکی صحیح ہے اور روایت کی نسائی نے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ لپیٹ دو اونکو اونکے خونون مین کیونکہ نہین
ہے کوئی زخم کہ لگا ہے اللہ کی راہ مین مگر آویگا دن قیامت کے کہ رنگ اوسکا رنگ خون کا ہوگا اور خوشبو جیسے مشک کی اور امام شافعی کے
نزدیک اوسپر نماز بھی نہ پڑھی جاوے اور کہتے ہین کہ تلوار محو کرنے والی ہے واسطے گناہون کے اور بعض فقہا نے اسکو کلام حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا
ذکر کیا ہے اور ایسا ہی ہے صحیح ابن حبان مین اور صحیح بخاری مین ہے جابر سے کہ نہین پڑھی نماز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اوپر قتیلون
احد کے اور مذہب ہمارا حنفیہ کا یہ ہے کہ روایت کی ابو داؤد نے مراسیل مین عطاء بن ابی رباح سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی

اور شہدائے احد کے تو البتہ معارض ہوگی حدیث جابر کی ہمارے نزدیک لیکن اگر کوئی کہے کہ یہ مرسل ہی تو جواب دے سکتا ہی کہ عطاء [illegible]
بین سے ہین اور مرسلات انکی اکثر مرفوع کے ہین اور اگر مرسل ہو تو جب قوت دیوے اوسکو دوسری حدیث مرفوع تو تو حجت ہوگی اور وہ یہ
جو روایت کی حاکم نے جابر سے کہا کہ گم کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حمزہ رضی اللہ عنہ کو یعنی اونکی نعش نہین ملتی تھی بسبب کثرت
شہدا کے پھر کوئی ہوئے لوگ قتال سے سو کہا ایک شخص نے کہ دیکھا مینے اونکو نزدیک اوس درخت کے نیچے تب آئے حضرت
صلی اللہ علیہ وسلم اوس درخت کے پاس اور دیکھا اونکو اور اونکا حال اور روئے پکار کے سو کھڑا ہوا ایک شخص انصار مین سے اور ڈالا اوس پر
ایک کپڑا پھر لائے گئے حمزہ علیہ السلام اور نماز پڑھی آپنے اونپر پھر باقی شہید پڑھتے جاتے تھے اونپر نماز پہلو مین حضرت حمزہ کے
اور اوٹھتے جاتے تھے اور حمزہ رضی اللہ عنہ وہین رکھے گئے یہان تک کہ پڑھی نماز سب شہیدون پر اور فرمایا آپنے کہ حمزہ سردار
شہیدون کے ہین اللہ کے نزدیک دن قیامت کے اور کہا کہ صحیح ہی اسناد اوسکی اور نہین نکالا اوسکو شیخین نے لیکن اسناد مین اوسکی مفضل
بن صدقہ ہی اور اوسکو اگرچہ ضعیف کہا یحیی اور نسائی نے لیکن کہا اہوازی نے کہ تھے عطاء بن مسلم توثیق کرتے تھے انکی اور احمد
بن شیبہ نے ثنا کی اونپر پوری ثنا اور کہا ابن عدی نے نہین دیکھتا ہون مین ساتھ اوسکے کچھ جرح تو نہ کم ہوگی حدیث درجہ حسن سے
اور وہ حجت ہی اور شک نہین ہمین کہ قوت کریگی حدیث ابو داؤد کو اور کہا امام احمد نے ثنا عفان بن مسلم ثنا حماد بن
سلمة ثنا عطاء بن السائب عن الشعبي عن ابن مسعود قال كان النساء يوم أحد خلف المسلمين
یہان تک کہا فوضع حمزة النبي صلى الله عليه وسلم وجيء برجل من الانصار فوضع إلى جنبه فصلى عليه
فرفع الانصاري وترك حمزة ثم جيء بآخر فوضع إلى جنب حمزة فصلى عليه ثم رفع وترك حمزة
حتى صلى عليه يومئذ سبعين صلوة یعنی تحقیق عورتین دن احد کے پیچھے مسلمانون کے تھین یہان تک کہا پس رکھے گئے حمزہ
واسطے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اور لایا گیا ایک مرد انصار مین سے اور رکھا گیا اونکے پہلو مین سو نماز پڑھی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
اوس پر پس اوٹھایا گیا وہ شخص اور چھوڑ دیئے گئے حمزہ رضی اللہ عنہ پھر لایا گیا دوسرا شخص پس رکھا گیا پہلو مین حمزہ کے اور نماز پڑھی آپنے
اوس پر پھر اوٹھایا گیا وہ شخص اور چھوڑے گئے حمزہ رضی اللہ عنہ یہان تک کہ پڑھی اوس پر اوس دن نماز ستر بار اور یہ بھی درجہ حسن سے کم نہین
اور عطاء بن السائب اگرچہ آخر عمر مین حفظ اونکا بگڑ گیا تھا لیکن جن لوگون نے اونسے اول عمر مین روایت کی تو وہ صحیح ہی اور مین جانتا ہون
کہ حماد بن سلمہ نے اونسے قبل تغیر کے سنا کیونکہ حماد بن زید نے تو ثابت ہوا ہی کہ قبل تغیر کے سنا اور وفات اونکی عطاء کے بعد پچاس برس [illegible]
اور حماد بن سلمہ نے انتقال کیا قبل حماد بن زید کے بارہ برس پہلے تو روایت انکی صحیح ہوگی اور بشرط عدم تسلیم کے حسن سے کم نہوگی
اور روایت کی دارقطنی نے ابن عباس سے کہ جب پھرے مشرک لوگ شہیدون احد سے یہان تک کہا پھر آگے کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے حمزہ کو اور تکبیر کہی اونپر دس بار اور ذکر کیا تمام اور روایتون کے اور یہ بھی درجہ حسن سے کم نہین تو مجموعہ تینون ضعیف ہوتین
تب بھی حاصل اون حدیثون کا حسن ہو جانا کہ یہ حدیث حسن ہووے علاوہ اسکے کہا حافظ نے مغازی مین حدثني [illegible]
[illegible] بن عبد الله عن عطاء [illegible] عن ابن عباس اور ذکر کیا اوس حدیث کو تو مرفوع ہو گیا اوسکا اور روایت کی [illegible]
سے کہا کہ تھا مین اوس لشکر مین کہ بھیجا تھا اوسکو ابو بکر صدیق نے ساتھ عمرو بن العاص کے ایلہ اور فلسطین کی طرف اور ذکر کیا حدیث
اور کہا کہ قتل کیے گئے اونمین سے مسلمانون سے ایک سو تیس آدمی اور نماز پڑھی اونپر عمرو بن العاص نے اور اون لوگون نے جو اونکے ساتھ تھے

مفضل بن صدقہ

عطاء بن السائب

اوسکے اوس وقت ساتھ شریک تھے تو نہ ہر مسلمان اور دوسرے یہ کہ نماز واسطے ظاہر کرنے کرامت کے ہے اور وہ شہید مین منصوص ہے ص اور لڑکے
اور حائض اور جنب اور نفسا کو غسل دیا جاوے ف اور دلیل اسکی گذری کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ غسل دیتے ہین حنظلہ کو ملائکہ اور لڑکے
کو اسواسطے غسل دیا جاوے کہ سیف کافی ہوئی شہید کے اسکے حق مین غسل کے بدلے کیونکہ وہ معصوم تھے بخلاف مکلف کے کہ اوسکا گناہ نہین
ہے تو لڑکے حکم مین نہوگا ص اور اگر ایک شخص کو شہر مین مقتول پایا اور قاتل اوسکا معلوم نہین بلکہ یہ کہ قتل اوسکا لوہے یا بڑی لاٹھی
یا چھوٹی لاٹھی سے ہوا ہے غسل اوسکو دیوینگے اگر ایسے موضع مین جہان دیت اور قسامت لازم آتی ہے جیسے محلہ اور گھر وغیرہ مین
پڑا ہووے اور اگر شارع یا مسجد جامع مین پڑا ہووے تو اگر معلوم ہوا کہ تیز چیز سے قتل ہوا ہے غسل نہ دیا جاویگا کیونکہ وہ شہید ہے اور اگر
تیز چیز سے نہین قتل کیا گیا ہے بلکہ بڑی لاٹھی سے امام صاحب کے نزدیک غسل دیا جاویگا اور صاحبین کے نزدیک نہین دیا جاویگا اور اگر چھوٹی
لاٹھی سے قتل ہوا ہے سب کے نزدیک غسل دیا جاویگا اور اگر کچھ نہ معلوم ہو کہ کس سے قتل ہوا ہے تو غسل دیا جاویگا اور اگر کوئی شخص معرکے مین
زخمی ہوا بعد اوسکے سویا یا کچھ کھایا یا پیا یا اوسکا علاج کیا یا خیمے تک زندہ گیا یا ایک وقت نماز تک عاقل رہا یا کچھ وصیت کی
غسل دیا جاویگا اور نماز بھی پڑھی جاویگی ان سب صورتون مین اور امام محمد کے نزدیک فقط وصیت سے غسل نہ دینگے اور اگر باغی یا ڈاکو لڑائی مین
مارا گیا اوسکو غسل دینگے اور نماز نہین پڑھینگے ف کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نہین نماز پڑھی باغیون پر ایسا ہی ہدایہ مین ہے

باب کعبے مین نماز پڑھنے کے بیان مین

کعبے مین فرض اور نفل پڑھنا درست ہے اور امام شافعی کے نزدیک ہدایہ مین کہا ہے کہ درست نہین اور اونکی کتابون مین لکھا ہے کہ درست
ہے جب متوجہ ہو طرف دیوار کعبے کے یہان تک کہ اگر منہ کیا طرف دروازے کے اور وہ کھلا ہے اور چوکھٹ بھی برابر دو ثلث کے
بالان کی لکڑی کے نہین تو نہین جائز ہوگا اور یہی ہے اونکی کتابون مین کہ اگر معاذ اللہ مثلاً کعبہ گرایا جاوے تو نماز اوسکے باہر اوس طرف
منہ کرکے درست ہے اور اوسکے اندر جائز نہین مگر جب اوسکے سامنے سترہ ہو یا بقیہ ہو دیوار کا اور اعتراض کیا اوسپر صاحب شرح وقایہ نے
ف اور ہمارے نزدیک اسواسطے درست ہے کہ روایت ہے صحیحین مین ابن عمرؓ سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم داخل ہوئے کعبے مین
اور اسامہ اور بلال اور عثمان بن طلحہ اور بند کرلیا اوسکو پھر رہے تھوڑی دیر اوسمین کہا ابن عمرؓ نے کہ پوچھا مینے بلال سے جب وہ
نکلے کہ کیا کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ کیے دو ستون بائین طرف اور ایک داہنی طرف اور تین پیچھے اپنے پھر نماز پڑھی
تو تھا خانہ کعبے کا اوس دن چھ ستون پر انتہی اور یہ دن فتح مکہ کا تھا جیسا کہ تصریح کی انھون نے ساتھ اسکے نافع سے انھون نے
ابن عمرؓ سے تو یہ حدیث اور سوا اسکے معارض ہے اوسکے جو نکالا اون دونون نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
داخل ہوئے کعبے مین اور اوسمین چھ ستون تھے سو کھڑے ہوئے نزدیک اپنے رب کے اور دعا کی اور نماز نہ پڑھی تو ترجیح ہوگی حدیث ابن عمر
کو کیونکہ اثبات مقدم ہے نفی پر اور بعضون نے جو تاویل کی حدیث بلال کی کہ صلوۃ سے اوس جگہ مراد دعا ہے غلط ہے کیونکہ خود بخاری
مین ہے ابن عمرؓ سے کہ پوچھا مینے حضرت بلال سے کہ نماز پڑھی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبے مین کہا کہ ہان دو رکعتین آگے لیکن
معارض ہے اوسکے جو صحیحین مین ہے قول ابن عمرؓ سے کہ بھول گیا مین پوچھنا اونسے کہ کتنی رکعتین پڑھین تھین تو اس صورت مین جمع
اس طرح پر ہوگا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک بار داخل ہوئے کعبے مین دن فتح کے سو نہین نماز پڑھی اور داخل ہوئے پھر دوسرے
دن سو نماز پڑھی اور یہ حجۃ الوداع مین تھا اور یہ مروی ہے حضرت ابن عمرؓ سے ساتھ اسناد حسن کے تخریج کیا اوسکو دارقطنی نے تو ہم حمل کرینگے

حدیث ابن عباس کا اول رونہ پر واللہ اعلم ص کعبے کے اندر نماز پڑھنا جائز ہے اگرچہ مقتدی کی پیٹھ امام کی پیٹھ کی طرف
ہو مگر جسکی پیٹھ امام کے مونہہ کی طرف ہو گی اوسکی نماز درست نہو گی کیونکہ وہ امام سے آگے ہو گیا اور کعبے کے اوپر نماز پڑھنا
مکروہ ہے تعظیم کے واسطے اور یہ مسئلے مین ہے کہ شافعی کے نزدیک جائز نہین ف اسواسطے کہ کعبہ انکے نزدیک اوس بنا کا نام ہے اور ہمارے
نزدیک کعبہ ایک حاطہ ہے اور ہوا ہے آسمان تک نہ بنا کیونکہ نقل اوسکا ہو سکتا ہے اور دلیل اسپر یہ ہے کہ اگر پہاڑ پر کوئی شخص نماز پڑھے
تو وہ کعبے سے اونچا ہے تو اس صورت مین جب عمارت کا نام ہووے نماز نہ جائز ہووے اور مکروہ ہے اسواسطے کہ اوسمین ترک تعظیم ہے اور
وارد ہوئی ہے اوسمین نہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ابن ماجہ نے سنن مین حضرت عمرؓ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے کہ سات جگہہ ہین کہ نہین جائز ہے نماز اونمین پیٹھ خانہ کعبہ کی اور مقبرہ آخر حدیث تک اور ضعیف کی گئی یہ حدیث ساتھ
ابو صالح کاتب اللیث کے لیکن توثیق کی اوسکی جماعت نے اور کلام کیا بعضون نے اور نہ جائز ہونے سے مراد یہ ہے
کہ مکروہ ہے اور نماز کامل نہین ہوتی ص اور اونکی کتابون مین لکھا ہے کہ جب کوئی سترہ آگے کھڑا کر لیوے تو درست ہے اور بغیر اوسکے
جائز نہین اور اگر ایک امام کے ساتھ لوگون نے اقتدا کی کعبے کے گرد حلقہ باندھ کے تو درست ہے مگر کوئی جو اپنے امام سے
زیادہ کعبے کی طرف نزدیک ہے مثلاً امام دو گز کے فرق پر ہے اور مقتدی ایک گز کے تو اس صورت مین اگر وہ شخص اوسطرف
ہے جسطرف امام ہے تو نماز اوسکی درست نہو گی اور اگر اور طرف مین ہے تو درست ہو گی جاننا چاہیے کہ کعبے کی چار جانب ہین چاروں
کے حساب سے تو پھر جو شخص کہ اوسطرف کھڑا ہے کہ جسطرف امام ہے تو وہ شخص جسوقت کہ کعبے کی طرف امام سے زیادہ نزدیک ہے تو امام سے آگے ہو جاوےگا
بخلاف دوسرے تین طرف کھڑے ہونیوالون کے کیونکہ وہ شخص کہ اونمین امام سے زیادہ کعبے کے نزدیک ہے وہ امام سے آگے نہین ہے فقط

کتاب الزکوۃ

زکوۃ چاندی اور سونا اور سوائم اور تجارت کے مالون مین اگر حاجت اصلی سے زائد ہون اور نصاب کے موافق ہون اور قرض
مین مالک آزاد اور عاقل بالغ مسلمان کے ہو وین بعد ایک سال گذرنے کے ان چیزون پر واجب ہوتی ہے ف زکوۃ فرض
ہے کیونکہ فرمایا اللہ تعالی نے وَآتُوا الزَّكٰوةَ یعنی ادا کرو زکوۃ مالون اپنے کی اور اوسپر اجماع ہے امت کا اور واجب کہنے سے
مراد اس مقام مین فرض ہونا ہے اور شرط آزاد ہونے کی اسواسطے ہے کہ کمال ملک کا ساتھ حریت کے ہوتا ہے اور غلام کی کچھ ملک
نہین ہے اور بلوغ اور عقل کو بیان کرینگے اور اسلام شرط ہے اسواسطے کہ زکوۃ عبادت ہے اور عبادت کافر سے صحیح نہین ہوتی اور نصاب
بھی ضروری ہے اسواسطے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شرط کیا نصاب کو اور روایت کی بخاری و مسلم نے ابو سعید خدریؓ سے کہ فرمایا
حضرت نے نہین ہے کم مین پانچ وسق سے کھجور کے زکوۃ اور وسق ساٹھ صاع کا ہوتا ہے اور صاع چار مد کا اور مد ایک رطل تہائی رطل ہوتا ہے
اور فرمایا کہ نہین ہے کم مین پانچ اوقیہ سے چاندی کے صدقہ یعنی زکوۃ اور اوقیہ چالیس درم کا ہوتا ہے تو پانچ اوقیے کے دو سو درم ہوئے اور وسق کے
ساڑھے تین من ہین بحساب فی صاع [illegible] علماء کے سمجھتے ہین اور فرمایا کہ نہین ہے پانچ اونٹون سے کم مین زکوۃ اور ایک سال گذرنے کی اسواسطے شرط ہے کہ روایت
کی مالک و نسائی نے نافع سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص حاصل کرے مال تو نہین ہے زکوۃ اوسپر یہان تک کہ گذر جاوے
اوسپر ایک سال اور روایت کی ابو داؤد نے عاصم بن ضمرہ رضی اللہ عنہ سے اور حارث اعور سے انھون نے حضرت علیؓ سے کہ فرمایا حضرت
نے جب ہون تیرے پاس دو سو درم اور اوسپر گذر جاوے ایک سال تو اوسمین پانچ درم ہین اور پھر آگے بیان کیا کہ نہین ہے کچھ

مال مین زکوٰۃ یہان تک کہ گذر جاوے ایک سال اور حارث اگرچہ ضعیف ہے لیکن عاصم ثقہ ہے اور روایت کی مالک نے کہ قاسم سے
نہین لیتے تھے حضرت ابوبکر کسی مال سے زکوٰۃ یہان تک کہ گذرے اوسپر ایک سال ص اور جو مال نصاب یا زائد حاجت اصلی سے
ہووے جیسے غلام واسطے خدمت کے اور غلہ واسطے کھانے کے اور کپڑے پہننے کے اور اسباب خانگی اور جانور سواری کے اور
ہتھیار کہ اونکو استعمال کرتا ہے اور مزدوری کے ہتھیار اور کتابین پڑھنے کی تو زکوٰۃ واجب نہین ف کیونکہ فرمایا حضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ نہین ہے مسلمان پر صدقہ اوسکے غلام مین اور اوسکے گھوڑے مین اور ایک روایت مین ہے کہ نہین ہے اوسکے
غلام مین صدقہ مگر صدقہ فطر روایت کیا اسکو بخاری و مسلم نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ص اور نیت تجارت کی بھی ضرور ہے مثلاً اغلام
اوسکی خدمت سے زیادہ ہون یا گھر اوسکے رہنے کے سوا اور ہون تو اگر نیت تجارت کی ہوگی زکوٰۃ واجب ہوگی اور مکاتب پر زکوٰۃ واجب
نہین ف اور مکاتب اوس غلام کو کہتے ہین کہ اوس سے مالک کہدے کہ اگر اتنے روپیہ تو نے مجھے دے دے تو تو آزاد ہے اور زکوٰۃ اسواسطے
اوسپر واجب نہین کہ حریت صرف اوسمین نہین ہے بلکہ اسطرح کی عبدیت یعنی غلام ہونا متحقق ہے جب تک اپنی قیمت نہ ادا کر دیوے
ص اور جو شخص کہ قرضدار ہے بقدر قرض اوسکے کے زکوٰۃ اوسپر واجب نہوگی یہ جب ہے کہ قرض کسی شخص کا آتا ہو اور اگر قرض
خدا کا ہو جسکو بندہ طلب نہ کرے جیسے نذر یا کفارہ تو زکوٰۃ واجب ہوگی اور مال ضمار یعنی اوس مال مین کہ مالک سے غائب ہے اور اوسکے
ملنے کی امید نہین ہے جیسے مال گما ہوا یا دریا مین ڈوبا ہوا یا غصب کیا ہوا اور اوسپر کوئی گواہ نہین یا جنگل مین مثلاً گاڑا اور پھر جگہ
اوسکی بھول گیا یا جو قرض کہ لینے والے نے اوسکا انکار کیا برسون پھر اقرار کیا لوگون کے سامنے بعد برسون کے یا جو ظالم نے
مال لے لیا اور پھر بعد برسون کے مل گیا تو ان سب صورتون مین زکوٰۃ اون برسون کی لازم نہ آویگی اور امام شافعی کے
نزدیک لازم آویگی اور جو قرض کہ مفلس یا غنی پر ہووے اور وہ اقرار کرتا ہو یا قرضدار انکار کرتا ہو لیکن گواہ اوسکے لینے پر موجود ہون
یا قاضی اوس سے واقف ہو تو یہ مال اگر اوسکو ملجاوینگے زکوٰۃ اون گذرے دنون کی واجب ہوگی اور اگر کسی چیز کو تجارت کی نیت سے خریدا بعد
اوسکے نیت خدمت کی کی زکوٰۃ اوسمین واجب نہوگی اگرچہ پھر نیت تجارت کی کرے جب تک اوسے بیچ نہ ڈالے اور جو شخص کسی مال کا سوا چاندی اور
سونے اور روپیہ کے ہبہ یا وصیت یا نکاح یا خلع یا دیت سے مالک ہو جاوے اور وقت ملک کے نیت تجارت کی ہووے تو امام ابویوسف کے نزدیک
واسطے تجارت کے ہوگا اور زکوٰۃ واجب ہوگی اور نزدیک امام محمد کے واجب نہوگی اور بعضون نے کہا ہے کہ ابویوسف کے نزدیک واجب نہوگی اور محمد کے نزدیک
واجب ہوگی اور اگر ملک کے وقت نیت تجارت کی نہو گرچہ پھر نیت تجارت کی ہو جاوے زکوٰۃ واجب نہوگی اگرچہ نیت تجارت کے
وقت تک کی ہووے اور اگر نیت تجارت سے خریدا تو تجارت کے واسطے ہوگا جب تک اوسکو بیچ نہ ڈالے سبب یہ ہے
کہ سبب ملک کا اختیاری ہو اور اگر اختیاری نہو جیسے ورثہ وغیرہ زکوٰۃ واجب نہوگی اور زکوٰۃ مین دینے کے وقت نیت زکوٰۃ
کی چاہیے یا مال زکوٰۃ کو جدا کرے تو اگر کوئی شخص ہزارون کا مال انشاء بغیر نیت زکوٰۃ کے وقت ہاتھ نکلنے یا جدا کرنے کے تو وہ
مال زکوٰۃ سے محسوب نہوگا اور اگر سب مال کوئی شخص اسکی راہ مین دیدیوے تو زکوٰۃ ساقط ہوگی اور اگر تھوڑا مال دیوے تو جتنے کا
مال باقی ہے اوسکی زکوٰۃ امام محمد کے نزدیک ساقط ہوگی اور ابویوسف کے نزدیک نہین ہوگی مثلاً اگر اوسکے پاس سو درم تھے اوسنے
سترہ اونمین سے تصدق کیا امام محمد کے نزدیک زکوٰۃ اون سترہ کی ادا ہو جاویگی اور ابویوسف کے نزدیک ادا نہوگی فقط

باب مالون کی زکوٰۃ کے بیان مین

اختیاری جو آدمی کے اختیار مین ہو جیسے ہبہ یعنی کسیکو مال اپنا بخش دینا یا خلع یا وصیت ... کرنے کے سبب ... اور وہ آدمی کے اختیار مین نہین ۱۲ منہ فیض

نصاب اونٹ کی پانچ ہین اور گاے کی تیس اور بکری کی چالیس تو جب اونٹ پانچ سے یا گاے تیس سے یا بکریان چالیس سے
کم ہون زکوٰۃ واجب نہو گی ف کیونکہ فرمایا حضرت نے اور جسکے نہون مگر چار اونٹ تو نہین ہے اوسمین صدقہ مگر یہ کہ چاہے
مالک اوسکا یعنی فرض نہین زکوٰۃ اوسمین اور جب ہو جاوین پانچ تو اوسمین ایک بکری ہے اور فرمایا کہ جب ہون کم چالیس بکریون سے
آدمی کے پاس تو نہین ہے اوسمین صدقہ مگر یہ کہ چاہے مالک اوسکا اور فرمایا وَفِي الْبَقَرِ فِي كُلِّ ثَلَاثِيْنَ تَبِيعٌ یعنی گایون
ہر تیس مین ایک گاے ہے ایک برس کی اور دوسرے برس مین لگی ہو ص ہر پنجے مین اونٹ کے بختی ہون یا عربی ف
بختی اونٹ اوسکو کہتے ہین کہ عربی اونٹ اور عجمی سے مل کے پیدا ہوا ہو اور عربی جسکے ماں باپ دونون عربی ہون ص
ایک بکری واجب ہے تو دس مین دو بکریان اور پندرہ مین تین اور بیس مین چار واجب ہونگی اور جب پچیس اونٹ ہو جاوین ایک بنت
مخاض یعنی ایک برس کی اونٹنی کہ دوسرے مین لگی ہو اور جب ہو جاوین چھتیس تو ایک بنت لبون یعنی دو برس کی اونٹنی
کہ تیسرے برس مین لگی ہو اور جب چھیالیس ہون تو ایک حقہ یعنی تین برس کی کہ چوتھے مین لگی ہو اور جب ساٹھ ہون تو ایک جذعہ
چار برس کی پانچوین مین ہو اور جب چھہتر ہون تو دو بنت لبون اور جب اکانوے ہون تو ایک سو بیس تک دو حقے پھر ایسی طرح ہر پنجے
مین ایک بکری پھر ایک سو پینتالیس مین ایک بنت مخاض اور دو حقے اور ڈیڑھ سو مین تین حقے واجب ہو گئے پھر ہر پنجے مین ایک بکری
پھر ہر پچیس مین ایک بنت مخاض اور ہر چھتیس مین ایک بنت لبون پھر ایک سو چھیانوے مین دو سو تک چار حقے واجب ہونگے
پھر بعد دو سو کے پنجے سے شروع کیا جاویگا جیسا کہ بعد ڈیڑھ سو کے شروع کیا گیا تھا ف اور ایسا ہی وارد ہوا حدیث مین اور
اسمین خلاف امام شافعی کا ہے واللہ اعلم ص اور جب تیس گاے ہون یا بھینس تو ایک تبیعہ یعنی ایک سال کا دیوے اور جب
چالیس ہون تو ایک مسنہ یعنی دو برس کا پڑا یا پڑوا اور پھر ساٹھ تک حساب لگا کر دے تو جب ساٹھ ہون دو تبیعے دے اونسٹر تک
پھر جب ستر ہون ایک مسنہ اور ایک تبیعہ دے پھر جب اسی ہون تو دو مسنے اور جب نوے ہون تو تین تبیعے اور جب سو ہون تو دو
تبیعے اور ایک مسنہ اور جب ایک سو دس ہون تو ایک تبیعہ اور دو مسنے پھر جب سو اور بیس ہون چار تبیعے یا تین مسنے دیوے ایسی طرح
ہر ایک تیس مین تبیعہ اور ہر چالیس مین مسنہ دیا کریگا اور چالیس بکریان یا بھیڑ ہون تو ایک بکری ہے پھر ایک سو اکیس مین دو بکریان
پھر جب دو سو اور ایک بکری ہو تو تین بکریان دے پھر جب چار سو ہون تو چار بکریان دے پھر اسی طرح ہر سیکڑے مین ایک بکری دیا کرے ف
اور ایسا ہی حدیث مین آیا ہے روایت کیا اوسکو ابو داؤد نے حضرت علی سے اور اسناد اوسکی ضعیف ہے اور مروی ہے کتاب حضرت
ابو بکر مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسا ہی ذکر کیا ہے اوسکو بخاری نے ص اور جو خچر یا گدھے تجارت کے نہین ہین اونمین زکوٰۃ
نہین مگر یہ کہ تجارت کے لیے ہون ف اسواسطے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہین نازل ہوا مجہپر اونمین کچھ اور جب تجارت کے
لیے ہون تو زکوٰۃ واجب ہو گی کیونکہ مال اونکا مثل مال اور اموال کے ہے ص اور اونٹ گاے بکری اگر گھر مین اونکو کھلایا جاتا ہو
اور چارہ دیا جاتا ہو تو اونمین زکوٰۃ واجب نہین اور یہ جو کہا مین کہ [illegible] جب ہین کہ وہ جانور سائمہ یعنی جنگل سے چرنے والے ہون
اکثر مدت سال کی اور جو جانور کام کے لیے ہین جیسے بیل ہل جوتنے کے یا بوجھ لادنے کے لیے تو اونمین بھی زکوٰۃ واجب نہین
بکری کے اور اونٹ کے اور گاے کے بچون مین جتنے چاہے ہون زکوٰۃ نہین ہے مگر بڑے کی تبعیت مین مثلاً چالیس [illegible]
[illegible] مین [illegible] ایک بھی بڑا ہوگا تو زکوٰۃ واجب ہوگی [illegible]

تو زکوۃ واجب نہین اور فری یا وہ ہون تو بھی ایک روایت مین واجب نہین اور اگر نر و مادہ ملے جلے ہون ہر گھوڑے مین ایک دینار لازم آویگا یا اونکی قیمت لگا کے اگر نصاب ہو تو چالیسوان حصہ لازم آویگا ف اور یہ مذہب امام ابوحنیفہ کا ہے اور قول ابراہیم کا بھی ہے اور کہا صاحبین نے نہین ہے زکوۃ ہر گھوڑے مین کیونکہ حدیث مین آیا ہے کہ نہین ہے صدقہ مسلمان پر اوسکے غلام اور گھوڑے مین روایت کیا اوسکو بخاری و مسلم وغیرہ نے اور جواب اسکا یہ ہے کہ مراد اسجادہ گھوڑا ہے جو واسطے جہاد کے ہو اور ایسا ہی منقول ہے زید بن ثابت سے یا وہ جو گھر مین کھاتا ہو اور دلیل امام صاحب کی یہ ہے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر گھوڑے چرنے والے مین ایک دینار ہے یا دس درم ذکر کیا اس حدیث کو شیخ تقی الدین نے امام مین دارقطنی سے روایت جابر رضی اللہ عنہ سے اور بعضون نے کہا ہے کہ پہلے واجب تھی زکوۃ گھوڑون مین پھر منسوخ ہو گئی جیسا کہ روایت کی ترمذی اور نسائی نے حضرت علی سے کہ فرمایا حضرت نے تحقیق کہ مین نے معاف کی تمسے زکوۃ گھوڑے اور غلام کی تو نکالو صدقہ دراہم مین اور یہ صحیح نہین کیونکہ جانتے ہین کہ عفو جگہ سابق سے ہوا اور حدیث دارقطنی ناسخ اس حدیث کی ہے اور دلالت کرتی ہے اسپر جو روایت کی دارقطنی نے زہری سے کہ سائب بن یزید نے خبر دی اونکو کہا کہ دیکھا مین نے باپ اپنے کو کہ ٹھہراتے تھے گھوڑون کو پھر دیتے تھے صدقہ اوسکا حضرت عمر کو اور حکم کیا حضرت عمر نے ایسا ہی روایت کیا اسکو عبدالرزاق نے اور روایت کی عبدالرزاق نے ابن جریج سے انھون نے ابن شہاب سے کہ عثمان رضی اللہ عنہ صدقہ لیتے تھے گھوڑون کا اور سائب بن یزید نے خبر دی اوسکو کہ عمر بن خطاب لیتے تھے صدقہ گھوڑون کا کہا زہری نے نہین جانتا ہون مین کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سنت رکھا ہو صدقہ گھوڑون کا اور روایت کی امام محمد نے آثار مین ثنا ابو حنیفۃ عن حماد بن ابی سلیمان عن ابراہیم النخعی انہ قال فی الخیل السائمۃ التی یطلب نسلها ان شئت فی کل فرس دینارا او عشرۃ دراہم وان شئت فالقیمۃ فیکون فی کل مائتی درہم خمسۃ دراہم فی کل فرس ذکرا او انثی انتہی یعنی جو گھوڑے چرنے والے کہ طلب کی جاوے اولاد اونکی اگر چاہے ہر گھوڑے مین ایک دینار یا دس درہم اور اگر چاہے تو قیمت کے حساب سے ہر دو سو درہم مین پانچ درہم ہر گھوڑے مین مذکر ہو یا مونث اور روایت کی دارقطنی نے کہ مشورہ کیا اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو یہ ٹھہرا کہ ہر گھوڑے سے دس درم لیے جاوین ص زکوۃ اور کفارہ اور نذر اور عشر مین قیمت کا بھی دینا درست ہے اور جو مصدق یعنی صدقہ لیتا ہو حاکم کی طرف سے اوسکو چاہیے کہ اوسط مال لیوے تو اگر اوس مین کا جانور جو واجب ہوا ہے اوسکے بدلے اونچی لیوے اور کمی کو پھیر دیوے یا اعلی لیوے اور جو بڑھے دیوے ف اور اوسط مال اسواسطے لیوے کہ فرمایا حضرت نے واسطے معاذ کے بچ رہو تم اچھے مال اونکے سے اور ایسا ہی مروی ہے سنن ابوداود اور نسائی مین ص اور جو مال کہ بیچ سال مین بڑھ جاوے اصل نصاب سے اوسی قسم مین مل جاویگا مثلاً اوسکے پاس اول سال مین دو سو درم تھے اور بیچ سال مین سو اور بڑھ گئے تو یہ سو بھی اون دو سو کے ساتھ ملائے جاوینگے تو تین سو کی زکوۃ لازم آویگی اگرچہ اس سو پر پورا سال نہین گذرا ہے اور زکوۃ نصاب سے متعلق ہوتی ہے اور جو کچھ عفو ہے اوسکا حساب نہین مثلاً جو کوئی پینتیس اونٹ کا مالک ہووے تو واجب ایک بنت مخاض ہے جس مین [illegible] اور جو زیادہ ہین وہ معاف ہین یہان تک کہ اگر سال مین دس ہلاک ہو جاوین زکوۃ ویسی ہی واجب ہوگی اور اگر بعد ایک سال کے تمام نصاب ہلاک ہو جاوے تو زکوۃ ساقط ہوگی اور اگر بعض ہلاک ہووے تو جتنا ہلاک ہوا ہے اوسکی زکوۃ ساقط ہوگی اور پہلے جو کچھ نصاب سے ہلاک ہووے تو وہ [illegible] نصاب [illegible] متصل [illegible]

بکریوں میں سے تین بکریاں ہلاک ہوجاویں یا چھ اونٹ سے ایک اونٹ بعد سال کے تو چالیس بکریوں پر اور پانچ اونٹ پر
ایک بکری باقی رہیگی اوسی طرح اگر چالیس اونٹ سے پندرہ ہلاک ہوجاویں چار کو عفو میں صرف کرینگے اور گیارہ کو چھتیس میں
کہ وہ سب سے متصل ہی تو پچیس اونٹ رہ جاوینگے اور اونمیں ایک بنت مخاض لازم آویگی اور اگر چالیس اونٹ سے بیس ہلاک ہوئے تو چار عفو
میں صرف کیے جاوینگے اور گیارہ اوس نصاب میں جو عفو کے قریب ہی اور پانچ اوس نصاب میں جو اوس نصاب سے قریب ہی یہانتک
کہ بیس اونٹ میں چار بکریاں باقی رہ جاوینگی اور جو پچیس ہلاک ہوں پندرہ رہجاوینگی تو تین بکریاں لازم آوینگی اور جو تیس ہلاک ہوں
دس رہجاوینگی تو دو بکریاں لازم آوینگی اور جو پینتیس ہلاک ہوجاویں پانچ رہجاوینگی تو ایک بکری لازم آویگی یہانتک کہ نصاب ہی
نہ رہیگا ص اور جاننا چاہیے کہ لینا خراج کا امام کو پہونچتا ہی اور اسی طرح دسواں حصہ خارج کا اور زکوٰۃ سوائم اور زکوٰۃ مال
تجارت کی سب امام لیویگا تو اگر باغیوں نے خراج لے لیا تو مالکوں سے دوسری بار نہ لیا جاویگا کیونکہ خراج حق لڑنے والوں کا ہی
اور وہ کافروں سے لڑتے ہیں اور اگر زکوٰۃ مال تجارت کی لے لی اور زکوٰۃ کے مصارف میں صرف کیا تو بھی مالکوں سے دوبارہ
نہ لیا جاویگا اور اگر انھوں نے اوسکے مصرفوں میں صرف نہیں کیا تو اون لوگوں کو چاہیے کہ چپکے سے دوبارہ زکوٰۃ دیویں اور یہی
پر فتوی ہی اور بعضوں کے نزدیک اونکو پھر دینا لازم نہیں اور بعضوں کے نزدیک اگر اونکو دینے کے وقت نیت تصدق کی کرینگے تو
زکوٰۃ اونسے ساقط ہوجاویگی اور شیخ ابو منصور ماتریدی نے اسکو قبول نہیں کیا ف اور باقی تفصیل اسکی اصل میں لکھی ہی میں نے اس
جگہہ بنظر اس بات کے کہ عوام فہم تھا ترک کیا ص اور جو لڑکا تغلبی ہو تو اوسکے مال سے جزیہ نہ لیا جاویگا اور عورت تغلبی کے مال
سے مثل اونکے مردوں کے لیا جاویگا جاننا چاہیے کہ تغلبی منسوب ہی طرف تغلب کے اور بنو تغلب کے ایک قوم تھی مشرکین سے حضرت عمرؓ نے اون
سے جزیہ طلب کیا اونھوں نے انکار کیا اور کہا کہ ہم صدقہ دونا دیوینگے تو اس بات پر صلح ہوئی اور حضرت عمرؓ نے کہا کہ یہی جزیہ ہی
تمہارا جو تم چاہو اپنے یہاں نام رکھو تو اسکا سبب اونسے زکوٰۃ کے دونے پر صلح ہوگئی اونکے لڑکوں سے نہیں لیا جاویگا اور عورتوں سے لیا جاویگا
اور جو صاحب نصاب کا ہی اوسکو ایک سال کے پہلے یا زیادہ زکوٰۃ کا دیدینا اور بھی اوسکو کئی نصابوں کی زکوٰۃ کا دیدینا درست ہی مثلاً
اوسکے پاس سو درہم تھے اور اوسنے کئی نصابوں کی زکوٰۃ اونمیں سے ادا کی اور بعد اوسکے وہ نصاب اوسکو ملی پہلی زکوٰۃ اوس سے بھی کافی
ہوگی اور جو پوری ایک نصاب کا مالک نہیں اور وہ پیشتر کئی نصابوں کی زکوٰۃ دیوے تو درست نہیں ف پہلے سال سے زکوٰۃ دیدینا
اسواسطے درست ہی کہ روایت کی ابوداؤد اور ترمذی نے عبد اللہ بن عمرو بن العاص سے کہ پوچھا عباسؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم سے زکوٰۃ جلدی دینے میں قبل گذرنے سال کے واسطے سبقت کے طرف نیکی کے تو اذن دیا آپنے اونکو ص نصاب
سونے کا بیس مثقال ہی اور چاندی کا دو سو درم کہ ہر دس درم سات مثقال کے ہوں اور اس وزن کو وزن سبعہ کہتے ہیں
تو ایک درم آدھا اور پانچواں حصہ مثقال کا ہوویگا تو دس درم سات مثقال کے ہونگے اور مثقال بیس قیراط کا ہوتا ہی اور درم چودہ
قیراط کا اور قیراط پانچ جو کا ہوتا ہی ف کیونکہ فرمایا حضرت نے نہیں کم پانچ اوقیہ سے چاندی میں زکوٰۃ اور ذکر کیا اسکو اونہوں نے جنہوں نے روایت [illegible]
کی اور اوقیہ چالیس درم کا ہوتا ہی تو پانچ اوقیہ کے دو سو درم ہوئے اور روایت کی ابوداؤد اور ترمذی نے حضرت علیؓ سے
اور اوسمیں ہی کہ لاؤ صدقہ چاندی کا ہر چالیس درم میں سے ایک درم اور نہیں ہی ایک سو نوے میں کچھ اور جب دو سو ہوں تو انمیں
پانچ درہم ہیں اور روایت کی دارقطنی نے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم کیا معاذ بن جبلؓ کو جب بھیجا اونکو یمن کی طرف یہ کہ لیوے

[illegible]

یہ حدیث ہے کہ نہیں شک ہے اوس میں جیسا اوسنے سمجھا ہے گویا ان کا اصل سونا یا چاندی ہے [illegible]

چالیسوان حصہ زکوۃ میں واجب ہے [illegible] ف تو اگر زیور چاندی یا سونے کا ہوگا زکوۃ واجب ہوگی اور امام شافعی کے

نزدیک نہیں واجب ہے اور دلیل امام صاحب کی یہ ہے جو روایت کی ابو داؤد و نسائی نے کہ ایک عورت آئی نبی صلی اللہ علیہ وسلم

کے پاس اور اوسکے ساتھ اوسکی بیٹی تھی اور اوسکے ہاتھ میں دو کنگن تھے موٹے سونے کے سو فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم

نے اوسکی بیٹی سے کیا ادا کرتی ہے تو زکوۃ اوسکی کہا نہیں کہا کیا آسان ہے تجھکو کہ پہناوے اللہ تجھکو دو کنگن آگ کے قیامت کے دن

کہا راوی نے کہ اوتار ڈالا اوسنے اور پھینک دیا حضرت کے سامنے اور کہا کہ یہ دونوں واسطے اللہ کے اور رسول کے ہیں کہا ابن القطان

نے اسناد اوسکی صحیح ہے اور کہا منذری نے مختصر میں کہ نہیں ہے گفتگو اوسکی اسناد میں اور [illegible] ترمذی نے [illegible]

کہا آئیں دو عورتیں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اور ذکر کیا اوس حدیث کو اور اوس میں ہے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم

نے ادا کرو زکوۃ اوسکی اور وہ جو ضعیف کہا اوسکو ترمذی نے اور کہا کہ نہیں صحیح ہے اس باب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

سے کچھ تو یہ ہے کہ اس طریق سے کوئی حدیث صحیح نہیں ہوئی [illegible] کہا منذری نے کہ شاید قصد کیا اوسنے اون طریقوں کو جو ذکر کئے

اونکو اور [illegible] ابو داؤد کا نہیں گفتگو ہے اوس میں اور کہا ابن القطان نے بعد تصحیح کے حدیث ابی داؤد کو کہ ضعیف کیا ترمذی نے [illegible]

[illegible] ضعیف ہیں ابن لہیعہ و مثنی بن الصباح [illegible] روایت کی ابو داؤد نے [illegible]

[illegible]

مروی ہو کہ دکنا چاندی اور سونے کا اور کچ نہ دینا اوسکی زکوۃ کو اور اخراج کیا اوسکا حاکم نے مستدرک مین محمد بن مہاجر سے انھون نے ثابت سے یعنی اسنادوں اور کہا کہ صحیح ہو اوپر شرط بخاری کے اور لفظ اوسکا یہ ہو کہ جب ادا کی تو اوسکی زکوۃ تو وہ کنز نہین ہو لیکن کہا بیہقی نے کہ اسمین منفرد ہوا ساتھ اوسکے ثابت بن عجلان اور کہا صاحب تنقیح نے یہ کچھ ضرر نہین کرتا کیونکہ ثابت بن عجلان سے روایت کی اوس سے بخاری نے اور توثیق کی اوسکی ابن معین نے اور وہ جو کہا عبد الحق نے کہ نہین حجت پکڑی جاویگی ساتھ اوسکے قول ہی ضعیف نہین کہا یہ کسینے اور انکار کیا اوسپر شیخ تقی الدین ابن دقیق العید نے اور وہ جو کہا ابن الجوزی نے کہ محمد بن مہاجر اوسکی اسناد مین کہا ابن حبان نے کہ بناتا ہی احادیث کو اور نسبت کرتا ہو اونکی طرف ثقات کے کہا صاحب تنقیح نے یہ وہم ابن الجوزی کا تبع ہی اسمین کہ محمد بن مہاجر کذاب وہ اور ہو اور یہ جو روایت کرتا ہی ثابت بن عجلان سے ثقہ ہی شامی ہی روایت کی اوس سے مسلم نے اور توثیق کی اوسکی احمد اور ابن معین اور ابو زرعہ اور دحیم اور ابو داؤد وغیرہم نے اور عتاب بن بشیر روایت ابو داؤد مین توثیق کی اوسکی ابن معین نے اور روایت کی اوس سے بخاری نے ساتھ متابعت کے اور وہ جو مروی ہی جابر سے انھون نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ نہین ہی زیور مین زکوۃ کہا بیہقی نے باطل ہی نہین ہی اصل اوسکی اور ذکر کیا اوسکو شوکانی نے نحوہ [illegible] جابر کا قول اور جو آثار کہ مروی ہین ابن عمرؓ اور حضرت عائشہؓ اور اسماء سے سو وہ موقوف ہین اور معارض ہین اوسکے اور آثار روایت ہی حضرت عمرؓ سے کہ انھون نے لکھا ابو موسی اشعری کو کہ زکوۃ دیوین عورتین اپنے زیورون کی روایت کیا اوسکو ابن ابی شیبہ نے اور ابن مسعودؓ سے کہ زیور مین زکوۃ ہی روایت کیا اوسکو عبد الرزاق نے اور لکھا عبد اللہ بن عمرؓ نے طرف بیوی سالم کے کہ نکالے زکوۃ اپنی بیٹیون کے زیورون کی روایت کیا اوسکو دارقطنی نے اور روایت کی ابن ابی شیبہ نے عطاء اور ابراہیم اور سعید بن جبیر اور طاؤس اور عبد اللہ بن شداد سے کہ کہا انھون نے وَفِي الْحُلِيِّ زَكٰوةٌ یعنی زیور مین زکوۃ ہی اور بھی روایت کی عطاء اور ابراہیم نخعی سے کہ کہا انھون نے جاری ہوئی سنت کہ زیور مین زکوۃ ہی اور بہت سے آئے اس باب مین آثار اور وہ جو روایت کی مالک نے ابن عمرؓ اور حضرت عائشہؓ سے کہ نہین ادا کی انھون نے زیور مین زکوۃ معارض ہی اوسکے جو اوپر گذرا تو صحیح مذہب امام صاحب کا ہی وَاللّٰهُ اَعْلَمُ وَعِلْمُهٗ اَتَمُّ ص اور ایسا ہی اسباب تجارت مین بھی چالیسوان حصہ دیا جاویگا اور چالیسوان حصہ درہم سے کرینگے اگر اوسمین فقیرون کو نفع ہووے یا دینار سے کرینگے اگر اوسمین زیادہ نفع ہو اور جب نصاب پر پانچوان حصہ بڑھ جاویگا تو اوسمین بھی حساب سے زکوۃ واجب ہوگی جیسے دوسو درہم مین چالیس بڑھ جاوین تو ایک درم اور زکوۃ مین دینا پڑیگا اور جو اسّی بڑھین دو بڑھینگے اور اگر پانچوین حصے سے نصاب کم بڑھین تو کچھ لازم نہین آتا اور صاحبین کے نزدیک جو دوسو پر زیادہ ہو تو زکوۃ اوسکی اوسکے حساب سے واجب ہوگی چاہے پانچوان حصہ یعنی چالیس درہم ہووے ہون یا نہون اور یہی قول ہی امام شافعی کا اور دلیل اونکی یہ ہی کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اور جو زائد ہو دوسو پر تو زکوۃ اوسکی اوسکے حساب سے ہی اور دلیل امام ابو حنیفہ کی یہ ہی کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے [illegible]
اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَرَنِيْ اَنْ لَّا يَأْخُذَ مِنَ الْكُسُوْرِ شَيْئًا یعنی حکم کیا اونکو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے [illegible]
کچھ یعنی چالیس تک پہنچے [illegible] کسرات [illegible] زکوۃ [illegible] دوسو [illegible]
[illegible]

قیمت ہو جیسا کہ استدلال ابن حزم کے اور کہا عبدالحق نے احکام مین کہ روایت کی ابو داؤد نے عبداللہ اور محمد سے انھون نے اپنے باپ سے انھون نے اپنے دادا سے انھون نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ لکھی آپ نے کتاب واسطے عمرو بن حزم کے کہ نہین ہے چاندی کا صدقہ یہان تک کہ پہنچے دو سو درہم کو تو اوسمین پانچ ہین اور ہر چالیس مین ایک ہے اور نہین ہے چالیس سے کم مین صدقہ اور روایت ہے کتاب ابن حزم مین بروایت نسائی اور ابن حبان اور حاکم کے کہ ہر پانچ اوقیہ مین چاندی سے پانچ درہم ہین اور جو زیادہ ہو تو ہر چالیس درہم ہے اور روایت کی ابن ابی شیبہ نے حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ عَاصِمٍ عَنِ الْحَسَنِ قَالَ كَتَبَ عُمَرُ اِلٰى اَبِيْ مُوْسَى الْاَشْعَرِيِّ فَمَا زَادَ عَلَى الْمِائَتَيْنِ فَفِيْ كُلِّ اَرْبَعِيْنَ دِرْهَمًا دِرْهَمٌ یعنی لکھا حضرت عمرؓ نے طرف ابی موسیٰ اشعری کے اور لیکن جو زائد ہو دو سو پر تو ہر چالیس درہم مین ایک درہم ہے اور ایک روایت مین ہے کہ لاؤ چوتھا حصہ دسوین حصے کا یعنی چالیسوان حصہ ہر چالیس درہم سے ایک **ص** اور اگر درم مین کچھ غش ہو تو اگر چاندی زیادہ ہے اوسکا اعتبار ہوگا اور اگر غش یعنی تانبا وغیرہ زائد ہے تو اونکی قیمت لگائی جاویگی اور اگر نصاب کا بیچ سال مین نقصان ہو جاوے اور پھر آخر سال مین پورا ہو جاوے زکوٰۃ واجب ہوگی مثلاً اگر اوسکے پاس اول سال مین نصاب یعنی بیس دینار موجود تھے پھر سال کے درمیان مین کم ہو گیا اور پھر اخیر سال مین بیس دینار ہو گئے زکوٰۃ ویسی ہی واجب ہوگی اور سونا چاندی کی طرف ملایا جاویگا اور اسباب دونون کی طرف ملایا جاویگا مثلاً اگر اوسکے پاس دس دینار اور سو درہم تھے کہ قیمت اوسکی دس دینار ہین زکوٰۃ امام صاحب کے نزدیک واجب ہوگی اور صاحبین کے نزدیک نہین واجب ہوگی اور جب اوسکے پاس دس دینار اور سو درہم تھے سبکے نزدیک [illegible]

باب عاشر کے بیان مین

عاشر اوس شخص کو کہتے ہین جسکو بادشاہ نے راہگذر پر تاجرون کے صدقے لینے کے لیے مقرر کیا ہو اور اگر کسی تاجر نے عاشر سے کہا کہ تمام سال نہین گذرا یا قرض سے مین فارغ نہین ہون یا سوا اس کے اول مین کہا کہ شہر مین فقیر کو دیچکا ہون تو عاشر اوسکے قول کو بغیر قسم کے قبول نکرے اور اگر کہے سوائم مین کہ فقیر کو دیچکا ہون تو اوسکا قول سچ نجانے کیونکہ سوائم مین فقیر کو دینا درست نہین بلکہ بادشاہ کو دینا چاہیے اوسکو مصرف مین اوسکے صرف کرے اور اگر دعویٰ کیا کہ زکوٰۃ اس سال کی مین دوسرے عاشر کو دیچکا ہون اگر وہ عاشر اوس سال کا عاشر تھا تو قول اوسکا ساتھ قسم کے مان لینگے اور اوس عاشر کی چٹھی وصول نکالنا ضرور نہوگا اور یہی مسلمان کا اعتبار کیا جاتا ہے ذمی کا بھی اعتبار کیا جاویگا نہ حربی کا مگر حربی اگر اپنی لونڈی میں کہے کہ یہ میری ام ولد ہے تو سچ جانا جاویگا اور اوس سے کچھ نہ لیا جاویگا اور مسلمان سے عاشر چالیسوان حصہ لیوے اور ذمی سے بیسوان اور حربی سے دسوان حصہ اگر مال اوسکا نصاب کو پہونچ جاوے اور ایسا ہی کیا تھا حضرت عمرؓ نے روایت کی امام محمد نے حضرت عمرؓ سے کہ بھیجا اونھون نے ایک شخص کو اور حکم کیا کہ لے مسلمانون کے مال سے جب تجارت کے لیے ہون چوتھا حصہ دس حصون مین سے اور ذمیون کے مال سے آدھا حصہ دس حصون مین سے اور حربی کے مال سے دسوان حصہ اور ایسا ہی روایت کیا اوسکو عبدالرزاق نے اور لوگون نے واللہ اعلم **ص** اور [illegible]

[illegible]

پھر قبل سال گذرنے کے پھر عاشر پاس سے گذرا اگر دارالحرب سے آیا ہی تو دوسری دوبارہ اوس سے دسوان حصہ لیا جاویگا اور اگر اپنے گھر پہنچ گئے
جاتا ہی تو نہ لیا جاویگا اور جو ذمی شراب لیکے گذرے تو بیسوان حصہ لیا جاویگا اور سور میں کچھ نہ لیا جاویگا فقط شراب یا سور کچھ ہو تو
کو لیا جاویگا امام ابو حنیفہ کا مذہب ہی اور شافعی کے نزدیک کسیکا بیسوان حصہ نہ لیا جاویگا اور نزدیک امام زفر کے دونون کا
لیا جاویگا اور ابو یوسف کے نزدیک اگر دونون کو لیکے گذرے تو دونون کا بیسوان حصہ لیا جاویگا اور اگر فقط شراب لیکے گذرے تو شراب
کا بیسوان حصہ لیا جاویگا اور اگر فقط سور لاوے تو کچھ نہ لیا جاویگا اور اگر کوئی شخص مال بضاعت یا مال مضاربت لیکے گذرے جائز نہیں ہی کہ
مال سے عاشر کچھ لیوے اسواسطے کہ وہ مال اوسکے پاس امانت ہی مگر یہ کہ مال مضاربت میں اگر اوسکا حصہ نفع کا پہونچے تو اوسکے حصے کے موافق اوس سے لیا جاوے
اور اگر کوئی غلام ماذون گذرے تو اگر قرضدار ہو تو کچھ نہ لیوے اور اگر قرضدار نہو تو اگر مولیٰ اوسکا اوسکے ساتھ ہی تو لیوے اور اگر ساتھ نہیں ہی نہ لیوے

باب رکاز کے بیان میں

رکاز اوس مال کو کہتے ہیں کہ زمین کے نیچے پیدا ہوا ہو یا رکھا گیا ہو تو کان پیدا ہوتی ہی اور خزانہ رکھا جاتا ہی تو کان سونے کی اور مثل اوسکے
زمین خراجی یا عشری میں ہو پانچوان حصہ واجب ہوتا ہی **ف** کیونکہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ رکاز میں پانچوان حصہ ہی
اخراج کیا اوسکو صحاح ستہ والوں نے **ص** اور باقی سب پانے والون کا ہی اگر اوس زمین کا کوئی مالک نہیں ہی اور اگر وہ زمین کسیکی
ملک ہی تو باقی مالک کو ہی اور اگر کسیکے گھر میں کچھ نکلا تو اوسمیں کچھ واجب نہیں ہوتا اور اگر اپنی زمین میں پایا تو اوسمیں ایک
روایت میں کچھ لازم نہیں آتا اور ایک میں لازم آتا ہی اور موتیون اور عنبر اور نیر وغیرہ میں اگر پہاڑ پر ملیں تو پانچوان حصہ نہیں
واجب ہی **ف** اسواسطے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لا خمس في الحجر یعنی نہیں ہی پانچوان حصہ پتھرون میں اور یہ حدیث
ہدایہ میں ہی اور اس لفظ سے نہیں ملی ہان روایت کی ابن عدی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے لا زكوة في حجر یعنی نہیں ہی زکوٰۃ
پتھرون میں دو طریق سے اور دونون ضعیف ہیں پہلا بسبب عمر بن ابی عمر کلاعی کے اور دوسرا ساتھ محمد بن عبد اللہ عرزمی کے
اور روایت کی ابن ابی شیبہ نے عکرمہ سے کہ نہیں ہی موتی اور زمرد میں زکوٰۃ مگر یہ کہ تجارت کے لیے ہون اور ایسا ہی ہی عنبر میں اور یہ
مذہب امام ابو حنیفہ اور محمد کا ہی اور ابو یوسف کے نزدیک جو چیز زیور کے قسم سے دریا سے نکالی جاوے اوسمیں پانچوان حصہ ہی اسواسطے
کہ حضرت عمر نے لیا خمس عنبر سے اور یہ حدیث ہدایہ میں ہی اور روایت کیا اوسکو قاسم بن سلام نے کتاب الاموال میں
لیکن اسناد اوسکی ضعیف ہی علاوہ اسکے کہا شیخ ابن الہمام رحمہ اللہ نے على ان ثبوته عن عمر رضي الله عنه لم يصح
اصلا انتہی یعنی ثبوت اس حدیث کا عمر رضی اللہ عنہ سے نہیں صحیح ہوا ہرگز لیکن روایت کی عبد الرزاق نے ثنا معمر عن
سماك بن الفضل عن عمر بن عبد العزيز انه اخذ من العنبر الخمس یعنی لیا عمر بن عبد العزیز نے عنبر سے
پانچوان حصہ اور حسن بصری اور ابن شہاب زہری نے کہا انہون نے عنبر اور موتی میں پانچوان حصہ ہی اور روایت کی شافعی نے ابن عباس
سے ان ابراهيم بن سعد كان عاملا بعدن فسال ابن عباس عن العنبر فقال ان كان فيه شيء ففيه الخمس
یعنی پوچھا ابن عباس سے [illegible]
[illegible]
[illegible]

کہا ابن عباس نے کہ نہین ہی عنبر مین پانچوان حصہ اور کہا حدثنا معن وابن معاویۃ عن ابراہیم الصائغ عن ابی
الزبیر عن جابر نحوہ اور جابر سے بھی ایسا ہی مروی ہی ف جو خزانہ کہ اوسکا اسلام کا ہی اگر پاوے تو اوسکو لوگون
سے پہچنوائے جیسے لقطہ یعنی پڑی چیز کا حکم ہی اور اگر اسکا کفر کا ہی تو پانچوان حصہ لازم آویگا اور باقی پانے والے کا اگر وہ زمین اوسکی
ملک نہین اور نہین تو جو مالک اول اسلام کی فتح کا ہی اوسکو ملیگا اور اگر تاجر ہمارا امن لیکے دار الحرب مین گیا اور وہان گاڑا ہوا
سب اوسکی ہی اور اگر کسی حربی کے گھر مین پائی تو گھر کے مالک کی ہی اور اگر زمین مین دار الحرب کے جو کسی کی ملک نہین ہی پائی پانچوان حصہ اوسکا نہین اور باقی سب اوسکا ہی

باب زکوٰۃ خارج کے بیان مین

یعنی عشر کے شہد مین اور پہاڑ کے شہد مین اور میوے مین اور زمین مین نکلنے والی چیزون مین برابر ہی کہ اوسکو پانی جاری یا مینہ
نے سینچا ہو اگرچہ پانچ وسق نہون یا برس بھر باقی نہ رہتا ہو امام ابو حنیفہ کے نزدیک دسوان حصہ لازم آویگا اور صاحبین اور
امام شافعی کے نزدیک پانچ وسق سے کم مین کچھ لازم نہ آویگا اور وسق ساٹھ صاع کا ہوتا ہی اور صاع آٹھ رطل یعنی چار سیر پھانی کا ہوتا ہی
ف لیکن شہد سے دسوان حصہ اگرچہ پانچ وسق کے برابر نہو سو اسواسطے کہ روایت کی بخاری نے آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم سے کہ جسکو تر کرے آسمان یا چشمہ اور زمین عشری ہو تو اوسمین دسوان حصہ ہی اور جو ڈول وغیرہ سے پانی دیا جاوے
تو اوسمین بیسوان حصہ ہی اور حدیث مین مطلق ہی اور ذکر پانچ وسق کا نہین ہی تو محمول ہو گئی اطلاق پر اور اس باب مین
آثار ہین نکالا عبد الرزاق نے عمر بن عبد العزیز سے کہا کہ جو اوگے کم یا بہت اوسمین دسوان حصہ ہی اور نکالا مانند اسکے مجاہد
اور ابراہیم نخعی سے اور روایت کی ابن ابی شیبہ نے مانند اسکے عمر بن عبد العزیز اور مجاہد اور نخعی سے اور زیادہ کیا حدیث
نخعی مین یہان تک کہ ہر چیز مین دسوان حصہ ہی اور امام شافعی کی دلیل یہ ہی کہ فرمایا حضرت نے لَیْسَ فِیْمَا دُوْنَ خَمْسَۃِ
اَوْسُقٍ صَدَقَۃٌ نہین ہی پانچ وسق سے کم مین صدقہ اور اوپر یہ حدیث گذر چکی روایت کی عبد الرزاق نے آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ انھون نے لکھا طرف یمن کے کہ لیا جاوے شہد والون سے دسوان حصہ اور روایت کی عبد اللہ بن عمرو
بن العاص نے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لیا شہد سے دسوان حصہ نقل کی یہ ابن حبان نے اور روایت کی شافعی نے سعد بن ابی
ذباب سے کہ آیا مین نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اور کہا مینے ای رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کرو واسطے قوم میری کے وہ چیز کہ اسلام لائے
اوسپر سو کیا اور عامل کیا مجکو ابو بکر نے نے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سو جب آئے وہ اپنی قوم پر کہا ای قوم ادا کرو زکوٰۃ شہد کی
کیونکہ نہین بہتری ہی اوس مال مین کہ ندی جاوے زکوٰۃ اوسکی کہا انھون نے کیا جانتے ہو تم یعنی کتنی زکوٰۃ دیوین کہا کہ دسوان حصہ
اور لیا مینے اونسے دسوان حصہ اور لایا مین اوسکو حضرت عمر کے پاس سو بیچ ڈالا انھون نے اوسکو اور کر دیا اوسکو مسلمانون کے صدقون مین
اور ایسا ہی روایت کیا اوسکو ابن ابی شیبہ نے صفوان بن عیسیٰ سے کہا انھون نے حدیث کی ہمسے اوسکی حارث نے اور روایت کیا اوسکو
صلت بن محمد نے انس بن عیاض سے انھون نے حارث بن ابی ذباب سے انھون نے منیر بن عبد اللہ سے انھون نے اپنے باپ سے انھون نے سعد سے
اور نہین پہچانا ابن المدینی نے والد منیر کو اور پوچھا اونسے ابو حاتم نے کیا صحیح ہی حدیث اوسکی فرمایا کہ ہان اور نکالا ابو عبید نے
کتاب الاموال مین عمرو بن شعیب سے انھون نے اپنے باپ سے انھون نے اپنے دادا سے کہ لیتے تھے رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم اپنے زمانے مین شہد سے دسوان حصہ ہر دس مشکون سے ایک مشک اور اسناد مین اوسکی ابن لہیعہ ضعیف ہی

اور ایسی ہی روایت کی ترمذی نے او ضعیف کیا اوسکو اور روایت کی ابن ماجہ نے اس حدیث کو بسند صحیح کہا اونہنے
حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى ثَنَا نُعَيْمُ بْنُ حَمَّادٍ ثَنَا ابْنُ الْمُبَارَكِ ثَنَا أُسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ عَمْرِو
بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ أَخَذَ مِنَ الْعَسَلِ
الْعُشْرَ یعنی لیا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شہد سے دسوان حصہ اور یہ حدیث صحیح ہی اس باب مین اور اسی سے لازم ہی تمسک کرنا اور
اسناد اوسکا صحیح ہی اور روایت کی ابن ماجہ نے ابو سیارہ متعی سے کہ کہا مینے ای رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس شہد ہی
فرمایا کہ ادا کر عشر کو یعنی دسوین حصے کو سو کہا مینے ای رسول اللہ محافظت کر دو اوسکی تم میرے واسطے سو کی آپنے اور ایسا ہی
روایت کیا اوسکو امام احمد اور ابو داؤد طیالسی نے اور ابو یعلی موصلی نے اپنے مسندون مین کہا بیہقی نے کہ یہ صحیح ہی جو روایت
کیا گیا واجب ہونے عشر مین اور وہ منقطع ہی کہا ترمذی نے پوچھا مینے محمد بن اسمعیل سے اس حدیث کو سو کہا کہ یہ منقطع ہی سلیمان
متعی نے نہین پایا اسکو اصحاب سے اور نہین ہی صحیح شہد کی زکوة مین کچھ اور روایت کی مثل اسکے طبرانی نے معجم مین اور تفصیل
کی اسکی شیخ ابن الہمام نے وَاللهُ أَعْلَمُ بِالصَّوَابِ لیکن حق یہ ہی کہ ان سب حادیثون سے زکوة شہد کی ثابت ہو گئی اگرچہ
ایک ایک حدیث سے ثابت نہو اور دوسرے یہ کہ حدیث عمرو بن شعیب کی جسکو روایت کیا ابن ماجہ نے صحیح ہی اسناد اوسکی
اور نہین پایا گیا اوسمین کوئی قدح **ص** اور سبزون وغیرہ مین یا جو چیزین کہ برس بہر نہین رہتین صاحبین اور شافعی کے نزدیک
صدقہ نہین اور امام صاحب کے نزدیک واجب ہی کہ مالک سبزون وغیرہ کا فقیر کو صدقہ دیوے نہ کہ بادشاہ اوسکو لیوے ایسا ہی
یعنی ساگ پات وغیرہ ۱۲
لکھا ہی اسرار مین قاضی امام ابو زید دبوسی نے **ف** اور دلیل امام صاحب کی یہ ہی جو اوپر گذری کہ جو اوگاوے آسمان یا چشمہ اور زمین
عشری ہو تو اوسمین دسوان حصہ ہی اور اطلاق حدیث کا اونکے نزدیک حجت ہی اور صاحبین کی دلیل یہ ہی جو جامع ترمذی مین ہی
حدیث معاذ سے کہ نہین ہی سبزون مین صدقہ اور کہا کہ نہین ہی اسناد اوسکی صحیح اور نہین ہی صحیح ہوتا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کچھ اس باب مین اور روایت کیا حاکم نے یہ مضمون اور صحیح کیا اوسکو اور غلطی کی اونے اسناد مین اوسکی اسحق بن یحیی متروک ہی ترک
کیا اوسکو احمد اور نسائی وغیرہ نے اور اچھی اس باب مین ایک حدیث ہی روایت کیا جسکو دارقطنی نے موسی بن طلحہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے منع کیا کہ لیا جاوے سبزون مین سے صدقہ اور مرسل ہمارے نزدیک حجت ہی **ص** اور لکڑی وغیرہ جیسے نرکل یا گھانس مین صدقہ
واجب نہین اور جو کہ زمین سے نکلے اور ڈول یا دولاب سے پانی دیا جاوے تو اوسمین بیسوان حصہ دیا جاویگا تو پہلے صدقہ دے لین اور بعد اوسکے
کاٹنے وغیرہ کی مزدوری نکالین **ف** اور دلیل اسکی اوپر گذری **ص** اور جو زمین عشری تغلبی کی ہی اوسمین سے جو نکلے تو پانچوان
حصہ لازم آویگا لڑکا اور مرد عورت سب اونکے برابر ہین اگرچہ وہ مسلمان ہووے یا اوسکو مسلمان یا ذمی خرید لیوے کیونکہ دسوان حصہ
لازم آتا ہی ہمارے لڑکون پر تو اونکے لڑکون پر اوسکا دونا لازم آویگا اگرچہ مسلمان ہو جاوین طرفین کے نزدیک اور ابو یوسف کے نزدیک
اگر مسلمان ہو جاوین تو دسوان حصہ لازم آویگا اور عشری زمین کو ذمی نے خرید لیا تو وہ خراجی ہو جاویگی اور اگر پھر اوسکو مسلمان
نے لے لیا تو پھر عشری ہو جاویگی **ف** زمین عرب کی اور جو زمین کہ اہل اوسکے اسلام لائے ہوں اور وہ زمین اوسکو بعد فتح کے ساتھ
غلبے کے لشکر مین تقسیم کیا عشری ہی اور وہ زمین کہ اوسکو بعد غلبے کے اونہین کفار پر رہنے دیا اور وہ زمین کہ اونکے ساکنون سے
صلح ہوئی خراجی ہی **ص** اگر اپنی زمین کو ذمی نے باغ بنایا خراجی ہو جاویگا اور اگر اوسکو مسلمان نے بنایا تو اگر اوسکو خراج کے



پانی سے سینچتا ہی تو خراجی ہی اور اگر عشر کے پانی سے تو عشری ہی اور پانی آسمان کا اور کنوئین کا اور چشمے کا عشری ہی اور پانی اون نہرونکا جنکو عجمیون نے کھودا ہی جیسے نہر یزدجرد کی خراجی ہی اور سیحون اور جیحون اور دجلہ اور فرات امام ابو یوسف کے نزدیک ان نہرون کا پانی عشری ہی اور امام محمد کے نزدیک خراجی ہی اور قیراط لفظ کے چشمے مین اگر زمین عشری مین ہو تو کچھ نہین اور اگر زمین خراجی مین ہی تو اگر گرد چشمے کے کھیتی ہو سکتی ہی تو خراج اوسمین لازم ہوگا اور جو نہین ہو سکتی تو لازم نہین

باب مصارف زكوة كے بيان مين

ف جاننا چاہیے کہ اصل اس باب مین قول اللہ تعالی کا ہی اِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَآءِ الآیہ اخیر آیت تک اور ساقط ہوگئے اب حصہ وہ کافر کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ سلم اونکو بوجہ ضعف اسلام کے واسطے تالیف قلوب کے دیا کرتے تھے کیونکہ اب اسلام قوی ہوگیا اب کچھ حاجت کافرون کے الفت دلانے کی نہین اور اون لوگون کو اللہ تعالی نے وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُمْ یعنی الفت کرانے گئے دل اونکے فرمایا اور دلیل اسکی یہ ہی کہ کہا حضرت عمر بن خطاب نے جب آیا اونکے پاس عیینہ ابن حصین کہ یہ دین سچ ہی اللہ کی طرف سے تو جسکا جی چاہے ایمان لاوے اور جسکا جی چاہے کافر رہے روایت کیا اسکو طبری نے تفسیر مین یعنی اب ہم کچھ نہ دینگے کافرون کو واسطے ملانے کے مال نہ دینگے اور روایت کی ابن ابی شیبہ نے شعبی سے کہ تھے مؤلفہ آنحضرت صلی اللہ علیہ سلم کے زمانے مین اور جب خلیفہ ہوئے حضرت ابوبکر نے قطع کیا اوسکو اور اسی پر اجماع منعقد ہی اور ایک روایت مین حضرت عمر سے ہی کہ کہا انھون نے یہ وہ چیز ہی کہ دیتے تھے تمکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ سلم تاکہ ملاوین دل تمھارا اوپر اسلام کے اور اب عزت دی اللہ نے اسلام کو تو اگر تم توبہ کرو اسلام پر تو اچھا ورنہ ہمارے تمھارے درمیان مین تلوار ہی اور کیا حضرت ابوبکر نے ایسا ہی اور نہ کیا انکار اسکا کسی نے صحابہ مین سے تو ثابت ہوا اتفاق ص مصارف زکوۃ کے سات ہین ایک فقیر یعنی جو شخص کہ مالک نصاب کا نہووے دوسرے مسکین جسکے پاس کچھ نہین تیسرے عامل صدقے کا اوسکو اپنے عمل کے موافق دیا جاویگا چوتھے مکاتب یعنی اوسکی آزادگی مین مال کو سے مدد کیجاویگی پانچوین قرضدار جو شخص کہ فاضل اپنے قرض سے نصاب کا مالک نہین چھٹے فی سبیل اللہ یعنی جو شخص کہ جہاد سے بسبب تنگی خرچ کے رک گیا ہو امام ابی یوسف کے نزدیک یا جو شخص کہ حج سے رک جاوے امام محمد کے نزدیک ف اسواسطے کہ کیا تھا ابو معقل نے ایک اونٹ کو اپنے اللہ کی راہ مین سو حکم کیا حضرت صلی اللہ علیہ سلم نے کہ بٹھا دے اوسپر ایک حج کرنے والی کو روایت کیا اسکو ابو داؤد نے اور ذکر کی ایک حدیث طویل اور وہ حج کرنے والی ام معقل تھی ص ساتوین مسافر کہ اوسکے پاس مال ہی لیکن بالفعل سفر مین اوسکے پاس موجود نہین اور مالک نصاب کو درست ہی کہ زکوۃ اپنے مال کی ان سب مصارف کو دیوے یا بعض کو اور امام شافعی کے نزدیک واجب ہی کہ سب مصارف مین صرف کرے اور ہر مصرف مین تین شخصونکو دیوے ف اور دلیل ہی کہ موافق ہمارے مذہب کے روایت کی بیہقی نے ابن عباس سے اور ابن ابی شیبہ نے عمر سے اور روایت کی طبری نے اس آیت کے تحت مین اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ الخ انا عمران بن عیینہ عن عطاء عن سعید بن جبیر عن ابن عباس فی قولہ تعالی اِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِيْنِ الآیہ قال فی ای صنف منھم وضعتہ اجزأک یعنی کہا حضرت عبد اللہ بن عباس نے کہ جس قسم مین انمین سے زکوۃ کو رکھیگا کافی ہوجاویگی تجھے اور کہا اور سنے اخبرنا جریر عن لیث عن عطاء عن عمر اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِيْنِ الآیہ قال ایما صنف اعطیتہ من ھذا اجزأ عنک ثنا حفص عن لیث عن عطاء عن

عُمَرَ اَنَّهٗ كَانَ يَأْخُذُ الْفَرْضَ فِي الصَّدَقَةِ فَيَجْعَلُهٗ فِي صِنْفٍ وَّاحِدٍ وَرُوِيَ اَيْضًا عَنِ الْحَجَّاجِ بْنِ اَرْطَاةَ عَنِ الْمِنْهَالِ بْنِ عَمْرٍو وَعَنْ زِرِّ بْنِ حُبَيْشٍ عَنْ حُذَيْفَةَ اَنَّهٗ قَالَ اِذَا وَضَعْتَهَا فِي صِنْفٍ وَّاحِدٍ اَجْزَأَكَ وَاُخْرِجَ نَحْوُ ذٰلِكَ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ وَعَطَاءِ بْنِ اَبِي رَبَاحٍ وَاِبْرَاهِيْمَ النَّخَعِيِّ وَاَبِي الْعَالِيَةِ وَمَيْمُوْنِ بْنِ مِهْرَانَ بِاَسَانِيْدَ صَحِيْحَةٍ وَاسْتَدَلَّ ابْنُ الْجَوْزِيِّ فِي التَّحْقِيْقِ بِحَدِيْثِ مُعَاذٍ فَاَعْلِمْهُمْ اَنَّ اللّٰهَ قَدِ افْتَرَضَ عَلَيْهِمْ صَدَقَةً تُؤْخَذُ مِنْ اَغْنِيَائِهِمْ وَتُرَدُّ عَلٰى فُقَرَائِهِمْ وَالْفُقَرَاءُ صِنْفٌ وَّاحِدٌ وَفِيْهِ نَظَرٌ لِّسَمْعِهِ وَيَاتِي قَالَ اَبُوْ عُبَيْدٍ فِي كِتَابِ الْاَمْوَالِ وَمِمَّا يَدُلُّ عَلٰى صِحَّةِ ذٰلِكَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَتَاهُ بَعْدَ ذٰلِكَ مَالٌ فَجَعَلَهٗ فِي صِنْفٍ وَّاحِدٍ وَهُمُ الْمُؤَلَّفَةُ قُلُوْبُهُمْ اِلٰى اٰخِرِهٖ ذَكَرَهُ الشَّيْخُ ابْنُ الْهُمَامِ یعنی کہا حضرت عمر نے اوس آیت مین کہ جس قسم مین عطا کریگا تو اوسا ونمین سے کافی ہو جاویگا تحسے اور حضرت عمر لیتے تھے مال صدقے اور کرتے تھے اوسکو ایک ہی قسم مین اور ایسا ہی کہا حذیفہ نے اور نکالا مانند اسکے سعید اور عطاء اور ابراہیم اور ابو العالیہ و میمون بن مہران نے کبار تابعین سے ساتھ سندون حسن کے اور دلیل لائے ابن الجوزی ساتھ حدیث معاذ کے کہ بتا تو اونکو اللہ نے فرض کیا صدقہ لیا جاوے اونکے امیرون سے اور دیدیا جاوے اونکے فقیرون کو اور کہا ابو عبید نے کتاب الاموال مین کہ دلالت کرتا ہے اسکی صحت پر کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ادا کیا مال بعد اس آیت کے اوترنے کے اور کیا اوسکو ایک ہی قسم مین **ص** اور مال زکوۃ سے مسجد بنانا یا میت کے کفن مین دینا یا قرض میت کا ادا کرنا یا غلام لیکے اوسکو آزاد کرنا درست نہین **ف** اور وہ جو فرمایا اللہ تعالیٰ نے اور صرف کرو صدقے کو گردنون مین اوس سے مراد یہ ہے کہ مکاتب کو قیمت مین اوسکی مدد کیجے آزاد کرا دیجے ایسا ہی مروی ہے ابو موسیٰ سے اخراج کیا اوسکا طبری نے اور لفظ اوسکا یہ ہے عَنِ الْحَسَنِ الْبَصْرِيِّ اَنَّ مُكَاتَبًا قَامَ اِلٰى اَبِي مُوْسَى الْاَشْعَرِيِّ وَهُوَ يَخْطُبُ فَقَالَ لَهٗ يَا اَيُّهَا الْاَمِيْرُ حُثَّ النَّاسَ عَلَيَّ فَحَثَّ عَلَيْهِ اَبُوْ مُوْسٰى فَاَلْقَى النَّاسُ عَلَيْهِ هٰذَا يُلْقِيْ عِمَامَةً وَهٰذَا يُلْقِيْ مُلَاءَةً وَهٰذَا يُلْقِيْ خَاتَمًا حَتّٰى اَلْقَى النَّاسُ عَلَيْهِ سَوَادًا كَثِيْرًا فَلَمَّا رَاٰى اَبُوْ مُوْسٰى مَا اُلْقِيَ عَلَيْهِ قَالَ اجْمَعُوْهُ ثُمَّ اَمَرَ بِهٖ فَبِيْعَ فَاَعْطَى الْمُكَاتَبَ مُكَاتَبَتَهٗ ثُمَّ اَعْطَى الْفَضْلَ فِي الرِّقَابِ وَلَمْ يَرُدَّهٗ عَلَى النَّاسِ وَقَالَ اِنَّ هٰذَا الَّذِيْ اَعْطَوْا فِي الرِّقَابِ اور روایت کی حسن بصری اور زہری اور عبد الرحمن بن زید بن اسلم سے کہ کہا انھون نے وَفِي الرِّقَابِ مین وہ مکاتب لوگ ہین وَاللّٰهُ اَعْلَمُ **ص** اور درست نہین کہ مال زکوۃ کو اپنے باپ دادا یا نانی نانا اصول سے یا بیٹا بیٹی یا پوتا پوتی فروع سے اور خاوند جورو کو اور جورو خاوند کو دیوے اور نہ ہی مولیٰ کا دینا اپنے غلام کو اگرچہ کچھ آزاد ہو چکا ہو درست نہین **ف** اور صاحبین کے نزدیک عورت کا خاوند کو دینا درست ہے اور دلیل انکی یہ ہے کہ روایت کی بخاری و مسلم اور نسائی اور ابن ماجہ نے کہ پوچھا زینب بیوی عبد اللہ بن مسعود کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ کیا کافی ہے مجکو صدقے مین کہ دون مین اپنے خاوند کو اور یتیمون کو کہ میری گود مین ہین تو فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اوسکو دو اجر ہین ایک اجر صدقے کا اور ایک اجر قرابت کا اور روایت کیا اسکو بزار نے مسند مین اور ذکر کیا اوسکو ابن الہمام نے **ص** اور درست نہین کہ زکوۃ مالدار کو یا مالدار کے غلام یا لڑکے کو دیوے اور مکاتب کو مالدار کے دینا درست ہے **ف** کیونکہ فرمایا حضرت نے کہ نہین حلال ہے صدقہ واسطے مالدار کے اور نہ واسطے جوان مضبوط ہو کے روایت کیا اسکو ابو داؤد اور ترمذی نے ابن عمر سے اور ابن ماجہ نے ابو ہریرہ سے اور ضعیف کیا بعضون نے اس حدیث کو سند مین اوسکی

صورت میں بیان ہو چکا اور بعض کلام ہے اور تصحیح کی اوسکی ابن حزم نے اور کہا ابن حبان نے کہ وہ مضطرب ہے اور اعلے [illegible]
سند سے طریقے ہیں سب طریقوں میں یہ قوی ہے جو روایت کی ابو داؤد اور نسائی نے کہ آئے دو شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس
اور حضرت تقسیم کرتے تھے صدقے کو اور انھوں نے مانگا آپ سے تو فرمایا آپ نے لَا حَظَّ فِيهَا لِغَنِيٍّ وَلَا لِقَوِيٍّ مُكْتَسِبٍ یعنی
نہیں ہے حصہ اوس میں واسطے غنی کے اور نہ واسطے قوی کمائی کرنے والے کے کہا صاحب تنقیح نے یہ حدیث صحیح ہے اور کہا امام احمد نے
یہ حدیث احسن ہے باسناد اوسکی کے اور کہا شیخ ابن الہمام نے کہ یہ حدیث ساتھ حدیث معاذ کے کہ لے صدقہ مسلمانوں کے امیروں سے
اور دیوے اونھیں کے فقیروں کو حجت ہے اوپر امام شافعی پر کہ تجویز کیا انھوں نے صدقے کو واسطے مالدار جہاد کرنے والے کے اور دلیل
امام شافعی کی یہی ہے جو روایت کی ابو داؤد اور ابن ماجہ اور مالک نے کہ فرمایا حضرت نے نہیں حلال ہے صدقہ واسطے غنی کے مگر
پانچ شخصوں کے لیے ایک جو شخص کہ عامل ہو صدقے پر اور وہ شخص کہ جسنے خریدا اوسکو اپنے مال سے اور قرضدار اور جہاد کرنے والا
اللہ کی راہ میں اور مرد مسکین کہ کسینے اوسکو صدقہ دیا اور اوسنے جاکے ایک امیر کو تحفہ دیا تو وہ اوس امیر کے واسطے درست ہے
جیسا کہ حضرت نے بریرہ لونڈی سے ارشاد فرمایا اوس گوشت کے حق میں جو اوسکو صدقے میں ملا تھا لَكِ صَدَقَةٌ وَلَنَا هَدِيَّةٌ یعنی
تیرے واسطے صدقہ ہے اور ہمارے واسطے ہدیہ ہے اور ذکر کیا شیخ ابن الہمام نے قِيلَ لَمْ يَثْبُتْ وَلَوْ ثَبَتَ فَإِنَّهُ لَمْ يَقْوَ قُوَّةَ حَدِيثِ
مُعَاذٍ فَإِنَّهُ رَوَاهُ أَصْحَابُ الْكُتُبِ السِّتَّةِ مَعَ قَرِينَةٍ مِنَ الْحَدِيثِ الْآخَرِ وَلَوْ قَوِيَ قُوَّتَهُ لَمْ يَحْتَجْ حَدِيثُ
مُعَاذٍ بِأَنَّهُ مَانِعٌ وَمَا رَوَاهُ مُبِيحٌ یعنی یہ حدیث ثابت نہیں ہے اور اگر ثابت ہو تو نہ ہوگی قوت اوسکی قوت حدیث
معاذ کی سی اسواسطے کہ روایت کیا اسکو اصحاب کتب ستہ نے باوجود اسکے کہ ایک اور حدیث ابن عمر کی اوسکی معین ہے آخر تک ص
ف زکوٰۃ بنی ہاشم کو یعنی حضرت علیؓ اور عباسؓ اور جعفرؓ اور عقیلؓ اور حارثؓ کی اولاد کو اور اونکے غلاموں آزاد کو دینا درست نہیں
کیونکہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں حلال ہے واسطے تمھارے اے اہل بیت صدقات سب کچھ اسواسطے کہ وہ میل ہے آدمیوں کے
ہاتھوں کا اور تمھارے واسطے پانچویں حصے میں پانچواں حصہ ہے جو تمکو غنی کریگا روایت کیا اسکو طبرانی نے اور روایت کی بخاری
نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ فرمایا آپ نے ہم اہل بیت ہیں نہیں حلال ہے ہمارے لیے میل آدمیوں کا اور روایت کی مسلم نے ایک
مضمون طویل اس باب میں اور اونکے موالی یعنی جو غلام اونکا آزاد کیا ہوا ہو اوسکو بھی درست نہیں اور روایت کی ابو داؤد
اور ترمذی اور نسائی نے ابو رافع سے مولی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ آنحضرت نے بھیجا ایک شخص کو بنی مخزوم میں سے
اوپر صدقے کے سو کہا اوسنے واسطے ابو رافع کے کہ ساتھ چل میرے کیونکہ تمکو بھی کچھ اوس میں سے ملیگا کہا ابو رافع نے یہاں تک کہ حضرت کے
پاس پوچھ لوں پھر پوچھا اونسے سو فرمایا کہ مولی قوم کا اونھیں میں سے ہے اور ہمارے واسطے نہیں حلال ہے صدقہ کہا ترمذی نے یہ حدیث حسن صحیح ہے اور
صحیح کیا اوسکو حاکم نے اور ابو رافع نام ہے اونکا اسلم ہے اور باپ کا نام عبید اللہ ہے اور وہ کاتب تھے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے
ص دی اور زکوٰۃ کے سوا چیزیں دینا جیسے صدقہ نفل وغیرہ درست ہے ف اور زکوٰۃ درست نہیں کیونکہ حدیث معاذ میں ذکر
[illegible] زکوٰۃ کو مسلمانوں کے فقیروں میں [illegible]
وہ غلام یا مکاتب [illegible]
[illegible]

یعنی غنیمت کے مال میں پانچویں حصے کا پانچواں حصہ تمھارے واسطے ہے ۱۲ منہ مدظلہ

دیہم جبکہ حاجتمند نہیں کہ رہم ہو اور سال زکوۃ کا دوسرے شہر میں بھیجنا مکروہ ہی مگر اپنے عزیز و اقارب کو یا اونکو جو اپنے شہر سے زیادہ محتاج ہیں

باب صدقہ فطر کے بیان میں

صدقہ فطر گیہون یا اوسکے آٹے یا اوسکے ستو سے یا منقے انگور سے آدھا صاع اور خرما یا جو سے ایک صاع اور صاع حسین
آٹھ رطل کا ہی یا سو درہم کا اور صدقہ فطر واجب ہی کیونکہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ زکوۃ عید فطر کی یعنی صدقہ اوسکا
پاکی ہی واسطے مسلمانوں کے لغو اور رفث سے اور کھانا ہی واسطے مسکینوں کے سو جسنے ادا کیا اوسکو قبل نماز کے سو وہ زکوۃ مقبول ہی
اور جسنے ادا کیا اوسکو بعد نماز کے تو وہ ایک صدقہ ہی صدقوں سے روایت کیا اسکو دارقطنی نے اور ابو داؤد اور ابن ماجہ نے
اور کہا دارقطنی نے کہ نہیں ہی اوسمین کوئی مجروح ضعیف اور وہ جو حدیث صاحب ہدایہ نے بیان کی کہ فرمایا حضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے اپنے خطبے میں کہ ادا کرو ہر آزاد اور غلام چھوٹے بڑے سے آدھا صاع گیہون سے یا ایک صاع کھجور سے یا ایک صاع جو سے
روایت کیا اوسکو ثعلبہ بن صعیر عدوی نے یا صعیر عذری نے یعنی اختلاف ہی اسمین کہ عدوی دال سے ہی یا عذری ذال اور رے سے ہی
تو وہ حدیث مروی ہی سنن ابو داؤد اور دارقطنی اور مسند عبد الرزاق میں اور اختلاف ہی اوسکی نسبت اور نام اور متن حدیث میں
لیکن اختلاف نسبت میں سو یہ ہی کہ عدوی ہی یا عذری ہی ذال کے پیش اور رے سے تو بعضوں نے کہا ہی کہ عدوی ہی نسبت ہی ساتھ
اوسکے بڑے دادا کے اور کہا ہی کہ عذری اور یہی صحیح ہی اور ذکر کیا اوسکو مغرب وغیرہ میں اور تصحیح کیا ابو علی غسانی نے عذری کو
اور کنیت اوسکی ابو محمد ہی اور اختلاف نام میں سو یہ ہی کہ وہ ثعلبہ بن ابی صعیر ہی یعنی ثعلبہ بن عبد اللہ بن ابی صعیر یا ثعلبہ بن عبد اللہ
بن صعیر اور اختلاف متن میں سو ایک روایت میں ہی صَدَقَةُ الْفِطْرِ صَاعٌ مِّنْ تَمْرٍ اَوْ قَمْحٍ عَنْ كُلِّ رَاسٍ یعنی صدقہ
فطر کا ایک صاع ہی کھجور سے یا گیہون سے ہر آدمی کے پیچھے اور ایک میں ہی صَدَقَةُ الْفِطْرِ صَاعٌ مِّنْ بُرٍّ اَوْ قَمْحٍ عَلٰی كُلِّ
اثْنَيْنِ یعنی صدقہ فطر کا ایک صاع ہی گیہون سے دو آدمیوں میں کہا صاحب امام نے کہ ممکن ہی تحریف اسکی طرف اثنین کے
انتہی لیکن یہ احتمال بعید ہی کیونکہ اکثر طریقوں صحیحہ میں لفظ اثنین کا وارد ہی کہا عبد الرزاق نے اَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ
عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ ثَعْلَبَةَ قَالَ خَطَبَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النَّاسَ قَبْلَ يَوْمِ
الْفِطْرِ بِيَوْمٍ اَوْ يَوْمَيْنِ فَقَالَ اَدُّوْا صَاعًا مِّنْ بُرٍّ اَوْ قَمْحٍ بَيْنَ اثْنَيْنِ اَوْ صَاعًا مِّنْ تَمْرٍ اَوْ شَعِيْرٍ عَنْ كُلِّ حُرٍّ وَّ
عَبْدٍ صَغِيْرٍ اَوْ كَبِيْرٍ یعنی خطبہ پڑھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو قبل دن فطر کے ایک دن یا دو دن سو کہا ادا کرو ایک
صاع گیہون ہی درمیان دو آدمیوں کے یا ایک صاع کھجور سے یا جو سے ہر آزاد اور غلام چھوٹے بڑے کی طرف سے اور یہ سند صحیح ہی اور روایت کی
بخاری و مسلم اور اصحاب سنن وغیرہم نے ابن عمر سے کہ فرض کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زکوۃ فطر کو رمضان میں لوگوں پر ایک صاع کھجور
سے یا جو سے اوپر ہر آزاد اور غلام مرد اور عورت کے مسلمانوں میں سے اور ایک روایت میں ہی کہ حکم کیا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
زکوۃ فطر کا ادا لازم ہی کہ [illegible] روایت کیا حاکم نے مستدرک میں ابن عباس سے کہ [illegible]
آمَرَ صَارِخًا بِبَطْنِ مَكَّةَ يُنَادِيْ اَنَّ صَدَقَةَ الْفِطْرِ حَقٌّ وَاجِبٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ صَغِيْرٍ اَوْ كَبِيْرٍ
الحدیث یعنی صدقہ فطر کا حق واجب ہی ہر مسلمان چھوٹے بڑے [illegible]

زکوٰۃ فطر کی ہر چھوٹے اور بڑے آزاد اور غلام سے ایک صاع طعام سے یا ایک صاع اقط سے یا ایک صاع جو سے یا کھجور سے یا
انگور خشک سے تو ہم ایسا ہی نکالتے رہے یہاں تک کہ آئے معاویہ حج کرنے کو یا عمرہ تو بیان کیا لوگوں سے منبر پر تو اونکا یہ کلام
تھا کہ جانتا ہوں کہ دو مد گیہوں شام سے برابر ہونگے ایک صاع کھجور کے تو لیا اوسکو لوگوں نے اور میں ایسا ہی نکالتا تھا جیسا
کہ نکالتا تھا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں (یعنی اوسی پر عمل کرتے رہے) اور دلیل ہماری بہت حدیثیں ہیں مشہور ہیں ایک حدیث ثعلبہ کی جو اوپر
گذری اور روایت کی ابوداؤد اور نسائی نے حسن سے انھوں نے ابن عباس رض سے کہ خطبہ پڑھا انھوں نے آخیر رمضان میں بصرہ میں سو کہا کہ
فرض کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ صدقہ ایک صاع کھجور یا جو سے یا آدھا صاع گیہوں سے آخر حدیث تک اور راوی اوسکے
بھی سب ثقہ ہیں مگر حسن نے نہیں سنا ابن عباس رض سے تو وہ مرسل ہے اور ہمارے نزدیک مرسل حجت ہے اور روایت کی ابوداؤد نے مراسیل میں سعید
بن المسیب سے کہ فرض کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زکوٰۃ فطر کی دو مد گیہوں سے اور روایت کیا اوسکو طحاوی نے کما فی التنقیح میں
اسناد اوسکی صحیح ہے مانند آفتاب کے اور ہونا اوسکا مرسل نہیں ضرر کرتا ہے اور مراسیل سعید کے حجت ہیں اور نہایت طول کیا اس مقام میں
شیخ ابن الہمام نے اور ضعیف کیا امام شافعی کی سب دلیلوں کو اس باب میں جسکا جی چاہے دیکھ لیوے اور ہمنے بوجہ خوف
تطویل کے ترک کیا ص اور مراد صاع سے صاع عراقی ہے اور صاع عراقی چار من کا ہوتا ہے اور من چالیس استار کا ہوتا ہے اور استار
ساڑھے چار مثقال کا تو اس حساب سے من ایک سو اسی مثقال کا ٹھہرا اور امام شافعی کے نزدیک مراد صاع حجازی ہے ف اور دلیل اونکی
یہ ہے کہ فرمایا حضرت نے صاع ہمارا سب صاعوں سے چھوٹا ہے اور اس حدیث کے ثبوت میں کلام ہے ہاں روایت کی ابن حبان نے اپنی
سند سے حضرت ابوہریرہ سے کہ کہا گیا واسطے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ اے رسول اللہ صاع ہمارا چھوٹا ہے سب صاعوں سے اور مد ہمارا
بڑا ہے اور مدوں سے سو فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اے اللہ برکت دے ہمارے صاع میں اور برکت دے ہمارے قلیل میں
اور کثیر میں اور کر جو کچھ ساتھ ایک برکت کے دو برکتیں اور ابو یوسف کا قول اور شافعی کا یہی ہے کہ صاع پانچ رطل اور تہائی رطل کا
اور دلیل اونکی یہ ہے کہ وہ آئے مدینے میں اور دیکھا قریب پچاس آدمیوں کے انصار اور مہاجرین کی اولاد میں کہ صاع اونکا پانچ رطل کا تھا
اور کچھ زیادہ اور کہا انھوں نے کہ یہی صاع ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سو کہا انھوں نے ترک کیا میں نے قول ابوحنیفہ کو روایت کیا
اوسکو بیہقی نے اور مروی ہے کہ مناظرہ کیا اوس سے امام مالک نے اور حجت پکڑی اون صاعوں سے کہ لائے تھے اوسکو وہ لوگ سو رجوع
کی ابو یوسف نے طرف اونکے قول کے اور ہماری دلیل یہ ہے کہ مروی ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وضو کرتے تھے ساتھ مد کے برابر دو
رطلوں کے اور غسل کرتے تھے صاع سے برابر آٹھ رطلوں کے اور ایسا ہی مفسر واقع ہوا روایت انس و حضرت عائشہ رض میں تین طریقوں سے جنکی روایت
کیا اوسکو دارقطنی نے اور ضعیف کیا اوسکو اور جابر سے بھی روایت کی اونسے ابن عدی نے اور ضعیف کیا اوسکو ساتھ عمر بن موسی کے
اور حدیث صحیحین میں ہے اور وزن تو بیچ صاع اور مد کا مذکور نہیں اوسی حدیث سے دلیل لائے صاحب ہدایہ اور کہا کہ ایسا ہی تھا
صاع عمر کا اور روایت کیا اوسکو ابن ابی شیبہ نے یحیی بن آدم سے کہا کہ سنا میں نے حسن بن صالح سے یقول صاع عمر ثمانیۃ
ارطال یعنی کہتے تھے کہ صاع عمر کا آٹھ رطل کا ہوتا ہے اور کہا شریک نے کہ اکثر تھا سات سے اور کم تھا آٹھ رطل سے اور روایت کی اوسکو
موسی بن طلحہ نے عمر بن خطاب سے اور روایت کیا اوسکو طحاوی نے بھی بہرحال یہ روایت صحیح ہے ص اور اگر صدقہ فطر میں دے
گیہوں دیوے بغیر پسے کے گیہوں کو کل سے تو اچھے درست ہے اور امام محمد کے نزدیک کل کے درست نہیں [illegible]

جہان کہ چیزون کو گیہون سے خریدتے ہین اور ابو یوسف کے نزدیک درہمون کا دینا ہر جگہ مستحب ہی اور صدقۂ فطر کا واجب
ہی اوس شخص پر جو حر یعنی آزاد ہووے اور مسلمان ہو اور وہ شخص مالک ہو نصاب زکوٰۃ کا کہ زیادہ ہو حاجت اصلی سے تو سونے اور چاندی
اور مال تجارت مین صدقہ واجب ہی اگرچہ سال اوسپر نہ گذرے اور اگر سوا ان مالون کے ہووے جیسے گھر بودنہ رہنے کے لیے اور نہ تجارت کے
لیے تو قیمت اوسکی نصاب کو پہونچتی ہی صدقۂ فطر اوسپر واجب ہوگا اور زکوٰۃ واجب نہو گی ف اور امام شافعی کے نزدیک گو کہ
مالک نصاب کا نہووے لیکن صدقے پر قادر ہو اوسکو صدقہ دینا واجب ہی اور دلیل ہماری یہ ہی کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہین ہی صدقہ
مگر مالدار سے روایت کیا اسکو امام احمد نے مسند مین اور ذکر کیا اوسکو بخاری نے تعلیقاً اور وہ جو دلیل لاتے ہین امام شافعی ساتھ قول
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ ادا کرو ایک صاع گیہون سے ہر دو شخصون سے چھوٹے ہون یا بڑے مرد ہو یا عورت آزاد ہو یا غلام امیر ہو یا فقیر
لیکن امیر تمہارا تو پاک کرتا ہی اوسکے مال کو اللہ تعالیٰ اور فقیر کو سو پھیر دیتا ہی اللہ اوسپر اکثر اوس سے جو دیتا ہی روایت کیا اوسکو احمد نے
اور ضعیف کیا اوسکو ساتھ نعمان بن راشد کے اور جہالت ابن ابی صعیر کے اور بر تقدیر صحت کے ہماری روایت کے مقابل نہوگا کہ ترجیح
کہتا ہی کہ دلیل امام شافعی کی وہ ہی جو روایت کی طحاوی نے باسناد صحیح ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہ کہا انھون نے زکوٰۃ فطر کی اوپر ہر آزاد اور غلام اور مرد اور
عورت چھوٹے اور بڑے فقیر یا مالدار کے ہی اور کہا معمر نے کہ پہونچا مجکو کہ رفع کرتے تھے اوسکو زہری آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیطرف لیکن
صاحب امام نے کہا کہ یہ حدیث وقف اوسکا صحیح ہی اور وقف اس مقام مین مانند رفع کے ہی ص جسپر صدقۂ فطر واجب ہی صدقۂ
زکوٰۃ اوسپر حرام ہوگا اور زکوٰۃ اوسپر حرام ہی ف ہمارے نزدیک اسواسطے کہ وہ مالک نصاب کا ہی بخلاف امام شافعی کے ص صدقۂ
فطر دے اپنی جان کیواسطے ف کیونکہ فرمایا حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کہ فرض کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زکوٰۃ فطر کو مرد اور عورت
پر اور گذری یہ حدیث اوپر ص اور اپنے چھوٹے لڑکے کی طرف سے اگر فقیر ہو اور اپنے غلام اور لونڈی کی طرف سے جو
خدمت کے واسطے ہین اگرچہ مدبر یا کافر یا ام ولد ہو ف مدبر اوس غلام کو کہتے ہین جسکو مولی نے یہ کہا ہو کہ بعد میرے مرنے کے
تو آزاد ہی اور ام ولد اوس لونڈی کو کہتے ہین کہ جس سے اوسکے مالک کی اولاد ہووے اور کافر غلام کی طرف سے بھی صدقۂ فطر واجب
ہی اسواسطے کہ کافر غلام بھی مال ہی اور سبب وجوب صدقے کا بھی مال ہی اور نہین دخل ہی اوسمین کفر اور اسلام کو اور دوسرے یہ کہ حدیث مطلق
وارد ہی نہین ہی قید اوسمین مسلمان اور کافر کی اور تیسری یہ کہ روایت کی دارقطنی نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے صَدَقَةُ الْفِطْرِ عَلٰى كُلِّ صَغِيْرٍ وَكَبِيْرٍ ذَكَرًا اَوْ اُنْثٰى يَهُوْدِيٍّ اَوْ نَصْرَانِيٍّ حُرًّا اَوْ مَمْلُوْكٍ نِصْفُ
صَاعٍ مِنْ بُرٍّ اَوْ صَاعٌ مِنْ تَمْرٍ اَوْ شَعِيْرٍ یعنی صدقۂ فطر کا ہر صغیر اور کبیر اور مرد اور عورت اور یہودی اور نصرانی آزاد یا
غلام پر نصف صاع ہی گیہون سے اور ایک صاع تمر سے یا جو سے لیکن یہ نہایت ضعیف ہی بلکہ شمار کیا ہی اسکو موضوعات مین
کہا شوکانی نے وَزِيَادَةُ يَهُوْدِيٍّ اَوْ نَصْرَانِيٍّ مَوْضُوْعَةٌ تَفَرَّدَ بِهَا سَلَامٌ الطَّوِيْلُ وَهُوَ مَتْرُوْكٌ یعنی
زیادتی یہودی اور نصرانی کی موضوع ہی تفرد کیا ساتھ اسکے سلام طویل راوی نے اور وہ متروک ہی اور کہا ابن الہمام نے بل
عُدَّ فِي الْمَوْضُوْعَاتِ مِنْ اَجْلِ سَلَامٍ الطَّوِيْلِ فَاِنَّهُ مَتْرُوْكٌ رُمِيَ بِالْوَضْعِ یعنی بلکہ گنی گئی یہ حدیث موضوعات
مین بسبب سلام طویل کے اسواسطے کہ وہ متروک ہی نسبت کیا گیا ہی طرف بنانے حدیث کے اور یہ حدیث عجیب ہی واسطے ہمارے
مجھکو بھی روایت ملی ہین ہی اوسکا کوئی نشان نہین ملا ص ادا کرے جد کی طرف سے اور بڑے لڑکی کی طرف سے عقد تزویج

اور اپنے چھوٹے لڑکے کی طرف سے بھی جو مالک نصاب کا یعنی غنی ہی بلکہ اوسکے مال سے دیوے اور مکاتب کی طرف سے اور اوس غلام کی طرف سے جو تجارت کے واسطے ہی اور اوس غلام کی طرف سے جو بھاگنے والا ہی نہ دیوے مگر جب وہ بعد بھاگنے کے پھر آیا ہو تو اوسکی طرف سے دیوے اور جو ایک غلام یا دو غلام دو شریکوں کے بیچ میں ہو وین تو اون غلامون کی طرف سے کسی شریک پر صدقہ واجب نہوگا نزدیک امام صاحب کے اور نزدیک صاحبین کے دونون پر واجب ہی اور اگر ایک کے اختیار سے بھاگ گیا تو جب کا ہوا عید الفطر کی صبح میں اوسپر صدقہ لازم ہوگا

ف یہ اختلاف اوس صورت میں ہی کہ کئی غلام ہون اور اگر ایک غلام ہو تو کسیکے نزدیک کسی پر صدقہ واجب نہوگا ص اور صدقہ واجب ہوتا ہی عید الفطر کی صبح ہونے سے تو پھر جو شخص مسلمان ہوا یا پیدا ہوا عید الفطر کی صبح ہونے کے پہلے تو اوسکے لیے واجب ہوگا اور امام شافعی کے نزدیک آفتاب کے ڈوبنے سے شب عید کو واجب ہوتا ہی تو جو اسلام لاویگا یا پیدا ہوگا رات کو عید کی اوسپر واجب نہوگا نزدیک اونکے اور جو شخص کہ عید کی رات میں مرجاوے ہمارے نزدیک صدقہ اوسکی طرف سے واجب نہیں اور شافعی کے نزدیک واجب ہی اور اگر اسلام لایا یا پیدا ہوا بعد طلوع فجر کے تو صدقہ کسیکے نزدیک واجب نہوگا اور اگر صدقہ پہلے سے دیوے تو درست ہی خواہ بہت دن پہلے یا تھوڑے دن پہلے ف اور اس باب میں حدیث بخاری کی ہی ابن عمرؓ سے کہ فرض کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ فطر کا یہانتک کہ کہا اور تھے وہ دیتے قبل فطر کے ایکدن یا دو دن ص اور مستحب ہی صدقہ فطر کا صبح ہونے کے بعد جلدی دینا ف اور دلیل اسکی یہ ہی کہ روایت کی حاکم نے کتاب علوم الحدیث میں اوس باب میں جسکی زیادت کے ساتھ ایک راوی منفرد ہوا ثنا ابو العباس محمد بن یعقوب ثنا محمد بن الجہم السمری ثنا نصر بن حماد ثنا ابو معشر عن نافع عن ابن عمر قال امرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان نخرج صدقۃ الفطر عن کل صغیر وکبیر حر او عبد صاعا من تمر او صاعا من زبیب او صاعا من شعیر او صاعا من قمح وکان یامرنا ان نخرجھا قبل الصلوۃ وکان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقسمھا قبل ان ینصرف الی المصلی یقول اغنوھم عن الطواف فی ھذا الیوم یعنی حکم کیا ہمکو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ فطر کا چھوٹے بڑے سے آزاد سے یا غلام سے ایک صاع کھجور سے یا خشک انگور سے یا جو سے یا گیہون سے اور حکم کرتے تھے ہمکو کہ نکالین صدقے کو قبل نماز کے اور تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تقسیم کرتے تھے صدقے کو قبل جانے کے طرف عیدگاہ کے اور کہتے تھے کہ مت پھرا کر دو اونکو آج پھرنے سے یعنی فقیرون کو غنی کردو سوال کرنے سے ص اور اگر تاخیر کرے دینے میں تو اوسکے ذمے سے بغیر دیے ہوئے ساقط نہوگا ف اسواسطے کہ صدقہ فطر کا واجب ہی ہرگز ساقط نہین ہوسکتا

کتاب الصوم

کھانا پینا جماع ترک کرنا فجر سے آفتاب ڈوبنے تک ساتھ نیت کے اسی کو روزہ کہتے ہین اور روزہ رمضان کا فرض ہی ہر مسلمان عاقل بالغ پر اور ادا کرنا بھی اوسکا فرض ہی اور اگر کسی عذر سے ترک ہو جاوے تو قضا بھی فرض ہی اور روزہ نذر اور کفارے کا واجب ہی اور اسکے سوا باقی سب نفل ہین ف لیکن صحیح یہ ہی کہ روزہ نذر اور کفارے کا بھی فرض ہی اور واجب سے مراد اس جا پر فرض ہی اور ثابت کیا اوسکو صدر الشریعہ نے ص اور ہدایہ میں لکھا ہی کہ روزہ رمضان کا فرض ہی کیونکہ اللہ تعالی نے فرمایا کتب علیکم الصیام یعنی فرض کیا گیا تمپر روزہ اور اسکے فرض ہونے پر اجماع ہی تو اسیواسطے انکار کرنے والا اسکا کافر ہی اور نذر کا روزہ واجب ہی کیونکہ اللہ تعالی نے فرمایا ولیوفوا نذورھم یعنی پوری کرین نذرین اپنی اور باقی تفصیل اسکی اصل میں

مذکور ہی اور رمضان کے روزے اور نذر معین کے روزے کی نیت کرنا رات سے دوپہر کے قبل تک درست ہی اور دوپہر کو درست نہین اور قدوری مین ہی کہ زوال تک درست ہی اور صحیح اول ہی ف اور امام شافعی کے نزدیک نیت رات سے درست ہی اور نکو جائز نہین اور دلیل لاتے ہین ساتھ اوس حدیث کے روایت کیا جسکو اصحاب سنن اربعہ نے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہین روزہ ہی اوس شخص کا جسنے نہ نیت کی روزہ کی رات سے اور اختلاف کیا ہی انھون نے فقط لفظ حدیث مین روایت ابن ماجہ مین ہی نہین صیام ہی اوسکا جسنے نہ فرض کیا اوسکو رات سے اور معنی ایک ہین اور اختلاف ہی اوسکے رفع اور وقف مین اور نہین روایت کیا اوسکو مالک نے موطا مین مگر کلام ابن عمر اور حضرت عایشہ اور حفصہ رضی اللہ عنہم سے اور اکثر اوسکے وقف پر ہین اور تحقیق رفع کیا اوسکو عبد اللہ بن ابی بکر نے زہری سے پہونچاتے ہین اوسکو حفصہ تک کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص کہ نہ ثابت کرے روزے کو قبل فجر کے تو نہین روزہ ہی واسطے اوسکے اور وقف کیا اوسکو زہری سے حفصہ رضی اللہ عنہا پر معمر اور زبیدی اور ابن عیینہ اور یونس ایلی نے اور عبد اللہ بن ابی بکر ثقہ ہی اور رفع زیادت ہی اور زیادتی ثقہ کی مقبول ہی اور روایت کی دار قطنی نے حضرت عایشہ رضی اللہ عنہا سے اور اوسمین لفظ یہ ہین کہا ہی مَنْ لَّمْ يُبَيِّتِ الصِّيَامَ قَبْلَ الْفَجْرِ فَلَا صِيَامَ لَهٗ یعنی جو شخص کہ رات سے نہ رکھے روزہ قبل فجر کے تو نہین روزہ ہی واسطے اوسکے کہا دار قطنی نے تفرد کیا ساتھ اوسکے عبد اللہ بن عباد نے مفضل سے اور ثقہ اسناد کے اور سب ثقہ ہین اور کہا بیہقی نے کہ اسناد اوسکی عبد اللہ بن عباد غیر مشہور ہی اور یحیی بن ایوب قوی نہین اور وہ اوسکے رجال مین سے ہی اور کہا ابن حبان نے عبد اللہ بن عباد بصری بدل دیتا ہی حدیثون کو اور اولٹ دیتا ہی اونکو اور روایت کی اوسنے روح بن الفرج سے ایک نسخہ موضوع اور دلیل ہماری یہ ہی کہ روایت کی صحیحین مین سلمہ بن اکوع سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم کیا ایک شخص کو اسلم سے یہ کہ خبر کر لوگون کو تو جسنے کھا لیا تو چاہیے کہ روزہ رکھے باقی دن تک اور جس شخص نے نہین کھایا تو روزہ رکھے اسواسطے کہ یہ دن عاشورے کا ہی اور عاشورا فرض تھا رمضان کے فرض ہونے کے پہلے اور وہ جو منع کیا اوسکو ابن الجوزی نے کہ عاشورا فرض نہ تھا بلکہ سنت تھا کیونکہ روایت ہی صحیحین مین معاویہ سے کہ سنا مینے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ فرماتے تھے یہ دن عاشورے کا ہی نہین فرض کیا گیا ہی تمپر روزہ اوسکا سو جسکا جی چاہے روزہ رکھے اور مین روزے سے ہون تو روزہ رکھا لوگون نے ساتھ آپکے اور ایک اور دلیل سنت ہونے پر اوسکے یہ ہی کہ نہین حکم کیا حضرت نے قضا کا اوسکو جسنے کھا لیا تھا اور جواب یہ ہی کہ معاویہ اسلام لائے ہین فتح مکہ مین تو اگر سنی انھون نے یہ حدیث بعد اسلام کے تو سننا اونکا نوین برس ہجری یا دسوین ہجری مین ہوگا اور یہ بعد نسخ عاشورے کے تھا ساتھ رمضان کے اور اگر قبل اسلام کے سنا تو یہ قبل وجوب عاشورے کے ہوگا اور روزہ عاشورے کا فرض تھا اور پھر وجوب رمضان سے منسوخ ہوا اور ثابت ہی صحیحین مین حضرت عایشہ سے کہ تھے قریش جاہلیت مین روزہ رکھتے تھے عاشورے کا اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی روزہ رکھتے تھے اوسدن تو جب آئے مدینے مین روزہ رکھا اوسکا اور حکم کیا لوگون کو روزے کا اوسدن جب فرض ہوا رمضان کہا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اب جسکا جی چاہے رکھے روزہ اوس دن یا نہ رکھے تو حدیث سلمہ بن اکوع کی حجت ہوگی اور وہ قوی ہی اوس حدیث سے جس سے استدلال لائے امام شافعی کیونکہ ذکر کیا جنھنے خلاف کو حدیث مین اور وہ جو صاحب ہدایہ نے ہمارے مذہب پر دلیل لائے ہین کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب آپ کے پاس اعرابی نے گواہی دی کہ دیکھا اوسنے چاند کو تو جس شخص نے نہین کھایا وہ روزہ رکھے اور جسنے کھا لیا وہ کھانے سے باز رہے باقی دن تو یہ حدیث کہین پائی نہین گئی اور مشہور روایت یون ہی کہ آیا اعرابی اونکے پاس اور کہا کہ دیکھا مینے چاند کو حکم کیا آپنے کہ روزہ رکھین لوگ

اوسکو دارقطنی نے اور مروی ہی سنن اربعہ مین ابن عباس سے کہ آیا ایک اعرابی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اور کہا کہ دیکھا مینے
چاند کو کہا حسن نے یعنی چاند رمضان کا سو پوچھا اوس سے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا گواہی دیتا ہی تو اس بات کی کہ نہین ہی کوئی معبود
سوا اللہ کے کہا کہ ہان پھر پوچھا کہ گواہی دیتا ہی اس بات کی کہ محمد رسول اللہ کے ہین کہا کہ ہان فرمایا اے بلال پکار دے لوگون کو کہ روزہ
رکھین تو یہ حدیث امر بات پر دلالت نہین کرتی کہ وہ اعرابی رات کو آیا تھا یا دن کو آیا تھا کب آیا تھا اور تفسیر کرتی ہی اوسکی حدیث
دارقطنی کی جو بیان کی ابھی ہمنے اور وہ جو امام شافعی نے حدیث روایت کی ہی معنی اوسکے یہ ہین کہ نہین کمال ہی روزے کا
بدون نیت کے جیسے لَا صَلٰوةَ اِلَّا بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ اور لَا اِيْمَانَ لِمَنْ لَّا اَمَانَةَ لَهٗ اور لَا صَلٰوةَ
لِلْعَبْدِ الْاٰبِقِ اور لَا صَلٰوةَ فِي الْاَرْضِ الْمَغْصُوْبَةِ اور لَا دِيْنَ لِمَنْ لَّا عَهْدَ لَهٗ اور سوا اسکے وَاللّٰهُ اَعْلَمُ ص
اور اگر نیت فقط روزے کی کرے کہ مین روزہ اللہ کا کل رکھونگا اور معین نکرے یا نیت نفل کی کی تو روزہ رمضان کا درست
ہو جاویگا اور اگر رمضان کے مہینے مین دوسرے واجب کی نیت کی تو رمضان کا روزہ اوس نیت سے بھی ادا ہو جاویگا اور اگر مریض
یا مسافر رمضان مین دوسرے واجب کی نیت کریگا تو وہ ہی روزہ ادا ہوگا اور اگر ایک شخص نے ایک روزہ رکھنے کی نذر کی یعنی کہا کہ مین
فلانے روز روزہ رکھونگا اور اوس روز دوسرے واجب کی نیت کی تو وہ ہی واجب ادا ہوگا جسکی نیت کی خواہ مسافر ہو خواہ مقیم تندرست
ہو یا مریض اور نفل کا روزہ ادا ہوتا ہی نفل کی نیت سے اور صرف روزے کی نیت سے اور نیت قبل دوپہر کے کرے اور دوپہر کے بعد نہین
ف اور امام مالک کے نزدیک رات سے نیت کرنا چاہیے کیونکہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہین روزہ ہی اوسکا جسنے نہین
نیت کی اوسکی رات سے اور یہ حدیث مطلق ہی شامل ہی فرض روزے اور نفل روزے کو اور ہماری دلیل یہ ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
صبح کو روزہ دار نہین ہوتے تھے اور پھر پوچھتے تھے گھر مین آنکر کہ کچھ کھانے کو ہی سو اگر کہا جاتا کہ نہین کہتے تھے مین روزہ دار ہون
اور اگر کہا جاتا تھا کہ ہی کھا لیتے تھے اور نیت کر چکتے تھے روزے کی روایت کیا اوسکو مسلم وغیرہ نے حضرت عایشہ رض سے ص اور قضا
اور کفارہ اور نذر غیر معین کے واسطے شرط ہی رات سے نیت کرنا اگر رات شک کی ابر ہوا جیسے تیسوین رات مین شعبان کی اوسکے بعد
دن کو روزہ رکھینگے ف کیونکہ مروی ہی صحیحین مین کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے روزہ رکھو چاند دیکھکے اور افطار کرو چاند دیکھکے
تو اگر ابر ہو جاے اوپر تو پوری کرو گنتی شعبان کی تیس دن ص مگر نفل ف کیونکہ حدیث مین ہی کہ نہین روزہ ہی
دن شک کے رمضان سے مگر نفل ایسا ہی ہی ہدایہ مین اور یہ حدیث مجکو نہین ملی اور بعضون کے نزدیک جائز نہین اور دلیل انکی یہ
ہین ساتھ حدیث کے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جسنے روزہ رکھا دن شک کے سو مخالفت کی اوسنے ابو القاسم یعنی محمد
صلی اللہ علیہ وسلم کی اور ذکر کیا اوسکو ابن طاہر نے تذکرے مین موضوعات مین حالانکہ ایسا ہی کہا صاحب خلاصہ نے لیکن یہ زیادتی ہی کیونکہ
اس حدیث کو ذکر کیا بخاری نے تعلیقا اور روایت کیا اوسکو اصحاب سنن اربعہ نے اور صحیح کیا اوسکو ترمذی اور ابن حبان اور حاکم نے
اور روایت کیا اوسکو خطیب نے تاریخ بغداد مین اس لفظ سے مَنْ صَامَ الْيَوْمَ الَّذِيْ يُشَكُّ فِيْهِ فَقَدْ عَصَى اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ
یعنی جسنے روزہ رکھا دن شک کے تو نافرمانی کی اوسنے اللہ کی اور رسول کی وَاللّٰهُ اَعْلَمُ اور تفصیل اسکی فتح القدیر مین ہی ص
اور اگر دوسرے واجب کا روزہ اس دن رکھا تو مکروہ ہی اور ادا ہو جاویگا واجب سب سے صحیح مذہب مین اگر معلوم نہوا کہ یہ رمضان کا دن تھا اور اگر
معلوم ہوا کہ رمضان کا دن تھا تو وہ روزہ رمضان کا ہو جاویگا اور دن شک کے نفل روزہ رکھنا مستحب ہی سب کے نزدیک اگر وہ دن اوسکے

روزہ رکھنے کا ہوا نہیں تو خاص لوگ جیسے قاضی اور مفتی روزہ رکھیں اور عوام لوگ بعد زوال کے افطار کریں اور اگر رات میں
شک کی نیت کی کہ اگر کل کا دن رمضان کا ہے تو روزہ میرا رمضان کا ہے ورنہ روزہ نہیں رکھتا ہوں میں روزہ اوسکا درست نہوگا اور کروہ
ہے یہ کہ نیت کرے کہ اگر کل کا دن رمضان کا ہے تو روزہ میرا رمضان کا ہے اور نہیں تو دوسرے واجب کا ہے یا نہیں تو دوسرے نفل کا ہے لیکن اگر کل کا
دن رمضان کا نکلا تو وہ روزہ رمضان کا ہو جاویگا اور نہیں تو دونوں صورتوں میں نفل ہو جاویگا اور جس شخص نے رمضان کا
یا عید کا چاند اکیلے آپ ہی دیکھا تو روزہ رکھے دونوں صورتوں میں اگرچہ اوسکا قول قبول نہوگا اور اگر افطار کرے تو قضا کا روزہ
رکھے اور کفارہ اوسپر نہیں اور امام شافعی کے نزدیک کفارہ بھی لازم ہوگا ف لیکن روزہ رکھنا تو اسواسطے کہ فرمایا حضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے صُومُوا لِرُؤْيَتِهِ وَأَفْطِرُوا لِرُؤْيَتِهِ یعنی روزہ رکھو چاند دیکھکے اور افطار کرو چاند دیکھکے یعنی روزہ
موقوف کرو جب چاند دیکھلو شوال کا اور شروع کرو جب دیکھلو چاند رمضان کا اور اوس شخص نے چاند دیکھ لیا اگرچہ
قاضی کے نزدیک مقبول نہوئے اور کفارہ امام شافعی کے نزدیک لازم ہوگا کیونکہ قصداً چاند دیکھکے اوسنے افطار کیا اور ہمارے
نزدیک اسواسطے واجب نہوگا کہ جب قاضی نے اوسکی شہادت قبول نکی ساتھ دلیل شرعی کے تو ایک طرح کا شبہہ پڑ گیا اور حدود
اور کفارے دفع ہو جاتے ہیں شک و شبہے سے كَذَا فِي الْهِدَايَة اور اگر قبل اسکے کہ قاضی اوسکی شہادت رد کرے افطار کیا تو اوسمین
اختلاف ہے مشایخ کا اور اگر اس شخص نے اپنے حساب سے تیس دن پورے کر لیے تو روزہ موقوف نکرے جب تک کہ امام موقوف نکرے اسواسطے
کہ وجوب اوسپر واسطے احتیاط کے ہے اور احتیاط بعد اسکے تاخیر افطار میں ہے اور اگر اپنے حساب سے قبل امام کے افطار کیا تو اوسپر کفارہ
نہیں ص اگر آسمان میں بدلی یا غبار ہوئے تو رمضان کے مہینے میں ایک شخص عادل کی خبر کفایت ہے اگرچہ وہ شخص غلام یا عورت ہو یا زنا
کی تہمت کسیکو لگائی ہو اور اوسکے بدلے میں وہ درّے مارا گیا ہو اور پھر اوسنے توبہ کی ہو اور دعوی اور شہادت کا لفظ کہنا ضرور نہیں
ف اور امام شافعی کے نزدیک دو آدمی لازم ہیں اور دلیل اوسکی یہ ہے کہ روایت کیا اوسکو اصحاب سنن اربعہ نے ابن عباس سے
کہ آیا ایک اعرابی طرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اور کہا کہ دیکھا مینے چاند کو سو فرمایا آپنے کہ گواہی دیتا ہے تو اس بات کی کہ نہیں ہے کوئی
معبود سوا اللہ کے کہا اوسنے ہان پھر پوچھا آپنے کہ گواہی دیتا ہے تو کہ محمد رسول اللہ کے ہیں کہا اوسنے کہ ہان فرمایا کہ اے بلال پکار دے لوگونکو کہ
روزہ رکھیں اور بیان کیا اوسکے بعد اس حدیث کو ص اور شوال اور ذیحجہ میں دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں خبر دین کہ ہمنے چاند دیکھا یعنی گواہی
دین اور دعوی ضرور نہیں ف اور بعضی روایتوں میں ہے کہ ایک شخص کی گواہی اسمین بھی مقبول ہوگی اور ایسا ہی ہے تحفے میں اور کہا ہے
کہ یہی صحیح ہے انتہی اور کہتا ہوں مین کہ اسکو موافقت کرتی ہیں احادیث وَاللّٰهُ أَعْلَمُ اور صاحب ہدایہ نے اسکو اختیار نہیں کیا
ص اور جب کوئی آسمان میں علت نہو اور مطلع صاف ہوئے تو شرط ہے کہ تینوں مہینوں کے واسطے بہت سے آدمی ہوں تب اونکا قول قبول
کیا جاوے یعنی اتنا گروہ ہو کہ اونکے سچے ہونے پر عقل گواہی دے اور اگر ایک شخص عادل نے رمضان کے چاند کی گواہی دی اور آسمان میں کچھ علت
تھی تو سب آدمیوں نے تیس دن روزے رکھے اور تیسوین روز پھر ابر ہوا تو ایک شخص کی گواہی سے افطار نہ کرینگے جب تک کہ دو شخص
عادل نہوں اور امام محمد کے نزدیک ایک شخص کی گواہی سے بھی افطار درست ہو جاویگا ف اور قیاس بھی اسکو چاہتا ہے کیونکہ
مہینا تو معلوم ہے کہ تیس دن سے زیادہ نہیں ہوتا اور اوس ایک شخص کی گواہی روزہ رکھنے میں مقبول ہوئی تھی بعد اوس حساب سے اب تیس
دن ہوئے اور چاند ہونا ضرور ہے تو گویا اوسکی ایک گواہی ہوئی اور ایک دوسرے شخص کی ملکے گواہ ہو گئے تو لازم ہے کیا افطار وَاللّٰهُ أَعْلَمُ بِالصَّوَاب

باب روزے کے فاسد ہونے کے بیان مین اور اوسکی قضا اور کفارے کے حال مین

جو شخص کہ قصداً جماع کرے یا جماع کیجاوے قبل یا دبر مین یا کچھ کھاوے یا پیوے غذا کیواسطے ہو یا دوا کے لیے یا پچھنا لگاوے اور معلوم ہوا اوسکو کہ میرا روزہ افطار ہو گیا اور پھر قصداً کھا لیوے (یعنی عورت اور مرد کا بھی یہی حکم ہی) تو ان صورتون مین قضا روزے کی کرے اور کفارہ دیوے جیسے ظہار کا کفارہ ہوتا ہی اور کفارہ فقط رمضان کے روزہ قصداً توڑنے مین ہی اور دوسرے روزے کے واسطے نہین **ف** ظہار اوسے کہتے ہین کہ اپنی بیوی کے کسی عضو کو جو عورتین کہ اوسپر حرام ہین اونکے عضو سے تشبیہ دیوے اور اس سے ایک غلام آزاد کرے اور اگر نہو سکے تو دو مہینے پے در پے روزے رکھے اور اگر نہو سکے تو ساٹھہ مسکینون کو کھانا کھلاوے لیکن قصداً کھانے یا پینے مین سوا اسواسطے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جسنے افطار کیا رمضان مین سو اوسپر ہی جو ظہار کرنے والے پر ہی ذکر کیا اسکو صاحب ہدایہ نے اور یہ حدیث نہین ملی لیکن صحیحین مین مروی ہی حضرت ابوہریرہ سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم کیا ایک شخص کو کہ افطار کیا تھا اوسنے رمضان مین یہ کہ آزاد کرے ایک غلام یا روزے رکھے دو مہینے برابر یا ساٹھہ مسکینون کو کھانا کھلاوے اور جماع بھی روزے کو افطار کرتا ہی وہ بھی اسی مین داخل ہی اور روایت کیا اوسکو دارقطنی نے بھی اور مروی ہی صحاح ستہ مین حضرت ابوہریرہ سے کہ آیا ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اور کہا کہ ہلاک ہوا مین کہا کہ کیا ہوا تجکو کہا اوسنے کہ جماع کیا مینے اپنی عورت سے روزۂ رمضان مین سو فرمایا آپنے کیا پاتا ہی تو غلام کو کہ آزاد کرے اوسکو کہا نہین فرمایا کہ طاقت رکھتا ہی کہ تو دو مہینے روزے رکھے کہا نہین فرمایا کہ تو طاقت رکھتا ہی کہ ساٹھہ مسکینون کو کھلاوے کہا نہین فرمایا بیٹھہ تو لائے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک ٹوکرا کہ اوسمین کھجور تھی سو فرمایا کہ تصدق کر اوسکو فقیرون پر کہا اوسنے اے رسول اللہ نہین زیادہ مجھسے فقیر کوئی قسم خدا کی نہین ہی شہر کے کنارون تک اور اوسکے بیچ مین کوئی گھر کہ فقیر زیادہ ہووے میرے گھر سے سو ہنسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہانتک کہ آگے کے دانت آپکے ظاہر ہوگئے پھر فرمایا کہ لیجا اسکو اور کھلا اپنے گھر کو کہا زہری نے کہ یہ اوسکے واسطے خاص رخصت تھی اور اگر کوئی شخص اب ایسا کرے تو نہین چارہ ہی اوسکو کفارے سے اور واقع ہوا روایت ہدایہ مین کُلْ اَنْتَ وَعِيَالُكَ يُجْزِئُكَ وَلَا يُجْزِئُ اَحَدًا بَعْدَكَ یعنی تو کھالے اور تیرے عیال کافی ہو جاویگا تجھسے اور نہ کافی ہوگا سوا تیرے کسیکو بعد تیرے لیکن کہا ابن الہمام نے کہ یہ قول کسی طریقے مین اس حدیث کے نہین ہی اور ظاہر یہ ہی کہ یہ خصوصیت ہی کیونکہ دارقطنی کی روایت مین ہی فَقَدْ كَفَّرَ اللّٰهُ عَنْكَ یعنی کفارہ قبول کیا اللہ نے یہ تجھسے وَاللّٰهُ اَعْلَمُ **ص** اگر خطا سے روزہ افطار کیا ہو مثلاً اوسکو روزہ یاد تھا اور کلی کرنے لگا تب اوسکے حلق مین بغیر قصد کیے ہوئے پانی چلا گیا یا کسی نے اوسکو زبردستی افطار کرا دیا یا حقنہ لیا یا ناک یا کان مین دوائی ڈالی یا سر کے زخم مین دوا لگائی اور دماغ مین گئی یا پیٹ کے زخم مین لگائی اور اوسکے پیٹ مین دوا گئی یا اوسنے سنگریزہ نگلا یا پھر مونہہ اپنی خواہش سے قے کی یا سحر کھائی یا افطار کیا اس شبہے سے کہ رات ہی اور وہ دن تھا یا بھولے سے کچھ کھا لیا اور شبہہ کیا کہ میرا روزہ افطار ہو گیا تب پھر قصداً کھا لیا یا عورت سوتی تھی اور جماع اوس سے کیا گیا یا رمضان کے تمام مہینے میں روزہ رکھنے کی نیت کی نہ افطار کی یا صبح تک نیت نہ کیے ہوئے تھا اور پھر کھایا تو ان سب صورتون مین قضا کا روزہ رکھے فقط **ف** روایت کی ابویعلی موصلی نے مسند مین حدیث حضرت عایشہ سے اور اوسمین ہی کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے افطار اوس چیز سے ہی کہ داخل ہووے اور نہین ہی اوس سے جو نکلے کہا ابن الہمام نے لَا شَكَّ فِي ثُبُوتِهِ مَوْقُوفًا عَلَى جَمَاعَةٍ یعنی

نہین شک ہی اوسکے ثبوت مین موقوف ایک جماعت پر تو صحیح بخاری مین ہی تعلیقاً کہا ابن عباس اور عکرمہ نے افطار وہی
ہی جو داخل ہوا اور نہین ہی اوس سے جو خارج ہوا اور کہا ابن ابی شیبہ نے حدثنا وکیع عن الاعمش عن ابی ظبیان
عن ابن عباس قال الفطر مما دخل ولیس مما خرج اور عبدالرزاق نے ابن مسعود سے کہ کہا انھون نے
وضو اوس سے ہی جو نکلے اور نہین ہی اوس سے جو داخل ہو اور فطر روزے مین اوس سے ہی جو داخل ہوا اور نہین ہی اوس سے جو خارج ہوا اور حضرت
علی سے بھی یہی قول مروی ہی کہا اوسکو بیہقی نے ص اور اگر کھایا یا پیا یا جماع کیا اور اوسکو روزہ یاد نہ تھا یا سویا اور اوسکو
احتلام ہوا یا کسیکی طرف نظر کی پھر انزال ہوا یا تیل ملا یا سرمہ لگایا یا کسیکی غیبت کی یا اوسپر قی غالب ہوئی اور اوسنے قی کی یا
جنب تھا اور صبح ہو گئی یا اپنے ذکر کے سوراخ مین تیل ڈالا یا کان مین پانی ٹپکایا یا غبار یا دھوان یا مکھی اوسکے حلق مین داخل ہوئی
تو ان سب صورتون مین روزہ نگیا ف روایت ہی صحیحین وغیرہما مین حضرت ابوہریرہ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص
بھول جاوے اور وہ روزے سے ہی سو کھایا یا پیا تو تمام کرلے اپنے روزے کو کیونکہ کھلایا اوسکو اللہ تعالی نے اور پلایا اوسکو
اور ایک روایت مین ہی کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے واسطے کسی شخص کے کہ کھایا تھا اوسنے یا پیا تھا پورا کر روزہ اپنا کیونکہ کھلایا تجکو
اور پلایا اللہ تعالی نے اور یہ حدیث مروی ہی صحیح ابن حبان اور دارقطنی مین کہ ایک شخص نے پوچھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے
اور کہا کہ مین روزہ دار تھا سو کھایا اور پیا مینے بھولے سے سو کہا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تمام کر روزہ اپنا کیونکہ کھلایا
اور پلایا تجکو اللہ نے اور ایک لفظ مین ہی کہ لا قضاء علیک اور روایت کیا اسکو بزار نے ساتھ لفظ جماعت کے اور زیادہ کیا اوسمین
فلا تفطروا یا نہ افطار کرو اور روایت کی ابن حبان نے ابوہریرہ سے انہ علیہ الصلوٰۃ والسلام قال من افطر
فی رمضان ناسیا فلا قضاء علیہ ولا کفارۃ یعنی جسنے افطار کیا رمضان مین بھولے سے تو نہین قضا ہی اوسپر
اور نہ کفارہ اور روایت کیا اوسکو حاکم نے اور صحیح کیا اوسکو اور کہا بیہقی نے معرفت مین تفرد بہ الانصاری عن محمد
بن عمرو وکلھم ثقات یعنی منفرد ہوا ساتھ اوسکے انصاری محمد بن عمرو سے اور سب ثقہ ہین اور فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
تین چیزین ہین کہ نہین افطار کرتی ہین روزہ دار کو حجامت اور قی اور احتلام اور اسناد مین اوسکی عبدالرحمن بن زید بن اسلم روایت
کرتا ہی اپنے باپ سے اور وہ ضعیف ہی اور ذکر کیا اوسکو بزار نے بھائی عبدالرحمن سے اور نام اونکا اسامہ ہی اور ضعیف کیا اوسکو احمد نے
اور ابن معین نے ساتھ برائی حفظ اوسکے کے اور اگرچہ مرد صالح تھے اور کہا نسائی نے نہین ہی قوی اور روایت کیا اوسکو دارقطنی
نے اور طریقے سے اور اوسمین ہشام بن سعد نے زید بن اسلم سے روایت کی اور ہشام پر ضعیف کیا اوسکو نسائی اور احمد اور ابن معین نے
اور ضعیف کیا اوسکو ابن عدی نے اور کہا کہ لکھی جاویگی حدیث اوسکی اور نہین حجت ہوگی ساتھ اوسکے لیکن حجت پکڑی اوس سے
مسلم نے اور استشہاد کیا اوس سے بخاری نے اور روایت کیا اوسکو بزار نے حدیث ابن عباس سے کہ فرمایا حضرت نے لا یفطرن
الصائم القیء والحجامۃ والاحتلام قال وھذا من احسنہا اسنادا او اصحہا یعنی نہین افطار کرتی ہی
صائم کو قی اور حجامت اور احتلام اور کہا کہ یہ احسن ہی اور حدیثون سے اس باب مین اسناد کی رو سے اور اصح ہی اور نہین اتفقی اور اسناد مین
اوسکی سلیمان بن حیان ہی کہا ابن معین نے سچا ہی اور نہین ہی حجت ساتھ اوسکے اور روایت کیا اوسکو طبرانی نے حدیث ثوبان
سے اور کہا کہ نہین روایت کیجاتی یہ حدیث مگر اسی اسناد سے اور متفرد ہوا ساتھ اوسکے ابن وہب تو ظاہر ہوئی یہ بات کہ حدیث

اول ۱۱۸

۵ یعنی بجاے لفظ واحد کے لفظ جمع بیان کیا

محمد بن عمرو

عبدالرحمن بن زید بن اسلم

اسامہ

ہشام

سلیمان بن حیان

ابن وہب

حسن ہی اور حسن حجت ہی مثل صحیح کے اور پچھنے لگانے سے روزہ نہین جاتا اور دلیل اوسکی یہی حدیث ہی اور امام احمد کے نزدیک حجامت یعنی پچھنے لگانا روزے کو توڑتا ہی کیونکہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اَفْطَرَ الْحَاجِمُ وَالْمَحْجُومُ یعنی افطار کیا پچھنے لگانے والے نے اور جسکے پچھنے لگے روایت کیا اوسکو ترمذی نے اور ہماری دلیل یہ ہی کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تین چیزین ہین کہ نہین توڑتی ہین روزہ حجامت اور قی اور احتلام اور دوسرے یہ کہ مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پچھنے لگائے اور آپ احرام سے تھے اور پچھنے لگائے اور وہ روزہ دار ہوتے تھے روایت کیا اوسکو بخاری وغیرہ نے اور کہا گیا واسطے انس کے کیا تم ہو مکروہ سمجھتے تھے حجامت کو واسطے صائم کے زمانۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مین سو کہا انھون نے کہ نہین مگر بسبب ضعف کے روایت کیا اوسکو بخاری نے اور کہا انس نے اَوَّلُ مَا كُرِهَتِ الْحِجَامَةُ لِلصَّائِمِ اَنَّ جَعْفَرَ بْنَ اَبِي طَالِبٍ احْتَجَمَ وَهُوَ صَائِمٌ فَمَرَّ بِهِ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَفْطَرَ هٰذَانِ ثُمَّ رَخَّصَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ فِي الْحِجَامَةِ بَعْدُ لِلصَّائِمِ وَكَانَ اَنَسٌ يَحْتَجِمُ وَهُوَ صَائِمٌ رَوَاهُ الدَّارَقُطْنِيُّ وَقَالَ فِي رِوَايَةٍ كُلُّهُمْ ثِقَاتٌ وَلَا اَعْلَمُ لَهُ عِلَّةً یعنی اول جو مکروہ کہا مینے حجامت کو واسطے صائم کے تو اس سبب سے کہ جعفر بن ابی طالب نے حجامت کی اور وہ روزہ دار تھے اور گذرے اونپر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سو فرمایا افطار کیا اوسنے پھر رخصت دی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجامت مین واسطے روزہ دار کے اور تھے انس حجامت کرتے اور وہ روزہ دار ہوتے تھے روایت کیا اوسکو دارقطنی نے اور کہا کہ سب ثقہ ہین اور نہین جانتا ہون مین کسی طرح کی علت اور فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اَلْفِطْرُ مِمَّا دَخَلَ وَلَيْسَ مِمَّا خَرَجَ یعنی فطر اوس سے ہی جو داخل ہووے اور نہین ہی اوس سے جو خارج ہوا اور قی اگر آپ آجاوے تو روزہ نہین جاتا کیونکہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جسکو غلبہ کرے قی اور وہ روزہ دار ہووے تو نہین ہی اوسپر قضا اور جو قی کرے قصدًا تو قضا کرے روزے کی کہا ترمذی نے یہ حدیث حسن غریب ہی نہین پہچانتے ہین ہم اوسکو حدیث ہشام بن حسان سے انھون نے ابن سیرین سے انھون نے ابوہریرہ سے انھون نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مگر حدیث عیسی بن یونس سے کہا بخاری نے نہین دیکھتا ہون مین اوسکو محفوظ بسبب اسکے اور صحیح کیا اوسکو حاکم نے اوپر شرط شیخین کے اور ابن حبان نے اور روایت کیا اوسکو دارقطنی نے اور کہا کہ روایت سب ثقہ لوگون کی ہی اور کہتا ہون مین کہ متابعت کی عیسی بن یونس کی ہشام بن حسان سے حفص بن غیاث نے روایت کیا اوسکو ابن ماجہ نے اور روایت کیا اوسکو حاکم نے اور اوسکو کیا اوپر اوسکے روایت کیا اوسکو مالک نے موطا مین موقوف اوپر ابن عمر کے اور روایت کیا اوسکو نسائی نے حدیث اوزاعی سے موقوف اوپر ابوہریرہ کے اور وقف کیا اوسکو عبدالرزاق نے ابوہریرہ سے اور وہ جو سنن ابن ماجہ مین مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نکلے ایکدن کہ تھے آپ روزہ رکھتے اوسدن اور منگایا ایک برتن اور پانی پیا سو کہا صحابہ نے یا رسول اللہ کہ آج کے دن آپ روزہ رکھتے تھے فرمایا کہ ہان لیکن قی کی تھی مینے محمول ہی اوپر قبل شروع کرنے روزے کے یا بوجہ ضعف کے وَاللّٰهُ اَعْلَمُ اور سرمہ لگانے سے بھی روزہ نہین جاتا اسواسطے کہ روایت کی ترمذی نے ابوعاتکہ سے انھون نے انس سے کہ ایک شخص آیا پاس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اور بیماری بیان کی اپنی آنکھون کی کیا سرمہ لگاؤن مین اور مین روزہ دار ہون فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ہان کہا ترمذی نے نہین اسناد اوسکی قوی اور نہین صحیح ہی اس باب مین نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ اور ابوعاتکہ کا اجماع ہی اوسکے ضعف پر اور روایت کی ابن ماجہ نے

بقیہ سے حَدَّثَنَا الزُّبَيْدِيُّ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ اكْتَحَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ صَائِمٌ یعنی سرمہ لگایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اور آپ روزہ دار ہوتے تھے اور گمان کیا بعض علما نے کہ زبیدی سند ابن ماجہ میں محمد بن ولید ہی اور وہ ثقہ ہی اور یہ وہم ہی کیونکہ یہ زبیدی سعید بن ابی زبیدی حمصی ہی جیسا کہ تصریح کی اسکی بیہقی نے اپنی مسند میں اور لیکن چھپایا اس مقام پر اسکو راوی نے کہا تنقیح میں کہ وہ مجہول نہیں ہی جیسا کہ کہا اوسکو ابن عدی اور بیہقی نے بلکہ وہ سعید بیٹا عبد الجبار کا ہی کہا ابن عدی و بیہقی نے بلکہ وہ سعید بن عبد الجبار حمصی ہی اور وہ مشہور ہی لیکن اتفاق ہی اوسکے ضعف میں اور ابن عدی نے اپنی کتاب میں فرق کیا درمیان سعید بن ابی سعید اور سعید بن عبد الجبار کے کہ وہ دو شخص ہیں اور صحیح یہ ہی کہ وہ ایک ہی شخص ہی اوسکے باپ کی کنیت ابو سعید ہی اور نام عبد الجبار اور اخراج کیا اوسکو بیہقی نے محمد بن عبید اللہ بن ابی رافع سے کہا بیہقی نے کہ وہ قوی نہیں اوسنے اپنے باپ سے اوسنے اپنے دادا سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سرمہ لگاتے تھے اور وہ روزہ دار ہوتے تھے کہا صاحب تنقیح نے اسناد وسکی قریب بہ طرف صحت کے کہا ابو حاتم نے عتبہ بن حمید ضبی ابو معاذ بصری صالح الحدیث ہی تو یہ چند طریقے ہیں اگر ایک طریقے سے صحت نہو گی تو سب طریقوں سے ملا کے صحت ہو گی اور وہ جو سنن ابوداؤد میں ہی عبد الرحمن بن نعمان بن معبد بن ہوذہ سے انھوں نے اپنے باپ سے انھوں نے اپنے دادا سے انھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ حکم کیا آپنے ساتھ لگانے اثمد خوشبودار کے وقت سونے کے اور کہا کہ پرہیز کرے اوس سے روزہ دار تو خود اوس حدیث میں ابوداؤد نے کہا قَالَ لِي يَحْيَى بْنُ مَعِينٍ هُوَ مُنْكَرٌ يَعْنِي حَدِيثَ الْكُحْلِ یعنی کہا واسطے میرے یحیی بن معین نے کہ یہ حدیث منکر ہی یعنی حدیث سرمہ لگانے کی اور کہا صاحب تنقیح نے کہ معبد اور بیٹا اوسکا نعمان دونوں مجہول ہیں اور اسکے سوا اور کوئی حدیث اونکی نہیں پہچانی جاتی اور عبد الرحمن بن نعمان کہا ابن معین نے ضعیف ہی اور کہا ابو حاتم نے سچا ہی اور اونکے کلام میں منافاۃ نہیں کیونکہ صدق جمیع وجوہ صحت کو نفی نہیں کرتا اور روایت کی ابوداؤد نے باسناد صحیح اعمش سے کہا کہ نہیں دیکھا میں نے کسیکو اپنے اصحاب میں سے کہ مکروہ رکھتا ہو سرمے کو واسطے صائم کے اور تھے ابراہیم رخصت دیتے تھے سرمے کی واسطے صائم کے وَاللهُ أَعْلَمُ ص اور اگر مینہ برستا ہو یا برف پڑتی ہو اور اوسکے مونہہ میں جاوے تو اوسکا روزہ فاسد ہو گا صحیح مذہب میں اور اگر وطی کی مرد کا یا چارپائے سے یا فرج کے سوا اور مقاموں میں جس طرح ران ہی یا بوسہ لیا یا مساس کیا تو ان سب صورتوں میں اگر انزال ہو تو قضا کرے اور اگر انزال نہو تو قضا نکرے ف اور بوسہ لینا مرد کو واسطے جب انزال سے امن ہو تو کچھ حرج نہیں ہی اور مباشرت بھی مثل بوسے کے جائز ہی روایت ہی صحیحین میں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بوسہ لیتے تھے اور مباشرت کرتے تھے اور وہ روزہ دار ہوتے تھے اور ام سلمہ سے مروی ہی کہ بوسہ لیتے تھے اونکا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور وہ روزہ دار ہوتے تھے روایت کیا اوسکو بخاری و مسلم نے اور اچھا یہ ہی کہ اگر جوان ہو تو اوس میں احتراز ایسے امور سے اچھا ہی اور بڈھے وغیرہ کو مضائقہ نہیں اور یہ تفصیل حدیث میں وارد ہی روایت کی ابوداؤد نے ساتھ اسناد صحیح کے ابو ہریرہ سے کہ ایک شخص نے پوچھا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مباشرت سے واسطے روزہ دار کے تو رخصت دی آپنے اوسکو اور آیا دوسرا شخص اور منع کیا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اوسے پھر معلوم ہوا کہ جسکو رخصت دی تھی وہ بڈھا تھا اور جسکو منع کیا وہ جوان تھا وَاللهُ أَعْلَمُ ص ایک شخص نے وہ گوشت کھایا جو اوسکے دانت میں چنے کے برابر تھا تو قضا کرے فقط

محمد بن ولید زبیدی

سعید بن ابی سعید زبیدی حمصی

عتبہ بن حمید ضبی ابو معاذ بصری

نعمان بن معبد

عبد الرحمن بن نعمان بن معبد

اور اگر چنے سے کم ہو تو قضا لازم نہین ہے مگر جسوقت کہ اوس گوشت کو مونہہ سے نکالے اور ہاتھ مین لیوے اور پھر کھا لے
تو اگر چنے سے کم ہو قضا کرے اور اگر کسینے ایک تل نگلا تو اوسکا روزہ فاسد ہوا مگر اوسکو جب چباویگا تو روزہ نہین جاویگا
اور جسکو مونہہ بھر قے آکے پھر پیٹ مین چلی جاوے یا وہ خود آپ پیٹ مین نگلے روزہ فاسد ہوگا اور تھوڑی سی قے سے دونون حالت مین
فاسد نہوگا اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اگر قے کو آپ پھیرے اگرچہ تھوڑی ہی ہو تو فاسد ہوگا اور خود پھر جانے مین اگرچہ
بہت سی ہو روزہ فاسد نہین ہوتا تو بہت سی قے کے آپ پھیرنے مین سب کے نزدیک روزہ فاسد ہوگا اور تھوڑی سی قے پھر
جانے مین کسیکے نزدیک فاسد نہوگا اور تھوڑی سی قے کے پھیرنے مین ابو یوسف کے نزدیک فاسد نہوگا اور امام محمد کے نزدیک
فاسد ہوگا اور بہت سی قے اگر لوٹ جاوے تو ابو یوسف کے نزدیک فاسد ہوگا اور امام محمد کے نزدیک نہین فاسد ہوگا

باب روزے کے مکروہات کے بیان مین

مکروہ ہے روزہ دار کو چکھنا کسی چیز کا اور چبانا مگر لڑکے کے واسطے وقت ضرورت کے اور مکروہ ہے بوسہ لینا اگر امن جماع سے
نہووے سرمہ لگانا اور مونچھ مین تیل لگانا اور مسواک کرنا اگرچہ زوال کے بعد ہووے مکروہ نہین اور امام شافعی کے نزدیک مکروہ ہے

ف دلیل امام شافعی کی یہ ہے کہ روایت کی طبرانی اور دارقطنی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ جب روزہ رکھو تم تو مسواک
کرو صبح وقت اور نہ مسواک کرو قریب شام کے کیونکہ روزہ دار جب خشک ہو جاتے ہین دونون ہونٹھ اوسکے تو ہوگا واسطے
اوسکے نور دن قیامت کے اور روایت کیا اوسکو دارقطنی نے موقوف حضرت علیؓ پر اور دونون طریقون مین کیسان ابو عمرو قصاب
ہے ضعیف کیا اوسکو ابن معین نے اور کہا عبد اللہ بن احمد بن حنبل نے کہ پوچھا ہمنے اپنے باپ سے کیسان ابو عمرو سے سو کہا کہ وہ
ضعیف الحدیث ہے ذکر کیا اسکو میزان مین اور ایک دلیل اونکی یہ ہے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مونہہ روزہ دار کا اللہ کے
نزدیک پاک ہے زیادہ بو مشک سے تو مسواک سے وہ بو زائل ہو جاویگی اور دلیل لائے ہین صاحب ہدایہ ہمارے مذہب پر کہ فرمایا حضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے تحقیق کہ بہتر خلال روزہ دار کا مسواک ہے روایت کیا اوسکو ابن ماجہ نے حدیث حضرت عایشہؓ سے اور
دارقطنی نے اور اسناد مین اوسکی مجالد ہے ضعیف کیا اوسکو بہت لوگون نے اور دلیل ہماری یہ ہے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
اگر نہ شاق ہوتا میری امت پر البتہ حکم کرتا مین اونکو مسواک کا نزدیک ہر نماز کے اور یہ عام ہے روزہ دار وغیرہ کو اور مسند احمد مین
ہے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک نماز مسواک سے بہتر ہے ستر نمازون سے بغیر مسواک کے اور یہ بھی عام ہے اور روایت کی
طبرانی نے ثنا ابراهيم بن هاشم البغوي حدثنا هرون بن معروف ثنا محمد بن سلمة الحراني
ثنا بكر بن خنيس عن ابي عبد الرحمن بن عبادة بن نسي عن عبد الرحمن بن غنم قال سألت معاذ بن
جبل أتسوك وأنا صائم قال نعم قلت أي النهار أتسوك قال أي النهار شئت غدوة وعشية
الحديث یعنی کہا عبد الرحمن بن غنم نے کہ پوچھا مینے معاذ سے کہ مسواک کرون مین اور مین روزہ دار ہون کہا انھون نے
ہان کہا مینے کسوقت اونکو کرون مین کہا جسوقت چاہے تو صبح اور شام آخر حدیث تک ذکر کیا اوسکو ابن الہمام نے اور روایت کی بیہقی
نے تحقیق کہ پوچھا مینے عاصم احول سے کیا مسواک کرے روزہ دار ساتھ مسواک تر کے کہا کہ ہان کیا دیکھتا ہے تو تر زیادہ اوسکو پانی
سے کہا مینے اول دن مین یا آخر دن مین کہا کہ ہان پوچھا مینے کہ صبح یہ بچاوے اسکو جو کرے تم پر اللہ کہا انس رضی اللہ عنہ نے انھون نے نبی

صلی اللہ علیہ وسلم سے اور کہا بیہقی نے تفرد کیا ساتھ اوسکے ابراہیم بن عبدالرحمن خوارزمی نے اور تحقیق کہ محدثین بیان کرتے ہیں
انھوں نے عاصم سے منکر حدیثین کہ نہیں ہے حجت ساتھ اونکے اور روایت کی ابن حبان نے کتاب الضعفا میں ابن عمر سے قال کان
النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَاكُ اٰخِرَ النَّهَارِ وَهُوَ صَائِمٌ یعنی تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسواک کرتے
آخر روز میں اور آپ روزہ دار ہوتے تھے اور ضعیف کیا اوسکو بسبب ابو میسرہ کے کہا نہیں ہے حجت ساتھ اوسکے اور رفع
کرنا اوسکا باطل ہے اور صحیح ابن عمر کا فعل ہے اور روایت ہے حضرت انس سے کہ پوچھا انھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا
مسواک کرے صائم اور وہ روزہ دار ہو فرمایا کہ ہاں کہا میں نے کہ ساتھ تر مسواک کے اور خشک کے فرمایا ہاں کہا میں نے اول روز میں
اور آخر روز میں فرمایا ہاں تو کہا گیا واسطے انس کے کس سے سنا تم نے یہ کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا اوسکو
تمام نے انس سے مرفوعًا کہا ابن حبان نے لا اصل له نہیں ہے اصل اوسکی اور اسناد میں اوسکی ابراہیم بن بیطار خوارزمی ہے
روایت کرتا ہے عاصم احول سے مناکیر کو کہا صاحب لآلی نے اخراج کیا اوسکو نسائی نے کنی میں اور بیہقی نے سنن میں
اور کہا کہ منفرد ہوا ساتھ اوسکے ابراہیم اور وہ منکر ہے حدیث اوسکی اور کہا شیخ ابن حجر نے کہ واسطے اوسکے ایک شاہد ہے حدیث
معاذ سے جو اوپر گذری ف بڈھا ضعیف اگر روزہ رکھنے سے عاجز ہو تو وہ روزہ نہ رکھے اور ہر روزے کے بدلے ہر مسکین کو کھانا دیوے
جتنا کہ صدقہ فطر دیا جاتا ہے اور جب بڈھے کو روزہ رکھنے کی طاقت ہو تو اوسکی قضا کرے ف وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ
فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ قول اللہ تعالی کا اس باب میں حجت ہے ف عورت حاملہ اور عورت دودھ پلانے والی جس وقت کہ
اپنی جان یا بچے کی جان کا خوف کرے یا مریض ہووے اور زیادتی مرض کا اوسکو خوف ہو یا مسافر ہو تو یہ سب افطار کریں
اور پھر جب عذر جاتا رہے تو قضا ادا کریں بغیر صدقہ کے ف اسواسطے کہ روایت ہے حضرت انس سے کہ فرمایا رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ نے وضع کیا مسافر سے روزہ اور آدھی نماز کو اور حاملہ اور دودھ پلانے والی عورت سے روزے کو
روایت کیا اوسکو ابو داؤد وغیرہ نے اور مریض بھی اسواسطے نہ رکھے کہ فرمایا اللہ تعالی نے وَمَنْ كَانَ مَرِيْضًا اَوْ عَلٰى
سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ یعنی جو بیمار ہو یا مسافر ہو تو اوتنے ہی شمار کرلے اور دنوں سے یعنی اوتنے ہی روزے جتنے قضا
ہوگئے اور دنوں میں رکھے اور اسی طرح بڈھا بھی روزہ نہ رکھے اور دلیل اوسکی وہ آیت جو گذری لیکن وہ منسوخ ہے جب معنی اوسکے
یُطِیْقُوْنَہٗ کے ہونگے دوسری آیت سے اور کہا ابن عباس نے کہ وہ منسوخ نہیں ہے اور وہ بڈھے مرد اور عورت کیواسطے
ہے جو طاقت روزے کی نہیں رکھتے تو کھلاویں بدلے ہر روزے کے ایک مسکین کو روایت کیا اوسکو بخاری نے اور ایسا ہی مروی ہے
حضرت علی اور ابن عباس اور ابن عمر اور سوا اونکے صحابہ سے اور کسی سے خلاف اسکا مروی نہیں تو اجماع ہوجاویگا اور ف اور
جس مسافر کو کچھ روزے سے نقصان نہوتا ہو تو اوسکو سفر میں روزہ رکھنا مستحب ہے تو اگر وہ سفر میں یا مرض میں مرگیا تو اوسکے
روزے کے بدلے میں صدقہ نہ دیا جاویگا اور اگر بیمار تھا اور اچھا ہوا تب مرا یا مسافر تھا اور مقیم ہوا تب مرا تو اوسکے روزے کے
بدلے میں اوسکا ولی صدقہ دیوے اسطرح پر کہ اگر وہ شخص صحت اور اقامت کے بعد اوسکے جتنے روزے فوت ہوئے تھے اوتنے روز بھی
مرا ہوگا تو اوسکے سب روزوں کے بدلے صدقہ دیوے اور اگر اوتنے روز نہیں جیا تو جتنے روز تندرست اور مقیم رہا اوتنے دنوں کا صدقہ
دیوے مثلاً اوسکے دس دن فوت ہوئے تھے سو وہ بعد رمضان کے پانچ دن تک مقیم یا تندرست رہا تب مرا تو پانچ دن کا اوسکا

ابراہیم بن عبدالرحمن خوارزمی

ابو میسرہ

ابراہیم بن بیطار خوارزمی

ولی صدقہ دیوے اور صدقہ دینے کے واسطے یہ بھی شرط ہی کہ مرتے وقت وہ شخص وصیت کر گیا ہو یعنی کہہ گیا ہو کہ میرے
روزون کی طرف سے صدقہ دینا تو اوسکے جتنا مال چھوڑا ہی اوسکے تیسرے حصے مین ادا کیا جاویگا ف اور امام شافعی کے نزدیک
سفر مین روزہ رکھنا افضل ہی اور دلیل لاتے ہین اوس سے جو مروی ہی صحیحین مین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تھے سفر مین تو ایک جگہ
دیکھا کہ بہت لوگ جمع ہین اور ایک شخص پر سایہ کر رہے ہین سو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ کیا ہی یہ کہا اونھون نے
کہ وہ روزہ دار ہی تب فرمایا آپنے لَيْسَ مِنَ الْبِرِّ الصِّيَامُ فِي السَّفَرِ یعنی نہین ہی کچھ نیکی سے روزہ رکھنا سفر مین اور
دلیل لاتے ہین اوس سے جو روایت کی مسلم نے جابر سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نکلے سال فتح کے طرف مکے کے رمضان
مین یہان تک کہ پہونچے کسی منزل کو تو روزہ رکھا لوگون نے پھر منگایا آپنے ایک قدح پانی کا اور پیا اوسکو سو کہا گیا
آپسے کہ بعض لوگون نے روزہ رکھا سو فرمایا آپنے أُولَئِكَ الْعُصَاةُ وہ لوگ گنہگار ہین انتہی اور جواب یہ ہی کہ اول حدیث مین
تو آپنے صورت ضرر اور نقصان مین منع کیا تھا اور یہ ہمارے نزدیک بھی ہی کیونکہ جب خوف ضرر کا ہووے تو روزہ نہ رکھنا
افضل ہی اوسیطرح روایت مسلم مین بھی کیونکہ ایک لفظ اوسکا یہ ہی کہ آدمیون کے اوپر شاق ہوئے روزے اور روایت کیا اوسکو
واقدی نے مغازی مین اور اوسمین یہ ہی کہ حکم کیا تھا اونکو افطار کا اور اونھون نے قبول نکیا جب یہ کلمہ آپنے ارشاد فرمایا اور اس
توجیہ مین موافقت ہوگی درمیان احادیث کے کیونکہ روایت ہی صحیح مسلم مین حمزہ اسلمی سے کہ انھون نے کہا ای رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم پاتا ہون مین قوت روزے پر سفر مین تو کیا مجھپر گناہ ہی روزہ رکھنے مین تو فرمایا حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے کہ وہ رخصت ہی اللہ کیطرف سے سو جو قبول کرے اوسکو تو اچھا ہی اور جو دوست رکھے روزے کو تو نہین ہی کچھ گناہ اوسپر اور
صحیحین مین ہی کہ تھے ہم سفر کرتے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تو بعض ہم مین سے روزہ رکھتے تھے اور بعض نہین تو کوئی
عیب نہین کرتا تھا دوسرے پر اور مروی ہی سنن ابو داؤد وغیرہ مین ابو الدرداء سے کہ نکلے ہم ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض
جہادون مین نہایت گرمی مین یہان تک کہ رکھتے تھے ہم مین سے لوگ ہاتھ اپنے سر پر بسبب گرمی کے اور نہین تھا ہم مین کوئی
روزہ دار مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور عبد اللہ بن رواحہ تو یہ حدیثین دلالت کرتی ہین اوپر مباح ہونے روزے کے سفر مین
اور یہی ہی حجت ہماری اور خلاف پر بھی اسکے حدیثین آئی ہین مسند عبد الرزاق مین ہی کعب بن عاصم اشعری سے انھون نے نبی صلی اللہ
علیہ وسلم سے کہ فرمایا آپنے لَيْسَ مِنَ امْبِرِّ امْصِيَامُ فِي امْسَفَرِ یعنی نہین ہی نیکی سے روزہ رکھنا سفر مین اور ایک روایت
مین ہی کہ روزہ رکھنے والا سفر مین مانند افطار کرنے والے کے ہی اقامت مین روایت کیا اسکو ابن ماجہ نے اور بزار نے اور دفع
تعارض کی وہی توجیہ ہی جو اوپر بیان کی ہمنے فقط اور ولی اوسکے روزون کے بدلے اگر مر گیا ہو تو صدقہ دیوے اور اوسکے بدلے
روزہ نرکھے اور بعضون کے نزدیک رکھے دلیل اون لوگون کی یہ ہی کہ آیا ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اور کہا کہ ماں میری
مر گئی اور اوسپر ایک مہینے کے روزے تھے کیا قضا کرون مین اوسکے بدلے سو فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اگر تیری ماں پر
کچھ قرض ہوتا تو تو ادا کرتا یا نہین کہا اوسنے کہ ہان ادا کرتا فرمایا کہ پھر کیسا جب قرض اللہ کا ہو روایت کی بخاری مسلم نے اسکو حدیث
ابن عباس سے اور ایک روایت مین ہی کہ آئی ایک عورت اور کہا اوسنے کہ ای رسول اللہ تحقیق کہ ماں میری مر گئی اور اوسپر ہی روزہ نذر کا
کیا روزہ رکھون مین اوسکے بدلے فرمایا کہ روزہ رکھ تو اوسکے بدلے اور فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص مر جاوے اور اوسکے اوپر

روزے میں روزہ رکھے اوس سے ولی اوسکا روایت کیا اسکو بخاری و مسلم و ابو داؤد وغیرہ نے حضرت عائشہ رضی سے اور جواب انکا یہ ہے کہ حدیث
کی نسائی نے سنن کبری میں ابن عباس سے اور وہ راوی حدیث کے کہتے ہیں کہ نہ نماز پڑھے کوئی بدلے کسی کے اور نہ روزہ رکھے بدلے کسی کے اور
فتوی راوی کا بخلاف روایت کے بمنزلہ ذکر ناسخ کے ہے اور ایسا ہی کہا حضرت عمر رض نے روایت کیا اوسکو عبد الرزاق نے اور ذکر کیا اوسکو مالک نے موطا
میں اور کہا مالک نے کہ نہیں سنا میں نے کسی سے صحابہ اور تابعین سے مدینے میں کہ کوئی اونمیں روزہ رکھتا ہو کسی کے بدلے یا نماز پڑھتا ہو کسی کے بدلے
مؤید ہے نسخ کو اوس حدیث کے واللہ اعلم ص صدقہ ایک وقت کی نماز کا ایک روزے کے صدقے کے برابر ہے اور یہی صحیح ہے اور
بعضوں کے نزدیک فدیہ پانچ نمازوں کا یعنی ایک دن کی نمازوں کا مانند فدیے ایک دن کے روزے کے ہے اور رمضان کی قضا لگاتار اگر چاہے
ادا کرے اور چاہے تھوڑی تھوڑی کرکے ادا کرے اور اگر دوسرا رمضان آجاوے تو قضا کے روزے نہ رکھے بلکہ اوس رمضان کے رکھے تب بعد رمضان کے
پھر اوسی قضا کے روزے رکھے اور صدقہ ہر روزے کی طرف سے نہ دیوے اور امام شافعی صاحب کے نزدیک صدقہ بھی واجب ہوگا ف اور دلیل
لاتے ہیں ساتھ اوس حدیث کے کہ بیمار ہوئے ایک رمضان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پھر افطار کیا یہاں تک کہ تندرست ہوئے پھر
نہ روزے رکھے یہاں تک کہ دوسرا رمضان آگیا اور روزے رکھے اوسی رمضان کے پھر روزے رکھے اوسکے جو قضا کیے تھے اور کھانا دیتے تھے
ایک مسکین کو ہر روز اور دلیل ہماری قول اللہ تعالی کا ہے فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ یعنی شمار ہے اوتنا دوسرے دنوں میں سے اور عام ہے
اور وہ جو امام شافعی رح نے روایت کی ثابت نہیں ہے کیونکہ سند میں اوسکی ابراہیم بن نافع ہے کہا ابو حاتم رازی نے جھوٹ بولتا تھا حدیث
میں اور اوسی میں ایک اور شخص ہے جسکو تہمت ہے وضع حدیث کی ص مردے کا ولی مردے کے روزے کے بدلے روزہ نہ رکھے اور اوسکی
نماز کے بدلے نماز نہ پڑھے اور نفل کا روزہ جب کوئی شخص شروع کرے تو اوسے تمام کرنا اوسکا لازم آتا ہے تو اگر اوسکو توڑ ڈالیگا تو قضا اوسکی
ادا کرے ف کیونکہ حضرت نے روزہ نفل صبح کو رکھا تھا پھر کھالیا اور یہ حدیث اوپر گذری اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے افطار
کیا روزے کو سفر میں بعد اسکے کہ رکھ چکے تھے اور اسی واسطے ضیافت کے واسطے روزہ نفل توڑ دینا درست ہے اور قضا اوسکی لازم
ہے کیونکہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم کیا حضرت عائشہ رض اور حفصہ رض کو جب کھالیا تھا انھوں نے کھانا اور روزہ رکھا تھا صبح کو کہ
اِقْضِيَا يَوْمًا آخَرَ مَكَانَهُ یعنی قضا کرو دوسرے دن بدلے اوسکے اور ضعیف کیا اوسکو بخاری نے اور روایت کیا اسکو
ابو داؤد اور ترمذی اور نسائی نے اور دفع کیا گیا ہے ضعف اوسکا بیان کیا اوسکو شیخ ابن الہمام نے علاوہ اسکے روایت کیا اوسکو
ابن حبان نے صحیح میں سوا اوس طریقے کے اور ابن ابی شیبہ نے اور طریقے سے اور بزار نے اور طریقے سے اور روایت کیا اوسکو طبرانی نے
اوسط میں سوا ان سب طریقوں کے اور طریقوں سے پھر کہا شیخ ابن الہمام نے فَقَدْ ثَبَتَ هٰذَا الْحَدِيْثُ ثُبُوْتًا لَا مَرَدَّ لَهٗ یعنی ثابت ہوگئی
یہ حدیث اس طرح پر کہ نہیں ہے رد کرنے والا اوسکا کوئی اور روایت کی دارقطنی نے جابر رض سے کہ طیار کیا ایک شخص نے واسطے رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کے کھانا تو بلایا اوس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور سب اصحاب کو تو جب لائے وہ کھانا کنارہ کیا ایک شخص نے تو کہا حضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ کیا ہے تجھکو کہا اوس نے میں روزے سے ہوں تو کہا حضرت علیہ السلام نے تکلیف کی تیرے بھائی نے اور
بنایا واسطے تیرے کھانا اور تو کہتا ہے میں روزہ دار ہوں کھالے اور روزہ رکھ لے بدلے اوسکے اور بعضوں نے کہا ہے کہ روزے کو
نہ توڑے اور دلیل لاتے ہیں اوس حدیث سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب بلایا جاوے کوئی تم میں سے طرف کھانے کے تو قبول
کرے اور اگر روزہ نہو تو کھالے اور روزہ دار ہو تو دعا کرے اور روایت کیا اسکو مسلم نے ابوہریرہ رض سے اور تفصیل کی اس کلام میں

شیخ ابن الہمام نے **ص** مگر جس ایام مین کہ روزہ رکھنا منع ہی او نمین اگر شروع کریگا تو تمام کرنا اوسکا لازم نہ آویگا اور وہ پانچ
دن مین ایک عید الفطر کا دن اور دوسرے بقر عید کا دن اور تین دن اوسکے بعد یعنی گیارھوین اور بارھوین اور تیرھوین ذیحجہ
کی اور نفل کا روزہ بے عذر نہ توڑے ایک روایت مین اور ایک روایت مین جایز ہی کیونکہ قضا اوسکے قائم مقام ہی اور ضیافت
کے عذر سے نفل کا روزہ توڑنا درست ہی اور یہ حکم ضیافت کرنے والے اور کھانے والے دونون کے واسطے ہی اور اگر رمضان
دن کو ایک لڑکا بالغ ہوا یا کافر مسلمان ہوا تو اوس روز باقی روز مین کچھ نہ کھاوے اور نہ پیوے رمضان کی بزرگی کے
سبب سے اور اوس روزے کی قضا ادا نکرے اگرچہ نیت روزے کی ان دونو نے کی اور پھر کھالیا تب بھی قضا نہیں کرے
اور اگر عورت حیض سے پاک ہوئی یا مسافر اپنے گھر آیا تو یہ دونون باقی روز کچھ نکھاوین اور نہ پیوین اور اوس روز کے روزے
کی قضا ادا کرین اور اگر ایک مسافر نے افطار کی نیت کی بعد اوسکے اپنے گھر آیا تب نفل روزے کی نیت کی اور نیت کرنے کا وقت
تھا یعنی دوپہر سے پہلے تو وہ روزہ درست ہوا اور اگر وہ رمضان کا مہینا تھا تو اوسپر اوس روز کا پورا کرنا واجب ہوگیا یا مقیم نے
اوس دن سفر کیا تو اوسکا بھی یہی حکم ہی اور اون دونون نے اگر افطار کیا تو کفارہ نہین ہی جتنے دنون مین بیہوش رہا اونکی
قضا ادا کرے مگر جس دن بیہوشی شروع ہوئی ہی اور وہ نیت روزے کی کر چکا ہی یا اوس دن کی رات کو بیہوشی تھی تو اونکی قضا نکرے غرض یہ ہی
کہ اگر نیت کر چکا ہی تو روزہ صحیح ہوجاویگا اور جو نہین نیت کی تو ہرگز صحیح نہوگا اور اگر سارے رمضان بھر مجنون رہا قضا نہ کرے
اور اگر بعض دن کے رمضان مین دیوانہ رہا تو جتنے روز گذرے ہین اونکی قضا کرے تو اگر وہ مثلاً بالغ یا عاقل نہ تھا اور حالت جنون مین
بالغ عاقل ہوا تو بھی یہی حکم ہی ظاہر روایت مین اور محمد بن حسن شیبانی کے نزدیک اگر حالت جنون مین بالغ ہوا تو روزے اوسپر لازم
نہونگے باوجود اسکے کہ سلسلے رمضان دیوانہ نہ رہا اور دلیل اسکی شرح عربی مین مذکور ہی اور اگر اون پانچ دن مین جن مین روزہ رکھنا
حرام ہی روزے کی نذر کی یا کوئی سال بھر کے روزے کی نیت کی تو صحیح ہی اور ان پانچ دن مین روزہ نرکھے بلکہ اون دنون کی قضا ادا کرے
اور اگر روزہ رکھ لیگا تو پھر قضا نہین مگر گنہگار ہوگا تو اگر کچھ نیت نہ کی یا نیت فقط نذر کی کی یا نیت کی نذر کی اور یہ نیت کی کہ قسم
نہین ہی تو ان صورتون مین نذر ہوگی اور اگر نیت کی قسم کی اور نیت کی کہ نذر نہین ہی تو قسم ہوگی اور اگر افطار کریگا کفارہ قسم کا لازم
آویگا اور اگر دونون کی نیت کی یا قسم کی اور یہ ذکر نہ کیا کہ نذر نہین ہی یا ہی تو ان دونون صورتون مین نذر اور قسم دونون ہونگی اگر
افطار کریگا تو قضا نذر کی اور کفارہ قسم کا لازم آویگا اور امام ابی یوسف کے نزدیک دونون کی نیت مین نذر ہوگی اور فقط قسم کی
نیت مین قسم ہوگی اور باقی تفصیل اسکی شرح عربی مین مذکور ہی شش عید یعنی چھ روزے جو شوال مین رکھتے ہین تو اونکو جدا جدا رکھنا
مستحب ہی لگتا تار رکھے تو مکروہ نہوگا اور مشابہت نصاری سے نہ لازم آویگی **ف** اولا استحباب ان چھ روزون کا احادیث سے
بیان کرنا لازم ہی سو وہ یہ ہی جو روایت کی مسلم اور ابو داؤد اور ترمذی وغیرہم نے ابو ایوب سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص
روزے رکھے رمضان کے اور پیچھے رکھے اوسکے ساتھ روزے شوال مین تو ہوگا ایسا جیسے کسی نے سارے زمانے روزے رکھے اور آپ جو
تشبیہ ساتھ نصاری کے بیان کرنا واجب ہی وہ یہ ہی کہ اہل کتاب فطر کے روز بھی روزہ رکھتے تھے اور جب چھ روزے بعد فطر کے متصل
رکھے گیا تو ایک طرح کی تشبیہ نصاری کے ساتھ متحقق ہوئی اور بعضون کے نزدیک جایز ہی کیونکہ وہ کہتے ہین کہ جب عید فطر کے
روز روزہ نرکھا تو تشبیہ جاتی رہی واللہ اعلم اور جسنے شعبان کے روزے رکھے اور ملا دیا اوسکو ساتھ رمضان کے تو اچھا کیا

رکھنے اور مستحب ہین تین روزے ایام بیض یعنی تیرھوین چودھوین پندرھوین تاریخ کو ہر مہینے سے روایت کی نسائی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کہ نہین افطار کرتے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایام بیض مین نہ سفر مین اور نہ اقامت مین فقط اور حکم کیا حضرت نے صحابہ کو ان دنون مین روزہ رکھنے کا روایت کیا اسکو ابوداؤد اور نسائی نے اور عید فطر اور ایام تشریق یعنی تین دن بقرعید کے بعد اور دن بقرعید کے ان دنون مین روزہ رکھنا حرام ہے روایت کی بخاری مسلم ابوداؤد اور ترمذی النسائی نے ابو سعید رضی اللہ عنہ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہین چاہیے روزہ دو دنون مین ایک دن فطر کے اور دن قربانی کے اور عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دن عرفے کا اور دن قربانی کے اور ایام تشریق کے یہ دن عید اہل اسلام کے ہین اور وہ دن کھانے اور پینے کے ہین اور مراد عرفے کے دن سے یہ ہے کہ عرفے کے دن حج مین مقام عرفے پر روزہ رکھنا مکروہ ہے اور تصریح اسکی دوسری حدیث مین آئی ہے روایت کی ابوداؤد نے کہ منع کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے روزہ سے دن عرفے کے بیچ عرفے کے اور اگر مقام عرفے مین نہین تو عرفے کے دن روزہ رکھنا مستحب ہے اور روایت ہے نبیشہ ہذلی سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ایام تشریق کے دن کھانے اور پینے کے ہین اور اللہ کے ذکر کے اور ایام تشریق اونکو اسواسطے کہتے ہین کہ عرب لوگ گوشتون کو قربانی کے ان دنون مین آفتاب کے نیچے خشک کرتے تھے اور روایت کی طبرانی نے ابن عباس سے اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَرْسَلَ اَیَّامَ مِنًی صَائِحًا یَصِیْحُ اَنْ لَّا تَصُوْمُوْا ھٰذِہِ الْاَیَّامَ فَاِنَّھَا اَیَّامُ اَکْلٍ وَّشُرْبٍ وَّبِعَالٍ یعنی بھیجا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دنون منی کے یعنی ایام تشریق کے ایک پکارنے والے کو کہ پکارے نہ روزہ رکھو ان دنون مین کیونکہ یہ دن کھانے اور پینے اور جماع کے ہین اور روایت کیا اسکو دارقطنی نے حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے اور اسناد مین اسکی سعید بن سلام کا ذب کہا اسکو احمد نے اور روایت کی دارقطنی نے عبداللہ بن حذیفہ سہمی سے کہ بھیجا مجکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سواری پر دن منی کے کہ پکار دون مین ای لوگو یہ دن کھانے اور پینے اور جماع کرنے کے ہین اور ضعیف کیا اسکو بسبب واقدی کے اور توثیق کی اسکی بعض لوگون نے اور ذکر کیا اسکو شیخ ابن الہمام نے باب المیاہ مین کتاب الطہارۃ سے اور روایت کی ابن ابی شیبہ اور اسحق بن راہویہ نے مسند مین قالا حَدَّثَنَا وَکِیْعٌ عَنْ مُوْسَی بْنِ عُبَیْدَۃَ عَنْ مُنْذِرِ بْنِ جَھْمٍ عَنْ عُمَرَ بْنِ خَالِدَۃَ عَنْ اُمِّہٖ قَالَتْ بَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلِیًّا یُّنَادِیْ اَیَّامُ مِنًی اَیَّامُ اَکْلٍ وَّشُرْبٍ وَّبِعَالٍ یعنی بھیجا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی کو کہ پکارین کہ منی کے دن کھانے اور پینے اور جماع کے ہین اور سحری کھانا سنت ہے فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سحری کھاؤ کیونکہ اوسمین برکت ہے روایت کیا اسکو بخاری مسلم ترمذی اور نسائی وغیرہم نے اور فرمایا کہ فرق درمیان ہمارے روزے اور درمیان اہل کتاب کے روزے کے کھانا سحری کا ہے روایت کیا اسکو مسلم اور ترمذی اور ابوداؤد نے اور درست ہے سحری کھانا یہانتک کہ صبح صادق ہووے اور روزہ کھولنا جلدی افضل ہے تاخیر فطر کی بعد وقت آجانے کے مکروہ ہے فرمایا حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ہمیشہ رہین گے لوگ ساتھ بہتری کے جب تک جلدی کرینگے فطر کو روایت کیا اوسکو بخاری مسلم امام مالک نے اور ترمذی نے سہل بن سعد سے اور جسوقت افطار کرے کہے اَللّٰھُمَّ لَکَ صُمْتُ وَعَلٰی رِزْقِکَ اَفْطَرْتُ یعنی ای اللہ تیرے ہی واسطے مینے روزہ رکھا تھا اور تیرے رزق پر افطار کرتا ہون روایت کیا اوسکو ابوداؤد نے کہ ایسا ہی کرتے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور مستحب ہے کہ کھجور سے روزہ افطار کرے اور یہ وارد ہوا احادیث مین ورنہ پانی سے اور

عورت کو چاہیے کہ نفل روزہ بدون اذن خاوند کے نرکھے روایت کیا اوسکو بخاری مسلم وغیرہما نے اور جو شخص کہ کسی
قوم پر جاکے اوترے تو بغیر اذن اونکے کے روزہ نرکھے نکالا اسکو ترمذی نے اور کہا یہ حدیث منکر ہی واللہ اعلم

باب اعتکاف کے بیان مین

اعتکاف سنت مؤکدہ ہی اور اعتکاف کے معنی یہ ہین کہ دیر تک رہنا روزہ دار کا مسجد مین بہ نیت عبادت جسمین جماعت
ہوتی ہو ف لیکن سنت مؤکدہ ہونا تو فقط عشرۂ اخیرہ مین ہی کیونکہ روایت کی بخاری مسلم نے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم تھے اعتکاف کرتے عشرۂ اخیرہ مین رمضان سے یہان تک کہ اوٹھا لیا اونکو اللہ تعالی نے پھر اعتکاف کیا بعد اونکے
اونکی ازواج مطہرات نے تو یہ مواظبت دلالت کرتی ہی سنت ہونے اعتکاف پر اور ایک اعتکاف واجب ہی وہ یہ کہ نذر کرے
اعتکاف کی اور ایک مستحب وہ یہ کہ سوا ان دس دنون مین اخیر رمضان کے اور دنون مین اعتکاف کرنا اور ان دنون مین مواظبت
ثابت نہین ہوئی بیان کیا اوسکو شیخ ابن الہمام نے اور دیر تک رہنا یہ رکن ہی اعتکاف کا اور نیت شرط ہی اوسکی اور روزہ بھی شرط
ہی اور امام شافعی کے نزدیک شرط نہین دلیل ہماری یہ ہی کہ روایت کی دارقطنی اور بیہقی نے حضرت عایشہؓ سے کہ فرمایا حضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے لا اعتکاف الا بصوم نہین ہی اعتکاف مگر روزے سے کہا بیہقی نے یہ وہم ہی سفیان بن حسین سے
یا سوید سے اوضعیف کیا اوسے سوید کو لیکن کمال مین ہی کہ کہا علی بن حجر نے کہ پوچھا مینے بیہقی سے اون دونوکے احوال سے
تو ثنا کی اونھونے اونپر اور روایت کی ابوداؤد نے عبدالرحمن بن اسحق سے اونھونے زہری سے اونھونے عروہ سے اونھونے حضرت عایشہؓ
سے کہ کہا اونھون نے سنت ہی اوپر اعتکاف کرنے والے کے کہ نہ عیادت کرے کسی مریض کی اور نہ حاضر ہو جنازے پر
اور نہ مس کرے کسی عورت کو اور نہ مباشرت کرے اوس سے اور نہ نکلے کسی حاجت کو مگر جو ضرور ہی اور نہین ہی اعتکاف مگر روزے
سے اور نہین ہی اعتکاف مگر مسجد جامع مین کہا ابوداؤد نے سوا عبدالرحمن کے اور کوئی اومین لفظ السنۃ کا نہین ذکر کرتا اور
عبدالرحمن بن اسحق اگرچہ کلام کیا گیا ہی اونمین اخراج کیا اونسے مسلم نے اور توثیق کی اوسکی ابن معین نے اور ثنا کی اوسپر غیر
اوسکے نے اور روایت کی ابوداؤد اور نسائی نے ابن عمرؓ سے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے کیا ٹھہرا لیا تھا اپنے اوپر کہ اعتکاف کرین جاہلیت مین
ایکدن یا ایک رات نزدیک کعبے کے سو پوچھا اونھون نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سو فرمایا آپ نے کہ اعتکاف کر اور روزہ رکھ اور
ایک روایت مین نسائی کی ہی کہ حکم کیا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اونکو کہ اعتکاف کرین اور روزہ رکھین کہا دارقطنی نے متفرد ہوا
ساتھ اوسکے عبداللہ بن بدیل بن ورقاء الخزاعی عمرو سے اور وہ ضعیف الحدیث ہی اور ثقات لوگون نے اصحاب عمرو بن دینار سے
نہین ذکر کیا روزے کا اونمین سے ہین ابن جریج اور ابن عیینہ اور حماد بن سلمہ اور حماد بن زید اور سوا انکے اور یہ حدیث صحیحین مین ہی
نہین ہی اومین ذکر روزے کا بلکہ اتنا ہی ہی کہ کہا حضرت عمرؓ نے کہ نذر کی تھی مینے جاہلیت مین کہ اعتکاف کرون مسجد حرام مین
ایک رات سو فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوری کر اپنی نذر اور ایک روایت مین ہی حضرت عمرؓ سے کہ نذر کی تھی مینے جاہلیت
مین کہ اعتکاف کرون ایکدن نزدیک مسجد حرام کے تو مراد یہ ہی کہ ایکدن ساتھ رات کے یا ایک رات ساتھ ایکدن کے تا کہ مطابقت
ہو دونو حدیثون مین اور جواب دیا جاویگا کہ غایت اسکی یہ ہی کہ سکوت کیا روزے کے ذکر سے ان لوگون نے اور یہ بات اصول حنفیہ مین
مقرر ہوئی ہی کہ زیادت ثقہ حافظ کی مقبول ہی اور تم جو ضعف ثابت کرتے ہو عبداللہ بن بدیل کا مسلم نہین کیونکہ کہا ابن

معین نے کہ وہ صالح الحدیث ہے اور ذکر کیا اوسکو ابن حبان نے ثقات مین اور دوسری یہ کہ مؤید ہے اسکے حدیث حضرت عائشہ کی جو
نقل کی ہم نے اوپر ابو داؤد و نسائی سے اور نکالا بیہقی نے ابن جریج سے انھون نے عطا سے انھون نے ابن عباس اور ابن عمر سے کہا
اون دونون نے اَلْمُعْتَكِفُ يَصُوْمُ یعنی اعتکاف کرنے والا روزہ رکھے تو یہ قول ابن عمر کا بھی مؤید ہے اوسکے کیونکہ نقل کیا انھون نے اسکو
اپنے باپ سے اور ثقہ تھے اس واقعہ سے اور امام شافعی لیا کرتے ہین اونسے جو روایت کیا اوسکو حاکم نے ابن عباس سے کہ فرمایا حضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے نہین ہے اعتکاف کرنے والے پر روزہ مگر یہ کہ کرلے اپنے نفس پر اور تصحیح کی اوسکی حاکم نے اور جواب یہ ہے کہ تصحیح
اونکی تمام نہین اسناد مین اوسکی عبد اللہ بن محمد رملی ہے اور وہ مجہول ہے اور باوجود جہالت اوسکی کے نہین رفع کیا اوسکو سوا
اوسکے بلکہ موقوف کرتے ہین اوسکو ابن عباس پر اور مؤید ہے اسکے وقف کے جو ذکر کیا اوسکو بیہقی نے بعد ذکر اس بات کے
کہ متفرد ہوا ساتھ اوسکے رملی کہ روایت کیا اوسکو ابو بکر حمیدی نے عبد العزیز بن محمد سے انھون نے ابو سہیل بن مالک سے کہا کہ جمع ہوا
مین اور ابن شہاب نزدیک عمر بن عبد العزیز کے اور اونکی عورت نے نذر کی تھی اعتکاف کی مسجد حرام مین سو کہا ابن شہاب نے
کہ نہین ہوتا ہے اعتکاف مگر ساتھ روزے کے سو کہا عمر بن عبد العزیز نے کہ کیا یہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے کہا انھون نے نہین کہا کہ ابو بکر رضی
سے کہا انھون نے نہین کہا عمر سے کہا کہ نہین کہا ابو سہیل نے کہ پھر پھرا مین سو پایا مینے طاؤس اور عطا کو تو پوچھا مینے اونسے
یہ سو کہا طاؤس نے تھے ابن عباس نہین دیکھتے تھے معتکف پر صیام مگر یہ کہ خود اپنے نفس پر مقرر کرلے اور کہا عطا نے یہ رائے صحیح ہے
تو اگر ابن عباس نے رفع کیا ہوتا اوسکو تو وقف کرتے طاؤس اوسکو ابن عباس پر اور اسیواسطے اعتراف کیا بیہقی نے کہ رفع اوسکا
وہم ہے اور پھر عجیب یہ ہے کہ وقف بھی معارضہ سے سالم نہین اسواسطے کہ اوپر ہم ذکر کر چکے ابن عباس اور ابن عمر سے کہ کہا اون دونون نے
معتکف روزہ رکھے اور کہا عبد الرزاق نے حَدَّثَنَا الثَّوْرِيُّ عَنِ ابْنِ اَبِي لَيْلٰى عَنْ مِقْسَمٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ
اللهُ عَنْهُ قَالَ مَنِ اعْتَكَفَ فَعَلَيْهِ الصَّوْمُ یعنی جو اعتکاف کرے تو اوسپر روزہ ہے اور اسناد اوسکی صحیح ہے اور نکالا
عبد الرزاق نے حضرت عائشہ سے موقوفًا مَنِ اعْتَكَفَ فَعَلَيْهِ الصَّوْمُ اور زہری اور عروہ سے بھی کہ کہا اون دونون نے
لَا اعْتِكَافَ اِلَّا بِالصَّوْمِ اور موطا مین مالک کی ہے کہ پہونچا اونکو قاسم بن محمد و نافع مولی ابن عمر سے کہ کہا اون دونون نے نہین ہے
اعتکاف مگر ساتھ روزے کے بسبب قول اللہ تعالی کے ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّيَامَ اِلَى اللَّيْلِ وَلَا تُبَاشِرُوْهُنَّ وَاَنْتُمْ عَاكِفُوْنَ فِي
الْمَسَاجِدِ یعنی تمام کرو روزے کو رات تک اور نہ مباشرت کرو عورتون سے جب تم اعتکاف کرتے ہو مسجدون مین تو ذکر کیا اللہ تعالی نے
اعتکاف کو ساتھ روزے کے کہا یحیی نے کہا مالک نے وَالْاَمْرُ عَلٰى ذٰلِكَ عِنْدَنَا اَنَّهُ لَا اعْتِكَافَ اِلَّا بِصِيَامٍ یعنی حکم
نزدیک ہمارے اسپر ہے کہ نہین ہے اعتکاف مگر ساتھ روزے کے اور یہ بھی جاننا چاہیے کہ اعتکاف اوس مسجد مین صحیح ہے جہان جماعت ہوتی
ہو روایت کی طبرانی نے ابراہیم نخعی سے کہ کہا حذیفہ نے واسطے ابن مسعود کے کیا تم تعجب نہین کرتے ہو اون لوگون سے کہ درمیان
تمہارے گھر کے اور گھر ابو موسی کے ہین اور گمان کرتے ہین کہ ہم اعتکاف سے ہین سو کہا ابن مسعود نے کہ شاید وہ لوگ صواب پر ہون اور تم
خطا پر اور وہ لوگ یاد ہو اور تم بھول گئے ہو کہا حذیفہ نے لیکن مین سو جانتا ہون کہ نہین ہے اعتکاف مگر مسجد جماعت
مین اور نکالا بیہقی نے ابن عباس سے کہ بدتر سب کامون مین اللہ کے نزدیک بدعتین ہین اور تحقیق کہ بدعت مین سے ہے اعتکاف کرنا اون مسجدون
مین جو گھرون مین ہین اور روایت کی ابن ابی شیبہ اور عبد الرزاق نے دونون نے اپنے مصنف مین ثنا سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ اَخْبَرَنِي

جابر وعن سعید بن عبید عن عبد الرحمن السلمی عن علی قال لا اعتکاف الا فی مسجد جماعة
اور وہ گذر چکا مرفوعا حدیث حضرت عائشہؓ مین اور ایک روایت مین امام ابوحنیفہ سے یہ مروی ہی کہ نہین صحیح ہی اعتکاف
مگر اوس مسجد مین جسمین پانچون نمازین پڑھی جاتی ہین اور دلیل لاتے ہین ساتھہ اوس حدیث کے جسکو روایت کیا ابن الجوزی
حذیفہ سے کہ کہا انھون نے سنا مینے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتے تھے جو مسجد کہ واسطے اوسکے امام ہو اور مؤذن ہو
اعتکاف اوس مین صحیح ہوتا ہی واللّٰہ اعلم بالصواب ص اور کم مدت اوسکی ایک دن ہی تو جو اعتکاف شروع کرے اور ایک دن
ایک رات تمام ہونے کے پہلے چھوڑ دیوے تو اوسپر قضا ہی اور امام محمد کے نزدیک کم مدت ایک ساعت ہی اور وہ ہوگئی تو قضا نہین اور
معتکف مسجد مین سے باہر نہ نکلے مگر حاجت انسانی جیسے پیشاب یا جا ضرور کے واسطے ق کیونکہ مروی ہی حضرت عائشہؓ سے کہ نہین
داخل ہوتے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم گھر مین مگر واسطے حاجت انسانی کے جب ہوتے تھے معتکف نکالا اسکو اصحاب صحاح ستہ نے
ص یا جمعہ کے واسطے آفتاب ڈھلے نکلے اور جسکا مکان جامع مسجد سے دور ہو تو وہ ایسے وقت نکلے کہ جمعہ پالیوے اور سنتین
پڑھے چار جمعہ کے پہلے اور ایک روایت مین چھہ رکعتین چار سنت اور دو تحیة المسجد کی اور بعد جمعہ کے چار امام صاحب کے
نزدیک اور چھہ صاحبین کے نزدیک اور اس قدر سے زیادہ دیر لگانا معتکف کو جامع مسجد مین اعتکاف کو فاسد نہین کرتا اور اگر بغیر عذر کے مسجد
ایک ساعت بھی نکلے تو فاسد ہوگا ف اور صاحبین کے نزدیک نہین فاسد ہوگا مگر جب کہ آدھا دن برابر نکلا رہے اور
یہی استحسان ہی ص معتکف کھاوے اور پیوے اور سووے ف اسواسطے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نہین ہوتی تھی کوئی جگہ اعتکاف
مین مگر درمیان مسجد کے ص اور بیچے اور خریدے مسجد مین بغیر سودا حاضر کرنے کے اور سوا معتکف کے اور کوئی
شخص مسجد مین یہ کام نکرے ف روایت کی اصحاب سنن نے عبداللہ بن عمرو بن العاص سے کہ منع کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم نے بیچنے اور خریدنے سے مسجد مین آخر حدیث تک اور ایک روایت مین ہی کہ بچاؤ مسجدون کو اپنے لڑکون سے یہان تک
کہ فرمایا اور بیچنے سے اور خریدنے سے روایت کیا اوسکو عبدالرزاق نے اور پوری حدیث یون مروی ہی مصنف مین اوسکے
حدثنا محمد بن مسلم عن عبد ربہ بن عبد اللہ عن مکحول عن معاذ بن جبل ان رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم قال جنبوا مساجدکم صبیانکم ومجانینکم وشراءکم وبیعکم وخصوماتکم ورفع
اصواتکم واقامة حدودکم وسل سیوفکم واتخذوا علی ابوابہا المطاہر وجمروہا من الجمع
ص اور چپ نرہے ف یعنی ایسا کہ بالکل بات کرنے کو موقوف کرے ص بلکہ بہتر اور نیک باتین کرے
اور اعتکاف کو جماع باطل کرتا ہی ف کیونکہ فرمایا اللہ تعالی نے ولا تباشروہن وانتم عاکفون
فی المساجد یعنی نہ مباشرت کرو عورتون کی جب تم اعتکاف کرنے والے ہو مسجدون مین ص اگرچہ رات کو ہووے
یا بھولے سے اور اگر سوا فرج کے اور جگہ وطی کرے یا بوسہ لیوے یا چھوئے تو اگر انزال ہوا اعتکاف باطل ہوگا
اور اگر انزال نہوا تو باطل نہوگا اگرچہ کام اعتکاف مین حرام ہین اور عورت اپنے گھر مین اعتکاف کرے اور اگر کچھ روز
اعتکاف کی نذر کی تو اون روزون کی رات مین بھی اوسکو اعتکاف کرنا واجب ہوگا برابر لگاتار اگرچہ اوسنے ایسی نیت نہ کی
ہووے اور جو دو روز کی نیت کی تو دونون روز کی رات بھی داخل ہوجاویگی اور فقط دن کی نیت صحیح ہوجاویگی فقط

کتاب الحج

جان تو کہ حج فرض ہے اور منکر اوسکا کافر ہے ف اور فرضیت اوسکی قرآن شریف سے ثابت ہے فرمایا اللہ تعالی جل شانہ نے
وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ یعنی اللہ کے واسطے لوگون کے ذمے پر ہے حج خانہ کعبہ کا اور عمر بھر مین ایکبار فرض ہے روایت
کی احمد نے مسند مین اور دارقطنی نے سنن مین اور حاکم نے مستدرک مین اور کہا صحیح ہے اور بر شرط شیخین کے ابن عباس رضی اللہ عنہ
سے کہ خطبہ پڑھا ہمپر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور فرمایا ای لوگو فرض کیا اللہ نے تمپر حج کو سو کھڑے ہوئے اقرع بن حابس
اور کہا کہ ای رسول اللہ کیا ہر سال مین سو فرمایا آپنے اگر مین کہتا ہان البتہ واجب ہوتا ہر سال مین اور تم اوسکی قدرت
نرکھتے حج ایکبار ہے اور جو زیادہ ہو وہ نفل ہے اور روایت کی مسلم نے صحیح مین ابو ہریرہ سے مانند اسکے ص ہر آزاد مسلمان مکلف
تندرست آنکھ والے پر جب اوسکے واسطے توشہ اور سواری ہو فاضل ضروری خرچ اور عیال کے نفقے سے آنے تک اور راہ کا
بھی امن ہووے ف آزاد اور بالغ ہونا اسواسطے شرط ہے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو لڑکا حج کرے پھر بالغ ہووے تو
اوسپر دوسرا حج ہے اور جو غلام حج کرے پھر آزاد ہو جاوے تو اوسپر دوسرا حج ہے روایت کیا اوسکو حاکم نے ابن عباس سے اور کہا
صحیح ہے بر شرط شیخین ہے اور تفرد محمد بن منہال کا ساتھ رفع اوسکے کے کچھ ضرر نہین کرتا کیونکہ رفع زیادت ہے اور زیادت ثقہ سے
مقبول ہے اور مؤید ہے اسکے ایک مرسل حدیث روایت کیا جسکو ابو داود نے مراسیل مین محمد بن کعب قرظی سے کہا کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے جو لڑکا حج کرین اہل اوسکے اور مرجاوے کافی ہوجاویگا اوس سے تو اگر پاوے بلوغ کو حج کرے اور جو غلام کہ حج کرین لوگ
اوسکے کافی ہوجاویگا اوس سے تو اگر آزاد کر دیا جاوے تو لازم ہے اوسپر حج اور یہ ہمارے نزدیک حجت ہے اور مصنف ابن ابی شیبہ مین یہ
روایت موقوفا ابن عباس سے اور تندرست ہونا شرط ہے بیمار پر حج نہین آنکھ والا چاہیے اندھے پر اگرچہ پالے راہ حج نہین توشہ اور سواری
شرط ہے اسواسطے کہ روایت کی حاکم نے سعید بن ابی عروبہ سے اونھونے قتادہ سے اونھونے انس سے اللہ کے قول مین وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ
الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا یعنی حج ہے لوگون پر اللہ کے واسطے جو شخص طاقت سبیل کی رکھتا ہو کہا گیا ای رسول اللہ
کیا چیز ہے سبیل فرمایا کہ توشہ اور سواری اور کہا کہ صحیح ہے اور بر شرط بخاری مسلم کے اونہین نکالا اون دونون نے اوسکو اور متابعت
کی سعید کی حماد بن سلمہ نے قتادہ سے پھر نکالا اوسکو حاکم نے اس طرح پر اور کہا کہ صحیح ہے اور بر شرط مسلم کے اور مروی ہے اور طریقون صحیح
حسن سے مرسلا کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت مین کہ سبیل زاد اور راحلہ ہے اور بہت لوگون سے یہ حدیث مروی ہوئی
ابن عمر اور ابن عباس اور حضرت عایشہ اور جابر اور عبداللہ بن عمرو بن العاص وغیرہم سے پھر چاہیے کہ فاضل ہو حاجت اصلی ضروری
سے مانند خادم اور اسباب خانگی اور کپڑون وغیرہ کے اسواسطے کہ یہ چیزین ہونا ضرور ہین اور یہ بھی شرط ہے کہ اہل و عیال کے نفقے سے
فارغ ہو اسواسطے کہ نفقہ فرض ہے اور حق بندے کا مقدم ہے اللہ کے حق پر نزدیک شرع کے اور جو لوگ مکے سے قریب ہین اونکو سواری
شرط نہین کیونکہ اونکی مشقت اسقدر نہین کہ سواری بھی ضرور ہو بخلاف اور لوگون کے اور راہ کا بھی امن شرط ہے اسواسطے کہ حفاظت
جان و مال کی ضرور ہے ص عورت کو بغیر محرم یا خاوند کے حج درست نہین اگر اوس عورت سے مکے تک مدت سفر کے برابر راہ ہووے
ف اور اگر اس سے کم ہووے تو شرط نہین اور امام شافعی کے نزدیک عورت کو بے محرم کے حج جائز ہے جب ایک قافلہ ہووے
اور عورتین اوسکے ساتھ معتبر ہون اور ہمارے نزدیک جائز نہین اور دلیل امام شافعی کی عموم آیت کا ہے وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ آخر تک

اور قول حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حج کرو مطلق اور ذکر نہ کیا مرد اور عورت کا اور دلیل ہماری یہ ہی کہ فرمایا حضرت نے لا
تحج امرأة الا ومعها ذو محرم فقال رجل یا نبی اللہ انی اکتتبت فی غزوة کذا وامرأتی حاجة
قال ارجع فحج معها واخرجه الدارقطنی ایضا عن حجاج عن ابن جریج به ولفظه لا تحجن امرأة
الا ومعها ذو محرم یعنی نہ حج کرے عورت مگر اوسکے ساتھ محرم ہو سو کہا ایک شخص نے ای نبی اللہ کے مین لکھا گیا ہون
فلانے غزوے مین اور عورت میری حج کرنے والی ہی کہا آپ نے لوٹ جا او حج کر ساتھ اوسکے اور روایت کیا اوسکو دارقطنی نے
او معنی اوسکے یہی ہین اور مدت سفر کی اوسواسطے شرط ہی کہ دوسری حدیث مین صحیحین کی ہی ابو معبد سے انھون نے ابن عباس سے
کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ سفر کرے عورت مگر ساتھ محرم کے اور سفر کے معنی اوپر ہم کتاب الصلوۃ مین بیان کر چکے
کہ تین دن او تین رات سے کم نہین ہوتا اور احتیاط اسمین ہی کہ کسی جا کا ارادہ بغیر محرم کے نکرے اگرچہ مدت سفر سے کم ہووے
اسواسطے کہ روایت کی بخاری مسلم نے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ سفر کرے عورت دو دن مگر اوسکے ساتھ اوسکا
خاوند ہو یا اور کوئی محرم ہو اور ایک روایت مین ابو ہریرہ سے ہی کہ نہیں حلال ہی جو ایمان لائی ہی واسطے اللہ کے اور دن قیامت
پر یہ کہ سفر کرے ایک رات بغیر محرم کے اور ایک روایت مین طبرانی کی ہی کہ نہ سفر کرے تین میل بھی بغیر محرم کے **ص** عمر مین
ایکبار فرض ہی جسوقت قدرت ہو فی الفور فرض ہووےگا یہ مذہب امام ابی یوسف کا ہی اور امام محمد کے نزدیک فی الفور
واجب نہین ہوتا تو اگر اوس سال مین نہ گیا اور دوسرے یا تیسرے سال مین اوکیا سب کے نزدیک ادا ہو جاویگا اور اگر ادا نہین کیا اور
مرگیا تو سب کے نزدیک گنہگار ہوگا تو اگر پہلے سال سے تاخیر کی امام ابی یوسف کے نزدیک گنہگار ہوگا اور محمد کے نزدیک نہین ہوگا اور
اگر لڑکے نے احرام باندھا اور بالغ ہو گیا یا غلام نے اور آزاد ہو گیا او حج کیے گئے فرض اونکا ادا نہوگا تو اگر لڑکے نے احرام پھر
باندھا اور پھر وقوف کیا فرض اوس سے ادا ہو جاویگا اور غلام کا نہوگا فرض حج کے تین ہین احرام باندھنا اور عرفات مین ٹھہرنا
اور طواف کرنا زیارت کا اور واجب پانچ ہین مزدلفہ مین ٹھہرنا اور دوڑنا صفا اور مروہ کے بیچ مین اور کنکریان پھینکنا اور طواف
صدر کا یعنی اخیر کا طواف وقت رخصت کے واسطے آفاقی کے اور منڈانا سر کا اور ان آٹھ کے سوا باقی سنت یا مستحب ہین **ف**
اور ان سب چیزون کا ذکر تفصیل سے آگے آویگا **ص** مہینے حج کے شوال اور ذیقعدہ اور دس دن ذی الحجہ کے ہین اور انکے قبل
احرام باندھنا مکروہ ہی **ف** فرمایا اللہ تعالی نے الحج اشهر معلومات یعنی حج کے مہینے ہین مقرر اور روایت کی
بخاری وغیرہ نے ابن عمر سے کہ مہینے حج کے شوال اور ذیقعدہ اور دس دن ذی الحجہ کے ہین اور مروی ہی یہ بخاری مین
تعلیقا اور روایت کیا اوسکو حاکم نے اور صحیح کیا اوسکو اور ایسا ہی مروی ہی ابن عباس سے روایت کیا اوسکو دارقطنی نے اور ایسا ہی
روایت کیا اوسکو ابن مسعود سے اور نکالا اوسکو ابن ابی شیبہ نے اور حدیث عبد اللہ بن زبیر کی روایت کیا اوسکو دارقطنی نے
کہ مہینے حج کے شوال اور ذیقعدہ اور ذی الحجہ ہین تو یہ سب عبادلہ سے مروی ہی عبادلہ کہتے ہین عبد اللہ بن مسعود عبد اللہ
بن عمر عبد اللہ بن عباس عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم کو اور بعضون کے نزدیک عبد اللہ بن عمرو بن العاص کو بھی **ص** عمرہ
سنت ہی اور عمرہ طواف اور سعی یعنی دوڑنے کو درمیان صفا اور مروہ کے کہتے ہین اور وقوف یعنی ٹھہرنا اوسمین نہین ہی اور سارے
برس مین جب چاہے درست ہی اور مکروہ ہی دن عرفے کے اور چار دن مین بعد اوسکے **ف** اور سنت ہونا اوسکا حدیث سے ثابت ہی

روایت کی ترمذی نے جابر رضی سے کہ پوچھے گئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عمرے سے کیا واجب ہے وہ فرمایا نہین
مگر یہ کہ عمرہ کرے تو وہ افضل ہے اور اسکا بیان آگے آویگا **ص** میقات مدینے کے رہنے والے کا ذو الحلیفہ ہے اور عراق والونکا ذات
عرق اور شام والون کا جحفہ اور نجد والونکا قرن اور یمن والونکا یلملم **ف** میقات اوسکو کہتے ہین جہان سے احرام باندھتے ہین
اور ذو الحلیفہ اور ذات عرق اور جحفہ اور قرن اور یلملم یہ سب مقامون کے نام ہین اور یہ تعیین حدیث مین مروی ہے روایت
ہے صحیحین مین حضرت ابن عباس رضی سے کہ مقرر کیا میقات نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے واسطے اہل مدینہ کے ذو الحلیفہ اور
واسطے اہل شام کے جحفہ اور واسطے اہل نجد کے قرن اور واسطے اہل یمن کے یلملم اور اخراج کیا اوسکا ترمذی اور ابو داؤد وغیرہما
نے اور آخر حدیث کا یہ ہے کہ یہ مقام اون لوگون کے واسطے ہین اور جو اون پاس آوے اور اون لوگون مین سے نہوے
جو ارادہ کرے حج اور عمرے کا اور جو انکے سوا ہو تو جہان سے چلے یہان تک کہ اہل مکہ احرام باندھین مکے مین اور نہین ذکر کیا
اوسمین میقات اہل عراق کو لیکن ذکر کیا اوسکو جابر رضی نے روایت کیا اوسکو مسلم نے اور شک کیا راوی نے اوسکے رفع
مین اور ابن ماجہ نے روایت کیا اوسکو اور اوسمین شک نہین اور اوسی مین ہے کہ مقام اہلال اہل مشرق کا ذات عرق
ہے مگر اسناد مین اوسکی ابراہیم بن یزید خوزی ہے اور نہین شک ہے اوسکی حدیث مین اور روایت کی ابو داؤد نے حضرت عائشہ رضی سے کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے مقرر کیا میقات واسطے اہل عراق کے ذات عرق اور اسناد مین اوسکی افلح بن حمید ہے اور تھے احمد بن حنبل
انکار کرتے اسکا اور نکالا عبد الرزاق نے مالک سے انھون نے نافع سے انھون نے ابن عمر رضی سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے میقات
مقرر کیا واسطے اہل عراق کے ذات عرق اور صحیح ہوئی یہ حدیث **ص** ان مقامون سے آگے بڑھنا بغیر احرام کے حرام ہے جسکا قصد مکے
مین داخل ہونے کا ہو **ف** برابر ہے کہ قصد کرے حج اور عمرے کا یا نکرے کیونکہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ تجاوز کرے کوئی
میقات سے مگر احرام باندھکے اور یہ عبارت ترجمہ ہے اور روایت کی ابن ابی شیبہ نے مصنف مین **حدثنا**
عبد السلام بن حرب عن خصيف عن سعيد بن جبير عن ابن عباس ان النبي صلى الله عليه وسلم قال
لا يجاوز الوقت الا باحرام یعنی نہ تجاوز کرے میقات سے مگر ساتھ احرام کے اور ایسا ہی روایت کیا اوسکو طبرانی نے اور
شافعی نے اپنی مسند مین **حدثنا** ابن عيينة عن عمرو عن ابي الشعثاء انه رأى ابن عباس يرد من
جاوز الميقات بغير احرام یعنی پھیر دیتے تھے ابن عباس رضی اوسکو جو آگے جاتا تھا میقات کے بغیر احرام کے اور روایت
کی ابن ابی شیبہ نے **ثنا** وكيع عن سفيان عن حبيب بن ابي ثابت عن ابن عباس اور ذکر کیا اوسکو اور روایت کی
اسحق بن راہویہ نے مسند مین **حدثنا** فضيل بن عياض عن ليث بن ابي سليم عن عطاء عن ابن عباس
قال اذا جاوز الوقت فلم يحرم حتى دخل مكة رجع الى الوقت فاحرم وان خشي ان رجع الى
الوقت فانه يحرم ويهريق لذلك دما یعنی کہا ابن عباس رضی نے کہ جب تجاوز کرے کوئی شخص میقات سے اور
نہ احرام باندھے یہان تک کہ داخل ہو وے مکے مین لوٹے طرف میقات کے اور احرام باندھے اور اگر خوف کرے رجوع کا طرف میقات کے
تو وہ احرام باندھے اور اوسکے عوض مین ایک قربانی کرے **ص** اور قبل پہونچنے کے ان مکانون مین اگر پہلے سے احرام باندھے
تو درست ہے **ف** روایت کی حاکم نے باب التفسیر مین مستدرک سے کہ پوچھے گئے حضرت علی رضی قول اللہ تعالی کے واتموا الحج والعمرة لله

ابراہیم بن یزید خوزی

یعنی تمام کرو حج اور عمرے کو واسطے اللہ کے سو کہا انہوں نے یہ کہ احرام باندھے تو اپنے گھر سے اور کہا کہ
[illegible] یعنی صحیح کہا ابن ہر دو بخاری و مسلم کے اور مروی ہے حدیث ابو ہریرہؓ سے مرفوعاً اور اوس میں ضعف ہے
اور حدیث ابن مسعود کی ذکر کیا اوسکو صاحب ہدایہ نے اور نہیں پایا میں نے اوس حدیث کو ص اور اہل مقاموں کے رہنے والے
جو میقاتوں کے بیچ میں ہیں بغیر احرام کے داخل ہونا درست ہے تو اونکی میقات حل ہے اور جو مکے کا رہنے والا ہے وہ احرام حج کے لیے حرم
باندھے اور عمرے کے لیے حل ف حل سے مراد حرم کے سوا زمین کو کہتے ہیں اس واسطے کہ حکم کیا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے صحابہ کو کہ احرام باندھیں جب مکہ سے روایت کی مسلم نے جابرؓ سے کہ حکم کیا ہمکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حلال
تھے یعنی محرم نہیں باندھا تھا کہ احرام باندھیں ہم جب توجہ کریں طرف منی کے کہا جابرؓ نے کہ اہلال کیا ہم نے بطحا سے اور حکم کیا
حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عایشہؓ کے بھائی کو کہ عمرہ کرا دیں اونکو تنعیم سے اور تنعیم حرم میں نہیں ہے اور دلیل قوی
یہ ہے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وَمَنْ كَانَ دُوْنَ ذٰلِكَ فَمِنْ حَيْثُ أَنْشَأَ حَتّٰى أَهْلُ مَكَّةَ مِنْ مَكَّةَ
یعنی جو ان مقاموں سے ورے آیا ہو تو وہ جہاں سے چاہے احرام باندھے یہاں تک کہ اہل مکہ مکے سے وَاللّٰهُ أَعْلَمُ ص
جو شخص ارادہ احرام کا کرے سو وضو کرے اور غسل کرنا اچھا ہے ف اس واسطے کہ غسل کیا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے احرام
کے لیے روایت کیا اوسکو ترمذی نے زید بن ثابت سے اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے غریب ہے اور روایت کی حاکم نے
ابن عباسؓ سے کہ غسل کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر پہنے کپڑے اپنے سو جب آئے ذو الحلیفہ میں پڑھیں دو رکعتیں پھر سوار ہوئے
اونٹ پر تو جب چڑھ چکے اوسپر احرام باندھا حج کے لیے اور کہا حاکم نے صَحِيْحُ الْإِسْنَادِ وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ یعنی یہ حدیث صحیح
ہے اور نہیں نکالا اوسکو بخاری و مسلم نے اور نکالا ابن عمرؓ سے کہ کہا انہوں نے مِنَ السُّنَّةِ أَنْ يَغْتَسِلَ إِذَا أَرَادَ أَنْ يُحْرِمَ
وَصَحَّحَهُ عَلٰى شَرْطِهِمَا وَأَخْرَجَهُ ابْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ وَالْبَزَّارُ وَقَوْلُ الصَّحَابِيِّ مِنَ السُّنَّةِ حُكْمُهُ الرَّفْعُ عِنْدَ الْجُمْهُوْرِ
یعنی کہا حضرت عبد اللہ بن عمرؓ نے کہ سنت سے یہ بات ہے کہ غسل کرے جب ارادہ احرام کا کرے اور صحیح کیا اوسکو حاکم نے بخاری و مسلم کی شرط پر اور نکالا
اوسکو ابن ابی شیبہ اور بزار نے اور قول صحابی کا من السنۃ بمنزلہ رفع کے ہے ص اور ایک ازار اور چادر پاک پہنے اور خوشبو لگاوے اور ایک دوگانہ
نفل پڑھے ف اس واسطے کہ پہنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ازار اور چادر اور صحابہ نے آپ کے نکالا اوسکو بخاری نے
اور لیکن خوشبو لگانا سو اس واسطے کہ کہا حضرت عایشہؓ نے خوشبو لگائی میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان دونوں ہاتھوں سے
جس وقت احرام باندھا آپ نے اور لگائی میں نے خوشبو آپکے جب کھولا احرام آپ نے قبل طواف خانہ کعبہ کے اور اوس خوشبو میں مشک تھی
اور لیکن دو رکعتیں نفل پڑھنا سو اس واسطے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پڑھتے تھے دو رکعتیں ذو الحلیفہ میں وقت احرام کے روایت کیا
اوسکو مسلم نے ابن عمرؓ سے اور ایسا ہی کرتے تھے حضرت عمرؓ بھی روایت کیا اوسکو بخاری نے اور روایت کی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم
سے ہو اور حاکم نے بروایت ابن عباسؓ کے ص اگر حج مفرد یعنی فقط حج کرتا ہے تو کہے اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أُرِيْدُ الْحَجَّ فَيَسِّرْهُ لِيْ
وَتَقَبَّلْهُ مِنِّيْ اور معنی اوسکے کہ ارادہ کرتا ہوں حج کا تو آسان کر تو اوسکو میرے واسطے اور قبول کر اوسکو میری طرف سے پھر
لبیک کہے بعد نماز کے اگر نیت حج کی کرے اور وہ یہ ہے لَبَّيْكَ اللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكَ إِنَّ الْحَمْدَ
وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ اور اوس سے کم نہ کرے اور اگر زیادہ کرے تو درست ہے ف لیکن لبیک کہنا

مرد کو ضرور موںہہ کھولنا واجب ہوگا اور دلیل امام شافعیؒ کی وہ بھی ہے جو روایت کی امام مالکؒ نے حضرت عثمانؓ سے کہ وہ چھپاتے تھے موںہہ اپنا اور وہ محرم ہوتے تھے اور روایت کیا اوسکو دارقطنی نے مرفوعًا اور کہا کہ صواب موقوف ہونا اس حدیث کا ہے ص اور سر دہونے سے اور داڑھی دہونے سے ساتھ خطمی کے ف اسواسطے کہ خطمی خوشبودار چیز ہے اور سر کے کیڑون کو قتل کرتی ہے اور غسل کرنا احرام مین درست ہے اسواسطے کہ حضرت ابن عمرؓ غسل کرتے تھے احرام مین روایت کیا اسکو مالک وغیرہ نے ص اور داڑھی کترنے سے اور سر منڈانے سے اور بال بدن کے موںڈنے سے ف اسواسطے کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَلَا تَحْلِقُوا رُءُوسَكُمْ حَتّٰى يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهٗ یعنی نہ موںڈو سر اپنا یہان تک کہ پہونچ جاوے قربانی اپنی جگہ مین اور کترنا بھی موںڈنے کے حکم مین ہے ص اور کرتا پہننے اور سراویل اور قبا اور عمامہ اور ٹوپی اور موزون کے پہننے سے ف اسواسطے کہ منع کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان چیزون کے پہننے سے احرام مین روایت کیا اوسکو صحاح ستہ والون نے اور اگر موزہ پہنے تو اوسکو کاٹ کے ٹخنے سے نیچا کر لے اور اسی طرح اگر تہ بند نہو تو اوسکے بدلے سراویل پہن لیوے اور بعضون کے نزدیک کاٹنے اور پہن لیوے جب نعل نہووے جو لوگ موزے کے کاٹنے کو کہتے ہین دلیل لاتے ہین ساتھ حدیث ابن عمرؓ کے کہ فرمایا آپ نے اور نہ پہنے موزہ مگر جب نہ پاوے نعلین تو کاٹ لے اونکو اور نیچا کر لے ٹخنون سے اور جو کہتے ہین نہ کاٹے دلیل لاتے ہین حدیث ابن عباسؓ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو نہ پاوے تہ بند پہنے سراویل اور جو نہ پاوے موزہ پہن لیوے نعلین روایت کیا اوسکو بخاری و مسلم و ابوداؤد وغیرہم نے ص اور اوس کپڑے سے جو خوشبودار رنگ مین رنگا ہووے مگر بعد زائل ہوجانے خوشبو کے ف اسواسطے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ پہنو اوس کپڑے کو جسمین زعفران اور ورس ہو احرام مین ذکر کیا اسکو صاحب ہدایہ نے اور روایت کیا اوسکو بہت محدثین نے مثل طحاوی کے ابن عمرؓ سے ص اور حمام مین جانا اور سایہ لینا گھر سے اور محمل سے یعنی کجاوے سے جائز ہے ف اور کپڑا تان لینا واسطے سایے کے سر کے آگے ہمارے نزدیک جائز ہے اور امام مالکؒ کے نزدیک مکروہ ہے اور عثمانؓ سے منقول ہے روایت کی ابن ابی شیبہ نے ثنا وکیع ثنا الصلت عن عقبۃ بن صہبان قال رأیت عثمان بالابطح وان فسطاطًا مضروب وسیفہ معلق بالشجرۃ یعنی کہا عقبہ نے کہ دیکھا مین نے عثمانؓ کو ابطح مین کہ فسطاط اونکا تنا ہوا تھا اور تلوار اونکی لٹکتی تھی درخت مین اور سایہ کیا صحابہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر کپڑے کا بسبب گرمی کے حج مین روایت کیا اسکو مسلم نے حدیث ام الحصین مین اور حضرت عمرؓ ڈال دیتے تھے کھال کو درخت پر اور اوسکے سایے مین بیٹھتے تھے اور آپ احرام سے ہوتے تھے اور حمام مین جانا درست ہے اسواسطے کہ حضرت عمرؓ نے غسل کیا اور آپ احرام سے تھے روایت کیا اسکو شافعی نے اور روایت کیا اوسکو مالک نے موطا مین اور نقل کیا حضرت ابو ایوبؓ نے غسل کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے صحیحین مین واللہ اعلم ص اور ہمیانی کا باندھنا جائز ہے کمر مین ف اسواسطے بیان کیا کہ احرام مین سیا ہوا کپڑا پہننا نہین جائز ہے اور ہمیانی سی ہوئی ہے تو اسکا باندھنا ضرورت کے سبب جائز ہے ص اور زیادہ کہے لبیک کو جب اوپر چڑھے یا کسی اونچی جگہ پر چڑھے یا نیچی جگہ مین اوترے یا سوارون سے ملاقات ہو اور جب صبح کا وقت ہو ف اسواسطے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم لبیک کہتے تھے اور صحابہ آپکے ان وقتون مین روایت کی ابن ابی شیبہ نے ثنا معاویۃ عن الاعمش عن خیثمۃ قال کانوا یستحبون التلبیۃ عند ست دبر الصلوۃ واذا استقبلت بالرجل راحلتہ واذا صعد شرفا وھبط وادیا واذا لقی بعضھم بعضا وبالاسحار یعنی تھے صحابہ مستحب جانتے لبیک کہنے کو

بعد نماز کے سو حدیث سے ثابت ہی روایت کی ترمذی اور نسائی نے ابن عباسؓ سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لبیک کہی بعد نماز کے
اور کہا ابن الہمام نے کہ یہ حدیث صحیح ہی اور ثابت کیا اوسکو اور اگر سواری پر چڑھ کے لبیک کہے تو بھی درست ہی اور یہ بھی احادیث
صحیحہ سے ثابت ہی روایت کیا اونکو بخاری و مسلم نے اور زیادہ کرنا اوس سے جائز ہی اور امام شافعی کے نزدیک جائز نہیں اور دلیل ہماری یہ ہی
کہ حضرت عمر بن الخطابؓ نے زیادہ کیا ان کلمات پر اور کہا وَسَعْدَيْكَ وَالْخَيْرُ فِي يَدَيْكَ وَالرَّغْبَاءُ إِلَيْكَ مروی ہی
صحاح میں اور زیادہ کیا ابو داود نے ایک روایت میں کہ زیادہ کرتے تھے لوگ ان کلمات پر اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سنتے تھے اور کچھ
نہیں کہتے تھے اور زیادہ کیا ابن مسعودؓ نے اسپر مروی ہی یہ سند اسحق بن راہویہ میں اور امام حسن بھی زیادہ کرتے تھے ان کلمات
پر روایت کیا اسکو ابن سعد نے طبقات میں وَاللّٰهُ اَعْلَمُ ص اور جب لبیک نیت کرکے کہہ لے احرام اوسکا بندھ چکا تو جماع اور
فحش کلام موقوف کرے اور ذکر کرنے کو جماع سے عورتوں کے سامنے روایت ہی کہ حضرت عبد اللہ بن عباسؓ نے جب یہ شعر پڑھا
شعر وَهُنَّ يَمْشِينَ بِنَا هَمِيسًا ۞ اِنْ تَصْدُقِ الطَّيْرُ نَنِكْ لَمِيسًا ۞ کہ یعنی اور وہ اسکے یہ ہیں کہ اونٹ چلتے
ہیں ہمارے ساتھ اور انکا ایسا لونکے موروں کی نعل سے آواز آتی ہی اگر فال سچ ہو تو ہم لمیس کی ایک عورت ہی اوس سے جو ہمارا جی چاہیگا کرینگے
تو لوگوں نے کہا کہ آپ رفث کرتے ہیں احرام میں تو فرمایا کہ رفث اوسکو کہتے ہیں جس میں عورتیں مخاطب ہوں اور بچے فسوق یعنی گناہ
سے اور جدال سے اور وہ یہ کہ اپنے رفیق سے لڑے یا مشرکوں سے حج کی تقدیم اور تاخیر میں ف کیونکہ فرمایا اللہ تعالی نے
فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوقَ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ یعنی نہیں ہی رفث اور فسوق اور جدال حج میں ص اور نہ شکار کرے
خشکی کا احرام میں اور دریا کا شکار منع نہیں اور شکار کے جانور کو کسی کو نہ بتلاوے اور نہ اوسکی طرف اشارہ کرے ف
اسواسطے کہ ابو قتادہ رضی اللہ عنہ نے شکار کیا تھا ایک حمار وحشی کا اور وہ احرام سے نہ تھے تو پوچھا صحابہ نے آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم سے اوسکے کھانے کو سو فرمایا آپ نے کیا تم نے اوسکے شکار میں کچھ مدد کی تھی یا اشارہ کیا تھا کچھ تم نے کہا انھوں نے نہیں
تب فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سو کھاؤ جو اوسکا گوشت باقی ہی روایت کیا اوسکو اصحاب صحاح ستہ نے اور دوسرے یہ کہ دلالت
کرنے والا یعنی بتلانے والا کسی چیز کا مثل کرنے والے کے ہی اور یہی حکم نیک کاموں کے باب میں ہی فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
اَلدَّالُّ عَلَى الْخَيْرِ كَفَاعِلِهِ یعنی بتلانے والا بہتری کا مانند اوسکے کرنے والے کے ہی اور فرمایا اللہ تعالی نے وَلَا تَقْتُلُوا
الصَّيْدَ وَاَنْتُمْ حُرُمٌ یعنی نہ شکار کرو جب احرام باندھے ہو تم ص اور پرہیز کرے خوشبو لگانے سے اور ناخن کاٹنے سے
ف اور یہ منع حدیث میں وارد ہی ص اور مونہہ ڈھانپنے سے اور سر ڈھانپنے سے ف اور امام شافعی کے نزدیک جائز ہی
واسطے مرد کے چھپانا مونہہ کا اسواسطے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اِحْرَامُ الرَّجُلِ فِي رَأْسِهِ وَاِحْرَامُ الْمَرْأَةِ
فِي وَجْهِهَا یعنی احرام مرد کا اوسکے سر میں ہی اور احرام عورت کا اوسکے مونہہ میں ہی روایت کیا اوسکو دارقطنی اور بیہقی نے
موقوفاً ابن عمرؓ پر اور ذکر کیا اوسکو مرفوع صاحب ہدایہ نے اور فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کے باب میں جب وہ مر گیا تھا
احرام میں کہ چھپاؤ مونہہ اوسکا اور نہ چھپاؤ سر اوسکا روایت کیا اوسکو امام شافعی نے اور دلیل ہماری یہ ہی کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کے
باب میں جب وہ مر گیا تھا احرام میں کہ نہ چھپاؤ مونہہ اوسکا اور نہ چھپاؤ سر اوسکا اسواسطے کہ وہ اوٹھیگا دن قیامت کے
لبیک کہتا ہوا اور دوسرے یہ کہ جب عورت نے باوجود اس بات کے کہ اوسکے مونہہ کھولنے میں خوف فتنے کا ہی مونہہ چھپایا

چھہ جگہ پر پیچھے نماز کے اور جب سامنے آوے سوار کے سواری ہو کی اور جب جھ سے چڑھائی پر اور جب اترے نشیب مین اور جب ملے
کسی بعض بعض سے اور صبح کے وقت اور روایت کی ابن ناجیہ سے جابر سے قَالَ كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ
سَلَّمَ يُكَبِّرُ اِذَا لَقِيَ رَكْبًا یعنی تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تکبیر کہتے جب ملاقات کرتے سوارون کی اور ذکر کیا انھون نے سب
مقامون کو سوا اسکے کہ جب سامنے آوے سواری جیسا کہ روایت کیا اوسکو ابن ابی شیبہ نے ص اور جب داخل ہووے مکے مین چلے
جاوے مسجد حرام مین ف اسواسطے کہ صحیحین مین ہے کہ جب آتے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سفر سے شروع کرتے تھے مسجد سے
تو پڑھتے تھے اوس مین دو رکعتین قبل بیٹھنے کے پھر بیٹھتے تھے ساتھ آدمیون کے اور نہین ہے مضایقہ اس مین کہ جاوے مسجد مین رات کو یا دن
کو روایت کی نسائی نے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم داخل ہوئے مکے مین رات کو اور دن کو داخل ہوئے تھے حج وداع مین اسکے دن کو عمرے
مین ص اور جب دیکھے خانہ کعبہ کو تکبیر اور تہلیل کہے ف تہلیل کے معنی لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہنا روایت ہے عطا سے کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم جب جاتے تھے خانہ کعبہ کے پاس کہتے تھے اَعُوْذُ بِرَبِّ الْبَيْتِ مِنَ الْكُفْرِ وَالْفَقْرِ وَمِنْ ضِيْقِ الصَّدْرِ
وَعَذَابِ الْقَبْرِ اور اوٹھاتے تھے دونون ہاتھ اور اوس مقام پر اللہ تعالی سے جنت مین داخل ہونا بغیر حساب و کتاب کے مانگے
کیونکہ دعا قبول ہوتی ہے وقت دیکھنے خانہ کعبہ کے ص پھر سامنے جاوے حجر اسود کے اور تکبیر کہے اور تہلیل کہے اور اوٹھاوے
دونون ہاتھ مانند نماز کے اور چوم لیوے اوسکو مونہہ لگا کے اور اگر چومنا نہو سکے تو ہاتھ لگاوے اوسکو ہاتھ سے چھو کے پھر ہاتھ چوم
لیوے اور اگر یہ بھی بوجہ ہجوم کے نہو سکے تو سامنے اوسکے جاوے اور تکبیر اور تہلیل کہے اور تعریف کرے اللہ تعالی کی اور درود
بھیجے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ف لیکن سامنے جانا حجر اسود کے اور تکبیر کہنا اور تہلیل کہنا حدیث سے ثابت ہے روایت کی امام
احمد نے مسند مین سعید بن مسیب سے انھون نے حضرت عمر سے کہ کہا حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے واسطے اونکے تم ایک مرد قوی
ہو سو نہ مزاحمت کرو لوگون کی نزدیک حجر اسود کے تو ایذا ہوگی ضعیف کو اگر تو خالی پاوے تو چوم لے اوسکو ورنہ سامنے جا اوسکے
اور تکبیر و تہلیل کر اور ہاتھ اوٹھانا اسواسطے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ ہاتھ اوٹھائے جاوین مگر سات جگہ مین اور ذکر
کیا انمین سے وقت چومنے حجر اسود کے ذکر کیا اسکو صاحب ہدایہ نے اور نہین ہے قول اس حدیث مین جیسا کہ کتاب الصلوۃ مین یہ حدیث گذری
اور چومنا اس طرح چاہیے کہ اوسپر دونون ہاتھ رکھے اور مونہہ لگا کے چوم لیوے اسواسطے کہ صحیحین مین ہے کہ حضرت عمر آئے حجر اسود
پاس اور چوما اوسکو اور کہا قسم اللہ کی مین جانتا ہون کہ تو پتھر ہے نہ تو ضرر کر سکتا ہے نہ نفع کر سکتا ہے اور اگر مین نہ دیکھتا رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کو کہ چومتے تھے تجکو نہ چومتا مین تجکو اور مروی ہے حضرت ابن عباس سے کہ وہ چومتے تھے حجر اسود کو اور سجدہ
کرتے تھے اوسپر یعنی سر اپنا واسطے چومنے کے اوسپر رکھ دیتے تھے اور کہا انھون نے کہ دیکھا مینے عمر کو کہ چومتے تھے اوسکو اور
سجدہ کرتے تھے اوسپر اور پھر کہا کہ دیکھا مینے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہ کیا تھا ایسا ہی سو کرتا ہون مین اوسکو روایت کیا
اسکو ابن المنذر اور حاکم نے اور صحیح کیا اوسکو اور روایت کی حاکم نے ابن عباس سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ کرتے تھے حجر پر
بعد بوسہ لینے کے اور ایسا ہی کرتے تھے ابن عباس اور کہا کہ دیکھا مینے عمر کو کہ بوسہ دیا اوسکو پھر سجدہ کیا اوسپر اور کہا کہ دیکھا مینے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا ایسا ہی سو کرتا ہون مین اوسکو روایت کیا اسکو ابن المنذر اور حاکم نے اور صحیح کیا اوسکو اور جب
ہجوم ہو تو چومنے سے باز رہے تا کہ کسیکو اذیت نہووے اسواسطے کہ چومنا سنت ہے اور مسلمان کے ایذا دینے سے

بازرہنا واجب ہے فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ یعنی مسلمان
وہ شخص ہے کہ بچے رہین مسلمان اوسکی زبان اور ہاتھ سے یعنی کسیکو زبان سے کچھ برا نکہے اور نہ ہاتھ سے کچھ اوذیت دیوے ص اور طواف
کرے خانہ کعبہ کا طواف قدوم اور سنت ہے یہ طواف واسطے آفاقی کے پھر اضطباع کیے ہوئے داہنی طرف کو چلے اور طواف کو
حجر اسود سے شروع کرے اور طواف مین حطیم کو بھی شامل کر لیوے اور اضطباع اوسکو کہتے ہین کہ چادر کو داہنی بغل کے نیچے کرکے
دونون کنارے اوسکے بائین کندھے پر ڈالے اور سات پھیرے اسی طرح کرے ف حطیم ایک مقام ہے کہ اوسمین میزاب ہے
قریش نے جب کعبہ بنایا اور پھر اتنا مال حلال نہ پایا کہ اوتنی جگہ کو بھی کعبے مین داخل کرین تو اوسکو باہر رکھا تھا اور اسی واسطے اوسکو
حطیم کہتے ہین یعنی ٹوٹا ہوا اور ایسا ہی طواف کیا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے روایت کی ترمذی اور ابن ماجہ نے یعلی ابن امیہ سے
کہ طواف کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اضطباع کرکے ساتھ ایک چادر سبز کے اور مروی ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ نذر کی
تھی انھون نے کہ اگر فتح ہوگا مکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر پڑھینگی اوسمین دو رکعتین سو جب فتح ہوا مکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
حضرت عائشہ کا ہاتھ پکڑا اور کر دیا اونکو حطیم مین اور فرمایا کہ پڑھ اس جگہ سو واسطے کہ حطیم خانہ کعبہ سے ہے اور تیری قوم نے جب
بنایا اونکو خرچ تو خارج کیا اوسکو خانہ کعبہ سے تو اگر نہ قریب ہوتا زمانہ جاہلیت کا البتہ مین توڑتا کعبے کی بنا کو اور بناتا مین اوسکو
جیسا حضرت ابراہیم نے اوسکو بنایا تھا اور داخل کرتا مین حطیم کو کعبے مین اور چوکھٹ کو زمین سے ملا دیتا اور کرتا مین اوسکے دو دروازے
ایک دروازہ شرقی اور ایک دروازہ غربی اور اگر مین جیونگا اگلے سال تک تو کرونگا ایسا ہی روایت کیا اسکو مسلم اور ابو داؤد اور
ترمذی وغیرہم نے تو نہ جیتے رہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگلے سال تک اور نہ فراغت ہوئی خلفاے راشدین کو اس کی
یہان تک کہ زمانہ ہوا حضرت عبد اللہ بن زبیر کا اور سنی تھی انھون نے یہ حدیث حضرت عائشہ رض سے تو کیا انھون نے ایسا ہی اور ظاہر کیے
قواعد حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے اور بنا کیا اوسکو جیسا بنا کیا تھا انھون نے بہت لوگون کے سامنے اور داخل کیا حطیم کو خانہ کعبہ
مین تو جب قتل کیا حجاج ظالم نے اونکو برا جانا اوسنے کعبے کو رکھنا اسطور پر کہ بنایا تھا اوسکو عبد اللہ بن زبیر رض نے اور کر دیا اوسکو
جیسا تھا جاہلیت مین تو جب حطیم خانہ کعبہ سے ٹھہرا تو اس صورت مین طواف حطیم کو اندر کرکے کیا جاویگا یہان تک کہ اگر خالی
جگہ مین داخل ہوکر طواف مین حطیم کو چھوڑ دیا نہین جائز ہوگا لیکن اگر کوئی مصلی مونہ کرکے حطیم کی طرف نماز پڑھیگا جائز نہو گی
اسواسطے کہ مونہ کرنا طرف کعبے کے قرآن شریف سے ثابت ہے تو نہین ادا ہوگا ساتھ خبر واحد کے اور طواف مین احتیاط کیواسطے داخل کیا
اسکو مضمون شرح وقایہ کا ہے ص اور پہلے تین پھیرون مین رمل کرے اور ایک پھیرا تمام ہوتا ہے حجر اسود سے حجر اسود تک اور
رمل اوسکو کہتے ہین کہ دونون کندھون کو ہلاتے ہوئے اکڑتے ہوئے جلدی جلدی چلنا جیسے سپاہی معرکے مین کرتے ہین اور اسکا
شجاعت دکھلانا تھا مشرکین کو کیونکہ کہا تھا انھون نے واسطے صحابہ کے ضعیف کیا اونکو یثرب یعنی مدینے کے بخار نے پھر باقی رہا
حکم اپنے حال پر بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ف اور روایت کیا بخاری مسلم نے اس حدیث کو ابن عباس رض سے اور باقی ہین اسمین
بہت حدیثین ص اور جب حجر اسود پر گذرے بوسہ دیوے اسی طرح ہر پھیرے مین اور بوسہ دیوے رکن یمانی کو اور ختم کرے
طواف کو ساتھ بوسہ لینے حجر اسود کے پھر پڑھے دو رکعت اور دو رکعتین پڑھنا واجب ہین ہر طواف مین سات پھیرون کے بعد مقام ابراہیم
مین یا جس جگہ میسر ہو جاوے مسجد مین سے ف کیونکہ حدیث جابر رض مین ہے کہ جب آئے آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم

مقام ابراہیم پر فرمایا وَاتَّخِذُوا مِن مَّقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى یعنی لو مقام ابراہیم کا مصلی تو اس سے وجوب اس نماز کا
ثابت ہوتا ہے اور وہ جو صاحب ہدایہ نے دلیل وجوب کی قول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وَلْيُصَلِّ الطَّائِفُ لِكُلِّ أُسْبُوعٍ
رَكْعَتَيْنِ یعنی طواف کرنے والا پڑھے بعد ہر سات پھیروں کے دو رکعتیں بیان کیا ہے نہیں پایا گیا ہاں فعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کا ثابت ہے صحیحین میں ہے حدیث ابن عمرؓ سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب طواف کرتے تھے حج اور عمرہ میں تو آپ جلدی چلتے تھے
پہلے تین پھیروں میں اور آہستہ چلتے تھے پچھلے چار پھیروں میں پھر پڑھتے تھے دو رکعتیں اور روایت کی عبدالرزاق نے ابن
جریج سے انھوں نے عطاء سے اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي لِكُلِّ أُسْبُوعٍ رَكْعَتَيْنِ یعنی تھے پڑھتے بعد طواف
کے دو رکعتیں ص پھر لوٹ آوے اور چومے حجر اسود کو ف حدیث جابر میں ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پڑھ چکے دو رکعتیں
لوٹ آئے طرف حجر اسود کے ص اور نکلے اور چڑھے صفا پہاڑ پر اور مونہہ کرے طرف خانہ کعبہ کے اور تکبیر کہے اور تہلیل کہے
اور درود بھیجے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اور اوٹھاوے دونوں ہاتھ اور دعا مانگے جو جی چاہے ف اسواسطے کہ حدیث جابر
میں ہے سو چڑھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صفا پر یہاں تک کہ دیکھا خانہ کعبہ کو سو توحید بیان کی اللہ تعالیٰ کی اور مونہہ کیا قبلے
کی طرف اور تکبیر کہی اور فرمایا لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ
شَيْءٍ قَدِيرٌ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ أَنْجَزَ وَعْدَهُ وَنَصَرَ عَبْدَهُ وَهَزَمَ الْأَحْزَابَ وَحْدَهُ پھر دعا کی درمیان
اسکے اور کہا مانند اسکے تین بار اور ماثور یہ ہے کہ کہے لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَلَا نَعْبُدُ إِلَّا إِيَّاهُ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ وَلَوْ
كَرِهَ الْكَافِرُونَ اور اوٹھاوے دونوں ہاتھ واسطے دعا کے اور درود بھیجے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر پھر دعا مانگے جو
چاہے ان سے اور یہ کہے اَللّٰهُمَّ اسْتَعْمِلْنِي بِسُنَّةِ نَبِيِّكَ وَتَوَفَّنِي عَلٰى مِلَّتِهِ وَأَعِذْنِي مِنْ مُضِلَّاتِ
الْفِتَنِ بِرَحْمَتِكَ يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ ص پھر چلے طرف مروہ پہاڑ کے دوڑتا ہوا درمیان دو میلوں سبز اور سرخ کے اور چڑھ جاوے
اوسپر اور کرے جیسا کیا تھا صفا پر اسی طرح کرے سات بار شروع کرے صفا سے اور ختم کرے مروہ پر ف یہ دو میل نشان ہیں بطن وادی
میں درمیان صفا اور مروہ کے تو جب پہونچے بطن وادی میں درمیان ان دونوں میلوں کے کہے رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَتَجَاوَزْ
عَمَّا تَعْلَمُ إِنَّكَ أَنْتَ الْأَعَزُّ الْأَكْرَمُ یہ مروی ہے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے اور کہے مروہ پر مثل صفا کے اور صفا کی طرف
جس دروازے سے چاہے نکلے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نکلے تھے دروازہ بنی مخزوم سے روایت کی طبرانی نے
ابن عمرؓ سے اَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ مِنَ الْمَسْجِدِ إِلَى الصَّفَا مِنْ بَابِ بَنِي مَخْزُومٍ وَ
أَسْنَدَ أَيْضًا عَنْ جَابِرٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى أَنْ قَالَ ثُمَّ خَرَجَ مِنْ بَابِ الصَّفَا وَرَوٰى
ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ عَنْ عَطَاءٍ مُرْسَلًا أَنَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ خَرَجَ إِلَى الصَّفَا مِنْ بَابِ بَنِي مَخْزُومٍ یعنی نکلے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دروازے بنی مخزوم سے اور کہا جابر نے باب صفا سے اور ابن ابی شیبہ کی روایت میں ہے کہ نکلے صفا
کو دروازہ بنی مخزوم سے اور سات بار صفا سے مروہ کو جانا حدیث سے ثابت ہے صحیحین میں ہے ابن عمرؓ سے کہ آئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم مکے میں
سو طواف کیا خانہ کعبہ کا سات بار اور پڑھیں پیچھے مقام ابراہیم کے دو رکعتیں اور طواف کیا درمیان صفا اور مروہ کے سات بار
اور دوڑنا درمیان صفا اور مروہ کے ہمارے نزدیک واجب ہے اور امام شافعی کے نزدیک فرض ہے دلیل اونکی یہ ہے کہ فرمایا حضرت

صلی اللہ علیہ وسلم سے اِسْعَوْا فَاِنَّ اللّٰہَ کَتَبَ عَلَیْکُمُ السَّعْیَ یعنی دوڑو اسواسطے کہ فرض کیا اللہ نے تم پر دوڑنا یعنی درمیان
صفا اور مروہ کے اور دلیل ہماری یہ ہے کہ فرمایا اللہ تعالی نے فَلَاجُنَاحَ عَلَیْہِ اَنْ یَّطَّوَّفَ بِهِمَا یعنی نہیں گناہ ہے اوسپر
طواف کرے درمیان ان دونوں کے ذکر کیا اسکو صاحب ہدایہ نے اور ذکر کیا اس حدیث کو ابن ابی شیبہ نے مصنف میں اور
پوری حدیث یون ہے عَنْ صَفِیَّةَ بِنْتِ شَیْبَةَ عَنْ حَبِیْبَةَ بِنْتِ اَبِیْ تَجْرَاةَ اِحْدٰی نِسَاءِ بَنِیْ عَبْدِ الدَّارِ قَالَتْ رَأَیْتُ رَسُوْلَ
اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَطُوْفُ وَالنَّاسُ بَیْنَ یَدَیْہِ وَهُوَ وَرَاءَهُمْ وَهُوَ یَسْعٰی حَتّٰی اَرٰی
رُکْبَتَیْہِ مِنْ شِدَّةِ مَا یَسْعٰی وَهُوَ یَقُوْلُ اِسْعَوْا فَاِنَّ اللّٰہَ کَتَبَ عَلَیْکُمُ السَّعْیَ اور روایت کیا اسکو
دارقطنی نے اور طریقے سے کہا صاحب تنقیح نے اِسْنَادُہٗ صَحِیْحٌ یعنی اسناد اوسکی صحیح ہے اور صفا سے اسواسطے شروع
کرتے ہین کہ اللہ تعالی نے فرمایا اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰہِ یعنی صفا اور مروہ اللہ کی نشانیوں مین سے ہین اور فرمایا
حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اِبْدَءُوْا بِمَا بَدَاَ اللّٰہُ بِہٖ یعنی شروع کرو اوس سے جس سے شروع کیا اللہ تعالی نے اور شروع کیا اللہ تعالی نے صفا سے اپنے
کلام مین روایت کیا اس حدیث کو اس لفظ سے نسائی اور دارقطنی نے اور اخراج کیا اوسکا مسلم اور ابوداؤد اور ترمذی ابن ماجہ مالک وغیرہم نے اور ایک
پھیرا صفا سے مروہ تک کا ہوتا ہے پھر مروہ سے صفا تک دوسرا پھیرا تو شروع کرے دوڑنے کو صفا سے اور ختم کرے اوسکو ساتوین بار مین مروہ پر
اور روایت طحاوی مین ہے کہ سعی صفا سے مروہ تک ہے پھر مروہ سے صفا تک ایک پھیرا ہی حاصل یہ ہے کہ صفا سے جانا اور پھر صفا پر آنا ایک
پھیرا ہے تو اس حساب سے چودہ پھیرے ہونگے اور ختم صفا پر ہوگا اور صحیح اول مذہب ہے پھر مقیم رہے مکے مین اور احرام باندھے رہے اور طواف کرے
خانہ کعبہ کا نفل جتنا چاہے **ف** اسواسطے کہ طواف مثل نماز کے ہے اور نماز نفل کا کوئی وقت معین نہین فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ
وسلم نے اَلطَّوَافُ بِالْبَیْتِ صَلٰوةٌ یعنی طواف خانہ کعبہ کا مثل نماز کے ہے اِلَّا اَنَّ اللّٰہَ اَحَلَّ فِیْہِ الْمَنْطِقَ فَمَنْ نَطَقَ
فَلَا یَنْطِقُ اِلَّا بِخَیْرٍ یعنی حلال کیا اللہ تعالی نے اوسمین کلام کو سو جو کوئی کلام کرے تو نکرے مگر بہتر اور یہ حدیث مرفوع
اور موقوف دونوں طرح مروی ہے لیکن مرفوع سو روایت سفیان سے اونھون نے عطاء بن سائب سے اونھون نے طاؤس سے
اونھون نے ابن عباس سے روایت کیا اوسکو حاکم اور ابن حبان نے اور نکالا اوسکو بیہقی نے روایت موسی بن اعین سے اونھون نے لیث بن ابی سلیم سے
اونھون نے عطاء سے اونھون نے طاؤس سے مرفوعًا ساتھ اوسی لفظ کے اور روایت کیا اونھون نے اوسکو اور طریقے سے اور روایت کیا اوسکو
ثقات نے موقوفًا لیکن عطاء بن السائب ثقہ ہے اور روایت ثقہ کی مقبول ہے اور حفظ اوسکا اخیر مین متغیر ہو گیا تھا اور جسنے اوس سے
قبل تغیر کے سنا تو روایت اوسکی صحیح ہے اور سفیان نے اوس سے قبل تغیر کے سنا ہے اور روایت کیا اوسکو طبرانی نے طاؤس سے اونھون نے
ابن عمر سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اَلطَّوَافُ بِالْبَیْتِ صَلٰوةٌ فَاَقِلُّوْا فِیْہِ الْکَلَامَ یعنی طواف خانہ کعبہ کا
نماز ہے سو کم کرو اوسمین کلام **ص** اور خطبہ پڑھے امام مکے مین ساتوین تاریخ اور سکھائے اوسمین طریقے حج کے مثلًا نکلنا طرف
منی کے اور نماز اور ٹھہرنا عرفات مین اور افاضہ یعنی لوٹنا اوس جگہ سے اور سب طریقے بتلادے اور دوسرا خطبہ نوین تاریخ کو
عرفات کے اور تیسرا خطبہ گیارھوین تاریخ منی مین تو ہر خطبے مین ایک دن کا فاصلہ ہے **ف** ایسا ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
سے منقول ہے اور اسی طرح پڑھا حضرت ابوبکرؓ نے اور امام زفر کے نزدیک تین دن برابر خطبہ پڑھے آٹھوین تاریخ سے
دسوین تک **ص** پھر نکلے صبح کے وقت دن ترویہ کے یعنی آٹھوین تاریخ ذیحجہ کے اور ترویہ کے معنی سیراب کرنے کے ہین

اور عرب لوگ حج کے دن میں اونٹوں کو سیراب کرتے ہیں منی کی طرف آوے ٹھہرے وہان روز عرفے کے فجر تک پھر وہان سے عرفات کو جاوے
ف اور ایسا ہی کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث جابر میں ہی کہ جب ہوا دن ترویہ کا توجہ کی انھون نے طرف منی کے
اور اہلال کیا ساتھ حج کے سوار ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور پڑھین اونکے ساتھ ظہر اور عصر اور مغرب اور عشا اور فجر پھر
ٹھہرے تھوڑی دیر یہان تک کہ طلوع ہوا آفتاب اور اس حدیث سے معلوم ہوتا ہی کہ نماز فجر کی دن ترویہ میں مکے میں پڑھے
اور جب عرفات کو جاوے کہے اَللّٰهُمَّ اِلَيْكَ تَوَجَّهْتُ وَعَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ وَوَجْهَكَ اَرَدْتُ فَاجْعَلْ ذَنْبِي
مَغْفُوْرًا وَحَجِّي مَبْرُوْرًا وَارْحَمْنِي وَلَا تُخَيِّبْنِي وَاقْضِ بِعَرَفَاتٍ حَاجَتِي اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ
اور لبیک کہے اور تکبیر کہے اور تہلیل کرے اور مروی ہی ابن مسعود رض سے روایت کیا اوسکو ابو ذر نے ص اور عرفات میں جہان چاہے
ٹھہرے مگر بطن عرنہ میں کہ ایک مقام ہی اوس جگہ نہ ٹھہرے ف کیونکہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ عرفہ سب ٹھہرنے کی جگہ ہی اور
نہ ٹھہرو بطن عرنہ میں اور مزدلفہ سب وقوف کی جگہ ہی اور نہ ٹھہرو بطن محسر میں روایت کیا اوسکو طبرانی نے اور حاکم نے ابن عباس سے
اور کہا کہ صحیح ہی اوپر شرط مسلم کے اور روایت کیا اوسکو ابن عدی نے کامل میں ابن عمر رض سے اور ابو ہریرہ سے مانند حدیث ابن عباس
کے اور روایت کیا اوسکو ابن ماجہ نے اور اسناد اوسکی ضعیف ہی ص اور جب زوال ہو آفتاب کا خطبہ پڑھے امام دو خطبے مانند
جمعے کے اور سکھائے اوس میں طریقے حج کے مثلاً کھڑا ہونا عرفے میں اور مزدلفہ میں اور رمی جمار اور نحر اور حلق اور طواف زیارت
ف اور یہ مروی ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اخراج کیا اوسکا ابو داود اور امام احمد وغیرہ نے ص اور پڑھے اونکے
ساتھ ظہر اور عصر کو وقت ظہر میں ساتھ ایک اذان اور دو اقامتوں کے ف اور جمع کرنا اس مقام میں صحیح حدیثوں سے
ثابت ہی ذکر کیا ہمنے اونکو کتاب الصلوۃ میں ص اور شرط ہی اسکے واسطے یہ کہ امام ہو اور احرام سے ہو دونوں نمازوں میں تو
نہیں جائز ہوگی عصر پڑھنی ساتھ امام کے جسنے نہیں پڑھی ظہر ساتھ جماعت کے اور جسنے احرام نہیں باندھا اور جس شخص نے کہ ظہر کی نماز
جماعت سے پڑھی اور پھر احرام باندھا تو نہیں جائز ہی عصر اوسکو پڑھنا ساتھ امام کے مگر وقت عصر میں ف اور صاحبین نے جائز رکھا ہی کہ ظہر تو اپنے وقت میں
ہو اور عصر نہیں جائز ہی وقت ظہر میں مگر ساتھ شرط جماعت کے ظہر اور عصر میں اور احرام کے دونوں نمازوں کے وقت میں ص پھر جاوے
طرف موقف کے اور غسل کرنا اوس وقت سنت ہی ف تو اگر فقط وضو کیا جائز ہی اور دلیل سنت ہونے غسل عرفے کی کتاب الصلوۃ
میں گذری ص اور کھڑا ہو امام اونٹ پر قریب جبل رحمت کے مونہ قبلے کی طرف کرکے اور دعا مانگے خوب کوشش سے عجز و
زاری سے اور سکھائے طریقے حج کے اور کھڑے ہووین لوگ پیچھے امام کے نزدیک اور مونہ سب کا قبلے کی طرف ہووے اور امام کے کلام کو
سنین ف لیکن کھڑا ہونا امام کا سواری پر سو اسواسطے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے تھے اونٹ پر روایت کی یہ جابر نے اور مونہ
کرنا قبلے کی طرف سو اسواسطے کہ ذکر کیا صاحب ہدایہ نے فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خَيْرُ الْمَوَاقِفِ مَا اسْتُقْبِلَ بِهِ الْقِبْلَةُ یعنی بہتر
موقف وہ ہین کہ مونہ ہووے اونمین طرف قبلے کے اور حدیث اس لفظ سے نہیں پائی گئی لیکن روایت کی حافظ ابو نعیم نے
تاریخ اصبہان میں محمد بن معلی سے انھون نے ابن شہاب سے انھون نے نافع سے انھون نے ابن عمر رض سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
خَيْرُ الْمَجَالِسِ مَا اسْتُقْبِلَ بِهِ الْقِبْلَةُ یعنی بہتر مجلسین وہ ہین کہ مونہ ہو اونمین طرف قبلے کے اور روایت کیا حاکم نے
ادب میں ایک حدیث طویل کو اور اول اوسکا یہ ہی اِنَّ لِكُلِّ شَيْءٍ شَرَفًا وَاِنَّ شَرَفَ الْمَجَالِسِ مَا اسْتُقْبِلَ بِهِ الْقِبْلَةُ

ہو تضعیف کیا گیا ہے ساتھ ہشام بن ابی زیاد کے اور مرفوع ہے ابن عمرؓ سے اَکْرَمُ الْمَجَالِسِ مَا اسْتُقْبِلَ بِہِ الْقِبْلَۃُ
اور اسناد مین اوسکی حمزہ نصیبی ہے منسوب ہے طرف وضع کے اور لیکن دعا کرنا سو اسواسطے کہ روایت کی بزار نے ابن عباسؓ سے
انھون نے فضل سے کہ دیکھا مینے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کھڑے ہوئے عرفے مین دعا کرتے تھے دونون ہاتھ کھینچکر جیسے کوئی
کھانا طلب کرتا ہے اور اسناد مین اوسکی حسین بن عبد اللہ ہے ضعیف کیا اوسکو نسائی اور ابن معین نے لیکن کہا ابن عدی نے کہ لکھی جاویگی
حدیث اوسکی کیونکہ نہین دیکھی مینے اوسکی کوئی حدیث منکر کہ تجاوز کرے حد کو علاوہ اسکے روایت کی بیہقی نے ابن عباسؓ سے
کہ دیکھا مینے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یَدْعُوْ بِعَرَفَۃَ یَدَاہُ اِلٰی صَدْرِہٖ کَالْمُسْتَطْعِمِ الْمِسْکِیْنِ دعا مانگتے تھے
عرفے مین اور دونون ہاتھ اونکے سینے تک تھے جیسے کھانا مانگنے والا مسکین اور کوشش کرے دعا مین اسواسطے کہ حدیث
مین آیا ہے کہ دعا مانگی آپنے کوشش سے اس موقف مین اپنی امت کیواسطے سو قبول ہوئی دعا اونکی روایت کیا اسکو ابن ماجہ نے
آخر حدیث تک اور لبیک اس مقام پر دمبدم کہے اور امام مالک کے نزدیک اس مقام مین لبیک موقوف کرے اور دلیل ہماری یہ ہے
جو مروی ہے صحاح ستہ مین فضل بن عباسؓ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لبیک کہا کرتے یہان تک کہ رمی کرتے جمرۂ عقبہ کی اور
زیادہ کیا ابن ماجہ نے کہ جب رمی کر چکتے تھے جمرۂ عقبہ کی موقوف کرتے تھے لبیک کو اور جمرۂ عقبہ کا بیان آگے آویگا ص اور جب
غروب ہوجاوے آفتاب دن عرفے کے آوے مزدلفہ مین اور جہان چاہے وقوف کرے مگر وادی محسر مین ف نہ ٹھہرے اور
دلیل اسکی اوپر گذری ص اور اوترے نزدیک جبل قزح کے اور پڑھے مغرب اور عشا کو ساتھ اذان اور اقامت کے وقت مین
عشا کے مغرب کو بھی پڑھے اور اس مقام مین جمع کرے ف اور ایسا ہی کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے روایت کی
ابو داؤد اور ترمذی اور ابن ماجہ نے حضرت علیؓ سے کہ وقوف کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہانتک کہ ڈوب گیا آفتاب پھر
جب ڈوب چکا چلے وہان سے یہان تک کہ آئے مزدلفہ مین اور پڑھین لوگونکے ساتھ دونون نمازین مغرب اور عشا کی اور جب صبح ہوئی
آئے قزح پہاڑ پر اور وقوف کیا اوسپر صحیح کیا اوسکو ترمذی نے اور بعد آفتاب کے ڈوبنے کے وہان سے چلنا اسمین مخالفت
مشرکین کی ہے جیسا کہ روایت کیا اوسکو حاکم نے مستدرک مین مسور بن مخرمہ سے کہ کہا انھون نے خطبہ پڑھا ہمپر رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے عرفات مین اور حمد کی اللہ تعالی کی اور ثنا کی اوسپر پھر فرمایا اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ اَہْلَ الشِّرْکِ وَالْاَوْثَانِ کَانُوْا
یَدْفَعُوْنَ مِنْ ہٰذَا الْمَوْضِعِ اِذَا کَانَتِ الشَّمْسُ عَلٰی رُؤُسِ الْجِبَالِ کَاَنَّہَا عَمَائِمُ الرِّجَالِ عَلٰی رُؤُسِہَا
وَاِنَّا نَدْفَعُ بَعْدَ اَنْ تَغِیْبَ الشَّمْسُ الحدیث یعنی مشرک اس مقام سے قبل غروب آفتاب کے جاتے ہین اور ہم بعد آفتاب کے ڈوبنے کے
جاتے ہین اور اگر خوف ہووے ازدحام کا تو ٹھہر جانے مین کچھ حرج نہین اور جب سبب ہجوم موقوف ہوجاوے وہان سے روانہ ہو روایت کی
ابن ابی شیبہ نے کہ حضرت عائشہؓ منگاتی تھین پانی اور افطار کرتی تھین پھر وہان سے جاتی تھین ص اور جسنے مغرب کی نماز راستے مین
پڑھ لی یا پہر دو پہر تک یا عرفات مین پڑھ لی تو بھی اعادہ کرے جب تک فجر نہ طلوع ہووے کیونکہ اوسنے اگر نماز پڑھی مغرب کی قبل وقت عشا
کے نہین جائز ہے نزدیک امام ابو حنیفہؒ اور محمدؒ کے تو واجب ہے اعادہ اوسکا جب تک کہ فجر طلوع نہووے اور پڑھے صبح کی نماز
تاریکی مین ف اسواسطے کہ روایت کی ابن مسعودؓ نے کہ پڑھی اوس روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز فجر کی قبل وقت
معمول کے روایت کیا اوسکو بخاری و مسلم نے صحیحین مین ص پھر وقوف کرے اور دعا مانگے ف اسواسطے کہ حدیث مین

مین ہی کہ نماز پڑھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب معلوم ہوئی اونکو صبح ساتھ اذان اور اقامت کے پھر سوار ہوئے قصوٰی پر
یہان تک کہ آئے مشعر حرام مین اور مونھہ کیا طرف قبلے کے اور دعا مانگی اور تکبیر و تہلیل کہی اور توحید بیان کی اللہ تعالیٰ کی تو
آپ توقف کرتے رہے یہان تک کہ خوب روشنی ہو گئی سو وقوف کیا آفتاب کے طلوع ہونے تک ص اور یہ وقوف ہمارے نزدیک
واجب ہی اور رکن حج کا نہین ف اور امام شافعی کے نزدیک رکن ہی کیونکہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے فَاذْكُرُوا اللّٰهَ عِنْدَ
الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ ایسا ہی ذکر کیا صاحب ہدایہ نے اور یہ وہم ہی کیونکہ امام شافعی کی کتابون مین اس وقوف کو سنت کہا ہی
اور دلیل ہماری ابن الہمام نے فتح القدیر مین بیان کی ہی اور ایک دلیل یہ ہی جو روایت کی اصحاب سنن نے ابن عباس سے کہ تھے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آگے بھیجتے اپنے گھر کے ضعیفون کو یا ثقل رکھی ہین یعنی رات باقی ہوتی تھی اور فرماتے تھے کہ نہ رمی کرنا جمرہ کی
یہان تک کہ طلوع ہو آفتاب تو اگر رکن ہوتا نہ حکم کرتے آپ اونکو ترک کا اور وجوب کی دلیل یہ ہی کہ روایت کی ابو داؤد اور ترمذی و
نسائی ابن ماجہ نے عروہ بن مضرس سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص حاضر ہو ہماری اس نماز مین اور وقوف کرے ہمارے ساتھ
یہان تک کہ کوچ کرے اور وقوف کر چکا تھا وہ عرفے مین رات یا دن کو سو تمام ہوا حج اوسکا کہا حاکم نے صحیح ہی علی شرط کافۃ
المحدثین یعنی صحیح ہی اوپر شرط اکثر محدثین کے اور تفصیل فتح القدیر مین ہی ص اور جب خوب فجر روشن ہو جاوے آئے منیٰ مین اور رمی
کرے جمرہ عقبہ کی بطن وادی سے سات بار انگلیون سے اور تکبیر کہے ساتھ ہر کنکری کے ف یعنی سات کنکریان چھوٹی چھوٹی لیکے پھینکے اور
منیٰ ایک بستی ہی اطراف مکے مین اور چھوٹی کنکریان اسواسطے پھینکے کہ ذلت ہو شیطان کی اور تا کہ لوگون کو اذیت نہو اور جس
مقام سے چاہے کنکریان اوٹھالے مگر نزدیک جمرہ کی کیونکہ اوسکے نزدیک جو کنکریان ہین مردود ہین اور یہ حدیث مین وارد ہوا اور جمرہ کے
معنی چھوٹا سنگریزہ اور عقبہ تنگ گھاٹی کو جو پہاڑون مین ہوتی ہی کہتے ہین اور کہا حضرت سعید بن جبیر نے کیا حال ہی سنگریزونکا کہ پھینکتے ہین
لوگ اوسکو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانے سے اور معلوم نہین ہوتین اور اب تک تو چاہیے تھا کہ ایک پہاڑ کنکریون کا ہو جاتا سو کہا
حضرت ابن عباس نے کہ نہین جانا تو نے جسکا حج قبول ہو جاتا ہی تو اوسکی کنکریان اوٹھتی جاتی ہین اور جسکا قبول نہین ہوتا اوسی جگہہ
پڑی رہتی ہین کہا مجاہد نے کہ جب سنا مینے یہ اونسے تو مینے اپنی کنکریون پر نشانی مقرر کردی پھر آیا مین پاس جمرے کے اور ڈھونڈھا
مینے اونکو سو نہ پایا مینے اور جائز ہی رمی جو قسم سے زمین کے ہووے مثلاً کنکر پتھر مٹی وغیرہ نہ لعل اور یاقوت اور چاندی اور سونا اور جواہر
اور چھوٹی کنکریان انگوٹھے اور کلمے کی انگلی سے پھینکنا چاہیے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عَلَيْكُمْ بِحَصَى الْخَذْفِ
یعنی لازم ہی تمپر پھینکنا کنکریون کا انگلیون سے اور مروی ہی یہ صحاح مین روایت کیا اوسکو مسلم وغیرہ نے اور آسان یہ ہی کہ کنکری
کو انگوٹھے اور کلمے کی انگلی کے کنارے سے پکڑے اور اوسکو پھینکے اور اگر بڑی کنکریان پھینکے درست ہی سوا اسکے کہ بڑے پتھر پھینکنے
لگے کہ لوگون کو اذیت ہو اور اگر رمی کی عقبے کے اوپر سے درست ہی لیکن مستحب ہی کہ بطن وادی سے کرے کیونکہ روایت کی ابو داؤد نے کہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رمی کرتے تھے جمرہ کی بطن وادی سے اور آپ تکبیر کہتے تھے ساتھ ہر کنکری کے آخر حدیث تک [illegible]
ہو تو فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے [illegible] بعض تم مین سے بعض اور جب پھینکو تم تو پھینکو مثل کنکری خذف کے یعنی چھوٹی کنکریان انگلی سے
اور مروی ہی بہت احادیث مین اور اگر بدلے تکبیر کے سُبْحَانَ اللّٰهِ کہا تو جائز ہی اور لبیک کہنا موقوف کرے جب پہلی کنکری پھینکے
ایسا ہی کرتے تھے سردار ہمارے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اگر کنکری کو ڈال دے تو کافی ہو جاویگا لیکن مخالف سنت کے

سنت کی اور مستحب ہے کہ کنکری پانچ گز تک جا کے گرے یہ روایت کی حسن نے امام ابو حنیفہ سے اور اگر کنکری کو پھینکا اور
گر پڑی قریب جمرہ کے کافی ہے اور اگر وہان سے دور جا پڑے تو کافی نہین جائز ہے ص اور موقوف کرے لبیک کو جب اول کنکری رمی کرے
ف اور دلیل اسکی حدیث گذری ص پھر ذبح کرے اگر چاہے پھر قصر کرے اور حلق افضل ہے ف اور قربانی کرنا اس حج مین
لازم نہین لیکن اگر چاہے تو کرے روایت کی جماعت نے سوا ابن ماجہ کے حضرت انس سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آئے
منی مین سو آئے جمرہ کے پاس اور رمی کی پھر اپنے مقام پر آئے منی مین اور قربانی کی پھر کہا واسطے حجام کے لے اور اشارہ کیا طرف
دہنی طرف کے پھر بائین طرف پھر شروع کیا آپنے دینا بالون کا لوگون کو اور اسی طرح پر منڈانا سنت ہے ص اور اب حلال ہوئین
اوسکے واسطے سب چیزین مگر عورتین ف اور امام مالک کے نزدیک خوشبو لگانا بھی درست نہین اور ہمارے نزدیک حلال ہے
دلیل امام مالک کی یہ ہے کہ روایت کی حاکم نے مستدرک مین عبد اللہ بن زبیر سے کہ کہا انھون نے سنت سے حج کی یہ بات ہے کہ جب رمی کر چکے جمرہ کی
حلال ہوگئین اوسکو سب چیزین سوا عورات اور خوشبو کے یہان تک کہ زیارت کرے خانہ کعبہ کی اور کہا حاکم نے صحیح ہے اوپر شرط بخاری
و مسلم کے اور قول صحابی کا سنت سے ہے حکم رفع مین ہے اور عمر سے ہے کہ کہا انھون نے اذا رمیتم الجمرۃ فقد حل لکم ما حرم
الا النساء والطیب یعنی جب رمی کر چکے تم جمرہ کی تو حلال ہوئین تمھارے واسطے جو چیزین حرام ہوئین تھین سوا عورتون اور
خوشبو کے اور اسناد اوسکی منقطع ہے ذکر کیا اوسکو شیخ تقی الدین نے امام مین اور ہماری دلیل یہ ہے کہ روایت کی نسائی اور ابن ماجہ نے
سفیان سے انھون نے سلمہ بن کہیل سے انھون نے حسن سے انھون نے ابن عباس سے کہ کہا انھون نے جب رمی جمرہ کی کر چکے تم تو حلال ہوئین تمھارے لیے سب
چیزین مگر عورتین تو کہا ایک شخص نے کہ خوشبو بھی حلال ہے سو فرمایا انھون نے کہ دیکھا مینے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہ تر کرتے تھے سر کو اپنے مشک سے
تو کیا مشک خوشبو ہے یا نہین اور روایت کی ابن ابی شیبہ نے حدثنا وکیع عن ہشام بن عروۃ عن عروۃ عن عائشۃ
عنہ علیہ السلام اذا رمی احدکم جمرۃ العقبۃ فقد حل لہ کل شیء الا النساء یعنی فرمایا حضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے کہ جب رمی کر چکا کوئی تم مین سے جمرہ عقبہ کی تو حلال ہوئین اوسکے واسطے سب چیزین مگر عورتین اور نہین ذکر کیا خوشبو کو اور
روایت کیا اوسکو ابو داود نے اور اسناد مین اوسکی حجاج بن ارطاۃ ہے اور وہ ضعیف ہے اور روایت کیا اوسکو دارقطنی نے اور اوس مین بھی
حجاج ہے اور کہا انھون نے کہ نہین روایت کیا اوسکو مگر حجاج بن ارطاۃ نے کہتا ہون مین کہ ایک دلیل قوی ہے اس باب مین وہ یہ ہے کہ روایت
کی بخاری و مسلم نے حضرت عائشہ سے کہ کہا انھون نے خوشبو لگائی مینے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت احرام کے جب احرام باندھا
اور وقت قربانی کے قبل طواف خانہ کعبہ کے اور اوس مین مشک تھی ص پھر طواف کرے زیارت کا کسی دن مین ایام نحر کے سات بار
بغیر رمل اور سعی کے اگر پیشتر رمل و سعی کر چکا ہو ورنہ رمل و سعی بھی کرے اور اول وقت اوسکا بعد طلوع فجر کے ہے دن نحر کے اور وہی
پہلا دن کا افضل ہے اور حلال ہوئین اوسکے واسطے عورتین تو اگر تاخیر کی طواف کی ایام نحر سے مکروہ ہے اور واجب ہوگی قربانی
پھر آئے منی مین اور وہین رہے سو دن نحر کا ہو تو بعد زوال آفتاب کے رمی کرے تینون جمرون کی شروع کرے اوس جمرہ سے جو نزدیک
مسجد خیف کے ہے پھر جو اوس سے نزدیک ہے پھر جمرۃ العقبہ پر سات سات بار اور تکبیر کہے ساتھ ہر کنکری کے اور وقوف کرے بعد پہلی
رمی کے اور دوسری رمی کے نہ بعد تیسری کے اور نہ بعد رمی کے دن نحر کے اور دعا مانگے پھر دوسرے دن ایسا ہی کرے
پھر [illegible]

قبل فجر ہونے چوتھے دن کے نہ بعد طلوع فجر کے اور اگر ٹھہرا طلوع فجر تک تو واجب ہو گیا اوسپر رمی کرنا ف اسواسطے کہ ثابت
ہی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ جب حلق کیا انھوں نے رجوع کیا طرف مکے کے اور طواف کیا خانہ کعبہ کا سات پھیرے پھر لوٹ آئے منی میں
اور نماز پڑھی ظہر کی منی میں تخریج کیا اوسکا مسلم نے ابن عمر سے کہا نافع نے اور تھے ابن عمر لوٹتے دن نحر کے پھر رجوع کرتے تھے طرف
منی کے اور پڑھتے تھے ظہر اوس جگہہ اور ذکر کرتے تھے کہ ایسا ہی کیا ہی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اور حدیث جابر میں ہی جو صحیح مسلم
میں موجود ہی خلاف اسکے کہ سوار ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آئے خانہ کعبہ میں اور نماز پڑھی ظہر کی مکے میں
اور نہیں شک ہی اس بات میں کہ کوئی ایک ان میں سے وہم ہی اور ثابت ہی حضرت عائشہ سے مثل حدیث جابر کے اور اسنادین
اوسکی ابن اسحق حجت ہی صحیح مذہب پر اور اسیواسطے کہا منذری نے مختصر میں یہ حدیث حسن ہی کہا شیخ ابن الہمام نے جب جامع
ہوئیں حدیثین اور ضرور ہی پڑھنا نماز ظہر کا کسی جا میں تو مسجد حرام میں بہتر ہی بوجہ کثرت ثواب کے اوس جا میں اور باقی سب امور حدیث
جابر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہیں ص اور جائز ہی رمی کرنا سوار ہو کے اور رمی جمرہ اولی کی جو مسجد خیف کے پاس ہی
اور جمرۃ الوسطی کی جو اوسکے بعد ہی بغیر سواری کے کرنا افضل ہی اور جمرہ عقبہ کی سوار ہو کے افضل ہی ف اور مروی ہی
حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے نقل ہی کہ ابراہیم جراح نے کہا کہ داخل ہوا میں ابو یوسف کے پاس اس بیماری میں کہ
انتقال کیا انھوں نے اوس میں تو کھولیں انھوں نے آنکھیں اپنی اور کہا مجھسے کہ رمی کرنا سوار ہو کے افضل ہی یا پیدل کرنا افضل ہی سو کہا
مینے پیدل کہا خطا کی تونے سو کہا مینے سوار ہو کے کہا خطا کی تونے اور کہا کہ جو رمی کہ اوسکے بعد ٹھہرنا اور تسبیح اور تہلیل اور دعا
لازم ہی وہ پیدل افضل ہی اور جو ایسی نہیں اوسمیں سوار ہو کے افضل ہی اور بیان کی وجہ اسکی تو میں چلا اونکے پاس سے یہاں تک
کہ نہ پہونچا تھا گھر کے دروازے تک کہ خبر اونکے انتقال کی سنی سو تعجب کیا مینے اونکے حفظ و یاد سے اموت کے وقت بھی اس طرح مسائل کا
حفظ جو ص اور اگر اسباب اپنا مکے میں بھیجدیا اور اقامت کی منی میں واسطے رمی کے مکروہ ہی ف اسواسطے کہ روایت کی
ابن ابی شیبہ نے عمر سے مَنْ قَدَّمَ ثِقْلَهُ قَبْلَ النَّفْرِ فَلَا حَجَّ لَهُ یعنی جو شخص بھیجدے اسباب اپنے کو قبل کوچ کے سو نہیں ہی
حج اوسکا اور عمارہ سے کہا انھوں نے کہ فرمایا حضرت عمر نے مَنْ قَدَّمَ ثِقْلَهُ مِنْ مِنًى لَيْلَةَ النَّفْرِ فَلَا حَجَّ لَهُ اور منی میں جب رہے
تو چاہیے کہ رات کو بھی اوسی جا رہے اور مکروہ ہی کہ رات کو رمی کی جگہہ پر رہے اسواسطے کہ مصنف ابن ابی شیبہ میں ہی عن عمر
أَنَّهُ كَانَ يَنْهَى أَنْ يَبِيتَ أَحَدٌ مِنْ وَرَاءِ الْعَقَبَةِ وَكَانَ يَأْمُرُهُمْ أَنْ يَدْخُلُوا مِنًى وَأَخْرَجَ أَيْضًا
عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ نَحْوَهُ وَأَخْرَجَ أَيْضًا عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّهُ كَرِهَ أَنْ يَنَامَ أَحَدٌ أَيَّامَ مِنًى بِمَكَّةَ اور معنی اسکے
یہ ہیں کہ مکروہ ہی ایام منی میں سوا منی کے اور جگہہ رات کو رہنا اور امام شافعی کے نزدیک واجب ہی ص اور جب کوچ کرے مکے کو
اوترے محصب میں ف اسواسطے کہ اوترے تھے اوسمیں سوار ہمارے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مروی ہی وہ صحاح ستہ میں
ص پھر طواف کیے طواف صدر کا سات پھیرے بغیر رمل و سعی کے اور یہ طواف واجب ہی مگر اہل مکہ پر ف اسواسطے کہ روایت کی
کی ترمذی نے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص حج کرے خانہ کعبہ کا تو آخر کام اوسکا ساتھ خانہ کعبہ کے یہ طواف ہی
مگر حائضہ عورتیں انکو رخصت دی اونکو اوسکے ترک میں کہا ترمذی نے یہ حدیث حسن صحیح ہی اور صحیحین میں ہی ابن عباس سے کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم کیا اسکا اور اس سے وجوب اسکا ثابت ہوتا ہی اور جو لوگ مکے کے نہیں رہنے والے ہیں انپر طواف واجب نہیں

اسے پہلے کہ یہ طواف وداع یعنی رخصت کا ہی اور مکے کے لوگ کعبے سے رخصت نہیں ہوتے ہیں ص پھر پیوے پانی زمزم کا
ف روایت ہی حضرت عبداللہ بن عباس سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بہتر پانی دنیا میں پانی زمزم کا ہی کہ اوسمین کھانا ہی
سیر کرنے والا اور شفا ہی بیمار کی یعنی جو پانی زمزم کا جو کوئی شخص سیر ہونے کی نیت سے پی لیوے خدا اوسکو اپنی قدرت سے سیر کرتا ہی روایت
کیا اس حدیث کو طبرانی نے معجم کبیر میں اور راوی اوسکے ثقہ ہیں اور روایت کیا اوسکو ابن حبان نے بھی آخر حدیث تک اور روایت
کی بزار نے ساتھ اسناد صحیح کے ابوذر سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی زمزم کا کھانا ہی سیر کرنے والا اور شفا ہی
بیماری کی اور حضرت عبداللہ بن عباس سے مروی ہی کہ ہم نام رکھتے تھے زمزم کا شباعہ یعنی سیر کرنے والا اور ہم پاتے تھے اوسکو اچھی مدد
عیال و اطفال پر یعنی وہ اگر بھوکے ہوتے تھے تو اوسکے پانی سے سیر ہو جاتے تھے روایت کیا اوسکو طبرانی نے کبیر میں اور سند اوسکی
صحیح ہی اور حضرت عبداللہ بن عباس سے مروی ہی کہ کہا مَاءُ زَمْزَمَ لِمَا شُرِبَ لَهُ إِنْ شَرِبْتَهُ لِتَشْتَفِيَ شَفَاكَ اللّٰهُ وَإِنْ
شَرِبْتَهُ لِشِبَعِكَ أَشْبَعَكَ اللّٰهُ وَإِنْ شَرِبْتَهُ لِقَطْعِ ظَمَئِكَ قَطَعَهُ اللّٰهُ وَهِيَ هَزْمَةُ جِبْرَئِيْلَ وَ
سُقْيَا اللّٰهِ إِسْمٰعِيْلَ یعنی پانی زمزم کا جس واسطے پیا جاتا ہی اوسی کے واسطے ہوتا ہی اگر پیے تو اوسکو شفا کے لیے شفا دیگا تجھکو
اللہ تعالی اور اگر سیر ہونے کے واسطے پیے سیر کریگا تجھکو اللہ اور اگر پیاس موقوف ہونے کے لیے پیے تو موقوف کر دیگا پیاس کو تیری اللہ تعالی
اور وہ پاؤں مارنا حضرت جبرئیل کا ہی اور پانی پلانا اللہ کا حضرت اسمعیل کو روایت کیا اوسکو دارقطنی نے اور سکوت کیا اوس سے
باوجود کہ شیخ اونکا اوسمین عمر بن حسین شنانی ہی طعن کیا او ذہبی نے بسبب سکوت کرنے اونکے کے اوس حدیث پر اور
اس بات کے کہ ضعیف کیا اوسکو دارقطنی نے اور مروی ہی اونسے کہ کاذب کہا انھوں نے اوسکو اور اوسکے واسطے اور طعن ہیں اور
کہا کہ یہ حدیث اس اسناد سے باطل ہی نہیں روایت کیا اوسکو ابن عیینہ نے بلکہ معروف حدیث جابر کی ہی روایت [illegible]
اور روایت کیا اوسکو حاکم نے مستدرک میں اور زیادہ کیا وَإِنْ شَرِبْتَهُ مُسْتَعِيْذًا أَعَاذَكَ اللّٰهُ یعنی اگر پیئیگا تو اوسکو
در انحالیکہ پناہ مانگنے والا ہی پناہ دیگا اللہ تجھکو اور تھے حضرت عبداللہ بن عباس جب پیتے پانی زمزم کا فرماتے اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْئَلُكَ
عِلْمًا نَافِعًا وَّرِزْقًا وَاسِعًا وَّشِفَاءً مِّنْ كُلِّ دَاءٍ اور اس حدیث کی صحت میں کلام ہی بیان کیا اوسکو ابن الہمام نے اور
طول کیا اس حدیث کی جرح اور تعدیل میں اور حق یہ ہی کہ یہ حدیث ثابت ہی بہت طریقوں سے اور پیا حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم نے پانی ڈول کا اور آپ نے اوسمیں سے ایک ڈول نکال کے کچھ پانی پی لیا اور باقی کو اوسمین ڈال دیا روایت کیا اوسکو واقدی نے تاریخ میں
اور ابن سعد نے طبقات میں اور بعض تاریخوں میں ہی کہ آپ نے اوسمیں تھوک دیا تھا اس سبب سے اوسکو یہ عزت اور شرف حاصل ہوا
روایت کیا اوسکو امام احمد اور طبرانی نے ابن عباس سے ص پھر بوسہ دیوے چوکھٹ کو اور رکھے سینہ اپنا اور رخسارہ اپنا ملتزم پر اور ملتزم
درمیان حجر اسود اور دروازہ کعبہ کے ہی اور پردہ کعبے کا ہاتھ میں پکڑ کر رہتا ہوا اور مانگے نہایت عجز و زاری سے اللہ سے حسرت کرتا ہوا او
کعبے کی مفارقت اور جدائی پر اور الٹے پاؤں لوٹے یعنی پشت اوس طرف کرکے نہ لوٹے ف روایت کی ابو داود نے عمرو بن شعیب سے
کہ [illegible] طواف کیا میں نے ساتھ عبداللہ کے تو جب آئے ہم پیچھے کعبے کے کہا میں نے کیا نہیں پناہ مانگتے ہو کہا کہ پناہ مانگتا ہوں اللہ
[illegible] سے پھر چلے یہاں تک کہ چھوا حجر اسود کو اور کھڑے ہوئے درمیان رکن اور باب کے سو رکھا سینہ اپنا اور منہ اور دونوں ہاتھ
[illegible] پھر کہا ایسا ہی دیکھا تھا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اور روایت کیا اوسکو ابن ماجہ نے

اور کہا منذری نے کہ شیخین اور محمد نے طواف کیا ساتھ عبد اللہ کے اور وہ ضعیف ہے ساتھ مثنی بن الصباح کے اور والد سے مراد
اس جگہ عبد اللہ بن عمرو بن العاص ہین تصریح کی انکا نام کی عبد الرزاق نے اپنی روایت مین ساتھ سند صحیح کے اور ملتزم کو اسواسطے مقرر کیا
کہ وہ میان رکن اور دروازہ کے ملتزم ہے روایت کی بیہقی نے شعب الایمان مین ابن عباس سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
مَا بَيْنَ الرُّكْنِ وَالْبَابِ مُلْتَزَمٌ یعنی جو میان رکن اور باب کے ملتزم ہے اور روایت کیا اوسکو بیہقی نے کامل مین ابن عباس سے
مرفوعا اور موقوف کیا اوسکا عبد الرزاق نے کہا انھون نے حَدَّثَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ عَبْدِ الْكَرِيمِ بْنِ الْجَزَرِيِّ عَنْ
مُجَاهِدٍ قَالَ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ مَا بَيْنَ الخ اور ایسا ہی ہے حطیم مین اور ملتزم اون مکانون مین سے ہے جہان دعا قبول ہوتی
ہے مروی ہے ابن عباس سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم اللہ کی نہین دعا کی بندے اوس جگہ کبھی مگر قبول کیا اوسکو اللہ نے اور
حسن بصری کے رسالے مین ہے کہ دعا وہان پندرہ جگہ پر قبول ہوتی ہے وقت طواف کے اور نزدیک ملتزم کے اور نیچے میزاب کے اور خانہ کعبہ
اندر اور نزدیک زمزم کے اور پیچھے مقام ابراہیم کے اور صفا اور مروہ پر اور سعی کے وقت اور عرفات مین اور مزدلفہ مین اور منی مین
اور وقت جمرات کے اور ذکر کیا بعضون نے کہ وقت دیکھنے خانہ کعبہ کے اور حطیم مین اور مستحب ہے کہ جاوے اندر خانہ کعبہ کے اور بیان ہو چکا
اور ان سب چیزون کا **ص** اور ساقط ہوگا طواف قدوم اوس شخص سے جسنے وقوف کیا عرفہ مین قبل جانے مکہ کے اور اوسکے
ترک کرنے سے کچھ اوسپر واجب نہین اسواسطے کہ یہ طواف سنت ہے اور سنت کے ترک سے کچھ واجب نہین ہوتا اور جسنے وقوف کیا عرفات
مین ایک ساعت بھی بعد زوال آفتاب نوین تاریخ کو دسوین تاریخ کے طلوع آفتاب تک تو پایا اوسنے حج کو **ف** تو اول وقت وقوف کا
عرفات مین بعد زوال کے ہے اور یہ گذرا حدیث جابر مین اور روایت کی دارقطنی نے کہ جو شخص وقوف کیے عرفات مین رات کو
تو اوسنے پالیا حج کو اور جسکو فوت ہوا وقوف عرفات کا تو فوت ہوا اوسکا حج تو حلال ہو جاوے وہ عمرے سے اور لازم ہے اوسپر
حج اگلے سال اور اسناد مین اوسکی رحمۃ بن مصعب ہے کہا دارقطنی نے اور نہین لایا اوسکو کوئی سوا اوسکے اور روایت کی کچھ اوسمین
سے اصحاب سنن اربعہ نے **ص** اور جو شخص عرفات سے گذر گیا اور وہ سوتا تھا یا بیہوش تھا اور اہلال کیا اوس سے اوسکے رفیق نے
یا معلوم نہوا اوسکو کہ یہ عرفہ ہے صحیح ہوا حج اوسکا اور جسنے نہین وقوف کیا عرفات کا فوت ہوا حج اوسکا سو طواف کرے اور سعی کرے
اور حلال ہو جاوے اور قضا کرے حج کی اگلے سال یہ اوس شخص مین ہے کہ احرام باندھ چکا ہو حج کا اور عورت بھی سب کامون مین شامل مرد
کے ہے لیکن وہ کھولے سر نہ **ف** اور دلیل اسکی بیان کر چکے **ص** بلکہ کھولے مونہہ اپنا اور اگر مونہہ پر کوئی کپڑا ڈال لیجئے
اور مونہہ سے جدا رہے تو درست ہے اور لبیک بھی جہر سے نکہے اور نہ سعی کرے درمیان دو میلون کے اور نہ حلق کرے بلکہ قصر کرے
اور پہنے جو کپڑے کہ چاہے اور قریب ہو حجر اسود کے اژدحام مین **ف** اور مونہہ پر کپڑا ڈال لینا اور مونہہ سے جدا رکھنا عورت
کے لیے حضرت عائشہ سے مروی ہے روایت کیا اسکو ابو داؤد اور ابن ماجہ نے **ص** اور اگر عورت حائضہ ہو تو سب کام
حج کے کرے سوا طواف کے **ف** اسواسطے کہ طواف مسجد مین ہوتا ہے اور حائضہ کو مسجد مین جانا درست نہین جیسا
کہ کتاب الطہارۃ مین گذرا **ص** اور اگر کسی عورت کو بعد وقوف عرفات کے اور طواف الزیارۃ کے حیض ہو تو ساقط ہوگا
اوس سے طواف رخصت کا یعنی طواف صدر اور احرام جیسا لبیک کہنے سے ہوتا ہے اسی طرح بدنہ بھیجنے سے بھی احرام
ہو جاتا ہے تو جو شخص تقلید کی بدنہ کی **ف** یعنی اوسکے گلے مین علامت کے لیے نعل یا ٹکڑا نعل کا یا اور کچھ ڈالا مانند

یا اور بھی کسی درخت کی باندھ دیوے تا کہ معلوم ہو کہ یہہ ہدی ہے یا بعض کہتے ہیں جانی ہے اور اسکو تقلید بدنہ کہتے ہیں **ص** نفل کے طور پر یا نذر کی تھی یا بدلہ تھا اسکا کہ احرام میں یا مانند اسکے شل قربانی ہے کہ بسبب جنایت کے یا پچھلے سال میں وہ حج واقع ہوئی تھی **ف** یعنی یہہ قربانی یا بدلہ ہے شکار کا کہ اوسنے احرام میں کیا تھا کیونکہ احرام میں شکار کرنا حرام ہے اور اگر کرے تو بدلا اوسکے دوسرا جانور قربانی کرے اور جنایات کا بیان آگے آویگا **ص** اور وہ ارادہ کرتا ہے حج کا یا قربانی نے بھیجے اسواسطے کہ وہ تمتع کا ارادہ رکھتا ہے اور متوجہ ہوا ساتھہ اوس قربانی کے مکے شریف کا سو وہ محرم یعنی احرام سے ہوگیا جیسا لبیک کہنے سے محرم ہوجاتا ہے **ف** اسواسطے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مَنْ قَلَّدَ بَدَنَةً فَقَدْ اَحْرَمَ یعنی جسنے تقلید کی بدنہ کی سو وہ محرم ہوگیا اور یہہ حدیث جو مشہور ہے اور مرفوع نہیں پائی گئی ہان روایت کیا اسکو ابن ابی شیبہ نے مصنف میں ابن عباس اور ابن عمر سے اونکا قول اور نکالا سعید بن جبیر سے کہ دیکھا انھون نے ایک شخص کو کہ تقلید کی تھی اوسنے بدنہ کی سو کہا انھون نے کہ اس شخص نے احرام باندھا اور وارد ہوا مثل اوسکے حدیث مرفوع میں نکالا اوسکو عبدالرزاق نے اور روایت کی بزار نے مسند میں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس مضمون کو اور طبرانی نے قیس بن سعد سے انھون نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے **ص** اور اگر اشعار کیا یعنی ایک طرف اونٹ کی کوہان میں بائین طرف چیر دیا تا معلوم ہو کہ یہہ ہدی ہے یا اوسکی پیٹھہ پر جھول کو ڈالا یا تقلید کی بکری کی تو محرم نہوگا **ف** اور اشعار کرنا ہمارے نزدیک مکروہ ہے اور صاحبین اور امام شافعی کے نزدیک اچھا ہے اور اشعار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے وارد ہے اور کچھہ مضایقہ نہیں اوسمین اور جھول ڈالنے سے سو اسواسطے محرم نہین ہوتا کہ وہ واسطے حفاظت کرنے مکھیون وغیرہ سے ہوتی ہے تو حج کے افعال میں سے اوسکا شمار نہیں **ص** اور اگر بدنہ بھیجا تو محرم نہوگا جب تک کہ خود اوس سے مل نجاوے اور اگر ساتھہ ہوا بدنہ کے بلکہ فقط اوسکو بھیجا تو محرم نہوگا اور جب ملجاویگا محرم ہوجاویگا **ف** کہا حضرت عایشہ رضی اللہ عنہا نے کہ کرتی تھی میں واسطے بدنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلادہ اور بھیج دیتے تھے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اونکو اور حلال رہتی تھی اور یہہ مروی ہے بہت حدیثون صحیح میں روایت کیا اوسکو بخاری نے **ص** اور بدنہ اونٹ اور بیل اور گاے کو کہتے ہیں **ف** اور امام شافعی کے نزدیک بدنہ فقط اونٹ کو کہتے ہیں تو ہمارے نزدیک اونٹ اور بیل ہدی بھیجنا دونون درست ہیں اور شافعی کے نزدیک سوا اونٹ کے درست نہیں اور دلیلین اونکی فتح القدیر وغیرہ میں

باب قران اور تمتع کے بیان میں

قران افضل ہے حج مفرد اور تمتع سے **ف** جاننا چاہیے کہ حج مفرد کا بیان تو گذر چکا اور حج مفرد اوسکو کہتے ہیں کہ تنہا کرے حج کا اسطرح پر کہ اوس سال میں عمرہ نکرے یا بعد ایام حج یا قبل شوال کے کرے اور تمتع اوسکو کہتے ہیں کہ احرام باندھکر عمرہ کے افعال کو حج کے مہینون میں اور قبل طواف کے بعد فارغ ہونے کے عمرہ سے احرام کھول کے یا بغیر احرام کھولے حج بھی اوسکے ساتھہ ملاکر قربانی بھیجے تو اوسکو حج سے پہلے حلال ہونا نہین اور تمتع نام اسکا اسواسطے ہے کہ تمتع فایدہ اوٹھانا اسکا ہے اون چیزون میں جو احرام میں منع ہین درمیان احرام عمرہ اور حج کے بخلاف قران کرنے والے کے کیونکہ وہ اگر بعد عمرہ کے کوئی جنایت کریگا قربانی لازم آویگی **ص** اور قران اوسکو کہتے ہیں کہ لبیک کہنا ساتھہ حج اور عمرے کے ایک بار میں میقات سے **ف** اور قران افضل کہتے ہیں اور امام شافعی کہتے ہیں کہ پہلے تمتع افضل ہے [illegible] حضرت صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] اور حج اور عمرے کا ایک ساتھہ [illegible] حضرت صلی اللہ علیہ وسلم

حج مفرد اور قران اور تمتع سب مشروع ہیں اور احادیث صحیحہ میں ذکر کیا ان کو شیخ ابن الہمام نے **ص** اور کہے قران میں بعد نیت کے یعنی بعد اوس کے کہ کہے جو احرام باندھ کے پڑھتے ہیں اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اُرِیْدُ الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ فَيَسِّرْهُمَا لِیْ وَتَقَبَّلْهُمَا مِنِّیْ یعنی یا اللہ ارادہ کرتا ہوں حج اور عمرے کا سو آسان کر تو اون دونوں کو میرے واسطے اور قبول کر اونکو مجھسے اور طواف کیے واسطے عمرے کے سات پھیرے رمل کرے اول کے تین پھیروں میں اور سعی کرے اور سر نہ منڈاوے پھر حج کرے جیسا کہ گذرا سو اگر اوسنے دو طواف کیے اور دو بار سعی کی مکروہ ہے یعنی چودہ پھیرے طواف کے کیے سات واسطے عمرے کے اور سات طواف قدوم حج کے لیے اسواسطے کہ طواف قدوم سنت حج میں ہے عمرے میں نہیں **ص** پھر سعی کرے دونوں کیواسطے **ف** اور ہمارے نزدیک یہ کہ وہ پہلے عمرہ کرکے پھر افعال حج کے شروع کرے اور دوبارہ حج کیواسطے بدستور سعی اور طواف کرے اور امام شافعی کے نزدیک ایک ہی طواف کرے اور ایک ہی بار سعی کرے کیونکہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے داخل ہوا عمرہ حج میں قیامت تک اور صحیحین میں ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ انھوں نے قران کیا اور ایک طواف کیا دونوں کیواسطے پھر کہا کہ ایسا ہی کیا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور ہماری دلیل یہ ہے کہ روایت کی نسائی نے ابراہیم بن محمد بن حنفیہ سے کہا انھوں نے طواف کیا میں نے ساتھ اپنے باپ کے اور جمع کیا تھا انھوں نے حج اور عمرے کو سو طواف کیا اون دونوں کے واسطے دو طواف اور دو بار سعی کی اور کہا کہ کیا حضرت علیؓ نے ایسا ہی اور حدیث بیان کی اونسے کہ کیا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا ہی اور کیا تھا بعض لوگوں نے ایسا ہی سو کہا اونکے واسطے حضرت عمرؓ نے هُدِيتَ لِسُنَّةِ نَبِيِّكَ ہدایت کیا گیا تو واسطے سنت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ایسا ہی ہے ہدایہ میں اور یہ حدیث نہیں ملی اور نسائی کی روایت میں حماد بن عبد الرحمن اگرچہ ضعیف کیا اوسکو ازدی نے لیکن درج کیا اوسکو ابن حبان نے ثقات میں تو حدیث اوسکی درجہ حسن سے کم نہیں اور روایت کی امام محمد نے آثار میں ثنا ابو حنیفة ثنا منصور بن المعتمر عن ابراهيم النخعي عن ابي نصر السلمي عن علي قال اذا اهللت بالحج والعمرة فطف لهما طوافين واسع لهما سعيين بالصفا والمروة قال منصور فلقيت مجاهدا وهو يفتي بطواف واحد لمن قرن فحدثته بهذا الحديث فقال لو كنت سمعته لم افت الا بطوافين واما بعد فلا افتي الا بهما یعنی کہا حضرت علیؓ نے جب اہلال کرے تو ساتھ حج اور عمرے دونوں کے تو دو بار طواف کر اور دو بار سعی صفا اور مروہ پر کہا منصور نے ملاقات کی میں نے مجاہد سے اور وہ فتوی دیتے تھے ساتھ ایک طواف کے جو قران کرے تو یہ حدیث بیان کی میں نے اونسے سو کہا اونھوں نے اگر میں سنتا یہ حدیث نہ فتوی دیتا مگر ساتھ دو طوافوں کے اور لیکن اب بعد اسکے سو نہ فتوی دونگا مگر ساتھ دو طوافوں کے اور نہیں ہے شبہہ اس سند کی صحت میں باوجود اس بات کے کہ مروی ہے حضرت علیؓ سے بہت طریقوں سے اور منجملہ اونکے ترک کیا اور اقتصار کیا اس صحیح طریقے پر اور روایت کیا اوسکو امام شافعی نے اور اوسکی اسناد میں ایک راوی مجہول ہے اور تاویل کی اوسکی امام شافعی نے اس طرح پر کہ طواف کرے خانہ کعبہ کا اور ساتھ صفا اور مروہ کے دو طواف کرے خانہ کعبہ کا طواف زیارت اور یہ صریح مخالف ہے کلام حضرت علیؓ کے اور وہ جو کہا ابن المنذر نے کہ اگر یہ قول ثابت ہے حضرت علیؓ سے تو قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تمسک کرنا ساتھ اوسکے اولی ہے اور وہ یہ ہے کہ فرمایا آپ نے جو شخص احرام باندھے ساتھ حج اور عمرے کے کافی ہے اوسکو اون دونوں سے ایک طواف اور ایک سعی جواب اوسکا یہ ہے کہ مانند قول حضرت علیؓ کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی مروی ہے تو معارض ہوئے دونوں قول تو یہ روایت یا اگلی ہی معارض ہے

طواف قارن کا بیان

پس تمسک ساتھ اسکے اولی ہے اور ثابت ہوئی یہ حدیث عمران بن حصین سے نکالا اوسکو دارقطنی نے محمد بن یحیی ازدی سے انھون نے عبد اللہ
بن داود سے انھون نے شعبہ سے انھون نے حمید بن مطرف سے انھون نے عمران بن حصین سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے طواف کیے دو طواف
اور سعی کی دو بار اور محمد بن یحیی کہا دارقطنی نے ثقہ ہے اور ذکر کیا اوسکو ابن حبان نے کتاب الثقات مین سوا اسکے کہ دارقطنی نے اس روایت
مین اوسکی طرف وہم کی نسبت کی ہے اور کہا کہ صواب یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قران کیا ساتھ حج اور عمرے کے اور نہین ذکر ہے
اوسمین سعی اور طواف کا اور حاصل یہ ہے کہ ذکر سعی اور طواف کا زیادت ہے اور زیادت ثقہ سے مقبول ہے علاوہ اسکے مروی ہے
یہ ابن مسعود سے اور حضرت علی سے کما ابن ابی شیبہ نے ثنا ہشیم عن منصور بن زاذان عن الحکم عن زیاد بن مالک ان
علیا وابن مسعود قالا فی القران یطوف طوافین ویسعی سعیین فہؤلاء اکابر الصحابۃ عمر
وعلی وابن مسعود وعمران بن حصین رضی اللہ عنہم فان عارض ما ذہبوا الیہ روایۃ ومذہبا
روایۃ غیرہم ومذہبہ کان فی ذلک وروایتہم مقدمۃ مع ما یساعد قولہم وروایتہم
استقر فی الشرع من ضم عبادۃ الی اخری انہ یفعل ارکان کل منہما ہذا اما قال الشیخ ابن الہمام
فی حاشیۃ الہدایۃ ص اور قربانی کرے قران مین بعد رمی کے دن نحر کے اور اگر عاجز ہو قربانی سے تین روزے رکھے کہ آخر
روزہ اونکا عرفے کے دن ہو یعنی ساتوین تاریخ سے روزہ رکھنا شروع کرے اور سات روزے بعد حج کے رکھے جہان چاہے یعنی بعد ایام
تشریق کے کہ ان دنون مین روزہ رکھنا حرام ہے ف اور قربانی یا بکری ہو یا گاے ہو یا اونٹ ہو یا ساتوان حصہ گاے یا اونٹ کا ہووے
اسواسطے کہ فرمایا اللہ تعالی نے فمن تمتع بالعمرۃ الی الحج فما استیسر من الہدی یعنی جو شخص تمتع کرے تو اوسپر لازم ہے ہدی
اور تمتع بھی مثل قران کے ہے اور روزے رکھنا بھی قران مین ثابت ہین فرمایا اللہ تعالی نے فمن لم یجد فصیام ثلثۃ ایام فی الحج وسبعۃ
اذا رجعتم تلک عشرۃ کاملۃ یعنی جو شخص نپاوے قربانی کو تو اوسپر لازم ہین تین روزے حج مین اور سات جب وہان سے لوٹے
یہ دس روزے ہوئے پورے ص تو اگر فوت ہوئے تین روزے مقرر ہوئی قربانی ف یعنی پھر قربانی کرنا ضرور ہے اور امام شافعی کے نزدیک
بعد حج کے یہ روزے رکھے اور قربانی واجب نہین اور امام مالک کے نزدیک ایمی دونون مین روزے رکھلے اور دلیل ہماری یہ ہے کہ جب عرفے
کے دن تک روزے نرکھے تو چار دن کا روزہ رکھنا تو حرام ہوا اور جب چار دن گذر گئے تو اب جو روزہ رکھیگا تو حج مین نہونگے اور اللہ تعالی
نے فرمایا فصیام ثلثۃ ایام فی الحج یعنی روزے تین دن کے حج مین چاہئین ص اور قارن اگر مکے مین نہ گیا بلکہ پہلے ہی سے
وقوف کیا عرفات مین باطل ہوا عمرہ اوسکا اور واجب ہوئی اوسپر قربانی عمرے کے ترک سے اور ساقط ہوئی قربانی قران کی اور
واجب ہوئی قضا عمرے کی ف یعنی عمرے کو ترک کیا اوسنے کیونکہ طواف نکیا اور کھول ڈالا احرام بغیر اوسکے تو واجب ہوئی
اوسپر قربانی اور قربانی قران کی واجب نہوئی کیونکہ قران اوس جگہ پایا نہین گیا ص اور تمتع بہتر ہے حج مفرد سے ف اسواسطے
کہ تمتع مین جمع ہے درمیان دو عبادتون کے مثل قران کے ص اور تمتع یہ ہے کہ احرام باندھے عمرے کے لیے میقات سے حج کے
مہینون مین اور طواف کرے اور سعی کرے اور حلق کرے یا قصر کرے اور موقوف کرے لبیک کو اول طواف مین عمرے کے پھر
احرام باندھے حج کا دن ترویہ کے اور قبل اوسکے افضل ہے اور حج کرے مفرد کے مانند جیسا کہ گذرا ف اور ایسا ہی کیا تھا
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور حلق اور قصر کرنا امام مالک کے نزدیک نہین ہے اور دلیل ہماری یہ ہے کہ روایت کی معاویہ نے

کہ قصد کیا تھا اسنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اور یہ عمرے میں تھا واللہ اعلم اور لبیک کو اول طواف میں موقوف کرے اسواسطے
کہ روایت کی ترمذی نے ابن عباس سے کہ تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم باز رہتے لبیک سے عمرے میں جب بوسہ دیتے تھے حجر اسود کو
اور کہا ترمذی نے کہ یہ حدیث صحیح ہے اور روایت کیا اوسکو ابوداود نے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لبیک عمرہ کہنے والا بوسہ لینے
حجر اسود تک اور یہ حدیث حجت ہے امام مالک پر کہ نزدیک اونکے لبیک کو وقت دیکھنے خانہ کعبہ کے موقوف کرے ص مگر فرق یہ ہے
کہ رمل کرے طواف زیارت میں اور سعی کرے بعد اوسکے اور اگر متمتع نے قبل جانے منی کے بعد احرام کے طواف کیا اور سعی کی تو طواف
زیارت میں رمل نکرے اور نہ سعی کرے بعد اوسکے اسواسطے کہ وہ ایک بار دونوں کو کر چکا اور اوسپر لازم ہے ذبح کرنا اور نہ کافی ہوگی
اوسے قربانی دن نحر کے اور اگر عاجز ہو اوس سے روزے رکھے مانند قارن کے اور یہ تین روزے رکھنا جائز ہیں بعد احرام کے نہ قبل احرام اور تاخیر
انکی مستحب ہے یعنی تین روزے جو رکھے جاتے ہیں حج میں جسکو قربانی میسر نہووے تو اوسکو بعد احرام کے حج کے مہینوں میں رکھنا اونکا
درست ہے افضل یہ ہے کہ تاخیر کرے اس طرح پر کہ تین روزے پے در پے رکھے اور اخیر روزہ عرفے کے دن پڑے اور اگر متمتع قربانی کو ہانکنا چاہے
اور یہ افضل ہے احرام باندھے اور اپنی ہدی کو چلاوے اور سوق یعنی پیچھے سے ہدی کو ہانکنا افضل ہے اوسکو آگے چل کے کھینچنے سے اور اوسکو
قود کہتے ہیں ف اسواسطے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے احرام باندھا ذوالحلیفہ میں اور ہدایا آپ کی ہانکی جاتی تھیں آگے اونکے
مگر جب سوق سے ہدی نہ چلے تو قود کرے ص اور تقلید کرے بدنہ کی اور یہ اولی ہے تجلیل سے ف تقلید کے معنی بیان کر چکے یعنی
اونٹ کے گلے میں جوتا توشہ دان وغیرہ ڈال دیوے اور تجلیل جھول ڈالنے کو کہتے ہیں اور یہ بھی جائز ہے لیکن تقلید افضل ہے تجلیل سے
اسواسطے کہ حدیث میں تقلید وارد ہے جیسا گذرا اور قرآن شریف میں ہے ولا الهدي ولا القلائد ص اور تجلیل سے محرم نہیں ہوتا
جب تک لبیک نکہے اور تقلید سے ہوجاتا ہے اور مکروہ ہے اشعار یعنی چیر دینا کوہان اونٹ کا بائیں طرف سے اور اگر کرے تو بائیں طرف
سے ہو واسطے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نیزہ مارا اوسکی بائیں طرف میں قصداً اور داہنی طرف میں اتفاقاً اور امام ابوحنیفہ
رحمۃ اللہ علیہ نے مکروہ رکھا اوسکو کیونکہ مشابہ ہے مثلہ کے ف اور مثلہ کے معنی تکلیف دینا اور منع کیا اس سے آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث عمران میں ہے کہ نہیں کھڑے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطبے میں مگر منع کیا ہمکو مثلہ سے اور مثلہ
حرام ہے مرتد میں جسکا قتل واجب ہے تو کیونکر ہوگا قربانی میں ص اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکو اسواسطے کیا تھا کہ
مشرکین تعرض کرتے تھے ہدایا سے مگر جب اشعار کرتے تھے تو باز رہتے تھے اوس سے اور بعضوں نے کہا ہے کہ مکروہ رکھا امام ابوحنیفہ نے
اشعار کو اپنے زمانے کے لوگوں کے واسطے کیونکہ وہ اوسمیں مبالغہ کرتے تھے یہاں تک کہ خوف ہوتا اوس سے سرایت زخم کا اور بعضوں نے
کہا ہے کہ اختیار کرنا اوسکا تقلید پر مکروہ ہے ف اور امام شافعی کے نزدیک سنت ہے اور صاحبین کے نزدیک مستحب ہے روایت ہے
جامع ترمذی میں کہ بیٹھے تھے ایک جگہ وکیع اور حدیث بیان کی انھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ اشعار کیا آپنے اور کہا کہ ابوحنیفہ
کہتے ہیں کہ اشعار مثلہ ہے تو کہا ایک شخص نے ابراہیم نخعی سے بھی یہی مروی ہے کہ اشعار مثلہ ہے تو نہایت غصے ہوئے وکیع رحمۃ اللہ علیہ کہا کہ میں
تجھسے حدیث بیان کرتا ہوں فعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اور تو بیان کرتا ہے اوسکے مقابلے میں قول ابراہیم کا اس لائق ہے کہ قید کیا جاوے تو پھر نہ نکلے
تیری جب تک کہ باز نہ آوے تو اس قول سے انتہی اور سبب ہونے غصے وکیع کا یہ تھا کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی شخص قول یا فعل بیان کرے تو اوسکے مقابلے
کوئی کسی دوسرے کا قول مخالف اوسکے بیان کرے تو لائق تنبیہ کے ہے اسواسطے کہ معارضہ کرتا ہے وہ قول غیر کو قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اور حضرت ابن عمر نے

جب یہ حدیث بیان کی کہ لَا تَمْنَعُوا اِمَاءَ اللّٰہِ مَسَاجِدَ اللّٰہِ یعنی منع کرو اللہ کی لونڈیوں کو یعنی عورتوں کو اللہ کی مسجدوں میں جانے سے تو اونکے بیٹے نے کہا کہ ہم منع کرینگے اور عبد اللہ اس بات سے غصے ہوئے اور بہت برا کہا اونکو اور ترک کیا کلام اونسے مرتے دم تک اور اشعار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہی روایت کی ترمذی نے ابن عباسؓ سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لٹکائیں دو جوتیاں اور اشعار کیا ہدی کا داہنی طرف کو ذوالحلیفہ میں اور زائل کیا اوس سے خون کو کہا ترمذی نے یہ حدیث حسن صحیح ہی اور روایت کیا اوسکو مسلم نے اور بخاری نے بھی اور نہیں ذکر کیا داہنی اور بائیں طرف کو اور ہمارے نزدیک بائیں طرف کرے اگر کرے۔ روایت ہی ابی حسان اعرج سے انہوں نے ابن عباسؓ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اشعار کیا جانب ایسر یعنی بائیں طرف میں پھر بہایا خون اوس سے اور تقلید کی اوسکی دو نعلوں سے روایت کیا اسکو ابن عبد البر نے اور کہا کہ یہ حدیث منکر ہی حدیث ابن عباسؓ سے بلکہ مشہور وہ ہی جو روایت کی اونسے مسلم نے اور بہت لوگوں نے داہنی طرف میں اور صحیح کیا ابن القطان نے کلام اوسکا لیکن روایت کی ابو یعلی نے ابن عباسؓ تک اور طریقے سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اشعار کیا بدنہ کا بائیں جانب میں پھر بہایا خون اوس سے انگلی سے اور موطا میں ہی کہ حضرت ابن عمرؓ جب ہدی بھیجتے تھے مدینے سے تقلید کرتے تھے اوسکی دو نعلوں سے اور اشعار کرتے تھے اوسکا بائیں طرف سے اور یہ معارض ہی اوسکے جو روایت کی مسلم نے حاصل یہ ہی کہ ان حدیثوں سے اشعار کرنا ثابت ہی تو عمل کرنا ان پر کچھ منافی مذہب امام ابو حنیفہ نہیں کیونکہ فرمایا آپنے مَا صَحَّ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَھُوَ مَذْھَبُنَا جو صحیح ہوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے وہی مذہب ہمارا ہی اور وجہ اسکی یہ تھی کہ حضرت امام ابو حنیفہ اور ائمہ کو نفسانیت نہ تھی فقط ظاہر کرنا حق کا منظور تھا تو اشعار میں صحیح یہ ہی کہ سنت ہی لیکن چونکہ اب لوگ اوسمیں نہایت مبالغہ کرنے لگے اور بخوبی کیفیت اشعار سے جسطرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا واقف نہیں اور تقلید بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہی تو حتی المقدور احتیاط تقلید میں ہی اشعار سے وَاللّٰہُ اَعْلَمُ ص اور عمرہ کرے اور نہ کھولے احرام عمرہ کا یہاں تک کہ احرام باندھے حج کا دن ترویہ کے اور قبل اوسکے افضل ہی اور احرام نہ کھولے عمرہ کا جب سوق کیا ہو ہدی کا اور اگر نہیں سوق کیا ہدی کا تو حلال ہو جاوے احرام عمرہ سے جسطرح گذرا ف اور اس باب میں حدیث وارد ہی ذکر کیا اوسکو صاحب ہدایہ نے ص اور حلق کرے دن نحر کے اور حلال ہو جاوے دونوں احرام سے ف یعنی ایک احرام حج کا اور ایک احرام عمرہ کا ص اور نہیں ہی مکے کا رہنے والا ہی وہ افراد کرے اور قران اور تمتع نکرے ف اسواسطے کہ فرمایا اللہ تعالی نے ذٰلِکَ لِمَنْ لَّمْ یَکُنْ اَھْلُہٗ حَاضِرِی الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ یہ اوسکے واسطے ہی کہ نہوں اہل اوسکے حاضر مسجد حرام میں اور امام شافعی کے نزدیک مکی بھی قران اور تمتع کرے اور جو شخص میقات کے اندر داخل ہی وہ مثل مکی کے ہی اور وہ بھی تمتع اور قران نکرے ص اور جسنے عمرہ کیا اور نہ سوق کیا ہدی کا اور لوٹ گیا اپنے گھر میں تو اوسکو اب احرام کھولنا صحیح ہی اور اللام وسکا کامل ہو گیا اور تمتع باطل ہو جاویگا اور جسنے سوق کیا ہدی کا تو لوٹنا اوسکو واسطے حج کے واجب ہوگا تو اب الامام اوسکا فاسد رہیگا اور جب لوٹ آیا اور احرام باندھا حج کا تمتع اوسکا صحیح رہیگا اور جسنے احرام باندھا قبل حج کے مہینوں کے اور طواف کیا اوسمیں کم چار پھیرے اور پھر جب حج کے مہینے آگئے اور تمام کرلیا اوس طواف کو اور حج کیا تو تمتع اوسکا درست ہوا اور اگر چار پھیرے کیے قبل حج کے مہینوں کے تو متمتع نہوگا اور ایک شخص کوفے کا رہنے والا ہی اور حلال ہو گیا عمرہ سے حج کے مہینوں میں اور سکونت کی اوسنے مکے میں یا بصرہ میں اور حج کیا تو وہ متمتع ہی اور اگر آیا واسطے عمرہ کے اور توڑ ڈالا اوسکو اور قصر کیا پھر مکے سے لوٹ آیا اور پھر عمرہ کی قضا کی حج کے مہینوں میں اور حج کیا اوسی سال میں تو متمتع نہوگا جب لوٹ آیا اپنے گھر میں اور پھر عمرہ کیا حج کے مہینوں میں اور اوسی سال حج کیا تو متمتع ہوگا اور جسنے عمرہ کیا حج کے مہینوں میں اور اوسی سال حج کیا تو جو ان دونوں میں سے فاسد ہو گیا اوسکو کرتا چلا جاوے اور ساقط ہوگا دم تمتع کا

باب جنایات کے بیان مین

اگر خوشبو لگائی محرم نے کسی عضو کو یا خضاب کیا اسکا ساتھ مہندی کے یا تیل ڈالا یعنی لگایا تیل کو کسی عضو مین اور تیل خالص ہو
زیتون کا یا تل کا تو واجب ہوگا دم نزدیک امام ابوحنیفہ کے اور صاحبین کے نزدیک صدقہ واجب ہی اور امام شافعی کے نزدیک اگر تیل کو بالون مین
استعمال کیا تو واجب ہوگا دم اور اگر استعمال کیا اوسکو اور جگہ مین تو اوسپر کچھ نہین اور اگر تیل خوشبودار ہی جیسے تیل بنفشہ کا تو واجب ہوگا دم
بالاتفاق بسبب خوشبو کے یا سیے ہوئے کپڑے کو پہنا یا چھپایا سر کو ایک دن تک یا مونڈا یا چوتھائی سر کو یا پچھنے لگانے کی جگہ کے بال مونڈے
یا ایک بغل کے بال یا دونون کے بال زیر ناف کے یا گردن کے دور کیے یا ناخون ہاتھون کے کاٹے یا پیرون کے ایک مجلس مین یا ایک ہاتھ یا ایک پیر
یا طواف قدوم کیا یا طواف صدر کیا اور وہ جنب تھا یا فرض طواف بے وضو کیا یا لوٹا عرفات سے قبل امام کے یا ترک کیا طواف زیارت مین ایک
پھیرا یا دو پھیرے یا تین پھیرے کیونکہ اگر تین پھیرے سے زیادہ ترک کیا تو محرم رہیگا یہان تک کہ طواف کرے یا ترک کیا طواف صدر کا یا چار پھیرے اوسکے ترک
کیے یا سعی کو ترک کیا یا وقوف مزدلفہ کو یا سب رمی کو یا ایک دن کی رمی کو یا پہلی رمی کو اور وہ رمی ہی جمرہ عقبہ کی دن نحر کے یا اکثر کو
اوسکے ترک کیا مثلاً چار کنکریان پھینکنا ترک کین اور باقی پھینکین یا حلق کیا زمین حل مین واسطے حج کے یا عمرہ کے اسواسطے کہ حلق چاہیے منی مین
اور وہ حرم مین داخل ہی اور جو عمرہ کرنے والا نکل گیا حرم سے قبل حلال ہونے کے اور پھر آیا حرم مین تو اوسپر کچھ نہین اور حج کرنے والے اگر ایسا کیا
تو اوسپر دم لازم آویگا یا بوسہ لیا یا چھوا شہوت سے انزال ہو یا نہو یا تاخیر کی حلق کی یا فرض طواف کی ایام نحر سے یا ایک فعل کو دوسرے پر مقدم
کیا مثلاً حلق کیا قبل رمی کے یا قربانی کی قران کرنے والے نے قبل رمی کے یا حلق قبل ذبح کے تو ان سب صورتون مین اوسپر دم لازم ہی اور قارن پر
دو دم لازم آوینگے اگر حلق کیا اوسنے قبل ذبح کے ایک دم تو حلق کا قبل اوسکے وقت کے اور ایک دم ذبح کی تاخیر کا حلق سے اور نزدیک صاحبین کے
ایک دم لازم آویگا **ف** اور اگر سردی یا مرض کی ضرورت سے محرم سر یا تمام بدن کو ڈھانپے یا سیے ہوئے کپڑے پہنے جب تک وہ ضرورت باقی
ہو ایک ہی قربانی لازم آتی ہی اگرچہ ایک قمیص کی ضرورت کے وقت دو قمیص بھی پہنے یا ٹوپی پہننے کی ضرورت کے ساتھ عمامہ بھی باندھے
اور اگر ایک عضو کے ڈھکنے کی ضرورت کے وقت دو عضو کو چھپایا جیسا کہ ڈھانکنے کی ضرورت تھی کرتا بھی پہنا یا فقط ایک وقت ضرورت
تھی بے ضرورت دوسرے وقت بھی سر ڈھانکا تو دو کفارہ لازم آویگا **ص** اور اگر خوشبو لگائی کم ایک عضو سے یا چھپایا سر اپنا یا سیا ہوا
کپڑا پہنا ایک دن سے کم مین یا مونڈا سر کم چوتھائی سر سے یا کترے ناخون کم پانچ سے یا پانچ متفرق یا طواف قدوم اور صدر کا بے وضو کیا
یا سات پھیرون مین سے طواف صدر کے تین پھیرے ترک کیے یا تین جمرون مین سے ایک کی رمی ترک کی یا مونڈا دوسرے شخص کا سر صدقہ دیوے نصف
صاع گیہون ہی اور اگر خوشبو لگائی یا سر مونڈا عذر سے ذبح کرے یا صدقہ دیوے تین صاع طعام چھ مسکینون پر یا تین روزے رکھے اور اگر اوسنے
وطی کی اگرچہ بھولے سے ہو قبل وقوف عرفات کے جو فرض ہی باطل ہو جاویگا حج اوسکا اور حج کرتا چلا جاوے اور ذبح کرے اور پھر قضا کرے حج کی
اور یہ لازم نہین کہ عورت کو چھوڑ دے حج کی قضا مین اور نزدیک امام مالک کے چھوڑ دے اوسکو جب نکلین دونون اور امام زفر کے نزدیک
احرام باندھین اور امام شافعی کے نزدیک جب اوس مقام کو پہونچے جہان جماع کیا تھا اوس سے چھوڑ دے اوسکو اور اگر وطی کی بعد وقوف کے
تو نہ فاسد ہوگا حج اوسکا اور واجب ہوگا بدنہ اور وطی مین بعد حلق کے ایک بکری لازم آتی ہی اور عمرہ مین اگر اوسنے چار پھیرے طواف کر لیے
اور بعد اوسکے جماع کیا تو فاسد نہوگا اور واجب ہوگا ذبح اور اگر قبل اسکے کیا عمرہ فاسد ہوگا تو کرتا چلا جاوے اور ذبح کرے اور پھر قضا کرے
تو اگر قتل کیا محرم نے صید کو یا بتایا اوسکے قاتل کو اول بار یا دوسری بار بھولے سے یا قصد سے تو اوسپر اوسکی جزا لازم ہی اگرچہ جانور درندہ ہو

یا انکس سکتا ہو آدمی کے ساتھ یا کیسے ہی ایسا کہ اوٹھ نہیں سکتا یا محرم ناچار ہی اوسکے کھانے کے لیے تو ان سب صورتون مین جزا
لازم آویگی ف جاننا چاہیے کہ شکار خشکی کا محرم پر حرام ہی اور دریا کا شکار حلال ہی فرمایا اللہ تعالی نے وَاُحِلَّ لَکُمْ صَیْدُ الْبَحْرِ یعنی حلال کیا
تمہارے واسطے شکار دریا کا اور خشکی کا جانور وہ ہی کہ خشکی مین پیدا ہوتا ہی اور اوسمین رہتا ہی اور دریا کا جانور وہ ہی کہ اوسمین پیدا ہوتا ہی
اور اوسی مین رہتا ہی اور نکال لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان مین سے کتے کاٹنے والے اور بھیڑیے اور چیل اور کوے اور سانپ اور بچھو
اور کوے سے مراد وہ ہی جو مردار کھاتا ہی اور جزا اوسکی اسواسطے لازم ہی کہ فرمایا اللہ تعالی نے وَلَا تَقْتُلُوا الصَّیْدَ وَاَنْتُمْ حُرُمٌ
وَمَنْ قَتَلَهٗ مِنْکُمْ مُتَعَمِّدًا فَجَزَآءٌ الخ آخر آیت تک اور نہ قتل کرو شکار کو اور تم احرام مین ہو اور جو قتل کرے اوسکو تم مین سے
قصداً تو اوس پر جزا ہی اور بتانا اور اشارہ کرنا بھی شکار کرنے مین داخل ہی بسبب حدیث قتادہ کے جاوے گی اور کہا عطاء نے کہ اجماع کیا
لوگون نے اس بات پر کہ بتانے والے پر بھی جو کرنے والے پر ہی اور دوسری دلیل یہ ہی کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اَلدَّالُّ عَلَی الْخَیْرِ
کَفَاعِلِهٖ دلالت کرنے والا بہتری پر مانند کرنے والے کے ہی تو دلالت کرنے والا بدی پر مانند کرنے والے کے ہی ص اور جزا اوسکی یہ ہی
جو قیمت مقرر کر دین اوسکی دو شخص عادل جس جگہہ پر وہ جانور قتل ہوا ہی یا اوسکے قریب یعنی قیمت اوس جانور کی اوسی حساب سے
لگائی جاویگی جہان وہ جانور قتل ہوا ہی اور اگر اوسکی اوس جا پر قیمت نہیں تو اوسکے قریب مکان مین قیمت اوسکی لگائی جاویگی
لیکن اگر درندہ جانور ہی تو جزا اوسکی ایک بکری سے زیادہ نہوگی پھر جائز ہی واسطے قاتل کے کہ اوس قیمت سے ہدی کو خرید کرے اور ذبح
کرے اوسکو مکے مین یا قیمت مین طعام لے اور مسکینون پر تصدق کرے ہر مسکین پر نصف صاع گیہون سے یا ایک صاع کھجور سے یا جو سے اور اس سے کم
نہ دیوے یا ہر مسکین کے طعام سے ایک ایک روزہ رکھے اور اگر فاضل ہو مسکین کے طعام سے صدقہ کرے اوسکا یا ایک روزہ رکھے اور یہ مذہب امام ابوحنیفہ اور ابویوسف کا ہی
اور امام محمد اور شافعی کے نزدیک اگر اوس جانور کے مثال دوسرا جانور پیدا ہو تو واجب ہی وہی جانور مثلاً ہرن مین اور ضبع مین بکری ہی اور خرگوش مین
بکری کا چھوٹا بچہ اور یربوع مین جفرہ یعنی چار مہینے کی بکری اور شتر مرغ مین بدنہ اور حمار وحشی مین گاے اور کبوتر مین بکری ف اور
دلائل انکے اور تمسکات ہر ایک کے شرح وقایہ اور ہدایہ مین مذکور ہین جسکا جی چاہے دیکھ لیوے اور کبوتر مین بکری لازم آتی ہی امام محمد اور شافعی کے
نزدیک حال انکا مشابہت صورت مین متحقق نہیں موطا مین امام مالک کی ہی کہ حضرت عمر نے فیصلہ کیا اوسطرح پر ضبع مین بکری کا اور ہرن مین بکری
ہی اور خرگوش مین عناق اور یربوع مین جفرہ اور روایت کی امام شافعی نے کہ حضرت عمر اور عثمان اور علی اور زید بن ثابت اور ابن عباس اور
معاویہ رضی اللہ عنہم ان سب نے کہا کہ شتر مرغ اگر قتل کرے اوسکو محرم تو ایک بدنہ ہی اونٹ سے اور اوسمین ضعف ہی اور انقطاع ہی اور
روایت کی بیہقی نے ابن عباس سے فِی حَمَامِ الْحَرَمِ شَاةٌ یعنی کہا ابن عباس نے کہ کبوتر مین حرم کے ایک بکری ہی وَفِی بَیْضَتَیْنِ
دِرْهَمٌ وَفِی النَّعَامَةِ جَزُوْرٌ وَفِی الْبَقَرَةِ بَقَرَةٌ وَفِی الْحِمَارِ بَقَرَةٌ یعنی دو انڈون مین ایک درہم ہی اور شتر مرغ مین قربانی ہی اور گاے
مین اور حمار وحشی مین گاے ہی اور فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ضبع صید ہی اور اوسمین ایک بکری ہی ایسا ہی ہی ہدایہ مین روایت کیا
اسکو ابن ماجہ نے جابر بن عبد اللہ سے پوچھا مینے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ضبع کو کہ وہ صید ہی فرمایا کہ ہان اور مقرر کیا اوسمین ایک بکرا
جب قتل کرے اوسکو محرم اور روایت کیا اوسکو حاکم نے جابر سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ضبع صید ہی تو جب ہو محرم اسکو تو
اوسمین ایک بکرا ہی اور کہا کہ صحیح ہی اور نہیں نکالا اوسکو بخاری و مسلم نے ص اور اگر کسی جانور کو زخمی کیا یا بال اوسکے اوکھاڑ لیے یا
کوئی عضو کاٹ ڈالا تو جو اوسمین نقصان ہوا ہی اوسقدر دینا پڑیگا اور اگر کسی طائر کے پر اوکھاڑ لیے یا اوسکے پانو کاٹ ڈالے

اور اوس سے بچہ مردہ نکلا تو اس صورت مین قیمت دینا پڑیگی اور پیڑ کاٹنے مین سارے جانور کی قیمت لازم آویگی اسواسطے کہ اوسکو بیکار کر دیا
اور انڈے توڑنے مین اوسکی قیمت دیوے اور اگر بچہ بھی مردہ اوس مین سے نکلے تو نیز بچے کی قیمت دیوے اور جو شخص احرام سے نہین ہے وہ بھی اگر حرم کے
جانور کو شکار کرے یا اوسکا دودھ لیوے یا وہانکی گھانس کاٹے اور درخت کو وہاں کے جو کسی کی ملک نہین ہے اور نہ آدمی اوسکو بوتے ہین تو قیمت اوسکی
لازم آویگی مگر جو گھانس خشک ہو گئی ہو یا درخت خشک ہو گیا ہو اور ان چار چیزون مین روزہ نہین ہے **ف** کہا عبدالرزاق نے
حدثنا سفيان الثوري عن عبد الكريم الجزري عن عكرمة عن ابن عباس قال في بيض النعام
يصيبه المحرم ثمنه وروى ابن ابي شيبة عنه قال في كل بيضتين درهم وفي كل بيضة نصف
درهم وروى ابن ابي شيبة عن ابن مسعود قال حدثنا ابن فضيل عن خصيف عن ابي عبيدة عن
عبد الله قال في بيض النعام قيمته وقال عبد الرزاق حدثنا ابو حنيفة عن حماد واخرج ابن ابي شيبة
مثله عن عمر منقطعا واخرج نحوه عن مجاهد والشعبي والنخعي وطاؤس وفيه حديث مرفوع
رواه عبد الرزاق والدارقطني وهو ضعيف هكذا قال الشيخ ابن الهمام في كتابه مالک کہ ہر انڈے
مین ایک درم ہے اور یہ کہا ابن مسعود اور عمر اور بہت تابعین نے **ص** اور نہ چراوے وہان کی گھانس اور نہ کاٹے مگر اذخر کو اور جسنے جون یا
ٹیڑی کو قتل کیا صدقہ دیوے جو چاہے اگرچہ کم ہو مثلا ایک کف طعام اور اگر کوے اور چیل اور سانپ اور چوہا اور کتا کاٹنے والا ان چیزونکو
قتل کیا تو کچھ نہین لازم ہے **ف** فرمایا حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانچ چیزین ہین کہ قتل کی جاوین حل اور حرم مین کوا
اور چیل اور بچھو اور سانپ اور کتا کاٹنے والا روایت کیا اسکو بخاری مسلم نے اور یہ وارد ہے بہت حدیثون مین اور ایک روایت مین
ابوداؤد کی ہے کہ جو درندہ حملہ کرنے والا ہو **ص** اور اسی طرح مچھر اور پسو اور چیچڑی اور کچھوا اور درندہ حملہ کرنے والا اگر قتل کرے انکو کچھ
نہین لازم آتا اور جائز ہے واسطے محرم کے ذبح کرنا بکری اور گاے اور اونٹ اور مرغی اور بط جو پلی ہوئی ہے اور محرم کو کھانا اوس جانور کا
جسکو حلال نے یعنی جو شخص محرم نہین اوسنے شکار کیا ہے اور ذبح کیا ہے درست ہے جب کہ محرم نے نہ بتایا ہو اوس جانور کو اور نہ حکم کیا ہو
اوسکے شکار کا **ف** اور اس باب مین حدیث وارد ہے **ص** اور جو شخص داخل ہووے حرم مین اور اوسکے پاس صید ہو تو اوسکو چھوڑدے
جب اوسکے ہاتھ مین ہووے اور جو کسیکے ہاتھ بیچ چکا ہو تو اوسکو پھیر لے جب وہ جانور خریدنے والے کے ہاتھ مین ہووے
اور اگر نہو تو اوسپر جزا لازم ہے اور اگر کسی محرم نے صید کو بیچا تو اوسکو پھیر لیوے اگر وہ جانور اوسکے ہاتھ مین یعنی خریدنے
والے کے موجود ہو اور اگر نہو تو جزا دے اوسکی برابر ہے کہ جسکے ہاتھ بیچا ہو وہ احرام سے ہو یا نہو اور جس شخص نے احرام باندھا اور اوسکے
گھر مین یا پنجرے مین جو اوسکے ساتھ ہے ایک صید ہے تو اوسپر چھوڑنا اوسکا لازم نہین بخلاف اوسکے جو حرم مین صید لیکے داخل ہوا تو اوسپر
چھوڑنا اوسکا واجب ہے اور جو کوئی شخص محرم نہ تھا اور اوسنے صید پکڑا پھر احرام باندھا اور اوسکے ہاتھ سے دوسرے نے لے کے اوسکو
چھوڑ دیا تو چھوڑنے والے پر اوسکی قیمت لازم آویگی اور اگر محرم نے کوئی صید پکڑا اور کسی نے اوسکے ہاتھ سے لے کے چھوڑ دیا تو اوسکو قیمت
لازم نہین اور جو کسی محرم نے دوسرے محرم کا شکار کہ اوسنے احرام مین اوسکو پکڑا تھا مار ڈالا تو دونون پر اوسکی جزا لازم ہے اور پکڑنے والا قاتل سے
اوسکی قیمت لے لیوے اور جس چیز سے مفرد حج کرنے والے پر ایک دم ہے تو قارن پر اوس چیز مین دو دم ہین ایک دم حج کا اور ایک دم عمرہ کا مگر جس صورت
مین قارن نے میقات سے تجاوز کیا بغیر احرام کے تو اوسپر ایک ہی دم لازم ہے کیونکہ جب میقات پر پہونچا تو ایک احرام اوسپر واجب ہے اور ایک واجب کی تاخیر سے

ایک ہی دم لازم ہی اور جو دو شخص ہون کہ دونون محرم ہین ایک صید کو قتل کیا تو ہر ایک پر کامل جزا لازم ہی اور اگر ایک صید کو حرم مین دو شخصون
نے کہ دونون حلال ہین اور احرام سے نہین ہین مارا تو اون دونون پر ایک جزا نصف نصف لازم ہی اور اگر بیچا محرم نے کسی صید کو یا خریدا اوسکو تو بیع باطل ہی
اور اگر ذبح کیا اوسکو تو کھانا اوسکا حرام ہی اور اگر اوسمین سے کچھ کھالیا اوسکو موافق اوسکے حصے کا کھایا قیمت دینی پڑیگی اور جو اوسکو ذبح کیا ہی کسی محرم نے اوسمین سے اور کھایا
اوسکو دوسرے محرم نے تو نہین لازم آویگی کھانے والے کو قیمت اوسکی لیکن اوسپر کھانا اوسکا حرام تھا اور اگر کسی نے ایک ہرنی کو حرم سے نکالدیا اور جنی اوس نے ایک بچہ
جنا اور بچہ بھی مر گیا اور ہرنی بھی مرگئی تو نکالنے والے پر دونون کی جزا لازم ہی اور اگر اوسکی جزا دے دی اور پھر بچہ ہوا اوسکا تو نہین لازم ہی اوسپر جزا بچے کی

باب میقات سے آگے جانے مین بغیر احرام کے

ایک آفاقی ہی کہ ارادہ رکھتا ہی حج کا یا عمرے کا اور تجاوز کیا اوسنے میقات سے بغیر احرام کے لازم آویگا اوسپر دم اور جو لوٹ آیا طرف
میقات کے اور احرام باندھا تو ساقط ہوجاویگا اوس سے دم بالاتفاق یا وہ احرام باندھ چکا تھا اور کوئی عمل حج کا بجا نہین لایا تھا اور آیا
طرف میقات کے اور لبیک کہی تو ساقط ہوگا اوس سے دم نزدیک ہمارے اور امام زفر کے نزدیک نہین ساقط ہوگا اور جو کوئی عمل حج کا کر لیا مثلاً
طواف شروع کر چکا تھا یا بوسہ لیا تھا حجر اسود کا پھر آیا طرف میقات کے لبیک کہتا ہوا تو نہین ساقط ہوگا اوس سے دم اجماعاً اور لبیک کی
قید اسواسطے ہی کہ اگر لوٹ آیا طرف میقات کے اور لبیک نہ پکارا تو امام صاحب کے نزدیک دم نہین ساقط ہوگا اور صاحبین کے نزدیک
ساقط ہوجاویگا اور اسی طرح مکے کا رہنے والا جو ارادہ رکھتا ہی حج کا اور متمتع جو فارغ ہوا عمرے سے اور نکل گئے دونون حرم سے اور احرام
باندھا انھون نے تو لازم آویگا دم اون دونون پر اسواسطے کہ میقات ان دونون کا حرم ہی اور اگر کوئی کوفے کا رہنے والا بستان مین
داخل ہوا کسی حاجت کیواسطے تو اوسکے لیے داخل ہونا مکے مین بغیر احرام کے جائز ہی اور میقات اوسکا بستان ہی مانند اوسکے جو بستان
مین رہتا ہی اور بستان بنی عامر کا ایک مقام ہی داخل میقات کے اور خارج ہی حرم سے تو اگر کسی شخص نے جو بستان کا رہنے والا ہی یا اوسمین داخل ہوا تھا
احرام باندھا انھون نے حل سے اور وقوف کیا عرفے مین تو کچھ حرج نہین اسواسطے کہ احرام باندھا انھون نے اپنی میقات سے اور جو شخص
داخل ہوا مکے مین بغیر احرام کے لازم ہی اوسپر حج یا عمرہ تو جب داخل ہوا مکے مین بغیر احرام کے پھر لوٹ آیا طرف میقات کے اوسی سال اور احرام باندھا
حج کا اور سبب جیسے نذر کی تھی اوسنے حج کی تو ساقط ہوا اوسپر جو واجب ہوا تھا اوسپر داخل ہونے مکے مین بلا احرام کے اور وہ حج تھا یا عمرہ
تو یہ حج کافی ہوجاویگا اوس سے اور اگر بعد اوس سال کے آیا طرف میقات کے تو یہ حج کافی نہوگا اور جسنے تجاوز کیا اپنی میقات سے
اور احرام باندھا عمرے کا اور فاسد کردیا اوسکو عمرہ کرتا چلا جاوے اور پھر قضا کرے اور نہین ہی دم اوسپر بسبب ترک کرنے احرام کے میقات
مین اور جو مکے کا رہنے والا ہی اور طواف کیا اوسنے واسطے عمرے کے اور ابھی ایک پھیرا کیا تھا کہ احرام باندھا حج کا ترک کرے حج کو
اور لازم ہی اوسپر دم اور حج اور عمرہ اور یہ مذہب امام ابو حنیفہ کا ہی اور صاحبین کے نزدیک ترک کرے عمرے کو اور اگر چار پھیرے کر لیے تو ترک
کرے حج کے احرام کو سب کے نزدیک تو اگر تمام کیا اون دونون کو یعنی عمرہ اور حج کو تو صحیح ہوا اور ذبح کرے قربانی اور جسنے احرام باندھا
حج کا اور حج کیا پھر احرام باندھا دن نحر کے دوسرے حج کا اگلے سال مین تو اگر حلق کیا واسطے اول حج کے قبل اس احرام کے لازم ہوگا
اوسکو دوسرا حج بغیر دم کے اور اگر نہ حلق کیا لازم ہوگا اوسکو دوسرا ساتھ دم کے تو اب برابر ہی کہ حلق کرے یا نکرے دم لازم آویگا
اور جس شخص نے عمرہ ادا کیا مگر حلق نہین کیا اور احرام باندھا دوسرے عمرے کا ذبح کرے ایک آفاقی نے احرام باندھا حج کا پھر عمرے کا لازم ہوئے
اوسپر دونون آدے عمرہ باطل ہوجاتا ہی ساتھ وقوف کے عرفات مین قبل افعال عمرہ کے اور اگر فقط توجہ کرے طرف عرفات کے تو باطل

نہین ہوتا تو اگر طواف کیا حج کا پھر احرام باندھا عمرے کا اور عمرہ اور حج دونون کرتا چلا گیا ذبح کرے اور مستحب ہی ترک کرنا عمرہ کا تو اگر
ترک کرے قضا کرے عمرے کی اور اوسپر دم لازم ہی اور جسنے حج کیا اور اہلال کیا عمرے کا دن نحر کے یا اون تین دنون مین جو دن
نحر کے متصل ہین یعنی ایام تشریق مین تو لازم آویگا اوسپر عمرہ اور ترک کرے اوسکو اور قضا کرے اور دم بھی اوسپر لازم ہی تو اگر عمرہ کو کرتا چلا گیا
صحیح ہوا اور لازم ہوا اوسپر دم اور جسکو فوت ہوا حج پھر احرام باندھا حج یا عمرہ کا تو وہ ترک کرے اونکو اسواسطے کہ جسکا حج فوت ہوا ہو لازم ہی اوسکو
کہ حلال ہو جاوے عمرے کے افعال کرکے اور قضا کرے اور ذبح کرے ف اور دلیل اسکی اصل شرح وقایہ اور ہدایہ مین مذکور ہی

باب احصار کے بیان مین

اگر محرم کو کسی دشمن نے روکا یا مرض کے سبب سے رک گیا تو جو شخص حج مفرد کرتا تھا وہ ایک دم بھیجے اور قارن دو دم اور مقرر کر دے ایک دن
ذبح کا اگرچہ قبل دن نحر کے ہووے یہ مذہب امام ابو حنیفہ کا ہی اور صاحبین کے نزدیک اگر عمرے سے رکا ہی تو اسی طرح کرے اور اگر حج سے
رک گیا ہی تو نہین جائز ہی ذبح مگر دن نحر کے ف اور ہمارے نزدیک روکا جانا یعنی احصار مرض کے سبب سے بھی ہوتا ہی اور امام شافعی کے نزدیک نہین
ہوتا احصار مگر دشمن کے سبب سے اور دلیل ہماری یہ ہی کہ روایت کی طحاوی نے شرح آثار مین ثنا فہد ثنا علی بن معبد بن شداد
العبدي صاحب محمد بن الحسن ثنا جرير بن عبد الحميد عن منصور عن ابراهيم عن علقمة
قال لدغ صاحب لنا وهو محرم بعمرة فذكرناه لابن مسعود فقال يبعث الهدي ويواعد
اصحابه موعدا فاذا نحر عنه حل وبه الى جرير عن الاعمش عن عمارة بن عمير عن عبد الرحمن
بن يزيد قال قال عبد الله ثم عليه عمرة بعد ذلك یعنی کہا علقمہ نے کہ کاٹا سانپ نے ایک شخص کو اور وہ محرم
تھا عمرے کا تو ذکر کیا ہمنے یہ ابن مسعود سے کہا انھون نے بھیج دے ہدی کو اور وعدہ کر دے اپنے لوگون سے تو جب قربانی کرین
وہ اوس سے حلال ہو جاوے اور پھر اوسپر لازم ہی عمرہ اور آیت بھی احصار کی مرض کے باب مین نازل ہوئی ہی ص اور حل مین اوسکا ذبح
کرنا جائز نہین اور جب ذبح ہو گئی قربانی اوسکی تو حلال ہو جاویگا قبل حلق اور قصر کے اور لازم ہی اوسپر اگر حلال ہوا حج سے تو اوسپر
حج اور عمرہ لازم ہی اور عمرے سے تو عمرہ لازم ہی اور قران سے ایک حج اور دو عمرے چاہیین ف اور مروی ہی اول عبد اللہ بن عباس رض
اور ابن مسعود سے ذکر کیا اسکو رازی نے اور دوسرا بیان کیا ہمنے اوسکو ابن مسعود رض اور قران مین دو عمرے اسواسطے ہین کہ ایک عمرہ تو حج کے فوت ہونے کا
ہوا اور ایک عمرہ اوس عمرے کی قضا ہی جو قران مین تھا ص اور جب احصار اوسکا مٹ جاوے اور ممکن ہو اوسکو ہدی اور حج کا پانا تو جا
اور اگر دونون ملنا ممکن نہین مثلاً حج ملنا ممکن ہو اور قربانی ملنا ممکن نہو یا قربانی ملنا ممکن ہو اور حج کا ملنا ممکن نہو تو جائز ہی اوسکے واسطے
کہ حلال ہو جاوے اور اوسی جگہہ یا چلا جاوے اور جو شخص وقوف اور طواف سے مکے مین دونون سے منع کیا گیا ہی تو احصار اوسکا ثابت ہی اور اگر ایک سے
ان دونون مین سے روکا گیا تو احصار اوسکا ثابت نہین اور جو شخص عاجز ہو حج سے اور حج کیا جاوے اوسکی طرف سے تو صحیح ہوگا اور اوسکا حج
ادا ہو جاویگا اگر عجز اوسکا موت تک باقی رہا اور نیت کی حج مین اوسکی طرف سے ف اسواسطے کہ کہا ایک عورت نے اے رسول اللہ تحقیق
فرض کیا اللہ نے حج بندون پر پایا مینے اپنے باپ کو ضعیف بوڑھا کہ نہین ٹھہر سکتا سواری پر کیا حج کرون مین اوس سے فرمایا
آپنے ہان روایت کی بخاری مسلم نے اور فرمایا آپنے ایک شخص کے واسطے حج عن ابيك واعتمر یعنی حج کر اپنے باپ سے اور عمرہ کر
روایت کیا اوسکو ابو داؤد نسائی ترمذی نے اور صحیح کیا اوسکو ورواہ ہی یہ سب حدیثون مین ص اور اگر کسیکو دشمنون نے حکم حج کا

دیا اپنی طرف سے اور خرچ دیا اون دونون نے اور حج کیا اوسنے دونون کی طرف سے تو وہ حج اوس کرنے والے کا ہوگا اور اوسے دونون کا مال دینا
پڑیگا اور نہین جائز ہی اوسکو کہ کرے اوس حج کو اون دونون مین سے ایک کی طرف اور اگر حج کیا ہی اپنے مان باپ سے تو درست ہی اوسکو کہ کرے
اوس حج کو باپ یا مان کیطرف سے اور جسینے ایک شخص کو حکم دیا حج کا اور اوسکو احصار ہوا تو دم احصار کا حکم کرنے والے پر ہی اور دم
قران اور جنایت کا حج کرنے والے پر ہی یعنی اگر کسینے حکم دیا کہ میری طرف سے قران کر تو دم قران کا حکم کرنے والے پر نہین حج کرنے والے پر ہی
اور اگر حج کرنے والے نے جماع کیا قبل وقوف عرفات کے تو باطل ہوا حج اوسکا سو دینا پڑیگا نفقہ اوس شخص کا جسنے حکم کیا تھا اوسکو حج کا
اور اگر بعد وقوف کے جماع کیا تو نہ لازم آویگا اوسکو پھیر دینا نفقے کا کیونکہ صحیح ہوگیا حج اوسکا اور اگر کسی شخص نے وصیت کی کہ میری طرف سے
حج کرا دینا اور لوگون نے بعد اوسکے ایک شخص کو واسطے حج کے مقرر کیا اور خرچ حج کا اوسکو دیدیا اور وہ راستے مین مرگیا تو جو خرچ دے کے
مال باقی رہا ہی اوسکے ثلث مین سے پھر حج کرایا جاویگا اور امام ابو یوسف کے نزدیک کل مال کے ثلث سے حج کرایا جاویگا اور نزدیک امام محمد کے
اگر اوس مال مین سے جو پہلے شخص کو واسطے حج کے دیا تھا کچھ باقی ہی حج کرایا جاویگا اور جو کچھ باقی نہین رہا باطل ہوگی وصیت اوسکی اور ہدی جانور
اونٹ کی ہی اور چار پایہ بکری ہو یا گاے اور ادنی درجہ ہدی کا بکری ہو ف اور ہدایہ مین ہی کہ یہ قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی لیکن پایا نہین گیا
روایت کی شافعی نے عطا سے کہ کہا انھون نے ادنی درجہ دم کا حج مین بکری ہی اور ایسا ہی کہا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے مروی ہی صحیح بخاری مین
اور نہین واجب ہی لیجانا اوسکا عرفات مین بھی ہی وہی قسم کا جانور جائز ہی جیسا دن نحر کے قربانی مین جائز ہوتا ہی اور جو اونمین
جائز نہین اسمین بھی جائز نہین ف مثلاً اونٹ اور گاے مین جو قربانی کے لیے ہو سات آدمیون کا شریک ہونا درست ہی تو اسمین
بھی درست ہی اور اسیطرح نہایت دبلی جو قربانی کی جگہہ تک نہ جاسکے یا اندھی یا لنگڑی یا کان کٹی ہوئی ہو ایسی ہدی درست نہین اور کر
اسکا خاتمے مین کچھ تھوڑا سا آویگا ص اور جائز ہی بکری ہر چیز مین مگر جب طواف زیارت جنابت کی حالت مین کر لیا یا وطی کی بعد
وقوف کے تو ان دونون صورتون مین بدنہ یعنی اونٹ یا گاے کی قربانی لازم ہوگی اور جو ہدی نفل ہو اوسمین سے کھالیوے اور تمتع اور قران کی
بھی ہدی سے کھاوے اور سوا اونکے اور کسی مین نکھاوے ف حدیث جابر مین ہی کہ کھایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نفل ہدی اور تمتع اور قران کی
ہدی سے اور سوا انکے مین مثلاً احصار کی ہدی یا جنایت کی ہدی مین سے نکھاوے اور منع کیا اوسکے کھانے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
مروی ہی صحیح مسلم اور ابن ماجہ مین ص اور تمتع اور قران کی ہدی دن نحر کے ذبح کرے اور باقی جس روز چاہے ذبح کرے اور ذبح کی جگہہ حرم ہی ف
فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سارا عرفہ موقف ہی اور سارا منی قربانی کی جگہہ ہی اور جتنے کوچے مکہ کے ہین سب قربانی کی جگہہ مین روایت
کیا اوسکو ابو داؤد اور ابن ماجہ نے حدیث جابر سے ص اور صدقہ دینا قربانی مین حرم کے فقیرون کو اور جسکو چاہے فقیرون مین سے درست ہی اور صدقے مین
دیوے اوسکی جھول اور نکیل اور نہ دیوے قصاب کی اجرت مین اوسکو اور نہ سوار ہووے ہدی پر مگر واسطے ضرورت کے اور نہ نکالے اوسکا دودھ
اور موقوف کرے دودھ کو اس طرح پر کہ پستان کو جہانسے سوپانی سے دھووے ف اور یہ جب ہی کہ قربانی اوسکی قریب ہووے
اور لیکن جب ذبح اوسکا قریب نہووے تو اوسکا دودھ نکال کے صدقہ دیوے تا کہ ہدی کو ضرر نہووے اور روایت کی جماعت نے
سوا ترمذی کے حضرت علی رضی سے کہ حکم کیا مجھکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تقسیم کرو قربانیون کی کھالون کو اور اونکی جھولون کو اور حکم کیا
مجھکو کہ نہ دون میں سے اجرت قصاب کا اور فرمایا کہ ہم اوسکو اپنے پاس سے دیوینگے اور ایک روایت مین ہی کہ صدقہ دو اوسکی کھالون اور
جھولون کا اور سوار ہونا وقت ضرورت کے اوسپر درست ہی صحیحین مین مروی ہی حضرت ابو ہریرہ رضی سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے

دیکھا ایک شخص کو کہ ہانکتا ہے بدنہ کو سو فرمایا آپ نے سوار ہو جا اوسپر سو کہا اوسنے کہ یہ بدنہ ہے فرمایا کہ سوار ہو اوسپر سو دیکھا مینے اوسکو کہ سوار تھا اوسپر ص اور جسنے ہانکا ہدی کو اور وہ ہلاک ہو جاوے تو اگر نفل ہے تو اوسپر دوسری ہدی لینا ضرور نہین اور اگر واجب تھا تو ہدی کی جگہہ پر دوسری مقرر کرے اور اگر اوسمین نہایت عیب ہو مثلا تہائی سے سے زیادہ اوسکی دم یا کان یا آنکھ جاتی رہی تو اوسکو بھی بدلے اور عیب والی ہدی مالک کی ہے جو چاہے اوسکو کرے اور اگر مرنے لگے ہدی راستے مین اور وہ نفل تھی تو نحر کرے اوسکو اور نعل کو جو اوسکے گلے مین ہے اوسکے خون مین رنگ لیوے اور اوسکے لیکے اوسکے کوہان پر مار دے تاکہ اوسمین سے فقیر کھاوے اور غنی نکھاوے ف اور ایسا ہی حکم کیا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ناجیہ سلمیٰ کو ص اور اگر وقوف کیا لوگون نے اور گواہی دی ایک قوم نے کہ یہ دن نحر کا تھا اور عرفے کا دن گذر گیا تو نہین قبول کی جاویگی شہادت اونکی اور اگر قبل وقت وقوف کے گواہی دی کہ آج کا دن ترویہ کا تھا اور کل عرفہ ہے تو قبول کی جاویگی شہادت اونکی اور اگر رمی کی جمرہ وسطی اور تیسرے جمرے کی اور نہ رمی کی جمرہ اولی کی تو اگر رمی کرلے پھر سب کی تو اچھا ہے اور اگر فقط جمرہ اولی کی رمی کی قضا کی تو جائز ہے اور اگر نذر کی کسی شخص نے کہ حج پیدل کریگا تو پیدل کرے طواف زیارت تک اور بعد طواف زیارت کے جائز ہے اوسکو سوار ہونا اور اگر ایک لونڈی کو خریدا اور وہ محرم تھی اپنے مالک کے اذن سے تو جائز ہے خریدنے والے کو احلال کرے اوسکو اس طرح پر کہ بال اوسکے کاٹ یا ناخون کترے پھر جماع کرے اوس سے اور یہ اولی ہے اس سے کہ احلال کرے اوسکو ساتھ جماع اور اگر جماع سے حلال کیا اوسکو تو درست ہے و خدا کا شکر ہے کہ کتاب الحج بھی تمام ہوئی خدائے تعالی اسکو اپنے فضل سے قبول فرماوے آمین یا رب العالمین

خاتمہ فوائد متفرقہ کے بیان مین

فائدہ پہلا او پر گذرا کہ عمرہ سنت ہے ہمارے نزدیک اور امام شافعی کے نزدیک فرض ہے اور بعضون کے نزدیک فرض ہے کفایہ دلیل امام شافعی کی یہ ہے کہ روایت کی حاکم نے مستدرک مین اور دارقطنی نے زید بن ثابت سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اَلْحَجُّ وَالْعُمْرَةُ فَرِيْضَتَانِ لَا يَضُرُّكَ بِاَيِّهِمَا بَدَأْتَ قَالَ الْحَاكِمُ اَلصَّحِيْحُ عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ لَا مِنْ قَوْلِهٖ یعنی حج اور عمرہ دونون فرض ہین تو نہین ضرر کرتا ہے تجھکو جس سے چاہے شروع کر کہا حاکم نے صحیح یہ ہے کہ یہ قول زید بن ثابت کا ہے نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا علاوہ اسکے مین کہتا ہون کہ اسنادمین اوسکی اسمعیل بن مسلم مکی ہے ضعیف کیا اوسکو محدثین نے کہا بخاری نے منکر الحدیث وقال حدثنا فنا حدیثہ یعنی پھینک دیتے ہین ہم حدیث اوسکی اور روایت کیا اس حدیث کو بیہقی نے ہشام بن حسان سے انہون نے محمد بن سیرین سے موقوفا اور یہی صحیح ہے اور نکالا دارقطنی نے عمر بن الخطاب سے اِنَّ رَجُلًا قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا الْاِسْلَامُ قَالَ اَنْ تَشْهَدَ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَاَنْ تُقِيْمَ الصَّلٰوةَ وَتُؤْتِيَ الزَّكٰوةَ وَاَنْ تَحُجَّ وَتَعْتَمِرَ یعنی پوچھا ایک شخص نے کہ اے رسول اللہ کیا ہے اسلام فرمایا یہ کہ گواہی دے تو کہ نہین ہے کوئی معبود سوا اللہ کے اور محمد رسول اللہ کے ہین اور قائم کرے تو نماز کو اور دیوے زکوۃ کو اور حج کرے اور عمرہ کرے تو کہا دارقطنی نے اسناد اوسکی صحیح ہے اور روایت کیا اوسکو حاکم نے کتاب المخرج علی صحیح مسلم مین کہا صاحب تنقیح نے یہ حدیث صحیحین مین ہے لیکن اومین ذکر عمرے کا نہین اور یہ زیادت شاذ ہے اور اس باب مین اور حدیثین ہین لیکن سب ضعیف ہین اور نکالا حاکم نے ابن عمر سے کہ نہین ہے کوئی شخص اللہ کی مخلوق سے مگر لازم ہے اوسپر حج اور عمرہ دونون واجب ہین جو شخص طاقت رکھے وہان جانیکی اور تعلیق کی اوسکی بخاری نے اور نکالا ابن عباس سے اَلْحَجُّ وَالْعُمْرَةُ فَرِيْضَتَانِ عَلَى النَّاسِ كُلِّهِمْ اِلَّا اَهْلَ مَكَّةَ فَاِنَّ عُمْرَتَهُمْ طَوَافُهُمْ فَلْيَخْرُجُوْا اِلَى التَّنْعِيْمِ ثُمَّ لِيَدْخُلُوْا الْحَدِيْثَ یعنی حج اور عمرہ دونون فرض ہین

آخر حدیث تک اور کہا حاکم نے کہ یہ صحیح ہی بشرط مسلم کے ہی اور دلیل ہماری یہ ہی جو روایت کی ترمذی نے حجاج بن ارطاة سے انھون نے محمد بن منکدر سے انھون نے جابر سے کہ پوچھے گئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عمرے سے کیا واجب ہی وہ فرمایا نہین مگر یہ عمرہ کرنا افضل ہی کہا ترمذی نے حدیث حسن صحیح ایسا ہی ہی ایک نسخے مین جامع ترمذی کے اور ایک نسخے مین ہی حدیث حسن اور وہ جو ذکر کیا بعضون نے کہ اسناد مین اسکی حجاج بن ارطاة ہی اور وہ ضعیف ہی تو جواب اسکا یہ ہی کہ نہین ہی کم حدیث اوسکی درجہ حسن سے اور متفرع ہوئین روایتین مدی اس بات پر کہ حسن کہا انھون نے اس حدیث کو اور روایت کیا اوسکو ابن جریج سے انھون نے محمد بن منکدر سے انھون نے جابر بن عبد اللہ سے اور روایت کیا اوسکو طبرانی نے معجم صغیر مین اور دارقطنی نے اور طرق لقے سے اور اسناد مین اسکی یحیی بن ایوب ہی او ضعیف کیا اوسکو اور روایت کی عبد الباقی بن قانع نے ابو ہریرہ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حج جہاد ہی اور عمرہ نفل ہی اور یہ بھی حجت ہی اور کہا ابن حزم نے کہ یہ مرسل ہی روایت کیا اسکو معاویہ بن اسحق نے ابا صالح حنفی سے انھون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اور حدیث اسکا یہ ہی کہ ابن قانع نے رفع کیا اوسکو ابوہریرہ سے حالانکہ حدیث مین سے ہی اور باقی اسناد مین سب اوسکی ثقہ ہین باوجود اس بات کے کہ مرسل ہمارے نزدیک حجت ہی اور ضعیف کرنا ابان کا صحیح نہین ہی کیونکہ توثیق کی اوسکی ابن معین نے اور روایت کیا اوسے جماعت شاگردون نے اور مروی ہی یہ حدیث عبد اللہ بن عباس سے اور اسناد مین اسکی مجاہیل ہین اور روایت کی ابن ماجہ نے طلحہ بن عبید اللہ سے کہ انھون نے سنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے تھے حج جہاد ہی اور عمرہ نفل ہی اور اسناد مین اوسکی عمرو بن قیس ہی کہا صاحب امام نے کلام کیا گیا ہی اوسمین اور بہر حال حدیث اوسکی درجہ حسن سے کم نہین اور روایت کی ابن ابی شیبہ نے حدیث ابو اسامہ سے انھون نے سعید بن ابی عروبہ سے انھون نے ابو معشر سے انھون نے ابراہیم نخعی سے کہا عبد اللہ بن مسعود نے کہ حج فرض ہی اور عمرہ نفل ہی اور کافی ہین عبد اللہ تقلید کے واسطے اور کلام اونکا حجت ہی

فائدہ دوسرا اضحیہ کے بیان مین

درست ہی چھ مہینے کا دنبہ قربانی کرنا اور اس سے کم کا درست نہین اور اونٹ پانچ برس سے کم کا درست نہین اور گائے دو برس یا زیادہ کی اور اوس سے کم کی درست نہین اور بکری جب ایک برس کی ہو یا زیادہ ہو تو درست ہی اور اس سے کم کی درست نہین اور اگر قربانی کا جانور مُنڈا ہووے یعنی نہ سینگھ کا یا بدھیا ہووے یا دیوانہ ہووے یا کانا تو قربانی کرنا درست ہی اور اگر اندھا ہووے یا بہت دُبلا ہووے کہ اوسکی ہڈیون مین مغز نہ رہا ہووے یا لنگڑا ہووے اسقدر کہ قربانی کرنے کی جگہ تک نہ جا سکے تو ان سب جانورون کو قربانی کرنا درست نہین اور جس جانور کا ایک ہاتھ یا ایک پانون کٹا ہووے یا اوسکا کان تیسرے حصے سے زیادہ کٹا ہووے یا اوسکی آنکھ تیسرے حصے سے زیادہ گئی ہووے یا اوسکا سُرین تیسرے حصے سے زیادہ کٹا ہووے تو ان سب جانورون کو قربانی کرنا درست نہین اور باقی ذکر اسکا کتاب الاضحیہ مین ہی

فائدہ تیسرا مکے کی اور مسجد الحرام کی فضیلت کے بیان مین

روایت ہی ابن عباس سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے واسطے مکے کے کیا اچھا شہر ہی تو اور میرے نزدیک زیادہ محبوب ہی اور اگر تیری قوم نے نہ نکالا ہوتا مجکو تجھسے البتہ مین نہ رہتا مگر تجھ مین اخراج کیا اوسکا ترمذی نے اور ایک حدیث مین ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک ٹیلے پر کھڑے ہوئے اور فرمایا وَاللهِ اِنَّكِ لَخَيْرُ اَرْضِ اللهِ وَاَحَبُّ اَرْضِ اللهِ اِلَى اللهِ وَلَوْلَا اَنِّي اُخْرِجْتُ مِنْكِ مَا خَرَجْتُ یعنی تو بہتر ہی اللہ کی زمین مین سب سے اور اگر مین نہ نکالا جاتا تجھ مین سے البتہ نہ نکلتا مین مروی ہی یہ حدیث سنن ترمذی اور ابن ماجہ مین

اور فرمایا آپنے دن فتح مکے شریف کے اِنَّ هٰذَا الْبَلَدَ حَرَّمَهُ اللّٰهُ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فَهُوَ حَرَامٌ بِحُرْمَةِ
اللّٰهِ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَاِنَّهٗ لَمْ يَحِلَّ الْقِتَالُ فِيْهِ لِاَحَدٍ قَبْلِيْ وَلَمْ يَحِلَّ لِيْ اِلَّا سَاعَةً مِّنْ نَّهَارٍ فَهُوَ حَرَامٌ بِحُرْمَةِ اللّٰهِ
اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَا يُعْضَدُ شَوْكُهٗ وَلَا يُنَفَّرُ صَيْدُهٗ وَلَا يَلْتَقِطُ لُقَطَتَهٗ اِلَّا مَنْ عَرَّفَهَا وَلَا يُخْتَلٰى خَلَاهَا
فَقَالَ الْعَبَّاسُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِلَّا الْاِذْخِرَ فَاِنَّهٗ لِقَيْنِهِمْ وَلِبُيُوْتِهِمْ فَقَالَ اِلَّا الْاِذْخِرَ یعنی یہ شہر حرمت کی اوسکی
اللہ تعالی نے جبدن سے پیدا کیا آسمان اور زمین کو تو یہ حرمت دیا گیا ہی اللہ کی حرمت سے دن قیامت تک اور نہین حلال ہوا اوس
مین قتل کرنا کسیکو مجھ سے پہلے سوا میرے اور میرے واسطے ہی ایک گھڑی بھر دن مین درست ہوا تو وہ حرمت دیا گیا ہی اللہ کی حرمت سے دن
قیامت تک تو نہ کاٹا جاوے کانٹا اوسکا اور نہ بھگایا جاوے صید وہان کا اور نہ لے وہان کی پڑی چیز کو مگر وہ شخص جو اوسکو پہچنوائے اور نہ لے
وہان کی گھانس سو کہا حضرت عباسؓ نے ای رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مگر اذخر کو یعنی اذخر جو گھانس ہی وہان کی اوسکو لیا کرین کیونکہ
وہ لگاتے ہین اوسکو اور اپنے گھرون مین صرف کرتے ہین سو فرمایا آپنے مگر اذخر کو یعنی اوسکا لینا درست کیا روایت کیا اوسکو بخاری مسلم
نے اور روایت ہی عیاش بن ابی ربیعہ مخزومی سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ رہیگی یہ امت ساتھ بہتری کے جب تک عظمت
اور حرمت خانہ کعبہ کی کرینگے جو حق اوسکی تعظیم کا ہی تو جب ضایع کرینگے اس تعظیم کو ہلاک ہو جاوینگے اخراج کیا اوسکا ابن ماجہ نے اور نماز پڑھنا اندر
کعبہ مین نہایت ثواب ہی حدیث شریف مین ہی کہ کعبے مین ایک نماز برابر ہی لاکھ نماز کے اور مدینہ منورہ کی مسجد نبوی مین ایک نماز برابر ہی پچاس ہزار نماز کے واللہ اعلم

فائدہ چوتھا مدینہ شریف کی زیارت کے بیان مین

نزدیک ہمارے مشایخ کے زیارت قبر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی افضل مستحبات مین سے ہی اور مناسک فارسی اور شرح مختار مین ہی کہ قریب ہی
واجب کے بہر حال زیارت کرنا قبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مسلمان پر واجبات اور لوازمات مین سے ہی روایت کی دارقطنی اور بزار نے
کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مَنْ زَارَ قَبْرِيْ وَجَبَتْ لَهٗ شَفَاعَتِيْ جسنے زیارت کی میری قبر کی واجب ہوئی اوسکے لیے
شفاعت میری اور روایت کی دارقطنی نے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مَنْ حَجَّ وَزَارَ قَبْرِيْ بَعْدَ مَوْتِيْ كَانَ كَمَنْ
زَارَنِيْ فِيْ حَيَاتِيْ یعنی جسنے حج کیا اور زیارت کی میری قبر کی بعد میری موت کے سو گویا اوسنے زیارت کی میری زندگی مین سبحان اللہ جب
زیارت قبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مین یہ درجہ ہوا کہ گویا خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حالت حیات مین زیارت کی تو کون سا مسلمان
ایسا ہوگا کہ اس درجے سے محروم اور خائب رہیگا اور آپ کی زیارت سے مشرف نہوگا اور حج اگر فرض ہو تو اولی یہ ہی کہ پہلے
حج کرے اور پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کو جاوے اور اگر حج نفل ہی تو اختیار ہی سو جب نیت کرے زیارت قبر رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کی تو آپ کی مسجد کی بھی زیارت کی نیت کرے اسواسطے کہ یہ مسجد اون مسجدون مین سے ہی کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
اونکے حق مین لَا تُشَدُّ الرِّحَالُ اِلَّا اِلٰى ثَلٰثَةِ مَسَاجِدَ مَسْجِدِ الْحَرَامِ وَمَسْجِدِيْ هٰذَا وَالْمَسْجِدِ الْاَقْصٰى یعنی نہ باندھے
جاوین کجاوے مگر تین مسجدون کی طرف مسجد حرام اور میری مسجد اور مسجد اقصی یعنی مسجد بیت المقدس کی اور اس حدیث سے
مطلب آپ کا یہ ہی کہ مسجدون کی زیارت کیواسطے جانا اور سفر کرنا اونکے لیے درست نہین مگر ان تین مسجدون کیطرف اور یہ جو معنی اس حدیث
کے ہمنے بیان کیے یہی صحیح ہین اور دلالت کرتا ہی اسپر کلام شیخ ابن الہمام کا بعد بیان کرنے اس حدیث کے وَالْاَوْلٰى عِنْدَ الْعَبْدِ الضَّعِيْفِ
تَجْرِيْدُ النِّيَّةِ لِزِيَارَةِ قَبْرِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ یعنی اولی نزدیک میرے یہ ہی کہ مجرد کرے نیت کو واسطے زیارت قبر رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کے اور کہا آگے چلکے لان فی ذلک زیادۃ تعظیمہ صلی اللہ علیہ وسلم یعنی اسمین زیادتی تعظیم کی ہی واسطے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اور جن لوگون نے یہ معنی اس حدیث کے لیے ہین کہ نہ سفر کیا جاوے کسی مقام کی زیارت کے واسطے مگر ان مسجدون کی طرف تو وہ معنی اس حدیث کے مستقیم نہین کیونکہ کلام شیخ ابن الہمام کا صریح منافی ہے اوسکے علاوہ اسکے امام احمد نے روایت کیا اس حدیث کو اور اسمین ہے کہ نہ سفر کیا جاوے طرف کسی مسجد کے مگر ان تین مسجدون کی طرف اور وہ جو ضعف بیان کرتے ہین اس حدیث کا کہ اسناد مین اوسکی شہر بن حوشب ہے اور وہ راوی ضعیف ہے اور وہم کیا اوسنے اس روایت مین تو جواب اوسکا یہ ہے کہ جسوقت توثیق ثابت کر دین ہم شہر کی تو نسبت وہم کی اوسکی طرف غیر مقبول ہے اور کلام بلا دلیل ہے اور اصول حدیث مین ثابت ہے کہ زیادتی ثقہ ضابط کی مقبول ہے لیکن توثیق شہر بن حوشب کی سو معلوم کیا چاہیے کہ نہین ضعیف کیا اوسکو مگر ابن عون اور مسلم نے اور توثیق کی اوسکی احمد بن حنبل اور یحیی بن معین اور بہت اور لوگون نے قال احمد ما احسن حدیثہ و وثقہ ھو و قال احمد بن عبد اللہ العجلی ھو تابعی ثقۃ و قال ابن ابی خیثمۃ عن یحیی بن معین ھو ثقۃ و لم یذکر ابن ابی خیثمۃ غیر ھذا و قال ابو زرعۃ لا بأس بہ و قال الترمذی قال محمد یعنی البخاری شھر حسن الحدیث و قوی امرہ و قال انما تکلم فیہ ابن عون ثم روی عن ھلال بن ابی زینب عن شھر و قال یعقوب بن شیبۃ شھر ثقۃ اور کہا صالح بن محمد نے شھر روی عنہ الناس من اھل الکوفۃ و البصرۃ و اھل الشام و لم یوقف منہ علی کذب یعنی شہر روایت کی اوس سے اہل کوفہ اور اہل بصرہ اور اہل شام نے اور نہین معلوم ہوا کذب اوسکا کسی طرح تو جاننا چاہیے کہ یہ کلام متقدمین کا ہے شہر بن حوشب مین اور متاخرین کا کلام سننا لازم ہے کہا امام نووی نے شرح صحیح مسلم مین بل وثقہ کثیرون من کبار ائمۃ السلف و قال ایضا فھذا کلام ھؤلاء الائمۃ فی الثناء علیہ اور کہا حافظ ابن حجر نے شھر صدوق اور کہا شیخ ابن الہمام نے فتح القدیر حاشیہ ہدایہ مین والصحیح فی شھر التوثیق و وثقہ ابو زرعۃ و احمد و یحیی و العجلی و یعقوب بن شیبۃ و سنان بن ربیعۃ تو جب شہر کو امام احمد اور یحیی بن معین اور احمد بن عبد اللہ اور ابن ابی خیثمہ اور ابو زرعہ اور بخاری اور ترمذی اور یعقوب اور صالح بن محمد اور سنان بن ربیعہ اسقدر لوگ اجلہ علمای محدثین سے توثیق کرین تو وجہ ضعف بیان کرنا اوسکا بسبب تضعیف مسلم اور ابن عون کے باوجودیکہ رجوع کیا ہو ان دونون نے اوسکی تضعیف سے اور نہ قبول کرنا اوسکی زیادت کو نہایت بے انصافی ہے اور وہ جو طعن کیا ہے لوگون نے کہ شہر نے ایک تھیلی بیت المال سے چرالی تو کہا نووی نے قد حملہ العلماء علی محمل صحیح یعنی حمل کیا اوسکو علما نے محمل صحیح پر اور وہ جو طعن کرتے ہین کہ شہر نے سفر حج مین اپنے رفیق کی رستی چرائی غلط ہے اور کذب ہے کہا نووی نے غیر مقبول عند المحققین یعنی یہ طعن غیر مقبول ہے نزدیک محققین کے اور بعد اوسکے جب علمای سلف سے توثیق اوسکی ثابت اور شیخ ابن الہمام اور حافظ ابن حجر عسقلانی اور امام نووی قائل اوسکی صحت کے ہین تو زیادتی اوسکی اس حدیث مین بلاشبہ مقبول ہے اور اگر تسلیم بھی کرین تو بھی جب تصریح حدیث ضعیف مین مروی ہو تو معنی اوسکے اوسکے موافق لیے جاتے ہین بہرحال ترجیح اسی مذہب کو ہے جسکو ہمنے ذکر کیا اور دوسرے یہ کہ کلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دوسری حدیث مین ذکر کیا اوسکو شیخ ابن الہمام نے لا تعملہ حاجۃ الا زیارتی صریح دال ہے اس بات پر کہ مراد حدیث مذکور مین سفر مساجد کا ہے اور جب جاوے واسطے زیارت کے تو کثرت سے بھیجے درود و سلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر راہ مین اور جب مدینہ شریف کے درخت دیکھے غسل کرے قبل داخل ہونے کے مدینہ طیبہ مین اور چاہیے وضو کرے اور غسل افضل ہے اور پہنے کپڑے

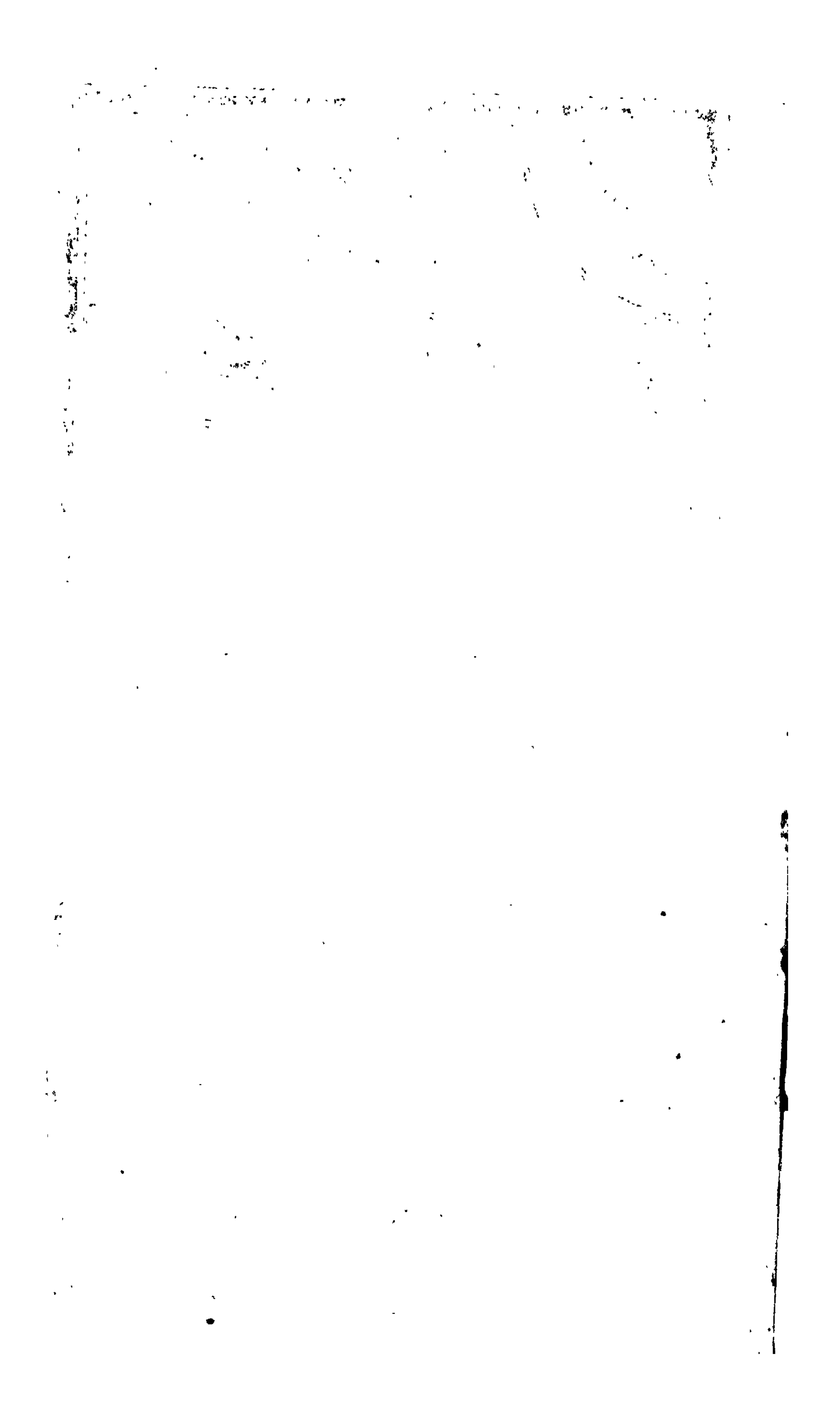
اپنے پہنے اور نئے کپڑے پہننا افضل ہے اور جو لوگ جب مدینے کے قریب پہونچتے ہین تو سواری سے اوترکے پیدل اوس شہر شریف
مین جاتے ہین کہا شیخ ابن الہمام نے کہ یہ بھی اچھا ہے کیا انہون نے وکل ما کان ادخل فی الادب والاجلال کان حسنا
یعنی جو عمل ادب کا ہووے تو وہ اچھا ہے اور جب مدینے مین داخل ہووے تو یہ دعا پڑھے بسم اللہ رب ادخلنی مدخل صدق واخرجنی
مخرج صدق اللہم افتح لی ابواب رحمتک وارزقنی من زیارۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
ما رزقت اولیاءک واہل طاعتک واغفر لی وارحمنی یا خیر مسئول اور چاہیے کہ نہایت تواضع اور
عاجزی اور خشوع اور خضوع سے چلے اور زبان سے دم بدم درود شریف پڑھے اور دل مین خیال کرتا جاوے کہ یہ وہ شہر ہے جسمین ہمارے
سردار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کی ہے اور اسی جگہ قرآن اور وحی اونپر اوتری ہے اور یہ جگہ ہے ایمان اور احکام کی کہا
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ جتنے شہر ہین سو فتح ہوئے ہین تلوار سے مگر مدینہ کہ یہ فتح ہوا ہے رحم سے اللہ کے اور قرآن سے اور مستحب ہے کہ مدینہ
شریف مین سوار ہوکے نہ چلے اسواسطے کہ فرمایا حضرت امام مالک نے جب پوچھا ایک شخص نے کہ کیون نہین سوار ہوتے آپ مدینے مین کہا مین شرم کرتا ہون
اللہ تعالی سے کہ روندون ایک چارپائے کے کھر سے اوس مٹی کو جسمین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہین اور جب مسجد نبوی مین داخل ہو داہنا
پیر پہلے مسجد مین رکھے اور اندر جاوے اور کہے اللہم اغفر لی ذنوبی وافتح لی ابواب رحمتک اور مسجد مین باب جبریل
یا باب السلام سے داخل ہووے مگر باب جبریل سے جانا بہتر ہے اور یہ دعا بھی چاہیے پڑھے اللہم صل علی محمد وعلی آل محمد
اللہم اغفر لی ذنوبی وافتح لی ابواب رحمتک اللہم اجعلنی الیوم من اوجہ من توجہ الیک
واقرب من تقرب الیک وانجح من دعاک وابتغی مرضاتک پھر درمیان منبر اور قبر شریف کے اس طرح کہ
ستون منبر کا داہنے کندھے کے برابر رہے سامنے محراب کے دوگانہ تحیۃ المسجد کا ادا کرے اور یہ مقام موقف ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم کا اور داخل ہے روضہ مطہرہ مین اور سجدہ شکر کا کرے کہ اس نعمت عظمی کو پہونچا پھر آوے قبر شریف پاس اور مونہہ کرے قبر کی
دیوار کی طرف اور پیٹھ کرے طرف قبلے کے اور وہ جو فقیہ ابو اللیث سے مروی ہے کہ کھڑا ہووے مونہہ کرکے طرف قبلے کے صحیح
نہین ہے کیونکہ روایت کی ابو حنیفہ نے مسند مین ابن عمر سے کہ کہا انہون نے سنت ہے یہ بات کہ آوے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کے پاس
قبلے کی طرف سے اور پیٹھ کرے اپنی قبلے کی طرف پھر کہے السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ پھر کہے
السلام علیک یا رسول اللہ السلام علیک یا خیر خلق اللہ السلام علیک یا خیرۃ اللہ من جمیع
خلقہ السلام علیک یا حبیب اللہ السلام علیک یا سید ولد آدم السلام علیک ایہا النبی
ورحمۃ اللہ وبرکاتہ یا رسول اللہ انی اشہد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ وانک عبدہ
ورسولہ اشہد یا رسول اللہ انک بلغت الرسالۃ وادیت الامانۃ ونصحت الامۃ وکشفت الغمۃ
فجزاک اللہ خیرا جزاک اللہ عنا افضل ما جازی الانبیاء عن امتہ اللہم اعط سیدنا محمدا عبدک
ورسولک الوسیلۃ والفضیلۃ والشرف والدرجۃ العالیۃ الرفیعۃ وابعثہ المقام المحمود الذی
وعدتہ وانزلہ المنزل المقرب عندک سبحانک انک ذو الفضل العظیم اور مانگے تعالی سے اپنی حاجت
کو بوسیلے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اور اوس جگہ حسن خاتمہ اور مغفرت کو مانگے پھر مانگے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شفاعت کو اور کہے

يَا رَسُولَ اللّٰهِ اَسْئَلُكَ الشَّفَاعَةَ وَاَتَوَسَّلُ بِكَ اِلَى اللّٰهِ فِيْ اَنْ اَمُوْتَ مُسْلِمًا عَلٰى مِلَّتِكَ وَسُنَّتِكَ
اور جو دعائیں طلب رحمت اور محبت کی ہوں اونکو پڑھے اور دل مین خیال کرے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زندہ موجود ہین اور میرے
حاضر ہونے اور زیارت کو جانتے ہین اور میرے کلام کو سنتے ہین اور نہایت لحاظ اور آداب اور تمیز اور حضور قلب سے دعا پڑھے اور ابو فدیک
رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ سنا مینے بعض اہل عصر سے کہتے تھے کہ پہونچا ہمکو کہ جو شخص وقوف کرے نزدیک قبر نبی صلی اللہ علیہ وسلم
کے اور پڑھے اس آیت کو اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ اور پھر کہے صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْكَ وَسَلَّمَ يَا مُحَمَّدُ
ستر بار تو ندا کریگا اوسکو ایک فرشتہ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْكَ يَا فُلَانُ یعنی رحمت بھیجی اللہ نے اوپر تیرے ای فلانے ذکر کیا اس حکایت کو
شیخ ابن ہمام نے اور جس شخص نے اوسکو کہا ہو کہ میرا سلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پونہچا دینا تو اوسکا سلام پہونچا دے
اور کہے اَلسَّلَامُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مِنْ فُلَانِ بْنِ فُلَانٍ اور فلان بن فلان کی جگہ اوسکا نام اور اوسکے باپ کا نام لیوے یا
اس طرح پر کہے فُلَانُ بْنُ فُلَانٍ يُسَلِّمُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اور حضرت عمر بن عبد العزیز وصیت کرتے تھے لوگون کو
کہ میرا سلام حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پونہچا دینا اور قاصد بھیجتے تھے اسی واسطے شام سے مدینہ شریف کو اور جسکو فرصت
نہو سکے ان سب باتوں کی تو بقدر طاقت کے بجا لاوے پھر ایک ہاتھ داہنی طرف ہٹ کر سامنے روے شریف حضرت ابوبکر صدیق کے
ہو کر کہے اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا خَلِيْفَةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَثَانِيَهٗ فِي الْغَارِ اَبَا بَكْرِ الصِّدِّيْقِ جَزَاكَ اللّٰهُ عَنْ اُمَّةِ
مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْرًا پھر اسی طرح ایک ہاتھ اور ہٹ کر حضرت عمر فاروق کے سامنے ہو کر کہے اَلسَّلَامُ
عَلَيْكَ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عُمَرَ الْفَارُوْقِ الَّذِيْ اَعَزَّ اللّٰهُ بِهِ الْاِسْلَامَ جَزَاكَ اللّٰهُ عَنْ اُمَّةِ مُحَمَّدٍ خَيْرًا
پھر منبر اور قبر شریف کے درمیان حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سرہانے آکر دعا مانگے اور شفاعت طلب کرے اور اپنے والدین کے واسطے
اور جسنے درخواست کی ہو اور اپنے دوستون کے لیے اور تمام مسلمانون کے لیے دعاء خیر کرے اور بعد ختم دعا کے آمین کہے اور درود وسلام
اور بعضون نے کہا ہے کہ پھر سرہانے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے آنا صحابہ سے منقول نہین روایت کی ابو داؤد نے کہ گئے قاسم حضرت عایشہ کے
پاس اور کہا اے امان کھولو میرے لیے قبر شریف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اور حضرت ابوبکر اور عمر کی سو کھولین انھون نے میرے لیے تینون
قبرین سو دیکھا مینے کہ وہ قبرین نہ بلند ہین اور نہ زمین سے ملی ہوئی ہین آخر حدیث تک اور حاکم نے روایت کیا اوسکو اور زیادہ کیا کہ دیکھا مینے رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم آگے اور حضرت ابوبکر کو کہ سر اونکا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کندھون کے درمیان تھا اور حضرت عمر کا برابر حضرت
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیرون کے تھا اور صحیح کیا اوسکو حاکم نے اور جب فارغ ہو زیارت سے تو آئے روضے مین اور بہت بھیجے
درود اور سلام اور نماز پڑھے نفل اگر وقت مکروہ نہو اور حدیث صحیح مین آیا ہے مَا بَيْنَ بَيْتِيْ وَمِنْبَرِيْ رَوْضَةٌ مِّنْ رِيَاضِ
الْجَنَّةِ درمیان گھر اور منبر میرے کے ایک باغچہ ہے باغون جنت سے اور ایک روایت مین ہے مَا بَيْنَ قَبْرِيْ وَمِنْبَرِيْ یعنی درمیان قبر میری
اور منبر میرے کے اور کھڑا ہو نزدیک منبر کے اور دعا کرے فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مِنْبَرِيْ هٰذَا عَلٰى تُرْعَةٍ مِّنْ
تُرَعِ الْجَنَّةِ منبر میرا ایک سیڑھی ہے سیڑھیون جنت سے پھر مقام ستون حنانہ کے پاس جا کر بھی ایسا ہی کرے اور مستحب ہے کہ روز
بعد زیارت حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بقیع مین جاوے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی وہان تشریف لیجاتے تھے اور دس ہزار صحابہ
اور تابعین اور اولیا کبار مدفون ہین کہ نام اونکے بالتفصیل ہر ایک کے معلوم نہین اور جب بقیع کے پاس جاوے کہے اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ

دَارَ قَوْمٍ مُؤْمِنِيْنَ اَنْتُمْ لَنَا سَابِقُوْنَ وَاِنَّا اِنْ شَاءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَاحِقُوْنَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِاَهْلِ بَقِيْعِ الْغَرْقَدِ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَنَا وَلَهُمْ اور زیارت کرے مشہور قبرون کی مانند قبر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے اور قبر حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے اور ایک قبہ اہل بیت کا ہو اوسمین امام حسن اور امام زین العابدین اور امام محمد باقر اور امام جعفر صادق اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا صحیح روایت مین اوسی مین مدفون ہین اور ایک قبہ ہے حضرت ابراہیم کا جو بیٹے ہین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اور وہ پہلو مین عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کے مدفون ہین اور عبد الرحمن بن عوف اور سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالی عنہما کی بھی وہین قبرین ہین اسی طرح جتنے مقبرے ہین اور جو مقامات متبرکہ اور مساجد کہ نماز پڑھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ نے اونمین مثل مسجد قبا وغیرہ کے جہان تک ہو سکے انکی زیارت کرے اور جب وہان سے رجوع کا قصد کرے تو مستحب ہے اوسکے واسطے کہ مسجد سے رخصت ہووے اور درود اور سلام پڑھے اور آوے قبر شریف پاس اور سلام بھیجے اور دعا مانگے اپنے والدین اور اقربا اور دوستون کیواسطے اور سوال کرے اللہ سے کہ پھر گھر اپنے پہونچاوے سلامتی اور صحت اور تندرستی سے بلیات دنیوی اور اخروی سے اور یہ دعا مانگے اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْ هٰذَا اٰخِرَ الْعَهْدِ بِنَبِيِّكَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَسْجِدِهٖ وَحَرَمِهٖ وَيَسِّرْ لِيَ الْعَوْدَ اِلَيْهِ وَالْوُقُوْفَ بَيْنَ يَدَيْهِ وَارْزُقْنِي الْعَفْوَ وَالْعَافِيَةَ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَرُدَّنَا اِلٰى اَهْلِنَا سَالِمِيْنَ غَانِمِيْنَ اٰمِنِيْنَ بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ اور وقت رخصت کے نہایت مبالغہ کرے گریہ وزاری اور آنسو بہانے مین کہ یہ علامت مقبولیت دعا کی ہے اور پھرے حسرت کرتا ہوا روتا ہوا اور پھر آنے کی دعا کرتا ہوا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جدائی پر نہایت غم کرتا ہوا سیدھا پھرے یا اولٹے پانون اور تعظیم اسمین ہے کہ اولٹے پانون پھرے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جو لوگ پاس اور قریب رہتے ہون انکو نذر کرے اور دعا صحت اور عافیت اور مغفرت گناہون کی ہر حال پر کرتا رہے اور مستحب ہے کہ مدینے سے چھوارے اور خاک شفا اور پانی اون کنوئین کا جن سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی پیا ہے اور تبرکات مثل اسکے لیتا آوے اور اسی طرح مکے سے پانی زمزم کا وغیرہ بطور تبرک ساتھ لیوے اور جب اپنے گھر مین آئے کہے لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ اٰئِبُوْنَ تَائِبُوْنَ عَابِدُوْنَ سَاجِدُوْنَ لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ صَدَقَ اللّٰهُ وَعْدَهٗ وَنَصَرَ عَبْدَهٗ وَهَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَهٗ وَاَعَزَّ جُنْدَهٗ فَلَا شَيْءَ بَعْدَهٗ اور پھر باقی عمر درود شریف اور زیادہ تر سابق سے امور خیر مین مصروف رہے اور یہ علامت ہے حج مبرور کی فقط اَللّٰهُمَّ وَفِّقْ لَنَا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ وَيَسِّرْهُمَا لِيْ وَزِيَارَةَ قَبْرِ سَيِّدِنَا وَنَبِيِّنَا وَمَوْلٰنَا خَاتَمِ النَّبِيِّيْنَ سِرَاجِ السَّالِكِيْنَ قُدْوَةِ الْعَابِدِيْنَ مَوْلَى الْعَالَمِيْنَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَاَزْوَاجِهٖ وَاَحْفَادِهٖ وَعُلَمَاءِ اُمَّتِهٖ وَفُقَهَاءِ اُمَّتِهٖ وَشُهَدَاءِ اُمَّتِهٖ وَاَوْلِيَاءِ اُمَّتِهٖ وَعَلٰى جَمِيْعِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا كَثِيْرًا

تمت

خاتمۃ الطبع شکر خدا کا کہ نور الہدایہ ترجمہ شرح وقایہ بتصحیح تمام و نظر ثانی جناب مترجم علامہ ماہ رجب المرجب سنہ ۱۲۹۲ ہجری مطبع نظامی واقع کانپور مین باہتمام راجی غفران محمد عبد الرحمن بن حاجی محمد روشن خان فیض علیہ شآبیب الرحمۃ والرضوان سے چھپ کر طیار ہوا



قطعۂ تاریخ از نتائج طبع [illegible]

منشی محمد انوار حسین تسلیم

چھپی یہ کتاب ایسی تسلیم ہے
نہ ایسی ہو چھپے گی نہ ایسی چھپی

لکھو طبع کی اسکے تاریخ تم
یہ شرحِ وقایہ بخوبی چھپی
۱۲۸۵ھ

هو الغنی

اشتہار

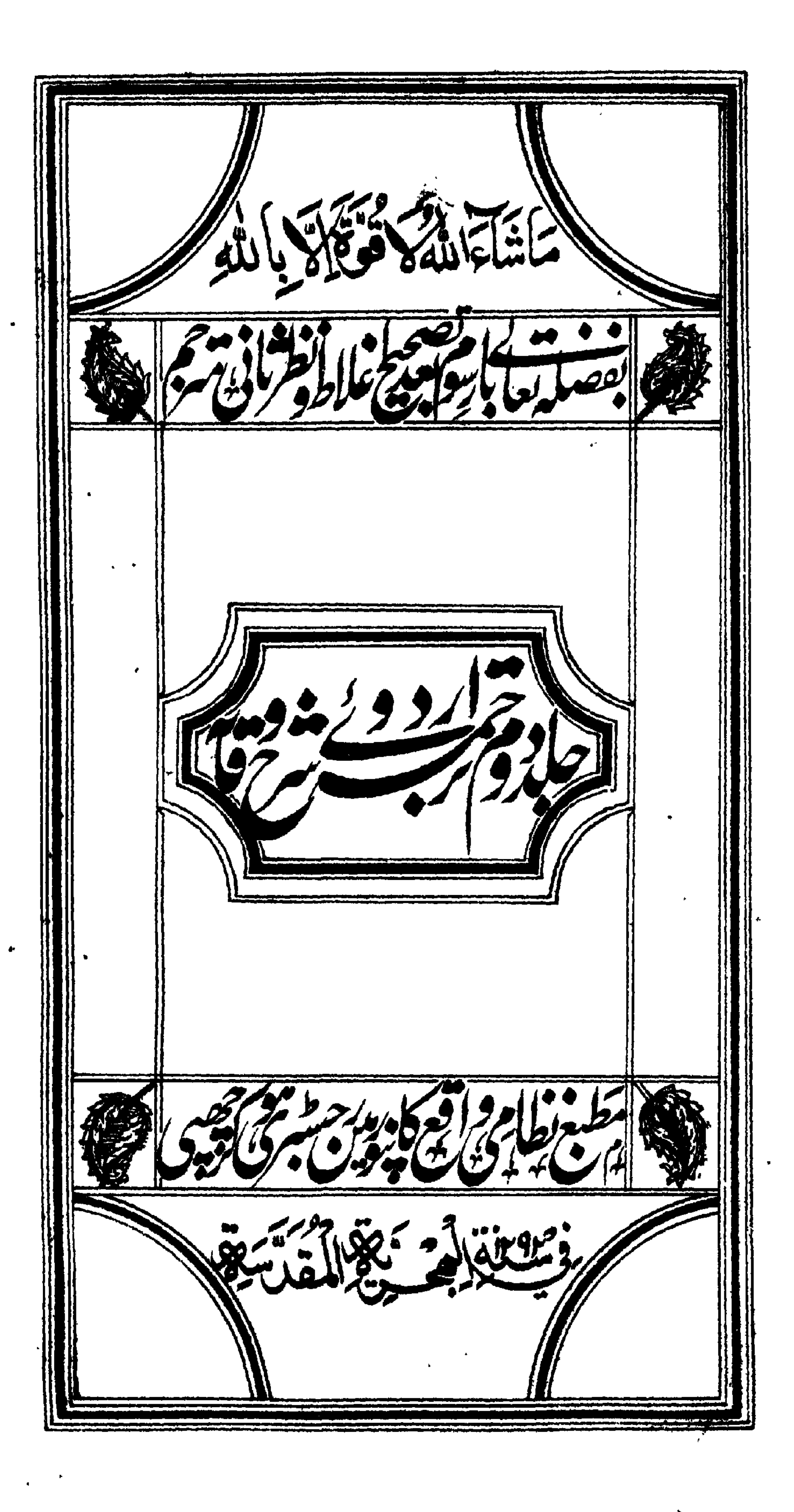
یہ کتاب بموجب قانونِ بستم ۱۸۴۷ع
بھی رجسٹری گورنمنٹ مین داخل ہوتی
کوئی شخص بدون اجازت عاجز کے
قصد چھاپنے کا نکرے

وہ اُردو کی شرحِ وقایہ چھپی
جو نامِ خدا چشمۂ فیض ہے

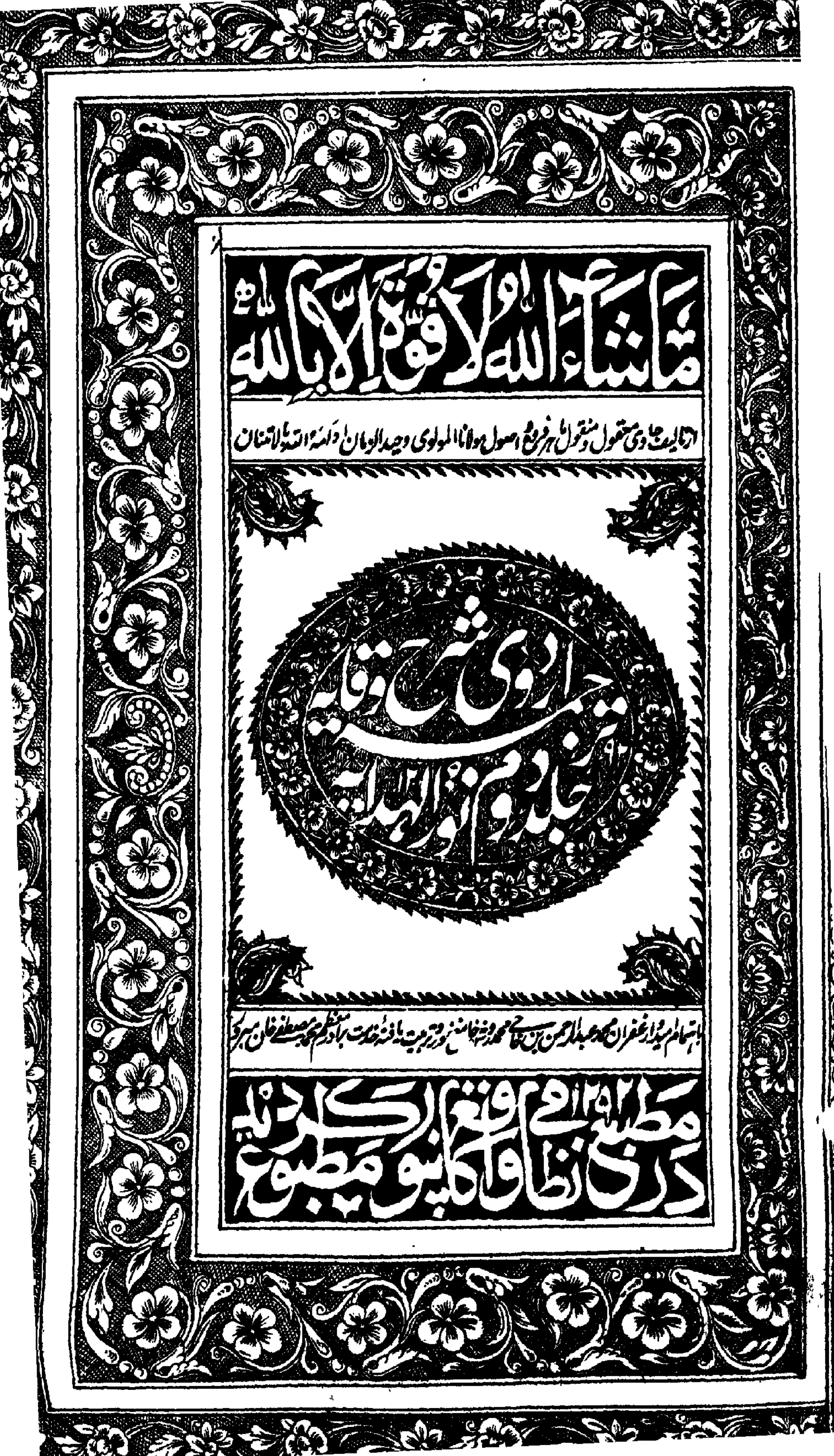
ایضاً تاریخ از قلم

منشی صاحب موصوف

لکھی اسکی تاریخ تسلیم نے
یہ اچھا بہا چشمۂ فیض ہے


ماشاء اللہ لا قوۃ الا باللہ
بفضلہ تعالیٰ بار سوم بعد تصحیح اغلاط و نظر ثانی ترجمہ
جلد دوم ترجمہ اردو شرح وقایہ
مطبع نظامی واقع کانپور میں حسب مرضی کے چھپی
فی سنہ ۱۳۰۹ الہجریۃ المقدسۃ





ما شاء الله لا قوة الا بالله

از تالیف جامع معقول و منقول ماہر فروع و اصول مولانا المولوی وحید الزمان دامت الطافہ بالامتنان

اردو ترجمہ شرح وقایہ
جلد دوم نور الہدایہ

باہتمام میر [illegible] غفران محمد عبدالرحمن بن حاجی محمد روشن خان [illegible] باذن [illegible] محمد مصطفی خان [illegible]

در مطبع نظامی واقع کانپور مطبوع گردید ١٢٩١ھ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

کتابُ النکاح

نکاح ایک عقد ہی کہ بنایا گیا ہی واسطے حلال ہونے اوس نفع کے جو مرد کو عورت سے حاصل ہوتا ہی اور نکاح منعقد ہوتا ہی ایجاب و قبول سے کہ دونون ماضی کے صیغے سے ہون جیسے نکاح کر دیا مینے اور نکاح کیا مینے یا ایک ماضی کے صیغے سے اور دوسرا مستقبل یعنی امر کے صیغے سے جیسے نکاح کر دے میرا تو دوسرے نے کہا نکاح کر دیا مینے اور اگرچہ وہ دونون اسکے معنی کو سمجھا نہین اور اگر بیع مین کہا کہ بیچ میرے ہاتھ اس شی کو تو کہا دوسرے نے بیچا مینے تو جائز نہوگی یہان تک کہ پھر مشتری کہے خرید ا مینے **ف** اور وجہ اسکی شرح عربی مین مذکور ہی **ص** اگر عورت سے کہا کہ تمنے فلانے کو جورو بننے مین اپنے تئین دیا سو کہا عورت نے کہ دیا اور دوسرے نے کہا کہ قبول کیا نکاح جائز ہو جاویگا اور اسیطرح بیع مین اگر بائع سے کہا بیچا تو نے سو کہا اوسنے بیچا پھر مشتری نے کہا خرید ا صحیح ہو جاویگا اور اگر مرد عورت نے کہا کہ ہم جورو خاوند ہین گواہون کے سامنے تو نکاح جائز نہوگا اور نکاح درست ہو جاتا ہی ساتھ لفظ نکاح اور تزویج اور ہبہ اور تملیک اور صدقہ اور بیع اور شرا کے **ف** نکاح و تزویج کی صورت اوپر بیان ہو چکی اور ہبہ مین اسطرح پر کہین کہ ہبہ کیا مینے تجکو اور تملیک مین مالک کیا مینے تجکو اور صدقے مین صدقہ کیا مینے اپنے تئین تجپر اور بیع اور شرا مین بیچا مینے یا خرید ا مینے تمکو خواہ یہ الفاظ جورو کی طرف سے ہون یا خاوند کی طرف سے یا دونون کی طرف سے **ص** نہ ساتھ لفظ اجارہ اور اعارہ و وصیت کے **ف** یعنی اگر کسی نے کہا کہ اجارہ دیا مینے تجکو یا عاریت دیا تو نکاح جائز نہوگا اور اسی طرح وصیت مین تو حاصل یہ ہی کہ جو الفاظ اوسیوقت چیز کے مالک کر دینے کے لیے بنائے گئے ہین مثل بیع اور ہبہ وغیرہ کے اونسے درست ہوگا اور اجارہ اور وصیت سے درست نہوگا کیونکہ اجارہ واسطے مالک کر دینے کے نہین بنا بلکہ نفع کے مالک کر دینے کے لیے اور وصیت اوسیوقت چیز کی ملکیت کے لیے نہین ہی بلکہ بعد موت کے مالک کر دینے کو بنی ہی اور امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک

ع یعنی ایسے الفاظ ہون جو عرب مین کلام کے لیے بنائے گئے ہون ۱۲
ع یعنی دونون مجلس سے الفاظ مینے خود وقت تحقیق ... اوسکو اپنی ... دیا مینے ... قبول کیا مینے
وحید الزمان
عفا عنہ المنان

نکاح نہین جائز ہوتا مگر لفظ نکاح اور تزویج سے ص اور شرط نکاح کے جائز ہونے کی یہ ہی کہ ہر ایک دوسرے کے کلام
کو سنے اور دو مرد آزاد یا ایک مرد آزاد اور دو عورتین آزاد حاضر ہووین ف کشف الغمہ مین ہی کہ حضرت عمرؓ جائز رکھتے
تھے شہادت عورتون کی ساتھ ایک مرد کے نکاح مین اور نکاح بغیر شہود یعنی گواہون کے جائز نہین کیونکہ روایت کی ہی بیہقی نے
کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لَا نِكَاحَ اِلَّا بِالشُّهُوْدِ یعنی نہین ہی نکاح مگر گواہون سے اور غریب کہا اوسکو زیلعی
نے اور فتح القدیر مین ہی کہ اخراج کیا اوسکا دارقطنی نے اور روایت کی ترمذی نے ابن عباس رضہ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ
وسلم نے کہ زانیہ وہ عورتین ہین جو نکاح کر لیتی ہین اپنا بغیر گواہون کے اور کہا کہ صحیح وقف اوسکا ہی ابن عباس پر اور
روایت کیا اوسکو عبد الرزاق نے موقوفا اور اسی پر اتفاق کیا ہمارے علمانے اور یہی صحیح ہی نزدیک امام شافعیؒ کے
اور امام مالک کے نزدیک اعلان نکاح مین شرط ہی اور شہادت شرط نہین اور یہ حدیث اونپر حجت ہی ص اور امام شافعی
کے نزدیک بغیر دو مردون کے جائز نہوگا اور وہ گواہ بالغ ہون عاقل ہون ف اسواسطے کہ شہادت نابالغ اور
مجنون کی معتبر نہین ص مسلمان ہون ف اسواسطے کہ گواہی کافر کی مسلمان پر قبول نکی جاویگی ص اور دونون نے
معًا عاقدین کی لفظ کو سنا ہو تو اگر ہر ایک نے متفرق سنا اس طرح پر کہ پہلے ایک کے سامنے دونون نے الفاظ نکاح
ادا کیے اور وہ چلا گیا اور پھر دوسرے کے سامنے تو نکاح جائز نہوگا ف اسواسطے کہ جس عقد کو جائز فرض کرین تو فساد
لازم آتا ہی کیونکہ ایک کی گواہی مقبول نہین ص اگرچہ وہ دونون فاسق ہون ف اور امام شافعی کے نزدیک جسکہ
وہ گواہ فاسق ہون تو نکاح جائز نہوگا کیونکہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہین نکاح ہی بغیر ولی اور دو گواہ عادل کے
روایت کیا اوسکو دارقطنی نے عایشہ رضہ سے اور اسناد مین اوسکی یزید بن سنان اور رباب اوسکا کہا دارقطنی نے دونون ضعیف
ہین اور کہا نسائی نے متروک الحدیث ہی اور ضعیف کیا اوسکو احمد وغیرہ نے اور روایت کی دارقطنی نے عایشہ رضہ سے کہ ضرور ہین
نکاح مین چار چیزین ولی اور خاوند اور دو گواہ اور اوسکی اسناد مین نافع بن میسرہ ابو الخطیب مجہول ہی اور اس باب مین
مروی ہی عبد اللہ بن مسعود اور ابن عمر اور جابر رضی اللہ عنہم سے اور اسنان سب روایتون کا واہی ہی (یعنی ضعیف ہی) ص یا اونپر
حد قذف پڑی ہو ف یعنی کسی مسلمان کو تہمت زنا کی لگائی ہو اور وہ شروط معتبرہ سے ثابت ہوا اور اوسکا بیان
کتاب الحدود مین انشاء اللہ آویگا ص یا وہ اندھے ہون ف کیونکہ شرط نکاح مین عاقدین کے لفظ کو سننا ہی اور
یہ امر اندھون سے حاصل ہی ص یا وہ دونون بیٹے ہون عاقدین کے یا فقط خاوند کے یا فقط جورو کے ف اول
صورت کی مثال یہ ہی کہ زید نے زینب سے نکاح کیا اور بعد اوسکے دو یا تین بیٹے زینب سے پیدا ہوئے
اور پھر زید نے زینب کو طلاق دیا پھر بعد گذرنے عدت کے ارادہ نکاح کا کیا تو اون بیٹون کی گواہی سے نکاح درست ہی
اور دوسری صورت کی مثال یہ ہی کہ زید نے زینب سے نکاح کا ارادہ کیا اور پہلے سے دوسری بیوی سے زید کے
بیٹے تھے تو اب اونکی گواہی سے نکاح زینب کے ساتھ درست ہی اور تیسری صورت کی مثال یہ ہی کہ زید نے زینب سے
ارادہ نکاح کا کیا اور زینب کے پہلے کسی خاوند سے بیٹے تھے تو اب زینب کا نکاح ساتھ گواہی اوسکے بیٹون کے زید سے
درست ہی ص لیکن جسکے بیٹے ہین اگر وہ دعوی کریگا تو اوسکے واسطے شہادت اوسکے بیٹون کی مقبول نہوگی

یعنی اگر خاوند کے بیٹون کے سامنے نکاح ہوا اور خاوند نے دعوی کیا تو شہادت اوسکے بیٹون کی مقبول نہوگی اور
عورت اگر دعوی کریگی تو شہادت خاوند کے بیٹون کی اوسکے واسطے مقبول ہو جاویگی اور اگر بیوی کے بیٹون کے سامنے
نکاح ہوا تو در صورت دعوی کرنے بیوی کے شہادت اونکی مقبول نہوگی اور در صورت دعوی کرنے خاوند کے شہادت
اونکی مقبول ہوگی **ف** تو اس جگہہ چار صورتین ہوگئین **ص** اگر مسلمان نکاح کرے ایک ذمیہ عورت سے اور دو
ذمیون کو گواہ کرے نکاح صحیح ہو جاویگا لیکن اگر مسلمان انکار کرے نکاح کا تو اون دو ذمیون کی گواہی سے نکاح ثابت
نہوگا اسواسطے کہ گواہی کافر کی مسلمان پر مقبول نہین اور اگر مسلمان دعوی کرے نکاح کا تو گواہی اونکی مقبول ہی جاوے
اسواسطے کہ گواہی ذمی کی واسطے نفع مسلمان کے مقبول ہی **ف** اور اسواسطے کہ اسصورت مین گواہی ذمی کی
اوپر ذمیہ کے ہو جاویگی اور وہ مقبول ہی **ص** اگر کسی شخص نے دوسرے کو حکم کیا کہ میری دختر نابالغ کو کسی سے
منکوح کر دے سو اوسنے نکاح کیا اوس لڑکی کا ایک شخص کے سامنے تو اگر اوسکا باپ بھی حاضر ہو تو نکاح جائز ہوگا
ف اسواسطے کہ اس صورت مین باپ عاقد رہیگا اور وکیل اور وہ ایک شخص دونون ملکے گواہ ہو جاوینگے
ص اور اگر باپ حاضر نہین جائز نہوگا **ف** اسواسطے کہ اس صورت مین فقط وہ ایک ہی شخص گواہ رہیگا
اور ایک شخص کی گواہی سے نکاح جائز نہین **ص** اسی طرح اگر باپ اپنی بالغہ لڑکی کا نکاح کرے ایک شخص کے
سامنے اگر وہ لڑکی حاضر ہی تو نکاح جائز ہو جاویگا **ف** کیونکہ اسصورت مین وہ بالغہ عاقدہ ہو جاویگی اور باپ اور
وہ شخص ملکے گواہ ہو جاوینگے اور امام شافعی کے نزدیک اسصورت مین نکاح درست نہوگا کیونکہ بالغہ کا بھی نکاح
بغیر ولی کے اونکے نزدیک جائز نہین **ص** اور اگر وہ لڑکی حاضر نہین تو نکاح جائز نہوگا **ف** اسواسطے کہ اسصورت
مین عاقد باپ ہو جاویگا اور فقط وہ ایک شخص گواہ رہیگا اور ایک شخص کی شہادت سے نکاح جائز نہین

فصل بیان مین اون عورتونکے جن سے نکاح حرام ہی

اور اونکو محرمات کہتے ہین حرام ہی مرد پر اصل اوسکی **ف** یعنی مان اور دادی اور نانی اور پر دادی اور پر نانی
اسی طرح جہان تک سلسلہ جاوے کیونکہ فرمایا اللہ تعالی نے حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ وَبَنَاتُكُمْ یعنی حرام
کی گئین تمھارے اوپر مائین تمھاری اور بیٹیان تمھاری اور پوتی بھی بیٹی ہی اور اسی طرح نواسی یعنی بیٹی کی بیٹی
اور نانی یعنی مان کی مان اور دادی بھی مان ہی اسواسطے کہ اُم کہتے ہین لغت مین اصل کو اور نانی اور دادی بھی
اصل ہین پوتے اور نواسے کی یا یہ کہ انکی حرمت پر اجماع ہوا ہی اور اجماع حجت قاطع ہی **ص** اور فرع اوسکی
ف یعنی بیٹی اور پوتی اگرچہ چلی جاوین نیچے نہایت اور دلیل اسکی اوپر گذری **ص** اور حرام ہی مرد پر بہن
اوسکی اور بھانجی اور بھتیجی اور پھوپھی اور خالہ **ف** اسواسطے کہ قرآن شریف مین انکی حرمت منصوص ہی
فرمایا اللہ تعالی نے وَأَخَوَاتُكُمْ وَعَمَّاتُكُمْ وَخَالَاتُكُمْ وَبَنَاتُ الْأَخِ وَبَنَاتُ الْأُخْتِ یعنی حرام ہین تمپر بہنین تمھاری
اور پھوپھیان تمھاری اور خالائین تمھاری اور بھتیجیان اور بھانجیان **ص** اور اپنی بیوی کی بیٹی اگر اوس
بیوی سے صحبت کی ہو **ف** اور اگر صحبت نہ کی ہو تو نکاح کرنا اوسکی بیٹی سے درست ہی کیونکہ

فرمایا اللہ تعالی نے وَرَبَائِبُكُمُ اللَّاتِي فِي حُجُورِكُمْ مِنْ نِسَائِكُمُ اللَّاتِي دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَإِنْ لَمْ تَكُونُوا دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ یعنی حرام ہین تمھارے اوپر ربائب تمھاری جو گود مین ہین تمھاری اون عورتون سے جن سے صحبت کی تمنے اور اگر نہین کی صحبت تمنے ونسے تو نہین گناہ ہی تمپر اور ربائب جمع ربیبہ کی ہی ربیبہ کہتے ہین اپنی عورت کی بیٹی کو جو غیر سے ہو روایت ہی عبد اللہ بن عمرو بن العاص سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو مرد نکاح کرے کسی عورت سے اور اوس سے صحبت کرے تو نہین حلال اوسکو نکاح کرنا اوسکی بیٹی سے اور اگر نہین کی صحبت اوس سے تو چاہے نکاح کرلے اوسکی بیٹی سے اور جو شخص کہ نکاح کرے کسی عورت سے تو حرام ہی اوسپر مان اوس عورت کی برابر ہی کہ اوس عورت سے صحبت کی ہو یا نکی ہو روایت کیا اوسکو ترمذی نے اور کہا کہ یہ حدیث صحیح نہین اسناد اوسکا اور ابن لہیعہ اور مثنی بن الصباح دونون ضعیف گنے جاتے ہین حدیث مین اور اسی باب مین مروی ہوا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بھی اور اوسپر اتفاق ہی ائمہ اربعہ کا **ص** اور اپنی بیوی کی مان برابر ہی کہ اوس سے صحبت کی ہو یا نکی ہو **ف** کیونکہ فرمایا اللہ تعالی نے وَأُمَّهَاتُ نِسَائِكُمْ یعنی حرام ہین تمھارے اوپر مائین تمھاری بیویونکی اور اسمین قید صحبت کی نہین اور اوسپر دلیل اسکی حدیث سے بھی گذری **ص** اور اپنی اصل کی بیوی **ف** یعنی باپ اور دادا کی بیوی یا نانا کی بیوی جہان تک بلند ہو وین کیونکہ فرمایا اللہ تعالی نے وَلَا تَنْكِحُوا مَا نَكَحَ آبَاؤُكُمْ یعنی نہ نکاح کرو اون عورتون سے کہ نکاح کیا اونسے باپون تمھارے نے **ص** اور اپنی فرع کی بیوی **ف** یعنی بیٹے کی بیوی یا پوتے کی بیوی جہان تک نیچے اوترین کیونکہ فرمایا اللہ تعالی نے وَحَلَائِلُ أَبْنَائِكُمُ الَّذِينَ مِنْ أَصْلَابِكُمْ اور حرام ہین تمپر بیویان تمھارے بیٹون کی جو تمھارے نطفے سے ہین اور اس سے نکل گئین بیویان متبنی کی یعنی اوس شخص کی جسکو بیٹا بنالیا ہو اور اوسکو ہندی مین لے پالک کہتے ہین **ص** اور بھی حرام ہین یہ سب اگر رضاعی ہون **ف** کیونکہ فرمایا اللہ تعالی نے وَأُمَّهَاتُكُمُ اللَّاتِي أَرْضَعْنَكُمْ وَأَخَوَاتُكُمْ مِنَ الرَّضَاعَةِ یعنی حرام ہین تمھارے اوپر مائین تمھاری جنھون نے دودھ پلایا تمکو اور بہنین تمھاری رضاعت سے اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے يَحْرُمُ مِنَ الرَّضَاعِ مَا يَحْرُمُ مِنَ النَّسَبِ یعنی حرام ہوتا ہی رضاع سے جو حرام ہوتا ہی نسب سے روایت کیا اسکو بخاری و مسلم نے عایشہ رضی اللہ عنہا سے اور ایک روایت مین مسلم کی ہی تحقیق کہ اللہ نے حرام کیا رضاعت سے جو حرام کیا نسب سے اور تفصیل رضاع کی کتاب الرضاع مین آویگی ان شاء اللہ تعالی **ص** اور اسمین بہت سی صورتین ہر ایک مین نکلین گی مثلاً بہن کی بیٹی شامل ہی بہن نسبی کی رضاعی بیٹی کو اور رضاعی بہن کی نسبی بیٹی کو اور رضاعی بہن کی رضاعی بیٹی کو **ف** اور اسی طرح اور اقسام مین مثلاً بھائی کی بیٹی شامل ہی بھائی نسبی کی رضاعی بیٹی کو اور بھائی رضاعی کی نسبی بیٹی کو اور رضاعی بھائی کی رضاعی بیٹی کو وقس علی ہذا **ص** اور حرام ہی مرد پر فرع اوس عورت کی جس سے زنا کی ہو یا چھوا ہو یعنی مس کیا ہو اوسکو شہوت سے یا اوسنے مرد کو مس کیا ہو شہوت سے یا مرد نے اوسکی فرج داخل پر نظر کی ہو بہ شہوت اور اسی طرح حرام ہی اصل ان عورتون کی **ف** اور یہی مذہب ہی امام احمد کا اور امام شافعی اور مالک کے نزدیک زنا سے حرمت ثابت نہوگی دلیل ہماری یہ ہی

کرکہا ایک مرد نے یارسول اللہ تحقیق کہ مینے زنا کی تھی ایک عورت سے جاہلیت مین کیا نکاح کرون مین اوسکی بیٹی سے سو
فرمایا آپ نے مین نہین تجویز کرتا اسکو آخر حدیث تک کہا شیخ ابن الہمام نے کہ یہ حدیث منقطع ہی اور بھی روایت کی
ابن جریج سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اوس شخص مین جو نکاح کرے کسی عورت سے سو اوسکو زنا کیا اور اوس سے
زیادہ کچھہ نکرے تو نہ نکاح کرے اوسکی بیٹی سے اور یہ بھی مرسل منقطع ہی مگر مرسل ہمارے نزدیک حجت ہی جب اوسکے
راوی ثقہ ہون اور امام شافعی کی دلیل یہ ہی کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اَلحَرَامُ لَا یُفسِدُ الحَلَالَ یعنی
حرام نہین فاسد کرتا حلال کو روایت کیا اوسکو دارقطنی نے عایشہ سے اور اوسکی اسناد مین عثمان بن عبد الرحمن وقاصی ہی
کہا یحیی بن معین نے لیس فیہ کان یکذب یعنی کچھہ نہین جھوٹھہ بولتا تھا اور ضعیف کیا اسکو ابن المدینی نے اور ایسا ہی
کہا بخاری اور نسائی اور رازی اور ابو داؤد نے اور کہا دارقطنی نے متروک ہی اور کہا ابن حبان نے روایت کرتا تھا
ثقات سے موضوعات کو اور نہین جائز ہی احتجاج ساتھہ اوسکے اور بھی روایت کیا اوسکو دارقطنی اور ابن ماجہ نے ابن
عمر سے اور اوسکی اسناد مین عبد اللہ بن عمر بھائی عبید اللہ کا ہی کہا ابن حبان نے فاحش ہوئی خطا اوسکی سو مستحق ہوا ترک
کا اور بھی اوسکی اسناد مین اسحق بن محمد فروی ہی کہا یحیی نے کچھہ نہین کذاب ہی اور کہا بخاری نے ترک کیا محدثین نے اوسکو
ص مس بشہوت کے معنی یہ ہین کہ دل سے اوسکی اشتہا کرے اور اوس سے لذت پاوے تو عورتون مین یہی ہوگا اور
مردون مین بعضون کے نزدیک یہ ہی کہ آلت منتشر ہو جاوے یا زیادتی انتشار ہووے ف اور یہی صحیح ہی کذا فی الہدایہ ص
نو برس سے کم کی عورت مشتہاۃ یعنی شہوت والی نہین ہوتی اور اسی پر فتوی ہی اور جاننا چاہیے کہ کبھی عورت نو برس
یا زیادہ کی مشتہاۃ ہوتی ہی اور کبھی نہین بھی ہوتی اور یہ اختلاف بسبب صغر و عظم جثہ کے ہی ف اور تفصیل اسکی
انشاء اللہ تعالی فصل حد البلوغ مین آویگا ص اور حرام ہی جمع کرنا درمیان دو بہنون کے اور درمیان دو عورتون
کے کہ اگر اون مین سے ایک کو مرد فرض کرین تو دوسری عورت اوسکو درست نہو ف اسواسطے کہ اللہ تعالی نے فرمایا
وَاَن تَجمَعُوا بَینَ الاُختَینِ یعنی حرام ہی تمپر جمع کرنا درمیان دو بہنون کے اور فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
فیروز دیلمی سے اور اونکے نکاح مین دو بہنین تھین جب وہ اسلام لائے کہ اختیار کرے جسکو چاہے روایت کیا اوس کو
ترمذی اور ابو داؤد نے اور ہدایہ مین ہی کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص ایمان لاتا ہی ساتھہ اللہ کے اور
پچھلے دن کے سو نہ جمع کرے نطفے اپنے کو رحم مین دو بہنون کے کہا زیلعی نے تخریج ہدایہ مین غریب ہی اس لفظ
سے ص خواہ دونون نکاح مین ہون یا ایک کو طلاق دیوے اگرچہ بائن ہو اور اوسکی عدت مین دوسری
نکاح کرے ف اور عدت اور طلاق کا بیان آگے آویگا ص اور بھی حرام ہی وطی کرنا دو بہنون کا جو اپنی
لونڈیان ہون اور اسی طرح اگر ایک عورت سے نکاح کیا اور پھر دوسری لونڈی ایسی خریدی کہ اگر وہ مرد فرض کی جاوے
تو اونکے درمیان مین نکاح جائز نہو تو اوس لونڈی سے وطی حرام ہی اور اگر ایک لونڈی سے وطی کی تو پھر دوسری ایسی عورت
سے کہ اگر وہ مرد فرض کی جاوے تو نکاح اون دونون مین حرام ہو وطی خواہ نکاح سے ہو یا ملک یمین سے جائز نہین
اور صرف نکاح جائز ہی تو اگر اوس عورت سے نکاح کر لیا تو اب کسی سے وطی نکرے جب تک کہ ایک کو اونمین سے

عثمان بن عبد الرحمن وقاصی

عبد اللہ بن عمر

اسحق بن محمد فروی

اپنے اوپر حرام نکرلے اس طرح پر کہ اوسکو اپنی ملک سے نکال دیوے یا کسی دوسرے مرد سے اوسکا نکاح کر دیوے
ف یہ جو بیان کیا کہ وہ دو عورتین ایسی ہون کہ اونمین سے اگر ایک کو مرد فرض کرین تو دوسری آوسکا نکاح
حرام ہو مثال اوسکی یہ ہی کہ جیسے ایک شخص نے اول ایک عورت سے نکاح کیا اب اوس عورت کی پھوپھی یا خالہ یا بھتیجی یا بھانجی
سے نکاح کرنا چاہے تو یہ نکاح جائز نہین کیونکہ اگر بھتیجی کو مرد فرض کرین تو پہلی عورت اسکی بھتیجی ہوئی اور بھتیجی سے
نکاح حرام ہی اور اگر خالہ کو مرد فرض کرین تو وہ عورت اسکی بھانجی ہوئی اور بھانجی سے نکاح حرام ہی اور اگر بھتیجی کو مرد فرض کرین
تو وہ عورت اسکی پھوپھی ہوئی اور پھوپھی سے نکاح حرام ہی اور اگر بھانجی کو مرد فرض کرین تو وہ عورت اسکی خالہ ہوئی اور
خالہ سے نکاح حرام ہی اور اگر پہلی عورت کو مرد فرض کرین تو نکاح پھوپھی یا خالہ یا بھتیجی یا بھانجی سے لازم آتا ہی اور نکاح
ان سب سے حرام ہی اور حدیث مین آیا ہی کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ جمع کیا جاویگا درمیان عورت کے اور
اوسکی پھوپھی کے اور نہ درمیان عورت کے اور اوسکی خالہ کے روایت کیا اسکو بخاری و مسلم نے اور روایت کیا اوسکو
ابوداؤد و ترمذی و دارمی نے اور اوسمین ہی کہ نہ نکاح کیجاوے عورت اپنی پھوپھی پر اور نہ پھوپھی اپنی بھتیجی پر اور نہ عورت
اپنی خالہ پر اور نہ خالہ بھانجی پر نہ نکاح کی جاوے بڑی یعنی خالہ اور پھوپھی چھوٹی پر یعنی بھانجی اور بھتیجی پر اور نہ چھوٹی بڑی پر
اور خالہ اور پھوپھی کو بڑا اسواسطے ارشاد فرمایا کہ اکثر وہ سن مین بڑی ہوتی ہین اور بھتیجی اور بھانجی چھوٹی ہوتی ہین یا وہ مرتبے
مین بڑی ہین اور صحیح کیا اس حدیث کو ترمذی نے اور روایت کی بخاری نے جابر رضی سے مانند اسکے اور اس باب مین روایت
ہی ابن عباس رضی سے اخراج کیا اوسکا احمد اور ابوداؤد اور ترمذی اور ابن حبان نے کہ مکروہ رکھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم نے جمع درمیان پھوپھی اور خالہ کے اور درمیان دو خالہ اور دو پھوپھی کے اور ابوسعید سے روایت کیا اوسکو ابن
ماجہ نے اور علی رضی سے روایت کیا اوسکو بزار نے اور ابن عمر رضی سے روایت کیا اوسکو ابن حبان نے اور بہت سے صحابیون
سے مروی ہی اس باب مین اور باعث اسکا یہی ہی کہ ان سب عورتون مین آپسمین علاقہ رحم ہی اور یہ بسبب نکاح کے
شاید منقطع ہو جاوے کیونکہ اکثر صورتون مین عداوت و حسد و عناد رہا کرتا ہی اور اسی پر دلالت کرتا ہی قول آنحضرت صلی
اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اِذَا فَعَلْتُمْ ذٰلِكَ قَطَعْتُمْ اَرْحَامَهُنَّ یعنی جس وقت یہ تمنے کیا سو قطع کیا تمنے اونکے رشتون کو
روایت کیا اوسکو ابن حبان اور ابن عدی نے حدیث ابن عباس سے اور روایت کی ابوداؤد نے مراسیل
مین عیسی بن طلحہ سے کہ منع کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کہ نکاح کیجاوے عورت اپنے قرابت دار پر بسبب خوف
قطع رحم کے **ص** اگر نکاح کیا دو بہنون سے ساتھ دو عقدون کے اور بھول گیا کہ اول کس سے عقد کیا تھا تو درمیان
خاوند اور ان دو بہنون کے جدائی کرائی جاویگی **ف** یعنی قاضی تفریق کرا دیگا **ص** اور اون دونون کو آدھا
مہر ملیگا **ف** اسواسطے کہ دوسرا نکاح تو باطل ہی اور پہلا نکاح صحیح ہی اور معلوم نہین کہ کون اول ہی تو اوس مہر کو
دونون مین تقسیم کر دینگے ایک ربع ایک کو اور ایک ربع دوسرے کو **ص** اور اگر ایک ہی عقد مین دونون کا نکاح کیا
تو دونون کا نکاح باطل ہوا اور کچھ مہر واجب نہوگا اور درست ہی جمع کرنا درمیان عورت کے اور اوسکے خاوند کی
دختر کے ساتھ دوسری بیوی سے وہ دختر اوس عورت سے نہو **ف** کیونکہ اگر اوس عورت سے ہوگی تو مرد کی ربیبہ ہو جاویگی

اور ربیبہ سے نکاح حرام ہی اور دوسرے یہ کہ پھر جسکوان دونون مین سے مرد فرض کرینگے اوسکو دوسری عورت حرام ہوگی اسواسطے
کہ اگر دختر کو مرد فرض کرین تو وہ عورت اوسکی مان ہی اور اگر عورت کو مرد فرض کرین تو وہ اوسکی بیٹی ہی **ص** اسواسطے کہ اگر اوس
دختر کو مرد فرض کرو تو تو نکاح اوسکا عورت سے حرام ہی کیونکہ وہ باپ کی بیوی ہی لیکن اگر اوس عورت کو مرد فرض کرین تو یہ دختر اوسپر
حرام نہین اور جائز ہی نکاح کتابیہ سے **ف** یعنی یہودی اور نصرانی عورتون سے اسواسطے کہ اللہ تعالی فرماتا ہی وَالْمُحْصَنَاتُ
مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ اور کچھ فرق نہین درمیان اس بات کے کہ لونڈی ہو یا آزاد اور جن لوگون نے حنفیہ سے
انکو مشرکین سمجھکے نکاح انسے حرام قرار دیا ہی وہ غافل ہین مسائل کتب فقہیہ سے کیونکہ حنفیون کی کتابون مین تصریح ہی کہ
گو کہ وہ نصاری اور یہود قائل ہین حضرت عیسی اور حضرت عزیز اللہ کے بیٹے ہین لیکن پھر بھی وہ مشرکین سے جدا ہین
کیونکہ اللہ تعالی نے قرآن شریف مین جدا کیا اونکو مشرکین سے اور کفایہ مین ہی کہ حذیفہ رضہ نے نکاح کیا ایک یہودیہ سے
اور کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے بھی **ص** اور صابئیہ سے جب کسی نبی پر ایمان رکھتی ہو اور کسی کتاب کا اقرار کرتی ہو
امام ابو حنیفہ کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک جائز نہین اور بعضون نے کہا کہ یہ خلاف بتبنی ہی تفسیر صابئیہ پر تو ابو حنیفہ
کہتے ہین کہ صابی اہل کتاب سے ہی اسواسطے نکاح جائز ہی اور صاحبین نے کہا کہ وہ ستارون کو پرستش کرتے ہین اور اونکی
کوئی کتاب نہین اسواسطے اونکے نزدیک نکاح نہین جائز ہی **ف** اور ایسے ہی اختلاف کیا صابئین کی تفسیر مین اصحاب نے
کہا عمر اور ابن عباس نے کہ وہ اہل کتاب مین سے ہین تو عمر رضہ نے کہا کہ حلال ہی ذبیحہ اونکا اور کہا ابن عباس نے کہ نہین درست ہی
نکاح اونسے اور کھانا اونکے ذبیحے کا اور کہا مجاہد رح نے کہ وہ ایک قوم ہی طرف شام کے درمیان یہود اور مجوس کے اہل کتاب سے
اور کہا کلبی نے کہ وہ درمیان یہود و نصاری کے ہین اور کہا قتادہ رح نے کہ وہ پڑھتے ہین زبور کو اور عبادت کرتے ہین ملائکہ
کی اور نماز پڑھتے ہین کعبے کی طرف اور ہر دین مین سے کچھ کچھ لے لیا ہی **ص** اور اگر ستارون کی پرستش کرتی ہو اور
اوسکی کوئی کتاب نہو تو اوس سے نکاح جائز نہین **ف** اسواسطے کہ وہ اوس صورت مین مانند او مشرکین کے ہین
جیسے مجوس آتش پرست وغیرہ اور اونکی عورتون سے نکاح حرام ہی کیونکہ فرمایا اللہ تعالی نے وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكَاتِ حَتَّى
يُؤْمِنَّ اور نہ نکاح کرو مشرک عورتون سے یہان تک کہ ایمان لاوین اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
سُنُّوا بِهِمْ سُنَّةَ أَهْلِ الْكِتَابِ غَيْرَ نَاكِحِي نِسَائِهِمْ وَلَا آكِلِي ذَبَائِحِهِمْ یعنی چلو تم اونسے یعنی مجوس سے طریقہ
اہل کتاب کا مگر یہ کہ نہ نکاح کرنے والے ہو اونکی عورتون سے اور نہ کھانے والے ہو اونکے ذبائح کو اور یہ حدیث ہدایہ مین ہی
کہا زیلعی نے تخریج مین اوسکی قلت غريب بهذا اللفظ یعنی اس لفظ سے غریب ہی لیکن روایت کی عبد الرزاق
اور ابن ابی شیبہ نے حسن بن محمد بن علی سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لکھا طرف مجوس ہجر کے پیش کرتے تھے اونپر
اسلام کو کہ جو اسلام لاوے قبول کیا جاوے اوس سے اور جو نہ اسلام لاوے اوسپر جزیہ باندھا جاوے
نہ نکاح کرنے والے ہو اونکی عورتون سے اور نہ کھانے والے ہو ذبیحے اونکے کہا ابن القطان نے کہ یہ حدیث مرسل ہی
اور اوسکی اسناد مین قیس بن مسلم بگڑ گیا حفظ اوسکا اور روایت کی ابن سعد نے طبقات مین عبد اللہ بن عمر و
سے تحقیق کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لکھا طرف مجوس ہجر کے عرض کرتے تھے اونپر اسلام کو تو اگر انکار کرین

مخصّص کیا جاوے اونپر جیسا اس طرح جیسکہ نہ نکاح کی جاوین عورتین اونکی اور نہ کہلائے جاوین ذبیحے اونکے اور بیچ اسکی اسناد
مین ہوا قیس بن ربیع اور کلام کیا گیا ہے اوسمین اور موطا مین اتنا ہی مروی ہے سنّوا بہم سنة اہل الکتاب انتہی
حاصل ما قال الزیلعی ص اور درست ہے نکاح اوس شخص کا جو احرام باندھے ہو مرد ہو یا عورت ف اسواسطے
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح کیا میمونہ سے اور آپ محرم تھے روایت کیا اوسکو بخاری ومسلم وغیرہما نے
ابن عباس رضی سے اور امام شافعی کے نزدیک جائز نہین کیونکہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لا ینکح المحرم ولا
ینکح اخرجہ الستة الا البخاری یعنی نہ نکاح کرے محرم اور نہ نکاح کیا جاوے اخراج کیا اسکا صحاح ستہ والون نے
سوا بخاری کے اور جواب یہ ہے کہ نکاح سے مراد اس جگہ وطی ہے اور وہ بالاجماع احرام مین ناجائز ہے جیساکہ بیان ہو چکا کتاب حج
مین گذرا ص اور جائز ہے نکاح لونڈی سے مسلمان ہو یا کتابی ف اور امام شافعی کے نزدیک نکاح لونڈی کتابیہ
سے واسطے آزاد مرد کے جائز نہین کیونکہ اللہ تعالی نے فرمایا سورہ نساء مین وَمَن لَّمْ يَسْتَطِعْ مِنكُمْ طَوْلًا أَن
يَنكِحَ الْمُحْصَنَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ فَمِن مَّا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُم مِّن فَتَيَاتِكُمُ الْمُؤْمِنَاتِ تو اللہ نے
مقید کیا لونڈیون کو ساتھ مومنات کے اور ہم کہتے ہین کہ قید لگا دینا مومنات کی اس بات پر دلالت نہین کرتا کہ کافرہ
سے نکاح جائز نہو ص اگرچہ قدرت رکھتا ہو آزاد سے نکاح کرنے پر یعنی اوسکے مہر اور نفقے پر قادر ہو اور امام شافعی
کے نزدیک جب قدرت ہو حرّہ کی تب نکاح لونڈی مسلمان کا بھی جائز ہووے نہین ف اور دلیل اونکی استدلال ہے اوسی
آیت سے اور ہمارا وہی جواب ہے جو گذرا ص اور جائز ہے نکاح حرہ کا ف یعنی آزاد عورت سے ص باوصف
اسکے کہ اوسکے نکاح مین لونڈی ہو ف کیونکہ روایت کی سعید بن منصور نے سنن مین ابن علیہ سے انہون نے
سنا اوس شخص سے جسنے سنا حسن سے تحقیق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع کیا یہ کہ نکاح کی جاوے لونڈی اوپر
حرہ کے اور کہا کہ نکاح کیجاوے حرہ اوپر لونڈی کے اور روایت کیا اوسکو بیہقی اور طبری نے تفسیر مین ساتھ سند متصل کے
حسن ہے اور غریب کہا اوسکو روایت عامر احول سے انہون نے حسن سے اور معروف روایت ہے عمرو بن عبید کی حسن
سے کہا حافظ نے یہی یعنی عمرو بن عبید مبہم ہے روایت سعید بن منصور مین اور روایت کیا اوسکو عبد الرزاق نے
حسن سے مرسل اور اسی طرح روایت کیا اوسکو ابن ابی شیبہ نے اونسے اور مرسل ہمارے نزدیک حجت ہے اور شافعی
کے نزدیک بھی جب موید ہوں اوسکے قول صحابہ اور اس جگہ موید ہوئے روایت کی ابن ابی شیبہ اور بیہقی نے حضرت
علی رضی سے موقوفا تحقیق کہ لونڈی نہین لائق ہے کہ نکاح کی جاوے اوپر حرہ کے اور ایک روایت مین ہے لا تنکح الامة
علی الحرة اور سند اوسکی حسن ہے اور ابن مسعود کی مانند اسکے اور روایت کی عبد الرزاق نے ابی الزبیر سے کہ انہون نے
سنا جابر سے کہتے تھے لا تنکح الامة علی الحرة وتنکح الحرة علی الامة یعنی نہ نکاح کیجاوے لونڈی
اوپر حرہ کے اور نکاح کی جاوے حرہ اوپر لونڈی کے اور روایت کی بیہقی نے مانند اسکے اور زیادہ کیا من وجد
صداق حرة فلا ینکح امة ابدا یعنی جو شخص پاوے مہر حرہ کا تو نہ نکاح کرے لونڈی سے کبھی اور اسناد اوسکی
صحیح ہے اور روایت کیا اوسکو عبد الرزاق نے بھی بغیر زیادتی کے اور روایت کی ابن ابی شیبہ نے سعید بن مسیب سے

کہا انھون نے نکاح کی جاوے حرہ اوپر لونڈی کے اور نہ نکاح کی جاوے لونڈی اوپر حرہ کے اور روایت کی دارقطنی نے حضرت عایشہ رضی سے حدیث طویل مین مرفوعاً کہ لیکن وتزوج الحرة علی الامة ولا تزوج الامة علی الحرة یعنی نکاح کیجاوے حرہ اوپر لونڈی کے اور نہ نکاح کی جاوے لونڈی اوپر حرہ کے اور اسناد مین اوسکی مظاہر بن اسلم ضعیف ہے

ص اور چار عورتون سے زیادہ آزاد ہون یا لونڈیان نکاح کرنا درست نہین ف اسواسطے کہ فرمایا اللہ تعالی نے فانکحوا ما طاب لکم من النساء مثنی وثلث وربٰع یعنی نکاح کرو جو خوش لگے تمکو عورتون سے دو دو اور تین تین اور چار چار یہی مذہب ہی ایمۂ اربعہ اور جمہور مسلمین کا اور یہی ثابت ہی حدیث صحیح سے روایت ہی حضرت ابن عمر رضی سے کہ تحقیق غیلان ابن سلمہ ثقفی اسلام لائے اور اونکی دس عورتین تھین جاہلیت مین سو وہ سب اسلام لائین اونکے ساتھ سو فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے روک لے چار عورتون کو اور چھوڑدے باقی کو روایت کیا اوسکو شافعی اور احمد اور ترمذی اور ابن ماجہ نے اور روایت ہی نوفل بن معاویہ سے کہا اسلام لایا مین اور میرے پاس پانچ عورتین تھین سو پوچھا مینے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے تو فرمایا آپنے چھوڑدے ایک کو اور روک لے چار کو سو چھوڑدیا مینے اونمین سے ایک عورت کو کہ بہت قدیم الصحبت تھی ساتھ میرے بانجھ تھی ساٹھہ برس کی روایت کیا اوسکو شافعی نے اور بغوی نے شرح السنۃ مین

ص اور غلام کو دو سے زیادہ درست نہین ف اور یہی مذہب ہی امام شافعی اور احمد کا اور کہا مالک نے کہ وہ بھی نکاح کرے چار عورتون تک اور دلیل ہماری وہ ہی جو روایت کی ابن الجوزی نے تحقیق مین عمر رضی اللہ عنہ سے کہ فرمایا انھون نے نکاح کرے غلام دو عورتون سے اور طلاق دے دو طلاق اور عدت کرے لونڈی دو حیض سے اور ایسی ہی روایت کی بغوی نے معالم مین کہا ابن الجوزی نے کہا حاکم نے کہ اجماع کیا اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ نہ نکاح کرے غلام زیادہ دو عورتون سے اخراج کیا اسکا ابن ابی شیبہ اور بیہقی نے

ص اور جائز ہی نکاح اوس عورت سے جو حاملہ ہووے زنا سے

ف اور اسی پر فتوی ہی اور امام ابی یوسف کے نزدیک نکاح فاسد ہی اور یہ اختلاف اوسمین ہی کہ نکاح کرے اوس سے غیر زانی اور جو زانی خود نکاح کرے تو بالاتفاق صحیح ہی جیساکہ ہدایہ مین ہی

ص اور وطی نکرے اوس سے جب تک وہ وضع حمل نکرے ف اسواسطے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ حنین مین نہین حلال ہی واسطے اوس مرد کے جو ایمان لاتا ہی اللہ پر اور پچھلے دن پر یہ کہ پلاوے پانی اپنا دوسرے کی کھیتی مین روایت کیا اسکو ابوداود اور ترمذی نے رویفع بن ثابت انصاری سے

ص اور جس عورت سے وطی کی ہو ایک شخص نے زنا سے اور اوس لونڈی سے کہ وطی کی ہو اوس سے مالک نے اونسے نکاح کرے تو دونون صورتون مین خاوند پر استبرا واجب نہین

ف استبرا کہتے ہین طلب برائت رحم کو ولد سے اور اسکا بیان آگے آویگا

ص اگر دو عورتون سے نکاح کیا ساتھ ایک ہی عقد کے ف مثلا کہا نکاح کیا مینے تم دونون سے اور انھون نے کہا قبول کیا مینے

ص اور ایک اون دو عورتون مین سے نکاح کرنے والے پر حرام ہی تو دوسری کا نکاح صحیح ہوجاویگا اور نہین جائز ہی نکاح اپنی لونڈی سے اور نہ غلام کو اپنی مالکہ سے ف یعنی وہ عورت جو مالکہ ہی غلام کی اسواسطے کہ نکاح مشروع ہی واسطے حاصل ہونے فوایدہ کے جو مشترک ہون درمیان زوج اور زوجہ کے اور مین مشترک

بعد للعاقدین جیسا کہ ہو دیکھا اور ملکیت منافی ہی مالکیت کی تو سب دونون مین تغیر کرینگے **ص** اور نہین جائز ہی نکاح مجوسیہ اور جو عورت بتون کی پرستش کرتی ہو **ف** اور دلیل اسکی اوپر گذری **ص** اور نہ پانچوین عورت سے چوتھی عورت کی عدت مین **ف** یعنی ایک شخص کی چار عورتین ہین اور اوسنے ایک کو اونمین سے طلاق دیا تو جبتک وہ عدت مین ہی نکاح پانچوین عورت سے جائز نہین **ص** اور یہ حکم واسطے آزاد مرد کے ہی اور غلام کے واسطے تیسری عورت جائز نہین دوسری عورت کی عدت مین اور نہین جائز ہی نکاح لونڈی سے باوصف ہونے حرہ کے نکاح مین **ف** اور دلیل اسکی اوپر گذری **ص** یا حرہ کی عدت مین **ف** صورت مسئلے کی یہ ہی کہ ایک شخص کے نکاح مین ایک آزاد عورت تھی اور اوسنے اوسکو طلاق دیا تو جبتک وہ عدت مین ہی نکاح لونڈی سے جائز نہین اور حرہ سے جائز ہی **ص** اور نہین جائز ہی نکاح اوس عورت حاملہ سے جو مقید ہوکے آئی ہو اور اوس حاملہ سے کہ اوسکا نسب ثابت ہی **ف** یعنی یہ معلوم ہی کہ فلانے شخص کا حمل ہی **ص** اگرچہ وہ حاملہ ام ولد ہو اپنے مالک کی اور صحیح حاملہ ہولی ہو وے اور باطل ہی نکاح متعہ کا یعنی اسطرح پر کہے کہ متعہ کرتا ہون مین تجھسے اسطرح پر اتنی مدت پر اتنے مال پر **ف** اتفاق کیا ایمہ اربعہ اور علماے امصار نے حرام ہونے متعہ پر اور حجت اوسکی حرمت پر قول اللہ تعالی کا ہی وَالَّذِينَ هُمْ لِفُرُوجِهِمْ حَافِظُونَ ۝ إِلَّا عَلَى أَزْوَاجِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ فَإِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُومِينَ ۝ فَمَنِ ابْتَغَى وَرَاءَ ذَلِكَ فَأُولَئِكَ هُمُ الْعَادُونَ ۝ یعنی نجات پائی اون مسلمانون نے جو اپنی فرجون کے حافظ ہین مگر اپنی بیویون پر یا لونڈیون پر پس تحقیق کہ وہ نہین ملامت کیے گئے ہین سو جو شخص تلاش کرے سوا اسکے پس وہی لوگ ہین زیادتی کرنے والے اسواسطے کہ جس عورت سے متعہ کیا ہو اوسکو زوجہ نہین کہتے ہین اور اسی سبب سے جو لوگ قائلین متعہ ہین اونکے نزدیک بھی عورت مرد مین وراثت نہین برخلاف زوجہ کے روایت کی مسلم نے سبرہ بن معبد جہنی سے تحقیق کہ اونکے باپ نے حدیث بیان کی اونسے کہ تھے وہ ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سو فرمایا آپ نے اے لوگو اذن دیا تھا مینے تمکو متعہ کا عورتون سے اور اب اللہ نے حرام کیا اوسکو دن قیامت تک سو جس شخص کی ایسی عورت ہو تو چھوڑ دے اوسکو اور نہ لیوے اونسے جو دیا ہی اونکو اور روایت کیا اوسکو مسلم نے دوسرے طریق سے اور بھی روایت کی ابن ماجہ نے باسناد صحیح حضرت عمر سے کہ انھون نے خطبہ پڑھا سو کہا کہ تحقیق کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اذن دیا متعہ کا تین بار پھر حرام کیا اوسکو اگر کوئی متعہ کریگا اور وہ محصن ہوگا البتہ رجم کرونگا مین اوسکو پتھرون سے اور ایک روایت مین ہی کہ خطبہ پڑھا حضرت عمر نے سو کہا کہ کیا حال ہی اون لوگون کا جو نکاح کرتے ہین متعہ کا اور تحقیق کہ منع کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اوس سے نہین آویگا میرے پاس کوئی نکاح کیا ہوا متعہ کا مگر رجم کرونگا مین اوسکو اور پوچھے گئے حضرت ابن عمر متعہ سے سو کہا حرام ہی سو کہا اونکو کہ ابن عباس فتوے دیتے ہین اوسکی حلت کا کہا انھون نے کیون نہ بولے زمانہ حضرت عمر مین اور روایت کیا مسلم نے سلمہ بن اکوع سے کہا رخصت دی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سال اوطاس کے تین بار پھر منع کیا متعہ سے اور روایت کی مسلم نے سبرہ جہنی سے کہ حکم کیا ہمکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سال فتح مین

متعہ کا جب داخل ہوئے ہم مکے مین پھر نکلے مکے سے یہانتک کہ منع کیا ہمکو متعہ سے اس روایت کی حازمی نے اپنی سند سے جابر رض سے ایک حدیث مین کہ خطبہ پڑھا ہمپر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ تبوک مین اور ثنا کی اللہ پر اور منع کیا متعہ سے اور روایت کی بخاری و مسلم نے حضرت علی رض سے تحقیق انھون نے سنا ابن عباس رض سے کہ نرمی کرتے ہین متعہ مین سو کہا چھوڑ دے اے ابن عباس تحقیق کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع کیا اوس سے دن خیبر کے اور گدھون کے گوشت کھانے سے اور ایک روایت مین ہی حضرت علی رض سے کہ کہا انھون نے واسطے ابن عباس کے تو مرد گمراہ ہی اور بہت سے آثار اور احادیث حرمت متعہ مین وارد ہوئی ہین اور روایت کی عبد الرزاق نے ابن عباس سے حلت متعہ کو اور فتوی دیا ساتھ اوسکے بعض تابعین نے مثل ابن جریج اور طاوس اور عطاء کے اور سعید بن جبیر اور فقہاء مکہ نے اور کہا اوزاعی نے کہ ترک کیا جاویگا قول اہل حجاز سے متعہ اسنار کا اور قول اہل مدینہ سے حلت وطی فی الدبر کی روایت کیا اسکو حاکم نے علوم الحدیث مین اور نسے اور ہدایہ مین ہی کہ ابن عباس نے رجوع کی اوس سے روایت کی بیہقی نے زہری سے کہ انھون نے کہا نہین مرے ابن عباس رض یہانتک کہ رجوع کی انھون نے فتوے اپنے سے درباب حلت متعہ کے اور ایسا ہی ذکر کیا ابو عوانہ نے صحیح مین اور روایت کی ترمذی نے ابن عباس رض سے کہ تھا متعہ اول اسلام مین کہ آتا تھا ایک شخص شہر مین اور نہ ہوتی اوسکو اوس شہر سے معرفت تو نکاح کر لیتا تھا عورت سے جب تک جانتا تھا مین کہ مقیم رہونگا تو وہ عورت اوسکے مال کی محافظت کرتی تھی اور اوسکی چیزون کو درست کرتی تھی یہانتک کہ نازل ہوئی یہ آیت اِلَّا عَلٰٓی اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ سو اب ہر فرج سوا انکے حرام ہی اور روایت کی ابو عوانہ نے رجوع ابن جریج کی بھی متعہ سے اور تفصیل اوسکی تفسیر مظہری مین ہی **ص** اور نکاح موقت یعنی اسطرح پر کہے کہ نکاح کرتا ہون مین تجھسے ساتھ اتنے مہر کے مہینہ بھر تک یا دس دن تک **ف** اسواسطے کہ یہ بھی معنون مین متعہ کے ہی اور زفر کے نزدیک درست ہی

باب ولی اور کفو کے بیان مین

جائز ہی نکاح عورت مکلفہ یعنی عاقلہ بالغہ کا **ف** بکر ہو یا ثیب **ص** اگرچہ غیر کفو سے ہو بغیر حاضر ہونے ولی کے اور ولی کو درست ہی کہ قاضی سے کہکر فسخ کرا دے جب غیر کفو سے ہو اور روایت کی حسن نے ابو حنیفہ رح سے کہ نکاح ساتھ غیر کفو کے جائز نہین اور اسی پر فتوی ہی قاضی خان کا اور ایک روایت مین امام ابو یوسف رح سے نکاح نہین منعقد ہوتا ہی مگر ساتھ ولی کے اور نزدیک محمد رح کے منعقد ہوگا اور موقوف رہیگا اجازت ولی پر **ف** یعنی اگر ولی چاہے روا رکھے اور چاہے فسخ کرے **ص** اور امام مالک اور شافعی کے نزدیک نکاح نہین منعقد ہوتا ہی ساتھ عبارت عورتون کے **ف** برابر ہی کہ اپنا نکاح کرین یا اپنی بیٹی کا یا اپنی لونڈی کا دلیل امام شافعی کی یہ ہی کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو عورت نکاح کرے بغیر اذن ولی کے پس نکاح اوسکا باطل ہی پس نکاح اوسکا باطل ہی پس نکاح اوسکا باطل ہی تو اگر داخل ہوا اوسکے ساتھ تو اوس عورت کے واسطے مہر ہی بعوض حلال کرنے اوسکی فرج کا تو اگر اختلاف کیا انھون نے تو بادشاہ ولی ہی اوسکا جسکا کوئی ولی نہین روایت کیا اسکو اصحاب سنن نے

ابن جریج سے انھون نے سلیمان بن موسی سے انھون نے زہری سے انھون نے عروہ سے انھون نے حضرت عایشہ رضی سے اور حسن کہا اوسکو ترمذی نے کہا طحاوی نے **حدثنا** ابن ابی عمران قال اخبرنا یحیی بن معین عن ابن عیینة عن ابن جریج انہ قال لقیت الزھری فاخبرتہ عن ھذا الحدیث فانکرہ یعنی کہا ابن جریج نے کہ ملاقات کی مینے زہری سے سو خبر کی مینے اونکو اس حدیث کی پس انکار کیا زہری نے اسکا اور روایت کی ترمذی اور ابن داؤد اور ابن ماجہ نے حضرت عایشہ رضی اللہ عنہا سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لا نکاح الا بولی والسلطان ولی من لا ولی لہ یعنی نہین ہی نکاح بغیر ولی کے اور بادشاہ ولی ہی اوسکا جسکا کوئی ولی نہین اور اسناد مین اوسکی حجاج بن ارطاۃ ضعیف ہی اور روایت کی دارقطنی نے حضرت عایشہ رضی اللہ عنہا سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہین نکاح ہی بغیر ولی کے اور دو گواہ عادل کے اور اسناد میں اوسکی یزید بن سنان اور باپ اوسکے دونون ضعیف ہین ضعیف کیا اونکو نسائی اور احمد وغیرہما نے اور روایت کی دارقطنی نے حضرت عایشہ رضی سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ضرور ہین نکاح مین چار چیزین ولی اور زوج اور دو گواہ اور اسناد مین اوسکی نافع بن میسرہ ابو الخطیب مجہول ہی اور روایت کی احمد نے ابی موسی سے انھون نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ فرمایا آپ نے لا نکاح الا بولی نہین نکاح ہی بغیر ولی کے اور روایت ہی ابن عباس رضی سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہین نکاح ہی بغیر ولی کے اور بادشاہ ولی ہی اوسکا جسکا کوئی ولی نہین روایت کیا اوسکو احمد نے طرق حجاج بن ارطاۃ سے اور وہ ضعیف ہی اور ایک دوسرے طریقے سے اور اوسمین عدی بن الفضل اور عبد اللہ بن عثمان دونون ضعیف ہین اور روایت ہی ابن عباس رضی سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زانیہ وہ عورتین ہین کہ نکاح کر لیتی ہین اپنا آپ نہین جائز ہی نکاح مگر ساتھ ولی کے اور دو گواہون کے اور مہر کے تھوڑا ہو یا بہت روایت کیا اوسکو ابن الجوزی نے اور اسناد مین اوسکی نہاس ضعیف ہی ضعیف کیا اوسکو یحیی نے اور کہا ابن عدی نے لا نساوی شیئا اور روایت ہی ابن مسعود اور ابن عمر رضی سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہین نکاح ہی مگر ساتھ ولی کے اور دو گواہ عادل کے اور حدیث ابن مسعود مین بکیر بن بکار ہی کہا یحیی نے کچھ نہین اور عبد اللہ بن محرز ہی کہا دارقطنی نے متروک ہی اور حدیث ابن عمر مین ثابت بن زہیر منکر الحدیث ہی ایسا ہی کہا ابو حاتم نے اور کہا ابن حبان نے لا یحتج بہ نہین حجت پکڑی جاویگی ساتھ اوسکے اور روایت ہی ابی ہریرہ رضی سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لا تزوج المرأة المرأة ولا تزوج المرأة نفسها فان الزانیة ھی التی تزوج نفسها یعنی نہ نکاح کرے عورت عورت کا اور نہ نکاح کرے عورت اپنا پس تحقیق کہ زانیہ وہ عورت ہی جو نکاح کرے اپنا روایت کیا اوسکو دارقطنی نے دو طریقون سے ایک کی اسناد مین جمیل بن الحسن ہی اور دوسری کی اسناد مین مسلم بن ابی مسلم ہی اور دونون نہین پہچانے جاتے اور روایت ہی جابر سے مرفوعا نہین نکاح ہی مگر ساتھ ولی مرشد کے اور دو گواہ عادل کے روایت کیا اوسکو ابن الجوزی نے اور اوسکی اسناد مین محمد بن عبید اللہ عرزمی ہی کہا نسائی اور یحیی نے متروک ہی نہین لکھی جاویگی حدیث اوسکی اور دوسرے اوسکی اسناد مین قطر بن بسیر ضعیف ہی اور روایت ہی معاذ بن جبل سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس عورت نے نکاح کیا اپنا آپ بغیر ولی کے

سو وہ زانیہ ہی اخراج کیا اوسکا دارقطنی نے اور اوسکی اسناد مین ابو عصمۃ ہی نوح بن ابی مریم ہی کہا یحیی نے کچھ نہین اور کہا دارقطنی نے متروک ہی پس دلیلین شافعی کے مذہب کی تھین اور حنفیہ حجت پکڑتے ہین ساتھ قول اللہ تعالی کے حتی تنکح زوجا غیرہ کے کیونکہ نسبت نکاح کی اسمین طرف عورت کے ہی اور حدیث ابن عباس کے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو عورت بے خاوند کے ہی وہ زیادہ حقدار ہی اپنی ذات پر ولی اپنے سے اور بکر سے اذن لیا جاویگا اور اذن اوسکا سکوت ہی روایت کیا اوسکو مسلم اور مالک اور ابو داود اور ترمذی اور نسائی نے اور یہ حدیث نہایت صحیح ہی اور حدیث ابی سلمہ بن عبد الرحمن سے کہا کہ آئی ایک عورت طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سو کہا تحقیق کہ میرے باپ نے نکاح کیا میرا ایک شخص سے اور مین ناراض ہون سو فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اوسکے باپ کو نہین نکاح ہی واسطے تیرے جا نکاح کر جس سے چاہے تو روایت کیا اوسکو ابن الجوزی نے اور یہ حدیث اگرچہ مرسل ہی لیکن مرسل نزدیک ہمارے حجت ہی اور حدیث حضرت عایشہ رضی اللہ عنہا سے تحقیق کہ قتادہ داخل ہوئین اونپر سو کہا کہ میرے باپ نے نکاح کیا میرا اپنے بھتیجے سے تاکہ بڑھے حسب اوسکا اور مین مکروہ رکھتی ہون سو کہا حضرت عایشہ رضی اللہ عنہا نے بیٹھ اور آنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سو خبر کی حضرت عایشہ رضی اللہ عنہا نے آپ کو سو آپ نے کہلا بھیجا طرف اوسکے باپ کے اور دیا اختیار قتادہ کو سو کہا قتادہ نے اے رسول اللہ تحقیق کہ اجازت دی مینے اوسکی جو میرے باپ نے کیا اور نہین ارادہ کیا مینے مگر یہ کہ آگاہ کرون مین عورتون کو کہ نہین ہی اونپر اونکے باپون کا اختیار روایت کیا اوسکو نسائی نے اور وجہ استدلال کی اس حدیث سے یہ ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سکوت کیا قتادہ کے اس قول پر کہ باپون کا کچھ اختیار نہین تو حدیثین معارض ہین حدیث حضرت عایشہ کو جو پہلے مذکور ہوئی اور حدیث لا نکاح الا بولی کو تو ترجیح حدیث ابن عباس کو ہوگی کیونکہ روایت کیا اوسکو مسلم نے اور وہ اصح ہی اور اقوی ہی از روے سند کے برخلاف ان احادیث کے جنسے تمسک کیا شافعی نے کہ وہ سب خالی نہین ضعف سے جیسا کہ بیان کیا ہمنے اوسکو اور تاویل حدیث لا نکاح الا بولی کی یہ ہی کہ نہین ہی نکاح بطور سنت کے بغیر ولی کے اور حدیث حضرت عایشہ کو حمل کرتے ہین اوپر اوس نکاح کے جو بغیر کفو کے ہو واللہ اعلم زیادہ تفصیل کی اس کتاب مین گنجایش نہین **ص** جو عورت بکر ہی اور نابالغہ ہی تو اوسپر ولی جبر کر سکتا ہی واسطے نکاح کے اتفاقا **ف** اور اوسپر اجماع کیا مجتہدون نے **ص** اور بکر بالغہ پر ولی کو جبر نہین پہونچتا اور امام شافعی کے نزدیک باپ اور دادا کو جبر پہونچتا ہی **ف** امام شافعی دلیل لاتے ہین اوس سے جو روایت کی گئی حسن سے مرسلا کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چاہیے کہ اذن لی جاوین بکر عورتین اپنے نفسون مین پس اگر انکار کرین تو جبر کی جاوین اخراج کیا اوسکا ابن الجوزی نے اور یہ حدیث ساقط ہی از روے متن اور سند کے لیکن از روے متن کے سو اسواسطے کہ درمیان اذن لینا اور جبر کے تناقض ہی کیونکہ اسوقت مین اذن لینے سے کچھ فائدہ نہین اور لیکن از روے سند کے سو اسواسطے کہ اوسکی سند مین عبد الکریم ہی کہا ابن الجوزی نے اجماع کیا محدثین نے اوسکی طعن پر علاوہ اسکے یہ حدیث مرسل امام شافعی کے نزدیک مقبول نہین اور دلیل ہماری حدیث ابن عباس کی ہی کہ ایک عورت بکر آئی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سو بیان کیا کہ اوسکے باپ نے نکاح کر دیا اوسکا اور وہ ناراض تھی سو اختیار دیا اوسکو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے روایت کیا اوسکو احمد اور ابو داود

اور نسائی اور ابن ماجہ نے ساتھہ سند متصل کے اور رجال اوسکے رجال حدیث صحیح کے ہین اور وہ جو کہا بیہقی نے کہ یہ مرسل ہے کچھہ مضر نہین ہے اسواسطے کہ وہ مرسل ہے بعض طریقون سے اور مرسل حجت ہے اور بعض طریقون صحیحہ سے متصل ہے کہا ابن القطان نے حدیث ابن عباس کی صحیح ہے اور نہین ہے یہ عورت خنسا بنت خذام کہ نکاح کر دیا تھا اوسکا اوسکے باپ نے اور وہ ثیب تھی اور ناراض تھی تو رد کیا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ سلم نے نکاح اوسکا روایت کیا اوسکو بخاری نے اور کہا شیخ ابن الہمام نے ایک روایت مین ہے کہ خنسا بھی بکر تھی اخراج کیا اوسکا نسائی نے لیکن روایت بخاری کی راجح ہے اور روایت کی دار قطنی نے حدیث ابن عباس کو تحقیق کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ سلم نے رد کیا نکاح ایک بکر اور ثیب کا نکاح کر دیا تھا اون دونون کا اونکے باپ نے اور وہ دونون ناراض تھین اور روایت کی دار قطنی نے ابن عمر رضی سے تحقیق کہ ایک شخص نے نکاح کیا اپنی بیٹی کا سو وہ ناراض ہوئی تب رد کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ سلم نے نکاح اوسکا اور ایک روایت مین ہے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے تحقیق کہ تھے نبی صلی اللہ علیہ سلم چھین لیتے تھے عورتین اونکے خاوندون سے ثیب اور بکر کو بعد اسکے کہ نکاح کر دیتے تھے اونکا باپ اونکے جب وہ ناراض ہوتی تھین اس سے اور روایت کی دار قطنی نے جابر سے تحقیق ایک شخص نے نکاح کر دیا اپنی بیٹی کا اور وہ بکر تھی بغیر حکم اوسکے کے تو وہ آئی نبی صلی اللہ علیہ سلم پاس اور جدائی کر دی آپنے درمیان اوسکے اور اوسکے خاوند کے ص اور اسیطرح ثیب نابالغہ پر ولی کو جبر پہونچتا ہے ہمارے نزدیک اور امام شافعی کے نزدیک اوسپر جبر نہین پہونچتا اور ثیب بالغہ پر سب کے نزدیک ولی کو جبر نہین پہونچتا اور ہمارے نزدیک ہر ولی کو جبر پہونچتا ہے ف اسواسطے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ سلم نے نکاح طرف عصبات کے ہے اور کچھہ تعیین نہین کی اور زیلعی نے نہین پایا اس حدیث کو اور کہا شیخ ابن الہمام نے کہ مروی ہے حضرت علی رضی سے موقوفًا اور مرفوعًا اور ذکر کیا اوسکو سبط ابن الجوزی نے اور نکاح کر دیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا حمزہ کی بیٹی کو ساتھہ عمر بن ابی سلمہ کے اور وہ صغیرہ تھین اور ولی کہتے ہین عصبہ بنفسہ کو اور اوسکا بیان آگے آویگا ص اور امام شافعی کے نزدیک جبر کسی ولی کو نہین پہونچتا سوا باپ دادا کے اگر ولی نے بکر سے اذن لیا اور وہ چپ رہی یا ہنسی تو اذن ہو گیا ف کیونکہ روایت ابی ہریرہ مین ہے کہ پوچھا صحابہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ سلم سے کسطرح ہے اذن بکر کا سو فرمایا آپنے اذن اوسکا یہ ہے کہ چپ رہے اخراج کیا اوسکا بخاری و مسلم نے اور ایک روایت مین مسلم کی یہ ہے اَلْبِكْرُ تُسْتَأْمَرُ وَاِذْنُهَا سُكُوْتُهَا یعنی بکر اذن لی جاویگی اور اذن اوسکا سکوت ہے اور ایک روایت مین ابن ماجہ کی ہے وَالْبِكْرُ رِضَاهَا صُمَاتُهَا یعنی بکر رضا اوسکی چپ رہنا اوسکا ہے ص اور اسی طرح اگر روئی بغیر آواز سے اور اگر رونے لگی آواز سے تو وہ رد ہوگا نکاح کا اور اگر اوسکو خبر پہونچی نکاح کی اور وہ چپ رہی تو راضی ہوئی لیکن شرط ہے کہ خاوند کا نام لیا ہووے اور اگر خاوند کا نام نہ لیا تو سکوت اوسکا رضا نہوگا اور مہر کا ذکر کچھہ شرط نہین ف اسواسطے کہ نکاح صحیح ہو جاتا ہے بغیر ذکر مہر کے اور اسکا بیان آگے آتا ہے ص اور اگر اذن لیا اوس سے ولی کے سوا اور کسی شخص نے یا ایسے ولی نے کہ دوسرا ولی اوس سے زیادہ قریب موجود ہے ف جیسے اذن لیا بھائی نے باوجود ہونے باپ کے کذا فی العنایہ ص تو نہوگی رضا اوسکی یہان تک کہ زبان سے کلام کرے جیسا کہ ثیب کی رضا بدون کہے نہین ہوتی ف اسواسطے کہ ہدایہ کے متن میں ہے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اَلثَّيِّبُ تُشَاوَرُ یعنی ثیب مشورہ لیجاوے کہا زیلعی نے

تخریج ہدایہ مین غریب بھذا اللفظ اور مشاورہ دونون طرف سے ہوتا ہی اور اسواسطے کہ ثیب کا بولنا کچھ عیب شمار نہین
کیا جاتا اور بہ نسبت بکر کے اوسکو حیا بھی کم ہی ص جو عورت کہ اوسکی بکارت کودنے سے یا حیض سے یا جراحت سے
یا کلان سالی سے یا زنا سے زائل ہوجاوے تو حکم اوسکا حکم بکر کا ہی اس باب مین کہ سکوت اوسکا رضا ہی ف اور اسیطرح
رونا اوسکا بغیر آواز کے اور ہنس دینا رضا ہی ص اگر کسی مرد نے بکر عورت پر جو بالغ ہو دعوی کیا کہ جب تجکو میرے
نکاح کی خبر پہونچی تھی تو تو چپ رہی تھی اور اوس عورت نے اوسکا انکار کیا اور کہا مینے رد کیا تھا تو معتبر قول عورت
کا ہی مگر جب مرد اوسکے سکوت پر گواہ قایم کرے اور اگر مرد نے گواہ پیش نکیے تو اوس عورت کو حلف نہ دلاوینگے ف
اور بیان اسکا کتاب الدعوی مین آویگا ص اور اگر نکاح کردیا باپ یا دادا نے اپنے نابالغ لڑکے یا لڑکی کا اگرچہ
ثیب ہو تو یہ نکاح لازم ہوگیا ف یعنی وقت بالغ ہونے کے انکو اختیار نکاح کے فسخ کا نہین ص اور اگر سوا
باپ دادا کے اور کسی ولی نے نکاح کردیا تو اوس لڑکے اور دختر کو جائز ہی کہ جب بالغ ہون نکاح کو فسخ کرین اگر وہ
نکاح کو پہلے سے جانتے تھے اور اگر نکاح کی انکو خبر نتھی اور بعد بلوغ کے خبر ہوئی تو جسوقت خبر ہوئی اوسوقت بھی
جائز ہی کہ نکاح فسخ کرین اور امام شافعی کے نزدیک قبل بلوغ کے سوا باپ اور دادا کے کسیکو نکاح کردینا درست نہین
اور جب لڑکی بالغ ہوئی اور وہ بکر تھی اور اوسکو نکاح کی خبر تھی اور چپ رہی تو سکوت اوسکا رضا ہوجاویگا اور اگر نکاح کی اوسکو
خبر نتھی تو اوسکو اختیار ہی بعد خبر ہونے کے اور جب خبر پہونچی اور وہ چپ رہی تو سکوت اوسکا رضا ہوگیا اور اس خیار کا
نام خیار البلوغ ہی ف اور اگر وہ عورت ثیب تھی اور بالغہ ہوئی تو سکوت اوسکا رضا نہوگا ص اور اختیار بکر کا
جب بالغ ہوگئی اوسکی آخر بیٹھک تک باقی نرہیگا خواہ پہلے سے نکاح کی اوسکو خبر ہو یا بعد بلوغ کے خبردار ہو ف
صورت مسئلے کی یہہ ہی کہ اگر ولی نے نکاح عورت نابالغہ کا کردیا اور وہ بالغ ہوئی اور اوسکو خبر تھی نکاح کی یا بعد بلوغ کے
خبر پہونچی اور وہ ساکت رہی تو رضا ہوجاویگی اور جب تک یکسان بیٹھی رہی اختیار باقی نرہیگا بلکہ بمجرد خبر اور بلوغ کے
اختیار ہی اور بعد اوسکے سکوت رضا ہی اور پھر اختیار باقی نہین رہیگا ص اگرچہ وہ بکر اس بات کو نجانتی ہو کہ مجکو بعد بلوغ
کے یا خبر پہونچنے کے اختیار ہی فسخ نکاح کا برخلاف لونڈی شوہردار کے کہ اوسکو اگر مالک نے آزاد کردیا اور اوسکو معلوم نتھا کہ
بروقت آزادی کے عورت کو اپنے خاوند سے اختیار نکاح کے فسخ کا ہی تو یہ عذر شمار کیا جاویگا ف یعنی پھر بروقت
معلوم ہونے اس مسئلے کے اوسکو نکاح کا فسخ پہونچتا ہی اگرچہ لونڈی وقت آزادی کے چپ رہی ہو بخلاف بکر حرہ کے
کہ پھر وقت معلوم ہونے مسئلے کے بعد اس بات کے کہ وقت بلوغ یا خبردار ہونے کے چپ رہی ہو اوسکو اختیار فسخ کا باقی
نہین ہی ص اور لونڈی کا جہل اسواسطے مقبول ہی کہ اوسکو خدمت مولا وغیرہ سے فراغت نہین ہوتی کہ علم سیکھے برخلاف
اون عورتون کے جو حرۃ الاصل ہین یا پہلے کسیکی لونڈی تھین پھر آزاد ہوگئین کیونکہ طلب علم فرض ہی ہر مسلمان مرد اور
عورت پر ف کیونکہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے طلب کرو علم کو اگرچہ چین مین ہو اسواسطے کہ طلب علم کی فرض
ہی ہر مسلمان پر اور کہا ملا علی قاری نے کہ ایک روایت مین ہی کہ ہر مسلمان مرد پر اور مسلمان عورت پر انتہی اور اخراج کیا
اس حدیث کا عقیلی نے اور ابن عدی نے انس رضہ سے مرفوعا اور یہ حدیث مروی ہی سنن ابن ماجہ مین ساتھ اس لفظ کے

طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيضَةٌ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ وَوَاضِعُ الْعِلْمِ عِنْدَ غَيْرِ أَهْلِهِ كَمُقَلِّدِ الْخَنَازِيرِ الْجَوْهَرَ وَاللُّؤْلُؤَ وَالذَّهَبَ

یعنی طلب علم فرض ہی ہر مسلمان پر اور رکھنے والا علم کا اوس شخص کے پاس جو اوسکے لائق نہین ہی مانند اوس شخص کی ہی
کہ سوروں کو جواہر اور موتی اور سونا پہنا دے روایت کیا اوسکو بیہقی نے شعب الایمان مین مسلم تک اور کہا کہ متن
اس حدیث کا مشہور ہی اور اسناد اوسکی ضعیف ہی اور بہت طریقون سے مروی ہی اور وہ سب طریقے ضعیف ہین
انتہی اور کہا فیروزآبادی نے کہ روایت کیا اوسکو احمد نے بھی اور شمار کیا اوسکو ابن الجوزی نے موضوعات مین
انتہی اور کہا ابن حبان نے باطل لا اصل لہ اور اسناد مین اوسکی ابو عاتکہ ہی اور حدیث اوسکی منکر ہی اور حال اوسکا
یہ ہی کہ اخراج کیا ہی اوسکو ترمذی نے اور اور اہل علم نے الحاصل یہ حدیث ضعیف ہی موضوع نہین جیسا کہ گمان کیا اوسکو
ابن حبان اور ابن الجوزی نے اور اختلاف کیا ہی اس بات مین کہ مقدار اوس علم کے جو فرض ہی کیا ہی ملا علی قاری نے
لکھا ہی کہ فرض وہ علم ہی کہ جس سے بندے کو چارہ نہین جیسے پہچاننا خداوند عالم کا اور علم اوسکی وحدانیت کا اور اوسکے
رسول کی نبوت کا اور اسیطرح ضروری مسائل نماز کے کہ سیکھنا اوسکا فرض عین ہی برخلاف تحصیل رتبۂ اجتہاد اور
درجۂ افتا یعنی فتوی دینے کے کہ سیکھنا اسکا فرض کفایہ ہی اور یہ مقام اس بحث کی تفصیل کا نہین جس شخص کو تحقیق
اسکی منظور ہووے تو وہ احیاء علوم الدین تصنیف امام غزالی کی ملاحظہ کرے ص تو اگر ادھ عورت جاہل ہی گی تو جہل اوسکا
عذر نہوگا اگر کوئی کہے کہ تحصیل علم فرض ہی جب عورت بالغ ہو اور کلام ہمارا عورت نابالغہ مین ہی جب بالغ ہو اور وہ عورت
قبل بلوغ کے مکلف نہین ہی تو جواب اوسکا یہ ہی کہ عورت یا مرد جب مراہق یعنی قریب بلوغ کے ہون تو واجب ہی اونپر
سیکھنا ایمان کا اور احکام ایمان کا اور اونکے ولی پر واجب ہی تعلیم اونکی اور یہ نہین چاہیے کہ اونکو بے معرفت چھوڑ دے کیونکہ
فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم کرو تم اپنے لڑکون کو نماز کا جب پہونچ جاوین سات برس کو اور مارو اونکو جب پہنچ
جاوین دس برس کو ف اور نماز نہ پڑھین روایت کیا اس حدیث کو ابوداود نے عبداللہ بن عمرو بن العاص سے اور بغوی نے
شرح السنۃ مین ص اور ثیبہ عورت اور لڑکے کا خیار باطل نہین ہوتا وقت بلوغ کے جب تک وہ راضی نہو جاوین صریح
سے یعنی یہ کہین کہ راضی ہوا مین یا ایسا کرنے سے یعنی ایسا فعل کرین کہ جس سے اونکی رضا معلوم ہووے مثلاً بوسہ لے
یا مس کرے کوئی کسیکا یا لڑکا مہر دیوے اور عورت قبول کرے اور اسیطرح اختیار اونکا باطل نہین ہوتا اگرچہ اٹھ جاوین
مجلس سے اور جب لڑکا لڑکی بالغ ہووین اور وہ ناراض ہون تو نکاح کے فسخ کرنے کے واسطے قاضی شرط ہی ف یعنی
بغیر قاضی کے فسخ نہین ہو سکتا اسواسطے کہ اسمین ضرر ہی مرد کا اور لازم کر دینا ضرر کا کسی پر بدون قضاے قاضی کے
ممکن نہین ہی ص اور جو لڑکی آزاد ہو تو اوسکے نکاح فسخ کرنے کے لیے قاضی شرط نہین ف اسواسطے
کہ [illegible] قاضی شرط نہین اور زیادتی ملک شوہر کو [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

کوئی مرگیا ہو تو وارث ہوگی کیونکہ نکاح قائم ہے اور اسی طرح بعد بلوغ کے قبل فسخ کرنے قاضی کے کیونکہ فسخ کا اختیار باقی رہتی تو نکاح [illegible] ہے ص اور ولی وہ شخص ہے جو عصبہ بنفسہ ہو یعنی وہ مرد جو عصبہ ہو بغیر عورت کے ف یعنی جب اسکو مرد کیطرف نسبت کریں تو بیچ میں عورت واسطے نہو جیسے باپ بیٹا بھائی یا چچا [illegible] تو نانا ولی نہیں کیونکہ وہ ماں کا باپ ہے تو ماں واسطے بیچ میں آگئی اور وہ عورت ہے اور اسی طرح نواسا کیونکہ وہ بیٹی کا بیٹا ہے تو بیچ میں بیٹی آگئی اور اسکا بیان انشاء اللہ تعالیٰ آخر کتاب میں آویگا ص اور عصبہ بالغیر ف اور وہ چار عورتیں ہیں ایک بیٹی اور ایک پوتی اور ایک بہن حقیقی اور ایک بہن علاتی یعنی جو سوتیلی ماں سے ہو ص جیسے بہن کے اسکو ولایت نہیں اپنی مجنون ماں پر ف مجنون کی قید اسواسطے ہے کہ اگر وہ اچھی ہو ہوشیار ہو تو آپ کرسکتی ہے پھر ولایت نہیں ص اور عصبہ مع الغیر ف یعنی وہ عورت کہ دوسری عورت کے ساتھ عصبہ ہو جاوے ص جیسے بہن ساتھ بیٹی کے اسکو ولایت نہیں اپنی بہن مجنونہ پر ف یہاں بھی قید مجنونہ کی اسی واسطے ہے اگر بہن مجنونہ نہو تو اسکے واسطے ولایت نہیں کیونکہ بہن جب ہے بالغہ ہے اسواسطے کہ اوسکی بیٹی موجود ہے جسکے ساتھ بہن اسکی عصبہ ہوتی ہے ص اور ولایت عصبات کی بشرطیکہ آزاد مکلف مسلمان ہوں ف کیونکہ اگر کافر ہونگی تو انکی مسلمان پر ولایت نہیں فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَلَنْ يَجْعَلَ اللّٰهُ لِلْكَافِرِيْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ سَبِيْلًا ؁ یعنی نہیں کریگا اللہ کافروں کو مسلمانوں پر راہ ص اور ترتیب وراثت اور حجب کی ہے ف یعنی حاجب مقدم ہے محجوب پر اور اسی طرح وارث غیر وارث پر یعنی بیٹے کے ہوتے پوتے کو وراثت نہیں تو ولایت نکاح بھی نہوگی اور باپ کے ہوتے دادا کو وراثت نہیں تو دادا کو باپ کے ہوتے ولایت نکاح بھی نہوگی اور حاجب اوسکو کہتے ہیں جو غیر کو میراث سے روک دیوے اور محجوب جو روکا گیا ہو جیسا کہ بیٹا حاجب ہے پوتے کا اور باپ دادا کا وقس علی ہذا ص تو پہلے جز ف یعنی فرع جیسے بیٹے اور پوتے ص اگرچہ بہت نیچے چلے جاویں مقدم ہیں ف یعنی بیٹے کا بیٹا اور پوتے کا بیٹا اور پوتے کا پوتا اور پوتے کا پڑپوتا وقس علی ہذا ص اور پھر اصل ف یعنی باپ اور دادا ص اگرچہ اوپر تک ہو جاویں ف یعنی باپ کا باپ اور دادا کا باپ اور دادا کا دادا اور پردادا کا پردادا اور پردادا کا پردادا وقس علی ہذا ص پھر اصل کی جز جیسے بھائی ف کہ جز ہے اپنے باپ کا اور وہ قریب ہے ص پھر بیٹے بھائی کے اگرچہ نیچے چلے جاویں ف یعنی بھتیجے کا بیٹا اور بھتیجے کا پوتا اور بھتیجے کے بیٹے کا پوتا وقس علی ہذا ص پھر اصل بعید کی جز جیسے چچا ف کہ جز ہے دادا کا اور وہ اصل بعید ہے ص پھر چچا کے بیٹے اگرچہ نیچے چلے جاویں ف جیسے چچا کا پوتا اور چچا کا پڑپوتا اور چچا کے بیٹے کا پوتا اور چچا کے پوتے کا پوتا وقس علی ہذا ص پھر باپ کا چچا پھر اوسکے بیٹے اگرچہ نیچے چلے جاویں ف یعنی باپ کے چچا کا پوتا اور باپ کے چچا کا پڑپوتا اور باپ کے چچا کے بیٹے کا پوتا اور باپ کے چچا کے پوتے کا پوتا وقس علی ہذا ص پھر دادا کا چچا پھر اوسکے بیٹے اگرچہ نیچے چلے جاویں ف یعنی دادا کے چچا کا پوتا اور دادا کے چچا کا پڑپوتا اور دادا کے چچا کے بیٹے کا پوتا اور دادا کے چچا کے پوتے کا پوتا وقس علی ہذا ص اور جو اس سے نیچے ہوں ف یعنی [illegible]

[illegible] مقدم ہے پھر چچا ہوتے ہیں اور پھر چچا کے بیٹے کے بیٹے پھر [illegible] میں باپ مقدم ہو اور
[illegible] بھائی علاتی سے مقدم ہے [illegible] اوسکے بیٹے پھر اوسکا چچا اوسکے [illegible]
[illegible] اوسکے بیٹے پھر چچا [illegible] پر اسی طرح پر قیاس کر لینا چاہیے **ص** پھر ترجیح ہوگی ساتھ قوت
قرابت کے یعنی حقیقی مقدم ہوگا علاتی پر **ف** تو بھائی حقیقی یعنی مقدم ہوگا بھائی علاتی پر اور حقیقی کہتے ہیں
حقیقی بھائی کو اور علاتی ان بھائی کو کہتے ہیں کہ اپنے باپ کا بیٹا ہو اور دوسری ماں سے ہو **ص** اور کافر کی ولایت
مسلمان کو نہیں اور نہ مسلمان کی ولایت کافر کو مگر یہ کہ کافر اوسکا عصبہ ہو **ف** دلیل دوسرے مسئلے کی اوپر گذری اور
دلیل اس بات کی کہ مسلمان کو ولایت کافر کی نہیں یہ ہے کہ ولایت سبب ہے میراث کا اور مسلم کو میراث کافر کی نہ پہنچیگی
فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ وارث ہوگا مسلمان کافر کا اور نہ کافر مسلمان کا روایت کیا اوسکو بخاری و مسلم
اور اصحاب سنن نے اسامہ بن زید سے تو یہی حدیث دلیل دونوں مسئلوں کی ہو سکتی ہے اور کافر کافر کی ولایت کریگا کیونکہ
فرمایا اللہ تعالی نے وَالَّذِينَ كَفَرُوا بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ یعنی جو لوگ کافر ہوئے بعض اونکے ولی ہیں بعض
کے اور اسمیں فرق نہیں کہ ایک نصرانی ہو اور دوسرا یہودی کیونکہ کفر ملت واحدہ ہے اور وہ جو حدیث میں آیا ہے
لَا يَتَوَارَثُ أَهْلُ مِلَّتَيْنِ شَتَّى رواہ احمد والنسائی وابو داود وابن ماجۃ والدار قطنی یعنی نہیں وارث ہوتے
دو ملت والے متفرق کچھ ہمارے منافی نہیں ہے اسواسطے کہ ملتین سے مراد اس جگہ کفر و اسلام ہے **ص** پھر ان سب
کے بعد ولایت ہے صاحب حصہ کو **ف** صاحب حصہ وہ شخص ہے کہ اوسکا کوئی حصہ کتاب اللہ یا حدیث یا اجماع سے مقرر ہو اور
نہ وہ عصبہ ہیں جیسے نواسے اور پھوپھیوں کے بیٹے اور نانا اور نانی اور بھانجا اور ماموں وغیرہم **ص** قریب بعد قریب کے
ف یعنی جو قریب ہوگا اوسکو ترجیح ہوگی بعید پر مثلاً نواسا مقدم ہے نواسے کے بیٹے پر اور نانا نانی کے بیٹے پر اور
اسی طرح **ص** پھر مولی الموالات اور وہ وہ شخص ہے کہ دوسرے کے ساتھ عہد کیا ہے کہ اگر مجھسے جنایت ہو تو تو دیت دیگا
اور اگر میں مر جاؤں تو تو وارث ہوگا **ف** صورت اوسکی یہ ہے کہ ایک شخص مجہول النسب نے کہا دوسرے سے کہ جب میں
مرونگا تو تو میرا وارث ہوگا اور تو میری دیت دیگا جب میں جنایت کرونگا تو یہ کہنے والا اوسکا مولی الموالات ہوا تو اوسکو
ولی ہونے کا حق پہنچتا ہے جب اوسکا اور کوئی قریب نہوگا اور وجہ اسکی یہ ہے کہ ولایت سبب ہے میراث کا اور مولی الموالات کو
میراث پہنچتی ہے **ص** پھر وہ قاضی کہ اوسکے مکتوب میں یہ لکھا گیا ہے کہ اوسکو ولایت تزویج کی ہے **ف** یعنی وہ مکتوب
کہ اوسکو بادشاہ سے ملا ہے وقت ملنے عہدہ قضا کے اور اسمیں اشارہ ہے طرف اس بات کے کہ قاضی کو کچھ ولایت اصلی نہیں بلکہ
بسبب اسکے کہ وہ نائب بادشاہ کا ہے تو جب نائب بادشاہ کو ولایت ہے تو بادشاہ کو بطریق اولی ہوگی اور ایسا ہی ہے اسلئے میں
کہ [illegible] عام کو [illegible] دلیل لائے ہیں اوسپر صاحب ہدایہ ساتھ قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے
السُّلْطَانُ وَلِيُّ مَنْ لَا وَلِيَّ لَهُ یعنی بادشاہ ولی ہے اوسکا جسکا کوئی ولی نہیں روایت کیا اس حدیث کو احمد اور
[illegible] حضرت عائشہ [illegible] یہ حدیث گذر چکی اور دوسرے یہ کہ وقت [illegible]
کے [illegible] حالت حیات میں بھی [illegible] صورت نہوسکی

[illegible] بادشاہ سلطان کو ولی ہی ص اور جو ولی ہی سب ولیوں سے ولی [illegible]
اور غائب ہو کہ اوسکی خبر منقطع ہو اور غیبت منقطعہ سے مراد وہ مدت ہی کہ کفو نکاح کرنے والا
اوسکی خبر کا انتظار نکرے ف یعنی جس شخص کا نکاح ہوا ہو وہ اوسکی خبر تک [illegible]
مثلاً جب ولی اقرب عورت کا ایسے ملک میں ہو کہ وہاں اور یہاں سے مہینے میں آنا جانا ہو اور عورت کا
تو جس شخص سے نکاح ہوا ہی اگر وہ ایک مہینے تک اوسکے آنے کا انتظار کرے تو یہ غیبت منقطعہ نہیں ہی
اور ولی کے آنے تک ہونے والے نکاح کرینگے اور اگر وہ انتظار نہیں کرتا تو غیبت منقطعہ سمجھی جاوے اور اسکا نکاح کرنا درست ہی
ص اور بعضوں کے نزدیک غیبت منقطعہ یہ ہی کہ مدت سفر کی راہ ہو ف یعنی تین دن اور تین راتیں کا
جیسا کہ بیان اسکا کتاب الصلوۃ میں گذرا جامع الرموز میں ہی کہ یہی صحیح ہی ص اور یہی اختیار ہی بعض مشایخ
کا اور اسی پر فتوی ہی اگر ایک عورت مجنونہ ہی اور اوسکے باپ اور بیٹے [illegible] ہوں تو ولی اوسکے نکاح میں بیٹا
ہوگا اسواسطے کہ اوپر گذرا کہ بیٹا مقدم ہی باپ پر ولایت میں ف یہ [illegible] امام ابوحنیفہ اور
ابو یوسف کا ہی اور امام محمد کے نزدیک باپ ہی کیونکہ باپ کو اپنی دختر پر زیادہ شفقت ہوتی ہی ص

فصل کفو کے بیان میں

اور معتبر ہی کفارت نکاح میں اہل عرب کی اندروسے نسب کے ف کفارت کے معنی لغت میں برابری کے
ہیں اور کفارت شرعی کہتے ہیں برابر ہونیکو مرد کے ساتھ عورت کے اون باتوں میں جنکا بیان آگے آتا ہی ص قریش
کفو ہیں ایک دوسرے کے اور جو سوا اونکے عرب ہیں وہ کفو ہیں ایک دوسرے کے ف کفارت نکاح میں معتبر ہی
کیونکہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اَلَا لَا یُزَوِّجُ النِّسَاءَ اِلَّا الْاَوْلِیَاءُ وَلَا یُزَوَّجْنَ اِلَّا مِنَ الْاَکْفَاءِ [illegible]
مِنْ عَشْرَةِ دَرَاهِمَ رواہ الدارقطنی والبیہقی عن جابر یعنی نہ نکاح کریں عورتوں کا مگر ولی اور نہ نکاح کی جاویں مگر
اون مردوں سے جو کفو ہیں اور نہیں مہر کم دس درم سے اور دوسرے یہ کہ عورت شریف ہو وہ کسی ایسے [illegible]
کو لائق نہیں بخلاف مرد کے کہ وہ صاحب فراش ہی اگر فراش ادنی ہو اور صاحب فراش عمدہ ہو تو کچھ مضایقہ نہیں
فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اختیار کرو تم اپنے نطفوں کے واسطے اور نکاح کرو تم اون عورتوں سے جو کفو ہیں
تمھارے اور نکاح کرو انکو اونکا کفو ہو روایت کیا اسکو ابن ماجہ نے حضرت عائشہ
رضی اللہ عنہا سے اور قریش ایک دوسرے کے کفو ہیں اور نہیں ہی اعتبار افضل [illegible] کا نہیں کیونکہ [illegible]
کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش بعض بعض کے کفو ہیں ایک دوسرے کا اور عرب بعض بعض کے کفو ہیں
بعض کے قبیلہ دوسرے قبیلے کا اور موالی کفو ہیں بعض بعض کے ہر ایک دوسرے کا اور موالی [illegible]
لوگ سوا عرب کے ہیں اور اونکا نام موالی اسواسطے ہوا کہ وہ مغلوب ہیں عرب کے اور [illegible]
[illegible] اور اسکا بیان [illegible] کی حالت [illegible] رسول اللہ [illegible]
[illegible]

یعنی عرب کفو ہین بعض بعض کے ایک قبیلہ دوسرے قبیلے کا اور موالی کفو ہین بعض بعض کے ایک مرد دوسرے مرد کا مگر جولاہا
اور حجام اور اوسکی اسناد مین ایک راوی ہی کہ اوسکا نام نہین لیا گیا اور منکر جانا اوسکو ابو حاتم نے کہا شیخ ابن حجر نے
اوسکا ایک شاہد ہی بزار نے روایت کیا اوسکو معاذ بن جبل سے اور سند اوسکی منقطع ہی اور ایسا ہی کہا زیلعی نے
تخریج ہدایہ مین اور روایت کی دارقطنی نے ابن عمر رضی سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آدمی کفو ہین ایک
قبیلہ دوسرے قبیلے کا اور عربی عربی کا اور مولا مولا کا مگر جولاہہ اور حجام اور اخراج کیا اوسکا ابن الجوزی نے علل
متناہیہ مین اور اسناد مین اوسکی بقیہ مدلس ہی اور محمد بن الفضل طعن کیا گیا ہی اوسمین اور اخراج کیا اوسکا ابن
عدی نے اور وہ بھی ضعیف ہی اور نکاح کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دو بیٹیون کا حضرت عثمان رضی سے اور وہ
اموی تھے اور حضرت علی رضی نے نکاح کردیا اپنی بیٹی کا حضرت عمر رضی سے اور وہ عدوی تھے ص اور قریش وہ ہی جو نضر بن کنانہ
کی اولاد مین ہی اور لیکن جو لوگ کہ نضر سے اوپر لوگونکی اولاد مین ہین وہ قریش نہین اور کفاءت عرب مین اسواسطے خاص ہوئی
کہ عجم کے لوگون نے اپنے نسب ضائع کر دیے ف یعنی اپنے غیر قبیلے مین شادیان کر کے ص اور اہل عجم مین کفاءت باعتبار
اسلام کے ہی تو جسکے باپ اور دادا فقط مسلمان تھے وہ کفو ہی اوس عورت کا جسکے باپ اور دادا اور پردادا وغیرہ
بھی مسلمان تھے ف حاصل یہ ہی کہ اسلام مین نسب تمام ہوتا ہی ساتھ باپ اور دادا کے تو جسکے باپ اور دادا فقط مسلمان تھے
وہ کفو ہی اوس عورت کا کہ جسکی دو پشت سے زیادہ اصول مسلمان تھے ص اور جو شخص کہ خود اسلام لایا ہی وہ کفو نہین
اوسکا جسکا باپ مسلمان ہی اور جو شخص کہ اوسکا باپ فقط مسلمان تھا وہ کفو نہین اوسکا جسکے باپ اور دادا بھی
مسلمان تھے اور باعتبار آزادی کے تو غلام یا جو پہلے غلام تھا اور آزاد کردیا گیا کفو نہین اوس عورت کا جو اصل سے
آزاد ہی اور اسی طرح جس شخص کا باپ غلام معتق ف یعنی آزاد ص تھا کفو نہین جسکے باپ اور دادا دونون آزاد
تھے اور باعتبار دیانت کے تو مرد فاسق کفو نہین اوس عورت کا جو نیکبخت شخص کی بیٹی ہی ف نیکبخت شخص کی قید
اسواسطے لگائی کہ اکثر نیکبختون کی بیٹیان بھی نیکبخت ہوتی ہین اور اگر نیکبخت نہون فاسق ہون تو فاسق اونکا کفو ہی ص
اگرچہ وہ فاسق اپنے فسق کو ظاہر نہین کرتا ہی اور یہی مختار ہی شیخ ابی بکر احمد بن فضل کا اور بعض مشایخ کے نزدیک اگرچہ
وہ فاسق فسق کے کامون کو ظاہر نکرتا ہو تو کفو ہو جاویگا نیکبخت مرد کی بیٹی کا اور باعتبار مال کے تو جو شخص عاجز ہی
مہر معجل سے ف مہر معجل اوس مہر کو کہتے ہین جو وقت نکاح کے لیا جاوے اور مؤجل جو بعد نکاح کے ہو وے ص
اور نفقے سے تو وہ کفو نہین اوس عورت کا بھی جو فقیر ہووے اور نہ اوس عورت کا جو غنی ہووے اور جو شخص کہ قادر ہی مہر معجل
اور نفقے پر تو وہ کفو ہی اوس عورت کا بھی جو بہت مالدار ہی کیونکہ مال فنا ہونے والا ہی تو جو مال قدر واجب سے زائد ہی اوسکا
اعتبار نہین ف اور نفقے کا بیان آگے آویگا ص اور باعتبار پیشے کے تو جولاہہ اور حجام اور بھنگی اور چمار
کفو نہین ہی عطار اور بزار اور صراف کا ف اور یہی مذہب صاحبین کا ہی اور امام ابو حنیفہ سے دو روایتین
ہین اور وجہ اسکی یہ ہی کہ اسمین ہتک ہی عزت کا اور شرفا کا ص اور اگر نکاح کیا عورت نے اپنا کم مہر مثل سے ف یعنی
اونکے مہر سے جسپر مانند اوسکے عورتین بیاہی جاتی ہین ص تو ولی کو تعرض پہونچتا ہی یہانتک کہ مہر پورا ہو جاوے یا تفریق ہو جاوے

فصل نکاح فضولی اور وکالت نکاح مین

نکاح فضول موقوف ہی اوپر اجازت اوس شخص کے جسطرف سے وہ فضولی ہی یعنی اگر کسی شخص نے کسی مرد یا عورت کا بلا اذن اوسکے نکاح کر دیا نکاح جائز ہی اور موقوف رہیگا اونکی اجازت پر ف اگر اجازت دینگے تو نکاح صحیح ہو جاویگا ورنہ نہ آو جاننا چاہیے کہ جو شخص اپنے ساتھ نکاح کرے وہ شرع مین اصیل کہلاتا ہی اور جو کسی دوسرے کا نکاح کراوے پس اگر اوسکے اذن سے نکاح کراتا ہی تو وہ وکیل کہلاتا ہی اور اگر بغیر اذن کے نکاح کراتا ہی پس اگر اون دونون مین وہ قرابت ہی جو کہ ولایت نکاح مین معتبر ہی تو وہ ولی کہلاتا ہی ورنہ وہ فضول ہی ص اور اسی طرح اگر مرد اور عورت دونو کا دو فضولیون نے نکاح کر دیا بغیر اونکے اذن کے تو نکاح جائز ہوگا اور موقوف رہیگا اونکے اذن پر ف تو اگر دونون نے اذن دیا تو نکاح صحیح ہی اور اگر دونون یا ایک نے انکار کیا تو نکاح باطل ہی ص اور مالک ہو جاتا ہی ایک شخص جو فضولی نہو کسیکی طرف سے دونون جانب نکاح کا یعنی ایجاب قبول کا اور اون دونون کی نسبت بات کہنے کی حاجت نہین رہتی تو جب ایک شخص وکیل ہوا مرد اور عورت کی طرف سے اور کہا اوسنے کہ نکاح کر دیا مینے اوس عورت کا اوس مرد سے کافی ہی ف یعنی پھر یہ کہنا ضرور نہین کہ قبول کیا مینے ص اور اوسکی کئی صورتین ہین اول یہ کہ اصیل اور ولی دونون ہو جیسا کہ چچا کا بیٹا نکاح کرے اپنے چچا کی بیٹی کا جو نابالغہ ہو اپنے ساتھ ف تو چچا کا بیٹا اصیل بھی ہی یعنی اپنا نکاح کر رہا ہی اور ولی بھی ہی اپنے چچا کی بیٹی کا ص دوسرے یہ کہ اصیل اور وکیل دونون ہو جیسا کہ کسی عورت نے ایک شخص کو وکیل کیا کہ وہ اوس عورت کو اپنے ساتھ نکاح کرے تیسری یہ کہ دونون طرف سے ولی ہووے ف جیسا کہ اپنی دختر کا یا لڑکے کا نکاح اپنے بھتیجے یا بھتیجی سے کرے ص چوتھی یہ کہ دونون طرف سے وکیل ہووے ف جیسے ایک عورت ایک شخص کو اپنے نکاح کے واسطے وکیل کرے اور کوئی مرد بھی اوسیکو اپنے نکاح کیواسطے وکیل کرے ص پانچوین یہ کہ ایک طرف سے ولی اور دوسری طرف سے وکیل ہو ف جیسے ایک شخص کو کسی مرد نے وکیل کیا اپنے نکاح کا اور اوسنے اپنے چچا کی بیٹی کا جو نابالغہ ہی اوس شخص سے نکاح کر دیا ص اور جائز نہین کہ ایک شخص مالک ہو جاوے دونون طرف کو نکاح کے یعنی ایجاب قبول کو اور وہ فضولی ہو جیسے کہ اصیل اور فضولی ہو ف جیسا کہ کہے نکاح کیا مینے فلانی عورت سے گواہ رہو تم اور اوس عورت کو خبر پہونچی اور اوسنے اجازت دی تو نکاح باطل ہی ص یا ولی ہو ایک طرف سے اور فضولی ہو دوسری طرف سے ف مثلاً یون کہے کہ نکاح کیا مینے اپنے چچا کی بیٹی کا فلانے سے اور اوس فلانے کو خبر پہونچی اور اوسنے اجازت دی تب بھی نکاح باطل ہی ص یا ایک طرف سے وکیل ہو اور دوسری طرف سے فضولی ہو ف مثلاً زید نے وکیل کیا عمرو کو کہ میرا نکاح کرے اور اوسنے گواہون کے سامنے کہا گواہ رہو نکاح کر دیا مینے زید کا فلانی عورت سے اور جب اوس عورت کو خبر پہونچی تو اوسنے اجازت دی جب بھی نکاح باطل ہی ص یا دونون طرف سے فضولی ہو ف مثلاً یون کہے کہ نکاح کر دیا مینے فلانے مرد کا فلانی عورت سے گواہون کے سامنے اور وہ دونون شخص غائب ہین اور بعد اون دونون نے اجازت دی تب بھی نکاح باطل ہی ص اگر کسی نے ایک شخص کو وکیل کیا کہ تو میرا نکاح کر دے

کسی عورت سے اور اوسنے اوسکا نکاح کردیا کسی شخص کی لونڈی سے صحیح ہوا **ف** کیونکہ اوسنے مطلق عورت کہا تھا حُرّہ کی قید نہین لگائی تھی **ص** اور باپکو اور دادا کو وقت نہوتے باپ کے درست ہی نکاح کردینا اپنے ولد نابالغ کا لڑکی ہو یا لڑکا ساتھ غبن فاحش کے مہر مین **ف** یعنی اوسکا مہر مثل مثلاً ہزار درہم ہی اور باپ اور دادا نے نکاح کردیا اوسکا پانسو روپیہ **ص** اور غیر کفو سے تو اب اون دونون کو بعد بلوغ کے اختیار فسخ کا نہین اور اگر سوا ماں باپ کے اور کسینے نکاح کیا ہی تو اونکو پہونچتا ہی کہ بعد بلوغ کے فسخ کرین اور اگر کسی شخص نے حکم کیا کہ کسیکو کہ میرے واسطے ایک عورت نکاح مین لاوے اور اوسنے نکاح کیا اوسکا دو عورتون سے ایک ہی عقد مین دونون عقد جائز نہین اور اگر نکاح کیا دو عورتون سے ساتھ دو عقدون کے تو اول عقد درست ہی اور دوسرا نادرست ہی

باب مہر کے بیان مین

اقل مہر کا دس درہم ہین ہمارے نزدیک اور امام شافعیؒ کے نزدیک جو چیز قیمت دار ہی وہ صالح مہر کی ہی برابر ہی کہ قیمت اوسکی دس درم ہو یا زیادہ یا کم **ف** کہا صاحب ہدایہ نے دلیل ہماری قول ہی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نہین ہی مہر کم دس درہم سے اور یہ حدیث اوپر گذری روایت کیا اوسکو دارقطنی اور بیہقی نے جابر سے کہا ابن الجوزی نے روایت کیا ہمنے اس حدیث کو کتنے طریقون سے اور مدار اس حدیث کا مبشر بن عبید پر ہی کہا احمد بن حنبل نے مبشر کچھ نہین احادیث اوسکی موضوع ہین کذب ہین اور وہ بناتا ہی حدیث کو اور کہا دارقطنی نے کاذب ہی اور کہا ابن حسان نے روایت کرتا ہی موضوعات کو ثقات سے کہا شیخ ابن الہمام نے اس حدیث کا ایک شاہد ہی کہ قوی کرتا ہی اسکو وہ جو روایت کی گئی ہی حضرت علی رضؓ سے موقوفاً نہین قطع کیا جاویگا ہاتھ کم مین دس درہم سے اور نہوگا مہر کم دس درہم سے روایت کیا اوسکو دارقطنی نے سنن مین اور بیہقی نے اور کہا محمدؒ نے موطا مین کہ پہونچا ہمکو یہ حضرت علی اور عبید اللہ بن عمر اور عامر اور ابراہیم رضی اللہ عنہم سے اور روایت کیا اوسکو اپنے اسناد سے شرح مین اوسکی طحاوی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اور حدیث علی مین داود ازدی ہی روایت کی اوسنے شعبی سے اوسنے حضرت علی رضؓ سے کہا یحیی بن معین نے داؤد حدیث اوسکی کچھ نہین اور شعبی نے نہین سنا ہی حضرت علی رضؓ سے اور بعض طریقون مین اوسکے غیاث بن ابراہیم ہی کہا احمد اور بخاری اور دارقطنی نے غیاث بن ابراہیم متروک ہی اور کہا یحیی نے کذاب ہی اور کہا ابن حبان نے وضع کرتا ہی احادیث کو اور روایت کی بیہقی نے حضرت علی رضؓ سے کہ کہا انھون نے اقل درجہ اوسکا کہ حلال ہو جاوے اوس سے عورت دس درہم ہین روایت کیا اوسکو ابن عبد البر نے اور روایت کیا حدیث جابر کو بیہقی نے سنن کبیر مین بہت طریقون سے اور ظاہر ہی کہ جب بہت طریقے ضعیف ہوتے ہین تو حدیث حسن ہو جاتی ہی باوجود اسکے کہ مؤید ہون اوسکے آثار صحابہ و تابعین اور امام مالک کے نزدیک اقل درجہ مہر کا پانچ درہم ہین اور یہ بھی مروی ہی حضرت علی رضؓ سے لیکن اسناد مین اوسکی حسن بن دینار متروک ہی اور کذاب کہا اوسکو ابو حاتم نے اور امام شافعی کی دلیلین بہت ہین صحاح مین انکو ہم یہان ذکر کرتے ہین قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا واسطے سہل بن سعد کے تلاش کر تو اگرچہ انگوٹھی ہو لوہے کی پھر نکاح کیا اونکا بدلے

تعلیم قرآن کے اخراج کیا اوسکا بخاری ومسلم نے اور جواب اوسکا یہ ہی کہ یہ خصائص مین سے تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جیسا کہ روایت کی سعید بن منصور نے ابو النعمان ازدی سے کہ نکاح کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عورت کا اوپر ایک سورت قرآن کے اور فرمایا کہ نہوگا یہ مہر کسیکے واسطے بعد تیرے اور تفصیل کتب مبسوط مین ہی ص اور اگر دس درہم سے کم مہر باندھا تو دس درہم دینا پڑینگے ف اسواسطے کہ وہ عورت راضی ہوگئی دس سے کم مین لیکن حکم شرع کا فاسد کرتا ہی اوسکو تو لازم آویگا اقل درجہ مہر کا اور وہ دس درہم ہین ص اور اگر دس درہم معین کیے یا دس سے زیادہ تو جتنا معین کیا اوتنا دینا پڑیگا صحبت کرنے سے خواہ خاوند جورو ایک کے مرجانے سے ف یعنی اگر کوئی خاوند یا جورو مین سے مرگیا تو جتنا مہر معین ہی وہ لازم ہوگا کیونکہ فرمایا ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اوس شخص مین کہ نکاح کیا اوسنے ایک عورت سے اور وہ مرگیا بغیر وطی کے اور اوسکا مہر نہین معین کیا کہ اوسکو مہر ہی کامل اور عورت پر عدت ہی اور اوسکو میراث بھی ہی کہا معقل بن سنان رضی اللہ عنہ نے کہ سنا مینے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسا ہی حکم فرمایا تھا بروع بیٹی واشق مین روایت کیا اوسکو ابو داؤد وغیرہ نے اور روایت کی امام مالک نے مؤطا مین عبد اللہ بن عمر سے کہ نہین ہی مہر واسطے اوسکے اور یہی حکم کیا زید بن ثابت نے اور ہمارے واسطے حدیث مرفوع ہی معقل بن سنان کی کیونکہ جب مہر معین نہوا اور دلایا گیا تو جب معین ہوگا تو بطریق اولی دلایا جاویگا ص اور اگر طلاق دے دیا قبل وطی کے یا خلوت صحیحہ کے تو نصف مہر لازم آتا ہی ف کیونکہ اللہ تعالی فرماتا ہی وَإِنْ طَلَّقْتُمُوهُنَّ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَمَسُّوهُنَّ وَقَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِيضَةً فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ یعنی اگر طلاق دو تم عورتون کو قبل اس بات کے کہ مس کرو تم اونسے یعنی جماع کرو اور تم مقرر کر چکے تھے اونکے واسطے کچھ حصہ تو واجب ہی تمپر نصف اوسکا جو مقرر کیا تھا تمنے ص اور صحیح ہی نکاح بغیر ذکر کرنے مہر کے ف اور دلیل اسکی وہی حدیث معقل بن سنان ہی اور اثر ابن مسعود کا ص اور اگر نکاح کیا اس شرط سے کہ مہر نہین ہی یا بدلے مین شراب کے یا بدلے مین سور کے یا ایک سر کے کے مٹکے کے اور اوس طرف اشارہ کیا اور وہ شراب نکلا یا ایک غلام سے اور اوسکی طرف اشارہ کیا اور وہ آزاد نکلا یا ایک کپڑے اور ایک جانور کے بدلے اور اونکی صفت بیان نکی یا تعلیم قرآن کے بدلے یا اس بات پر کہ خاوند آزاد اوسکی ایک سال خدمت کرے یا کسی کی بیٹی یا بہن اس بات پر کہ وہ بھی اوسکو اپنی بیٹی یا بہن کا نکاح کر دیوے تو ان سب صورتون مین نکاح صحیح ہوا اور مہر مثل لازم آویگا وقت وطی کے یا خلوت صحیحہ کے یا موت کے ف لیکن اول صورت سو اسواسطے کہ نکاح نام ہی اوس عقد کا جس سے اتصال اور انضمام ہو تو وہ فقط جورو خاوند سے درست ہو جاویگا اور اسکی شرط ساقط ہو جاویگی اور دوسری اور تیسری صورت مین اسواسطے کہ شراب اور سور ہمارے نزدیک مال نہین ہی تو گویا ایسا ہوا کہ نکاح کیا بغیر ذکر مہر کے اور اسی طرح چوتھی اور پانچوین صورت مین غلام یا سرکہ مال تھا لیکن وہ آزاد نکلا اور سرکہ شراب نکلا اور شراب اور جو شخص آزاد ہووے مال نہین ہی اور چھٹی صورت مین اسواسطے کہ وہ کپڑا اور جانور مجہول ہی تو نزاع پڑیگی جب مہر مثل لازم آویگا اور ساتوین صورت مین سے اسواسطے کہ تعلیم قرآن کچھ مال نہین ہی کیونکہ اوسپر اجرت لینا جائز نہین جیسا کہ آگے آتا ہی اور آٹھوین صورت مین اسلیے کہ خاوند مالک ہی زوجہ کا اور خدمت مقتضی ہی مملوکیت کی یا دونون مین

تناقض ہے تو مہر فاسد ہو گا اور لیکن دونوں صورت میں تو دونوں عقد جائز ہیں لیکن جسنے مہر کو وہ بنایا جو صلاحیت
مالیت کی نہیں رکھتا تو مہر مثل لازم ہو گا جیسے شراب یا سور کو مہر کر دیا اور نکاح شغار کا اسلام میں منع کیا رسول
صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے روایت کی عبد اللہ بن عمر نے کہ منع کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح
شغار سے اور شغار یہ ہے کہ نکاح کرے کوئی اپنی بیٹی کا کسی سے اس بات پر کہ وہ بھی اوس سے اپنی بیٹی کا نکاح کر دے اور
کچھ مہر مقرر نہو اخراج کیا اسکا بخاری و مسلم نے اور امام مالک اور امام شافعی کے نزدیک تعلیم قرآن کو مہر باندھنا جائز ہے
یہ اختلاف مبنی ہے اس بات پر کہ اجرت لینا قرآن کی تعلیم پر جائز ہے یا نہیں تو جن لوگوں کے نزدیک جائز ہے اونکے نزدیک اسکو
مہر بھی مقرر کرنا درست ہے اور جنکے نزدیک اجرت لینا تعلیم قرآن پر جائز نہیں ہے اونکے نزدیک مہر بھی باندھنا اسکا درست نہیں
اور امام شافعی اس باب میں دلیل لاتے ہیں حدیث سہل بن سعد سے کہ نکاح کر دیا تھا آپ نے اوسکا ایک عورت سے بعوض قرآن
اخراج کیا اوسکا بخاری و مسلم نے اور جواب اسکا یہی ہے جو روایت کی سعید بن منصور نے کہ یہ خصوصیات میں سے تھا
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اور روایت کی ابن الجوزی نے مکحول سے تحقیق کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح کیا
ایک مرد کا تعلیم قرآن پر اور کہتے تھے مکحول کہ یہ خصائص میں سے تھا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اور اب کسیکے واسطے بعد
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ جائز نہیں اور ذکر کیا طحاوی نے لیث سے کہ نہیں جائز ہے یہ کسیکو بعد رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کے اور دلیل ہماری وہ ہے جو روایت کی احمد اور ابو داؤد نے عبادہ بن صامت سے کہ فرمایا اونکو رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے جب لے لی تھی انھوں نے ایک کمان اصحاب صُفّہ سے اس بات پر کہ اونکو قرآن سکھایا تھا کہ اگر خوش آوے تجھکو
کہ طوق پہنایا جاوے آگ کا تو لے اوسکو اور اوسکی اسناد میں مغیرہ ضعیف ہے اور روایت کی ابن الجوزی نے ابی بن کعب سے
کہ سکھایا میں نے ایک شخص کو قرآن اور اوس نے ہدیہ بھیجا میرے لیے ایک کمان سو ذکر کیا میں نے یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
سے سو فرمایا آپ نے اگر لیگا تو اوسکو لیویگا ایک کمان آگ کی اور روایت کی طبرانی نے عبد الرحمن بن سہل انصاری
سے کہا کہ سنا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ فرماتے تھے پڑھو قرآن کو اور نہ غلو کرو اوس میں اور نہ باز رہو اوس سے
اور نہ کھاؤ اوس کے بدلے اور نہ غرور کرو اوس سے اور فرمایا عثمان بن ابی العاص سے کہ لے تو ایسے مؤذن کو جو نہ لیوے
اذان پر بدلہ روایت کیا اوسکو احمد نے مطرف بن عبد اللہ سے اور فرمایا اللہ تعالی نے وَأُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذَٰلِكُمْ أَنْ
تَبْتَغُوا بِأَمْوَالِكُمْ الآیہ یعنی حلال کی گئیں سوا اونکے تمہارے لیے عورتیں یہ کہ طلب کرو تم اونکو اپنے مالوں سے
یعنی نکاح کر لو بعوض مال اور دلیل مہر مثل واجب ہونے کی یہ ہے کہ حکم کیا عبد اللہ بن مسعود نے مہر مثل کا اوس عورت میں کہ
خاوند اوسکا مر گیا ہے اور اوسکا مہر مقرر نہوا ہو اور شہادت دی معقل بن سنان نے کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
بروع بنت واشق میں ایسا ہی اخراج کیا اسکا احمد اور اصحاب سنن نے اور صحیح کیا اوسکو ترمذی نے اور ایک جماعت اہل حدیث
نے [illegible] صورت سے [illegible] کہ کوئی نکاح کرے اپنی بیوی سے [illegible] طلاق دیوے [illegible] مثل
[illegible] فرمایا اللہ تعالی نے لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِنْ طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ مَا لَمْ
تَمَسُّوهُنَّ أَوْ تَفْرِضُوا لَهُنَّ فَرِيضَةً وَمَتِّعُوهُنَّ عَلَى الْمُوسِعِ قَدَرُهُ وَعَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرُهُ

یعنی جس کے واسطے مہر نہ ٹھہرا ہو اگر طلاق دو تم عورتوں کو جب تک نہ جماع کرو انسے یا نہ مقرر کرو اونکے واسطے کچھ حصہ اونکے واسطے اور
متعہ دو اونکو غنی پر ہے اوسکی مقدار اور مفلس پر ہے اوسکے لائق ص اس مقدار کا لائق ہو تو بقدر مہر مثل ہے اور
کم نہو پانچ درہم سے ف اور یہی قول ہے کرخی کا اور یہ متعہ واجب ہے ہمارے نزدیک اور امام مالک کے نزدیک
مستحب ہے اور آیت کلام اللہ کی اوپر حجت ہے ص اور وہ تین کپڑے ہیں پیراہن اور خمار ف یعنی اوڑھنی جس سے
وہ اپنا سر چھپاوے ص اور چادر ف جس سے تمام بدن چھپاوے ص اور صحیح یہ ہے کہ اعتبار خاوند کے حال کا ہے
کیونکہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے عَلَى الْمُوسِعِ قَدَرُهُ وَعَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرُهُ اور نزدیک کرخی کے عورت کا حال معتبر
ف یعنی عورت کی لیاقت کے موافق اوسکو متعہ دیا جاویگا اور صحیح قول ہمارا ہے کیونکہ دینے والا خاوند ہے تو اوسکی
استطاعت اور لیاقت معتبر ہوگی جیسا کہ نفقے کے باب میں ہے کہا شیخ ابن الہمام نے کہ یہ مقدار مروی ہے حضرت عائشہ
اور ابن عباسؓ اور سعید بن المسیب اور عطاؒ اور شعبیؒ سے ص اور اگر نکاح کیا غلام نے اس امر پر کہ خدمت کرے
بیوی کی تو خدمت واجب ہوگی ف اسواسطے کہ غلام موضوع ہے واسطے خدمت کے اور خدمت غلام کی
عوض مال کے ہوتی ہے ص اور اگر نکاح کیا عورت مفوضہ سے یعنی اوس عورت سے جسنے نکاح کیا بغیر ذکر مہر کے
یا اس بات پر کہ اوسکو مہر نہیں ف خواہ وہ عورت مفوضہ ہو یعنی اوسنے اپنے تئیں آپ خاوند کو تفویض کیا ہے
یا مفوضہ ہو یعنی ولی نے اوسکو خاوند کے سپرد کیا ہے ص اور پھر دونوں کسی مقدار مہر پر راضی ہو گئے تو بعد وطی کے یا موت
کے یہی مقدار لازم آویگا اور اگر طلاق دیدیا اوسکو قبل وطی کے تو متعہ لازم آویگا اور امام ابو یوسف اور شافعی کے
نزدیک نصف اس مقدار کا ف یعنی جس مقدار پر وہ دونوں راضی ہو گئے ہیں ص لازم آویگا ف
اور دلیل ہماری وہی آیت ہے ص اگر خاوند نے مہر معین پر کچھ بڑھایا خاوند کے ذمے پر واجب ہوگا تو اگر طلاق
دیدیا قبل وطی کے زیادتی ساقط ہو جاویگی ف اسواسطے کہ زیادتی اوسنے بسبب استحقاق وطی کے کی تھی تو جب
مقصود فوت ہوا زیادتی بھی جاویگی اور صورت مسئلے کی یہ ہے کہ کسی نے نکاح کیا ایک عورت سے اور مہر اوسکے دس درہم ٹھہرے
اور پانچ درہم اسنے اپنی طرف سے بڑھا دیے اور پھر اوسکو قبل وطی کے طلاق دیدیا تو پانچ درہم لازم آوینگے نہ ساڑھے
سات ص عورت کو جائز ہے کہ بعض مہر یا کل مہر مرد کے ذمے سے ساقط کر دے ف کیونکہ مہر حق عورت کا ہے اور
مقدار کو پہونچتا ہے کہ حق اپنا ساقط کر دے ص یا اوس زیادتی کو جو مرد نے بڑھا دیا تھا اپنی طرف سے ف مثلاً اسمیں سے
میں پانچ درہم چھوڑ دے ص اور خلوت مرد کی ساتھ عورت کے بغیر مانع حسی کے جیسے مرض کہ مانع ہو وطی سے
اور مانع شرعی کے جیسے روزہ رمضان کا یا احرام حج فرض یا نفل کا اور مانع طبعی کے جیسے حیض اور نفاس کی نیت
مکروہ جانتی ہے جماع کرنے کو حالت حیض اور نفاس میں اور اگرچہ مانع شرعی بھی یہاں موجود ہے ف اور قول تعالیٰ
کا ہے فَاعْتَزِلُوا النِّسَاءَ فِي الْمَحِيضِ وَلَا تَقْرَبُوهُنَّ حَتَّى يَطْهُرْنَ یعنی جدا ہو عورتوں سے حیض میں اور قریب
[illegible]
[illegible]

جو نازل ہوا اور اوسکو تخریج کیا اوسکا ترمذی اور ابن ماجہ اور دارمی نے ابی ہریرہؓ سے ص ثابت کردیتی ہے مہر کو ف
اور یہی کلام خلوت صحیحہ ہے اور امام شافعی کے نزدیک مہر بدون جماع کے مستقر نہیں ہوتا ہے اور دلیل ہماری اجماع صحابہ کا ہے
اوسپر بایں طور کہ خلوت موجب ہے مہر کو حکایت کیا اس اجماع کو طحاوی نے اور کہا ابن المنذر نے یہی قول ہے عمر اور علی اور
زید بن ثابت اور عبداللہ بن عمر اور جابر اور معاذ بن جبل اور ابی ہریرہ رضی اللہ عنہم کا اور روایت کی دارقطنی نے محمد بن
عبدالرحمن بن ثوبان سے مرسلاً کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس شخص نے کھولا خمار عورت کا اور نظر کی
اوس سے تو واجب ہوا مہر خواہ دخول کرے یا نکرے اور اسناد میں اوسکی اگرچہ ابن لہیعہ ہے ضعیف کیا اوسکو محدثین نے
لیکن کہا ابن الجوزی نے کہ روایت کی اوس سے علماء نے اور بھی روایت کی اوس سے اصحاب سنن نے اور بھی تخریج
کیا اوسکا ابوداود نے مراسیل میں ابن ثوبان سے اور رجال اوسکے ثقہ ہیں اور مرسل ہمارے نزدیک حجت ہے اور
روایت کی بیہقی نے عمر اور علی رضی اللہ عنہما سے تحقیق کہ ان دونوں نے فرمایا کہ جب بند ہوجاوے دروازہ اور چھوٹ
جاوے پردہ تو عورت کو مہر ہے پورا اور اوسپر عدت ہے اور اسناد اسکی منقطع ہے اور موطا میں ہے مالک عن یحیی بن سعید
عن سعید بن المسیب ان عمر بن الخطاب قضی فی المرأۃ اذا تزوجها الرجل انه اذا ارخیت الستور
فقد وجب علیه الصداق یعنی جب چھوٹ جاویں پردے تو تحقیق کہ واجب ہوا مرد پر مہر اور روایت کی
عبدالرزاق نے مصنف میں ابوہریرہؓ سے یہی قول عمرؓ کا اور کہا امام محمد بن الحسن نے موطا میں انا مالک انا
ابن شہاب عن زید بن ثابت قال اذا دخل الرجل بامرأته وارخیت الستور فقد وجب
الصداق قال وبهذا ناخذ وهو قول ابی حنیفة والعامة من فقهائنا یعنی کہا زید بن ثابت نے
کہ جب جاوے مرد عورت پاس اور چھوٹ جاویں پردے تو تحقیق کہ واجب ہوا مہر اور روایت کی دارقطنی نے حضرت علیؓ
سے کہ فرمایا آپنے جب بند ہوجاوے دروازہ اور چھوٹ جاوے پردہ اور دیکھے عورت کو تو واجب ہوا مرد پر مہر اور روایت کی ابو عبید نے
کتاب النکاح میں زرارہ بن اوفی کی روایت سے کہ کہا انھوں نے حکم کیا خلفاے راشدین مہدیین نے کہ جس وقت
بند ہوجاوے دروازہ اور چھوٹ جاوے پردہ تو تحقیق کہ واجب ہوا مہر اور عدت اور امام شافعی کے مذہب کے موافق
بھی روایت ہے ابن مسعود اور ابن عباسؓ سے لیکن صحیح نہیں اور روایت کی بیہقی نے شعبی سے انھوں نے ابن مسعود سے
کہ جو شخص خلوت کرے عورت سے اور وطی نکرے تو اوس عورت کو آدھا مہر ہے اور یہ منقطع ہے شعبی نے نہیں سنا ابن مسعود سے
اور روایت کی شافعی نے ابن عباس سے مثل اوسکے اور اسناد اوسکی ضعیف ہے اور اخراج کیا اوسکا ابن ابی شیبہ اور بیہقی نے
بھی اور طرق سے لیکن صحیح روایتیں صحابہ سے ہمارے مذہب پر ہیں ص اور مراد خلوت سے یہ ہے کہ خاوند اور
عورت دونوں ایسے مکان میں جمع ہوجاویں کہ ان کو کوئی حائل نہو اور بغیر اونکے اذن کے اونپر کوئی مطلع نہو سکے یا جب
اندھیرے [illegible] کوئی بغیر اطلاع [illegible] اور خاوند جانتا ہو کہ یہ میری عورت ہے اگرچہ خاوند مجبوب یا عنین یا خصی
ہو [illegible] مجبوب [illegible] کہ اسکی آلت [illegible] کٹے ہوں اور عنین [illegible] عورت [illegible]
[illegible] ص [illegible]

نذر کا ہو اگر روزہ واجب ہو رمضان کا یا احرام ہو یا عورت حائضہ ہو یا نفاس سے ہو یا بیمار ہو کوئی اون دونون میں سے
تو خلوت ثابت نہو گی اور نماز بھی مثل روزے کے ہے تو نماز فرض مین خلوت صحیح نہو گی جیسے فرض روزے مین اور صحیح ہوگی
نماز نفل مین جیسے نفل روزے مین اور عدت واجب ہے ف دلیل اسکی وہ حدیث ہے جو مروی ہوا حضرت عمر اور علی سے
سابقا اخرجہ البیہقی ص ان سب صورتون مین ہمارے نزدیک کوئی مانع موجود ہووے جیسے روزہ وغیرہ وانتہیٰ
اور واجب ہے متعہ اوس عورت کو کہ اوسکو طلاق دیا ہو قبل وطی کے اور مہر اوسکا معین نہو ف اور دلیل
اسکی اوپر گذری ص اور مستحب ہے سوا اوسکے اور عورتون کو مگر جس عورت سے مہر ٹھہر گیا ہو اور اوسکو طلاق دے
قبل وطی کے جاننا چاہیے کہ مطلقات یعنی جو عورتین کہ طلاق دی جاوین چار قسم پر ہین پہلی وہ مطلقہ کہ اوس
سے وطی نکی ہو اور نہ اوسکا مہر معین ہو تو اوسکے واسطے متعہ واجب ہے اور دوسری وہ مطلقہ کہ وطی کی گئی ہو اور اوسکا مہر معین
کردیا ہو اور بعض نے کہا کہ اوسکو متعہ مستحب نہین ف اور صحیح یہ ہے کہ مستحب ہے ص تیسری وہ عورت کہ وطی کی جاوے اور اوسکا
معین نہین ہوا تھا چوتھی وہ عورت مطلقہ کہ وطی کی جاوے اور اوسکا مہر بھی معین ہوا ہو تو ان دو عورتون کے واسطے متعہ
مستحب ہے تو حاصل یہ ہے کہ جس وقت عورت سے وطی کی تو متعہ اوسکو مستحب ہے خواہ برابر ہے کہ مہر اوسکا معین ہوا ہو یا نہوا اور اگر وطی نہین
کی تو جس صورت مین مہر معین ہے نصف مہر ہے اور متعہ مستحب نہین اور اگر نہین معین ہے تو متعہ واجب ہے اگر کسی عورت نے
ہزار روپے اپنے مہر کے خاوند سے لیکے اوسکو اپنے قبضے مین کیا اور پھر وہی ہزار روپے عورت نے خاوند کو ہبہ یعنی بخشدیے
اور خاوند نے بعد اسکے طلاق دیدیا اوسکو قبل وطی کے تو وہ مرد پان سو روپے اوس سے اور لیوے کیونکہ عورت نے
تمام مہر کو قبض کرلیا تھا اور مرد پر واجب نصف ہوا تو نصف پھیر دیوے گی اور وہ جو عورت نے خاوند کو ہبہ کردیا تھا
مہر سے محسوب نہوگا کیونکہ روپے عقود مین ص مثل بیع اور شرا اور نکاح کے ص متعین نہین ہوتے ف
یعنی کچھ روپے مقرر نہین ہوتے بلکہ سب روپے برابر ہین تو وہ جو عورت نے ہبہ کردیا تھا اگرچہ وہ روپے خاوند کے دیے ہوئے تھے
لیکن یہ نہین کہینگے کہ یہ وہی روپے ہین ص اور اسی طرح فسوخ مین ف یعنی جو چیزین کہ عقود کو فسخ کرتی ہین اور
بیان اسکا آگے آویگا ص اور اگر عورت نے قبضہ نہین کیا تھا اون روپیون کا یا نصف مہر کو قبضہ کیا تھا ف
مثلاً پانچ سو روپے کا ہزار کی صورت مین ص اور پھر عورت نے ہبہ کردیا خاوند کو کل مہر ف دونون صورتون مین
مگر اول صورت مین تو ہبہ مین عورت کو کچھ پھیرنا نہ پڑیگا اسواسطے کہ کل مہر خاوند کے پاس ہے اور دوسری صورت مین ہبہ کل
مہر کا اس طرح پر ہوگا کہ وہ نصف کو جو لیا ہے پھیر دے ص یا باقی کو ف دوسری صورت مین ص اور طلاق
دیا اوسکے خاوند نے قبل وطی کے تو اب عورت پر کچھ لازم نہین آویگا اسواسطے کہ اب عورت کے پاس کچھ خاوند کا حق باقی نہ
رہا اور اگر مہر کچھ اسباب ہو ف جیسے غلام گھر کپڑا وغیرہ ص اور عورت نے اوسکو قبض کیا یا نکیا اور خاوند کو ہبہ کردیا تو
ایسا ہی حکم ہے دونون صورتون مین ف یعنی قبض کی صورت مین اور عدم قبض کی صورت مین ص کچھ لازم نہ آویگا
اسواسطے کہ جب قبض نہین کیا ہے تو ظاہر ہے ف یعنی جیسا کہ روپون مین جب قبض نکرے تو کچھ لازم نہین آتا اسطرح
اسباب مین ہوگا ص اور جب قبض کیا تو جب بھی کچھ لازم نہین آیگا کیونکہ اسباب متعین ہوا ہے

عورت نے خاوند کو بخش دیا **ف** یعنی جو مہر نے اسباب عورت کو دیا تھا وہی بعینہ عورت نے خاوند کو بخش دیا تو اب
عورت پر کچھ نہیں رہا اور روپیوں میں یہ نہیں کہہ سکتے کہ یہ بعینہ وہی روپے ہیں جو خاوند نے عورت کو دئے تھے
ص اگر کسی شخص نے ایک عورت سے نکاح کیا ہزار درہم پر اس شرط سے کہ اوسکو شہر سے نہ لیجاویگا یا اوسپر دوسری
عورت نکریگا یا شرط کی ایک بات کی کہ اگر شہر سے نہ لیجاوے تو مہر ہزار درم ہیں اور اگر لیجاوے تو دو ہزار درم اور پھر
عہد اپنا پورا کیا یعنی اوسکو شہر سے نہ نکالا اور اوسپر دوسری عورت سے نکاح نہ کیا اور اسی طرح تیسری صورت میں بھی
اوسکو شہر سے نہ نکالا تو خاوند پر مہر کے ایک ہی ہزار درم اور آوینگے تو اگر اول صورت میں اوسکو شہر سے نکالا یا دوسری
صورت میں کسی عورت سے نکاح کیا تو مہر مثل لازم آویگا اتفاقاً اور اگر تیسری صورت میں اوسکو شہر سے نکالا تو امام
صاحب کے نزدیک مہر مثل لازم آویگا مگر ایک ہزار سے کم نہ دیا جاویگا اور دو ہزار سے زیادہ نہوگا یعنی اگر مہر مثل اوسکا ایک ہزار سے
کم ہی تو ہزار دئے جاوینگے اور اس سے کم نہوگا اور اگر مہر مثل اوسکا دو ہزار سے زائد ہی تو دو ہزار دینا پڑینگے اور اوس سے زیادہ نہوگا
ف اور اگر مہر مثل اوسکا ہزار سے زائد ہی لیکن دو ہزار سے کم ہی یا دو ہزار ہی تو جتنا ہی اوتنا دینا پڑیگا **ص** اور
نزدیک صاحبین کے دو ہزار لازم آوینگے اور امام زفر کے نزدیک دونوں صورت میں مہر مثل لازم آویگا اور اگر نکاح کیا
عورت سے اس غلام پر یا اس غلام پر **ف** مطلب یہ ہی کہ دو غلاموں میں سے کسیکو معین کیا اور کہا کہ
غلام پر یا اس غلام پر **ص** اور اونمیں سے ایک کم قیمت اور دوسرا بھاری قیمت نکلا تو اگر مہر مثل اوسکا کم قیمت
سے بھی کم ہی تو اوسکو کم قیمت غلام ملیگا اور اگر اوسکا مہر مثل بھاری قیمت سے بھی زیادہ ہی تو اوسکو بھاری قیمت
غلام ملیگا اور اگر اوسکا مہر مثل دونوں کے درمیان میں ہی **ف** مثلاً کم قیمت غلام کی قیمت سو روپے تھے اور
بھاری قیمت کے دو سو اور اوسکا مہر مثل ڈیڑھ سو ہی **ص** تو مہر مثل لازم آویگا **ف** اور اس صورت میں ڈیڑھ سو
روپے دینا پڑینگے اور صاحبین کے نزدیک ہر صورت میں اوسکو کم قیمت غلام ملیگا **ص** اور اگر طلاق دے دیا اوسکو
قبل وطی کے تو سب صورتوں میں اوسکو کم قیمت غلام کی نصف قیمت ملیگی اجماعاً **ف** اور اس صورت میں پچاس
روپے اوسکو ملینگے **ص** اگر نکاح کیا بدلے میں دو غلاموں کے اور ایک اونمیں سے آزاد نکلا تو عورت کے واسطے
وہی ایک غلام ہی اگر قیمت اوسکی دس درہم ہوں **ف** یا زیادہ ہوں اور اگر دس درہم سے کم ہو تو خاوند کو چاہیے
کہ دس پورے کر دیوے **ص** اگر نکاح میں شرط کیا کہ عورت بکر ہووے اور پھر اوسکو ثیب پایا کل مہر دینا پڑیگا اور اگر نکاح
میں گھوڑا یا کپڑا ہرات کا **ف** ہرات نام شہر کا ہی اور یہ قید اسواسطے لگائی ہی کہ اگر فقط کپڑا مہر قرار دے اور کچھ نام
بیان نکرے تو مہر مثل لازم آویگا جیسا کہ اوپر گذرا **ص** مہر مقرر کیا برابر ہی کہ اوسکے اوپر بھی صفت بیان کیے ہوں یا نکیے
ہوں یا کسی مکیل کو **ف** مکیل اوسکو کہتے ہیں جو چیزیں پیمانوں میں نپکے بکتی ہیں جیسے گیہوں ملک عرب میں
ص یا موزون کو یعنی جو چیز وزن ہوکے فروخت ہوتی ہی مہر باندھا اور اوسکی جنس بیان کر دی **ف** یعنی یہ کہدیا
کہ گیہوں یا چنا یا جوار **ص** اور اوسکا وصف بیان نہیں کیا **ف** کہ گیہوں کس قسم کے اور کس قیمت کے **ص**
تو ان سب صورتوں میں جو چیز مقرر کی ہی وہ لازم آویگی میانہ درجے کی یا قیمت اوسکی **ف** مثلاً گھوڑے کو مہر مقرر کیا

اور اوسکی صفت بیان نہین کی تو گھوڑا اوسط قیمت کا نہ بہت اعلیٰ اور نہ بہت خسیس دیوے یا قیمت اوسکی دیوے

ص اور اگر مکیل و موزون مین صفت بھی بیان کر دی تو جو مقرر کیا ہی وہی لازم آویگا اور نکاح فاسد مین بغیر وطی کے کچھ واجب نہین ہوتا اگرچہ خلوت کی ہو اوسکے ساتھ اور اگر وطی کی تو مہر مثل لازم آویگا بشرطیکہ زیادہ نہووے مہر معین پر اور اگر زیادہ ہی تو مہر معین لازم آویگا اور اوس عورت کے ولد کا نسب اوس مرد سے ثابت ہو جاویگا اگر وقت دخول سے وضع حمل تک چھ مہینے گذرے ہون امام محمد کے نزدیک اور اسی پر فتوی ہی اور اگر اس سے کم گذرے ہون تو نسب ثابت نہوگا ف اسواسطے کہ اقل مدت حمل کی چھ مہینے ہین اور اوسکا بیان آگے آویگا ص اور امام ابو حنیفہ اور ابو یوسف کے نزدیک مدت نسب کا اعتبار وقت نکاح سے ہوگا جیسا کہ نکاح صحیح مین ف تو اگر نکاح کے وقت سے وضع حمل تک چھ مہینے گذرے ہین تو نسب ثابت ہو جاویگا ورنہ نہین اور ہدایہ مین امام محمد کے قول کو اختیار کیا ہی اور وہی صحیح ہی اور موافق قیاس کے ہی ص اور مہر مثل عورت کا اوسکے باپ کی قوم سے اعتبار کیا جاویگا ف جیسے بہنین اور پھوپھیان اور پھوپھی کی بیٹیان اور چچا کی بیٹیان کیونکہ فرمایا حضرت عبد اللہ بن مسعود نے واسطے عورت کے مہر مثل اوسکی عورتون کا ہی یعنی جو عورتین مثل اوسکے ہین اونکا مہر دلایا جاویگا روایت کیا اسکو ترمذی نے اور مقصود اس سے باپ کے اقارب ہین کذا فی فتح القدیر ص اور مہر مثل مین معتبر ہی کہ دونون عورتین سن مین اور حسن مین اور مال مین اور عقل مین اور دین مین اور شہر مین اور زمانے مین اور بکارت مین اور ثیابت مین برابر ہون تو اگر باپ کی قوم سے کوئی ان صفتون کے ساتھ نہ ملا تو اور عورتین جو غیر مین اونسے اعتبار کرینگے اور نہ اعتبار کیا جاویگا مہر مثل ماں کے اور خالہ کے مہر سے مگر جب ماں اور خالہ اوسکے باپ کی قوم سے ہون جیسے اوسکے باپ کے چچا کی بیٹیان ہون اور اگر ولی ضامن ہو جاوے خاوند کی طرف سے مہر کا تو درست ہی اگرچہ وہ عورت نابالغہ ہو اور عورت کو اختیار ہی کہ چاہے مہر اپنا ولی سے طلب کرے یا خاوند سے اور اگر ولی نے ادا کر دیا تو صحیح ہی اور ولی خاوند سے مجرا لیوے اگر خاوند کے حکم سے ضامن ہوا تھا اور اگر خاوند کے حکم سے ضامن نہین ہوا تھا تو خاوند مجرا نہ دیگا اور بیع مین یہ حکم نہین تو اگر باپ نے اپنے نابالغ لڑکے کا مال بیچا اور قیمت کا ضامن ہوا تو ضمان صحیح نہوگا ف اور وجہ اسکی اصل کتاب مین مذکور ہی ص اور عورت کو پہونچتا ہی کہ منع کرے خاوند کو جماع سے اگرچہ پیشتر مرد نے اوس سے وطی کی ہو یا خلوت کی ہو اوسکی رضا سے اور اس سے کہ خاوند اوسکو اپنے ساتھ سفر مین لیجاوے جبتک مہر معجل اپنا کل ہو یا بعض یا جو مہر موجل مین سے بالفعل دیا جاتا ہی اوس عورت کے مہر مثل سے موافق دستور کے نہ لیوے اور دونون صورتون مین خاوند پر نفقہ واجب رہیگا ف کیونکہ عورت اپنا حق طلب کرتی ہی اور کچھ ظلم نہین کرتی کہ خاوند نفقہ نہ دیوے ص اور صاحبین کے نزدیک اگر خاوند اوس سے پیشتر وطی یا خلوت کر چکا ہی تو بعد اوسکے عورت کو اختیار منع کا باقی نہین رہیگا اور یہ بھی درست ہی عورت کو کہ قبل لینے اس مہر کے بغیر اذن خاوند کے سفر کرے یا کسی حاجت کو یا اپنے اقارب کی ملاقات کو جاوے اور بعد قبض کر لینے اس مہر کے درست نہین ف کہ بغیر اذن خاوند کے سفر کرے یا کسی حاجت کو یا اپنے اقارب کی ملاقات کو جاوے ص اور اگر مہر معجل نہین ہی اور موجل مین سے بھی کچھ بالفعل دینے کا دستور نہین بلکہ کل موجل ہی تو عورت کو منع نہین پہونچتا ہی اور جب موجل مین بعض دینے کا دستور ہی

ف مثلاً کوئی نکاح ہوا ہو یا عصمت کی عورت سے اور ایک مین طلاق بائن کی عدت مین ہو یا پانچوین عورت سے چوتھی عورت کی عدت مین ۱۲ منہ عفی عنہ

تو عورت کو منع مین پہونچتا ہی واسطے قبض کر لینے کل مہر کے **ف** بلکہ جتنا دستور ہی بالفعل دینے کا اوتنے کیواسطے منع پہونچتا ہی جیسا کہ گذرا **ص** اور اگر خاوند نے اسقدر مہر **ف** یعنی معجل یا مؤجل مین سے جتنے دینے کا دستور ہی **ف** ادا کر دیا تو پہر اوسکو یہہ پہنچتا ہی کہ عورت کو اپنے ساتھہ سفر مین لیجاوے ظاہر روایت مین **ف** کیونکہ اللہ تعالی فرماتا ہی اَسْكِنُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ یعنی رکھو انکو جہان تم ہو **ص** اور بعضون کے نزدیک خاوند کو بعد ادا کے بھی سفر مین لیجانا نہین پہونچتا اور اوسی پر فتوی دیا ہی فقیہ ابو اللیث نے **ف** اور اسی طرف مائل ہوئے ہین بہت سے مشایخ جیسا کہ خزانے مین ہی اور اسی پر فتوی دیا جاویگا بوجہ فساد زمانے کے کہ غریب عورتون کو ضرر پہونچتا ہی **ص** اور درست ہی کہ اوسکو لیجاوے ایسی جگہہ پر کہ اوسکے مسکن سے وہان تک مدت سفر کی ہووے **ف** یعنی تین دن تین رات سے کم ہووے **ص** اگر زوج اور زوجہ نے اختلاف کیا اصل مہر مین سو ایک نے کہا کہ مہر معین نہین ہوا تھا اور دوسرے نے کہا معین ہوا تھا تو جو کہتا ہی کہ مہر معین ہوا ہی اگر وہ گواہ قائم کرے تو قول اوسکا معتبر ہوگا اور اگر گواہ قائم نکرے تو جو کہتا ہی کہ مہر معین نہین ہوا ہی اوسکو قسم دلاوینگے اگر وہ قسم نکھاوے تو دوسرے کا قول معتبر ہو جاویگا **ف** یعنی مہر معین کا اعتبار ہوگا **ص** اور اگر قسم کھالی تو مہر مثل واجب ہوگا اور یہہ مذہب صاحبین کا ہی اور امام صاحب کے نزدیک نکاح مین قسم نہ دیوینگے تو مہر مثل واجب ہوگا **ف** جس صورت مین وہ گواہ قایم نکرے **ص** اگر اختلاف کیا مہر کے اندازے مین **ف** مثلاً خاوند نے کہا سو درہم تھے اور زوجہ نے کہا دو سو درہم **ص** تو جو گواہ قایم کرے اوسکا قول قبول کیا جاویگا اور اگر کسی نے گواہ نہین قایم کیا تو مہر مثل کو دیکھینگے اگر مہر مثل خاوند کے دعوے کے برابر یا کم ہی تو خاوند کا قول معتبر ہوگا ساتھہ حلف کے اور اگر مہر مثل عورت کے دعوے کے برابر ہی یا عورت کے دعوے سے زائد ہی تو قول عورت کا معتبر ہوگا ساتھہ حلف کے اور اگر دونون نے گواہ قایم کیے اور مہر مثل موافق خاوند کے ہی یا کم اوس سے تو گواہ عورت کے مقبول ہونگے اور اگر مہر مثل موافق عورت کے ہی تو گواہ خاوند کے مقبول ہونگے اسواسطے کہ گواہ مشروع ہین واسطے اثبات اون امور کے جو خلاف ظاہر ہین اور قسم مشروع ہی واسطے باقی رکھنے اصل کے اپنی اصل پر فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گواہ مدعی پر ہین اور قسم اوس شخص پر ہی جو انکار کرے **ف** اخراج کیا اس حدیث کا بیہقی نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اور روایت کیا اوسکو امام احمد نے مسند مین اور معانی اس حدیث کے صحاح ستہ مین موجود ہین اخراج کیا اونکا مسلم اور اصحاب سنن نے **ص** اور اصل نکاح مین یہہ ہی کہ مہر مثل ہو تو جو شخص دعوی کریگا خلاف اسکے تو گواہ اوسکے قوی ہونگے اور اگر مہر مثل درمیان مین خاوند اور عورت کے دعوے کے ہو **ف** مثلاً عورت نے دو سو روپے کا دعوی کیا اور خاوند نے سو روپے کہے تھے اور مہر مثل ڈیڑھ سو ہی اور درمیان مین ہونے سے مراد یہہ ہی کہ مہر مثل خاوند کے دعوے کے موافق اور اوس سے کم بھی نہو اور عورت کے دعوے کے برابر اور اوس سے زیادہ بھی نہو بلکہ خاوند کے دعوے سے زیادہ اور عورت کے دعوے سے کم جیسا کہ اس صورت مین ہی **ص** تو جو گواہ لاوے قول اوسکا معتبر ہوگا اور اگر دونون گواہ لاوے مہر مثل لازم ہوگا اور اگر کوئی نہ لاوے تو دونون پر قسم آویگی اور جو قسم کھاوے تو اوسکا قول معتبر ہوگا اور جو دونون نے قسم کھالی

تو مہر مثل لازم آویگا یہ سب صورتین جب تھین کہ نکاح قایم ہو اور اختلاف واقع ہو مہر مین اور اگر خاوند نے طلاق دیدی یا عورت کو قبل وطی کے ف اور اگر طلاق دیا بعد وطی کے تو اوسکی صورت بعینہ وہی ہی جب نکاح قائم ہو جیسا کہ گذرا ص بعد اوسکے مہر کے اندازے مین اختلاف ہوا تو جو گواہ لاویگا قول اوسکا معتبر ہوگا اور اگر دونون گواہ لائے اور متعہ مثل ف یعنی جو اوسکی ہمسر عورتون کو متعہ دیا جاتا ہی ص موافق مرد کے ہی تو عورتون کے گواہون کا اعتبار ہوگا اور اگر متعہ مثل موافق عورت کے ہی تو مرد کے گواہون کا اعتبار ہوگا ف اور دلیل اسکی وہ ہی گذری ص اور اگر متعہ مثل درمیان مین دعوے زوج اور زوجہ کے ہی ف یعنی عورت کے دعوے سے کم اور مرد کے دعوے سے زیادہ ص تو جو شخص گواہ لاوے قول اوسکا معتبر ہوگا اور اگر دونون گواہ لائے تو متعہ مثل واجب ہوگا اور اگر دونون گواہ نہ لائے تو جو قسم کھاویگا قول اوسکا معتبر ہوگا اور اگر دونون نے قسم کھائی تو متعہ مثل واجب ہوگا ف اور ان صورتون مین دعوی خاوند اور عورت کا بابت نصف مہر کے ہوگا کیونکہ طلاق قبل وطی کے ہی تو برابری اور کمی زیادتی نصف مہر کی ساتھ متعہ مثل کے دیکھی جاویگی ص اگر زوج مرگیا یا زوجہ مرگئی اور پھر اصل مہر یا اندازہ مہر مین اختلاف ہوا تو حکم اوسکا بعینہ ایسا ہی جیسے حالت حیات مین تھا اور جو زوج اور زوجہ دونون مرگئے اور مہر عورت کا معین ہوگیا تھا اور نزاع پڑی اندازہ مہر مین تو خاوند کے وارثون کے قول کا اعتبار ہوگا اور اگر نزاع پڑی اس بات مین کہ مہر معین ہوا تھا یا نہین ہوا تھا تو امام صاحب کے نزدیک کچھ لازم نہ آویگا اور صاحبین کے نزدیک مہر مثل لازم آویگا اور اسی پر فتوی ہی ف کیونکہ مہر مثل ذمے پر ثابت ہوگیا تھا اور دین ہوگیا تھا تو مرنے سے ساقط نہوگا ص اگر خاوند نے عورت کو کوئی چیز بھیجی بعد اوسکے اختلاف ہوا عورت نے کہا کہ یہ ہدیہ اور تحفہ تھا اور خاوند نے کہا مہر تھا تو خاوند کا قول ساتھ حلف کے معتبر ہوگا ف اسواسطے کہ خاوند تملیک کرنا ہی اوس چیز کی زوجہ کو اور مالک کرنے والا سچا ہوتا ہی جہت تملیک کا اور ظاہر ہی کہ تحفہ دینا واجب نہین اور مہر واجب ہی اور غالب یہ ہی کہ واجب کے ادا کرنے مین جلدی کرتا ہی ص مگر جب وہ چیز ایسی ہو کہ اوسکو جمع کرکے رکھتے نہون جیسے بوٹی اور جو کھانے والے کیواسطے طیار ہو ف مثل گوشت وغیرہ کے ص برخلاف کھون کے ف اور ایسا ہی آٹا اور زندہ بکری اور شکر بادام مصری وغیرہ

فصل نکاح ذمی کے بیان مین

اگر نکاح کیا ایک ذمی نے ذمیہ سے یا حربی نے حربیہ سے دار الحرب مین بدلے مین مردے کے یا بغیر مہر کے اور یہ اوسکے دین مین جائز ہووے اور پھر جو بیوی سے وطی کی یا طلاق دے دیا اوسکو قبل وطی کے یا مرگیا تو امام صاحب کے نزدیک کچھ مہر لازم نہ آویگا ف اسواسطے کہ ذمی ہمارے احکام کے پابند نہین دیانات مین جیسے نماز یا روزہ وغیرہ اور معاملات مین بھی ہمارے خلاف اعتقاد رکھتے ہین مثلاً سود اور شراب کا بیچنا جائز رکھتے ہین تو ہمکو چاہیے کہ اونکو ترک کردین اور اونکے مسائل سے متعرض نہون مگر زنا کہ وہ سب دینون مین حرام ہی اور سود اونکے عقود مین سے نکال لیا گیا ہی کیونکہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مگر جو شخص سود لیوے تو اوسکے ہمارے درمیان مین عہد نہین ہی کہا زیلعی نے اس لفظ سے غریب ہی اور روایت کی شعبی نے کہا کہ لکھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے طرف اہل نجران کے اور وہ نصاری تھے کہ جو تم مین سے بیع کی سود سے تو نہین ہی ذمہ اوسکے لیے اور روایت کی ابو عبید نے کتاب الاموال مین اور اوسمین ہی کہ جس شخص نے کھایا اونمین سے سود تو

[illegible] فرمایا اللہ تعالیٰ نے [illegible] تو اس سے معلوم ہوا کہ [illegible]
نزدیک بھی [illegible] ص اور اگر نکاح کیا او سنے شراب یا کسی چیز معین پر عوض مہر زوج اور زوجہ دونوں اسلام لائے
یا ایک ان میں سے اسلام لایا تو عورت کو وہ معین نہ ملے گی [illegible] شراب [illegible] عورت میں [illegible] معین مسمّیٰ عورت
مین ص [illegible] شراب یا سور کو معین کیا تو شراب کی قیمت لازم ہوگی جب شراب [illegible] اور مہر مثل لازم ہوگا سور کی عوض

ص باب غلام اور لونڈی کے نکاح میں

نہیں جائز ہے نکاح غلام اور لونڈی کا مگر اپنے مولیٰ کے اذن سے ف اسواسطے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
جو غلام نکاح کرے بغیر اذن کے تو وہ زانی ہے روایت کیا اوسکو ابو داؤد اور ترمذی اور دارمی نے اور امام مالک کے نزدیک
جائز ہے اور یہ حدیث حجت ہے ص اور یہی حکم ہے مکاتب اور مدبر اور ام ولد کا ف یعنی ان سب کا بھی نکاح موقوف ہے
مالک کی اجازت پر اگر اجازت دیگا تو نکاح جاری ہو جاویگا اور اگر رد کریگا تو نکاح باطل ہو جاویگا ص اگر انہوں نے
نکاح کر لیا اپنے مالک کے اذن سے تو مہر عورت کا اونپر واجب ہوگا اور غلام مہر کے عوض میں بیچا جاویگا اور مکاتب اور
مدبر بیچے جاوینگے بلکہ سعی کرکے ادا کرینگے اور اگر غلام نے اذن طلب کیا اور مولیٰ نے کہا کہ اوسکو طلاق رجعی دیدے تو
اجازت ثابت ہو جاویگی اسواسطے کہ طلاق رجعی بغیر جواز نکاح کے نہیں ہوتا ہے اور اگر مولیٰ نے اتنا ہی کہا کہ طلاق دیدے
یا چھوڑ دے تو اجازت نہوگی اور اگر مولیٰ نے غلام کو اذن دیا نکاح کا اور اوسنے نکاح کیا اور وطی کی تو وہ غلام مہر میں
بیچا جاویگا اگرچہ اوسنے نکاح فاسد کیا ہو اور اگر وطی نہیں کی تو نکاح فاسد میں مہر لازم نہوگا ف اور نکاح صحیح میں لازم
آویگا ص اور اگر جس عورت سے نکاح فاسد کیا تھا پھر اوسی سے دوسری بار نکاح صحیح کرے یا کسی اور عورت سے
نکاح چاہے تو مالک کی اجازت پر موقوف رہیگا کیونکہ اجازت مولیٰ کی اول نکاح پر تمام ہو گئی تھی اور اگر مولیٰ نے
اپنے عبد ماذون کا نکاح کیا اور وہ قرضدار تھا نکاح صحیح ہے تو اگر اوس عورت کا مہر برابر تھا مہر مثل کے یا کم تو وہ غلام
بیچا جاویگا اور اوسکی قیمت اوس عورت اور قرضداروں پر موافق حصے کے تقسیم کر دی جاویگی ف مثلاً اگر
سو روپے تھے اور مہر بھی سو روپے تھے اور غلام پچاس روپے کو فروخت ہوا تو پچیس روپے قرضداروں کو اور پچیس
عورت کو مل جاوینگے ص اور اگر اوسکا مہر زائد ہو مہر مثل سے تو وہ عورت اوس زائد کے موافق نہ لیگی بلکہ
حق کے دینے میں تاخیر کرینگے یہاں تک کہ قرضداروں کا قرض پورا ہو جاوے ف مثلاً مہر مثل اوس
عورت کا سو روپے تھے اور مہر دو سو روپے اور قرضداروں کا قرض بھی [illegible] سو روپے تھے
اور وہ غلام تین سو روپے کو فروخت ہوا تو سو عورت کے [illegible] اور سو قرضداروں کو [illegible]
[illegible] وہ بھی عورت کو ملینگے اور اگر کم [illegible] تو وہ [illegible] مہر مثل سے زائد ہے عورت کو نہ دلا دینگے ص اگر مولیٰ نے
[illegible] کسی شخص سے کر دیا تو [illegible] اوس شخص کی ملک سے نہ نکلے گی اور جائز [illegible]
[illegible] اور [illegible] وقت پاوے تو اوس سے وطی کرلیوے [illegible]
[illegible]

اوسکے واسطے کوئی مکان معین نہ کرے کہ خاوند کو اوس جگہ آنے سے کوئی ممانعت نکرے اور مولی اوس لونڈی سے خدمت نہ طلب کرے اور خاوند پر نفقہ اوس لونڈی کا واجب نہوگا جب تک کہ مولی بیتوتت نکرے تو اگر مولی نے بیتوتت کی اور پھر اوس سے رجوع کر گیا تو صحیح ہوگا اور خاوند پر سے نفقہ ساقط ہو جاویگا اور اگر وہ لونڈی بغیر طلب مالک کے اوسکی خدمت کرے اور بیتوتت ہو چکی تو نفقہ خاوند سے ساقط نہوگا اور مولی کو پہونچتا ہی کہ اپنے غلام اور لونڈی کا جبراً نکاح کر دیوے بغیر اونکی رضا کے اگر کسی عورت آزاد نے قبل وطی کے اپنے تئین آپ قتل کیا تمام مہر خاوند پر لازم آویگا اور اگر مولی نے اپنی لونڈی کو قبل اسکے کہ خاوند اوسکا اوس سے وطی کرے قتل کیا تو خاوند پر کچھ نہ لازم ہوگا اور لونڈی کا خاوند اپنے سید کے اذن سے اوس سے عزل کرے **ف** عزل اسکو کہتے ہین کہ وقت قرب انزال کے ذکر کو فرج عورت سے بیرون کر لیوے تا انزال باہر ہووے اور اپنی لونڈی مین عزل بغیر اوسکے اذن کے جائز ہی ایسا ہی کہا ابن عباسؓ نے اور یہی ماثور ہی عمرؓ سے کہ ذکر کیا اسکو کشف الغمہ مین اور آزاد عورت سے بغیر اوسکے اذن کے جائز نہین کیونکہ مروی ہی حضرت عمر بن الخطاب سے کہا کہ منع کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ عزل کیا جاوے آزاد عورت سے مگر اوسکے اذن سے اخراج کیا اسکا ابن ماجہ نے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عزل مین مختلف احادیث وارد ہوئی ہین بعض سے رخصت ثابت ہوتی ہی اور بعض سے کراہت اور اولی ترک ہی تصریح کی اوسکی امام نووی نے اور کشف الغمہ مین ہی کہ حضرت عمر بن الخطاب اور عبد اللہ بیٹے اونکے رضی اللہ عنہما مکروہ رکھتے تھے عزل کو اور کہا عبد الوہاب شعرانی نے فَحَاصِلُ الْأَمْرِ الْكَرَاهَةُ إِلَّا لِضَرُورَةٍ شَدِيدَةٍ **ص** اور جو لونڈی یا مکاتب عورت کسی غلام کے یا آزاد کے نکاح مین ہووے اور آزاد ہو جاوے تو اوسکو اختیار ہی **ف** اسواسطے کہ بریرہ لونڈی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جب آزاد ہوئی تو آپ نے اوس سے فرمایا کہ تو مالک ہوئی اپنے بضع کی تو اختیار کر لے کہا زیلعی نے تخریج ہدایہ مین اخراج کیا اس حدیث کا دارقطنی نے حضرت عایشہ رضؓ سے اور روایت کیا اوسکو ابن سعد نے طبقات مین اور اوسمین ہی کہ فرمایا آپ نے وَمَلَكْتِ بُضْعَكِ مَعَكِ فَاخْتَارِي اور یہ مرسل ہی شعبی کا اور مرسل ہمارے نزدیک حجت ہی علاوہ اسکے یہ حدیث صحیحین مین مروی ہی حضرت عایشہ رضؓ سے اور اوسمین ہی کہ اختیار دیا اوسکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو اختیار کر لیا اوسنے اپنے نفس کو اور روایت نسائی مین ہی اختاري یعنی اختیار کر لے تو **ص** اور امام شافعی کے نزدیک اگر خاوند اوسکا آزاد ہی تو اوسکو اختیار نہوگا **ف** اور یہی مذہب ہی احمد اور مالک کا اور ذکر کیا کشف الغمہ مین ایک اثر ابن عمرؓ سے اس باب مین موافق امام شافعی کے لیکن ترک کیا ہمنے اوس اثر کو اس سبب سے کہ روایت کی ابو داود نے باسناد صحیح حضرت عایشہ رضؓ سے کہ بریرہ کا خاوند آزاد تھا جس وقت وہ آزاد ہوئی اور وہ اختیار دی گئی آخر حدیث تک اور ابن عباس کی روایت مین ہی کہ وہ غلام تھا اور ایسا ہی ہی روایت صفیہ مین اخراج کیا انکا اصحاب صحاح نے اور ترجیح حدیث حضرت عایشہؓ کو ہی کیونکہ وہ زیادہ واقف تھین بریرہ کے حال سے بہ نسبت ابن عباس کے علاوہ اسکے بعض روایتون مین اتنا ہی ہی کہ خاوند اوسکا غلام تھا اور یہ کچھ اسکے منافی نہین کہ وقت آزاد ہونے بریرہ کے وہ بھی آزاد ہو اور وہ جو ایک روایت مین ہی کہ خیار دی گئی تھی بریرہ اور خاوند اوسکا غلام تھا محمول ہی اوپر اسی معنی کے جو ابن عباس کے

اوسکی آزادی سے اور ہمارے مذہب پر صحیح مین الاحادیث بھی متحقق ہو برخلاف مذہب امام شافعی کے ص اور اگر لونڈی نے نکاح کیا بدون اذن مالک کے اور پھر وہ آزاد ہو گئی تو نکاح نافذ ہو جاویگا اور اوسکو اختیار نہیں رہیگا اسواسطے کہ خود راضی ہو گئی تھی ف بخلاف اوس صورت کے کہ نکاح کر دیا تھا اوسکا مالک نے کیونکہ اس صورت مین رضا اور عدم رضا اوسکی دونون برابر ہین ص اور جو مہر مقرر ہوا وہ اوسکے مالک کا ہی اگرچہ زائد ہو مہر مثل پر اگر وطی کے بعد آزاد ہوئی اور جو قبل وطی کے وہ آزاد ہو گئی تو مہر لونڈی کا ہی اور جس شخص نے وطی کی اپنے بیٹے کی لونڈی سے اور اوسکے اولاد ہوئی اور دعوی کیا اوسکا اوس شخص نے تو نسب اوس لڑکا اوس شخص سے ثابت ہو جاویگا اور وہ اوسکی ام ولد ہو جاویگی اور واجب ہو گی باپ پر قیمت اوسکی اسواسطے کہ قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تو اور مال تیرا واسطے باپ کے ہی ف مروی ہی یہ حدیث عبداللہ بن عمرو بن العاص سے کہ آیا ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اور کہا کہ میرا باپ میرے مال کا محتاج ہی تو فرمایا آپ نے تو اور مال تیرا واسطے والد تیرے کے ہی تحقیق کہ اولاد تمھاری اچھی کمائی ہی تمھاری کھاؤ اپنی اولاد کے کسب سے اخراج کیا اس حدیث کا ابو داؤد اور ابن ماجہ نے ص مفید ہی ملک والد کو بیٹے کے مال مین وقت حاجت کے تو قبل وطی کے وہ عورت ملک مین تھی باپ کے تاکہ وطی حرام ہو وے پس واجب ہو گی قیمت اوسکی باپ پر اور مہر لازم آویگا کیونکہ اوسنے اپنی لونڈی سے وطی کی ہی اور نہ لڑکے کی قیمت کیونکہ وہ لڑکا باپ کی ملک مین پیدا ہوا ہی اور یہی حکم دادا کا ہی بعد ثبوت باپ کے قبل باپ کے مرنے کے اور اگر باپ نے بیٹے کی لونڈی سے نکاح کر لیا صحیح ہی اور وہ اوسکی ام ولد نہو گی اور واجب ہو گا مہر نہ قیمت اور لڑکا اوسکا آزاد ہو گا اسواسطے کہ وہ قرابت رکھتا ہی بیٹے سے ف کیونکہ اوسکا بھائی ہی ص اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص مالک ہو کسی ذی رحم محرم کا تو وہ آزاد ہو جاویگا اوسپر ف اخراج کیا اس حدیث کا ابو داؤد اور ترمذی اور ابن ماجہ نے سمرہ سے ساتھ اس لفظ کے من ملک ذا رحم محرم فهو حر ص اگر عورت غلام کی آزاد ہی اور غلام کے مالک سے کہے کہ تو میرے خاوند کو بدلے میں ہزار درہم کے میری طرف سے آزاد کر اور مالک ایسا ہی کرے تو غلام عورت کی طرف سے آزاد ہو جاویگا اور نکاح فاسد ہو گا اسواسطے کہ وہ غلام عورت کی ملک مین آکر آزاد ہوا ہی اور اس صورت مین ولاء غلام کی عورت کو ملیگی اسواسطے کہ اوسی نے آزاد کیا ہی ف اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ولاء اوسکے واسطے ہی جو آزاد کرے روایت کیا اسکو بخاری و مسلم نے حضرت عائشہ سے ایک حدیث طویل مین ص اور اگر نیت کفارے سے کہا ہو تو یہ آزادی اوسکی کفارے سے ادا ہو جاویگی ف مثلا عورت پر کفارہ قسم کا تھا اور اوسنے نیت یہ کی کہ یہ غلام اوسی کے کفارے سے ادا کرتی ہون تو کفارہ ادا ہو جاویگا ص اور اگر عورت نے کہا کہ میری طرف سے آزاد کر اور بدلے کا ذکر نکرے ف جیسا کہ ذکر کیا تھا اول صورت مین ص اور مالک آزاد کر دیوے تو طرفین کے نزدیک نکاح فاسد نہو گا اور ولاء مالک کو ہو گی اور نزدیک امام ابو یوسف کے اس جگہ بھی نکاح فاسد ہو گا اور ولاء عورت کو ہو گی ف اور دلیل اسکی اصل مین مذکور ہی ص اگر کافر نے کافرہ سے بغیر گواہون کے نکاح کیا یا دوسرے کافر کی عدت مین اور یہ اوسکے دین مین جائز ہی اور پھر اسلام لائے تو نکاح اپنے

نکاح پر باقی رہیگا اور اگر نکاح کیا کافر نے کافر عورت سے ف یعنی جس سے اسلام میں نکاح حرام ہے جیسے ماں کے
یا بہن سے یا بیٹی سے ص اوسکے بعد اسلام لائے تو دونوں کے درمیان میں تفریق کرا دی جاویگی ف کیونکہ اتفاق
کیا اسپر علمائے امت نے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا تھا طلاق کا فیروز دیلمی کو جب وہ اسلام لائے
تھے اور اونکے نکاح میں دو بہنیں تھیں روایت کیا اسکو ترمذی اور ابو داؤد نے ص اور لڑکا مسلمان ہوگا اگر کوئی
اوسکے ماں باپ سے مسلمان ہوا اور اگر دونوں میں سے کوئی اسلام لایا تب بھی لڑکا اوسی کے تابع ہو جاویگا ف
اسواسطے کہ لڑکا تابع ہوتا ہے اوسکے جو ماں باپ میں سے از روئے دین کے بہتر ہو کہا صاحب کشف الغمہ نے
تھے ابن عباس ساتھ اپنی ماں کے منجملہ مستضعفین اور نہ تھے ساتھ اپنے باپ کے کیونکہ وہ تھے اپنی قوم کے دین پر ص
اور اگر لڑکا مجوسی اور کتابی کے بیچ میں ہو تو تابع کتابی کا ہوگا ف اسواسطے کہ کتابی بہتر ہے مجوسی سے ص اگر مسلمان ہوئی عورت
مجوسی کا یا عورت کافر کی اسلام لاوے تو قاضی دوسرے پر اسلام کو پیش کرے اگر وہ بھی اسلام لایا تو نکاح پہلا
ثابت رہیگا اور اگر اسلام نہ لاوے تو اون دونوں کے بیچ میں تفریق کرا دی جاویگی تو اگر قاضی اسلام پیش کریگا خاوند
پر تو یہ تفریق طلاق بائن شمار میں ہوگی اور اگر پیش کریگا عورت پر تو یہ تفریق طلاق نہ ہوگی کیونکہ طلاق عورت کیطرف
سے نہیں ہوتا ف اور جاننا چاہیے کہ اگر خاوند مجوسی یا کتابی ہو بعد اسلام عورت کے اوسپر اسلام عرض کیا جاویگا
ورنہ فرقت کرا دی جاویگی اور اگر عورت مجوسی ہے تو بھی یہی حکم ہے اور اگر کتابی ہے تو پیش کرنا اسلام کا اوسپر ضرور نہیں کیونکہ نکاح
اہل کتاب کی عورتوں سے جائز ہے ص اگر خاوند مسلمان ہو گیا اور عورت بعد پیش کرنے اسلام کے مسلمان نہوئی
تو اگر وطی نہیں کی تو خاوند پر کچھ نہ لازم آویگا ف اسواسطے کہ عورت کی طرف سے طلاق نہیں ہوتا تو نصف مہر بھی
لازم نہوگا ص اور اگر وطی کی ہے تو کل مہر لازم آویگا اور اگر عورت اسلام لائی اور خاوند نے انکار کیا تو اگر وطی
نہیں کی تو نصف مہر لازم ہوگا ف کیونکہ یہ طلاق ہے قبل وطی کے ص اور اگر وطی کی ہے تو کل مہر لازم آویگا اور اگر
دار الحرب میں زوج یا زوجہ اسلام لاوے تو جب تک عورت کو تین حیض نہو جاوینگے فرقت نہوگی ف اور یہی قول ہے
تابعین سے ص اگر خاوند کتابیہ کا مسلمان ہوا تو کتابیہ اوسی کی رہیگی اگر کوئی زوج یا زوجہ میں سے کہ دونوں کافر تھے
دار الحرب سے دار الاسلام میں آیا درمیان اون دونوں کے فرقت ہو جاویگی اگرچہ قید ہوکے آیا ہوا اور اس فرقت سے
عورت پر عدت نہ لازم آویگی مگر در صورتیکہ وہ عورت حاملہ ہو تو اوس سے وطی نکرینگے جب تک وضع حمل نہو ف اسواسطے
فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اون عورتوں میں جو قید ہوئیں تھیں غزوہ اوطاس میں کہ نہ وطی کیجاوے حاملہ یہانتک کہ وضع
کرے حمل اپنا اخراج کیا اسکا ابو داؤد نے سنن میں اور دار قطنی نے ص اگر زوج یا زوجہ کوئی اپنے دین سے مرتد ہو گیا معاذ اللہ
تو بلا حکم قاضی کے نکاح فسخ ہو جاویگا تو اگر عورت وطی کی گئی ہے تو اوسکے لیے کل مہر ہوا اور جو نہیں وطی کی تو جس صورت
میں خاوند مرتد ہو گیا تو عورت کے لیے نصف مہر ہے اور اگر عورت مرتد ہو گئی تو خاوند پر کچھ نہ لازم آویگا ف اور
جو وطی کی ہے تو ہر صورت میں کل مہر لازم آویگا ص اور اگر زوج و زوجہ دونوں ساتھ ہی مرتد ہو گئے اور پھر دونوں ساتھ
ایک ہی وقت میں اسلام لائے تو نکاح باقی رہیگا اور اگر کوئی دوسرے سے پہلے اسلام لایا تو نکاح فاسد ہو

باب القسم

جسکے کئی دو بیویاں آزاد ہوویں تو واجب ہی عدل اونکے درمیان بیچ قسم کے **ف** قسم اسکو کہتے ہیں کہ خاوند برابر کرے اپنی عورتون کے بیچ مین قسمت کر دیوے **ص** برابر ہی کہ دونوں باکرہ ہوں کھانے پینے مین اور رات کو رہنے مین اپنی عورتون کے بیچ مین قسمت کر دیوے **ص** برابر ہی کہ دونون باکرہ ہوون یا دونون ثیب ہون یا ایک بکر اور دوسری ثیب ہو **ف** اسواسطے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جسکی ہوں دو عورتین اور جھکا وہ ایک کی طرف آویگا قیامت کے دن اور ایک جانب اوسکا جھکا ہوگا روایت کیا اوسکو امام احمد اور ترمذی اور ابوداؤد اور نسائی اور ابن ماجہ اور دارمی نے حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہا شیخ ابن حجر نے اسناد اوسکی صحیح ہے اور یہ حدیث عام ہی شامل ہی بکر اور ثیب کو اور روایت ہی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دن بانٹتے تھے واسطے اپنی عورتون کے پھر عدل کرتے اور فرماتے اے اللہ یہ بانٹ میری ہی جسمین مختار ہون مین سو ملامت نکر مجھے جسمین تو مختار ہی مین نہین یعنی اگر دل کا میلان کسیکی طرف زیادہ ہو تو ناچاری ہی مگر قسمت مین برابری کرتا ہون اخراج کیا اسکا چارون عالمون نے اور صحیح کیا اوسکو ابن حبان اور حاکم نے **ص** اور نئی اور پرانی برابر ہی اور اسی طرح مسلمہ اور کتابیہ بھی **ف** اور دلیل ہماری اطلاق اوس حدیث کا ہی جو مروی ہوئی اور ائمہ ثلثہ باقیہ کے نزدیک اگر نئی عورت بکر ہی تو سات راتین برابر اوسکے پاس رہے اور اگر ثیب ہی تو تین راتین پھر بعد اسکے قسمت کرے کیونکہ روایت ہی انس رضی اللہ عنہ سے کہا سنت ہی کہ جب نکاح کرے ایک مرد باکرہ کو ثیب پر تو ٹھہرے اوس پاس سات راتین پھر برابر بانٹے اور جب نکاح کرے شوہر ثیب کو تو ٹھہرے اوس پاس تین راتین پھر بانٹے روایت کیا اسکو بخاری اور مسلم نے اور یہ لفظ بخاری کا ہی اور روایت ہی ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے کہ جب نکاح کیا اونسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ٹھہرے اون پاس تین راتین اور فرمایا نہین تجھے تیرے اہل پر ذلت اگر چاہے تو تو سات دن رہون تجھ پاس اور اگر سات دن رہون تجھ پاس تو سات سات دن رہونگا اور عورتون پاس اخراج کیا اوسکا مسلم نے **ص** اور لونڈی اور مکاتبہ اور ام ولد اور مدبرہ کو نصف حرہ کا ہی **ف** یعنی قسمت مین برابری حرہ کی نہوگی کیونکہ کشف الغمہ مین ہی کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آزاد عورت کے واسطے دو دن ہین اور لونڈی کیواسطے ایک دن اور روایت ہی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرماتے تھے جب نکاح کیجاوے حرہ لونڈی پر تو واسطے حرہ کے دو ثلث ہین اور واسطے لونڈی کے ایک ثلث روایت کیا اسکو ابن ابی شیبہ اور عبد الرزاق اور دارقطنی اور بیہقی نے اور کہا شیخ ابن الہمام نے کہ ایسا ہی حکم کیا حضرت ابو بکر و حضرت علی رضی اللہ عنہما نے اور حجت پکڑی امام احمد نے حضرت علی کے اثر سے اور ابن حزم نے جو اوسکو ضعیف کیا بسبب منہال بن عمرو کے اور ابن ابی لیلیٰ کے تو یہ کچھ نہین اسواسطے کہ وہ دونون ثقہ ہین حافظ جمال الدین زیلعی نے تخریج ہدایہ مین لکھا ہی کہ روایت کی بیہقی نے ایسا ہی سعید بن المسیب اور سلیمان بن یسار سے کہ حرہ جب قائم کیجاوے اوسوکن ہووے لونڈی کی تو اوسکے واسطے دو دن ہین اور لونڈی کے واسطے ایک دن **ص** اور نہین حق ہی عورتون کا قسمت مین جب سفر کرے زوج تو جس عورت کو چاہے سفر مین لیجاوے اور قرعہ ڈالنا بہتر ہی **ف** اور امام شافعی اور احمد کے نزدیک نہین جائز ہی خاوند کو کہ نکلے سفر کو اور لیجاوے کسی عورت کو مگر قرعہ سے اور امام ابو حنیفہ فرماتے ہین کہ عورتون کا حق نہین وقت سفر کرنے خاوند کے کیونکہ عورتون کی رضا سے قرعہ ہے

خاوند كو جائز ہى كہ سفر كرے اور كسى عورت كو ساتھ نہ ليجاوے تو اسى طرح اوسكو جائز ہى كہ ايك كو كسى مين سے ليجاوے
ص اور قرعہ بہتر ہى ف يعنى مستحب ہى كيونكہ كہا حضرت عايشہ رضہ نے تھے رسول اللہ صلى اللہ عليہ وسلم جب ارادہ كرتے
تھے سفر كا قرعہ ڈالتے اپنى عورتون مين پھر جس عورت كا نكلتا حصہ نكلتے اوسكو ليكر روايت كيا ہو اسكو بخارى و مسلم نے
ص اور اگر اپنا حصہ اپنى سوكن كو راضى ہو كے ديديوے تو درست ہى ف كيونكہ ہدايہ مين ہى كہ سودہ بنت زمعہ
رضى اللہ عنہا نے سوال كيا رسول اللہ صلى اللہ عليہ وسلم سے كہ رجعت كر ليجيے آپ مجھسے اور كر دیجيے دن ميرا واسطے
حضرت عايشہ رضہ كے اور كہا زيلعى نے تخريج مين كہ اس سے يہ معلوم ہوتا ہى كہ آنحضرت صلى اللہ عليہ وسلم نے طلاق ديا
ہو سودہ كو اور يہ نہين پايا ہمنے كسى حديث مين انتہى اور صحيح روايتون مين يہ مذكور ہى كہ نبى صلى اللہ عليہ وسلم نے اونكے
طلاق كا ارادہ كيا تھا اور انھون نے اپنا دن بخش ديا حضرت عايشہ رضہ كو اور كہا حضرت صلى اللہ عليہ وسلم سے روك ركھيے
مجكو شايد كہ مين تمھارى عورتون سے ہون جنت مين اور مرقات مين ہى كہ امام محمد بن الحسن نے كہا كہ پونہچا ہمكو رسول اللہ صلى اللہ
عليہ وسلم سے كہ كہا آپ نے واسطے سودہ كے عدت كر تو تو سودہ نے حضرت صلى اللہ عليہ وسلم سے كہا كہ رجعت كر ليجيے
آپ مجھسے اور ايسى ہى روايت كى بيہقى نے عروہ سے مرسلا اور اسى سے شايد اخذ كيا ہى صاحب ہدايہ نے اور صحيح
روايت وہ ہى جو صحيحين مين ہى حضرت عايشہ رضہ سے بيشك سودہ بنت زمعہ نے بخش ديا دن اپنا يعنى بارى اپنى عايشہ رضہ
كو اور تھے نبى صلى اللہ عليہ وسلم بانٹتے حضرت عايشہ رضہ كے ليے دن اونكا اور ايك دن سودہ كا اور روايت ہى حضرت ابن
عباس سے كہ رسول اللہ صلى اللہ عليہ وسلم نے وفات كى اور نو عورتين آپكى تھين اور قسمت كرتے تھے اونكے بيچ مين آٹھ عورتون كے
ليے اور عطا سے منقول ہى كہ وہ عورت جسكے واسطے قسمت نتھى صفيہ رضہ تھين اور تصريح كى محققين نے كہ وہ عورت سودہ تھين اور يہ كلام
عطا كا محمول ہى اوپر غلطى ابن جريج راوى كے ص اور پھر اگر اوس سے لوٹ جاوے تو درست ہى ف اسواسطے كہ يہ حق اوسكا ہى

كِتَابُ الرَّضَاعِ

تھوڑا اور بہت دودھ پينا اگرچہ ايك بار چوسے جب مدت رضاع مين ہووے تو رضاع ثابت ہوتا ہى ف اور امام
شافعى كے نزديك نہين ثابت ہوتى حرمت رضاع سے مگر جب كہ پانچ بار چوسے كيونكہ فرمايا رسول اللہ صلى اللہ عليہ وسلم نے نہين
حرام كرتا ہى ايك دو دفع چوسنا روايت كيا اوسكو مسلم نے حضرت عايشہ رضہ سے اور ايك روايت مين مسلم كى ہى لَا تُحَرِّمُ
الْإِمْلَاجَةُ وَلَا الْإِمْلَاجَتَانِ يعنى نہين حرام كرتا ہى ايك دو بار كا نچوڑنا كہا صاحب ہدايہ نے دليل ہمارى
قول اللہ تعالى كا ہى وَأُمَّهَاتُكُمُ اللَّاتِي أَرْضَعْنَكُمْ وَأَخَوَاتُكُمْ مِنَ الرَّضَاعَةِ الآيہ اور يہ عام ہى قليل اور كثير كو اور
قول رسول اللہ صلى اللہ عليہ وسلم كا يَحْرُمُ مِنَ الرَّضَاعِ مَا يَحْرُمُ مِنَ النَّسَبِ يعنى حرام ہوتا ہى رضاع سے جو حرام
ہوتا ہى نسب سے اخراج كيا اوسكا بخارى و مسلم نے ابن عباس سے اور يہى مروى ہى ابن عباس سے كہ وہ فرماتے تھے
جو ہووے دو سال كے اندر اگرچہ ايك بار چوسے تو وہ حرام كر ديتا ہى اور حضرت ابن عمر كو پونہچا كہ ابن الزبير بيان كرتے
ہين حضرت عايشہ رضہ سے تحقيق كہ نہين حرام كرتى ہى رضاعت جب تك سات بار نہ چوسے تو كہا عبد اللہ بن عمر رضہ نے
قول اللہ تعالى كا بہتر ہى قول حضرت عايشہ رضہ سے فرمايا اللہ تعالى نے وَأَخَوَاتُكُم مِّنَ الرَّضَاعَةِ اور نہين ذكر كيا

ل والفاظ عن عروة من رسول اللہ صلى اللہ عليہ وسلم طلق سودة فلما خرج الى الصلوة امسكت بثوبه فقالت واللہ ما لى فى الرجال [illegible] ولكنى اريد ان احشر فى ازواجك [illegible] زيلعى

ایک بار یا دو بار چوسنے کو اخراج کیا ان دونوں اثروں کا عبد الوہاب شعرانی نے کشف الغمہ میں ص مدت قیام
کی امام ابوحنیفہ کے نزدیک دو برس چھ مہینے ہیں ف اور صاحبین کے نزدیک دو برس ہیں یہی قول ہے حضرت امام شافعی کا اور
امام زفر کے نزدیک تین برس کہا صاحب ہدایہ نے دلیل صاحبین کی قول اللہ تعالیٰ کا ہے وَحَمْلُهُ وَفِصَالُهُ ثَلٰثُوْنَ
شَهْرًا اس واسطے کہ کم مدت حمل کی چھ مہینے ہیں تو فصال کے واسطے دو برس رہے اور قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم کا لَا رِضَاعَ بَعْدَ حَوْلَيْنِ نہیں ہے رضاعت بعد دو برس کے اور بلوغ المرام میں ہے کہ اخراج کیا اوسکا دارقطنی
اور ابن عدی نے ابن عباس سے اور تفسیر مظہری میں ہے کہ روایت کیا اوسکو ابن الجوزی نے بھی اور لفظ اوسکا یہ ہے کہ لَا
رِضَاعَ اِلَّا مَا كَانَ فِي حَوْلَيْنِ نہیں ہے رضاعت مگر جو ہو دو سال کے بیچ میں اور کہا دارقطنی نے کہ رجال اسکے
صحیح ہیں مگر ہیثم بن جمیل اور وہ ثقہ ہے حافظ ہے توثیق کی اوسکی احمد اور عجلی اور ابن حبان نے اور بعضوں کے نزدیک
رضاع ساری عمر میں باقی رہتا ہے اور یہی ماثور ہے حضرت عائشہ رضی سے لیکن رد کیا انکے اس قول کو اور ازواج مطہرات نے
اور کہا کہ سنتے تھے ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں حرام کرتا ہے رضاع مگر جو چیرے آنت کو اور ہووے قبل دودھ
چھڑانے کے اور بھی سنتے تھے کہ فرمایا آپ نے نہیں رضاع ہے مگر جو ہو دو سال میں اور نہیں یتیمی ہے بعد احتلام کے ذکر کیا
یہ کشف الغمہ میں ص اور بعد اس مدت کے رضاع نہیں ثابت ہوتا ف کیونکہ روایت کی ابن ابی شیبہ نے
کہ فرمایا حضرت عمر رضی نے نہیں رضاع ہے مگر جو دو برس کے اندر ہووے حالت صغر میں اور روایت کی طبرانی نے معجم صغیر
میں حضرت علی رضی سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں رضاع ہے بعد دودھ چھڑانے کے اور نہیں یتیمی ہے بعد
جوان ہونے کے اور روایت کی بغوی نے شرح السنہ میں مثل اسکے اور روایت کی عبد الرزاق نے حضرت علی رضی
سے مرفوعاً لَا رِضَاعَ بَعْدَ الْفِصَالِ نہیں رضاع ہے بعد دودھ چھڑانے کے اور روایت کی ابن عدی نے کامل میں اور
ابو داؤد طیالسی نے جابر سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لَا رَضَاعَ بَعْدَ فِصَالٍ وَلَا يُتْمَ بَعْدَ
احْتِلَامٍ یعنی نہیں رضاع ہے بعد دودھ چھڑانے کے اور نہیں یتیمی ہے بعد احتلام کے اور جامع ترمذی میں ہے حضرت ام سلمہ
کہا کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں حرام کرتی ہے رضاعت مگر وہ رضاعت کہ چیرے آنت کو اور ہووے پہلے دودھ
چھڑانے کے اور صحیح کیا اوسکو ترمذی نے اور حاکم نے اور سنن ابو داؤد میں ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں ہے رضاعت
مگر وہ کہ پھیلاوے ہڈی کو اور پیدا کرے گوشت کو اور کشف الغمہ میں ہے کہ فرماتے تھے زہری ہمیشہ فتویٰ دیتی تھیں حضرت عائشہ رضی اس بات
پر کہ نہیں حرام کرتا ہے رضاع بعد دودھ چھڑانے کے یہاں تک کہ وفات ہوئی انکی ص اور جس عورت نے دودھ پلایا وہ اوس
ولد کی ماں ہو جاتی ہے اور اوسکا شوہر کہ جس سے اوس عورت کا دودھ ہے باپ ہو جاتا ہے تو حرام ہوگا اوس سے جو حرام
ہوتا ہے نسب سے ف کیونکہ صحیح بخاری میں ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حرام ہوتا ہے رضاعت سے
جو حرام ہوتا ہے نسب سے اور ایک روایت میں ہے بخاری کی يَحْرُمُ مِنَ الرِّضَاعِ مَا يَحْرُمُ مِنَ الْوِلَادَةِ
اور ایک میں ہے اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ مِنَ الرِّضَاعِ مَا حَرَّمَ مِنَ النَّسَبِ ص مگر بہن نسبی کی ماں رضاعی یا بھائی
نسبی کی ماں رضاعی یا بھائی اور بہن رضاعی کی ماں نسبی یا بھائی اور بہن رضاعی کی ماں رضاعی کہ یہ سب حرام نہیں

ف اور بہن نسبی کی یا ماں نسبی کی یا بھائی نسبی کی مادر نسبی حرام ہی جیسا کہ اوپر گذرا ص اور اسی طرح حرام نہین اپنے
بیٹے کی رضاعی بہن اور نسبی حرام ہی کیونکہ بیٹے کی بہن نسب سے یا اپنی بیٹی ہوگی یا ربیبہ ہوگی اور دونون حرام ہین اور رضاع
مین ایسا نہین اور بھی نہین حرام ہی اپنے بیٹے کی جدہ رضاع سے اور نسب سے حرام ہی کیونکہ وہ یا اپنی ماں ہوگی یا
اپنی عورت موطوءہ کی ماں اور دونون حرام ہین اور رضاع مین ایسا نہین اور اسی طرح نہین حرام ہی اور رضاعی اپنے چچا اور
پھوپھی کی اور ماں رضاعی اپنے ماموں اور خالہ کی مرد کیواسطے ف اور تفصیل اسکی اصل مین مذکور ہی ص اور عورت
کیواسطے نہین حرام ہی اپنے بیٹے رضاعی کا بھائی اور جاننا چاہیے کہ اسکا ذکر اوپر ہوچکا کیونکہ اوپر کہا کہ مرد پر ماں رضاعی
بھائی کی درست ہی تو وہ مرد اس عورت کی رضاعی بیٹے کا بھائی ہوگا ف مثلاً زینب کا رضاعی بیٹا زید اوسکا عمرو بھائی
ہی تو عمرو کے بھائی کی ماں زینب ہوگی اور اسکا ذکر اوپر ہوچکا ص اور جاننا چاہیے کہ رضیع یعنی شیرخوار پر مرضعہ
یعنی جو عورت کہ دودھ پلاتی ہی اور اوسکا خاوند کہ جس سے اوسکا دودھ ہی اور ان دونون کی قوم سب حرام ہوجاویگی
ف تو خاوند مرضعہ کا اوس شیرخوار پر حرام ہی اور اسی طرح اوسکا بھائی کیونکہ وہ شیرخوارہ کا چچا ہوگا فرمایا رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے واسطے عائشہ کے کہ البتہ داخل ہو تیرے اوپر افلح کیونکہ وہ چچا تیرا ہی رضاعت سے روایت کیا اوسکو بخاری و
مسلم نے ص اور مرضعہ پر فقط شیرخوار کا خاوند اگر وہ عورت ہی اور اسی طرح مرضعہ کے خاوند پر شیرخوار کی بیوی اگر وہ مرد ہی اور شیرخوار
کی فروع یعنی اوسکی اولاد حرام ہوجاویگی اور قاعدہ اوسکا اس بیت مین ہی بیت از جانب شیر دہ ہمہ خویش شوند و از جانب
شیرخوارہ زوجان و فروع ف یعنی دودھ پلانے والی اور اوسکا خاوند مع اولاد اور باپ دادا اور ماں بہنون اونکے
کے شیرخوار کے خویش ہوجاوینگے اور شیرخوار اور اوسکی بیوی یا خاوند مع اپنی اولاد کے فقط خویش ہوجاوینگے دودھ پلانے
والی اور اوسکے خاوند کے ص جائز ہی کہ نکاح کرے مرد اپنے بھائی رضاعی کی بہن سے جیسا کہ جائز ہی کہ نکاح کرے اپنے بھائی
نسبی کی بہن سے اور مثال اسکی یہ ہی کہ ایک شخص کا بھائی علاتی ہی اور اوسکی ایک بہن ہی اخیافی تو اس شخص کو درست ہی کہ
اوس سے نکاح کرے ف اور اگر اوسکی بہن حقیقی ہی یا علاتی ہی تو اسکو درست نہین ص اگر ایک لڑکے اور لڑکی نے
مدت رضاع مین ایک عورت کی پستان سے دودھ پیا تو حرمت رضاع کی ثابت ہوجاویگی اور وہ مانند بھائی بہن کے
ہوجاوینگے اور اگر دونون نے مل کے کسی بکری ف یا گائے یا اونٹنی ص کا دودھ پیا تو وہ بھائی بہن نہونگے اگر دودھ
عورت کا پانی سے یا دوا سے یا بکری کے دودھ سے مل گیا تو اگر غالب دودھ عورت کا ہی تو حرمت رضاع ثابت ہوگی اور
نہین اور اگر دوسری عورت کے دودھ سے ملگیا تو بھی جس عورت کا دودھ غالب ہی اوسی سے حرمت رضاع ثابت ہوگی ف
اور دوسری عورت سے جسکا دودھ مغلوب ہی حرمت ثابت نہوگی اور بعض روایات مین ہی کہ اوس سے بھی حرمت
رضاع ثابت ہوجاویگی واسطے احتیاط کے اور اگر دودھ برابر ہین تو دونون سے حرمت ثابت ہوگی اسواسطے
کہ کوئی دوسرے پر غالب نہین ص اگر عورت کے شیر کو طعام مین ملایا تو اوسکے کھانے سے حرمت رضاع
کی ثابت نہوگی ف اگرچہ دودھ غالب ہو کھانے پر اور صاحبین کے نزدیک جب غالب ہی دودھ تو حرمت رضاع ثابت
ہوگی کذا فی الہدایہ ص اگر کسی مرد کی پستان سے دودھ نکلا تو اوسکے پینے سے حرمت رضاع ثابت نہوگی جیسے

کسی شخص کی بہت رضاع مین عورت کے دودہ سے حقنہ یا ف تو حرمت رضاع ثابت ہوگی ص اگر کسی
عورت بکر کی پستان سے دودہ نکلا اعورت مردہ کی اور کسی شخص نے اوسکو مدت رضاع مین پیا تو حرمت ثابت ہوگا
ف لیکن خاوند اوس بکر کا شیرخوار پر حرام ہوگا تو درست ہی کرے خاوند کو جب اوس سے وطی کی ہو گا تو
شیرخوار سے نکاح کرے ص اگر کسی شخص نے ایک بڑی عورت سے اور ایک شیرخوار سے نکاح کیا اور اوس بڑی
بیوی نے اپنی سوکن شیرخوارہ کو دودہ اپنا پلا دیا تو دونون عورتین خاوند پر حرام ہو جاوینگی ف اسواسطے کہ
خاوند جامع ہو ویگا درمیان عورت اور اوسکی رضاعی بیٹی کے اور یہ درست نہین اور عنایہ مین لکھا ہی کہ
بڑی عورت تو ساری عمر حرام ہی اور شیرخوارہ بھی اسی طرح اگر بڑی عورت سے وطی کی ہی اور اگر وطی نہین کی
تو درست ہی خاوند کو کہ پھر اوس شیرخوارہ سے نکاح کرے ص تو اگر بڑی عورت سے وطی نہین کی ہی تو اوسکو
کچھ مہر نہین ف اور اگر وطی کی ہی تو کل مہر لازم ہوگا ص اور شیرخوارہ کو آدھا مہر ملے گا اور خاوند اوس
آدھے مہر کو اوس دودہ پلانے والی سے پھیر لیوے اگر اوسنے قصدًا واسطے فساد کے دودہ پلایا تھا اور اگر
واسطے فساد کے نہین پلایا تھا ف بلکہ وہ شیرخوارہ بھوکی تھی یا اور کوئی سبب ہوا ص تو خاوند
اوس سے نہ پھیریگا اور رضاع نہین ثابت ہوتا ہی مگر دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتون کی گواہی سے

کتاب الطلاق

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت ناپسند حلال چیزون مین اللہ کے نزدیک طلاق ہی روایت کیا اوسکو
ابوداود اور ابن ماجہ نے اور صحیح کیا اوسکو حاکم نے اور کہا ابوحاتم نے کہ یہ حدیث مرسل صحیح ہی اور طلاق تین قسم
ہی ایک حسن اور دوسرے احسن اور تیسرے بدعی تو ص طلاق احسن یہ ہی کہ مرد اپنی عورت کو ایک طلاق دیوے
اوس طہر مین جس مین اوس سے جماع نہ کیا ہووے اور چھوڑ دے اوسکو یہان تک کہ گذر جاوے عدت اوسکی
ف اسواسطے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم تھے مستحب جانتے اس بات کو کہ نہ زیادہ کرین ایک طلاق پر یہان تک کہ
گذر جاوے عدت اور یہ اس بات سے افضل تھا اونکے نزدیک کہ طلاق دے مرد عورت کو تین بار ہر طہر مین ایک طلاق ذکر کیا
اسکو کشف الغمہ مین اور مروی ہی ابراہیم نخعی سے کہ دوست رکھتے تھے صحابہ یہ کہ طلاق دیوے عورت کو ایکبار پھر
چھوڑ دے اوسکو یہان تک کہ حائضہ ہو تین بار یہ روایت کیا اوسکو ابن ابی شیبہ نے ص اور طلاق حسن یہ ہی
کہ غیر موطوءہ کو ایک طلاق دیوے برابر ہی کہ حیض مین دے یا طہر مین اور موطوءہ کو تین طلاق جدا جدا طہر مین جس مین وطی
نہ کی ہو اگر اوس عورت کو حیض آتا ہو ف اور امام مالک کے نزدیک یہ بھی بدعت ہی بلکہ نہین مباح ہی مگر ایک طلاق
اور دلیل اونکی حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہ کی ہی تحقیق کہ طلاق دیا اونہون نے اپنی عورت کو اور وہ حائض تھین پھر ارادہ کیا
کہ طلاق دیوین وقت حیض [illegible] پوچھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سو کہا کہ نہین ایسا حکم کیا تجکو اللہ تعالی نے
[illegible] سنت [illegible] استقبال کرے طہر کو طلاق دے تو نزدیک ہر طہر کے [illegible] حکم کیا مجکو رسول اللہ
[illegible] اور فرمایا آپ نے [illegible] وقت کہ وہ پاک ہو [illegible] چاہے طلاق دے

وسکو دار قطنی نے روایت کیا ہے اور حکم اوس کا یہ ہے کہ جو شخص تین طلاق دے اوس پر حرام ہو جاوے اور
طلاق ہو جاوے گی بائنہ ہو جاویگی وہ تجھ سے اور رجوع ہوسکیگا اور روایت کیا اوسکو دار قطنی نے اور طبرانی نے بیہقی نے معقل
بن حسن سے اور روایت ابن عمر سے اور بیہقی کی دلیل یہی تھی ساتھ عطا خراسانی کے اور کہا کہ لا تا ہو اور تا بعین
الیسی متابعت کیا جاتا وسپر اور وہ ضعیف ہو تو کیونکر عمل کیا جاویگی اور حدیث کہ معروف ہو دار قطنی کی ساتھ کہا
شیخ ابن الہمام نے کہ تعلیل بیہقی کی مردود ہے کیونکہ متابعت کی عطا کی شعیب بن رزیق نے سند دار قطنی روایت کیا
اوسکو طبرانی نے معجم میں **ص** اور اگر حیض نہ آتا ہو یا صغیرہ ہو یا حاملہ ہو تو ہر مہینے میں ایک طلاق دے اور جائز ہے طلاق
دینا ان تینوں کو بعد وطی کے بھی اور طلاق بدعی یہ ہے کہ تین طلاق یا دو طلاق ایک بار یا دو بار ایک طہر میں دیکے
اور رجعت نکرے درمیان اونکے **ف** تو اگر ایسا کیا تو طلاق واقع ہو جاویگی اور طلاق دینے والا گنہگار ہوگا اور دلیل اسکی
اوپر حدیث ابن عمر کی گذری اور مروی ہے سنن ابو داؤد میں کہ کہا حضرت عبداللہ بن عباس نے واسطے ایک مرد کے کہ
تین طلاق دیے تھے اوسنے اپنی عورت کو بائنہ ہو گئی وہ عورت تجھسے اور تونے نافرمانی کی اپنے رب کی اور روایت کی
طحاوی نے کہ ایک شخص نے سو طلاق دیے اپنی عورت کو کہا ابن عباس نے نافرمانی کی تونے اپنے رب کی اور بائنہ ہو گئی عورت
تیری تجھسے اور مروی ہے مانند اسکے موطا مالک میں حضرت ابن عباس اور عبداللہ بن مسعود سے اور روایت کی عبدالرزاق نے
علقمہ سے کہا کہ آیا ایک شخص طرف ابن مسعود کے سو کہا کہ طلاق دیا میں نے اپنی عورت کو ننانوے طلاق سو کہا ابن مسعود نے
کہ تین طلاق واقع ہیں اور باقی زیادتی ہے اور مروی ہے مانند اسکے موطا میں اور سنن ابو داؤد میں حضرت ابوہریرہ اور ابن عباس
سے بھی اور ابن عمر سے اور روایت کی وکیع نے اعمش سے اونہوں نے حبیب بن ثابت سے کہا کہ آیا ایک شخص حضرت علی کے
پاس تو کہا کہ ہزار طلاق دیے میں نے اپنی عورت کو فرمایا کہ بائنہ ہو گئی وہ تجھسے ساتھ تین طلاق کے اور تقسیم کر دے تو
باقی طلاقوں کو اپنی عورتوں پر اور روایت کی وکیع نے معاویہ بن ابی یحییٰ سے کہا کہ آیا ایک شخص طرف عثمان بن عفان کے
اور کہا کہ ہزار طلاق دیے میں نے اپنی عورت کو تو فرمایا کہ بائنہ ہو گئی وہ تجھسے ساتھ تین طلاق کے اور روایت کی عبدالرزاق
نے عبادہ بن صامت سے کہ طلاق دیے اونکے باپ نے اپنی عورت کو ہزار تو گئے عبادہ اور پوچھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
سے فرمایا آپ نے وہ بائنہ ہو گئی تین طلاق سے ساتھ معصیت کے اور باقی نو سو ستانوے زیادتی اور ظلم اگر چاہیے
اللہ عذاب کرے اسپر اور اگر چاہے بخش دے اور روایت کیے طحاوی نے اس باب میں آثار حضرت انس
اور حضرت عمر بن الخطاب سے بھی اور امام شافعی کے نزدیک تین طلاق ایک بار دینا جائز ہیں اور بعضوں کے نزدیک
اگر تین طلاق ایک بار دیگا تو ایک طلاق واقع ہوگا اور یہی آثار اون سب پر حجت ہیں **ص** یا ایک طلاق دے اوس
طہر میں جس میں وطی کی ہو **ف** اور حرام کہنا اس طلاق کا حضرت عبداللہ بن عباس نے ذکر کیا اسکو کشف الغمہ میں **ص**
یا ایک طلاق دے موطوءہ کو حیض میں **ف** دلیل اسکی وہی حدیث ابن عمر کی ہے جو اوپر گذری اور اسکی حرمت
پر اجماع ہے لیکن طلاق واقع ہو جاویگی **ص** اور واجب ہے رجعت اسمیں سو جب پاک ہووے حیض سے تو طلاق دے
اوسکو اگر چاہے **ف** اسواسطے کہ حدیث ابن عمر میں جو صحیح ہے اوس میں صراحت ہے طلاق دینے کی

یعنی طلاق اور
مفہوم اور آگے
کو سمجھو سے
کہ ایسی تعلیم
عمل کا یہی
منقطع ہے

ونسکیا ایک ہی بار میں تین طلاق دینا بدعت کہا اور کسی صحابی سے ایک مجلس میں تین طلاق دینا منقول نہیں امام شافعی کا ایک روایت میں یہ مذہب ہے
ہے کہ فرمایا جس وقت کیا ایک ہی جلسہ میں تین طلاق دیں پھر حائضہ ہو گئی پھر الگ ہو گئی تو ایسا
اوسکو طلاق کہے اسلئے بدعی ہے کیونکہ حدیث ابن عمر میں ایسا ہی کیا اور بخاری و مسلم نے اور یہی قول امام مالک اور احمد کا اور مشہور
مذہب شافعی کا ص اگر کسی شخص نے اپنی عورت مدخولہ کو کہا کہ تجھکو تین طلاق ہیں سنت کے طور پر بغیر نیت کے تو
ہر طہر میں ایک طلاق واقع ہوگا اسواسطے کہ طلاق سنی یہی ہے اور اگر نیت کی کہ تینوں طلاق ابھی پڑجاویں ف
یا ہر طلاق ایک ایک مہینے میں ص تو صحیح ہے یعنی تینوں طلاق ف اول صورت میں ص ابھی پڑجاوینگے
ف اور دوسری صورت میں ہر مہینے میں ایک طلاق پڑیگا ص اور امام زفر کے نزدیک یہ نیت نہیں صحیح
ہوگی کیونکہ یہ طلاق بدعی ہے اور اوسنے لفظ مسنون کا کہا تھا اور ہمارے نزدیک اس صورت میں معنی مسنون کے یہ ہونگے کہ
تین طلاق کا ایک بار واقع ہونا مذہب اہل سنت کا ہے کیونکہ روافض کے نزدیک تین طلاق ایک بار نہیں واقع
ہوتے ف اور وہ حدیثیں اوپر جو ذکر کیں دلالت کرتی ہیں اون کے بطلان مذہب پر

فصل اور واقع ہوتا ہے طلاق ہر خاوند عاقل بالغ کا غلام ہو یا آزاد اگرچہ نشے میں مست ہو ف اور امام
شافعی کے نزدیک جو شخص مست ہو اوسکا طلاق نہیں واقع ہوتا کیونکہ فرمایا حضرت عثمانؓ نے نہیں ہے واسطے مجنون اور
مست کے طلاق اور تھے ابن عباسؓ فرماتے کہ طلاق مست کا اور مکرہ کا جائز نہیں اور دلیل ہماری وہ ہے جو روایت کی
مالک نے موطا میں تحقیق کہ سعید بن المسیب اور سلیمان بن یسار پوچھے گئے مست کے طلاق سے سو کہا اونہوں نے جسوقت
کہ طلاق دے مست جائز ہوگا طلاق اوسکا اور اگر قتل کریگا قتل کیا جاویگا کہا مالک نے کہ یہی حکم ہے نزدیک ہمارے اور
روایت کی ابن ابی شیبہ نے تحقیق کہ عمرؓ نے جائز رکھا طلاق مست کا عورتوں کی گواہی سے۔ ور بھی نکالا ابن ابی شیبہ نے
عطاء اور مجاہد اور حسن اور ابن سیرین اور ابن المسیب اور عمر بن عبد العزیز اور سلیمان بن یسار اور نخعی اور زہری اور شعبی سے
کہ کہا ان سب نے جائز ہے طلاق مست کا اور بھی اخراج کیا حکم سے کہ کہا اونہوں نے جو اللہ کی طرف سے مست ہے سو اوسکا
طلاق جائز نہیں اور جسکو شیطان نے مست کیا ہے سو طلاق اوسکا جائز ہے اور کشف الغمہ میں ہے کہ حضرت علی جائز رکھتے
تھے طلاق مست کا اور عتاق اوسکا اور کافی ہے حضرت علیؓ واسطے تقلید کے اور ہمارے مذہب میں بھی بعض علما
اسی طرف گئے ہیں کہ طلاق نہیں واقع ہوگا مست کا اور یہی مختار ہے کرخی اور طحاوی کا ص اور گونگے کا طلاق
اشارے سے واقع ہوگا ف یعنی ایسے اشارے سے جو طلاق کے واسطے مقرر ہے اور اسکا بیان انشاء اللہ
آخر کتاب میں آویگا ص اور نہیں واقع ہوگا طلاق صبی کا ف کیونکہ روایت کی ابن ابی شیبہ نے حضرت عبد اللہ
بن عباس سے کہا اونہوں نے نہیں ہوتا طلاق لڑکے کا اور روایت کی عبد الرزاق نے حضرت علیؓ سے کہ فرمایا اونہوں نے
نہیں جائز ہے طلاق واسطے لڑکے کے اور کشف الغمہ میں ہے کہ کہا شعبیؒ نے نہیں جائز ہے طلاق لڑکے کا یہانتک کہ بالغ
ہو ص اور مجنون کا ف اسواسطے کہ جامع ترمذی میں ہے حضرت ابو ہریرہؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے ہر طلاق جائز ہے مگر طلاق معتوہ کا یعنی جو مغلوب العقل ہو اور اوسکی اسناد میں عطاء بن عجلان ہے کہا ترمذی نے کہ مذہب اسی حدیث پر ہے

لہ یعنی مجنون ہی کی طرح خدا کی طرف سے ... مجذوب ...

فائدہ ...

یعنی بھول جاتا ہے حدیث کو اور کہا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہ نہیں طلاق ہے واسطے مجنون کے اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے اٹھایا گیا قلم تین سے سونے والے سے جب تک جاگے اور لڑکے سے جب تک سیانا ہو اور مجنون سے جب تک ہوش میں
آوے یا اچھا ہو جاوے روایت کیا اوسکو امام احمد اور ابوداؤد اور نسائی اور ابن ماجہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اور صحیح کیا اوسکو
حاکم نے ص اور نائم یعنی اوس شخص کا جو سوتا ہو ف اسواسطے کہ سوتا شخص بھی بے اختیار ہے تو وہ بھی مانند مجنون کے
ہے اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے كُلُّ طَلَاقٍ جَائِزٌ إِلَّا طَلَاقَ الصَّبِيِّ وَالْمَجْنُونِ یعنی ہر طلاق جائز ہے مگر
طلاق لڑکے اور مجنون کا روایت کیا اوسکو صاحب ہدایہ نے اور کہا زیلعی نے تخریج میں قلت حدیث غریب اور حدیث حضرت
عائشہ رضی اللہ عنہا کی جو جامع ترمذی میں ہے اوسکے معنوں میں ہے اور اسی طرح واقع ہے طلاق مکرہ کا یعنی جو شخص زبردستی کیا گیا ہو طلاق
پر اور امام شافعی کے نزدیک واقع نہیں ہوتا اور ذکر کیے صاحب کشف الغمہ نے آثار اس باب میں حضرت ابن عباس اور ابن عمر
رضی اللہ عنہم سے ثابت ہوتا ہے کہ طلاق مکرہ کا نہیں واقع ہوتا اور فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالیٰ نے معاف کیا ہماری امت سے چوکنا
اور بھولنا اور زبردستی سے کسی کی کام کرنا روایت کیا اوسکو ابن ماجہ اور حاکم نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اور کہا ابوحاتم نے
کہ یہ ثابت نہیں اور کہا زیلعی نے تخریج ہدایہ میں کہ ہماری دلیل وہ ہے جو اخراج کیا عقیلی نے اپنی کتاب میں صفوان بن عمرو
طائی سے تحقیق کہ ایک مرد سوتا تھا سو کھڑی ہوئی عورت اوسکی اور لی ایک چھری اور چڑھی اپنے مرد کے سینے پر اور رکھدیا چھری
کو اوسکے حلق پر اور کہا کہ یا تو دے مجکو تین طلاق ورنہ ذبح کرونگی تجکو تو قسم دی اوس مرد نے اللہ کی اوس عورت کو اوس نے انکار
کیا اوسنے تب تین طلاق دیے اوسکو اوس مرد نے پھر آیا وہ شخص طرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اور ذکر کیا یہ تو فرمایا آپ نے کہ نہیں
چھوٹ ہے طلاق میں یعنی طلاق واقع ہوگیا اب نہیں پھریگا اور یہ حدیث مرسل ہے اور روایت کیا اوسکو عقیلی نے بسند ایک
شخص سے صحابہ میں سے کہا ابن القطان نے مرسل حسن ہے سند سے کیونکہ مرسل کی اسناد میں بقیہ اور نعیم بن حماد نہیں ہیں اور مرسل
میں اسمعیل بن عیاش ہے اور وہ روایت کرتا ہے شامیین سے لیکن اسناد میں اوسکی غازی بن جبلہ غیر معروف ہے اور منکر کہا
اوسکی حدیث کو ابوحاتم نے اور بخاری نے طلاق مکرہ میں اور تنقیح میں ہے کہ کہا بخاری نے حدیث صفوان اصم کی بعض
صحابہ سے طلاق مکرہ کے باب میں منکر ہے نہیں متابعت کی گئی اوسکی لیکن قطع نظر اسکے بہت سے آثار صحابہ ہمارے
مؤید وارد ہوئے ہیں روایت کی عبدالرزاق نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے کہ جائز رکھا انہوں نے طلاق مکرہ کا اور یہی روایت کی شعبی
اور نخعی اور زہری اور قتادہ اور ابی قلابہ سے کہ اون سب نے جائز رکھا طلاق مکرہ کا اور بھی اخراج کیا عبدالرزاق نے
سعید بن جبیر سے کہ انہوں نے کہا کہ اہل اسلام میں طلاق مکرہ کا جائز ہے ص اور سید کا اپنے غلام کی جورو کی ف
کیونکہ ملک نکاح حق غلام کا ہے تو اسقاط اوس حق کا غلام کے لیے ہوگا نہ مولیٰ کے لیے اور کشف الغمہ میں ہے کہ فرمایا
حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے جس شخص نے اذن دیا اپنے غلام کو نکاح کا تو طلاق غلام کے ہاتھ میں ہے اور نہیں ہے کسی کے
غیر کے قبضے میں اور بھی ذکر کی اس باب میں موافق اسکے حدیث مرفوع ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ص اور طلاق حرہ کا
تین تک ہے اور لونڈی کا دو تک ف اسواسطے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے طلاق لونڈی کی دو ہیں
اور عدت اوسکی دو حیض ہیں روایت کیا اوسکو ترمذی اور ابوداؤد اور ابن ماجہ اور دارمی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے

اور اسناد مین اوسکی مظاہر بن اسلم ضعیف ہی کہا زیلعی نے کہ روایت کی حدیث عایشہ رض کو حاکم نے مستدرک مین اور صحیح کیا اوسکو اور نقل کی ذہبی نے میزان مین تضعیف مظاہر بن اسلم کی ابی عاصم نبیل و یحیی بن معین اور ابو حاتم رازی اور بخاری سے اور نقل کی توثیق اوسکی ابن حبان سے اور بھی روایت کیا اوسکو ابن ماجہ نے ابن عمر سے اور بزار اور طبرانی اور دار قطنی نے اور صحیح کیا دار قطنی نے وقف اوسکا اور ضعیف کیا اوسکے رفع کو بسبب عمرو بن شبیب مسلی کے اور وہ ضعیف ہی نہین حجت پکڑی جاویگی اوس سے اور بھی روایت کیا اوسکو حاکم نے مستدرک مین حضرت ابن عباس سے اور کہا صحیح ولم یخرجاه اور روایت کی دار قطنی نے ابن عمر سے تحقیق کہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جسوقت کہ ہو لونڈی نکاح مین ایک مرد کے اور دو طلاق دے اوسکو پھر خرید لیوے اوسکو تو نہین حلال ہی واسطے اوسکے یہانتک کہ نکاح کرے دوسرے خاوند سے اور اسناد مین اوسکی سلم بن سالم ہی تکذیب کی اوسکی ابن المبارک نے اور کہا یحیی بن معین نے لیس حدیثه بشیء اور ایسا ہی کہا سعدی نے اور روایت کی شافعی نے حضرت عمر رض سے کہ نکاح کرے غلام دو عورتون سے اور دو طلاق دے اور عدت کرے لونڈی دو حیض سے تو اگر حیض نہ آتا ہو اوسکو تو دو مہینے سے یا ڈیڑھ مہینے سے اور اخراج کیا اوسکا بیہقی نے معرفت مین طریق شافعی سے اور دار قطنی نے سنن مین ص اگر عورت لونڈی ہی اور خاوند اوسکا آزاد یا غلام ہی تو خاوند مالک دو طلاق کا ہوگا اور اگر عورت حرہ ہی اور خاوند اوسکا غلام یا آزاد ہی تو مالک تین طلاق کا ہوگا اور امام شافعی کے نزدیک جب لونڈی کا خاوند حرہ ہو تو مالک تین طلاق کا ہی اور اگر حرہ کا خاوند غلام ہو تو مالک دو طلاق کا ہی ف اور دلیل ہماری قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی کہ لونڈی کے دو طلاق ہین اور عدت اوسکی دو حیض ہین تو معلوم ہوا کہ طلاق عورتون کے اعتبار سے ہی اور بھی روایت کی امام محمد نے اَخْبَرَنَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ يَزِيْدَ الْمَكِّيُّ قَالَ سَمِعْتُ عَطَاءَ بْنَ اَبِيْ رَبَاحٍ يَقُوْلُ قَالَ عَلِيُّ بْنُ اَبِيْ طَالِبٍ اَلطَّلَاقُ بِالنِّسَاءِ وَالْعِدَّةُ بِهِنَّ یعنی طلاق عورتون کے اعتبار سے ہی اور عدت بھی اونھی کے اعتبار سے ہی اور یہی قول ہی عبد اللہ بن مسعود کا اور امام شافعی کے نزدیک طلاق مردون کے اعتبار سے اور عدت عورتون کے اعتبار سے ہی کیونکہ ہمارے مین ہی کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ طلاق ساتھ مردون کے ہی اور عدت ساتھ عورتون کے ہی اور یہ حدیث مرفوعا غریب ہی لیکن روایت کیا اوسکو ابن ابی شیبہ نے موقوفا ابن عباس پر اور طبرانی نے معجم مین موقوفا ابن مسعود پر اور کہا ابن الجوزی نے کہ یہ کلام ابن عباس کا ہی اور بھی اخراج کیا اوسکا عبد الرزاق نے موقوفا اوپر عثمان اور زید بن ثابت اور ابن عباس کے اور روایت کی عبد الرزاق نے نافع سے اونھون نے ام سلمہ سے کہ اونکے غلام نے دو طلاق دیے اپنی عورت حرہ کو تو پوچھا اس باب مین ام سلمہ رض نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے تب فرمایا آپ نے حرام ہوگئی اوسپر یہان تک کہ نکاح کرے دوسرے خاوند سے اور روایت کیا اوسکو طبرانی نے طریق عبد الرزاق سے اور اس باب مین اور آثار ہین جو موئید مین مذہب امام شافعی کو مذکور ہین بعض موطا مین امام مالک کے اور بعض کشف الغمہ مین شیخ عبد الوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ کے

باب طلاق واقع کرنے کے بیان مین

طلاق واقع ہوتی ہی ایک صریح اور دوسری کنایہ سے صریح وہ ہی کہ لفظ سے ہوتا ہی کہ سوا طلاق کے اور کسی مین استعمال نہین کیا جاتا

جیسے کہے تو طالق ہے یا تو مطلقہ ہے ف ساتھ تشدید لام کے ص یا طلاق دیا مینے تجکو ان صورتوں میں ایک طلاق رجعی واقع ہوگا اگرچہ نیت کی ہو بائن کی یا نیت طلاق بائن کی ہو یا ایک سے زیادہ طلاقوں کی اور اگر کہا کہ تو طالق ہے یا تو طالق الطلاق ہے یا تو طالق طلاقا ہے اور کچھ نیت نہیں کی یا نیت کی ایک طلاق کی یا دو طلاق کی تو ایک طلاق رجعی واقع ہوگا اور اگر تین طلاق کی نیت کی تو اگر عورت حرہ ہے تو تین طلاق واقع ہوجاوینگے اور لونڈی ہے دو طلاق بمنزلہ تین طلاق کے ہیں حرہ میں ف تو اگر حرہ ہو اور لونڈی ہے اور یہ الفاظ کہے اور نیت کی دو طلاق کی دو واقع ہوجاوینگے کیونکہ لونڈی بعد دو طلاق کے ایسی ہوجاتی ہے کہ حرہ بعد تین طلاق کے اسواسطے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے طلاق لونڈی کے دو طلاق ہیں روایت کیا اوسکو صحاب سنن نے اور اوپر گذر اسکا گذرا ص اگر طلاق کی نسبت کی طرف تمام عورت کے مثلاً کہا کہ تو طالق ہے یا اوسکے ایسے جز کی طرف کہ وہ بمنزلہ کل کے شمار کیا جاتا ہے جیسے کہا سر یا گردن تیری یا روح تیری یا بدن تیرا یا مونہہ تیرا یا فرج تیری طالق ہے تو ان سب صورتوں میں ایک طلاق واقع ہوگا ف اس واسطے کہ ایسے لفظوں سے تمام بدن تعبیر کی جاتی ہے لیکن سر تو اسواسطے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقۃ الفطر صاع من تمر او قمح عن کل رأس یعنی صدقہ فطر کا ایک صاع ہے کھجور سے یا گیہوں سے ہر آدمی کیطرف سے تو آدمی کو راس ارشاد فرمایا اور لیکن گردن سو اسواسطے کہ فرمایا اللہ تعالی نے فتحریر رقبۃ اور غلام سے تعبیر کی ساتھ رقبہ کے اور لیکن روح تو اسواسطے کہ عرب کہا کرتے ہیں ہلکت روحہ ہلاک ہوئی روح اوسکی یعنی نفس اوسکا اور بدن تو ظاہر ہے اور لیکن مونہہ تو اسواسطے کہ فرمایا اللہ تعالی نے کل شیء ہالک الا وجہہ اور اپنی ذات کی تعبیر مونہہ سے فرمائی اور لیکن فرج سو اسواسطے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعن اللہ الفروج علی السروج یعنی لعنت کی اللہ تعالی نے اون فرجوں کو جو زین پر ہیں اور عورتوں سے تعبیر فرمائی ساتھ فروج کے کہ جمع فرج کی ہے اور اس حدیث کو ذکر کیا صاحب ہدایہ نے اور کہا زیلعی نے تخریج میں غریب جدا لیکن اخراج کیا ابن عدی نے کامل میں ابن عباس سے مرفوعاً تحقیق کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے منع کیا صاحبات فروج کو کہ سوار ہووین زینوں پر اور اوسکی اسناد میں علی بن ابی علی قرشی ہے کہا ابن عدی نے مجہول ہے اور بہر حال اس لفظ حدیث سے مطلب ثابت نہیں ہوتا انتہی ما قال الزیلعی ص اور اگر نسبت کی طلاق کی دس جزو کی طرف جو شائع ہے بدن میں جیسے کہا کہ نصف تیرا یا ثلث تیرا طالق ہے تب بھی طلاق واقع ہوگا اور اگر کہا کہ ہاتھ تیرا یا پاؤں تیرا یا پیٹھ یا پیٹ تیرا طالق ہے تو طلاق واقع نہوگا اور یہی ظاہر ہے ف کیونکہ ان اعضا سے تعبیر کل بدن کی نہیں ہوا کرتی ص اور بعضوں کے نزدیک پیٹھ یا پیٹ کی طرف نسبت کرنے سے طلاق واقع ہوگا اور اگر کہا کہ تجکو آدھا طلاق ہے یا تہائی طلاق ہے یا ایک طلاق سے دو تک یا ایک اور دو کے بیچ میں تو ایک طلاق واقع ہوگا اور اگر کہا کہ تجکو ایک طلاق سے تین طلاق تک یا جو درمیان میں ایک طلاق کے تین طلاق تک ہے تو دو طلاق واقع ہونگے اور اگر کہا کہ تجکو تین نصف میں دو طلاق کے تو تین واقع ہونگے اور اگر کہا کہ تین نصف میں ایک طلاق کے دو طلاق واقع ہونگے اور بعضوں کے نزدیک ف اور دلیل اسکی اصل میں مذکور ہے ص اور اگر کہا کہ تجکو ایک طلاق ہے دو طلاق میں تو ایک واقع ہوگا اگرچہ نیت ضرب کی کرے اسلئے کہ ف ضرب بیان حساب میں اسے کہتے ہیں کہ ایک عدد کو دوسرے کے شمار برابر

پہلے عدد کو مضروب اور دوسرے کو مضروب فیہ کہتے ہین اور جو حاصل ہو اوسے حاصل ضرب کہتے ہین مثلاً ہم کو ضرب منظور کرنا ہے کہ ہم کو تجکو نہ کر لین کہ ۳ ہوتے ہین ۳ مضروب اور ۵ مضروب فیہا اور ۱۵ حاصل ضرب ہوئے ص اور اگر نیت کی کہ ایک اور دو طلاق ہین تو موطوءہ مین تین طلاق واقع ہونگی اور غیر موطوءہ مین ایک طلاق واقع ہوگا جیسا کہ واقع ہوتا ہی ایک طلاق اگر کہا غیر موطوءہ کو تیسرے کو ایک اور دو طلاق ہین اور اگر نیت کی ایک طلاق کی ساتھہ دو طلاق کے تو تین واقع ہونگے ف یہ جب ہے کہ وہ عورت موطوءہ ہو یا نہو ص اور اگر کہا کہ تجکو دو طلاق بیچ دو طلاق مین اور نیت کی ضرب کی تو دو طلاق واقع ہونگے ف اور چار واقع نہونگے جیسا کہ وہ حاصل ضرب ہے ص اگر کہا کہ تجکو اس جگہ سے طلاق ہی شام تک ایک طلاق جبھی واقع ہوگا اور اگر کہا کہ تجکو طلاق ہی مکے مین یا گھر مین تو ایک طلاق بالفعل واقع ہوگا ص اور اگر کہا کہ تجکو طلاق ہی جب تو مکے مین داخل ہو یا گھر مین داخل ہو تو جب تک مکے یا گھر مین داخل نہوگی طلاق واقع نہوگا اور اگر کہا کہ تجکو طلاق ہی کل یا کل کے روز مین تو جسوقت کل کی فجر ہوگی طلاق واقع ہوجاویگا اور دوسری صورت مین ف یعنی جب کہا کہ تجکو طلاق ہی کل کے روز مین ص اگر نیت عصر کی کریگا تو صحیح ہوجاویگی اور عصر کے وقت طلاق واقع ہوگا اگر کہا کہ تجکو طلاق ہی آج کل مین یا کل آج مین تو اول صورت مین آج ہی اور دوسری صورت مین کل کے روز طلاق پڑیگا ف حاصل یہ ہے کہ جس لفظ کو اول ذکر کریگا اوسی مین طلاق پڑیگا ص اگر کہا کہ تجکو طلاق ہی قبل اسکے کہ نکاح کرون مین تجسے یا تجکو طلاق ہی کل روز گذشتہ مین اور نکاح آج کیا ہی طلاق واقع نہوگا اور کہنا اوسکا لغو ہوگا ف اسواسطے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہین طلاق ہی قبل نکاح کے روایت کیا اوسکو بغوی نے شرح السنہ مین حضرت علیؓ سے اور دوسری حدیث مین ہی کہ نہین طلاق ہی اوسمین جسکا مالک نہین روایت کیا اوسکو ترمذی اور ابوداؤد نے ص اگر کسی عورت سے روز گذشتہ کے اول نکاح کیا اور آج کے روز اوس سے کہا کہ تجکو طلاق ہی روز گذشتہ مین طلاق ابھی واقع ہوجاویگا اور اگر کہا کہ تجکو طلاق ہی جب تک کہ مین تجکو طلاق ندون اور پھر چپ رہا طلاق پڑجاویگا اور اگر کہا کہ تجکو طلاق ہی اگر مین تجکو طلاق ندون تو آخر عمر مین زوج یا زوجہ کے طلاق پڑیگا ف کیونکہ شرط اوسی وقت پائی گئی اور طلاق ندیا اوسکا متحقق ہوا ص اگر کہا کہ تجکو طلاق ہی جسوقت کہ مین تجکو طلاق ندون بعد اوسکے پھر کہا کہ تو طالق ہی تو تسمہ کے قول سے طلاق پڑجاویگا تو اگر کہا کہ تجکو تین طلاق ہین جسوقت کہ مین تجکو طلاق ندون تو طالق ہی تو ایک ہی طلاق واقع ہوگا ف اسواسطے کہ اگر عورت سے کہے کہ تو طالق ہی تو ایک ہی طلاق واقع ہوتا ہی جیسا کہ اوپر گذرا ص اگر کسی شخص نے اپنی عورت سے کہا اَمْرُكِ بِيَدِكِ يَوْمَ يَقْدَمُ زَيْدٌ ف یعنی جس روز کہ زید آوے تو تجکو خیار ہی ص اور نیت اوسکو طلاق واقع نہوگا ف اور اصل مین اس مقام پر تفصیل کی ہی اور ہمنے اوس کو اس وجہ سے کہ عوام فہم نہ تھے ترک کیا ص اور اگر کہا کہ اَنْتِ طَالِقٌ يَوْمَ اَتَزَوَّجُكِ ف یعنی جس دن نکاح کرون مین تجسے تو طالق ہی ص اور نکاح کیا رات کو طلاق واقع ہوجاویگا ف اور دلیل اسکی اصل مین مسطور ہی ص اگر کسی عورت سے کہ ابھی اسکا نکاح کیا اور اوس سے کہا کہ تجکو طلاق ہی جب تجکو تم الخ ... اور مالک ایک طلاق ... جائز ہوگا اسواسطے کہ ...

جیسے کہ آمدت مین طلاق کا ہوجانا ہے اور اگر مولی نے اپنی لونڈی سے کہا جب کل کا روز آوے تو تو آزاد ہے اور اوسکے خاوند
مین ایک سے کہا کہ جب کل کا روز آوے تو تجکو دو طلاق ہین اور کل کا روز آگیا تو دو طلاق پڑجاوینگے اور خاوند کو رجوع جائز
نہوگا اور امام محمد کے نزدیک رجوع جائز ہے اور عدت اوسکی سب کے نزدیک تین حیض ہونگے اگر وہ حائضہ ہے اور تین مہینے
اگر وہ آئسہ ہے جیسے عدت حرہ کی ہے اگر خاوند نے اپنی عورت سے کہا کہ مین تجسے جدا ہون ساتھ نیت طلاق کے یا کہا کہ
مین تجپر حرام ہون ایک طلاق بائن واقع ہوگا اور اگر کہا کہ مین تیری طرف سے طالق ہون کچھ واقع نہوگا اگرچہ نیت طلاق کی
بھی ہو اور اگر کہا کہ تجکو ایک طلاق ہے یا نہین یا تجکو طلاق ہے ساتھ موت میری کے یا تیری موت کے تب بھی کچھ واقع نہوگا
اگر کوئی زوج زوجہ مین سے ایک کا مالک ہوگیا یا اوسکے ایک حصہ کا تو نکاح باطل ہوجاویگا بغیر طلاق کے ف لیکن جب خاوند
مالک ہوگیا عورت کا تو اسواسطے کہ اب ملک یمین خاوند کو حاصل ہوئی تو ملک نکاح مرتفع ہوجاویگی اور اگر عورت مالک ہوئی خاوند کی
تو اسواسطے کہ خاوند کو ملک نکاح ہے اور عورت کو ملک یمین ہوئی تو ایک ہی شخص مالک اور مملوک ہوجاویگا اور وہ باطل ہے ص
اگر خاوند نے اپنی عورت کو اونگلیون کے باطن سے اشارہ کیا ف یعنی ہتیلی عورت کی طرف کی ص تو جتنی انگلیان
کھڑی ہین اوتنے ہی طلاق واقع ہونگے اور اگر پشت سے اونگلیون کے اشارہ کیا ف یعنی ہتیلی طلاق دینے والے کی طرف ہے
ص تو جتنی اونگلیان بند ہین اوتنے طلاق پڑینگے ف کیونکہ اشارہ کرنا اونگلیون سے واسطے عدد کے سپر عادت
جاری ہے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مہینا یہ ہے یہ ہے یہ ہے اور دسون اونگلیون سے تین بار اشارہ کیا اور اخیر بار
مین ایک اونگلی بند کرلی روایت کیا اوسکو حاکم نے مستدرک مین اور کہا کہ صحیح ہے اوپر شرط بخاری کے اور مروی ہے
یہ حدیث ابن عمر سے صحیحین مین کتاب الصوم مین اور سعد بن ابی وقاص سے بھی ص اگر کسی شخص نے اپنی زوجہ سے کہا
کہ تجکو طلاق بائن ہے یا بتہ یا کہا اشد الطلاق یا افحش الطلاق یا اخبث الطلاق یا طلاق الشیطان یا طلاق بدعت
دیا یا سخت دیا یا یہ کہا تجکو طلاق مثل پہاڑ کے یا مثل ہزار طلاق کے یا گھر بھر کر یا طلاق شدید یا طویل یا عریض تو ان
سب صورتون مین ایک طلاق بائن واقع ہوگا مگر جب کہ حرہ مین نیت تین طلاق کی کرے اور لونڈی مین دو کی
تو حرہ مین تین واقع ہونگے اور لونڈی مین دو اور جس شخص نے اپنی عورت کو قبل وطی کے تین طلاق ایک بار دیئے
تو تینون واقع ہوجاوینگے لیکن اگر کہا کہ تجکو طلاق ہے طلاق ہے طلاق ہے تو ایک طلاق ہوگا اور عورت اول طلاق سے بائن ہوگی
اور دوسرا اور تیسرا طلاق واقع نہوگا اور ایسا ہی ہے اگر کہا کہ تجکو طلاق ہے ایک اور ایک اور ایک اور اگر کسی شخص نے کہا
کہ تجکو طلاق ہے ایک یا طلاق ہین دو یا طلاق ہین تین تو اول صورت مین ایک اور دوسری مین دو اور تیسری مین تین
واقع ہونگے تو اگر وہ عورت مرگئی قبل ذکر کرنے عدد کے تو کلام لغو ہوجاویگا اور کچھ واقع نہوویگا اور اگر کہا کہ تجکو طلاق ہے
ایک قبل ایک کے یا بعد اوسکے ایک ہے تو ایک طلاق واقع ہوگا غیر موطوءہ مین اور موطوءہ مین دو طلاق اور اگر کہا کہ تجکو طلاق ہے ایک
قبل اوسکے ایک اور ہے یا بعد اوسکے ایک ہے یا تجکو طلاق ہے ایک ساتھ ایک کے یا ساتھ اوسکے ایک اور ہے تو
غیر موطوءہ مین بھی ان صورتون مین دو طلاق واقع ہوجاوینگے اور اگر کہا کہ تجکو طلاق ہے ایک اور ایک اگر داخل ہووے گھر مین
اور پھر وہ گھر مین داخل ہوئی تو دو طلاق پڑجاوینگے برابر ہے کہ موطوءہ ہو یا غیر موطوءہ ف اور اگر شرط کو مقدم کیا

جیسے کہا ص اگر تو غمگین ہووے تو گھر مین تیرے تجھکو ایک طلاق ہی اور ایک طلاق ہی تو غیر موطوءہ مین امام ابو حنیفہ کے نزدیک ایک طلاق واقع ہوگا اور صاحبین کے نزدیک دو طلاق ف اور موطوءہ مین سب کے نزدیک دو طلاق واقع ہونگے اور جب طلاق صریح سے فارغ ہوا تو طلاق کنایے مین شروع کیا اور کہا ص اور دوسری طلاق بالکنایات اور وہ اوس لفظ سے ہوتا ہی کہ موضوع واسطے طلاق کے نہین اور احتمال طلاق کا رکھتا ہی سو ان لفظون سے طلاق واقع نہوگا مگر ساتھ نیت کے یا دلالت حال کے ف جیسے ذکر طلاق کا ہو رہا ہو یا غصے کے وقت کے ص الفاظ کنایے کے یہ ہین اعتدی یعنی عدت کر استبرئی رحمك یعنی اپنے رحم کو پاک کر انت واحدۃ تو اکیلی ہی اور ان تینون لفظ سے ایک طلاق رجعی واقع ہوگا ف یعنی خاوند کو پہونچتا ہی کہ بدون نکاح جدید کے پھر اوس سے جماع کرے اور رجعت کر لیوے اور فرمایا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے واسطے سودہ کے عدت کر تو پھر رجعت کی آپ نے اوس نے ذکر کیا اس حدیث کو امام محمد بن الحسن نے اور باب القسم مین یہ حدیث گذر چکی ص اور انت بائن بتلۃ بتۃ یعنی تو جدا ہی انت حرام تو حرام ہی انت خلیۃ تو خالی ہی انت بریۃ تو بری ہی بیزار ہی حبلك علی غاربك رسی تیری تیری پشت پہ ہی ف غارب کہتے ہین مابین کوہان اور گردن شتر کے اور صراح مین ہی کہ عرب لوگ کہتے ہین حبلك علی غاربك یعنی جہان چاہے جا ص الحقی باھلك مل جا اپنے لوگون سے وھبتك لاھلك بخشا مینے تجھکو تیرے اہل کو سرحتك رخصت کیا مینے تجھکو فارقتك چھوڑ دیا مینے تجھکو امرك بیدك تیرا کام تیرے ہاتھ مین ہی انت حرۃ تو آزاد ہی تقنعی چادر پہن لے تخمری چادر اپنے سر پر ڈھانپ لے استتری اپنے تئین چھپا اغربی دور ہو مجھسے اخرجی نکل جا قومی کھڑی ہو ابتغی الازواج تلاش کر خاوندونکو تو ان سب تون مین ایک طلاق بائن پڑجاویگا اگر نیت کی ہو ایک طلاق کی یا دو طلاق کی حرہ مین اور اگر نیت کی تین طلاق کی حرہ مین یا دو کی لونڈی مین تو اول صورت مین تین اور دوسری مین دو پڑجاوینگے ف کہا ترمذی نے کہ اختلاف کیا اہل علم نے طلاق بتہ مین تو حضرت علی سے مروی ہی کہ وہ تین طلاق ہین اور حضرت عمر سے کہ وہ ایک طلاق ہی اور اہل علم کا مذہب یہ ہی کہ مدار نیت پر ہی اگر نیت کی تین کی تین واقع ہونگے ورنہ ایک طلاق اور مروی ہی رکانہ بن عبد بن یزید سے کہ انھون نے طلاق بتہ دیا اپنی عورت کو سو خبر پہونچی اسکی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اور کہا رکانہ نے کہ قسم اللہ کی مینے ارادہ ایک کا کیا تھا سو فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم اللہ کی نہین ارادہ کیا تھا تو نے مگر ایک کا سو رد کیا اونکی بیوی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اونپر یعنی نکاح سے رد کیا اخراج کیا اس حدیث کا ابو داؤد اور ترمذی اور ابن ماجہ وغیرہم نے اور وارد ہو ہین اس باب مین بہت آثار مختلف صحابہ اور تابعین سے ص اگر کسی شخص نے اپنی عورت سے تین بار کہا اعتدی اعتدی اعتدی پھر بعد اوسکے دعوی کیا کہ اول اعتدی سے نیت طلاق کی تھی اور دوسرون سے نیت حیض کی تو اگر اس بات پر قسم کھاوے تو اوسکی تصدیق کرینگے اور اگر کہا کہ اخیر کے دو سے کچھ نیت نہین کی ہی تین طلاق واقع ہوجاوینگے ف اور اگر تینون بار مین کچھ نیت نہین کی تو کچھ واقع نہوگا ھدایہ ص جاننا چاہیے کہ الفاظ طلاق بائن کے تین قسم پر ہین بعضے ایسے ہین کہ احتمال رکھتے ہین عورت کے رد کلام کا جیسے اخرجی اذھبی قومی اور بعضے ایسے ہین کہ احتمال رکھتے ہین

دشنام دہی اور بدگوئی کا جیسے خلیۃ بریۃ بتۃ حرام بائن اور بعضے ایسے ہین کہ نہ احتمال رکھتے ہین رد کلام کا اور نہ دشنام دہی کا جیسے اعتدی استبرئی رحمک انت واحدۃ انت حرۃ اختاری امرک بیدک سرحتک فارقتک تو جب خاوند راضی ہو یعنی غصے مین نہو اور ذکر طلاق کا بھی نہو تو کوئی لفظ سے ان الفاظ مین سے طلاق واقع نہوگا اور جب غصے مین ہو تو پہلے دو قسم کے الفاظ نیت پر موقوف ہین تو اگر نیت کریگا تو طلاق واقع ہوگا ورنہ نہین واقع ہوگا اور تیسری قسم مین طلاق واقع ہوگا اگرچہ نیت نہو اور جب ذکر طلاق کا ہو تو موقوف رہین گے الفاظ قسم اول کے نیت پر اور دوسری اور تیسری قسم کے الفاظ سے طلاق واقع ہو جاوینگے اگرچہ نیت نہو

باب تفویض طلاق کے بیان مین

اور جس شخص نے اپنی عورت سے کہا کہ اپنے تئین طلاق دے یا نیت طلاق سے کہا کہ امرک بیدک یا اختاری زوجہ کو اختیار ہے کہ جس مجلس مین اوسکو علم ہوا ہے طلاق دے لیوے اگرچہ مجلس طویل ہووے اور اگر بعد علم کے پھر زوجہ اوٹھی یا جو کام کر رہی تھی اوسکو چھوڑ کے دوسرا کام شروع کیا مجلس مختلف ہو جاویگی اور خیار باطل ہوگا **ف** اور اسپر اجماع صحابہ کا ہے کہ عورت مخیرہ کو خیار ہے مجلس تک روایت کی عبد الرزاق اور طبرانی نے عبد اللہ بن مسعود سے کہا انھون نے جب مالک کرے مرد عورت کو طلاق کا اور پھر وہ دونون جدا ہو گئے قبل اس بات کے کہ کچھ کہے سو پھر نہین اختیار ہے اوسکو اور کہا بیہقی نے کہ اوسمین انقطاع ہے درمیان مجاہد اور ابن مسعود کے اور روایت کی عبد الرزاق نے جابر سے کہ کہا انھون نے جسوقت کہ اختیار دے مرد اپنی عورت کو اور وہ نہ اختیار کرے مجلس مین سو نہین خیار ہے واسطے اوسکے اور روایت کی ابن ابی شیبہ اور عبد الرزاق نے حدیث عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ سے تحقیق کہ عمر بن خطاب اور عثمان بن عفان کہا انھون نے کہ جو مرد مالک کرے اپنی عورت کو اور خیار دے اوسکو پھر دونون جدا ہو جاوین اوس مجلس سے تو نہین ہے عورت کو خیار اور اب اختیار خاوند کو ہے اور اسناد مین اوسکی مثنی بن الصباح ضعیف ہے اور بھی روایت کی ابن ابی شیبہ نے عبد اللہ بن عمرو بن العاص سے کہ جو شخص خیار دے اپنی عورت کو تو اوسکو خیار ہے جب تک اپنی مجلس مین رہے اور اسناد مین اوسکی حجاج بن ارطاۃ ضعیف ہے اور اخراج کیا ابن ابی شیبہ نے جابر بن زید اور مجاہد اور شعبی اور نخعی اور عطا اور طاوس سے ایسا ہی **ص** اور اگر عورت کھڑی تھی بعد علم کے پھر بیٹھ گئی یا بیٹھی تھی تکیہ لگا لیا یا اپنے باپ کو واسطے مشورت کے طلب کیا یا گواہون کو واسطے گواہی کے طلب کیا یا جس جانور پر سوار تھی اوسکو کھڑا کرایا تو ان سب چیزون سے مجلس مختلف نہوگی اور خیار باطل نہوگا اور کشتی بمنزلے اوسکے گھر کے ہے اور جانور کا چلنا بمنزلے اوسکے چلنے کے ہے تو کشتی کے چلنے سے مجلس مختلف نہوگی اور جانور کے چلنے سے مجلس مختلف ہو جاویگی اگر کسی مرد نے نیت تفویض سے عورت کو کہا اختاری یعنی اختیار کر تو جانتی ہے کہ نیت تین طلاق کی کرے تو اگر زوجہ نے اوسکے جواب مین کہا کہ اخترت نفسی یا اختار نفسی تو ایک طلاق بائن واقع ہوگا **ف** اور یہی قول ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اور اوسی سے اخذ کیا ہمنے کذا فی المبسوط **ص** بشرطیکہ زوج یا زوجہ کسی نے لفظ نفس کا ذکر کیا ہو **ف** تو اگر زوج نے کہا اختاری اور زوجہ نے کہا اخترت تو وہ باطل ہے اور صاحب ہدایہ دلیل لائے ہین اس بات پر کہ اگر زوجہ کہا اختار تو بھی طلاق واقع ہوگا حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ کہا اونھون نے

لا بل اختار الله و رسوله اور شمار کیا اوسکو نبی صلی الله علیه وسلم نے جواب اونکی طرف سے روایت کیا اس حدیث کو
مسلم نے ص اگر کسی شخص نے اپنی زوجہ سے کہا اختیار کر لے تو اختیار کرنے کر اور زوجہ نے جواب مین کہا اختیار
کیا مینے تو ایک طلاق بائن واقع ہوگا اور اگر تین بار کہا اختاري اختاري اختاري اور زوجہ نے جواب مین کہا
اختیار کیا مینے اختیار کرنے کر یا کہا کہ اختیار کیا مینے پہلے کو یا دوسرے کو یا اخیر کو نزدیک امام صاحب کے تین طلاق واقع ہوجاوینگے
بغیر نیت کے اور اگر کہا طلاق دیا مینے اپنے نفس کو یا اختیار کیا مینے اپنے نفس کو ساتھ ایک طلاق کے تو ایک طلاق بائن
واقع ہوگا اور ہدایہ مین ہے کہ ایک طلاق رجعی واقع ہوگا اور بعضون نے کہا ہے کہ یہ غلطی ہے کاتب سے اور صحیح یہ ہے کہ رجعت
کا مالک نہوگا اور بعضون نے کہا ہے کہ اس باب مین دو روایتین ہین ایک روایت یہ ہے کہ طلاق رجعی واقع ہوگا اور
دوسری مین یہ ہے کہ بائن ہوگا اور یہی صحیح ہے اور اگر اپنی عورت سے کہا کہ کام تیرا تیرے ہاتھ مین ہے ایک طلاق مین
یا اختیار کرے ایک طلاق کو اور اختیار کیا عورت نے اپنے نفس کو تو ایک طلاق رجعی واقع ہوگا اور اگر کہا امرك
بیدك اور نیت کی تین کی او عورت نے کہا کہ اختیار کیا مینے اپنے نفس کو ساتھ ایک کے یا ایک با تینون طلاق واقع ہوجاوینگے
اور اگر کہا عورت نے ف یعنی امرك بیدك کے جواب مین جب نیت تین طلاق کی ہو ص طلاق دیا مینے اپنے
نفس کو ساتھ ایک کے یا اختیار کیا مینے اپنے نفس کو ساتھ ایک طلاق کے تو ایک طلاق بائن واقع ہوگا اور اگر کہا مرد نے
کہ امر تیرا تیرے ہاتھ مین ہے آج کے روز اور بعد کل کے ف یعنی جو پرسون آویگا ص تو رات داخل نہوگی خیار مین
تو اگر اختیار کیا عورت نے اپنے نفس کو رات مین طلاق واقع نہوگا اور آج کا اختیار باطل ہوگا اگر عورت اوسکو رد کرے
ف یعنی خاوند کو اختیار کرے کیونکہ خاوند کے اختیار کرنے سے طلاق واقع نہین ہوتا اور دلیل اوسکی حدیث حضرت عائشہ کی
کی ہے جو اوپر گذری او کشف الغمہ مین ہے کہ حضرت ابن عمر اور ابو ہریرہ رض پوچھے گئے اوس شخص سے جسنے اپنی عورت کو اختیار دیا
اور اوسنے اوسکو رد کیا اور کچھ نکہا تو فرمایا کہ یہ طلاق نہین ہین اور ایسا ہی نقل کیا مسروق سے اور حضرت عائشہ رض سے ص اور
پرسونکا اختیار باقی رہیگا اور اگر مرد نے کہا کہ امر تیرا تیرے ہاتھ مین ہے آج اور کل تو رات داخل ہوجاویگی خیار مین ف
تو اگر عورت رات کو اپنے نفس کو اختیار کرے طلاق واقع ہوجاویگا ص اور کل کا اختیار باقی نہین رہیگا اگر آج عورت
اوسکو رد کرے ف اور دلیل اسکی اصل او ہدایہ مین مذکور ہے ص اور اگر مرد نے اپنی عورت سے کہا کہ طلاق دے
تو اپنے نفس کو اور نیت نہ کی یا نیت کی ایک طلاق کی اور عورت نے اپنے نفس کو طلاق دیا تو ایک طلاق رجعی واقع ہوگا ف
اور اگر عورت اس صورت مین اپنے نفس کو تین طلاق دیوے تو ایک ہی واقع ہوگا اور باقی لغو ہو وینگے ص اور اگر عورت
نے اپنے نفس کو تین طلاق دیے اور خاوند نے اوسکی نیت کی ہے تو تینون طلاق پڑجاوینگے اور اگر مرد نے نیت کی دو
طلاق کی اور عورت نے اپنے کو دو طلاق دیے ایک ہی طلاق واقع ہوگا مگر جب وہ منکوحہ لونڈی ہو کیونکہ دو اوسکے
حق مین بمنزلے تین کے ہین مختصرہ مین ف اور دلیل اسکی ہدایہ مین مسطور ہے ص اگر مرد نے کہا کہ تو اپنے
نفس کو طلاق دے اور عورت نے اوسکے جواب مین کہا کہ مینے اپنے نفس کو تجھسے بائن یعنی جدا کیا تو ایک ہی
طلاق رجعی واقع ہوگا اور اگر کہا کہ اختیار کیا مینے اپنے نفس کو اوسکے جواب مین تو کچھ نہین واقع ہوگا ف یعنی خاوند نے کہا

طلقي نفسك اور عورت نے کہا اخترت نفسي تو کچھ نہین واقع ہوگا کیونکہ یہ الفاظ طلاق سے نہین اور بعد تخییر کے اگر یہ لفظ کہے تو طلاق پڑجاویگا کیونکہ وہ اجماع صحابہ سے ثابت ہوا ہی جیسا کہ اوپر گذرا ص اگر مرد نے کہا عورت سے کہ اپنے نفس کو طلاق دے تو اب خاوند کو رجوع نہین پہونچتا ف یعنی قبل عورت کے طلاق لینے کے خاوند کو اس بات کا اختیار نہین کہ اپنے قول سے پھر جاوے اور کہے کہ اب مین اجازت طلاق کی نہین دیتا ص اور زوجہ کو بھی جائز نہین کہ بعد تبدیل مجلس کے طلاق دے لیوے اور اگر کسی شخص نے اپنی زوجہ سے کہا کہ اپنی سوکن کو طلاق دے یا کسی دوسرے مرد سے کہا کہ میری عورت کو طلاق دے تو جائز ہی کہ قبل دینے کے ف یعنی قبل اس بات کے کہ زوجہ اوسکی اپنی سوکن کو طلاق دے یا دوسرا مرد اسکی بیوی کو ص اپنے قول سے پھر جاوے اور قول اوسکا مقید ساتھ مجلس کے نہوگا ف یعنی اوس مرد کو پہونچتا ہی کہ بعد تبدیل مجلس کے بھی جب چاہے اسکی بیوی کو طلاق دیوے اور اسی طرح اسکی زوجہ کو اختیار ہی کہ بعد تبدیل مجلس کے بھی جب چاہے اپنی سوکن کو طلاق دیوے ص اور اگر کسی شخص نے اپنی عورت سے کہا کہ جب چاہے تو اپنے نفس کو طلاق دے تو اس صورت مین بعد تبدیل مجلس کے بھی زوجہ کو اختیار ہی طلاق دینے کا اور اگر کہا کسی مرد سے کہ اگر چاہے تو میری زوجہ کو طلاق دے جائز نہین ہی کہ اپنے قول سے پھر جاوے اور اوس شخص کو اختیار مجلس تک رہیگا تو اگر بعد تبدیل مجلس کے وہ طلاق دے طلاق واقع نہوگا ف اور دلیل اسکی اصل مین مذکور ہی ص اگر کسی شخص نے اپنی زوجہ سے کہا کہ اپنے تئین تین طلاق دے اور اوسنے اپنے تئین ایک طلاق دیا ایک طلاق واقع ہوجاویگا اور اگر مرد نے کہا کہ ایک طلاق دے اور عورت نے تین دیدیے تو امام صاحب کے نزدیک کچھ واقع نہوگا اور صاحبین کے نزدیک ایک طلاق واقع ہوگا اور اگر مرد نے کہا کہ اپنے کو ایک طلاق بائن دے اور اوسنے ایک طلاق رجعی دیا تو ایک طلاق بائن واقع ہوگا اور اگر کہا کہ ایک طلاق رجعی دے اور اوسنے اپنے تئین ایک طلاق بائن دیا ایک طلاق رجعی واقع ہوگا ف اسواسطے کہ مخالفت زوجہ کی لغو ہی تو مرد کے قول کے موافق طلاق واقع ہوگا ص اور اگر کسی شخص نے اپنی زوجہ سے کہا کہ تین طلاق دے تو اپنے نفس کو اگر چاہے تو اوسنے ایک طلاق دیا تو کچھ واقع نہوگا اور اگر کہا کہ ایک طلاق دے تو اپنے تئین اگر چاہے اور اوسنے تین دیدیے تو امام صاحب کے نزدیک کچھ واقع نہوگا اور صاحبین کے نزدیک ایک طلاق واقع ہوگا اور اگر کسی شخص نے اپنی زوجہ سے کہا کہ تو طالق ہی اگر چاہے تو اور عورت نے جواب مین کہا کہ چاہا مینے اگر تو چاہتا ہی اور پھر مرد نے کہا چاہا مینے تو کچھ واقع نہوگا اگرچہ نیت طلاق سے کہا ہو اور اگر کہا کہ چاہا مینے طلاق تیرا عورت کے جواب مین تو طلاق واقع ہوگا اگر نیت طلاق سے کہا ہو ف اور اصل مین اس مقام پر تفصیل کی ہی اور ہمنے اوسکو ترک کیا ص اور ایسا ہی ہی جو طلاق کہ موقوف کیا جاوے ایک امر معدوم پر ف جیسے اس جگہہ عورت نے خاوند کی مشیت پر طلاق موقوف کیا تھا اور وہ ایک امر غیر معلوم ہی ص یعنی واقع نہوگا[۱۲] اور اگر موقوف کرے طلاق کو ایک امر موجود پر جیسے کہے چاہا مینے اگر آسمان اوپر ہو زمین کے تو طلاق واقع ہوگا ف تو اگر مرد نے اپنی عورت سے کہا کہ تو طالق ہی اگر چاہے تو اور اوسنے کہا چاہا مینے اگر باپ میرا گھر مین ہو اور باپ اوسکا گھر مین تھا تو طلاق پڑجاویگا اور اگر نہین تھا تو طلاق نہ پڑیگا ص اور اگر کسی شخص نے اپنی زوجہ سے کہا کہ تجکو طلاق ہی جسوقت یا جب کبھی چاہے تو تو زوجہ کے رد کرنے سے رد نہوگا اسواسطے

کہا خاوند نے اوسکو مالک طلاق کا کیا ہی تو جسوقت عورت چاہیگی فقط ایک طلاق پڑجاویگا اور اگر زوج نے زوجہ سے کہا کہ
تو طلاق ہی جتنے مرتبہ چاہے تو تو عورت کو درست ہی کہ اپنے تئین ایک طلاق دیوے پھر ایک طلاق تین تک اور یہ جائز نہین
کہ تینون طلاق ایک بار دیوے اور اگر بعد تین طلاق دینے کے پھر دوسرے خاوند سے نکاح کیا اور پھر پہلے خاوند
پاس لوٹ آئی تو اب اوسکو اختیار نہین کہ اپنے تئین طلاق دے لیوے اور اگر کسی شخص نے اپنی زوجہ سے کہا
تجکو طلاق ہی جس جگہہ یا جہان چاہے تو تو عورت کو جائز ہی کہ اوسی مجلس مین طلاق دے لیوے اور بعد تبدیل
مجلس کے نہین اور اگر کہا کہ تجکو طلاق ہی جس طور کا چاہے تو اور زوجہ نے جواب مین کہا کہ ایک طلاق بائن چاہا مینے یا تین
طلاق موافق چاہنے خاوند کے تو جو چاہا ہی اوس موافق طلاق پڑجاویگا **ف** یعنی اگر ایک طلاق بائن چاہا ہی تو ایک
طلاق بائن پڑیگا اور تین چاہے تو تین پڑجاوینگے **ص** اور اگر خاوند نے نیت کی تین کی اور عورت نے ایک طلاق بائن کی یا خاوند نے
ایک طلاق بائن کی اور عورت نے تین طلاق کی تو دونون صورتون مین ایک طلاق رجعی واقع ہوگا اور اگر خاوند نے کچھہ نیت
نہین کی تو جو عورت چاہے گی اوس موافق طلاق واقع ہوگا اور اگر زوجہ نے کچھہ نہ چاہا تو بھی امام صاحب کے نزدیک
ایک طلاق رجعی واقع ہوجاویگا اور صاحبین کے نزدیک کچھہ واقع نہوگا اور اگر کسی شخص نے اپنی زوجہ سے کہا
کہ طلاق دے تو اپنے تئین جتنے چاہے تو جتنے کہ مجلس مین چاہیگی واقع ہوجاوینگے اور اگر زوجہ نے رد کیا یا مجلس
بدل گئی اختیار باطل ہوگا اور جو کہا کہ طلاق دے تو اپنے تئین تین مین سے جتنے چاہے تو عورت کو اختیار ہی کہ
ایک طلاق دے یا دو اور تین طلاق دینے کا اختیار نہین اور صاحبین کے نزدیک درست ہی کہ تین طلاق دے لیوے

باب الحلف بالطلاق

اور جسوقت اضافت کی طلاق کی طرف نکاح کے تو طلاق بعد نکاح کرنے کے واقع ہوگا جیسے کہے کسی عورت اجنبیہ سے
اگر نکاح کرون مین تجسے تو تو طلاق ہی یا کہے کہ جو عورت کہ نکاح کرون مین اوس سے تو وہ طلاق ہی **ف** تو ان دونون
صورتون مین جب نکاح کریگا طلاق واقع ہوویگا مگر دوسری صورت مین جس عورت سے نکاح کریگا فورا طلاق
پڑجاویگا **ص** اور امام شافعی کے نزدیک طلاق واقع نہوگا کیونکہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہین طلاق ہی
قبل نکاح کے **ف** یہ حدیث مروی ہی جابر سے کہا کہ فرمایا پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے نہین ہی طلاق مگر بعد نکاح
کے اور نہین ہی آزاد کرنا مگر بعد ملک کے روایت کیا اوسکو ابو یعلی نے اور صحیح کیا اوسکو حاکم نے اور روایت کی ابن ماجہ نے
بھی مثل اسکے مسور بن مخرمہ سے اور اسناد اوسکی حسن ہی اور حدیث عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ مین ہی کہ فرمایا رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے نہین ہی نذر آدمی کی اوس چیز مین کہ اختیار مین نہین اور نہ آزادی اوس چیز مین کہ اختیار
مین نہین اور نہ طلاق اوس عورت مین کہ اختیار مین نہین ہی نکالا اوسکو ابوداود اور ترمذی نے اور صحیح کیا اوسکو اور
نقل کیا بخاری سے کہ وہ اصح ہی اس باب مین اور حدیثین اور بھی ہین اور دلیل ہماری اصل یہ ہی کہ ہمارے مذکور ہی
صاحب ہدایہ نے کہ حدیث محمول ہی اوس صورت پر کہ طلاق کو بالفعل واقع کرے قبل نکاح کے جیسے کہے کہ تو طلاق ہی
اور یہ حدیث میں صاحب کے نزدیک بھی طلاق واقع نہوگا اور یہی مذہب منقول ہی شعبی اور زہری سے روایت کی

ابوبکر رازی نے زہری سے کہ کہا انھون نے جو حدیث ہی کہ نہین طلاق ہی قبل نکاح کے تو یہ اوس صورت مین ہی کہ کہے کوئی شخص کہ نکاح کر فلانی عورت سے اور وہ کہے کہ اوسکو طلاق ہی لیکن جس شخص نے کہا کہ اگر نکاح کرون مین فلانی عورت سے پس وہ طالق ہی تو جب نکاح کریگا اوس سے طلاق واقع ہوگا اور یہی روایت کیا اوسکو عبد الرزاق نے مصنف مین زہری سے کہ کہا انھون نے جو شخص کہے کہ جو عورت نکاح کرون مین اوس سے تو وہ طالق ہی اور جو لونڈی کہ خریدون مین وہ آزاد ہی تو جیسا اوس نے کہا ویسا ہی ہوگا تو کہا معمر نے کیا نہین وارد ہوا ہی کہ نہین طلاق ہی قبل نکاح کے اور نہین آزادی ہی مگر بعد ملک کے کہا زہری نے یہ اوس صورت مین ہی کہ کہے کوئی شخص کہ فلانے کی عورت طالق ہی اور غلام فلانے کا آزاد ہی اور روایت کی ابن ابی شیبہ نے مصنف مین سالم اور قاسم اور عمر بن عبد العزیز اور شعبی اور نخعی اور زہری اور اسود اور ابی بکر بن عمرو بن حزم اور عبد اللہ بن عبد الرحمن اور مکحول سے کہ کہا ان سب نے جب کہے کہ اگر نکاح کرون مین فلانی سے پس وہ طالق ہی یا جس دن نکاح کرون مین فلانی سے پس وہ طالق ہی یا جو عورت کہ نکاح کرون مین اوس سے سو وہ طالق ہی تو جیسا اوس نے کہا ویسا ہی ہوگا اور ایک لفظ مین ہی جائز ہی یہ آدمی پر مضمون زیلعی تخریج ہدایہ مین ہی ص اور شرط صحت تعلیق طلاق کی یہ ہی کہ یا اضافت کرے طرف ملک کے ف جیسے کہ اوپر گذرا مثلاً کہے اجنبیہ سے کہ اگر نکاح کرون مین تجسے تو تو طالق ہی ص یا تعلیق کے وقت ملک موجود ہو تو اگر کسی اجنبیہ سے کہا کہ اگر کلام کرون مین تجسے تو تو طالق ہی بعد پھر نکاح کرکے اوس سے کلام کیا تو طلاق واقع نہوگا ف اسواسطے کہ دونون شرطین فوت ہوئین کیونکہ نہ اضافت کی طلاق کی طرف نکاح کے اور نہ ملک موجود تھا وقت تعلیق کے ص اور اگر اپنی بیوی سے کہا کہ اگر تو گھر مین داخل ہوگی تو تو طالق ہی اور وہ گھر مین داخل ہوئی تو طلاق پڑجاویگا اسواسطے کہ وقت تعلیق کے اس جگہ ملک موجود ہی اگر کسی شخص نے اپنی زوجہ سے کہا کہ اگر گھر مین آوے تو یا جب گھر مین آوے تو یا جسوقت گھر مین آوے تو تو طالق ہی تو بعد گھر مین آنے کے ایک طلاق واقع ہوگا اور بعد اوسکے شرط پوری ہوجاویگی یعنی پھر بعد اسکے اگر گھر مین جاویگی تو اب طلاق نہ پڑیگا اور اگر کہا کہ جس مرتبہ گھر مین آوے تو تو تجکو طلاق ہی تو جس بار گھر مین آویگی طلاق واقع ہوویگا اور بعد تین طلاق واقع ہونے کے شرط تمام ہوجاویگی تو اگر بعد تین طلاق واقع ہونے کے حلالہ کرکے پھر اوس سے نکاح کیا تو اب جو گھر مین آویگی طلاق واقع نہوگا اور اگر کہا کہ جس مرتبہ نکاح کرون مین تجسے تو تو طالق ہی تو شرط باطل نہوگی پھر اگر بعد حلالہ کے بھی اوس سے نکاح کریگا طلاق واقع ہوجاویگا اور بعد یمین کے اگر زوال ملک ہو تو یمین باطل نہوگی تو اگر شرط اپنی ملک مین متحقق ہوئی یمین تمام ہوجاویگی اور طلاق واقع ہوگا ف صورت اسکی یہ ہی کہ اپنی عورت سے کہا کہ اگر اس گھر مین آویگی تو تو طالق ہی بعد اوسکے پھر ایک طلاق بائن بالفعل اوسکو دیکے جدا کیا اور عدت تمام ہونے کے بعد پھر اوس سے نکاح کرلیا اور اب وہ عورت گھر مین داخل ہوئی تو وہ شرط پہلے کی متحقق ہوگی اور طلاق پڑجاویگا اگرچہ درمیان مین اسکی ملک نوجہ سے زائل ہوگئی تھی ص اور اگر شرط اپنی ملک مین متحقق نہوئی تو یمین تمام ہوجاویگی اور کچھ واقع نہوگا ف صورت اسکی یہ ہی کہ اپنی زوجہ سے کہا کہ اگر اس گھر مین آویگی تو تجکو طلاق ہی بعد اوسکے اوسکو ایک طلاق بائن بالفعل دیدیا اور بعد گذرنے عدت کے وہ عورت گھر مین داخل ہوئی تو قسم تمام ہوگئی یعنی ساقط ہوگئی اور طلاق واقع نہوگا کیونکہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہین طلاق بعد اوس عدت کے

ع یعنی چھٹنا ملک کا جاتا رہنا

ذوالملک ہو اور اوسکا الٹا گر پھر اب اوس سے نکاح کریگا اور وہ پھر گھر میں داخل ہو گی طلاق واقع نہو گا ص اگر کسی شخص نے
اپنی عورت سے کہا کہ اگر تو گھر میں داخل ہو تو تجھکو تین طلاق ہیں اور پھر مرد کو یہ منظور ہوا کہ گھر میں جاوے اور تین
طلاق نہ پڑیں تو اوسکا حیلہ یہ ہے کہ بالفعل اوس عورت کو ایک طلاق بائن دیوے اور بعد عدت گذرنے کے
وہ گھر میں داخل ہو پھر اوس سے نکاح کرے تو اب گھر میں داخل ہونے سے طلاق واقع نہوگا کیونکہ یمین باطل ہو گئی ف
اس سبب سے کہ پہلے وہ ایک بار گھر میں جا چکی ص اگر شرط کے پائے جانے اور نہ پائے جانے میں اختلاف ہوا ف
مثلاً خاوند نے کہا کہ تو گھر میں نہیں آئی تھی اور عورت نے کہا آئی تھی ص تو قول خاوند کا معتبر ہوگا مگر یہ کہ عورت گواہ لاوے
اپنے مدعا پر اور جو شرط ایسی ہو کہ بدون زوجہ کے کہے معلوم نہیں ہوتی تو اوسمیں قول زوجہ کا معتبر ہوگا اوسی کے حق میں
ف اور غیر کے حق میں معتبر نہوگا ص مثلاً خاوند نے کہا کہ اگر تجھکو حیض آوے تو تو اور فلانی میری بیوی طالق ہے یا کہا
کہ اگر تو اللہ کے عذاب کو دوست رکھتی ہے تو تجھکو طلاق ہے اور غلام میرا آزاد ہے اور عورت نے کہا میں حائضہ ہوئی یا میں دوست
رکھتی ہوں اللہ کے عذاب کو تو اول صورت میں فقط اوسکو طلاق ہوجاویگا اور دوسری بیوی پر طلاق نہ پڑیگا اور دوسری
صورت میں بھی اوسی کو طلاق پڑیگا اور غلام آزاد نہوگا اور اگر کسی شخص نے اپنی زوجہ سے کہا کہ اگر تجھکو حیض آوے تو تو طالق ہے پھر اوسکو
حیض آیا تو جب تک تین دن برابر خون دیکھے گی اوسوقت حکم کرینگے طلاق کا اول روز سے اسواسطے کہ بعد دیکھنے خون کے
تیسرے دن معلوم ہوگا کہ خون اول روز کا حیض ہے تو اوسی روز سے طلاق کا حکم ہوگا اور جو پھر کہا کہ اگر تجھکو ایک حیض آوے تو طالق
ہے تو جب حیض سے پاک ہو ویگی اوسوقت طلاق واقع ہوگا کیونکہ ایک حیض اوسی وقت پورا ہوگا اور اگر کہا کہ جو ایک روز روزہ رکھے
تو تجھکو طلاق ہے اور اوسنے روزہ رکھا تو آفتاب کے غروب کے وقت جسدن روزہ رکھا ہے طلاق واقع ہوگا اور اگر کہا کہ اگر
تو روزہ رکھے گی تو تجھکو طلاق ہے ف اور قید ایک روز کی نہ کی ص اور اوسنے روزہ رکھا طلاق واقع ہوگا اگرچہ
ایک ساعت بھی رکھے اور جو کسی شخص نے اپنی عورت سے کہا کہ اگر لڑکا جنے گی تو تجھکو ایک طلاق ہے اور اگر لڑکی جنے گی تو تجھکو دو
طلاق ہیں اور زوجہ نے اوسکی دونوں کو جنا اور معلوم نہیں کہ اول کسکو جنا تو قاضی حکم کریگا ایک طلاق کا اور فیما بینہ و
بین اللہ دو طلاق واقع ہونگے ف تو اگر قبل اسکے عورت کو ایک طلاق دے چکا تھا تو اوسکو یہ چاہیے کہ پھر رجوع نکرے
اوس سے یہاں تک کہ حلالہ ہو وے اگرچہ قاضی اوسکی حلت کا حکم کرے ص اور عدت تمام ہوجاویگی دوسرے کے جننے سے
ف کیونکہ فرمایا اللہ تعالی نے وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ص اور اگر طلاق کو
معلق کیا دو چیزوں کے ساتھ تو جب دوسری چیز پائی جاویگی اور ملک قایم ہو طلاق واقع ہوگا برابر ہے کہ دونوں چیزیں
ملک میں پائی جاویں ف جیسے کسی شخص نے اپنی زوجہ سے کہا کہ اگر تو کلام کرے زید اور عمرو سے تو طالق ہے اور زوجہ
نے دونوں سے کلام کیا اور نکاح قائم ہے ص یا دوسری چیز فقط ملک میں ہووے اور اول نہو جیسے ف
جیسے کسی شخص نے اپنی زوجہ سے کہا کہ اگر تو کلام کرے زید و عمرو سے تو تجھکو طلاق ہے اور پھر بعد اسکے ایک طلاق
بائن اوسکو دیا اور جب عدت تمام ہوئی اوسنے زید سے کلام کیا بعد اسکے پھر اوسکو خاوند نے نکاح میں لایا اور بعد
نکاح کے اوس عورت نے عمرو سے کلام کیا تو طلاق واقع ہوگا ص اور اگر دونوں میں سے کوئی ملک میں [illegible]

۷ ترجمہ اور جو عورتیں حمل والی ہیں انکی میعاد یہ ہے کہ وضع کریں حمل اپنا

ف جیسے زوجہ نے بعد گذرنے عدت کے زید یا عمرو دونوں سے کلام کیا ص باطل ہو گئی کسی میں ہو دوسرے
اور دوسری میں ہو ف جیسے زوجہ نے حالت نکاح میں کلام کیا زید سے اور پھر خاوند نے اوسکو ایک طلاق بالفعل
دے دیا اور بعد گذرنے عدت کے اوسنے عمرو سے کلام کیا ص تو طلاق واقع ہوگی امام زفر ف یعنی بالفعل طلاق
سے یمین باطل کرتا ہے تعلیق کو تو اگر تعلیق کی تین طلاق کی کسی شرط پر بعد ہے پھر قبل وجود شرط کے تین طلاق بالفعل
دے دیے اور بعد اوسکے وہ عورت حلالہ ہو کے پھر اوسی خاوند پاس لوٹ آئی اب شرط متحقق ہوئی تو کچھ نہ واقع ہوگا
ف مثال اسکی یہ ہے کہ زید نے اپنی زوجہ حمیدہ سے کہا کہ اگر تو گھر میں جاوے تو تجھکو تین طلاق ہیں اور پھر حمیدہ کو تین
طلاق بالفعل دے دیے اور حمیدہ نے بعد گذرنے عدت کے بکر سے نکاح کیا اور بکر نے اوس سے جماع کر کے پھر اوسکو
طلاق دے دیا اور بعد گذرنے عدت کے حمیدہ سے زید نے پھر نکاح کر لیا اور اب حمیدہ گھر میں داخل ہوئی تو کچھ واقع نہوگا
ص اگر کسی شخص نے تین طلاق کو معلق کیا اوسپر وطی کے یعنی یہ کہا کہ اگر میں تجھسے وطی کروں تو تجھکو تین طلاق ہیں پھر
حشفے کو فرج میں داخل کیا اس طرح پر کہ دونوں ختنے مل گئے تو خاوند پر عقر واجب نہوگا اگرچہ دیر کی ہو ف اور اگر
باہر نکال کے پھر داخل کرے تو عقر واجب ہوگا ہدایہ ص اور عقر کہتے ہیں مہر مثل کو اور بعضوں کے نزدیک عقر
اجرت ہے وطی کی اگر زنا حلال ہووے اور ایسا ہی حکم ہے اگر سید نے اپنی لونڈی کی آزادی وطی پر معلق کی اور اگر زوجہ کا طلاق
رجعی اوسکی وطی پر معلق کیا تو فقط داخل کرنے سے رجعت متحقق نہوگی جب تک نکالکے پھر نڈالے اور جو نکالکے ڈالے تو
رجعت ثابت ہوگی اور عقر واجب ہوگا ف اور امام ابی یوسف کے نزدیک طلاق رجعی میں فقط دیر تک ڈالے رہنے
بھی رجعت ثابت ہوگی ہدایہ ص اگر کسی شخص نے اپنی زوجہ سے کہا تجھکو طلاق ہے انشاء اللہ تعالی طلاق واقع نہوگا
ف اسواسطے کہ حدیث میں یہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس شخص نے حلف کھائی ساتھ طلاق یا عتاق
کے اور کہا انشاء اللہ تو اوس پر لازم نہوا تو یہ حدیث یہی ہے کہا زیلعی نے تخریج میں غریب ہے اس لفظ سے اور روایت کی
ترمذی اور ابو داود اور نسائی اور ابن ماجہ نے حضرت عبد اللہ بن عمر سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جسنے قسم
کھائی پھر کہا انشاء اللہ تو اوسپر حنث نہیں اور صحیح کیا اس حدیث کو ابن حبان نے اور روایت کی ابن عدی نے کامل میں عطاء
سے انہوں نے ابن عباس سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جسنے کہا اپنی عورت سے تو طالق ہے انشاء اللہ
یا اپنے غلام سے تو آزاد ہے یا میں جاؤنگا خانہ کعبہ میں انشاء اللہ تو اوسپر کچھ حنث نہیں اور اسناد میں اوسکی
اسحق کعبی ہے ضعیف کیا اوسکو دارقطنی نے اور روایت کی عبد الرزاق اور دارقطنی نے مکحول سے انہوں نے
معاذ بن جبل سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں پیدا کیا اللہ نے دوست زیادہ عتاق سے اور دشمن
زیادہ طلاق سے تو جس شخص نے آزاد کیا اور کہا انشاء اللہ تو نہیں ہے استثناء واسطے اوسکے اور غلام آزاد ہو جاوے
جس وقت کہ طلاق دیا اور استثنا کیا تو واسطے اوسکے ہے استثنا اوسکا اور نہیں طلاق ہے عورت پر انتہی اور ذکر کیا
اوسکو عبد الحق نے احکام میں روایت دارقطنی سے اور کہا کہ اسناد میں اوسکی حمید بن مالک ہے اور وہ ضعیف ہے
اور کہا بیہقی نے کہ یہ حدیث ضعیف ہے اور مکحول نے معاذ سے نہیں سنا تو یہ منقطع ہے ص [illegible]

انشاء اللہ کے مرجاوے اور اگر زوج قبل کہنے انشاء اللہ کے مرگیا طلاق واقع ہوگا **ف** یعنی سارا لفظ انشاء اللہ کا نہ کہہ سکا بلکہ کچھ کہا تھا کہ موت آگئی **ص** اور اگر کسی شخص نے اپنی زوجہ سے کہا تجھکو تین طلاق ہین مگر دو تو ایک طلاق واقع ہوگا اور اگر کہا کہ تجھکو تین طلاق ہین مگر ایک تو دو طلاق واقع ہونگے **ف** اسواسطے کہ اول صورت مین تو نے تین سے دو نکال لیے تو ایک رہ گیا اور دوسری صورت مین تین سے ایک تو دو رہ گئے **ص** اور اگر کہا تجھکو تین طلاق ہین مگر تین تو تین واقع ہونگے **ف** اسواسطے کہ نکال لینا کل کا کل سے صحیح نہین

باب طلاق مریض کے بیان مین

جو شخص کہ غالب اوسکی ہلاکت ہی بسبب مرض کے ہو یا نہو جیسا کہ وہ شخص جو واسطے حاجتون کے گھر سے باہر نہین نکل سکتا اگرچہ گھر کے اندر اوسپر قدرت رکھتا ہی یا جو صف قتال مین واسطے قتال کے آگے کیا جاوے یا اوسکو واسطے قتل کے باہر لاوین قصاص مین یا حد مین اگر وہ اسی حالت مین مرجاوے چاہے دوسرے سبب سے مرا ہووے تو تصرف اوسکا ثلث مال سے زیادہ مین درست نہین اور اگر طلاق بائن دے دیوے اپنی عورت کو اور مرجاوے اسی سبب سے یا دوسرے سبب سے تو وہ عورت اوسکی وارث ہوگی **ف** جبکہ وہ عورت عدت مین ہو اور اگر بعد عدت کے مرگیا تو وارث نہوگی ھدایہ **ص** اور امام شافعی کے نزدیک وارث نہوگی **ف** اور امام مالک کے نزدیک بعد عدت کے بھی وارث ہوگی اور دلیل ہماری یہ ہی کہ روایت کی ابن ابی شیبہ نے عمر اور عائشہ اور ابن مسعود اور ابراہیم اور شریح اور طاؤس سے کہ وارث ہوگی عورت مریض کی جب تک وہ عدت مین ہو اور بھی روایت کی امام محمد نے ابراہیم سے انھون نے شریح سے کہ حضرت عمر نے لکھا طرف اوسکے کہ جو شخص طلاق دے اپنی عورت کو تین اور وہ مریض ہو تو وارث کرو اوسکو جب تک عدت مین ہو اور جب اوسکی عدت گذر جاوے تو نہین ہی میراث واسطے اوسکے اور موطا مین ہی مَالِكٌ اَنَّهُ سَمِعَ ابْنَ شِهَابٍ يَقُوْلُ اِذَا طَلَّقَ الرَّجُلُ امْرَأَتَهُ ثَلٰثًا وَهُوَ مَرِيْضٌ فَاِنَّهَا تَرِثُهُ یعنی کہا ابن شہاب نے کہ جب طلاق دے مرد اپنی عورت کو اور وہ مریض ہو تو وہ عورت وارث ہوگی اوسکی اور وارث کیا حضرت عثمان رض نے عبد الرحمن بن عوف کی عورت کو اور اونھون نے طلاق بائن دیا تھا اوسکو مرض مین اور نقل کیا امام مالک نے کہ عدت اوسکی گذر گئی تھی اور روایت کی شافعی نے اور لوگون سے سوائے مالک کے کہ عبد الرحمن بن عوف مرے اور بیوی اونکی عدت مین تھی ایسا ہی ہی تہذیب الاسماء مین کہا شیخ ابن الہمام نے کہ قول مالکیہ کا کہ حضرت عثمان رض نے وارث کیا تھا اوسکو بعد عدت کے معارض ہی ساتھ قول جمہور کے کہ وہ عدت مین تھی **ص** لیکن اگر ایک طلاق دیا یا دو طلاق دیے تو امام شافعی کے بھی نزدیک محروم نہوگی اور اسی طرح اگر طلاق دیا اوسکو کنایات سے کیونکہ ہمارے نزدیک عورت مریض کی وارث ہوتی ہی اور لیکن نزدیک امام شافعی کے سو اسواسطے کہ کنایات اونکے نزدیک طلاق رجعی ہین لیکن اگر اپنی زوجہ سے خلع کیا تو بالاتفاق وارث نہوگی اگرچہ وہ اوسی حال مین مرا ہووے اسواسطے کہ وہ عورت خود راضی ہوگئی ساتھ جدائی کے اور مال دے کے طلاق لے لیا اور اگر ایسے مریض کی زوجہ نے ایک طلاق رجعی طلب کیا اور اوس نے اوسکو تین طلاق دے ڈالے تو ہمارے نزدیک زوجہ

اوسکی وارث ہوگی اور یہی وارث ہوگی اگر اوسکی عورت نے عدت مین اپنے خاوند کے بیٹے کو بوسہ یا شہوت سے
اسواسطے کہ زوجہ ساتھ طلاق بائن کے جدا ہوئی ہی نہ ساتھ بوسہ ابن زوج کے اور جو ایسا مریض ہی اوسنے اگر اپنی زوجہ
لعان کیا **ف** اور لعان کا بیان آگے آتا ہی **ص** اور بسبب لعان کے دونون مین جدائی ہو گئی اور زوج
اوسی حالت مین مرا زوجہ وارث ہوگی اور اسی طرح اگر قسم کھائی کہ چار ماہ تک زوجہ سے قربت نکریگا اور چار ماہ تک اوس سے
قریب نہوا اور دونون مین جدائی ہو گئی بعد اوسکے زوج اوسی حالت مین مرگیا تو زوجہ وارث ہوگی اور جو باہر گھر
کے واسطے حوائج کے باہر آوے اگرچہ بیمار ہو یا اوسکو تپ ہو اور جو کہ بند ہو جاے یا صف قتال مین ہووے یا قصاص
اور رجم کے واسطے قید ہو اور اپنی جورو کو طلاق بائن دیوے تو بعد اوسکے مرنے کے زوجہ وارث نہوگی اگرچہ
اوسی حالت مین مرا ہووے یا قتل ہووے اور جو اوسکی زوجہ نے اوس سے خلع کر لیا یا اپنی زوجہ کو ختیار طلاق
کا دیا اور زوجہ نے اپنے نفس کو اختیار کیا یا زوجہ کے حکم سے اوسکو تین طلاق دے دے زوجہ اوسکی وارث نہوگی
ف اسواسطے کہ زوجہ ان صورتون مین خود راضی طلاق سے ہو گئی **ص** اور اگر بدلے حکم زوجہ کے اوسکو
تین طلاق دیدے اور پھر اوس مرض سے صحت پاکے مرگیا تب بھی وارث نہوگی **ف** اسواسطے کہ جب وہ مریض بیچ مین
اچھا ہو گیا تو حکم مرض کا باقی نرہیگا **ص** اور اگر ایسے مریض نے عورت سے کہا کہ مینے تجکو تین طلاق صحت مین دیدے
تھے اور عورت نے تصدیق کی اور عدت گذر گئی یا زوجہ کو اوسکے حکم سے تین طلاق دیدے بعد اوسکے خاوند نے
اقرار کیا کہ زوجہ کا مجپر کچھ قرض ہی یا کچھ اوسکو وصیت کی تو اگر وصیت یا اقرار کم ہی میراث سے تو اوسکو اقرار اور وصیت کے
موافق ملیگا اور اگر میراث کم ہی اقرار سے یا وصیت سے تو میراث ملیگی بہر حال جو کم ہوگا وہی ملیگا **ف** اور صاحبین کے
نزدیک اقرار اور وصیت اوسکا صحیح ہی تو دونون صورتون مین موافق اقرار یا وصیت کے ملیگا **ص** اور جو ایسے مریض
نے اپنی زوجہ کے تین طلاق کو معلق کیا ایسی شرط پر کہ وہ زوجہ کے اختیار مین نہین ہی جیسے کسی وقت کے ساتھ
یا فعل سے کسی اجنبی کے **ف** اور شرط پائی گئی مثلا کہا کہ اگر رجب آوے تو تجکو تین طلاق ہین یا زید نماز پڑھے تو تجکو تین
طلاق ہین **ص** اور اوسی حالت مین مرگیا تو زوجہ وارث ہوگی اور اگر حالت صحت مین تعلیق کی تو وارث نہوگی
اور جو ایسے مریض نے اپنی زوجہ کے تین طلاق کو اپنے فعل پر معلق کیا تو زوجہ اوسکی وارث ہوگی اگرچہ حالت صحت مین
تعلیق کی ہو اور مرد کو اوس فعل سے چارہ ہی جیسے بات کرنے پر اجنبی سے یا چارہ نہین ہی جیسے کھانا طعام کا اور
نماز فرض اور بات کرنا مان باپ سے اور اگر زوجہ کے فعل پر معلق کیا اور تعلیق اور فعل زوجہ کا دونون مرض مین واقع ہوئے
اور فعل ایسا ہی کہ عورت کو اوس سے چارہ ہی جیسے بات کرنا اجنبی سے تو عورت وارث نہوگی اور اگر اوس فعل سے
عورت کو چارہ نہین جیسے نماز فرض اور کھانا طعام کا تو وارث ہوگی اور اگر تعلیق صحت مین ہی اور زوجہ کو اوس
فعل سے چارہ ہی تو وارث نہوگی اور اگر چارہ نہین ہی تو شیخین کے نزدیک وارث ہوگی اور نزدیک امام محمد اور زفر کے وارث
نہوگی **ف** اور فخر الاسلام نے ذکر کیا مبسوط مین کہ صحیح قول امام محمد کا ہی **ص** اور اگر طلاق رجعی معلق کیا کسی شرط پر
اور قبل گذرنے عدت کے عورت مرگئی تو ان سب صورتون مین وارث ہوگی **ف** برابر ہی کہ طلاق دیا ہو صحت مین

یا مرض مین اوسکی طلب سے یا بغیر اوسکی طلب کے اپنے فعل پر معلق کیا ہو یا زوجہ کے فعل پر چارہ ہو یا نہ چلے ص
اور تمام صورتون مین اگر زوج بعد تمام ہونے عدت زوجہ کے مرا تو بالاتفاق اوس سے وارث نہو گی تو میراث
خاص ہی اوسی صورت مین جب مرجاوے خاوند اور عدت نہ گذری ہو ف اسواسطے کہ لکھا تھا حضرت عمر نے طرف
شریح کے کہ جو شخص تین طلاق دے اپنی عورت کو اور وہ مریض ہو تو وارث کرو اوسکو جب تک وہ عدت مین ہو اور
جب اوسکی عدت گذر جاوے تو نہین ہی میراث واسطے اوسکے روایت کیا اوسکو امام محمد نے اور امام مالک کے
نزدیک بعد عدت کے بھی وارث ہوگی جب تک وہ غیر سے نکاح نہ کر لے جیسا کہ اوپر اسکا بیان تفصیل گذر چکا

باب رجعت کے بیان مین

اور جب طلاق دے مرد اپنی عورت کو ایک طلاق رجعی یا دو طلاق رجعی تو جائز ہی کہ خاوند کو کہ عدت کے اندر پھر اوس سے
رجعت کرے برابر ہی کہ وہ راضی ہو یا نہو ف اسواسطے کہ فرمایا اللہ تعالی نے وَإِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَبَلَغْنَ
أَجَلَهُنَّ فَأَمْسِكُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ ترجمہ اور جب طلاق دو تم عورتون کو اور پہونچ جاوین وہ قریب اپنی
میعاد کے تو روک رکھو اونکو موافق دستور کے ص اور یہ حرہ مین ہی اور اگر لونڈی ہو تو ایک طلاق کے بعد اوس سے
رجعت درست ہی ف اسواسطے کہ دو طلاق کے بعد لونڈی ایسی ہو جاتی ہی جیسے حرہ بعد تین طلاق کے
کیونکہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے طلاق لونڈی کے دو ہین اور عدت اوسکی دو حیض ہین اور یہ حدیث
اوپر گذری ص اگر کہے کہ رجوع کیا مینے تجھسے یا رجوع کیا مینے اپنی عورت سے رجوع ثابت ہوگا اور اگر وطی کی یا بشہوت
اوسکو مس کیا یا اوسکی فرج کیطرف بشہوت نظر کی تب بھی رجعت صحیح ہی اگر عورت غائب ہو اور امام شافعی کے نزدیک بغیر زبان کے کہنے
کے رجعت ثابت نہو گی ف اور دلیل ہماری قول اللہ تعالی کا ہی فَأَمْسِكُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ اور یہ مطلق ہی ص اگر
زبان سے کہکے رجعت کرے تو مستحب ہی کہ اوسپر گواہ کرے اور عورت کو آگاہ کر دے کہ مینے تجھسے رجعت کی ف اور
گواہ کرنے کے یہ معنی ہین کہ جب رجعت کا ارادہ کرے تو دو مردون کے سامنے کہدے کہ تم گواہ رہنا کہ مینے اپنی عورت سے
رجعت کی ص اور اگر شہادت نکرے تو بھی رجعت صحیح ہی ف اور یہی مذہب ہی امام احمد اور امام مالک کا اور
امام شافعی کے نزدیک ایک روایت مین رجعت نہین صحیح ہی مگر گواہون کے سامنے اور دلیل لاتے ہین ساتھ قول
اللہ تعالی کے سورۂ طلاق مین وَأَشْهِدُوا ذَوَيْ عَدْلٍ مِنْكُمْ اور ہم کہتے ہین کہ یہ امر واسطے استحباب کے ہی
اور دلالت کرتا ہی اسپر کہ اللہ تعالی نے فرقت مین بھی فرمایا ہی فَارِقُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ اور جیسا کہ فرقت مین شہادت
شرط نہین ایسا ہی رجعت مین اور بھی دلیل ہماری وہ ہی جو روایت کی ابو داؤد نے سنن مین کہ عمران بن حصین پوچھے گئے
اوس شخص سے کہ طلاق دے اپنی عورت کو پھر جماع کرے اوس سے اور نہ گواہی کرے طلاق اور رجعت پر سو کہا کہ طلاق دیا
اوسنے خلاف سنت کے اور رجعت کی خلاف سنت کے گواہ کرے طلاق پر اور رجعت پر کیونکہ اس سے معلوم ہوتا ہی
کہ رجعت مین گواہ کرنا مسنون ہی اور یہی ہمارا مذہب ہی اور بھی اس حدیث مین اشارہ ہی کہ رجعت جماع سے بھی ہو جاتی ہی
نہ فقط قول سے اور یہی ہمارا قول ہی ص اور جو شخص کہ اپنی عورت کو طلاق رجعی دے تو مستحب ہی کہ اوسپر داخل ہووے

یعنی گواہ کرنے دونون کو [illegible]

بدون اذن کے اور خبردار کرنے کے **ف** اور باثوہی حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے **ص** اگر خاوند نے طلاق رجعی
کی عدت گذرنے کے بعد دعوی کیا کہ مینے عدت مین عورت سے رجعت کی تھی اور عورت نے اوسکی تصدیق کی تو رجعت
ثابت ہوگی اور اگر تکذیب کی تو دعوی باطل ہی اور رجعت ثابت نہوگی اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک عورت پر صورت
مین قسم نہین کیونکہ رجعت اون چیزون مین سے ہی کہ امام صاحب کے نزدیک اونمین قسم نہین **ف** اور صاحبین کے
نزدیک قسم لازم آویگی **ص** اگر خاوند نے عورت سے طلاق رجعی کی عدت مین کہا کہ مینے تجھسے رجعت کی اور عورت نے
کہا عدت میری گذر گئی اگر اوس مدت مین احتمال اوسکا ہوسکے تو امام صاحب کے نزدیک عورت کا قول معتبر ہوگا اور رجعت
ثابت نہوگی اور نزدیک صاحبین کے رجعت ثابت ہوجاویگی اور اسی طرح اگر لونڈی کے خاوند نے بعد عدت گذرنیکے
اوسکے مالک سے کہا کہ مینے اوس سے رجعت کر لی تھی عدت مین اور مالک نے اوسکی تصدیق کی اور لونڈی نے
اوسکی تکذیب کی تو امام صاحب کے نزدیک قول لونڈی کا معتبر ہوگا اور صاحبین کے نزدیک قول مولی کا اور یہی
طرح اگر لونڈی سے اوسکے خاوند نے کہا کہ مینے تجھسے رجعت کی اور لونڈی نے کہا کہ عدت میری گذر گئی اور مولی وخاوند
نے اسکا انکار کیا تو بھی امام صاحب کے نزدیک قول لونڈی کا معتبر ہوگا اور صاحبین کے نزدیک قول زوج اور مولی کا
ف اور دلیل اسکی ہدایہ مین مذکور ہی **ص** جو عورت کہ عدت مین ہی اگر اوسکا تیسرا حیض دسوین روز تمام ہو تو
مجرد پاک ہونے کے عدت تمام ہوگئی اور اگر دس روز سے کم مین پاک ہوئی تو جب تک کہ غسل نکرے یا وقت نماز فرض کا
اوسپر نہ گذر جاوے یا تیمم کرکے نماز نہ ادا کرے عدت تمام نہوگی اور اگر اوسنے غسل کیا اور ایک عضو کا دھونا بھول گئی
اور خاوند نے رجعت کر لی درست ہی اور اگر ایک عضو سے کم چھوٹ گیا تو رجعت ثابت نہوگی **ف** اور امام ابی یوسف سے
مروی ہی کہ مضمضہ اور استنشاق ترک کرنا بمنزلہ ترک کرنے ایک عضو کامل کے ہی اور اونہی سے ایک روایت مین اور
امام محمد کے نزدیک وہ ایک عضو کے حکم مین نہین اسواسطے کہ اونکی فرضیت مین اختلاف ہی بخلاف اور اعضا کے
کذا فی الہدایہ **ص** اور اگر کسی شخص نے اپنی زوجہ حاملہ کو طلاق رجعی دیا اور اوسکے ساتھ وطی کرنے سے انکار کیا
بعد اوسکے پھر اوس سے رجعت کر لی اور زوجہ بعد طلاق کے چھ مہینے سے کم مین جنی تو رجعت صحیح ہوگی کیونکہ معلوم ہوا
کہ زوجہ وقت طلاق کے حاملہ تھی اور بغیر وطی کے حاملہ نہین ہوتی تو خاوند اپنے انکار مین کاذب ہوگا اسواسطے کہ لڑکا واسطے
صاحب فراش کے ہی **ف** اور اس باب مین حدیث وارد ہی ابوہریرہؓ نے نقل کیا کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے لڑکا صاحب فراش کا ہی اور زانی کو محرومی ہی روایت کیا اوسکو بخاری اور مسلم نے حدیث سے اونکی اور حضرت عائشہ
کی ایک قصے مین اور روایت کیا اوسکو نسائی نے ابن مسعود سے اور ابوداود نے عثمانؓ سے **ص** اور اگر بعد جننے کے
ایک طلاق رجعی دیا اور وطی سے انکار کیا بعد اوسکے ایام عدت مین اوس سے رجعت کر لی تو صحیح ہی **ف** اور دلیل اسکی
اوپر گذری **ص** اور اگر بعد خلوت کے عورت کے ساتھ اوسکو طلاق رجعی دیا اور وطی سے انکار کیا بعد اوسکے
اوس سے رجعت کی رجعت صحیح نہوگی مگر یہ کہ وہ عورت وقت طلاق سے قبل گذرنے دو سال کے لڑکا جنی تو رجعت
درست ہوگی اسلیے کہ جب دو برس سے کم مین بچہ ہوا تو معلوم ہوا کہ وقت رجعت کے حمل موجود تھا **ص** اور اگر کسی

شخص نے اپنی زوجہ سے کہا کہ اگر تو جنیگی تو تجکو طلاق ہی تو جب وہ عورت جنیگی طلاق پڑ جاویگا اور اگر بعد چھہ مہینے
کے یا زیادہ کے دوسرا لڑکا جنی تو رجعت ثابت ہوگی اور اگر کم مین چھہ مہینے سے جنی تو رجعت نہوگی ف اور
دلیل اسکی اصل مین مسطور ہی ص اور اگر کسی شخص نے اپنی زوجہ سے کہا کہ جب تو جنیگی تو تجکو طلاق ہی اور عورت
تین حمل مین تین بار جنی تین طلاق پڑ جاوینگے اور دوسرے لڑکے سے اور تیسرے لڑکے سے رجعت ہو جاویگی ف
اسواسطے کہ جب پہلا لڑکا پیدا ہوا تو طلاق پڑ گیا اور عورت معتدہ ہوگئی اور دوسرے لڑکے سے پھر خاوند کی رجعت
ہوگئی اور دوسرا طلاق پڑ گیا اور تیسرے لڑکے سے پھر خاوند کی رجعت ثابت ہوگئی اور تیسرا طلاق پڑ گیا ھدایہ ص
جس عورت کو طلاق رجعی دیا ہو تو وہ عدت مین زینت کرے اور اپنے تئین آراستہ کرے تاکہ خاوند رغبت کرے اور اوس سے
رجعت کرے ف ہدایہ مین ہی کہ رجعت مستحب ہی اور زینت برانگیختہ کرتی ہی رجعت پر تو زینت بھی مشروع ہوگی انتہی
اور کشف الغمہ مین ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکروہ رکھتے تھے طلاق کو بے ضرورت اور رخصت دیتے تھے وقت
ضرورت کے ص اور خاوند کو جائز نہین کہ زوجہ کو جو عدت مین طلاق رجعی کے ہو اپنے ساتھ سفر مین لیجاوے یہانتک
کہ اوسکی رجعت پر گواہ کردے ف کیونکہ فرمایا اللہ تعالی نے وَلَا تُخْرِجُوهُنَّ مِنْ بُيُوتِهِنَّ الآیہ یعنی نہ نکالو
اونکو اونکے گھرون سے آخر آیت تک کفایہ حاشیہ ہدایہ مین ہی کہ یہ آیت نازل ہوئی اون عورتون مین جو معتدہ ہین طلاق
رجعی سے اور مراد یہان یہ ہی کہ شہادت کردینا مستحب ہی جیسا کہ اوپر گذرا ص اور خاوند کو جائز ہی کہ اپنی زوجہ سے جسکو طلاق
رجعی دیا ہو وطی کرے اور امام شافعی کے نزدیک وطی درست نہین یہانتک کہ زبان سے رجعت کرے اور ہمارے
نزدیک وطی خود رجعت ہی ف اور یہی قول ہی امام احمد کا اور ہماری دلیل قول ہی عمران بن حصین کا جیسا کہ گذرا
روایت کیا اوسکو ابوداؤد نے اور دوسرے یہ کہ وہ بمنزلہ زوجہ کے ہی کیونکہ اگر اوسکو دوسرا طلاق دے تو پڑ جاتا
ہی اور وارث ہوتی ہی اور تیسرے یہ کہ فرمایا اللہ تعالی نے وَبُعُولَتُهُنَّ أَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ اور خاوند اونکے زیادہ حقدار ہین
اونکے پھیر لینے پر اور خاوند عورت کا نہین ہوسکتا جب تک وہ عورت اوسکی زوجہ نہو اور تفصیل اسکی تفاسیر مین مذکور
ہی ص اور جب عورت کو طلاق بائن دے تین سے کم تو مرد کو جائز ہی کہ اوس عورت سے عدت مین یا بعد عدت
کے نکاح کرے ف اسواسطے کہ جب تین طلاق دیگا تو اوسکا حکم آگے آتا ہی ص اور اگر تین طلاق دے
آزاد کو یا دو لونڈی کو تو پھر اوسکو حلال نہین ہوتی جب تک کہ وہ عورت دوسرے خاوند سے نکاح نکرے اور نکاح
صحیح ہو اور وہ پھر اوسکو طلاق دے یا مر جاوے اور عدت گذر جاوے یہ مذہب اکثر لوگون کا ہی اور سعید بن المسیب کے
نزدیک دوسرے خاوند کی وطی شرط نہین بلکہ فقط نکاح کافی ہی اور دلیل لاتے ہین ساتھ قول اللہ تعالی کے حَتّٰى تَنْكِحَ
زَوْجًا غَيْرَهٗ کا اور ہماری دلیل حدیث عسیلہ کی ہی اور وہ حدیث مشہور ہی اوس سے زیادتی کلام اللہ پر درست ہی
تو حلالہ کرنا بدون وطی کے مخالف ہی اس حدیث کے یہانتک کہ اگر قاضی اسکا حکم دے تو حکم اوسکا جاری نہوگا ف میزان
شعرانی مین ہی کہ اتفاق کیا ائمہ اربعہ نے کہ جو شخص تین طلاق دے اپنی عورت کو تو پھر اوسکو درست نہین یہانتک کہ
دوسرے خاوند سے نکاح کرے اور نکاح سے مراد اس مقام پر وطی ہی اور نکاح صحیح کی قید اسواسطے لگائی

نکاح فاسد سے وطی ہو تو حلال نہو گی انتھی اور حدیث عسیلہ یہ ہی کہ داخل ہوئی عورت رفاعۂ قرظی کی رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم پر اور کہا کہ تحقیق رفاعہ نے طلاق بائن دیا مجکو اور عبدالرحمن بن زبیر نے نکاح کیا مجسے اور اوسکے پاس کنارہ
ہی کپڑے کا اور پکڑ لیا اپنی چادر کے کنارے کو سو تبسم فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور فرمایا کہ شاید تو چاہتی ہی کہ
پھر رفاعہ کے پاس چلی جاوے نہین ہوگا یہ جب تک تو نہ چکھے شہد عبدالرحمن بن زبیر کی اور وہ شہد تیری روایت
کیا اوسکو بخاری و مسلم اور اصحاب سنن نے اور ایک روایت مین صحیحین کے ہی کہ تین طلاق دئے تھے اوسکو رفاعہ نے
اور ایسا ہی اخراج کیا اوسکا مالک نے موطا مین اور نام رفاعہ کی عورت کا تیمہ بنت وہب تھا اور بھی روایت کی
جماعت نے حضرت عایشہ رض سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پوچھے گئے اوس شخص سے کہ تین طلاق دے اپنی زوجہ
کو اور پھر نکاح کرے وہ عورت کسی اور سے اور طلاق دے دو اوسکو قبل جماع کے کیا حلال ہی وہ عورت اپنے پہلے خاوند کو
فرمایا آپنے نہین یہان تک کہ چکھے وہ دوسرا خاوند مزہ اوسکا جیسا کہ چکھا تھا اول خاوند نے اور بھی اخراج کیا ابن المنذر
مقاتل بن حیان سے مانند اسکے ص اور جو لڑکا قریب بلوغ کے ہو وہ بھی حلالہ مین مثل بالغ کے ہی ف جب حشفہ
فرج مین داخل ہو جاوے اور لڑکا بعضو نے لکھا ہی کہ بارہ برس کا ہووے اور بعضون نے لکھا ہی کہ دس برس کا ہو اور ہدایہ
مین ہی کہ معنی اسکے یہ ہین کہ آلت اوسکی متحرک اور شہوت ہوتی ہو اور نہایہ مین ہی نقلا عن التمرتاشی کہ اگر بہت بوڑھا
شخص اپنی آلت کو ہاتھ کے زور سے داخل کرے تو حلالہ ثابت نہو گا بہرحال شہوت و ادخال معتبر ہی ص اور ایسے
لڑکے کو مراہق کہتے ہین یعنی قریب بلوغ کے ہو گا اور اوسکے امثال جماع کرتے ہون اور ضرور ہی کہ آلت اوسکی متحرک ہو اور
اشتہا ہووے جماع کی اور اگر نکاح کیا عورت سے شرط پر حلالہ کے تو مکروہ ہی ف مثلا کہے کہ نکاح کرتا ہون مین تجسے
اس شرط سے کہ حلال کرونگا تجکو یا عورت یہ کہے اور چلپی حاشیۂ شرح وقایہ مین ہی کہ اگر دونون اپنے دل مین نیت کرین یہ
شرط نکرین زبان سے تو مکروہ نہین بلکہ اجر پاوینگے واسطے قصد اصلاح کے اور یہ نکاح اسواسطے مکروہ ہی کہ لعنت کی
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حلالہ کرنے والے پر اور جسکے واسطے حلال کیجاوے روایت کیا اوسکو دارمی نے
حضرت عبداللہ بن مسعود سے اور ابن ماجہ نے حضرت علی اور ابن عباس اور عقبہ بن عامر سے اور ظاہر یہ ہی کہ یہ قول مقتضی
تحریم کو ص لیکن حلال ہو جاویگی واسطے اول خاوند کے اور جسوقت کہ طلاق دیا عورت آزاد کو ایک یا دو اور عدت
اوسکی گذر گئی اور اوسنے دوسرے خاوند سے نکاح کیا پھر اول خاوند پاس لوٹ آئی تو اب پھر اول خاوند مالک تین طلاق
کا ہو گیا اور امام محمد کے نزدیک مالک ایک طلاق کا رہیگا اگر دو طلاق دے چکا تھا اور دو طلاق کا اگر ایک دے چکا تھا
ف اجماع کیا ایمۂ اربعہ نے کہ دوسرا خاوند ساقط کر دیتا ہی تین طلاقون کو اول خاوند سے تو اگر پھر وہ عورت اول خاوند
پاس لوٹ آوے مالک تین طلاق کا ہو جاویگا اور تین سے کم مین اختلاف ہی اور ہماری دلیل قول ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم کا لعنت کی اللہ نے حلالہ کرنے والے پر اور جسکے واسطے حلال کی جاتی ہی تو معلوم ہوا کہ دوسرا خاوند حلت کا ثابت کنیوالا
ہی اور دوسرے یہ کہ جب تین طلاق کو ساقط کر دیا تو تین سے کم کو بدرجۂ اولی ساقط کریگا اور بھی دلیل ہماری وہ ہی جو
روایت کی محمد بن الحسن نے کتاب الآثار مین ابن عباس سے اِنَّهٗ قَالَ يَهْدِمُ الزَّوْجُ الثَّانِي الْوَاحِدَةَ وَالثِّنْتَيْنِ وَالثَّلٰثَ

یعنی ساقط کر دیتا ہے دوسرا خاوند ایک طلاق اور دو اور تین کو اور ایسا ہی کہا ابن عمرؓ نے اور امام محمد کی دلیل وہ ہے جو روایت کی بیہقی نے طریق شافعی سے حمید بن عبد الرحمن اور عبد اللہ بن عبد اللہ اور سلیمان بن یسار کہ ان سبھون نے سنا ابو ہریرہؓ سے کہ فرماتے تھے پوچھا میں نے عمر بن الخطابؓ سے اوس شخص سے کہ طلاق دی اپنی عورت کو ایک یا دو پھر عدت اوسکی گذر گئی اور نکاح کیا اوسنے دوسرے خاوند سے اور پھر نکاح کیا اوس سے اول خاوند نے کہا حضرت عمرؓ نے کہ وہ عورت اوتنے ہی طلاق پر ہے جتنے باقی رہے اور بھی روایت کی بیہقی نے حکم بن عتیبہ سے انھون نے مزیدہ بن جابر سے انھون نے اپنے باپ سے کہ سنا انھون نے حضرت علیؓ بن ابی طالب سے کہ فرماتے تھے وہ عورت اوتنے پر ہے جتنے طلاق باقی رہے یہ خلاصہ ہے اوسکا جو ذکر کیا اس مقام پر زیلعی نے تخریج ہدایہ میں ص اور جس عورت کو تین طلاق دیے ہیں اگر وہ بعد ایسی مدت کے کہ اوس میں حلالہ ہو سکتا ہے کہے کہ میں حلالہ سے فارغ ہوئی اور خاوند کو گمان غالب ہوا کہ یہ سچی ہے تو اوسکو درست ہے کہ اوسے نکاح میں لاوے اور بعضون نے کہا ہے کہ اقل اس مدت کے اونتالیس روز ہیں اسواسطے کہ حلالہ میں تین حیض اور دو طہر درمیان میں ہونگے [illegible] تین روز ہیں اور طہر کے پندرہ دن تو سب ملا کر اونتالیس روز ہوئے واللہ اعلم بالصواب

باب ایلاء کے بیان میں

ایلاء شرع میں اسے کہتے ہیں کہ خاوند قسم کھالے کہ مدت ایلاء میں اپنی عورت سے قریب نہ ہوگا اور مدت ایلاء کی واسطے آزاد عورت کے چار مہینے ہیں ف اسواسطے کہ فرمایا اللہ تعالی نے لِلَّذِينَ يُؤْلُونَ مِنْ نِسَائِهِمْ تَرَبُّصُ أَرْبَعَةِ أَشْهُرٍ الآیۃ ترجمہ جو لوگ کہ ایلاء کرتے ہیں اپنی عورتون سے انتظار ہے چار مہینے کا اور واسطے لونڈی کے دو مہینے ہیں ف اور امام شافعی اور احمد کے نزدیک مدت ایلاء کی واسطے لونڈی اور آزاد دونون کے لیے چار مہینے ہیں اور امام مالک کے نزدیک مدت ایلاء کی واسطے غلام کے دو مہینے ہیں اور واسطے آزاد کے چار مہینے تو وہ مدت ایلاء میں اعتبار مردون کا کرتے ہیں اور ہم عورتون کا ص اور حکم ایلاء کا یہ ہے کہ اگر وطی نہ کی چار مہینے تک تو بعد گذرنے مدت کے ایک طلاق بائن پڑ جاویگا ف اور یہ مذہب امام ابو حنیفہ کا ہے اور امام شافعی کے نزدیک بعد گذرنے چار مہینے کے طلاق واقع نہوگا بلکہ مولی ٹھہرایا جاویگا کہ یا رجوع کرے یا طلاق دیوے اور دلیل اونکی وہ ہے کہ روایت کی بخاری نے حضرت ابن عمر سے کہ کہا انھون نے جسوقت کہ گذر جاوین چار مہینے ٹھہرایا جاوے گا یہانتک کہ طلاق دیوے اور روایت کی مالک نے موطا میں حضرت علیؓ بن ابی طالب سے کہ وہ فرماتے تھے جب تک کہ ایلاء کرے مرد اپنی عورت سے تو نہ واقع ہوگا اوسپر طلاق تو اگر گذر جاوین چار مہینے ٹھہرایا جاویگا یہانتک کہ طلاق دیوے یا رجوع کرے اور روایت کی امام احمد نے حدیث حبیب بن ثابت سے انھون نے طاؤس سے انھون نے عثمانؓ سے مانند اسکے اور جواب اسکا یہ ہے کہ معارض ہے حدیث بخاری کے وہ جو اخراج کیا ابن ابی شیبہ نے حَدَّثَنَا اَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ حَبِيبٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَابْنِ عُمَرَ قَالَا اِذَا آلَى فَلَمْ يَفِئْ حَتّٰى مَضَتْ اَرْبَعَةُ اَشْهُرٍ فَهُوَ تَطْلِيقَةٌ بَائِنَةٌ یعنی فرمایا حضرت عبد اللہ بن عباسؓ نے حضرت عبد اللہ بن عمر

کہ جسوقت ایلاء کرے اور نہ رجوع کرے یہان تک کہ گذر جاوین چار مہینے تو وہ ایک طلاق بائن ہی اور معارض ہی روایت
مالک کے وہ جو روایت کی عبدالرزاق نے معمر سے انھون نے قتادہ سے کہ حضرت علیؓ اور عبداللہ بن مسعود تھے فرماتے جسوقت کہ
گذر جاوین چار مہینے تو وہ ایک طلاق ہی اور عورت حقدار ہی اپنے نفس کی اور عدت کرے عدت مطلقہ کی اور بھی اخراج کیا
عبدالرزاق نے معمر سے انھون نے قتادہ سے تحقیق کہ حضرت علیؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ ان سب نے
فرمایا کہ جسوقت گذر جاوین چار مہینے تو وہ ایک طلاق ہی اور عورت مستحق ہی اپنے نفس کی اور عدت کرے عدت مطلقہ کی
اور معارض ہی روایت احمد کے وہ جو روایت کی عبدالرزاق نے معمر سے انھون نے عطا خراسانی سے انھون نے ابی سلمہ بن
عبدالرحمن سے کہ عثمانؓ بن عفان اور زید بن ثابت فرماتے تھے ایلاء مین کہ جسوقت گذر جاوین چار مہینے سو وہ ایک طلاق ہی
اور عورت حقدار ہی اپنے نفس کی اور عدت کرے عدت مطلقہ کی کہا شیخ ابن الہمام نے وہ جو روایت کی ہمنے عثمان بن عفان
اور زید بن ثابت سے بہتر ہی اوس سے کہ روایت کیا اوسکو احمد نے عثمان سے اسواسطے کہ ہماری سند جید ہی موصول ہی بخلاف روایت
امام احمد کے کیونکہ اوسمین حال رجال کا معلوم نہین جبتک اور تفتیش کیا انھون نے اوسکو اور نہین معلوم ہی کہ طاوس نے اخذ
کیا ہی عثمان سے اور وہ جو روایت کی مالک نے محمد بن علی سے انھون نے علیؓ بن ابی طالب سے مرسل ہی مثل روایت قتادہ
کے اور دونون ہم عصر ہین اور وہ جو روایت کی ہمنے عبداللہ بن عمر اور ابن عباس سے رجال انکے سب ایسے ہین کہ اخراج کیا
اونسے شیخان نے صحیحین مین تو نہین تفوق ہی روایت بخاری کو ابن عمر سے ہماری روایت پر اور مین کہتا ہون کہ اور بھی صحیح
سے مثل ہمارے مروی ہی اخراج کیا دارقطنی نے مسلم بن شہاب سے انھون نے سعید بن المسیب سے اور ابی بکر بن عبدالرحمن سے
تحقیق کہ عمر بن الخطابؓ فرماتے تھے جسوقت کہ گذر جاوین چار مہینے تو وہ ایک طلاق ہی اور خاوند مالک ہی اوسکے رجوع
کا جبتک وہ عدت مین ہی مگر اس سے ثابت ہوتا ہی کہ ایک طلاق رجعی واقع ہوتا ہی اور مسند عبدالرزاق مین ہی حدثنا
مَعْمَرٌ وَابْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ اَبِيْ قِلَابَةَ قَالَ اٰلَى النُّعْمَانُ مِنِ امْرَأَتِهٖ وَكَانَ جَالِسًا عِنْدَ ابْنِ مَسْعُوْدٍ
فَضَرَبَ فَخِذَهٗ وَقَالَ اِذَا مَضَتْ اَرْبَعَةُ اَشْهُرٍ فَاعْتَرِفْ بِتَطْلِيْقَةٍ یعنی ایلاء کیا نعمان نے اپنی عورت
سے اور تھے بیٹھے نزدیک حضرت عبداللہ بن مسعود کے تو ماری انھون نے ران اپنی اور کہا کہ جسوقت گذر جاوین چار مہینے
تو سمجھ لے ایک طلاق اور زیلعی تخریج ہدایہ مین ہی کہ نکالا ابن ابی شیبہ نے مانند ہمارے مذہب کے ابن الحنفیہ اور شعبی اور نخعی
اور مسروق اور حسن اور ابن سیرین اور قبیصہ اور سالم اور ابی سلمہ سے اور بھی نکالا دارقطنی نے ان سب سے اور بھی اخراج کیا
عبدالرزاق نے عطا اور جابر بن زید اور عکرمہ اور ابن المسیب اور ابی بکر بن عبدالرحمن اور مکحول سے مثل ہمارے مذہب کے
اور ہدایہ مین ہی وَهُوَ الْمَاثُوْرُ عَنْ عُثْمَانَ وَعَلِيٍّ وَالْعَبَادِلَةِ الثَّلٰثَةِ وَزَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ رِضْوَانُ اللّٰهِ تَعَالٰى
عَلَيْهِمْ اَجْمَعِيْنَ اور کہا امام محمد نے موطا مین پہونچا ہمکو حضرت عمر اور عثمان اور تین عبداللہ سے[ف] اور زید بن ثابت سے
کہ کہتے تھے جسوقت کہ ایلاء کیا مرد نے اپنی عورت سے اور گذر گئے چار مہینے قبل رجوع کے تو وہ عورت بائن ہو گئی ساتھ
ایک طلاق بائن کے اور فرمایا حضرت عبداللہ بن عباس نے تفسیر آیت شریف مین مانند اسکے اور ابن عباس زیادہ جاننے والا
ہی تفسیر قرآن کو غیر سے اور یہی قول ابی حنیفہ کا ہی اور اکثر فقہا کا انتہی ص تو مدت ایلاء سے کم کی اگر قسم کھاوے گا

[ف] یعنی عبداللہ بن عمر اور عبداللہ بن عباس اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم سے یعنی مراد ہین ۱۲

تو ایلا ثابت نہو گا ف اسواسطے کہ ہدایہ مین ہی فرمایا حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے نہین ایلا ہی کم مین چار مہینے سے اور روایت کی ابن ابی شیبہ نے حضرت عبداللہ بن عباس سے کہ کہا انھون نے جب ایلا کرے مرد عورت اپنی سے ایک مہینے یا دو مہینے یا تین مہینے اور میعاد تک نہ پہونچے یعنی چار مہینے تک تو نہین ہی وہ ایلا اور اخراج کیا مانند اسکے عطا اور طاؤس اور سعید بن جبیر اور شعبی سے اور روایت کی بیہقی نے کہ کہا ابن عباس نے تھا ایلا جاہلیت کا ایک برس اور دو برس اور زیادہ اس سے اور اللہ نے مقرر کیا اسکے واسطے چار مہینے کو تو اگر کم ہو چار مہینے سے تو نہین ہی ایلا وہ ایسا ہی ذکر کیا زیلعی نے تخریج ہدایہ مین ص اور اگر وطی کر لی مدت ایلا مین تو قسم مین حانث ہو گا اور کفارہ یا جزا لازم آویگی ف اور اسکا بیان آگے آتا ہی ص اگر کسی مرد نے اپنی زوجہ سے کہا قسم خدا کی مین تجھسے قربت نکرونگا یا قسم خدا کی چار مہینے تک قربت نکرونگا یا کہا کہ اگر مین تجھسے نزدیکی کرون تو مجھپر حج ہی یا روزہ ہی یا صدقہ ہی یا تو طالق ہی یا غلام میرا آزاد ہی تو ان سب صورتون مین ایلا ثابت ہو گا ف اور یہی قول ہی امام شافعی کا اور دلیل اسکی یہ ہی کہ فرمایا حضرت عبداللہ بن عباس نے جو قسم کہ مانع ہو جماع سے تو وہ ایلا ہی ذکر کیا اوسکو شیخ عبدالوہاب شعرانی نے کشف الغمہ مین ص اب اگر مدت ایلا مین اوسکے ساتھ نزدیکی کرے تو اگر قسم اللہ کے ساتھ کھائی ہی تو کفارہ قسم کا لازم آویگا ف اور ذکر کیا اس مسئلے کو میزان مین مسائل مجمع علیہا سے مگر قول قدیم شافعی مین کہ اونکے نزدیک کفارہ لازم نہین آتا اسواسطے کہ آگے اللہ تعالی فرماتا ہی فَاِنۡ فَآءُوۡ فَاِنَّ اللّٰہَ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ سو اگر رجوع کرین تو اللہ بخشنے والا ہی بڑا مہربان اور اللہ تعالی نے جب وعدہ کیا مغفرت کا تو اب اوسکا گناہ عفو ہو گیا اور کفارہ لازم نہو گا اور ہمارا جواب یہ ہی کہ وہ وعدہ مغفرت کا آخرت مین ہی اس سبب سے کہ حانث ہوا یمین مین اور فرمایا اللہ تعالی نے وَلٰکِنۡ یُّؤَاخِذُکُمۡ بِمَا عَقَّدۡتُّمُ الۡاَیۡمَانَ فَکَفَّارَتُہٗۤ الایۃ اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مَنۡ حَلَفَ عَلٰی یَمِیۡنٍ فَرَاٰی غَیۡرَہَا خَیۡرًا مِّنۡہَا فَلۡیَاۡتِ بِمَا ہُوَ خَیۡرٌ ثُمَّ لِیُکَفِّرۡ عَنۡ یَّمِیۡنِہٖ یعنی جو شخص کہ قسم کھاوے کسی امر پر اور پھر دوسرے کام کو بہتر دیکھے تو کرے وہ کام اور کفارہ دے قسم کا اور بیان کفارہ قسم کا اور اس حدیث کا کتاب الیمین مین ان شاء اللہ آویگا اور روایت کی ترمذی نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ کہا انھون نے کہ ایلا کیا پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیبیون سے اور حرام کیا پھر کیا حرام کو حلال اور دیا قسم کا کفارہ کہا شیخ ابن حجر نے کہ راوی اسکے سب ثقہ ہین اور یہ حدیث ظاہر ہی کہ ہمارے مطلوب پر دلالت کرتی ہی ص ورنہ جزا ف یعنی حج کی صورت مین حج کرنا پڑیگا اور روزے کے صورت مین روزہ اور غلام آزاد ہونے کی صورت مین غلام آزاد ہو جاویگا ص اور ساقط ہو جاویگا ایلا اور اگر اوس مدت مین اوس سے وطی نکی ایک طلاق بائن پڑجاویگا ف اور دلیل اسکی اوپر گذر چکی ص اور حلف موقت ساقط ہو جاویگی ف حلف موقت اوسکو کہتے ہین کہ اوسمین کوئی مدت معین مذکور ہووے ص تو اگر پھر اوس سے نکاح کرے اور چار مہینے تک اوس سے نزدیکی نکرے طلاق واقع نہوگا اور حلف موید ساقط نہوگی ف یعنی جس حلف مین کوئی مدت مقرر نکرے مثلا یون کہے قسم خدا کی مین تجھسے قربت نکرونگا ص تو اگر بعد نکاح کے پھر چار مہینے تک

اوس سے نزدیکی کی پھر طلاق واقع ہوگا پھر اگر اوس سے نکاح کرے اور نہ قریب ہو چار مہینے تو پھر طلاق واقع ہوگا
اور یہ تیسر طلاق ہی اور عورت بائن ہوجاویگی ف یعنی اب بدون حلالہ کے اوس سے نکاح درست نہین ص
اور اگر بعد تین طلاق کے اور حلالہ کے پھر اوس سے نکاح کیا تو ایلاء ساقط ہوجاویگا اور قسم باقی رہیگی تو اب اگر چار مہینے تک
اوس سے نزدیکی نکریگا طلاق واقع نہوگا اسواسطے کہ ایلاء باقی نہین رہا اور اگر نزدیکی کریگا حانث ہوگا اور کفارہ یا جزا لازم
ہوگی اسواسطے کہ قسم باقی ہی اور یہ صورت جب ہی کہ قسم کو سوا طلاق کے اور چیزون پر معلق کیا ہو اور اگر طلاق پر ہو
ف جیسے کہے اگر مین تجھسے نزدیکی کرون تو تو طالق ہی ص تو قسم باقی نرہیگی اسواسطے کہ تنجیز یعنی بالفعل تین طلاق
دیدینا باطل کرتا ہی تعلیق کو ف جیسا کہ اوپر کتاب الطلاق مین بیان کر چکے تو صورت مسئلے کی یہ ہی کہ کسی شخص نے
اپنی عورت سے کہا کہ اگر مین تجھسے قربت کرون تو تجھکو طلاق ہی اور پھر بالفعل اوسکو کسی طرح سے تین طلاق دیدئے اور وہ
عورت بعد حلالہ کے پھر نکاح مین آئی تو اب اگر قربت کریگا طلاق واقع نہوگا اسواسطے کہ تنجیز باطل کرتی ہی تعلیق کو ص اور
اگر کسی شخص نے اپنی زوجہ سے کہا قسم خدا کی مین تجھسے نزدیکی نکرونگا دو مہینے اور دو مہینے بعد ان دو مہینون کے تو
ایلاء ثابت ہوگا اور اگر قسم کھائی کہ دو مہینے مین تجھسے قربت نکرونگا اور ایک دن توقف کرکے پھر کہا قسم خدا کی مین تجھسے
دو مہینے قربت نکرونگا بعد اون دو مہینون کے جو اول ہین اسکے تو ایلاء نہوگا اسواسطے کہ پہلے دن تو قسم کھائی تھی
دو مہینے پر ف اور دو مہینے سے ایلاء ثابت نہوگا ص اور دوسرے دن قسم کھائی چار مہینے پر مگر ایک دن کم ف
اسواسطے کہ اول دو مہینون سے ایک دن گذر گیا ہی تو سب چار مہینے پورے نہونے تو مدت ایلاء کی تمام نہوگی ص اگر
کسی شخص نے اپنی زوجہ سے کہا قسم خدا کی ایک سال تجھسے نزدیکی نکرونگا مگر ایک دن تو ایلاء ثابت نہوگا ف اسواسطے
کہ ایلاء اوسوقت ہوتا ہی کہ چار مہینے تک خاوند کو بغیر لازم ہونے جزا یا کفارے کے امکان وطی کا نہووے اور اس جگہ ممکن ہی کہ
بغیر لازم آنے کسی چیز کے ایک روز اوس سے وطی کرے لیکن اگر ایک روز وطی کرلی اور بعد وطی کے چار مہینے یا زیادہ اوس سے
باقی ہین تو ایلاء ثابت ہوگا اسواسطے کہ اب امکان وطی کا بغیر لازم آنے جزا یا کفارے کے جاتا رہا ھدایہ ص
اگر کوئی شخص بصرے مین ہی اور اوسنے قسم کھائی کہ مین کوفے مین نجاؤنگا اور عورت اوسکی کوفے مین ہی تو ایلاء نہوگا
ف کیونکہ ممکن ہی کہ عورت کو کوفے سے باہر نکال کے اوس سے وطی کرے ص جس عورت کو کہ طلاق رجعی
دیا ہی قبل گذرنے عدت کے اوس سے ایلاء درست ہی اور جو عورت کہ اوسکو طلاق بائن دیا ہی یا اجنبیہ ہی تو اوس سے
ایلاء جائز نہین ف تو اگر بعد قسم کے اوس عورت مبانیہ کو یا اجنبیہ کو نکاح مین لایا اور اوس سے وطی کی
حانث ہوگا اور کفارہ یا جزا لازم ہوگی لیکن اگر اوس سے چار مہینے تک وطی نہ کریگا تو ایلاء نہوگا اسواسطے کہ اللہ تعالی نے
فرمایا لِلَّذِينَ يُؤْلُونَ مِن نِّسَائِهِمْ اور اس سے معلوم ہوتا ہی کہ ایلاء اپنی بیبیون کے ساتھہ خاص ہی نہ غیر عورتون سے
ص اگر کسی شخص نے اپنی عورت سے ایلاء کیا اور بسبب بیماری زوج یا زوجہ کے یا بسبب صغر سنی عورت کے یا رتق کے
ف رتق کے معنی بند ہوجانا اور کہتے ہین کہ یہ عورت رتقا ہی یعنی اوس سے جماع نہین کرسکتے بسبب اس بات کے
کہ اوسمین سوا پیشاب کرنے کی جگہ کے اور کوئی سوراخ نہین ہوتا ھکذا فی المغرب ص یا بسبب ہونے زوجہ کے

چار مہینے کی راہ پر وطی سے عاجز ہو مے تو اوسکا رجوع زبان سے ہو جاویگا یعنی زبان سے کہدے کہ رجوع کیا مہینے اوس سے تو اگر مدت ایلاء کی گذر جاوے طلاق واقع نہوگا جب وہ عاجز ہے تو اگر قبل مدت گذرنے کے وطی پر قادر ہو گیا اور عذر جاتا رہا تو اب رجوع اوسکا بغیر وطی کے نہوگا اور اگر کسی شخص نے اپنی زوجہ سے کہا کہ تو مجہپر حرام ہے تو اگر نیت کی طلاق کی تو ایک طلاق بائن پڑ جاویگا اور اگر نیت کی ظہار کی یا تین طلاق کی یا جھوٹ کہنے کی تو جو نیت کی ہے اوس موافق پڑیگا **ف** اور مروی ہے موطا مین کہ حضرت علیؓ فرماتے تھے انتِ علی حرام مین کہ وہ مین طلاق ہین اور یہ جب ہے کہ نیت کرے تین طلاق کی اور دلیل اسپر اثر حضرت عمرؓ کا ہے کہ جو شخص کہے عورت سے انت محرام تو وہ حرام ہے اور جو شخص کہے انت بائنة تو وہ بائنہ ہے اور جو شخص کہے انت طالق ثلثا تو تین طلاق پڑ جاوینگے تو لازم آویگا ہر شخص کو جیسا اوسنے لازم کیا اپنے اوپر اور مروی ہے ابن عباسؓ سے کہ وہ کہتے تھے انت حرام قسم ہے کفارہ دے اوسکا اور ایک روایت مین ہے کہ جس شخص نے حرام کیا اپنے اوپر اپنی عورت کو سو وہ کچھہ نہین ذکر کیا ان سب آثار کو کشف الغمہ مین اور ان سب سے معلوم ہوتا ہے کہ مدار نیت پر ہے **ص** اور اگر نیت کی اپنے اوپر حرام کرنے کی یا کچھہ نیت نہ کی تو وہ ایلاء ہو جاویگا اور بعضون کے نزدیک اگر زوجہ سے کہا تو مجہپر حرام ہے یا کہا کہ جو مجہپر حلال ہے وہ میرے اوپر حرام ہے یا کہا کہ جو میرے سیدھے ہاتھہ مین ہو وے وہ مجہپر حرام ہے طلاق واقع ہو جاویگا بغیر نیت کے واسطے عرف کے اور استعمال کے اور اسی پر فتویٰ ہے

باب خلع کے بیان مین

خلع کہتے ہین زوجیت زائل کرنے کو مقابلے مین اوس مال کے کہ خاوند زوجہ سے لیتا ہے **ص** نہین حرج ہے ساتھہ خلع کے وقت حاجت کے **ف** مثلاً آپسمین ایسی لڑائی پڑ جاوے کہ اصلاح اوسکی نہو سکے اور بدون حرج کے خلع مکروہ ہے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو عورتین کہ شرارت کرتی ہین اپنے خاوندون سے اور جو عورتین کہ خلع کرتی ہین وہ وہی عورتین منافق ہین اور مراد اس سے یہی ہے کہ بغیر حاجت کے ہو وے کیونکہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيْمَا افْتَدَتْ بِهٖ یعنی اگر خوف کرو تم اس بات کا کہ نہ قائم کر سکین گے حدین اللہ کی تو نہین ہے گناہ اون دونون پر اوس چیز مین کہ بدلا دیوے عورت ساتھہ اوسکے اور روایت ہے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہ عورت ثابت بن قیس کی آئی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اور کہا یا رسول اللہ ثابت بن قیس مین عیب نہین لگاتی ہون مین اوسپر خلق و دین مین ولیکن مین مکروہ جانتی ہون ناشکری کو شوہر کی اسلام مین فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا رد کریگی تو اوسپر باغ اوسکا کہا ہان پھر فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ثابت کو قبول کر باغ اور دے اوسکو طلاق روایت کیا اوسکو بخاری نے اور ایک روایت مین اوسکی ہے کہ حکم کیا ثابت کو طلاق دینے کا اوس عورت کے اور ایک روایت مین ابن ماجہ کی ہے کہ ثابت بن قیس تھا بدصورت اور عورت نے اوسکی کہا کہ اگر نہوتا خوف اللہ کا تو جب آتا میرے پاس تو تھوکتی مین مونہہ پر اوسکے اور امام احمد کی روایت مین ہے کہ یہ اول خلع تھا اسلام مین اور نام ثابت بن قیس کی بیوی کا جمیلہ بنت عبد اللہ بن ابی ہے اور دارقطنی نے اخراج کیا کہ نام اوسکا زینب ہے اور ایک روایت مین ابو داؤد اور ابن حبان اور بیہقی کی ہے کہ نام اوسکا حبیبہ بنت سہل تھا کہا

شیخ ابن حجر نے کہ شاید اوسکے دو نام ہین اور ایک حدیث مین حبیبہ واقع ہی اور وہ جو مجکو ظاہر ہوا یہ کہ ثابت بن قیس کے
دو قصے ہین کہ دو عورتون مین اوسکی واقع ہوئے کیونکہ دونون طریقے صحیح ہین **ص** بدلے مین اوس مال کے کہ صلاحیت
رکھتا ہی مہر ہونیکی اور ایک طلاق بائن خلع سے پڑ جاویگا **ف** اور یہی مشہور ہی قول امام شافعی کا اور ایک روایت
مین اونسے اور امام احمد کے نزدیک خلع فسخ ہی اور طلاق نہین ہی تو بعد دو طلاق کے اگر خلع کیا تو اونکے نزدیک پھر
نکاح کرنا اوس سے درست ہی اور ہمارے نزدیک درست نہین اور استدلال دونون مذہب کا اوسی آیت سے ہی جو
خلع مین وارد ہوئی ہی اور طریقہ استدلال کتب اصول مین مذکور ہی اور بھی امام شافعی دلیل لاتے ہین اثر ابن عباس سے
کہ وہ پوچھے گئے ایک شخص سے کہ دو طلاق دے اپنی عورت کو پھر خلع کرے اوس سے آیا درست ہی کہ اب اوس سے نکاح کرے تو
فرمایا انھون نے کہ ہان درست ہی چاہے نکاح کرے اوس سے روایت کیا اوسکو ابن الجوزی نے اور اخراج کیا اوسکا
عبد الرزاق نے اور روایت کی دارقطنی نے ابن عباس سے کہ خلع فرقت ہی اور ایسا ہی مروی ہی حضرت عثمان رضی سے اور
دلیل ہماری وہ ہی جو ذکر کیا صاحب ہدایہ نے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خلع ایک طلاق بائن ہی اور روایت
کی دارقطنی اور بیہقی نے سنن مین عباد بن کثیر سے انھون نے ایوب سے انھون نے عکرمہ سے انھون نے ابن عباس
سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا خلع کو ایک طلاق بائن اور روایت کیا اوسکو ابن عدی نے کامل مین اور ضعیف کیا
اوسکو ساتھ عباد بن کثیر ثقفی کے اور روایت کی بخاری سے کہ وہ متروک ہی اور کہا نسائی نے متروک الحدیث ہی اور شعبہ
سے کہ انھون نے کہا پرہیز کرو اوسکی حدیث سے اور سکوت کیا اوس سے دارقطنی نے اور ایک طریقہ اس حدیث کا
صحیح ہی وہ جو روایت کی عبد الرزاق نے سعید بن المسیب سے مرسلا تحقیق کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا خلع کو ایک طلاق
بائن اور یہ مرسل ہی صحیح اور مرسل ہمارے نزدیک حجت ہی خصوصاً جب کہ مؤید ہو اوسکی حدیث مسند اور حکم کیا امام شافعی
نے بھی کہ مراسیل سعید بن المسیب کے اونکو حکم وصل کا ہی کیونکہ مینے اونکو مسانید پایا اور حدیث ثابت بن قیس کی جو
اوپر گذری ہمارے مذہب پر دلالت کرتی ہی اور روایت کی ابن ابی شیبہ نے عثمان رض سے کہ انھون نے کیا
خلع کو ایک طلاق اور حضرت ابن مسعود سے کہ انھون نے کہا نہین ہوتا ہی طلاق بائن مگر فدیے مین یا ایلا مین اور
ایسا ہی روایت کی حضرت علی سے اور تفصیل کی اسکی اس مقام مین شیخ ابن الہمام نے **ص** اور اگر شرارت خاوند کی
طرف سے ہی تو بدل الخلع کا لینا مکروہ ہی **ف** تحریما اسواسطے کہ روایت کی امام محمد نے آثار مین اخبرنا ابو حنيفة عن حماد
عن ابراهيم قال اذا كان الظلم من قبل المرأة فقد حلت لك الفدية وان كان من قبل
الرجل فلا تحل له الفدية قال محمد وبه ناخذ یعنی کہا ابراہیم نخعی نے کہ جب ہو ظلم طرف سے
عورت کے تو حلال ہی تجکو فدیہ اور اگر ہو طرف سے مرد کے تو نہین حلال ہی اوسکو فدیہ کہا محمد نے اسی سے ہم اخذ کرتے ہین
ص اور اگر شرارت طرف سے عورت کے ہووے تو جتنا مہر دیا ہی اوس سے زیادہ لینا مکروہ ہی **ف** اسواسطے
کہ روایت کی ابو داود نے مراسیل مین اور ابن ابی شیبہ اور عبد الرزاق نے قصۂ ثابت بن قیس مین کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے کہا اونکی عورت سے کیا پھیر دیتی ہی تو اوسپر اوسکے باغ کو کہ اوسنے تجکو مہر مین دیا ہی کہا اوسنے ہان

[illegible] فرمایا ہاں لیکن زیادہ نہیں اور نکالا اوسکو دارقطنی نے ساتھ اسناد صحیح کے اور کہا کہ اسناد کیا اوسکو بیہقی نے
ابن جریج سے عن عطا سے انہوں نے ابن عباس سے اور مرسل صحیح ہے اور کہا ابن الجوزی نے طریق دارقطنی
سے ابوالزبیر سے کہ ثابت بن قیس بن شماس کی تحت میں تھی زینب بنت عبداللہ بن ابی بن سلول اور مہر دیا تھا اوسکو
ایک باغ لیکن مکروہ جانا اوسکو اوسکی عورت نے تب فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا پھیر دیتی ہے تو اوسپر باغ
کہا ہاں اور کچھ زائد فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لیکن زیادتی تو نہیں تب لیا اوس باغ کو ثابت نے
اور چھوڑ دیا اوسکو آخر حدیث تک کہا ابن الجوزی نے کہ اسناد اوسکا صحیح ہے اور کہا دارقطنی نے کہ سنا اوسکو ابوالزبیر نے
کتنے لوگوں سے اور بھی نکالا دارقطنی نے اپنی سند سے عطا سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہ لیوے مرد اوس
عورت سے جس سے خلع کرے زیادہ اوس سے کہ دیا ہے اوسکو اور روایت کیا اوسکو ابن ماجہ نے ابن عباس سے اور یہاں
اوسکا حکم کیا ثابت کو کہ لیوے باغ اپنا اور نہ زیادہ لیوے کہا بعض محققین نے کہ نہیں شک ہے ثبوت اس زیادتی میں
ساتھ مرسل صحیح کے کہ مؤید ہو گئی ساتھ مسند اور مرسل کے اور روایت کی امام محمد نے آثار میں اور امام ابوحنیفہ نے مسند
میں اور عبدالرزاق نے اور وکیع نے حضرت علی رض سے کہ فرمایا انہوں نے نہ لیوے مرد عورت سے زیادہ اوس سے کہ دیا ہے
اور جامع صغیر میں یہ روایت ہے امام ابوحنیفہ سے کہ مکروہ نہیں اور اس روایت کی دلیل اطلاق آیت ہے اور دوسری
یہ کہ روایت کی ابن الجوزی نے ابو سعید خدری سے کہا انہوں نے تھی بہن میری زوجیت میں ایک مرد انصاری کے
کہ نکاح کیا تھا اوس سے باغ پر آخر حدیث تک یہاں تک کہ فرمایا اوسکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا پھیر دیتی ہے
تو اوسکو باغ اور وہ طلاق دے تجکو کہا اوس نے ہاں اور زیادہ کرتی ہوں تب فرمایا آپ نے کہ پھیر دے اوسپر باغ اور زیادہ
اوسپر لیکن یہ حدیث صحیح نہیں ہے اسناد میں اوسکی عطیہ عوفی ہے کہا ابن حبان نے کہ نہیں حلال ہے لکھنا اوسکی حدیث کا
اور بھی اسناد میں اوسکی حسن بن عمارہ ہے کہا بقیہ نے کذاب ہے واللہ اعلم ص اور اگر طلاق دیا عورت کو
مال پر اور زوجہ نے قبول کیا طلاق بائن واقع ہوگا اور زوجہ پر مال لازم ہوگا اور شراب یا سور پر طلاق دیا تو طلاق
رجعی واقع ہوگا اور زوجہ پر کچھ لازم نہ آویگا اور اگر شراب یا سور پر خلع کیا تو عورت کو طلاق بائن واقع ہوگا ف کیونکہ
حنفیہ میں ہے کہ خلع ایک طلاق بائن ہے ص اور زوجہ پر کچھ لازم نہ آویگا اور اگر زوجہ نے کہا کہ جو کچھ میرے ہاتھ
میں ہے اوسکے بدلے میں خلع کر لے اور تھا نہیں کچھ قبول کیا اور عورت کے ہاتھ میں کچھ نہ نکلا ایک طلاق بائن واقع
ہوگا اور زوجہ پر کچھ لازم نہ آویگا اور اگر عورت نے کہا کہ خلع کر مجھ سے اوس مال پر جو میرے ہاتھ میں ہے اور دراہم پر
[illegible] اور عورت کے ہاتھ میں کچھ نہ نکلا [illegible]
[illegible] ف [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible] ص [illegible]

ایک غلام جو بھاگ گیا ہے خاوند سے خلع کیا طلاق واقع ہوگا اور اس غلام [illegible]
فلاں قیمت [illegible] اور اوسکی تسلیم سے عاجز ہو گئے اگر عورت نے شرط لگائی ہو کہ میں اوسکی تسلیم سے بری ہوں [illegible] اگر
کسی عورت نے خاوند سے کہا طَلِّقْنِي ثَلٰثًا بِأَلْفٍ یعنی تین طلاق دے مجکو بدلے میں ہزار روپیہ کے اور خاوند نے
اوسکو ایک طلاق دی تو عورت پر تہائی حصہ ہزار روپیہ کا لازم ہوگا اور اگر کہا عورت نے طَلِّقْنِي ثَلٰثًا عَلٰى أَلْفٍ یعنی تین
طلاق دے مجکو اوپر ایک ہزار روپیہ کے اور خاوند نے اوسکو ایک طلاق دے دی تو اس صورت میں ایک طلاق رجعی
واقع ہوگا نزدیک امام ابو حنیفہ کے اور عورت پر کچھ نہ لازم آویگا اور صاحبین کے نزدیک ایک طلاق بائن واقع ہوگا اور
تہائی ہزار روپیہ کی زوجہ پر لازم ہوگی اور اگر کسی مرد نے اپنی زوجہ سے کہا کہ تین طلاق لے لے اپنے تئین بدلے میں ہزار کے
یا اوپر ایک ہزار کے اور عورت نے اپنے کو ایک طلاق دیا تو کچھ واقع نہوگا اور اگر مرد نے زوجہ سے کہا کہ تو طالق ہے اور لونڈی سے
کہا کہ تو آزاد ہے اور اوپر تیرے ہزار ہیں تو زوجہ پر طلاق واقع ہو جاویگا اور لونڈی آزاد ہو جاویگی برابر ہے کہ قبول
کیا ہو ہزار کو یا نہ کیا ہو اور صاحبین کے نزدیک اگر زوجہ اور لونڈی نے ہزار قبول کیے ہیں تو ہزار اونپر لازم آوینگے اور اگر
قبول نہیں کیا تو زوجہ پر طلاق واقع نہوگا اور لونڈی آزاد نہوگی اور خلع عورت کے حق میں معاوضہ ہے یہاں تک کہ صحیح ہے
کہ عورت قبل قبول کرنے خاوند کے رجوع کر جاوے جب کہ ایجاب عورت کی طرف سے ہووے **ف** تو اگر کسی عورت نے خاوند سے
کہا کہ خلع کرے مجسے اتنے مال پر اور قبل قبول کرنے خاوند کے پھر گئی تو جائز ہوگا **ص** اور شرط خیار کی صحیح ہے واسطے
عورت کے نزدیک امام ابو حنیفہ کے اور نزدیک صاحبین کے صحیح نہیں **ف** تو اگر خاوند نے عورت سے کہا
کہ تو طالق ہے اوپر ہزار روپیہ کے اور تجکو خیار ہے تین دن تک تو اگر عورت رد کرے خیار کو تین دن میں باطل ہوگا اور اگر رد نہ کیا
تین روز تک تو اوسکو طلاق پڑ جاویگا اور ہزار روپیہ لازم آوینگے **ص** اور جب کہ ایجاب عورت کی طرف سے ہو تو فوراً
قبول کرنا خاوند کا مجلس میں **ف** تو اگر بعد اختلاف مجلس کے قبول کریگا معتبر نہوگا **ص** اور خاوند کے حق میں
یمین ہے تو جب ایجاب خاوند کی طرف سے ہو تو نہیں صحیح ہے رجوع اوسکا قبل قبول کرنے عورت کے اور نہیں صحیح ہے
شرط خیار کی واسطے خاوند کے اور قبول زوجہ کا مقید ساتھ مجلس کے نہوگا **ف** تو اگر عورت بعد اختلاف مجلس کے
قبول کرے جائز ہوگا **ص** اور جانب غلام کا اعتاق میں مال پر بمنزلہ جانب عورت کے ہے طلاق میں تو غلام کی طرف
سے معاوضہ ہوگا اور مولی کی طرف سے یمین ہوگی **ف** تو صحیح ہوگا رجوع کرنا غلام کا قبل منظور کرنے مولی کے
اور خیار ہوگا غلام کو اور ضرور ہوگا قبول مولی کا مجلس میں اور نہیں صحیح ہوگا رجوع مولی کا قبل قبول کرنے غلام کے
اور نہیں صحیح ہوگی شرط خیار کی واسطے مولی کے اور نہ موقوف ہوگا منظور کرنا غلام کا مجلس پر **ص** اور اگر
مرد نے اپنی عورت سے کہا کہ کل میں نے تجکو ہزار روپیہ پر طلاق دیا تھا اور تو نے قبول نہیں کیا تھا اور عورت نے کہا کہ
میں نے قبول کیا تھا تو قول خاوند کا ساتھ قسم کے مقبول ہوگا اور اگر بائع نے مشتری سے کہا کہ کل میں نے [illegible]
ہزار روپیہ کے تیرے ہاتھ بیچا تھا اور تو نے قبول نہیں کیا اور مشتری کہتا ہے کہ میں نے قبول کیا تھا [illegible]
ساتھ قسم کے **ف** [illegible] دونوں مسئلوں میں [illegible] **ص** اور [illegible]

[illegible] ص [illegible]

[illegible] مثلاً [illegible] عدت کا [illegible] تھا اوسنے قبل [illegible] مہر کے [illegible]

[illegible] پر خلع کیا تو خاوند کے [illegible]

کے اور کچھ [illegible] ص [illegible] حقوق کہ نکاح سے تعلق نہین جیسے قیمت [illegible] اسباب کی کہ دوسرے خاوند سے

[illegible] ساقط ہونگے اور مہر و نفقہ ساقط ہو جاوینگے اور لیکن نفقہ ایام عدت کا تو نہین ساقط ہوگا ینابیع کے

ایسا ہی ذخیرہ مین ہے اور مہر ساقط ہو جاویگا ینابیع کے اور اگر باپ نے اپنی لڑکی نابالغہ کی طرف سے اوسکے خاوند سے

خلع کیا تو لڑکی پر کچھ لازم نہ آویگا اور مہر اوسکا ساقط نہوگا اور طلاق پڑجاویگی اوسپر صحیح روایت مین ف اور

بعضون نے کہا ہے کہ طلاق واقع نہوگی اور اول صحیح ہے جیسا کہ ہدایہ مین ہے اور مراد طلاق سے طلاق بائن ہے

ص اور اگر باپ بدل خلع کا ضامن ہو گیا ہے تو صحیح ہے اور اوسپر مال لازم آویگا ف اور مہر ساقط نہوگا ہدایہ

ص اور اگر شرط کیا بدل خلع کو اوس لڑکی پر تو اوسپر طلاق پڑجاویگی اور مال لازم نہ آویگا اگرچہ اوس لڑکی نے قبول بھی

کیا ہو ف یعنی جو اہل قبول سے ہو مثلاً جانتی ہو کہ خلع کیا جاتا ہے اور نکاح کیا جاتا ہے تو اگر اوس بدل کو زوجہ کی طرف سے

باپ نے قبول کیا تو اوسمین دو روایتین ہین ایک روایت مین طلاق واقع نہوگی اور ایک روایت مین طلاق واقع ہوگی ہدایہ

باب ظہار کے بیان میں

ظہار شرع مین کہتے ہین اسکو کہ مرد تشبیہ دیوے اپنی زوجہ کو یا اوس چیز کو جس سے زوجہ سے تعبیر کرتے ہین یا کسی

عضو شائع کو اوسکے ف مثلاً یون کہے کہ ثلث تیرا یا ربع تیرا ص ساتھ اعضاے محارم کے کہ اوسپر نظر کرنا اوسکو

حرام ہو جاوے وہ محارم رضاعی ہون یا نسبی ف تو اگر تشبیہ نہ دی اور کہا کہ تو میری ماں ہے یا بہن ہے یا بیٹی ہے تو ظہار نہوگا

اور اگر عورت کہے کہ تو میرے اوپر ایسا ہی جیسے پشت میری ماں کی تو کچھ نہین ص تو اگر کہے کہ تو اوپر میرے مثل

پشت یا شکم میری ماں یا بہن یا پھوپھی کے ہے یا کہے سر تیرا یا فرج تیری مثل پشت یا شکم یا ران یا فرج میری ماں یا بہن

یا پھوپھی کے ہے یا کہے نصف تیرا یا ثلث تیرا مثل اوسکے ہے تو ظہار ثابت ہوگا اور حرام ہوگی وطی اوس سے اور دواعی وطی

یہان تک کہ کفارہ دیوے ف اسواسطے کہ فرمایا اللہ تعالی نے والذین یظاہرون من نسائہم ثم الآیہ

یہان تک کہ فتحریر رقبۃ من قبل ان یتماسا ص تو اگر وطی کی قبل کفارہ دینے کے استغفار مانگے

اور کفارہ دیوے ظہار کا فقط اور اس وطی کے بدلے مین کچھ دینا لازم نہ آویگا ف اسواسطے کہ روایت ہے سلمہ

بن صخر سے کہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اوس ظہار مین کہ جماع کرے قبل کفارہ دینے کے کہ ایک ہی کفارہ ہے روایت

کیا اسکو [illegible] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے واسطے اوسکے استغفار

[illegible] ابن عباس [illegible] کہ ایک مرد نے ظہار کیا عورت

[illegible]

[illegible]

اور صحیح یہ ہے [illegible] ابن
عباس رضی اللہ عنہما [illegible] من قبل ان یتماسا [illegible]
عن ابراہیم [illegible]
ص اور پھر وطی نہ کرے جب تک کفارہ نہ دے لیوے اور جب تک کہ [illegible] قصد وطی کا کرے کفارہ لازم
ع اور اگر قبل کفارے کے قصد وطی کے کوئی [illegible] سے مرجاوے کفارہ لازم نہیں آتا اور اگر بعد قصد وطی کے
پھر حرام کیسے کہ ہرگز اوس سے وطی نہ کریگا تو بھی کفارہ ساقط ہوگا اور اگر ظہار موقت کیا جیسے کہے کہ تو میرے اوپر مانند
پشت میری ماں کے ہے ایک سال تک تو اب سال کے اندر قبل کفارہ دینے کے وطی حرام ہے اور بعد سال گذر جانے کے
قبل کفارہ دینے کے وطی درست ہے اسواسطے کہ اب کفارہ ساقط ہوگیا بسبب گذر جانے وقت کے اور عورت کو
مطالبہ کفارے کا خاوند سے ہو چکا ہے اور حاکم خاوند پر جبر کریگا کفارے پر قید اور ضرب سے اور نکاح باقی رہیگا
اور یہ حرمت بغیر دینے کفارے کے زائل نہ ہوگی اور اسیواسطے اگر عورت سے ظہار کرے اور اوسکو طلاق دے دیا اور پھر
اوس سے نکاح کیا بعد عدت کے یا دوسرے خاوند کے طلاق کے بعد تو اب بھی وطی اوسکو حرام ہے جب تک کہ کفارہ
نہ دیوے جامع الرموز ص اور یہ جتنے الفاظ گذر چکے سوائے ظہار کے اور کچھ نہ ہونگے برابر ہے کہ نیت کرے یا
کچھ نیت نہ کرے اور طلاق اور ایلا نہ ہونگے اور اگر اپنی زوجہ سے کہا کہ تو اوپر میرے مثل میری ماں کے ہے تو اوسکی
نیت پر موقوف ہوگا اگر اوسنے کہا کہ میری نیت کراہت کی تھی تو ویسا ہی ہوگا اور اگر کہا کہ میں نے ارادہ ظہار کا کیا تھا
تو ظہار ہو جاویگا اور اگر کہا کہ میں نے ارادہ طلاق کا کیا تھا تو طلاق بائن واقع ہوگا اور اگر کچھ نیت نہ تھی تو لغو ہو جاویگا ف
نزدیک شیخین کے اسواسطے کہ اوسکو محمول کرسکتے ہیں کراہت پر اور امام محمد کے نزدیک ظہار ہوگا ھدایہ ص اور اگر اپنی زوجہ
سے کہا کہ تو اوپر میرے حرام ہے مثل میری ماں کے تو جیسے نیت ہوگی ظہار یا طلاق وہی ہوگا ف اور اگر کچھ نیت نہ ہوگی
تو امام ابو یوسف کے نزدیک ایلا ہوگا اور امام محمد کے نزدیک ظہار ھدایہ ص اور اگر کہا کہ تو اوپر میرے حرام ہے مانند
پشت میری ماں کے اور نیت کی طلاق یا ایلا کی تو ظہار ہوگا اور سوا ظہار کے کچھ نہ ہوگا ف نزدیک امام ابو حنیفہ کے
اور نزدیک صاحبین کے اوسکی نیت پر رہیگا لیکن فرق یہ ہے کہ امام محمد کے نزدیک جب نیت طلاق کی کریگا تو ظہار نہ ہوگا
اور ابو یوسف کے نزدیک دونوں ہو جاوینگے ھدایہ ص اور ظہار اپنی زوجہ سے ہوتا ہے لونڈی سے اگر ظہار
کیا تو لغو ہوگا ف روایت کیا امام محمد نے آثار میں ابو حنیفہ سے اونہوں نے حماد سے اونہوں نے [illegible]
کہ لونڈی سے [illegible] واقع ہوگا اگر ظہار کرے اوس سے [illegible] واقع ہوگا ظہار اگر ظہار کرے اوس سے
[illegible] اللہ تعالی نے والذین یظاہرون من نسائہم [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible] ص [illegible]

پھر ظہار کیا اوس سے اور پھر عورت نے اجازت دی نکاح کی تو ظہار باطل ہے اور اگر اپنی عورتون سے کہا کہ تم اوپر میرے مانند میری مان کی پشت کے ہو تو اون سب سے مظاہر ہو جاویگا اور اوسکو ہر ایک کی طرف سے جدا جدا کفارہ لازم ہوگا ف روایت کی امام محمد نے آثار مین انا ابو حنیفة عن حماد عن ابراھیم قال اذا ظاھر الرجل من اربع نسوة فعلیه اربع کفارات قال محمد وبه ناخذ وھو قول ابی حنیفة یعنی کہا ابراہیم نخعی نے کہ جسوقت ظہار کیا مرد نے چار عورتون سے تو اوسپر چار کفارے ہین ۱۲

فصل كفارهٔ ظهار کے بیان مین

کفارہ ظہار کا یہ ہے کہ ایک رقبہ آزاد کرے ف تو اگر نہ پاوے تو دو مہینے پے در پے روزے رکھے اور اگر اسکی بھی استطاعت نہو تو ساٹھہ مسکینون کو کھانا کھلاوے اسواسطے کہ کلام اللہ مین ایسا ہی وارد ہوا ہے ص مسلمان ہو یا کافر اور امام شافعی کے نزدیک کافر درست نہین ف اور دلیل ہماری اطلاق تحریر رقبہ کا ہے ص عورت ہو یا مرد چھوٹا ہو یا بڑا اگرچہ بہرا ہو یعنی اونچا سنتا ہو اور اگر بالکل نہ سنتا ہو تو جائز نہین اور ایک چشم بھی درست ہے اور جسکے ایک ہاتھہ اور ایک پیر کٹا ہو خلاف سے ف یعنی داہنا ہاتھہ کٹا ہو تو بایان پیر کٹا ہو اور بایان ہاتھہ کٹا ہو تو داہنا پیر کٹا ہو ص اور وہ مکاتب جسنے کچھہ ادا نہین کیا ف اسواسطے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکاتب غلام ہے جب تک کہ اوسپر ایک درم باقی ہے روایت کیا اوسکو ابو داود نے حدیث عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ سے ص اور جائز ہے کہ اپنا قریب رشتے دار جیسے باپ یا بیٹا خرید کرکے کفارے مین دیوے ف اور امام شافعی کے نزدیک جائز نہین ص جب کہ نیت کفارے کی ہو ف تو اگر بغیر نیت کفارے کے آزاد کیا کفارے کی طرف سے نہوگا اگرچہ پھر نیت کفارے کی کرلے جامع الرموز ص اور بھی درست ہے کہ پہلے آدھا غلام آزاد کرے اور پھر باقی آزاد کرے اور جائز نہین کہ دیوانے لایعقل کو کفارے مین آزاد کرے اور اندھے کو تو جو شخص کبھی دیوانہ ہو جاتا ہے اور کبھی ہوش مین آجاتا تو اوسکو آزاد کر دینا جائز ہے اور بھی جائز نہین وہ رقبہ کہ دونون ہاتھہ یا دونون پیر اوسکے یا دونون انگوٹھے ف یا اور تین انگلیان ہر ہاتھہ سے ص یا ایک ہاتھہ اور ایک پیر ایک ہی طرف سے کٹے ہون اور بھی جائز نہین کہ مدبر کو کفارے مین آزاد کرے ف مدبر اوس غلام کو کہتے ہین کہ مولی اوس سے کہدے کہ تو بعد میرے مرنے کے آزاد ہے اور اسکا بیان آگے آویگا ص اور نہ وہ غلام کہ مشترک ہو اور اپنا حصہ آزاد کر دے پھر باقی کو بعد ضمان کے امام صاحب کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک جائز ہے اگر آزاد کرنے والا مالدار ہو کیونکہ وہ اپنے شریک کے حصے کا ضامن ہو جاویگا تو گویا اوسنے کل غلام آزاد کیا اور اگر مفلس ہے تو اونکے نزدیک بھی جائز نہین اور اگر آدھا غلام آزاد کیا نیت کفارے سے اور پھر باقی غلام بعد وطی اوس عورت کے جس سے ظہار کیا تھا تو بھی جائز نہین اسواسطے کہ آزاد کرنا قبل جماع کے چاہیے اور صاحبین کے نزدیک درست ہو جاویگا اسواسطے کہ اونکے نزدیک بعض آزاد کرنے سے کل آزاد ہو جاتا ہے اور جو شخص کہ عاجز ہو رقبہ آزاد کرنے سے ف یعنی بعد رکھہ لینے خرچ حاجت اصلی کے جیسے کپڑے پہننے کے یا گھر رہنے کا اور امام محمد سے مروی ہے کہ پیشے والا ایک روز کی خوراک رکھہ لے اور غیر پیشے والا ایک مہینے کی محیط

ص دو مہینے لگاتار روزے رکھے کہ اون مہینون مین رمضان اور دو روز عید کے اور تین دن ایام تشریق کے نہ آوین اور اگر اون دنون مین ایک روز بھی افطار کیا اگرچہ عذر سے ہو یا وطی کی رات مین یا دن مین قصداً یا سہواً تو پھر سرے سے روزے شروع کرے یعنی اون روزون کو جو پہلے رکھ چکا ہے کفارے مین شمار نکرے اور امام ابو یوسف کے نزدیک پھر شروع نکرے اور اون روزون کو ملا کے تمام کر دیوے ف جامع الرموز مین لکھا ہے کہ اگر اثنائے کفارے مین اخیر روزے مین آفتاب کے غروب تک غلام کے آزاد کرنے پر قادر ہو جاوے تو عجز ثابت نہوگا ص اور اگر روزے سے عاجز ہو تو آپ کھلاوے یا اوسکا نائب ساٹھ مسکینون کو ہر ایک کو بقدر صدقۂ فطر کے ف یعنی گیہون سے نصف صاع اور جو اور خرمے سے ایک صاع اسواسطے کہ فرمایا اللہ تعالی نے فَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَإِطْعَامُ سِتِّينَ مِسْكِينًا یعنی جو شخص کہ طاقت نرکھے روزے کی تو کھانا ہے ساٹھ مسکینون کا اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث اوس بن صامت اور سہیل بن صخر مین کہ واسطے ہر مسکین کے نصف صاع ہے گیہون سے ایسا ہی ہدایے مین کہا زیلعی نے تخریج مین اور صواب سلمہ بن صخر ہے اور ہدایے مین سہیل بن صخر واقع ہے اور یہ حدیث غریب ہے لیکن روایت کیا طبرانی نے معجم مین اوس بن صامت سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھلا تو ساٹھ مسکینون کو تیس صاع تو کہا اوسنے کہ نہین مالک ہون مین اوسکا مگر یہ کہ اعانت کیجیے آپ میری یا رسول اللہ تو اعانت کی اوسکی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ساتھ پندرہ صاع کے اور اور لوگون نے یہان تک کہ پہونچ گیا تیس صاع تک اور سنن ابو داؤد مین ہے کہ حضرت نے اونکی بیوی سے کہا کہ لیجا یہ عرق کھجور کا اور کھلاوے اوسکو ساٹھ مسکینون کو اور وہ عرق ساٹھ صاع کا تھا اور عرق کہتے ہین زنبیل کو ص اور اگر ہر ایک کو قیمت صدقۂ فطر کی دیدیوے تو بھی درست ہے اور امام شافعی کے نزدیک دینا قیمت کا درست نہین اور اگر ہر ایک کو صبح و شام پیٹ بھر کے کھانا کھلایا تو بھی جائز ہو اگرچہ کم مین سیر ہو گئے ہون اور اگر ہر ایک کو ایک سیر گیہون اور دو سیر خرمے یا جو دیدیے تو بھی درست ہے ف مطلب یہ ہے کہ دونون ملکے برابر نصف صاع گیہون کے یا ایک صاع جو اور خرمے کے ہو جاوین ص اور اگر ایک شخص کو دو مہینے تک ہر روز بمقدار صدقۂ فطر کے دیا یا اوسقدر قیمت دی یا ہر روز دونون وقت پیٹ بھر کے کھانا کھلایا گیا تو بھی درست ہوگا اور اگر دو مہینے کا صدقہ ایک ہی روز مین ایک شخص کو دیدیا تو درست نہوگا مگر اوسی روز سے جسدن دیا ہے اور اگر دو ظہار کی نیت سے ساٹھ شخصون کو کھانا دیا ہر ایک کو ایک ایک صاع گیہون کا تو شیخین کے نزدیک ادا نہوگا مگر ایک ظہار سے اور امام محمد کے نزدیک دونون ظہار سے ادا ہو جاویگا اگر نیت سے کفارۂ افطار اور ظہار سے دیا ہے تو سب کے نزدیک دونون سے ادا ہو جاویگا ف اور وجہ اسکی شرح عربی مین مذکور ہے ص اور اگر دو ظہار سے چار ماہ تک روزے رکھے یا ایک سو بیس شخصون کو کھانا دیا یا دو غلام کو آزاد کیا تو دونون ظہار سے کفارہ ادا ہو جاویگا اگرچہ کسیکو معین نہ کیا ہو اور اگر دو ظہار کی نیت سے دو ماہ تک روزے رکھے یا ایک غلام کو آزاد کیا تو جسکے واسطے چاہے معین کرے اور اگر نیت کفارۂ قتل خطا اور ظہار سے دو مہینے روزے رکھے یا ایک غلام آزاد کیا تو کسیکی طرف سے جائز نہوگا اور امام زفر کے نزدیک دونون صورتون مین ف یعنی دونون ظہار کی نیت مین اور ظہار

یعنی غلام آزاد کرنا ہوگا ۱۲

اور کفارۂ قتل کی نیت مین **ص** کسیکے کافی نہوگا اور امام شافعی کے نزدیک دونون صورتون مین جسکو چاہے معین کرے
اور اگر غلام نے ظہار کیا **ف** ظہار غلام کا باتفاق ایمہ اربعہ صحیح ہی اور یہی ماثور ہی تابعین سے **ص** تو فقط دو مہینے روزے رکھے
اور جائز نہین ہی کہ مولی اوسکا مال سے اوسکی طرف سے کفارہ دیوے اسواسطے کہ کفارہ عبادت ہی تو دوسرے کے کرنے سے ادا نہوگا

باب لعان کے بیان مین

لعان شرع مین عبارت ہی اون شہادات سے جو جاری ہوتے ہین درمیان جورو اور خاوند کے ساتھ الفاظ معروفہ کے
فتح القدیر **ص** جس شخص نے اپنی زوجہ عفیفہ پاکدامن کو جو زنا کے ساتھ متہم نہوئی ہو تہمت زنا کی لگائی **ف**
مثلاً یون کہا کہ تو زانیہ ہی یا مینے دیکھا تھا کہ تو زنا کرتی تھی یا پکارا کہ ای زانیہ اور امام مالک کے نزدیک مشہور مذہب مین لعان
یا زانیہ مین نہوگا بلکہ حد واجب ہوگی اور یہی قول ہی لیث اور عثمان و یحیی بن سعید کا فتح **ص** اور دونون خاوند او جورو
صلاحیت شہادت کی رکھتے ہون **ف** یعنی دونون حر بالغ عاقل ہون اور کبھی حد قذف او نپر نپڑی ہووے **ص** اور اگر وہ
عورت متہم ہی مثلاً اوسکے پاس ایک لڑکا ہی اور اوسکا باپ معروف نہین تو اوسکے قذف سے لعان نہین **ف** یا او
عورت سے نکاح فاسد کیا اور دخول کیا اوس سے یا اوسنے اپنی عمر مین کبھی زنا کی ہو اگرچہ ایک بار ہووے یا وطی حرام کی ہو
شبہہ سے اگرچہ ایک بار تب بھی لعان جاری نہوگا **ص** یا اوسکے لڑکے کے نسب کو نفی کیا اور عورت نے مطالبہ کیا
حد قذف کا تو خاوند پر لعان واجب ہوگا **ف** اور طلب کرنا عورت کا شرط ہی کیونکہ وہ اوسکا حق ہی ھدایہ **ص**
تو اگر انکار کرے لعان سے قید کیا جاویگا یہان تک کہ لعان کرے **ف** اسواسطے کہ یہ حق ہی عورت کا خاوند پر اور
خاوند اسکے پورے کرنے پر قادر ہی **ص** یا اپنے کو جھٹلاوے تو حد مارا جاویگا تو اگر لعان کیا مرد نے لعان کریگی عورت
اور اگر لعان کرنیگی قید کی جاویگی یہان تک کہ لعان کرے **ف** اسواسطے کہ یہ حق ہی عورت پر اور عورت قادر ہی اسکے
ایفا پر تو قید کیجاویگی اوسمین **ص** یا خاوند کی تصدیق کرے تو اوسکے لڑکے کا نسب خاوند سے دور ہو جاویگا لیکن اوسپر
حد واجب نہوگی اس تصدیق سے تو اگر خاوند غلام ہی یا کافر ہی یا حد قذف مارا گیا ہی تو خاوند پر حد قذف پڑیگی کیونکہ ان
صورتون مین وہ اہل لعان سے نہین بوجہ نہ صلاحیت رکھنے شہادت کے **ف** تو رجوع ہو جاویگا طرف موجب اصلی کے
اور وہ قول اللہ تعالی کا ہی وَالَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنَاتِ الآیہ اور خاوند کے کافر ہونے کی صورت یہ ہی کہ پہلے سے
دونون کافر تھے اور عورت اسلام لائی قبل اسلام لانے خاوند کے اور خاوند نے اوسکو تہمت زنا کی لگائی قبل عرض اسلام کے
اوسپر ایسا ہی ہی فتح القدیر مین **ص** اگر مرد صلاحیت شہادت کی رکھتا ہی اور عورت لونڈی ہی یا کافرہ ہی یا حد قذف پڑی
ہی اوسپر یا صبیہ ہی یا مجنونہ ہی یا زانیہ ہی تو خاوند پر حد اور لعان کچھ لازم نہ آویگا کیونکہ جس صورت مین وہ عورت صبیہ ہی
تو پاکدامن نہی اور غیر زانیہ مع صالح شہادت کی نہین تو خاوند پر حد نہین اسواسطے کہ وہ غیر محصنہ ہی اور لعان بھی نہین
کیونکہ وہ عفیفہ اور صالح شہادت نہین ہی **ف** اور اصل اس باب مین قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی چار عورتین ہین کہ
نہین ملاعنہ ہی درمیان اونکے نصرانیہ تحت مین مسلمان کے اور یہودیہ تحت مین مسلمان کے اور غلام نیچے حرہ کے اور حرہ نیچے
غلام کے روایت کیا اوسکو ابن ماجہ نے ابن عطاء سے انھون نے اپنے باپ عطاء خراسانی سے انھون نے

عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ سے اور اخراج کیا اوسکا دارقطنی نے عثمان بن عبد الرحمن وقاصی سے انھون نے عمرو بن شعیب سے
اور طریق ابن ماجہ سے بھی اور کہا کہ متابعت کی عثمان بن عطاء خراسانی کی یزید بن زریع نے عطا سے اور وہ بھی ضعیف ہی
اور روایت کیا اوسکو اوزاعی اور ابن جریج سے اور یہ دونون بڑے امام ہین انھون نے عمرو بن شعیب سے لیکن انھون
نے اوسکو مرفوع نہین کیا پھر اخراج کیا اوسکا موقوفا پھر اخراج کیا اوسکا عمار بن مطر سے انھون نے عمرو بن شعیب سے
انھون نے اپنے باپ سے انھون نے اپنے دادا سے اور ذکر کیا مانند اسکے اور ضعیف کیا اوسکے راویون کو کہا
شیخ ابن الہمام نے اور تو جان چکا ہی کہ حدیث ضعیف جب متعدد طریقون سے روایت کی جاوے تو حجت ہو جاتی ہی اور یہ
بھی ایسے ہی خصوصا جب کہ متعضد ہو اوسکے روایت اوزاعی اور ابن جریج کی موقوفا عمرو بن شعیب کے دادا پر اور تفصیل کی
اس مقام مین زیلعی نے تخریج ہدایہ مین **ص** اور صورت لعان کی یہ ہی کہ اول خاوند کہے چار مرتبہ اَشْهَدُ بِاللّٰهِ اِنِّیْ لَصَادِقٌ
فِیْ مَا رَمَیْتُهَا بِهٖ مِنَ الزِّنَا یعنی گواہی دیتا ہون مین ساتھ خدا کے کہ مین سچا ہون نسبت کرنے مین زنا کے طرف
اوسکے اور پانچوین مرتبہ کہے لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَیْهِ اِنْ کَانَ کَاذِبًا فِیْ مَا رَمَاهَا بِهٖ مِنَ الزِّنَا یعنی لعنت اللہ کی خاوند پر اگر
زنا کی نسبت کرنے مین جھوٹا ہو اور ہر بار کہنے مین جورو کی طرف اشارہ کرتا جاوے پھر عورت کہے چار مرتبہ اَشْهَدُ بِاللّٰهِ اِنَّهٗ
لَکَاذِبٌ فِیْ مَا رَمَانِیْ بِهٖ مِنَ الزِّنَا گواہی دیتی ہون مین ساتھ اللہ کے کہ خاوند کاذب ہی نسبت کرنے مین زنا کی طرف میرے
اور پانچوین مرتبے کہے غَضَبُ اللّٰهِ عَلَیْهَا اِنْ کَانَ صَادِقًا فِیْ مَا رَمَانِیْ بِهٖ مِنَ الزِّنَا یعنی غضب اللہ کا ہو زوجہ پر اگر
خاوند سچا ہو نسبت کرنے مین زنا کے طرف میرے **ف** کیونکہ ایسا ہی وارد ہوا ہی کلام اللہ مین اور اگر قاضی اول زوجہ سے
شہادتین لیوے تو اوسکا اعتبار نہین پھر بعد لعان کرنے خاوند کے پھر زوجہ سے شہادتین لی جاوین اور یہی مذہب ہی
امام شافعی اور احمد کا **ص** پھر قاضی اون دونون کے درمیان تفریق کرے **ف** اور جب تک قاضی تفریق نکریگا تو تفریق
نہو گی اور امام زفر کے نزدیک فقط لعان سے فرقت ہو جاتی ہی تو اگر قبل تفریق قاضی کے کوئی دونون مین سے مر جاوے
وارث ہوگا اور دلالت کرتا ہی ہمارے مذہب پر وہ جو مروی ہی صحیحین مین ابن عمرؓ سے تحقیق کہ ایک شخص نے لعان کیا اپنی عورت
سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے مین تو تفریق کر دی آپنے درمیان اون دونون کے اور ملا دیا لڑکے کو ساتھ ماں اوسکی
کے اور وہ جو سنن ابو داؤد اور صحیحین مین ہی عویمر عجلانی سے جب وہ دونون فارغ ہوئے لعان سے تو کہا عویمر نے کہ جھوٹ بولا
مینے اگر روک رکھون مین زوجہ کو تو طلاق دیدے عویمر نے اوسکو تین طلاق اور جاری کیا اوسکو رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے اور یہ امر سنت ہو گیا کہا سہل نے حاضر تھا مین اوسوقت نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پھر جاری ہوئی
سنت بعد متلاعنین مین یہ کہ تفریق کر دی جاوے پھر نہ جمع ہووین کبھی اور بیہقی نے اس مقام مین اعتراض کیا ہی اور
جواب اوسکا مذکور ہی فتح القدیر مین **ص** اور اگر نفی ولد سے تہمت لگائی ہی یا اوس سے اور زنا سے تو اوسکو ذکر کرے
لعان مین **ف** تو فقط نفی ولد مین زوج کہے اَشْهَدُ بِاللّٰهِ اِنَّهٗ لَمِنَ الصَّادِقِیْنَ فِیْ مَا رَمَیْتُهَا
بِهٖ مِنْ نَفْیِ الْوَلَدِ اور عورت کہے اَشْهَدُ بِاللّٰهِ اِنَّهٗ مِنَ الْکَاذِبِیْنَ فِیْ مَا رَمَانِیْ بِهٖ مِنْ نَفْیِ الْوَلَدِ
اور دونون کی صورت مین خاوند کہے اَشْهَدُ بِاللّٰهِ اِنِّیْ لَمِنَ الصَّادِقِیْنَ فِیْ مَا رَمَیْتُهَا بِهٖ مِنَ الزِّنَا

وَنَفِيِ الْوَلَدِ ص پھر قاضی تفریق کردے اور نفی کرے نسب اوس لڑکے کا خاوند سے اور ملادے اوسکو مان سے ف اور دلیل اسکی حدیث ابن عمر ہے جو ابھی گذری ص اور بائن ہوجاویگی وہ عورت خاوند سے ساتھ ایک طلاق بائن کے تو اگر بعد تفریق کے یا قبل تفریق کے بعد لعان کے خاوند نے اپنے تئین جھٹلایا تو اوسکو حد قذف ماری جاویگی اور حلال ہوجاویگا خاوند کو نکاح اوسکا اسواسطے کہ اب لعان باقی نہین رہا اور قول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اَلْمُتَلَاعِنَانِ لَا يَجْتَمِعَانِ اَبَدًا یعنی دونون لعان کرنے والے نہین جمع ہونگے کبھی ف روایت کیا اوسکو دارقطنی نے ابن عمر سے مرفوعًا اور کہا صاحب تنقیح نے اسناد اوسکا جید ہے اور موقوفًا اوپر علی اور ابن مسعود کے اور روایت کیا اوسکو عبد الرزاق نے عمر اور ابن مسعود سے موقوفًا اور ابن ابی شیبہ نے موقوفًا حضرت عمر اور ابن عمر اور ابن مسعود سے کہ کہا سبنے المتلاعنان لا يجتمعان ابدًا ص جیسے ہے کہ دونون متلاعنین ہین اسواسطے کہ علت اون دونون کے جمع نہونے کی لعان ہے تو جبکہ لعان باطل ہوا تو اوسکا حکم یعنی نہ جمع ہونا وہ بھی باقی نہ ہیگا ف اور تفصیل اسکی فتح القدیر مین ہے ص اور اسیطرح اگر بعد لعان اور تفریق کے زوج نے کسیکو تہمت زنا کی لگائی اور اوسپر حد پڑی یا زوجہ نے کسی سے زنا کیا اور حد کھائی تو اب بھی نکاح اون دونون مین حلال ہوجاویگا اسواسطے کہ اہلیت لعان کی باقی نرہی تو اوسکا حکم بھی نرہیگا اور اگر گونگے زنا شوئے سے اپنی زوجہ کو قذف کیا تو لعان لازم نہوگا اور حد قذف اوسپر نپڑیگی ف اسواسطے کہ اوسمین شبہ ہے اور حدود دفع ہوجاتی ہین شبہون سے ص اگر زوج نے زوجہ سے کہا کہ حمل تیرا مجھسے نہین ہے نزدیک امام کے لعان لازم نہوگا اور نزدیک صاحبین کے اگر چھ مہینے سے کم مین جنی تو لازم ہوگا ف اور دلیل دونون کی ہدایہ مین مذکور ہے ص اور اگر کہا کہ تونے زنا کی اور یہ حمل زنا کا ہے تو لعان واجب ہوگا اور نسب ولد کا ثابت رہیگا ف اور امام شافعی کے نزدیک قاضی کو چاہیے کہ ولد کا نسب بھی نفی کردے اسواسطے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نفی کی ولد کی ہلال بن امیہ سے اور اوسنے قذف کیا تھا اپنی زوجہ کو اور وہ حاملہ تھی روایت کیا اوسکو بخاری اور ابوداؤد نے اور ہماری دلیل یہ ہے کہ احکام نہین مترتب ہوتے ہین مگر بعد ولادت کے کیونکہ قبل ولادت کے احتمال کو گنجایش ہے اور یہ حدیث محمول ہے اس بات پر کہ آپنے پہچانا تھا قیام حمل کو ساتھ وحی کے هكذا في الهداية ص جس شخص نے کہ اپنی عورت کے جننے کے بعد نفی کیا ولد کو یا مبارکبادی کے وقت مین یا اسباب ولادت خریدنے کے وقت مین تو نفی صحیح ہے اور نسب ثابت نہوگا اور لعان لازم آویگا اور اگر بعد اس مدت کے کہا تو نسب ثابت ہوگا اور لعان واجب ہوگا ف اور زمانہ تہنیت کا معین نہین ایک روایت مین تین روز مین اور ایک روایت مین سات روز باعتبار عقیقے کے جامع الرموز ص اگر زوجہ نے ایک ہی حمل سے دو لڑکے جنے یعنی بیچ مین دونون کے چھ مہینے سے کم مدت گذری اور زوج نے اول کی نفی کی اور دوسرے کا اقرار کیا تو حد مارا جاویگا اور نسب ثابت ہوجاویگا دونون کا اور اگر زوج نے کہا کہ اول مجھسے ہے اور دوسرے کی نفی کی تو نسب دونون کا ثابت ہوگا اور لعان لازم آوے گا ف اور وجہ اسکی اصل مین مذکور ہے

باب عنین کے بیان مین

عنین وہ شخص ہے جو قادر نہین ہے عورتون پر باوجود قیام آلت کے اور اگر قادر ہے ثیب پر اور بکر پر قادر نہین ہے تو اسواسطے



ضعف آلت کے یا بعض عورتون پر قادر ہے اور بعض پر نہین بسبب سحر کے یا کبر سن کے تو وہ عنین ہے بہ نسبت اوس عورت کے
جسپر قادر نہین اور بعض کتابون مین امتحان اسکا اس طرح پر مرقوم ہے کہ ایک طشت مین سرد پانی بھر کے اوسکو
اوسمین بٹھلاوین اگر ذکر اوسکا چھوٹا اور مائل ہو جاوے طرف پیڑو کے تو معلوم ہو کہ عنین نہین ہے ورنہ عنین ہے لیکن مدت
مقرر کرنا ضرور ہے اور محیط مین ہے کہ اگر آلت اوسکا صغیر ہے کہ فرج مین ادخال اوسکا ممکن نہین تو عورت کو مطالبہ
تفریق کا نہین پہونچتا ہے لیکن اگر نہایت صغیر ہے تو وہ مانند مجبوب کے ہے فی الفور تفریق کرا دی جاوے گی جیسا کہ گذرا ہے **ص**
مگر اوسنے اقرار کیا کہ مین عورت پر نہین پہونچا **ف** یعنی ادخال نہین کیا **ص** تو ایک سال قمری کی حاکم مدت مقرر کرے
اوسکو اور یہی صحیح ہے اور روایت حسن مین امام ابو حنیفہ سے ایکسال شمسی مہلت دے اور سال شمسی تین سو پینسٹھ ۳۶۵ دن
اور ربع دن کا ہوتا ہے اور سال قمری تین سو چون ۳۵۴ دن اور تیسرا حصہ ایک روز کا اور تیسوان حصہ دن کا ہوتا ہے اور ماہ رمضان
اور ایام حیض اوسی مدت سے شمار کیے جاوینگے نہ ایام مرض زوج اور زوجہ کے **ف** ہدایہ مین لکھا ایک برس کی
مدت دینا مروی ہے حضرت عمر اور علی اور ابن مسعود سے انتہی لیکن روایت عمرؓ کی سوا اخراج کیا اوسکا عبد الرزاق نے
سعید بن المسیب سے کہ فیصلہ کیا عمر بن الخطاب رضؓ نے عنین مین کہ مدت مقرر کی جاوے ایک سال کی کہا معمر نے
اور یہ مدت اوس روز سے ہوگی جب سے نزاع واقع ہوا اور اسی طرح نکالا اوسکو ابن ابی شیبہ نے شعبی سے کہ عمرؓ
بن الخطاب نے لکھا شریح کو کہ مدت مقرر کرے واسطے عنین کے ایک برس جسدن سے کہ قصہ اوٹھایا جاوے
نزدیک تیرے اور ایک روایت مین ہے کہ حضرت عمر رضؓ نے مدت مقرر کر دی واسطے عنین کے ایک برس اور زیادہ کیا کہ اگر
اس مدت مین جماع کیا عورت سے تو فبہا ورنہ تفریق کر دو درمیان انکے اور واسطے عورت کے مہر ہے کامل اور روایت کیا
اوسکو امام محمد بن الحسن نے ابو حنیفہ سے انھون نے اسمعیل بن مسلم مکی سے انھون نے حسین سے کہ آئی ایک عورت نزدیک
عمر بن الخطاب کے اور خبر کی اونکو کہ خاوند میرا نہین پہونچتا ہے مجکو تو مدت مقرر کر دی انھون نے اوسکے لیے ایک
سال تو ہر گاہ کہ گذر گیا ایک سال اور نہ پہونچا اوسکو تو اختیار دیا عورت کو اور اوسنے اختیار کیا اپنے نفس کو تو کیا
حضرت عمر نے اوسکو ایک طلاق بائن اور لیکن حدیث حضرت علیؓ کی سو روایت کیا اوسکو عبد الرزاق اور ابن ابی شیبہ
دونون نے اپنی سندون سے اور حدیث ابن مسعود کی روایت کیا اوسکو ابن ابی شیبہ نے کہ کہا انھون نے مدت مقرر کیا
جاوے عنین ایک سال تو اگر جماع کرے فبہا ورنہ تفریق کرا دی جاوے درمیان انکے اور بھی اخراج کیا اوسکا دارقطنی اور
عبد الرزاق نے اور روایت کی ابن ابی شیبہ نے مغیرہ بن شعبہ سے کہ انھون نے مدت دی عنین کو ایک سال اور نکالا
ابن ابی شیبہ نے حسن اور شعبی اور عطاء اور سعید بن المسیب رضی اللہ عنہم سے کہ کہا اون سب نے مدت دیا جاوے عنین
ایکسال کی **ص** اور بائن ہو جاویگی عورت ساتھ ایک طلاق کے اور عورت کو کل مہر ہے اگر خلوت کی ہے اوس سے اور
واجب ہوگی عدت اور اگر درمیان زوج اور زوجہ کے اختلاف پڑا جیسا کہ زوج نے کہا کہ مین تجھپر قادر ہوا ہون اور زوجہ نے
اوسکا انکار کیا اور وہ قبل نکاح کے بکر تھی یا ثیب اور عورتون نے دیکھکر کے گواہی دی کہ ثیبہ ہے خاوند کو قسم دینگے اگر قسم کھائی
تو حق زوجہ کا یعنی تفریق باطل ہو جاویگی اور اگر قسم سے نکول کیا یا عورتون نے گواہی دی کہ بکر ہے تو قاضی خاوند کو

ايكسال مهلت دے اور اگر بعد مهلت كے بهی اختلاف هوا تو تقسيم ويسی هی هوگی جيسے قبل مهلت كے تهی ليكن اب مهلت نديجاويگی تو اگر عورتون نے كها ثيب هے تو اگر خاوند حلف كرليگا عورت كا حق باطل هوگا جيسا كه پهلے بيان هوا اگر نكول كيا يا عورتون نے كها بكر هے تو عورت كو اختيار هے تو اگر اپنے تئين اختيار كرے ايك طلاق بائن واقع هوگا اور اگر خاوند اختيار كريگی تو حق اوسكا باطل هوگا اور خصی مهلت ديا جاويگا مثل عنين كے ف خصی اوسے كهتے هين كه جسكے خصيے نكال ليے گئے هون اور آلت قائم هو اور اوسكا حكم كل مسائل مذكوره مين مثل عنين كے هے ص اگر زوج مجبوب ظاهر هوا ف يعنی اوسكی آلت كٹی هو ص اور زوجه نے قاضی سے تفريق طلب كی تو في الفور تفريق كرا دی جاويگی اسواسطے كه اوسكو مهلت دينے مين كچه فائده نهين برخلاف خصی كے كه وطی كی توقع اوس سے هے ف بوجه قيام آلت كے ص كسيكو زوج اور زوجه مين سے بسبب عيب دوسرے كے خيار نهين برخلاف امام شافعی كے كه اونكے نزديك پانچ عيبون مين خيار هے ايك جنون دوسرے برص تيسرے جذام چوتهے قرن پانچوين رتق اور امام محمد كے نزديك اگر خاوند كو جنون يا جذام يا برص هے تو عورت كو اختيار هے اور اگر عورت كو هے تو مرد كو اختيار نهين كيونكه مرد اپنے سے دفع ضرر كرسكتا هے اس طرح پر كه طلاق ديديوے برخلاف عورت كے ف رتق كے معنی بند هونا اور عرب مين كهاكرتے هين امرأة رتقاء جس سے جماع كی استطاعت نهين هوتی بوجه بند هونے اوس مقام كے اور قرن نام هے ايك عصب غليظ كا يا گوشت كا جو اوٹها هوا هو يا هڈی كا جو فرج مين هو وے اس طرح پر كه مانع هو دخول سے امام شافعی كهتے هين كه بعضی ان چيزون سے كراهت طبع هوتی هے اور طبع مؤيد هے ساته شرع كے فرمايا رسول الله صلی الله عليه وسلم نے بهاگ تو اوس شخص سے جسكو جذام هو جيسا كه بهاگتا هے تو شير سے روايت كيا اوسكو بخاری نے ابو هريره سے اور بعضی ايسی هين كه وه مانع هين استيفاء منافع كو ود همارا جواب يه هے كه فوت استيفاء منافع كا موت سے بهی هو جاتا هے اور وه موجب فسخ نكاح نهين يهانتك كه موت سے كچه مهر ساقط نهوگا تو يه عيوب بطريق اولی موجب فسخ نهونگے اور اسواسطے كه استيفاء منافع ثمره نكاح هے اور استحقاق تمكين خاوند كا هے وطی پر عورت سے اور وه حاصل هے مجذومه اور مجنونه اور برصاء سے اور اسی طرح رتقاء اور قرناء سے ساته شق اور فتق كے كذا في الهداية والكفاية

باب عدت كے بيان مين

جس شخص نے اپنی زوجه كو بعد خلوت كے طلاق رجعی يا بائن دی اور عورت آزاد هے اگر اوسكو حيض آتا هو تو تين حيض كامل تك اوسكو عدت لازم آويگی ف كيونكه فرمايا الله تعالی نے وَالْمُطَلَّقَاتُ يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْءٍ يعنی مطلقات روك ركهين اپنے نفسون كو تين حيضون تك اور امام شافعی كے نزديك عدت اوسكی تين طهر هين اور يه اختلاف واقع هوا هے اس سبب سے كه لفظ قروء سے كيا مراد هے همارے نزديك قرء كے معنی حيض هين اور اونكے نزديك طهر اور ادله طرفين كے كتب اصول مين تفصيل مذكور هين اور مذهب همارا خلفاے راشدين اور عبادله اور ابی بن كعب اور معاذ بن جبل اور ابو الدرداء اور عباده بن الصامت اور زيد بن ثابت اور ابو موسی اشعری رضی الله عنهم سے اور زياده كيا ابو داود اور نسائی نے معبد جهنی كو منقول هے اور امام شافعی كا مذهب ماثور هے حضرت عبد الله بن عمر اور زيد بن ثابت سے حالانكه معارض هوئی اوسكی روايت ابن عمر سے موافق همارے مذهب كے نقل كيا اوسكو طحاوی نے اور بعض حفاظ نے

عدت اوس انتظار كو كهتے هين كه لازم هے عورت كو طلاق كے يا شوهر كی موت كے بعد كرنا لازم هے ١٢ منه سلمه

حنابلہ سے اور اسناد کیا طحاوی نے طرف قبیصہ بن ذویب کے کہ انھون نے سنا زید بن ثابت سے کہ کہتے تھے عدت لونڈی کی دو حیض ہین تو یہ بھی معارض ہی اونکی روایت کے زید بن ثابت سے اور یہی قول ہی سعید بن المسیب اور ابن جبیر اور عطا اور طاوس اور عکرمہ اور مجاہد اور قتادہ اور ضحاک اور حسن بصری اور مقاتل اور شریک قاضی اور ثوری اور اوزاعی اور ابن شبرمہ اور ربیعہ اور سدی اور ابو عبید اور اسحق کا اور اسی طرف رجوع کیا امام احمد نے اور کہا امام محمد بن حسن نے موطا مین **حدثنا** عیسی بن ابی عیسی الخیاط المدنی عن الشعبی عن ثلثة عشر من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم کلهم قالوا الرجل احق بامرأته حتی تغتسل من الحیضة الثالثة یعنی کہا تیرہ شخصون نے اصحاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ مرد حقدار زیادہ ہی اپنی عورت کے ساتھ یہان تک کہ غسل کرے تیسیر حیض سے **ص** اور اگر اوس عورت کو حیض نہین آتا جیسا کہ وہ صغیرہ ہی یا کبیرہ ہی اور سن ایاس کو پہونچ گئی ہی یا سن بلوغ کو پہونچی اور حیض نہین آیا تو اوسکو تین مہینے تک عدت واجب ہو گی **ف** اسواسطے کہ فرمایا اللہ تعالی نے وَاللَّائِي يَئِسْنَ مِنَ الْمَحِيضِ مِن نِّسَائِكُمْ الآیہ **ص** اور اگر نکاح فسخ ہوگیا بسبب خیار بلوغ کے یا احد الزوجین کی ملک کے سبب دوسرے یا بسبب بوسہ لینے زوجہ کے ابن زوج کو بشہوت یا بسبب مرتد ہو جانے احد الزوجین کے یا بسبب کفو نہونے کے یا اور کسی سبب سے بعد خلوت کے اور زوجہ آزاد صاحب حیض ہی تو اوسکی عدت تین حیض ورنہ تین ماہ ہونگے **ف** اور عدت شروع ہوگی وقت طلاق سے یا فسخ سے نہ وقت خبر سے ایسا ہی ہی جامع الرموز مین **ص** اور تین حیض کامل اسواسطے معتبر ہین کہ اگر کسی شخص نے اپنی زوجہ کو حیض مین طلاق دیا تو یہ حیض عدت مین محسوب نہوگا اور جس ام ولد کا کہ مولا مرگیا یا اوسکو آزاد کر دیا اور جس عورت سے وطی کی کسی شخص نے شبہہ سے اپنی بیوی جانکر یا نکاح فاسد سے مثل نکاح موقت اور متعہ کے اور خاوند مرگیا یا اونمین فرقت ہوگئی تو اگر عورت صاحب حیض ہی تو تین حیض اوسکی عدت ہوگی اور اگر صاحب حیض نہین تو تین مہینے **ف** اور امام شافعی کے نزدیک جب مولا ام ولد کا مرجاوے یا آزاد کر دیوے تو عدت اوسکی ایک حیض ہی اور دلیل ہماری وہ ہی جو روایت کی ابن ابی شیبہ نے یحیی بن کثیر سے تحقیق کہ عمرو بن العاص نے حکم کیا ام ولد کو کہ آزاد ہوگئی تھی عدت کرنے کا ساتھ تین حیض کے اور لکھا یہ طرف حضرت عمر کے تو آپ نے پسند کیا اوسکو اور وفات مین قول اونکا معلوم نہین لیکن نکالا ابن ابی شیبہ نے حارث سے انھون نے علی اور عبد اللہ سے کہ کہا اون دونون نے عدت ام ولد کی تین حیض ہین جسوقت کہ مرجاوے مولا اوسکا اور نکالا مثل اسکے ابراہیم نخعی اور ابن سیرین اور حسن بصری اور عطا سے **ص** اور اگر حرہ کا خاوند مرگیا **ف** برابر ہے کہ وہ عورت مسلمان ہو یا کتابیہ حائضہ یا غیر حائضہ مدخولہ ہا یا غیر مدخولہ ہا صغیرہ یا کبیرہ **ص** تو عدت اوسکی چار مہینے دس دن ہین **ف** اسواسطے کہ فرمایا اللہ تعالی نے وَالَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنكُمْ وَيَذَرُونَ أَزْوَاجًا يَتَرَبَّصْنَ بِأَنفُسِهِنَّ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا ترجمہ اور جو مرجاتے ہین تم مین سے اور چھوڑ جاتے ہین بیبیان روک رکھین اپنے نفسون کو چار مہینے دس دن **ص** اور عدت اوس لونڈی کی جو صاحب حیض ہی واسطے طلاق اور فسخ کے دو حیض ہین **ف** اسواسطے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لونڈی کے دو طلاق ہین اور عدت اوسکی دو حیض ہین اور یہ حدیث اوپر گذر چکی اور اس واسطے

کہ رقیت منصف ہے اور حیض قسمت نہیں پاتا تو دوسرا حیض بھی پورا ہو گیا تو دو حیض ہو گئے جیسا کہ کہا حضرت عمرؓ نے کہ اگر استطاعت رکھتا میں یہ کہ کر دوں اوسکو (یعنی آدھا مالک رکھنے والا ہی ہے) ایک حیض اور آدھا البتہ کرتا میں اوسکو سو ایک شخص نے کہا کہ آپ کرتے اوسکو ڈیڑھ مہینہ تو چپ رہے حضرت عمرؓ روایت کیا اوسکو عبدالرزاق نے اور شافعی نے مسند میں اور ابن ابی شیبہ نے مصنف میں اور حضرت عمرؓ نے اسواسطے سکوت کیا کہ کلام اوسکا قابل التفات نتھا کیونکہ اونکا کلام صاحبات حیض میں تھا اور وہ عدت بیان کرتا تھا آیسہ کی تو مشورہ اوسکا محل فیہ سے خارج تھا **ص** اور جو صاحب حیض نہیں تو عدت اوسکی نصف عدت حرہ ہے یعنی واسطے طلاق اور فسخ کے ڈیڑھ مہینہ اور واسطے موت کے دو مہینے اور پانچ روز اور عدت حاملہ کی آزاد ہو یا لونڈی طلاق اور فسخ اور موت میں ساتھ وضع حمل کے ہے اگرچہ خاوند اوسکا جو مر گیا ہے لڑکا ہو **ف** اسواسطے کہ فرمایا اللہ تعالی نے وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ یعنی جو عورتیں حاملہ ہیں تو اونکی عدت یہ ہے کہ وضع حمل کریں اور حضرت علیؓ کے نزدیک ضرور ہے وضع حمل اور چار مہینے دس دن بھی اور یہی قول ہے ابن عباس کا کیونکہ اس آیت سے واجب ہوئی اوسپر عدت ساتھ وضع حمل کے اور آیت يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا موجب ہے چار مہینے دس دن کو تو دونوں جمع کرنے میں احتیاط ہے اور امام مالک کی موطا میں ہے سلیمان بن یسار سے کہ عبداللہ بن عباس اور ابا سلمہ بن عبدالرحمن بن عوف نے اختلاف کیا اوس عورت میں کہ جنی بچہ آدھا مہینہ بعد اپنے خاوند کے تو کہا ابو سلمہ نے کہ جب وقت جنا اوسنے تو حلال ہو گیا کہ نکاح کرے اور ابن عباس نے کہا کہ عدت اوسکی آخر ہے دونوں مدتوں سے تو کہا ابو ہریرہؓ نے کہ میں اپنے بھائی کے بیٹے یعنی ابا سلمہ کے ساتھ ہوں بلکہ بھیجا کریب مولا عباس کو طرف ام سلمہؓ کے کہ اونسے پوچھے اسکو تو خبر دی انھوں نے اوسکو کہ سبیعہ جنی تھی بعد وفات اپنے خاوند کے کچھ راتوں بعد تو ذکر ہوا اسکا واسطے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے تب فرمایا آپ نے کہ حلال ہو تو نکاح کر جس سے چاہے اور جامع ترمذی میں ہے کہ وہ جنی تھی بعد تئیس یا پچیس دن کے اور صحیح بخاری میں ہے کہ فرمایا حضرت ابن مسعود نے کہ اوتری ہے سورت نساء قصریٰ بعد طولیٰ کے اور مراد قصریٰ سے يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ الاٰیۃ ہے اور طولیٰ سے سورہ بقرہ ہے تو غرض ابن مسعود کی یہ ہے کہ قول اللہ تعالی کا وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ اوترا ہے بعد قول اللہ تعالی کے وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ تو متاخر ناسخ ہوگا واسطے متقدم کے اور روایت ابو داؤد اور نسائی اور ابن ماجہ میں ہے کہ کہا عبداللہ بن مسعود نے واللہ لمن شاء لاعناہ لانزلت سورۃ النساء القصریٰ بعد اربعۃ اشہر وعشرا اور بزار کی روایت میں ہے من شاء حالفناہ اور حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا کہ جب وضع حمل کرے تو وہ حلال ہو جاویگی تو خبر دی اونکو ایک شخص نے انصار میں سے کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اگر وضع حمل کرے اور خاوند اوسکا تخت پر رکھا ہو اور دفن نہوا ہو تب بھی حلال ہو جاویگی روایت کیا اوسکو مالک نے موطا میں اور اوسکی اسناد میں ایک شخص مجہول ہے اور تفصیل فتح القدیر میں ہے **ص** اور امام ابو یوسف اور شافعی کے نزدیک عدت اوسکی عدت وفات ہے **ف** اور دلیل ہماری اصل میں مذکور ہے **ص** اور اگر حاملہ ہو بعد مرنے لڑکے کے تو اوسکی عدت عدت وفات ہوگی اور نسب دونوں صورتوں میں یعنی چاہے قبل مرنے لڑکے کے حاملہ ہو یا بعد ہو سکے

ثابت نہوگا اور عدت زوجہ فار کی **ف** یعنی اوس شخص کی جسنے اپنی زوجہ کو مرض مین طلاق دیا اور اوسی مین مرا **ص** واسطے طلاق بائن کے **ف** ایک ہو یا تین **ص** ابعد الاجلین ہی یعنی اگر عدت طلاق کی گذر گئی اور تین حیض مین مثلاً اور عدت موت کی نہین گذری تو ضرور ہی اونکو کہ موت کی عدت تک ٹھہر جاوین اور اگر عدت موت کی گذر چکی اور عدت طلاق کی نہین گذری تو طلاق کی عدت تک ٹھہر جاوین اور واسطے طلاق رجعی کے عدت وفات ہی اور اگر مولا نے اپنی لونڈی کو آزاد کیا اور وہ اپنے خاوند سے عدت مین طلاق رجعی کے تھی تو عدت حرہ کو تمام کرے اور اگر عدت مین طلاق بائن کے یا عدت مین موت کے تھی تو عدت لونڈی کی تمام کرے اور اگر عورت آیسہ یعنی جو سن ایاس مین ہو یعنی پچپن برس یا زیادہ کی ہو وے اور خون اوسکا موقوف ہوگیا ہو اور طلاق دیا اوسکو خاوند نے تو عدت کریگی ساتھ تین مہینے کے تو اگر قبل گذرنے انہی تین مہینوں کے خون دیکھا تو معلوم ہوا کہ وہ آیسہ نتھی تو اب پھر عدت حیضون سے شروع کرے اور ہدایہ مین لکھا ہے کہ یہی صحیح ہی **ف** اور بعضون کا مذہب یہ ہی کہ اگر بعد سن ایاس کے خون دیکھا تو حیض نہوگا اور عدت مہینون سے باطل نہوگی اور فساد نکاح بھی ظاہر نہوگا اور بعضون نے کہا کہ حیض ہوگا تو عدت مہینون سے باطل ہو جاویگی اور فساد نکاح ظاہر ہوگا اور صدر الشہید فتوی دیتے تھے اس بات پر کہ اگر آیسہ نے خون دیکھا بعد سن ایاس کے چاہیے جسطرح کا ہووے حیض سمجھا جاویگا اور فتوی دیتے تھے کہ عدت مہینون سے باطل ہو جاویگی اگر خون دیکھا قبل تمام ہونے عدت کے مہینون سے اور اگر بعد تمام ہونے عدت کے خون دیکھا تو باطل نہوگی ہکذا فی الکفایۃ وفتح القدیر اور وقایہ مین لکھا ہی کہ اگر بعد عدت گذرنے کے بھی خون دیکھے تب بھی سرے سے عدت حیضون سے شروع کرے اور ایسا ہی ہی اکثر معتبر کتابون مین کذا فی الچلپی **ص** اور ابو علی دقاق کی روایت مین ہی کہ اگر کسی عورت کو حکم ایاس کا ہوگیا ہو اور وہ خون دیکھے بعد اوسکے تو حیض ہوگا اور ایاس باطل نہوگا اور اگر بعد تین مہینے کے اوسنے نکاح کرلیا ہو تو ایسے خون سے نکاح فاسد نہوگا اسواسطے کہ وہ خون اپنے وقت مین نہین **ف** اور موافق روایت وقایہ کے فاسد ہوگا **ص** اور اگر اوس عورت نے کہ سن ایاس مین پہونچی ہی حیضون سے عدت کی اور بعد گذرنے ایک یا دو حیض کے خون اوسکا منقطع ہوا تو مہینون سے عدت شروع کرے **ف** اور جو کچھ کہ حیض و طہر گذرا ہی عدت مین محسوب نہوگا **ص** اور اگر ایک عورت عدت مین تھی اور کسی شخص نے اوس سے شبہے سے وطی کی **ف** برابر ہی کہ وہ شخص اوسکا خاوند ہو جو طلاق دے چکا ہی یا اجنبی ہو **ص** تو اس وطی کے لیے ایک اور عدت چاہیے اور دونون عدتین متداخل ہو جاوینگی یعنی جو کچھ عدت اول سے باقی ہو اب وہ دونون مین محسوب ہوگا اور جب پہلی عدت تمام ہو جاوے تو دوسری کو تمام کرے اور صورت اسکی یون ہی کہ زوج نے اوسکو ایک طلاق بائن یا تین طلاق دیے اور اوسکو ایک حیض آیا اور پھر اوس سے کسی نے شبہے سے وطی کی تو اوسپر دو عدتین ہین تو اول حیض پہلی عدت کا ہوگا اور دو حیض بعد اوسکے دونون عدتون مین ہو جاوینگے تو عدت پہلی تمام ہوگئی اور دوسری عدت کے واسطے ایک حیض اور چاہیے اور امام شافعی کے نزدیک تداخل جب ہوگا کہ وطی بالشبہہ زوج سے ہو اور عورت عدت مین ہو لیکن اگر دوسرے کسی اجنبی سے ہو تو تداخل نہوگا اور عدت طلاق اور موت کی گذر جاویگی اگرچہ زوجہ کو خاوند کی موت

اور طلاق کا علم نہووے **ف** اور اگر بیچ مین عدت کے علم ہو گیا تو باقی کو تمام کرے **ص** اور شروع اس
عدت کا طلاق اور موت کے وقت سے ہوگا اور نکاح فاسد مین جب سے تفریق ہو یا وطی کرنے والا قصد
کرے ترک وطی کا عدت شروع ہوگی اور اگر زوجہ نے کہا کہ عدت میری تمام ہو گئی اور تکذیب کی اوسکی زوج نے تو قول
عورت کا معتبر ہوگا ساتھ قسم کے اور اگر طلاق بائن دیا زوج نے اپنی زوجہ کو پھر نکاح کیا اوسسے عدت مین اور طلاق دیا
اوسکو قبل دخول کے تو خاوند پر کامل مہر لازم ہے اور اوسپر نئے سرے سے ایک عدت مستقل واجب ہے نزدیک شیخین کے
اور امام محمد کے نزدیک خاوند پر نصف مہر ہے اور عورت پر تمام کرنا پہلی عدت کا واجب ہے اور امام زفر کے نزدیک عورت
پر بالکل عدت نہین **ف** اور دلائل مذہب ثلٰثہ کے مذکور ہین ہدایہ اور شرح وقایہ مین **ص** اور اگر ذمی نے
طلاق دیا ذمیہ کو تو اوسپر عدت نہین اگر ذمیون کا یہی اعتقاد ہے اور اگر اعتقاد مین انکے عدت ہے تو اوسپر عدت لازم ہے امام
صاحب کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک دونون صورتون مین عدت اوسپر واجب ہے **ف** اور اگر حربی نے حربیہ کو
طلاق دیا تو بالاتفاق عدت لازم نہ آویگی اور اگر مسلمان نے ذمیہ کو طلاق دیا تو عدت واجب ہوگی جامع الرموز
ص اوسیطرح اگر حربیہ ہماری طرف چلی آئی مسلمان ہو کے تو اوسپر عدت نہین تو اگر نکاح کیے جائز ہے مگر یہ کہ حاملہ ہو **ف**
اور صاحبین کے نزدیک اس صورت مین بھی اوسپر عدت ہے اور ایک روایت مین امام ابو حنیفہ سے یہ ہے کہ اگر وہ حاملہ ہو
تو جائز ہے نکاح اوسکا اور وطی نکرے اوس سے جیسے وہ عورت جو حاملہ ہو زنا سے اور اول صحیح ہے کذا فی الهدایه
فصل جس عورت کا خاوند مر گیا یا اوسکو طلاق بائن دیا اور وہ بالغہ ہے مسلمان ہے حرہ ہو یا نہو تو اوسکو عدت
مین چاہیے کہ سوگ کرے اور امام شافعی کے نزدیک سوگ نہین ہے معتدہ بائن پر **ف** دلیل ہماری یہ ہے فرمایا رسول الله
صلی الله علیه وسلم نے حدیث ام عطیہ مین سوگ نکرے عورت مردے پر تین دن سے زیادہ مگر مرے پر خاوند کے
چار مہینے اور دس دن روایت کیا اوسکو بخاری اور مسلم نے یہ تو متوفی عنها الزوج مین ہے اور لیکن مبتوتہ مین دلیل
اوسکی ہدایہ مین مذکور ہے کہ نبی صلی الله علیه وسلم نے منع کیا معتدہ کو کہ خضاب کرے مہندی سے اور فرمایا کہ حنا
خوشبو ہے کہا ابن الہمام نے فتح القدیر مین کہ اس حدیث کو سروجی نے ذکر کیا اور نسبت کیا اوسکو طرف نسائی کے
اور لفظ اوسکا یہ ہے نهي المعتدة عن الكحل والدهن والخضاب بالحناء قال الحناء طيب اور جائز ہے کہ یہ حدیث
کسی کتاب مین ہو کتب نسائی سے اور روایت کی ابوداود نے مراسیل مین عمرو بن شعیب سے تحقیق کہ رسول الله
صلی الله علیه وسلم نے رخصت دی عورت کو کہ سوگ کرے اپنے خاوند پر یہانتک کہ گذر جاوے عدت اوسکی اور
اپنے دوسرے عزیزون پر تین دن تک **ص** یعنی آرایش نکرے اور جامہ زعفرانی اور کسم رنگ کا نہ پہنے **ف** اسواسطے
کہ اوسمین خوشبو آتی ہے اور خوشبو ممنوع ہے جیسا کہ روایت کیا اوسکو ہمنے اوپر اور حدیث ام عطیہ مین ہے کہ نہ پہنے کپڑا رنگین
مگر کپڑا رنگے سوت کا **ص** اور مہندی نہ لگاوے **ف** کیونکہ حدیث ام سلمہ مین ہے اور نہ مہندی سے
کہ وہ خضاب ہے روایت کیا اوسکو ابوداود اور نسائی نے اور اسناد اوسکا حسن ہے **ص** اور خوشبو اور تیل نہ لگاوے
ف ہدایہ مین ہے اسواسطے کہ تیل بھی خالی نہین خوشبو سے اور زیلعی نے تصریح کی کہ تیل مین کوئی حدیث صریح

نہین آئی ص اور سرمہ نہ لگاوے ف اسواسطے کہ حدیث ام عطیہ مین ہے کہ سرمہ نہ لگاوے اور نہ خوشبو لگاوے
مگر جب پاک ہو حیض سے ڈالے فرج مین ٹکڑا قسط کا یا اظفار کا یہ حدیث متفق علیہ ہے اور یہی لفظ مسلم کا ہے اور ابوداؤد
اور نسائی نے زیادہ کیا کہ خضاب نکرے اور نسائی کی روایت مین ہے کہ کنگھی نہ کرے اور حدیث ام سلمہ مین ہے کہ پوچھا
مینے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کس چیز سے سر دھووُن فرمایا پتون سے بیری کے ص مگر عذر سے ف
کیونکہ اجازت دی حضرت ام سلمہ نے سرمہ لگانے کی ماں کو ام حکیم کی جب مر گئے تھے خاوند اونکے اور شدت
تھی اونپر درد کی آنکھون مین روایت کیا اوسکو امام احمد نے اور اسواسطے کہ اوسمین ضرورت ہے اور مقصود دوا ہے
نہ زینت ہے جیسا کہ حضرت نے مباح کیا تھا حریر کو واسطے ایک شخص کے بسبب کثرت جوؤن کے ص اور نہ سوگ
کرے وہ لونڈی ام ولد جسکو آزاد کر دیا مولا نے اور نکاح فاسد مین اسواسطے کہ یہان کچھ نعمت نکاح جاتی نہ رہی بلکہ
نکاح فاسد کا رفع واجب ہے ف تو اور خوشی چاہیے ص اور نہ پیغام صریح بھیجے اوس عورت کے پاس جو معتدہ ہو وفات
نکاح کا بلکہ اشارے اور کنایہ سے ف اسواسطے کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا عَرَّضْتُم بِهِ
مِنْ خِطْبَةِ النِّسَاءِ الآیہ یعنی نہین گناہ ہے تمپر اوسمین جو اشارہ کرو تم ساتھ اوسکے پیغام سے عورتون کے اور
حضرت ابن عباس سے مروی ہے صحیح بخاری مین کہ کہے ارادہ کرتا ہون مین نکاح کا یا چاہتا ہون کہ ملجاوے مجھے کوئی عورت
نیک بخت اور کہا قاسم نے کہ کہے تو اچھی ہے اور مین تجھ مین راغب ہون اور اللہ تجکو ایک خیر پہونچانیوالا ہے یا مانند اسکے
اور نکالا بیہقی نے سعید بن جبیر سے قول مین اللہ تعالیٰ کے إِلَّا أَن تَقُولُوا قَوْلًا مَّعْرُوفًا کہا کہ کہے مین تجھ مین راغب
ہون اور مین امیدوار ہون کہ ہم تم جمع ہون اور یہ نہ کہے کہ مین تجسے ارادہ نکاح کا رکھتا ہون اور روایت مین ہے
کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تفسیر مین آیت شریف وَلَٰكِن لَّا تُوَاعِدُوهُنَّ سِرًّا اور نہ وعدہ کرو تم اون سے
پوشیدہ کہ پوشیدہ نکاح ہے اور ابن الہمام نے کہا کہ یہ حدیث غریب ہے اور جو عورت کہ عدت مین ہو طلاق کی تو اوس
تعریض بھی بالاجماع جائز نہین ہے فتح القدیر ص اور جو عورت کہ عدت مین طلاق رجعی کے یا بائن کے ہو تو وہ اپنے
گھر سے کسی وقت نہ نکلے اسواسطے کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَلَا تُخْرِجُوهُنَّ مِن بُيُوتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ ف إِلَّا أَن
يَأْتِينَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ یعنی نہ نکالو اونکو اپنے گھرون سے اور نہ وہ نکلین مگر جب لاوین کسی فاحشہ صریح کو حضرت عبداللہ
بن مسعود سے مروی ہے کہ فاحشہ یہ ہے کہ زنا کرین اور واسطے حد مارنے کے نکالی جاوین اور کہا حضرت عبداللہ بن عباس نے
کہ فاحشہ یہ ہے کہ بدزبانی کرے اپنے خاوند کے عزیزون پر اور اسواسطے کہ مطلقہ عورتون کا نفقہ خاوند کے مال مین سے ہے
تو اونکو احتیاج نکلنے کی نہین ص اور جو عورت کہ عدت مین موت کے ہو اوسکو جائز ہے کہ دن کو نکلے اور کچھ حصہ رات کو
اور نہ گذارے اکثر رات کو مگر اپنی منزل مین ف اسواسطے کہ اوسکے واسطے نفقہ نہین ہے تو محتاج ہوگی طرف نکلنے
کے ص جو عورت کہ اوسپر عدت واجب ہوئی تو اوسکو چاہیے کہ جس گھر مین فرقت یا موت یا طلاق ہوا تھا اوسی گھر مین
عدت کو تمام کرے ف یعنی اوس گھر مین جو اوسکی طرف نسبت کیا جاتا تھا وقت وقوع فرقت اور موت کے اسواسطے
کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَلَا تُخْرِجُوهُنَّ مِن بُيُوتِهِنَّ اور اضافت بیوت کی اونکی طرف کی اور فریعہ بنت مالک سے

مروی ہی کہ خاوند اونکا نکلا تلاش مین اپنے بھاگے ہوئے غلامون کی پھر قتل کیا انھون نے اوسکو جب ملے وہ اون سے
کہا اوسنے کہ پھر پوچھا مینے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ پھر جاؤن اپنے لوگون مین کہ خاوند نے میرے لیے نہین چھوڑا
یعنی مرنے کے بعد
مکان اور خرچ تو فرمایا اچھا پھر جب گئی مین حجرے مین پکارا مجکو پھر فرمایا ٹھہر تو اپنے گھر مین جب تک کہ پہونچے لکھا اللہ کا
اپنی مدت کو پھر عدت تمام کی اوسمین چار مہینے اور دس دن کہا کہ فیصلہ کیا اسی حکم سے اسکے بعد عثمان رضہ نے نکالا اوسکو
احمد اور چارون عالمون نے اور مالک نے موطا مین اور ابن حبان نے صحیح مین اور حاکم نے اور کہا کہ صحیح الاسناد مین
الوجہین جمیعا اور ان لوگون نے نکالا اسکو یعنی صحیح ہی اسناد اوسکا دونون طریقون سے اگرچہ نکالا اوسکو بخاری و مسلم نے
اور کہا محمد بن یحیی ذہلی نے کہ یہ حدیث صحیح محفوظ ہی اور ایسا ہی کہا ترمذی نے ص مگر یہ کہ گھر سے نکالی جاوے یا خوف
ہووے اوسکو تلف مال کا یا گھر کے گر جانے کا یا کرایہ گھر کا اوسکو نہ ملے تو ان سب صورتون مین زوجہ کو اختیار ہی کہ اوس
گھر سے نکل جاوے اور اگر زوجہ عدت مین طلاق بائن کی ہی تو گھر مین پردہ چاہیے اور اگر گھر تنگ ہو تو اولی یہ ہی
کہ خاوند وہان سے نکل آوے ف اور زوجہ کو بھی نکل آنا جائز ہی ہدایہ ص اور اسی طرح اگر خاوند
فاسق ہووے تب بھی نکل آوے اور اولی یہ ہی کہ خاوند نکل جاوے ف فتح القدیر مین ہی کہ جہان کوئی اس قسم
کا عذر متحقق ہو تو عورت کو خروج مباح ہو جاویگا اور اولی یہ ہی کہ خاوند نکل آوے ص اور اچھا یہ ہی کہ اون دونون
کے بیچ مین ایک عورت معتبر مقرر کی جاوے کہ قادر ہووے منع پر وطی سے اور اگر کسی شخص نے سفر مین اپنی
زوجہ کو کہ اوسکے ساتھ ہی طلاق بائن دیا یا مر گیا اور وہان موضع اقامت نہین ہی اور زوجہ کے شہر تک وہان سے
مدت سفر نہین ہی تو وہان سے پھر آوے اور آنکے عدت بیٹھے اور اگر جہان کا ارادہ رکھتی ہی اور جہان سے آتی ہی
دونون تین دن تین رات کی مسافت سے کم نہون یا دونون تین دن تین رات کی مسافت سے کم ہون تو عورت کو اختیار
ہی جہان ان دونون جانب سے چلی جاوے ہو سکتا ہی لیکن بہتر یہ ہی کہ اوسکے ساتھ کوئی ولی ہو یا نہو اور احتیاط اسمین ہی کہ رجوع
کرے اور اپنے مسکن مین آکے جہان سے چلی تھی عدت کرے اور امام سرخسی کے نزدیک دونون جانبون سے جو اقرب ہو
اوسکو اختیار کیسے مدت سفر سے زیادہ ہو یا کم اور اگر جس جگہہ سے نکلی ہی تین روز کی راہ ہووے اور جس طرف جاتی ہی کم ہووے تو
اوسی طرف چلی جاوے اور اگر وہ جگہہ موضع اقامت ہی مثلا شہر ہی تو امام کے نزدیک وہین عدت تمام کرے اگرچہ اوسکے پاس کوئی ولی
موجود ہووے اسواسطے کہ نکلنا معتدہ کو حرام ہی اگرچہ مسافت مدت سفر سے کم ہووے اور صاحبین کے نزدیک اگر اوسکے
ساتھ ولی ہو تو نکلنا اوسکا حرام نہین ہی کیونکہ واسطے وحشت جدائی کے نکلنا مباح ہی اور حرمت سفر کی اوٹھ گئی ہو بوجہ ولی کے
تو اب بنا بر قول صاحبین کے جب نکلنا جائز ہوا تو اب کس طرف جاوے اسمین ویسی ہی تفصیل ہی جیسے گذری

باب ثبوت نسب کے بیان مین

اگر کسی شخص نے کسی عورت کو کہا کہ اگر اوس سے مین نکاح کرون تو وہ طالق ہی اور پھر نکاح کیا اوس سے اور وہ جنی بعد
چھ مہینے کے وقت نکاح سے تو نسب لڑکے کا اوس شخص سے ثابت ہو جاویگا اور لازم ہوویگا اوسکو مہر اوس
عورت کا ف اور دلیل اسکی اصل مین مذکور ہی ص اور ثابت ہوویگا نسب مطلقہ بطلاق رجعی کا جب لاوے

وہ لڑکے کو دو برس مین یا زیادہ مین جبتک اقرار نکرے عدت کے گذرنے کا تو اگر اقرار کریگی عدت کے گذرنے
کا اور پھر جنی اور طلاق اور ولادت کے بیچ مین دو برس سے زیادہ کی مدت ہی تو نسب ثابت نہوگا اسواسطے کہ
نسب جب ثابت ہوتا ہی کہ مدت اقرار اور ولادت مین چھ مہینے سے کم گذرے ہون جیسا کہ آگے آتا ہی اور اگر لائی اوس لڑکے
کو کم مین دو برس سے تو بائنہ ہوجاویگی اپنے خاوند سے ساتھ گذرنے عدت کے اور نسب ثابت ہوجاویگا بخلاف
اوس صورت کے جب جنے زیادہ مین دو برس سے کہ وہان رجعت ثابت ہوجاویگی کیونکہ اب حمل وطی کا نہین ہوسکتا ہی اگر
عدت مین ف اور اول صورت مین ہوسکتا ہی کہ وطی نکاح مین ہو کیونکہ وہان وقت طلاق سے دو برس سے
کم مدت گذری ہی ص اور جو عورت کہ مطلقہ بطلاق بائن ہی تو اوسکے لڑکے کا نسب ثابت ہوگا جب جنے وقت طلاق
سے دو برس سے کم مین اور جو دو برس کے بعد جنی تو نسب ثابت نہوگا مگر یہ کہ خاوند اوسکا دعوی کرے کیونکہ ہوسکتا ہی
کہ اوسنے وطی کی ہو شبہے سے ایام عدت مین اور جو عورت مراہقہ ہی یعنی ایسی لڑکی ہی کہ اوسکے مثل اور عورتون
سے جماع ہوتا ہی اور وہ سن بلوغ مین مثلا نو برس یا زیادہ کی ہی لیکن علامات بلوغ ظاہر نہین ہوئے وہ اگر بعد طلاق
کے کم مین نو مہینے سے جنی نزدیک طرفین کے نسب لڑکے کا ثابت ہوجاویگا اور اگر نو مہینے مین جنی تو نسب
ثابت نہوگا اور نو مہینے اسواسطے معتبر ہوئے کہ اقل مدت حمل چھ مہینے ہین اور عدت اوسکی تین مہینے ف اور
اصل مین اس مقام پر تفصیل کی ہی ص او نزدیک امام ابو یوسف کے اگر طلاق رجعی ہی تو ستائیس ماہ تک نسب ثابت ہوگا
اسواسطے کہ تین مہینے اوسکی عدت کے مدت ہین اور دو برس اکثر مدت حمل ہین اور اگر طلاق بائن ہی تو دو برس تک اور
اگر کسی عورت معتدہ نے اقرار کیا کہ عدت میری تمام ہوگئی اور پھر چھ مہینے سے کم مین وقت اقرار سے جنی تو نسب
لڑکے کا ثابت ہوجاویگا لیکن اگر چھ مہینے مین یا زیادہ مین وقت اقرار سے جنی تو نسب ثابت نہوگا ف لکھا ہی
فتح القدیر وغیرہا مین لکھا ہی کہ چھ مہینے کی مدت وقت اقرار سے معتبر ہی اور نسخ شرح وقایہ مین وقت طلاق سے
لکھا ہی اور ظاہر یہ ہی کہ یہ سہو ہی قلم ناسخ سے ص اگر عورت معتدہ نے دعوی کیا کہ مینے لڑکا جنا اور خاوند نے
اوسکی ولادت کا انکار کیا تو اگر قبل ولادت کے حمل ظاہر تھا یا خاوند نے اوسکا اقرار کیا تھا تو ایک عورت کی گواہی سے
نسب ثابت ہوگا اور اگر قبل ولادت کے حمل ظاہر نتھا اور خاوند نے بھی اوسکا اقرار نہین کیا تھا تو دو مردون کی یا ایک مرد
اور دو عورتون کی گواہی واسطے ثبوت نسب کے ضرور ہی اسطرح پر کہ زوجہ تنہا گھر مین گئی اور اوسکے ساتھ کوئی نتھا
اور گھر مین بھی کوئی لڑکا نتھا اور ہم گھر کے دروازے پر بیٹھے کہ آواز لڑکے کی سنی یا لڑکے کو اپنی آنکھ سے دیکھا اور
صاحبین کے نزدیک سب صورتون مین گواہی ایک عورت کی کافی ہی مسئلہ اگر کوئی عورت عدت موت مین دو سال کے
قبل جنے تو نسب ثابت ہوجاویگا اور اگر معلوم نہین کہ قبل موت کے جنی یا بعد اوسکے دو برس مین یا کم مین لیکن اقرار کیا ورثہ نے
کہ یہ لڑکا اونکے مورث کا ہی تو اگر صاحب اقرار ایسے ہین کہ اونسے صحت شہادت نہین ہوسکتی بوجہ نہ کامل ہونے نصاب شہادت
کے یا عدم عدالت کے تو فقط وہ لڑکا وارث ہوجاویگا اوس مقر کے حق مین اور اگر صحیح الشہادۃ ہین تو نسب اوسکا ثابت ہوجاویگا
مقر اور غیر مقر سب کے حق مین اور جو ورثہ نے اقرار نہین کیا تو نسب ثابت نہوگا مسئلہ ایک مرد نے نکاح کیا کسی عورت سے

اور وہ جنی کم مین چھ مہینے سے وقت نکاح کے تو نسب اوسکا ثابت نہوگا اور اگر جنی چھ مہینے یا زیادہ مین تو نسب ثابت
ہوگا برابر ہے کہ خاوند اقرار کرے یا چپ رہے اور اگر انکار کرے ولادت کا تو ایک عورت کی گواہی دینے سے ثابت
ہوگی پھر اگر بعد گواہی کے خاوند لڑکے کو نفی کرے یعنی کہے کہ یہ لڑکا مجھسے نہین تو لعان کریوے اور اگر بعد نکاح کے جنی اور
دعوی کیا زوجہ نے کہ نکاح کو چھ مہینے ہوئے اور مرد نے دعوی کیا کہ چھ مہینے نہین ہوئے تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک قول
عورت کا بغیر قسم کے قبول ہو جاویگا ف اور لڑکا زوج کا ہو جاویگا ہدایہ ص اور اگر عورت سے کہا کہ اگر تو جنے گی تو طالق ہے اور
گواہی دی ایک عورت نے ولادت پر تو طلاق واقع نہوگا نزدیک امام ابوحنیفہ کے اور امام ابو یوسف و محمد کے
نزدیک طلاق واقع ہو جاویگا کیونکہ ولادت ایسا امر ہے کہ ایک عورت کی گواہی سے ثابت ہو جاتا ہے ف اور فرمایا
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ شہادت عورتون کی جائز ہے اون امور مین کہ نہین استطاعت رکھتے ہین مرد اونکی نظر کی
اور یہ حدیث اس لفظ سے نہین پائی لیکن روایت کیا ابن ابی شیبہ نے زہری سے کہ کہا انھون نے جاری ہوئی سنت اس بات پر
کہ جائز ہے شہادت عورتون کی اون امور مین کہ نہین اطلاع پاتے ہین اونپر کوئی سوا اونکے مثل عورتون کے ولادت اور عیوب
پر اور جائز ہے شہادت دایہ کی تنہا اوپر رونے لڑکے کے اور دو عورتین چاہیین اسکے سوا مین اور یہ حدیث حجت ہے کیونکہ مرسل
ہے اور روایت کیا اوسکو دارقطنی نے محمد بن عبد الملک واسطی سے انھون نے اعمش سے انھون نے ابی وائل سے
انھون نے حذیفہ سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جائز رکھی شہادت دایہ کی اور روایت کی امام محمد نے آثار مین ابراہیم نخعی سے
کہ وہ جائز رکھتے تھے شہادت عورتون کی لڑکے کے رونے پر اور اخراج کیا اوسکا امام ابوحنیفہ نے مسند مین اور دلیل
امام صاحب کی مذکور ہے ہدایہ اور فتح القدیر مین ص اور اگر خاوند نے اقرار کیا حمل کا اور پھر تعلیق کی تو عورت پر طلاق
پڑجاویگا بغیر شہادت کے اور صاحبین کے نزدیک شرط ہے شہادت دایہ کی اور اکثر مدت حمل دو برس ہین ف اور دلیل اسکی قول
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ہے کہ نہین رہتا ہے لڑکا رحم مین اکثر دو برس سے اور ایک لفظ مین ہے کہ نہین زیادہ ہوتی ہے عورت حمل مین
دو برس سے اگرچہ بمانند سایہ تکلے کے یعنی اگرچہ بقدر ساعت تکلے کے ہووے کیونکہ سایہ تکلے کا وقت دوران چرخے
کے سریع الزوال ہوتا ہے اور سایہ کہنے سے مقصود تقلیل مدت ہے اخراج کیا اس قول کا دارقطنی نے اور بیہقی نے سنن مین
اور امام مالک اور شافعی کے نزدیک اکثر مدت حمل چار برس ہین اور دلائل اونکے ضعیف ہین قابل حجت کے نہین فتح القدیر مین
مذکور ہے ص اور اقل چھ مہینے ہین ف اسواسطے کہ فرمایا اللہ تعالی نے وَحَمْلُهُ وَفِصَالُهُ ثَلَاثُونَ شَهْرًا پھر
فرمایا وَفِصَالُهُ فِي عَامَيْنِ تو نہ باقی رہے حمل کے واسطے مگر چھ مہینے ص اور جس شخص نے نکاح کیا کسیکی لونڈی
سے پھر طلاق دیا اوسکو ف بعد دخول کے ص پھر خریدا اوسکو اور جنی وہ چھ مہینے سے کم مین خریدنے کے وقت
سے تو لازم آویگا لڑکا اوس شخص کو بغیر دعوے کے اور اگر چھ مہینے مین یا زیادہ مین جنی تو بغیر دعوے کے اوسکو لازم نہوگا
ف اور یہ جب ہے کہ طلاق ایک ہو رجعی یا بائن یا خلع ہو اور اگر دو طلاق دیے تھے تو نسب ثابت ہوگا دو برس تک وقت
طلاق سے ہدایہ ص اگر کسی شخص نے اپنی لونڈی سے کہا کہ اگر تیرے پیٹ مین ولد ہے تو وہ میرا ہے اور شہادت دی
ولادت پر ایک عورت نے تو نسب لڑکے کا اوس سے ثابت ہو جاویگا اور وہ لونڈی اوسکی ام ولد ہو جاویگی اور اگر

کسی نے ایک لڑکے کو کہا کہ یہ میرا فرزند ہی اور وہ اوسکا لڑکا ہوسکتا ہی بعد اوسکے وہ شخص مرگیا اور لڑکے کی مان نے کہا
کہ وہ اوسکا بیٹا ہی اور مین اوسکی بیوی ہون تو دونون وارث ہونگے اگر وہ عورت معروفۃ الحریۃ ہو اور یہ بھی مشہور ہو کہ
اوس لڑکے کی مان ہی اور اگر معلوم نہو کہ وہ عورت حرہ ہی اور ورثہ نے کہا کہ تو ام ولد ہی تو عورت کو میراث نہ ملیگی اور لڑکا وارث ہوگا

باب حضانت کے بیان مین

اور واسطے تربیت صغیر کے حقدار اول مان ہی اور اوسپر جبر نکرینگے اگرچہ اوسکے اور خاوند کے درمیان مین تفریق ہوجاوے
ف کیونکہ روایت ہی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے کہ ایک عورت نے کہا یا رسول اللہ یہ بیٹا میرا تھا پیٹ میرا
اوسکا برتن اور چھاتی میری اوسکی مشک اور گود میری اوسکا مکان اور باپ نے اوسکے مجھے طلاق دیا اور چاہتا ہی کہ چھین لے
اوسکو مجھسے سو فرمایا اوسکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو زیادہ حقدار ہی اوسکے رکھنے کی جب تک نکاح نکرے روایت کیا
اوسکو احمد اور ابوداود اور حاکم نے اور صحیح کیا اوسکو اور اسواسطے کہ مان کی شفقت زیادہ ہی تو دینا اوسکی طرف اچھا ہوگا
اور حضرت ابوبکرؓ نے نہ دیا عاصم پسر حضرت عمرؓ کو بلکہ سپرد کیا اوسکو طرف اوسکی مان کے وقت وقوع فرقت کے روایت
کیا اوسکو مالک نے اور عبد الرزاق نے اور زیادہ کیا بیہقی نے کہ کہا ابوبکرؓ نے سنا مینے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ
فرماتے تھے نہین جدا کی جاوے والدہ اپنے لڑکے سے اور مصنف ابن ابی شیبہ مین ہی کہ عمر بن خطابؓ نے طلاق دی جمیلہ
بنت عاصم بن ابی الافلح کو تو اوسنے نکاح کیا اور آنے حضرت عمرؓ اور لے لیا اپنے بیٹے کو اور پکڑا اوسکو اوسکی مان نے
یہان تک کہ مرافعہ کیا دونون نے حضرت ابوبکر پاس تو فرمایا حضرت ابوبکر نے کہ چھوڑ دو اوسکی مان اور لڑکے کو تو لے لیا
اوسکی مان نے لڑکے کو اور ایک روایت مین مصنف کی ہی کہ فرمایا حضرت ابوبکر نے چھونا مان کا اور گود اوسکی اور بو اوسکی
بہتر ہی اوسکے لیے تمسے یہان تک کہ جوان ہوجاوے لڑکا تو اختیار کرے اپنے نفس کو **ص** اور جب مان نہووے **ف**
یعنی مرگئی ہو یا کسی اجنبی سے اوسنے نکاح پڑھا لیا ہو کذا **ص** تو نانی اولی ہی اگرچہ کتنی ہی بلند ہوجاوے **ف**
یعنی نانی کی مان اور نانی کی نانی وغیرہا اسواسطے کہ یہ حق ماؤن کی جانب کا ہی تو جب مان نہوئی تو مان کی مان کی طرف
منتقل ہوجاویگا **ص** اور اگر نانی نہووے تو دادی بہتر ہی بہنون سے **ف** اسواسطے کہ دادی بھی حصہ مان کا رکھتی ہی ترکے
مین اور شفقت بھی اوسکو زیادہ ہی بہ نسبت بہنون کے **ص** تو اگر دادی نہو تو بہنین اوسکی حقیقی پھر
اخیافی پھر علاتی **ف** اور یہ اولی ہین خالہ سے اسواسطے کہ یہ بیٹیاں ہین اپنے باپ کی اور اسی واسطے مقدم ہین
میراث مین اور ایک روایت مین خالہ اولی ہی بہن سے اسواسطے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خالہ بمنزلہ مان کے ہی حق
مین بیٹے حضرت حمزہ کے نکالا اوسکو بخاری نے اور نکالا اوسکو امام احمد نے حدیث سے علیؓ کی پھر فرمایا اور لڑکی اپنی
خالہ کے پاس رہے کہ بیشک خالہ مان ہی اور روایت اسحق بن راہویہ مین ہی اس لفظ سے فان الخالۃ والدۃ اور یہی
عبارت واقع ہی ہدایہ مین **ص** بعد اوسکی حقیقی بہنین مان کی پھر اخیافی بہنین مان کی پھر علاتی بہنین مان کی پھر باپ کی
بہنین حقیقی پھر اخیافی پھر علاتی **ف** اور حاصل یہ ہی کہ اول جو ذوات محرم حقیقی ہین یعنی باپ اور مان دونون کی طرف کی
مقدم کی جاویگی پھر مان کی جانب کی پھر باپ کی جانب کی اور خالہ اسواسطے مقدم ہی پھوپھی پر کہ پھوپھی باپ کی بہن ہوتی ہی

اور خالہ ماں کی بہن اور قرابت مادری اس مقام میں اولی ہے **ص** اور سبب یہ ہے کہ یہ عورتیں آزاد ہوں اسواسطے کہ لونڈی اور
ام ولد کو حق تربیت اپنے لڑکے کا نہیں **ف** اسواسطے کہ اونکو خدمت سے فراغت نہیں **ص** اور اگر لڑکا مسلمان
ہے اور ماں اوسکی ذمیہ ہے تو اوسکی ماں کو حق ہے پرورش کا جب تک وہ نہ پہچانے دین کو یا الفت نہ پکڑے کفر سے تو ان دونوں
صورتوں میں ماں سے چھین لیا جاویگا اور جس عورت نے نکاح کر لیا غیر محرم سے ولد کے تو پرورش کا حق اوسکی جاتا رہا
ف اور دلیل اسکی حدیث عبد اللہ بن عمرو ہے جو اوپر گذری **ص** اور اگر محرم سے نکاح کیا جیسے اوسکی ماں نے
نکاح کیا لڑکے کے چچا سے یا اوسکی دادی نے اوسکے دادا سے تو یہ حق باطل نہو گا **ف** اور دلیل اسکی ظاہر ہے **ص**
اور اگر نکاح جو غیر محرم سے ہوا تھا ساقط ہو گیا تو پھر حق اوسکا لوٹ آویگا اور اگر کوئی عورت ماں اور باپ کی جانب سے موجود
نہووے تو حق پرورش عصبات کو ہے علی الترتیب **ف** یعنی پہلے باپ پھر دادا پھر بھائی حقیقی پھر بھائی علاتی پھر بیٹا حقیقی
بھائی کا پھر بیٹا علاتی بھائی کا اور اسی طرح بھتیجے تک اونکی اولادوں سے پھر چچا پھر چچا کے بیٹے **ص** لیکن صغیرہ کو ساتھ عصبہ
غیر محرم کے مثل مولی عتاقہ یا چچا کے بیٹے کے نہ دینگے **ف** اور صغیر کو دیوینگے اور مولی عتاقہ کہتے ہیں آزاد کرنے والے کو
اور کافی میں ہے کہ جب صغیر کا کوئی عصبہ نہو تو اخیافی بھائی کو دینگے پھر اوسکے بیٹے کو پھر باپ کے اخیافی بھائی کو پھر اوسکے بیٹے
کو پھر ماں کے حقیقی بھائی کو پھر علاتی کو پھر اخیافی کو اسواسطے کہ ان لوگوں کو بھی ولایت ہے نکاح میں نزدیک امام ابو حنیفہ کے
کفایہ اور اگر کئی مستحق پرورش ایک ہی درجے میں ہوں تو جو زیادہ پرہیزگار ہو گا اوسکو پھر جو زیادہ عمر والا ہو گا اوسکو دینگے
جامع الرموز **ص** اور نہ اوسکو جو فاسق ہو لوگوں کو حیلہ سکھاتا ہو اور ولد کو اختیار نہو گا بخلاف امام شافعی کے **ف**
کہ وہ کہتے ہیں کہ لڑکے کو اختیار ہے اسواسطے کہ روایت ہے رافع بن سنان سے کہ وہ اسلام لائے اور انکار کیا اونکی عورت نے
اسلام سے سو بٹھلایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ماں کو ایک گوشے میں اور باپ کو ایک گوشے میں اور لڑکے کو ان کے درمیان میں
سو جھکا لڑکا اپنی ماں کی طرف پھر فرمایا آپ نے یا اللہ تو ہدایت کر اسے پھر جھکا اپنے باپ کی طرف تو لے لیا اوسنے اوسکو نکالا
اوسکو ابو داود اور نسائی نے اور صحیح کیا اوسکو حاکم نے اور بھی نکالا چاروں عالموں نے ابو ہریرہ سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے اختیار دیا لڑکے کو ماں اور باپ کے درمیان میں کہا ترمذی نے حدیث حسن صحیح ہے اور صاحب ہدایہ نے یہ جواب دیا ہے کہ لڑکے کی عقل
قاصر ہے سو اختیار کریگا اوسی شخص کو جو اوسکو تقید نکرے بوجہ میلان اوسکے کے طرف لعب کے اور صحیح ہوا ہے صحابہ سے
کہ انہوں نے اختیار نہیں دیا اور یہ حدیث سو اسواسطے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے الہی اللہ ہدایت کر اوسکو اور دعا آپکی
مستجاب ہے مقبول ہے تو اسی میں بہتری تھی واسطے لڑکے کے یا محمول ہے اوپر اس صورت کے کہ لڑکا بالغ ہو گا **ص** اور ماں اور نانی حقدار
ہیں پسر کی یہاں تک کہ کھاوے وہ اور پیوے اور پہنے اور استنجا کرے اکیلے اور اندازہ کیا اسکا خصاف نے سات برس سے
ف اور اسی پر فتوی ہے **ص** اور دختر کی یہاں تک کہ حیض آوے اور امام محمد سے مروی ہے کہ یہاں تک کہ شہوت دار ہووے
اور یہی معتبر ہے واسطے فساد زمانہ کے اور سوا ماں باپ کے حقدار ہیں دختر کے یہاں تک کہ شہوت والی ہو اور مطلقہ کو جائز نہیں کہ
بعد عدت کے کہیں اپنے فرزند کو سفر میں لیجاوے مگر اپنے وطن اصلی میں جہاں اوسکا نکاح ہوا تھا **ف** اسواسطے کہ فرمایا
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص اہل والا ہوا کسی شہر میں تو وہ اہل اوس شہر کا ہے نماز پڑھے مقیم کی روایت کیا اوسکو

ابن ابی شیبہ نے حضرت عثمانؓ سے اور ابن ابی یعلی نے اور لفظ اوسکا یہ ہی کہ جب نکاح کرے کوئی شخص کسی شہر مین تو وہ اہل اوس
شہر کا ہی اور اسناد مین اوسکی عکرمہ بن ابراہیم ازدی ضعیف ہی ص اور یہ لفظ صرف مان کو ہی اور غیر کو درست نہین اگرچہ نزدیک ہو

باب نفقے کے بیان مین

واجب ہی نفقہ اور لباس و مسکن خاوند پر ف اور اصل اس باب مین قول اللہ تعالی کا ہی لِيُنْفِقْ ذُو سَعَةٍ مِّن سَعَتِهِ
چاہیے کہ خرچ کرے صاحب کشایش اپنی کشایش سے اور فرمایا وَعَلَى الْمَوْلُودِ لَهُ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ
اور فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث حجۃ الوداع مین کہ عورتون کے لیے تمہارے اوپر رزق ہی اور لباس ہی موافق دستور
کے اور یہ حدیث صحیح مسلم مین ہی اور اسواسطے کہ یہ نفقہ روکے رہنے کا ہی جیسے نفقہ قاضی کا ہی اور عامل صدقے کا ص اگرچہ
چھوٹا ہو وطی پر قادر نہو واسطے اپنی زوجہ کے مسلمان ہو یا کافرہ ف واسطے اطلاق آیت کے ص بڑی ہو یا چھوٹی ہو
ایسی کہ وطی کی جاتی ہو اور اگر وطی نہ کی جاتی ہو بسبب زوجہ کی صغر سنی کے یا کوئی اور مانع کے جو جانب زوجہ سے ہو تو خاوند پر نفقہ
واجب نہوگا اور معتبر نفقے مین دونون کا حال ہی لیا اگر دونون غنی ہین تو نفقہ غنا کا اور جو دونون تنگدست ہین تو نفقہ تنگدستی کا
اور جو ایک غنی ہی اور دوسرا تنگدست تو دونون کے بیچ مین ف مثلاً خاوند امیر ہی اپنے گھر مین حلوا اور کباب اور اقسام کے
کھانے کھاتا ہی اور عورت اپنے گھر مین جو کی روٹی کھاتی ہی تو خاوند پر واجب نہین کہ جو آپ کھاتا ہی وہ دیوے بلکہ گیہون
کے اور ایک دو قسم کے کھانے دیوے ص اور یہ ہمارا مذہب ہی اور امام شافعی کے نزدیک سب حالتون مین اعتبار خاوند
کا ہی ف اور دلیل ہماری یہ ہی کہ حضرت نے فرمایا ہندہ عورت کو ابوسفیان کی کہ لے لے تو اوسکے مال سے اوس قدر
کافی ہو تجکو اور تیرے لڑکے کو روایت کیا اوسکو بخاری اور مسلم نے اور اضافت کی نفقے کی طرف زوجہ کے اور تفصیل فتح القدیر
مین ہی ص اگر زوجہ اپنے باپ کے گھر مین ہووے اور خاوند نے اوسکو طلب نکیا ہو یا خاوند کے گھر مین بیمار ہو تو نفقہ اوسکا
خاوند پر ہی ف اور اگر باوجود طلب کے از راہ شرارت نہ آتی ہو تو نفقہ اوسکا خاوند پر نہین ہی ص نہ وہ جو نکل گئی ہو شرارت سے
ناحق اور اگر حق پر نکلی مثلاً اپنا مہر معجل طلب کرتی ہو تو نفقہ اوسکا رہیگا ف اور اگر خاوند کے گھر مین ہی اور وطی سے مانع
ہوتی ہی تو بھی نفقہ رہیگا کیونکہ خاوند کو پہنچتا ہی کہ جبراً بغیر اوسکی رضا کے وطی کرے ص اور اگر زوجہ کسی قرضے مین قید
ہوگئی یا اپنے باپ کے گھر مین مریض ہوئی یا کوئی اوسکو غصب کر لے گیا یا بغیر خاوند کے حج کو گئی تو نفقہ اوسکا خاوند کے
ذمے سے ساقط ہوگا اور اگر خاوند کے ساتھ حج کو گئی تو اوسکو نفقہ حضر کا ملیگا نہ سفر کا اور نہ کرایہ سواری وغیرہ کا اور اگر خاوند
مالدار ہی تو واجب ہی اوسپر نفقہ ایک خادم کا واسطے زوجہ کے یہ مذہب طرفین کا ہی اور امام ابی یوسف کے نزدیک اوسپر دو
خادمون کا نفقہ واجب ہی ایک واسطے امور داخل خانہ کے اور دوسرا واسطے امور خارج خانہ کے اور طرفین یہ کہتے ہین
کہ ایک دونون کا متولی ہو سکتا ہی ف اور فتوی قول طرفین پر ہی ص اور اگر تنگدست ہو تو واجب نہین نفقہ خادم
کا اور امام محمد کے نزدیک تنگدستی مین بھی ایک خادم کا نفقہ واجب ہی ف اور صحیح مفتی بہ اول ہی ہدایہ ص اور
اگر خاوند نفقے سے عاجز ہو تو تفریق نہ کرائی جاویگی اور حکم ہوگا کہ مرد کے اوپر قرض لیکر کھاوے یہان تک کہ خاوند مالدار
ہوجاوے اور ادا کرے اور امام شافعی کے نزدیک تفریق کرا دیجاویگی ف اور احادیث اور آثار امام شافعی کے بہت ہین

مذکور ہین فتح القدیر مین اور دلائل ہمارے اور جوابات اونکے استدلالات کے بھی بتفصیل مذکور ہین اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَاِنْ کَانَ ذُوْ عُسْرَۃٍ فَنَظِرَۃٌ اِلٰی مَیْسَرَۃٍ یعنی اگر خاوند تنگدست ہو تو انتظار کرنا چاہیے کشادگی دست تک ص اور ہمارے علما نے جب دیکھا کہ بدون تفریق کے معاش ممکن نہین ہی اسواسطے کہ رفع حاجت دائمی کا ساتھ قرض کے مشکل ہی اور بہت ایسا ہوگا کہ کوئی اوسکو قرض ندیگا اور غنی ہوجانا خاوند کا ایک امر متوہم ہی تو اچھا جانا اس بات کو کہ قاضی ایک نائب شافعی المذہب کو معین کر دے کہ وہ اون دونون کے بیچ مین تفریق کر دیوے ف اور اس سے معلوم ہوتا ہی کہ حنفی کو مخالف اپنے مذہب کے فتویٰ دینا جائز نہین مگر جب کہ مجتہد ہو ص اور اگر قاضی نے واسطے عورت کے کہ خاوند اوسکا تنگدست ہی نفقہ قرض کیا بعد اوسکے خاوند غنی ہوا اور زوجہ نے طلب کیا تو خاوند نفقہ غنا تمام کرے اور اگر خاوند نے مدت تک اپنی زوجہ کو نفقہ نہین دیا تو اون ایام گذشتہ کا نفقہ ساقط ہوجاویگا مگر یہ کہ قاضی نے اوسکے واسطے نفقہ معین کیا ہو یا دونون کسی چیز پر راضی ہونے ہون تو ان صورتون مین اون ایام ماضیہ کا بھی نفقہ دلایا جاویگا جب تک وہ دونون زندہ رہین تو اگر کوئی اونمین سے مرگیا یا طلاق دیدیا خاوند نے عورت کو تو بھی ساقط ہوگا مگر جب کہ قرض لیا ہو عورت نے حکم قاضی سے تو وہ موت اور طلاق سے ساقط نہوگا اور امام شافعی کے نزدیک ہرگز نہ ساقط ہوگا بلکہ مرد پر دین ہوجاویگا اور اگر پہلے سے پیشگی خاوند نے مثلاً چھ مہینے کا نفقہ دیدیا اور بعد ایک مہینے کے خاوند یا زوجہ کوئی مرگیا تو اب باقی نفقہ زوجہ سے پھیر انجاویگا شیخین کے نزدیک اور امام محمد اور شافعی کے نزدیک حساب کر کے ایک مہینے کا نفقہ عورت کے پاس رہیگا اور پانچ مہینے کا پھیر لیا جاویگا ف اور فتویٰ قول شیخین پر ہی ص اور اگر غلام نے نکاح کیا اذن سے مولی کے تو نفقہ اوسکا اوسپر واجب ہی تو بیچا جاویگا اوسمین پھر اگر نفقہ جمع ہوا تو پھر بیچا جاویگا اسی طرح بے نہایت ف مثلاً ہزار روپے اوسپر نفقے کے جمع ہوگئے اور دو بار بیچنے مین وہ ادا ہوگئے پھر اور ہزار جمع ہوئے تو پھر تیسری بار بیع کیا جاویگا پھر چوتھی بار پھر پانچوین بار زیلعی ص اور صورت اسکی یون ہی کہ ایک غلام نے نکاح کیا اپنے مولی کے اذن سے کسی عورت سے اور قاضی نے اوسپر نفقہ فرض کیا ان تک کہ ہزار درم جمع اور پانسو روپے کو بیچا گیا اور وہی اوسکی قیمت ہی اور مشتری جانتا ہی کہ اوسکے اوپر دین نفقے کا ہی تو پھر بیچا جاویگا اور اگر غلام پر دین نفقے کا نہین ہی بلکہ اور طرح کا دین ہی تو ایک ہی بار بیع کیا جاویگا ف اور باقی دین موقوف رہیگا اوسکی حریت پر ص اور خاوند پر واجب ہی کہ عورت کو رکھے ایک جدا گھر مین کہ اوسمین کوئی خاوند کے اہل سے نہووے اور نہ اوسکا بیٹا ہو جو اور بیوی سے ہو مگر جب کہ زوجہ راضی ہوجاوے خاوند کے اہل کے ساتھ رہنے پر اور اگر گھر بڑا ہی اور اوسمین کئی قطعے ہین تو بھی ایسا قطعہ چاہیے کہ زنجیر اور قفل اوسکا علیحدہ ہو اور خاوند کو پہونچتا ہی کہ والدین زوجہ کو اور اوسکے ولد کو جو اس خاوند سے نہو گھر مین آنے دیوے اسواسطے کہ گھر ملک خاوند کا ہی تو اوسکو منع پہونچتا ہی اور نہین جائز ہی کہ منع کرے اونکو دیکھنے سے زوجہ کے یا کلام سے اوسکے ساتھ جس وقت چاہین وہ اور بعضون کے نزدیک خاوند کو جائز نہین ہی کہ عورت کو والدین کے پاس جانے سے یا والدین کو اوسکے پاس آنے سے ہفتے مین ایک بار منع کرے اور اور محرمون کی زیارت سے سال بھر مین ایک بار سے اور یہی صحیح ہی ف ایسا ہی ہی ہدایہ مین اور خانیہ مین ہی کہ اسی پر فتویٰ ہی ص اور معین کر دے قاضی نفقہ اوس شخص کی زوجہ کا جو غائب ہو

اور واسطے والدین کا اور اوسکی اولاد صغار کا اوسکے مال سے جو اونکے حق کی جنس سے ہی مثلاً دراہم یا دنانیر یا کپڑے مین برخلاف اوس صورت کے کہ وہ اونکے حق کی جنس سے نہو مانند اون اسباب کے کہ اونکی بیع کی حاجت پڑتی ہی **ف** جیسے مکان زمین آلات وغیرہ **ص** کہ وہ نہ بیچے جاوینگے نزدیک مُودَع یا مضارب یا مدیون کے ہی اور وہ لوگ اقرار کرتے مین اوس مال کا اور اوسکی زوجہ ہونے کا یا قاضی زوجہ ہونے کو جانتا ہی اور قاضی کو چاہیے کہ عورت سے ضامن لے لیوے اور حلف دلاوے اوسکو اس بات پر کہ اوس شخص غائب نے اوسکو نفقہ نہین دیا ہی اور اگر وہ شخص مقر نکاح کے نہون اور قاضی بھی نجانتا ہو اور زوجہ اپنے نکاح پر گواہ لاوے تو قاضی نفقے کا اوسپر فرض نہ کریگا اور حکم نکاح بھی نہ کریگا اسواسطے کہ حکم غائب پر جائز نہین **ف** یعنی مدعا علیہ کے غائب ہوتے فیصلا کر دینا اوسپر جائز نہین **ص** اور امام زفر کے نزدیک نفقہ اوسپر فرض کرے اور نکاح کا حکم نکرے اور آج کل مین واسطے حاجت آدمیون کے قاضی عمل موافق مذہب امام زفر کے کرتے ہین **ف** اور محیط مین بھی اسیکو اختیار کیا ہی

فصل جو عورت کہ عدت مین طلاق رجعی یا بائن کے ہووے یا عدت مین اوس فرقت کی ہووے جو بسبب معصیت زوجہ کے نہین ہی جیسے خیار عتق اور بلوغ اور وہ تفریق جو بسبب کفو نہونے کے ہووے تو اوسکا نفقہ اور سکنی عدت کے گذرنے تک خاوند پر واجب ہی اور نزدیک امام شافعی کے طلاق بائن مین نفقہ اور سکنی خاوند پر نہین اور دلیل اونکی ہی حدیث فاطمہ بنت قیس سے **ف** کہ تین طلاق دیے تھے اونکو خاوند نے اونکے تو نہ مقرر کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے واسطے اونکے سکنی اور نفقہ روایت کیا اوسکو مسلم اور اصحاب سنن نے **ص** اور ہماری دلیل یہ ہی کہ حضرت عمرؓ نے اوس حدیث کو رد کیا **ف** جامع ترمذی اور ابو داود اور صحیح مسلم وغیرہ مین ہی کہ آئی فاطمہ بنت قیس نزدیک عمر بن الخطاب رضہ کے سو فرمایا آپ نے کہ نہین ہین ہم کہ چھوڑ دیوین اپنے رب کی کتاب کو اور اپنے نبی کی سنت کو بسبب قول ایک عورت کے کہ نہین جانتے ہین ہم کہ یاد رکھا اوسنے یا نہین زیادہ کیا طحاوی اور دارقطنی نے کہ فرمایا حضرت عمرؓ نے سنا مینے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ فرماتے تھے کہ مطلقہ الثلث کو سکنی اور نفقہ ہی اور حضرت عایشہ رضہ نے بھی اس حدیث کو رد کیا اور کہا فاطمہ سے کہ کیا نہین خوف کرتی ہی اللہ کا یہ صحیح بخاری مین ہی اور بھی نمانا اوسکو کبار تابعین نے مثل اسود اور سعید بن المسیب کے اور طول کیا شیخ ابن الہمام نے اس مطلب کی بحث مین جسکو دیکھنا ہو فتح القدیر مین دیکھے **ص** اور جو عورت کہ عدت موت مین ہووے یا تفریق کرائی جاوے بسبب معصیت کے جیسے مرتد ہو جاوے یا ابن زوج کا بوسہ لے لیوے تو نفقہ اوسکا واجب نہین اور جو عورت کہ عدت مین تین طلاق کے ہو اور وہ مرتد ہو جاوے تو نفقہ اوسکا ساقط ہوگا اور اگر ابن زوج کو اپنے اوپر قادر کر اوے تو ساقط نہوگا **ف** اور دلیل اسکی اصل مین مذکور ہی **ص** اور نفقہ اولاد صغار کا باپ پر ہی جب وہ مفلس ہون اور کوئی اوسمین شریک نہوگا جیسا کہ ماں باپ کے اور زوجہ کے نفقے مین کوئی اوسکا شریک نہوگا **ف** اسواسطے کہ فرمایا اللہ تعالی نے وَعَلَی الْمَوْلُوْدِ لَهٗ رِزْقُهُنَّ اور مولود لہ باپ ہی ھدایہ **ص** اور اگر اولاد اوسکی غنی ہی تو نفقہ اونکا اونکے مال مین سے ہوگا اور اگر وہ ولد شیر خوار ہی تو ماں اوسکو دودھ پلانے پر جبر نکرینگے **ف** اسواسطے کہ فرمایا اللہ تعالی نے وَلَا تُضَآرَّ وَالِدَۃٌ بِوَلَدِهَا

نوٹ: وہ شخص جسکے پاس مال امانت ہو اور مضارب وہ شخص جسکو مال سوداگری کا دیا ہو نفع کی شرکت پر اور مدیون قرضدار کو کہتے ہین

منہ مد ظلہ



اور نہ ضرر پہونچائی جاویگی والدہ اپنے ولد سے ص مگر جب سوا اوسکے اور دودھ پلانے والی نہ ملے یا لڑکا اور کسی کا دودھ
نہ پیے ف یا خاوند اجرت مرضعہ پر قادر نہو ص تو اوسوقت ماں پر جبر کرینگے ف واسطے حفاظت ولد کے
ص اور مرد نوکر رکھ لے مرضعہ کو کہ دودھ پلاوے ولد کو نزدیک اوسکی ماں کے اور اگر اوسکی ماں کو نوکر رکھ لیا اور وہ
اپنی زوجہ ہے یا عدت میں ہے طلاق بائن یا رجعی سے کے جائز نہوگا اور ایک روایت میں جب عدت میں طلاق بائن سے ہووے
تو جائز ہوگا ف اور دلیل انکی اصل میں مذکور ہے ص اور بعد گذرنے عدت سے کے جائز ہے کہ خاوند اوسکو نوکر رکھ لے
جیسا کہ جائز ہے کہ اپنی زوجہ کو اگرچہ نکاح میں یا عدت میں ہووے نوکر رکھ لے واسطے دودھ پلانے اوس ولد کے
جو زوجہ کے بطن سے نہیں ہے اور جب ماں عدت سے باہر آوے تو واسطے شیر دہی ولد کے وہ دوسروں سے زیادہ حقدار ہے
مگر یہ کہ اجرت زیادہ طلب کرے ف اسواسطے کہ فرمایا اللہ تعالی نے وَلَا مَوْلُودٌ لَّهُ بِوَلَدِهِ یعنی نہ ضرر پہونچایا
جاوے باپ اپنے ولد سے اور قیمت زیادہ یہ بھی ایک ضرر ہے ص اور نفقہ دختر بالغہ کا جسکے شوہر ہے اور نفقہ پسر بالغ کا جو
کسب پر قادر نہیں ف مثلا اولو النعم امفلوج نے دست و پا ہے ص سب باپ پر ہے اور اسی پر فتوی ہے اور روایت
خصاف اور حسن میں دو ثلث اوسکے باپ پر ہیں اور ایک ثلث ماں پر ہے اور یہ جب ہے کہ اون دونون کے واسطے مال نہووے
اور اگر مال ہووے تو نفقہ اونکا اونکے مال میں سے ہوگا اور جس شخص پر کہ صدقہ فطر واجب ہے تو اوسپر نفقہ اپنے اصول کا جو فقرا
ہون لازم ہے ف اگرچہ کسب پر قادر ہون یہ اسواسطے کہ فرمایا اللہ تعالی نے وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوفًا
اور بسر کر والدین کے ساتھ دنیا میں موافق دستور کے اور یہ آیت ماں باپ کافر کے حق میں اوتری ہے اور دستور نہیں کہ آپ عیش
کرے اور والدین کو چھوڑ دیوے کہ وہ بھوک سے مرجاوین اور اجداد اور جدات بھی آبا اور امہات میں سے ہیں اور اسیواسطے
جد قائم مقام باپ کا ہوتا ہے وقت نہونے باپ کے ہدایہ ص اور بیٹا بیٹی اسمین برابر ہین ف تو اگر کسیکا ایک
بیٹا اور ایک بیٹی ہے تو نفقہ اوسکا آدھا آدھا دونون پر ہے ص اور معتبر اس مقام میں قرب اور جزئیت ہے نہ وراثت تو جس
شخص کا ایک پوتا اور ایک بیٹی ہے تو کل نفقہ اوسکا بیٹی پر ہے ف اسواسطے کہ وہ قریب تر ہے نسبت پوتے کے ص
باوجود اس بات کے کہ ترکہ دونون کو آدھا آدھا ملیگا اور جس شخص کے ایک نواسا ہے اور ایک بھائی ہے تو کل نفقہ اوسکا
نواسے پر ہے ف اسواسطے کہ نواسا اوسکا جز ہے برخلاف بھائی کے ص باوجود اس بات کے کہ ترکہ کل بھائی لیویگا
اور نواسے کو کچھ نملیگا کیونکہ وہ ذوی الارحام سے ہے اور نفقہ ذو رحم محرم کا ف ذو رحم اوسکو کہتے ہین کہ جسکا حصہ ترکے
مین سے کچھ مقرر نہیں اور نہ وہ عصبہ ہے سراجیہ ص جب صغیر اور فقیر ہو یا عورت صغیرہ فقیرہ ہووے یا مرد بالغ بے دست و پا یا اندھا
ہووے مالک نصاب پر جو صلاحیت وراثت کی رکھتا ہو واجب ہے بقدر میراث کے اور جبر کیا جاویگا اوسپر ف اسواسطے
کہ فرمایا اللہ تعالی نے وَعَلَى الْوَارِثِ مِثْلُ ذَٰلِكَ اور قرارت ابن مسعود میں ہے وَعَلَى الْوَارِثِ ذِي الرَّحِمِ الْمَحْرَمِ مِثْلُ
ذَٰلِكَ ص تو جس شخص کا ایک ماموں اور ایک چچازاد بھائی ہے تو باوجود اس بات کے کہ چچازاد بھائی حاجب ہے ماموں
کا کیونکہ وہ عصبہ ہے لیکن ماموں کو صلاحیت ہے وراثت کی کیونکہ ہوسکتا ہے کہ چچازاد بھائی مرجانے اور ماموں وارث
ہوجاوے نفقہ اوسکا ماموں پر ہے تو معتبر قرابت اور اہلیت ارث ہے اور جس شخص کی تین بہنیں متفرق ہین مثلا ایک حقیقی اور ایک

علاتی اور ایک اخیافی تو تین خمس اوسکے نفقے کا حقیقی بہن پر ہی اور ایک ایک خمس اور دونون بہنون پر **ف** اسواسطے
کہ وراثت بہی اونکی اسی طرح تقسیم ہی تو اگر وہ شخص مرجاوے تو اوسکے مال کے پانچ حصے کئے جاوینگے تین حصے حقیقی بہن کو اور ایک
ایک حصہ اور دو بہنون کو ملیگا **ص** اور نہین نفقہ ہی باوجود اختلاف دین کے مگر زوجہ کو اگرچہ غنی ہو اور اصول اور فروع کو اگر فقیر
ہون اور باپ کو جائز ہی کہ مال اپنے پسر کا جو غائب ہو واسطے نفقے اپنے کے بیچے اور منقولات مین اوسکی بیچنا جائز نہین اور
سوائے نفقے مین اور کسی قرض کی بابت جو باپ کا بیٹے پر ہووے بیچنا اوسکے مال کا بہی جائز نہین اور مان کو ہرگز جائز نہین
کہ واسطے اپنے نفقے کے مال کو بیٹے کے بیچ ڈالے سو واسطے کہ ولایت تملک مال پسر باپ کو مخصوص ہی فرمایا رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم نے تو اور مال تیرا واسطے تیرے باپ کے ہی **ف** روایت کیا اوسکو ابن ماجہ نے جابر سے بسند صحیح **ص** اور
جس شخص غائب کا مال کسیکے پاس امانت ہی اور اوسنے بغیر حکم قاضی کے اوس غائب کے مان باپ پر خرچ کیا ضامن ہوگا اور اگر اوسکا
مال مان باپ کے پاس امانت تہا اور انہون نے خرچ کیا تو ضمان لازم نہ آویگا اور اگر قاضی نے نفقے کا واسطے غیر زوجہ کے
حکم کیا اور ایک مدت تک اونکو نہ پہونچا تو بقدر اوسکے نفقہ ساقط ہو جاویگا اور جامع کبیر بزدوی سے منقول ہی کہ یہ سبب ہی
کہ مدت دراز ہو جاوے یعنی ایک مہینہ یا زیادہ گذر گیا ہووے اور اگر مدت کم گذری ہو یعنی ایک مہینے سے کم تو ساقط نہوگا
لیکن اگر قاضی نے اوسکو قرض لینے کا غائب کے نام پر حکم کیا اور اوسنے قرض لیکے اپنے نفقے مین صرف کیا تو وہ مال ذمہ
غائب پر لازم ہوگا اور ساقط نہوگا اور مولا پر ہی نفقہ اپنے غلام اور لونڈی کا **ف** اسواسطے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم نے غلامون کے حق مین کہ وہ تمہارے بہائی ہین کیا اللہ نے اونکو زیر دست تمہارا تو جسکا بہائی زیر دست ہو
اوسکے تو کہلاوے اوسکو جو آپ کہاتا ہی اور پہناوے اوسکو جو آپ پہنتا ہی اور نہ تکلیف دو اونکو اوس امر کی جو مغلوب کرے
اونکو اور اگر دو تو تم بہی اعانت کرو اونکی روایت کیا اوسکو بخاری و مسلم نے ابو ذر سے اور روایت کیا اوسکو ابو داود نے
سند صحیح سے اور روایت کیا کہ جو تمکو پسند آوے اونمین سے تو بیچو اونکو اور نہ عذاب کرو خلق اللہ کو اور حضرت علی سے
مروی ہی کہ آخر کلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ تہا کہ محافظت کرو نماز پر اور ڈرو اللہ سے اپنے غلامون مین اخراج کیا
اوسکو امام احمد نے **نص** تو اگر مولا نے ندیا اور وہ قابل کسب کے ہین تو کما وینگے اور نفقہ اپنا کرینگے اور اگر قابل
کسب کے نہین جبر کیا جاویگا مولا اونکی بیع پر **ف** اور حیوانات مین اگر اونکو نفقہ ندے تو حکم بیع کا نہ کیا جاویگا مگر
فی ما بینہ و بین اللہ حکم ہوگا اسواسطے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منع کیا عذاب کرنے سے خلق اللہ کے روایت کیا
اوسکو ابو داود نے اور منع کیا ضائع کرنے سے مال کے روایت کیا اوسکو بخاری و مسلم نے اور صحیحین مین مروی ہی حضرت
عبد اللہ بن عمر سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عذاب کی گئی ایک عورت بسبب بلی کے قید کیا تہا اوسکو یہان تک کہ گئی
پہر داخل ہوئی آگ مین اور وہ ایسی ہی کہ نہ کہانا دیا اوسنے بلی کو اور نہ پانی دیا جب اوسکو قید کیا اور نہ چہوڑا اوسکو کہ کہا
گہانس زمین کی اور امام ابو یوسف کے نزدیک جبر کیا جاویگا اوس جانور کی بہی بیع پر کذا فی الہدایہ

کتاب العتاق

آزاد کرنا مملوک کا ایک امر مندوب اور مستحب ہی فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو مرد مسلمان آزاد کرتا ہی مرد مسلمان کو

پاک کرتا ہی اللہ اوسکے ہر عضو کے بدلے آزاد کرنے والے کے عضو کو آگ سے روایت کیا اوسکو بخاری و مسلم نے اور
صحیح ترمذی مین مروی ہی ابی امامہ رضی سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو مرد مسلمان آزاد کرے دو عورتین مسلمان
ہونگی وہ دونون خلاصی اوسکی آگ سے اور روایت ہی ابی ذر رضی سے کہا کہ پوچھا مینے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کون عمل
افضل ہی فرمایا ایمان لانا اللہ پر اور جہاد کرنا اوسکی راہ مین کہا مینے پھر کون سی گردن آزاد کرنی افضل ہی فرمایا جسکی قیمت زیادہ
اور نفیس زیادہ ہی اپنے مالک کے پاس روایت کیا اوسکو بخاری و مسلم نے اور صحیح مسلم مین ہی حضرت ابو ہریرہ رضی سے
کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہین بدلہ دے سکتا ہی بیٹا اپنے باپ کو مگر یہ کہ پاوے اوسکو غلام پھر آزاد کرے اوسکو
اور مستحب رکھا علما نے کہ آزاد کرے مرد غلام کو اور عورت لونڈی کو تاکہ مقابلہ اعضا کا ہو جاوے هدایه ص
عتق صحیح ہوتا ہی حر بالغ عاقل سے اپنی ملک مین ف تو غیر کا غلام آزاد نہین کر سکتا اسواسطے کہ فرمایا رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے نہین عتق ہی اوسمین جسکا مالک نہین آدمی روایت کیا اوسکو ترمذی نے اور کہا کہ حسن صحیح
ہی ص تو اگر لفظ صریح ہو تو بغیر نیت کے آزاد ہوگا جیسے کہے تو حر ہی یا معتق ہی یا عتیق ہی یا آزاد کیا مینے تجکو یا
محرر ہی یا حر کیا مینے تجکو یا یہ مولا میرا ہی یا پکارا کہ ای میرے مولا ف اور ایسا ہی اگر کہا کہ ای حر یا ای آزاد اور اگر نام اوسکا
حر ہی اور اوسنے پکارا یا حر تو آزاد نہوگا اور اگر نام اوسکا حر تھا اور فارسی مین کہا ای آزاد یا نام اوسکا آزاد تھا اور عربی
مین کہا یا حر تو آزاد ہو جاویگا هدایه ص یا کہا کہ سر تیرا حر ہی یا اور جو اعضا کہ اون سے تعبیر سارے بدن سے
ہوتی ہی ف اور گذرا بیان اونکا کتاب الطلاق مین ص اور اگر لفظ کنایہ ہو کہ احتمال آزاد ہونے اور نہونے کا
رکھتا ہی جیسے کہے میری ملک تیرے اوپر نہین ہی یا تو میری ملک سے نکل گیا یا چھوڑ دی مینے راہ تیری یا لونڈی سے
کہا چھوڑ دیا مینے تجکو ف کہ ان سب لفظون سے عتاق اور عدم عتاق مراد ہو سکتا ہی کیونکہ جب کہا کہ تو میری ملک سے
نکل گیا معلوم نہین کہ بسبب عتاق یا بسبب بیع کے یا بسبب ہبہ کے اور ایسا ہی باقی الفاظ مین ص تو بغیر نیت کے آزاد نہوگا
اور اگر مولی نے اپنے غلام کو کہا یہ بیٹا میرا ہی تو اگر فرزند اوسکا وہ ہو سکتا ہی تو بغیر نیت کے آزاد ہوگا اور اگر فرزند اوسکا
نہین ہو سکتا تو بھی امام صاحب کے نزدیک بے نیت کے آزاد ہو جاویگا اور صاحبین کے نزدیک نہوگا ف اور
دلائل اسکے مذکور ہین ہدایہ اور شرح وقایہ مین ص اور اگر خواجہ نے اپنے غلام کو پکارا کہ ای میرے بیٹے یا ای میرے
بھائی تو آزاد نہوگا اسواسطے کہ مقصود پکارنے سے حاضر ہونا اوسکا ہی اور لحاظ معنی کا نہین برخلاف اوسکے نداے
ساتھ حر کے کیونکہ وہ صریح ہی قصد معنی کی طرف محتاج نہین اور اسی طرح اگر کہا کہ نہین حکومت ہی میری تجپر ف اگرچہ
نیت کرے آزادی کی ص تو بھی آزاد نہوگا کیونکہ ہو سکتا ہی کہ اوسکا غلام ہو اور تصرف مولا کا نہو سکے جیسا کہ
مکاتب مین ف اور بیان اسکا آگے آویگا ص اور لفظ طلاق اور جو کنایات طلاق ہین اون سے ہمارے نزدیک
لونڈی آزاد نہوگی اگرچہ نیت بھی ہو آزادی کی برخلاف امام شافعی کے کہ اونکے نزدیک آزاد ہو جاویگی ف اور دلائل
طرفین کے ہدایہ مین مسطور ہین ص اور اگر اپنے غلام سے کہا کہ تو مثل حر کے ہی آزاد نہوگا اگرچہ نیت بھی ہو آزادی کی
اور اگر کہا کہ نہین ہی تو مگر حر تو آزاد ہو جاویگا اور جو شخص کہ مالک ہو جاوے اپنے ذی رحم محرم کا تو وہ آزاد ہو جاویگا ف

اسواسطے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص کہ مالک ہوجاوے ذی رحم محرم اپنے کا تو آزاد ہوجاویگا اوسیکو روایت
کیا اس حدیث کو ایسے الفاظ سے بیہقی اور نسائی نے اور ضعیف کیا اوسکو بسبب اس بات کے کہ ضمرہ منفرد ہوا ساتھ اس
حدیث کے سفیان سے اور صحیح کہا اوسکو عبدالحق نے اور کہا کہ ضمرہ ثقہ ہی اور تصویب کی ابن القطان نے اوسکے کلام کی
اور توثیق کی ضمرہ کی ابن معین نے اگرچہ حجت نہین پکڑی اوس سے صحیحین مین اور ایک روایت مین ہی کہ جو شخص مالک ہو
ذی رحم محرم کا تو وہ حر ہی نکالا اوسکو اصحاب سنن اربعہ نے سمرہ سے اور روایت کیا اوسکو طحاوی نے حضرت عمر رض
سے موقوفا اور عائشہ اور علی رض سے ساتھ اسانید ضعیفہ کے اور تفصیل فتح القدیر مین ہی ص اور جسنے اپنے غلام کو واسطے
خدا کے یا واسطے شیطان کے یا واسطے بت کے یا زبردستی سے یا نشے مین آزاد کیا تو آزاد ہوجاویگا اور اگر مضاف
کیا عتق کو طرف ملک کے مثلا کہا کہ اگر مین مالک بنون اس غلام کا تو وہ حر ہی یا شرط کی مثلا کہا کہ اگر فلانا شخص آوے تو غلام میرا آزاد ہی
اور اوس غلام کا مالک ہوگیا یا وہ شخص آگیا تو آزاد ہوجاویگا اور اگر غلام حربی کا مسلمان ہوکے ہماری طرف چلا آوے تو آزاد ہوگا
ف اسواسطے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا غلامون مین طائف کے جب وہ نکلے تھے وہان سے مسلمان
ہوکے کہ وہ آزاد کیے ہوئے ہین اللہ کے روایت کی یہ ابوداؤد اور ترمذی نے اور کہا کہ حسن صحیح غریب لا نعرفہ
الا من هذا الوجه اور روایت کیا اوسکو حاکم نے اور کہا کہ صحیح ہی اوپر شرط مسلم کے ص اور حمل[1] آزاد ہوجاویگا بسبب
آزادی اوسکی مان کے اور آزاد کرنے سے حمل کے آزاد نی اوسکی مان کی نہوگی اور یہ جب ہی کہ بعد آزادی کے چھ مہینے
سے کم مین جنے[2] ف اسواسطے کہ ہمین یقین ہی وجود حمل کا وقت آزادی کے ص اور اسمین ولا اوسکے باپ کی
مولا کی طرف نہ آویگی ف صورت ولا کھنچنے کی یہ ہی کہ ایک شخص کے غلام نے اوسکے اذن سے ایک
لونڈی سے نکاح کیا کہ اوسکو غیر نے آزاد کیا تھا اور اوس سے ایک لڑکا پیدا ہوا تو وہ حر ہوگا بہ تبعیت اپنی مان کے اور ولا
اوسکی مان کی مولا کو ملیگی مگر جب یہ شخص بھی اپنے غلام کو آزاد کر دے تو اس صورت مین باپ اوسکا ولا لڑکے کو اپنی طرف کھینچ لیگا
تو اگر باپ مرجاوے اور پھر اوسکا بیٹا مرجاوے تو اب ولا بیٹے کی باپ کے مولا کی طرف کھنچ جاویگی ص اور لڑکا تابع ہی اپنی مان کے
تو اگر مان اوسکی پیدا ہوتے وقت آزاد ہی آزاد ہوگا اور اگر مملوکہ ہوگی مملوک ہوگا اور اگر مکاتبہ ہی مکاتب ہوگا اور اگر مدبرہ
ہی مدبر ہوگا اور لونڈی کا لڑکا اوسکے خاوند سے ملک ہی اوسکے مولا کی اور اوس کے مولا سے آزاد ہی

باب عتق البعض

اگر کسی شخص نے بعض اپنے غلام کا آزاد کیا ف مثلا کہا نصف تیرا آزاد ہی یا ثلث تیرا یا ربع تیرا ص تو امام صاحب
کے نزدیک اوتنا حصہ آزاد ہوجاویگا اور سعی کریگا واسطے بقیہ قیمت کے نزدیک امام ابوحنیفہ رح کے اور مانند مکاتب کے
ہوجاویگا مگر جب کہ عاجز ہوجاوے تو غلام نہوجاویگا اور صاحبین کے نزدیک سارا غلام آزاد ہوگا ف اور دلیل اسکی
مذکور ہی اصل مین ص اگر ایک غلام مین دو شخص شریک ہین اور ایک نے اپنا حصہ آزاد کر دیا تو دوسرا شریک بھی چاہے
اپنا حصہ آزاد کر دے یا اوس سے سعی کرالیوے یا ضمان لیوے آزاد کرنے والے سے اگر وہ تنگدست نہین ہی
اور اگر تنگدست ہی تو ضمان نہ لیگا ف بلکہ سعی کرا دیگا یا آزاد کر دیگا ص اور ولا دونون کے واسطے ہی اگر وہ

[1] یعنی اگر حاملہ لونڈی کو آزاد کیا تو وہ اور اوسکا بچہ دونون آزاد ہوجاوینگے ۱۲ منہ مدظلہ

[2] اور اگر بعد چھ مہینے کے پیدا ہوگا تو بچہ بالاصالت آزاد نہوگا بلکہ مان کے تابع ہوکر آزاد ہوجاویگا ۱۲

دوسرا شریک بھی آزاد کرے یا سعی کراوے اور اگر ضمان لیوے تو کل ولا آزاد کرنے والے کو ہی اور آزاد کرنے والا
رجوع کرے رقم ضمان کا غلام پر اور صاحبین کے نزدیک دوسرے شریک کو دو ہی باتون کا اختیار ہی چاہیے ضمان لیوے
آزاد کرنے والے سے اگر وہ غنی ہی یا سعی کراوے اگر وہ فقیر ہی ف اور آزاد نہین کرسکتا کیونکہ پہلے ہی کل آزاد ہوچکا
اونکی طرف سے یہ دلیل لاتے ہین حدیث ابی ہریرہ سے صحیحین مین کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص آزاد کرے
اپنا حصہ غلام کا تو خلاصی اوسکی اوسپر ہی اگر اوسکے پاس مال ہی اور نہین تو قیمت لگایا جاویگا اور سعی کرائی جاویگی اور دلیل
امام ابو حنیفہ کی مذکور ہی ہدایہ اور فتح القدیر مین ص اور ولا فقط آزاد کرنے والے کو ہی اور اگر دونون شریکون نے
گواہی دی اس بات کی کہ دوسرے نے اپنا حصہ آزاد کیا ہی ف مثلا زید اور عمرو شریک تھے ایک غلام مین تو زید نے
شہادت دی کہ عمرو نے اپنا حصہ آزاد کیا اور عمرو نے شہادت دی کہ زید نے اپنا حصہ آزاد کیا ص تو غلام سعی کرے
اون دونون کے لیے اونکے حصے مین اور ولا اون دونون کے واسطے ہی برابر ہی کہ وہ دونون تنگدست ہون یا دونون فراغ دست
یا ایک تنگدست اور دوسرا فراغ دست اور صاحبین کے نزدیک سعی کرے اگر وہ دونون تنگدست ہون اور اگر وہ دونون فراغ دست
ہون تو سعی نکرے اور ایک تنگدست ہی اور دوسرا فراغ دست تو تنگدست کے واسطے سعی کرے اور موقوف رہیگی ولا سب
صورتون مین یہانتک کہ اتفاق کرین دونون ایک کی آزادی پر اسواسطے کہ ہر ایک اپنے عتق کا منکر ہی اور اگر ایک نے
اوسکے عتق کو معلق کیا کل کے روز ایک فعل کے وجود پر اور دوسرے نے اوسکے عدم پر ف مثلاً ایک شریک نے کہا
کہ اگر کل زید اس گھر مین جاوے تو حصہ میرا آزاد ہی اور دوسرے نے کہا کہ اگر کل زید اس گھر مین نجاوے تو حصہ میرا آزاد ہی ص
اور کل کا روز گذر گیا اور شرط اوسکی معلوم نہوئی ف مثلا زید اوس گھر مین گیا یا نہ گیا معلوم نہوا ص تو آزاد
ہوجاویگا نصف اوس غلام کا ف اسواسطے کہ دونون باتون سے کوئی امر ہوا ہوگا تو نصف آزاد ہوجاویگا ص
اور سعی کرے نصف مین واسطے اون دونون کے اور امام محمد کے نزدیک سعی کرے واسطے کل کے دونون کے لیے اور اگر
غلام دونون کے جدا ہین مثلا ایک شخص نے کہا کہ اگر فلانا شخص کل گھر مین داخل ہو تو غلام میرا آزاد ہی اور دوسرے نے کہا
کہ اگر فلانا شخص گھر مین کل داخل نہو تو غلام میرا آزاد ہی اور کل کا روز گذر گیا اور حال معلوم نہوا تو کوئی آزاد نہوگا اور اگر ایک
غلام ساتھہ خریدا یا ہبہ یا وصیت سے یا دو شخصون کی ملک مین آیا اور ایک اونمین سے اوس غلام کا باپ ہی یا نصف اپنے بیٹے کا
غیر سے خرید لیا یا اوسکے عتق کو معلق کیا ساتھہ اوسکی ملک کے اور پھر خریدا اوسکو کسی کے ساتھہ ملکے تو ان سب صورتون مین
حصہ اوسکا آزاد ہوجاویگا اور باپ ضامن نہوگا برابر ہی کہ شریک جانتا ہو اس بات کو کہ یہ بیٹا ہی اوسکا یا نہ جانے جیسا کہ
نہین ضامن ہوتا ہی باپ اگر وارث ہوئے دونون ایک غلام کے اور صورت اوسکی یون ہی کہ ایک عورت مرگئی اور اوسکا
ایک غلام تھا کہ وہ اوسکے خاوند کا بیٹا تھا اور وہ عورت چھوڑ گئی اپنے بھائی اور خاوند کو تو باپ نصف غلام کا مالک ہو جاویگا
اور آزاد ہوگا اور اوسکے بھائی کے حصے کا ضامن نہوگا اب دوسرے شریک کو اختیار ہی چاہیے اوسکو آزاد کردے یا سعی کراوے
اور صاحبین کے نزدیک غیر میراث مین دوسرا شریک ضامن ہوگا اوسکی نصف قیمت کا اگر غنی ہی اور سعی کریگا غلام اگر وہ فقیر ہی
اور میراث کی صورت مین سب کے نزدیک ضامن نہوگا اسواسطے کہ ثبوت ملک کا میراث مین کچھ اختیاری نہین ہی تو باپ کا

یعنی [illegible] روپیہ

کیا تقصود ہو مسئلہ اگر کسی شخص نے بعض غلام اوسکے مولی سے خریدا بعد اوسکے بعض باقی کو باپ نے اوس غلام کے جو غنی ہو خریدا تو اب اوس شخص کو اختیار ہو چاہے باپ سے اوسکے بقدر اپنے حصے کے ضمان لیوے یا غلام سے سعی کرا لیوے اور صاحبین کے نزدیک فقط ضمان لیوے مسئلہ ایک غلام ہو تین شخص برابر کے شریک تھے ایک نے اوسکو مدبر کیا اور دوسرے نے آزاد کیا اور وہ دونوں مالدار ہین اور تیسرا چپ رہا تو چپ رہنے والا اپنے تہائی حصے کا ضمان لیوے مدبر کرنے والے سے اور نہ ضمان لیوے آزاد کرنے والے سے اور مدبر ضمان لیوے آزاد کرنے والے سے تہائی حصے کا بعد مدبر ہونے کے نہ اوتنے کا جتنا چپ رہنے والے کو دیا ہو یہ مذہب امام ابو حنیفہ کا ہو ف مثلا اوس غلام کی ستائیس روپیہ قیمت تھی تو چپ رہنے والا مدبر کرنے والے سے نو روپیہ لے سے اور مدبر کرنے والا ضمان لیوے آزاد کرنے والے سے چھ روپیہ کا اسواسطے کہ قیمت مدبر کی دو ثلث ہو قیمت غلام کے اسواسطے کہ مملوک مین منافع تین ہین وطی اور خدمت لینا اور بیچ ڈالنا مدبر کرنے سے ایک فائدہ جاتا رہا یعنی اب اوسکو بیچ نہین سکتا تو ایک ثلث قیمت بھی اوسکے مقابلے مین کم ہو جاویگی ص اور صاحبین کے نزدیک غلام اوس شخص کا ہوگا جسنے اول اوسکو مدبر کیا اور ضامن ہوگا دو ثلث قیمت کا ف یعنی اٹھارہ روپیہ کا صورت مذکور مین ص واسطے دونون شریکون اپنے کے برابر ہو کہ تنگدست ہو یا فراخ دست اور ولا موافق مذہب امام ابو حنیفہ کے تین حصے کیجاویگی دو حصے مدبر کرنے والے کو اور ایک حصہ آزاد کرنے والے کو ف اور صاحبین کے مذہب کے موافق ولا کل مدبر کرنے والے کو ملیگی ص اور اگر ایک نے دو شریکون مین سے لونڈی مین کہا کہ یہ میری دوسرے شریک کی ام ولد ہو اور اوسنے انکار کیا تو وہ لونڈی ایک دن خالی بیٹھی رہیگی اور ایک دن خدمت کریگی منکر کی امام صاحب کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک اگر چاہے منکر سعی کرالیوے لونڈی سے نصف قیمت مین پھر وہ آزاد ہو جاویگی سواسطے کہ جب اوسکے شریک نے تصدیق ام ولد ہونے کی نکی تو اقرار اوسکا اوسی پر پلٹ گیا تو گویا اوسکی ام ولد ہو گئی تو شریک منکر اپنے حصے کے موافق سعی کرالیگا اور پھر آزاد ہو جاویگی مسئلہ اور اگر ایک ام ولد دو شخصون مین مشترک تھی اور ایک نے اونمین سے اوسکو آزاد کر دیا تو دوسرے کے حصے سے ضامن نہوگا امام کے نزدیک کیونکہ امام صاحب کے مذہب مین ام ولد کی کچھ قیمت نہین اور صاحبین کے نزدیک ضامن ہوگا اسواسطے کہ ام ولد اونکے نزدیک قیمت دار ہو مسئلہ اور جس شخص کے تین غلام تھے اور دو اوسکے پاس موجود تھے اور اوسنے کہا ایک تم مین کا آزاد ہو پھر ایک اون دو مین سے چلا گیا اور تیسرا غلام آیا اور پھر کہا ایک تم مین کا آزاد ہو اور بعد اسکے وہ شخص مر گیا اور کچھ بیان نہین کیا تو جو غلام دونون مرتبہ حاضر تھا اوسکے تین ربع آزاد ہو گئے اور نصف اور دو کا نزدیک امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف کے اور ایسا ہی ہو امام محمد کے نزدیک مگر تیسرے کا ایک ربع آزاد ہوگا اونکے نزدیک ف اور ایسا ہی اصل مین مسطور ہو ص اور اگر مولی نے یہ قول مرض موت مین کیا اور وارثون نے اسکو جائز نرکھا اور سوا ان تین غلامون کے اور کوئی مال اوسکا نہین اور قیمت ان سب کی برابر ہو تو ہر غلام کے سات حصے کرینگے موافق حصوں عتق کے اونکے نزدیک ف اسواسطے کہ تین ربع اور دو نصف کے چار ربع ہوئے تو سات حصے عتق کے تھے ص تو سات حصے ثلث مال ہو گئے اسواسطے کہ قیمت ہر غلام کی مساوی ثلث مال کے ہو تو جو غلام نکل گیا تھا اوسکے دو سبع آزاد ہوئے اور پانچ سبع مین اپنی قیمت کے سعی کریگا اور اسی طرح داخل کے اور ثابت کے تین یعنی تین سبع اور سعی کریگا چار سبع مین اپنی قیمت کے اور امام محمد کے نزدیک کہ

سہام عتق چھ تھے اوسکو ثلث مال نہ دینگے اور ہر غلام کے چھ حصے کرینگے تو خارج کے دو سدس آزاد ہونگے اور سعی ایکا
چار سدس قیمت مین اور ثابت کے تین سدس آزاد اور سعی کریگا تین سدس مین اور داخل کا ایک تو سعی کریگا پانچ سدس مین مثلاً قیمت
ہر غلام کی بیالیس روپے تھے اور یہی ثلث مال ہی تو کل مال ایک سو چھبیس روپے ہوے تو شیخین کے نزدیک خارج کے دو سبع یعنی
بارہ روپے آزاد ہو وینگے اور پانچ سبع یعنی تیس مین سعی کریگا اور اسیطرح داخل کے اور ثابت کے تین سبع یعنی اٹھارہ
روپے آزاد ہوئے اور چار سبع یعنی چوبیس مین سعی کریگا اور امام محمد کے نزدیک خارج کے دو سدس یعنی چودہ روپے اور ثابت
تین سدس یعنی اکیس روپے اور داخل کا ایک سدس یعنی سات روپے آزاد ہونگے تو سب سہام عتق دونون قولون پر بیالیس روپے
ہوئے **ف** اس صورت سے ۲/۴ شیخین کے نزدیک اور اس صورت سے ۲/۴ امام محمد کے نزدیک **ص** اور وہ
ثلث مال ہی اور سہام سعایت چوراسی روپے ہوئے اور وہ دو ثلث مال کے ہین **ف** اس صورت سے ۴/۴ شیخین کے
نزدیک اور اس صورت سے ۵/۴ امام محمد کے نزدیک واللہ اعلم **ص** اور اسی طرح جو شخص تین عورتین رکھتا ہی اور مہر تینونکا
برابر ہی اور اوسنے کسیکے ساتھ وطی نہین کی اور دو عورتین اوسکے پاس حاضر تھین اوسنے کہا کہ ایک تم مین سے طالق ہی
بعد اوسکے ایک اونمین سے چلی گئی اور تیسری آئی پھر کہا کہ ایک تم مین سے طالق ہی تو جو عورت کہ حاضر رہی اوسکے مہر سے
تین ثمن ساقط ہوئے اور جو نکل گئی اوسکا ربع مہر یعنی دو ثمن ساقط ہوئے اور جو داخل ہوئی اوسکا ایک ثمن **ف**
اور تفصیل اور دلائل اسکے اصل مین مذکور ہین **ص** اور اگر کسی شخص نے دونون عورتون اپنی سے کہا کہ ایک تم مین طالق ہی
بعد اوسکے ایک کے ساتھ وطی کی یا ایک مرگئی تو دوسری پر طلاق واقع ہوگا اسواسطے کہ ایک کی وطی سے معلوم ہوا کہ
مراد اوسکی دوسری تھی اور اسیطرح ایک کے مرنے سے دوسری محل طلاق نہین رہی اور اسیطرح اگر کسی شخص نے اپنے
دو غلامون سے کہا کہ ایک تم مین آزاد ہی بعد اوسکے ایک کو بیچا یا ہبہ کردیا یا تصدق کیا اور اوسکو سپرد کردیا یا مرگیا
یا ایک کو دو لونڈیون سے ام ولد کیا تو دوسرا آزاد ہوجاویگا اسواسطے کہ ان تفرقون سے معلوم ہوا کہ یہ مراد تھا لیکن فقط
وطی سے دوسرا آزاد نہوگا امام صاحب کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک ہو جاویگا **ف** اور دلائل طرفین کے مذکور ہین اصل مین
ص اور اگر کسی شخص نے اپنی لونڈی سے کہا کہ اگر اول بار تو لڑکا جنی تو تو آزاد ہی اور اوسنے ایک لڑکا اور ایک لڑکی جنی اور معلوم
نہوا کہ کون اول پیدا ہوا تو آدھی لونڈی اور آدھی لڑکی آزاد ہوجاویگی اور لڑکا غلام رہیگا اور اگر دو شخصون نے گواہی دی کہ
فلانے نے دو غلامون مین سے اپنے ایک غلام کو آزاد کیا ہی تو امام صاحب کے نزدیک گواہی اونکی باطل ہوگی لیکن اگر دونون گواہون
نے اس بات پر شہادت دی کہ اوسنے اپنے مرض موت مین ایک کو آزاد کیا یا صحت مین یا مرض موت مین ایک کو مدبر کیا تو گواہی
جائز ہوگی اور اسیطرح اگر دونون گواہون نے کہا کہ فلانے نے ایک کو دو بیبیون اپنی سے طلاق دیا ہی تو بالاتفاق درست ہوگا بر خلاف
اسکے کہ جب گواہی دین کہ اوسنے ایک کو دو لونڈیون اپنی سے آزاد کیا ہی کہ نزدیک امام کے درست نہوگا مگر جب کہ گواہی دین ایک لونڈی معین کی آزادگی

باب الحلف بالعتق

کسی شخص نے کہا کہ اگر مین گھر مین داخل ہون تو جو غلام میرا اوس دن ہوگا وہ آزاد ہی تو جو غلام اوسکی ملک مین وقت داخل ہونیکے
ہوگا وہ آزاد ہوجاویگا اگرچہ بعد قسم کے اوسکا مالک ہوا ہووے اور جو کہا کہ مین اگر گھر مین داخل ہون تو جو غلام میرا ہی آزاد ہی

ف یعنی اوس دن کا لفظ نکہا ص تو وقت داخل ہونے کے جو غلام کہ پہلے قسم کے اوسکی ملک مین ہوگا آزاد ہو جاویگا
ف اور جس غلام کا کہ بعد قسم کے مالک ہوا ہووے وہ آزاد نہوگا ص اور اسی طرح اگر کہا کہ جو غلام میرا ہی یا جو غلام کہ
مالک ہوؤن مین اوسکا کل آزاد ہو جاویگا تو جو غلام کہ وقت قسم کے اوسکی ملک مین ہوگا کل آزاد ہوگا ف اور جو بعد قسم کے
ملک مین آوے تو وہ آزاد نہوگا اگرچہ قسم ہی کے دن مین خریدا ہووے ص اور اگر کہا کہ جو بندہ میرا مذکر ہی آزاد ہی اور اوسکی
ایک لونڈی حاملہ ہی اور وہ لڑکا جنی تو آزاد نہوگا اگرچہ کم مین چھ مہینے سے قسم کے وقت سے جنے اور اگر مذکر کی قید نہ لگاتا تو
لونڈی بھی اور اوسکی تبعیت مین حمل بھی دونون آزاد ہوجاتے اور اگر کہا کہ جو غلام میرا ہی یا جس غلام کا مین مالک ہون آزاد ہی
بعد میری موت کے تو جو اس کہنے کے قبل اوسکی ملک مین ہوگا مدبر ہو جاویگا اور جو اسکے بعد ملک مین آوے مدبر نہوگا تو اوسکی
بیع جائز ہوگی لیکن بعد مرنے کے دونون ثلث مال سے آزاد ہو جاوینگے ف اور دلیل اسکی اصل مین مذکور ہی ص اور
جس شخص نے اپنے غلام سے کہا تو آزاد ہی بدلے مین ہزار درم کے اور اوسنے قبول کیا تو وہ آزاد ہوگا اور ہزار درم اوسپر
قرض ہو جاوینگے تو ضمانت اون روپیون کی صحیح ہوگی اسواسطے کہ یہ دین صحیح ہی کیونکہ آزاد پر ہی برخلاف بدل کتابت کے کہ ضمانت
اوسکی جائز نہین کیونکہ وہ قرض غلام پر ہی اور وہ دین صحیح نہین ف تو مکاتب مین اور اوسمین فرق معلوم ہو گیا اسواسطے
کہ مکاتب آزاد نہین ہوتا جب تک کہ اوسپر ایک پیسہ بھی باقی رہے اور اگر عاجز ہو جاوے تو پھر مملوک ہو جاتا ہی برخلاف معتق
علی المال کے کہ یہ آزاد ہو جاتا ہی اور قرض اوسپر رہتا ہی جیسے آزاد شخص پر ص اور جسنے اپنے غلام سے کہا کہ اگر اسقدر مال
تو مجکو ادا کرے تو تو آزاد ہی تو مال کے ادا کرنے تک غلام ماذون بہ تجارت ہو جاویگا تو جب تمام مال کو اوسی مجلس مین ادا کرے
آزاد ہوگا اور اگر کہا کہ جب ادا کرے تو آزاد ہی تو جسوقت کہ تمام مال ادا کریگا آزاد ہو جاویگا اگرچہ بعد مجلس کے ادا کرے اور ادا کرنے
سے یہ ہی کہ مولے کو دیدیوے اور اوسکا قبضہ کرادیوے یا ایسی جگہہ رکھدیوے کہ مولی اوسکو بغیر کسی مانع کے لے سکتا ہی اگرچہ
قبل اس کہنے کے کہ غلام نے اوسکو کسب کیا ہو لیکن مولی اس صورت مین اوسپر رجوع کر لیگا اور اگر بعض مال کو ادا کیا تو آزاد نہوگا
یہانتک کہ کل مال ادا کرے اور اگر کہا کہ تو بدلے مین ہزار کے بعد میری موت کے آزاد ہی تو اگر اوسنے بعد موت کے
اوسکو قبول کیا اور وارث نے اوسکو آزاد کردیا تو آزاد ہوگا اور جو وارث نے بھی نہ آزاد کیا اور نہ اوسنے قبول کیا تو آزاد نہوگا اور
ایک سال کی خدمت پر اوسکو آزاد کیا اور اوسنے قبول کیا تو آزاد ہو جاویگا اور خدمت ایک سال کی اوسپر لازم ہوگی اور اگر قبل
گذرنے ایکسال کے مولی مرگیا تو نزدیک شیخین کے قیمت اپنے نفس کی غلام پر لازم ہوگی اور امام محمد کے نزدیک قیمت خدمت
کی واجب ہوگی اسی طرح اگر غلام کو اوسی کے ہاتھ مقابلے مین کسی چیز معین کے بیچا اور قبل قبض کرنے کے وہ چیز ہلاک ہوئی
تو شیخین کے نزدیک قیمت اپنے نفس کی غلام پر لازم ہوگی اور امام محمد کے نزدیک قیمت اوس شی معین کی مسئلہ اگر
کسی شخص نے باندی کے مالک سے کہا کہ اس باندی کو بدلے مین ہزار کے آزاد کر اس شرط پر کہ میرے ساتھ اوسکا
نکاح کردیوے اور مالک نے اوسکو آزاد کیا اور باندی نے اوس شخص کو قبول نہ کیا تو وہ باندی خواجہ کی طرف سے
آزاد ہو جاویگی اور اوس شخص پر کچھ نہین اور اگر کہا کہ اس باندی کو میری طرف سے بدلے مین ہزار کے آزاد کر
ف یعنی میری طرف کا لفظ زیادہ کیا اور باقی مساوی پہلا ہی ص تو اوس ہزار کو اوسکی قیمت اور مہر مثل پر

قسمت کرینگے اور اوس شخص پر حصہ قیمت کا واجب ہوگا تو مثلاً قیمت اوسکی ہزار تھی اور مہر مثل پانچ سو تو ہزار کو ڈیڑھ
ہزار پر قسمت کرینگے تو دو تہائی ہزار کی حصہ قیمت کا اور ایک تہائی ہزار کی حصہ مہر مثل کا ہوا تو اوس شخص پر دو تہائی ہزار کی
واجب ہونگی مالک کے لیے اور اگر لونڈی نے اوسکو قبول کیا تو اول صورت مین ف یعنی جسمین میری طرف کا لفظ
نہین ہے ص قیمت ساقط ہوگی ف یعنی دو تہائی ہزار کی ص اور دوسری صورت مین ف یعنی جسمین
میری طرف کا لفظ موجود ہے ص دو تہائی ہزار کی اوس شخص پر لازم آوینگی اور جتنا قسمت سے حصہ مہر مثل کا
ہوا ہے ف یعنی ایک تہائی ہزار کی ص وہ دونون صورتون مین مہر ہو جاوے گا اوس لونڈی کا

باب مدبر اور ام ولد کے بیان مین

اور جب مولا نے اپنے مملوک سے کہا جب مرجاؤن مین تو تو آزاد ہے یا تو آزاد ہے بعد میرے یا تو مدبر ہے یا مدبر کیا مینے
تجکو یا اگر سو برس تک مین مرجاؤن تو آزاد ہے اور غالب ہے موت اوسکی قبل سو برس کے تو ان سب صورتون مین
وہ مملوک مدبر ہوگیا تو نہین جائز ہے بیع اوسکی اور نہ ہبہ اوسکا ف اور کہا شافعی نے جائز ہے بیع مدبر کی اور صحیح
ہوا ابن عمر رضی سے کہ نہ بیع کیا جاویگا مدبر اور نہ ہبہ کیا جاویگا اور آزاد ہو جاویگا ثلث مال سے اور رفع کیا اسکو طرف
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روایت کیا اوسکو دارقطنی نے اور ضعیف کیا اوسکے رفع کو اور صحیح کیا اوسکے وقف کو
اور یہی نکالا دارقطنی نے علی بن ظبیان سے انھون نے ابن عمر رضی سے کہ کہا انھون نے مدبر آزاد ہے ثلث سے اور
ضعیف ہے ابن ظبیان اور وہ جو روایت کی صحیحین مین جابر سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیچا مدبر کو ایک واقعہ ہے
کہ اوس سے عموم ثابت نہین ہوتا تو نہ معارض ہوگی روایت ابن عمر کو اور ابن عمر کو ہان اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
فرماتے يُبَاعُ الْمُدَبَّرُ تو معارض ہوتا علاوہ اسکے وہ حدیث محمول ہے مدبر مقید پر اور مدبر مقید کی بیع جائز ہے جیسا کہ آگے
آتا ہے اور روایت کی دارقطنی نے ابی جعفر سے کہ اونکے نزدیک ذکر ہوا کہ عطا اور طاؤس قائل ہین ساتھ حدیث جابر کے کہ بیچا
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدبر کو سو کہا ابو جعفر نے کہ شہادت دیتا ہون مین کہ اذن دیا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
اوسکی خدمت کی بیع مین لیکن کہا کہ ابو جعفر ثقات معتبرین سے ہے اور لیکن یہ حدیث مرسل ہے اور کہا ابن القطان نے
کہ مرسل صحیح ہے اور تفصیل کی اسکی اس مقام مین شیخ ابن الہمام نے ص اور خواجہ کو جائز ہے کہ خدمت لیوے اور اجارہ کرادے
اور لونڈی مدبرہ کا نکاح کر دینا اور وطی کرنا اوس سے جائز ہے ف کیونکہ روایت کی امام ابو حنیفہ نے عطا بن یسار سے
انھون نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے کہ وہ وطی کرتے تھے دو لونڈیون سے کہ آزاد کیا تھا اونکو بعد موت کے ص اور جب
مولا مرجاویگا تو وہ اوسکے ثلث مال مین سے آزاد ہو جاویگا ف اور دلیل اسکی گذری ص اور اگر اوسنے کچھ مال
نہ چھوڑا سوا اوس مدبر کے تو ایک ثلث اوسکا آزاد ہوگا اور دو ثلث مین سعی کریگا اور اگر قرض خواجہ پر اتنا ہے کہ تمام قیمت کو
اوسکی محیط ہے تو کل کے واسطے سعی کریگا ف اسواسطے کہ تدبیر بمنزلے وصیت کے ہے اور دین مقدم ہے وصیت پر
ص اور اگر خواجہ نے اوسکا عتق معلق کیا ساتھ موت کے اوپر ایک صفت کے جیسا کہ کہا کہ اگر اس مرض
مین مرجاؤن یا ایک سال مین مرجاؤن تو تو آزاد ہے اون صورتون مین سے کہ غالباً ممکن ہین تو قبل مرنے کے

فائدہ

بیع اور ہبہ اوسکی جائز ہی اور جب خواجہ اوسی صفت پر مرجاوے تو وہ ثلث مال سے آزاد ہو جاویگا

فصل ام ولد کے بیان مین

اگر لونڈی مولا سے جنے تو وہ ام ولد ہو گئی اگرچہ پہلے سے اوسکا مالک نتھا بلکہ نکاح مین تھی اور بچہ پالک ہو گیا اور حکم اوسکا مانند مدبرہ کے ہی ف یعنی بیع اور ہبہ اوسکی جائز نہین اور وطی کرنا اور خدمت لینا اور اجارہ دینا اور نکاح کر دینا جائز ہی کذا فی الھدایہ اور داود ظاہری اور بعض فقہا کے نزدیک بیع اوسکی جائز ہی اور روایت کیا ابن ماجہ نے ابن عباس سے کہ ذکر کی گئی ماں ابراہیم کی نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تو فرمایا آپ نے آزاد کیا اوسکو اوسکے لڑکے نے اور روایت کیا اوسکو ابن عدی نے کامل مین اور ابن عبد البر نے تمہید مین اور روایت کی دارقطنی نے حضرت عمر سے کہ منع کیا انھون نے بیع سے ام ولد کی اور کہا کہ نہ بیچی جاوین اور نہ میراث ہووین اور نہ ہبہ کیجاوین فائدہ اوٹھاوے اوس سے سید اوسکا جب تک جیتا رہے سو جب مرجاوے تو وہ آزاد ہی اور نکالا اوسکو مالک نے موطا مین نافع سے انھون نے ابن عمر سے بسند صحیح ص مگر یہ کہ وہ آزاد ہو جاویگی کل مال سے اوسکے ف اسواسطے کہ سعید بن المسیب سے مروی ہی کہ امر کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ آزاد ہو جاوین امہات اولاد اور نہ بیچی جاوین کسی قرض مین اگرنہ کی جاوین ثلث مال مین ذکر کیا اسکو ہدایہ مین اور فتح القدیر مین ہی کہ ذکر کیا اسکو امام محمد نے اصل مین اور نکالا ابن ماجہ نے ابن عباس سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو لونڈی کہ جنے اپنے سید سے تو وہ آزاد ہی بعد اوسکی موت کے اور روایت کیا اوسکو حاکم نے مستدرک مین اور کہا کہ صحیح الاسناد ہی اور روایت کیا اوسکو ابو یعلی موصلی نے اور زیادہ کیا کہ وہ آزاد ہی بعد اوسکی موت کے مگر یہ کہ آزاد کرے اوسکو مولا قبل اپنی موت کے ص اور نہ سعی کریگی واسطے دین مولا کے اور لونڈی کے لڑکے کا نسب ثابت نہوگا مگر یہ کہ مولا اوسکا اقرار کرے اسواسطے کہ لونڈی فراش ضعیف ہی اور جب اقرار کر لیا تو وہ ام ولد ہو گئی اب جو لڑکا جنے گی تو بغیر اقرار کے نسب اوسکا ثابت ہو جاویگا مگر یہ کہ خواجہ اوسکا انکار کرے اسواسطے کہ ام ولد فراش متوسط ہی اور فراش قوی منکوحہ کا ہی کہ اوسکے لڑکے کا نسب ثابت ہو ویگا بغیر اقرار کے اور اسکے انکار سے منتفی نہوگا بلکہ لعان واجب ہوگا اور اگر ام ولد نصرانی کی اسلام لائی تو نصرانی پر اسلام کو پیش کرینگے اگر وہ بھی مسلمان ہوا تو وہ اوسکی ام ولد رہیگی اور اگر اسلام سے اوسنے انکار کیا تو ام ولد بقدر اپنی قیمت کے سعی کریگی بعد اوسکے آزاد ہو جاویگی ف اور امام زفر کے نزدیک بالفعل آزاد ہو جاویگی اور سعایت کی رقم اوسپر دین ہو جاویگی ص اور جب کہ لونڈی دو شریکون مین ہووے اور وہ جنے اور ایک نے دو شریکون مین سے اوسکا دعوی کیا تو نسب اوسکا اوس سے ثابت ہو جاویگا اور وہ اوسکی ام ولد ہو جاویگی اور ضامن ہوگا اوسکی نصف قیمت کا اور نصف عقر کا ف عقر سے مراد مہر مثل ہی اور بعضون کے نزدیک عقر وہ ہی کہ عورت جتنے پر اجارہ لی جاتی واسطے وطی کے اگر زنا حلال ہوتی ص قیمت ولد کا اور جو دونون نے دعوی کیا تو دونون سے نسب ثابت ہوگا ف اور امام شافعی کے نزدیک قیافہ دان کی طرف رجوع کرینگے اور وہ جسکا بتلاویگا اوس سے نسب ثابت ہوگا اور ہمارا مذہب مروی ہی عمر سے اخراج کیا اوسکا سعید بن منصور نے اور عثمان سے روایت کیا اوسکو اثرم نے اور تفصیل فتح القدیر مین ہی ص اور وہ دونون کی

ام ولد ہوجاویگی اور ہر ایک پر نصف عقر لازم ہوگا دوسرے کے واسطے اور لڑکا ہر ایک سے میراث کامل لیگا اور وہ دونون اوس سے میراث ایک باپ کی لینگے اور آدھا آدھا قسمت کر لینگے اور اگر خواجہ نے اپنی لونڈی کو مکاتبہ کیا اور پھر اوس سے وطی کی اور وہ جنی اور دعوی کیا اوسکا مولا نے اور مکاتبہ نے اوسکی تصدیق کی تو نسب لڑکے کا ثابت ہوجاویگا اور مولا پر عقر اور قیمت لڑکے کی لازم ہوگی اور لونڈی اوسکی ام ولد نہوگی اور امام ابی یوسف کے نزدیک تصدیق مکاتبہ کی شرط نہین اور اگر اوسنے مولا کو جھٹلایا تو نسب لڑکے کا اوس سے ثابت نہوگا مگر جب کہ مولا اوس لڑکے کا ایک دن بھی مالک ہوجاوے ف اسطرح پر کہ وہ مکاتبہ ادا کرنے سے بدل کتابت کے عاجز ہوجاوے تو نسب ثابت ہوجاویگا

كتاب الايمان

ایمان جمع یمین کی ہے اور یمین لغت مین کہتے ہین قوت کو اور شریعت مین ص یمین کہتے ہین قوت دینے کو خبر کے ساتھہ ذکر اسم کے یا تعلیق کے ساتھہ کسی شی کے اور یمین جن پر احکام شرعی مرتب ہین تین قسم ہین ایک غموس ف اور نام اوسکا غموس اسواسطے ہوا کہ وہ قسم کھانے والے کو ڈبا دیتی ہے گناہ مین یا دوزخ کی آگ مین ص اور وہ یہ ہے کہ کسی شی گذشتہ پر خلاف قصداً جھوٹ قسم کھانے ف مثلاً یہ کہے قسم خدا کی مین حج کر چکا اور حج اوسنے نہین کیا تھا اور قصداً جھوٹ بولا ص اور اس سے گنہگار ہوگا ف اور کفارہ اسکا کچھہ نہین مگر توبہ اور استغفار اسواسطے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانچ چیزین ہین کہ نہین ہے انمین کفارہ اور ذکر کیا اونمین سے اوس قسم کو کہ جھوٹھی ہووے کاٹ لیوے بسبب اوسکے مال ناحق روایت کیا اوسکو امام احمد نے سند صحیح سے اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو شخص کہ حلف کرے اور وہ اوسمین کاذب ہو تاکہ کاٹ لیوے بسبب اوسکے مال ایک مرد مسلمان کا تو حرام کریگا اللہ اوسپر جنت کو اور داخل کریگا اوسکو آگ مین روایت کیا اوسکو ابن حبان نے ابی امامہ سے اور صحیحین مین ہے کہ جاویگا اللہ کے پاس اور وہ اوسپر غصے ہوگا نعوذ باللہ منہ اور سنن ابی داود مین ہے حدیث عمران بن حصین سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص کہ حلف کرے کاذب تو چاہیے کہ بنا لیوے اپنا ٹھکانا جہنم مین ص اور دوسری لغو اور وہ قسم ہے جھوٹ امر گذشتہ پر اس گمان سے کہ سچ ہے اور ہمین امید مغفرت کی ہے ف اور یہ بھی ایک قسم لغو کی ہے کہ کہے قسم اللہ کی وہ زید ہے اپنے گمان سے اور نکلے وہ عمرو اور امید ہے کہ مواخذہ ہمین نہوگا کیونکہ فرمایا اللہ تعالی نے لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللَّهُ بِاللَّغْوِ فِي أَيْمَانِكُمْ ص اور تیسری منعقد اور وہ قسم ہے امر آیندہ پر اور ہمین اگر خلاف واقع ہو تو کفارہ لازم ہوگا ف اسواسطے کہ فرمایا اللہ تعالی نے وَلَكِنْ يُؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُمُ الْأَيْمَانَ اور امام شافعی کے نزدیک غموس مین بھی کفارہ ہے اور حدیث امام احمد کی اونپر حجت ہے ص جو قسم منعقد ساتھہ زبردستی کے ہو یا بھولے سے جیسا کہ کہا جبر سے یا بھولے سے کہ قسم خدا کی کل مین آؤنگا اور نہ آیا تو حانث ہوگا ف اسواسطے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین چیزین ہین کہ قصد اونکا قصد ہے اور کھیل اونکا قصد ہے نکاح اور طلاق اور رجعت ہمین ذکر کیا اسکو صاحب ہدایہ نے اور یہ حدیث اس لفظ سے نہین ملی لیکن روایت کیا اوسکو ابو داؤد اور ابن ماجہ اور احمد نے اور ذکر کین تین چیزین نکاح اور طلاق اور رجعت اور ابن عدی نے کامل مین روایت کی اور اوسمین ہے کہ تین چیزین ہین کہ اونمین کھیل نہین جو اونکو

ہوا تو وہ واجب ہوئین طلاق اور عتاق اور نکاح اور روایت کی عبد الرزاق نے علی اور عمر سے موقوفا کہ انھون نے
کہا تین چیزین ہین کہ نہین ہی کھیل اونمین نکاح اور طلاق اور عتاق اور ایک روایت مین اونسے چار مروی ہین اور زیادہ کیا
نذر کو کہا شیخ ابن الہمام نے ولا شك ان اليمين في معنى النذر فيقاس عليه یعنی نہین ہی شک کہ یمین معنون مین
نذر کے ہی تو قیاس کیا جاویگا اوسپر اور امام شافعی کہتے ہین کہ جبر سے اور بھولے سے قسم منعقد نہین ہوتی اور ابن الجوزی
نے تحقیق مین استدلال کیا ہی واسطے اونکے اوسی سے جو روایت کی دارقطنی نے واثلہ بن اسقع سے اور ابی امامہ
سے کہ کہا اون دونون نے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہین ہی مقہور یعنی مجبور پر یمین پھر کہا کہ عنبسہ اسناد مین
اوسکی ضعیف ہی کہا صاحب تنقیح نے کہ یہ حدیث منکر ہی بلکہ موضوع ہی اور اوسکی اسناد مین ایک جماعت ہی کہ اونکی صحبت
پکڑنا جائز نہین ص یا اسی طرح اگر قسم کھائی کہ بخدا مین نہین آونگا اور پھر جبر سے یا سہو سے آیا حانث ہوگا اور یہی حکم ہی
دیوانگی اور بیہوشی کا ص اور قسم ساتھ اللہ کے ہی یا کسی اسم سے اوسکے اسما سے جیسے رحمن اور رحیم یا کسی صفت سے اوسکی
کہ وہ معروف ہی قسم مین مثلا عزت اللہ کی اور جلال اللہ کا اور کبریائی اوسکی اور جو حلف کریگا ساتھ غیر اللہ کے مثلا نبی یا کعبے
کی تو وہ حالف نہوگا ف اسواسطے کہ صحیحین مین مروی ہی کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص تم مین سے ارادہ حلف کا
کرے تو حلف کرے ساتھ اللہ کے یا چپ رہے اور جامع ترمذی مین روایت ہی حضرت عمر سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے جس شخص نے حلف کی سوا اللہ کے اور کسیکی تو اوسنے شرک کیا یعنی شریک کیا غیر خدا کو خدا کے ساتھ تعظیم مین
اور یہ نہایت زجر ہی اور ماں باپ کی قسم کھانا بھی ممنوع ہی اور یہ حدیث سے ثابت ہی ص اور جو حلف کریگا ساتھ اون
صفات الہی کے جن سے عرف مین قسم نہین کی جاتی مثلا رحمت اللہ کی اور علم اوسکا اور رضا اوسکی اور غضب اوسکا اور [illegible]
اوسکا تو قسم منعقد نہوگی اور قسم منعقد ہوجاویگی اگر قسم کھائے ساتھ عمر اللہ یعنی بقا اوسکی کے یا اوسکی قدرت کے یا اوسکے عہد
اور میثاق کے یا اتنا کہا کہ مین قسم کھاتا ہون یا حلف کرتا ہون یا شہادت کرتا ہون اگرچہ لفظ اللہ کا نہ کہے یا اوپر میرے
نذر ہی ف اسواسطے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مَنْ نَذَرَ نَذْرًا لَمْ يُسَمِّهِ فَكَفَّارَتُهُ كَفَّارَةُ يَمِينٍ
یعنی جو شخص نذر کرے ایسی نذر کہ نام لیوے اوسکا تو کفارہ اوسکا کفارہ یمین ہی روایت کیا اوسکو ابو داود اور ابن
ماجہ نے عبد اللہ بن عباس رض سے ص یا مین یہودی ہی یا نصرانی ہی اگر ایسا کام کرون تو کافر ہوا یا کافر ہونگا اگرچہ کافر ہونگا وقت
کرنے کے اور بعضون کے نزدیک اگر کافر ہونے کا تو کافر ہوجاویگا لیکن صحیح یہ ہی کہ کافر نہوگا اگر وہ اس بات کو جانتا
کہ قسم ہی اور اگر اوسکی سمجھ مین یہ ہو کہ اسکے کہنے سے کافر ہوجاتا ہی تو دونون صورتون مین کافر ہووے گا یا قسم کھاتا
ہون مین ساتھ غیر خدا کے اور قسم نہین منعقد ہوگی حقا اور حق اللہ اور حرمت اللہ سے اور اسی طرح اگر کہے قسم کھاتا ہون
ساتھ خدا کے یا عورت کے طلاق کے یا اگر اس کام کو کرون تو اوسپر غضب اللہ کا اوترے یا لعنت اوسکی یا مین زانی
ہون یا مین سارق ہون یا شارب خمر ہون یا آکل ربا ہون تو قسم منعقد نہوگی اور قسم کے حرف واو اور بے اور تے ہین
ف مثال کے واللہ یا باللہ یا تاللہ ص اور کبھی حرف کو ذکر نہین کرتے لیکن مراد لیتے ہین جیسے کہتے ہین اللہ
لا افعل ف تو تقدیر اوسکی یہ ہی باللہ لا افعلہ یعنی قسم اللہ کی البتہ کرون گا مین اوسکو

فصل کفارۂ قسم کے بیان مین

جو شخص کہ اپنی قسم مین حانث ہو **ف** یعنی قسم کے خلاف مرتکب ہو جیسے قسم کہائی گیہون کے آٹے نہ کہانے پر پہر کہایا **ص** تو اوسکو اختیار ہے کہ اوسکے کفارے مین ایک بردہ آزاد کرے اور کافی ہو جاویگا اسمین وہ بردہ جو کافی ہے ظہار مین یا دس مسکینون کو کہانا کہلاوے مثل ظہار کے یا اونکو لباس پہناوے اسطرح پر کہ اکثر بدن اونکا چھپ جاوے تو اگر فقط ازار دے تو جائز ہوگا **ف** اور یہی صحیح ہے اور ہدایہ مین ہے کہ ادنی اوسکا یہ ہے کہ نماز اوس سے جائز ہو اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ازار کافی ہو جاوے جیسا کہ کفایہ مین ہے اور ایک روایت مین امام محمد سے ہے کہ اگر مرد کو ازار دیگا کافی ہو جاویگا اور عورت کو کافی نہین اسواسطے کہ عورت کا ستر اوس سے زیادہ ہے **ص** تو ان تین چیزون مین سے جسکو چاہے کرے **ف** اور دلیل اس باب مین قول اللہ تعالی کا ہے فَكَفَّارَتُهُ إِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسَاكِينَ الآیۃ **ص** اور جب ان تینون مین سے کوئی نہ کر سکے تو تین روزے پے در پے روزے رکھے **ف** اور امام شافعی کے نزدیک پے در پے روزے رکھنا ضرور نہین واسطے اطلاق آیت کے اور دلیل ہماری قرأت ابن مسعود کی ہے فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ أَيَّامٍ مُتَتَابِعَاتٍ یعنی پس روزے ہین تین دن پے در پے **ص** اور جائز نہین ہے کفارہ قبل حنث کے تو اگر قبل حنث کے کفارہ دیگا بعد حنث کے پہر دوبارہ دینا لازم آویگا اور امام شافعی کے نزدیک کفارہ دینا قبل حنث کے درست ہے اور دلیل ہماری اصل مین مذکور ہے اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مَنْ حَلَفَ عَلٰى يَمِينٍ فَرَأَى غَيْرَهَا خَيْرًا مِنْهَا فَلْيَأْتِ الَّذِي هُوَ خَيْرٌ ثُمَّ لْيُكَفِّرْ عَنْ يَمِينِهِ یعنی جو شخص حلف کرے کسی یمین پر پہر دیکہے اوسکے خلاف کو بہتر تو کرے اوسکو پہر کفارہ دے اور یہ حدیث اس لفظ سے نہین ملی ہان روی ہے صحیح مسلم مین اس لفظ سے مَنْ حَلَفَ عَلٰى يَمِينٍ فَرَأَى غَيْرَهَا خَيْرًا مِنْهَا فَلْيَأْتِ الَّذِي هُوَ خَيْرٌ وَلْيُكَفِّرْ عَنْ يَمِينِهِ عدی بن حاتم سے اور اخراج کیا ایسا ہی امام احمد نے عبد اللہ بن عمر سے اور تفصیل فتح القدیر مین ہے **ص** جو شخص کہ معصیت پر قسم کہاوے مثل ترک کلام کے ساتھ والدین کے **ف** یا ترک نماز کے یا قتل مسلمان کے ناحق **ص** تو واجب ہے اوسکو کہ قسم توڑے اور کفارہ دیوے **ف** اور دلیل اسکی ابہی گذری **ص** اور اگر کافر نے قسم کہائی بعد اوسکے حانث ہوا تو کفارہ اوسپر لازم نہ آویگا اگرچہ بعد اسلام کے حانث ہووے اور جسنے حلال کو اپنے اوپر حرام کر لیا تو حرام نہوگا اور اگر اوسکو کرے تو کفارہ لازم ہوگا اسواسطے کہ حرام کر لینا حلال کا یہ بہی یمین ہے اور جس شخص نے نذر مطلق کی مثلاً کہا کہ واسطے اللہ کے مجہپر ہے آج کے دن کا روزہ تو پورا کرنا اوسکا واجب ہے **ف** اسواسطے کہ فرمایا اللہ تعالی نے وَلْيُوفُوا نُذُورَهُمْ اور چاہیے کہ پورا کرین اپنی نذرون کو اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس شخص نے نذر کی اور معین کیا تو اوسپر ہے ایفا اوس چیز کا جو معین کیا ذکر کیا اسکو عینی نے بنایہ مین اور ابن الہمام نے کہا وَهُوَ حَدِيثٌ غَرِيبٌ یعنی یہ حدیث غریب ہے انتہی روایت نسائی مین ہے کہ فرمایا حضرت نے نذرین دو طرح کی ہین ایک نذر وہ جو عبادت ہے تو یہ اللہ کے واسطے ہے اور اوسکا پورا کرنا لازم ہے اور ایک نذر وہ جو معصیت خدا مین ہے اور یہ واسطے شیطان کے ہے اور نہین ہے ایفا اسمین کفارہ دے اوسمین کفارۂ قسم کا **ص** اور اگر نذر معلق کی جیسا کہ کہا

اگر فرمایا شخص آجاوے تو مجھپر ایک روزہ ہی اور وہ کام ہو گیا تو وہ جب ہی ایفا اوسکا اور اگر وہ فعل مراد ہی مثلاً کہے اگر زنا کروں
میں تو مجھپر ایک روزہ ہی تو صحیح یہ ہی کہ اوسمین اختیار ہی چاہے وفا کرے اور چاہے کفارہ دے اور بعضوں کے نزدیک ہر حالت
میں وفا کرے اور اگر قسم کہائی اور متصل اوسکے کہا انشاء اللہ تعالی تو قسم باطل ہو گی ف اور اتصال شرط ہی اسواسطے کہ
فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص کہ حلف کرے اوپر یمین کے اور کہے انشاء اللہ تو نہیں ہی حنث اوسکے اوپر روایت کیا اوسکو ابو داؤد
اور نسائی اور ترمذی اور ابن ماجہ نے کہا ترمذی نے کہ حدیث حسن ہی اور ایسا ہی نذر میں اگر انشاء اللہ کہے تب بھی باطل ہو جاویگی فتح القدیر

باب الحلف بالفعل

جس شخص نے حلف کی کہ نہ داخل ہوگا بیت میں اور صفہ میں چلا گیا تو حانث ہوگا اسواسطے کہ صفہ بھی شب باشی کے واسطے
بنایا گیا ہی اور جیسا واسطے شب باشی کے بنایا گیا ہی بیت میں داخل ہی اور اگر کعبہ میں یا مسجد میں یا معبد نصاری یا یہود میں یا دہلیز
میں دروازے کی یا چھجے اور برامدے کے نیچے جو دروازے پر ہو داخل ہوا تو حانث نہوگا جیسا کہ حلف کی کہ نہ داخل ہوگا
دار میں اور گھس گیا دیرانے میں تو بھی حانث نہوگا اور اگر حلف کی کہ اس دار میں نجاؤنگا بعد اوسکے جب وہ گر گیا یا دوسرا دار اوسکی
جگہہ پر بنایا گیا اوسمین داخل ہوا یا اوسکی چھت پر چڑہ گیا تو حانث ہوگا اور بعضوں نے کہا کہ ہمارے عرف میں ف
یعنی اہل عجم کے ص حانث نہوگا ف اسواسطے کہ ہم لوگوں کے محاورے میں جو شخص چھت پر چڑھ جاوے
تو اوسکو یہ نہیں کہتے کہ دار میں داخل ہوا اور جان لینا چاہیے کہ دار اور بیت میں فرق ہی تو دار نام ہی میدان کا موافق استعمال
اہل عرب کے بعد اس بات کے کہ اوسکو دیواروں سے گھیر لیوین تو صرف میدان کو قبل بنا کے دار نہ کہیں گے اور جب
ایکبار بنائی گئی اور پھر بنا جاتی رہی تو اوسکو دار کہتے ہی واسطے بعد گر جانے بنا کے دار میں جانے سے حانث
ہوتا ہی اور اگر حلف کی ہو کہ اس بیت میں داخل ہوگا اور بیت اوسکو کہتے ہیں جو صالح شب باشی یعنی رات بسر کرنیکی ہووے
تو وہاں بنا ضرور ہی تو اگر بعد گر جانے بنا کے یعنی دیواروں کے صحرا ہو گیا اور اوسمین داخل ہوا حانث نہوگا اگر حلف کی
ہو اس بیت میں داخل ہونیکی جیسا کہ آتا ہی ص اور اگر وہ دار مسجد یا حمام یا باغ یا بیت بنایا گیا یا بعد حمام بنانے کے
پھر وہ گر گیا اور اوسمین داخل ہوا تو حانث نہوگا ف اسواسطے کہ اسم دار کا جاتا رہا ان چیزوں کے بن جانے سے ہدایہ
ص اور اگر حلف کہائی کہ اس بیت میں داخل ہوگا اور بعد اوسکے گر جانے کے اور صحرا ہو جانے کے یا بعد دوسرے بیت
بن جانیکے داخل ہوا تو حانث نہوگا اسواسطے کہ اسم بیت کا گر جانے سے بنا کے جاتا رہا ف اور اگر دیواریں باقی ہیں
اور اوسمین داخل ہوا تو حانث ہوگا کیونکہ شب باشی بدون چھت کے ہو سکتی ہی ہدایہ اور اصل میں اس مقام پر تفصیل
کی ہی بوجہ عوام فہم نہونے کے یہاں ذکر نہ کی گئی ص یا حلف کی کہ اس دار میں داخل نہوگا اور محراب میں دروازے کی
جو ایسی ہی کہ اگر دروازے کو بند کر لیں تو محراب باہر رہ جاوے داخل ہوا حانث نہوگا اور جو شخص کہ ایک گھر میں ساکن ہی یا
ایک کپڑا پہنے ہی یا ایک جانور پر سوار ہی اور حلف کی کہ اس گھر میں نرہونگا یا یہ کپڑا نہ پہنونگا یا اس جانور پر سوار نہونگا اور وہ فوت
اوس گھر سے نکل گیا اور اوس کپڑے کو اوتار ڈالا اور اوس جانور پر سے اوتر پڑا تو حانث نہوگا اور اگر ذرا بھی ٹھہرا تو
حانث ہوگا اور جو کسی نے حلف کی کہ اس
حانث ہو جاوے گا اور امام زفر کے نزدیک دونوں صورتوں میں

گھر مین داخل نہوگا اور وہین بیٹھا ہی تو حانث نہوگا کیونکہ دخول کہتے ہین باہر سے آنے کو اور اسیواسطے اگر نکل کے پھر آوے تو حانث ہوجاویگا اور جسنے حلف کی کہ نہ سکونت کریگا اس مین تو ضرور ہی کہ آپ اور اہل و اسباب کل نکال لیجاوے یہان تک کہ اگر ایک میخ بھی وہان باقی رہیگی حانث ہوگا اور یہ قول امام صاحب کا ہی اور ابو یوسف کہتے ہین کہ اگر اکثر اسباب نکل گیا تو حانث نہوگا **ف** اور اسی پر فتوی ہی کذا فی قاضی خان والکافی **ص** اور امام محمد کے نزدیک اگر اوتنا اسباب لے گیا ہی جس سے کتخدائی اور ضرورت معاش نکل سکتی ہی تو حانث نہوگا اور فقہانے لکھا ہی کہ یہ قول احسن اور ملایم زیادہ لوگون کے واسطے آدمیون کے **ف** اور جاننا چاہیے کہ یہ اختلاف اسباب مین ہی اور اہل مین سے اگر کوئی بھی رہ جاویگا تو حانث ہوگا تو ضرور ہی کہ تمامی اہل کو نکال لیجاوے کذا فی الفوائد الظہیریہ **ص** اور اگر حلف کی کہ نہ سکونت کریگا اس شہر مین یا گانون مین تو وہان ضرور نہین کہ تمامی اہل و متاع لیجاوے بلکہ آپ ہی اگر اکیلا نکل جاویگا تو حانث نہوگا اور اگر کسی نے حلف کی کہ اس گھر سے باہر نجاؤنگا یا اس گھر سے اندر نجاؤنگا اور اوسکو کوئی اوٹھا کے باہر لے گیا یا اندر لے گیا تو اگر اوسکے حکم سے لے گیا ہی تو حانث ہوگا اور اگر بے اوسکے حکم کے چاہے وہ راضی ہو یا ناخوش لے گیا ہی تو حانث نہوگا اور جسنے حلف کی کہ نہ نکلونگا مین مگر واسطے جنازے کے اور جنازے کے واسطے نکلا اور کام بھی کیا تو حانث نہوگا اور جو قسم کھائی کہ نکلونگا بقصد مکے کے اور نکلا اور لوٹ آیا تو حانث ہوگا کیونکہ نکلنا پایا گیا برخلاف اوسکے جب کہے کہ نہ اونگا مین مکے مین تو نکلنے سے مکے کی طرف جبتک اوسکے اندر نجاوے حانث نہوگا اور اگر حلف کی کہ مین مکے مین اونگا تو آخر دم حیات مین حانث ہوگا اسواسطے کہ اسوقت مین نہ آنا معلوم ہوا اور اگر قسم کھائی کہ کل اگر استطاعت ہوگی تو مکے مین جاؤنگا اور اوس روز کوئی مانع مثل مرض یا حکم بادشاہ وغیرہ کے نہوا اور نگیا تو حانث ہوگا قضاءً اگرچہ اوسنے استطاعت سے مراد استطاعت حقیقی جو قدرت تامہ ہی اور مقارن فعل کے ہوتی ہی مراد لی ہو دیانۃً **ف** یعنی فیما بینہ وبین اللہ حانث نہوگا اور قاضی کے نزدیک حانث ہوجاویگا **ص** اگر کسی شخص نے حلف کی کہ باہر نجاؤنگا مگر اوسکے اذن سے تو ہر بار نکلنے کے واسطے اذن چاہیے اور اگر نکل گیا بغیر اذن کے اوسکے ایکبار بھی تو حانث ہوجاویگا اور اگر یہ کہا کہ باہر نجاؤنگا یہان تک کہ اذن دے مجکو تو ایک بار اذن کافی ہی اور اگر کسی شخص کی عورت نے ارادہ کیا نکلنے کا اور اوسنے کہا کہ اگر تو نکلیگی تو تو طالق ہی اور وہ بیٹھ گئی اور پھر نکلی تو حانث نہوگا اور اسی طرح اگر عورت نے لونڈی کے مارنیکا ارادہ کیا اور خاوند نے اوس سے کہا کہ اگر تو ماریگی اوسکو تو تو طالق ہی اور اوسنے اوسکو چھوڑ دیا پھر مارا تو حانث نہوگا **ف** یعنی عورت دونون صورتون مین مطلقہ نہوگی **ص** اور اگر کسی شخص نے ایک سے کہا کہ صبح کا کھانا میرے ساتھ کھا اور اوسنے کہا کہ اگر صبح کا کھانا کھاؤن تو غلام میرا آزاد ہی تو شرط حنث کے واسطے یہ ہی کہ اوسی وقت اوسکے ساتھ کھاوے **ف** اور اگر اپنے مکان کو جاکے پھر آکے کھانا کھایا تو حانث نہوگا ہدایہ **ص** اور جو کہا کہ اگر کھانا صبح کا کھاؤن آج کے روز تو غلام میرا آزاد ہی **ف** یعنی لفظ آج کے روز کا زیادہ کیا **ص** تو جہان صبح کا کھانا اوس دن کھاویگا حانث ہوجاویگا اور اگر حلف کی کہ زید کے جانور پر سوار نہونگا بعد اوسکے زید کے غلام ماذون کے جانور پر سوار ہوا تو اگر غلام مدیون ہی اتنا کہ دین اوسکی قیمت اور کسب کو محیط ہی تو

لہ کیونکہ شرع مین استطاعت سے یہ مراد لیتے ہین کہ صحیح اور تندرست ہون اور کوئی مانع مانع وغیرہ پیش نہو ۱۲ منہ ظلہ

حانث نہوگا اور اگر ایسا یون نہین تو اگر نیت اوسکی جانور سے وہ جانور تھا جو زید کے خاصے کا ہی تو حانث نہوگا اور اگر
نیت ہی مطلق جانور کی جو ملک زید مین ہو چاہے اوسکے خاصے کا ہو یا اوسکے غلام کا ہو تو حانث ہوگا اور امام ابو یوسف
کے نزدیک سب صورتون مین حانث ہوجاویگا جس وقت نیت ہووے اور امام محمد کے نزدیک حانث ہوگا اگرچہ نیت نکرے
مسئلہ اور جس شخص نے حلف کی کہ اس درخت سے نکھاؤنگا تو اگر اوسکا پھل کھاویگا حانث ہوجاویگا اور جو قسم کھائی کہ
یہ گیہون نہ کھاؤنگا تو امام کے نزدیک اگر اوسکو چبا کے کھاویگا حانث ہوگا اور صاحبین کے نزدیک اوسکو چبا کے کھاوے
یا اوسکا آٹا کھاوے دونون صورتون مین حانث ہوگا اور جو کہا کہ اس آٹے سے نہ کھاؤنگا تو جب اوسکی روٹی کھاویگا
حانث ہوگا اور اگر آٹا پھانک گیا تو حانث نہوگا اور جو حلف کی کہ بریان نہ کھاؤنگا تو جب گوشت بھونا ہوا کھاویگا حانث
ہوگا اور اگر کوئی اور چیز بھونی ہوئی جیسے بیگن یا گاجر کھاوے حانث نہوگا اور اگر قسم کھائی کہ طبیخ نکھاؤنگا تو جب گوشت
شوربا دار کھاویگا حانث ہوویگا ف اور اگر سوکھا قلیہ کھاویگا حانث نہوگا ص اور جو حلف کی کہ سری نکھاؤنگا تو جو سری
اوس شہر کے تنورون مین پک کے بکتی ہی اگر کھاویگا حانث ہوگا ف اور جو سری معروف نہین جیسے ٹیری کی سری
یا مرغ کی کھاوے تو حانث نہوگا ص اور جو قسم کھائی کہ چربی نکھاؤنگا تو امام صاحب کے نزدیک جب چربی شکم کی کھاویگا
حانث ہوگا اور صاحبین کے نزدیک پشت کی چربی اگر کھاویگا حانث ہوگا اور جو حلف کی کہ روٹی نکھاؤنگا تو جو روٹی معروف
ہی جیسے گیہون یا جو کی اوسکے کھانے سے حانث ہوگا نہ چانول کی روٹی سے مگر جب کہ چانول کی روٹی بھی اوس
شہر مین معروف ہو اور اگر قسم کھائی کہ فاکہہ نکھاؤنگا تو امام صاحب کے نزدیک جب سیب یا زردآلو یا خربزہ کھاویگا حانث
ہوگا نہ انگور اور انار اور خرماے تر اور ککڑی اور کھیرے کے کھانے سے اور صاحبین کے نزدیک انگور اور انار اور خرماے تر
کے کھانے سے بھی حانث ہوگا اور اگر قسم کھائی کہ نہر سے نپیونگا تو اگر منہ لگا کے اوسمین پیے گا حانث ہوگا اور برتن سے
اگر پیے تو حانث نہوگا نزدیک امام صاحب کے اور صاحبین کے نزدیک برتن سے پینے مین بھی حانث ہوگا اور اگر کہا کہ نہر کا
پانی نپیونگا تو جس طرح سے پیے حانث ہوگا اور اگر حاکم شہر نے ایک مرد کو حلف دلائی کہ جو مفسد شہر مین آوے اوسکی خبر کرے تو اگر
وقت اوسکی حکومت کے خبر کریگا تو حانث ہوگا اور اگر قسم کھائی کہ زید کو مارونگا یا کپڑا پہناؤنگا یا اوس پاس جاؤنگا تو شرط ہی کہ زندگی
مین اوس سے یہ کام کرے اور اگر کہا کہ غسل دونگا تو زندگی مین شرط نہین بعد مرنے کے بھی اگر اوسکو غسل دے تو بھی حانث نہوگا اور
اگر حلف کی کہ عنقریب اوسکا قرض ادا کرونگا تو اگر ایک مہینے کے اندر ادا کیا حانث نہوگا اور اگر ایک مہینے مین یا زیادہ
مین ادا کیا تو حانث ہوجاویگا مسئلہ اگر حلف کی کہ ادام نکھاؤنگا تو اگر نانخورش شوربا دار کھاوے کہ روٹی اوس مین
ڈوب کے نمک پکڑلیتی ہی یا نمک کھاوے تو حانث ہوگا اور اگر بھونا ہوا گوشت کھایا تو حانث ہوگا اور مغرب مین ہی کہ
کہا ابن الانباری نے ادام وہ چیز ہی کہ خوش مزہ کرے روٹی کو اور لذت بڑھاوے اور وہ عام ہی کہ سائل ہو یا غیر
سائل اور اصطباغ خاص ہی ساتھ سائل کے یعنی جسمین روٹی ڈوب کے رنگین ہوجاوے ف تو موافق قول ابن الانباری
کے اگر بھونا ہوا گوشت کھاویگا تب بھی حانث ہوگا کما لا یخفے ص اگر حلف کی کہ نہ کھاؤنگا اسکا بسر اور کھایا اوسکا
رطب یا اسکا رطب دیکھا یا اوسکا تمر یا اسکا دودھ اور کھایا اوسکو بعد پنیر ہونے کے تو ان سب صورتون مین حانث نہوگا ف



بُسر کہتے ہین کچے خرمے کو جو ابھی پکا نہوا اور رطب کہتے ہین اوس خرمے کو جو پک گیا ہوا و تازہ ہو ابھی خشک نہوا ہو اور تمر کہتے ہین
اوس خرمے کو جو پک کے خشک ہو گیا ہو اور مذنب اوس خرمے کو کہتے ہین جو پکنا شروع ہو گیا ہو تو وہ کچھ بسر ہوتا ہی اور کچھ رطب
ص اور اگر حلف کی کہ گوشت نہ کھاؤنگا اور مچھلی کھائی یا گوشت اور چربی نہ کھاؤنگا اور دنبہ کھالیا تو حانث نہوگا اور اگر قسم
کھائی کہ نہ خریدونگا رطب کو اور خریدا ایک خوشہ بُسر کا کہ اوسمین ایک رطب بھی ہی تو بھی حانث نہوگا ف اسواسطے کہ اعتبار غالب
کو ہی اور غالب بُسر ہی ص اور اگر قسم کھائی کہ رطب نہ کھاؤنگا یا بُسر نہ کھاؤنگا یا رطب اور بسر دونون نہ کھاؤنگا اور مذنب کھایا
تو تینون صورتون مین امام صاحب کے نزدیک حانث ہوگا اور اگر حلف کی کہ گوشت نکھاؤنگا اور جگر یا اوجھڑی یا سور کا
یا آدمی کا گوشت کھایا تو حانث ہوگا اور ہمارے دستور کے موافق حانث نہوگا اسواسطے کہ جگر اور اوجھڑی کو گوشت نہین
کہتے اور سور اور آدمی کے گوشت سے حانث ہوگا کیونکہ وہ دونون گوشت ہین اگرچہ حرام ہین اور غدا کہتے ہین اوس کھانے کو
جو طلوع فجر سے ظہر تک ہو اور عشا اوسکو جو ظہر سے آدھی رات تک ہو اور سحور اوسے جو آدھی رات سے طلوع فجر تک ہو
ف تو اگر کسی نے حلف کی کہ غدا نکھاؤنگا اور طلوع فجر اور ظہر کے مابین مین سیر ہو کے کھالیا حانث ہوگا ص اور جو
قسم کھائی کہ نہ پہنونگا یا نہ کھاؤنگا یا نہ پیونگا اور نیت کرے معین کی صحیح نہوگی نہ قضاءً نہ دیانۃً اور اگر کہا کہ نہ پہنونگا کپڑے
کو یا نکھاؤنگا طعام کو یا نہ پیونگا شراب کو اور نیت کی معین کی تو تصدیق کیا جاویگا دیانۃً نہ قضاءً مسئلہ اور اگر یون کہے
کہ آج کے دن جو اس کوزے مین پانی ہی نہ پیونگا یا اگر مین آج اس کوزے کا پانی نہ پیون تو عورت میری طالق ہی حالانکہ
اوس کوزے مین پانی نہو یا ہو اور اوسکو گرا دیا جاوے اوسی روز تو طرفین کے نزدیک حانث نہوگا اور امام ابو یوسف کے
نزدیک حانث ہوگا اور اگر وہ شخص ان الفاظ کو مطلق کہے قید آج کی نہ لگاوے اور کوزے مین پانی نہو تو نہ حانث ہوگا طرفین کے
نزدیک اور امام ابو یوسف کے نزدیک حانث ہوگا اور اگر تھا اور بہا دیا گیا تو سب کے نزدیک حانث ہوگا اور اگر
قسم کھاوے کہ مین آسمان پر چڑھونگا یا اس پتھر کو سونا بناؤنگا یا فلانے کو قتل کرونگا اور جانتا ہی کہ وہ مرگیا ہی تو قسم منعقد ہو کے
ٹوٹ جاویگی اسلیے کہ یہ امور ممکن عادۃً نہین ہین اور امام زفر کے نزدیک قسم منعقد نہوگی اور جو یون کہا کہ اپنی بیوی کو نہ مارونگا
بعد اوسکے اوسکا گلا دبایا یا بال کھینچے یا دانت سے کاٹ کھایا تو حانث ہوگا اور اگر زوجہ سے کہا و اسمین تیرا سُوت کاتا
ہوا اگر پہنون تو وہ ہدی ہی اور عورت نے اوسکو کاتا پھر مرد نے بنا اور پہنا تو وہ ہدی ہو جاویگا ف یعنی مکے مین بھیجا جاویگا
تاکہ تصدق کیا جاوے فقرا پر ص اور صاحبین کے نزدیک اگر دن حلف کے روئی اوسکی ملک مین تھی اور عورت نے کاتا
اور اوسنے بنا تو حانث ہوگا ورنہ نہین اور جو کہے کہ زیور نہ پہنونگا پھر سونے کی انگشتری پہنی تو قسم ٹوٹ جاویگی نہ چاندی کی
انگوٹھی پہننے سے اور صاحبین کے نزدیک ہار موتیون کا اگرچہ جڑاؤ نہووے زیور مین داخل ہی اور اوسی پر فتوی ہی ف
اور امام صاحب کے نزدیک ہار موتیون کا اگر جڑاؤ نہووے تو زیور مین داخل نہین اور جڑاؤ ہووے تو سب کے نزدیک
زیور مین داخل ہی ص اگر یون کہے کہ اس فرش پر نہ سوؤنگا پھر اوسپر ایک دوسرا فرش بچھایا گیا اور اوسپر سو رہا یا کہے
کہ مین زمین پر نہ بیٹھونگا پھر فرش یا چٹائی پر بیٹھے یا کہے کہ اس چوکی پر نہ بیٹھونگا اور اوسپر دوسری چوکی رکھی گئی اور اوسپر
بیٹھا تو ان صورتون مین قسم نہ ٹوٹیگی لیکن اگر فرش پر پلنگ پوش بچھا کر سوویگا یا زمین پر اپنا لباس مین رکھکر یا چوکی پر

قرض ادا کر چھوڑیگا تو قسم ٹوٹ جاویگی اور جو حلف کرے کہ فلانے کام کو نکرونگا تو تمام عمر مین جب کریگا قسم ٹوٹیگی اور جو کہے کہ کرونگا
تو ایکبار بھی اگر کرلیگا تو قسم نہ ٹوٹیگی اور اگر کہے کہ مجھپر پیادہ جانا خانہ خدا کو یا کعبے کی طرف واجب ہی تو حج یا عمرہ پیدل کرے اگر
اوسمین سوار ہوگا تو دم دینا پڑیگا ف یعنی بکری ذبح کرنا پڑیگی ص بخلاف اوس صورت کے کہ کہے مجھپر نکلنا یا جانا
خدا کو جانا یا پیادہ روانہ ہونا حرم یا مسجد حرام یا صفا یا مروہ کو واجب ہی کہ ان صورتون مین حج پیادہ کرنا لازم نہین ہوتا ف
بلکہ پیدل گھر سے نکلنا لازم ہی اور صاحبین کے نزدیک حج اور عمرہ پیدل لازم آویگا ص اگر کہے کہ میرا غلام آزاد ہی
اگر مین اس برس حج نکرون پھر وہ مدعی حج کا ہوا اور دو گواہ گواہی دین کہ نحر کے دن وہ کوفے مین تھا تو قسم نہ ٹوٹیگی اور غلام
آزاد نہوگا شیخین کے نزدیک ف اسلیے کہ حج نکرنے پر شہادت نفی پہ شہادت ہی اور وہ مقبول نہین ص اور امام محمد
کے نزدیک آزاد ہوگا اور اگر کہے کہ مین روزہ نرکھونگا تو روزے کی نیت سے ایک ساعت کا روزہ رکھنے سے بھی قسم
ٹوٹ جاویگی اور اگر کہے کہ مین ایک روزہ یا ایکدن کا روزہ نہ رکھونگا تو بغیر تمام دن کے گزرنے کے قسم نہ ٹوٹیگی اور اگر کہے کہ
مین نماز نہ پڑھونگا تو ایک رکعت کے پڑھنے سے قسم ٹوٹیگی نہ اس سے کم مین اور اگر پوری نماز کہیگا تو دوگانہ پڑھنے سے
قسم ٹوٹیگی ایک رکعت پڑھنے سے نہ ٹوٹیگی اور اگر کوئی شخص یون کہے کہ اگر تو بچہ جنے تو تو طالق ہی یا لونڈی کو کہے کہ تو آزاد
ہی اور اوسکے بچہ مردہ پیدا ہوا تو اوس شخص کی قسم ٹوٹ جاویگی یعنی طلاق پڑیگا اور لونڈی آزاد ہوگی لیکن اگر اوسنے کہا تھا اگر
تو بچہ جنے تو وہ بچہ آزاد ہی اور اوسکے بچہ مردہ پیدا ہو پھر زندہ پیدا ہوا تو وہ بچہ زندہ آزاد ہوگا امام صاحب کے نزدیک اور صاحبین کے
نزدیک آزاد نہوگا کیونکہ قسم پہلے ہی بچہ جننے سے تمام ہوگئی مسئلہ اگر قسم کھاوے کہ فلانے کا قرض آج ادا کرونگا پھر اپنے
درم اوسکو دیے جو کھوٹے ہین یا چلتے نہون یا کسی اور کے ہون یا قرض کے عوض مین کوئی چیز بیچ ڈالی اور قرضدار نے اوسکا
قبضہ کرلیا تو قسم پوری ہوجاویگی اور اگر رانگے کے ہون یا تین پرت کے ف یعنی اوپر اور نیچے کی پرت چاندی کی
اور اندر کی تانبے کی اور ایسے درہم کو عربی مین ستوقہ کہتے ہین ص یا قرض خواہ اوس قرضدار کو قرض ہبہ کردے
تو قسم ٹوٹ جاویگی اور اگر حلف کی کہ مین اپنے قرض کے وصول کرنے مین ایک درم کو بدون دوسرے درم کے نہ لونگا
ف یعنی کل قرض کو متفرق نہ لونگا ص پھر کچھ قرض قبضہ کیا تو قسم نہ ٹوٹیگی جب تک کہ تمام قرض کو علیحدہ علیحدہ وصول
نکرے اور فوری جدائی سے قسم نہ ٹوٹیگی کہ قرض کے ادا مین اسقدر علیحدگی ضرور ہوا کرتی ہی مثلاً تول تول کے دینا
ف یا پرکھنا یا گننا ص اور اگر کہے کہ میرے پاس اگر سو مگر سو تو ایسا ہوا اور پچاس کا مالک ہی تو قسم نہ ٹوٹیگی بلکہ سو سے
زیادہ کے مالک ہونے سے قسم ٹوٹیگی اور جو کہے کہ ریحان کو نہ سونگھونگا اور بعد اوسکے گلاب کا پھول یا چنبیلی کو
سونگھا حانث نہوگا اسلیے کہ ریحان اوس سبزہ خوشبو کا نام ہی جسمین تنہ نہو کہ کھڑا رہے لیکن وسا گلاب کے پھول اور چنبیلی
کے پھول نہ بولین گے اور بنفشہ اور گلاب اگر قسم مین کہے تو اوسکے پھول کے پتے مراد ہونگے نہ اوسکے پیڑ کی شاخین اور پتیان

باب الحلف بالقول

اگر قسم کھاوے کہ فلانے سے نہ بولونگا پھر اوسکے سوتے مین جگایا کہ وہ جاگ اوٹھا تو قسم ٹوٹ جاویگی اور اگر اوس سے یہ کہا تھا
کہ اوس سے بغیر اوسکی اجازت کے کلام نکرونگا اور اوس شخص نے اجازت تو دی مگر اوسکو اجازت کا حال معلوم نہوا

اور کلام کیا تب بھی قسم ٹوٹیگی اور امام ابو یوسف کے نزدیک نہین ٹوٹیگی اور اگر یہ کہا کہ اس کپڑے کے مالک سے یا اس جوان سے
نہ بولونگا اور جب اوسنے وہ کپڑا بیچ ڈالا اور وہ جوان بوڑھا ہو گیا کلام کیا تو حانث ہو جاویگا اور اگر کہا کہ مین اگر اس بندے کو
خریدکرون یا بیچون تو آزاد ہی پھر اوسکو جاکر خرید لیا یا بیچا تو قسم ٹوٹ جاویگی یعنی وہ غلام آزاد ہو جاویگا اور اگر یہ کہا کہ مین اسکو
بیچون تو ایسا ہو مثلاً عورت میری طالق ہی پھر اوسکو آزاد کیا یا ہبہ کر دیا تو قسم ٹوٹ جاویگی اسواسطے کہ نہ بیچنا متحقق ہو گیا اور
جو کام ایسے ہین کہ اونکو خواہ آپ کرے یا دوسرے کو اونکے کرنے کی اجازت دے اور وہ کرے تو دونون صورتون مین قسم
ٹوٹ جاتی ہی وہ یہ ہین نکاح اور طلاق اور خلع اور آزاد کرنا اور مکاتب بنانا اور قتل عمد سے صلح کرنی اور ہبہ کرنا اور صدقہ دینا
اور قرض دینا اور قرض لینا اور امانت رکھنی یا امانت لینی اور مانگے چیز دینی یا لینی اور جانور کو ذبح کرنا اور غلام کو مارنا اور قرض
ادا کرنا یا اپنا وصول کرنا اور گھر بنانا اور سینا اور کسی چیز کو اوٹھا کر لادنا کہ ان امور کو اگر خود کریگا یا دوسرے سے کرنے کو
کہیگا اور وہ کریگا تو دونون صورتون مین قسم ٹوٹ جاویگی اور جو کام کہ اونکو آپ کرنے سے قسم ٹوٹتی ہی اور دوسرے کو
اونکے کرنے کی اجازت دینے سے قسم نہین ٹوٹتی وہ یہ ہین بیچنا مول لینا ٹھیکا دینا مزدوری پر کام لینا کسی مال کے عوض مین
صلح کرنا تقسیم کرنا مقدمات مین جوابدہی کرنا لڑکے کو مارنا کہ ان کامون مین اگر قسم کھاوے کہ مین نکرونگا تو اپنے آپ نکرے
اور اگر دوسرا شخص اوسکی اجازت سے یہ امور کرے تو اوسکی قسم نہ ٹوٹیگی اور اگر یہ کہے کہ مین تکلم نکرونگا اور قرآن یا تسبیح پڑھے
یا تہلیل کرے یا تکبیر کہے نماز کے اندر یا باہر تو قسم نہ ٹوٹیگی اور امام شافعی کے نزدیک ٹوٹ جاویگی **ف** دلیل امام صاحب
کی یہ ہی کہ عرف مین اسکو تکلم نہین کہتے بلکہ تلاوت اور تسبیح اور تہلیل و تکبیر کہتے ہین **ص** اور اگر یون کہے اپنی عورت سے
کہ تو طالق ہی جسدن مین فلان سے کلام کرون تو اسمین دن اور رات دونون سمجھے جاوینگے اور اگر اوسنے قسم کے وقت
اس کلام سے دن ہی کی نیت کی نہ رات کی تو مان لیا جاویگا اور امام ابو یوسف کے نزدیک دیانت کی رو سے قول
اوسکا معتبر ہوگا اور قاضی اسکی تصدیق نکریگا لیکن اگر یہ کہے کہ جس رات فلانے سے بولون تو ایسا ہو تو اس کلام سے خاص
رات ہی مراد ہوگی دن اسمین مقصود نہوگا اور اگر یہ کہے کہ اوس سے نہ بولونگا مگر اوس صورت مین کہ زید آجاوے یا جب تک کہ زید آوے
پھر اوسنے زید کے آنے کے اول اوس سے کلام کیا تو قسم ٹوٹ جاویگی اور اگر بعد اسکے کلام کیا تو قسم نہ ٹوٹیگی **ف** اور اگر
زید مر جاوے تو حکم قسم کا جاتا رہیگا ہدایہ **ص** اور اگر قسم کھاوے کہ فلانے کے غلام سے نہ بولونگا یا فلانے کے اس
غلام سے نہ بولونگا الیٰ پھر وہ غلام اوس شخص کا نرہا **ف** مثلاً اوسنے بیچ ڈالا **ص** اور بعد اوسکے اوس سے کلام کیا
تو قسم نہ ٹوٹیگی اور جو کہے کہ فلانے کے دوست سے یا زوجہ سے کلام نکرونگا یا فلانے کے گھر مین داخل نہونگا اور پھر جب
دوست دشمن ہو گیا اور زوجہ بائن ہو گئی اور اس سے کلام کیا اور جب گھر اوسکی ملک سے نکل گیا اور اسمین داخل ہوا تو حانث نہوگا
اور اگر اشارہ کیا ہی کہ فلانے کے اوس دوست سے یا اوس زوجہ سے کلام نکرونگا یا فلانے کے اوس گھر مین داخل نہونگا تو حانث
ہو جاویگا **ف** اور یہ مذہب امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف کا ہی **ص** اور اگر قسم مین لفظ الحین اور الزمان یا ان دونون
کو نکرہ کہے یعنی حین اور زمان کہہ دیا تو یہ وقت چھ مہینے کا ہوگا اگرچہ نیت نہین کی **ف** اسواسطے کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے
فسبحان اللہ حین تمسون اور یہان حین سے زمانہ قلیل مراد ہی اور کبھی اوس سے چالیس برس مراد لیتے ہین

جیسے فرمایا اللہ تعالی نے هَلْ اَتٰی عَلَی الْاِنْسَانِ حِیْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ اور کبھی چھ مہینے مراد ہوتے ہین جیسے کہ اس آیت مین تُؤْتِیْ اُکُلَهَا کُلَّ حِیْنٍ بِاِذْنِ رَبِّهَا تو لے لیا معنے متوسط کو کذا فی الہدایہ **ص** اور جو نیت کی ہو تو جیسی نیت ہی وہ ہی مراد ہوگا اور جو دہر نکرہ کہا تو مجمل ہی یعنی اسکی مقدار یقینی معلوم نہین امام ابوحنیفہ کو اور صاحبین کے نزدیک چھ مہینے ہین مثل حین کے **ف** امام ابوحنیفہؒ نے دہر کو نہین پہچانا اور یہ نہ پہچاننا موجب طعن نہین بلکہ علامت کمال علم اور تقوی ہی جیسے کہ امام مالک رحمہ نے بھی بہت سے مسائل مین لا ادری کہا ہی اور ایک شاعر نے اسمین چند شعر بھی کہی ہین اور وہ یہ ہین **نظم** مَن قال ما ادری لما لم یدرہ ٭ فقد اقتدی فی الفقہ بالنعمان ٭ فی الدهر والخنثی کذاک جوابہ ٭ ومحل اطفال ووقت ختان ٭ یعنی جس شخص نے کہا کہ نہین جانتا ہون مین ہرگاہ کہ اوسنے نجانا تو اوسنے اقتدا کی فقہ مین نعمان یعنی امام اعظمؒ کے دہر اور خنثی مین ایسا ہی ہی جواب امام کا اور محل اطفال مشرکین مین کہ آخرت مین کہان ہوگی اور وقت ختنہ مین انتہی اور اسمین بھی امام نے توقف کیا کہ ملائکہ افضل ہین یا انبیاء اور کتا کب نعل ہو جاتا ہی **ص** اور جو معرفہ یعنی الدہر کہا تو تمام عمر ہوگی اور اگر الایام یا ایام کثیرہ یا الشہور یا السنین کہا تو دس مراد ہونگے اور اگر اونکو نکرہ بولیگا تو تین مراد ہوونگے اور اگر یون کہا کہ جس غلام کو مین اول مالک ہون تو وہ آزاد ہی پس اگر ایک غلام کا مالک ہوگا تو وہ اس قسم کی رو سے آزاد ہو جاویگا اور اگر پہلے دو غلامون کا مالک ایک ساتھ ہو پھر تیسرے کا مالک ہو تو ان تینون مین سے کوئی بھی آزاد نہوگا اور جو کہا کہ جس تنہا غلام کو اول مالک ہون تو وہ آزاد ہی تو اس صورت مین تنہا کی قید کے سبب سے تیسرا غلام آزاد ہو جاویگا اور اگر یون کہا کہ پچھلا غلام جسکا مین مالک ہون وہ آزاد ہی پھر وہ مالک ہوا ایک غلام کا اور مر گیا تو وہ غلام آزاد نہوگا کیونکہ پچھلے کیواسطے اگلا ضرور ہی ہان اگر اوسکے بعد ایک اور غلام خریدا پھر مر گیا تو دوسرا غلام اوس شخص کی ابتدائے ملکیت سے کل مال سے آزاد ہوگا امام صاحب کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک روز فوت سے آزاد ہوگا ثلث مال سے اور اسی طرح جو کہے کہ پچھلی عورت میری جس سے مین نکاح کرون اوسکو تین طلاق ہین اور پھر نکاح کیا ایک عورت سے پھر اور ایک عورت سے بعد اوسکے مر گیا تو دوسری عورت پر طلاق پڑ جاویگا وقت نکاح سے امام صاحب کے نزدیک تو وارث نہوگی اور صاحبین کے نزدیک وقت موت سے تو وارث ہوگی مسئلہ اگر یہ کہے کہ جو غلام مجکو خوشخبری فلان معاملے کی سنا دیگا وہ آزاد ہی پھر تین غلامون نے جدا جدا وہی خوشخبری اوسکو سنائی تو جسنے اول سنائی ہوگی وہ آزاد ہوگا اور اگر تینون نے ایک ساتھ سنائی تو سب آزاد ہو جاوینگے اور ادائے کفارہ کے لیے اپنے باپ کا خریدنا درست ہی اور امام زفر اور شافعی کے نزدیک درست نہین **ف** اور یہی حکم ہی ہر ذی رحم محرم کے خریدنے مین کہ وہ اگر نیت کفارے کی کر لے اور وہ بمجرد خریدنے کے آزاد ہو جاوے تو کفارہ ادا ہو جاویگا **ص** لیکن اگر کسی غلام کی آزادی کو اپنی خرید پر مشروط کر دیا ہو اور اوسکے خریدنے مین نیت کفارے کی کر لی تو بشرط کے سبب سے آزاد ہوگا نہ کفارے کے عوض مین اور یہی حال ام ولد کے خریدنے کا کہ وہ بھی کفارے کے عوض نہوگی اور صورت اوسکی یہ ہی کہ کوئی شخص اپنی منکوحہ سے جو لونڈی ہو اور اوس سے اولاد رکھتی ہو کہے کہ اگر مین تجھے خریدون تو تو آزاد ہی اور خریدنے کے وقت نیت کفارے کی کرے **ف** تو ام ولد آزاد ہو جاویگی اور کفارہ باقی رہیگا **ص** اور اگر کہے کہ جو لونڈی مین حرم بناؤن

ف یعنی اوسکے آزاد ہونے مین دوسرے غلام کا خریدنا شرط نہین تاکہ اولیت متحقق ہو کیونکہ اول کہتے ہین یکتا کو ... بعد ... عورت ... نہین

تو وہ آزاد ہی تو یہ قول اوسوقت درست ہی کہ جس لونڈی کو کہا ہو وہ اوسوقت اوسکی ملک مین ہو اور اگر اوسوقت ملک مین نہو تو آزاد نہو گی اور جب کہے کہ جتنے میرے مملوک ہین سب آزاد ہین تو اس لفظ سے اوسکے غلام اور ام ولد اور مدبر سب آزاد ہو جاوینگے اور مکاتب آزاد نہووینگے مگر یہ کہ اونکی بھی نیت کرے تو آزاد ہونگے اور جو تین غلامون مین کہا کہ یہ آزاد ہی یا یہ اور یہ تو تیسرا آزاد ہوگا اور پہلے دو مین مولا کو اختیار رہیگا کہ جسکو چاہے آزادی کے لیے معین کرے اور یہی حکم ہی طلاق مین عورتون کے **ف** یعنی تیسری مطلقہ ہو جاویگی اور پہلی دو مین شوہر کو اختیار دیا جاویگا جسکو چاہے طلاق کے لیے معین کرے **ص** اور داخل ہونا لام تخصیص کا جسکے معنی واسطے ہین بیع اور شرا اور اجارہ اور رنگریزی اور سینا اور مکان بنانے پر اس بات کو چاہتا ہی کہ وہ فعل اس شخص کی اجازت سے ہووے جسکے ساتھ اوسکو مشروط کیا ہی گو وہ شخص مالک اوس چیز کا ہو یا نہو مثلاً یہ کہے ان بعت لک ثوباً یعنی اگر تیرے واسطے بیچون کپڑا تو اوسکے یہ معنی ہین کہ تیری اجازت سے بیچون تو اگر بغیر اوسکی اجازت کے بیچیگا حانث نہوگا اور اگر لام کسی چیز کی ذات پر داخل ہو یا ایسے فعل پر جو غیر سے نہین ہوتا ہی جیسے کھانا پینا اندر جانا لڑکے کو مارنا تو وہ چاہتا ہی اس بات کو کہ وہ شی اوس شخص کی ملک مین ہو مثلاً یون کہے ان بعت ثوباً لک یعنی اگر بیچون کپڑا جو تیرا ہی یہان لام ثوب پر داخل ہی نہ بیع پر تو اس صورت مین اگر اوسکا کپڑا بغیر اوسکی اجازت کے بیچیگا حانث ہوگا **ف** اور باقی مثالین اصل مین مذکور ہین اور جاننا چاہیے کہ لام کے آنے سے غرض ہی کہ جار مجرور متعلق فعل کے ہون یا اوس چیز کے کہ صفت ٹہرین اور اگر وہ شخص نیت اسکے سوا کرے یعنی لفظون مین تو لام کو فعل پر سمجھے لاوے معنی موے جو لام کو چیز پر داخل کرنے سے ہوتے ہین یا اوسکا اولٹا کرے تو اوسکی بات مانی جاویگی ایسی صورت مین کہ اوسکی نیت کے مطابق معنی لینے سے اوسکا نقصان ہوتا ہو اور اگر اوسکی مراد کے موافق معنی لینے سے اوسکا فائدہ ہوتا ہوگا تو نہ لیے جاوینگے **ص** اگر کسی عورت نے اپنے خاوند سے کہا کہ تو نے میرے اوپر بی بی چاہی اور مرد نے جواب مین کہا کہ جو عورت میری ہی وہ طالق ہی تو وہ عورت بھی مطلقہ ہو جاویگی اور اگر کہے کہ نیت میری یہ تھی کہ سوا اس عورت کے تو عند اللہ اوسکا اعتبار ہوگا اور قاضی اعتبار نہ کریگا فقط

کتاب الحدود

یعنی سزا کا بیان

ف حد کے معنی لغت مین منع کے ہین اور اصطلاح شرع مین **ص** حد وہ سزا ہی معین جو خدا تعالی کے حقوق کے لیے واجب ہوتی ہی تو قصاص کو حد نہ کہینگے اسواسطے کہ اوسمین بندے کا حق ہی اور اسی طرح تعزیر کو کیونکہ وہ معین نہین اللہ کی طرف سے **ف** مقصود اصل حد کے مشروع کرنے سے زجر اور تنبیہ ہی تا کہ لوگ فساد سے بچ جاوین تو حد زنا مشروع ہی اسواسطے کہ مسلمانون کا فراش فساد سے محفوظ رہے اور حد قذف اسواسطے کہ لوگون کی عزت اوسمین باقی رہے اور حد شرب اسواسطے کہ عقل مسلمانون کے محفوظ رہین اور حد سرقہ اسواسطے کہ مال کی محافظت ہو اور مواخذہ اخروی اوس فعل کا بدون توبہ کے نہین جاتا جیسا کہ اللہ تعالی نے قطاع الطریق کی حد مین فرمایا ہی ذٰلِكَ لَهُمْ خِزْيٌ فِي الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا الآیۃ **ص** اور زنا اوس وطی کو کہتے ہین جو ایسی قبل یعنی شرمگاہ مین ہووے کہ خالی ہو ملک سے اور شبہہ سے تو اگر کوئی وطی کرے اوس عورت سے جو تین طلاق کی یا ایک طلاق بائن کی عدت مین ہووے تو اوسکو زانی نکہینگے اسواسطے کہ اوسمین شبہہ ہی اور زنا ثابت ہوتا ہی چار آدمیون کی گواہی سے لفظ زنا کے ساتھ **ف** اسواسطے

ترجمہ رسوائی ... اور آخرت مین اونکو بڑا عذاب ہی مگر جنہون نے توبہ کی منہ

کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے فَاسْتَشْهِدُوا عَلَيْهِنَّ أَرْبَعَةً مِّنكُمْ اور فرمایا ثُمَّ لَمْ يَأْتُوا بِأَرْبَعَةِ شُهَدَاءَ اور روایت
کی ابو یعلی نے اپنے مسند مین کہ ہلال بن امیہ نے تہمت لگائی شریک بن سحما کو ساتھ زنا کے اپنی عورت سے سو بھاگا وہ
یہ قصہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تب فرمایا آپ نے لاؤ چار گواہ ورنہ حد لگا اپنی پشت مین اور روایت کیا اوسکو
بخاری نے اور اوسمین اتنا ہی ہی کہ البینہ ورنہ حد لگوا اپنی پشت مین ص اور اگر لفظ وطی و جماع سے گواہی دینگے
تو ثابت نہوگا تو جسوقت وہ شہادت دین تو حاکم شرع اونسے یون پوچھے کہ زنا کیا چیز ہی اور کسطرح ہوا اور کہان ہوا
اور کب ہوا اور کس عورت سے زنا کی ف اسواسطے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا تھا ماعز سے ایسا ہی روایت
کیا ان حدیثون کو ابو داود اور نسائی اور عبد الرزاق نے مصنف مین ص اسواسطے کہ بعض آدمی ہر وطی حرام کو زنا سمجھتے ہیں
اور شرع مین اطلاق اوسکا غیر اس فعل پر ہوا ہی جیسا کہ حدیث مین آیا ہی کہ دونون آنکھین زنا کرتی ہین ف روایت کیا اوسکو
کتب صحاح مین ص اور کبھی کبھی وطی واقع ہوتی ہی بغیر ملنے دونون ختنون کے اور سوال مکان زنا سے اسواسطے ہی کہ اگر
دار الحرب مین زنا کرے تو حد نہین ہی اور زمان سے اسواسطے کہ بہت مدت ہوجانا ساقط کردیتا ہی حد کو اور عورت سے اسواسطے
کہ کبھی وطی اوسکی شبہہ سے ہوتی ہی ف جیسے متندہ باندی مین ص پس اگر وہ گواہ سب باتین بیان کردین اور یہ
کہین کہ ہمنے اس مرد کو اوس عورت سے زنا کرتے ایسا دیکھا جیسے سرمہ دانی مین سلائی اور اون گواہون کی عدالت بخوبی معلوم
اور تحقیق کرلیجاوے تو قاضی اوسوقت حکم زنا کا بسبب اونکی شہادت کے کردیوے ف اور عدالت ظاہری پر شہود
کی اکتفا نکرے کہ دفع حد کا کوئی حیلہ نکل آوے اسواسطے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دفع کرو حدود کو جہان تک کہ
استطاعت رکھو تم روایت کیا اوسکو ابو یعلی نے مسند مین ابو ہریرہ سے ساتھ اسی لفظ کے اور روایت کیا اوسکو ترمذی
نے حضرت عایشہ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دفع کرو تم حدود کو مسلمانون سے جہان تک کہ قدرت رکھو اگر
کوئی صورت نکلے تو چھوڑ دو راہ اوسکی کیونکہ امام بہتر ہی خطا اوسکی عفو مین خطا سے اوسکی عقوبت مین کہا ترمذی نے کہ نہین
پہچانتے ہین ہم اسکو مرفوع مگر حدیث محمد بن ربیعہ سے اونسے یزید بن زیاد سے اور یزید ضعیف ہی اور کتاب العلل مین ہی
کیا بخاری سے کہ یزید منکر الحدیث ہی اور بھولتا ہی لیکن صحیح کیا اوسکو حاکم نے اور ذہبی نے اوسکا تعقب کیا بسبب
ضعف یزید کے کہا بیہقی نے کہ موقوف اقرب ہی طرف صواب کے ص اور زنا اس طرح بھی ثابت ہوتا ہی کہ جسنے زنا
کیا ہو وہ چار مرتبے اپنی چار مجلسون مین اقرار زنا کا کرے اور جب وہ اقرار کرے تو قاضی اوسکے اقرار کو نہ مانے ف
یعنی تین بار تک اور چوتھے مرتبے مین قبول کرے اور امام مالک اور شافعی کے نزدیک ایک ہی بار اقرار کافی ہی اور دلیل
ہماری یہ ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اقامت حد نہ کی ماعز پر یہان تک کہ اقرار کیا انھون نے چار مرتبہ چار مجلسون مین
اور یہ حدیث مروی ہی صحیح بخاری و صحیح مسلم مین ابو ہریرہ سے روایت کی مسند مین اور اوسمین ہی کہ اقرار کیا اوسنے رات سے
زنا کا چار مرتبے اور آپ رد کرتے تھے اوسکو الحدیث ص اور اوس سے زنا کی حقیقت اور وقت اور جگہ اور کیفیت وغیرہ
امور مذکورہ بالا پوچھے پس اگر وہ سب بیان کردے تو قاضی کو مستحب ہی کہ اوسکو انکار کی وجہ ان لفظون سے تعلیم کرے
کہ شاید تم نے ہاتھ لگایا ہوگا یا بوسہ لیا ہوگا یا شبہہ سے صحبت کی ہوگی ف اسواسطے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے

یزید بن زیاد

حضرت ماعزؓ کو ایسا ہی تعلیم کیا تھا کہ شاید تم نے ہاتھ لگایا ہوگا یا بوسہ لیا ہوگا روایت کیا اوسکو بخاری نے **ص** تو اگر رجم سے
پیشتر یا عین رجم کے بیچ میں جنگل ہو تو اوسکو مار کرے **ف** اسواسطے کہ عین حد میں حضرت ماعزؓ نے ارادہ فرار کا کیا تھا اور
عبد اللہ بن انیس نے اونکو مارا اونٹ کی ہڈی سے پھر ذکر ہوا اسواسطے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے تو فرمایا آپ نے کیوں
نہ چھوڑ دیا تم نے اوسکو شاید کہ وہ توبہ کرتا تو قبول کر لیتا توبہ اوسکی اللہ تعالیٰ روایت کیا اوسکو ابو داود نے **ص** اور نہ حد
لگایا جاوے پھر اگر وہ زانی محصن یعنی آزاد مکلف مسلمان وطی کر چکا ہو نکاح صحیح سے تو اوسکو ایک میدان میں سنگسار کرے
ف اسواسطے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سنگسار کیا ماعزؓ کو اور وہ محصن تھے اور حدیث مشہور میں مروی ہے کہ فرمایا آپ نے نہیں
حلال ہے خون مرد مسلمان کا مگر تین سبب سے کفر بعد ایمان کے زنا بعد احصان کے قتل نفس ہو بغیر حق کے روایت کیا اوسکو
ترمذی نے حضرت عثمانؓ سے اور بخاری و مسلم نے ابن مسعودؓ سے اور رجم پر اجماع ہے صحابہ و من بعدہم کا اور ثابت ہے فعل سے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے **ص** بیان کرے جو اہ اور سنگسار کرنا شروع کریں پھر حاکم پھر لوگ **ف**
اسواسطے کہ روایت کی ابن ابی شیبہ نے عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ سے کہ حضرت علیؓ جب زنا ثابت ہوتا گواہوں سے تو حکم کرتے ا
گواہوں کو کہ رجم کریں پھر آپ رجم کرتے تھے پھر اور لوگ اور جب اقرار سے ہوتا تو اول آپ شروع کرتے تھے پھر اور لوگ اور ایک روایت
میں اوسکی یہ ہے کہ فرمایا آپ نے کہ اول شہود رجم کریں پھر امام پھر لوگ جب زنا شہادت سے ثابت ہو پس اگر گواہ سنگسار
کرنے سے انکار کریں یا غائب ہو جاویں یا مر جاویں تو حد ساقط ہوگی اور اگر زانی خود مقر ہو تو اوسکو اول حاکم رجم کرے پھر لوگ
ف اسواسطے کہ حضرت علیؓ نے ایسا ہی کیا اور ایسا ہی فرمایا روایت کیا اوسکو ابن ابی شیبہ نے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے اول مارا اوس عورت کو ایک کنکر مثل چنے کے روایت کیا اوسکو ابو داود نے **ص** اور غسل دیا جاوے اور تکفین کیا جاوے
اور نماز پڑھی جاوے اوس پر **ف** اسواسطے کہ فرمایا حضرت ماعزؓ کے حق میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ کرو تم اونکے ساتھ
جیسا کرتے ہو تم اپنے مردوں کے ساتھ غسل سے اور کفن سے اور خوشبو لگانے سے اور نماز پڑھنے سے روایت کیا اوسکو
ابن ابی شیبہ نے ابن ابی بریدہ سے اور بھی نماز پڑھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اوس عورت پر بعد رجم کے اخراج کیا
اوسکا صحاح ستہ والوں نے **ص** اور اگر وہ زانی محصن نہو تو اوسکی حد یہ ہے کہ آزاد ہو تو سو کوڑے ہیں اور مراد کوڑے سے متوسط چابک ہے
اور یہ کلام اللہ سے صاف ہویدا ہے **ص** اور کوڑا ایسا ہو کہ اوسکی چوٹی میں گرہ نہو **ف** اسواسطے کہ ایسا ہی کیا علیؓ
نے روایت کیا اوسکو ابن ابی شیبہ نے اور طحاوی نے **ص** اور چوٹ متوسط ماریں نہ بہت زور سے نہ بہت آہستہ
اور مرد کے کپڑے اوتاریں **ف** ہر لتے میں ہی اسواسطے کہ حضرت علیؓ نے حکم کیا ننگا کرنے کا اور یہ حدیث نہیں ملی
بلکہ عبد الرزاق نے اوسکے خلاف روایت کی **ص** سوا ازار کے اور مارا جاوے ہر عضو پر اور شرمگاہ کو بچا کر تمام بدن پر
الگ الگ لگاویں **ف** اسواسطے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم کیا حد مارنے والے کو کہ بچا اوسکے موتہ کو اور
ذکر کی جگہ کو اور یہ حدیث مرفوعاً نہیں ملی بلکہ روایت کی ابن ابی شیبہ اور عبد الرزاق و سعید بن منصور نے حضرت علیؓ سے
کہ لایا گیا اونکے پاس ایک شخص مست سو فرمایا آپ نے مارو اور دو ہر عضو کو حق اوسکا اور بچو موتہ سے اور ذکر کی جگہ سے
ص اور حد مارنے کے وقت مرد کو کھڑا کریں **ف** اسواسطے کہ عبد الرزاق نے روایت کی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ

فرمایا کہ حد مارا جاوے مرد کھڑا کر کے اور عورت بٹھا کے **ص** بغیر مدکے **ف** اسواسطے کہ روایت کی عبدالرزاق نے ابن مسعود رض سے کہ کہا انھون نے نہین حلال ہی اس امت مین ننگا کرنا اور نہ مد **ص** یعنی زمین پر لٹا کر گھسیٹنا کر مارین یا یہ کہ کوڑا مارتے وقت ہاتھ کو سر تک نہ کھینچین تاکہ چوٹ سخت نہ لگے یا یہ کہ کوڑے کو مار کر نہ گھسیٹین کہ زخم کر دے اور مالک اپنے غلام کو بدون اذن بادشاہ کے حد نہ مارے **ف** اور امام شافعی کے نزدیک مارے اور ہماری دلیل قول ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کہ چار چیزین حاکمون کی طرف ہین حدود اور صدقات اور جمعات اور غنیمت روایت کیا اوسکو صحابہ نے ابن مسعود اور ابن عباس رض اور ابن الزبیر سے مرفوعاً **ص** اور عورت کے کپڑے نہ اوتارے جاوین سوا پوستین اور روئی دار کے اور حد ماری جاوے بٹھا کے اور جائز ہی کہ اوسکے سنگسار کرنے کو ایک گڑھا کھود لین اسواسطے کہ گڑھا کھودا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے واسطے اوس عورت کے چھاتی تک اور حضرت علی رض نے ھدایہ **ص** نہ مرد کے لیے **ف** اسواسطے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے گڑھا نہین کھودا واسطے ماعز کے ھدایہ **ص** اور محصن مین کوڑے مارنا اور سنگسار کرنا دونوں نہ کیے جاوین یعنی دونون سزا نہ دینی چاہیے **ف** اسواسطے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جمع نہین کیا ھدایہ **ص** اسی طرح غیر محصن مین جلا وطن اور کوڑے مارنے نچاہیے **ف** اور امام شافعی کے نزدیک غیر محصن مین کوڑے بھی مارے اور جلا وطن کرے اسواسطے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بکر نا کرے ساتھ بکر کے تو سو کوڑے ہین اور جلا وطن ہی ایک سال کی روایت کیا مسلم اور ابوداود اور ترمذی نے اور دلیل ہماری آیت کلام اللہ کی اور یہ حدیث منسوخ ہی اور روایت کی عبدالرزاق نے سعید ابن المسیب سے کہ جلا وطن کیا حضرت عمر رض نے امیہ بن خلف کو طرف خیبر کے اور وہ مل گیا ہرقل سے اور نصرانی ہو گیا تو فرمایا حضرت عمر رض نے نہین جلا وطن کرونگا مین اب کسی مسلمان کو **ص** ہان اگر حاکم سیاستہً کسی مصلحت کیواسطے چند روز کو جلا وطن کر دے تو درست ہی اور بیمار اگر سزا سنگساری کی ثابت ہو تو سنگسار کیا جاوے اور الا کوڑے نہ لگائے جاوین جب تک اچھا نہ ہولے **ف** اسلیے کہ سنگسار کرنے مین مقصود مار ڈالنا ہی اور بیمار اور تندرست برابر ہین اور کوڑے مارنے مین غرض جھڑک دینا ہی نہ مار ڈالنا پس شاید بیمار بحالت مرض مین کوڑون سے مر جاوے اسلیے انتظار صحت ضرور ہی ھدایہ **ص** اور حاملہ عورت زنا سے رجم کیجاویگی بعد وضع حمل کے اور کوڑے لگائی جاویگی نفاس کے بعد

باب صحبت موجب حد اور غیر موجب کے بیان مین

حدود شبہ سے ساقط ہو جاتے ہین **ف** اسواسطے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دفع کرو تم حدود کو ساتھ شبہون کے روایت کیا اوسکو امام ابو حنیفہ نے مسند مین اور روایت کی ابن ابی شیبہ نے حضرت عمر بن الخطاب سے کہ فرمایا آپنے البتہ اگر مین معطل کرون حدود کو ساتھ شبہات کے تو بہتر ہی اس سے کہ قائم کرون مین اونکو شبہون سے اور ایسا ہی نقل کیا معاذ اور عبداللہ بن مسعود اور عقبہ بن عامر رض سے اور اخراج کیا بیہقی نے قول سے حضرت علی رض کے کہ دفع کرو حدود کو شبہون کے سبب سے **ص** اگر نفس صحبت مین شبہہ حلال ہونیکا ہو اور وہ مرد بھی اپنے گمان غالب مین اوسکو حلال سمجھے جیسے وطی کرے اپنے باپ کی یا ماں کی یا جورو کی یا مولا کی لونڈی سے یا مرتہن وس لونڈی سے جو اوسکے پاس رہن ہی صحیح مذہب مین یا مرد اوس عورت سے جو تین طلاقون کی عدت مین ہی یا اوسکو طلاق دے بعوض مال کے دیا ہی یا ام ولد سے جو عدت مین عتق کے ہی کہ ان سب صورتون مین اگر کہے

صحبت کو اپنے گمان غالب مین حلال جانتا ہوگا تو حد لازم نہ آویگی ف اور اگر حرام جانتا ہوگا تو حد لازم آویگی ہدایہ
ص اور اگر جس عورت سے صحبت کی ہو اوسمین شبہہ حلال ہونیکا ہو اور دلیل شرعی سے اوسکی حلت سمجھی ہو جیسے
وطی کرے اپنے بیٹے کی ف یا پوتے کی ص لونڈی سے یا اوس عورت سے کہ کنایے کے طلاق کی عدت میں ہو یا
بائع وطی کرے اپنی لونڈی سے بعد بیع کے قبل تسلیم کے یا اوس لونڈی سے جسکو مہر مین عورت کے دیا ہو لیکن ابھی
تسلیم نکیا ہو یا اوس لونڈی سے جو مشترک ہو تو بھی حد لازم آویگی ف اسلیے کہ اونمین شبہہ حلال ہونیکا ہی گو وہ
شخص گمان غالب انکی حرمت کا رکھتا ہو اور کہے کہ مین انکی وطی حرام سمجھتا تھا اور دلیلین ان مسائل کی ہدایہ مین مذکور
ہین ص اور نسب ص ف اسی صورت مین ثابت ہوگا نہ اول صورت مین اور اگر اپنے بھائی اور چچا کی لونڈی سے زنا کرے تو حد
ماری جاویگی ف گو اوس صحبت کو حلال خیال کرے ص اور یہی حال ہی اگر کوئی اجنبی عورت اپنے بستر پر دیکھے اور
اوس سے صحبت کرے اگرچہ وہ صحبت کرنے والا اندھا ہو یا ذمی عورت زنا کرائے کسی حربی سے یا ذمی زنا کرے حربیہ سے
تو ذمی عورت اول صورت مین اور دوسری صورت مین ذمی مرد حد مارا جاویگا اور حربی اور حربیہ پر حد نہوگی اسواسطے کہ اونپر
دار الحرب مین بھی حد نہین تو دار الاسلام مین بھی نہوگی اور امام ابو یوسف کے نزدیک سب پر حد پڑیگی اور امام محمد کے نزدیک
جس صورت مین کہ حربی زنا کرے ذمی عورت سے تو کسی پر حد نہین آویگی اور جب کوئی عورت بیگانہ دولھا پاس بھیجدی جاوے
اور عورتین کہدین کہ یہ تمھاری دولھن ہی اور وہ اوس سے ہم بستر ہو تو حد واجب نہین ہوگی بلکہ اوسکا مہر یعنی اجر صحبت کا دینا پڑیگا
ف ہدایہ مین ہی کہ اسکا حکم کیا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اور عدت کا ص اور ان صورتون مین بھی حد واجب نہین ہوتی اول یہ کہ جو عورت
مرد پر حرام تھی اور اوس سے نکاح کر لیا اور وطی کی اوس سے تو نکاح کے شبہے سے حد جاتی رہی ف اور یہ مذہب امام ابو حنیفہ
کا ہی اور صاحبین اور شافعی کے نزدیک حد لازم آویگی اور دلائل امام صاحب کے مذکور ہین ہدایہ اور فتح القدیر مین ص یا یہ
چارپایے سے صحبت کرے ف اور یہ بھی گناہ کبیرہ ہی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہی کہ فرمایا رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم نے جو شخص کہ پڑ جاوے چارپایے پر تو قتل کرو اوس چارپایے کو کہا بیٹے یعنی عکرمہ نے ابن عباس سے کہ کیا سبب
قتل چارپایے کا کہا انھون نے اسواسطے کہ مکروہ رکھا آپ نے کہ کھایا جاوے گوشت اوسکا یا نفع لیا جاوے اوس سے بعد اسکے
کہ اوس سے ایسا کام کیا جاوے روایت کیا اوسکو صحاب سنن اربعہ نے اور روایت کی ترمذی اور نسائی نے کہ فرمایا رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص کہ پڑے کسی چارپایے پر تو نہین ہی کچھ اوسپر یعنی حد نہین ہی اور یہ مروی ہی موقوفا ابن عباس سے ذکر کیا
اسکو ابو داؤد نے ص یا جماع کرے دبر مین ف مرد یا عورت کی اور امام شافعی کے نزدیک اسکو حد زنا کی لگے گی اور امام صاحب
کی دلیل یہ ہی کہ اسکو زنا نہین کہتے ہان امام کو اختیار ہی کہ تعزیر اللوطی کو جلا دے یا دیوار اوسپر گرا دے یا اوندھا کرکے اونچے مکان
بلند سے گرایا جاوے اور اوپر سے پتھر پھینکے جاوین اور یہ سب باتین صحابہ سے مروی ہین تو معلوم ہوا کہ اونکے نزدیک بھی یہ زنا نہین
ورنہ اختلاف کرتے اوسمین اور جلانا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہی روایت کیا اوسکو بیہقی نے شعب الایمان مین اور مکان بلند سے
گرانا مروی ہی ابن عباس سے مصنف ابن ابی شیبہ مین اور بیہقی مین اور ابن الزبیر سے مروی ہی کہ اوسکو ایک مکان سخت بدبو مین
بند کرین کہ اوسکی بو سے مر جاوے اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قتل کرو فاعل اور مفعول بہ کو اور فرمایا آپ نے ایک

حدیث مین کہ ملعون ہی جو عمل کرے قوم لوط کا نعوذ باللہ منہ روایت کیا اوسکو ترمذی نے **ص** یا دار الحرب مین جا کر خواہ
مرکشون باغیون کے پاس پہونچکر زنا کرے **ف** اور پھر وہ ہمارے پاس چلا آوے تو اوسپر حد نہوگی اور امام شافعی کے نزدیک
حد ہوگی اور صاحب ہدایہ نے دلیل ہماری قول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بیان کیا ہی کہ نہ قائم کی جاوین حدین دار الحرب مین
اور اس حدیث کا نشان معلوم نہین لیکن روایت کی امام محمد نے سیر کبیر مین کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص کہ زنا کرے
کسی عورت سے یا چوری کرے دار الحرب مین اور پھر وہ بھاگ کر مسلمان ہو کر ہماری طرف چلا آوے تو اوسپر حد نہین اور
شافعی نے روایت کی زید بن ثابت سے بواسطہ امام ابو یوسف کے کہ فرمایا زید بن ثابت نے نہ قائم کی جاوین حدین دار الحرب مین
اور ایسا ہی مروی ہی عمر بن الخطاب سے **ص** یا لڑکا یا دیوانہ عورت بالغہ مسلمان عاقلہ سے زنا کرے **ف** تو دونون پر نہین
ص اور امام زفر اور شافعی کے نزدیک عورت کو حد پڑیگی اور اگر اوسکا اولٹا ہو یعنی مرد کسی لڑکی یا دیوانی عورت سے زنا کرے
تو حد واجب ہوگی مرد پر یا زنا کا اقرار کرے اور طرف ثانی اقرار کرے نکاح کا تو بھی حد نہوگی اور جو شخص کسی لونڈی سے زنا کرے اور وہ
اوس فعل سے مرجاوے تو اوسپر حد بھی واجب ہوگی اور اوس لونڈی کی قیمت بھی مالک کے حوالے کرنی پڑیگی اور بادشاہ سے قصاص کا
اور مالونکا مواخذہ کیا جاوے اور حدونکا مواخذہ نکیا جاوے **ف** یعنی بندون کا مواخذہ اوس سے کرین اور اللہ تعالی کے حقوق کا نکرین

باب زنا پر گواہی دینے اور گواہی سے پھر جانے کے بیان مین

گواہون نے ایک پرانی بات پر گواہی دی جو موجب حد تھی اور وہ امام سے بعید بھی نتھے اتنے کہ ادائے شہادت سے اونکو کوئی مانع
ہوتا تو شہادت اونکی مقبول نہوگی مگر بہتان زنا مین **ف** مقبول ہوگی بہتان کرنے والے پر حد اوسکی پڑیگی اور پرانے ہونے کی
حد چھ مہینے ہین اور اسی طرف اشارہ ہی جامع صغیر مین اور امام ابو حنیفہ نے اسکا کچھ اندازہ نہین کیا ہی اور رائے قاضی پر مفوض رکھا ہی
اور امام محمد نے اوسکا اندازہ ایک مہینے سے کیا ہی اور یہی مروی شیخین سے اور یہی صحیح ہی ہدایہ **ص** اور اگر گواہی چوری
کی ہوگی تو اوس شخص سے تاوان اسباب مسروقہ کا لیا جاویگا **ف** مگر ہاتھ نہ کاٹا جاویگا اور امام شافعی کے نزدیک یہ شہادت
مقبول ہوگی **ص** اور اگر مرد اقرار کرے اوس امر موجب حد کا جو پرانا ہو تو مارا جاویگا مگر حد شرب مین اور پرانا ہونا حد کا حد شرب
مین یہ ہی کہ بو اوسکی جاتی رہے اور سوا اوس کے ایک مہینا ہی اور اگر گواہ ثابت کر دین کہ اس مرد نے ایک غائب عورت سے زنا کیا ہی
یعنی عورت موجود نہو تو اوس مرد پر حد ماری جاویگی بخلاف چوری کے کہ اگر غیر موجود شخص کے مال چورانے کا ثبوت کرینگے تو ہاتھ
کاٹنا لازم نہوگا اور جو چار گواہ ہون گواہی دین زنا کی لیکن کوٹھری کے گوشون مین اختلاف کیا تو مرد اور عورت دونون پر
حد لگائی جاویگی اسواسطے کہ ہو سکتا ہی کہ پہلے شروع مین ایک گوشے مین ہون پھر دوسرے مین چلے گئے ہون اور اگر اقرار کیا زنا کا
اور عورت مزنیہ کو نہ پہچانا تو حد اوسپر واجب ہوگی اور اگر گواہ کہین کہ اسنے ایک عورت نامعلوم سے زنا کیا تو حد نہ لگایا جاوے
وہ اور نہ گواہ جیسے اس صورت مین کہ وہ گواہ عورت کی خواہش اور مجبوری مین اختلاف کرین **ف** مثلاً دو کہین کہ وہ راضی تھی اور
دو کہین کہ اوس سے زبردستی کیا تو مرد اور عورت اور گواہ کسی پر حد واجب نہوگی اور صاحبین کے نزدیک اس صورت مین مرد پر حد پڑیگی
ص یا جس شہر مین زنا ہوا اوسکے نام مین اختلاف کرین اور امام زفر کے نزدیک دونون پر حد پڑیگی مسئلہ اگر چار آدمیون نے
گواہی دی اوسکے زنا پر ایک وقت معین اور ایک شہر معین پر اور دوسرے چار نے اوسی وقت مین لیکن اور شہر مین مرد عورت

اور گواہون کسی پر حد نہوگی اور اگر گواہون نے ایک عورت کے زنا پر شہادت دی حالانکہ ایک عورت نے دیکھکے کہا کہ وہ باکرہ ہے یعنی مرد کے ساتھہ ہم بستر نہین ہوئی یا گواہ بدکار ہین یا گواہی دیوین کہ چار گواہون معتبر نے اس شخص پر زنا کی گواہی دی ہے گو وہ اصل گواہ بھی بعد آنکے گواہی دین تو اس صورت مین کسی پر حد نہ جاری ہوگی نہ جسپر گواہی دی اور نہ گواہون پر اور اگر گواہ اندھے ہون یا کبھی زنا کے بہتان مین حد اونکو لگ چکی ہو یا چار کی جگہہ تین ہون یا کوئی اونمین سے محدود یا غلام ہو تو ان صورتون مین گواہون پر حد لگیگی نہ اوس شخص پر جسپر کہ انھون نے گواہی دی ہے اور اگر کسی شخص کو گواہون کی گواہی سے حد ماری گئی پھر معلوم ہوا کہ ایک گواہ غلام تھا یا بہتان کی علت مین سزا پا چکا ہے تو چارون پر حد زنا کے بہتان کی جاری کیجاویگی اور اوس اول مرد کو جو انکے سبب سے حد لگی اور زخم یا چوٹ پہونچی اوسکا تاوان کسی پر لازم نہ آویگا اور صاحبین کے نزدیک بیت المال مین سے دلایا جاویگا اور اگر اونکی گواہی سے وہ سنگسار ہوگیا ہوگا تو اوسکا خون بہا اوسکے وارثون کو بیت المال سے دلایا جاویگا اور اگر بعد اوسکے رجم کے ایک گواہ پھر گیا تو اوسکو سزا بہتان زنا کی لگائی جاویگی **ف** اور امام زفر کے نزدیک نہ لگائی جاویگی **ص** اور چوتھائی خون بہا کا تاوان لیا جاویگا اور امام شافعی کے نزدیک قصاصاً قتل ہوگا اور جو اوسکے سنگسار کرنے سے پیشتر اگر کوئی گواہ پھر یگا تو چارون کو حد لگیگی اور رجم ثابت نہوگا اور امام محمد کے نزدیک فقط پھرنے والے کو لگیگی اور اگر پانچ گواہون مین سے ایک پھر جاویگا تو اوسپر بہتان زنا کی سزا لازم نہوگی لیکن اگر دوسرا گواہ اور پھر یگا تو اوسوقت دونون کو حد ماری جاویگی اور دونون ملکر چوتھائی خون بہا دینا ہوگا مسئلہ اگر ایک شخص پر رجم کا حکم ہوا اور دوسرے نے رجم کی جگہہ اوسکو تلوار سے مثلاً مار ڈالا یا گواہون کا تزکیہ مزکی نے کیا اور پھر وہ بعد رجم کے معلوم ہوئے کہ غلام تھے یا کافر تھے تو اول صورت مین وہ قاتل اور دوسری صورت مین مزکی خونبہا کا ضامن ہوگا **ف** مزکی اوس شخص کو کہتے ہین جو گواہون کا حال ٹھیک ٹھیک بتاتا ہے کہ یہ عادل ہین شہادت کے قابل ہین یا نہین **ص** اور اگر وہ شخص جسپر رجم کا حکم ہوا سنگسار کیا جاوے اور پھر وہ گواہ غلام نکلین اور مزکی نے اونکا تزکیہ نہین کیا تھا تو خون بہا اوسکا بیت المال مین ہوگا اور صاحبین کے نزدیک سب صورتون مین خونبہا بیت المال ہی مین ہوگا اور اگر زنا کی گواہی مین گواہ یہ لفظ کہین کہ ہمنے قصداً زانی اور زانیہ کی طرف دیکھا تو اونکی شہادت قبول کیجاوے یعنی قصداً دیکھنے کے جرم مین شہادت رد نکرنی چاہیے اور جس شخص پر گواہی زنا کی گذری ہے اور وہ اپنے محصن ہونے سے انکار کرے اور اوسکی جورو کا لڑکا اوس سے ہووے یا ایک مرد اور دو عورتین اوسکے محصن ہونے پر گواہی دین تو اوسکو رجم کیا جاویگا اور امام زفر اور شافعی کے نزدیک رجم نہوگا ایک مرد اور دو عورتون کی شہادت سے

کیونکہ اونکے نزدیک شہادت عورتون کی مقبول نہین

باب شراب پینے کی حد کے بیان مین

ف حد شرب کی مانند حد قذف کے ہے یعنی آزاد کو اسی کوڑے اور غلام کو چالیس اگرچہ اوسنے ایک قطرہ شراب کا پیا ہو اور اصل اس باب مین قول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے جو شخص کہ پیے شراب کو تو کوڑے مارو اوسکو پھر اگر پیے تو مارو اوسکو پھر اگر پیے تو مارو اوسکو پھر اگر پیے تو قتل کرو اوسکو نکالا اوسکو اصحاب سنن اربعہ نے سوا نسائی کے معویہ سے اور مروی ہے حدیث ابی ہریرہ سے اور ترمذی نے صحیح کیا حدیث معویہ کو حدیث ابی ہریرہ سے اور تصحیح کی اوسکی ذہبی نے اور روایت کیا اوسکو حاکم نے مستدرک مین اور ابن حبان نے صحیح مین اور نسائی نے سنن کبری مین مگر قتل منسوخ ہوگیا اسواسطے کہ

روایت کی نسائی نے سنن کبری مین جابر سے اس حدیث کو اور اوسمین ہی کہ لایا گیا ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے
پاس کہ پی تھی اوسنے شراب چوتھے مرتبے مین تو آپنے اوسکے کوڑے لگائے اور قتل نہین کیا اور ایک لفظ مین زیادہ کیا
کہ پھر مسلمانون کو معلوم ہوا کہ کوڑے مارنا ٹھہر گیا اور قتل اوٹھ گیا یعنی منسوخ ہو گیا اور روایت کیا اوسکو بزار نے مسند مین
اور ابوداؤد نے سنن مین اور امام شافعی کے نزدیک چالیس کوڑے مارے اور ہماری دلیل اجماع صحابہ کا ہی اسّی کوڑے پر
مروی ہی انس بن مالک سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا گیا ایک شخص کہ اوسنے پی تھی شراب مارا اوسکو دو چھڑیون کھجور
کی قریب چالیس بار کے اور اسی طرح کیا حضرت ابوبکرؓ نے پھر جب ہوئے حضرت عمرؓ مشورت کی لوگون سے سو کہا عبدالرحمن بن
عوفؓ نے کہ ہلکا حدون کا اسّی ہی سو حکم کیا اوسکا عمرؓ نے روایت کیا اوسکو بخاری و مسلم نے اور نکالا اوسکو حاکم نے
مستدرک مین ابن عباسؓ سے ص اور جسنے شراب پی اور اسی طرح گرفتار ہوا کہ شراب کی بو موجود ہو اگرچہ راہ کے دور ہونے سے
جاتی رہی ہو یا مست ہوا و عقل اوسکی زائل ہوا گرچہ نبیذ تمر کے پینے سے ہوا ہو اور وہ اوسکا اقرار کرے ایک بار یا دو مرد
اوسپر شراب پینے کی گواہی دین اور معلوم ہو کہ اوسنے اپنی خواہش سے پی ہی تو اوسکو حد لگا دین ف حالت ہوش
مین بیہوشی مین نہ مارین اور نبیذ سے اگر مست ہو تو حد اسواسطے ماری جاتی ہی کہ حضرت عمرؓ نے حد ماری ایک اعرابی کو کہ مست
ہو گیا تھا نبیذ سے اور فرمایا اِنَّمَا جَلَدْنَاكَ لِسُكْرِكَ یعنی جتنے کوڑے مارے تجکو بسبب نشے تیرے کے روایت کیا
اوسکو ابن ابی شیبہ نے مصنف مین اور دارقطنی نے روایت کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کوڑے مارے ایک شخص کو کہ
مست ہو گیا تھا نبیذ سے اور بہت سے آثار اسمین وارد ہوئے ہین ذکر کیا اونکو ابن الہمام نے فتح القدیر مین ص اور
اگر وہ خود بعد بو جاتے رہنے کے اقرار کرے یا دو گواہ بعد بو جانے کے گواہی دین ف نہ دوری فاصلہ کی جہت سے
یعنی اگر فاصلے کی دوری کی جہت سے بو جاتی رہی تو اوس سے حد بچ جاویگی ص تو حد واجب نہوگی ف اور امام محمد کے نزدیک
جب اقرار کرے بعد بو جانے کے بھی تو حد جاری کی جاویگی اور دلیل شیخین کی یہ ہی کہ حضرت ابن مسعودؓ نے حکم کیا اوس شخص کے لیے
جو لایا گیا تھا مست کہ بو سونگھو اوسکے مونہہ کی تو معلوم ہوا کہ بغیر بو کے حد نہوگی روایت کیا اس اثر کو عبدالرزاق اور اسحٰق
بن راہویہ نے ص اور اسی طرح اگر اوس سے صرف شراب کی بو پائی جاوے یا قے شراب کی کرے یا جو اقرار کیا تھا اوس سے پھر جاوے
یا اقرار ایسی مستی کی حالت مین کرے کہ اوسکی عقل جاتی رہی ہو تو ان سب صورتون مین حد نہ لگائی جاویگی اور جاننا چاہیے کہ حد
مستی کی امام صاحب کے نزدیک جب ہوتی ہی جب نشے مین حد کے یہ ہی کہ کچھ نہ پہچانے یہان تک کہ زمین کو آسمان سے اور عورت کو مرد سے
نہ جانے اور نزدیک صاحبین کے یہ ہی کہ بیہودہ بکنے لگے اور صاحبین کا بھی یہی مذہب ہی اور اسی طرف مائل ہوئے ہین اکثر مشایخ اور امام شافعی کے نزدیک
یہ ہی کہ اثر اوسکا ظاہر ہو اوسکی چال اور حرکات مین ف اور یہ بھی جاننا چاہیے کہ شراب انگوری کے تو ایک قطرہ پینے سے بھی
حد ہوگی اور سوا مین اوسکے جب مست ہو جاوے ص اور اگر مست ہو جاوے تو اوسپر اوسکی جورو حرام نہوگی اور طلاق اور عتاق اور
اقرار وغیرہ اوسکا واسطے زجر کے جاری رہیگا اور کوڑے حد زنا کی طرح مجرم کے بدن پر سر اور مونہہ اور شرمگاہ بچا کر کپڑے اوتار کر جدا جدا لگاوین فقط

باب تہمت زنا کی حد کے بیان مین

محصن مرد یا محصنہ عورت کو یعنی جو آزاد مسلمان مکلف پاک ہو زنا سے کوئی شخص زنا کی تہمت لگائے صریح ف مثلا

مرد کو کہے زَنَیْتَ یا زَانِ اور عورت کو یا زَانِیَۃُ ص یا کہے عورت سے زَنَأْتِ فِي الْجَبَلِ تو نے پہاڑ میں زنا کیا اور مرادلے (زنائی بتشدید ہمزہ ای زانی)
پہاڑ پر چڑھنے کی تو حد مارا جاوے ف یعنی زنا ہمزہ کے ساتھ چڑھنے کے معنوں میں آتا ہے مگر چاہیے تھا کہ
اوسکے بعد علی بولتا جب او سنے فی کہا تو معلوم ہوا کہ چڑھنے کے معنی نہیں لیے بلکہ زنا کے معنی لیے اسلیے حد واجب ہوئی
ص اور امام محمد کے نزدیک حد نہوے گی ف اسواسطے کہ شبہہ ہو گیا ص یا غصے میں کہے نہیں ہے تو اپنے باپ سے یا اوسکے
باپ کا نام لیکر کہا کہ تو فلانے کا بیٹا نہیں ف اور اگر غصے میں نہ کہا ہو تو حد نہ لگائی جاویگی اسواسطے کہ وقت غصہ ہونیکے
اسکے معنی یہ ہیں کہ تو افعال میں اپنے باپ کے مانند نہیں ہے ص یا کہا اے چھنال کے جنے اور اوسکی ماں مرگئی ہو عفیفہ ہو
تو اوس تہمت لگانے والے کو حد لگائی جاویگی اگر وہ تہمت لگایا گیا یا جسکو اوس تہمت کے سبب سے عار ہے مطالبہ کرے
ف اور اسکی بھی حد مثل حد شرب کے ہے تعداد میں یعنی اسی کوڑے آزاد کے لیے اور چالیس غلام کے لیے اسواسطے کہ
فرمایا اللہ تعالی نے وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنَاتِ الآیہ یہاں تک فرمایا فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمَانِيْنَ جَلْدَةً یعنی لگاؤ اونکو اسی کوڑے
اور مطالبہ متہم کا شرط ہے اسواسطے کہ حق اوسی کا ہے کیونکہ اس حد سے اوسکی جانب سے دفع عار ہوتا ہے اور ثبوت میں بھی یہ حد مثل
حد شرب کے ہے یعنی دو مردوں کی گواہی اور ایکبار کی اقرار سے ثابت ہوتی ہے ص اور اگر اوسکو کہے کہ تو اپنے
دادا کا یا ماموں کا یا چچا کا یا سوتیلے باپ کا بیٹا نہیں ہے یا کہے کہ تو ایک کا نہیں سے بیٹا ہے تو دونوں صورتوں میں حد نہ ماری جاویگی
ف اسواسطے کہ اول صورت میں وہ کہنے والا سچا ہے کیونکہ وہ بیٹا دادا کا نہیں ہے بلکہ باپ کا اور اسی طرح ماموں اور چچا وغیرہم
کا اور دوسری صورت میں اسواسطے کہ ان سب کو بھی باپ کہتے ہیں لیکن ماموں سو اسواسطے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
اَلْخَالُ اَبٌ یعنی ماموں باپ ہے روایت کیا اسکو صاحب ہدایہ نے اور فتح القدیر اور تخریج زیلعی میں ہے کہ یہ حدیث
غریب ہے لیکن روایت کی ابو شجاع دیلمی نے فردوس میں عبد اللہ بن عمر رض سے کہ فرمایا حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ماموں
والد ہے جسکا کوئی والد نہیں ہے اور لیکن چچا سو اسواسطے کہ کلام اللہ میں ہے نَعْبُدُ اِلٰهَكَ وَاِلٰهَ اٰبَائِكَ اِبْرَاهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ
حالانکہ اسمعیل چچا تھے حضرت یعقوب علی نبینا وعلیہ السلام کے اور ماں کا خاوند بھی عرف میں باپ کہا جاتا ہے اور کلام اللہ میں
ہے کہ حضرت نوح ع نے فرمایا اِنَّ ابْنِيْ مِنْ اَهْلِيْ اور وہ اونکی بیوی کے بیٹے تھے ص اور اگر عرب کو کہا کہ اے آسمان کے
پانی کے بیٹے یا اے نبطی تو بھی حد نہ لگے گی ف کیونکہ ان دونوں میں نفی نسب نہیں ہے بلکہ اونکی سخاوت اور صفائی کے
سبب سے اون لقب سے نامزد کرتے ہیں اور اسی طرح نبطی وہ لوگ ہیں جو بری عادتیں رکھتے ہیں اور اونکی گفتگو میں فصاحت نہیں
ہدایہ ص اور جو کسی نے میت کو تہمت زنا کی لگائی تو اوسکے باپ اور بیٹے کو اور پوتے کو اور نواسے کو اگرچہ
میراث سے محروم ہو اختیار ہے کہ مطالبہ حد کا کریں اور امام شافعی کے نزدیک ہر وارث کو جائز ہے کہ مطالبہ حد کا کرے اور
امام محمد کے نزدیک نواسے کو اور امام زفر کے نزدیک جو میراث سے محروم ہو اوسکو طلب حد کا اختیار نہیں اور اگر باپ یا آقا
اپنے لڑکے یا غلام کی ماں کو تہمت زنا کی لگاوین تو لڑکا اور غلام خواستگار اونکی سزا کے نہونگے اور حد قذف کی اوس شخص کے
مرنے سے باطل ہو جاتی ہے جسکو گالی دی ہو تو اگر کچھ کوڑے مارے تھے کہ وہ شخص مر گیا تو اب تہمت لگانے والے کو چھوڑ دینگے
اسواسطے کہ حد کی میراث نہیں ہوتی اور امام شافعی کے نزدیک حد کی بھی میراث ہوتی ہے اور اگر مقذوف قاذف کو معاف کردے

یا مکاتب نہین اوس سے کچھ مال لیوے تو یہ جائز نہین اور امام شافعی کے نزدیک جائز ہی مسئلہ اگر ایک کہے کہ اے زانی اور دوسرے نے اوسکے جواب مین کہا کہ تو زانی ہی تو دونون کو حد ماری جاویگی اور اگر اپنی منکوحہ سے کہے کہ اے زانیہ اور وہ جواب مین کہے کہ زانی تو ہی تو عورت پر حد لگائی جاویگی اور لعان واجب نہین ہی اور اگر عورت یون جواب دیوے کہ مینے زنا تجھسے کیا ہی تو حد اور لعان دونون باطل ہو جاوینگے ف اور وجہ اسکی اصل متن کو ہی ص اور اگر پہلے اپنے بیٹے کا اقرار کیا پھر کہا کہ میرا نہین تو لعان کرے اور اگر اول کہا کہ میرا نہین پھر اقرار کرے تو اس صورت مین اوسپر حد لگائی جاوے اور دونون صورتون مین بیٹے اوسیکے ہونگے اور جو عورت سے کہا کہ یہ لڑکا نہ میرا ہی نہ تیرا تو حد اور لعان کچھ نہین واجب ہوگا اور اگر زنا کی گالی ایسی عورت کو دی جسکے بچے کا باپ معلوم نہو یا جو اپنے بچے کے باپ مین لعان کر چکی ہو ف بچے کی قید اسواسطے لگائی کہ بغیر بچے کے اگر لعان ہوا ہوگا تو اوسکی قذف سے حد واجب ہوگی ص یا ایسے مرد کو زنا کی گالی دی جسنے لونڈی غیر مملوکہ سے صحبت کی ہو ف مثلاً اپنی ماں یا بہن یا بھائی کی لونڈی سے صحبت کی ہو ص یا مشترک لونڈی سے یا اوس مملوکہ سے جو ہمیشہ کے لیے حرام ہی مثلاً وہ لونڈی جو اوسکی بہن رضاعی ہی یا گالی دی اوس مسلمان کو جسنے حالت کفر مین زنا کیا ہو یا گالی دی مکاتب کو جو اتنا مال چھوڑ جاوے کہ اوسکی کتابت کا عوض ہو سکتا ہو تو ان سب صورتون مین گالی دینے والے پر حد ماری جاویگی اور اگر ایسے شخص کو گالی زنا کی دی جسنے صحبت کی تھی حائضہ سے یا آتش پرست لونڈی سے یا مکاتب لونڈی سے یا اوسنے نکاح کیا تھا حالت کفر مین اپنی ماں سے تو اوسپر حد ماری جاویگی اور مستامن اگر مسلمان کو گالی زنا کی دے تو اوسپر حد لگائی جاویگی ف مستامن اوس کافر کو کہتے ہین کہ دار الحرب سے دار الاسلام مین امان لیکر آیا ہو ص اور کئی جنایتون کے واسطے اگر جنس اونکی ایک ہی تو ایک حد کافی ہی ف مثلاً چند مرتبہ گالی دی یا چند مرتبہ زنا کیا یا شراب پی تو ہر ہر کے واسطے ایک ہی حد کافی ہی اگرچہ ہر بار دوسرے شخص کو گالی دی ہو یا دوسری عورت سے زنا کیا ہو ص اور اگر جنس اوسکی مختلف ہی تو ایک حد کفایت نکریگی ف مثلاً زنا اور شراب اور قذف سب سے ایک حد کافی نہوگی اور امام شافعی کا اسمین خلاف ہی اور دلیل اونکی اصل مین مذکور ہی

فصل تعزیر یعنی تادیب اور توبیخ کے بیان مین

تعزیر وہ سزا ہی جو حد سے کم ہو اور اکثر اوسکے اونتالیس کوڑے ہین ف اور دلیل اسکی یہ ہی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص کہ پہونچ جاوے کسی حد کو غیر حد مین تو وہ ظالمون مین سے ہی روایت کیا اوسکو بیہقی نے اور کہا کہ محفوظ یہ ہی کہ یہ حدیث مرسل ہی اور نکالا اوسکو متصل بھی نعمان بن بشیر سے اور روایت کیا اوسکو ابن ماجہ نے فوائد مین متصلاً اور امام محمد نے مرسلاً اور اقل حد کا چالیس کوڑے ہین غلام مین تو تعزیر مین اوس سے ایک کوڑا کم رکھا گیا ص اور کمتر اوسکے تین کوڑے ہین اور امام ابو یوسف کے نزدیک ایک روایت مین اکثر اوسکے اوناسی کوڑے اور ایک روایت مین پچھتر کوڑے ہین ف اور ہدایہ مین ہی کہ ہمارے مشائخ نے اقل کو اوسکے رائے امام پر سونپا ہی اور اسی واسطے بہت سے فقہا نے اوسکی حد نہین ذکر کی ص اور امام کو جائز ہی کہ ضرب اور حبس دونون کرے اور مار تعزیر کی سخت تر ہی پھر زنا کی حد مین پھر شراب پینے کی حد مین پھر گالی کی حد مین ف یعنی تعزیر مین سخت ہاتھ لگاوین اور باقی مین بہ ترتیب اور بتدریج نرم نرم ہاتھ پڑے ص اگر کوئی شخص غلام یا کافر کو زنا کی گالی دے یا مسلمان کو ان الفاظ سے کوئی کہے اے فاسق او کافر یا خبیث اے چور اے بدکار اے ہیجڑے

اور اگر اس نے کچھ نہ چھوڑا تو بھی حد واجب ہوگی کیونکہ قذف درست [illegible]

آمی خیانت کرنے والے آمی لوٹنے والے باز آمی بیدین آمی دیوث یعنی بے غیرت کہ اپنے اہل پر غیرت نہ کرے زنا کا روادار ہو آمی قرطبان یعنی کٹنے یا دیوث آمی شرابخور آمی سودخوار آمی قحبہ کے بچے آمی بدکار کے جنے آمی چورون اور زناکارون کے ٹھکانے آمی حرامزادے تو ان سب صورتون مین تعزیر کیا جاویگا اور اگر مسلمان کو کہے او گدھے آمی سور آمی کتے او بچھے او بندر آمی حجام آمی ولد الحجام اور باپ اوسکا حجام نتھا آمی زنا کے مزدوری لینے والے آمی نالائق آمی ٹھٹھے باز آمی مسخرے تو ان صورتون مین تعزیر لازم نہوگی اور جس شخص پر حد یا تعزیر ہوا اور وہ مرجاوے تو اوسکا خون ضائع ہی ف یعنی خون بہا اوسکا کہین سے نہ دیا جاویگا ص بخلاف شوہر کے جو اپنی زوجہ کو تعزیر دے اور وہ مرجاوے تو شوہر پر خون بہا لازم ہوگا ف مثلاً شوہر کا کہنا نہ ماننے پر یا نماز کے ترک کرنے پر یا ناپاکی سے غسل نکرنے پر یا گھر سے نکل جانے پر یا اور کسی امر پر تعزیر دے اور اصل مین اس مقام پر تفصیل کی ہی اور ہمنے اوسکو ترک کیا

كتاب السرقه

یعنی چوری کا بیان چوری اوسکو کہتے ہین کہ عاقل بالغ شخص کسیکا مال جو دس درم سکہ دار یا زیادہ قیمت کا ہووے اور محفوظ جگہہ مین رکہا ہو پوشیدہ لیوے ف تو ہمارے نزدیک دس درم سے کم مین ہاتھہ نہ کاٹا جاویگا اور امام شافعی کے نزدیک ربع دینار مین اور امام مالک کے نزدیک تین درہم مین کاٹا جاویگا اور اس سے کم مین نہین دلیل ہماری یہ ہی کہ روایت کی حاکم نے مستدرک مین مجاہد سے انھون نے ایمن سے کہ کہا انھون نے نہین کاٹا گیا ہاتھ زمانۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مین مگر ایک ڈھال مین کہ قیمت اوسکی ایک دینار تھی اور سکوت کیا اسپر اور یہ معارض ہی اوسکے جو روایت کی بخاری و مسلم نے کہ قیمت اوسکی ربع دینار تھی اور روایت کی نسائی نے اپنی سند سے ابن اسحق سے انھون نے عمرو بن شعیب سے انھون نے ابیہ عن جدہ سے کہ کہا اونھون نے تھی قیمت سپر کی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مین دس درہم اور روایت کیا اوسکو دارقطنی اور امام احمد نے اور اسحق بن راہویہ نے اور روایت کی ابن ابی شیبہ نے مصنف مین سعید بن المسیب سے انھون نے ایک شخص سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہین قطع ہی مگر ایک دینار یا دس درم مین اور یہ حدیث اس لفظ سے موقوف ہی اوپر ابن مسعود کے روایت کیا اوسکو قاسم بن عبدالرحمن نے ابن مسعود سے کہا ترمذی نے کہ قاسم نے نہین سنا اونسے تو یہ حدیث منقطع ہی لیکن روایت کی امام نے اپنی مسند مین قاسم بن عبدالرحمن سے انھون نے اپنے باپ سے انھون نے عبداللہ بن مسعود سے کہ کہا انھون نے کہ کاٹا جاتا تھا ہاتھ عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مین دس درہم پر اور یہ موصول ہی اور روپر گذرا اثر حضرت علیؓ کا کہ انھون نے کہا نہین قطع کیا جاویگا ہاتھ کم مین دس درم سے رواہ الدارقطنی ص تو اگر مکلف یعنی عاقل بالغ نے اگرچہ غلام ہو چرایا دس درم یا زیادہ کے مال کو اور وہ مال محفوظ ہو بلا شبہہ ف اور اگر شبہہ ہو تو قطع نہ کیا جاویگا جیسے چرا لے مال اپنے ذی رحم محرم کے پاس سے ص مکان مین مانند گھر کے یا صندوق کے یا راہ مین کسی محافظ کے جو بیٹھا ہو یا مسجد مین اور مال اوسکا اوسکے پاس ہو اور اوسکے لینے کا وہ ایکبار اقرار کرے اور امام ابو یوسف کے نزدیک دو بار اقرار کرے یا دو مرد اوسکی چوری پر گواہی دین اور امام اونسے پوچھہ لیوے کہ سرقہ کیسا ہی اور کیا ہی اور کب ہوا اور کس جگہہ ہوا اور کتنے مال کا ہوا اور کسکے مال کا ہوا اور وہ گواہ بیان کرین ان سب باتون کو تو ہاتھ اوسکا کاٹا جاوے اور اگر بہت لوگون نے مال چرایا اگرچہ اوس مال کو بعض اونمین سے اوٹھا لائے ہون لیکن اونمین سے ہر ایک کو دس درم سے کم نہ پہنچا

توسب کا ہاتھ کاٹا جاویگا ف اسواسطے کہ ہر ایک نے مقدار نصاب مسروقہ لے لیا توسب سارق ٹھہرے ص اور کاٹا جاویگا
ہاتھ اگر ساگوان کی لکڑی یا بیر کی چھڑ یا آبنوس یا صندل یا عنبر یا نگینہ ف یا اور کسی رنگ کا ہو ص یا یاقوت یا زبرجد
یا موتی یا برتن یا دروازے لکڑی کے ہون چراوے اور نہ کاٹا جاویگا ہاتھ شی حقیر کے چرانے مین مثلاً لکڑی اور گھانس اور نرکل
اور مچھلی اور پرندہ اور شکار اور ہرتال اور گیرو اور چونا ف اسواسطے کہ روایت کی ابن ابی شیبہ نے مصنف مین حضرت عائشہ
سے کہ کہا انھون نے نہین کاٹا جاتا تھا ہاتھ چور کا زمانہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مین شی حقیر مین اور پرندے مین اسواسطے نہ کاٹا
جاویگا کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہین قطع ہی پرند مین ذکر کیا اوسکو صاحب ہدایہ نے اور یہ حدیث مرفوعاً نہین
ملی بلکہ روایت کیا عبدالرزاق نے حضرت عثمانؓ کا قول کہ نہین قطع ہی پرند مین اور مچھلی مین سب قسم کی مچھلی داخل ہی اور مطلق
پرند مین مرغی اور بط اور کبوتر وغیرہ ص اور نہ اوس شی مین جو جلدی بگڑ جاتی ہی مثلاً دودھ اور گوشت اور تر میوون مین
ف اسواسطے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہین ہاتھ کاٹنا ہی میوے مین اور نہ پھل مین خرمے کے روایت کیا
اوسکو امام احمد اور اصحاب سنن نے اور صحیح کیا اوسکو ترمذی اور ابن حبان نے اور فرمایا کہ نہین ہاتھ کاٹنا ہی طعام مین روایت
کیا اوسکو ابوداؤد نے مراسیل مین حسن بصری سے مرسلاً ص اور کھجور مین جو درخت پر ہو اور کھیتی مین ف اور امام
ابویوسف کے نزدیک ہر شی مین ہاتھ کاٹا جاویگا سوا مٹی اور خاک اور گوہ کے اور وہ جو حدیثین ہمنے روایت کین اونپر حجت ہی ص
اور اوس کھیتی مین جو کٹی نہو ف اسواسطے کہ وہ محفوظ نہین ہی ص اور نشا لانے والی چیزون مین اور آلات لہو مین
ف مثل ڈھول اور سارنگی اور ستار اور طنبور وغیرہ کے ص اور چلیپا مین سونے کی ہو یا چاندی کی ف چلیپا
وہ ہی کہ جسکو نصاری اپنی زنار مین باندھتے ہین اور شکل اوسکی یہ ہی × ص اور شطرنج اور نرد مین اور مسجد کے دروازے مین
اور قرآن شریف مین اور آزاد لڑکے مین اگرچہ دونون ف یعنی قرآن شریف اور لڑکا ص زیور دار ہون ف اور امام
شافعی کے نزدیک مسجد کے دروازے مین اور قرآن شریف مین بھی ہاتھ کاٹا جاویگا اور امام ابی یوسف کے نزدیک لڑکے
آزاد مین بھی جب کہ زیور اوسکا مقدار نصاب کے ہو ص اور غلام اور دفترون مین مگر جب کہ نابالغ ہو یا دفتر حساب کے ہون
ف کہ اسصورت مین ہاتھ کاٹا جاویگا ص اور کتے اور چیتے مین اور امانت مین خیانت کرنے سے اور اوچک لیجانے
سے اور لوٹ لیجانے سے ف اسواسطے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہین ہی خیانت کرنے والے پر اور نہ لوٹنے والے
اور نہ اوچکنے پر ہاتھ کاٹنا روایت کیا اوسکو احمد اور چارون عالمون نے اور صحیح کیا اوسکو ترمذی اور ابن حبان نے ص اور کفن چرانے
سے ف اور امام ابو یوسف اور شافعی کے نزدیک کفن چور پر قطع ہی کیونکہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص کہ کفن
چراوے تو کاٹینگے ہم اوسکو روایت کیا اوسکو بیہقی نے اور کہا ابن المنذر نے کہ مروی ہی ابن زبیرؓ سے کہ وہ قطع کرتے تھے
کفن چور کو اور جواب یہ ہی کہ بیہقی نے اوس حدیث کو ضعیف کیا اور اوسکی اسناد مین کثیر بن جابر مجہول ہی اور کہا ابن الہمام نے کہ وہ
حدیث منکر ہی اور اثر ابن زبیر کا روایت کیا اوسکو بخاری نے تاریخ مین اور ضعیف کیا اوسکو بسبب سہیل بن ذکوان مکی کے کہا
عطا نے کہ ہم اتہام کرتے تھے اوسکو ساتھ کذب کے اور دلیل ہماری قول ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا لا قطع علی
المختفی یعنی نہین قطع ہی مختفی یعنی کفن چور پر روایت کیا اوسکو صاحب ہدایہ نے اور یہ حدیث مرفوعاً نہین پائی گئی لیکن

روایت کی ابن ابی شیبہ نے ابن عباسؓ سے کہ کہا انھون نے نہین ہے کفن چور پر قطع اور بھی ابن ابی شیبہ نے روایت کی زہری سے کہ مروان نے کفن چورون کو مارا اور نکال دیا اور قطع نہین کیا اور صحابہ بہت موجود تھے اور ایسا ہی اخراج کیا اوسکا عبدالرزاق نے معمر سے اور ایک روایت مین مصنف ابن ابی شیبہ کی ہے کہ مروان نے پوچھا صحابہ اور فقہاء سے اپنے وقت کے ایک کفن چور کے باب مین سو جمع ہوئی رے اونکی اس بات پر کہ ماریں ہم اوسکو اور پھراوین اوسکو اور کہا شیخ ابن الہمام نے فتح میں لا شک فی ترجیح مذهبنا من جهة الآثار یعنی اب نہین شک ہے ترجیح مین ہمارے مذہب کے از روے احادیث کے ص اور عام کے مال چرانے سے مثلا بیت المال مین سے چوری کرے اور مال مشترک کے چرانے سے اور نقد اپنے قرض کے یا زیادہ قرضدار کے مال مین سے چرا لینے سے اور ایسی چیز کے چرا لینے سے جسمین پہلے اسکا ہاتھہ کٹ چکا ہو بشرطیکہ وہ چیز بدستور رہے کچھہ بدلی نہو اور امام ابو یوسف اور شافعی کے نزدیک کاٹا جاوے اسواسطے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر اگر لوٹے یعنی چراوے تو کاٹو اوسکو ف روایت کیا اوسکو دارقطنی نے ابو ہریرہ سے ص اور یہ حدیث مطعون ہے طعن کیا اوسمین طحاوی نے ف بوجہ اس بات کے کہ اوسکی اسناد مین واقدی ہے اور وہ ضعیف ہے ص اور اگر بدل گئی ہو تب چراوے تو کاٹا جاویگا جیسے پہلے سوت چرایا تھا اور اوسمین کاٹا گیا پھر وہ بنا گیا اور پھر اوسکو چرایا تو پھر کاٹا جاویگا اور جو شخص کہ اپنے قریب محرم کے پاس سے مال چراوے برابر ہے کہ اوسی کا مال ہو یا غیر کا لیکن اوسکے پاس رکھا ہو تو ہاتھہ نہ کاٹا جاویگا اور اگر اپنے قریب محرم کا مال جو کسی اور کے پاس تھا اوسکے گھر سے یا اپنی مادر رضاعی کا مال چرایا تو کاٹا جاویگا اور امام ابو یوسف کے نزدیک اگر یا در رضاعی کا مال چراویگا تو کاٹا نہ جاویگا اور ہاتھہ نہ کاٹا جاویگا اگر چراوے شوہر اپنی منکوحہ کا مال یا منکوحہ اپنے شوہر کا اگرچہ الگ جگہہ محفوظ ہو یا غلام اپنے مالک کا مال خواہ مالک کی زوجہ کا مال یا اپنے مکاتب کا مال یا میہمان میزبان کا مال یا مال غنیمت یعنی جو کافرون سے لوٹ مین ملا ہو ف اسواسطے کہ حضرت علیؓ نے نہ کاٹا ہاتھہ اوس شخص کا جسنے چرایا تھا مال غنیمت کا روایت کیا اوسکو عبد الرزاق نے مصنف مین ص یا حمام مین کا مال یا اوس گھر مین کا جسمین گھسنے کی اجازت ہو ف تو اگر دن کو گھسنے کی اجازت ہو اور رات کو چراوے کاٹا جاویگا اور اگر حمام مین کوئی محافظ ہو تب بھی وہان کے مال چرانے سے کاٹا نہ جاویگا اور مسجد کے مال مین اگر کوئی محافظ ہو اسباب پاس تو کاٹا جاویگا ص اور جو کسی چیز کو چراوے مگر اوسکو گھر سے باہر نہ لیجاوے یا گھر مین سے اوس شخص کو دیدے کہ جو باہر کھڑا ہے تو کاٹا نہ جاویگا اور امام ابو یوسف اور شافعی کے نزدیک اگر اسنے ہاتھہ گھر کے باہر نکال کے دیا اور دوسرے نے لے لیا تو بھی قطع ہے اور جو دوسرے نے گھر کے اندر ہاتھہ ڈال کے لیا اور اسنے دیا تو دوسرے پر قطع ہے اور ذخیرہ مین ہے کہ اگر داخل اور خارج کے بیچ مین اوس مال کو رکھہ دیا اور دوسرے نے آن کر لے لیا تو ایک روایت مین نہ کاٹا جاویگا اور ایک روایت مین دونون کے ہاتھہ کاٹے جاوینگے ص اور جو گھر کی دیوار مین سوراخ کر کے ہاتھہ اندر ڈال کے کچھہ لیوے یا تھیلی جو آستین کے باہر ہو کاٹ لے یا اونٹون کی قطار مین سے ایک اونٹ یا اوسکا بوجھہ چرا لے تو ہاتھہ نہ کاٹا جاویگا اور امام ابی یوسف کے نزدیک گھر کے اندر ہاتھہ ڈال کے لینے سے بھی کاٹا جاویگا ف وجواب ہمارا اصل متن مذکور ہے ص اور اگر اونٹ کو یا اوسکا بوجھہ قطار مین سے چرا لے اور وہان کوئی محافظ ہو اگرچہ سوتا ہو یا تھیلے کو چیر کر اوسمین سے اسباب لے یا ہاتھہ صندوق مین یا کسی کی جیب

اور آستین میں تھی اس کو مال لے لے یا گھر کے حجرے میں سے نکال کر اوس چیز کو صحن میں لاوے یا جو شخص حجرے والوں میں سے ہو وہ ایک حجرے میں سے جو دوسرے کا ہو چرا لے یا گھر کی دیوار میں سوراخ کر کے اندر گھسے اور کسی چیز کو سوراخ میں سے اوس میں ڈالدے پھر نکالا اوسکو اوٹھا لے یا کسی چیز کو گدھے پر لاد کر اوسکو ہانک دے اور مکان باہر جاوے تو ان سب صورتوں میں ہاتھ کاٹا جاوے اور امام شافعی کے نزدیک کاٹا جاویگا برابر ہے کہ اوسکو لیا یا اوس میں پھینکدے اور امام زفر کے نزدیک اول میں اور لادکر لیجانے میں ہاتھ کاٹا جائیگا

فصل ہاتھ کاٹنے کی کیفیت کے بیان میں

چور کا داہنا ہاتھ پہونچے سے کاٹ کر داغ دیا جاوے **ف** لیکن ہاتھ کاٹنا تو کلام اللہ سے ثابت ہے اور داہنا ہاتھ قرأت ابن مسعود سے اور پہونچے سے کاٹنا اسواسطے کہ روایت کی دارقطنی اور ابن عدی نے کامل میں عبداللہ بن عمر سے کہ کاٹا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ چور کا پہونچے سے اور اسناد میں اوسکی عبدالرحمن بن سلمہ ہے کہ نہیں معلوم ہے حال اوسکا اور روایت کی ابن ابی شیبہ نے رجاء بن حیات سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کاٹا ہاتھ پہونچے سے اور یہ مرسل ہے اور نکالا اوسنے عمر اور علی رضی سے کہ کاٹے انھوں نے ہاتھ پہونچوں سے اور منعقد ہو گیا اسپر اجماع اور لیکن داغ دینا سو اسواسطے کہ روایت کی حاکم نے ابی ہریرہ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے واسطے ایک سارق کے کاٹو اوسکو اور داغ دو اوسکو آخر حدیث تک اور کہا کہ صحیح ہے شرط مسلم پر اور روایت کیا اوسکو ابوداؤد نے مراسیل میں اور قاسم بن سلام نے غریب الحدیث میں اور نکالا دارقطنی نے حضرت علی رضی سے کہ انھوں نے بھی داغ دیا **ص** اور اگر پھر چوری کرے تو بایاں پیر کاٹا جاوے اور اگر پھر چراوے تو کاٹا نجاوے بلکہ قید کیا جاوے یہانتک کہ چوری سے توبہ کرے **ف** اور بایاں پیر کاٹا جاوے ٹخنے سے نزدیک اکثر علما کے اور کیا ایسا ہی حضرت عمر رضی نے فتح القدیر **ص** اور بعضوں کے نزدیک تعزیر بھی کرے اور امام شافعی کے نزدیک تیسری بار میں بایاں ہاتھ اور چوتھی بار میں داہنا پیر کاٹا جاوے **ف** اور پانچویں مرتبہ میں اونکے نزدیک بھی قید کیا جاوے اور تعزیر دیجاوے اور عطا اور عمرو بن العاص اور عثمان اور عمر بن عبدالعزیز سے منقول ہے کہ پانچویں بار میں قتل کیا جاوے **ص** اسواسطے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص کہ چوری کرے تو کاٹو اوسکو پھر اگر چوری کرے تو کاٹو اوسکو پھر اگر چوری کرے تو کاٹو اوسکو پھر اگر چوری کرے تو کاٹو اوسکو **ف** اور یہ حدیث اس لفظ سے نہیں ملتی ہاں روایت کی ابوداؤد اور نسائی نے جابر رضی سے کہ لایا گیا ایک چور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس فرمایا حضرت نے قتل کرو اوسکو تب کہا لوگوں نے یا رسول اللہ یہ چور ہے فرمایا ہاتھ کاٹو اوسکا پھر کاٹا گیا پھر لائے اوسکو دوسری بار پھر فرمایا قطع کرو اوسکو پھر ذکر کیا اسی طرح پھر لائے اوسکو تیسری مرتبہ پھر ذکر کیا اسی طرح پھر لائے اوسکو چوتھی مرتبہ اسی طرح پھر لائے اوسکو پانچویں بار اسی طرح سو فرمایا آپنے قتل کرو اوسکو کہا جابر نے کہ قتل کیا ہمنے اوسکو اور ایک کوئیں میں ڈالکر اوپر سے پتھر ڈالدئے اور نسائی نے اس حدیث کو منکر کہا اور مصعب بن ثابت اوسکی اسناد میں قوی نہیں ہے اور طریقے بھی اس حدیث کے ضعیف ہیں **ص** اور مذہب ہمارا ماثور ہے حضرت علی رضی سے **ف** کہا امام محمد بن حسن نے کتاب الآثار میں خبر دی ہمکو ابو حنیفہ نے انھوں نے عمرو بن مرہ سے انھوں نے عبداللہ بن سلمہ سے انھوں نے علی بن ابی طالب سے کہ فرمایا آپنے جب چوری کرے چور تو کاٹا جاوے داہنا ہاتھ اوسکا پھر اگر چراوے تو بایاں پیر اوسکا پھر اگر چراوے تو قید کیا جاوے یہانتک کہ نیک ہو جاوے کیونکہ میں شرم کرتا ہوں اللہ تعالی سے کہ کردوں اوسکو ایسا کہ

اوسکا کوئی ہاتھ نہو کہ کھاوے اوس سے اور استنجا کرے اوس سے اور کوئی پیر نہو کہ چلے اوسپر اوسی طریقے سے نکالا
اوسکو دارقطنی نے اور عبدالرزاق نے مصنف مین شعبی سے انھون نے حضرت علیؓ سے اور ابن ابی شیبہ نے مصنف مین اور
بیہقی نے اور نکالا ابن ابی شیبہ نے مثل اسکے ابن عباسؓ سے اور حضرت عمرؓ سے کہ انھون نے مشورہ کیا اس باب مین تو اجماع
ہوا لوگونکا اوپر حضرت علیؓ کے ص اور اگر وہ حدیث صحیح ہوتی البتہ حضرت علی مخالفت نکرتے اوسکی اور صحابہ اخذ نہ کرتے
اونکے قول سے اور طحاوی نے طعن کیا اوس حدیث مین ف اور کہا کہ ہمنے تلاش کیا ان آثار کو سو نہ پائی کچھ
اصل انکی اور یہی واسطے منکر کہا اوسکو نسائی نے اور مبسوط مین ہے کہ یہ حدیث صحیح نہین ص یا یہ کہ وہ حدیث محمول ہے سیاست
پر ف یا منسوخ ہے جیسا کہ قتل اوس حدیث مین امام شافعی کے نزدیک بھی منسوخ ہے ص اور اسیطرح اوس شخص کا
حال ہے جو چوری کرے اور اوسکا بایان ہاتھ یا انگوٹھا اوس ہاتھ کا یا دو انگلیان اوسکی سوائے انگوٹھے کے کٹی ہون
یا لنجی بیکار ہون یا داہنا پیر کٹا ہو یا وہ چور قبل نالش کے اوس شی مسروقہ کو حوالے مالک کے کر دے یا اوسکا مالک ہو جاوے
ہبہ یا بیع سے یا قیمت اوسکی دس درم سے کم ہو جاوے قبل ہاتھ کاٹنے کے یا اوس شی مسروقہ کی ملک کا دعوی کرے
یا دو چورون مین ایک چور اوسکی ملک کا دعوی کرے اگرچہ کوئی دلیل نہو یا مالک اوسکا مطالبہ نکرے اگرچہ چور اوسکا اقرار کرے
کہ ان سب صورتون مین کسیکا ہاتھ کاٹا جاویگا ف اور ان مسائل مین خلاف امام ابو یوسف اور زفر اور شافعی کا ہے
اور اصل مین مذکور ہے ص اگر دو آدمی ایک چیز چراوین اور ایک اونمین سے غائب یعنی روپوش ہو جاوے اور گواہی
دونون کے ذمے چرانا ثابت ہو تو دوسرا چور جو موجود ہے اوسکا ہاتھ کٹیگا اور اگر امانت کے یا غصب کے یا سود کے مال کو
ف مثلا ایک دینار کے بدلے مین دو دینار لیے اور اوسکو چرا لے گیا ص امانت دار اور غاصب اور سود خوار کے
ہاتھ سے چرایا اور انھون نے مطالبہ کیا تو ہاتھ اوسکا کاٹا جاویگا اور یہی حکم ہے عاریت لینے اور کرایہ لے سے لینے والے اور مضارب
اور مرتہن اور اوس شخص کے مال مین چرا اوسکو جو واسطے خریدنے کے لایا ہے ف یعنی انکے ہاتھ سے اگر چور چرا لیجاوے اور مطالبہ
کرین تو قطع لازم ہوگا ص اور اگر مال ان لوگون کے پاس سے چوری جاوے اور اصل مالک مطالبہ کرے
اوس چور سے تب بھی ہاتھ کاٹا جاویگا اور اگر ایک چور نے مال چرایا اور اوسکا ہاتھ اوسکے عوض مین کٹا بعد اوسکے وہ مال
کسی دوسرے نے چرا لیا تو اب اول چور خواہ اصل مالک اگر ہاتھ کاٹنے کی درخواست کرینگے تو دوسرے کا ہاتھ کاٹا جاویگا
اور اگر غلام نے کسی غیر کے مال کی چوری کا اقرار کیا تو اوسکا ہاتھ کٹیگا تو اگر مال موجود ہو تو اوس مال کے مالک کی طرف
واپس دیا جاویگا اور اگر مال ہلاک ہو گیا ہو تو فقط ہاتھ اوسکا کاٹا جاویگا ف برابر ہے کہ وہ غلام ماذون ہو یا نہو اور مولا
اوسکی تکذیب کرے یا تصدیق اور یہ مذہب امام ابوحنیفہ کا ہے اور اسمین خلاف ہے ابو یوسفؒ اور زفر اور محمد کا اور دلیلین
سب کی اصل مین مذکور ہین ص اور ضامن نہوگا اگرچہ اوسنے خود اوسکو تلف کر دیا ہو اور روایت حسن مین ہے امام ابو حنیفہ
سے اگر خود ہلاک کیا ہو تو ضمان لازم آویگا اور شافعی کے نزدیک چاہے خود ہلاک ہوا ہو یا ہلاک کیا ہو دونون صورتون مین
تاوان لازم آویگا اور ہاتھ بھی کٹیگا ف تو ہمارے نزدیک ہاتھ کاٹنا اور مال کا تاوان دونون ساتھ نہین ہوتے
کہ ہاتھ بھی چور کا کٹے اور اوس سے مال کی قیمت بھی دلائی جاوے لیکن اگر وہی مال موجود ہوگا تو واپس دلایا جاویگا

اور دلیل ہماری اصل مین مذکور ہے اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ نہین تاوان دیتے ہین ہم چور کو بعد اسکے
کہ قائم کرین اوسپر حد کو روایت کیا اوسکو نسائی نے عبد الرحمن بن عوف سے ص اور اگر ایک چور نے کئی مرتبہ
کتنی جگہ چوری کی بعد اسکے سب آدمیون کی نالش کے سبب سے یا بعض کی اوسکا ہاتھ کاٹا گیا تو باقی آدمیون کے
مال کا ضامن نہوگا امام صاحب کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک جن لوگون کی نالش مین اوسکا ہاتھ کٹا ہے
اونکے مالون کا ضامن نہوگا اور باقی مالکون کے مال کا ضمان دیگا اور اگر قاضی نے حکم کیا چور کے داہنا ہاتھ کاٹنے کا اور
اوسنے قصداً بایان ہاتھ کاٹا تو کچھ دیت یعنی خون بہا اوسپر لازم نہ آویگا اور اگر کپڑے کو چرا کر گھر ہی مین چیر پھاڑ ڈالا پھر باہر
نکالا تو کاٹا جاویگا جب وہ کپڑے بعد کٹنے کے دس درم یا زیادہ کا ہو اور امام ابو یوسف کے نزدیک کاٹا جاویگا اور اگر بکری کو چرا کر
اوسی جگہ ذبح کرکے باہر نکالا تو نہ کٹیگا اور اگر چاندی سونا چرا کر اوسکے روپے اشرفی بنا لیے تو ہاتھ کٹیگا اور روپے اشرفی
مالک کو دیے جاوینگے اور صاحبین کے نزدیک نہ دیے جاوینگے اور اگر کپڑا چرا کر اوسکو سرخ رنگا اور ہاتھ کاٹا گیا تو کپڑے کا پھیرنا اور
اگر ہلاک ہو جاوے تو تاوان اوسکا لازم نہین اور امام محمد کے نزدیک کپڑا دیدے اور سرخ رنگانے کی قیمت پھیر لیوے اوسکے مالک سے
اور اگر سیاہ رنگے تو کپڑا پھیر دے امام ابو حنیفہ اور محمد کے نزدیک اور ابو یوسف کے نزدیک نہ پھیرے ف اور فتوی قول امام پر ہے

باب رہزنی کے بیان مین

اگر مسلمان یا ذمی قصد رہزنی کا رکھتا ہو اور رہزنی سے پہلے گرفتار ہو تو اوسکو قید کرنا چاہیے یہان تک کہ اس امر سے
توبہ کرے ف یعنی علامات نیکبختون کی پیدا ہو جاوین اور بعضون نے چھ مہینے کی مدت اسمین رکھی ہے اور صحیح اول ہے
ص اور اگر وہ مال معصوم یعنی مسلمان یا ذمی کا لے لیوے اور ہر ایک کو اونکی جماعت سے مقدار نصاب چوری کے
یعنی دس درم یا زیادہ کا مال پہونچے تو اوسکا ایک ہاتھ اور ایک پانون دوسری جانب سے کاٹا جاوے ف یعنی داہنا ہاتھ
بایان پانون ص اور اگر اوسنے کسی کو جان سے مار ڈالا اور مال نہین لیا تو قتل کیا جاویگا حد مین نہ قصاص مین یعنی اگرچہ وارث
مقتول کا خون اوسکو معاف کردے مگر خون معاف نہوگا اور اگر وہ کسیکو جان سے مار کر مال لیوے تو اوسکا داہنا ہاتھ اور بایان پانون
کاٹ کر مار ڈالا جاوے اور سولی پر چڑھا دیا جاوے یا کہ صرف جان سے مار دیا جاوے یا فقط سولی پر کھینچا جاوے ف یعنی حاکم کو
اختیار ہے جو چاہے انہین سے کرے اور اصل اس باب مین قول اللہ تعالی کا ہے إِنَّمَا جَزَاءُ الَّذِينَ يُحَارِبُونَ اللَّهَ
وَرَسُولَهُ الآیہ اور روایت کی امام محمد نے ابو یوسف سے انھون نے کلبی سے انھون نے ابی صالح سے انھون نے ابن عباس
سے کہا انھون نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رخصت کیا ابا بردہ ہلال بن عویمر اسلمی کو اس بات پر کہ نہ ہم تمھارے
پر زیادتی کرین اور نہ تم ہمارے پر تو چلے کچھ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیطرف واسطے اسلام کے اور اصحاب ابو بردہ نے رہزنی کی ان پر
تو حضرت جبرئیل علیہ السلام حد لیکے اوترے کہ جسنے قتل کیا اور مال لیا سولی دیا جاوے اور جسنے قتل کیا اور مال نہین لیا قتل کیا جاوے
اور جسنے مال لیا اور قتل نہین کیا تو اوسکے ہاتھ اور پیر خلاف کے کاٹے جاوین اور جو مسلمان ہوکے آیا تو اسلام نے ڈھا دیا جو کچھ کہ
کیا تھا اوسنے شرک مین اور عطیہ کی روایت مین ہے ابن عباس سے کہ جسنے فقط ڈرایا اور قتل نہین کیا اور مال نہین لیا تو جلاوطن
کیا جاوے ص اور جس صورت مین کہ امام سولی پر چڑھانا پسند کرے تو ڈاکو کو زندہ سولی پر چڑھاوے اور برچھے سے اوسکے پیٹ کو

تیر سے چھیدے تاکہ مر جاوے اور تین دن تک اوسکی لاش سولی پر رہے ف اور زیادہ تین دن سے نرکھے سواسطے کہ اوس میں بو پیدا ہوگی اور لوگون کو ایذا ہوگی ہدایہ ص اور اسصورت مین جو مال انہنے لیا ہو اوسکا تاوان نہ دیگا اور جو شخص کہ مرتکب قتل اور مال لینے کا نہوا ہو وہ بھی مثل مرتکب کے ہے ف یعنی ڈاکون کو سب کو سزا یکسان ملنی چاہیے خواہ اونسے خود ڈاکہ زنی کی ہو یا اونکی مدد دوسرے نے کی ہو ص اور لکڑی اور پتھر مارنا المانعین مثل تلوار کے ہین ف تو جیسا لکڑی اور پتھر سے کسیکو مار ڈالا ویساہی تلوار سے ص اور اگر کسیکو ڈاکو زخمی کرے اور مال لیوے تو اوسکا داہنا ہاتھ اور بایان پاؤن کاٹا جاویگا اور زخم کا قصاص جاتا رہیگا اور اگر ڈاکو صرف زخمی کرے اور مال نہ لے یا جان سے مار ڈالے پھر رہزنی سے توبہ کرے یا بعض رہزن عاقل اور بالغ نہون یا جسپر رہزنی کی ہو اوس سے قرابت قریبہ رکھتا ہو یا تمام قافلے کے کچھ لوگ دوسرے ساتھیون پر چھاپہ ماریں یا رات کو خواہ دن کو شہر میں یا دو شہرون کے بیچ میں رہزنی کرین تو ان سب صورتون مین حد لازم نہوگی بلکہ اگر قتل عمد ہے تو ولی کو اختیار ہے کہ قصاص لیوے اور اگر عمد نہین تو دیت ہے اور ولی کو اختیار ہے عفو کا ف اور یہی قول ہے امام ابو یوسف اور شافعی کا اور وہ مذکور ہے اصل مین ص اور جو کسی کا گلا گھونٹ کے مار ڈالے تو دیت لازم ہوگی اور جو شخص کہ اوسکی عادت کرے تو اوسکو اونکے عوض مین واسطے سیاست کے مار ڈالنا چاہیے

کتاب الجہاد

جہاد یعنی کافرون سے دین کے واسطے لڑنا ابتدا مین فرض کفایہ ہے یعنی مسلمانون کو چاہیے کہ شروع لڑائی کا خود کرین تو اگر بعض مسلمان کرلینگے باقی سب کی گردن سے ساقط ہوگا ف فرضیت جہاد کی ثابت ہوتی ہے قول سے اللہ تعالی کے فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِينَ كَافَّةً كَمَا يُقَاتِلُونَكُمْ كَافَّةً اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاد رہنے والا ہے اوس زمانے سے کہ اوٹھایا مجکو اللہ تعالی نے یہان تک کہ لڑیگی اخیر امت میری دجال سے روایت کیا اوسکو ابو داؤد نے انس سے ص اور اگر کوئی نکریگا تو سب گنہگار ہونگے اور جہاد لڑکے اور عورت اور غلام اور اندھے اور اپاہج اور ہاتھ پاؤن کٹے پر فرض نہین ف اسواسطے کہ لڑکے پر تو قلم مرفوع ہے اور عورت اور غلام کو خاوند اور مولا کے حق سے فراغت نہیں اور اندھے اور اپاہج اور ہاتھ پاؤن کٹے اوس سے عاجز ہین ص اور فرض عین ہے اگر کافر چڑھ آوین تو اس صورت مین عورت بغیر اجازت اپنے شوہر کے اور غلام بدون اجازت مالک کے جہاد کو نکلین یعنی پہلے جس شہر پر کافر چڑھے ہین وہان کے لوگون پر جہاد فرض ہوگا پھر اون لوگون پر جو اوس سے قریب ہین جب وہ خبر پاوین اور اوس شہر والے لوگ مقابلے سے عاجز ہو جاوین یا سستی کرین پھر اون لوگون پر جو اونسے قریب ہین جب خبر پاوین اور ان لوگون کا یہی حال ہو یہان تک کہ فرض ہو جاویگا تمام اہل اسلام پر مشرق اور مغرب مین اور نظیر اوسکی نماز جنازہ ہے کہ اول ہمسایہ اور ساکنان قرب و جوار میت پر فرض ہوتی ہے پھر اگر وہ نکرین اور دور والون کو خبر پہونچے تو اونپر فرض ہوتی ہے یہان تک کہ اگر کوئی ادا نکرے تو سب گنہگار ہوتے ہین اور جہاد پر فوج کا مقرر کرنا مکروہ ہے بشرطیکہ بیت المال میں مال پایا جاوے ورنہ مکروہ نہیں کہ اور لوگون سے لیکر جہاد کرنے والون کو دین ف اسواسطے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لی تھی ایک زرہ صفوان سے روایت کیا اوسکو ابن اسحق نے اور حضرت عمر سے بھی ایسا ہی منقول ہے روایت کیا اوسکو ابن ابی شیبہ اور ابن سعد نے طبقات مین ص پس اگر ہم فوج اہل اسلام کافرون کو محاصرہ کریں تو اول اونسے مسلمان ہو جانے کی درخواست کرین ف اسواسطے کہ روایت کی عبد الرزاق نے ابن عباس سے کہ

نہین لڑائی کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی قوم سے یہان تک کہ بلایا نہو اونکو طرف اسلام کے روایت کیا اوسکو احمد نے اور اخراج کیا اوسکا
حاکم نے او صحیح کیا اوسکو تو اگر لڑائی کرینگے قبل بلانے کے طرف اسلام کے تو گنہگار رہینگے ص تو اگر وہ مسلمان ہوگئے
مال انکے بچ رہے ف اوسواسطے کہ مطلب حاصل ہوگیا تو اب اونکے قتال سے باز رہین اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے حکم کیا گیا مین کہ مقاتلہ کرون لوگون سے یہان تک کہ کہین وہ کہ نہین ہی کوئی معبود سوا اللہ کے روایت کیا اوسکو بخاری
و مسلم نے ابن عمر سے ص اور اگر نہ مانین تو اونسے جزیہ طلب کرین ف اسواسطے کہ حدیث بریدہ مین ہی کہ فرمایا رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے اگر وہ انکار کرین اسلام سے تو طلب کرو اونسے جزیہ پھر اگر وہ قبول کرین تو تو بھی قبول کر اونسے
روایت کیا اوسکو مسلم نے ص اگر جزیہ دینا قبول کرین تو اونکے واسطے ہی جو ہمارے لیے ہی یعنی اونکے جان و مال کو محفوظ رکھنا
چاہیے اور اونپر ہو وہ جو ہم پر ہی یعنی معاملات مین اونکے احکام مثل مسلمانون کے ہین اور دلیل اسپر قول ہی حضرت علی کا کہ مقرر کیا گیا
اونپر جزیہ تاکہ ہوجاوین خون اونکے مثل ہمارے خونون کے اور مال اونکے مثل ہمارے مالون کے ف روایت کیا اوسکو شافعی نے
مسند مین اور اسنا مین اوسکی ابو الجنوب ہی ضعیف کیا اوسکو دارقطنی نے ص اور جسکو کہ دعوت اسلام نہ پہونچی
ہو اوسکے ساتھ ہم نہ لڑینگے ف اسواسطے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ سے کہ تم پہونچوگے
اہل کتاب پر سو بلانا اوسکو اول طرف شہادت لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ کے روایت کیا اوسکو بخاری و مسلم نے ص اور اگر پہلے
دعوت اسلام پہنچ چکی ہو تو مستحب ہی کہ لڑائی کے شروع مین پھر اونسے مسلمان ہوجانے کو کہا جاوے ف اور یہ واجب نہین
ہی کیونکہ مروی ہی نافع سے کہا کہ چھاپا مارا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی مصطلق پر اور وہ غافل تھے پھر مار ڈالے والون کو اونکے
اور قید کیا اولاد کو اونکی کہا یہ مجھسے عبد اللہ بن عمر نے روایت کیا اوسکو بخاری و مسلم نے اور ظاہر ہی کہ چھاپے مین بلانا
نہین ہوتا ہی طرف اسلام کے ص پھر اگر جزیہ دینا بھی قبول نکرین تو اللہ تعالی سے مدد کی درخواست کرکے اونسے لڑینگے
ف اسواسطے کہ حدیث بریدہ مین ہی کہ اگر وہ انکار کرین جزیہ سے تو مدد مانگ اللہ سے اور لڑ اونسے ص ساتھ
فلاخن کے ف اور تمامی آلات حرب مثل توپ و بندوق کے ص اور کافرون کو جلاوینگے اور ڈبو دینگے اور تیر مارینگے
ف اسواسطے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑا کیا ایک فلاخن کو طائف والون پر روایت کیا اوسکو ابوداود نے مراسیل
مین مکحول سے اور راوی اوسکے معتبر ہین اور موصول کیا اوسکو عقیلی نے حضرت علی سے لیکن سند اوسکی ضعیف ہی اور جلا دیا
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے درختون کو بنی نضیر کے اور کاٹ ڈالا اونکو روایت کیا اوسکو علمانے ص اگرچہ وہ بعض مسلمانون
کو اپنی سپر بنالین اور ہم تیر وغیرہ مارنے مین کافرون کی نیت کرینگے نہ مسلمانون کی ف یعنی اگر کافر مسلمان کو
اپنی سپر بنالے اور اوسکی آڑ مین کھڑا ہوا اور اوسکے مارنے کی ضرورت ہو تو صرف کافر کی نیت سے تیر وغیرہ مارنا چاہیے
گو مسلمان بھی زخمی ہو یا مارا جاوے ص اور اونکے درخت کاٹ ڈالین گے اور اونکی کھیتیان اوجاڑ دینگے اور دغا نہ کرینگے
ف یعنی عہد نہ توڑینگے اور صحیحین مین ثابت ہی کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لڑائی مکر و فریب ہی تو اب غور
ہوا کہ دغا اور مکر مین فرق ہی چنانچہ تو جب تک کہ لڑائی ہو رہی ہی تو مکر حرام نہین اسطرح پر کہ ہم اونکو اسطرح دکھلاوین کہ ہم نہین
لڑتے ہین اور جب مطمئن ہوجاوین تو اونسے لڑین یا ہم اوکسی طرف چلے جاوین اور وقت اونکی غفلت کے رات کو اونپر چھاپا ماربن برخلاف

ابوالجنوب ضعیف [illegible]

اوس صورت سے کہ ہمارے اور اونکے بیچ مین عہد ہو گیا کہ آج کے روز ہم نہ لڑینگے اور پھر دغا دیکے لڑ بیٹھے تو یہ کام نہین ہے بلکہ توڑنا ہی اور یہ حرام ہی **ص** اور مال غنیمت مین خیانت نکرینگے اور مثلہ یعنی کسیکے ناک کان نہ کاٹینگے اور وہ جو عرنیین کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مثلہ کیا تھا **ف** اور حدیث اونکی کتاب الطہارت کوئین کے باب مین گذری **ص** منسوخ ہی ساتھ قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ نہ چراؤ مال مین سے غنیمت کے اور عہد نہ توڑو اور ناک کان نہ کاٹو **ف** روایت کیا اوسکو مسلم نے حدیث بریدہ مین **ص** اور مثلہ مین اللہ تعالی کی پیدایش کا بدل دینا ہی تو حرام ہوگا **ف** اسواسطے کہ اللہ کی پیدایش کا بدلنا حرام ہی **ص** اور لڑکے اور بیعقل اور بوڑھے فرتوت اور اندھے اور اپاہج کو اور عورت کو نہ مارینگے **ف** اور امام شافعی کے نزدیک شیخ فانی اور اپاہج اور اندھے کو بھی مارینگے اور ہم یہ کہتے ہین کہ ان لوگون سے لڑائی متحقق نہین ہوتی تو انکا مارنا بھی جائز نہوگا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع کیا قتل سے عورتون اور لڑکون کے روایت کیا اوسکو بخاری و مسلم نے اور آپ نے دیکھا ایک عورت کو لڑائی مین کہ قتل ہوئی تھی سو فرمایا کہ نہین تھی یہ قابل قتال کے روایت کیا اوسکو ابو داود اور نسائی نے **ص** مگر یہ کہ جب کوئی ان مین سے حاکم ہو یا رئیس یا صاحب مال ہو کہ کافرون کو مستعد کرتا ہو لڑائی پر یا لڑائی کے امور مین مشورہ دیتا ہو اور منع ہی کہ مسلمان لڑکا اپنے باپ مشرک کو ابتداءً قتل کرے بلکہ لڑکے کو اوسکے مار ڈالنے سے دیر کرنا چاہیے کہ دوسرا شخص آنکر اوسکو مار ڈالے **ف** اسواسطے کہ فرمایا اللہ تعالی نے وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوفًا یعنی بسر کرو الدین سے دنیا مین موافق دستور کے اور یہ توڑنے جیسے ہی کہ ابتداءً باپ کو مار ڈالے **ص** اور اگر باپ اوسکے قتل کا قصد کرے اور اوسکو اوس سے بچنے کی کوئی صورت نہ بن سکے تو اوسکو مار ڈالے **ف** اسواسطے کہ مقصود بچنا ہی بلکہ جب باپ مسلمان اپنے بیٹے پر تلوار کھینچے اور بیٹے کو بچنے کی کوئی صورت بغیر قتل کرنے باپ کے نہ ہو تو قتل کرے اوسکو تو کافر باپ مین بدرجۂ اولی قتل کرنا جائز ہوگا ھدایہ **ص** اور یہ بھی منع ہی کہ قرآن اور عورت کو ایسے لشکر مین ہمراہ لین جس مین جمعیت تھوڑی ہو اور اگر بڑا لشکر ہو اور گمان غالب ہو فتح کا تو کچھ مضایقہ نہین **ف** صحیح مسلم اور ابن ماجہ مین مروی ہی حضرت ابن عمر سے کہ منع کرتے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس بات سے کہ سفر کیا جاوے قرآن کو لیکر دشمن کے ملک مین اور ایک روایت مین مسلم کی ہی کہ مین خوف کرتا ہون اس بات کا کہ لے لے اوسکو دشمن **ص** اور اگر امام کافرون سے صلح کرنے مین بہتری دیکھے جائز ہی کہ اونسے صلح کرے **ف** خواہ مال دیکر یا لیکر اسواسطے کہ فرمایا اللہ تعالی نے وَإِنْ جَنَحُوا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا وَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صلح کی اہل مکہ سے اس بات پر کہ لڑائی کو موقوف رکھین دس برس تک ایسا ہی مذکور ہی سیرت محمد بن اسحق اور سیرت ابن ہشام مین اور بیہقی نے روایت کی کہ وہ صلح دو برس تک تھی **ص** اور صلح کو توڑ ڈالین اگر توڑنا اچھا ہو اور انکو اطلاع دیکے اور اگر کافر خیانت کرین تو بدون اطلاع دیے اونسے لڑین **ف** اسواسطے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے توڑ ڈالی وہ صلح جو انکی تھی مشرکین مکہ سے اور بصورت خیانت نکرنے کافرون کے بغیر اونکی اطلاع دہی کے لڑنا جائز نہوگا کیونکہ یہ دغا ہو جاویگا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عہدون مین وفا ہی نہ دغا اور یہ حدیث غریب ہی اور قول ہی عمرو بن عبسہ کا لیکن اسکے معنون مین اور حدیثین صحیح آئی ہین **ص** اور مرتدون سے صلح کر لین لیکن مال نہ لین اور اگر لے لیا تو پھر انکو



واپس مین اور مسلمان کافرون کے ہاتھ ہتھیار اور گھوڑے اور لوہا نہ بیچین اگرچہ بعد صلح کے ہو ف اسواسطے کہ روایت
کی بیہقی نے سیر مین اور بزار نے مسند مین اور طبرانی نے معجم مین عمران بن حصین رض سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع کیا
ہتھیار کے بیچنے سے فتنہ وفساد مین کہا بیہقی نے صواب یہ ہی کہ یہ موقوف ہی اور روایت کیا اوسکو ابن عدی نے کامل مین لیکن
سند اوسکی ضعیف ہی ص اور جب کافر کو کوئی مسلمان مرد یا عورت آزاد پناہ دے تو امان اوسکی صحیح ہی اور اوسکو
قتل نکرینگے ہان اگر امان دینا برا ہو تو امام اوسکو توڑ ڈالین اور حاکم امان دینے والے کو تادیب کرے ف اور اصل اس باب
مین قول ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کہ مسلمان برابر ہین خون اونکے اور ذمہ داری کرسکتا ہی ادنی اونکا یعنی ہمت کم اور
وہ ایک ہی روایت کیا اوسکو ابوداود اور بخاری ومسلم نے ص اور اگر کوئی ذمی یا قیدی یا سوداگر مسلمان جو اونکے
ساتھ ہی یا غلام یا وہ شخص جو مسلمان ہوا ہی لیکن ہماری طرف نہین آیا ہی یا لڑکا یا مجنون امان دے تو امان اوسکی باطل ہی ف
اور امام محمد کے نزدیک امان غلام کی صحیح ہی اسواسطے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ امان غلام کی امان ہی یعنی جائز ہی اور
ہدایہ مین ہی کہ روایت کیا اوسکو ابوموسی اشعری نے اور کہا ابن الہمام نے کہ یہ حدیث پہچانی نہین جاتی لیکن روایت
کی عبدالرزاق نے حضرت عمر رض سے مانند اسکے موقوفا اور ابن ابی شیبہ نے اور دلیل امام صاحب کی مذکور ہی ہدایہ مین

باب غنیمتون کا اور اوسکے بانٹنے کے بیان مین

مسلمانون کا بادشاہ جس شہر کو غلبہ اور زبردستی سے فتح کرے اوسکو لشکر مین بانٹ دے یا اوس ملک کے باشندون کو
اوسپر مقرر رکھے اور اون پر جزیہ اور اونکی زمین پر خراج ٹھہراوے ف دلیل اول مسئلے کی یہ ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے خیبر کے ملک مین ایسا ہی کیا تھا اور دوسرے مسئلے کی یہ ہی کہ حضرت عمر رض نے اہل عراق کو اونکے ملک پر برقرار رکھا تھا اور اونکی
زمینون پر خراج باندھا تھا ہدایہ ص اور قیدیون کو اختیار ہی چاہے مار ڈالے ف اسواسطے کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے مارا عقبہ بن ابی معیط وغیرہ کو قیدیان بدر سے ص اور چاہے اونکو غلام بنالے ف اسواسطے کہ اس مین
اونکا بھی دفع شر ہی اور مسلمانون کا بھی فائدہ ہی ص اور چاہے آزاد چھوڑ دے کہ مسلمانون کو ذمی بنکے جزیہ دیا کرین اور
نہین جائز ہی کہ اون قیدیون کو مفت احسان رکھکر چھوڑ دین اور امام شافعی کے نزدیک جائز ہی ف اور دلیل ہماری قول ہی
اللہ تعالی کا اُقْتُلُوا الْمُشْرِكِينَ حَيْثُ وَجَدْتُمُوهُمْ ص اور جائز ہی کہ مال لیکر اونکو چھوڑ دین قبل
موقوف ہونے لڑائی کے نہ بدلے مین مسلمانون کے جو کافرون کے نزدیک قید ہین اور بعد موقوف ہونے لڑائی کے مال لیکر
چھوڑنا باجماع ہمارے علما کے جائز نہین ہی اور مسلمانون کے بدلے مین بھی چھوڑنا امام صاحب کے نزدیک جائز نہین ہی
اور امام محمد کے نزدیک جائز ہی اور امام ابویوسف سے اس باب مین دو روایتین ہین اور امام شافعی کے نزدیک مطلقا جائز ہی لیکن
دار الحرب کو واپس بھیج دینا کسیکے نزدیک جائز نہین اور یہ بھی حرام ہی مواشی کو کہ جنکا [illegible] ہین کہ اونکا دار الاسلام
لانا مشکل ہی بلکہ ذبح کرکے اونکو جلا دیا جاوے تاکہ کافر فائدہ نہ اوٹھاوین ف اور امام شافعی کے نزدیک وہ مواشی
چھوڑ دیے جاوین اور دلیل لاتے ہین کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع کیا ذبح کرنے سے بکری کے مگر واسطے کھانے
کے اور جواب اسکا یہ ہی کہ یہ حدیث مرفوعا نہین ملی بلکہ قول ابوبکر رض کا ہی روایت کیا اوسکو مالک نے موطا مین اور دلیل ہماری یہ ہی کہ ذبح کرنا



ہی ان کاموں کے واسطے غرض صحیح کے درست ہوا اور نہین شک ہے اس بات مین کہ کافرون کی شوکت گھٹنے سے بڑھکر کوئی
غرض نہین ہے تو اگر اونکو زندہ چھوڑ دین تو کافرون کی منفعت ہوگی و باعث انکے غلبے کا ہوگا اور زندہ کو ہم ذبح کاٹین کیونکہ
یہ مثلہ ہوا اور مثلہ ممنوع ہے حدیث صحیح مین جیسا کہ اوپر مذکور ہوا اور جو چیزین جلانے سے نہین جلتی ہین تو اوسکو گاڑ دین ایسے
مقام پر کہ کافرون کو اطلاع نہوے ہدایہ ص اور کافرون کے ملک مین مال غنیمت کو نہ بانٹین ف اور امام شافعی کے
نزدیک بانٹ لین اور دلیل ہماری یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع کیا غنیمت کی بیع سے دار الحرب مین اور قسمت بھی بمنزلہ
بیع کے ہے ہدایہ اور یہ حدیث غریب ہے کہا یہ شیخ ابن الہمام نے ص اور اگر لشکر والون کو مال اسلیے بانٹ دین کہ اونکے پاس
ماحت ہے سے دار الاسلام مین نقل ہوکر پھر قسمت کی جاویگی تو جائز ہے اور جب دیکہ مسلمانون کو پہونچے وہ مال غنیمت مین اونکے
شریک نہونگے اگرچہ مدد کے لوگون کو کافرون سے لڑنے کا اتفاق نہوا ہو مگر بازاری شخص اور جو کہ دار الحرب مین مرجاوے شریک نہوگا
اور امام شافعی کے نزدیک جو شخص کہ بعد کفار کی شکست کے مرجاوے اگرچہ دار الحرب مین مرے تو شریک ہوگا اور حصہ اوسکا اوسکے وارثون
کو ملیگا اور جو دار الاسلام مین آکر مریگا تو حصہ اوس شخص کا سبکے نزدیک اوسکے وارثون کو دلایا جاویگا اور جائز ہے مسلمانون
کو کہ مال غنیمت سے ان اشیا کو تقسیم سے پیشتر دار الحرب مین کام مین لاوین کھانا اور گھانس اور لکڑیان جلانے کی اور تیل اور ہتھیار
جنکی حاجت پڑے ف اسواسطے کہ روایت کی بیہقی نے عبد اللہ بن عمر سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
دن خیبر کے کھاؤ اور چارہ دو اور اوٹھاؤ اور نکالو اوسکو واحدی نے مغازی مین اور سند حسن ہے ص اور جب دار الحرب سے نکلین
تو اونکو کام مین نہ لاوین بلکہ جو کچھ اپنے پاس بچی ہون وہ مال غنیمت مین پہونچادین مگر انکا بیچنا جائز نہیں اور جو شخص کہ کافرون مین
سے مسلمان ہو جاویگا اوسکی جان قتل سے اور اولاد صغیر اوسکی قید سے اور جو مال کہ اوسکے پاس ہوگا یا کسی مسلمان یا ذمی
کے پاس امانت ہوگا غنیمت ہوجانے سے محفوظ رہیگا ف اسواسطے کہ روایت کی امام محمد نے عروہ بن الزبیر سے کہ فرمایا رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص کہ اسلام لاوے کسی چیز کے ساتھ تو وہ چیز اوسکی ہے اور اسناد مین اوسکی ابن لہیعہ ضعیف ہے اور مسند
کیا اوسکو سعید بن منصور نے باسناد صحیح اور بروایت ابی داود مین ہے کہ فرمایا آپنے کہ قوم جب اسلام لائی تو محفوظ کرلیا انہون
نے اپنی جانون اور مالون کو ص لیکن اوسکے مسلمان ہونے سے اوسکی اولاد کبار یعنی بڑے لڑکے اور اوسکی عورت اور
حمل اوسکے پیٹ مین اور غلام جنگی اور جو مال اوسکا کہ حربی کے پاس امانت ہے یا غصب ہے محفوظ نہ رہیگا بلکہ غنیمت مین داخل ہوگا

فصل غنیمت کی قسمت کے بیان مین

جو شخص کہ دار الاسلام کی حد سے آگے بڑھنے کے وقت سوار ہو اگرچہ بعد اوسکے گھوڑا اوسکا مرگیا ہو اور وہ وقت لڑائی
کے پیادہ ہو اوسکے لیے دو حصے ہین اور جو وقت نکلنے کے دار الاسلام کی حد سے پیادہ ہو تو اوسکا ایک حصہ ہے اگرچہ وقت لڑائی
کے سوار ہو اور امام شافعی کے نزدیک اعتبار سوار اور پیادہ ہونے مین لڑائی کے وقت کا ہے اور سوار کے لیے اونکے نزدیک تین حصے
ہین ف اور یہی مذہب ہے صاحبین کا اور دلیل امام صاحب کی یہ ہے کہ روایت کی ابن ابی شیبہ نے بسند صحیح عبد اللہ بن عمر سے
کہ کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا واسطے سوار کے دو حصے اور واسطے پیادے کے ایک حصہ اور تفصیل فتح القدیر مین ہے
ص اور سوار کو اگر دو گھوڑے ہون تب بھی ایک ہی کا حصہ ملیگا اور اونٹ اور خچر کے واسطے کچھ نہین اور غلام اور لڑکے

او عورت اور ذمی کے واسطے اگر لڑائی مین اعانت کرین تو اونکو پورا حصہ نہ ملیگا بلکہ کچھ تھوڑا سا حصہ جو حصۂ غنیمت سے کم ہو
موافق رائے امام کے دلایا جاویگا **ف** اور ایسا ہی مروی ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نکالا اوسکو اصحاب سنن نے
ص اور مال غنیمت سے پانچوان حصہ یتیمون کا ہی جنکے باپ مر گئے ہون اور مسکینون کا اور مسافرون کا اور آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کی قرابت کے فقیر یعنی ان تینون قسمون یعنی یتیمون اور مسکینون اور مسافرون پر مقدم سمجھے جاوین اور جو لوگ
اونمین سے غنی ہون اونکا حق اس پانچوین حصے مین نہین اور ذکر اللہ تعالی کا جو اس آیت مین ہی وَاعْلَمُوا أَنَّمَا غَنِمْتُم
مِّن شَيْءٍ فَأَنَّ لِلَّهِ خُمُسَهُ وَلِلرَّسُولِ الآیہ صرف تبرک کے واسطے مذکور ہی اور حصہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا آپکی وفات
کے سبب سے جاتا رہا جیسے کہ صفی جاتا رہا **ف** کہ اب امرا اور بادشاہون کو صفی لینا نچاہیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو صفی لینا
درست تھا اور صفی وہ مال ہی جسکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غنیمت سے اپنے نفس نفیس کے لیے پسند فرماتے تھے جیسے کوئی تلوار یا زرہ یا اور
کوئی چیز لیس اب امام کو اپنے لیے پسند کرنا درست نہین **ص** اور امام شافعی کے نزدیک مال غنیمت کے پانچ حصے کرین ایک حصہ
پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا اور وہ خلیفہ کو ملیگا اور ایک حصہ خاص ذوی القربی کا یعنی بنی ہاشم اور بنی مطلب کا **ف** برابر ہی کہ غنی
ہون یا فقیر **ص** جاننا چاہیے کہ نبی محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد المناف ہین اور عبد مناف کے
چار بیٹے تھے ہاشم اور مطلب اور عبد شمس اور نوفل تو **ف** سنن ابو داؤد وغیرہ مین مروی ہی کہ **ص** جب رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے خیبر کی غنیمتون کو بانٹا تو پانچوان حصہ ذوی القربی کا تقسیم کیا درمیان اولاد ہاشم اور مطلب کے اور عثمان تھے اولاد
مین سے عبد شمس کے اور جبیر بن مطعم اولاد سے نوفل کے سو دونون نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ ہم انکار نہین کرتے ہین بزرگی
اولاد ہاشم کا اسواسطے کہ آپ کو اللہ تعالی نے ونہین رکھا یعنی انھین کی اولاد سے ہونے اور بنی مطلب کو ہم پر کیا بزرگی ہی کہ آپنے
انکو دیا اور ہمکو نہ دیا تو فرمایا آپنے کہ انھون نے نہ چھوڑا ہمکو زمانۂ جاہلیت مین اور نہ اسلام مین تو امام شافعی اب بھی قسمت کرتے
ہین موافق قسمت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اور ہم کہتے ہین کہ آپنے صرف یہی وجہ بیان کی کہ بنی مطلب نے میری اعانت
اور نصرت کی تو یہ بات آپکی وفات سے باقی نرہی تو اب سب اقارب آپکے مستحق ہین بسبب محتاجی کے جیسا کہ فرمایا آپنے
ف واسطے بنی ہاشم کے **ص** کہ اللہ نے بدل دیا تمکو صدقون سے پانچوین حصے کا پانچوان حصہ یعنی ایک حصہ **ف**
اور یہ حدیث کتاب الزکوۃ مصارف کے باب مین گذری اور روایت کیا اوسکو ابن ابی حاتم نے تفسیر مین باسناد حسن کے
ص اور جب یہ کہ بدلا زکوۃ کا ہوا تو جو مستحق زکوۃ کا ہوگا وہ اسکا بھی ہوگا اور منقول ہی کہ خلفاے راشدین قسمت کرتے تھے
ہمارے طریق پر **ف** روایت کی ابو یوسف نے کلبی سے انھون نے ابو صالح سے انھون نے ابن عباس سے کہ خمس تھا بانٹا جاتا
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے مین پانچ حصے کر کے ایک واسطے اللہ کے اور رسول کے اور ایک واسطے ذوی القربی کے
اور ایک واسطے یتامی کے اور ایک واسطے مساکین کے اور ایک واسطے مسافرون کے پھر تقسیم کیا ابو بکر اور عمر اور عثمان اور علی رضی اللہ عنہم
نے اوسکو تین پر ایک واسطے یتیمون کے اور ایک واسطے مساکین کے اور ایک واسطے مسافرون کے اور روایت کی طحاوی نے
مانند اسکے **ص** اور حضرت عمر دیتے تھے اونکے فقیرون کو **ف** کہا شیخ ابن الہمام نے کہ اس تصریح سے ہمنے نہین پایا اوسکو
ص اور اگر کوئی مسلمانون کی جماعت دار الحرب سے مال غنیمت لاوین تو اوسکا پانچوان حصہ لیا جاویگا جبکہ اونکے پاس

لشکر وغیرہ ہو یا امام کے اذن سے گئے ہون اور جو امام کے بغیر اذن کے اور لشکر کے چلے گئے ہون تو اوسمین سے پانچوان
حصہ لیا جاوے اور امام کو اختیار ہے کہ حالت قتال مین لشکر کو برانگیختہ کرے اور حرص دلاوے قتل پر مثلاً کہے جو کوئی کسی کافر کو ماریگا
تو اوسکا سامان قاتل کو ملیگا یا چھوٹے لشکر سے کہے کہ مینے تمہارے واسطے غنیمت کی چوتھائی بعد خمس نکالنے کے مقرر کردی
یعنی غنیمت مین سے خمس نکال کر چار حصے جو رہے اونمین ایک حصہ تمکو دونگا اور تین حصے سب لشکر مین تقسیم کردونگا ف اسواسطے
کہ فرمایا اللہ تعالی نے یَا أَیُّهَا النَّبِیُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِینَ عَلَی الْقِتَالِ ای نبی مستعد کر اور رغبت دلا مسلمانونکو قتال پر
ص اور بٹ جانے کے بعد آجانے غنیمت کے دار الاسلام مین ف اسواسطے کہ اب سب کا حق اوسمین ہو گیا ص مگر
خمس سے ف کیونکہ خمس مین اون لوگون کا حق نہین ص اور سامان یہ ہے کہ سواری اور کپڑے اور ہتھیار اور جو کچھ کہ
اوسکے پاس ہو جانور پر تو اگر امام نے زیادہ دینے کا حکم نہ کیا تو اسباب مقتول کا سب مین تقسیم ہو جاویگا ف اور امام شافعی
کے نزدیک ہمیشہ سامان مقتول کا قاتل کو ہوگا کیونکہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مَنْ قَتَلَ قَتِیلًا فَلَهُ سَلَبُهُ روایت کیا
اوسکو اسحق بن راہویہ نے مسند مین اسی لفظ سے اور ابو داود اور ابن حبان اور حاکم نے انس سے اس لفظ سے مَنْ قَتَلَ
کَافِرًا فَلَهُ سَلَبُهُ اور جماعت نے سوا نسائی کے اس لفظ سے ابو قتادہ سے مَنْ قَتَلَ قَتِیلًا لَهُ عَلَیْهِ بَیِّنَةٌ فَلَهُ
سَلَبُهُ یعنی جو شخص کہ قتل کرے کسی کافر کو اور اوسکے پاس گواہ ہون تو واسطے اوسکے ہے سامان اوس مقتول کا اور دلیل امام اعظم
کی یہ ہے کہ یہ قول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ حنین مین زیادہ کرنے کے لیے فرمایا تھا نہ یہ کہ اسکا ہمیشہ حکم ہے شرع مین اور دلالت
کرتا ہے اسپر وہ جو روایت کی طبرانی نے معجم کبیر اور اوسط مین کہ ایک شخص نے ارادہ کیا کل مال لے لینے کا قاتل کے اور ابو عبیدہ اوسکا
کیا کہ اسمین پانچوان حصہ ہے تو کہا معاذ نے کہ سنا مینے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتے تھے اِنَّمَا لِلْمَرْءِ مَا طَابَتْ بِهِ نَفْسُ
اِمَامِهِ یعنی آدمی کا وہ حصہ ہے جو خوشی سے دے اوسکا امام اور شدّاد اور دار قطنی وسعد روایت کیا اسکو اسحق بن راہویہ نے اور تفصیل فتح القدیر مین ہے

باب کافرون کے غلبے کے بیان مین

اگر بعض کافر بعض کافرون پر غالب ہو کر اونکو قید کرین اور اونکا مال لے لین یا اونٹ ہمارے بھاگ کر اونکے پاس چلے جاوین
یا مسلمانون کے مالون پر غالب ہو جاوین اور اون مالون کو دار الحرب مین لیجاوین تو مالک ہو جاوینگے اور امام شافعی کے نزدیک
کافر مسلمانون کے مال کے مالک نہونگے ف اور دلیل ہماری اصل مین مذکور ہے ص اور کافر ہمارے آزاد اور مدبر اور ام الولد
مکاتب اور غلام کو جو اونکے پاس بھاگ گیا ہو مالک نہونگے اگرچہ اوسکو لے لیوین اور ہم اگر اونپر غلبہ پاوین تو اونکے آزاد شخصون کے
اور اونکے مالون کے مالک ہو جاوینگے تو جو مسلمان اپنی چیز بجنسہ وہان پاوے وہ غنیمت کی تقسیم سے پیشتر اوسکو مفت لے لے
اوسکا عوض کچھ نہ دے اور اگر غنیمت کی تقسیم کے بعد اوسکو اپنا مال ملے تو اوس مال کی قیمت دیکر لے سکتا ہے ف اسواسطے
کہ روایت کی دار قطنی اور بیہقی نے سنن مین ابن عباس سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اون مالون مین کہ لیجاوین اونکو
دشمن اور مسلمان پھر چھین لیوین اون سے کہ اگر صاحب مال اوسکو پاوے قبل قسمت کے تو وہ حقدار ہے اوسکا اور اگر پاوے اوسکو بعد قسمت
ہو چکنے کے تو لے لیوے قیمت سے اور اسناد مین اوسکی حسن بن عمارہ ضعیف ہے اور نکالا دار قطنی نے مانند اسکے ابن عمر سے
اور یاسین اوسکی اسناد مین ضعیف ہے اور ذکر کیے زیلعی نے تخریج ہدایہ مین اس باب مین بہت آثار ص اور جو کسی معاہد کو

کافرون کو جو چیز مول لی ہو اور دار الاسلام مین لے آیا ہو تو جتنے دام سوداگر کے لگے ہون دے کر پھیر لے **ف** اسواسطے کہ روایت کی ابو داود نے مراسیل مین تمیم بن طرفہ سے کہ ایک شخص نے ایک شخص کے پاس ایک ناقہ پایا اور قصہ لے گیا اسکا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تو قائم کیے ایک نے گواہ کہ یہ میرا ناقہ ہی اور دوسرے نے قائم کیے اس بات پر کہ اس ناقے کو خرید کیا مینے تو فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اگر چاہے تو تو لے لے اوس قیمت سے کہ خریدا ہی جتنے کو اس شخص نے ورنہ چھوڑ دے تو اسکو ذکر کیا اسکو عبد الحق نے احکام مین اور کہا کہ اسناد کی اس حدیث کی یاسین الزیات سے سماک بن حرب سے اونسے تمیم بن طرفہ سے اونسے جابر بن سمرہ سے اور یاسین ضعیف ہی کہا ابن القطان نے کہ ایسا ہی کیا ابن حزم نے اور مین نہین پہچانتا ہون اس سند کو کذا فی تخریج الہدایۃ للزیلعی **ص** اگر چہ اوس مال کی آنکھ پھوٹ گئی ہو اور اوسکا عوض اوس تاجر نے لے لیا ہو تو اب مسلمان مالک کو چاہیے کہ آنکھ پھوٹنے کے عوض کو مثلاً غلام کے مول مین سے کم کر کے دے تو اگر قیمت مین پڑنا اور خریدنا دوبارہ ہو تو مشتری اول دوسرے سے اوسکا دام دیکر لے اور پہلا مالک دونون دام مشتری اول کو دے اس مسئلے کی صورت یہہ ہی کہ کافر زید کے غلام کو پکڑ لے گئے اور عمرو اوسکو سو روپے کو خرید لایا پھر دوبارہ اوس غلام کو کافر پکڑ لے گئے تو بکر اونسے سو روپے کو دار الاسلام مین لے آیا اب اگر عمرو اوس غلام کو لیگا تو بکر کے دام یعنی سو روپے دیکر لیگا اور زید اگر عمرو سے لینا چاہیگا تو دو سو دینے پڑینگے اسلیے کہ عمرو کے دو سو روپے لگے ہین اور زید کو اختیار نہین کہ بکر سے سو روپے دیکر خرید لے کیونکہ اس صورت مین عمرو کے سو روپے ضائع ہو جاوینگے مسئلہ اگر کوئی غلام اپنے مالک کا گھوڑا اور اسباب لیکر کافرون کی طرف چلا گیا اور انھون نے اوسکو پکڑ لیا اور کوئی سوداگر اونسے وہ غلام اور گھوڑا اور اسباب مول لیکر دار الاسلام مین لے آیا تو مالک قدیم اوس غلام کو سوداگر سے مفت لے سکتا ہی اسلیے کہ کافر ہمارے غلام کے مالک نہین ہوتے اور غلام کے سوا اور اسباب ہو اوسکو لیوے جتنے دام مشتری نے کافرون کو دیے ہون اسلیے کہ اون چیزون کے وہ مالک ہو گئے تھے اور اگر کوئی کافر مسلمانون کی امن سے دار الاسلام مین آیا ہو کسی مسلمان غلام کو خرید کرے اور اپنے ملک مین لیجاوے تو وہ آزاد ہو گا امام صاحب کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک آزاد نہوگا **ف** اور دلیل امام صاحب کی اصل مین مذکور ہی **ص** اور جو کوئی غلام حربی کا دار الحرب ہی مین مسلمان ہو کر چلا آوے یا مسلمان غالب ہو کر اوس مسلمان غلام کو دار الحرب سے پکڑ لاوین تو ان دونون صورتون مین وہ غلام آزاد ہو گا **ف** اسواسطے کہ روایت کی امام احمد نے اور ابن ابی شیبہ نے مصنف مین اور طبرانی نے معجم مین مقسم سے انھون نے ابن عباس سے کہ دو غلام نکلے طائف سے طرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سو آزاد کیا اونکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اون مین سے ابو بکرہ تھے اور ایک لفظ مین ابن ابی شیبہ کے یہہ ہی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تھے آزاد کرتے اون غلامون کو جو آتے تھے آپکے پاس مسلمان ہو کر اور آزاد کیے دن طائف کے دو غلام ایک اونمین سے ابو بکرہ تھے اور روایت کی ایسی ہی ابو داود نے مراسیل مین مانند اسکے عبد ربہ بن الحکم سے کہا ابن القطان نے کہ عبد ربہ بن الحکم نہین پہچانا جاتا ہی حال اوسکا اور روایت کی بیہقی نے عبد اللہ بن مکرم ثقفی سے اور اوسمین یہہ ہی کہ فرمایا آپنے أُولَٰئِكَ عُتَقَاءُ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ یعنی وہ اللہ کے آزاد کیے ہوئے ہین **و اللّٰہ اعلم**

باب مستامن کے بیان مین

مستامن ایسکو کہتے ہین جسکو مار ڈالنے اور لوٹ لینے سے امن دیوین تا کہ دار الاسلام مین آوے یا مسلمان دار الحرب مین جاوے

اگر کوئی مسلمان سوداگر دار الحرب مین جاوے تو وہ کافرون کی جان اور مال سے تعرض کرے مگر جب کافرونکا بادشاہ اوسکا مال لے لیوے یا اوسکو قید کرے یا اور کوئی کافر اوسکے ساتھ یہ کام کرے اور عالم کافرون کا جانتا ہو تو اگر باوجود اس حرمت کے کوئی چیز نکال لاوے تو اوسکا مالک ہو جاویگا بطور ممنوع پس ایسی چیز فقیرون کو خیرات کر دینی چاہیے اپنے خرچ مین نہ لاوے اسلیے کہ اوسکا لینا حرام تھا اور اگر سوداگر مذکور کے ہاتھ کسی کافر نے کوئی چیز قرض بیچی یا سوداگر نے کافر کے ہاتھ یا انمین سے ایک نے دوسرے سے زبردستی کوئی چیز لے لی اور پھر وہ دونون دار الاسلام مین آوین اور قاضی کے یہان رجوع کرین تو قاضی نہ حکم غصب کا دے نہ قرض مسلمان کا کافر پر نہ کافر کا مسلمان پر اور یہی حال ہے اگر دو کافر دار الحرب مین قرض یا غصب کا معاملہ کرین اور پھر امن لیکر دار الاسلام مین چلے آوین یعنی قاضی کچھ حکم غصب یا قرض کا نہ دے ہان اگر دونون کافر مسلمان ہو کر دار الاسلام مین آوین اور نالش کرین تو قرض کا حکم کیا جاویگا اور غصب کا نہین کیا جاویگا اور اگر دو مسلمان امن لیکر دار الحرب مین جاوین اور ایک اون مین سے دوسرے کو قصداً یا خطاءً مار ڈالے تو اوسکے مال مین خون بہا واجب ہوگا اور خطا کی صورت مین کفارہ بھی لازم ہوگا اور اگر دو مسلمان دار الحرب مین قید ہون اور اونمین سے ایک دوسرے کو دار الحرب مین قتل کرے تو صرف خطا کی راہ سے مار ڈالنے مین کفارہ ہے اور خون بہا اور قصاص کچھ واجب نہین **ف** اور دلیل اسکی اصل مین مذکور ہے **ص** امام صاحب کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک دیت واجب ہوگی قصد اور خطا مین اور مستامن کہ جو دار الحرب سے دار الاسلام مین آوے ایک سال کامل نہ رہنے دین اور اوس سے کہدین کہ اگر تو یہان ایک برس یا ایک مہینا جتنا امام کی رائے مین مناسب ہو ٹھہریگا تو تجھپر جزیہ معین کر دیا جاویگا پھر اس کہنے کے بعد اگر وہ اوس میعاد تک ٹھہریگا تو ذمی ہو جاویگا یعنی اوس سے جزیہ لینا چاہیے اور پھر اوسکو دار الحرب مین جانے نہ دیا جاوے جیسے کوئی مستامن زمین خرید لے اور اوسپر خراج مقرر ہو جاوے تو اوسپر جزیہ ایک سال کا لازم ہوگا خراج مقرر ہونے کے وقت سے یا کوئی مستامن عورت ذمی مرد سے نکاح کرلے تو ان صورتون مین بھی اونکو نہ چھوڑینگے کہ اپنے ملک کو چلے جاوین برخلاف اسکے عکس کے یعنی اگر مستامن مرد ذمی عورت سے نکاح کرلے تو وہ مرد ذمی نہو جاویگا اور اگر وہ اپنے وطن کو جانا چاہیگا تو جانے دینگے پس اگر مستامن جو دار الاسلام مین آیا تھا دار الحرب کو لوٹے تو خون اوسکا حلال ہو جاویگا **ف** تو اگر کوئی مسلمان یا ذمی اوسکو قتل کر ڈالے تو کچھ نہین **ص** تو مگر وہ قید کرکے لایا جاوے یا کافرون پر مسلمان غالب ہووین اور وہ شخص مارا جاوے تو جو قرض اوسکا کسی مسلمان یا ذمی پر تھا ساقط ہو جاویگا اور جو مال اوسکا انمین سے کسی پاس امانت تھا مال غنیمت ہو جاویگا اور اگر وہ مر گیا یا بدون غلبے کے مارا گیا تو اوسکا قرض اور امانت اوسکے وارثون کو ملیگا اور اگر کوئی حربی امن لیکر دار الاسلام مین آیا اور دار الحرب مین اوسکی بی بی اور بچے اور کچھ مال کسی مسلمان یا ذمی یا حربی کے پاس ہے اور وہ یہان آکر مسلمان ہو گیا اور اوسکے بعد کافر مغلوب ہوئے تو اوسکی تمام اشیاے مذکور داخل غنیمت ہونگی اور اگر دار الحرب مین مسلمان ہو کر دار الاسلام مین آیا اور پھر کافر مغلوب ہوئے تو اوسکا چھوٹا بچہ مسلمان آزاد ہے اور جو امانت اوسکی مسلمان یا ذمی کے پاس ہوگی وہ اوسی حربی مسلمان کی ہوگی اور اسکے سوا اور چیزین **ف** یعنی عورت اور بڑے لڑکے اور جو مال اوسکا کہ حربی کے پاس ہے **ص** غنیمت ہو جاویگا اور جو حربی مسلمان ہو اور دار الحرب مین اور اوسکو کسی مسلمان نے قتل کیا قصداً یا خطاءً اور اوسکے وارث بھی مسلمان ہین دار الحرب مین تو اوسپر سوا کفارے کے خطا مین اور کچھ واجب نہوگا اور امام شافعی

۱ مطلب یعنی المستامن متہم ہو کر کوئی بعد مدت ... دعوی کا ہو ... اور اوسکی چیز کر جو امانت اوسکی مسلمان تو ہو ذمی کے پاس ہوگی وہ اوسی مسلمان یا ذمی کی ہو جاویگی کہ وہ اوسکے مالک ہوجاوینگے تو مال انکے دست ... نفع اون کو ... اور ذمی حربی کی رہیگی منہ ...

کے نزدیک قتل عمد مین قصاص اور خطا مین دیت واجب ہوگی اور جو شخص کہ جو کسی مسلمان کو مار ڈالے جسکا کوئی وارث نہو یا کسی حربی کو جو امن لیکر دار الاسلام مین آیا تھا اور مسلمان ہو گیا تھا مار ڈالے تو امام کو چاہیے کہ اوسکا خون بہا قاتل کی قوم سے لیوے اور اگر قصداً اوسکو مار ڈالے تو اوسکا حکم قصاص مین مار ڈالنا یا خون بہا لینا ہے نہ معاف کرنا یعنی بادشاہ کو اختیار ہے چاہے مارے یا خون بہا لے مگر معاف نہین کر سکتا

باب زمین عشری اور خراجی اور جزیے کے بیان مین

زمین عرب کی اور وہ زمین جہان کے رہنے والے مسلمان ہو گئے ہون یا غلبے کے طور پر مفتوح ہو کر لشکر اسلام کو بانٹ دی گئی ہو اور زمین بصرے کی سب عشری ہے **ف** یعنی انکی پیداوار کے دس حصے مین سے ایک حصہ لینا چاہیے لیکن زمین عرب کی اسواسطے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاے راشدین نے خراج نہین لیا عرب کی زمین سے اور جو زمین کہ اسلام لائے اہل اوسکے یا لشکر اسلام مین بانٹ دی گئی کہ وہ زمین قبضے مین مسلمانون کے ہے اور مسلمانون کی زمین سے عشر لیا جاتا ہے اور لیکن زمین بصرے کی تو چاہیے تھا کہ خراجی ہوتی مگر صحابہ نے مقرر کیا اوس پر عشر کو اسواسطے قیاس متروک ہو گیا **ص** اور جو ملک کہ غلبے سے جیتا ہوا اور پھر وہان کے باشندون کو اوس پر قائم رکھا ہو یا امام نے انکے ساتھ صلح کر لی ہو تو وہ خراجی ہے **ف** اور ایسی ہی ہے زمین سواد عراق کی اسواسطے کہ روایت کی ابو عبید قاسم بن سلام نے کتاب الاموال مین ابراہیم تیمی سے کہ جب فتح کیا مسلمانون نے سواد کو کہا انھون نے واسطے عمر رض کے کہ تقسیم کرو اسکو ہمارے بیچ مین کیونکہ فتح کیا ہمنے اوسکو غلبے سے تو فرمایا حضرت عمر رض نے کہ کیا ہوگا اونکے واسطے جو تمہارے بعد مسلمان آوینگے تو مقرر رکھا انھون نے وہان کے باشندون کو اوپر اونکی گردنون پر جزیہ اور اونکی زمینون پر خراج باندھا اور ایسا ہی کیا عمرو بن عاص رض نے جب فتح کیا زمین مصر کو اخراج کیا اسکا ابن سعد نے طبقات مین اور مقرر ہوا خراج ملک شام پر باجتماع صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اور یہ مشہور ہے **ص** اور اگر کوئی شخص زمین ویران کو جو کسی کی ملک نہو آباد کرے تو وہ زمین اگر عشری کے متصل ہوگی تو عشری ہوگی اور اگر خراجی کے متصل ہوگی تو خراجی ہوگی اور وہ خراج جسکو حضرت عمر رض نے سواد عراق پر مقرر کیا تھا یہ ہے کہ جو زمین قابل زراعت ہوا اور وہان پانی پہونچے اوسکی پیداوار زمین سے ہر جریب پیچھے ایک صاع اور ایک درم لینا چاہیے اور ترکاری کی زمین سے ہر جریب مین پانچ درم اور انگور اور چھوہارے کہ ملے ہوئے ہون اونکی جریب مین دس درم اور اوسکے سوا مین مثل زعفران اور باغ وغیرہ کے جو اوسکے حال کے مناسب ہو لیا جاوے **ف** اور یہ سب ثابت ہے حضرت عمر رض سے مختلف روایات مین اخراج کیا اونکا ابو عبید نے کتاب الاموال مین اور عبد الرزاق اور ابن ابی شیبہ نے **ص** اور جریب شصت در شصت ہوتا ہے **ف** یعنی ساٹھ گز کو ساٹھ گز مین ضرب دینے سے جتنا حاصل ہوتے ہین اوتنے کا ایک جریب ہوتا ہے **ص** اور کتب فقہ مین ہے کہ گز کرباس کا سات مٹھی کا ہوتا ہے اور گز مساحت کا ساتھ مٹھی اور ایک اونگلی کھڑی ہوئی اور اہل حساب کے نزدیک گز چوبیس اونگل کا اور اونگل چھہ جو کا ہوتا ہے اسطرح پر کہ سب کے بطون ملے ہون ایک دوسرے سے **ف** چلپی حاشیہ شرح وقایہ مین ہے کہ معتبر جریب مین گز کرباس ہے **ص** اور خراج مین آگے سے بڑھ کر لیا جاوے اور جو گنجایش اسقدر محصول کی نہو تو کم کر دیا جاوے مگر زیادہ کی گنجایش کی صورت مین زیادہ نکیا جاوے نزدیک امام ابو یوسف کے اور نہ زیادہ کیا جاوے نزدیک امام محمد کے **ف** اور صحیح قول امام ابو یوسف کا ہے اور اوسی پر فتوی ہے اور موید ہے اوسکے وہ جو روایت کی عبد الرزاق نے ابراہیم سے کہ آیا ایک شخص پاس عمر رض کے اور کہا کہ زمین خراج مین زیادہ گنجایش ہے اوس سے

جو مقرر ہی ہو وہ پھر تو فرمایا آپ نے کہ نہیں رہا ہی جہاد درمیان انکے یعنی ہمسے کچھ علاقہ نہیں جتنا مقرر ہو چکا اوتنا ہی لیں گے
ص اور جو خراج لگا اسکی زمین پر پانی پہونچنا بند ہو جاوے یا پانی زمین پر غالب ہو جاوے یا کھیتی کو کوئی آفت پہونچے تو ان صورتون
مین زمین پر کچھ خراج نہوگا اور اگر مالک زمین اپنی زمین کو پڑا رکھے یا مسلمان ہو جاوے یا کوئی مسلمان زمین خراجی کو خرید کرے تو
ان سب صورتون مین خراج لازم ہوگا ف اسواسطے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے خرید لیا تھا زمین خراج کو اور خراج دیا کرتے تھے
کہا بیہقی نے معرفہ مین کہ ابن مسعود اور خباب بن الارت اور حسین بن علی اور شریح ان سب کی تھین زمینین خراج کی اور روایت کیے
ابن ابی شیبہ اور بیہقی نے اور عبد الرزاق نے اس باب مین چند آثار ذکر کیا اونکو زیلعی نے تخریج مین اور ابن الہمام نے فتح القدیر
مین ص اور خراجی زمین کے پیداوار مین عشر نہین یعنی اوسکے پیداوار مین خراج ہی کافی ہے عشر نہ لیا جاوے اور امام شافعی کے
نزدیک عشر بھی لیا جاوے ف اور دلیل ہماری یہ ہے کہ کسی نے خلفائے راشدین اور صحابہ مین سے جمع نہین کیا عشر اور خراج مین اور ہدایہ
مین ہے کہ دلیل ہماری قول ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا لَا يَجْتَمِعُ عُشْرٌ وَخَرَاجٌ فِي أَرْضِ مُسْلِمٍ یعنی نہین جمع ہوتے ہین
عشر اور خراج زمین مین مسلمان کی اور اس حدیث کو روایت کیا ابن عدی نے یحیی بن عنبسہ سے ثنا ابو حَنِیفَۃَ عَنْ حَمَّادٍ
عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
لَا يَجْتَمِعُ عَلَى مُسْلِمٍ خَرَاجٌ وَعُشْرٌ اور کہا کہ یہ روایت کی جاتی ہے قول سے ابراہیم کے اور روایت کیا اوسکو
ابو حنیفہ نے حماد سے انھون نے ابراہیم سے پھر آیا یحیی بن عنبسہ اور باطل کیا اوسکو اور ملا دیا اوسکو نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک اور
یحیی بن عنبسہ ظاہر ہے حال اوسکا ضعف مین کہ روایت کرتا ہے ثقات سے موضوعات کو اور کہا ابن حبان نے کہ نہین ہے یہ کلام رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کا اور یحیی بن عنبسہ دجال ہے بناتا ہے حدیث کو نہین حلال ہے روایت اوس سے اور کہا دارقطنی نے یحیی دجال ہے
بناتا ہے حدیث کو اور یہ تہمت ہے امام ابو حنیفہ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک اور ذکر کیا اوسکو ابن الجوزی نے موضوعات
مین اور کہا بیہقی نے کہ یہ حدیث باطل ہے اور یحیی متہم ہے ساتھ وضع کے انتہی لیکن روایت کی ابن ابی شیبہ نے شعبی سے
کہ کہا انھون نے نہین جمع ہوتا ہے عشر اور خراج کسی زمین مین اور ایسی ہی روایت کی عکرمہ سے ص اور اگر سال مین دوبار
پیداوار ہو تو عشر بھی دوبار لیا جاویگا اور خراج دوبارہ نہ لیا جاویگا ف اور مروی ہے یہ حضرت عمر سے روایت کیا اوسکو
ابن ابی شیبہ نے ص لیکن جب خراج مقاسمہ ہو یعنی مثلا ربع پیداوار یا خمس اوسکا مقرر ہو تو وہ مکرر لیا جاویگا مثل عشر کے

فصل جزیے کے بیان مین

جزیہ دو قسم ہے ایک وہ ہے کہ طرفین کی رضامندی سے مقرر ہو تو اوس سے کم یا زیادہ نہ لیا جاوے ف جیسا کہ صلح کی تھی
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل نجران سے دو ہزار کپڑون کے جوڑون پر آدھے صفر مین اور آدھے رجب مین روایت
کیا اوسکو ابو داود نے کتاب الخراج مین ص اور ایک جزیہ وہ ہے کہ امام اپنی طرف سے اوسکو شروع کرے جب غالب ہوا اونپر تو مقرر کیا جاوے
اہل کتاب اور مجوسی اور بت پرست پر جو عجم کا رہنے والا ہو ف اور امام شافعی کے نزدیک بت پرست سے عجم کے بھی جزیہ
نہ لیا جاویگا ص دولت والے پر ہر سال مین ۴۸ درم تو ہر مہینے مین چار درم ہوئے اور بیچ کے حال والے پر چوبیس درم سالانہ
اور فقیر پر جو کما سکتا ہے بارہ درم سالانہ مقرر کیا جاوے اور امام شافعی کے نزدیک ہر مرد بالغ اور عورت بالغہ پر ایک دینار مقرر کیا جاوے

فقیر ہوں یا غنی ف اسواسطے کہ روایت کی ابوداؤد اور ترمذی اور نسائی نے معاذؓ سے کہ بھیجا مجکو رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے طرف یمن کے کہ لوں میں ہر بالغ سے ایک دینار کہا ترمذی نے یہ حدیث حسن ہے اور روایت کیا اسکو ابن حبان نے
صحیح میں اور حاکم نے مستدرک میں اور کہا کہ صحیح ہے شرط بخاری و مسلم پر اور نہیں نکالا انھوں نے اوسکو اور عبد الرزاق کی روایت میں
ہے ومن کل حالم او حالمۃ دینارا اور ہم یہ کہتے ہیں کہ یہ حدیث محمول ہے اوپر صلح کے اور اسیواسطے حکم کیا جزیہ لینے کا
عورت بالغہ سے حالانکہ اوس سے جزیہ نہیں لیا جاتا اور کہا ابو عبید اللہ نے کہ یہ حدیث منسوخ ہے اور دلیل ہماری یہ ہے کہ روایت
کی ابن ابی شیبہ نے کہ مقرر کیا عمر بن خطابؓ نے جزیے کو مالدار پر اڑتالیس درم اور متوسط پر چوبیس درم اور فقیر پر بارہ درم
اور مثل اسکے مروی ہے عثمانؓ اور علیؓ سے ص اور عرب کے بت پرست پر جزیہ نہیں تو اگر امام اونپر غالب ہو تو عورتیں اور چھوٹے
لڑکے اونکے مال غنیمت ہوجاوینگے اور نہ مرتد پر اور نہ قبول کیا جاویگا ان دونوں سے مگر اسلام یا تلوار اور امام شافعی کے نزدیک
مشرکین عرب بھی غلام بنالیے گے ف اور دلیل ہماری ہدایہ میں مذکور ہے ص اور اسیطرح جزیہ نہیں ہے نصرانی گوشہ نشین
پر جسکو عربی میں راہب کہتے ہیں اور لڑکے اور عورت اور غلام اور اندھے اور اپاہج پر اور اوس فقیر پر جو کچھ نہیں کماتا
ف اور امام شافعی کے نزدیک ایسے فقیر سے لیا جاوے اور دلیل ہماری یہ ہے کہ عثمان بن حنیف نے جزیہ نہیں مقرر کیا
فقیر بے کسب پر روبرو جماعت صحابہ کے اور ابن زنجویہ نے روایت کی کہ حضرت عمرؓ نے لکھا کہ نہ جزیہ لیا جاوے شیخ فانی سے
ص اور جزیہ ساقط ہوجاتا ہے موت سے اور اسلام سے ف یعنی وہ کافر اگر مسلمان ہوجاوے تو جزیہ اوسپر نہ رہیگا اور
ایسا ہی اگر مر جاوے اور امام شافعی کے نزدیک دونون صورتوں میں رہتا ہے اور دلیل ہماری قول ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کا کہ نہیں ہے مسلمان پر جزیہ نکالا اوسکو ابوداؤد اور ترمذی نے ابن عباسؓ سے اور طبرانی نے اوسط میں ابن عمرؓ سے کہ جو شخص اسلام
لاوے تو نہیں ہے جزیہ اوسپر ص اور اگر ایک سال کا جزیہ ادا نہیں کیا اور دوسرا سال ہوگیا تو جزیہ ایک سال کا دینا پڑے گا
اسلیے کہ جزیہ ایک سال کا دوسرے میں آجاتا ہے نزدیک امام صاحب کے اور صاحبین کے نزدیک دو سال کا دینا پڑیگا ص
اور نیا گرجا اور یہودیوں کا معبد ف اور اسیطرح ہندوون کا شوالہ ص دار الاسلام میں نہ بنایا جاوے ف
اسواسطے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں خصی کرنا ہے اسلام میں اور نہ بنانا کنیسہ یعنی معبد یہود کا روایت کیا
اوسکو بیہقی نے ابن عباسؓ سے اور ضعیف کیا اسکو اور روایت کیا اوسکو ابو عبید قاسم بن سلام نے اور مروی ہے یہ حضرت عمر
بن الخطابؓ سے بھی ص اور اگر پرانا ڈھ گیا ہو تو اوسکو پھر سے بنالیوین اور ذمی شخص کو مسلمانوں سے لباس اور سواری
اور زین میں جدا کیا جاوے اس طرح کہ گھوڑوں پر سوار نہو اور ہتھیاروں کا استعمال نکرے اور تاگا موٹا جو باندھتے ہیں کمر پر
اوسکو ظاہر رکھے اور ایسے زین پر چڑھے جو پالان کی شکل کا ہو اور جدا کی جاوین عورتیں اونکی راہ میں اور حمام میں ف راہ میں
اس طرح کہ ایک گوشے میں ہوکر چلیں اور حمام میں اسطرح کہ ایسی جگہ بیٹھیں جسکو مسلمان عورتیں نہ بیٹھتی ہوں ص اور اونکے
گھروں پر نشان مقرر کیا جاوے تاکہ فقیر اونکے واسطے دعا نہ مانگیں اور اگر ذمی دار الاسلام کے مقاموں میں لڑائی کی
تیاری سے چڑھ جاوے یا دار الحرب میں چلا جاوے تو عہد اوسکا ٹوٹ جاویگا اور وہ بمنزلے مرتد کے ہوجاویگا ف اسطرح پر
کہ اوسکے مال کو وارثوں میں تقسیم کرینگے ص لیکن اگر پھر ماخوذ ہوگا تو غلام بنالیا جاویگا اور مرتد اگر ماخوذ ہو تو قتل کیا جاویگا

اور اگر ذمی جزیہ دینے سے انکار کرے یا مسلمان عورت سے زنا کرے یا کسی مسلمان کو مار ڈالے یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو برا کہے
تو ان امور سے اوسکا عہد ذمی کا نہیں ٹوٹتا ف لیکن ابن الہمام نے تصریح کی کہ اگر وہ از راہ تمرد اور شرارت کے آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دے تو عہد ٹوٹ جاویگا اور وہ قابل قتل کے ہے کیونکہ ذمی سے جزیہ تحقیر سمجھکر لیا جاتا ہے اور جب ہمارے
پیغمبر کو برا کہنے لگے تو گویا ہم اونسے عاجز ہوئے اور یہی مذہب ہے امام شافعی کا ص اور تغلبی مرد اور عورت سے جو دونوں
بالغ ہوں اہل اسلام کی زکوۃ سے دو چند لیا جاوے ف اور تغلبی کا بیان کتاب الزکوۃ مالوں کی زکوۃ کے بیان میں گذرا
ص اور تغلبی فرقے کا غلام آزاد کیا ہوا مثل قریشیوں کے آزاد کیے ہوئے کے ہے ف یعنی اوس سے زمین کا خراج
اور جزیہ لینا چاہیے جیسے قریشیوں کے غلامان آزاد سے لیتے ہیں زکوۃ کا دونا نہ لینا چاہیے جیسے تغلبیوں سے لیتے ہیں
اور امام زفر کے نزدیک اوس سے دونا لینا چاہیے کیونکہ حدیث میں ہے کہ مولا القوم کا اوسی میں سے ہوتا ہے روایت کیا اوسکو ترمذی نے
اور جواب ہمارا ہدایہ میں مذکور ہے ص اور خراج زمین کا اور جزیہ کا مال اور تغلبیوں کا مال اور جو وہ ہدیہ بھیجیں امام کو اور جو مال
کہ اونسے بدون جنگ کے ہاتھ آوے یہ سب اموال مسلمانوں کے بہتر کاموں میں صرف کیے جاویں مثلاً کافروں کی راہ بند کرنے اور
پانی پر پل باندھنے اور بڑے پل تعمیر کرنے اور عالموں اور قاضیوں اور عاملوں اور سپاہیوں اور اونکی اولاد کے روزینے میں خرچ کریں
اور جو شخص کہ سال کے بیچ میں مر جاوے وہ بخشش سالانہ سے محروم رہیگا اور بخشش سالانہ والے ہمارے زمانے میں قاضی اور مفتی اور مدرس ہیں

باب مرتد یعنی اون لوگوں کے بیان میں جو دین اسلام سے پھر جاویں

مرتد پر اسلام پیش کیا جاوے اور اوسکے دل میں جو مسلمانی کے دین میں شبہے ہوں دور کیے جاویں تو اگر مہلت طلب کرے
تو تین دن تک مہلت دیا جاوے اگر اس عرصے میں توبہ کرے تو بہتر ورنہ قتل کیا جاوے ف تو مہلت دینا اپنی طرف سے
ہمارے نزدیک مستحب ہے اور امام شافعی کے نزدیک حاکم کو درست نہیں کہ بغیر مہلت دیے مار ڈالے دلیل امام اعظم کی وہ ہے جو صحیح بخاری
میں مروی ہے کہ فرمایا آپ نے مَن بَدَّلَ دِينَهُ فَاقْتُلُوهُ یعنی جو شخص بدل ڈالے دین اپنا تو قتل کرو اوسکو اور اگر مہلت مانگے
تو مہلت دینا واجب ہے ص اور مرتد کی توبہ یہ ہے کہ دین اسلام کے سوا سب دینوں سے بیزار ہو یا اوس دین سے
نفرت کرے جسکو اوسنے اختیار کیا ہے اور اگر مسلمان ہونے کو اوسکو نہ کہیں اور اوس سے پہلے ہی مار ڈالیں تو یہ امر مکروہ ہے اگر
کوئی پیشتر ہی اوسکو مار ڈالے تو قاتل پر تاوان نہ آویگا اور مرتد ہونے سے مرتد کی ملک اوسکے مال پر سے جاتی رہتی ہے مگر
ملک کا جانا موقوف رہتا ہے یعنی اگر وہ پھر مسلمان ہو جاوے تو ملک بھی بدستور قائم رہیگی اور اگر حالت مرتدی میں مر جاوے
یا قتل کیا جاوے یا دار الحرب میں مل جاوے اور قاضی اوسکے دار الحرب میں مل جانے کا حکم کرے تو اوسکے مدبر اور ام ولد آزاد
ہو جاوینگے اور قرض اوسکا جو میعادی تھا حال ہو جاویگا یعنی اوسکی مدت باقی نہ رہیگی ف اور امام شافعی کے نزدیک
جب دار الحرب میں مل جاوے اوسکا مال ویسا ہی رہیگا جیسے پہلے تھا ص اور جو کچھ کہ مال اوسکا مسلمانی کی کمائی کا ہوگا
بعد ادائے قرضہ حالت اسلام کے وہ اوسکے مسلمان وارث کا ہوگا اور جو مال کہ اوسنے مرتدی کی حالت میں کمایا ہوگا اوسمیں سے
اون دونوں کا قرضہ دیکر باقی مال غنیمت ہوگا یہ مذہب امام صاحب کا ہے اور صاحبین کے نزدیک دونوں حالت کے مال اوسکے وارث
مسلمان کے ہونگے اور نزدیک امام شافعی کے دونوں حالت کے مال غنیمت ہو جاوینگے اور باطل ہوگا نکاح اور ذبح مرتد کا اور صحیح ہے

طلاق اور ام ولد بنانا اوسکا اور شرکت مفاوضہ **ف** جسکا بیان آگے آتا ہی **ص** اور بیچنا اور خریدنا اور ھبہ کرنا اور اجارہ اور مدبر کرنا اور مکاتب کرنا اور وصیت یہ سب تصرفات موقوف رہینگے پس اگر وہ اسلام لاوے یہ تصرف جاری ہونگے اور اگر مرجاوے یا قتل کیا جاوے یا دار الحرب مین ملجاوے تو سب تصرفات باطل ٹھہرینگے اور جو قبل قاضی کے حکم مرتد کے مسلمان ہو کر چلا آیا تو وہ گویا مرتد ہی نہوا اور اگر بعد اوسکے آیا تو جو مال اوسکا اوسکے وارثون کے پاس ہے لیوے اور اگر عورت مرتد ہوجاوے تو اوسکو جان سے نمارین بلکہ قید کرین یہان تک کہ توبہ کرے **ف** اور امام شافعی کے نزدیک قتل کی جاوے اور دلیل ہماری یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع کیا قتل سے عورتون کے مروی ہے صحیحین مین اور روایت کی دارقطنی نے ابن عباس رضی سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قتل کیجاوے عورت جب مرتد ہوجاوے اور اسناد مین اوسکی عبد اللہ بن عیسیٰ الجزری ہے کہا دارقطنی نے کذاب ہی بناتا ہے احادیث کو اور نکالا ابن عدی نے کامل مین ابی ہریرہ رضی سے کہ ایک عورت مرتد ہوگئی زمانہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مین تو نہین قتل کیا آپنے اوسکو وضعیف کیا اوسکو بسبب حفص بن سلیمان کے کہا ابن عدی نے اکثر روایات اوسکی غیر محفوظ ہین اور نکالا طبرانی نے معجم مین معاذ بن جبل سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب بھیجا اونکو یمن کیطرف تو کہا انسے کہ جو مرد پھر جاوے اسلام سے تو بلا اوسکو اگر توبہ کرے تو قبول کر ورنہ مار گردن اوسکی اور جو عورت کہ پھر جاوے اسلام سے تو بلا اوسکو اگر توبہ کرے تو قبول کر اور اگر انکار کرے تو قید کر اوسکو اور نکالا دارقطنی نے حضرت علی رضی سے کہ فرمایا انھون نے عورت قید کی جاوے اور قتل نہ کی جاوے اور اسناد اوسکی ضعیف ہے بسبب حلاس کے تو اسوقت مین استدلال حدیث صحیحین سے اولی ہے اور امام شافعی کی جانب کی حدیثین ضعیف ہین استدلال اونسے مستقیم نہین ہوتا مذکور ہین فتح القدیر حاشیہ ہدایہ مین **ص** اور صحیح ہے تصرف اوسکا اور حالت اسلام اور ارتداد دونون مین جو کسب اوسکا ہے اوسکے وارثون کو ملیگا تو اگر مسلمان لونڈی مرتد کی جنی اور مرتد نے اوس ولد کا دعوی کیا تو وہ اوسکا بیٹا ہوگا اور وارث ہوگا جس وقت مرتد مرجاوے یا دار الحرب مین مل جاوے اور جو وہ لونڈی نصرانی ہو تو اگر مرتد ہونے اور ولادت مین چھ مہینے سے کم ہے تو وارث ہوگا اور اگر چھ مہینے سے زیادہ ہے تو وارث نہوگا اور اگر مرتد مع اپنے مال کے دار الحرب مین مل جاوے اور مسلمان اوسپر غالب ہون تو وہ مال مسلمانون مین غنیمت ہوجاویگا اور اگر مرتد دار الحرب مین ملکر پھر دار الاسلام مین آکر مال لیکے دار الحرب مین ملجاوے پھر مسلمانون کو غلبے مین وہ مال ہاتھ لگے تو مال مذکور اوس مرتد کے وارث کو قبل قسمت غنیمت کے ملیگا پس اگر مرتد دار الحرب مین جاملے اور وہ اوسکا غلام اوسکے بیٹے کا ہوجاوے یعنی قاضی حکم کر دے کہ اب اسکا مالک بیٹا ہے اور اوسکا بیٹا اوس غلام کو مکاتب کر دے پھر وہ مرتد مسلمان ہو کر چلا آوے تو کتابت کے عوض کا مال اور ولا یعنی ترکہ اوسکا اوسی مرتد کو جو مسلمان ہو گیا ہے ملیگا اور اگر مرتد کسیکو براہ خطا مار ڈالے اور دار الحرب مین جاملے یا مارا جاوے تو خون بہا مقتول کا مرتد کے اوس مال مین سے ہوگا جو حالت اسلام مین کمایا ہو اور صاحبین کے نزدیک دونون حالتون کے مال مین سے ہوگا **ف** اسواسطے کہ انکے نزدیک دونون حالتون کا کسب اوسکے وارث کو ہے **ص** اور اگر عمرو نے زید کا ہاتھ جان بوجھکر کاٹ ڈالا اور زید پھر مرتد ہوگیا اور اوسی زخم مین مرگیا یا دار الحرب مین جاملا اور پھر وہان سے مسلمان ہو کر آیا اور اوسی زخم مین مرگیا تو عمرو کے مال سے نصف خون بہا مرتد کے وارثون کو دلایا جاویگا اور اگر دار الحرب مین نہ جاوے اور دار الاسلام ہی مین مسلمان ہو کر زخم کے سبب سے مرجاوے تو اسصورت مین عمرو تمام خون بہا کا ضامن ہوگا اور امام محمد کے

عبد اللہ بن عیسیٰ الجزری

حفص بن سلیمان

حلاس

نزدیک نصف کا اور جو مکاتب مرتد ہو کر دار الحرب مین جا ملے پھر مال سمیت پکڑا جاوے اور قتل کیا جاوے تو بدل کتابت مالک کو ملیگا اور جسقدر زائد بچے گا وہ مکاتب کے وارثون کو ملیگا اور جو خاوند اور جورو دونون مرتد ہو کر دار الحرب مین جا ملین اور وہان اونکے بیٹا ہوا اور اوس بیٹے کا بیٹا پیدا ہو پھر مسلمانون کی فتح ہوا اور یہ پکڑے جاوین تو بیٹا اور پوتا مرتد کا مال غنیمت ہونگے اور بیٹے پر مسلمان ہونیکے لیے زبردستی کی جاویگی مگر پوتے پر نہ کی جاویگی اور حسن بن زیاد کی روایت مین پوتے پر بھی جبر کیا جاویگا اور جو لڑکا کہ عاقل ہوا اوسکا مرتد ہونا صحیح ہی جیسے اسلام اوسکا صحیح ہی اور ایسے مرتد لڑکے پر مسلمان ہو جانے پر زبردستی کی جاوے گی جان سے نہ مارا جاویگا اگر انکار کرے اسلام سے اور امام شافعی اور زفر کے نزدیک اوسکا ارتداد صحیح ہی اور نہ اسلام اور ہماری دلیل یہ ہی کہ حضرت علی رضی الله عنہ اسلام لائے لڑکپن مین اور صحیح رکھا آنحضرت صلی الله علیہ وسلم نے اسلام اونکا اور فخر کیا حضرت علی نے اس بات سے مشہور ہی کما انھون نے شعر سَبَقْتُكُمْ عَلَى الْاِسْلَامِ طُرًّا ۔ غُلَامًا مَا بَلَغْتُ اَوَانَ حُلُمٖ

ف یعنی پیش دستی کی مینے تمہارے اوپر اسلام مین سب سے درآن حالیکہ مین لڑکا تھا نہین پہونچا تھا وقت احتلام کو روایت کیا اسکو بیہقی نے اور ضعیف کیا اوسکو اور ابن عساکر نے تاریخ مین اور نکالا بخاری نے تاریخ مین عروہ سے کہ اسلام لائے حضرت علی اور وہ آٹھ برس کے تھے اور مستدرک مین حاکم کی ہی کہ دس برس کے تھے اور تفصیل ہی اس مقام مین شیخ ابن الہمام فتح القدیر

باب باغیون کے بیان مین

جو قوم مسلمان بادشاہ اسلام کی فرمان برداری سے باہر ہو جاوین تو بادشاہ اونکو اپنی اطاعت کے لیے کہے اور جو شبہہ اونکو فرمان برداری مین ہو گیا ہو اوسکو دور کرے ف اسواسطے کہ حضرت علی نے ایسا ہی کیا خوارج سے اور ذکر کیا اسکو نسائی نے سنن کبری مین ص تو اگر وہ اکٹھے ہو کر ایک مکان مین جمع ہوین تو بادشاہ کو درست ہی کہ اونسے لڑائی شروع کرے اگرچہ وہ شروع نکرین اور امام شافعی کے نزدیک جب تک وہ شروع نکرین تو بادشاہ شروع نکرے ف اور دلیل ہماری اصل مین مذکور ہی ص اور اگر اونکی جماعت کوئی اور ایسی ہو کہ یہ لوگ اونکے ساتھ ملکر مضبوط ہو جاوینگے تب تو جو شخص ان باغیون مین کا زخمی ہوا اسکو جان سے مار ڈالے اور جو بھاگے اوسکا پیچھا کرے اور اگر ایسی جماعت اونہو تب نہ زخمی کو مارے نہ بھاگتے کا پیچھا کرے اور اونکی اولاد کو قید نکرے اور اونکے مالون کو بانٹ نہ لیوین بلکہ روک رکھین یہانتک کہ وہ توبہ کرین ف اسواسطے کہ روایت کی حاکم نے مستدرک مین اور بزار نے مسند مین کوثر بن حکیم سے اونے نافع سے انھون نے ابن عمر سے کہ رسول الله صلی الله علیہ وسلم نے فرمایا کیا جانتا ہی تو کیا حکم ہی خدا کا باغیون مین اس امت کے کہا انھون نے الله اور رسول اوسکا خوب جانتا ہی تب فرمایا آپ نے کہ اونکے زخمی کو نہ مارین اور اونکے قیدی کو قتل نکرین اور اونکے بھاگتے کو پیچھا نکرین اور اونکے مال کو تقسیم نکرین اور ضعیف کیا اوسکو بزار نے بسبب کوثر بن حکیم کے اور ایسا ہی حکم کیا حضرت علی نے جنگ جمل مین نکالا اسکو ابن ابی شیبہ نے اور عبد الرزاق نے ص اور اگر غازیون کو باغیون کے گھوڑون اور ہتھیارون کی حاجت پڑے تو اونکو کام مین لاوین اور اگر ایک باغی اپنے جیسے باغی کو مار ڈالے پھر اونکی شکست ہو جاوے تو قاتل پر کچھ نہ لازم ہوگا اور جو باغی کسی شہر پر قبضہ کرین اور شہر والون مین سے کوئی شہری دوسرے شہری کو مار ڈالے پھر وہ شہر فتح ہو تو شہری قاتل اوس مقتول کے قصاص مین مارا جاویگا اور اگر باغی کسی عادل کو یعنی جو بادشاہ کی اطاعت مین ہو مار ڈالے اور باغی یہ کہتا ہو کہ مین اسکے مار ڈالنے مین حق پر ہون یا عادل مار ڈالے باغی کو تو قاتل اگر قرابت ورثہ پانے کی اوس مقتول سے

فائدہ



لکھا ہوگا تو اوسکا وارث ہوگا اور جو باغی سکھے کہ مین باطل پر ہون تو وہ مقتول عادل کا وارث نہوگا اور امام شافعی اور ابویوسف کے نزدیک
اگر باغی عادل کو مار یگا تو کبھی وارث نہوگا برابر ہے کہ اپنی حقیت کا دعوی کرے یا کہے کہ مین باطل پر تھا اور اہل فتنہ کے ہاتھ ف مثلا
باغیون اور رہزنون اور اہل حرب کے ہاتھ ص ہتھیارون کا بیچنا مکروہ ہے اور اگر یہ معلوم نہو کہ خریدار اہل فتنہ میں سے ہے تو مکروہ نہین

کتاب اللقیط

اسمین لقیط کا بیان ہے یعنی اوس بچے کا جو پڑا ہوا ملے اور اوسکا والی معلوم نہو ص ایسے بچے کا اوٹھا لینا مسلمان کو مستحب ہے
ف کیونکہ اسمین ایک جان کی محافظت ہے ص اور اگر اوسکے تلف ہوجانے کا خوف ہو تو اوسوقت اوٹھانا واجب ہے مانند
لقطہ کے ف لقطہ کہتے ہین پڑی چیز کو اور اوسکا بھی اوٹھانا وقت خوف تلف کے واجب ہے ص اور وہ بچہ آزاد ہیگا مگر جب
کوئی حجت قائم ہو اوسکے مملوک ہونے پر ف مثلاً گواہ لاوے ص اور اوسکا خرچ بیت المال مین ہوگا ف اسواسطے کہ
حضرت عمرؓ نے کہا لقیط مین لیجا اوسکو اور وہ آزاد ہے ہمارے اوپر ہے نفقہ اوسکا روایت کیا اوسکو مالک نے موطا مین اور شافعی نے
مسند مین اور عبدالرزاق کی روایت مین ہے کہ ہے نفقہ اوسکا بیت المال مین سے اور ایسا ہی منقول ہے حضرت علیؓ سے روایت
کیا اوسکو عبدالرزاق نے ص اور اوسکے قصورون کا تاوان بھی بیت المال مین سے دینگے اور میراث بھی اوسکی وہین ہیگی
ف اسواسطے کہ رزین کی روایت مین ہے کہ فرمایا عمرؓ نے کہ ترکہ اوسکا واسطے مسلمانون کے ہے وارث ہونگے اوسکے
اور دیت دینگے اوسکی طرف سے اونکالا اوسکو بخاری نے ترجمہ باب مین ص اور اوٹھانے والے سے اوسکو کوئی
لے نہین سکتا اور اوسکا نسب ایک شخص اور دو شخصون سے ثابت ہوگا یعنی جو کوئی دعوی کرے کہ یہ میرا لڑکا ہے نسب اوس سے
ثابت ہوگا گو مدعی دو ہون اور اگر دونون مدعیون مین سے کوئی ایسی نشانی بتاوے جو اوس لڑکے مین موجود ہو تو اوس شخص
سے نسب ثابت ہوگا ورنہ دونون برابر ہونگے اور اگر غلام اوسکا دعوی کریگا تو نسب غلام سے ثابت ہوگا مگر وہ بچہ آزاد ہوگا
اور اگر ذمی دعوی کرے کہ میرا ہے تو ذمی سے نسب ثابت ہوگا لیکن وہ بچہ مسلمان رہیگا بشرطیکہ وہ بچہ ذمی کے مکان اور محلے
اور گانون مین نملا ہو اور اگر ذمیون کے مکانون مین پایا جاویگا تو ذمی ہوگا اور اگر اوس بچے کے ساتھ کچھ مال پایا جاوے تو وہ اوس بچے
ہی کا ہے اور اوسکی حاجتون مین صرف کیا جاویگا قاضی کے حکم سے اور بعضون کے نزدیک بغیر حکم قاضی کے صرف کیا جاویگا اور جو اوس بچے
کو کوئی شخص کچھ ہبہ کرے تو اوٹھانے والے کو لے لینا اوسکا درست ہے اور یہ بھی جائز ہے کہ بچے کو کسی پیشے مین لگاوے اور نہین جائز ہے کہ اوسکا
نکاح کر دیوے یا اوسکے مال مین تصرف کرے یا اوسکو کرایہ پر دیوے صحیح مذہب مین ف اور قدوری کی روایت مین کرایہ پر دینا جائز ہے

کتاب اللقطۃ

یعنی پڑی ہوئی چیز پانے کے بیان مین ص پڑی ہوئی چیز امانت ہے پانے والے کے ہاتھ مین اگر گواہ کرے پانے والا اس بات پر
کہ مین اسکو واسطے محافظت کے اور پہونچا دینے کے طرف اوسکے مالک کے لیتا ہون تو اگر وہ چیز اوسکے پاس سے تلف ہو گئی تو اوسپر
تاوان لازم نہ آویگا ف اسواسطے کہ امانت کے تلف ہوجانے سے تاوان نہین ہوتا ص اور اگر گواہ نکیا تو تاوان دینا ہوگا
اگر تلف ہوجاوے نزدیک امام ابوحنیفہ اور امام محمد کے اور امام ابویوسف کے نزدیک نہ دینا ہوگا اور جو پانے والے نے خود اقرار کیا
کہ مینے اس چیز کو اپنے واسطے لیا تھا تو سب کے نزدیک تاوان دینا ہوگا اور گواہ کرنے کی یہ صورت ہے کہ کہے اے مسلمانو

جسکو تم دیکھو کہ گمی ہوئی چیز ڈھونڈھتا ہی تو بیہ نشان دے دو اور اوٹھانے والا اوس چیز کو تبلاتا اور بیان کرتا ہے جس مکان مین
کہ پایا ہی یا جہان بہت لوگون کا مجمع ہوتا ہو اور آواز دے کہ مینے ایک چیز پڑی ہوئی پائی ہی اور اوسکے مالک کو مین نہین جانتا تو
جسکی ہو وہ میرے پاس آوے اور اوسکا وصف بیان کرے تاکہ اوسکو دے دون اور اختلاف ہی تبلانے کی مدت مین تو صحیح
یہ ہی کہ اوسکی کوئی مدت مقرر نہین بلکہ جب تک پانے والے کی راے مین آوے کہ مالک اب بازپرس نکریگا تبلاوے اور امام محمد
اور مالک اور شافعی نے اوسکو اندازہ کیا ہی ساتھ ایک سال کے **ف** اسواسطے کہ زید بن خالد کی حدیث مین ہی کہ پہچنوا او سکو
ایک سال تک روایت کیا اوسکو بخاری و مسلم نے اور ہدایہ مین ہی کہ اگر دس درم سے کم قیمت ہو تو اوسکو کچھ دنون تبلاوے
اور اگر دس یا زیادہ ہون تو ایک سال تک تبلاوے **ص** برابر ہی کہ وہ چیز حل کی ہو یا حرم کی **ف** اور امام شافعی کے
نزدیک جب وہ چیز حرم کی ہووے تو اوسکو تبلاوے یہان تک کہ اوسکا مالک آوے اور دلیل لاتے ہین حدیث ابی ہریرہ سے
کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حرم مکہ کے باب مین کہ نہین حلال ہی لقطہ اوسکا مگر واسطے اوسکے مالک کے روایت کیا اوسکو
بخاری و مسلم نے اور ہماری دلیل مطلق قول ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا زید بن خالد کی حدیث مین کہ تبلاو اوسکو ایک سال
ص اور جو چیزین ایسی ہین کہ مدت تک باقی نہین رہتین جیسے کھانے پکے ہوئے تو اونکو یہان تک تبلاوے کہ خوف اونکے
بگڑنے کا ہو پھر اوس چیز کو خیرات کر دے پھر اگر مالک آجاوے تو اوسکو اختیار ہی چاہے اوسکے خیرات کر دینے کو درست رکھے چاہے
پانے والے سے قیمت لے لے اور جس چارپائے کا کوئی والی نہو اوسکو پکڑ لینا درست ہی اور امام مالک اور شافعی کے نزدیک اگر وہ چارپایہ
اونٹ یا گاے ہو تو چھوڑ دینا اوسکا افضل ہی اور جو اوسکو کھلایا بغیر اذن حاکم کے مفت ہوگا اور جو حاکم کے اذن سے کھلایا ہی وہ اوسکے
مالک کے ذمے قرض ہوگا اور اوٹھائی ہوئی چیز سے اگر نفع مل سکتا ہو تو قاضی اوسکو کرایہ پر دے اور اوسی مین سے اوسکا خرچ کرے
جیسا کہ بھاگے ہوئے غلام مین اوسکا اجارہ دینا درست ہی اور جو اوس سے منفعت نہو تو حکم ہوگا کہ اوسپر خرچ کیا جاوے
اور جب مالک آوے تو خرچ لے لیا جاوے اور اگر یہ واسطے مالک کے بہتر نہو کہ اوسپر خرچ کیا جاوے **ف** مثلا ایسا ہی جانور
کہ اوسکا خرچ اوسکی قیمت سے بڑھ جاتا ہی **ص** تو بیچکر اوسکی قیمت رکھ چھوڑے اور اوٹھانے والے کو اختیار ہی کہ مالک سے جب تک
اپنا خرچہ وصول نکرے تب تک اوس چیز کو روک رکھے تو اگر بعد اوسکے روک رکھنے کے وہ چیز تلف ہو گئی تو نفقہ ثابت ہو گیا اور
جو قبل روک رکھنے کے تلف ہوئی تو ساقط نہوگا اور پائی ہوئی چیز کو دعوی کرنے والے کے حوالے نکرے جب تک کہ مدعی گواہوں سے اپنی ملک
ثابت نکرے پس اگر مدعی کوئی علامت اوس چیز کی بیان کرے کہ اوس سے اوٹھانے والے کو گمان غالب ہو کہ یہی مالک ہی تو اوسکے
حوالے کر دینا حلال ہی مگر واجب نہین اور امام شافعی کے نزدیک واجب ہی اگر وہ نشانی بیان کرے اور وہ موجود ہو اور اگر اوٹھانے والا
محتاج ہو تو پائی ہوئی چیز سے نفع لے ورنہ کسی غیر محتاج کو خیرات کر دے اور اگر اوسکے مان باپ بیوی اور لڑکے محتاج ہون تو اونپر تصدق کرے

کتاب الآبق

یعنی بھاگے ہوئے غلام کے بیان مین پکڑنا اوسکا مستحب ہی بشرطیکہ اوسپر قادر ہو اور جو غلام کہ گھر اپنے مالک کا بھول گیا ہو تو
اوسکا چھوڑ دینا افضل ہی اور اگر پانے والا اوسکے مالک کا گھر جانتا ہو تو وہان تک اوسکو پہنچا دے اور جو شخص کہ بھاگے ہوئے غلام کو یا مدبر
یا ام ولد کو مدت سفر یعنی تین دن تین رات کے فاصلے سے پکڑ کر لاوے تو اوسکو چالیس درم اجرت ملیگی اگرچہ غلام کی قیمت چالیس درم سے

کہ موجب کہ اوسنے گواہ کر دیا ہو کہ مین اسکو اسلیے پکڑتا ہون کہ مالک کے پاس لیجاؤن اور جو مدت سفر سے کم فاصلے سے پکڑ لاوے
تو اوسی حساب سے اجرت ملیگی ف یعنی ایک دن کے فاصلے سے لاویگا تو چالیس درم کی تہائی کا یعنی تیرہ درم اور تہائی درم
کا مستحق ہوگا اور دو روز کے فاصلے سے لانے مین چھبیس درم اور دو تہائی درم کا مستحق ہوگا اور امام شافعی کے نزدیک کچھ اجرت
نہ ملیگی اور ہماری دلیل اثر ابن مسعود کا ہے کہ ا دہون نے فی نفر غلام چالیس درم مقرر کیے روایت کیا اسکو عبدالرزاق نے اور اجماع
صحابہ کا ہے اس اجرت کے لانے پر اور روایتین اسکی موجود ہین مصنف ابن ابی شیبہ اور عبدالرزاق مین ص اور جو پکڑ لانے والے کے
ہاتھ سے غلام بھاگ جائے تو اوسپر تاوان نہوگا ف اور قیمت دینی نہ آویگی ص اور جو اوسنے گواہ نہین کیا تو اوسکو کچھ نملیگا
اور اگر بھاگ جاویگا اوسکے ہاتھ سے تو تاوان دینا ہوگا اور اگر غلام رہن ہو اور بھاگ جائے اور اوسکو کوئی پکڑ لاوے تو اجرت مرتہن کے
ذمے ہوگی اور یہ جب کہ قیمت اوس غلام کی بقدر رقم رہن کے یا اوس سے کم ہووے اور جو رقم رہن سے قیمت اوسکی زیادہ ہووے تو بقدر دین کے
اجرت مرتہن پر ہوگی اور باقی راہن پر اور بھاگے ہوئے غلام پر کچھ خرچ کرنے کا حکم ایسا ہی جیسے لقطہ پر خرچ کرنے کا ف یعنی اگر
قاضی کے حکم سے اوسپر خرچ کریگا تو وہ مالک کے ذمے قرض ہوگا ورنہ مفت کا سلوک ہوگا اور مالک پر کچھ لازم نہ آویگا

کتاب المفقود

اسمین مفقود یعنی گم ہوئے شخص کا جسکا نشان معلوم نہو اور نہ جینے سے اوسکے خبر ہو بیان ہے ص مفقود اپنی ذات کے حق مین
زندہ ہے تو اوسکی بیوی کا دوسرے سے نکاح نہ کیا جاوے اور اوسکا مال وارثون مین بانٹ نہ دیا جاوے اور اوسکا کرایہ فسخ نہو اور
قاضی ایک آدمی مقرر کرے کہ وہ اوسکا حق جو لوگون کے ذمے ہے وصول کرے اور اوسکے مال کی حفاظت کرے اور جس مال کے بگڑ جانیکا
خوف ہو اوسکو بیچ ڈالے اور اوسکی اولاد پر اور ماں باپ پر اور بیوی پر خرچ کرے اور اپنے غیر کے حق مین مردہ ہے تو دوسرے سے وارث
نہوگا بلکہ حصہ اوسکا موقوف رکھینگے نوّے برس تک اور نوّے برس کے بعد قاضی اوسکی موت کا حکم کرے اور ظاہر روایت یہ ہے
کہ جب اوسکے ساتھی ہمعمر مر جاوین تو حکم کرے اوسکی موت کا کیونکہ اس زمانے مین آدمی نوّے برس تک کم جیتا ہے ف اور
امام مالک کے نزدیک جب چار برس گذر جاوین تو قاضی اوسکی بیوی کو جدا کر دے اور وہ عورت عدت کرکے جس سے چاہے
نکاح کرے اور دلیل لاتے ہین قول سے حضرت عمرؓ کے کہ جو عورت گم ہو جاوے خاوند اوسکا اور وہ نجانے کہ کہان ہے تو وہ انتظار کرے
چار برس پھر عدت کرے چار مہینے دس دن اور حلال ہو جائے روایت کیا اوسکو موطا مین اور ابن ابی شیبہ نے مصنف مین اور
ہماری دلیل قول ہے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کہ عورت مفقود کی عورت اوسکی ہے جبتک کہ اوسکا حال کھلے روایت کیا اوسکو
دارقطنی نے سنن مین اور معارض ہے قول عمرؓ کے قول حضرت علیؓ کا کہ کہا اونہون نے عورت مفقود کی پڑ گئی بلا مین تو چاہیے کہ صبر
کرے یہان تک کہ خاوند کے موت یا طلاق کی خبر آوے روایت کیا اوسکو عبدالرزاق نے باسناد صحیح اور روایت کی ابن مسعود سے
کہ وہ بھی موافق تھے حضرت علیؓ کے اور نکالا ابن ابی شیبہ نے ابو قلابہ اور جابر بن زید اور شعبی اور نخعی سے کہ سب نے کہا نہین جائز
ہے اوس عورت کو کہ نکاح کرے یہان تک کہ ظاہر ہو موت اوسکی اور ہدایہ مین ہے کہ حضرت عمرؓ نے رجوع کی طرف قول حضرت علیؓ کے حاصل
یہ ہے کہ اکثر صحابہ کا مذہب موافق ہمارے قول کے ہے ص تو اب اوسکی بیوی عدت کریگی موت کی اور مال اوسکا تقسیم ہوگا ان
وارثون کے درمیان جو اب موجود ہین اور وہ جو حصہ اوسکا موقوف رکھا تھا وہ اوس غیر کے وارثون کو دلایا جاویگا ف تو حاصل یہ ہے

كه اپنے مال كے حق مين تو اوسكى موت كا حكم نوّے برس كے بعد سے كرينگے اور غير كے حق مين اوسكى موت كا حكم نوّے برس كى عمر مين گذرنے كے وقت سے كرينگے تو بعد مدت گذرنے كے ايسا سمجھينگے كه اوس غير كے مرنے كے وقت مفقود كا وجود تھا اور تفصيل اسكى فرائض كى كتابون مين ہے

كتاب الشركة

اسمين شركت كا بيان ہے شركت جائز ہے اسواسطے كه نبى صلى الله عليه وسلم مبعوث ہوئے اور لوگ معامله كرتے تھے شركت كا اور آپنے اوسكو منع نہين كيا اور حديث شريف مين ہے كه فرمايا الله تعالى نے مين تيسرا ہون دو شريكون مين جب تك ايك دوسرے سے خيانت نكرے اور جب خيانت كى تو نكل جاتا ہون مين اونكے درميان سے روايت كيا اسكو ابو داؤد نے اور حاكم نے مستدرك مين ابو ہريرہ رضى الله عنه سے

ص شركت دو طرح پر ہے ايك شركت ملك كه دو شخص ف وراثت كى وجه يا خريدارى سے هدايه ط ايك چيز كے مالك ہو جاوين اور اس شركت مين ہر ايك دونون مين سے اجنبى ہوتا ہے ف يعنى ہر ايك كو دوسرے كے حصے مين تصرف جائز نہين بغير اوسكى اجازت كے هدايه ص اور دوسرى قسم شركت عقد ہے اور اوسمين ايجاب قبول ضرور ہين ف مثلاً ايك كہے شركت كى مينے تجھسے فلان فلان چيز مين اور دوسرا كہے قبول كيا مينے هدايه ص اور اس شركت كى شرط يه ہے كه كوئى امر ايسا نہووے جو اس عقد كو قطع كرے مثلاً احد الشريكين كچھ روپيه مقرر كرے دوسرے سے خاص اپنے نفس كے ليے تو شركت ٹوٹ جاويگى كيونكه جائز ہے كه سوا اون روپيون كے اور كچھ نفع نہو كه اوسمين دونون شريك ہون اور اسكى بھى چار قسمين ہين ايك كو شركت مفاوضه كہتے ہين وه يه كه دو شخص مال شركت اور تصرف اور دين مين برابر ہون تو اس سے يه نكلا كه شركت مفاوضه صحيح نہين ہے مسلمان اور كافر مين ف كيونكه دونون دين مين ايك نہين اور اسى طرح آزاد اور غلام مين اور لڑكے اور بالغ مين ص اور جائز ہے درميان دو مسلمان بالغ كے اور دو كافر كے برابر ہے كه ايك يہودى ہو يا نصرانى اور دوسرا مجوسى اسواسطے كه كفر كو ايك ہى مذہب شمار كرتے ہين اور امام ابو يوسف كے نزديك شركت مسلمان اور كافر مين بھى درست ہے اور امام مالك اور شافعى كے نزديك شركت مفاوضه بالكل درست نہين ف اور دليل ہمارى صاحب ہدايه نے حديث شريف بيان كى كه مفاوضه كرو كيونكه اوسمين بڑى بركت ہے اور دوسرے يه كه تمام لوگ اوسكو كرتے چلے آئے اور كسى سے انكار اسكى صحت كو نہين پہونچا ص اور اس شركت مين ہر شخص دوسرے كا وكيل اور كفيل ہو جاتا ہے تو اگر ايك نے اگر كوئى چيز خريدى تو بائع كو پہونچتا ہے كه قيمت كو اوسكى دوسرے شريك سے مانگے اور جو مفاوضے مين كوئى چيز مول ليگا وه مشترك دونون مين ہوگى مگر اپنے گھر والون كى خوراك اور پوشاك البته مشترك نہوگى اور جو قرضه اون مين سے ايك پر بوجه خريد و فروخت اور كرايه لينے كے يا كفالت كے جب مكفول عنه كے حكم سے ہو ايك پر لازم ہوگا تو دوسرا بھى اوسكا ضامن ہوگا اور جو بغير حكم مكفول عنه كے ايك نے كفالت كى تو اوسكى رقم كا دوسرا ضامن نہوگا ف اور جو قرضه ايسے اسباب سے ہو جنمين شركت صحيح نہين جيسے جنايت اور نكاح اور خلع و صلح قتل عمد سے اور نفقه تو اون مين ايك دوسرے كا كفيل نہوگا ص اور اگر ايسا مال جس مين شركت مفاوضه درست ہے ف مثلاً روپيه اشرفى ص ايك شريك كو كسى نے ہبه كيا اور اوسنے قبضه كيا يا ورثے مين ملا تو مفاوضه ٹوٹ جاويگا اگرچه اسباب يا زمين ہبه يا ورثے مين ايك كو ملے تو شركت مفاوضه باطل نہوگى دوسرى قسم اسكى شركت عنان ہے جسمين صرف وكالت ہوتى ہے اور كفالت نہين ہوتى اور اسمين اگر بعض مال مين شركت ہو اور بعض مين نہو يا ايك كا مال زياده ہو دوسرے سے اور نفع برابر ہو يا مال دونون كے برابر ہون اور نفع برابر نہو يا خلاف جنس ہو كه ايك نے روپيه ديا ہو اور دوسرے نے اشرفى

١ كفيل كہتے ہين ضامن كو اور مكفول به اوس مال كو جسكى ضمانت كى ہے اور مكفول عنه وه شخص جسكى ضمانت كى ہے اور مكفول له وه شخص جسكے نفع كے ليے ضمانت كى ہے مثلاً زيد كے سو روپيه عمرو پر قرض آتے تھے اور بكر نے عمرو كى اس مال ضمانت كى تو بكر كفيل ہے [illegible] اور عمرو مكفول عنه اور زيد مكفول له ہے اور تفصيل اسكى كتاب الكفالت مين آويگى انشاء الله تعالى منه

یا یہ کہ ہر ایک اون مین سے اپنے مال کو ملا دے اس طرح درست ہی اور اس شرکت مین جونسا شخص کوئی چیز مول لیگا تو مطالبہ قیمت کا فقط
اوسی مشتری سے کیا جاویگا دوسرے شریک سے نہوگا اسلیے کہ اس شرکت مین کفالت نہین ہان مشتری جو دام چیز کے بائع کو دے
اوسمین سے دوسرے شریک سے اوسکے حصے کے موافق پھر لیوے یعنی جتنا اوسکی طرف سے اسنے اپنے مال مین سے دیا ہو
وہ اوس سے پھر لے اور یہ شرکت اور شرکت مفاوضہ دونون بدون روپیہ اشرفی اور پیسون کے جنکا چلن ہو اور چاندی سونے کے
ٹکڑون کے جن پر سکہ نہو اگر لوگون مین اوسکا لین دین جاری ہو درست نہین ف یعنی شرکت مفاوضہ و عنان مین چاہیے کہ
دونون شخص روپیہ خواہ اشرفی خواہ بغیر سکے کی ڈلیان جو مروج ہون خواہ پیسے مروج ملا دین ورنہ درست نہوگی ص اور اگر دو شخص
اس طرح کرین کہ ہر ایک اپنا آدھا مال دوسرے کے آدھے مال کے بدلے مین بیچ ڈالے اور شرکت مفاوضہ یا عنان کرین تو درست ہی
ف اور یہ حیلہ ہی شرکت ہی جس صورت مین کہ چاندی سونا برابر نہ ملا دین اور اسباب ملانا منظور ہو ص اگر کل مال شرکت
کا یا مال ایک شریک کا قبل خریدنے کسی چیز کے ہلاک ہوجاوے تو شرکت باطل ہوگی اور وہ مال جو ہلاک ہوا ہی صاحب مال کا ہوگا اگر مال
مل جل نہ گیا ہو برابر ہی کہ اوسی کے ہاتھ سے ہلاک ہو یا دوسرے شریک کے ہاتھ سے اور جو وہ مال مل جل گیا ہو تو وہ سب
شریکون کا ہوگا اور جو دونون شریکون مین سے ایک اپنے مال کے عوض مین کچھ اسباب خریدے اور بعد خریدنے کے دوسرے کا
مال تلف ہوجاوے تو جو اسباب خرید ہوا ہی وہ دونون مین مشترک ہوگا اور جسنے مول لیا ہی وہ اپنے شریک کے حصے کے موافق
قیمت اسباب کی اوس سے لے لے اور جو قبل خریدنے کے تلف ہوجاوے اور پیچھے دوسرا شریک اپنے مال سے کوئی چیز خریدے تو جسکا
مال تلف ہوا ہی اوسنے اگر دوسرے شریک کو وقت شرکت کے وکیل صریح بنایا ہو مثلاً کہدیا ہو کہ جو چیز تو اپنے مال سے خریدیگا تو اوسکا
آدھا میرے واسطے خریدنا تو اب جو اسباب خرید ہوا ہی دونون مین مشترک ہوجاویگا اور جسنے مول لیا ہی وہ اپنے شریک کے حصے کے
موافق اوس سے قیمت لے لیگا اور اگر اوسنے دوسرے شریک کو وکیل صریح نہین بنایا تھا تو وہ کل اسباب اوسی کا ہوجاویگا
جسنے خریدا ہی اور شرکت مفاوضہ اور عنان کے دونون شریکون مین سے ہر ایک کو اختیار ہی کہ مال مشترک کو بطور بضاعت ف
یعنی کل نفع اپنا ٹھہرا کر ص کسیکے حوالے کرے یا امانت رکھے یا مضاربت پر دیوے یا کسیکو وکیل کرے اور ہر ایک کے ہاتھ مین
مال بطور امانت کے ہوگا یعنی اگر بغیر اسکی زیادتی کے ہلاک ہوجاوے تو اوسپر ضمان نہوگا تیسری قسم شرکت عقد کی شرکت صنائع
اور تقبل ہی اور اوسکی صورت یہ ہی کہ دو کاریگر مثلاً دو درزی خواہ ایک درزی اور ایک رنگریز اس شرط پر شریک ہون کہ دونون مشترک
کام کیا کرین اور مزدوری جو کچھ ملے اوسکو دونون بانٹ لیا کرین یا کام دونون برابر کرین لیکن مال اجرت ایک کو دو تہائی ملے
اور ایک کو ایک تہائی اور اس شرکت مین اگر ایک شخص کوئی کام منظور کرلیگا وہ دونون کو کرنا لازم ہوگا تو کام دینے والے کو ہر ایک سے مطالبہ
پہونچتا ہی کام کا اور اسی طرح ہر ایک کو پہونچتا ہی کہ کام کروانے والے سے اجرت طلب کرے اور جو کام دینے والا ایک کو اجرت دیدے
تو بری ہوجاویگا اور جو کمائی ہووے وہ دونون مین مشترک ہوگی اگرچہ کام ایک ہی کرتا ہو چوتھی قسم شرکت عقد کی شرکت وجوہ ہی
اوسکی صورت یہ ہی کہ دو شخص بدون مال کے شریک ہون اس طرح کہ اپنے اعتبار سے مال خریدین اور بیچین یعنی لوگون سے جان پہچان
ہونے کی بہت سے مال بطور قرض خریدین اور بیچین اور نقد کچھ نہ لگاوین اور اصل قیمت حوالے مالک کے کرکے باقی جو کچھ
بچے اوسکو بانٹ لین اور اسمین ہر ایک دوسرے کا وکیل اور کفیل ہوتا ہی اگر یہ بطور مفاوضہ ہو اور فقط وکیل ہوتا ہی اور اگر بطور عنان ہی

پھر اگر نصفا نصفی کے قرار سے مال خریدیں یا ایک تہائی ایک کو اور دو تہائی دوسرے کے لیے اس طرح پر لیں تو نفع بھی اسی طرح ہوگا اور زیادتی کی شرط باطل ہوگی یعنی اگر آپس میں اقرار کریں کہ مال آدھوں آدھ خریدینگے تو نفع بھی نصفا نصف ہوگا اگرچہ قرار میں نفع ایک کا زیادہ ٹھہرا لے

فصل شرکت نہیں جائز ہے لکڑیاں لانے اور گھانس جمع کرنے اور شکار کرنے میں تو جسنے جو کچھ کسب کیا ہو وہ اوسی کا ہوگا اور جس چیز کو دونوں نے ساتھ لیا ہو تو وہ آدھی آدھی اونکو ملیگی اور جو ایک نے حاصل کیا لیکن دوسرے نے مدد کی جیسے ایک نے گھانس کھودی اور دوسرے نے اکٹھا کی تو گھانس کھودنے والے کی ہوگی اور مدد کرنے والے کو اوس قدر مزدوری جو اجتنی ملیگی جتنا اوس نے کام کیا ہوگا امام محمد کے نزدیک اور امام ابو یوسف کے نزدیک اوس چیز کی آدھی قیمت سے زیادہ اوسکو مزدوری نہ ملیگی اور اسی طرح جائز نہیں شرکت پانی کھینچنے میں مثلاً ایک کا خچر تھا اور دوسرے کی پکھال اور پانی ایک نے کھینچا تو اجرت سب کھینچنے والے کو ملیگی اور دوسرے کی دوسری چیز کی اجرت لازم ہوگی ف یعنی مثلاً اگر خچر اوسکا تھا اور پکھال دوسرے کی تو پکھال کی اجرت دینی ہوگی اور اگر پکھال اوسکی اور خچر دوسرے کا تھا تو خچر کی اجرت اوسکو دینی ہوگی ص اور جس صورت میں کہ شرکت فاسد ہو جاوے تو نفع مال کی مقدار ہوگا مثلاً شرکت میں کچھ نفع ایک شریک نے زیادہ ٹھہرا لیے تو شرکت فاسد ہوگی اور نفع بقدر مال کے ہوگا تو مال شرکت اگر آدھوں آدھ تھا تو نفع آدھا آدھا ملیگا اور شرط زیادہ کی باطل ہوگی اور شرکت دونوں شریکوں میں سے کسیکے مرجانے سے یا مرتد ہوکر دار الحرب میں ملجانے سے جبکہ قاضی حکم اوسکے ملنے کا کرے باطل ہو جاتی ہے اور چاہیے کہ کوئی دونوں شریکوں میں سے دوسرے کے مال کی زکوۃ بدون اوسکی اجازت کے نہ دے پس اگر ہر ایک نے دوسرے کو اپنے مال کی زکوۃ دیدینے کی اجازت دیدی اور دونوں نے ایک ساتھ ادا کی تو ہر ایک دوسرے کے حصے کا ضامن ہوگا اور جو ایک نے آگے اور دوسرے نے پیچھے دی تو پچھلے ہی کو اول شخص کے حصے کی زکوۃ کا تاوان لازم ہوگا اگرچہ اول کے ادا سے واقف نہو اور صاحبین کے نزدیک جب اول کی ادا سے واقف نہوگا تو ضامن نہوگا اور جو مفاوضت کے دو شریکوں میں سے ایک نے دوسرے کو صحبت کرنے کے لیے ایک لونڈی خریدنے کی اجازت دی اوسنے اوسی اجازت کے بموجب لونڈی خریدی اور مال مشترک میں سے اوسکی قیمت دی تو یہ لونڈی اوس خریدنے والے کی ہوگی بدون عوض کے یعنی نصف قیمت لونڈی کی اپنے شریک اجازت دینے والے کو نہ دینی پڑیگی اور صاحبین کے نزدیک دینی پڑیگی اور بائع لونڈی کی قیمت ہر ایک سے لے سکتا ہے

کتاب الوقف

وقف کہتے ہیں اسکو کہ کوئی شخص کسی چیز کو اپنی ملک میں روک رکھے اور اوسکا نفع خیرات کرے جیسے عاریت میں ہوتا ہے ف اور یہ مذہب امام ابو حنیفہ کا ہے اور دلیل اونکی یہ ہے کہ روایت ہے ابن عباس سے کہ کہا انھوں نے سنا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جب اوتری سورہ نسا اور اوتری اوسمیں فرائض کہ منع کیا آپنے حبس سے روایت کیا اوسکو طحاوی نے شرح معانی الآثار میں اور روایت کیا اوسکو دارقطنی نے اور اسناد میں اوسکی عبد اللہ بن لہیعہ اور بھائی اوسکا دونوں ضعیف ہیں اور روایت کیا اوسکو ابن ابی شیبہ نے موقوفاً حضرت علی پر کہ کہا انھوں نے نہیں حبس ہے فرائض سے اللہ تعالی کے اور مطلب اسکا یہ ہے کہ نہیں ہے کوئی مال کہ روکا جاوے بعد موت مالک کے تقسیم سے درمیان ورثہ کے اور فرائض سے مراد حصے ہیں ورثہ کے اور بھی روایت کی ابن ابی شیبہ نے شریح سے کہ کہا انھوں نے آئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور بیچتے تھے روکی ہوئی چیز کو نکالا اوسکو بیہقی نے اور تفصیل اسکی فتح القدیر میں ہے ص اور صاحبین کے نزدیک وقف اسکو کہتے ہیں کہ روکنا کسی چیز کا

انتقال ملک کی ملک مین ف اور دلیل انکی روایت ہے حضرت عمرؓ کی کہ کہا واسطے انکے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ارادہ
رکھتے تھے وہ وقف کرنے کا ایک زمین کے کہ تصدق کرے اوسکو نہ بیچی جاوے اور نہ ہبہ کی جاوے اور نہ میراث ہووے روایت کیا
اوسکو امام محمد نے باسناد صحیح اور صحاح ستہ والون نے ص اور فتوی صاحبین کے قول پر ہے تو امام صاحب کے مذہب کے موافق
اگر کسی نے وقف کیا کسی چیز کو فقیرون پر یا سقایہ مثل حوض وغیرہ کے یا مسافرخانہ واسطے مسافرون کے یا قافلہ اترنے کا
مکان بنایا یا اپنی زمین کو مقبرہ کر دیا تو ملک وقف کرنے والے کی اوس سے نکلیگی اگرچہ اوسکو موقوف کیا ہو موت پر مثلاً کہا کہ اگر
مین مرجاؤن تو وقف کیا اوسکو صحیح قول مین ف اور ایک روایت مین امام سے ملک جاتی رہیگی ص مگر یہ کہ حاکم اوسکی ملک
جاتے رہنے کا حکم کردے یا مسجد بناوے اور راستہ اوسکا جدا کردے اور لوگون کو اوسمین نماز پڑھنے کی اجازت دیدے اور ایک شخص
بھی اوسمین نماز پڑھے تو ملک اوسکی جاتی رہیگی اگرچہ اوس مسجد کے تلے ایک تہخانہ ہو جو مسجد کے امور کے واسطے بنایا گیا ہو اور جو مسجد
بنا کر اوسکے نیچے تہخانہ اور کامون کے لیے بنایا یا اپنے گھر کے اندر مسجد بنائی اور اوسمین اذن نماز کا دیا تو وہ ملک سے اوسکی نجاویگی ف
تو اوسکا بیچنا درست ہوگا اور اوس سے ترکہ دوسرے وارثون کو پہنچیگا یعنی وقف مسجد کے حکم مین نہوگی ص اور امام ابو یوسف کے
نزدیک ملک وقف کرنے والے کی فقط زبان سے کہنے سے کہ مینے اسکو وقف کیا جاتی رہتی ہے اور امام محمد کے نزدیک جب جاتی ہے کہ اوسکو
متولی کے سپرد کردے اور وہ اوسپر قبضہ کرلے تو درست ہے وقف مشاع کا یعنی ایک تہائی یا نصف زمین کا بغیر تعیین کے جب کہ وہ
قسمت کی مانع ہو امام ابو یوسف کے نزدیک اور فتوی اسی پر ہے اور امام محمد کے نزدیک جائز نہین ہے اگر وقف کیا مشاع کو ایسی چیز مین
کہ وہ قابل قسمت کے نہو تو جائز ہے سب کے نزدیک مگر مسجد اور مقبرے مین جائز نہین اور اگر واقف وقف کے پیداوار کو اپنی ذات کے واسطے
کرلے یا وقف کی ولایت اپنی طرف کرلے کہ متولی خود ہے تو درست ہے ف امام ابو یوسف کے نزدیک اور امام محمد کے نزدیک درست
نہین دلیل ابو یوسف کی یہ ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کھاتے تھے اپنے صدقے سے اور یہ حدیث اس لفظ سے نہین ملی لیکن روایت کیا
ابن ابی شیبہ نے مصنف مین کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کھلاتے تھے صدقہ مقطوعہ سے اپنے اہل کو موافق دستور کے اور بھی فرمایا رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو خرچ کرے سو اپنی ذات اور اہل اور اولاد اور خادم پر تو وہ صدقہ ہے واسطے اوسکے روایت کیا اوسکو
ابن ماجہ نے مقدام بن معدیکرب سے اور روایت کیا اوسکو نسائی نے کہ جو کھلاوے تو اپنے نفس کو تو وہ تیرے واسطے صدقہ
ہے اور نکالا اوسکو حاکم اور دارقطنی اور طبرانی نے بہت سے طرق سے اور الفاظ مختلفہ سے لیکن اگر وہ خیانت کرتا ہو تو موقوف
کو اوسکے ہاتھ سے نکال لینا چاہیے اگرچہ اوسنے شرط کرلی ہو کہ موقوف کو میرے ہاتھ سے نہ نکالین کنز ص اور جو کسی نے
شرط کی زمین کے وقف کرتے وقت کہ جب چاہون اس زمین کے بدلے اور کو وقف کردون تو جائز ہے امام ابو یوسف کے
نزدیک اور اوسپر فتوی نہین دیا جاویگا کیونکہ اوسمین بہت طرح کے فساد دیکھتے ہین اور ہمارے زمانے کے ظالم حاکم اکثر مسلمانون
کے وقفون کو باطل کردیتے ہین ف تو اب فتوی امام محمد کے قول پر چاہیے کہ شرط باطل ہے اور وقف جائز ہے ص اور یہ بھی
ضرور ہے کہ وقف کی صورت کا انجام کو ایسی کردے کہ وہ منقطع نہو جاوے بلکہ جاری رہے ف مثلاً اگر خاص لوگون پر وقف کرے
جنکا کسی زمانے مین نہونا ممکن ہو تو یہ کہدے کہ ان لوگون کے نرہنے کے بعد وقف کے فقیرون یا طلبا کو اوسکا نفع پہنچے
تاکہ ہمیشہ وقف جاری رہے ص اور امام ابو یوسف کے نزدیک بغیر یہ کہے کے وقف صحیح ہو جاویگا اور جب وہ لوگ جن پر

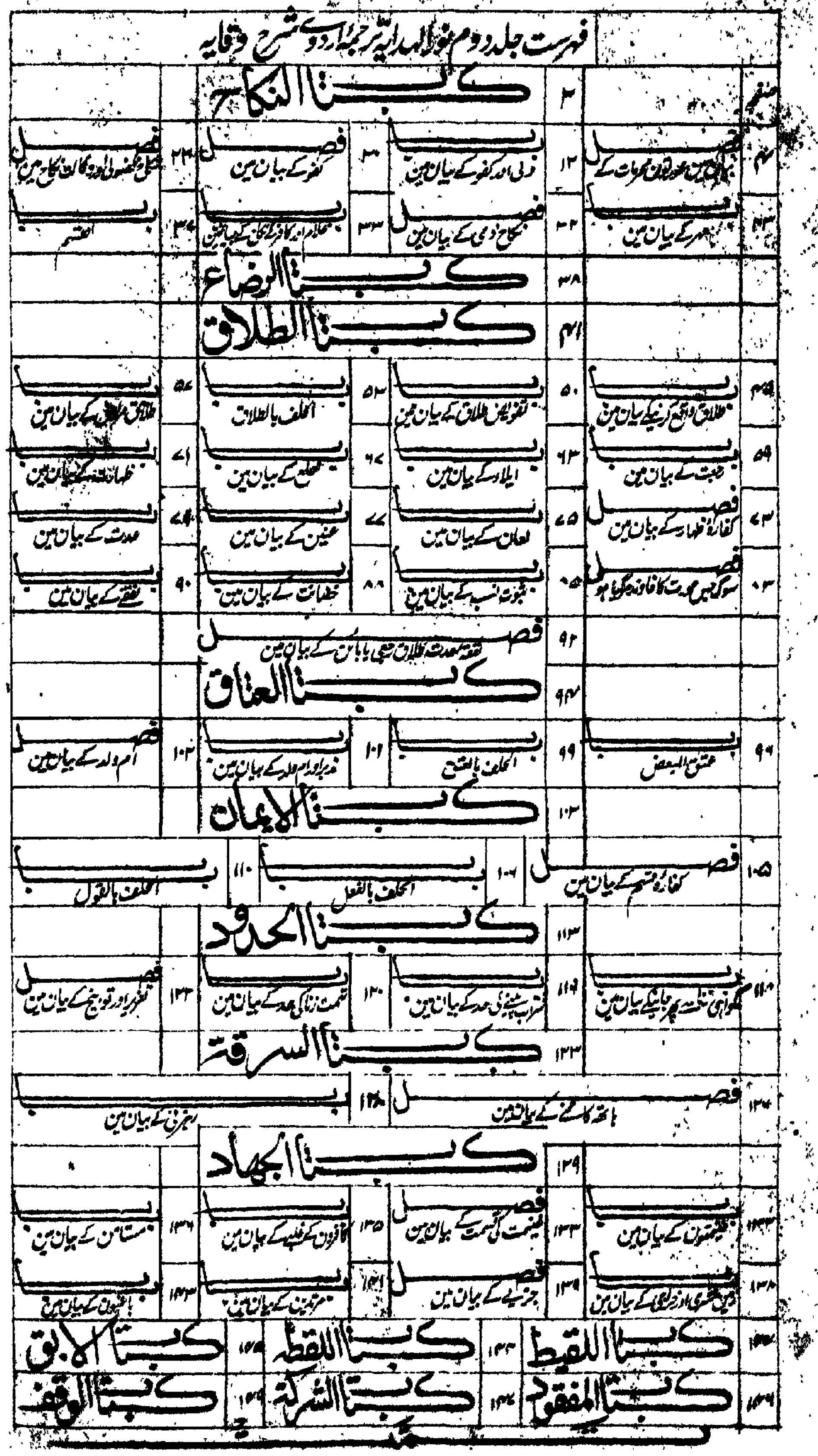
وقف کیا ہو شہرون تو فقیرون پر صرف کیا جاویگا اور صحیح ہو وقف عقار کا ف یعنی غیر منقول کا جیسے زمین ص منقول کا
ف امام صاحب کے نزدیک ص اور امام محمد کے نزدیک جائز ہی وقف کرنا اون اشیاے منقولہ کا جن کے وقف کرنے
کا معمول ہی جیسے تبر اور پھاوڑا اور بسولا اور آرہ اور تابوت اور اوسکے کپڑے اور ہانڈی اور دیگچی اور مصحف اور اسی
پر عمل ہی اکثر شہرون کے فقہا کا ف وقف غیر منقول کا اسواسطے جائز ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ نے
وقف کیا اوسکا جیسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک زمین کو اور زبیر بن عوام نے ایک گھر کو روایت کیا اوسکو ابراہیم حربی نے کتاب غریب الحدیث
مین اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک زمین کو واسطے مسافرون کے روایت کیا اوسکو بخاری نے اور وقف منقول
کا امام محمد کے نزدیک اسواسطے جائز ہی کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ خالد نے روک دیا اپنی زرہون کو
اور گھوڑون کو خدا کی راہ مین روایت کیا اوسکو بخاری و مسلم نے زیادہ کیا صاحب ہدایہ نے کہ روک رکھا طلحہ نے
زرہون کو اپنی اللہ کی راہ مین اور گھوڑون کو ص اور جب وقف صحیح ہوا تو بعد اوسکے کیسی کی ملک مین نہ آویگا اور جو بعض
متاخرین نے جائز رکھا ہی وقف کو جب خراب ہو جاوے اور گرنے لگے واسطے عمارت کرنے باقی کے تو صحیح یہ ہی کہ جائز نہین ہی اور
جائز ہی قسمت کر دینا مشاع کا بعد وقف کے امام ابو یوسف کے نزدیک تو جس شخص نے ایک زمین مشترک کو وقف کیا تو نزدیک
امام ابو یوسف کے جائز ہی کہ اوسکو بانٹ لے اپنے شریک کے ساتھ اور دوسرے شریک کے حصے سے اوسکو جدا کر لے
اور اگر اپنی ساری زمین مین سے آدھی کو وقف کیا تو قاضی اوسکو قسمت کر دے اور جو وقف کہ فقیرون پر ہو تو اوسکے
محاصل کو اول اوسکی مرمت اور درستی مین صرف کرینگے گو واقف نے اس بات کی شرط نکی ہو اور اگر موقوف کوئی مکان ہو
اور ایک شخص معین پر وقف کیا ہو اور کہا ہو کہ بعد اوسکے فقیرون کے لیے ہی تو اوسکی تعمیر اوس شخص کے ذمے ہی اور اگر وہ مرمت
نکرے یا مفلس ہی تو حاکم اوس مکان کو کرایہ دیکر زر کرایہ سے اوسکی تعمیر کرے اور بعد تعمیر کے پھر اوسی شخص کو دیدیوے
اور اگر موقوف ٹوٹ جاوے تو اوسکی لکڑیان چونا وغیرہ اوسی کی تعمیر مین لگایا جاوے اگر ضرورت ہو ورنہ اوسکو رکھ چھوڑین
وقت حاجت کے اوسکو صرف کرین اور اگر وہ قابل صرف کرنے کے نہو تو اوسکو بیچین اور قیمت اوسکی موقوف کی تعمیر مین
صرف کرین اور وقف کے مستحقون کو تقسیم کرین فقط

تمت

خاتمۃ الطبع الحمد للہ والمنۃ کہ دوسری جلد نور الہدایہ یعنی ترجمہ اردو شرح وقایہ تصنیف تحریر فرمایا ہوا مولوی محمد وحید الزمان
صاحب سلمہ اللہ الواہب باہتمام امیدوار غفران محمد عبد الرحمن بن حاجی محمد روشن خان و تربیت یافتہ خدمت بابرکت معظم
محمد مصطفی خان مفیض علیہما سجال العفو والغفران باہتمام مطبع نظامی واقع کانپور اوائل شہر ربیع الاول ۱۲۹۴ ہجری مین بکمال ... طبع ہوئی

وجہ مہر و دستخط کی خاتمے پر

واسطے سند اس بات کے کہ یہ کتاب چھپی ہوئی مطبع نظامی واقع کانپور کی ہی مہر اور دستخط صاحب مطبع کے خاتمے مین ثبت ہوتے



فہرست جلد دوم عون الہدایہ ترجمہ اردو شرح وقایہ



بسم اللہ الرحمن الرحیم

نظم فرض نماز	قطعہ فرض وضو
فرض جو وہ ہیں مصلی کے تمام	چار ہیں قرآن میں فرض بتحقیق
جسم و جامہ و جا کا پاک اور ستر	سب سے پہلے منھ کو دھو
وقت و نیت اور قبلہ رو بیاں	پھر کہنیوں تک ہاتھ دھو
پھر تکبیر و قیام و قرأت با نظام	مسح کر سر کا پانوں دھو ٹخنوں تک

پھر رکوع و سجدہ آخر کا قعود
پھر ارادہ سے نکلنا اے ودود

ماشاء الله لا قوة الا بالله

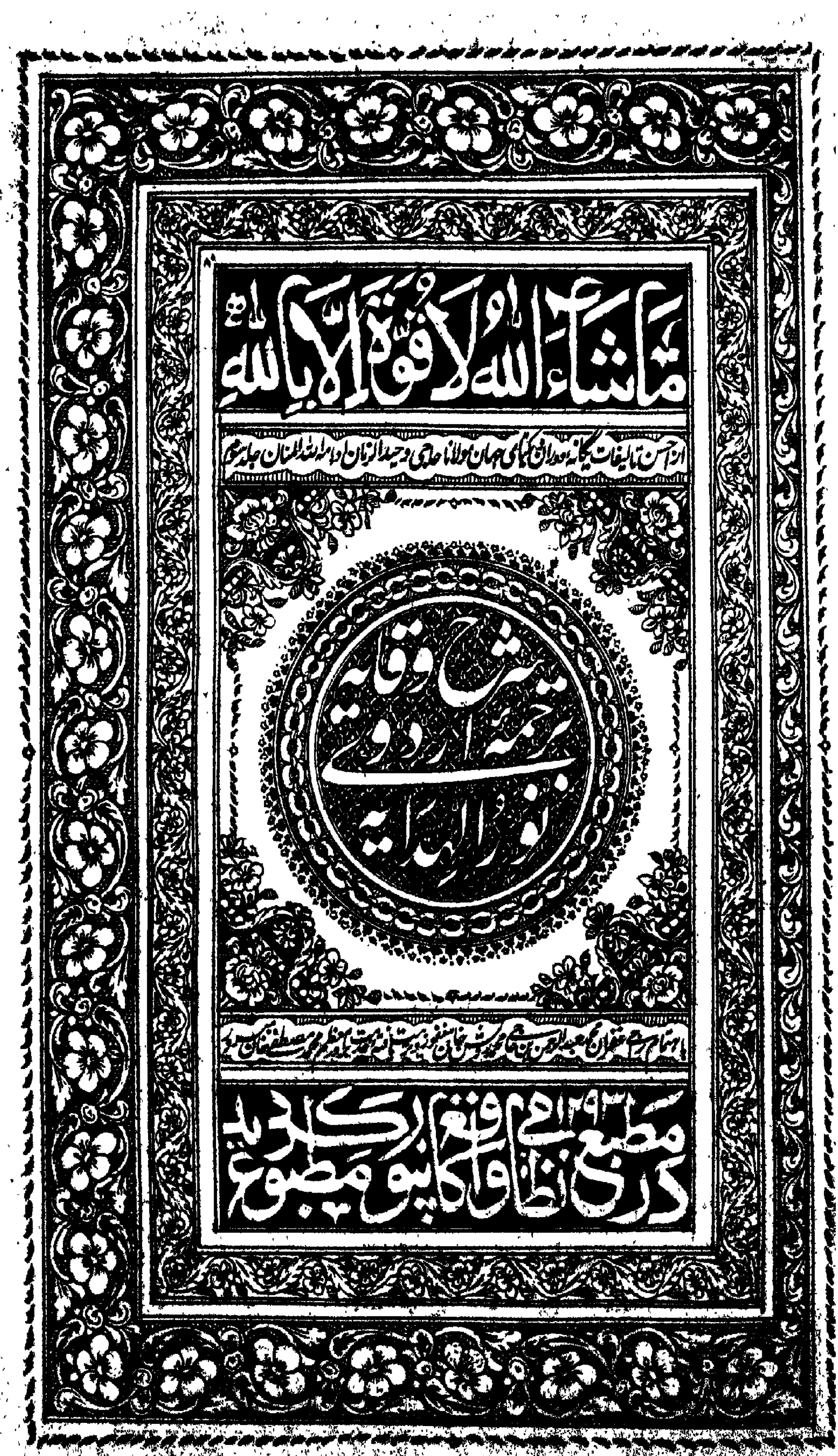
بتوفیق خداوند انام حسب اجازت مترجم علام

جلد سوم و چہارم ترجمہ اردوی شرح وقایہ

مطبع نظامی واقع کانپور مین رجسٹری ہو کر چھپی

سنہ ۱۲۹۳ ہجری نبوی

Name of informer.	Name of apprehender.	By whom instituted, and substance of charge, under what act or regulation.	Date of institution.	Substance of adjudicating officer's decision.	Amount of fine realized.	Date of application for reward from special grant if made.	Amount of reward disbursed.		Re[illegible] and statem[illegible] rewards [illegible] of a[illegible]
							To informer.	To apprehender.	


ما شاء الله لا قوة الا بالله
از احسن تالیفات یگانہ دوران گرامی جہان مولانا حاجی وحید الزمان دام الله المنان جلد سوم
ترجمہ اردو شرح وقایہ
نور الہدایہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کتاب البیع

بیع کہتے ہیں مال کو مال سے بدلنے کو اور وہ منعقد ہوتی ہے ایجاب اور قبول سے جب دونوں ماضی کے صیغے سے ہوں ف جاننا چاہیے
کہ حلت اور جواز بیع کا کلام اللہ سے ثابت ہے فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَاَحَلَّ اللّٰہُ الْبَیْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا یعنی اللہ نے بیع کو حلال
کیا اور بیاج کو حرام کیا اور روایت کی امام احمد نے مسند میں اور بزار نے رفاعہ بن رافع سے کہ پوچھے گئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم کہ کونسا کسب بہتر ہے فرمایا آپ نے کھانا مرد کا اپنے ہاتھ سے اور سب بیع و فروخت جو بھلی ہو و صحیح کیا اس حدیث کو حاکم نے اور روایت
کی ابوداود و ترمذی نسائی ابن ماجہ نے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اے گروہ سوداگروں کے تحقیق کہ خرید اور فروخت میں لغو
اور قسم ہوتی ہے تو ملا دو اوسکو تم صدقے سے یعنی بیع میں اکثر بیکار باتیں اور جھوٹی قسمیں صادر ہو جاتی ہیں تو اس گناہ کے اٹھانے کے لیے
صدقہ دیا کرو اور مبعوث ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حال آنکہ لوگ خرید و فروخت کیا کرتے تھے تو اجماع ہو گیا اور پھر
عقل بھی یہی چاہتی ہے کہ بیع جائز ہووے کیونکہ آدمی محتاج ہے کھانے کپڑے گھر کا تو اگر کھانے کے لیے کھیت کا جوتنا پھر اوس میں بیج بونا
پھر اوسکا سینچنا اور حفاظت کرنا پھر کھیت کا کاٹنا اور اناج کا صاف کرنا پھر پیسنا اور خمیر کرنا اور روٹی کا پکانا سب اوسکی
ذات سے متعلق ہووے تو اوس سے ہرگز نہو سکیگا اور اسی طرح کپڑے میں روئی کے درخت بونا اور اوس میں سے روئی نکالنا اور
کاتنا اور بننا یہ سب کام اوس ایک ذات خاص سے ممکن نہیں ہے تو اسواسطے ضرور ہوا کہ اپنی حاجت رفع کرنے کے لیے کچھ خریدے اور کچھ بیچے
کیونکہ اگر خرید نہوتی تو یا دوسرے کی چیز کو زبردستی سے چھین لیتا یا بھیک مانگتا یا صبر کر کے بیٹھ رہتا اور یہ طرح خرابی
ہو گئی انتہی اور دونوں طرف مال کی قید اسواسطے لگائی کہ جو چیز مال نہیں ہے مثلاً شخص آزاد یا مٹی تو اوسکی بیع جائز نہیں
اور ایجاب کہتے ہیں اوس بات کو جو پہلے کہی جاوے اور قبول جو اوسکے جواب میں دوسرا کہے مثلاً اگر پہلے بائع نے کہا میں نے
بیچا یہ اسباب تیرے ہاتھ مشتری نے کہا میں نے خریدا تو بائع کا قول ایجاب ہے اور مشتری کا قول قبول اور جو پہلے مشتری نے کہا میں نے
خریدا یہ اسباب تیرے ہاتھ سے بائع نے کہا میں نے بیچا تو مشتری کا قول ایجاب ہوا اور بائع کا قول قبول اور یہ [illegible] دونوں

لفظ ماضی کے صیغے ہوں یعنی بیع کے ثبوت پر دلالت کریں تو اگر مشتری نے صیغہ امر کہا یعنی بیچ میرے ہاتھ اور بائع نے کہا بیچا
تو اب بیع صحیح نہوگی جبتک پھر مشتری نہ کہے خریدا فقط **ص** اور رضامندی کی قید بیع میں اسواسطے لگائی کہ بیع مکرہ کی یعنی
جس پر زبردستی کیجاوے مال بیچنے پر منعقد ہے **ف** اور اسکا بیان کتاب الاکراہ میں آویگا **ص** اور بھی بیع جائز ہو جاتی ہے
اسطرح کہ بائع اپنی چیز مشتری کو اوٹھا کر دیدے اور مشتری دام اوسکے حوالہ کرے اور زبان سے کچھ نکہیں اور اسکو بیع تعاطی
کہتے ہیں اور جائز ہے یہ عمدہ نفیس چیزوں میں اور ذلیل چیزوں میں بھی اور کرخی رح کے نزدیک یہ خسیس یعنی ذلیل چیزوں میں جائز
ہے اور عمدہ نفیس چیزوں میں جائز نہیں **ف** ذلیل چیزیں ہلکی قیمت کی جیسے ترکاری گھانس وغیرہ اور نفیس جو بھاری چیزیں
جیسے کپڑا گھوڑا وغیرہ **ص** اور بیع تعاطی میں شرط ہے کہ دونوں جانب سے ہووے اور بعضوں کے نزدیک ایک جانب سے
بھی اگر ہو درست تو بھی ہو جاتی ہے جیسے گیہوں کا نرخ کیا اور ناپ کرلے لیے اور اوسکے پاس کوئی ظرف نہ تھا کہ اوسمیں گیہوں رکھکر
لیجاوے بعد اوسکے ظرف لایا اور قیمت حوالے کی اور گیہوں لیگیا **ف** تو اسمیں تعاطی صرف مشتری کی جانب سے ہوئی **ص** یا پوچھا
کہ گیہوں کیونکر بیچتا ہے تو اوس نے کہا ایک پیمانہ ایک درہم کو اور وہ پانچ پیمانے پورا کرلے گیا تو بیع ہو گی اور مشتری پر پانچ درہم
لازم ہونگے **ف** تو اسمیں تعاطی صرف بائع کی طرف سے ہوئی لیکن بیع تعاطی میں بہرحال شرط ہے کہ کسی جانب سے ناراضمندی
ظاہر نہووے مثلاً اگر مشتری نے روپے دیدیے اور خربوزے اوٹھالے لیتا ہے اور بائع کہتا ہے کہ میں اس قیمت پر نہ دونگا تو بیع منعقد
نہوگی درمختار **ص** پھر جبکہ ایک نے ایجاب کیا تو دوسرا قبول کرے اوسکو اوسی مجلس میں **ف** یعنی مجلس ایجاب میں اسواسطے
کہ بعد مجلس ایجاب کے قبول کرنے سے بیع ثابت نہوگی یہانتک کہ اگر بائع ایجاب کے بعد دوسرے آدمی سے اپنی کسی حاجت کا کلام
کریگا تو ایجاب باطل ہوگا کذا فی البحر طحطاوی نے لکھا ہے کہ مجلس سے وہ مراد ہے جسمیں وہ قول اور فعل نہ پایا جاوے جو اعراض پر دلالت
کرے اور وہ مشغولی نہ درپیش ہووے جو ایجاب کو فوت کردیوے اگرچہ اعراض کے واسطے نہووے کذا فی النہر تو اگر اعراض یا مشغولی
مذکور پائی جاویگی تو ایجاب مذکور باطل ہوجاویگا اگرچہ بائع اور مشتری کا مکان نشست متحد رہے **ص** یعنی کل مبیع کو
ساتھ کل قیمت کے چھوڑ دیوے مگر جب کئی چیزیں ہوں اور ہر ایک کی بائع الگ الگ قیمت بیان کرے تو بعض کا لے لینا مشتری کو جائز ہے
اور جبتک دوسرے نے قبول نہیں کیا ہے تو ایجاب کرنیوالا اگر پھر گیا یا کوئی اوس مجلس سے کھڑا ہوگیا تو ایجاب باطل ہوجاویگا **ف** اسواسطے کہ کھڑے
ہو جانا دلیل ہے نہ لینے کی **ص** اور جب ایجاب قبول دونوں ہوگئے تو بیع لازم ہوگئی اب کسیکو اختیار نہیں مگر خیار عیب یا خیار رویت **ف** یعنی جب
ایجاب و قبول اپنے شرائط کے ساتھ حاصل ہوا تو بیع لازم ہوگئی اب پھیر لینے کا اختیار مشتری کو نہیں رہا اور نہ دینے کا بائع کو اختیار رہا سوای
اختیار عیب کے یا رویت کے کہ اون دونوں کا بیان آگے آویگا اور امام شافعی کے نزدیک بعد ایجاب وقبول کے خیار مجلس ہر ایک کو رہتا ہے جب تک مجلس سے جدا نہ ہوں دلیل
شافعی کی وہ حدیث ہے جسکو روایت کیا بخاری مسلم نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب بیچنے والا اور خریدار بیع کریں تو
ہر ایک کو اختیار رہتا ہے جبتک کہ جدا نہوں اور تاویل کی اسکی ابراہیم نخعی نے ساتھ جدائی اقوال کے اور دلیل ہماری قول ہے اللہ تعالیٰ کا
یٰاَیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ یعنی اے ایمان والو پورا کرو عقدوں کو اور بیع عقد ہے قبل اختیار کے اور قول اللہ تعالیٰ کا
وَاَشْهِدُوْا اِذَا تَبَایَعْتُمْ یعنی گواہ کرلو جب باہم بیع کرو تو اس آیت میں حکم ہوا مضبوطی بیع کا ساتھ گواہی کے اور بیع صادق
آتی ہے بعد ایجاب اور قبول کے تو اگر خیار ثابت ہو اور بیع لازم نہو تو ان آیتوں کا ابطال ہوتا ہے فتح دوسری دلیل امام صاحب

کی یہ ہو کہ جابرؓ نے روایت کی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اختیار دیا ایک اعرابی کو بعد بیع کے اخراج کیا اوسکا ترمذی نے کیونکہ اس حدیث سے معلوم
ہوا کہ بعد بیع خیار ہے اور دام ثابت نہیں ہوتا **ص** اور دام اگر سامنے ہوں کہ مشتری اوسکی طرف اشارہ کر دیوے تو ضرورت بیان شمار اور وصف کی
نہیں اور اگر اشارہ نہ کرے تو اوسکی تعداد اور وصف بیان کرنا چاہیے **ف** یعنی اگر قیمت کی رقم سامنے موجود ہووے اور مشتری اشارہ کر دے
کہ میں ان داموں کے عوض یہ چیز لیتا ہوں تو ضرورت بیان اونکے تعداد اور اوصاف کی نہیں اور اگر اشارہ نہ کرے تو اونکی تعداد کہ دس روپے اور
اوصاف یعنی سکہ شاہی یا عالمگیری بیان کرنا ضرور ہے **ص** اور درست ہے نقد داموں سے بیچنا اور اودھار بیچنا بشرطیکہ اودھار کی مدت معلوم
ہووے **ف** مثلاً کہدیوے کہ ایک مہینہ میں اسکے روپے ہم دینگے اسواسطے کہ مدت اگر معلوم نہو گی تو مشتری اور بائع میں جھگڑا
ہوگا بائع دام جلدی طلب کریگا اور مشتری دیر میں دیگا اور دلیل اسکے جواز کی یہ ہے کہ قول اللہ تعالی کا وَاَحَلَّ اللّٰہُ الْبَیْعَ
وَحَرَّمَ الرِّبٰوا مطلق ہے اوسمیں یہ قید نہیں کہ دام نقد دیوے اور روایت کی بخاری مسلم نے حضرت عائشہؓ سے کہ حضرت صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم نے غلہ خریدا ایک یہودی سے میعاد پر اور گرو کر دی اوسکے پاس زرہ اپنی **ص** اور اگر بیع میں دام کے اوصاف ذکر نہ
کیجیے **ف** مثلاً دس درہم کا نام لیا اور یہ نہ کہا کہ مصری ہے یا دمشقی **ص** تو اگر اوس دام کی سب قسمیں قیمت میں برابر ہیں تو
جونسی قسم چاہے دیدے اور اگر قیمت ہر ایک کی مختلف ہے تو جسکا رواج زیادہ ہو وہ دینا پڑیگا اور اگر رواج میں بھی برابر ہوں تو بیع
فاسد ہو جاویگی **ف** اسواسطے کہ اس صورت میں بائع اور مشتری میں نزاع ہوگی بائع اوس قسم کا درہم مانگیگا جو قیمت میں زیادہ
ہو اور مشتری کم قیمت دیگا **ص** اور جائز ہے بیع کھانے کی چیزونکی جیسے گیہوں وغیرہ پیمانے میں ناپ کر **ف** اسواسطے کہ
روایت کی جماعت نے عبادہ بن صامتؓ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیچو سونا بدلے سونے کے اور چاندی بدلے میں چاندی
کے اور گیہوں بدلے میں گیہوں کے اور جو بدلے میں جو کے اور کھجور بدلے میں کھجور کے اور نمک بدلے میں نمک کے برابر برابر اس ہاتھ
دے اوس ہاتھ لے **ص** اور ڈھیر لگا کر اگر غیر جنس سے ہو **ف** مثلاً غلہ عوض میں روپے یا اشرفی یا پیسوں کے بیچے یا گیہوں
بدلے میں چانول کے یا جو کے اور اگر ایک جنس سے ہو مثلاً گیہوں بدلے میں گیہوں کے تو ڈھیر لگا کر بیچنا درست نہیں اسواسطے کہ اسمیں
احتمال ہے زیادتی کا اور زیادتی اسمیں بیاج ہے اور خلاف جنس میں اسکا احتمال نہیں کیونکہ اوسی حدیث عبادہ میں ہے کہ جب قسمیں مختلف ہو جاویں تو جس طرح
چاہو بیچو مگر دست بدست **ص** اور ایک برتن خاص یا معین باٹ سے ناپ تولکر بیچنا درست ہے اگرچہ اوسکا اندازہ معلوم نہووے
اور اگر اناج کا ڈھیر صاع پیچھے ایک درہم ٹھہرا کر بیچے تو صرف ایک صاع کی بیع ہوگی کل ڈھیر کی نہوگی مگر جب جتنے صاع ہیں سب کا
ذکر کر دیوے مثلاً یوں کہے کہ یہ ڈھیر اناج کا دس صاع ہے ہر صاع بدلے میں ایک درہم کے **ف** اور صاحبین کے نزدیک دونوں صورتوں
میں کل ڈھیر میں بیع جائز ہو جاویگی اور صاع ایک پیمانہ کا نام ہے جسمیں قریب پونے چار سیر اناج سماتا ہے اسی روپے کے سیر سے
ص اور اگر بکریوں کا گلہ یا کپڑے کا تھان ہر بکری یا گز پیچھے درہم ٹھہرا کر بیچے تو بیع کل کی فاسد ہو گی **ف** یعنی ایک بکری
اور ایک گز کی بھی صحیح نہوگی اسواسطے کہ میان افراد بکری کے مختلف ہیں کیونکہ مشتری موٹی بکری لیگا اور بائع دُبلی دیگا
بخلاف اناج کے کہ وہاں سب دانے برابر ہیں اور صاحبین کے نزدیک اسمیں بھی جائز ہے اور یہ مسئلہ اوس کپڑے میں ہے جسمیں ایک
گز جدا کرنا موجب نقصان کا ہووے اور جو نہووے تو امام صاحب کے نزدیک بھی جائز ہوگی منہ **ص** اور یہی حکم ہے ہر معدود متفاوت
میں **ف** یعنی جو چیزیں شمار کرکے بیچی جاتی ہیں اور افراد اونکے بڑائی چھوٹائی میں مختلف ہیں جیسے خربوزہ انار وغیرہ **ص** اھ

اگر بائع نے ایک ڈھیر اناج کا بیچا یہ کہکر کہ سو صاع ہین سو درہم کے اور وہ ننانوے نکلے تو مشتری چاہے ننانوے درہم دیکے لے
یا راضی نہو تو واپس کر دے اور جو سو سے زیادہ نکلین تو وہ بائع کا ہی اسواسطے کہ اوسنے صرف سو صاع بیچے تھے اور اگر ایک کپڑے
کے تھان کو اسطرح بیچا ف یعنی مثلاً کہا کہ یہ دس گز ہی دس روپیہ کا ص اور وہ ایک گز کم نکلا تو مشتری چاہے سارا تھان
دس روپیہ کو لے لیوے خواہ سارا پھیر دیوے اور جو زیادہ نکلا تو وہ مشتری کا ہی اور بائع کو اختیار نہین کہ چاہے دے اور چاہے نہ دے
ف اس مشتری کو یہ نہین پہونچتا کہ نو کو لے لیوے اور دلیل اسکی اصل کتاب مین مذکور ہو ص اور اگر تھان کی قیمت مین بائع نے
یون کہدیا کہ یہ دس گز ہی ہر گز ایک روپیہ کو تو اب اگر ایک گز کم نکلا تو مشتری کو پہونچتا ہی کہ حصے رسد ہونے لیلے یا واپس
کر دیوے اور ایسا ہی جو اگر زیادہ نکلا ف مثلاً ایک گز کم نکلا تو نو روپیہ کو لے سکتا ہی اور اگر ایک گز زیادہ نکلا تو گیارہ کو
لیسکتا ہی اور دونون صورتون مین مشتری کو اختیار ہی فسخ بیع کا اور اگر ساڑھے نو گز نکلا یا ساڑھے دس گز تو اوسکا حکم آگے
آتا ہو ص اور اگر ایک گھر سو گز کا ہی اوسمین سے دس گز زمین بیچی جسکی جگہہ معلوم نہووے تو بیع فاسد ہی اور اگر مکان کے سو حصے
ہون اوسمین سے دس حصے بیچے تو جائز ہی اور صاحبین کے نزدیک دونون صورتون مین درست ہو ف اور دلیل سب کی ہدایہ مین مسطور ہی
ص اور اگر ایک گٹھری اس شرط پر بیچے کہ اوسمین دس تھان ہین اور اوسمین کم زیادہ نکلے تو دونون صورتون مین بیع فاسد ہی اور
اسی صورت مین اگر ہر ہر تھان کے دام کہدے تو جب دس سے کم نکلین بیع صحیح ہوگی اور مشتری کو اختیار ہی چاہے حصہ رسد دام
دیکے لیوے یا پھیر دیوے اور اگر دس سے زیادہ نکلین تو بیع فاسد ہوگی اسلیے کہ اس صورت مین معلوم نہین کہ دس تھان جو بکے ہین
کونسے ہین اور اگر ایک تھان کو بیچا اس شرط پر کہ دس گز ہی ہر گز ایک درہم کو اور وہ ساڑھے دس گز نکلا تو مشتری دس درہم کو
لیلیوے بغیر اختیار کے ف یعنی اوسکو پھیرنے کا اختیار نہین ہی اسواسطے کہ اس زیادتی مین مشتری کا نفع ہی کچھ نقصان نہین
ص اور اگر ساڑھے نو گز نکلا تو نو روپیہ کو لے لیوے اگر چاہے اور چاہے کل پھیر دیوے اور یہ مذہب امام صاحب کا ہی اور ابو یوسف کے
نزدیک اگر مشتری چاہے تو اول صورت مین گیارہ روپیہ کو لیوے اور دوسری صورت مین دس کو اور امام محمد کے نزدیک اگر مشتری
چاہے تو اول صورت مین ساڑھے دس روپیہ کو اور دوسری صورت مین ساڑھے نو کو لے لیوے ف درمختار مین لکھا ہی کہ فتوی امام صاحب
کے قول پر ہو لیکن بہت سے علما نے بلحاظ عرف کے قول امام محمد کا اختیار کیا ہی سو اسواسطے قاضی کو اختیار ہی جس روایت پر فتوی دے
ہو سکتا ہو ص اور صحیح ہو بیچنا گیہون کا بالی مین ف اور امام شافعی کے نزدیک ایک قول مین ناجائز ہی اور دلیل ہماری یہ ہی کہ منع
کیا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیچنے سے گیہون کے بالی مین یہان تک کہ سفید ہو جاوے اور محفوظ ہو جاوے آفت سے روایت کیا
اسکو جماعت نے سوائے بخاری کے ص اور اسیطرح باقلے کا اور چانول کا اور تل کا چھلکون مین اور اسیطرح اخروٹ اور بادام
اور پستے کا پہلے چھلکون مین یعنی اوپر والے پوست مین اور امام شافعی کے نزدیک درست نہین ہی اور دوسرے چھلکون مین یعنی انکے
پوست مین بالاتفاق جائز ہی اور پھل کا بیچنا درخت پر خواہ وہ کار آمد ہو گیا ہو یعنی کھانے کے قابل ہو گیا ہو یا نہوا ہو درست ہی
اور مشتری کو اوسیوقت اوسکا توڑ لینا واجب ہو ف اور دلیل اسکی فتح القدیر مین مذکور ہو ص اور اگر مشتری نے یہ شرط لگائی
کہ مین ان پھلون کو درخت پر رہنے دونگا تو بیع فاسد ہوگی جیسے پھل درخت پر بیچے اور کچھ رطل اوسمین سے نکال لیے ف یعنی
یون کہا کہ مین پھل اس درخت کے بیچتا ہون مگر چار سیر تمین سے لونگا اوسکو نہین بیچون گا تو یہ بیع ناجائز ہی اور ہدایہ اور درمختار مین ہی

کہ باعتبار ظاہر روایت کے جائز ہو اور یہی صحیح ہو اسواسطے کہ حدیث جابرؓ میں ہی کہ منع کیا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیع میں کچھ نکال لینے سے مگر یہ کہ معلوم ہووے یعنی معین کر دے کہ اسمیں سے اسقدر نہیں بیچونگا روایت کیا اسکو ترمذی نے **ص** اور بیع میں مزدوری ناپنے والے اور تولنے والے اور گنے والے اسباب کی بائع پر ہی اور مزدوری قیمت تولنے والے اور پرکھنے والے کی مشتری پر ہو **ف** اور ایک روایت میں ہی پرکھنے والے کی اجرت بائع پر ہو لیکن صحیح اول ہو **خلاصہ ص** اور اگر اسباب کو بدلے روپیہ اشرفی کے خریدا تو پہلے مشتری کو حکم ہوگا کہ قیمت حوالے کرے بعد اوسکے بائع کو اور اگر اسباب کو بدلے میں اسباب کے یا روپیہ اشرفی کو بدلے میں روپیہ اشرفی کے خریدا تو دونوں کو حکم ہوگا کہ ساتھ ایک دوسرے کو دیوین ✣ ✣

باب الخیار

ف یعنی جانکرؔ بیچنے کے بیان میں خواہ بائع کو اختیار ہو یا مشتری کو یا دونوں کو **ص** بائع اور مشتری دونونکو خواہ ایک کو تین دن کا یا اس سے کم کا اختیار درست ہو اور اس سے زیادہ کا درست نہیں **ف** اور صاحبین کے نزدیک جائز ہو ایک مدت معلوم تک کا ہو گو کتنے دن کا ہووے خواہ ایک مہینے کا یا ایک سال کا اور اس اختیار کو خیار الشرط کہتے ہیں دلیل امام صاحب کی وہ حدیث ہی جسکو روایت کیا دار قطنی اور بیہقی نے کہ حبان بن منقذ بن عمرو انصاری دھوکا دیے جاتے تھے خرید و فروخت میں تو فرمایا واسطے اونکے حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ جب سودا کرے تو تو کہہ نہیں فریب ہو اور مجھے اختیار ہو تین دن تک اور روایت کی عبد الرزاق نے ابان بن ابی عیاش سے اونہوں نے انس سے کہ ایک شخص نے خریدا ایک اونٹ اور شرط کی اختیار کی چار دن تک تو باطل کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیع کو اور فرمایا کہ اختیار تین دن تک ہی لیکن ابان بن ابی عیاش ضعیف ہی گو مرد صالح ہو اور روایت کی دار قطنی نے نافع سے انہوں نے ابن عمرؓ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اختیار تین دن تک ہی اور اسکی اسناد میں احمد بن میسرہ متروک الحدیث ہی اور صاحبین کی دلیل صاحب ہدایہ نے یہ بیان کی ہی کہ ابن عمرؓ نے جائز رکھا اختیار کو دو مہینے تک اور اس اثر کا کتب حدیث میں نشان نہیں ملتا **ص** تو اگر بیع ہوئی اور تین دن سے زیادہ کا اختیار شرط ہوا تو امام صاحب اور زفرؒ کے نزدیک بیع فاسد ہوا اور صاحبین کے نزدیک جائز ہو پھر اگر تین دن کے اندر انھوں نے اجازت دیدی **ف** یعنی بیع کو نافذ اور لازم کر دیا **ص** تو امام صاحب کے نزدیک جائز ہو جاویگی اور امام زفرؒ کے نزدیک جائز نہوگی **ف** اور فتویٰ امام صاحب کے قول پر ہو **ص** اور جو اس شرط پر خریدا کہ اگر تین دن تک دام ندونگا تو بیع نہوگی تو یہ شرط جائز ہی اور چار دن کی اگر قید لگا دیگا تو درست نہوگی نزدیک شیخین کے اور امام محمدؒ کے نزدیک درست ہوگی لیکن چار دن کی قید لگا کر اگر تین دن کے اندر قیمت ادا کر دیگا تو سب کے نزدیک بیع درست ہو جاویگی

مسئلہ بائع کا اختیار شی مبیع کو ملک بائع سے نہیں نکالتا بلکہ وہ شی مدت خیار تک بائع کی ملک میں رہتی ہو تو اگر بائع کے اختیار کی صورت میں وہ شی مشتری کے پاس تلف ہو گئی تو مشتری پر قیمت اوس شی کی لازم آویگی نہ ثمن **ف** ثمن اسکو کہتے ہیں جو بائع اور مشتری کے درمیان ٹھہری ہو اور قیمت جو اوسکا نرخ بازار ہووے مثلاً ایک کپڑا زید نے عمرو سے چار روپیہ کو خریدا تو چار روپیہ ثمن ہوے اب بازار میں اوسکی قیمت تین حال سے خالی نہیں یا چار روپیہ ہیں یا کم و بیش اول صورت میں ثمن اور قیمت مقدار میں مساوی ہیں اور دوسری صورت میں ثمن زیادہ اور قیمت کم ہی اور تیسری صورت میں ثمن کم اور قیمت زیادہ ہو تو اس مسئلے کی مثال یہ ہو کہ زید نے عمرو کے ہاتھ ایک کپڑا چار روپیہ کو بیچا اس شرط پر کہ زید نے اپنے واسطے تین دن کا اختیار

ابان بن ابی عیاش

احمد بن میسرہ

رکھا کہ اس عرصے مین چاہون تو کپڑا پھیر دون یا اوسکی ثمن سے لون ف اور وہ کپڑا لیکر چلا گیا بعد اوسکے اندر مدت خیار کے
وہ کپڑا عمرو کے پاس تلف ہوگیا تو عمرو پر چار روپے ثمن کے لازم نہ آوینگے بلکہ جو کچھ اوس کپڑے کی قیمت از روی نرخ بازار
ہووے وہ دینا پڑیگی اسلیے کہ جب بائع نے خیار کیا تو وہ کپڑا اوسی کی ملک مین رہا تو گویا ابھی بیع ہوئی نہین اور مشتری اوسکو قبضہ
خریداری میں لیگیا ہے اور اوسمین قیمت لازم آتی ہے ص اور مشتری کو اگر خیار ہووے تو وہ شی بائع کی ملک سے نکل جاتی ہے لیکن مدت
اندر مشتری کی بھی ملک مین نہین آتی امام صاحب کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک بائع کی ملک سے نکل کر مشتری کی ملک مین
آجاتی ہے اس صورت مین اگر وہ شی مشتری کے پاس تلف ہوگئی یا عیب دار ہوگئی تو مشتری پر ثمن لازم آویگی ف تو حاصل
کلام یہ ہے کہ اگر بائع کو اختیار ہووے اور وہ شی مشتری کے پاس تلف ہوجاوے تو اوسکو قیمت دینی پڑیگی اور اگر مشتری کو اختیار
ہووے اور وہ شی اوسکے پاس تلف یا عیب دار ہوجاوے تو ثمن دینی پڑے گی ص اگر ایک شخص نے اپنی منکوحہ لونڈی کو اوسکے
مالک سے خریدا بشرط خیار تو امام صاحب کے نزدیک نکاح نہین فاسد ہوگا مدت خیار مین اسواسطے کہ اونکے نزدیک جب مشتری کو
خیار ہووے تو وہ شی ملک مین مشتری کے نہین آتی اور صاحبین کے نزدیک فاسد ہوجاویگا اسواسطے کہ وہ اوس لونڈی کا مالک ہوگیا
تو اگر بعد خریدنے کے مدت خیار مین خاوند نے اوس سے وطی کی اور وہ عورت ثیبہ ہے تو تب بھی پھیر سکتا ہے اور اگر بکر ہے تو نہین پھیر سکتا
ہے نزدیک امام صاحب کے اور صاحبین کے نزدیک خواہ بکر ہو یا ثیب کسی صورت مین نہین پھیر سکتا ف اور وجہ اوسکی ظاہر ہے اور
آگے اور آٹھ مسئلے بیان ہوتے ہین وہ سب مبنی ہین اسی بات پر کہ خیار مشتری مین امام صاحب کے نزدیک وہ شی ملک مشتری مین نہین آتی
اور صاحبین کے نزدیک ملک مین مشتری کے آجاتی ہے ص اگر مشتری نے ایک غلام بشرط خیار خریدا اور وہ اوسکا قریب نکلا
ف یعنی ذو رحم محرم جسکا بیان کتاب الاعتاق مین ہوچکا ص تو امام صاحب کے نزدیک مدت خیار مین وہ آزاد نہوگا اور صاحبین
کے نزدیک آزاد ہوجاویگا اور اگر کسی نے یہ قسم کی کہ اگر مین کسی غلام کا مالک ہون تو وہ آزاد ہے اور پھر ایک غلام بشرط
خیار خریدا تو امام صاحب کے نزدیک آزاد نہوگا مدت خیار مین اور صاحبین کے نزدیک آزاد ہوجاویگا ف اور اگر یہ قسم کھائی تھی کہ اگر
کسی غلام کو خریدون تو وہ آزاد ہے تو بمجرد خریدنے کے آزاد ہوجاویگا سب کے نزدیک ھدایہ ص جس لونڈی کو بشرط
خیار خریدا تو مدت خیار مین جو اوسکو حیض آویگا وہ استبرا مین شمار نہوگا اور صاحبین کے نزدیک شمار ہوگا اور اگر پھر اوسکو بائع پر رد
کردیا تو بائع پر بعد قبضے کے استبرا واجب نہوگا امام صاحب کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک واجب ہوگا اور اگر اپنی منکوحہ لونڈی
حاملہ کو اوسکے مالک سے بشرط خیار خریدا اور مدت خیار مین وہ جنی تو امام صاحب کے نزدیک ام ولد نہوگی تو اوسکو پھیر سکتا ہے اور صاحبین کے
نزدیک مشتری کی ام ولد ہوجاویگی تو اب نہین پھیر سکتا ہے اور اگر مشتری نے ایک شی کو بشرط خیار خریدا اور اوسپر قبضہ کیا بعد قبضے
کے پھر وہ شی بائع کے پاس امانت رکھدی اور بائع پاس تلف ہوگئی مدت خیار مین تو امام صاحب کے نزدیک بائع کا مال ہلاک
ہوگا اور مشتری پر اوسکی ثمن لازم نہ آویگی اور صاحبین کے نزدیک مشتری کا مال ہلاک ہوگا اور اوسپر ثمن لازم ہوگی اور اگر عبد
ماذون نے ف یعنی جسکو مولی نے اذن تجارت کا دیا ہو ص ایک شی بشرط خیار خریدی بعد اوسکے بائع نے ثمن اوسکو معاف
کردیا تو امام صاحب کے نزدیک خیار اوسکا باقی ہے یعنی چاہے رکھے یا بائع کو پھیر دیوے اور صاحبین کے نزدیک خیار باطل ہوگا اور
اگر ایک ذمی نے ایک ذمی سے شراب خریدی بشرط خیار پھر بعد اوسکے خریدار مسلمان ہوگیا تو صاحبین کے نزدیک خیار اوسکا باطل ہوگیا

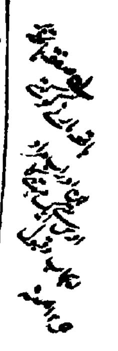
یعنی اب اوسکو پھیر نہیں سکتا اور امام صاحب کے نزدیک اختیار باقی ہی یعنی اوسکو پھیر سکتا ہو **ف** ان آٹھوں مسئلوں میں یہہ اختلاف وہی ہو جو اوپر بیان ہو چکا **ص** اور جس شخص کو اختیار ہو وہ اجازت دے سکتا ہو معاملہ کی اگرچہ طرف ثانی بوقت اجازت حاضر نہووے اور فسخ نہیں کر سکتا جبتک طرف ثانی حاضر نہووے اور امام ابی یوسف اور شافعی کے نزدیک فسخ بھی کر سکتا ہی بے اوسکے حضور کے اور اگر جس شخص کو اختیار تھا اوسنے فسخ کیا پیٹھ پیچھے طرف ثانی کے اور مدت خیار میں طرف ثانی کو خبر فسخ کی پہونچی تو معاملہ فسخ ہو جاویگا اور اگر مدت خیار میں اوسکو خبر فسخ کی نہیں پہونچی تو معاملہ تمام ہو جاویگا اور جس شخص کو خیار عیب یا خیار التعیین ہووے اور وہ مرجاوے تو اوسکے وارث کو بھی خیار رہیگا اور اگر اوسکو خیار الشرط یا خیار الرویۃ تھا اور وہ مرگیا تو اوسکے وارث کو نہوگا **ف** خیار الشرط تو معلوم ہوا اور خیار الرویۃ اسے کہتے ہین کہ بن دیکھے ایک چیز خریدی اور دیکھنے کے بعد وہ پسند نہ آئی تو اس صورت مین مشتری کو اختیار ہو پھیر دینے کا اور خیار العیب ہو کہ بعد خریدنے اور قبضہ کرنے کے مبیع مین کوئی عیب نکلا تو اس مین بھی پھیرنے کا اختیار ہوتا ہو اور خیار التعیین کہ مثلاً دو غلاموں میں سے ایک کو خریدا اس شرط پر کہ جو پسند آویگا ہزار کو لے لیویگا اور پھر وہ شخص مرگیا تو اوسکے وارث کو بھی اختیار معین کرکے لے لینے کا باقی رہیگا **ص** اور اگر مشتری دوسرے کے اختیار کو شرط کرے **ف** مثلاً کہے کہ زید اگر پسند کر لیگا تو بیع منعقد ہوگی ورنہ نہوگی **ص** تو درست ہو اور اس صورت مین جو بیع کو جائز یا فسخ کریگا درست ہوگا اور اگر ایک جائز رکھے اور دوسرا فسخ کرے تو پہلے والے کی بات معتبر ہوگی اور اگر دونوں کی باتین ساتھ ہووین تو بیع فسخ ہو جاویگی اور اگر دو غلاموں کو بیچا اس شرط پر کہ ایک غلام میں مجھے اختیار ہو تو اگر ہر ایک کی قیمت جداگانہ بیان کر دی ہو اور جس غلام مین اختیار ہو اوسکو معین کر دیا تو بیع جائز ہو ورنہ فاسد ہی **ف** مثلاً قیمت جداگانہ بیان کی اور نہ محل خیار معین کیا یا قیمت جداگانہ بیان کی لیکن محل خیار معین نکیا یا محل خیار معین کیا لیکن قیمت جداگانہ بیان نہیں کی **ص** اور اگر دو یا تین کپڑوں میں سے ایک کو خریدا اس شرط پر کہ جسکو چاہیگا معین کر لیگا تین دن کے عرصہ مین صحیح ہو اور چار کپڑوں مین جائز نہیں **ف** یعنی اگر چار کپڑوں میں سے ایک کو خریدا اس شرط پر کہ تین دن مین ایک پسند کرکے لے لونگا تو جائز نہیں کیونکہ یہ بیع خلاف قیاس استحساناً جائز ہوئی ہو بنظر حاجت کے طرف دفع غبن کے اور تین کپڑوں سے حاجت مندفع ہو جاتی ہو اسواسطے کہ غالباً ایک عمدہ ہوگا ایک اوسط ایک ناقص تو چار کی ضرورت نہیں هدایہ **ص** اور اگر ایک گھر خریدا بشرط خیار بعد اوسکے مدت کے اندر ایک اور گھر قریب اوس گھر کے بکا اور اوسکے شفعہ کی راہ سے اوسکو لیا تو دوسرے گھر کا لینا بطریق شفعہ رضامندی شمار کیجاوے گی پہلے گھر کی خرید مین **ف** اسواسطے کہ اگر پہلے گھر کی خرید کو تمام نکرین تو دوسرے گھر مین شفعے کا دعوی کب ہو سکتا ہی **ص** اور اگر دو شخصون نے ملکر ایک چیز مول لی بشرط خیار اور ایک اون مین سے راضی ہو گیا تو دوسرا ابھی واپس نہیں کر سکتا یعنی اوسکا بھی اختیار جاتا رہا اور اسیطرح خیار العیب اور خیار الرویۃ مین **ف** یعنی دو شخصوں نے ملکر خریدا بعد اوسکے عیب نکلا ایک راضی ہو گیا تو دوسرا اگرچہ ناراض ہو پھیر نہیں سکتا یا بن دیکھے دونوں نے خریدا بعد دیکھنے کے ایک راضی ہوا تو بھی دوسرا جو ناراض ہی نہین پھیر سکتا اور صاحبین کے نزدیک سب صورتوں میں جو ناراض ہو رد بیع کر سکتا ہی **ص** اور اگر ایک غلام کو خریدا اس شرط پر کہ یہ نان پز ہو یا نویسندہ ہو اور اوسکے خلاف نکلا تو مشتری چاہے کل ثمن کو لے لیوے یا پھیر دیوے اسلیے کہ یہ امور اوصاف ہین اونکے عوض مین ثمن مین نقصان نہوگا

خیار التعیین

فصل خیار رویت کے بیان مین

یعنی دیکھنے کے اختیار کے بیان مین ص جس چیز کو مشتری نے نہ دیکھا ہو اوسکا خرید لینا درست ہے اور جب اوسکو دیکھے تو اختیار ہے چاہے
اوسی داموں کو خرید لے یا واپس کر دیوے اگرچہ قبل دیکھنے کے راضی ہو چکا ہو اور اسکی کوئی مدت مقرر نہین ف تحقیق یہ ہے واسطے اوسکے
فسخ بیع تمام عمر تک ہے تا آنکہ بعد دیکھنے کے کوئی بات ایسی نہ کہے یا کوئی فعل ایسا نکرے جو دلالت کرتا ہو رضامندی پر اور بعضوں کے نزدیک وقت
ہے بوقت امکان فسخ یعنی جب دیکھ کے قادر ہو فسخ پر اور فسخ نکرے تو خیار ساقط ہو جاتا ہے لیکن صحیح اول ہے اور امام شافعی کے نزدیک یہ بیع صحیح
نہین ہے اور دلیل ہماری وہ حدیث ہے جسکو روایت کیا دارقطنی نے ابوہریرہ سے کہ فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو شخص خریدے ایسی چیز
کہ نہ دیکھا ہو اوسکو تو واسطے اوسکے اختیار ہے جب دیکھے اور اسناد مین اسکے عمر بن ابراہیم کردی ہے نسبت کیا گیا ہے طرف وضع حدیث کے لیکن روایت
کیا اوسکو امام ابوحنیفہ نے ہیثم سے انھون نے محمد بن سیرین سے انھون نے ابوہریرہ سے مثل اوسکے اور بھی موید ہے اسکے وہ جو روایت کی ابن ابی شیبہ
اور بیہقی نے مکحول سے مرسلا کہ فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو شخص کوئی ایسی چیز مول لیوے جسکو نہین دیکھا تو اوسکو اختیار ہے جب دیکھے
اگر چاہے تو لے اور نہ چاہے تو ترک کرے اور حدیث مرسل حجت ہے اکثر علما کے نزدیک اور یہی مذہب ہے امام مالک اور احمد کا ص اور اگر مشتری
نے معاملہ بیع فسخ کیا قبل دیکھنے کے تو فسخ جاری ہو جاویگا اب دیکھنے کے وقت اگر بیع معاملے کی اجازت دیگا تو جائز نہوگی اور جس شخص نے
بیچا اپنی شی کو بغیر دیکھے ہوے تو اوسکو اختیار نہین ہے ف اور پہلے امام صاحب کے نزدیک بائع کو بھی خیار تھا لیکن پھر اوس سے رجوع کیا
کیونکہ روایت کی طحاوی نے پھر بیہقی نے علقمہ بن ابی وقاص سے کہ طلحہ رض نے کچھ مال خریدا حضرت عثمان رض سے تو طلحہ سے کہا گیا اوس سے کہ نقصان پایا تم
نے اسمین کہا حضرت عثمان رض نے کہ مجکو اختیار ہے اسواسطے کہ مین نے بیچا ایسی چیز کو جسکو نہین دیکھا تو حکم بنایا اون دونون نے جبیر بن مطعم کو
تو فیصلہ کیا انھون نے اس بات پر کہ اختیار طلحہ کو ہے اور نہین اختیار ہے حضرت عثمان رض کو ص اور خیار الرویۃ اور خیار الشرط دونون باطل ہو جاتی
ہین جب شی مبیع مین مشتری کے پاس آنکر کچھ عیب ہو جاوے یا مشتری اوس شی مین ایسا تصرف کرے جو قابل فسخ کے نہو جیسے
غلام کو آزاد کر دیوے یا مدبر کر دیوے یا ایسا تصرف کرے کہ غیر کا حق اوس سے متعلق ہو جاوے جیسے بدون خیار کے اوسکو بیچ ڈالے یا گرو
رکھدے یا کرایہ مین دیوے خواہ یہ تصرفات دیکھنے کے پہلے ہون یا بعد ہر طرح خیار رویت باطل ہو جاتا ہے اور اسیطرح خیار الشرط اور اگر
ایسا تصرف کرے جس سے غیر کا حق متعلق نہو جاوے جیسے بشرط خیار اوسکو بیچے ف کیونکہ بیع بشرط خیار مین وہ شی ملک بائع سے
نہین نکلتی ص یا بازار مین اوسکا نرخ کراوے یا کسی کو ہبہ کر دے بدون تسلیم کے تو اگر یہ تصرفات قبل دیکھنے کے ہونگے تب
خیار باطل نہوگا اور اگر بعد دیکھنے کے ہونگے تو خیار باطل ہو جاویگا اور غلے کے ڈھیر کو اور لونڈی غلام کے منہ کو اور جانور کے
منہ اور پٹھے کو اور تہ کیے ہوے کپڑے کی اوپر کی تہ کو اگر اوسمین نقش و نگار نہو دیکھ لیا تو خیار الرویۃ ساقط ہو جاویگا اور اگر
کپڑے مین نقش و نگار ہو تو جس جگہہ نقش ہے اوسکا بھی دیکھنا ضرور ہے بغیر اوسکے دیکھے خیار ساقط نہوگا ف اور مختار یہ
ہے کہ ہر کپڑے کو اندر سے دیکھنا کھولکر ضرور ہے اور یہی مختار ہے چنانچہ اکثر کتب معتبرہ مین ہے ص مشتری نے اگر کسیکو مبیع پر قبضہ
کرنے کے لیے وکیل کیا تو وکیل کے دیکھنے سے بھی خیار ساقط ہو جاویگا نہ مشتری کے قاصد کے دیکھنے سے ف یعنی اگر
مشتری نے ایک شخص سے کہا کہ تو میرا پیام پہونچادے قبضہ کرنیکا بائع سے اور اوس نے پیام پہونچایا اور مبیع کو دیکھ لیا تو دیکھنا
اوسکا خیار کو ساقط نکریگا اور اگر مشتری نے کسی کو ایک شی کے خریدنے کے واسطے وکیل کیا تھا تو اوسکے دیکھنے سے خیار ساقط

ہو جاویگا اور ہدایہ مین ہی کہ اسپر اجماع ہی امام صاحب اور صاحبین کا البتہ وکیل بالقبض مین اختلاف ہی اور غایۃ الاوطار مین جو خلاف
وکیل خرید مین اور اتفاق وکیل بالقبض مین لکھا ہی بالکل سہو ہی ص اور اس زمانے مین اندرِ دار یعنی گھر کا صحن دیکھنا اندر سے ضروری
کیونکہ زمانہ سابق مین جب دیوارین گھر کی یا درخت باغ کے باہر سے دیکھ لیتا تھا کافی ہوتا تھا سو اسواسطے کہ گھر اور باغ اونکا یکسان
تھا اور اب بہت فرق ہونے لگا ف اور امام زفرؒ کے نزدیک فقط صحن دیکھنا کافی نہین بلکہ اوسکے دالان کوٹھریان کمرے بھی دیکھے
اور یہی صحیح ہی اور اسی پر فتوی ہی اس زمانے مین اور اسیطرح حکم ہی باغ کا درمختار ص اندھا اگر بیچے یا خریدے تو درست ہی اور بیچنے
تو اوسکو اختیار رہیگا اور اگر اوسکو ٹٹول لیگا یا سونگھ لیگا یا چکھ لیگا تو خیار ساقط ہوگا اون چیزون مین جو ٹٹولے یا سونگھے یا چکھے سے انکا
حال معلوم ہو جاتا ہی ف جیسے بکری عطر حلوا ص اور زمین یا مکان اگر اندھا خریدے تو اوسکا خیار ساقط نہوگا جبتک کہ اوسکے
اوصاف بیان نہ کیے جاوین اور امام ابی یوسفؒ سے مروی ہی کہ اگر ایسی جگہہ مین کھڑا ہو جاوے کہ درصورت بینائی اوسکو دیکھ لیتا تو
خیار اوسکا ساقط ہوگا ف جب بھی کہدے کہ مین راضی ہوگیا اور کہا حسن بن زیاد نے کہ اپنا ایک وکیل بالقبض کردیوے اور وہ دیکھ
لیوے اور یہ مشابہ زیادہ ہی قول امام صاحب کے کیونکہ اونکے نزدیک دیکھنا وکیل بالقبض کا بمنزلہ موکل کے ہی ہدایہ ص اگر دو کپڑون
مین سے ایک کو دیکھ کے دونون کو لیلیا اور پھر دوسرے کو دیکھا تو اب دونون کو پھیر سکتا ہی نہ ایک کو جسکو نہین دیکھا تھا اور اگر مشتری نے اپنی دیکھی
ہوئی چیز کو مول لیا پس اگر اوسکا حال بدل گیا ہی تو اوسکو اختیار ہوگا ورنہ نہوگا پھر اگر مشتری کہے کہ مبیع کا حال بدل گیا ہی اور بائع کہے کہ نہین
بدلا ہی تو قول بائع کا معتبر ہی قسم سے اور اگر دیکھنے مین اختلاف ہو یعنی بائع کہے کہ تونے دیکھ کے خریدا ہی اور مشتری کہی کہ مین بن دیکھے خریدا ہی تو قول مشتری کا
ساتھ قسم کے معتبر ہی اور اگر ایک گٹھری تھانون کی مول لی اور اون مین سے ایک تھان بیچ ڈالا یا کسیکو ہبہ کرکے اوسکے حوالے کردیا
تو خیار الرویۃ اور خیار الشرط ساقط ہوگیا البتہ اگر اوسمین عیب نکلے تو جو باقی رہا ہی اوسکو پھیر سکتا ہی ف ہدایہ مین در اصل کتاب مین
اسکی وجہ یہی لکھی ہی کہ خیار الشرط اور خیار الرویۃ مانع ہین تمامی صفقہ کے بخلاف خیار العیب اور بعض مبیع پھیرنے مین تفریق صفقہ ہوتی
ہی اور تفریق صفقہ جائز ہی بعد تمام عقد کے نہ قبل اوسکے اور یہی ہدایہ مین لکھا ہی کہ اگر وہ تھان پھر مشتری پاس لوٹ آیا مثلاً بیع
فسخ ہوگئی یا ہبہ مردود ہوگیا تو خیار الرویۃ پھر عود کریگا اور امام ابو یوسفؒ سے مروی ہی کہ بعد سقوط کے پھر عود نکریگا مثل خیار الشرط
کے اور اوسی پر اعتماد کیا قدوری نے اور درمختار مین ہی کہ صحیح کہا اوسکو قاضی خان نے اور اگر کوئی چیز خریدے بدون دیکھے تو بائع
مشتری سے قبل دیکھنے کے قیمت نہین طلب کرسکتا ہی اور اگر عاقدین نے باہم خرید و فروخت کی عین کی بعوض عین کے مثلاً کتاب کا
مبادلہ کتاب یا کپڑے یا گھوڑے سے کیا تو دونون کے واسطے خیار الرویۃ ثابت ہوگا اسواسطے کہ ہر واحد مشتری ہی اوس عوض کا جو اوسکو حاصل ہوگا درمختار و طحطاوی



فصل خیار عیب کے بیان مین

یعنی عیب نکلنے کے سبب سے جو اختیار ہوتا ہی اوسکے بیان مین ص مشتری اگر مبیع مین ایسا عیب پاوے جس سے اوسکی قیمت تاجرون کے
نزدیک کم ہو جاتی ہی تو اوسکو اختیار ہی چاہے پھیر دیوے اور چاہے پورے داموں سے لیوے ف اور دلیل اس خیار کے ثبوت کی وہی ہی جو روایت
کی بخاری نے تعلیقاً عدا بن خالد سے کہ بیع مسلمان کی ساتھ مسلمان کے نہین عیب ہی اوسمین اور نہ خباثت اور نہ فریب اور روایت
ابن شاہین مین ہی بیع المسلم بالمسلم ما کان سلیماً بیع مسلمان کی ساتھ مسلمان کے وہ ہی جو سالم ہو عیب سے اور سنن
ابی داؤد مین ہی حضرت عائشہؓ سے کہ ایک شخص نے ایک غلام خریدا اور وہ اوسکے پاس رہا پھر اوسمین عیب پایا تو پھیر وا دیا آنحضرت

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اوسکو بائع پر **ص** اور مشتری کو یہ نہین پہونچتا کہ مبیع کو اپنے پاس رکھے اور عیب کے سبب سے جو اوسکا نقصان ہو وہ بائع سے پھیر لیوے اور بھاگنا اگرچہ مدت سفر سے کم ہووے اور بچھونے مین موت دینا اور چوری کرنا غلام لونڈی مین چھٹپنے مین جب عقل رکھتے ہون عیب ہے اور بڑے پن مین دوسرا عیب ہے **ف** حاصل اسکا یہ ہے کہ جو عیب بائع کے پاس ہوا ہے وہی مشتری کے پاس اگر ہوگا تو اوسکو خیار ثابت ہوگا اور اگر بدل جاویگا تو اوس صورت مین خیار نہین مثلاً **ص** بائع کے پاس چھوٹے پن مین چوری کی تھی اور پھر مشتری کے پاس چھوٹے پن مین تو ایک ہی عیب گنا جاویگا **ف** اسواسطے کہ سبب چوری کا دونون جگہہ ایک ہے وہ بے پروائی جو عہد طفولیت مین ہوتی ہے **ص** اور مشتری کو اختیار پھیر دینے کا ہوگا اور اگر بائع کے پاس چھوٹے پن مین چوری کی تھی اور مشتری کے پاس بڑے پن مین کی دوسرا عیب گنا جاویگا اس صورت مین مشتری کو اختیار پھیر دینے کا نہوگا **ف** اسواسطے کہ چھوٹے پن کی چوری کا سبب اور ہے اور بڑے پن کی چوری کا سبب بدنیتی اور بدطینتی ہے **ص** اور عاقل ہونے کی قید اسواسطے لگائی کہ اگر نہایت صغیر سن ہووے کہ عقل نرکھتا ہووے تو اوسکی چوری عیب نہین ہے **ف** اور اسیطرح بھاگنا اوسکا شمار مین نہین بلکہ وہ گمراہ ہے ھدایہ **ص** اور جنون خواہ چھوٹے پن مین ہووے یا بڑے پن مین ہرطرح ایک عیب ہے تو اگر بائع کے پاس چھوٹے پن مین مجنون ہوا تھا اور پھر مشتری کے پاس آکر خواہ چھوٹے پن مین مجنون ہوا یا بڑے پن مین ہر صورت مین اوسکو اختیار واپسی کا ہے اور منہ اور بغل کی بدبوئی اور زناکاری اور حرام کی اولاد ہونی لونڈی مین عیب ہے غلام مین نہین **ف** اسواسطے کہ لونڈی سے صحبت اور طلب ولد کبھی منظور ہوگا اور یہ باتین اوسمین مخل ہین برخلاف غلام کے کہ خدمت مین یہ باتین قادح نہین الا درصورتیکہ غلام کو عادت زناکی ہووے کیونکہ اس صورت مین خدمت مین حرج ہوگا ھدایہ **ص** اور کافر ہونا دونون مین عیب ہے **ف** اسواسطے کہ طبیعت مسلمان کی متنفر ہوتی ہے کافر کی صحبت سے دوسرے یہ کہ اوسکی آزادی کفارۂ قتل مین صحیح نہین ہے تو اگر خریدا اس شرط پر کہ وہ کافر ہے اور مسلمان نکلا تو رد نکریگا اسواسطے کہ یہ زوال عیب ہے اور امام شافعی رہ کے نزدیک رد کرسکتا ہے ھدایہ **ص** اور ہمیشہ خون جاری رہنا اور حیض نہ آنا سترہ برس کی لڑکی کو عیب ہے **ف** سترہ برس کی قید اسواسطے لگائی کہ یہ نہایت مدت ہے بلوغ کی نزدیک امام ابوحنیفہ کے عورت مین اور ان دونون عیبون کی پہچان عورت کے قول سے ہوگی تو پھیر دیجاویگی جب بائع انکار کرے قسم سے خواہ قبل قبضے کے ہووے یا بعد قبض کے ھدایہ **ص** اور سترہ برس سے کم سن کو عیب نہین **ف** کیونکہ ابھی احتمال ہے بالغہ نہونیکا **ص** اگر مشتری کے پاس آنکر ایک اور عیب ہو گیا تو جو عیب بائع کے پاس سے تھا اوسکے موافق نقصان کے دام پھیر لیوے اور مبیع کو رد نہین کرسکتا مگر جب بائع راضی ہووے پھیر لینے پر اور جسنے ایک کپڑا خریدا اور اوسکو قطع کیا بعد اوسکے اوسمین عیب معلوم ہوا تو جسقدر عیب سے نقصان ہوا ہے اوسکے موافق دام پھیر لیوے اور کپڑے کو نہین پھیر سکتا مگر جب بائع راضی ہو جاوے اوس قطع کیے ہوئے کپڑے کے لینے پر اور اگر مشتری نے اوس کپڑے کو بعد قطع کے بیچ ڈالا تو اب نقصان کا عوض بائع سے نہین لے سکتا اور اگر قطع کرکے اوسکو سیلیا یا سرخ رنگا **ف** اسواسطے کہ اگر سیاہ رنگے گا تو بائع اگر راضی ہو جاویگا تو پھیر سکتا ہے **ص** یا ستو خریدکے اوسکو گھی مین ملایا بعد اوسکے عیب معلوم ہوا تو نقصان کے دام پھیر لیوے اور مبیع کو رد نہین کرسکتا **ف** اگرچہ بائع راضی ہو جاوے پھیر لینے پر کیونکہ اوسمین زیادتی ہوگئی ہے اور وہ جدا نہین ہوسکتی **ص** اور اگر بعد عیب معلوم ہونے کے ان چیزون کو بیچ ڈالا تب بھی نقصان کے دام پھیر سکتا ہے **ف** اسی مین ہے کہ اگر کسی نے کپڑا خریدا اور اوسکو قطع کرکے اپنے

نابالغ لڑکے کا کپڑا سیا بعد اوسکے عیب معلوم ہوا تو اب نقصان کے دام نہین پھیر سکتا اور اگر بالغ لڑکے کا سیا تو نقصان کا عوض پھیر سکتا ہو ص اگر ایک غلام خریدا اور اوسکو آزاد کر دیا مفت یا مدبر کر دیا یا لونڈی خریدی اوسکو ام ولد بنایا یا مر گیا بعد اوسکے عیب معلوم ہوا تو نقصان کا بدلہ بائع سے پھیر سکتا ہو اور اگر مال کے عوض مین اوسکو آزاد کیا یا اوسکو قتل کر ڈالا یا کھانا خریدا اور کل یا بعض اوسمین سے کھا لیا یا کپڑا خریدکے اسقدر پہنا کہ پھٹ گیا بعد اوسکے عیب معلوم ہوا تو نقصان کا عوض نہین پھیر سکتا ص اور اگر انڈا یا خربوزہ یا گری یا کھیرا یا اخروٹ خریدا اور توڑنے کے وقت ایسا خراب نکلا کہ کچھ کارآمد نہووے تو کل قیمت بائع سے پھیر لیوے اور اگر کچھ کارآمد ہو تو موافق نقصان کے دام پھیر لیوے ف اور اگر بہت ہی کم خراب نکلا تو بیع جائز ہو جاوے گی جیسے سو اخروٹون مین ایک یا دو بُرے نکلے ھدایہ ص اور اگر مشتری نے مبیع کو بیچ ڈالا اور مشتری ثانی کو اوسمین عیب معلوم ہوا اور اوسنے گواہ قائم کیے اس بات پر کہ مشتری اول نے اقرار کیا تھا اسمین عیب کا یا انھون نے دیکھا تھا اس عیب کو جب مبیع مشتری اول کے پاس تھی یا مشتری اول سے قسم طلب کی اس بات پر کہ میرے پاس عیب تھا اور اوسنے انکار کیا قسم سے اور قاضی نے مبیع کو مشتری ثانی سے مشتری اول کو پھروا دیا تو اب مشتری اول اپنے بائع پر اوس شئی کو پھیر سکتا ہی اور اگر مشتری اول نے اپنی رضامندی سے مشتری ثانی سے وہ شئی پھیر لی تو اب اپنے بائع پر نہین پھیر سکتا ف اور دلیل اسکی اصل مین مذکور ہی ص اور جس شخص نے مبیع پر قبضہ کیا بعد اوسکے اوسمین عیب کا دعوی کیا تو قاضی مشتری کے واسطے ادای قیمت کے جبر نکریگا یہانتک کہ بائع حلف کر لیوے اس بات پر کہ میرے پاس مبیع عیبدار نہ تھی یا مشتری گواہ قائم کر دیوے کہ مبیع بائع پاس عیبدار تھی ف اسواسطے کہ اول صورت مین قاضی ثمن بائع کو مشتری سے دلا دیویگا اور دوسری صورت مین وہ شئی بائع کو پھروا دیگا تو جبتک ان دونون امرون مین سے کوئی امر نہ پایا جاوے قاضی مشتری سے ثمن نہین دلا سکتا کیونکہ احتمال ہی کہ بائع قسم سے نکول کرے اور مشتری گواہ عیبدار ہونے پر قائم کر دیوے تو اب قضای قاضی باطل ہو جاویگی ص اور اگر مشتری نے کہا کہ میرے گواہ غائب ہین تو ثمن بائع کے حوالے کرے بشرطیکہ بائع قسم کھاوے عیب نہونے پر اور اگر بائع نے قسم سے نکول کیا تو عیب ثابت ہو جاویگا اور وہ مشتری کے پاس سے بائع کو پھروا دیجاویگی ف تو اگر بائع نے عیب نہونے پر قسم کھا لی اور مشتری کے گواہ غائب تھے اس صورت مین ثمن مشتری سے دلا دیجاویگی اب اگر پھر اوسکے گواہ آگئے اور انھون نے گواہی دی اوس شئی کے عیبدار ہونے پر بائع پاس تو ثمن پھر بائع سے لیکر مشتری کو دلا دی جاویگی اور مبیع بائع کو کفایہ ص تو اگر مشتری نے بعد غلام خریدنے کے اور قبضہ کر لینے کے دعوی کیا اس بات کا کہ یہ بھگوڑا ہی تو بائع سے قسم نہ لیجاویگی جب تک مشتری گواہ نہ لاوے اس بات پر کہ یہ غلام میرے پاس سے بھاگا تھا اور جب وہ گواہ پیش کر دیوے تو قاضی بائع کو اسطرح سے حلف دیوے قسم اللہ کی بیشک بیچا اور سپرد کیا اوس غلام کو اور سپرد کیا اوسکو مشتری کے اور جبتک کبھی نہ بھاگا تھا یا اسطرح سے کہ قسم اللہ کی مشتری کو دعوی اوسکے رد کا نہین پہونچتا اوس سبب سے جس طور سے وہ دعوی کرتا ہی یا اسطرح سے کہ کبھی نہ بھاگا تھا تیرے پاس ف کیونکہ ان تینون صورتون مین بائع کو گنجایش تاویل اور بات بنانے کی نہین ہی کیونکہ ظاہر قسم سے بچے ص اور اسطرح سے قسم نہ دیوے کہ جسوقت مینے بیچا تھا اوسوقت غلام مین عیب نہ تھا یا جسوقت بیچا اور تسلیم کیا تھا اوسوقت یہ عیب نہ تھا ف اسواسطے کہ دونون صورتون مین بائع کو گنجایش بات بنانے کی ہی کیونکہ اول صورت مین ممکن ہی کہ بھاگنے کا عیب بعد بیع کے قبل تسلیم کے حادث ہو گیا ہو اس صورت میں اوسکا کلام سچا ہو سکتا ہی اور دوسری صورت مین

ہو سکتا ہو کہ مراد اوس بائع کی اس کلام سے یہ ہو کہ بھاگنے کا عیب بیع اور تسلیم دونون کے وقت مین نہ تھا بلکہ ایک کے ساتھ تھا
ص اور اگر مشتری کے پاس گواہ نہو وین بھاگنے پر اور بائع سے قسم طلب کرے تو صاحبین کے نزدیک اول قاضی بائع سے
قسم لیوے اس بات کی کہ واللہ مین نہین جانتا اس بات کو کہ یہ غلام مشتری کے پاس سے بھاگا ہو تو اگر اوسنے قسم کھالی تو دعوی مشتری
کا لغو ہوگیا اور اگر بائع نے اس قسم سے انکار کیا تو پھر دوسری قسم دیجاویگی جو بعد گواہون کے پیش ہونے کے دیجاتی تھی ف یعنی اوسی
طرح سے ص اور امام صاحب کے نزدیک ایک قول مین جب مشتری پاس گواہ نہون تو بائع کو قسم بالکل نہ دیجاویگی ف اسواسطے
کہ قسم مرتب ہوتی ہو دعوی صحیح پر اور دعوی صحیح نہین ہوتا بغیر خصم کے اور مشتری خصم نہین ہوتا بائع کا جب تک عیب ثابت نکرے یعنی
مین گواہون سے اور اگر دعوی بالغ غلام کے بھاگنے مین ہووے تو قاضی بائع کو اسطور سے قسم دیویگا کہ واللہ نہین بھاگا میرے
پاس جب سے یہ مردون مین شریک ہوا ہی یعنی بالغ ہوا ہی اسواسطے کہ چھوٹے پن مین بھاگنا سبب نہین رہتا بعد بلوغ کے ھدایہ ص اور ایک
قول مین قسم دیجاویگی موافق مذہب صاحبین کے ف اور یہی مختار ہو ص اگر ایک شخص نے ایک لونڈی خریدی اور مشتری نے لونڈی
پر قبضہ کیا اور بائع نے اوسکے ثمن پر اور بعد قبضہ کر لینے کے مشتری کو اوسمین عیب معلوم ہوا اور بائع پاس پھیرنے کو لیگیا اور بائع نے
کہا کہ مین نے تیرے ہاتھ اسی دامون مین دو لونڈیان بیچین تھین ایک یہ عیبدار اور ایک دوسری اور مشتری نے کہا کہ نہین تونے یہی اکیلی اس
دامون مین بیچی تھی تو قول مشتری کا ساتھ قسم کے معتبر ہوگا اور اگر بائع اور مشتری کا اتفاق ہوا اس بات پر کہ دو لونڈیان بیچین
تھین لیکن مشتری یہ کہتا ہو کہ میرے قبضے مین ایک ہی آئی تھی اور بائع کہتا ہو کہ تو دونون لے گیا تھا تب بھی قول مشتری کا
قسم سے معتبر ہوگا اور اگر دو غلامون کو ایک ہی مرتبے مین خریدا اور اونمین سے ایک پر قبضہ کیا اور کسی مین عیب معلوم ہوا تو چاہے
دونون کو رکھے اور چاہے دونون کو پھیر دے ف اور یہ نہین کر سکتا کہ ایک کو پھیر دیوے ایک کو رکھ لے اسواسطے کہ ابھی صفقہ بیع
تمام نہین ہوا ہی بسبب عدم قبض مشتری کے دونون غلامون پر تو ایک کے پھیرنے مین تفریق صفقہ لازم آتی ہو قبل تمام کے اور وہ
جائز نہین ھدایہ ص اور اگر دونون پر قبضہ کر لیا تھا تو صرف عیبدار کو پھیر سکتا ہو ف اسواسطے کہ یہان صفقہ بسبب قبض
کے تمام ہو گیا ہی تو تفریق مین کچھ قباحت نہین ص جو چیز ناپ تول کے بکتی ہو ف جیسے غلہ وغیرہ ص اگر اوسمین سے کسی قدر میں عیب
پایا تو خواہ سارے کو پھیر دیوے خواہ سب کو رکھ لیوے ف مثلا من بھر گیہون خریدے اور سیر بھر مین اوسمین سے کچھ عیب معلوم
ہوا تو چاہے کل کو واپس کرے چاہے کل کو رکھے اور یہ نہین ہو سکتا کہ جتنا عیبدار ہی اوسکو واپس کرے اور باقی کو رکھ لیوے
ص اور یہ جب ہو کہ وہ سارے چیز ایک ہی ظرف مین ہو اور جو دو ظرفون مین علیحدہ علیحدہ ہووے ف جیسے دو بورے
گیہون کے ہووین من من بھر کے ص تو جسمین عیب نکلے اوس ظرف کو پھیر سکتا ہو اور اگر بیع مین کسی قدر دوسرے کا حق نکل آوے
اور مشتری مبیع پر قبضہ کر چکا ہو تو اوسکو یہ اختیار نہین کہ جسقدر استحقاق مستحق سے باقی رہے بائع کو پھیر دیوے اور اگر قبل قبضے کے
استحقاق ثابت ہووے تو مشتری باقی کو واپس کر سکتا ہو ہان مبیع اگر کپڑا ہووے اور اوسمین تھوڑا کپڑا دوسرے کا نکلے تو مشتری
کو اختیار ہوگا کہ باقی کو بائع پر واپس کر دے ف اسواسطے کہ مبیع اگر کپڑا نہین ہو بلکہ اناج وغیرہ ہو تو اوسمین تھوڑا نکل جانا
مشتری کو ضرر نہین کرتا اسواسطے کہ اوسکے دام بائع سے پھیر لیگا اور کپڑے مین بعض اوقات اگر تھوڑا سا نکلجاوے تو ضرر کرتا ہی
اسواسطے کہ مشتری نے جس چیز کے بنانے کے لیے لیا تھا وہ اب بن سکیگی ص اگر ایک گھوڑا خریدا اور اوسمین عیب پایا اور پھر

اوسکا علاج کیا یا اپنی حاجت کے واسطے اوسپر سوار ہوا تو خیار ساقط ہو جاویگا اور اگر سوار ہوا اوسکے پھیرنے کے لیے یا پانی پلانے کے لیے یا چارہ خریدنے کے لیے جب بغیر چڑھے چارہ خریدنا اور پانی پلانا ممکن نہو ف مثلاً وہ گھوڑا شریر ہو بغیر سوار ہوے نہ چلے یا مشتری چال سے عاجز ہو ص تو خیار ساقط نہو ویگا اگر غلام نے بائع کے پاس چوری کی تھی یا خون کیا تھا اور مشتری کے پاس آکر اوسکا ہاتھ کاٹا گیا یا خون کے عوض مین گردن مارا گیا تو اول صورت مین مشتری غلام کو پھیر دیوے اور دونون صورتون مین بائع سے ثمن پھیر لیوے امام صاحب کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک اوسکی قیمت دونون حالت کی لگا کر جو بڑھے وہ پھیر لیوے ف یعنی اوس غلام کی اگر سارق نہو تو کیا قیمت ہے اور اگر سارق ہو تو کیا قیمت ہے لگا کر اول جو زیادتی پر بڑھے اوسقدر بائع سے پھیر لیوے اور اسیطرح غیر قاتل معصوم الدم کے ساتھ قاتل مباح الدم کے ص جیسے ایک لونڈی حاملہ خریدی اور مشتری کے پاس آکر بسبب جننے کے مرگئی ف تو امام صاحب کے نزدیک مشتری کل ثمن پھیر لیوے اور صاحبین کے نزدیک حاملہ اور غیر حاملہ کی قیمت لگا کر اول کی قیمت جتنی بڑھے اوسقدر پھیر لیوے ھدایہ ص اور اگر بائع نے وقت بیع کے کہدیا کہ مین مبیع کے سب عیبون سے بری ہون اور مشتری نے اوسکو منظور کیا تو یہ کہنا درست ہوگا اب کسی عیب کی جہت سے پھیر نسکیگا اگرچہ بائع نے ہر عیب کا نام نلیا ہووے اور امام شافعیؒ کے نزدیک درست نہین تو بائع سب عیبون سے بری ہیگا خواہ وہ عیب وقت بیع ہو یا قبل قبض کے بعد بیع کے حادث ہوا ہو نزدیک امام ابو یوسفؒ کے اور امام محمد رح کے نزدیک جو عیب بعد بیع کے قبل قبض کے حادث ہوا ہو اوس سے بائع بری نہوگا ف اور یہی قول ہے زفرؒ کا اور مختار قول امام ابو یوسفؒ کا ہے

باب بیع باطل اور فاسد کے بیان مین

ف شرح برجندی مین ہو کہ رکن بیع یعنی ایجاب اور قبول اور محل بیع یعنی مبیع اگر ہر ایک خلل سے سالم ہو تو بیع صحیح ہے اور اگر سالم نہو اسطرح پر کہ ایجاب اور قبول مین خلل پڑے عدم اہلیت متصرف سے بسبب ہونے عاقد کے صبی غیر ممیز یا مجنون یا مبیع مین خلل پڑے بسبب مردار یا خون یا شراب ہونے کے تو بیع باطل ہے بسبب فوت ارکان بیع کے اور اگر ایجاب قبول بیع مین خلل نہو لیکن اوسکے ثمن مین خلل واقع ہووے اسطرح پر کہ ثمن شراب ہو یا سور یا یہ خلل ہو کہ مبیع مقدور التسلیم نہو یا اوس مین ایسی غرض ہو جو مقتضا عقد کے مخالف ہووے تو وہ بیع فاسد ہے نہ باطل کیونکہ رکن اور محل بیع خلل سے محفوظ ہے اور اصل کتاب مین ہو کہ مال وہ چیز ہے جسمین آدمیون کی رغبت ہووے اور اوسکو لوگ خرچ کرین تو مٹی اور خون اور جو جانور آپ سے مرجاوے اور شخص آزاد وہ مال نہین ہے لیکن وہ جانور جو گلا گھونٹا جاوے یا اور کسی جگہہ زخمی کر کے قتل کیا جاوے جیسا کہ بعض کفار کی عادت ہے اور ذبیحہ مجوسی کے مال ہین لیکن شرع مین یہ چیزین متقوم نہین ہین جیسے شراب اور سور اور جو مال شرع مین غیر متقوم ہے یعنی بے قیمت ہے اوسکی اہانت اور ذلیل کرنے کا حکم ہوا ہے لیکن وہ اگر دینون مین مال متقوم ہے تو جو چیزین بالکل مال نہین ہین جیسے مٹی خون شخص آزاد اور آپ سے جانور مرا ہوا تو اوسمین بیع بالکل باطل ہے برابر ہو کہ اوسکو بیچنا روپیون یا ثمن اور جو مال غیر متقوم ہو ہماری شرع مین جیسے شراب یا سور یا ذبیحہ مجوسی تو اوسکو اگر بدلے مین روپیہ یا اشرفی کے بیچین تو بیع باطل ہے اور اگر اسباب کے بدلے مین بیچین یا اسباب کو ان چیزون کے بدلے مین بیچین تو اسباب مین بیع فاسد ہے اور ان چیزون مین باطل تو باطل وہ بیع ہو کہ جسکی اصل اور وصف دونون فاسد ہون اور فاسد وہ ہے جسکی اصل صحیح ہووے اور وصف فاسد ہووے اور امام شافعیؒ کے نزدیک باطل اور فاسد مین کچھ

فرق نہیں ہوا اور تحقیق اسکی اصول فقہ میں ہو انتہی اور ہدایہ میں ہو کہ بیع باطل میں وہ شئی مشتری کے ملک میں کسی طرح نہیں آتی تو اگر وہ شئی مشتری کے پاس تلف ہو جاوے اوسکا تاوان مشتری پر نہوگا اور بیع فاسد میں جب مشتری اوس شئی پر قبضہ کر لیوے تو اوسکا مالک ہو جاتا ہو اور اوس شئی کی قیمت مشتری کو دینا لازم آتی ہو اسکی مثال یہ ہو کہ زید نے مثلاً ایک گھوڑا بدلے میں مردے یا خون کے خریدا اور وہ گھوڑا زید کے پاس آنکر ہلاک ہو گیا تو اوسکی قیمت زید پر لازم نہ آویگی کیونکہ یہ بیع باطل ہو اور اگر زید نے ایک گھوڑا بدلے میں شراب یا سوئر کے خریدا تو زید پر اوسکی قیمت لازم آویگی اور جب زید اوسپر قبضہ کر لیگا تو وہ گھوڑا زید کی ملک میں آجاویگا اسواسطے کہ یہ بیع فاسد ہو اس قاعدہ کلیہ کو یاد رکھنا ضرور ہو کہ اس باب میں سب مسائل مذکورہ میں کام آویگا ص باطل ہی بیع اوس چیز کی جو مال نہیں ہو جیسے خون یا مردہ ف اسواسطے کہ یہ چیزیں مال نہیں ہیں دوسرے یہ کہ حرام کیا انکو اللہ تعالی نے فرمایا حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهِلَّ بِهِ لِغَيْرِ اللَّهِ یعنی حرام ہو تمپر مردہ جانور اور خون اور گوشت سوئر کا اور جس جانور پر وقت ذبح کے نام کسی شخص کا سوای خدا کے پکارا جاوے اور فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیشک اللہ تعالی جسکو حرام کرتا ہو کسی قوم پر کھانا ایک چیز کا تو حرام کرتا ہو اوسپر قیمت اوسکی روایت کیا اسکو ابو داؤد نے ابن عباس سے اور روایت کی بخاری اور مسلم نے جابر بن عبد اللہ انصاری سے کہ فرماتے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سال فتح مکہ کے اور آپ مکے میں تھے کہ اللہ اور رسول نے اوسکے حرام کی بیع شراب اور مردہ اور سوئر اور بتونکی سو کسی نے کہا یا رسول اللہ فرمائیے چربی کو مردے کی کہ روغن کرتے ہیں اوس سے ناؤن کو اور چرب کیجاتی ہیں اوس سے کھالیں اور روشنی کرتے ہیں اوس سے لوگ سو فرمایا نہیں وہ حرام ہو لعنت کرے اللہ یہود کو کہ اللہ تعالی نے جب حرام کی اونپر چربی جانوروں کی پگھلایا اوسکو پھر بیچا اوسکو پھر کھائے دام اوسکے ص اور آزاد شخص کی ف اسواسطے کہ آزاد شخص مال نہیں ہو اور صحیح بخاری میں مروی ہو ابو ہریرہ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین آدمی ہیں کہ دشمن ہونگا میں اونکا دن قیامت کے ایک وہ شخص کہ دیا اوس نے عہد کیا اور پھر فریب سے توڑ ڈالا اور ایک وہ شخص جس نے بیچا آزاد کو اور کھائی قیمت اوسکی اور ایک وہ شخص جس نے کام لیا مزدور سے اور نہ دی اوسکو مزدوری اوسکی ص اور اسیطرح ان چیزوں کے عوض میں بیچنا بھی باطل ہو اور یہی باطل ہو بیع ام ولد کی ف اسواسطے کہ روایت کی ابن ماجہ نے سنن میں کہ ذکر آیا ماریہ قبطیہ کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس سو فرمایا آپ نے کہ آزاد کر دیا اوسکو لڑکے نے اوسکے یعنی ابراہیم نے اور روایت کی بیہقی اور مالک نے ابن عمر سے کہ منع کیا حضرت عمر نے بیع سے ام ولد کے تو کہا کہ نہ بیع کیجاوے اور نہ ہبہ کیجاوے اور نہ میراث میں آوے خدمت لے اوس سے مالک اوسکا جبتک جیتا رہے پھر جب مرگیا تو وہ آزاد ہو ص اور مدبر کی ف یعنی مدبر مطلق کی اور مدبر مقید کی بیع جائز ہو ہدایہ مدبر مطلق اوسکو کہتے ہیں جس سے مالک نے کہا ہو کہ تو بعد میرے مرنے کے آزاد ہو اور مدبر مقید وہ ہو جس سے مالک کہے کہ اگر میں اس سفر سے آؤں تو تو آزاد ہو یا اس بیماری میں اگر مر جاؤں تو تو آزاد ہو اور امام شافعی کے نزدیک بیع مدبر مطلق کی بھی جائز ہو اور دلیل ہماری وہ حدیث ہو جو کنز کی کتاب العتاق میں ہے کہ نہ بیع کیا جاویگا مدبر اور نہ ہبہ کیا جاویگا اور آزاد ہو جاویگا ثلث مال سے روایت کیا اوسکو دارقطنی نے ص اور مکاتب کی ف اور یہی صحیح مذہب ہو شافعی کا اور بعض مالکیہ کا اور امام احمد کے نزدیک بیع مکاتب کی جائز ہو اور ہدایہ میں ہو کہ اگر مکاتب راضی ہو جاوے بیع پر تو اوسمیں دو روایتیں ہیں اصح اور اظہر یہ ہو کہ جائز ہو اسواسطے کہ روایت کی ابو داود نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہ فرمایا آپ نے مکاتب غلام ہو جبتک کہ باقی رہے اوس پر ایک درہم اور نقل کیا اسکو بخاری نے حضرت

عایشہؓ اور زید بن ثابت اور عبد اللہ بن عمرؓ سے اور بھی روایت کی بخاری نے کہ آئی بریرہ مدد مانگتی تھی حضرت عایشہؓ سے اپنے بدل کتابت
مین سو کہا حضرت عایشہؓ نے کہ اگر تیرے مالک راضی ہوجاوین اس بات پر کہ سب دے دین اونکو ایکدفعہ دیدون اور تجکو آزاد کردون تو مین ایسا
کرونگی تو ذکر کیا بریرہ نے اس بات کا اپنے مالکون سے کہا اونھون نے نہین راضی ہین ہم اسپر مگر یہ کہ ترکہ تیرا ہمارے واسطے ہووے تو ذکر کیا حضرت
عایشہؓ نے اس بات کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تب فرمایا آپ نے کہ خرید کر لو تم اوسکو اور آزاد کردو اور ترکہ اوسکو ملیگا جو آزاد
کریگا اور اس حدیث سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ مکاتب کی بیع جب راضی ہوجاوے بیع پر درست ہے اور یہی موافق قیاس کے ہے ص اور
باطل ہے بیع اوس مال کی جو شرع مین نہ قیمت ہو جیسے شراب یا سوئر روپیہ اشرفی کے بدلے مین ف یعنی اون چیزون کے بدلے مین
جو ثمن ہین جیسے روپیہ اشرفی اور پیسے جنکا چلن ہووے اسواسطے کہ فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیشک اللہ تعالی جسوقت حرام کرتا ہے
کوئی شی حرام کرتا ہے ثمن اوسکی روایت کیا اوسکو ابو داود نے اور گذر چکی اوپر حدیث جابرؓ کی کہ حرام کی اللہ تعالی نے بیع شراب
اور سوئر اور مردہ اور بتون کی ص اور اگر بیچا آزاد اور غلام کو ملا کر بیچا یا ذبح کی ہوئی بکری اور مردار کو ف جسپر قصداً اللہ کا
نام ترک کیا گیا ہووے یا اور کسی کے نام پر ذبح کیا جاوے ص تو دونون کی بیع باطل ہوگی اگرچہ ہر ایک کی قیمت علیحدہ کہدی ہووے
ف مثلاً یون کہے کہ بیچا مینے ان دونونکو بدلے مین سو روپے کے ایکروپیہ قیمت ہے مذبوحہ کی اور ایکروپیہ مردہ کی ص اور اگر غلام کو
مدبر کے ساتھ خواہ بیگانے غلام کے ساتھ ملا کر بیچے یا اپنے ملک کو شئی وقفی کے ساتھ ملا کر فروخت کرے تو غلام اور اپنی ملک کی
بیع درست ہوجاویگی اور مدبر اور دوسرے غلام کی اور وقف کی بیع جائز نہوگی ف اگرچہ ہر ایک کی قیمت علیحدہ علیحدہ بیان
نہ کی ہووے ہدایہ ص اور اسباب کا بیچنا بدلے مین شراب کے یا شراب کا بدلے مین اسباب کے فاسد ہے ف یعنی یہ بیع فاسد ہے اسباب
مین تو اگر مشتری اسباب پر قبضہ کرلیگا اس صورت مین اوسکی قیمت اوسپر لازم آویگی اور اوسکا مالک ہو جاویگا لیکن شراب مین باطل
ہے یہانتک کہ مین شراب کا مالک نہین ہو سکتا تو جسکی طرف سے شراب ٹھہری ہے وہ اوسکی قیمت دیگا ص اور باطل ہے بیع مچھلی
کی دریا مین قبل شکار کے اگر روپیہ اشرفی کے بدلے مین ہووے اور فاسد ہے اسباب کے بدلے مین ف اسواسطے کہ روایت ہے
ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے کہا کہ فرمایا پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہ خریدو مچھلی کو پانی مین بیشک وہ مین خطر ہے یعنی
دھوکا ہے روایت کیا اسکو امام احمد نے اور اشارہ کیا اسطرف کہ موقوف ہونا اوسکا صواب ہے اور روایت کی امام ابو یوسفؒ
نے کتاب الخراج مین عمر بن خطاب سے کہ فرمایا انھون نے نہ بیچو تم مچھلی کو پانی مین بیشک وہ دھوکا ہے اور انکا اثر مثل اوسکے ابن مسعودؓ سے
ص اور اگر مچھلی کو شکار کرکے ایسے گڑھے مین ڈال دیا کہ بغیر جال وغیرہ کے اوسکو پکڑ سکتے ہین تو اوسکی بیع جائز ہے اور اگر بغیر
جال یا شست کے نہین پکڑ سکتے ہین تو فاسد ہے اور اگر مچھلیان دریا سے ایک طرف گڑھے مین آنکر جمع ہورہین اور اونکی راہ دریا کی
بند کردی تو بیع اونکی جائز ہے ورنہ باطل ہے اور بھی باطل ہے بیع ہوا مین اوڑتے جانور کی ف اسواسطے کہ قبل پکڑنے کے
ملک مین نہین آیا اور بعد پکڑنے کے اگر چھوڑ دیا ہے تو بھی جائز نہین اسواسطے کہ اوسکی تسلیم پر قادر نہین ہے اور منع کیا حضرت
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دھوکے کی بیع سے روایت کیا اوسکو مسلم نے ابوہریرہؓ سے اور اگر وہ پرند جانور ایسا ہو کہ بایع سے
ہلا ہوا اور اوسکے بلانے سے چلا آتا ہووے بغیر تکلف کے تو جائز ہے بیع اوسکی ورنہ نہین فتح ص اور باطل ہے بیع [illegible] ف
اسواسطے کہ حدیث ابی سعید مین ہے کہ منع کیا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خریدنے سے اوس چیز کے جو پیٹ مین ہے چوپایون کے یہانتک کہ جنے روایت کیا

اوسکو ابن ماجہ نے اور روایت کی بزار نے ابوہریرہؓ سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع کیا بیع اوس چیز کے جو نر کی پشت مین ہو اور
مادہ کے شکم مین **ص** اور بچہ کے بچے کی **ف** یعنی جیسے پیٹ کے بچے کی بیع باطل ہو ویسے ہی اوس بچے کے بچے کی جسکو عربی مین نتاج اور
حبل الحبلہ کہتے ہین روایت کی بخاری اور مسلم نے ابن عمرؓ سے کہ منع کیا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیع سے حبل الحبلہ کے یعنی ولد الولد کے
اور ابن عمرؓ سے حبل الحبلہ کے یہی معنی مصنف عبد الرزاق مین بسند صحیح منقول ہین اور یہی موافق ہین لغت کے اور قریب ہین از روی لفظ کے
اور اسیطرف گئے ہین امام احمدؒ اور امام شافعیؒ اور مالکؒ نے اس حدیث کے معنی بیان کیے ہین کہ کسی چیز کو خریدے اس وعدہ پر کہ جب اس اونٹنی کا
بچہ ہووے گا اور پھر بچہ کا بچہ اوسوقت مین دام دونگا تو یہ بیع بسبب جہالت میعاد کے فاسد ہو **قسطلانی** **ص** اور جائز نہین
بیع دودہ کی تھن مین جانور کے **ف** اسواسطے کہ حدیث ابی سعید مین ہو منع کیا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیع سے اوس چیز کے
جو تھنون مین جانور کے ہو اور روایت ہو ابن عباسؓ سے کہا کہ منع کیا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس بات سے کہ بیچا جاوے میوہ جہان تک کہ
کھانے کے قابل ہووے اور نہ بیچی جاوے اون بھیڑ کی پیٹھ پر اور دودہ تھن مین روایت کیا اسکو طبرانی نے معجم اوسط مین اور دارقطنی نے اور
نکالا اسکو ابو داؤد نے مراسیل مین عکرمہ سے اور یہی راجح ہو اور بھی نکالا اوسکو موقوفا ابن عباسؓ پر اسناد قوی سے اور ترجیح دی اوسکو بیہقی نے
اور روایت کی ابن ابی شیبہ نے مصنف مین عکرمہ سے انھون نے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہ منع کیا آپنے اس بات سے کہ بیچا جاوے دودہ
تھن مین اور گوشت بکری مین یا چربی اوسکی یا سُمون اوسکے یا پائے اوسکے یا کھالین اوسکی جب زندہ ہووے یا آٹا گیہون مین یا گھی
دودہ مین **فتح** **ص** جائز چاہیے کہ دودہ کی تھن مین بیع جائز نہونے کی دو وجہین ہین ایک تو یہ کہ معلوم نہین ہو شاید خون ہو یا بیع تو اس
صورت مین بیع باطل ہونی چاہیے اسواسطے کہ اوسکے وجود مین شک پڑگیا دوسری وجہ یہ ہو کہ دودہ تھوڑا تھوڑا بڑھتا جاتا ہو
تو بعد بیع ہو رہنے کے پہلے اگر بڑھ گیا تو ملک بائع کی مشتری کی ملک سے مخلوط ہو جاویگی اور یہ وجہ چاہتی ہو کہ بیع فاسد ہو **ف**
اسیواسطے ہم نے اوسکو جائز نہین کہا تا دونون صورتون کو شامل ہو جاوے **ص** اور فاسد ہو بیع اون کی بھیڑ کی پیٹھ پر **ف** بسبب
حدیث ابن عباسؓ کے جو اوپر گذری **ص** اور ایک کڑی کی چھت مین اور ایک گز کی کپڑے مین اگرچہ اوسکے کاٹنے کی جگہ بیان کی
ہووے یا نہ بیان کی ہو اور صحیح ہو جاویگی یہ بیع اگر بائع نے قبل فسخ کرنے مشتری کے کڑی کو اوکھاڑ دیا یا ایک گز کپڑا کاٹ
دیا اور باطل ہو بیع اوس چیز کی جو شکاری کے ایک بار جال لگانے مین پھنسے **ف** اسواسطے کہ اسمین دھوکا ہو اور منع کیا ہو
حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اوس سے اور اسیطرح باطل ہو بیع غوطہ باز کی ایک بار کے غوطے کی کیونکہ منع کیا اوس سے
حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حدیث ابی سعید مین روایت کیا اوسکو ابن ماجہ نے **ص** اور فاسد ہو بیع مُزابنہ اور وہ یہ ہو
کہ درخت پر کی کھجور کو ساتھ ٹوٹی ہوئی کھجور کے بیچے انکل سے **ف** اور اسیطرح سے محاقلہ یعنی گیہون کو بالی مین بیچے اون گیہون کے
بدلے مین جو کٹے ہوے الگ رکھے ہین انکل سے اور یہ حکم ہر میوے کو شامل ہو اسواسطے کہ اسمین گمان بیاج کا ہو بسبب زیادتی
کے اور اسواسطے کہ منع کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیع مزابنہ و محاقلہ سے روایت کیا اوسکو مسلم نے ابوہریرہؓ سے
اور روایت کیا اوسکو ابو داؤد اور ترمذی و نسائی نے جابرؓ سے اور صحیح کہا اوسکو ترمذی نے **ص** اور فاسد ہو بیع ملامسہ
اور بیع حصاۃ اور منابذہ **ف** یہ تینون بیع مروج تھین زمانہ جاہلیت مین بیع ملامسہ اسے کہتے ہین کہ بائع اور مشتری نرخ
کرین ایک چیز کا اس شرط پر کہ جب اوسکو مشتری چھو لیوے تو بیع لازم ہو جاوے اور بیع حصاۃ اسے کہتے ہین کہ مشتری جب دیم

کنکر رکھ دیوے تو بیع لازم ہو جاوے اور بیع منابذہ یہ کہ بائع جب مبیع کو مشتری کے پاس پھینک دیوے تو بیع لازم ہو جاوے اور منع کیا حضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ان بیوع سے روایت کی بخاری نے حدیث انس مین کہ منع کیا حضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ملامسہ اور منابذہ سے اور روایت کی مسلم اور چارون اصحاب سنن نے ابو ہریرہؓ سے کہ منع کیا حضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے بیع حصاۃ سے **ص** اور باطل ہی بیچنا گھانس کا زمین مین اور اوسکو ٹھیکہ دینا **ف** اسواسطے کہ روایت کی ابو داود نے سنن مین حریز بن عثمان سے انھون نے ابی خراش بن حبان بن زید سے انھون نے ایک مرد صحابی سے کہا کہ جہاد کیا مین نے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے تین مرتبہ سُنتا تھا مین آپ سے کہ فرماتے تھے مسلمان شریک ہین تین چیزون مین پانی اور گھانس اور آگ مین اور روایت کیا اوسکو امام احمدؒ نے مسند مین اور ابن ابی شیبہ نے مصنف مین اور اسناد کی ابن عدی نے کامل مین احمدؒ اور ابن معین سے کہ حریز راوی اس حدیث کا ثقہ اور مجہول ہونا صحابی کا مُضر نہین **فتح** **ص** اور باطل ہو بیع شہد کی مکھیون کی مگر جب ایک بتن مین شہد اور مکھیان دونون ہون تو بیع مکھیون کی بھی بہ تبعیت شہد کے جائز ہو جاویگی اور امام محمدؒ اور شافعیؒ کے نزدیک بیع شہد کی مکھیون کی جب محفوظ مقدور التسلیم ہون جائز ہو **ف** اور اسی پر فتوی ہو **دُر مختار** **ص** اور ریشم کے کیڑون کی اور اوسکے تخم کی **ف** یعنی جسکے اندر ریشم کا کیڑا پیدا ہوتا ہو **ص** امام صاحب کے نزدیک اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک جب اُن کیڑون مین ریشم نکل آیا ہو تو بیع کیڑون کی ریشم کی تبعیت مین درست ہو اور امام محمدؒ کے نزدیک ہر صورت مین درست ہو **ف** اور یہی قول ہو ایمۂ ثلثہ کا اور اسی پر فتوی ہو **درمختار** **ص** اور بھاگے ہوے غلام کی بیع فاسد ہو **ف** اسواسطے کہ حدیث ابی سعید مین ہو کہ منع کیا حضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے بھاگے ہوے غلام کی بیع سے روایت کیا اوسکو ابن ماجہ نے **ص** مگر اوس شخص سے جسکے پاس گمان ہو اوس غلام کے ہونے کا **ف** اسواسطے کہ وہ مشتری کے حق مین بھاگا ہوا نہین ہو بلکہ اوسکے قبضے مین ہو **ص** اور باطل ہو بیع عورت کے دودھ کی اگرچہ برتن مین ہووے یا لونڈی کا دودھ ہووے اور امام ابی یوسف کے نزدیک لونڈی کے دودھ کی بیع جائز ہو اور امام شافعیؒ کے نزدیک مطلقاً جائز ہی **ف** اور ہمارے مذہب کی طرف گئے ہین امام احمدؒ اور مالکؒ فتح القدیر مین ہو کہ نفع اوٹھانا بھی عورت کے دودھ سے حرام ہی یہان تک کہ بعض مشایخ نے آنکھ مین ڈالنے کے لیے بھی منع کیا ہی اور بعضون نے جائز رکھا ہو دوا کے واسطے **ص** اور باطل ہی بیع سور کے بالون کی **ف** اسواسطے کہ وہ نجس العین ہو اور موزہ سینے کے لیے اوس سے انتفاع جائز ہو اور اگر کہین بدون خریدے نملے تو بسبب ضرورت کے خرید اوسکی جائز ہی اور بائع کو اوسکی بیع مکروہ ہو تو اوسکی قیمت حلال نہین بائع کے لیے اور بال اوسکا پانی کو بقول صحیح نجس کرتا ہو امام ابی یوسف کے نزدیک بخلاف امام محمدؒ کے **درمختار** **ص** اور حرام ہو نفع اوٹھانا اوس سے اور بھی باطل ہی بیع جانور مُردے کے کھال کی قبل دباغت کے **ف** اسواسطے کہ روایت کی ترمذی اور ابو داود اور نسائی اور ابن ماجہ نے عبداللہ بن عکیم سے کہ آئی ہمارے پاس کتاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی اس مضمون کی کہ نفع نہ اوٹھاؤ مُردے کی کھال سے قبل دباغت کے اور نہ اوسکے پٹھون سے **ص** اور بعد دباغت کے اوسکو بیچنا اور کام مین لانا درست ہو **ف** اور دلیلین اوسکی کتاب الطہارۃ مین گذرین اور قوی دلیل یہ ہو کہ روایت کی بخاری مسلم نے عبداللہ بن عباسؓ سے کہ حضرت میمونہ کی ایک لونڈی کو ایک بکری ملی صدقہ مین اور وہ مر گئی تو گذرے اوسپر رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اور فرمایا آپ نے کیون نہین لی تم نے کھال اوسکی اور دباغت کرکے نفع نہ اوٹھایا کہا صحابہ نے کہ وہ مُردہ ہو فرمایا آپ نے کہ مُردے کا صرف کھانا حرام ہو **ص** اسیطرح مُردار جانور کی ہڈی اور پٹھا اور

بال اور سینگ سے نفع لینا اور اونکا بیچنا جائز ہو **ف** اسواسطے کہ یہ سب چیزین پاک ہین اور دلیل انکی کتاب الطہارۃ مین گذری
ص اور باقی مثل درندونکے ہو اوسکی ہڈی کا بیچنا اور اوس سے نفع اوٹھانا درست ہو مگر امام محمدؒ کے نزدیک جائز نہین **ف** اسواسطے کہ
امام محمدؒ کے نزدیک ہاتی مثل سوٴر کے نجس العین ہو اور صحیح ہمارا مذہب ہو اور اوسی کے مؤید ہین بہت سے احادیث جنکا بیان فصل دباغت
مین کتاب الطہارۃ سے گذرا **ص** اگر بالاخانہ ایک شخص کا تھا اور نیچے کا مکان ایک شخص کا اور دونون گر گئے یا بالاخانہ بالکل گر گیا
اب بالاخانہ کے مالک نے صرف بالاخانہ بیچا تو بیع اوسکی باطل ہی اسواسطے کہ سوای اوپر ہونے کے حق کے اور کوئی چیز باقی نہین اور اوپر ہونے
کا حق مال نہین **ف** یعنی جب بالاخانہ گر گیا تو کوئی چیز اس قسم کی باقی نہین رہی جو مشاہد ہو موجود ہو صرف ایک حق فعلی یعنی اوپر ہونیکا
حق باقی ہی اور وہ مال نہین ہی اور جو مال نہین ہو اوسکی بیع باطل ہو ہدایہ **ص** ایک وہ اس شرط سے لیا کہ وہ لونڈی
ہو بعد اوسکے غلام نکلا تو بیع باطل ہو اور اگر ایک مینڈھا خرید ا بعد اوسکے بھیڑ نکلی تو بیع جائز ہو لیکن مشتری کو اختیار ہو جائیگا
یا پھیر دیوے تو. فاسد ہو خریدنا اس طرح پر کہ مشتری سے بائع اوسی چیز کو پہلی قیمت سے کم مین لیوے قبل وصول قیمت اول کے مثال اوسکی یہ ہی
ایک شخص نے ایک لونڈی پندرہ روپے کو بیچی اور ابھی وہ روپے وصول نہین ہوئے تھے کہ مشتری سے پھر دس کو خرید لی تو دس کی عوض مین دس
ہو گئے اور بائع کے پانچ روپے اور مشتری پر باقی رہے **ف** اسواسطے کہ یہ نفع ایسی چیز کا ہو جو مالک کے ضمان مین نہین آئی اور منع کیا حضرت
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسے نفع سے روایت کیا اوسکو ابو داود اور ترمذی نسائی اور ابن ماجہ نے عمرو بن العاص سے اور صحیح
کہا اوسکو ترمذی اور ابن خزیمہ اور حاکم نے علوم الحدیث مین اور بیہقی روایت کی امام ابو حنیفہ نے مسند مین ابی اسحق سبیعی سے
انھون نے عورت سے ابی السفر کے کہ کہا ایک عورت نے حضرت عایشہؓ سے کہ زید بن ارقم نے بیچا میرے ہاتھ ایک لونڈی کو آٹھ سو درہم
بدلے مین پھر خرید ا اوسکو چھ سو درہم کے عوض مین تو کہا حضرت عایشہؓ نے کہ خبر پہونچاو تو میری طرف سے زید بن ارقم کو کہ اللہ تعالیٰ باطل
کر دیگا حج اور جہاد تمھارا ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اگر توبہ نکرو گے اور روایت کی امام احمدؒ نے بسند صحیح کہ آئی حضرت
عایشہؓ کے پاس ایک عورت اور کہا اوسنے کہ مین نے زید بن ارقمؓ کے ہاتھ ایک غلام بیچا آٹھ سو روپے کو میعادی پھر خرید لیا مین نے
اوس سے چھ سو روپے کو تو فرمایا حضرت عایشہؓ نے کہ خبر پہونچا دے تو زید کو کہ تم نے باطل کر دیا جہاد اپنا ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
کے اگر توبہ نکروگے بُرا کیا تو نے جو بیچا اور جو خریدا اور یہ حدیث صحیح ہو اور یہ قول حضرت عایشہؓ کا بیچا نا گیا ہو قول سے آنحضرت
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اور شافعیؒ نے جو کہا کہ یہ حدیث غیر ثابت ہو اور عالیہ اسکی اسناد مین مجہول ہو باطل ہی اسواسطے کہ عالیہ
ایک عورت جلیل القدر ہو زوجہ ہو ابی اسحق سبیعی کی ذکر کیا اوسکو ابن سعد نے طبقات مین اور کہا کہ سُنا ہو اوسنے حضرت عایشہؓ
سے فتح **ص** اور ایک لونڈی پندرہ روپے کو بیچی اور ابھی قیمت نہین وصول پائی کہ پھر وہی لونڈی اور ایک لونڈی کے ساتھ
ملا کر پندرہ کو خرید کی تو پہلی لونڈی مین بیع فاسد ہوگی اور دوسری مین جائز ہو **ف** اسواسطے کہ پہلی لونڈی کو جس قیمت سے بیچا اوس سے
کم مین خرید ا ہو تو اوسمین بیع جائز نہو گی اور دوسری لونڈی مین صحیح ہو جاویگی **ص** تیل کو اس طرح خرید ا کہ برتن سمیت
تول لیوینگے اور ہر برتن کے عوض مثلاً پانچ سیر مجرا کرینگے خواہ وہ برتن پانچ سیر کا ہو یا نہو تو یہ فاسد ہو اور اگر اس
طور سے خرید ا کہ جس قدر خالی برتن کا وزن ہو اوتنا حساب مین مجرا کرلیگے تو یہ درست ہو **ف** اسواسطے کہ پہلا قول خلاف دستور
اور خلاف مقتضای عقد ہو کیونکہ احتمال ہو کہ برتن پانچ سیر کا ہووے یا کم و بیش اور دوسرا قول موافق دستور اور موافق مقتضای

عقد ہو اور تیل کی قید واسطے مثال کے ہو اور ہر وزنی مین یہی حکم ہو ص اگر گھی کپّے مین خریدا اور مشتری جب کپّا پھیر گیا تو وہ پانچ سیر کا نکلا تب بائع نے کہا کہ میرا کپّا اور تھا اور وہ ڈھائی سیر کا تھا اور مشتری نے کہا کہ یہی کپّا تھا تو قول مشتری کا ساتھ قسم کے معتبر ہوگا ف اسواسطے کہ کپّے پر قابض مشتری تھا اور قول قابض کا معتبر ہوگا ھ ایسا ہی یہان بھی قید گھی کی اتفاقی ہو بلکہ جو وزنی ہو اوسمین یہی حکم ہو ص باطل ہو سیل یعنی پانی بہنے کی جگہہ کی بیع اور ہبہ اوسکا اور صحیح ہو بیع اور ہبہ راہ کا ف یعنی ایک شخص کی زمین ہے دوسرے کی زمین پر پانی بہ کے جاتا ہو تو جس شخص کی زمین پر پانی بہ کے جاتا ہو اور نے اوتنی زمین بیع کی تو باطل ہو اور اگر ایک شخص کے مکان کا راستہ دوسرے کی زمین سے ہوکر ہو اور اوسنے راستہ بیچا تو صحیح ہو ص بعض علما نے کہا ہو کہ سیل سے یا رقبہ سیل مراد ہو یعنی وہ مکان جسمین پانی بہتا ہو ف جیسے نہر یا نالی یا چھت ص اور راہ سے بھی رقبہ راہ یعنی اوتنی جگہہ جسمین سے گذرتا ہو تو پانی بہنے کی مقدار مجہول ہو لہذا اوسکی بیع اور ہبہ جائز نہین ف یہ جب ہو کہ اوسکا طول وعرض معین معلوم نہووے اور جب اوسکا طول وعرض بیان کردیوے اسطرح پر کہ وہ ایک زمین کا ٹکڑا ہو جاوے تو جائز ہو بیع اوسکی جیسا کہ ذکر کیا سرخسی نے یا پانی بہنے کی جگہہ کہے لیکن اوسکی حدود اور جگہہ بیان کردیوے تب بھی جائز ہو ذکر کیا اوسکو قاضی خان نے چلپی ص اور رقبہ راہ معلوم ہو اگر اوسکے حدود بیان کرے اور اگر نہین بیان کیے جب بھی وہ مقدر ہو دروازے کے عرض سے جیسے تقسیم زمین مین تو جائز ہو اوسمین بیع اور ہبہ اور یا سیل سے حق تسییل یعنی پانی بہنے کا حق مراد ہو تو اگر زمین پر ہو تو مجہول ہو اور اگر چھت پر ہو تو وہ حق تعلّی ہو یعنی ایسا حق ہو کہ متعلق ہو ایسی چیز سے جو باقی نہین رہتا ف جب چھت گر جاوے ص اور راہ سے بھی حق گذرنے کا مراد ہو تو اوسمین دو روایتین ہین ف ایک روایت مین بیع اوسکی صحیح ہو اور دوسری روایت مین باطل ہو مضمرات مین ہو کہ اکثر فقہا نے روایت اول سے اخذ کیا ہو اور روایت ثانی کو فقیہ ابو اللیث نے صحیح کیا ہو ص وجہ بطلان یہ ہو کہ وہ صرف حق ہو اور مال نہین ہو اور وجہ صحت یہ ہو کہ اسکی طرف احتیاج ہو اور وہ ایک حق معلوم ہو متعلق ہو اوس چیز سے جو باقی ہو ف یہ جب ہو کہ حق گذرنیکا زمین پر ہووے اور جو چھت پر ہووے تو باتفاق باطل ہو ص اور صحیح ہو وکیل کردینا مسلمان کا ذمی کو واسطے بیچنے یا خریدنے شراب و سور کے اور احرام باندھے ہوئے کا غیر محرم کو واسطے بیچنے شکار اپنے کے نزدیک امام صاحب کے ف لیکن مکروہ ہو بکراہت شدیدہ تو مسلم کو واجب ہو کہ درصورت خرید شراب کو سرکہ بنادے یا اوسکو بہادیوے اور سور کو چھوڑ دیوے اور درصورت بیع اوسکے ثمن کو تصدق کرے طحطاوی ص اور صاحبین کے نزدیک صحیح نہین ف مختار یہی ہو کہ یہی ظاہر تر ہو ص یہان سے بیع بالشرط کے قواعد کلیہ مذکور ہوتے ہین ف جاننا چاہیے کہ حدیث اور آثار شروط بیع مین مختلف وارد ہوئے ہین طبرانی نے اوسط مین روایت کی عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ سے کہ منع کیا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیع سے اور شرط سے اور اس حدیث سے باطل ہونا بیع اور شرط دونوں کا معلوم ہوتا ہو اور حدیث اور گذر چکی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہا حضرت عائشہؓ سے کہ خرید لو بریرہ کو اور شرط کر لو اوسکے مالکون سے واسطے اپنے ولا کی اور ولا اوسکو ملیگی جو آزاد کرے اس سے معلوم ہوتا ہو کہ بیع جائز ہو اور شرط باطل ہو اور بھی پہ گذری حدیث خیار الشرط کی اور اوس سے معلوم ہوتا ہو کہ بیع اور شرط دونون جائز ہین اسواسطے فقہا نے شروط کی تقسیم کر دی ص اور بیع ایسی شرط کے ساتھ جسکو عقد مقتضی ہووے جیسے شرط ملک

واسطے مشتری کے یا اوسکو عقد مقتضی نہووے لیکن اوسمین نفع کسیکو نہووے ف یعنی نہ نفع بائع کو ہو نہ مشتری کو نہ معقود علیہ کو یعنی جس چیز کی بیع ہورہی ہو اوسکی مثال ہدایے مین لکھی ہو کہ بائع ایک جانور کو اس شرط پر بیچے کہ مشتری پھر اوسکو بیچ کر

ص جائز ہو ف اور وہ شرط لغو ہو مثلاً اس صورت مین مشتری کو اختیار رہیگا کہ جانور کو بیچ ڈالے ص اور بیع ایسی شرط کے ساتھ جسکو عقد مقتضی نہووے اور اوسمین بائع کو نفع ہووے یا مشتری کو یا معقود علیہ کو فاسد ہو اول کی مثال یہ ہو کہ بائع ایک غلام اس شرط پر بیچے کہ ایک مہینے تک میری خدمت کرے کیونکہ اس صورت مین بائع کو نفع ہو دوسرے کی مثال یہ ہو کہ مشتری ایک کپڑا اس شرط پر خریدے کہ بائع اوسکو قطع کر دیوے یا اوسکی قبا سی دیوے یا چمڑا خریدے اس شرط پر کہ اوسکی جوتی بنا دیوے یا اوسکا تسمہ لگا دیوے کیونکہ ان صورتون مین مشتری کا نفع ہی تیسرے کی مثال یہ ہو کہ بائع ایک غلام اس شرط پر بیچے کہ مشتری اوسکو آزاد کرے یا مدبر یا مکاتب کرے کیونکہ ان صورتون مین معقود علیہ کو نفع ہو اور فاسد ہو بیع لونڈی کی بدون حمل کے ف یعنی ایک لونڈی حاملہ کو بیچا بغیر حمل کے یعنی بائع نے کہا کہ حمل میرا ہو اور لونڈی تیری ہی تو یہ بیع فاسد ہو اسواسطے کہ صرف حمل کا بیچنا درست نہین تو اوسکا استثنا بھی درست نہو گا ص اور اگر مشتری نے قیمت ادا کرنے کے لیے یہ کہا کہ نوروز تک یا مہرگان تک یا نصاری کے روزون تک یا یہودیون کی عید تک دونگا اور بائع اور مشتری کو یہ دن معلوم نہون تو یہ بیع فاسد ہو ف اسواسطے کہ اس صورت مین بائع اور مشتری مین نزاع ہوگی بائع قیمت جلدی مانگے گا او مشتری دیر مین دیگا اور اگر دونون کو دونون پہچانتے ہون تو جائز ہو درمختار نوروز اوس دنکو کہتے ہین جب جاڑا ختم ہو کر دن رات برابر ہوتا ہو اور مہرگان وہ دن ہو جب گرمی تمام ہو کر دن رات برابر ہوتا ہو ص یا یہ کہا کہ حاجیون کے آنے تک اور کھیتی کٹنے تک اور دائین چلنے تک اور میوہ توڑنے تک اور جانورون کی پیٹھ پر سے اون کاٹنے تک دونگا تو بھی بیع فاسد ہو ف اسواسطے کہ یہ امور کبھی جلدی کبھی دیر مین ہوتے ہین تو بائع اور مشتری مین نزاع ہوگی ص اور اگر ان تون تک بیچے اور قبل ان وقتون کے آنے کی مدت کو ساقط کر دیا تو بیع صحیح ہو جاویگی اور اگر ان مدتون تک کسی کی ضمانت کی تو صحیح ہی

فصل احکام بیع باطل اور بیع فاسد کے بیان مین

بیع باطل مین مبیع مشتری کے پاس امانت ہوتی ہو بعضون کے نزدیک تو اوسکے تلف ہو جانے سے مشتری پر ضمان نہ واجب ہوگا اور بعضون کے نزدیک مشتری پر ضمان اوسکی قیمت کا لازم ہوگا ف اور یہی مختار ہو اور اسی پر فتوی ہو قنیہ ص اور بیع فاسد مین اگر مشتری نے مبیع پر قبضہ کر لیا بائع کی رضا سے خواہ رضا اوسکی صراحتاً ہو ف مثلاً بائع کہے کہ تو اسپر قبضہ کرے ص یا دلالت حال سے ف مثلاً بائع کے سامنے مجلس عقد مین قبضہ کیا ص اور مبیع اور ثمن دونون مال ہون تو مشتری مبیع کا مالک ہو جاویگا اور مشتری پر مبیع کا مثل لازم ہوگا خواہ وہ مثل حقیقۃً ہو یا معنیً ف مثل حقیقۃً اون چیزون مین جو مثلی ہین جیسے گیہون چاول اور اناج وغیرہ اور مثل معنیً اون چیزون مین جو غیر مثلی ہین جیسے جانور کپڑا ہتھیار وغیرہ ان چیزون کا مثل حقیقۃً نہین ہوتا کیونکہ جانور جانور کا سب اوصاف مین ایک ہونا دشوار ہی سواسطے قیمت کو انکا مثل معنوی قرار دیا گیا ہو ص اور واجب ہو ہر ایک بائع اور مشتری پر فسخ کرنا بیع فاسد کا قبل قبض مبیع کے جب تک وہ شی مشتری کی ملک مین ہو اور اسیطرح بعد قبض مبیع کے اگر فساد [illegible] یعنی اوسکے [illegible] ہمارے یہان ذکر ہم نے کیا ہے مثل درہم کی بیع کے ف اور اسکے فسخ مین حکم قاضی شرط نہین اور اگر کوئی

فسخ میں انکار کرے تو قاضی جبراً فسخ کرا دیوے در مختار ص اور اگر فساد کسی شرط کے سبب سے ہووے مثلاً بائع نے یہ شرط لگائی ہو کہ مشتری مجکو ایک سو روپیہ دیوے تو جسنے شرط لگائی ہووے اوسکو فسخ واجب ہی امام محمدؒ کے نزدیک اور شیخین کے نزدیک ہر ایک پر واجب ہی تو اگر مشتری نے بیع فاسد مین مبیع کو بیچ ڈالا یا ہبہ کر دیا اور تسلیم کر دیا موہوب لہ کو یا مبیع غلام تھا اوسکو آزاد کر دیا تو یہ تصرفات مشتری کے صحیح ہو جاوینگے اور اوسپر قیمت لازم آویگی اور حق فسخ کا ساقط ہو جاویگا ف اسواسطے کہ بیع سے حق غیر کا متعلق ہو گیا اور فسخ تھا بسبب حق اللہ کے اور حق العباد مقدم ہی حق اللہ پر کیونکہ اللہ تعالی غنی ہی اور بندہ محتاج ہو ص اور بیع کا اگر فسخ کی گئی تو بائع مبیع کو مشتری سے نہیں لے سکتا جبتک اوسکی ثمن نہ پھیر دیوے تو اگر بائع بعد فسخ کے مرجاوے تو پہلے اوس شی کو بیچکر مشتری کی ثمن ادا کرینگے بعد اوسکے اور قرض خواہون کو جو بچے گا دیا جاویگا ف جیسے رہن مین اگر راہن مر جاوے تو شی مرہون کو بیچکر اول روپیہ مرتہن کا ادا کرینگے بعد اوسکے جو بچے گا بعد تجہیز و تکفین کے اور قرضخواہون کو ملے گا ھدایہ ص اور بیع فاسد مین اگر مشتری نے مبیع کو بیچا اور اوسمین نفع کمایا تو مشتری کو یہ نفع حلال نہین تو اوسکو صدقہ دیدیوے اور بائع نے جو نفع کمایا تھا اوسکو حلال ہو گیا ف اور دلیل اسکی ہدایہ اور اصل کتاب مین مذکور ہی ص اسی طرح ہر اگر ایک شخص نے دعوی کیا کچھ روپیون یا اشرفیون کا دوسرے پر اور مدعا علیہ نے مدعی کو وہ روپیہ اشرفی ادا کردیے بعد اوسکے مدعی نے اقرار کیا کہ میرا کچھ مدعا علیہ پر نہ تھا اور مدعی اون روپیون مین نفع کما چکا تو وہ نفع مدعی کو حلال ہو جاویگا ف اور مدعا علیہ سے جس قدر روپیے تھے وہ پھیر نا پڑینگے ص اور اگر بائع نے بیع فاسد سے ایک زمین بیچی اور مشتری نے اوس زمین پر مکان بنایا تو مشتری پر اوسکی قیمت لازم ہوگی اور حق فسخ کا ساقط ہو جاویگا اور صاحبین کے نزدیک مکان گرایا جاویگا اور زمین بائع کو واپس کیجاویگی اور مشتری اپنا عملہ لیجاویگا ف ایسا ہی اگر مشتری نے اوس زمین مین درخت بوئے تو امام صاحب کے نزدیک قیمت زمین کی لازم آویگی اور بائع فسخ نہین کر سکتا اور صاحبین کے نزدیک مشتری کو حکم ہوگا کہ درخت اوکھاڑ لیوے اور زمین خالی کر دے کمال الدین ابن الہمام نے مذہب صاحبین کو ترجیح دی ہی اور نہر الفائق مین مذہب امام صاحب کو اور وہی مختار ہی اس زمانے مین ص

فصل مکروہات بیع مین

مکروہ ہی لاڑ ھیا پن یعنی مال کی قیمت زیادہ کہدینی اس غرض سے کہ دوسرا شخص اوسکی خرید مین رغبت کرے اور اپنے کو خرید نا منظور نہو ف اسکو عربی مین نجش کہتے ہین روایت کی بخاری اور مسلم نے ابوہریرہؓ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہ نجش کرو ص اور مول کرنا اوس چیز پر جسکا کوئی اور مول کر چکا ہو یعنی اوس قیمت پر بائع راضی ہو چکا ہو ف اور اگر اوس نے ابھی مول نہین چکایا تو جائز ہی صحاح ستہ مین ابوہریرہؓ سے مروی ہی کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مول نہ چکاوے کوئی اپنے بھائی کے مول چکانے پر اور نہ بیع کرے اپنے بھائی کی بیع پر اور نہ پیام نکاح کا دے اپنے بھائی کے پیام پر اور قید بھائی کی اتفاقی ہی واسطے زیادتی نفرت اور قباحت کے ورنہ یہی حکم ہی اگر غیر ذمی ہو یا مستامن در مختار ص اور مکروہ ہی اناج کی بھرتی کو آگے بڑھکر لینا جب شہر والون کو ضرر کرے ف یعنی اناج لیکر بنجارے چلے آتے ہین تو شہر کے باہر جا کر اون سے خرید لینا مکروہ ہی اسکی کراہت کی دو صورتین ہین ایک یہ کہ شہر مین قحط ہی اور یہ شخص قافلے مین جاکر ملا اور اون سے سب غلہ خرید کر لیا اور شہر مین

لاکر خاطر خواہ بیچا اور اگر یہ شخص نہ جاتا اور قافلہ بنجارون کا شہر مین آتا تو اہل شہر کو فائدہ ہوتا دوسرے یہ کہ شہر مین
قحط اور تنگی نہو مگر یہ کہ قافلے والون کو نرخ شہر کا معلوم نہو وے اور یہ شخص اون سے جا کر سستا خرید کر کے
فریب دیکر اگر یہ دونون صورتین نہون تو مکروہ نہین ہدایہ صحیحین مین مروی ہو ابن عباسؓ سے کہ منع کیا رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم نے تلقی جلب سے اور اوسکے یہی معنی ہین جو اوپر گذرے ص اور مکروہ ہو بیع حاضر کی واسطے
بادی کے زمانہ قحط مین مہنگے دامون کی طمع سے ف حاضر وہ شخص ہی جو شہر مین رہتا ہو بادی وہ جو بیرون
شہر دیہات کا رہنے والا ہو ممانعت اس بیع کی حدیث سے ثابت ہو روایت کی بخاری نے ابن عمرؓ سے کہ منع کیا
آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیع حاضر سے واسطے بادی کے اور اس حدیث کے دو معنی ہین ایک کہ شہر کا بنیا
بقال شہر کے لوگون کے ہاتھ نہ بیچے بلکہ جو باہر سے لوگ آتے ہین اونکے ہاتھ بیچے تاکہ دام زیادہ ملین اور اسکو اختیار
کیا ہو ہدایہ مین دوسرے یہ کہ باہر کا شخص غلہ لاوے اور اوسکے طرف سے شہری دلال ہووے اور کہے کہ تو جلدی نکر مین تجکو
گران بیچ دونگا تو بائع بادی ہوا اور حاضر دلال اور یہی معنی اختیار کیے ہین مجتبی اور ردمختار اور اصل کتاب مین اور منقول
ہو یہ تفسیر ابن عباسؓ سے اور مناسب ہو اسکے آخر حدیث کہ چھوڑ دو لوگون کو تا اللہ تعالی روزی دے بعضے آدمیون کو بعضون سے
روایت کیا اوسکو مسلم نے جابرؓ سے ص اور مکروہ ہو بیع وقت آذان جمعے کے تحریمًا ف اسواسطے کہ فرمایا اللہ تعالی جل شانہ نے
یَا أَیُّهَا الَّذِینَ آمَنُوا إِذَا نُودِیَ لِلصَّلٰوةِ مِن یَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا إِلٰی ذِکْرِ اللّٰهِ وَذَرُوا الْبَیْعَ ای ایمان والو
جسوقت پکارا جاوے واسطے نماز کے دن جمعے کے پس دوڑو واسطے یاد خدا کے اور چھوڑ دو سودا کرنا اور اسواسطے کہ بیع کرنے مین خلل
آتا ہو سعی مین اور وہ واجب ہو یہان تک کہ اگر سعی مین خلل نہ آوے بلکہ سعی بھی ہوتی جاوے اور بیع بھی جیسے بائع اور مشتری
ایک کشتی مین سوار ہین اور وہ کشتی چلی جاتی ہو مسجد جامع کو تو مضایقہ نہین ردمختار ص جن دو بردون مین
قرابت قریب محرم ہو ف یعنی ہر ایک دوسرے کا قریب محرم ہو تو محرم غیر قریب جیسے باپ کی جورو یا قریب غیر محرم جیسے چچا
کی اولاد دونون نکل گئے ہدایہ ص اور دونون صغیر سن ہون یا ایک صغیر سن تو اونمین جدائی ڈالنا مکروہ ہو جب کسی حق کے
سبب سے نہووے نزدیک طرفین کے اور امام ابی یوسفؒ کے نزدیک جب دونون مین ناتا ولادت کا ہووے تو ایک کی بیع بدون
دوسرے کے جائز نہین ف اور بعضون نے کہا کہ مطلق امام ابو یوسفؒ کے نزدیک بیع جائز نہین خواہ ناتا ولادت کا ہووے
یا اور طرح کا اور یہی قول ہو زفر اور ائمہ ثلثہ کا اور اصل اس باب مین قول ہو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جو روایت کی ترمذی نے
ابی ایوب انصاریؓ سے کہا کہ سنا مین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرماتے تھے جس شخص نے جدائی ڈالی درمیان مین والدہ اور اوسکے ولد کے
جدائی ڈالیگا اللہ تعالی درمیان اوسکے اور درمیان دوستون اوسکے کے دن قیامت کے اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہو غریب ہو اور صحیح کیا اوسکو حاکم نے
شرط مسلم پر اور دارقطنی اور مین محدث شیخ کراوسکے اسناد مین حیی بن عبد اللہ ہو نہین اخراج کیا اوس سے صحاح مین اور اختلاف کیا گیا اوسمین اور اختلاف
کے سبب سے صحیح کیا اوسکو ترمذی نے اور روایت کیا اوسکو امام احمدؒ نے ایک قصے کے ساتھ اور روایت کی حاکم نے مستدرک مین عمران بن حصینؓ سے کہ
فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ملعون ہو وہ شخص جسنے جدائی ڈالی درمیان والدہ اور اوسکے ولد کے اور کہا کہ اسناد اوسکی صحیح ہو
اور روایت کی ترمذی اور ابن ماجہ نے حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ سے کہ ہبہ کیے مجکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو غلام کہ آپس مین بھائی تھے تو بیچا

مین نے ایک کو فروخت کیا فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یا علی کیا ہوا ایک غلام تمہارا کہا مین نے بیچ ڈالا اوسکو تو فرمایا رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم نے پھیر لے اوسکو پھیر لے اوسکو کہا ترمذی نے یہ حدیث حسن غریب ہی اور روایت کی حاکم اور دارقطنی نے دوسرے طریق
سے عبد الرحمن بن ابی لیلی سے انھون نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آئے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس قیدی تو حکم کیا مجکو
ساتھ بیع دو بھائیون کے تو بیچا مین نے اون دونون کو الگ الگ اور کہا مین نے آنکر واسطے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تو فرمایا آپ نے
کہ پھیر لے اونکو اور بیچ اونکو ایک ساتھ اور نہ جدائی کر درمیان اونکے صحیح کیا اوسکو حاکم نے اوپر شرط بخاری اور مسلم کے اور نفی
کی ابن قطان نے عیب کو اس حدیث سے اور کہا کہ یہ اولی ہی اون حدیثون مین جنپر اعتماد ہی اس باب مین اور روایت کیا
اوسکو احمد اور بزار نے دوسرے طریق سے لیکن اوسمین انقطاع ہی اور وہ مضر نہین ہمارے نزدیک ص اور اگر جدائی اون دونون
کی کسی حق کے سبب سے ہووے جیسے ایک نے کوئی جنایت کی اوسمین دیا گیا یا عیب کے سبب سے روکا گیا تو مکروہ نہین اور جائز ہی بیع من
یزید یعنی نیلام **ف** جسکو حراج کہتے ہین اسواسطے کہ روایت کی اصحاب سنن اربعہ نے انس بن مالک سے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم کے پاس ایک انصاری سوال کرنے کو آیا تو حضرت نے فرمایا کیا تیرے گھر مین کوئی چیز نہین اوسنے کہا کیون نہین ایک کمل ہی
جسکو کچھ مین اوڑھتا ہون اور کچھ بچھاتا ہون اور ایک پیالہ ہی جسمین مین پانی پیتا ہون فرمایا کہ اونکو میرے پاس لے آ سو وہ دونون چیزین لے
آیا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اونکو لیا اور فرمایا کہ کون شخص ان دونون کو خرید کرتا ہی سو ایک مرد نے کہا کہ مین انکو عوض ایک
درہم کے خرید کرتا ہون رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا دو بار یا تین بار من یزید علی درہم کون ہی جو ایک درہم سے زیادہ دے
تو ایک مرد نے کہا کہ مین دونون کو دو درم کو لیتا ہون سو حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دونون چیزین اوسکو دین اور دونو درم مرد انصاری کو دیے اور
فرمایا کہ ایک سے طعام خرید کر کے اپنے اہل وعیال کو دے اور دوسرے سے کلہاڑی میرے پاس خرید کر لا سو وہ لایا اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے
اپنے دست مبارک سے اوسمین لکڑی لگائی اور فرمایا کہ جا لکڑیان لایا کر اور بیچا کر اور مین تجکو پندرہ دن نہ دیکھون اوسنے ایسا ہی کیا پھر وہ آیا
اور اوسکو دس درہم حاصل ہوے سو اوسنے کچھ درہمون سے کپڑا خرید کیا اور کچھ سے کھانا تو حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا
یہ تیرے حق مین بہتر ہی تیرے آنے سے دن قیامت کے اور داغ سیاہی کا تیرے منہ پر ہووے بسبب سوال کے

باب اقالہ کے بیان مین

ف اقالہ کا جواز ثابت ہی حدیث سے فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو پھیر دے مسلمان کی بیع رد کریگا اللہ تعالی
لغزش اوسکی قیامت کے دن روایت کیا اوسکو ابو داود اور ابن ماجہ نے ابو ہریرہ سے اور صحیح کہا اوسکو ابن حبان اور حاکم
نے ص جاننا چاہیے کہ اقالہ یعنی پہلی بیع کا توڑنا بائع اور مشتری کے حق مین تو فسخ بیع ہی اور سوا انکے اور شخصون کے
حق مین مانند بیع جدید کے ہی تو اگر فسخ بیع بائع اور مشتری کے حق مین نہو سکے تو اقالہ باطل ہوگا **ف** اور مثال اوسکی آگے آتی ہی ص
اور یہ جو معلوم ہوا کہ اقالہ غیر بائع اور مشتری کے نزدیک مانند بیع جدید کے ہی تو اوسکا فائدہ یہ ہی کہ وقت اقالہ کے شفیع کو دعوی شفعہ
پہونچتا ہی **ف** مثلاً زید نے ایک مکان اپنا عمرو کے ہاتھ بیع کیا اور شفیع نے اپنی رضامندی سے اوسوقت حق شفعہ ساقط کر دیا
بعد اوسکے اقالہ بیع ہوا تو زید اور عمرو کے حق مین تو یہ اقالہ فسخ بیع شمار کیا جاویگا اور شفیع کے حق مین بیع جدید تو اب پھر
اوسکو دعوی شفعہ پہونچ سکتا ہی در مختار ص اور اگر ایک لونڈی کی بیع ہوئی اور بعد اوسکے

اقالہ بیع ہوا تو اب پھر لونڈی پر استبراء واجب ہوگا ف یعنی اسبطے بیع اول کو وطی اوسکی جائز نہوگی بغیر استبراء کے ص امام ابو یوسف کے
نزدیک اقالہ بیع ہی تو اگر بیع نہو سکے گی تو فسخ شمار کیا جاویگا اور امام محمد کے نزدیک فسخ ہو اور اگر فسخ ممکن نہ ہوگی تو بیع
شمار کی جاویگی ص تو باطل ہوا اقالہ بیع اوس لونڈی مین جو بعد بیع کے مشتری کے پاس آنکر جنے ف مثلاً ایک لونڈی
خریدی اور وہ مشتری کے پاس آنکر بعد قبض کے جنے تو اس اقالہ کو فسخ نہین بنا سکتے اسواسطے کہ بیع مین زیادتی ہوگئی اور یہ
مانع فسخ ہی تو اقالہ باطل ہوگا کفایہ ص امام صاحب کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک باطل نہین ہی کیونکہ اس اقالہ
کو بیع بنا سکتے ہین اور اقالہ اوتنی ہی قیمت کو درست ہی جو اول مقرر ہوئی تھی تو اگر روپے کے بدلے مین بیع ہوئی تھی اور اقالہ
مین اشرفی ٹھہری یعنی جنس اور قسم قیمت کی بدل گئی یا قیمت کم و بیش پہلی قیمت سے ٹھہری تو یہ شرط باطل ہوگی اور بائع پر پہلی
قیمت کا صرف پھیرنا لازم آویگا امام صاحب کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک شرط صحیح ہی اسواسطے کہ امام صاحب کے نزدیک
اقالہ فسخ بیع اول ہی اور فسخ نہین ہوتا مگر پہلی قیمت پر اور صاحبین کے نزدیک بیع جدید ہو تو کم و بیش قیمت پہلی قیمت سے درست ہوگی
الا اگلی قیمت کی اوس صورت مین درست ہی جب بیع مین مشتری کے پاس آنکر کوئی عیب ہو گیا ہو اور صحت اقالہ کا ہلاک ثمن مانع
نہین ہی البتہ ہلاک ہو جانا بیع کا مانع صحت اقالہ ہی ف یعنی اگر ثمن اول بائع کے پاس تلف ہو جاوے تو یہ اقالہ کا مانع نہین اسواسطے
کہ ثمن تابع ہی بیع مین اور اصل بیع ہی اور وہ موجود ہی اسیواسطے اگر بیع تلف ہو جاویگی مشتری کے پاس تو پھر اقالہ اوسکا نہوسکیگا
مثلاً زید نے گھوڑا خریدا اور وہ زید کے پاس آکر مر گیا تو اب اقالہ اوسکا نہین ہو سکتا یا غلام خریدا اور وہ بھاگ گیا اور اگر بعد اقالہ کے بیع
ہلاک ہوگئی تو اقالہ باطل ہو کر اصل بیع قائم ہو جاویگی بحر ص اور اگر بیع مین سے کسی قدر تلف ہو گیا تو اوسیقدر کا اقالہ نہو سکیگا باقی کا
درست ہوگا ف مثلاً زمین کو خرید کیا کھیت کے ساتھ اور کھیت کاٹ لیا پھر اقالہ کیا تو زمین مین بقدر اوسکے حصے کے اقالہ صحیح ہی
مسائل الحاقیہ اقالہ مین منا سد ہی بائع اور مشتری کی شرط ہی اور اقالہ نکاح اور طلاق اور عتاق کا نہین ہو سکتا اور واجب ہی
اقالہ عقد فاسد مکروہ کا اگر اقالہ ہوا اور پھر وہ چیز موہوب لہ کے پاس آگئی تو واہب کو حق رجوع ثابت نہوگا صابون کو خریدا اور پھر
وہ سوکھ گیا تو اقالہ جائز ہی اسواسطے کہ کل مبیع باقی ہی اور صحیح ہی اقالہ کا اقالہ کرنا تو پھر مبیع اول لوٹ آویگی اگر اقالہ سلم کا اقالہ صحیح نہین انگور کا
باغ بیچا اور تسلیم کیا سو مشتری نے اوسکا پھل کھایا سال بھر تک پھر دونون نے اقالہ کیا تو اقالہ صحیح نہین در مختار

باب مرابحہ اور تولیہ کے بیان مین

مرابحہ کہتے ہین چیز کے بیچنے کو اصل لاگت پر ایک نفع معین کر کے اور تولیہ کہتے ہین صرف لاگت پر بیچنے کو بلا نفع کے
ف جاننا چاہیے کہ بیع چار طرح پر ہوتی ہی مرابحہ اور تولیہ اور مساومہ اور وضیعہ مرابحہ اور تولیہ تو معلوم ہو چکا ہی اور مساومہ
کہتے ہین اوس بیع کو جس ثمن پر بائع اور مشتری راضی ہو جاوین بدون لحاظ پہلی قیمت کے اور وضیعہ کہتے ہین اصل لاگت سے نقصان
بیچنے کو اور مرابحہ اور تولیہ کا جواز عقلاً ثابت ہی اور نقلاً بھی بدلیل اوس حدیث کے جس کو ذکر کیا ابن اسحاق نے سیرت مین کہ حضرت
ابوبکر رض نے دو اونٹ خریدے اور اون مین سے جو افضل تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے واسطے سواری کے پیش
کیا اور کہا آپ سوار ہوجیے صدقے ہون آپ پر ماں باپ میرے تب فرمایا آپ نے مین نہین سوار ہونگا
اوس اونٹ پر جو میری ملک مین نہین ہی تو کہا ابوبکر رض نے کہ وہ اونٹ آپ کا ہو گیا فرمایا آپ نے نہین مگر اوسی

قیمت پر جتنے کو تم نے خریدا تو قبول کیا اوسکو حضرت ابوبکر رضنے اور سوار ہوے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اوس اونٹ پر اور روایت
کی عبدالرزاق نے سعید بن المسیب سے مرسلاً کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تولیہ اور اقالا اور شرکت سب برابر ہین نہین کچھ
حرج انمین اور مرسلات سعید کے مقبول ہین فتح ص اور شرط ان دونون کی یہ ہی کہ پہلی قیمت جو بائع نے دی تھی مثلی ہو ف
یا غیر مثلی لیکن وہ چیز وقت مرابحہ کے مشتری کی مملوک ہو جاوے ثمن مثلی جیسے روپیا اشرفی اور مکیل موزون یعنی جو چیزین
تل کر بکتی ہین اور جو گن کر بکتی ہین لیکن مقدار مین یکسان اور قریب ہوتے ہین اور ثمن مثلی اسواسطے شرط ہوئی کہ اگر ثمن
غیر مثلی ہووے چنانچہ کپڑا العوض غلام کے خرید کیا تو یہان مرابحہ اور تولیت قیمت غلام پر ہوگا اور حال آنکہ قیمت مجہول ہی ہان اگر مشتری
ثانی اوسی چیز کا مالک ہو جاوے جسکو بائع ثانی نے قیمت مین دیا تھا تو غیر مثلی سے بھی مرابحہ جائز ہی صورت اوسکی یہ ہی کہ گھر خرید
کیا عوض کپڑے کے اور اوسکو تسلیم کر دیا پھر گھر کے بائع نے وہی کپڑا مثلاً زید کو بطریق بیع یا ہبہ کے دیا پھر گھر کے مشتری نے گھر بیچا
زید کے ہاتھ بعوض اوسی کپڑے کے اور کچھ منفعت کے تو جائز ہی کیونکہ زید ثمن اول کے دینے پر قادر ہی نہر ص اور مرابحہ اور تولیہ
کی طرف احتیاج اسواسطے ہی کہ جو شخص ناواقف اور نادان ہی خرید و فروخت مین وہ شخص واقف کے ایمان پر خواہ نفع دیکر یا اصل
لاگت پر خرید کر سکتا ہی اور اس سے اپنے جی کو خوش کرتا ہی اسواسطے ان دونون بیعون کا مدار امانت اور دیانت پر ہی اور ضرور
ہوا اسمین احتراز خیانت اور شبہے خیانت سے مسائلہ اور اصل لاگت مین شریک ہوگی مزدوری دھلوائی اور رنگائی اور چھپوائی
کے کپڑے مین اور اسیطرح ڈور مین بٹوائی کی مزدوری اور غلہ مین بار برداری کی ف اور بھیڑ بکریون کے ہانکنے کی مزدوری
اور شوربے اور درخت کی مزدوری اور پوشاک اور طعام مبیع کا بدون اسراف کے اور سینچوائی پانی کی کھیت مین اور نہرون کی
صفائی کی اور باغ مین درخت لگانے کی اور گھر کے چونہ کاری کی ان سب چیزون کی مزدوریان اصل لاگت مین گنی جاوین گی
اسیطرح موتی مین سوراخ کرنیکی مزدوری اور لکڑی مین دروازہ بنانے کی در مختار و نہر ہدایہ مین اسکا قاعدہ کلیہ یہ لکھا
ہی کہ جن مصارف کی لاگت مین ملانے کا دستور ہو تجار مین اور اوسکے سبب سے مبیع مین یا قیمت مین زیادتی ہووے تو وہ لاگت مین
ملائے جاوینگے ص لیکن ان چیزون کی اجرت اور مزدوری جب لاگت مین ملائی جاوے تو بائع یون کہے کہ اتنے دامون کو
مجھے یہ چیز پڑی ہی اور یون نہ کہے کہ اتنے کو مین نے خریدا ہی ف تا کہ جھوٹ نہو جاوے اور جس مکان مین اسباب رکھا ہووے اوسکا
کرایہ یا چرواہے کی مزدوری یا تعلیم غلام اور لونڈی کی مزدوری اصل لاگت مین داخل نہوگی ہدایہ ص تو اگر مشتری
دوم کو معلوم ہوا کہ مشتری اول نے مرابحہ مین خیانت کی تو اوسکو اختیار ہی چاہے اون دامون پر جو مشتری اول نے
بیان کیے ہین خرید لیوے اور چاہے پھیر دیوے اور تولیہ مین اگر خیانت معلوم ہوئی تو جسقدر مشتری اول نے خیانت کی رو سے
اصل لاگت پر دام بڑھائے ہون کاٹ کر باقی دام دیدیوے اور امام ابو یوسف کے نزدیک مرابحہ اور تولیہ مین دونون صورتون مین
کاٹ لیوے اور امام محمد کے نزدیک دونون صورتون مین چاہے مشتری اول کے بتائے دامون پر لے لیوے یا پھیر دیوے
ف اور فتوی امام صاحب کے قول پر ہی ص اور جس شخص نے ایک چیز خرید کر نفع پر بیچی اور پھر اوسکو جن دامون بیچا تھا اوس سے
کم کو خرید لیا تو اب اگر اوسکو پھر مرابحہ یا تولیہ سے بیچے گا تو مقدار نفع کو اصل لاگت سے مجرا کرے اور اگر نفع پوری لاگت کو گھیر
لیوے یعنی وہ شے کمصفت پڑ جاوے تو اب اوسکو بطریق مرابحہ نہ بیچے ف مثلاً ایک گھوڑا دس روپیہ

کو خریدا اور پھر پندرہ کو بیچا اور پھر دس کو خرید لیا تو اب اگر اوسکو مرابحہ سے بیچے گا تو یہ کہے کہ مجھکو پانچ روپے کو پڑا ہے اور اگر دس
روپے کو خریدا اور بیس کو بیچا اور پھر دس کو خریدا تو اب اوسکو مرابحہ کے طور پر بالکل نہ بیچے بلکہ مساومۃً یا اور طرح بیچے اسلیے
برخلاف صاحبینؒ کے کہ اونکے نزدیک دونون صورتون مین ثمن اخیر پر مرابحۃً بیچنا جائز ہی اور صاحبینؒ کا قول خلق پر آسان
ہی اور امام کا قول مضبوط تر ہی تو جس قول پر چاہے عمل کرے ص اگر اوس غلام نے جسکو مولی نے اذن تجارت کا
دیا ہو اگرچہ وہ قرضدار ہووے ایک کپڑا خریدا دس روپے کو اور مولی نے اوس سے پندرہ کو خریدا تو مولی اگر اوس کپڑے کو
مرابحہ سے بیچے تو چاہیے کہ اصل جمع دس روپے بتلاوے اور ایسا ہی اوسکا الٹا یعنی اگر مولی دس روپے کو کپڑا لیکر اوسی غلام کے
ہاتھ پندرہ کو بیچے اور وہ غلام مرابحہ سے بیچنا چاہے تو دس روپے لاگت بتلاوے اور پندرہ نہ کہے ف اور دلیل اسکی اصل
کتاب اور ہدایہ مین مذکور ہی اور قرضدار غلام مین جب یہ صورت ہوئی تو اگر قرضدار نہوگا تو بطریق اولی مولی کو یا غلام
کو وہی دام بتلانا پڑینگے جن داموں مولی یا غلام نے اوس شی کو لیا ہی یعنی دس روپے ان دونون صورتون مین ص
اور اگر مضارب کے پاس دس روپے تھے مثلاً آدھے نفع کے قرار داد پر اوس دس روپے کے بدلے مین مضارب نے ایک کپڑا خریدا اور پندرہ
روپے کو مالک مال کے ہاتھ بیچا تو اگر مالک مال اب اوسکو مرابحہ سے بیچے تو ساڑھے بارہ قیمت کپڑے کی بتاوے ف
اسواسطے کہ نصف نفع یعنی اڑھائی روپیہ ملک ہی صاحب مال کی اور اسیطرح اوسکے الٹے مین حکم ہی یعنی جبکہ صاحب مال بائع
ہووے اور مضارب مشتری چنانچہ ذکر اسکا کتاب المضاربۃ مین آویگا ص اگر لونڈی خریدی صحیح وسالم اور مشتری کے پاس
آنکر کانی ہوگئی ف کسی آفت سماوی سے ص یا وہ لونڈی ثیبہ تھی اور مشتری نے اوس سے جماع کیا اور پھر اب بیچتا
ہی اوسکو مرابحہ سے تو اپنی اصل لاگت بیان کردے اور اسکا بیان ضرور نہین کہ یہ لونڈی اچھی تھی میرے پاس آنکر کانی ہوگئی
یا اس سے مین نے جماع کیا ہی ف اور ابو یوسفؒ اور شافعیؒ کے نزدیک بیان اسکا ضرور ہی اور یہی مذہب ہی باقی ائمہ کا فقیہ
ابو اللیث نے کہا ہم اسی سے اخذ کرتے ہین اور اسی کو ترجیح دیا کمال الدین ابن الہمام نے ص اور اگر مشتری نے خود آنکھ
اوسکی پھوڑ دی یا کسی اور نے اوسکی آنکھ پھوڑی اور مشتری نے اوس شخص سے دیت لے لی یا وہ لونڈی باکرہ تھی اور مشتری نے اوسکا
ازالہ بکارت کا کیا جماع سے تو ان صورتون مین جسوقت مرابحہ سے بیچے تو یہ کیفیت بیان کردیوے اگر ایک کپڑا خریدا اور خودبخود
اوسکو چوہا کہین سے کاٹ گیا یا آگ سے جل گیا تو اب اگر اوسکو مرابحہ سے بیچے تو بیان کرنا اوسکا ضرور نہین اور اگر اسکے لپیٹنے اور کھولنے
سے کپڑے کی تہ ٹوٹ گئی تو مشتری ثانی سے بیان اوسکا ضرور ہی اگر ایک غلام خریدا ہزار روپے کو ادھار ایک مدت پر پھر سو کے نفع
پر اوسے فروخت کیا بغیر بیان کے ف یعنی مشتری ثانی سے یہ نہ کہا کہ مین نے ہزار روپے ادھار کو لیا ہی ص تو اب مشتری ثانی کو اختیار
ہی جب معلوم ہووے اوسکو یہ بات چاہے اوس غلام کو پھیر دیوے چاہے رکھ لیوے ف لیکن اگر رکھ لیگا تو اوسکو گیارہ سو روپے نقد دینے
پڑینگے نہ موجل ص تو اگر مشتری ثانی نے وہ غلام تلف کر دیا تو اوسکو گیارہ سو روپے پورے دینا لازم آوینگے نقد اور یہی حال تولیہ کا ہی
ف اگر مبیع کے ہوتے ہوے مشتری دوم کو خیانت مشتری اول کی معلوم ہوگی تب تو اختیار ہوگا چاہے اوس چیز کو رکھ لیوے
اور چاہے واپس کر دیوے اور اگر بعد مبیع کے تلف کرنے کے خیانت مشتری اول پر اطلاع ہوگی تو جتنے دام ٹھہرے تھے پورے
دینا پڑینگے ص اگر زید نے عمرو سے کہا کہ جتنے کو یہ چیز مجھکو پڑی ہی اوتنے کو تیرے ہاتھ بیچتا ہون اور عمرو کو معلوم نہین

کہ زید کو اتنے کو یہ چیز پڑی ہی تو بیع فاسد ہی اور اگر عمرو کو اوسی مجلس بیع مین معلوم ہو جاوے کہ اتنے کو یہ چیز زید کو پڑی ہی تو اوسکو اختیار ہوگا چاہے لے لے چاہے پھیر دیوے **ف** تو اگر مجلس مین بھی حال ثمن کا معلوم نہووے تو بیع باطل ہو جاوے گی

دُرمختار **ص** جس چیز کو خریدے تو جبتک اوسپر قبضہ نکر لیوے بیع اوسکی جائز نہین مگر عقار مین **ف** جاننا چاہیے کہ مبیع دو قسم ہی ایک منقول جو ایک جگہ سے دوسری جگہ لیجا سکین جیسے چاندی سونا برتن گھوڑا اسباب وغیرہ اور ایک غیر منقول جسکی نقل وتحویل مکانی متعذر ہووے جیسے زمین مکان باغ وغیرہ اور اوسکو عقار کہتے ہین دلیل اس باب مین وہ روایت ہی جو اخراج کیا اوسکا شیخین اور مالک نے ابن عمرؓ سے کہ نہ بیچے کوئی غلہ کو یہان تک کہ قبضہ کرے اوسپر اور طعام وغیرہ منقولات مین ہے اور محمدؒ کے نزدیک خواہ منقول ہو یا عقار کسی کی بیع قبل قبض کے جائز نہین ہے دلیل اوس حدیث کے جسکو روایت کی نسائی نے سُنن کبری مین حکیم بن حزامؓ سے کہ کہا مینے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مین خرید وفروخت کیا کرتا ہون تو بتا دیجیے کہ کون سی خرید وفروخت حلال ہی اور کون سی حرام ہی تب فرمایا آپ نے کہ نہ بیچ تو کسی شی کو یہان تک کہ قبضہ کرے تو اوسپر اور بھی روایت کیا اوسکو احمدؒ نے مسند مین اور ابن حبان نے اور کہا کہ یہ حدیث مشہور ہی یوسف بن ماہک سے انھون نے حکیم بن حزام سے اور راوئین بیچ مین ابن عصمہ نہین ہی آہ حاصل یہ ہی کہ مخرجین اس حدیث کے بعضے ابن عصمہ کو داخل کرتے ہین درمیان ابن ماہک اور حکیم کے اور بعضے نہین اور ابن عصمہ ضعیف ہی نہایت درجے کا کہا ابن حزم نے عبد اللہ بن عصمہ مجہول ہی اور صحیح کہا اونھون نے حدیث کو بروایت یوسف بن ماہک خود حکیم سے اسواسطے کہ اوسنے تصریح کردی اپنے سماع کی حکیم سے روایت قاسم بن اصبغ مین آور صحیح یہ ہی کہ عبد اللہ بن عصمہ ان دونون کے بیچ مین ہی ذکر کیا اوسکو ابن حبان نے ثقات مین اور عبد الحق اور ابن قطان نے اوسکو ضعیف کہا اور دونون نے خطا کی اسواسطے کہ یہ عبد اللہ بن عصمہ جشمی حجازی ہی اور وہ جو ضعیف ہی عبد اللہ بن عصمہ نصیبی ہی یا اور کوئی ہی تو حق یہ ہی کہ یہ حدیث حجت ہی اور ابن حبان نے اپنی صحیح مین اور حاکم نے مستدرک مین نقل کی زید بن ثابتؓ سے کہ منع کیا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیچنے سے اسباب کے یہان تک کہ لیجاوین اوسکو تجار اپنی منزلون تک اور صحیح کہا اوسکو اور تنقیح مین ہی کہ اسناد جید ہی اور یہ حدیث دلالت کرتی ہی اس بات پر کہ مراد اسباب سے یہان منقول ہی کیونکہ منقولات کا لیجانا اپنی منزلون تک ممکن ہی نہ غیر منقول کا البتہ حدیث نسائی کی عام ہی تو اوسکا جواب امام صاحب دیتے ہین کہ مراد اوس سے بھی شی منقول ہی اسلیے کہ علت اس نہی سے یہی ہی کہ جبتک مبیع پر قبضہ نہین کیا احتمال ہی اوسکے تلف اور ہلاک ہو جانیکا اور تلف وہلاک عقار مین نہایت نادر ہی اسی واسطے اگر عقار بالاخانہ ہو یا زمین ہو دریا کے کنارے پر محتمل السقوط اور مانند اسکے چنانچہ خوف ہو زمین یا گھر کے چھپ جانے کا ریت سے تو اسوقت مین غیر منقول بھی مانند منقول کے ہوگا عدم صحت بیع مین قبل قبض کے فتح ودرمختار **ص** اور جس شخص نے کوئی ایسی چیز خریدی جو ناپ کر یا تول کر یا گن کر بکتی ہو **ف** جیسے غلہ کہ ناپ کر عرب مین اور حوالی مدراس مین بکتا ہی اور سونا چاندی تول کر بکتا ہی اور اخروٹ وغیرہ گن کر **ص** تو نہ بیچے اوسکو اور نہ کھاوے یہان تک کہ ناپے اوسکو یا تولے یا گنے **ف** اور اگر بیچ ہی کھاوے گا یا بیع کریگا تو مکروہ تحریمی ہی درمختار **ص** اور مطلب اسکا یہ ہی کہ بائع مشتری کے سامنے اوسکو ناپ یا تول یا گن دیوے اور صحیح یہ ہی کہ بائع کا اس صورت مین ناپنا اور تولنا اور گننا کافی ہی اب پھر مشتری کو ضرور نہین **ف** یہان تک کہ اگر بائع نے قبل بیع کے اوسکو ناپ یا تول یا گن رکھا ہی تو یہ کافی نہین اگرچہ مشتری کے سامنے ہو یا بعد

ابن عصمہ کی تحقیق کا بیان

بیع کے لیکن مشتری کے غیبت مین اور اوسمین وہ چیزین نکل گئین جو بطور تخمین اور اٹکل کے ڈھیریان لگا کر بکتی ہین تو اونکا تولنا اور ناپنا لازم نہین اصل اس باب مین روایت ہو ابن ماجہ کی جابرؓ سے نھی النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عن بیع الطعام حتی یجری فیہ صاعان صاع البائع وصاع المشتری یعنی حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے طعام کی بیع سے منع فرمایا تاوقتیکہ اوسمین دو صاع جاری نہوں ایک صاع بائع کا اور دوسرا صاع مشتری کا اور اس مضمونکو اسحاق اور ابن ابی شیبہ اور بزار اور عبد الرزاق نے بالفاظ مختلفہ نقل کیا ہو اگرچہ اس حدیث کی سنادون مین ضعف ہو لیکن بسبب تعدد طرق اور قبول امہ کے حجت ہو اور محل حدیث وہ ہو کہ مشتری نے ایک چیز خریدی ناپ تول کے اور اب اوسکو بیع کرتا ہو تو پھر مشتری ثانی کے روبرو ناپے اور تولے تو مشتری اول وقت اپنی خریدکے مشتری تھا اور اب بائع ہوگیا علینی یا وہ صورت ہو جسکو شارح بیان کرتا ہو **ص** کہ ایک شخص نے عقد سلم کیا ایک کر یعنی گیہون کے مثلاً ایک مدت معین پر تو جبوقت مدت گذری تو مسلم الیہ نے ایک کر گیہون کا ایک شخص سے خرید کرکے رب السلم کو حکم کیا کہ قبضہ کرلیو اوس کر پر پہلے مسلم الیہ کے طرف سے پھر اپنے لیے تو پہلے رب السلم نے اون گیہون کو مسلم الیہ کے لیے ناپا پھر اپنے لیے ناپا تو جائز ہوگا **ف** اس صورت مین صاع بائع اور مشتری کے جمع ہوئے **ص** اور جو چیزین گن کے بکتی ہین اونکا استعمال بعد قبضے کے قبل ناپنے کے درست ہو اور ثمن مین تصرف کرنا **ف** جیسے روپے مین اشرفیان مقرر کرنا یا کپڑا یا اونٹ یا گھوڑا یا ثمن کا ہبہ کردینا یا بیچڈالنا یا وصیت کرنا ساتھ ثمن کے یا اجارہ دینا **فتح ص** قبل اس بات کے کہ بائع اوسپر قبضہ کرے درست ہو **ف** کیونکہ ثمن تابع ہو بیع مین اور اوسمین خوف فسخ عقد کا نہین بسبب ہلاک ثمن کے اسواسطے کہ وہ متعین نہین تعین سے بخلاف بیع کے **ھد** ایہ عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت ہو کہ کہا مین نے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مین بیچتا ہون اونٹ نقیع مین تو بیچتا ہون عوض مین دینارون کے اور لیتا ہون درہم اور بیچتا ہون عوض مین دراہم کے اور لیتا ہون دینار تو فرمایا آپ نے نہین ہو حرج اسمین اگر لے نرخ سے اوس دن کے جبتک کہ جدا نہو تم دونون ورتمہارے درمیان مین کوئی معاملہ باقی ہووے روایت کیا اوسکو ترمذی اور ابو داود اور نسائی اور دارمی نے اور صحیح کہا اوسکو حاکم نے **ص** ثمن مین کمی اور زیادتی کرنی درست ہو جبتک بیع قائم ہو یعنی کمی مطلقاً درست ہو اور زیادتی اوس صورت مین جبتک بیع ہلاک نہوئی ہو تو درست ہو **ف** اور بعد ہلاک بیع کے زیادتی ثمن درست نہین اگرچہ ہلاکی حکمی ہو اسطرح پر کہ مشتری نے اوسکو بیچا پھر اوسکو خرید کیا پھر ثمن زیادہ کیا درمختار **ص** اور اسیطرح جائز ہو زیادتی بیع مین **ف** یعنی اگر بائع اپنی خوشی سے بیع مین کچھ اوپر اوسکے بڑھائے تو درست ہو **ص** اور ان صورتون مین کل کا استحقاق ہوجاتا ہو یعنی اگر ثمن مشتری نے بڑھائے تو بائع اصل ثمن اور زیادتی دونون کا مستحق ہوجاتا ہو اور بائع نے اگر بیع بڑھادی تو مشتری اصل بیع اور زیادتی دونون کا مستحق ہوتا ہو اور ایک مطلب اس عبارت کا یہ ہو کہ اگر بیع درصورت زیادتی یا ثمن درصورت زیادتی کسی شخص غیر کے نکلے تو مشتری اصل ثمن مع زیادتی بائع سے پھیرلے گا اور اسیطرح بائع کل ثمن مع زیادتی کے مشتری سے وصول کریگا **ف** اسواسطے کہ یہ زیادتی ثمن یا بیع مل جاتی ہو اصل عقد سے گویا عقد اسقدر بیع یا اسقدر ثمن پر واقع ہوا مثلاً زید نے عمرو سے ایک روپے کو چار آم خریدے اور عمرو نے اپنی خوشی سے ایک اور آم بڑھادیا تو گویا ایسا سمجھا جاویگا کہ زید نے عمرو سے روپے کے پانچ آم خریدے اس صورت مین اسی طرح اگر زید نے ایک روپے پر چار آنے یا آٹھ آنے بڑھادیے تو ڈیڑھ روپے یا سوا روپے

اصل ثمن سمجھا جاویگا ص اور امام شافعیؒ اور زفرؒ کے نزدیک زیادتی اصل عقد سے نہ ملیگی بلکہ ایک علحدہ احسان ہوگا
تو اب بعد زیادتی ثمن یا مبیع کے اگر عقد مرابحہ کرے تو کل پر کرے اور بعد کمی بیع یا ثمن کے مابقی پر عقد مرابحہ کرے اور شفیع صورت
مین کم قیمت سے لیگا ف یعنی مثلاً زید نے عمرو سے ایک مکان خریدا سو روپے پر بعد اوسکے زید نے پچیس روپے بڑھادیے یا عمرو نے پچیس روپے
گھٹا دیے اور بکر کا شفعہ اوس مکان پر ثابت ہوا تو بکر صورت اول مین صرف سو ہی روپے کو اور صورت ثانی مین پچھتر کو لے سکتا ہی
ص اگر ایک شخص نے کہا بیچ تو غلام اپنے کو زید کے ہاتھ بدلے مین ہزار روپے کے اس شرط پر کہ مین ضامن ہون ثمن مین سے سوا ہزار کے
سو روپے کا مثلاً اور اوسنے بیچ ڈالا تو مالک غلام کا ہزار روپے زید سے وصول کرے اور سو روپے ضامن سے اور اگر اوسنے یہ نہین کہا کہ مین ثمن
مین سے سوا ہزار کے سو کا ضامن ہون ف یعنی ثمن کی قید اوسنے نہین لگائی ص بلکہ اتنا ہی کہا کہ مین سوا ہزار کے سو کا
ضامن ہون تو مالک غلام کا ہزار روپے زید سے وصول کرے اور ضامن پر کچھ نہین لازم آتا سوا ای قرض کے ف قرض وہ عقد
مخصوص ہی جو وارد ہو مال مثلی کے دینے پر دوسرے شخص کو تاوہ شخص ویسا ہی مال پھیر دیوے جیسے روپے اشرفی غلہ وغیرہ ص
اوس طرح کے دین کے ف مثلاً ثمن مبیع کے ص اسکی مدت اگر دائن مقرر کر دیگا تو وہ موجل ہو جاویگا یعنی پھر اندرون مدت کے
اوسکو مطالبہ نہین ہو سکتا اور قرض کی مدت اگر مقرض یعنی قرض دینے والا مقرر کر دے تو صحیح نہین یعنی اوسکو لازم نہیز
کہ پھر مدت کے اندر مطالبہ نکر سکے بلکہ باوجود تقرر مدت کے جب چاہے اپنا قرض طلب کر سکتا ہی وجہ اوسکی یہ ہی کہ قرض باعتبار
ابتدا کے محض تبرع ہی تو جیسے معیر کو مدت استیفای عاریت کی لازم نہین اسی طرح مقرض کو اور باعتبار انتہا کے معاوضہ ہی
کیونکہ اوسمین مثل واجب ہی تو اس اعتبار سے تاجیل صحیح نہین کیونکہ لازم آتا ہی کہ دراہم کی بیع دراہم سے اودھار ہو اور یہ
مقتضی فساد قرض ہی حالانکہ یہ خلاف اجماع ہی لہذا علمای حنفیہ قائل ہوئے کہ تاجیل قرض صحیح غیر لازم ہی زیلعی و فتح
مسائل الحاقیہ ایک لڑکے صغیر محجور کو قرض دیا اور اوسنے ہلاک کر دیا تو ضامن نہوگا اور مثل اوسکے مرد بالغ بیہوش ہی
شرائط زائدہ قرض مین باطل ہین اور اوسسے قرض باطل نہین ہوتا روٹی کا قرض لینا اور گوندھے ہوے آٹے کا تولکر جائز ہی کمتر
چیز کا خرید کرنا ثمن گران سے بسبب حاجت قرض کے جائز ہی اور مکروہ ہی درمختار

باب ربوا یعنی سود کے بیان مین

ف سود لینا باتفاق امت حرام ہی اور گناہ کبیرہ ہی فرمایا اللہ سبحانہ نے یاایہا الذین امنوا لاتاکلوا الربوا
ای ایمان والو بیاج نکھاؤ اس آیت مین مراد ربو سے مال زائد ہی خواہ قرض مین ہو یا اموال ربویہ کی بیع مین اور کاہی ربو نفس
زیادت کو بھی کہتے ہین یعنی بمعنی مصدری فرمایا اللہ تعالی نے واحل اللہ البیع وحرم الربوا اور حلال کیا اللہ تعالی
نے بیع کو اور حرام کیا ربوا کو یعنی اموال ربویہ کے قرض یا بیع مین زیادہ دینے لینے کو فتح صحیح مسلم مین جابرؓ سے روایت ہی کہ لعنت
کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیاج کھانے والے پر اور کھلانے والے پر اور اوسکے لکھنے والے پر اور اوسکے گواہون پر اور فرمایا آپنے کہ سب برابر
ہین اور یہ روایت کی امام احمدؒ اور ابوداود اور نسائی اور ابن ماجہ نے ابوہریرہؓ سے کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے البتہ آویگا
ایک زمانہ لوگون پر کہ نہ باقی رہیگا کوئی مگر کھانے والا بیاج کا تو اگر نہ کھاویگا تو اوسکو پہونچ جاویگی اوسکی بھاپ اور ایک روایت مین گرد اور
عبد اللہ بن حنظلہ سے مروی ہی کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک درہم سود کا کہ کھاتا ہی اوسکو آدمی جان بوجھکر سخت زیادہ ہی

چھتیس بار زنا سے اخراج کیا اوسکا احمد اور دار قطنی نے اور روایت کی بیہقی نے شعب الایمان مین ابن عباس سے کہ جس شخص کا گوشت بڑھا ہو مال حرام سے تو جہنم قریب ہی اوسکے اور روایت کی ابن ماجہ و بیہقی نے ابو ہریرہؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے بیاج کے ستر ٹکڑے ہین سب سے کم ایسا ہی جیسے کوئی اپنی ماں سے جماع کرے اور ابن مسعودؓ سے کہ بیاج اگرچہ بہت ہوتا ہو مال اوس سے لیکن انجام اوسکا نقصان ہی اور احمد و ابن ماجہ نے ابو ہریرہؓ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے کہ شب معراج کو آیا مین ایک قوم پر پیٹ انکے مثل گھرون کے ہین اور اوسمین سانپ کھائی دیتے ہین تو پوچھا مین نے جبرئیل علیہ السلام سے کون ہین یہ لوگ کہا انہون نے یہ سود خوار ہین فرمایا حضرت عمرؓ نے کہ اخیر آیت کلام اللہ کی آیت بیاج کی ہی اور تحقیق حضرت نے وفات کی اور خوب کھول کر بیان نفرمایا بیاج کو تو چھوڑ دو تم بیاج کو اور جسمین شبہہ بھی بیاج کا ہووے **ص** ربوا ایک زیادتی ہی ایک جنس کی دو چیزون مین تول یا ناپ سے جو خالی ہی عوض سے اور شرط کی گئی ہو واسطے احد المتعاقدین کے **ف** یعنی واسطے بائع کے یا مشتری کے یا مقرض کے یا مستقرض کے **ص** معاوضہ مین **ف** تو ایک جنس کی دو چیزون کے کہنے سے نکل گیا مبادلہ ایک دو سیر جو کا ساتھ ایک سیر گیہون کے بسبب متحد نہونے جنس کے اور تول ناپ کی قید سے نکل گیا دس گز کپڑا بدلے مین پانچ گز کے اور خالی ہو عوض سے اس سے وہ صورت نکل گئی کہ سیر بھر گیہون اور سیر بھر جو کو دو سیر گیہون اور دو سیر جو کے بدلے مین بیچا اسواسطے کہ یہان اگرچہ ثانی زائد ہی لیکن یہ زیادتی بے عوض کے نہین کیونکہ ہوسکتا ہی کہ سیر بھر جو کے مقابلے مین دو سیر گیہون ہووین اور سیر بھر گیہون کے عوض مین دو سیر جو اور یہ جو کہا کہ شرط کی گئی ہو احد المتعاقدین کے واسطے اس سے وہ صورت خارج ہوگئی کہ زیادتی کی شرط شخص ثالث کے لیے ہووے تو وہ ربوا نہین شمار کیجاویگی اور معاوضہ کی قید اسواسطے لگائی کہ زیادتی اوس عقد مین خالی ہوتا ہی عوض سے جیسے ہبہ بیاج نہین ہی **ص** علت اور شرط ربوا کی دو چیزین ہین ایک یہ کہ دونون چیزین قدری ہون یعنی پیمانے مین ناپ کر یا تول کر بکتی ہون دوسرے یہ کہ اون دونون چیزون کی جنس ایک ہووے **ف** مثلاً دونون طرف گیہون ہون یا چانول یا جو اور اگر وہ چیزین تل کر نہ بکتی ہو بلکہ شمار کرکے جیسے خربوزے آم وغیرہ تو اسمین ایک کے بدلے دو لینا درست ہی یا قسم اور جنس ایک نہو جیسے جو کے بدلے گیہون یا چانول کے بدلے جو تو اس صورت مین بھی زیادہ لینا بیاج نہ کہلاویگا **ص** اور شافعی کے نزدیک شرط بیاج کی یہ ہی کہ وہ دونون چیزین یا کھانے کی قسم سے ہووین یا قیمت جیسے سونا چاندی اور امام مالک کے نزدیک شرط یہ ہی کہ کھانے کی قسم سے ہووے یا قابل رکھ چھوڑنے کے اور جمع کر رکھنے کے ہووے **ف** اصل اس باب مین وہ حدیث ہی جسکو روایت کیا صحاح ستہ والون نے سوای بخاری کے عبادہ بن صامتؓ سے کہ فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے بیچو سونے کو بدلے میں سونے کے اور چاندی کو بدلے مین چاندی کے اور گیہون کو بدلے مین گیہون کے اور جو کو بدلے مین جو کے اور کھجور کو بدلے مین کھجور کے اور نمک کو بدلے مین نمک کے مثل کو بعوض مثل کے دست بدست برابر برابر تو جب یہ قسمین مختلف ہووین یعنی گیہون بدلے مین جو کے یا جو بدلے مین نمک کے مثلاً تو بیچو جسطرح چاہو تم لیکن دست بدست اس حدیث سے صاف معلوم ہوتا ہی کہ علت سود کی اتحاد جنس اور قدر ہی اور اسی کو اختیار کیا امام اعظمؒ نے اور دلیل اسکی کتب اصول مین بتفصیل مذکور ہی **ص** تو جو چیز ناپ یا تل کر بکتی ہی جب بدلے مین اپنی جنس کے بیچی جاویگی تو اوسمین زیادتی لینا حرام ہی اگرچہ وہ چیز کھانے کی نہووے جیسے چونا اور لوہا **ف** کہ یہ دونون چیزین کھانے کی نہین ہین لیکن چونکہ قدر اور جنس متحد ہی اسواسطے زیادتی حرام ہوگی اور شافعی رح کے نزدیک حرام نہین

ص اور برابر بیچنا درست ہو اور جو قدر شرعی مین داخل نہین جیسے نصف صاع سے کم اوسمین بھی زیادتی حرام نہین جیسے بیع ایک مٹھی گیہون کی بدلے مین دو مٹھی گیہون کے یا ایک انڈے کی بدلے مین دو انڈون کے یا ایک کھجور کی بدلے مین دو کھجور کے ف اسواسطے کہ مقادیر مین شرعاً نصف صاع سے کم کا اعتبار نہین البتہ نصف صاع تک کا اعتبار ہو صدقہ فطر وغیرہ مین تو جو اوس سے کم ہی اوسمین زیادتی حرام نہو گی بوجہ معدوم ہونے قدر کے

ص تو جہان پر قدر و جنس دونون موجود ہین وہان زیادہ لینا اور اودھار بیچنا دونون حرام ہین جیسے ایک صاع گیہون کو بدلے مین دو صاع گیہون کے بیچے یا ایک صاع گیہون کو بدلے مین ایک صاع گیہون کے بیچے ایک طرف اودھار سے یا دونون طرف اودھار سے اور جہان پر نہ قدر ہی نہ جنس وہان دونون باتین درست ہین ف مثلاً چار آمون کو بدلے مین دو خربوزون کے بیچے یا دو آمون کے بدلے مین دو خربوزونکی ایک طرف اودھار کر کے یا دونون طرف اودھار کر کے ص اور جہان پر فقط قدر ہی یا فقط جنس تو وہان زیادتی درست ہی لیکن اودھار بیچنا نادرست ہی جیسے ایک صاع گیہون کی بیع ساتھ دو صاع جو کے یا پانچ گز ہراتی کپڑے کی بیع چھہ گز ہراتی کپڑے کے بدلے مین تو یہ بیع نقد درست ہی اور اودھار درست نہین ف پہلی صورت مین صرف قدر ہی اور دوسری صورت مین صرف اتحاد جنس

ص اور جو اور گیہون اور کھجور اور نمک ہمیشہ کیلی[1] رہینگے اور چاندی سونا وزنی اگرچہ لوگ انکا کیل یا وزن چھوڑ دیوین ف اسواسطے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو گیہون کھجور نمک کو کیلی قرار دیا اور چاندی سونیکو وزنی تو لوگون نے اگر گیہون کو تول کر بیچنا اختیار کیا یا چاندی سونیکو ناپ کر جب بھی وہ کیلی قرار دیے جاوینگے اور چاندی سونا وزنی جیسا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا ص اور سوا ان چھہ چیزون کے باقی چیزین لوگونکی عادت کے موافق رکھی جاوینگی ف یعنی اگر لوگ اوسکو ناپ کر بیچتے ہین تو کیلی گنی جاوینگی ورنہ وزنی ص تو بیع گیہون کی گیہون کے ساتھ برابر تول کر جائز نہین ف اسواسطے کہ اصل مین وہ کیلی ہی تو احتمال ہی کہ باوجود برابر ہونے وزن کے کیل مین فرق ہو اسصورت مین ربوا ہو جاویگا ص اور سونے کی سونیکے ساتھ برابر ناپ کر جائز نہین ف اسواسطے کہ وہ اصل مین وزنی ہی تو احتمال ہی کہ باوجود برابر ہونیکے ناپ مین وزن مین تفاوت نکلے تو ربوا ہو جاویگا ص جیسے جائز نہین بیع ان چیزونکی ڈھیر لگا کر ف اسواسطے کہ اسمین احتمال زیادتی کا ہی ص اور ان چیزون مین وقت عقد کے معین کر دینا مبیع کا ضرور ہی یہ ضرور نہین کہ بائع اور مشتری مبیع اور ثمن پر قبضہ بھی کرین ف یعنی اگر گیہون کے بدلے مین گیہون بیچے جاوین تو دونون کو معین کر دینا مجلس عقد مین ضرور ہی یہ لازم نہین کہ اوسی وقت ہر ایک شخص اپنی عوض پر قبضہ بھی کر لین ص البتہ عقد صرف مین قبض کرنا بدلین کا مجلس عقد مین ضرور ہی ف یعنی اگر مبیع اور ثمن دونون ثمن کی چیزین ہون مثلاً روپے اشرفی ہون یا چاندی سونا تو اس صورت مین مجلس عقد مین بائع اور مشتری کا قبضہ کرنا معتبر ہی ف اوسکا بیان باب الصرف مین آویگا ص اور شافعی کے نزدیک جب طعام کی بیع ہو ویگی تو قبضہ کرنا دونون طرف سے عوضین پر مجلس عقد مین ضرور ہی ف شافعی کی دلیل یہی حدیث عبادہ بن صامت ہی جسمین دست بدست مذکور ہی یعنی ہاتھون ہاتھ اور امام اعظم کہتے ہین کہ معنی اوسکے معین کر دینا ہین جیسا کہ بروایت مسلم اور شافعی مین ہی تا تفصیل ہدایہ اور فتح القدیر مین ہی ص بیع

[1] لہ جو بیچتے ہین بکر بیچتے ہین سمجھتی ہین ۱۲

ایک پیسے معین کے بدلے مین دو پیسے معین کے جائز ہی اور امام محمد رح کے نزدیک جائز نہین **ف** اسواسطے کہ امام محمد رح کے نزدیک پیسے چلن دار ثمن مین داخل ہین اور ہماری دلیل اصل مین مذکور ہی لیکن مختار قول امام محمد رح کا ہی **ص** اور درست ہی بیع گوشت کی ساتھ حیوان زندہ کے اگرچہ وہ گوشت اوسی جانور کی جنس سے ہووے **ف** مثلاً گای کا گوشت گاے یا بیل سے بیع کرے تو جائز ہی کیونکہ یہ بیع وزنی چیز کی ہی غیر وزنی سے تو جائز ہی جسطرح سے کہ ہو کم و بیش بشرط تعیین کے البتہ اودھار درست نہین **در مختار ص** اور امام محمد رح کے نزدیک اگر جس جانور کا گوشت ہی اوسی جانور کے بدلے مین بیع ہی تو ضرور ہی کہ گوشت زائد ہو اوسقدر گوشت سے جتنا اوس حیوان مین نکلے تاکہ گوشت مقابل گوشت کے ہو جاوے اور باقی بمقابلے اوجھڑی پوٹی وغیرہ کے **ف** اور امام شافعی رح اور مالک رح کے نزدیک یہ بیع مطلقاً جائز نہین بدلیل اوس حدیث کے جسکو روایت کیا مالک رح نے موطا مین اور ابو داود نے مراسیل مین یا سعید بن المسیب سے کہ منع کیا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیع سے گوشت کی بدلے مین حیوان کے اور ایک روایت مین یہ ہی کہ بیع سے زندہ کی بدلے مین بے جان کے اور مراسیل سعید کے بالاتفاق مقبول ہین اور روایت کی ابن خزیمہ نے سمرہ سے مانند اسکے بروایت حسن عن سمرہ کہا بیہقی نے اسناد اوسکی صحیح ہی اور جس شخص نے سماع حسن کا سمرہ سے ثابت کیا ہی اوسکے نزدیک یہ حدیث موصول ہی اور جس نے نہین ثابت کیا اوسکے نزدیک مرسل جید ہی تو بلحاظ ان احادیث کے احتیاط اسی مین ہی کہ بیع گوشت کی ساتھ حیوان کے نکرے واللہ اعلم **ص** اور جائز ہی بیع آٹے کی اپنی جنس کے ساتھ ناپکر اور بیع رطب کی ساتھ رطب کے اور ساتھ تمر کے **ف** رطب کہتے ہین تازی کھجور کو اور تمر سوکھی کھجور کو تو رطب کی بیع بدلے مین رطب کے اور اسیطرح رطب کی بدلے مین تمر کے برابر درست ہی امام صاحب کے نزدیک اور صاحبین اور شافعی رح کے نزدیک رطب کی بیع ساتھ تمر کے درست نہین اسواسطے کہ رطب سوکھ کے کم ہو جاویگا دوسری دلیل یہ ہی کہ مروی ہی سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ سے کہا اونہون نے سنا مین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہ سوال ہوا آپ سے خریدنے رطب کا بدلے مین تمر کے تو فرمایا آپ نے کیا کم ہو جاتا ہی تر خرما سوکھ کر کہا انہون نے ہان تو منع کیا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے۔ روایت کیا اوسکو پانچون عالمون نے اور صحیح کہا اوسکو ابن المدینی اور ترمذی اور ابن حبان اور حاکم نے اور امام ابو حنیفہ رح کی دلیل یہ ہی کہ رطب بھی تمر مین داخل ہی بدلیل اوس حدیث کے جو ہدیے مین ہی کہ ہدیہ بھیجے گئے واسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رطب خیبر کے تو فرمایا آپ نے کیا کل تمر خیبر کے اسیطرح ہین اور بیع تمر کی اپنی جنس سے برابر جائز ہی اور یہ حدیث بخاری مسلم مین بروایت ابو سعید خدری موجود ہی لیکن اوسمین رطب کا لفظ نہین البتہ روایت کی حاکم اور بیہقی اور طحاوی نے سعد سے کہ منع کیا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیع سے تمر کی ساتھ رطب کے اودھار اس حدیث سے معلوم ہوتا ہی کہ مطلق بیع رطب کی ساتھ تمر کے ممانعت نہین صرف اودھار ممنوع ہی اور یہ امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک بھی ثابت ہی **حکایت** ہی کہ امام ابو حنیفہ رح جب بغداد مین داخل ہوئے اور وہانکے لوگ اس مسئلے مین امام صاحب پر طعن کرتے تھے بسبب مخالفت ظاہری حدیث کے تو اہل حدیث نے سوال کیا اون سے کہ رطب کی بیع تمر سے کس طرح جائز کہتے ہو امام نے فرمایا کہ دو حال سے خالی نہین یا رطب تمر ہی یا تمر نہین ہی اگر تمر ہی تو عقد جائز ہی بدلیل حدیث التمر بالتمر کے اور اگر تمر نہین ہی تو بھی عقد جائز ہی بدلیل آخر حدیث کے اذا اختلف النوعان فبیعوا کیف شئتم پھر اہل حدیث نے وہ حدیث سعد کی وارد کی امام اعظم رح نے جواب دیا کہ اس حدیث کا مدار زید بن عیاش پر ہی اور زید بن عیاش کی حدیث مقبول نہین تو حیران ہو گئے سب علما اور نہ رد کر سکے حجت کو

امام کی وتمامہ فی فتح القدیر ص اور درست ہی بیع انگور تر کی بدلے مین انگور خشک کے جیسے جائز ہی بیع تر یا بھگوئے ہوئے گیہون کی اپنی مثل سے اور خشک سے اور اسیطرح جائز ہی بیع بھگوئی ہوئی خشک کھجور کی یا انگور کی بھگوئی ہوئی خشک کھجور یا انگور سے ف اور کھجور خشک اور انگور خشک سے بھی برخلاف امام محمد رح کے در مختار ص اور جائز ہی بیع ایک حیوان کے گوشت کی ساتھ دوسرے حیوان کے گوشت کے کم زیادہ بھی ف یعنی گاے کا گوشت بکری کے گوشت کے عوض اور اونٹ کا گاے بکری کے عوض لیکن گاے بھینس ایک جنس ہین اور اسیطرح بھیڑ بکری تو انمین زیادتی کمی درست نہین ہدایہ ص اور اسی طرح ایک جانور کے دودھ کو دوسرے جانور کے دودھ کے عوض مین کم وبیش بیچنا درست ہی ف بخلاف بکری اور بھیڑ کے دودھ کے کہ انمین تفاضل جائز نہین کیونکہ دونون ایک جنس ہین طحطاوی ص اور اسی طرح ناقص کھجور کے سرکہ کی بیع عوض سرکہ انگور کے اور پیٹ کی چربی کی عوض دُنبے کی چکتی کے یا گوشت کی یا گھی وپیٹھی کے ساتھ درست ہی ف ناقص کھجور کی قید اتفاقی ہی چونکہ اکثر سرکہ ناقص ہی کھجور کا ہوتا ہی اسواسطے یہ لفظ کہا ص اور اسیطرح درست ہی روٹی کی بیع ف اگرچہ گیہون کی ہو در مختار ص عوض مین گیہون کے اور آٹے کے کمی بیشی سے اگرچہ ایک جانب ادھار ہووے اسی پر فتویٰ ہی ف اور امام ابو حنیفہ رح نے فرمایا کہ بہتر نہین ہی اور یہی مختار ہی ص اور نہین جائز ہی بیع جید کی ساتھ ردی کے اموال ربویہ مین سے مگر مساوی اور اسیطرح بیع گدر کھجور کی یعنی بُسر کی عوض رطب یعنی پختہ کھجور کے مگر برابر برابر ف جید کہتے ہین عمدہ اور بہتر کو اور ردی کہتے ہین خراب کو جیسے گیہون بعض عمدہ ہوتے ہین اور بعض خراب یا کھجور کہ جید اور ردی سب قسم کی ہوتی ہی تو یہ نہین جائز ہی جب جنس ایک ہو کہ جید والا زیادہ لیوے یا ردی والا زیادہ دیوے اسواسطے کہ حدیث ہدایہ مین ہی جیدھا وردیھا سواء یعنی جید اور ردی ان چیزونمین سے سب برابر ہین کہا زیلعی نے غریب ہی اس لفظ سے لیکن معنی اس حدیث کے اور احادیث صحاح سے ثابت ہوتے ہین ص اور اسیطرح جائز نہین بیع گیہون کی ساتھ ستو کے یا گیہون کے آٹے کی یا آٹے اور ستو کی نہ برابر برابر نہ کم زیادہ ف اسواسطے کہ یہ چیزین نپ کر بکتی ہین اور ناپ مین انکی زیادتی کمی کا احتمال ہی کیونکہ گیہون کم سماوین گے بہ نسبت آٹے کے ص اور جائز نہین بیع زیتون کی ساتھ روغن زیتون کے اور تل کی ساتھ تل کے تیل کے یہان تک کہ روغن زیتون یا تیل زیادہ ہووے اوس روغن سے کہ زیتون اور تل سے نکلے تاکہ تھوڑا تیل جو زیادہ ہی عوض مین کھلی کے ہو جاوے اور روٹی کا قرض لینا تولکر جائز ہی گن کر جائز نہین امام ابو یوسف رح کے نزدیک اور اسی پر فتویٰ ہی اور امام صاحب کے نزدیک بالکل جائز نہین اور محمد رح کے نزدیک دونون طرح درست ہی مالک اور غلام مین سود نہین متحقق ہوتا اسواسطے کہ غلام مع اوسکے مال کے ملک ہی مولا کی ف یہ صورت جب ہی کہ عبد ماذون ہو اور اوسپر قرض نہووے اور اگر اوسپر قرض ہی تو زیادتی کمی سود گنی جاوے گی ہدایہ ص اور مسلمان اور حربی مین دار الحرب مین سود ثابت نہین ہوتا ف نہ دار الاسلام مین اسواسطے کہ مال حربی کا مباح ہی تو لینا اوسکا جسطرح ممکن ہو جائز ہی اور اس سے معلوم ہوتا ہی کہ یہ صورت جب درست ہی کہ زیادتی مسلمان کیلیے ہووے لیکن جواب مسالہ عام ہی اور ابو یوسف رح اور شافعی رح کے اور ایمہ باقیہ کے نزدیک درست نہین کیونکہ نصوص حرمت ربو مطلق ہین اور امام صاحب کی دلیل وہ ہی جو فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ نہین ہی ربا درمیان مسلمان اور حربی کے دار الحرب مین اور یہ حدیث غریب ہی لیکن روایت کیا اوسکو مکحول شامی نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہ فرمایا آپ نے نہین ہی ربا درمیان مین اہل حرب کے اور گمان کرتا ہون کہ کہا آپ نے اور درمیان مین اہل اسلام کے کہا شافعی رح نے

کہ یہ حدیث ثابت نہین ہی اور نہین حجت ہی اسناد کی اس حدیث کی بیہقی نے معرفہ مین اور مبسوط مین ہی کہ یہ حدیث مرسل ہی مکحول ثقہ ہی اور مرسل ثقہ کی مقبول ہی اور دوسری دلیل یہ ہی کہ قبل ہجرت جب سورۂ روم نازل ہوئی تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے بسوم کی فارس پر شرط کی تھی مشرکین مکہ سے اور بحکم صاحب شرع مال شرط کا زیادہ کر دیا تھا پھر جب اہل روم فارس پر غالب ہوے تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے مال شرط مشرکین مکہ سے لے لیا اور یہ بعینہ قمار ہی اور مکہ اوسوقت دار الحرب تھا تیسری دلیل یہ ہی کہ مال اہل حرب مباح ہی بشرطیکہ نہو نے عہد شکنی کے اور اطلاق نصوص کا مال محظور مین ہی نہ مال مباح مین اور علمائے مذہب نے درس مین لازم کیا ہی کہ حلت ربوا اور قمار سے فقہا کی مراد وہ ہی کہ زیادت مسلم کو حاصل ہو اگرچہ اطلاق جواب اسکے مخالف ہی انتہی ماقال الشیخ ابن الہمام ملخصاً

باب اون حقوق کے بیان مین جو بیع مین داخل ہو جاتے ہین اور جو داخل نہین ہوتے

حقوق جمع ہی حق کی اور اصطلاح فقہ مین وہ ہی جو مبیع کا تابع ہووے اور مبیع کے واسطے ضروری ہو اور مقصود نہو مگر بیع کے سبب سے جیسے پانی لینے کا حق اور راہ زمین مین ہی **ص** داخل ہو جاتی ہی دار کی بیع مین علو اور عمارت اوسکی اور مفاتیح **ف** مراد مفاتیح سے وہ ہین جو اغلاق سے متصل ہین کبھی جدا نہو وین جیسے ضبہ اور کیلون اگرچہ چاندی کے ہون نہ قفل یعنی قفل اور اوسکی کنجی داخل بیع نہین اسواسطے کہ وہ گھر سے متصل نہین اور اغلاق جمع ہی غلق کی اور غلق کو فارسی مین کلیدانہ اور زندر کہتے ہین یعنی لوہے کا آلہ جو دونون کواڑون مین کیلون سے جڑا ہوتا ہی دروازہ کھولنے اور بند کرنے کے واسطے بعضے اہل ہند اوسکو کھٹکا کہتے ہین اور بعضے بیلن اور عرب اوسکو ضبہ اور کیلون بولتے ہین غایۃ الاوطار **ص** اور بالاخانہ اور پاخانہ اور نہین داخل ہوتا ہی دار کی بیع مین ظُلّہ **ف** بضم ظاے معجمہ اور تشدید لام کے اوس چھتے کو کہتے ہین جو دروازے پر ہوتا ہی اور صاحب حصر کے سے منقول ہی کہ ظلہ وہ ہی کہ ایک طرف اوسکی کڑیون کا اس دار پر ہووے اور دوسرا کنارہ ہمسایہ کے گھر کی دیوار پر ہووے اور در مختار مین ہی کہ ظلہ اگر ایسا ہو کہ اوسکا دروازہ اندر سے مکان کے ہووے تو دار کی بیع مین داخل ہوگا بالاخانے کے مانند **فائدہ** فتح القدیر حاشیۂ ہدایہ مین ہی کہ یہان تین چیزین ہین اونکی شناخت ضرور ہی دار بیت منزل بیت وہ ہی جسکی ایک چھت ہووے اور شب باشی کے واسطے بنا ہووے اور بعضون کے نزدیک بیت مین ڈیوڑھی کا ہونا بھی شرط ہی اور منزل بیت سے زیادہ اور دار سے کم ہی یعنی وہ مکان جو دو تین بیوت پر مشتمل ہو جسمین آدمی رہین اور اوسمین باورچیخانہ اور پاخانہ بھی ہو مگر اوسمین صحن بے چھت نہو اور اوسمین اصطبل نہو اور دار نام ہی اوس احاطہ کا جسکے گرد حدود ہون اور وہ مکان بیوت متعددہ اور اصطبل اور بے چھت کے آنگن پر مشتمل ہو **ص** مگر اوس صورت مین جب بیع بکل حق ہو لہا یا بمرافقہا یا بکل قلیل وکثیر ہو منہا او فیہا ہووے **ف** یعنے اگر بائع نے عقد بیع مین یہ الفاظ بڑھا دیے تو ظلہ بھی داخل ہو جاوے گا معنی اسکے یہ ہین کہ بیع کیا مین نے دار کو ساتھ ہر حق کے کہ وہ واسطے دار کے ہی یا ساتھ منافع اور حقوق اوسکے کے یا ساتھ ہر قلیل اور کثیر کے کہ وہ اوس دار سے ہو یا دار مین ہو **ص** اور زمین کی بیع مین اشجار یعنی درخت اوسکے داخل ہووین گے اور کھیت داخل نہوگا **ف** وجہ اسکی یہ ہی کہ اشجار متصل ہین زمین سے باتصال قرار یعنے اسواسطے نہین بوے گئے کہ پھر وہ اوکھاڑے

جاوین یا جدا کیے جاوین برخلاف کھیتی کے اور ضابطہ اس بات کا یہ ہی کہ جو چیز ایسی ہو کہ مبیع کا اسم اوسکو شامل ہو عرف مین یا متصل ہو مبیع سے باتصال قرار یعنے جدا کرنے کے لیے نہو تو وہ بیع مین داخل ہو جاوے گا ورنہ نہین جیسے زینہ اینٹ چونہ کا اور لکڑی کا جو گڑا ہوا ہووے یا زنجیرین اور قنادیل جو چھت مین کیلون سے جڑی ہووین دار کی بیع مین داخل ہون گی اور جو لکڑی کا زینہ الگ گھر مین رکھا ہو تو وہ داخل نہوگا در مختار و تاتار خانیہ ہم اس قاعدہ کی راہ سے جو اوکھلی گھر مین پتھر کی گڑی ہوئی ہو گھر کی بیع مین داخل ہوگی اور اسیطرح ڈنڈا اوسکا ازروی استحسان کے جیسے چکی گڑی ہوئی کا نیچے کا پاٹ ازروے قیاس کے اور اوپر کا بطریق استحسان کے داخل ہوتا ہی ص اور نہین داخل ہوتے پھل لگے ہوئے درخت کے درخت کی بیع مین مگر اگر خریدار شرط کر لیوے ف اسواسطے کہ روایت کی ایمہ ستہ نے عبد اللہ بن عمر رضہ سے کہ جو شخص بیچے ایک غلام مالدار کو تو مال اوسکا واسطے بائع کے ہی مگر یہ کہ شرط کر لے خریدار اور جو بیچے ایک کھجور پیوند کی ہوئی کو تو پھل اوسکا واسطے بائع کے ہی مگر یہ کہ شرط کر لے خریدار اور امام محمد رح نے روایت کی اصل مین کہ جو ایسی زمین خرید کرے جسمین کھجور کے درخت ہین تو پھل بائع کا ہی مگر یہ کہ شرط کر لے خریدار ص ہر چند کہ زمین کی یا درخت کی بیع مین بائع یہ کہدے کہ بعتُ بحقوقه او بمرافقه ف یا بکل قلیل وکثیر هو له فیها ومنها من حقوقها او من مرافقها هدایه ص جب بھی کھیت اور پھل داخل نہون گے ف اسواسطے کہ یہ چیزین حقوق اور منافع نہین ہین البتہ اگر یہ کہے گا کہ بعتهٗ بکل قلیل وکثیر هو له منها او فیها تو یہ چیزین داخل ہو جاوین گی اسواسطے کہ اس صورت مین بائع نے تصریح مرافق اور منافع کی نہین کی هدایه ص اور بیت کی بیع مین بالاخانہ داخل نہوگا اگرچہ بکل حق هو له کہے اور نہ منزل کی بیع مین مگر جب کہ منزل کی بیع مین بکل حق هو له کہدے گا تو بالاخانہ داخل ہو جاوے گا ف اسواسطے کہ بالاخانہ ایک جدا بیت ہی اور شی اپنے ہمسر کو نہین شامل ہوتی بخلاف منزل کے کہ وہ درصورت ذکر حقوق و مرافق شامل ہی بالاخانے کو جیسا اوسکی تعریف سے معلوم ہو چکا ص جیسے داخل نہین راہ اور شرب اور سیل بیع مین البتہ اگر حقوق و مرافق کو ذکر کردے گا تو یہ چیزین داخل ہو جاوین گی اور اجارے مین ہر طرح خواہ ذکر کرے یا نکرے داخل ہون گی ف راہ سے وہ راہ مراد ہی جو طریق خاص انسان کی ملک مین ہی لیکن وہ راہ جو کوچہ غیر نافذہ کی طرف ہی یا شارع عام کی طرف ہی وہ داخل بیع کے ہی چنانچہ بحر الرائق مین معراج سے منقول ہی اور گھر کی راہ کا عرض اوس گھر کے دروازے کے عرض کے برابر ہی اور طول اوسکا شارع عام تک ہی چنانچہ قہستانی مین ہی اور سیل وہ مکان ہی جسپر بارش وغیرہ کا پانی بہتا ہی اور شرب بکسر اول و سکون ثانی عبارت ہی پانی لینے کے حصے سے کذا فی الطحطاوی ص وجہ اسکی یہ ہی کہ اجارہ منعقد ہوتا ہی منفعت پر اور بدون ان چیزون کے منفعت متصور نہین اور بیع سے ملک مقصود ہوتی ہی تو ممکن ہی کہ غرض مشتری کی پھر بیع ہو سات نفع کے اور یہ بدون ان حقوق کے متصور ہی ف کیونکہ ملک رقبہ مین کچھ قدرت علی الانتفاع ضرور نہین مسائل الحاقیہ گھر کی بیع مین کنوان جو اوس گھر مین ہو اور اوسکی گھرنی اور جو تخت زمین مین گڑا ہووے اور رخانہ باغ جو گھر کے اندر ہووے داخل ہی اور ڈول رسی کنوین کی داخل نہین اور حمام کی بیع مین دیگین داخل ہین نہ کانسے یعنی بڑے پیالے اور دھوبیون اور رنگریزون کی دیگین اور غسالون کے تغار اور تیلیون کی مٹھو اور مٹکا اور سمچہ کا پتھر جسپر چیرہ کپڑے کوٹ کر صاف کرتے ہین زمین کی بیع مین داخل نہین اور گدھے کی بیع مین اوسکا پالان داخل ہی مگر گدھے کو ہانکنے والے کی بیع مین

خریدا ہوا اور جو تاجرون سے خریدیگا تو داخل نہوگا البتہ رسی جو اوسکے گلے مین بندھی ہوتی ہی داخل ہوگی اور جانور کی لگام اور جو رسی کہ بیل کے سینگون پر بندھی ہو اور جھول بغیر شرط کے داخل نہین اور گھوڑے کی بیع مین لگام اور اونٹ کی بیع مین فقط نکیل داخل ہی اور گاے کا شیرخوار بچہ گاے کی بیع مین داخل ہی اور گدھی کی بیع مین اوسکا بچہ داخل نہین اگرچہ شیرخوار ہووے اور اگر انگور کے درختونکو خرید کیا تو وہ رسیان جو زمین کی گڑی ہوئی سیخون مین بندھی ہین داخل بیع ہین اور اسیطرح وہ تھونیان جو ایک طرف سے زمین مین گڑی ہین اور جتنی چیزین تبعًا داخل ہین اونکے مقابل کچھہ ثمن نہوگا تو اگر وہ تلف ہوجاویگا قبل ادائے ثمن کے اس صورت مین ثمن کچھہ ساقط نہوگا جیسے بیع مین اشیا داخل ہوتی ہین بالتبع اسیطرح سے چند چیزین بے نکالے ہوے نکل بھی جاتی ہین جیسے قریے کی بیع سے راہین اور مساجد اور شہرپناہ انتہی ملتقطًا من الدر المختار والفتح والعالمگیریۃ۔

باب استحقاق کے بیان مین یعنے مبیع دوسرے کسی کی نکلنے کے بیان مین +

یعنی بعد بیع کے یہ بات ثابت ہوئی کہ مبیع بائع کی ملک نتھی بلکہ ایک شخص ثالث کی ملک نکلی **ص** اگر ایک شخص نے ایک لونڈی خرید کی بعد خرید کے مشتری پاس آنکر وہ جنی جب وہ جن چکی تو مشتری نے اقرار کیا کہ یہ لونڈی زید کی ہی تو زید فقط لونڈی کو لے لیگا ولد کو نہین لے سکتا اور اگر زید نے نسبت لونڈی مذکورہ کے ملک اپنی گواہون سے ثابت کردی تو اس صورت مین زید لونڈی اور ولد دونون لے سکتا ہی **ف** فرق کی وجہ اصل کتاب اور ہدایہ اور درمختار مین مذکور ہی خلاصہ اوسکا یہ ہی کہ بینہ حجت مطلقہ ہی اور اقرار حجت قاصرہ تو بصورت اقرار ضرورت دفع ہوجاتی ہی ساتھہ ثبوت ملک مقرلہ کے بعد انفصال ولد کے برخلاف صورت اول کے **ص** ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ مجکو خرید لے کیونکہ مین غلام ہون اور اوسنے خرید لیا بعد خرید کے وہ غلام آزاد نکلا اور اوسکے بائع کا پتہ نہین اس صورت مین مشتری ضمان ثمن اوس شخص سے جسنے اپنے تئین غلام کہا تھا لے لیگا **ف** اور امام ابو یوسف رہ کے نزدیک اوسپر ضمان نہین اور اگر بائع کا نشان و پتہ موجود ہی تو مشتری رجوع ثمن اوسی بائع پر کریگا نہ غلام پر **درمختار ص** اور وہ شخص بائع سے لیگا جب اوسکو پاویگا بخلاف رہن کے اس طرح پر کہ ایک شخص نے کہا مرتہن سے کہ مجکو رہن رکھہ لے کہ مین غلام ہون پھر ظاہر ہوا کہ وہ آزاد ہی تو ضامن نہوگا برابر ہی کہ راہن کا نشان معلوم ہو یا نہو اگر ایک شخص نے دعوی کیا ایک حق مجہول کا ایک دار مین اور مدعی علیہ نے کچھہ روپیہ دیکر اوس سے صلح کرلی بعد اسکے اس دار مین سے کچھہ حصہ کسی شخص غیر کا مملوک نکلا تو اس صورت مین مدعی علیہ مدعی پر کچھہ رجوع نکریگا اسواسطے کہ مدعی یہ کہہ سکتا ہی کہ میرا حق اس حصے کے سوا نہین تھا اور اگر کل دار کسی اور کا نکلا تو اس صورت مین البتہ مدعی علیہ نے جو روپیہ صلحًا مدعی کو دیا ہی سب پھیر لیگا اس مسئلے سے یہ مسئلہ سمجھا گیا کہ صلح دعوی مجہول سے جائز ہی اور پر مال معلوم کے اسواسطے کہ جہالت اوس چیز مین ہی جو ساقط ہوجاویگی اور ایسی جہالت مفضی منازعت نہین ہی اور بعض فتاوی سے منقول ہی کہ صلح نہین صحیح ہی مگر جب دعوی صحیح ہووے تو اس مسئلے سے اس روایت کی عدم صحت معلوم ہوگئی اسواسطے کہ دعوی حق مجہول کا غیر صحیح ہی لو باوجود اسکے صلح ایسے دعوے سے درست ہی اور بہت سے مسائل ذخیرے کے دلالت کرتے ہین اس روایت کی عدم صحت پر مسئلہ اگر مدعی نے دعوی کل دار کا کیا اور مدعی علیہ نے کچھہ روپیہ دیکر اوس سے صلح کرلی بعد اوسکے آدھا گھر یا پاؤ گھر کسی شخص ثالث کا نکلا تو مدعی علیہ اسی قدر حصہ اپنے زر صلح سے مدعی سے پھیر لیوے **ف** مثلاً اگر آدھے دار کی صورت مین آدھا روپیہ اور پاؤ دار کی صورت مین

سے بیع رد ہو پہیر یوسے **ص** اگر کوئی شخص غیر کی ملک کو بیع کر ڈالے تو مالک کو اختیار ہی چاہے بیع توڑ دے یا جائز رکھے مگر جائز رکھنا اوس صورت میں ہی کہ بائع اور مشتری اور مبیع باقی ہوں اور اسیطرح اگر ثمن عرض ہو تو اوسکا بھی باقی ہونا ضرور ہی **ف** عرض وہ چیزین ہین جو متعین ہو جاتی ہین عقود مین جیسے گھوڑا ہاتھی کتاب وغیرہ اور مقابل اوسکے دین ہی جو متعین نہین ہوتی ہین جیسے دراہم دنانیر جیسے کہ بیع یا جو چیزین کیلی وزنی ہین **ص** تو اگر مالک نے اجازت دی تو ثمن ملک مالک کی ہو جاویگی اور بائع کے ہاتھ مین وہ امانت رہیگی اور بائع کو بھی حق فسخ پہونچتا ہی قبل مالک کی اجازت کے **ف** اسواسطے کہ بائع یہان فضولی ہی اور ہو سکتا ہی کہ وہ اپنے دفع ضرر کیلیے عقد کو فسخ کرے برخلاف فضولی نکاح کے کہ وہ فسخ عقد قبل اجازت ناکح کے نہین کر سکتا کیونکہ یہان حقوق بیع رجوع کرتے ہین طرف عاقد کے اور عاقد فضولی ہی اور نکاح مین حقوق نکاح رجوع کرتے ہین طرف اصل ناکح کے اور فضولی سفیر محض ہوتا ہی **ص** اور اگر ایک شخص ایک غلام غصب کرکے لے گیا اور اوسکو ایک شخص کے ہاتھ بیچ ڈالا بعد اوسکے مشتری نے اوسکو آزاد کر دیا اب اصل مالک کو خبر ہوئی اور اوسنے غاصب کی بیع کو جائز رکھا اس صورت مین مشتری کا عتق نافذ ہو جاویگا اور امام محمد رح کے نزدیک نافذ نہوگا اسواسطے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہین عتق ہی اوس غلام لونڈی مین جسکا مالک نہین آدمی **ف** روایت کیا اوسکو ترمذی نے عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ سے زیلعی **ص** اور اگر مشتری نے غلام مذکور کو دوسرے کے ہاتھ بیچ ڈالا بعد اوسکے مالک نے غاصب کے بیع کی اجازت دی اس صورت مین بیع ثانی جائز نہوگی اور اگر غلام مذکور کا ہاتھ مشتری کے پاس کسی نے کاٹ ڈالا اور مالک نے غاصب کی بیع کو درست رکھا تو نصف قیمت ہاتھ کاٹنے کی مشتری کو ملیگی اور مشتری کو چاہیے کہ نصف قیمت اگر نصف ثمن غلام سے زائد ہووے تو اوسکو فقیرون پر خیرات کر دیوے اسلیے کہ مشتری کا حق اوتنا ہی ہی جو غلام مذکور کی نصف ثمن ہی یہ زائد **ف** مطلب یہ ہی کہ غلام کا اگر کوئی شخص ایک ہاتھ کاٹ ڈالے تو غلام کی نصف قیمت اوسکے مالک کو تاوان مین دینا پڑتی ہی اسلیے کہ آزاد کے ہاتھ کاٹنے مین نصف دیت لازم ہوتی ہی تو اس صورت مین اگر قیمت یعنی نرخ بازار اوس غلام کا زائد اوس ثمن سے نکلا جسکے عوض مین مشتری نے غاصب سے وہ غلام خریدا ہی تو نصف قیمت بھی اوسکی نصف ثمن سے زائد ہوگی تو جسقدر زیادہ ہووے اوتنی کو مشتری تصدق کر دیوے فقیرون پر **ص** اگر زید نے عمرو کا غلام بدون اوسکی اجازت کے بکر کے ہاتھ بیچ ڈالا پھر بکر نے گواہ گذرانے کہ زید نے اقرار کیا تھا کہ مالک نے مجکو اجازت بیع کی نہین دی یا گواہون سے یہ ثابت کیا کہ مالک یعنے عمرو نے اقرار کیا تھا کہ مین نے زید کو اجازت بیع کی نہین دی اور اس گواہی سے بکر کو مقصود یہ ہی کہ بیع کو ناجائز قرار دیکر وہ غلام واپس کرے عمرو پر تو یہ گواہی قبول نہوگی اسواسطے کہ دعوی بکر کا متناقض ہی کیونکہ اوسنے جب اقدام کیا تھا غلام کی خرید پر تو اوس سے معلوم ہوتا تھا کہ عمرو کی طرف سے اجازت ہی اور اب یہ کہتا ہی کہ اجازت نہین ہوئی ہان البتہ اگر بائع خود قاضی کے نزدیک اقرار کرے کہ مجکو مالک کی اجازت نہ تھی تو بیع مردود ہو جاویگی اگر مشتری طلب کریگا رد بیع کو **ف** اسواسطے کہ اس صورت مین بھی اگرچہ دعوے مین تناقض ہی لیکن تناقض مانع صحت اقرار مدعی علیہ نہین ہی تو مشتری کو ہو سکتا ہی کہ بائع کی موافقت کرے اس باب مین اور بیع کو رد کر دیوے

باب سلم کے بیان مین

بیع سلم جائز ہی قرآن اور حدیث سے لیکن قرآن تو آیت مداینہ یعنے قول اللہ تعالی کا یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِذَا تَدَایَنْتُمْ بِدَیْنٍ اِلٰی اَجَلٍ مُّسَمًّی فَاکْتُبُوْہُ الاٰیۃ حمل کیا اسکو عبد اللہ بن عباس رض نے اوپر بیع سلم کے

روایت کیا اوسکو حاکم نے مستدرک مین اور صحیح کہا اوسکو اوپر شرط بخاری مسلم کے کہ کہا ابن عباس رض نے کہ شہادت
دیتا ہون مین اس بات کی کہ اللہ تعالی نے حلال کیا سلم کو ایک میعاد معین تک اور اذن دیا اوسکا اسی آیت سے
اور بھی اخراج کیا اوسکا شافعی رح نے مسند مین اور طبرانی اور ابن ابی شیبہ نے اور روایت کی بخاری اور مسلم نے
عبداللہ بن عباس رض سے کہا کہ آئے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینے مین اور وہ لوگ سلف کرتے تھے یعنے بیع سلم کرتے
تھے میوون مین برس کا اور دو برس کا تو فرمایا آپ نے جو شخص سلف کرے تم مین سے کسی میوے مین تو چاہیے کہ سلف
کرے ایک ناپ معین اور ایک تول معین مین ایک مدت معین تک اور بہت سے آثار واحادیث اسکی اباحت پر دلالت
کرتے ہین ص سلم کہتے ہین بیع کو ایک شے کی اس طور پر کہ مبیع دین ہو جاوے بائع پر اور قیمت نقد دیجاوے ساتھ شرائط
معتبرہ کے ف اور سلف بھی اسی کو کہتے ہین ص تو بیع کو مسلم فیہ اور ثمن کو راس المال اور بائع کو مسلم الیہ اور مشتری کو
رب السلم کہتے ہین اور صحیح ہی سلم ہر اوس چیز مین جسکی قدر اور صفت معلوم ہوسکے بیان کردینے سے ف اور جن چیزونکی
صفت اور مقدار بیان سے معلوم نہوسکے تو اون مین سلم جائز نہین جیسے وہ چیزین کہ عددی ہین متفاوت جیسے خربزہ کدو
سونی انار ص جیسے جو چیزین کہ ناپ کر بکتی ہین پیمانے مین ف مثلاً گیہون چانول آٹا غلہ وغیرہ ص یا تل کر سوائے
ثمن کے ف یعنے ثمن ہون ثمن نہون مثمن اوس چیز کو کہتے ہین جو عوض مین ثمن کے آوے اور ثمن کی قید سے
روپیہ اشرفی دراہم دنانیر نکل گئے کہ یہ بھی اگرچہ تل کر بکتے ہین لیکن چونکہ ثمن ہین اسواسطے سلم انمین جائز نہین
ص یا گز گنتی سے ناپ کر جیسے کپڑا جب کہ اوسکا طول اور عرض اور سنگینی اور صفت بیان کردیوے یا شمار سے
اون چیزون مین جو قریب قریب ایکسی ہوتی ہین ف یعنے چھٹائی اور بڑائی مین اونکے بہت فرق نہین ہوتا ص
جیسے اخروٹ انڈے جیسے کچی پکی اینٹ ایک سانچے معین سے ف زرد آلو انجیر بھی انھین مین داخل ہین درمختار
ص اور صحیح ہی سلم سوکھی مچھلی نمک لگی ہوئی مین اور تازی مچھلی مین بھی جب اوسکا موسم ہو ف بے موسم تازی مچھلی
مین سلم درست نہین مگر اوس شہر مین جہان ہمیشہ بکتی ہو ص تول سے اور قسم معلوم سے ف جیسے روہو وغیرہ
ص اور جائز ہی سلم طشت اور کانسے اور موزون مین اگر اونکی پہچان بیان ہوسکے ورنہ نہین جائز ہی ف اور
اسی طرح ٹوپی اور جوتے وغیرہ ص اور نہین جائز ہی سلم کسی جانور زندہ مین ف اور امام شافعی رح کے نزدیک
جائز ہی کیونکہ وہ معلوم ہوسکتا ہی بیان سے قسم اور سن اور نوع اور صفت کے اور ہم کہتے ہین کہ بعد بیان ان سب
باتون کے بھی اوسمین تفاوت فاحش رہتا ہی دوسرے یہ کہ مذہب شافعی رح کا صریح مخالف حدیث کے ہی روایت
کی حاکم نے مستدرک مین اور دارقطنی نے سنن مین ابن عباس رض سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے
منع کیا سلم سے حیوان مین کہا حاکم نے حدیث صحیح الاسناد ولم یخرجاہ اور تفصیل فتح القدیر مین ہی
ص اور نہ سری کلے پاؤون مین اور نہ کھالون مین شمار کی روسے اور نہ لکڑی کے گٹھون مین اور نہ ترکاریونکی
گڈیون مین اور نہ جواہرات اور پرونے کی چیزون مین ف جیسے موتی پوت وغیرہ ص اور نہ ساتھ ایک صاع
معین یا گز معین کے کہ اوسکا اندازہ معلوم نہووے ف اسواسطے کہ احتمال ہی کہ وہ صاع یا گز تلف ہوجاوے

وقت تسلیم مسلم فیہ تک تو پھر منازعت ہوگی ص اور نہ کسی خاص گانون کے گیہون پر یا کسی خاص درخت کی کھجور پر ف
اسواسطے کہ احتمال ہی کہ اس سال مین اوس قریے مین کچھ پیدا نہو یا اوس درخت مین کچھ نہ نکلے تو مسلم فیہ کی تسلیم پر قادر نہوگا
ص اور نہین جائز ہی سلم یہان تک کہ مسلم فیہ موجود ہووے بازار مین وقت عقد سے لیکر مدت معین تک تو اگر معدوم
ہوگا مسلم فیہ وقت عقد کے اور موجود ہوگا مدت گذرنے پر یا موجود ہو عقد کے وقت اور معدوم ہووے مدت کے
گذرنے پر یا بیچ مین دونون وقتون کے معدوم ہو جاوے تو سلم جائز نہین اور شافعی رح کے نزدیک اگر مسلم فیہ مدت گذرنے
کے وقت موجود ہوگا تو سلم جائز ہوگی ف اگرچہ وقت العقد مفقود ہو اور دلیل ہماری اصل اور ہدایہ مین مذکور ہی ص
اور نہین جائز ہوتی ہی سلم گوشت مین امام صاحب کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک درست ہی اگر صفت اور جنس اور
نوع اور سن اور مقام اور مقدار اوسکی بیان کردیوے جیسے کہدیا کہ گوشت بکرے خصی دو برس کا موٹا پسلی کا سو سیر ف
اور ایمہ ثلاثہ بھی صاحبین کے متفق ہین اور اوسی پر فتوی ہی دُرّ مختار ص سلم کے جائز ہونے کی چند شرطین
ہین اونکو معلوم کرنا چاہیے ۱ بیان کرنا جنس مسلم فیہ کا مثلاً گیہون ہی یا جو ۲ بیان کرنا اوسکی نوع کا کہ آبی کی سینچی ہوئی
یا بارانی ۳ بیان کرنا اوسکی صفت کا کہ عمدہ ہون یا ناقص ۴ بیان کرنا مقدار معلوم کا ایک کیل معروف سے جسکا مقدار
معلوم ہووے ف اور وہ کیل سکڑتا اور پھیلتا نہووے جیسے زنبیل وغیرہ ص یا بانٹ معلوم و معین سے جسکا
وزن معلوم ہووے ۵ مدت مسلم فیہ کے ادا کرنے کی ف ہمارے نزدیک سلم بغیر مدت کے جائز نہین اور شافعی رح کے
نزدیک درست ہی اور ہماری دلیل صاف وہ حدیث ہی ابن عباس رض کی جسکو روایت کیا بخاری مسلم نے اور اوسمین
اِلیٰ اَجَلٍ مَّعْلُوْمٍ موجود ہی ص اور اقل مدت ایک مہینا ہی صحیح قول مین اسواسطے کہ بعضون کے نزدیک اقل مدت تین دن
ہین اور بعضون کے نزدیک آدھے دن سے زیادہ ف دُرِ مختار مین ہی کہ فتوی اسی پر ہی کہ اقل مدت ایک مہینا ہی ص
۶ راس المال کی شناخت جب عقد متعلق ہو مقدار سے جیسے راس المال کیلی ہو یا وزنی یا عددی اسواسطے کہ عقد
اِن چیزون مین متعلق ہوتا ہی مقدار سے تو ضروری بیان مقدار اوسکا ف کہ یہ روپے اتنے ہین یا یہ غلہ اتنا ہی ص اور
یہ امام صاحب کے نزدیک ہی اور صاحبین کے نزدیک جب راس المال معین ہو تو اوسکے بیان مقدار کی ضرورت نہین
اسواسطے کہ مقصود حاصل ہوگیا اوسکی طرف اشارہ کردینے سے جیسے ثمن مبیع مین یا اجرت اجارے مین ف کہ ثمن مبیع
یا اجرت کی طرف اگر اشارہ کردیا تو اوسمین بیان مقدار ضرور نہین ص امام ابوحنیفہ رح کی دلیل یہ ہی کہ کبھی ایسا ہوتا ہی کہ راس المال
کے روپے یا اشرفی کھوٹی ہوتی ہین اور مجلس عقد سلم مین مسلم الیہ اوسکو نہین بدلتا ہی تو اگر اندازہ اور مقدار روپے وغیرہ کا معلوم
نہوگا تو یہ تحقیق نہوگا کہ کتنے روپے مین سلم باقی رہی اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہی کہ مسلم الیہ مسلم فیہ کی تسلیم پر وقت مدت گذر جانے کے قادر نہین ہوتا سو
اوسکو رد کرنا راس المال کا لازم آتا ہی اور جب راس المال کا مقدار معلوم نہوا تو منازعت واقع ہوگی ہان اگر راس المال کوئی کپڑا
معین ہووے تو اوسکا مقدار بیان کرنا ضرور نہین کیونکہ کپڑے مین عقد متعلق اوسکی ذات سے ہوتا ہی نہ اوسکے مقدار سے ف
اب دو مسالون کی تفریع کرتا ہی چھٹی شرط پر ص تو جائز نہوگی سلم دو جنسون مین بغیر بیان راس المال ہر ایک جنس کے
ف مثلاً دس درہم دیے اور سلم کی ایک کُر مین گیہون کے اور ایک کُر مین جو کے اور یہ نہ بیان کیا کہ گیہون کے حصے کے

سکتے روپے ہین اور چونکے حصے کے کتنے تو سلم جائز نہوگی بوجہ معلوم نہونے راس المال کے ص یا دو نقدون مین بغیر بیان
حصے ہر ایک کے مسلم فیہ سے ف جیسے سلم کیا درہم و دنانیر دیکر ایک کر مین گیہون کے اور ایک کا حصہ معلوم ہی اور دوسرے کا
معلوم نہین کہ کتنا حصہ ہی مسلم فیہ سے چ ص کے بیان مکان جہان پر مسلم فیہ رب السلم کو ادا کیا جاویگا اگر مسلم فیہ
ایسی چیز ہو جسکی باربرداری اور مزدوری چاہیے امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک جہان پر عقد سلم واقع ہوا
اوسی جگہ مسلم فیہ کا دینا لازم آویگا اور اسی خلاف پر ہی ثمن اور اجرت اور قسمت ف ثمن کی صورت یہ ہی کہ ایک شخص نے
غلام کو عوض مکیل یا موزون کے اودھار خریدکیا مدت معین کرکے تو امام کے نزدیک مکان ایفا شرط ہی اور اجرت کی صورت
ہی کہ ایک شخص نے گھر یا جانور کرایے کو لیا بعوض مکیل یا موزون کے مدت مقرر کرکے تو امام کے نزدیک مکان ایفاے اجرت
شرط ہی اور قسمت کی صورت یہ ہی کہ دو شخصون نے ایک گھر تقسیم کیا اور ایک شخص نے اپنے حصے سے زیادہ لیا اور بمقابلہ زائد
کے مکیل یا موزون کے دینے کا وعدہ کیا مدت معین کرکے تو امام کے نزدیک بیان مکان ایفا شرط ہی برخلاف صاحبین کے
کذا فی الطحطاوی ص اور جو مسلم فیہ ایسی چیز ہووے کہ اوسمین باربرداری وغیرہ کی حاجت نہووے تو جہان چاہے
مسلم فیہ رب السلم کو حوالہ کرے اور یہی قول اصح ہی اور جامع صغیر کی روایت مین جہان پر عقد سلم ہوا ہی وہان حوالہ کرے اور سلم کے
باقی رہنے کی شرط یہ ہی کہ راس المال مسلم الیہ قبل ایک دوسرے کے جدا ہونے کے لیوے تو اگر سلم کیا کسی نے بعوض دو سو کے
سو نقد اور سو قرض تھے مسلم الیہ پر ایک کر مین گیہون کے تو باطل ہوگی سلم سو روپیہ قرضے مین اور سو نقد مین صحیح ہو جاویگی
ف کر ہوتا ہی ساٹھ قفیز کا اور قفیز ہوتا ہی آٹھ مکول کا اور مکول ڈیڑھ صاع کا ہوتا ہی تو قفیز بارہ صاع کا ہوا اور کر سات سو بیس
صاع کا ص اور سلم نہین صحیح ہوتی اگر اوسمین خیار الشرط ہو یا خیار الرویۃ کیونکہ یہ دونون مانع ہین تمام سلم کے البتہ خیار العیب
مانع نہین ہی تمام تسلیم کا تو اگر ساقط کیا خیار الشرط کو قبل جدا ہونے متعاقدین کے صحیح ہو جاویگی اور زفر رح کے نزدیک صحیح نہوگی
ف اور دلیل اوسکی ہدایہ مین مذکور ہی ص راس المال اور مسلم فیہ مین قبضہ کرنے سے پیشتر تصرف کرنا درست نہین جیسے
شرکت اور تولیہ صورت شرکت کی یہ ہی کہ رب السلم کسی شخص سے کہے تو مجکو نصف راس المال دیدے تا نصف مسلم فیہ تیری
ہو جاوے اور صورت تولیہ کی یہ ہی کہ کہے تو کل راس المال مجھے دیدے تا مسلم فیہ کل تیری ہو جاوے اور تصرف کی یہ صورت
بھی ہی کہ رب السلم راس المال کے بدلے مین کوئی اور چیز دیوے یا مسلم الیہ مسلم فیہ کے بدلے مین کوئی اور چیز ادا کرے اگر زید نے
عمرو سے بیع سلم کی پھر اوسکو اقالہ کیا تو زید عمرو سے اپنے راس المال کے بدلے مین کوئی دوسری چیز نہ لیوے بلکہ جو مال عمرو کو
دیا ہی پھیر لیوے فرمایا علیہ الصلوۃ والسلام نے نہ لے تو مگر مسلم فیہ یا راس المال ف یہ حدیث اس لفظ سے روایت کیا اوسکو
دار قطنی نے سنن مین ابو سعید خدری رض سے عن ابراھیم بن سعید الجوھری من اسلم فی شیء فلا یاخذ الا ما
اسلم فیہ او راس مالہ اور ضعیف کیا اوسکو دار قطنی نے بسبب عطیہ عوفی کے لیکن روایت کیا اوسکو ابو داود نے اور
ابن ماجہ نے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو شخص سلم کرے کسی شی مین تو نہ پھیرے اوسکو غیر مین مسلم فیہ کے
اور یہ مقتضی ہی اس بات کو کہ نہ لے مگر اوسی چیز کو اور حسن کہا اوسکو ترمذی نے اور کہا کہ نہین پہچانتے ہم مرفوع اوسکو مگر
اسی طریقے سے اور عطیہ عوفی ضعیف کہا اوسکو احمد وغیرہ نے اور حسن کہا ترمذی نے اوسکی حدیث کو تو حدیث حسن ہی

اور روایت کیا اوسکو عبد الرزاق نے موقوفا کہ فرمایا ابن عمر رض نے جسوقت سلم کیے تو کسی شی مین تو نہ لے مگر راس مال اپنا یا وہ چیز کہ سلم کی ہی تو نے اوسمین اور روایت کیا ابو الشعثار سے مثل اسکے کذا فی فتح القدیر للشیخ ابن الہمام آخر اور زفر رح کا اسمین خلاف ہی اور حجت اون پر یہی حدیث ہی **ص** زید نے عمرو سے ایک کُر مین گیہون کے سلم کی جب وعدہ گذرا تو عمرو نے ایک کُر گیہون کا بکر سے خریدکے قبل قبضے کے اور ناپ تول لینے کے زید کو حکم کیا کہ بکر سے جاکر وہ گیہون لیو بعوض اوسکے سلم فیہ کے تو جائز نہوگا **ف** اسواسطے کہ یہان دو عقد مین تو ضرور ہی کہ اوسمین صاع بائع اور مشتری کا دونون جاری ہووین بدلیل اوس حدیث کے جو اوپر گذری **ص** اور قرض مین یہ صورت درست ہی مثلاً زید نے عمرو سے کچھ گیہون قرض لیے بعد اوسکے اوتنے گیہون زید نے بکر سے خرید کرکے عمرو کو حکم کیا کہ وہ گیہون بکر سے اپنے قرضے کی ادا مین لیو تو صحیح ہی **ف** دلیل اسکی اصل کتاب اور ہدایہ مین مذکور ہی **ص** البتہ سلم مین بھی درست ہی اس طرح سے کہ عمرو زید سے کہے کہ تو گیہون اپنی سلم کے بکر سے لیکر اول میری طرف سے وکالۃً اوسپر قبضہ کرکے ناپ تول لے اور پھر اپنے واسطے قبضہ کرکے ناپ تول لے اسواسطے کہ اس صورت مین دونون کے صاع جاری ہوگئے **ف** اور یہ صورت اوپر گذر چکی ہی **ص** اگر مسلم الیہ نے رب السلم کے حکم سے اوسکی غیبت مین اوسکے برتن سے مسلم فیہ کو ناپ دیا یا مالک نے اپنے ظرف مین مشتری کی غیبت مین اوسکے حکم سے یا اپنے مکان مین ایک کونے مین مبیع کو ناپ دیا تو یہ قبضہ رب السلم اور مشتری کا نہ شمار کیا جاویگا البتہ اگر بیع کی صورت مین بائع نے مشتری کے حکم سے مشتری کی طرف سے اوسکی غیبت مین مبیع کو ناپ دیا تو یہ قبضہ مشتری کا شمار کیا جاویگا اگر ایک شخص نے حکم کیا بائع کو کہ ایک کُر غلے کا سلم کی بابت اور ایک کُر خرید کا دونون میرے برتن مین ڈال دو تو اگر بائع نے پہلے خرید کا غلہ ڈالنا شروع کیا بعد اوسکے سلم کا بھی ڈال دیا تو یہ مشتری کا قبضہ شمار کیا جاویگا اور اگر پہلے سلم کا غلہ ڈالنا شروع کیا تو امام صاحب کے نزدیک مشتری کسی کا قابض قرار نہ دیا جاوے گا اور صاحبین کے نزدیک مشتری مختار ہی چاہے بیع کو توڑ ڈالے چاہے اوتنے مال مین بائع کا شریک ہو جاوے اگر رب السلم نے ایک لونڈی راس المال مین دیکر سلم کیا اور مسلم الیہ نے اوس لونڈی پر قبضہ کر لیا بعد اوسکے دونون نے اقالہ سلم کیا اب وہ لونڈی مر گئی تو اقالہ باقی رہیگا اور اوس لونڈی کی قیمت جو دن قبض کے تھی مسلم الیہ کو واپس کرنا پڑیگی اور اگر بعد موت کے اقالہ ہوا تو بھی یہی حکم ہی **ف** یعنے اقالہ صحیح ہو جاویگا اور مسلم الیہ کو قیمت اوس لونڈی کی جو یوم القبض تھی دینا پڑیگی **ص** یہی حکم ہی اگر لونڈی کو کسی اسباب کے بدلے مین بیچا اور لونڈی یا وہ اسباب تلف ہونے کے اول اقالہ کیا بعد اوسکے تلف ہوگیا یا بعد تلف ہو جانے کے اقالہ کیا برخلاف خریدنے لونڈی کے عوض مین ثمن کے کہ اگر وہ لونڈی بعد اقالہ کے مری تو اقالہ باطل ہوگیا اور اگر قبل اوسکے مری بعد اقالہ ہوا تو اقالہ صحیح نہوگا اور اگر مسلم الیہ نے کہا کہ مین نے شرط کری تھی خراب گیہون کی اور رب السلم نے کہا تو نے کچھ شرط نہین لگائی تھی یا اسکا اولٹا ہوا یا ایک کہے کہ مدت کی شرط ہوئی تھی اور دوسرا کہے کہ مدت کی شرط نہین ہوئی تھی تو قول اوسی کا معتبر ہوگا جو مدعی خراب گیہون ٹھہرنے کا یا مدت قرار پانے کا ہوگا اور جو انکا منکر ہوگا اوسکا قول معتبر نہوگا اسلیے کہ مدعی کے قول سے صحت سلم ہوتی ہی کیونکہ سلم مین بیان صفت اور مدت ضرور ہی اور استصناع یہ ہی کہ کوئی شخص کاریگر سے کہے کہ مجکو یہ چیز بنا دے جیسے

جوتے والے سے کہ ہمکو جوتا تیار کر دے اپنے پاس سے **ف** استصناع قیاسًا ناجائز تھا کیونکہ بیع ہی معدوم کی
لیکن بسبب تعامل یعنے آدمیون کے رواج کے جائز ہی **ھدایہ ص** تو اگر استصناع ایک مدت معین کے ساتھ
ہی تو سلم ہو جاویگا خواہ اوسکا رواج ہو یا نہو اور اگر مدت نہ ہووے تو جس چیز مین رواج ہی جائز ہی جیسے موزہ طشت کاسہ تو نہ بیع
ہی نہ وعدہ **ف** حاکم شہر کے نزدیک استصناع ایک وعدہ ہی تو بائع جب بناکر وہ شی لاتا ہی تو بیع ہو جاتا ہی بسبب تعاطی کے
لیکن اکثر کے نزدیک ابتدا سے وہ بیع ہی **ص** اور جب بیع ہوا تو کاریگر اوسکے بنانے پر جبر کیا جاویگا اور جسنے بنانے کا حکم
کیا ہی وہ اپنے قول سے پھر نہین سکتا اور بیع خود وہ چیز ہی نہ کام و محنت اوسکی تو اگر کاریگر اپنے غیر کی بنائی چیز لایا یا اپنی بنائی
لیکن قبل عقد کے بنائی تھی اور بنوانے والے نے اوسکو لے لیا صحیح ہوگا اور بیع متعین نہوگی قبل اختیار کرنے بنوانے والے کے تو اگر
قبل دکھانے کے بنوانے والے کے تئین کاریگر نے اوسکو کسی اور کے ہاتھ بیچ ڈالا صحیح ہی اور جب بنوانے والے نے اوس چیز کو
دیکھا تو اوسکو اختیار ہی چاہے لے چاہے نہ لیوے **ف** اسواسطے کہ اوسنے خریدی ایسی چیز جسکو نہین دیکھا تھا اور اوسکو
اختیار ہوتا ہی جیسا گذرا خیار الرویۃ مین **ص** اور نہین صحیح ہی استصناع بغیر بیان مدت کے اوس چیز مین جسکا رواج نہین ہی جیسے کپڑا وغیرہ

باب مسائل متفرقہ بیع کے بیان مین

بیل یا گھوڑا یا مٹی کا خریدا لڑکے کے جی لگنے کے واسطے تو یہ بیع صحیح نہین اور نہ اوسکی کچھ قیمت نہین اور اوسکے تلف کرنیوالے پر
تاوان نہین اور قول ضعیف یہ ہی کہ بیع صحیح ہی اور تلف کرنے والے پر اوسکے ضمان ہی اور مجتبیٰ کی کتاب الحظر کے آخر مین ابو یوسف
سے روایت ہی کہ کھلونے کی بیع اور لڑکون کا اوس سے کھیلنا جائز ہی **در مختار ص** صحیح ہی بیع کتے کی اور چیتے کی
اور درندون کی برابر ہی کہ سکھائے ہوئے ہون یا بے سکھائے ہوئے **ف** جس درندے کو شکار کی تدبیر اور آداب
سکھا لیتے ہین تو اوسکو معلم کہتے ہین ورنہ غیر معلم تو مطلب مصنف رح کا یہ ہی کہ کتا خواہ چیتا جو درندہ ہو خواہ معلم ہو یا نہو
بیع اوسکی درست ہی اور یہ ہمارا مذہب ہی اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک بیع اوس کتے کی درست نہین ہی جو کٹنا ہی اور نزدیک
شافعی رح کے کسی کتے کی بیع درست نہین اسواسطے کہ روایت کی ابن حبان نے صحیح مین ابو ہریرہ رض سے کہ فرمایا
حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ حرام ہی زانیہ کی خرچی اور قیمت کتے کی اور کمائی پچھنے لگانے والے کی اور روایت
کی شیخین نے ابو مسعود انصاری رض سے کہ منع کیا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کتے کی قیمت لینے سے اور خرچی سے
فاحشہ کی اور کمائی سے فال نکالنے والے کی اور روایت ہی ابی الزبیر رض سے کہ پوچھا مین نے جابر رضی اللہ عنہ سے قیمت
لینے سے بلی اور کتے کی تو کہا کہ منع فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے روایت کیا اوسکو مسلم اور نسائی نے اور اسواسطے
کہ کتا نجس العین ہی اور نجاست سے ذلت اوسکی لازم ہوئی اور بیع سے اعزاز اوسکا لازم آتا ہی تو ناجائز ہوگی دلیل ہماری وہ حدیث ہی جسکو
روایت کیا ترمذی نے ابو ہریرہ رض سے کہ منع کیا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قیمت سے کتے کی مگر کتے شکاری کی اور ضعیف
کہا اس حدیث کو ترمذی نے اور کہا کہ یہ حدیث جابر رض سے بھی مرفوعًا مروی ہی اور اسناد اوسکی صحیح نہین اور احادیث صحیحہ مین
اسکا استثنا مذکور نہین ہم کہتے ہین کہ روایت کی ابو حنیفہ رح نے مسند مین ہیثم سے انھون نے عکرمہ سے انھون نے
ابن عباس سے کہ رخصت دی تھی حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قیمت مین کتے شکاری کی اور یہ سند جید ہی اسواسطے

کہ ہیثم ذکر کیا اوسکو ابن حبان نے ثقات میں آور روایت کی بیہقی نے مثل اسکے جابر رضہ سے اوسکی اسناد مین بھی
ہیثم ہی لیکن ہیثم باتفاق محققین ثقہ ہی توثیق کی ہو سکی ابن سعد اور دارقطنی نے اور اخراج کیا اوس سے ابن حبان نے
صحیح مین اور حاکم نے مستدرک مین اور روایت کی دارقطنی نے ابو الزبیر رضہ سے انھون نے جابر رضہ سے کہ منع کیا حضرت
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قیمت سے بلی کی اور کتے کی مگر شکاری کتے کی آور روایت کی طحاوی نے عمرو بن شعیب عن ابیہ
عن جدہ سے کہ عبد اللہ بن عمرو بن العاص نے حکم کیا ایک شکاری کتے کے قاتل پر چالیس روپے کا اور کھیت کے کتے پر
ایک مینڈھے کا آور روایت کی طحاوی نے عبد اللہ بن المغفل سے کہا کہ حکم کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے
ساتھ قتل کتون کے پھر فرمایا کیا کہ تے ہین میرا کتا اور رخصت دی شکاری کتے مین آور حدیث ابو ہریرہ رضہ کی ابتدا ے
اسلام مین تھی پھر منسوخ ہو گئی کیونکہ خود مروی ہی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پچھنے لگائے اور دی حجام کو اجرت اور اگر یہ
حرام ہوتا تو آپ کبھی اجرت نہ دیتے روایت کیا اوسکو شیخین نے ابن مسعود رضہ سے آور نجاست عین ہونا کتے کا مسلم نہین
اسواسطے کہ اوس سے نفع لیا جاتا ہی بطور حراست کے اور شکار کے حاصل کلام یہ ہی کہ حدیث نہی عن ثمن کلب پہلے
عام تھی اور پھر کلب صید اور زراعت اوس سے مخصوص ہوا تو اب عام ظنی ہو گیا اور عام ظنی کی دوبارہ تخصیص جائز ہی
قیاس سے مگر اس صورت مین لازم آتا ہی کہ کتے کاٹنے والے یا ضرر پونچانے والے کی بیع بالکل جائز نہو جیسا مذہب
ابو یوسف کا ہی تاکہ اس حدیث عام کے نیچے کوئی فرد باقی رہے نہ یہ کہ مطلقاً بیع کتے کی درست ہو جاوے جیسا کہ مروی
ہی امام سے واللہ اعلم ھکذا فی الفتح القدیر و شرح المسند للامام سے **ص** اور ذمی بیع مین مثل مسلمان کے ہی
الا شراب اور سور کی بیع کہ ذمی کو درست ہی اور مسلمان کو نادرست **ف** صحیح مسلم مین مروی ہی ابن عباس رضہ سے کہ فرمایا حضرت
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جسنے حرام کیا شراب کے پینے کو اوسی نے حرام کیا اوسکی بیع کو اور ایسا ہی مروی ہی امام محمد سے کے
آثار مین **ص** تو شراب ایسی ہی ذمی کے حق مین جیسے سرکا ہمارے نزدیک آور سور ذمی کے حق مین جیسے بکری ہمارے
نزدیک تو خمر مثلی ہی اور سور ذوات القیم سے **ف** یعنی اگر ذمی نے ذمی کا خمر تلف کر ڈالی تو اوسکی عوض مین خمر دلائی جاویگی
کیونکہ خمر مثلی ہی یعنی اون چیزون مین سے ہی ذمیون کے حکم مین کہ اونکے تلف کر دینے سے مثل اوسکا لازم آتا ہی آور سور
ذوات القیم سے یعنی اون چیزون مین سے ہی جنکے تلف کر دینے سے قیمت لازم آتی ہی تو اگر ذمی نے سور دوسرے ذمی کا ہلاک
کیا اس صورت مین اونکے یہان جو اوس سور کی قیمت ہوگی دلائی جاویگی نہ دوسرا سور جیسا ہمارے یہان ہر کا مثلی ہی اور
بکری ذوات القیم سے **ص** زید نے ایک لونڈی خریدی اور قبل قبضے کے اوسکا نکاح عمرو سے کر دیا تو نکاح صحیح ہی اب اگر عمرو نے
اوس سے وطی کی تو یہ قبضہ زید کا شمار کیا جاویگا نہ فقط نکاح کر دینا **ف** تو اگر بیع ٹوٹ گئی قبض سے پہلے تو نکاح باطل
ہو گیا ابو یوسف رح کے قول مین اور یہی مختار ہی در مختار **ص** اگر زید نے عمرو سے ایک غلام خریدا اور زید قبل ادا ے
ثمن کے اور قبل قبضہ کرنے کے غلام پر غائب ہو گیا اور بائع نے گواہ قائم کیے اس بات پر کہ یہ غلام مین نے زید کے
ہاتھ بیچا ہی تو اگر اوسکا ٹھکانا معلوم ہی تو وہ غلام واسطے ادا ے ثمن کے نہ بیچا جاویگا بلکہ ثمن مشتری جہان ہوگا اوس سے
طلب کیجاویگی آور اگر مشتری ایسا غائب ہی کہ اوسکا ٹھکانا معلوم نہین اس صورت مین وہ غلام بیچا جاویگا اور اوسکی قیمت سے

ثمن بائع ادا کیجاویگی ف تو اگر قیمت ثمن سے بڑھ جاوے تو زیادتی کو رکھ چھوڑینگے جب مشتری حاضر ہوگا
اوسکو حوالے کیجاویگی اور اگر قیمت ثمن سے کم نکلی تو بائع اوسکا پیچھا کرے جب اوسکو پاوے تو اوس سے لے لیوے اور اگر
مشتری غائب ہوا بعد قبضے کے تو قاضی بائع کی نالش کو نہ سنیگا کیونکہ بائع کا حق مبیع سے متعلق نرہا اور مبیع کے مانند
مرہون ہے یعنی اگر راہن ایسا غائب ہوا کہ اوسکا ٹھکانا معلوم نہین اور مرتہن نے اپنے دین کے واسطے بیع مرہون کی نالش
کی قاضی کے پاس تو سزاوار یہ ہے کہ بیع اوسکی جائز ہو کذا فی الدر المختار والطحطاوی ص اور اگر دو شخصون نے ایک
چیز خریدی اور اون مین سے ایک شخص غائب ہوا ف یعنی اس طرح پر کہ اوسکا مکان معلوم نہین نہر ص تو شخص
حاضر کو کل ثمن کا دیدینا اور کل مبیع پر قبضہ کرنا اور اوسکو روک رکھنا یہان تک کہ شخص غائب اپنے حصے کی ثمن ادا کرے درست ہے
طرفین کے نزدیک اور امام ابو یوسف کے نزدیک اوسکو روک رکھنا کل مبیع کا جب شخص غائب حاضر ہووے درست نہین ف طرفین کی دلیل یہ ہے کہ
شخص حاضر لاچار ہے اوسکو نفع اوٹھانا مبیع سے ممکن نہین جب تک کل ثمن ادا نکرے تو جسوقت اوسنے کل ثمن ادا کر دی
تو متبرع نہوگا تو جب غائب حاضر ہوا تو نہ لیگا حصہ اپنا جب تک ثمن اپنے حصے کی ادا نکرے اور ابو یوسف رح کہتے ہین کہ شخص
حاضر متبرع ہے اپنے شریک کے حصے کی ثمن کے ادا کرنے مین تو جب وہ حاضر ہوگا تو اوس سے حصہ ثمن کو پھیر نہین سکتا
اور نہ مبیع کو روک سکتا ہے اور فتویٰ طرفین کے قول پر ہے ہدایہ ص کوئی چیز بیچے سونے اور چاندی کی ہزار مثقال سے
تو سونا اور چاندی نصفا نصف ہونگے تو پانسو مثقال ہر ایک کی واجب ہوگی ف اسواسطے کہ مثقال چاندی اور سونے
دونون کی ہوتی ہے تو جب مثقال کی اضافت دونون کی طرف برابر ہوئی تو پانسو مثقال سونا اور پانسو مثقال چاندی واجب ہوگی
مشتری پر بسبب عدم ترجیح کے ص کوئی چیز بیچے بعوض ہزار کے سونے اور چاندی سے تو سونا چاندی نصفا نصف ہوگی
تو سونے کے نصف سے مثقال مراد ہونگے اور چاندی کے نصف سے درہم وزن سبعہ والے ف یعنی وہ دراہم
جو دس سات مثقال کے ہوتے ہین اور ذکر اسکا کتاب الزکوۃ مین گذرا اسواسطے کہ یہی متعارف ہے تو پانسو مثقال سونا اور
پانسو درہم اس صورت مین لازم آوینگے ص اگر ایک شخص کے کچھ روپے کھرے دوسرے پر آتے تھے اور مدیون نے
دائن کو زیوف ادا کیے اور دائن کو معلوم نہوا اوسنے خرچ کر ڈالے یا اوسکے پاس سے تلف ہوگئے تو اوسکا حق ادا ہوگیا
طرفین کے نزدیک اور ابو یوسف رح کے نزدیک اوس قسم کے زیوف مدیون کو پھیر کر کھرے لے لیوے ف زیوف جمع
زیف کی ہے زیف وہ روپیہ جسکو تاجر لے لیوین اور خزانۂ اسلام مین نہ لیا جاوے اور اگر وہ روپے ستوقہ یا نبہرجہ ہون تو
بالاتفاق ویسے پھیر کر کھرے لیوے اور اسی پر فتویٰ ہے ستوقہ وہ درہم ہے جسپر چاندی کا پتر ہو اور نبہرجہ وہ درہم ہے جو دار الضرب
سلطانی مین نہ بنا ہووے یا جسکو تاجر بھی نہ لیوین رد محتار ص اگر پرند نے انڈے یا بچے دیے ایک شخص
کی زمین پر یا ہرن کا پانون اوسکی زمین مین جاکر خود بخود ٹوٹ گیا تو جو اوسکو پاویگا اوسکی ملک ہو جاویگی البتہ اگر صاحب زمین
نے زمین کو اوسی کے واسطے تیار کیا ہو تو وہ صاحب زمین کی ہونگی جیسے مکھی نے چھتہ لگایا کسی کی زمین مین تو
وہ اوسکا مالک ہوگا خواہ اپنی زمین شہد کے چھتہ لگانے والی کے واسطے تیار کی ہو یا نہو اور اگر شکار پھنس گیا
اوس جال مین جو پھیلایا گیا تھا خشک کرنے کے واسطے یا دراہم اور مٹھائی اوچھالی گئی لینے کے واسطے اور کسی کے

کپڑے پر جا پڑی تو وہ اوسکا مالک نہوگا بلکہ جو پاویگا اوسیکو ملیگا البتہ اگر کپڑے والے نے پہلے سے اپنا کپڑا اسی کے واسطے پھیلا رکھا تھا تو اوسکو ملے گا یا اوسنے اسلیے پھیلا نہین رکھا تھا لیکن اوسکا ہاتھ پڑ گیا اون درہم یا مٹھائی پر تب بھی اوسیکی ہو جاوے گی +

مسائل الحاقیہ بندے سے سخراپن کرنا اگرچہ حرام ہے لیکن وہ مانع بیع نہین بلکہ اوسکی بیع مکروہ ہے چنانچہ انگور کا نچوڑا پانی اوس شخص کے ہاتھ بیچنا جو شراب بناتا ہے اور کتے کا پالنا اور رکھنا درست نہین مگر چور وغیرہ کے خوف سے تو کچھ مضایقہ نہین اور کتے کے مانند باقی درندے ہین اور کتے کا پالنا شکار اور بھیڑ بکری اور کھیت کی حفاظت کے واسطے بالاتفاق درست ہے اقل قیمت بیع ایک پیسہ ہے تو جو چیز مالیت مین ایک پیسے سے بھی کم ہوگی چنانچہ ایک ٹکڑا روٹی کا اوسکے عوض مین بیع جائز نہین بیچنا اون پرند جانورون کی بیٹ کا جنکا گوشت حلال ہے درست ہے مگر اسقدر بیٹ ہو کہ اوسکی قیمت ایک پیسہ ہو جاوے اور جائز نہین بیع زمین کے کیڑون کی جیسے چھپکلی بچھو گوہ اور گبریلا البتہ جونک کی بیع درست ہے اسواسطے کہ لوگ اوسکو مال جانتے ہین اور خون نکالنے کے علاج مین اوسکی حاجت ہے اور دریا کے جانورون مین سے بھی سوائے مچھلی کے اور کسیکی بیع جیسے کیکڑا وغیرہ درست نہین البتہ فتاوائے قنیہ مین لکھا ہے کہ جو جانور قیمت دار ہین جیسے سقنقور اور کھال خز کی اور پانی کا اونٹ بشرطیکہ زندہ ہو تو بیع انکی درست ہے اور سانپون کی بیع اگر اون سے فائدہ حاصل ہے دواؤن مین تو فقیہ ابو اللیث رحمہ نے اوسکو جائز رکھا ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ اگر نفع اور صحت مرض منحصر ہو جاوے اون مین تو جائز ہے اور نہایہ اور تہذیب مین ہے کہ بیمار کو پینا پیشاب اور خون اور کھانا مردے کا واسطے دوا کے درست ہے جبکہ طبیب مسلمان اوس سے کہدیوے کہ اس چیز مین تیری شفا ہے اور اوسیٔ مباح مین کوئی چیز قائم مقام اوسکے نملے اور اگر طبیب یہ کہے کہ اس چیز مین جلدی شفا ہوگی تو اوسمین دو قول ہین اسی طرح شراب کے پینے مین بھی بعذر مرض لاعلاج درصورت کہنے طبیب حاذق کے اختلاف ہے لیکن حدیث صحیح مین مروی ہے کہ اللہ تعالی نے تمہاری شفا نہین کی اوس چیز مین جو تمپر حرام کی اور نجس تیل کی بیع درست ہے اور اوسکو جلانا جائز ہے سوائے مسجد کے اور مکانون مین کافر کو خرید مسلمان غلام یا مصحف مجید کی درست ہے لیکن جبر کیا جاویگا پھر اوسکی بیع پر اسیطرح اگر کافر کا غلام مسلمان ہو جاوے تب بھی اوس غلام کی بیع پر کافر کو جبر کرین گے ایک درخت خرید کیا جڑ سمیت اور جڑ سے اوسکے اوکھاڑنے مین بائع کا ضرر ہے تو اوسکو کاٹ لے زمین کے اوپر سے جہان سے بائع کو ضرر نہووے اور اگر اوسکے ساقط ہونے سے کوئی دیوار گر جائے تو درخت کا اوکھاڑنے والا اوسکا تاوان دے جو اوسکے اوکھاڑنے سے پیدا ہو **دُرِّ مختار و رَدِّ محتار**

باب بیع صرف کے بیان مین +

بیع صرف کہتے ہین ثمن کے بیچنے کو بدلے مین ثمن کے خواہ اپنی جنس کے ساتھ ہووے مثلاً سونے کو بدلے مین سونے کے یا چاندی کو بدلے مین چاندی کے یا غیر جنس کے ساتھ جیسے سونے کو بدلے مین چاندی کے فروخت کرے شرط ہے بیع صرف مین کہ بائع اور مشتری کا قبضہ بدلین پر مجلس عقد مین ہو جاوے **ف** یعنی دونون بدلون پر ہر ایک قبضہ کر لیوے مجلس عقد مین ہاتھ سے نہ فقط تخلیہ سے **دُرِّ مختار** بدلیل اوس حدیث کے جو گذری باب الربو مین کہ بیچو سونے کو بدلے مین

سونے کے برابر اس ہاتھ سے اوس ہاتھ سے اور زیادتی سود ہے اور روایت کی مالک رح نے موطا مین حضرت عمر رض سے کہ نہ بیچو سونے کو
بدلے مین سونے کے مگر برابر برابر اور نہ بیچو سونے کو بدلے مین چاندی کے اسطرح کہ ایک حاضر ہو اور دوسرا غائب اور اگر وہ مہلت
مانگے تجھ سے یہانتک کہ داخل ہو گھر اپنے مین تو نہ دے مہلت اوسکو مگر دست بدست ادھر لے اودھر دے اور مین خوف کرتا ہون تمپر بیاج کا
اور بدلیل اس بات کے کہ دونون مین سے ایک کا قبضہ پہلے ضرور ہی تو نہو جاوے بیع اودھار کی بدلے مین اودھار کے اسواسطے کہ
منع کیا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے روایت کیا اوسکو ابن عمر رض سے اسحق نے اور بزار نے پھر جب ایک نے
قبضہ کیا تو دوسرے کا بھی قبضہ ضرور ہی تاکہ مساوات اور برابری حاصل ہووے اور مراد اس سے یہ ہی کہ قبل قبضے کے ہر ایک کا
بدن دوسرے کے بدن سے جدا نہووے تو اگر دونون ساتھ چلے جاتے ہین ایک ہی طرف یا دونون اوسی مجلس مین سو رہے
یا بیہوش ہو گئے تو بیع صرف باطل نہوگی بدلیل اثر ابن عمر رض کے کہ اگر کوئی کودے چھت سے تو تو کود ساتھ اوسکے کہا ابن الہمام رح
نے کہ یہ حدیث غریب ہی نہایت درجے کی کتب حدیث سے مین کہتا ہون روایت کیا اوسکو محمد رح نے آثار مین اور امام نے
اپنی مسند مین **ص** اور سونے کو چاندی کے عوض زیادتی کے اور اٹکل اور تخمین سے کے ساتھ بھی درست ہی **ف** اسواسطے کہ جنس
بدل گئی لیکن قبضہ کرنا مجلس عقد مین بدلین پر یہان بھی ضرور ہی **ص** اور سونے کی بیع سونے کے ساتھ یا چاندی کی
چاندی کے ساتھ کمی بیشی کے ساتھ درست نہین بلکہ برابر چاہیے اگرچہ عمدگی اور صنعت زرگری مین مختلف ہون **ف** اسواسطے
کہ باب الربو مین یہ بات گذر چکی کہ جید اور ردی سب برابر ہین **ص** بیع صرف مین قبضہ کرنے سے پیشتر ثمن مین تصرف کرنا درست
نہین مثلاً ایک دینار دس درہم کے بدلے مین بیچا اور ابھی اوس دس درہم پر قبضہ نہین کیا تھا کہ اونکے عوض مین ایک کپڑا خرید لیا تو اس
تھان کی بیع فاسد ہوگی **مسئلہ** زید نے ایک لونڈی جسکی قیمت ہزار روپیہ تھی اور اوسکے گلے مین ہزار روپے کا طوق تھا دو ہزار
روپے کو عمرو کے ہاتھ بیچی اور ہزار روپے نقد وصول کیے یا دو ہزار کو بیچی ہزار نقد اور ہزار اودھار پر اور ہزار نقد وصول کیے
اوسکے بعد اوسکے بائع اور مشتری جدا ہو گئے تو یہ ہزار روپے قیمت اوس طوق کی ہون گے **ف** یعنی ہزار جو نقد وصول
ہوئے ہین وہ طوق کی قیمت مین شمار کیے جاوین گے اسواسطے کہ طوق مین یہ بیع صرف ہی اور اوسمین تقابض بدلین
شرط ہی **ص** برابر ہی کہ مشتری ہزار روپے دینے کے وقت چپ رہا ہو یا یہ کہدیا ہو کہ اس ہزار روپے کو تو دونون کی ثمن مین
سے لے **ف** اسواسطے کہ اس کلام کے معنی یہ ہوسکتے ہین کہ دونون مین سے ایک کی ثمن سے لے البتہ اگر مشتری صاف
کہدیگا کہ یہ ہزار روپے لونڈی کی ثمن ہین خاص تو بیع طوق مین فاسد ہو جاویگی **ص** اسیطرح اگر ایک تلوار بیچی جسمین پچاس
روپے کا زیور ہی سو روپے کو اور پچاس نقد وصول کیے تو یہ زیور کے دام سمجھے جاوینگے تو اگر بائع اور مشتری جدا ہو گئے بغیر قبض ثمن کے
تو بیع زیور مین فقط باطل ہوگی اگر وہ زیور تلوار سے بدون ضرر کے علیحدہ ہوسکتا ہی ورنہ دونون مین باطل ہو جاویگی
جاننا چاہیے کہ بیچ اوس تلوار کی جسمین زیور ہو اوس ثمن کے عوض مین درست ہی جو زیور سے زیادہ ہو تا بعض ثمن بمقابلہ زیور
اور بعض بمقابلہ تلوار ہووے اور اگر ثمن برابر ہووے زیور کے یا کم ہو زیور سے یا کچھ معلوم نہو تو بیع جائز نہوگی **ف**
اسواسطے کہ اگر کم یا برابر ہی تو سود ہو گیا کیونکہ مشتری کو تلوار مفت پڑی اور اگر معلوم نہین کہ زیادہ یا کم یا برابر ہی تو بھی
شبہہ سود کا ہی **ص** اگر ایک شخص نے ایک برتن چاندی **ف** خواہ سونے کا **ص** بیچا اور کچھ قیمت اوسکی

مشتری سے وصول کی اور بعد اوسکے جدا ہو گئے تو جائز ہو جاویگی بیع اوس مقدار مین برتن کے جتنے کی ثمن پر بائع نے
قبضہ کرلیا اور باطل ہو ویگی باقی مین اور شریک ہو جاوینگے بائع اور مشتری اوس برتن مین اب اگر برتن کا نصف یا
ثلث کسی اور کا نکلا **ف** یعنی گواہون سے اوسکا استحقاق ثابت ہوا **ص** تو مشتری باقی کو بقدر اوسکے حصے کے
خرید کرے یا کل کو پھیر دیوے **ف** اسواسطے کہ شرکت ظرف مین عیب ہی تو مشتری کو اختیار ہوگا چاہے باقی کو حصہ رسد دام
دیکر لے لیوے چاہے اپنا بھی حصہ جو خرید چکا ہی بائع کو واپس دے مثال اسکی یہ ہی کہ برتن نو روپے بھر تھا
مشتری نے اول کل برتن خرید الیکن دام کے کل تین روپے دیے بعد اوسکے دونون جدا ہو گئے
تو ثلث ظرف مین بیع جائز ہوئی اور دو ثلث مین غیر صحیح اب ثلث اوس برتن کا کسی شخص ثالث کا
نکلا تو مشتری کو اب اختیار ہی چاہے وہ ثلث جو باقی ہی بائع کو تین روپے اور دیکر خرید لیوے
یا اپنا بھی ثلث واپس کر دیوے اور اگر مستحق نے بھی اپنے حصے کی اجازت دیدی بیع کی تو بائع دو ثلث کے دام مشتری سے
لیکر ثلث آپ لے لیوے اور ثلث مستحق کو دیدیوے اس صورت مین بائع وکیل ہو جاویگا مستحق کا اوسکے حصے مین تو شرط
ہی کہ بائع اور مشتری جدا نہوے ہون بعد اجازت مستحق کے **ص** اور قبل ظہور استحقاق کے مشتری اپنے حصے کو بائع پر
واپس نہین کرسکتا بسبب عیب شرکت کے کیونکہ یہ شرکت خود مشتری کے فعل سے ہوئی تو وہ گویا راضی ہوچکا ہی اس
عیب سے **مسأله** اور اگر ایک ٹکڑا چاندی کا بیچا اور اوسمین سے کسی قدر دوسری کا نکلا **ف** یعنی وہی صورت برتن
کی یہان واقع ہوئی مثلاً وہ ٹکڑا نو روپے بھر کا تھا مشتری نے نو روپے کو خرید کر صرف تین روپے دیے اب ثلث اوسکا کسی اور کا
نکلا **ص** تو مشتری باقی کو حصہ رسد **ف** دام یعنی تین روپے دیکر خرید لیوے **ص** اور یہ اختیار نہین کہ اپنے ثلث
حصے کو بھی واپس کر دیوے **ف** کیونکہ یہ شرکت عیب نہین چاندی کے ڈلے مین اسواسطے کہ بقدر حصہ بائع کاٹ
لینا ممکن ہی بلا ضرر بخلاف ظرف کے کہ اوسمین قطع کرنا مضر ہی **ص** اور صحیح ہی بیع دو درہم اور ایک دینار کی عوض مین
ایک درہم اور دو دینار کے اور ایک کر بھر گیہون اور کر بھر جو کے بدلے مین دو کر گیہون اور دو کر جو کے **ف** ہمارے نزدیک
اور زفر اور شافعی رح کے نزدیک جائز نہین ہم کہتے ہین کہ یہان ہر جنس کو اوسکے خلاف کی طرف پھیر سکتے ہین کیونکہ صورت
اول مین دو درہم کے عوض مین دو دینار اور ایک دینار کے عوض مین ایک درہم ہو سکتا ہی اور صورت ثانی مین کر بھر گیہون
کے عوض مین دو کر جو اور کر بھر جو کے عوض مین دو کر گیہون ہو سکتے ہین **ص** اور گیارہ درہم کے بدلے مین دس
درہم اور ایک دینار کے **ف** اسواسطے کہ دس درہم کے بدلے مین دس درہم ہو گئے اور ایک درہم کے
مقابلے مین دینار رہ گیا اسی طرح دس روپے اور آٹھ پیسے کی بیع بمقابلے گیارہ روپے کے جائز ہی کیونکہ ہو سکتا ہی
کہ دس روپے مقابلے مین دس روپے کے اور ایک روپیہ مقابلے مین آٹھ پیسے کے ہو جاوے اور یہی
حیلہ ہی جہان روپے کا بدلنا روپے سے منظور ہووے اور وزن کی برابری نہو سکے **ص** اور دو زیف اور ایک کھرے
درہم کے عوض مین ایک زیف اور دو کھرے درم کے **ف** زیف اور غلہ اوسی درم کو کہتے ہین جو بیت المال
مین نہ لیا جاوے مگر سوداگر لے لیوین جیسے کھوٹے روپے **ص** زید کے دس درہم عمرو پر آتے تھے

حساب مین برابر ہو جاوینگے ص تو بیع صحیح ہوجاویگی کہ عمرو نے دینار دیدیا تو اب شخص کے دوسرے پر دس درم ہوگئے ف لیکن عمرو پر تو اسواسطے کہ وہ زید کے دس درم کا مقروض تھا اور لیکن زید پر تو دینار کی قیمت کے دس درم واجب ہوئے ص اب اگر دونون نے مقاصہ کیا تو بیع اول فسخ ہو جاویگی اور مقاصہ صحیح ہو جاویگا ف اور یہ مقاصہ بیع ثانی ہوگا اوس دینار کی بمقابلہ دس درہم کے جو عمرو پر قرض تھے ص اگر چاندی دراہم مین غالب ہو تو وہ چاندی ہی شمار کیے جاوینگے اسیطرح سونا اگر دینار مین غالب ہو تو وہ سونا گنا جاویگا ف یعنی جس چیز مین کہ بیع کی کم ہو چاندی یا سونے سے تو وہ چیز حکم شرع مین چاندی یا سونے کی ہی شمار کیجاویگی مثلاً نو ماشہ روپیہ مین چاندی ہو اور تین ماشے تانبا یا اشرفی مین نو ماشہ سونا ہو اور تین ماشے پیتل تو وہ روپیہ اشرفی چاندی سونے کا ہی شمار کیا جاویگا ص تو ایسے دراہم دنانیر کی بیع دراہم دنانیر خالصہ سے یا انکی بیع آپس مین نہین درست ہے مگر برابر برابر تولکر ف اور قرض لینا انکا نہ درست ہوگا مگر وزن کر کے خالص کے مانند یعنی جیسے دراہم خالص چاندی کے بغیر وزن کیے قرض نہین لے سکتا اسی طرح یہ دراہم بھی اس سے معلوم ہوا کہ ہمارے زمانہ مین جو روپیے اشرفیان مروج ہین انکا قرض لینا بھی بدون وزن کیے صرف شمار سے جائز نہین اگرچہ عادت عوام کی یون ہی جاری ہے البتہ شامی نے لکھا ہے کہ اگر دراہم یا دنانیر ایسے مضبوط الوزن ہون کہ ہر درہم دوسرے درہم سے اور دینار دوسرے دینار سے کم و بیش نہو تو اوس صورت مین عدد کا ذکر کرنا بمنزلہ ذکر وزن کے ہے تو قرض لینا ایسے دراہم دنانیر کا عدد انظر بروایت ابو یوسف کے درست ہوگا لیکن آخر مین شامی نے یہ لکھا ہے کہ ظاہر یہ ہے کہ بصورت ابو یوسف کی روایت پر بھی جائز نہین کیونکہ اونکا مذہب یہ ہے کہ اگر کیل کی تقدیر متعارف ہو جاوے وزن سے یا موزون کی کیل سے تو عرف معتبر ہوگا نہ یہ کہ بالکل وزن لغو کر دیا جاویگا جیسا ہمارے زمانے مین ہے کہ سب لوگ تصرف کرتے ہین شمار پر بلا لحاظ وزن کے تو یہ جائز نہوگا نہ روایات مشہورہ اور نہ غیر مشہورہ پر اس واسطے کہ اس تقدیر پر لازم آتا ہے ابطال اون نصوص کا جو دلالت کرتے ہین مساوات کیلی اور وزنی پر جن پر اتفاق کیا ائمہ مجتہدین نے انتہی باختصار ص اور اگر ملونی غالب ہے اور چاندی سونا کم ہے تو وہ دراہم دنانیر بمنزلہ اسباب ایسے اجناس کے ہین تو اگر ایسے دراہم کی بیع خالص چاندی سے ہوگی تو اوسکا حکم بعینہ تلوار کے زیور کی بیع کا حکم ہے جو گذرا ف یعنی اگر خالص چاندی برابر ہوگی اوسقدر چاندی کے جتنی دراہم مین ہے یا کم یا کچھ معلوم نہو تو جائز نہوگی اور اگر زیادہ ہوگی تو جائز ہوگی اسواسطے کہ چاندی چاندی مقابل ہو کر باقی ملونی کا عوض ہو جاویگی ص اور اگر ایسے دراہم کی بیع ایسے ہی دراہم کے عوض مین ہوگی تو برابر برابر اور کم زیادہ بھی تولکر درست ہے لیکن ضروری ہے قبضہ متعاقدین کا بیچ مجلس مین ہو جاوے ف کمی بیشی سے ہسواسطے درست ہے کہ ایسے دراہم دنانیر حکمی ثمن کے نہین رہے تو اب جنس کو طرف خلاف جنس کے پھیر کر زیادتی کمی جائز کرلیجئے اسیطرح ایسے دراہم و دنانیر کا گن کر اور شمار کر کر بلا وزن کیے قرض لینا بھی درست ہے رد المحتار باقی رہی ایک صورت وہ صاحب کتاب نے ذکر نہین کی کہ ملونی برابر ہو چاندی یا سونے کے یا معلوم نہو کہ کتنی ہے تو اوسکا حکم اوکتین دراہم دنانیر کا ہے جن مین ملونی زیادہ ہے در مختار ص ایک شخص نے ایسے دراہم کے عوض مین ف یعنی جن مین ملونی غالب تھی یا برابر ہے ص یا اون پیسون کے عوض مین جو چلتے تھے بازار مین ایک چیز خریدی اور ابھی مشتری نے ثمن نہین ادا کی تھی کہ چلن اون دراہم یا پیسو نکا جاتا رہا تو امام ابو حنیفہ کے نزدیک بیع باطل ہو جاویگی اور امام ابو یوسف کے نزدیک مشتری پر قیمت اون دراہم یا پیسون کی جو دن بیع کے تھی لازم آویگی اور امام محمد کے نزدیک اون دراہم یا پیسون کی جو آخر دن مین رواج کے دنون مین سے قیمت تھی مشتری پر لازم آویگی ف فتوی امام محمد کے

قبل پہر گئی کذا فی المحیط اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک جب بیع باطل ہو گئی تو مشتری اگر مبیع بعینہ قائم ہی تو نفس مبیع بائع کو پہیر دے
والا اوسکا نرخ بازار ہو وے دیدے **ص** ایک شخص نے پیسے چلتے ہوئے بازار مین قرض لیے بعد اوسکے قبل قرض ادا کرنیکے اونکا چلن
جاتا رہا تو امام ابو حنیفہ کے نزدیک قرض دینے والے کو ویسے ہی پیسے لازم آوینگے اور جب وہ پیسے حوالے کر دیگا تو قرض ادا ہو جاویگا اور امام ابو یوسف کے
نزدیک قرض لینے کے دن جو قیمت ان پیسون کی تھی دینا پڑیگی اور امام محمد کے نزدیک آخر روز مین چلن کے دنون مین سے جو اونکی قیمت ہوگی دینا
پڑیگی **ف** اسی پر فتوی ہی در مختار **ص** ایک شخص نے ایک چیز خریدی نصف درہم کے پیسون کے بدلے مین یا ایک دانق کے پیسون کے
بدلے مین یا ایک قیراط کے پیسون کے بدلے مین تو صحیح ہی اور مشتری پر جتنے پیسے نصف درہم کے یا ایک دانق کے یا ایک قیراط کے بازار مین آتے ہین
لازم آوینگے **ف** دانق چھٹا حصہ درہم کا ہوتا ہی اور قیراط نصف دانق کا ہوتا ہی اور زفر کے نزدیک یہ بیع جائز نہین اور اسیطرح ایک
درہم کے یا دو درہم کے پیسون کے بدلے مین کوئی چیز خریدی تو جائز ہی نزدیک ابو یوسف کے اسواسطے کہ ایک درہم کے یا دو درہم
کے پیسے جتنے بازار مین آتے ہین معلوم ہین وہ مشتری دیدیگا اور محمد اسکو ناجائز کہتے ہین کیونکہ عادت یہ ہی کہ پیسون سے خرید و فروخت
جب ہوتی ہی کہ ایک درہم سے کم ہون اور قول ابو یوسف کا صحیح ہی خاص کر ہمارے شہرون مین ہدایہ **ص** اگر ایک شخص نے
صراف کو ایک درم دیا اور کہا کہ آدھے درم کے پیسے دے اور آدھے درم کے بدلے مین چاندی کی اڈھی جو نصف درم سے ایک رتی
بھر کم ہوتی ہی تو بیع فاسد ہوگی **ف** پیسون مین بھی اور اڈھی مین بھی امام صاحب کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک پیسون
مین جائز ہو جاویگی **ص** اور اگر یون کہا کہ دے تو آدھے درم کے پیسے اور ایک اڈھی چاندی کی تو بیع صحیح ہو جاویگی کل مین **ف**
کیونکہ اس صورت مین اڈھی جو ایک رتی کم ہی نصف درہم سے اوسی قدر چاندی کے درہم مین سے مقابل ہوگی اور نصف درم
ایک رتی زیادہ کے مقابل پیسے ہو جاوینگے **ص** اور اگر دے کا لفظ مکرر کہا یعنی یون کہا ایک درم دیکر یہ آدھے درم کے پیسے دے
اور آدھے درم کی اڈھی ایک رتی کم دے تو اس صورت مین پیسون مین بیع جائز ہوگی اور اڈھی مین فاسد **ف** امام
صاحب کے نزدیک بھی جیسا صاحبین کہتے ہین منجملہ اقسام بیع کے ایک بیع الوفا ہی یعنی بائع مشتری کے ہاتھ ایک چیز بیچے اس
شرط پر کہ جب بائع مشتری کو ثمن پھیر دیوے تو مشتری اوسکو مبیع پھیر دیوے اس صورت مین مشتری کو روز فسخ تک نفع اوٹھانا
مبیع سے درست ہی اور یہی صحیح ہی اور اسی پر فتوی ہی اور جو لوگ اسکو رہن قرار دیتے ہین اونکے نزدیک مشتری کو نفع اوٹھانا اوس سے
درست نہین اسمین اگر میعاد کوئی مقرر ہو جاویگی تو وقت میعاد جب بائع ثمن دیگا مشتری کو فسخ کرنا پڑیگا گو کہ یہ وعدہ تھا مشتری
اور وعدون کی وفا قضاءً لازم نہین لیکن وعدون کی وفا کبھی لازم ہو جاتی ہی بسبب احتیاج ناس کے در مختار جیسے کوئی شخص
کفالت معلقہ کرے یعنی یہ کہے کہ اگر یہ شخص نہ دیگا تو مین دونگا تو کفالت صحیح ہو جاویگی اگرچہ وعدہ ہی کیونکہ وعدہ معلق لازم الوفا ہوتا ہی
رد المحتار اور اگر اوس میعاد معین تک بائع نے ثمن نہین ادا کی تو مشتری کو مطالبہ ثمن یا بتات بیع بائع سے پہونچتا ہی اور
اگر مشتری مر جاویگا تو اوسکے وارثون کو اختیار ہی چاہین بیع کو فسخ کرین یا کرین اور اگر بائع نے اپنا گھر بیع وفا کرکے پھر مشتری سے
اوسکو ایک مدت معین پر کرایہ کو لیا اور قبضہ کیا تو باوجود شرائط صحت اجارہ بائع پر کرایہ لازم نہ آویگا اون لوگون کے نزدیک
جو اسکو رہن قرار دیتے ہین اور جو بیع قرار دیتے ہین اونکے نزدیک کرایہ لازم ہوگا

کتاب الکفالۃ

یعنی ضمانت کے بیان مین کفالت کے معنی لغت مین ملانے کے ہین یعنی ایک چیز کو دوسری چیز سے ملا دینا اور اصطلاح
شرع مین عبارت ہی ملانے ذمہ کفیل سے طرف ذمہ اصیل کے مطالبہ مین ف یعنی جو موا خذہ اور مطالبہ پہلے اصیل یعنی اصل
مدیون سے متعلق تھا وہ بسبب ضمانت کے کفیل سے بھی متعلق ہو گیا جاننا چاہیے کہ جو شخص ضامن ہوتا ہی اوسکو کفیل کہتے ہین
اور جسکا ضامن ہوتا ہی اوسکو مکفول عنہ اور جسکے واسطے ضامن ہوتا ہی یعنی جسکے نفع کے لیے ضامن ہوتا ہی یعنی دائن اوسکو
مکفول لہ کہتے ہین یعنی ر مال یا نفس کو مکفول بہ ص کفالت دو قسم ہی ایک کفالت بالنفس یعنی حاضر ضمانت دوسرے کفالت بالمال یعنی
مال ضمانت اور قسم اول یعنی حاضر ضامنی منعقد ہوتی ہی ان الفاظ سے ف شافعی کے نزدیک حاضر ضامنی درست نہین ہی
اور ہماری دلیل وہ حدیث ہی جسکو روایت کیا ابو داؤد و ترمذی نے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کفیل ضامن ہی اور یہ لفظ مطلق
ہی شامل ہی مال ضامن اور حاضر ضامن دونون کو ص کہ کفیل یون کہے کفیل ہوا مین اوسکے نفس کا اور مانند اوسکے نفس کا اور مانند
اوسکے وہ لفظ ہین جس سے تعبیر کیا جاتا ہی بدن انسان سے ف مثلاً گردن روح سر بدن ترجمہ یعنی منہ تو اگر کہے کفیل ہو امین اسکے ہاتھ پاؤن کا
تو کفالت درست نہوگی کیونکہ ہاتھ اور پاؤن سے تعبیر کل بدن کی نہین ہوتی یہان تک کہ اضافت طلاق کی بھی ہاتھ پاؤن کیطرف درست نہین
بخلاف الفاظ مذکورہ بالا کے ہدایہ ص یا جزو غیر معین سے جیسے نصف یا ثلث ف تو اگر یون کہے کفیل ہوا مین اسکے
نصف کا یا ثلث کا تو بھی کفالت منعقد ہو جاویگی ص یا یون کہے ضامن ہوا مین اوسکا یا وہ میرے ذمے پر ہی یا میری طرف ہی
یا مین اوسکا زعیم ہون یا قبیل ہون یعنی کفیل ہون تو بھی ان صورتون مین کفالت منعقد ہو جاتی ہی اور لازم ہی حاضر ضامن پر حاضر
کرنا مکفول بہ کا اگر مکفول لہ طلب کرے تو اگر حاضر نہ کرے حاکم اوسکو قید کرے اور یہی صورت ہی اگر کفیل نے کہدیا تھا کہ مکفول بہ
کو فلان وقت حاضر کرونگا ف توجب وہ وقت آوے اور مکفول لہ درخواست کرے تو اوسکو حاضر کرنا پڑیگا اگر حاضر نہ کرے
تو حاکم اوسکو قید کرے لیکن نہ قید کرے اوسکو فی الفور لیکن اسواسطے کہ کبھی کفیل کو معلوم نہین ہوتا کہ کسواسطے قاضی نے بلوایا ہی
اسلیے پہلے اوسے اطلاع کرے اگر حاضر کر دیا مکفول عنہ کو تو فبہا ورنہ قید کرے اور اگر مکفول عنہ غائب ہو اسطرح پر کہ نشان اوسکا
معلوم ہووے تو حاکم ضامن کو اتنی مہلت دیوے کہ ضامن اوسکے پاس جاوے اور چلا آوے پس اگر اسقدر بھی مدت گذر جاوے اور حاضر نکیے تو حاکم
ضامن کو قید کرے اور اگر مکفول عنہ ایسا غائب ہوا کہ اوسکا پتا ٹھکانا بھی معلوم نہین رہا تو حاضر ضامن سے مواخذہ نہوگا اور نہ وہ
قید ہوگا کیونکہ وہ معذور ہی ہدایہ ص اور اگر مکفول عنہ مر گیا اگرچہ غلام ہو تو حاضر ضامن بری ہو جاویگا مواخذہ سے ف
اسواسطے کہ وہ مکفول عنہ کے حاضر کرنے سے عاجز ہی اور اسلیے کہ اسمین یعنی مکفول عنہ کو صلاحیت حضور کی جاتی رہی تو کفیل پر سے
احضار جاتا رہا اور اسیطرح اگر کفیل مر جاوے تو جب بھی وہ مواخذہ سے بری ہوا کیونکہ وہ حاضر ضامن تھا اور اب قادر نہ رہا تسلیم مکفول بہ
پر بسبب موت کے اور مال سے اوسکے یہ حق ادا نہین کر سکتے ہان اگر وہ کفیل بالمال تھا اور مر گیا تو اوسکی جائداد سے دین وصول کیا
جاویگا اور اگر مکفول لہ مر گیا تو وصی مکفول لہ کو پہونچتا ہی کہ مطالبہ کرے کفیل سے اگر وصی نہووے تو وارث اوسکے قائم مقام ہی ہدایہ
ص اسیطرح اگر کفیل نے مکفول عنہ کو ایسی جگہ حاضر کر دیا کہ مکفول لہ وہان اوس سے خصومت کر سکتا ہی تو بھی کفیل بری ہوا ف جیسے
شہر یا ایسی بستی ہووے جہان حاکم موجود ہووے واسطے سماعت مقدمات کے ص اگرچہ کفیل نے وقت کفالت کے یہ نہ کہا ہووے کہ جب مکفول بہ
کو مین تیرے حوالے کر دون تو مین بری ہون ف کیونکہ مقصود کفالت کا حاصل ہو گیا اور وہ تسلیم ہی مکفول بہ کی اسطرح

کہ مستحق اپنے حق کو پہونچ جاوے ص اور اگر کفیل نے شرط کی تھی اس بات کی کہ مین مکفول عنہ کو قاضی کے محکمے مین سپرد کرونگا پھر اوسنے تسلیم کیا بازار مین یا کفیل نے مکفول عنہ کو تسلیم کیا جنگل مین یا دیہات مین یا مکفول عنہ قید تھا کسی اور مقدمہ مین ف اسواسطے کہ اگر مکفول لہ نے قید کرایا تھا اور کفیل نے وہین تسلیم کر دیا تو بری ہوجاویگا ص اولی وہی قید خانہ مین کفیل نے سپرد کیا مکفول عنہ کو مکفول لہ کے تو کفیل بری نہوگا کفالت سے اور بعضون نے کہا کہ جب کفیل نے شرط کر لی تسلیم مکفول عنہ کی مجلس قاضی مین تو اب بھی نہوگا بازار مین تسلیم کرنے سے ہمارے زمانے مین ف درمختار مین ہے کہ اسی قول پر فتوی ہے بسبب سستی کرنے لوگون کے امر حق کی مدد کار مین ص قع اس روایت کے موافق اگر کفیل نے تسلیم کیا مکفول عنہ کو دوسرے شہر مین تو جب بری ہوگا کہ اوس مقام مین مکفول لہ قادر ہووے اوسکے حاضر کرنے پر مجلس قاضی مین یہان تک کہ اگر تسلیم کیا دوسرے شہر کے بازار مین تو نہ بری ہوگا اور نہ جنگل مین اور قید خانہ مین بھی تسلیم کرنے سے اوس صورت مین بری نہوگا جبکہ وہ قید خانہ دوسرے قاضی کا ہووے اور اگر اوسی قاضی کا قید خانہ ہو جسکے پاس مکفول لہ کا مقدمہ دائر ہے تو بری ہوجاویگا اگرچہ وہ مکفول عنہ کسی اور کے مقدمہ مین قید ہووے اور بھی بری ہوجاویگا کفیل اگر خود مکفول عنہ نے اپنے نفس کو مکفول لہ کے سپرد کیا یا کفیل کے وکیل یا فرستادہ نے سپرد کیا اوسکو مکفول لہ کے اگر مکفول لہ مرگیا تو اوسکے وصی اور وارث کو مطالبہ پہونچتا ہے کفیل سے اگر حاضر ضامن ہے اسطرح ضمانت کی کہ اگر کل مین اوسکو حاضر نکرون تو جتنا مال وسپر ہے اوسکا ضامن مین ہون اور پھر کل اوسنے حاضر نکیا تو مال اوسپر لازم آجاویگا اور شافعی کے نزدیک اسطرح کی کفالت صحیح نہین ف دلیل ہماری یہ ہے کہ کفالت ایک وجہ سے مشابہ بیع کے ہے اور ایک وجہ سے نذر کے تو دونون کی مشابہت سے یہ حکم ہوا کہ اگر کفالت ایسے شروط پر معلق ہووے جو مناسب ہے عقد کے تو جائز ہو اور اگر ایسے شرط پر ہووے جو ملایم نہین عقد کے جیسے ہوا کا چلنا دریا مین موج آنا تو صحیح نہوگی ھدایہ ص اور باوجود اسکے کفالت بالنفس سے بھی بری نہوگا البتہ جب مال ادا کردیگا تو بری ہوجاویگا اور اگر صورت مذکورہ مین مکفول عنہ کل مرگیا جب بھی کفیل مال کا ضامن ہوگا اسواسطے کہ شرط اور وہ حاضر نہ کرنا پائی گئی ایک شخص نے دعوی کیا سو دینار کا مدعی علیہ پر برابر ہے کہ اوسکی صفت بیان کی ہو یا نہو ف یعنی کھرے کھوٹے وغیرہ کفالت ص اب مدعی علیہ کی کفالت کی ایک شخص نے صرف یہ کہکر کہ اگر کل مین اوسکو حاضر نہ کرون تو میرے اوپر وہ سو ہین اور اوسنے حاضر نکیا تو وہ سو دینار لازم ہونگے شیخین کے نزدیک خلاف امام محمد کے ف وجہ ہمارے مذہب کی یہ ہے کہ جب کفیل نے یہ کہدیا کہ وہ سو میرے اوپر ہین تو وہی لفظ سے مراد وہی سو دینار ہین جنکا دعوی مدعی نے کیا ہے اور محمد کہتے ہین کہ کفیل نے کفالت مین یہ نہین کہا کہ حق سو دینار کا مدعی دعوی کیا ہے وہ میرے اوپر ہین تو کفالت صحیح نہوئی اور بعضون نے کہا کہ محمد کے خلاف کی وجہ یہ ہے کہ مدعی نے دعوی مجہول کیا تو خود اوسکا دعوی صحیح نہوا اور مدعی علیہ پر حاضر ہونا واجب نہوا تو کفالت بھی صحیح نہوئی اس صورت مین مسئلہ مخصوص ہو جاویگا اوسی صورت سے جب مدعی نے قبل کفالت کے صفت اون دینار کی بیان نہین کی ہے اور ہماری دلیل یہ ہوگی کہ گو مدعی نے قبل کفالت کے بیان صفت نکیا لیکن بعد کفالت کے بیان کیا اور اوسکا اصل دعوی صحیح ہوجاویگا اسواسطے کہ عادت ہے اجمال کی جاری ہین ھذا حاصل ما فی الھدایۃ وشرح الوقایۃ ص اگر کسی شخص نے مدعی علیہ پر دعوی کیا قصاص کا یا حد قذف یا حد سرقہ ص اور مدعی علیہ اقرار نہین کرتا اور نہ مدعی نے ابھی گواہ پیش کیے تو مدعی علیہ جبر کیا جاویگا واسطے داخل کرنے حاضر ضامن کے امام صاحب کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک حد قذف اور قصاص مین جبر کیا جاویگا ف مراد جبر سے بقول صاحبین ملازمت ہے یعنی ساتھ نچھوڑنا نہ قید کرنا در مختار ص اسواسطے کہ حد قذف مین حق بندہ کا غالب ہے اور قصاص خالص حق العبد ہے اور ابوحنیفہ کی دلیل یہ ہے کہ یہی قصاص اور حد کا دفع کرنے پر ہے تو اون مین ضبط لازم نہوگی ف یعنی قصاص اور حد دونون شبہہ سے

ہوجاتے ہین تو اونکی مضبوطی واجب نہوگی اور کفالت مضبوطی ہی دلیل امام صاحب کی ایک حدیث ہی کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم نے نہین ہی کفالت حد مین روایت کیا اوسکو بیہقی نے اور کہا کہ متفرد ہوا ساتھ اوسکے عمر بن ابی عمرو کلاعی عمرو بن شعیب عن
ابیہ عن جدہ سے اور وہ مشایخ مجہولین مین سے ہی بقیہ کے اور روایت کیا اوسکو ابن عدی نے کامل مین عمرو کلاعی سے اور معلول کیا حدیث کو
بسبب اسی عمر کے اور کہا مجہول ہی ہین اسکا حال نہین جانتا **ص** البتہ اگر خود مدعی علیہ نے حد یا قصاص مین کفیل داخل کردیا
تو صحیح ہی اور حد قصاص کے دعوی مین قید نکیا جاویگا بلکہ مدعی کو حکم کیا جاویگا مدعی علیہ کے ساتھ رہنے کا تو مدعی اگر وقت برخاست
قاضی تک گواہ لایا تو بہتر ہی اور اگر مدعی نے دو گواہ مستور **ف** مستور وہ گواہ ہین جنکا حال قاضی کو معلوم نہین کہ عادل
ہین یا فاسق **ص** یا ایک گواہ عادل قائم کردیا تو قاضی مدعی علیہ سے حاضر ضمانت نلے بلکہ اوسکو قید کرے بسبب تہمت
کے یہان تک کہ حق ظاہر ہووے **ف** یعنی مدعی دوسرا گواہ عادل بھی لے آوے یا ان دو گواہوں مستور کی عدالت ثابت ہو جاوے
ص اور اگر مدعی نے دو گواہ عادل قائم کیے نہ مستور نہ ایک گواہ عادل لایا اور وقت برخاست ہو گیا تو مدعی علیہ کو چھوڑ دیوے
ف حبس بسبب تہمت کے جائز ہی تو جب مدعی نے دو گواہ مجہول الحال قائم کیے یا ایک گواہ عادل تو اگرچہ نصاب شہادت پورا ہوا اسواسطے کہ شہادت
مین دو باتین ضرور ہین ایک عدد اور دوسری عدالت اور یہان یا عدد پایا گیا یا عدالت تو مدعی علیہ متہم ہو گیا اور حبس متہم کا جائز ہی
بنظر حدیث کے جسکو روایت کیا بہز بن حکیم نے عن ابیہ عن جدہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قید کیا ایک شخص کو بسبب تہمت
کے پھر چھوڑ دیا اوسکو روایت کیا اوسکو اصحاب سنن نے **ص** خراج کا روپیہ اگر کسی شخص پر واجب ہووے اور کوئی اوسکی طرف سے کفالت
بالمال کرے یا وہ کوئی چیز اوس روپیہ کے عوض مین رہن کر دیوے تو درست ہی اگر دائن نے مدیون سے ایک کفیل لیا اور پھر دوسرا کفیل
تو دونون مدیون کے کفیل ہو جاوینگے یعنی کفالت ثانی لینے سے کفالت اولی باطل نہوگی کفالت بالمال صحیح ہی اگرچہ مکفول بہ مجہول
ہووے لیکن یہ شرط ہی کہ مکفول بہ دین صحیح ہووے **ف** دین صحیح اوسکو کہتے ہین کہ بغیر ادا مدیون یا معاف کر دینے دائن کے مدیون کے ذمہ سے
ساقط نہووے اور اس سے نکل گیا بدل کتابت یعنی مکاتب پر جو مال مقرر کر دیتا ہو مولی عوض مین اوسکے آزادی کے تو یہ دین صحیح نہین کیونکہ وہ
ساقط ہو جاتا ہی مکاتب کے عاجز ہو جانے سے **ص** جیسے کفیل کہے ان سے جو کچھ تیرا آتا ہی مدیون پر اوسکا مین ضامن ہون تو
کفالت صحیح ہو جاویگی اگرچہ مکفول بہ مجہول ہی یعنی مقدار اوسکی معلوم نہین یا کفیل کہے مشتری سے جو تجکو دینا پڑے اس بیع مین
اوسکا مین ضامن ہون **ف** یہ ضمان استحقاق کہلاتا ہی اس صورت مین اگر مبیع کسی اور کی سوا بائع کے نکلیگی تو مشتری
کی ثمن کفیل کو دینی ہوگی **ص** اگر معلق کرے کفالت کو شرط مناسب پر جیسے یون کہے اگر تو فلانے سے معاملہ بیع کرے تو اوسکا مین
ضامن ہون **ف** یعنی اوسکی ثمن کا اسواسطے کہ کفالت نفس مبیع کی درست نہین جیسا کہ آگے آتا ہی **ص** یا اگر
تیرا اوسپر کچھ نکلے یا وہ تیرا کچھ چھین لے تو اوسکا مین ضامن ہون تو کفالت صحیح ہو جاویگی اور اگر وہ شرط مناسب نہو تو کفالت
صحیح نہوگی جیسے یون کہے اگر ہوا چلے گی یا پانی برسے گا تو مین ضامن ہون تو اگر اسطرح کفالت کی کہ جو تیرا اوسپر ہی اوسکا
مین ضامن ہون تو جتنا مال گواہی سے دائن کا مدیون پر ثابت ہوگا کفیل کو دینا پڑیگا اور اگر گواہ نہین ہین مکفول لہ پاس
تو کفیل جسقدر حلف کی رو سے کہیگا اوتنا دینا پڑیگا اوس سے زیادہ کا اگر مکفول عنہ اقرار کرے تو اوسکا مواخذہ کفیل سے نہوگا بلکہ
ذات پر مکفول عنہ کی لازم آویگا **ف** درصورت نہونے شہادت کے کفیل سے جو حلف لی جاویگی تو علم پر کہ تو نہین جانتا ہی

کہ اس سے زیادہ مکفول لہ کا مکفول عنہ پر واجب ہی اسواسطے کہ حلف غیر کے افعال پر ہمیشہ علم پر ہوتی ہی نہ بطور قطعی **ص** اور جب کفالت کر لی کفیل نے تو مکفول لہ کو پہونچتا ہی کہ جس سے چاہے اپنا دین طلب کرے خواہ مکفول عنہ سے جو اصل میں لینا ہی یا اوس سے جو اوسکا ضامن ہی اور دونوں سے بھی مطالبہ کر سکتا ہی اور اگر ایک سے اوسنے تقاضا کر لیا جب بھی دوسرے سے تقاضا کر سکتا ہی **ف** اسواسطے کہ مطالبہ حق ہی مکفول لہ کا تو اوسکو اختیار ہی جس سے چاہے جس طرح سے طلب کرے **ص** اور مالک مال کی صورت اسکے برخلاف ہی **ف** مثال اوسکی یہ ہی کہ زید کا گھوڑا عمرو غصب کر لے گیا اور عمرو سے وہ گھوڑا بکر غصب کر لے گیا بعد اوسکے وہ گھوڑا بکر کے پاس تلف ہوگیا تو پہلے مالک کو اختیار ہی کہ خواہ غاصب سے تاوان طلب کرے یا غاصب غاصب یعنی بکر سے مگر جب وہ ایک شخص سے طلب کرنے پر راضی ہوگیا یا قضا قاضی اوسپر واقع ہوئی تو اب وہ دوسرے سے طلب نہیں کر سکتا تو اگر تاوان اوسنے غاصب سے لیا تو وہ رجوع کر لے غاصب غاصب پر اور اگر غاصب غاصب سے لیا تو وہ کسی پر رجوع نکرے **ص** اور جائز ہی کفالت مکفول عنہ کے حکم سے اور بدون اوسکے حکم کے تو اگر کفالت اوسکے حکم سے ہوئی اس صورت میں جو روپیہ کفیل ادا کریگا وہ مکفول عنہ سے پھیر لیگا لیکن قبل ادا کے مکفول عنہ سے نہیں لے سکتا بخلاف اوس شخص کے جو وکیل ہی کسی چیز کی خرید کا کہ اوسنے جب کوئی چیز خرید کی تو قبل ادائے ثمن کے بائع کو اپنے موکل سے ثمن طلب کر سکتا ہی اور اگر کفالت بدون اوسکے حکم کے ہوئی ہی تو کفیل جو مال ادا کریگا مکفول عنہ کو اوسکا پھیرنا لازم نہیں تو اگر پیچھا کیا جاوے کفیل کا مال کے لیے تو کفیل پیچھا کرے مکفول عنہ کا اور اگر کفیل قید کیا جاوے تو وہ مکفول عنہ کو قید کرے اور اگر مکفول لہ نے مکفول عنہ کو قرض معاف کر دیا تو کفیل بھی بری ہو جاویگا اور اگر کفیل کو اوسنے بری کر دیا تو مکفول عنہ بری نہوگا اسواسطے کہ اصل قرض مکفول عنہ پر ہی تو جب وہ بری ہو جاویگا تو کفیل کا بری ہونا ضرور ہی نہ اسکا اولٹا **ف** یعنی ابرائے کفیل سے ابرائے اصیل ضرور نہیں **ص** اور اگر مکفول لہ نے کفیل کو مہلت دیدی ادائے قرض کے لیے تو مکفول عنہ کو نہوگی البتہ اگر مکفول عنہ کو مہلت دیگا تو کفیل کو بھی مہلت ہو جاویگی اگر قرض کے ہزار روپیہ تھے اور کفیل نے مکفول لہ کو سو روپیہ پر راضی کر کے اوس سے صلح کر لی تو نو سو روپیہ مکفول عنہ کے اور کفیل کے دونوں کے ذمے سے ساقط ہو جاوینگے اس صورت میں اگر کفیل رجوع کریگا مکفول عنہ پر تو صرف سو روپیہ لیگا اگر کفالت اوسکے حکم سے کی ہوگی **ف** ورنہ کچھ نہ لیگا **ص** اور اگر کفیل نے کسی دوسری جنس پر **ف** یعنی جنس دین کے سوا دوسری جنس پر جیسے گھوڑا بیل خچر کتاب وغیرہ **ص** مکفول لہ کو راضی کر کے اوس سے صلح کر لے تو اس صورت میں اگر کفیل نے کفالت مکفول عنہ کے حکم سے کی ہی تو کل دین اوس سے پھیر لیگا **ف** اسواسطے کہ یہ مبادلہ ہی مکفول لہ سے یعنی بدلنا ہی اوس جنس کو عوض میں دین کے تو کل دین کی مقدار مکفول عنہ پر رجوع کریگا **ص** اور اگر کفیل نے مکفول لہ سے صلح کر لی موجب کفالت پر تو اس صورت میں مکفول عنہ دین سے بری نہوگا **ف** موجب بفتح جیم مفعول کا صیغہ ہی یعنی جسکو کوئی اور چیز موجب بالکسر یعنی واجب کیا گیا تو موجب کفالت یعنی جس امر کو کفالت نے واجب کیا تھا مطالبہ تھا اور مطالبہ کے اسقاط سے اصل دین ساقط نہیں ہو سکتا **ص** مکفول لہ نے کفیل سے یہ کہا برئت الی من المال یعنی تو بری الذمہ ہوا مجھ تک تو اس صورت میں کفیل رجوع کرے مکفول عنہ پر **ف** اسواسطے کہ الی موضوع ہی واسطے انتہائے غایت کے تو معنی یہ ہوئے کہ برأت شروع ہو کر طرف کفیل کے منتہی ہوئی طالب پر اور ایسی برأت جسکا شروع کفیل سے اور انتہا طالب پر ہووے نہیں ہو سکتی بدون ایفا دین کے

تو گویا مکفول لہ نے یون کہا کہ بری ہوا تو بسبب ادائے دین کے مجھکو تو رجوع کریگا ساتھ مال کے مکفول عنہ پر اور یہ ساتھ حکمت کفالت کی
ص اور ایسے ہی رجوع کرے کفیل اگر مکفول لہ نے اوس سے کہا کہ بری ہوا تو نزدیک ابو یوسف کے اور امام محمد کے نزدیک رجوع نکرے
ف در مختار مین ہے کہ قول امام متحد ہے ساتھ قول ابو یوسف کے اور اسیکو اختیار کیا ہے ہدایہ مین اور یہی اولی ہے ص ہان اگر
مکفول لہ نے یہ کہا کہ بری کیا مینے تجکو تو اوس صورت مین رجوع نکرے ف اسواسطے کہ یہ براءت طرف طالب کے باسقاط دین اور
اور اسقاط دین جب ذمہ کفیل سے ہوگیا تو اوسکو حق رجوع ثابت نہوگا اور بعضون نے کہا ہے کہ ان سب صورتون مین طالب اگر
موجود ہوگا تو اوس سے استفسار کرلینگے کہ مطلب تیرا کیا ہے پھر اوسکے بیان کے لحاظ سے عمل ہوگا ص اگر مکفول لہ براءت کفیل کو
معلق کرے شرط پر جیسے یون کہے کہ اگر فلانا شخص سفر سے لوٹ آوے تو تو دین سے بری ہے تو براءت صحیح نہوگی ف کیونکہ ابراء تملیک
ہے دین کی اصیل کو اور جو چیزین تملیک ہین اونکی تعلیق شرط پر صحیح نہین ص اسیطرح کفالت صحیح نہین نفس حد یا قصاص سے کیونکہ استیفا
انکا کفیل سے متعذر ہے اور نہ مبیع کی قبل قبض مشتری کے اور نہ عین مرہون کی اور نہ عین امانت کی اور نہ عین عاریت کی اور نہ اوس چیز
کی جو اجارہ لی گئی ہے اور نہ مال مضاربت کی اور نہ مال شرکت کی ف البتہ ان چیزون کی تسلیم کی ضمانت درست ہے اسواسطے کہ تسلیم
امور مذکورہ اصیل پر لازم ہے تو کفیل اوسکا التزام کرسکتا ہے تو اگر تسلیم کی ضمانت کی صورت مین اجارہ کا جانور یا غلام وغیرہ ہلاک ہوجاوے
تو ضامن پر کچھ واجب نہین مثل حاضر ضامن کے در مختار ص البتہ صحیح ہے کفالت اوس مبیع کی جو بیع کی گئی بیع فاسد
یا مغصوب کی یا مقبوض کی بہ نیت خریداری ف بشرطیکہ ثمن معین ہوگیا ہو ورنہ تو امانت ہوجاویگی اور ایسے ہی صحیح ہے اوس
مال کی جو صلح ہووے قتل عمد سے یا عوض ہو خلع کا یا مہر ہو در مختار جاننا چاہیے کہ جو چیزین مضمون بنفسہا ہین اونکی کفالت صحیح ہے
اور جو چیزین مضمون ہی نہین جیسے امانت عاریت مال شرکت و مال مضاربت مستاجر یا مضمون ہین لیکن بغیرہا تو اونکی کفالت درست
نہین یہی قاعدہ کلیہ ہے اس باب کا مضمون بغیرہا وہ چیزین ہین کہ در صورت ہلاک اونکی کے قیمت اونکی واجب نہووے جیسے مبیع بیع صحیح
قبل القبض کہ اگر وہ بائع کے پاس تلف ہوجاویگی تو رد ثمن مشتری واجب ہوگا نہ کہ بائع پر ضمان قیمت لازم آوے اسیطرح
مرہون کہ مضمون بالدین ہے مضمون بنفسہا وہ چیزین ہین جنکی قیمت واجب ہوتی ہے در صورت ہلاک چنانچہ مغصوب اور بیع فاسد کا
مبیع اور مقبوض بہ نیت خرید تو اونکی کفالت صحیح ہے اور ضامن پر وہ واجب ہے جو اصیل پر واجب ہے یعنی رد عین اور در صورت عجز دفع
قیمت کذا فی فتح القدیر ص اور صحیح نہین ضمانت بوجہ لادنے کے کسی خاص جانور پر جو کرایہ لیا گیا ہووے ف اسواسطے کہ
کفیل کو قدرت نہین اس بات پر کہ مکفول عنہ کا جانور معین تسلیم کرے بخلاف جانور غیر معین کے کہ وہان فقط تسلیم کسی جانور
کی لازم ہوتی ہے اور اوس پر کفیل قادر ہے ص یا خدمت لینے کی ایک خاص غلام سے جو کرایہ پر لیا گیا ہووے ف اسی وجہ سے کہ گذری جانور مین ص ایک شخص مین بیچ اور مفلس
مر گیا بعد اوسکے مرجانیکے کوئی شخص اوسکی طرف سے قرضخواہون کے لیے کفالت کرے تو کفالت درست نہین ف امام صاحب کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک درست ہے اور یہی قول
ہے ائمہ ثلاثہ کا ہان اگر کوئی شخص بہ حیات میت کا دین ادا کردیگا تو سب کے نزدیک درست ہے اور اسیطرح اگر میت کفیل یا مال چھوڑ جاوے جب بھی اوسکے دین کی کفالت
درست ہے ہدایہ ص اور کفالت درست نہین جب تک مکفول لہ قبول نکرے اوسی مجلس مین جس مین ذکر کفالت ہوا ہے ف یہ مذہب شیخین کا ہے اور امام ابو یوسف کے نزدیک
اگر مکفول لہ کو خبر پہنچے اور منظور کرے جب بھی جائز ہوجاویگی ص مگر ایک صورت مین مسئلہ یہ ہے کہ مریض اپنے مرض موت مین قرضخواہون کی غیبت مین اپنے وارث سے کہے کہ میرا جو
قرض آتا ہے اوسکا تو کفیل ہوجا اور وہ کفیل ہوگیا تو جائز ہوگا باوجود اسکے کہ مکفول لہ یعنی قرضخواہ غائب ہین ف اسواسطے کہ یہ حقیقت مین وصیت ہے اور اگر مریض یہ قول اجنبی شخص سے کہے تو وہ

کفالت منظور ہے تو وہ نہیں دو روپیہ ہیں لیکن نا صحیح ہے کہ صحیح ہے ص اور کفالت درست نہیں بدل کتابت کی خواہ شخص آزاد اوسکی کفالت کرے
یا غلام ف مثلا ایک مولی نے اپنے غلام کو مکاتب کیا سو روپیہ پر یعنی جب تو سو روپیہ دیگا تو تو آزاد ہے تو اب یہ سو روپیہ بدل
کتابت کہلاتے ہیں ان روپیوں کا اگر کوئی شخص کفیل ہوا غلام کی طرف سے تو کفالت صحیح نہوگی کیونکہ کفالت کے لیے دین صحیح چاہیے
اور بدل کتابت دین صحیح نہیں جیسا اوپر گذرا ص اگر مکفول عنہ نے روپیہ کفیل کو اپنے دیدیا اور ابھی کفیل نے وہ روپیہ مکفول لہ کو
نہیں دیا تو اب مکفول عنہ کو نہیں پہونچتا کہ اوس روپیہ کو کفیل سے پھیر لیوے اور کفیل نے جو اوس روپیہ میں کچھ نفع کمایا تو وہ کفیل کا ہوجاویگا
حلال طیب اوسکا تصدق کرنا کچھ ضرور نہیں اور اگر کفالت کر کے گیہون کی کی اور کفیل نے وہ کر مکفول عنہ سے لیکر قبل اسکے کہ مکفول لہ کو
حوالہ کرے بیچکر اوس میں نفع کمایا تو یہ نفع کفیل کا ہوجاویگا لیکن بہتر یہ ہے کہ نفع کو پھیر دیوے مکفول عنہ کو اور صاحبین کے نزدیک کچھ پھیرنا ضرور
نہیں ف امام کا قول اصح ہے کذا فی الہدایہ اور فرق کی وجہ دونوں مسالوں میں مذکور ہے اصل کتاب اور ہدایہ میں ص ایک شخص
کفیل ہوا دوسرے کا حکم سے اوسکے اب مکفول عنہ نے کفیل کو حکم کیا کہ ایک کپڑا بطریق بیع عینہ خرید کرکے میرا دین ادا کرے تو کفیل نے وہ کپڑا
خریدا تو وہ بیع کفیل کے واسطے ہے اسواسطے کہ یہ وکالت فاسدہ ہے بوجہ مجہول ہونے ثوب اور ثمن کے ف عینہ بکسر عین مہملہ عبارت
ہے اس بیع سے کہ ایک شخص نے تاجر سے قرض حسنہ مانگا اور اوسنے نہ دیا تو تاجر نے ایک کپڑا دس روپیہ کی مالیت کا اوس شخص کے ہاتھ
پندرہ کو بیچا تا وہ شخص اوس کپڑے کو دس کو بیچکر اپنی حاجت روائی کرے اور پندرہ تاجر کو ادا کرے تو تاجر کو پانچ روپیہ نفع ہوئے
اور اسکے سوا بھی اور صورتیں بیع عینہ کی ہیں جو درمختار وغیرہ میں مذکور ہیں درمختار میں ہے کہ یہ بیع مکروہ ہے مذموم ہے اسواسطے کہ اس میں ثواب
قرض سے روگردانی ہے اور محمد نے کہا کہ یہ بیع میرے دل میں پہاڑوں کے مانند ہے اسکو سود خواروں نے نکالا ہے فرمایا علیہ السلام نے جب تم
خرید و فروخت بطریق بیع عینہ کروگے اور بیلوں کی دُموں کے پیچھے پڑو گے یعنی کھیتی اور کسب میں مشغول ہو کر جہاد کرنے سے غافل
ہوجاؤگے تو ذلیل ہوجاؤگے اور تمہارے دشمن یعنی کفار تم پر غالب ہونگے اور امام ابو یوسف کے نزدیک مکروہ نہیں کیونکہ بہت سے صحابہ نے
ایسی بیع کی ہے ص اور زیادتی نفع کی جو بائع کو حاصل ہوئی اوسکا نقصان کفیل پر ہے کیونکہ کفیل ہی قدر اوس بیع کا فاسد لازم نہیں مکفول
عنہ پر وہ نقصان جو کفیل کا ہوا ہے ص زید نے کفالت کی عمرو کی کہ جو کچھ عمرو پر بکر کا ثابت اور واجب ہے یا قاضی نے حکم کیا ہے اوسکا
میں کفیل ہوں بعد اوسکے عمرو غائب ہوگیا اب بکر نے گواہ پیش کیے زید پر کہ میرا اتنا مال عمرو پر تھا تو گواہی مقبول نہوگی ف جب
تک مکفول عنہ یعنی عمرو پھر حاضر نہو پھر جب آویگا تو اوسپر مال مدعی یعنی بکر کا حکم کیا جاویگا پھر زید پر لازم آویگا بحکم کفالت وجہ اسکی
یہ ہے کہ کفیل نے صرف اوسی مال کی کفالت کی تھی جسکا قاضی نے فیصلہ کر دیا ہووے کیونکہ ثابت اور واجب ہوتا ہے کسی قضا سے اور گواہوں
کی گواہی میں ذکر بھی قضائے قاضی کا نہیں تو دعوی مدعی کا مطلق ہو گیا اور مکفول بہ خاص اس صورت میں مسموع نہوگا ہلا یا ص
زید نے گواہ قائم کیے اس بات پر کہ میرے عمرو پر جو غائب ہے ہزار روپیہ تھے اور یہ شخص یعنی بکر کفیل ہوا تھا عمرو کا اوسکے حکم سے تو قاضی فیصلہ
کر دیگا اوس مال کا عمرو اور بکر پر تو جب بکر یہ روپیہ زید کو ادا کر دیگا عمرو سے پھیر لیگا ہمارے نزدیک نہ زفر کے نزدیک ف دلیل
زفر کی یہ ہے کہ ہر گاہ بکر کا زعم یہ ہے کہ زید جھوٹا ہے اور میں عمرو کا کفیل نہیں ہوا تو وہ اپنی دانست میں مظلوم ہے اور مظلوم نہیں ظلم کریگا
غیر پر اور ہم یہ کہتے ہیں کہ اوسکے زعم کی تکذیب ہوگئی بحکم شرع کو اہو گئے ص اور اگر گواہوں نے یہ نہیں کہا کہ بکر کفیل ہوا تھا عمرو
کا اوسکے حکم سے بلکہ یہ کہا کہ کفیل ہوا تھا عمرو کا بغیر اوسکے حکم کے ف یا صرف اتنا ہی کہا کہ کفیل ہوا تھا امر کی قید بلا امر کی [illegible]

ص تو قاضی فیصلہ کریگا مال کا صرف بکر کی ذات پر ف اور وہ رجوع نہ کریگا عمرو پر کیونکہ رجوع جب ہی ہوتی ہے کہ کفالت بالامر ہوئی ہے
ص زید ایک شی عمرو کے ہاتھ بیع کرتا تھا اتنے مین بکر آیا اور اوسنے اطمینان دیا عمرو کو کہ تو یہ چیز زید سے خرید لے اگر کسی اور کی نکلیگی تو
مین تیری ثمن کا ضامن ہونگا ف یعنی بکر نے ضمان الدرک کیا اور ضمان الدرک اسی کو کہتے ہین ص تو بکر کا یہ ضمان کرنا اقرار ہوگیا اسکا
کہ یہ چیز مملوک ہے زید کی اگر بعد اسکے بکر نے اوس چیز کا دعوی کیا تو یہ دعوی باطل شمار کیا جاویگا ف بوجہ تناقض کے ص اور اگر
بکر نے شہادت لکھدی اوس چیز کی بیعنامہ پر اور اپنی مہر کر دی تو یہ اقرار نہوگا بلکہ ملک زید کا ف تو اب دعوی بکر کا بہ ملکیت چیز بعد
شہادت مقبول ہوگا اسواسطے کہ بیع گاہے غیر مالک سے صادر ہوتی ہے چنانچہ فضولی سے اور شاید اسواسطے گواہی لکھی ہو تا واقعہ یاد رہے
کہ بعد اسکے اثبات بینہ مین کوشش کرے یا تامل کرنے کے واسطے گواہی لکھی ہو کہ اگر اوسمین مصلحت معلوم ہو تو اوسکو جائز رکھے خطا وے
ص لیکن اگر اوس بیعنامہ مین یہ لکھا ہوگا کہ بائع نے اپنی ملک بیچی یا یہ بیع نافذ لازم ہے اور بکر نے شہادت کر دی تو یہ شہادت
تسلیم اور تصدیق ملک بائع کی ہوگی تو اب دعوی بکر کا بعد اسکے مسموع نہوگا اور اگر بکر نے گواہی لکھی صرف اقرار عاقدین پر تو بکر کا پھر
دعوی صحیح ہو سکتا ہے بسبب نہونے تناقض کے اگر کوئی شخص کفیل ہوا عہدہ کا تو یہ کفالت باطل ہے اسلیے کہ عہدہ کے کئی معنی ہین قبالہ قدیم
عقد حقوق عقد ضمان الدرک تو معلوم نہین کہ کون سے معنی مراد ہین اسیطرح اگر کوئی شخص کفیل ہوا خلاص کا تو بھی صحیح نہین ف
ضمان خلاص یہ ہے کہ کفیل شرط کرے مشتری سے کہ اگر یہ چیز غیر بائع کی نکلیگی تو مین اوسے چھوڑا کر تیرے حوالے کر دونگا تو امام صاحب کے نزدیک
درست نہین اسواسطے کہ کفیل کو اسپر قدرت نہین اور صاحبین کے نزدیک درست ہے لیکن محمول ہوگا ضمان درک پر ص مضارب
یا وکیل ضامن ہوا ثمن کا رب المال اور موکل کے لیے ف تو یہ ضمانت باطل ہے اسواسطے کہ ثمن امانت ہے مضارب اور وکیل
پاس ص دو شریکون نے ملکر ایک غلام کو بیچا ایک ہی عقد مین اور ہر ایک شخص دوسرے کے حصے کے ثمن کا ضامن ہو تو یہ
ضمانت صحیح نہین البتہ اگر دو عقدون مین بیع ہوگی علیحدہ علیحدہ تو ضمانت جائز ہے ف یعنی اگر پہلے ایک شریک نے اپنا حصہ
بیع کیا اور دوسرا شریک ضامن ہوگیا مشتری کی طرف سے اوسکی ثمن کا پھر دوسرے شریک نے اپنا حصہ بیع کیا اور پہلا شریک اسکی ثمن کا
ضامن ہوگیا تو یہ صحیح ہے اور دلیل دونون مسئلون کی ہدایہ در اصل مین مذکور ہے ص صحیح ہے کفالت خراج کی اور نوائب کی قسمت
کی ف لیکن خراج کا بیان تو گذر چکا ہے پہلے اس سے اور لیکن نوائب تو دو قسم ہین ایک واجبی ایک غیر واجبی جیسے نہر مشترک
کھودوائی جیسے عام مخلوق کو فائدہ ہو یا اجرت چوکیداری یا وہ مال جسکو بادشاہ اسلام واسطے تیاری لشکر کے مسلمانون سے
لیوے غیر واجبی جیسے جبایات یعنی مظالم سلطانی جو ہمارے زمانے مین لوگون سے ناحق لیے جاتے ہین تو پہلی قسم کی کفالت بالاتفاق
صحیح ہے اور قسم ثانی کی کفالت مین اختلاف ہے لیکن فتوی اسپر ہے کہ صحیح ہے یہانتک کہ اگر کسان سے بابت زمین کے ناحق مال ظلم سے لیا جاوے
تو وہ کسان یعنی مزارع زمیندار سے وصول کر لیوے اور قسمت نوائب کو کہتے ہین یا ایک حصے کو نوائب سے اور بعضون نے کہا ہے کہ قسمت نائبہ
وظیفہ معینہ ہے یعنی جو ہر ایک ماہ یا دو ماہ یا سہ ماہ بطریق محصول کے مقرر ہوتا ہے اور نوائب غیر معین ہوتے ہین تو ہر تقدیر کفالت اوسکی بھی صحیح ہے
ص ضامن نے کہا کہ مین ضامن ہوا ہون مکفول عنہ کی طرف سے ایک شخص کے بدلہ یعنی مال موجل ہے بمیعاد ایک ماہ کے اور مکفول لہ
کہتا ہے کہ نہین وہ مال نقد ہے یعنی بالفعل دینا چاہیے میعادی نہین ہے تو قول کفیل کا قسم سے معتبر ہوگا ص ضامن درک سے مواخذہ
نہین ہوتا جب کہ بیع مستحق نہ نکلے قبل اس بات کے کہ بائع پر ثمن پھیر دینے کا حکم ہو اسواسطے کہ بمجرد استحقاق بیع ٹوٹتا نہین

تو یہی غلام ہر روایہ مین جب تک بائع پر حکم نہو واپسی ثمن کا تو اسیطرح جب تک رد ثمن واجب نہوگا تو کفیل پر بھی واجب نہوگا

باب دو شخصون کے کفیل ہونے کے بیان مین

دو آدمیون نے ملکر ایک غلام خریدا اور ہر شخص حصہ ثمن کا ضامن ہوا دوسرے کی طرف سے اوسکے حکم سے تو جو ہر ایک ان بائع کو ادا کرے اوسکو دوسرے سے نہین لے سکتا مگر جب نصف سے زائد دیوے تو جسقدر زائد دیا ہے اوتنا دوسرے شریک سے پھیر لیوے **ف** اسواسطے کہ اسمین مثلا ہر ایک نے نصف نصف غلام خریدا ہے تو ہر شخص پر نصف ثمن لازم ہے اپنے حصے کی اور نصف دوسرے کی بوجہ ضمانت تو ہر جو کچھ روپیہ ادا کریگا وہ اوسی کے حصے کے دام سمجھے جاوینگے یہان تک کہ دام اپنے حصہ سے بڑھ کے دیوے تو جسقدر زائد دیگا اوتنا دوسرے شریک سے پھیر لیگا **ص** زید پر ہزار روپیہ آتے تھے عمرو کے آپ پہلے بکر کفیل ہوا زید کیطرف سے اون ہزار روپے کا بعد اوسکے خالد کفیل ہوا زید کیطرف سے اونھین پورے ہزار روپے کا پھر بکر اور خالد ہر ایک انمین سے اپنے ساتھی کا یعنی کفیل کا ضامن ہوا اوسکے حکم سے سب دین کا تو یہان بکر اور خالد مین سے جو کوئی کچھ روپیہ عمرو کو ادا کریگا اوسکا نصف اپنے ساتھی یعنی دوسرے کفیل سے پھیر لیگا **ف** یا اگر چاہے تو ساتھی سے نہ پھیرے بلکہ جتنا ادا کیا ہے سب زید سے پھیر لیوے کیونکہ وہ کل دین کا ضامن ہے اور اوسکی طرف سے هدایہ جاننا چاہیے کہ یہان تین قیدین ہین ایک تعاقب کی قید سو اسواسطے لگائی کہ اگر بکر اور خالد ساتھ ہی ضامن ہوئے ہون زید کے پھر ہر شخص اپنے ساتھی کا ضامن ہو تو یہ پہلا مسئلہ ہو جاویگا کیونکہ دونون پر دین نصفا نصف منقسم ہوگا تو زید کے جمیع دین کا ضامن نہ ٹھہرا اسصورت مین جب نصف سے زائد ادا کریگا تب رجوع ہوگا ایک جمیع دین کے کفالت کی اسواسطے قید لگائی کہ اگر بکر اور خالد ابتدا سے نصف نصف کے ضامن ہونگے پھر ہر واحد اپنے ساتھی کا ضامن ہوگا تو بھی پہلا مسئلہ ہو جاویگا اور ایک اپنے ساتھی کی جمیع دین کی ضمانت کی قید سو اسواسطے لگائی کہ اگر ہر شخص زید کے پورے دین کا ضامن علی التعاقب ہو پھر ہر ایک اپنے ساتھی کے نصف دین کا ضامن ہو تو بھی پہلا مسئلہ ہو جاویگا دیکھنا اسمقام مین صدر الشریعہ نے صاحب ہدایہ پر اعتراض کیا ہے چلپی نے اوسکا جواب دیا ہے اصل کے مطالعہ سے واضح ہوگا یہان بوجہ دقت اور اشکال کے ترک کیا گیا **ص** اور اگر دو آدمیون مین شرکت مفاوضہ تھی **ف** اوسکا بیان کتاب الشرکۃ مین گذر چکا **ص** اب دونون جدا ہوگئے تو صاحب دین کو اختیار ہے کہ اون دونون مین سے جس سے چاہے اپنا کل دین طلب کرے اور کوئی اون شریکون مین سے اگر دیوے تو رجوع نکرے دوسرے ساتھی پر مگر جب نصف سے بڑھ جائے تو اوس قدر رجوع کر لیوے اگر ایک شخص نے اپنے دو غلامون کو ایک ہی بار مکاتب کیا اور ہر ایک نے دوسرے کی طرف سے عقد کتابت قبول کیا یا ہر ایک دوسرے کا کفیل ہوگیا تو جو غلام اون دونون مین سے کچھ ادا کرے اوسکا آدھا دوسرے سے وصول کر لے اسی صورت مین اگر مولی نے قبل ادائے مال کے ایک کو آزاد کر دیا تو جسکو آزاد نہین کیا اوسکا زر کتابت خواہ اوسی سے وصول کرے یا آزاد سے لیوے تو اگر آزاد سے لیوے تو آزاد مکاتب سے پھیر لیوے اور اگر مکاتب سے لیوے تو وہ آزاد سے کچھ نہ لیوے **ف** اسواسطے کہ آزاد بحکم کفالت ادا کرتا ہے مولی کو تو رجوع کر لیگا مکفول عنہ یعنی دوسرے مکاتب پر بخلاف مکاتب کے کہ وہ اپنی ذات کا عوض دیتا ہے تو وہ کسی پر رجوع نکریگا

ص باب غلام کے مکفول عنہ اور کفیل ہونے کے بیان مین

اگر ایک شخص ضامن ہوا اوس مال کا جو غلام پر واجب ہو بعد آزادی کے **ف** چنانچہ وہ مال جو غلام کو لازم ہوا اقرار یا استقراض یا اہلاک کرو دیعت سے **ص** اور ضامن قید نکرے بالفعل نقد دینے کی یا میعاد کے بعد دینے کی تو وہ مال اوسکو نقد دینا لازم

ہوگا سو اگر کفیل نے مال دیا تو کفیل اگر غلام کے حکم سے ہوا تھا تو بعد آزاد ہونے غلام کے اوسپر رجوع کریگا **ف** ورنہ نہین **ص** ایک غلام تھا زید کے پاس عمرو نے اوسکا دعوی کیا کہ یہ میرا ہی بکر نے ضامنی کی اسبات کی عمرو سے کہ اگر غلام تمہارا ثابت ہوگا تو مین تمہین دونگا بعد اس ضامنی کے غلام مرگیا اب عمرو نے مالک اپنی نسبت اوس غلام کے گواہون سے ثابت کردی تو بکر کو اوس غلام کی قیمت دینی ہوگی اور اگر ایک شخص نے کچھ مال کا دعوی کیا غلام پر اوس غلام کی طرف سے ایک شخص حاضر ضامن ہوا بعد اوسکے غلام مرگیا تو کفیل بھی بری ہوجاویگا اگر مولی نے ضمانت کی غلام کیطرف سے **ف** اوسکے حکم سے خواہ بدون اوسکے حکم سے **ص** یا غلام غیر مدیون نے اپنے مولی کی **ف** خواہ مولی کے حکم سے یا بے حکم کے **ص** اور مالک نے غلام کو آزاد کردیا بعد اسکے صورت اول مین مولی نے غلام کیطرف سے وہ روپیہ مکفول لہ کو ادا کیا اور صورت ثانی مین غلام نے وہ روپیہ مولی کیطرف سے مکفول لہ کو ادا کیا تو کسی کو حق رجوع دوسرے پر نہین پہونچیا اور شافعی اور زفر کے نزدیک اگر کفالت بالامر ہوگی تو حق رجوع پہونچتا ہی **ف** دلیل ہماری اور شافعی اور زفر کی ہدایہ مین مسطور ہی **ص** اور غیر مدیون کی قید اسواسطے ہمنے لگائی کہ اگر وہ غلام مدیون ہوگا تو اوسکی کفالت صحیح نہین مولی کی طرف گو کہ مولی اوسکو حکم کرے

كتاب الحوالة

حوالہ لغت مین کہتے ہین نقل کو اور اصطلاح شرع مین کہتے ہین قرض کے اوتار دینے کو ایک ذمہ پر سے دوسرے ذمہ پر مثلاً زید مدیون تھا عمرو کا سو روپیہ کا تو زید نے عمرو کا مقابلہ بکر سے کرادیا اوس دین کے وصول کے لیے بکر پر تو زید محیل ہوا اور عمرو محتال و محتال لہ اور محال و محال لہ اور بکر محتال علیہ اور محال علیہ اور سو روپیہ محال بہ ٹھہرے حوالہ جائز ہی حدیث سے روایت کیا بخاری و مسلم نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیر مین قرض ادا کرنا مالدار کا ظلم ہی اور جب حوالہ دیا جاوے تم مین کوئی کسی مالدار پر تو مان لے اور ابن ابی شیبہ اور احمد کی روایت مین ہی تو حوالہ قبول کرے اور ہدایہ مین یہ حدیث اس لفظ سے ہی مَنْ اُحِيلَ عَلٰى مَلِيٍّ فَلْيَتَّبِعْ روایت کیا اوسکو طبرانی نے معجم اوسط مین ابوہریرہ سے انتہی زیلعی **ص** حوالہ صحیح ہوتا ہی محیل اور محتال لہ اور محتال علیہ کی رضامندی سے یہی روایت قدوری کی ہی **ف** رکن حوالہ ایجاب و قبول ہی ایجاب محیل سے اور قبول محتال علیہ اور محتال سے ایجاب اسطرح کہ محیل کہے کہ مینے تیرے قرض کا حوالہ فلان شخص پر کیا اتنے درم کا اور محتال اور محتال علیہ سے قبول اسطرح کہ ہر ایک ان دونون مین سے کہین کہ مینے قبول کیا یا مین راضی ہوا یا مانند اسکے جو قبول اور رضا پر دلالت کرے صاحب بدائع نے کہا کہ اسیطرح ہمارے اصحاب سے مروی ہی اور محیل مین عقل اور بلوغ شرط ہی لیکن شرط نفاذ ہی تو صغیر عاقل کا حوالہ منعقد ہی اور اوسکے ولی کی اجازت پر موقوف ہی اور حریت محیل کی شرط نہین تو حوالہ عبد ماذون و محجور کا صحیح ہی اور رضا محیل بھی شرط ہی تو اگر وہ مکرہ ہوگا تو صحیح نہوگا اور صحت محیل شرط نہین تو مریض کا حوالہ صحیح ہی اور محتال مین بھی رضا اور عقل اور بلوغ شرط نفاذ ہی تو صغیر کا محتال ہونا ولی کی اجازت پر موقوف ہی اگر محتال علیہ محیل سے زیادہ مالدار ہووے جیسے وصی مال یتیم کا حوالہ قبول کرے تو یہ بھی جائز ہی بشرطیکہ محتال علیہ محیل سے زیادہ غنی ہووے اور محتال کا ہونا مجلس حوالہ مین ضروری ہی تو اگر محتال غائب ہو مجلس سے اور پھر جائز رکھے تو حوالہ منعقد نہین مگر اوس صورت مین کہ محتال کی طرف سے کوئی اور شخص موجود ہووے اور وہ قبول کرے اور محال علیہ مین بھی عقل و بلوغ شرط ہی تو صبی کا محتال علیہ ہونا صحیح نہین اگرچہ ولی کے حکم سے ہووے

اسواسطے کہ محیل فقیر ہے اور رضا بھی شرط ہے تو جبر سے محتال علیہ پر منعقد نہوگا اور محتال علیہ کا بھی مجلس حوالہ مین ہونا ضرور نہین ہے اور خانیہ
مین ہے کہ محتال علیہ کی غیبت مانع صحت حوالہ نہین یہان تک کہ اگر اوسکو خبر پونہچی اور اوسنے جائز رکھا تو صحیح ہو جاویگا اور ایسا ہی
بزازیہ مین ہے اور محال مین یہ شرط ہے کہ دین صحیح لازم ہو تو بدل کتابت کا حوالہ بھی نہین جائز ہے جیسے کفالت کذا فی الطحطاوی
والشامی **ص** اور زیادات کی روایت مین حوالہ صحیح ہے بدون رضا محیل کے اور صورت اوسکی یون ہے کہ ایک شخص کہے دائن سے
کہ تیرا قرض جو اتنا فلانے پر آتا ہے اوسکا حوالہ قبول کر مینے اوپر یعنی مجھ سے لے اور دائن راضی ہو گیا تو حوالہ صحیح ہو گیا اور اصل
مدیون بری ہو گیا اور ایک صورت اور ہے کہ کفالت کی ایک شخص نے ایک شخص کی بدون اوسکے حکم کے اور قبول کیا مکفول لہ نے
تو صحیح ہو جاویگی یہ کفالت اور یہ کفالت حوالہ شمار کیجاویگی جیسے حوالہ اس شرط سے کہ اصل مدیون مطالبہ دین سے بری ہو کفالت ہے
ف یعنی کفالت مین تو مطالبہ کفیل اور مکفول عنہ دونون سے رہتا ہے اور حوالہ مین بعد صحت و نفاذ حوالہ محیل بری ہو جاتا ہے دین سے
تو اگر کفالت مین شرط کر لی برات مکفول عنہ کی تو وہ معنی مین حوالہ کے ہو جاویگا اور حوالہ مین اگر شرط کر لی عدم برات محیل کی تو وہ کفالت
ہو جاویگا در مختار مین ہے کہ صحیح روایت زیادات کی ہے کہ رضا مندی محیل شرط نہین صحت حوالہ کی اسواسطے کہ دین کا التزام یعنی قبول
کرنا یہ تصرف ہے محتال علیہ کا اپنے ذات کے حق مین اور محیل کا اس مین کچھ ضرر نہین بلکہ اوسمین اسکا فائدہ ہے کیونکہ محتال علیہ اس پر رجوع
نہین کر سکتا جب کہ حوالہ بدون امر محیل ہووے کذا فی النہر **ص** جب حوالہ تمام ہو گیا تو اب محیل بری ہو گیا دین سے بسبب
قبول کرنے محتال کے حوالہ کو **ف** لیکن برات موقتہ جیسا آویگا فائدہ برات کا یہ ہے کہ اگر محیل مر گیا تو محتال اپنے دین کو اوسکے
ترکہ سے نہین لے سکتا لیکن محیل ضامن سے لیوے ورثہ محیل سے یا اوسکے قرضدارون سے اس خوف سے کہ مبادا حق اوسکا ہلاک ہو جاوے شامی
ص اور نہ رجوع کرے محتال محیل پر مگر اوس صورت مین کہ اوسکا تو احق ہو **ف** توی بالف مقصورہ یا تواء بالف ممدودہ
عبارت ہے ہلاک مال سے **ص** اوسکی دو صورتین ہین ایک یہ کہ محتال علیہ مفلس مر جاوے **ف** یعنی ترکہ بقدر ادائے دین محتال
چھوڑے **ص** دوسری یہ کہ محتال علیہ منکر ہو جاوے حوالے کا اور قسم کھاوے اور حوالہ کے گواہ نہوین اور صاحبین کے نزدیک توی اس صورت
سے بھی ہوتا ہے کہ قاضی محتال علیہ کے مفلس ہونے کا حکم کرے **ف** اسواسطے کہ صاحبین کے نزدیک قاضی کا مفلس کر دینا معتبر ہے اور
امام شافعی اور ابو حنیفہ رح کے نزدیک معتبر نہین کیونکہ کسی شخص کو اس بات پر اطلاع نہین ہو سکتی تو گواہی اوسکی اسبات پر کہ محتال
علیہ کے پاس مال نہین ہے شہادت ہے نفی پر اور وہ غیر مقبول ہے **ص** حوالہ دو قسم ہے ایک حوالہ مطلقہ اور دوسرے حوالہ مقیدہ
حوالہ مقیدہ یہ ہے کہ محیل کی کچھ امانت محتال علیہ کے پاس ہووے یا محتال علیہ محیل کی کوئی چیز غصب کر کے لیگیا ہووے یا محیل کا
محتال علیہ مدیون ہووے اور محیل حوالہ کرے محتال کے دین کا ان چیزون پر تو اگر حوالہ کیا محیل نے محتال کا اوس ودیعت پر جو محتال علیہ
کے پاس تھی اور بعد حوالہ کے وہ امانت تلف ہو گئی محتال علیہ پاس تو اب پھر محتال رجوع کر سکتا ہے محیل پر اور اگر مغصوب پر حوالہ کیا
اور وہ شی مغصوب تلف ہو گئی محتال علیہ پاس تو اس صورت مین محتال رجوع نہین کر سکتا محیل پر اسواسطے کہ اوسکی قیمت باقی ہے
ذمہ پر محتال علیہ کے برخلاف امانت کے کہ وہ غیر مضمون ہے حوالہ مقیدہ مین محیل اوس شی کو طلب نہین کر سکتا ہے محتال علیہ سے
اسواسطے کہ اوس سے حق محتال کا متعلق ہو گیا اور جو اسکے بھی اگر محیل مر گیا بعد حوالہ کے اور ابھی وہ شی محتال نے وصول نہین کی
تھی محتال علیہ سے تو اب محتال برابر ہوگا سب قرضخواہون محیل کے **ف** یعنی وہ ودیعت یا مغصوب یا دین سب قرضخواہون کو محیل کے

حصون کے موافق تقسیم ہوگا اور محتال بھی اونھین کے برابر ہو نہین ہوگا کہ پہلے محتال اپنا دین اوس ترکہ سے وصول کرنے بعد اوسکے جو بچے اور قرضخواہون مین تقسیم ہو جیسا رہن مین کہ پہلے مرتہن اپنا زر رہن شی مرہون کو بیچکر لے لیتا ہی بعد اوسکے جو بچتا ہی وہ اور سا اور قرضخواہون کو ملتا ہی کیونکہ حوالہ کم ہی درجہ مین رہن سے **ص** حوالہ مطلقہ یہ ہی کہ محیل حوالہ کو مضاف نکرے اپنے دین یا عین ودیعت یا مغصوب پر جو محتال علیہ کے پاس ہو تو اسصورت مین محیل بعد حوالہ کے وہ شی اپنی محتال علیہ سے لے سکتا ہی **ف** یعنی محیل حوالہ مطلقہ مین اپنا دین یا امانت یا مغصوب حوالہ کے بعد بھی محتال علیہ سے پھیر سکتا ہی کیونکہ حوالہ محتال مین ہوا ان چیزون سے نا حق محتال کا متعلق ہو جاوے **ص** اور حوالہ مطلقہ اور مقیدہ دونون صورتون مین اگر محیل نے وہ شی یعنی یا دین محتال علیہ سے لے لی تو حوالہ باطل نہو گا **ف** بلکہ محتال علیہ اپنے پاس سے قرض محتال کا ادا کرے گا اور محیل پر **ص** اگر زید نے حوالہ کیا عمرو کے دین کا بکر پر سو روپیہ کا بکر نے وہ سو روپیہ عمرو کو ادا کر کے زید سے طلب کیے زید نے یہ کہا کہ میرے سو جو تیرے اوپر آتے تھے اوسپر مینے حوالہ کیا تھا بکر نے انکار کیا اور کہا کہ میرے اوپر تیرا کچھہ نہ آتا تھا اور عمرو کے پاس گواہ نہین ہین تو اسصورت مین قول بکر کا قسم سے معتبر ہوگا اور بکر کا حوالہ قبول کر لینا اقرار دین نسمجھا جاویگا کیونکہ حوالہ مین یہ ضرور نہین کہ محتال علیہ پہلے سے مدیون ہو محیل کا **ف** بلکہ غیر مدیون پر بھی صحیح ہی اوسکی رضا سے **ص** اسیطرح اگر محیل محتال سے کہے کہ مینے حوالہ اسواسطے کیا تھا کہ تو میرے قرض کو وصول کرے محتال سے اور مین تیرا مقروض تھا اور محتال یہ کہے کہ تو میرا مقروض تھا اوس بابت تو نے حوالہ کیا تھا اور محتال پاس گواہ نہین ہین تو قول محیل کا قسم سے معتبر ہوگا **ف** اگرچہ یہ خلاف ہی معنی حوالے کے اسواسطے کہ حوالہ نام نقل الدین من ذمۃ الی ذمۃ کا ہی تو ضرور ہی یہ کہ محیل مدیون ہووے محتال کا مگر چونکہ کبھی حوالہ بمعنی وکالت بھی مستعمل کی مجازاً اور محتال پاس گواہ نہین ہین قرینہ کے تو قول اسکا ساتھہ قسم کے معتبر ہوگا اس بات مین کہ مراد میری لفظ حوالے سے وکالت تھی اور صرف حوالہ کر دینا اقرار بالدین نسمجھا جاویگا **ص** مکروہ ہی سُفتجہ **ف** سُفتجہ بضم سین اور فتح تا معنی اوسکے یہ ہین کہ اپنا مال دیوے ایک تاجر کو بطریق قرض کے تا وہ اوسکے دوست کو دیوے دوسرے شہر مین غایت اسکی یہ ہی کہ خطر راہ ساقط ہو جاوے اصل مین سُفتجہ معرب ہی سفتہ کا اس قرض کا نام اسواسطے ہوا کہ مشابہ ہی ساتھہ رکھنے دراہم اور دنانیر کے سفاتج مین یعنی اشیاء مجوفہ مین جیسے لاٹھی وغیرہ کہ اوسمین مال رکھکر اپنے ہمراہ لے جاتے تھے تا کسیکو خبر ہووے **ص** یعنی قرض دینا واسطے دور ہو جانے خوف راہ کے **ف** ہندی مین اوسکو ہنڈوی کہتے ہین اور چونکہ اسمین فائدہ حاصل ہوتا ہی قرض دینے والے کو اسواسطے مکروہ ہی وجہ کراہیت وہ حدیث جو حارث بن اسامہ کی مسند مین مروی ہی سوار بن مصعب سے اونھون نے عمارہ ہمدانی سے کہا کہ سنا مینے علی رضی اللہ عنہ سے کہ کہتے تھے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کُلُّ قَرْضٍ جَرَّ نَفْعاً فَهُوَ رِبًا یعنی جو قرض فائدہ کھینچے وہ بیاج ہی اور یہ حدیث ضعیف ہی بسبب سوار بن مصعب کے عبد الحق نے کہا کہ وہ متروک ہی اور ایسے ہی غیر نے اونکے اور روایت کیا اوسکو ابن الجہم نے اپنے جزو معروف مین اور نکالا ابن عدی نے کامل مین جابر بن سمرہ سے کہا کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے السفتجات حرام یعنی ہنڈویان حرام ہین اور معلول کیا حدیث کو بسبب عمرو بن موسی بن وجیہ کے ضعیف کیا اوسکو بخاری اور نسائی اور ابن معین نے اور ذکر کیا اوسکو ابن الجوزی نے موضوعات مین اور اس باب مین بہتر روایت جو صحابہ اور سلف سے منقول ہی وہ ہی جسکو روایت کیا ابن ابی شیبہ نے مصنف مین **ثنا** خالد الاحمر عن حجاج عن عطاء قال کانوا یکرہون کل قرض جر منفعۃ یعنی صحابہ کرام مکروہ جانتے تھے ہر اوس قرض کو جو منفعت کھینچے یعنی اوسمین نفع ہو جاوے مُقرِض یا مُستقرِض کو اور فتاوی

صغری مین ہی کہ اگر ہنڈوی لکھدینا مشروط ہو قرض مین تو مکروہ ہی اور جو اسکی شرط نہو قرض دیتے وقت تو مکروہ نہین اور شرط کی صورت یہ ہی کہ ایک شخص نے قرض دیا دوسرے کو اس شرط پر کہ لکھدے اسکی ہنڈوی فلانے شہر پر تو یہ نہین جائز ہی اور اگر قرض دیا بغیر شرط کے اور اوسنے لکھدیا تو جائز ہی اور اسی طرح اگر یہ کہا کہ تو مجھے پرچہ لکھدے فلانے شہر پر اس شرط پر کہ مین تجھے نہین دونگا تو بھی بہتر نہین ہی اور مروی ہی ابن عباس سے کیا نہین دیکھتا ہی تو کہ اگر قرضدار نے قرضے مین وہ مال ادا کیا جو قرض کے مال سے اچھا تھا تو مکروہ نہین جبکہ مشروط نہو اور نصانے کہا کہ عدم شرط کے ساتھ اوس وقت حلال ہی جب کہ اسکا یعنی دوسرے شہر پر لکھدینے کا رواج اور عرف ظاہر نہو اور اگر معروف اور رائج ہو کہ اقراض سقوط خطر طریق کے لیے ہوتا ہی تو حلال نہین گو کہ شرط نہووے اور وہ جو مروی ہی امام ابو حنیفہ سے کہ وہ نہین بیٹھے اپنے قرضدار کی دیوار کے سایہ مین تو اسکی کچھ اصل نہین اسواسطے کہ یہ انتفاع نہین ہی اوسکی ملک سے نہ اسکی شرط ہوتی ہی اور نہ یہ رائج ہی فتح **فائدہ** جب مطلق ہنڈوی بلا کمی بیشی یعنی جتنا روپیہ دے اوتنا ہی دوسرے شہر مین لے مکروہ ہوئی تو جو ہماری ملک مین مروج ہی ایک روپیہ یا دو روپیہ سیکڑا زیادہ دینا اور اسکا نام ہنڈاون ہی اوسکو وصول کرنا بطریق اولی ناجائز اور حرام مطلق ہوگی کیونکہ یہ سود ہی اور اوسکا دینا اور لینا سب برابر ہی بموجب اوس حدیث کے جو اوپر گذری کہ دینے والے اور لینے والے سب ملعون ہین خدا محفوظ رکھے فقط

كتاب القضاء

جو شخص گواہی کے لائق ہی وہ قاضی ہونیکے لائق ہی **ف** یعنی جو حر مسلم عاقل بالغ ہی نہ اندھا ہی نہ محدود فی القذف نہ بہرا نہ گونگا تو وہ شہادت کے لائق ہی اسیطرح وہ قضا کے عہدہ کے بھی لائق ہی یعنی ہو سکتا ہی کہ قاضی ہووے اور یہ چیزین جیسے شرط ہین شہادت کی ویسی شرط ہین قضا کی **ص** اور فاسق اہل ہی واسطے شہادت کے تو اہل ہوگا واسطے قضا کے تو صحیح ہوگا فاسق کا ہونا قاضی مگر واجب یہ ہی کہ حاکم اوسکو قاضی نبناوے اور اگر حاکم نے فاسق کو قاضی بنایا تو گنہگار ہوگا جیسے فاسق کی شہادت قبول کرنا صحیح ہی لیکن چاہیے قبول نکیا جاوے اگر قبول کریگا تو گنہگار ہوگا **ف** درمختار مین ہی کہ اسی روایت پر فتوی ہی اور شامی اور طحطاوی اور فتح القدیر سے معلوم ہوتا ہی کہ باقی تاویلین اس مسئلہ مین سب مرجوح ہین اور یہی قول راجح ہی ابن الہمام نے کہا کہ اگر بادشاہ وقت کسی جاہل فاسق کو قاضی مقرر کرے تو قضا اسکی نافذ ہوگی ظاہر الروایت کے موافق تو وہ حکم کرے غیر کے فتوے سے لیکن واجب ہی حاکم پر کہ ایسے شخص کو قاضی نبناوے **ص** اگر قاضی تقلید قضا کے وقت عادل تھا بعد اسکے فاسق ہو گیا **ف** یعنی فسق وغیرہ کے **ص** تو عہدہ قضا سے معزول نہو جاویگا لیکن لائق ہو جاویگا عزل کے **ف** یعنی واجب ہی حاکم پر کہ معزول کرے اوسکو فتح القدیر **ص** یعنی ظاہر مذہب یہی ہی اور یہی ہی مشایخ حنفیہ **ف** نے اور ہمارے قدما اور بعض مشایخ کے نزدیک وہ معزول ہو جاویگا اور فاسق مفتی بھی نہین ہو سکتا اور بعضون کے نزدیک ہو سکتا ہی تو ظاہر یہی ہی کہ بعضون کے نزدیک قول اول ہی اور بعضون کے نزدیک قول ثانی **ص** اور مجتہد ہونا شرط ہی اولویت قضا کا نہ صحت قضا کا **ف** یعنی کسی شخص کا قاضی بنانا دوسرے شخص سے اولی نہین ہوتا مگر بشرط اجتہاد یعنی جو مجتہد ہو اوسکا قاضی ہونا اولی ہی اور اجتہاد صحت کی شرط نہین ہی یعنی نہین ہی کہ غیر مجتہد کی قضا صحیح نہو **ص** تو اگر جاہل کو عہدہ قضا دیا گیا صحیح ہی ہمارے نزدیک **ف** لیکن امام شافعی کے نزدیک تقلید قضا جاہل اور فاسق کو مطلقاً درست نہین اور احتیاط اوسی قول مین ہی جسکو شافعی نے کہا لیکن باعتبار اس زمانہ کے اگر علم و عدالت شرط ہو تو قضا کا کام بالکل اوٹھ جاویگا **ص** مگر حاکم کو چاہیے کہ اختیار کرے اوسکو جو زیادہ قادر

قضا پر ورا ولی ہی ف روایت کیا طبرانی نے ابن عباس سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو شخص حاکم ہو دو مسلمانوں کے
امور کا پھر مقرر کرے ایک شخص کو ایک کام پر اور وہ جانتا ہی کہ اون لوگوں میں بہتر اوس سے اور زیادہ جاننے والا کتاب اور سنت کا ہی
کا موجود ہی تو اوس نے خیانت کی اللہ و رسول کی اور جماعت مسلمین کی اور روایت کیا حاکم نے مستدرک میں اور ابو یعلیٰ موصلی نے
حذیفہ سے مثل اسکے ص اور آدمی کو چاہیے کہ عہدہ قضا طلب کرے ف اسواسطے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے
جو شخص کہ طلب کرتا ہی قضا کو اور سوال کرتا ہی اوسکا سونپ دیا جاتا ہی اپنے نفس کیطرف یعنی اللہ کیطرف سے اوسکو اعانت اور مدد
نہیں ہوتی اور جو شخص زبردستی قاضی بنایا جاتا ہی تو اوتارتا ہی اللہ تعالیٰ اوسپر ایک فرشتہ کہ مضبوط کرتا ہی اوسکو یعنی اعانت کرتا ہی
اوسکی اوپر صواب کے روایت کیا اوسکو ترمذی اور ابوداؤد اور ابن ماجہ نے انس سے ص اور درست ہی عہدہ قضا لینا اوس
شخص کو جسکو اعتماد ہی اپنے نفس پر کہ عدل و انصاف کریگا ف اسواسطے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے اختیار کیا ہی عہدہ قضا کو اور
اسواسطے کہ قضا فرض کفایہ ہی واسطے انتظام امور مسلمین کے اور اسلیئے کہ امر بالمعروف ہی حضرت علی سے مروی ہی کہ بھیجا مجکو رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قاضی بنا کر یمن کیطرف تو کہا میں نے یا رسول اللہ بھیجتے ہیں آپ مجکو عہدہ قضا پر اور میں کم سن ہوں اور قضا
کو نہیں جانتا تو فرمایا حضرت نے قریب ہی کہ اللہ ہدایت کریگا تمہارے دل کو اور مضبوط کر دیگا تمہاری زبان کو جسوقت جھگڑا لاویں تمہارے
پاس دو آدمی تو نہ فیصلہ کرو واسطے پہلے کے جب تک سن نہ لو گفتگو دوسرے کی تو اب معلوم کر لو کیفیت اپنے حکم کی فرمایا علی نے پھر
شک نہیں گیا میرے کسی فیصلہ میں بعد اسکے روایت کیا اوسکو احمد و ابوداؤد و ترمذی نے اور حسن کہا اوسکو اور قوی کیا اسکو ابن المدینی
نے اور صحیح کیا اوسکو ابن حبان نے اور اوسکا ایک شاہد ہی مستدرک میں حاکم کے ابن عباس سے اور روایت کیا ترمذی اور ابوداؤد اور دارمی نے
معاذ بن جبل سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس گاہ بھیجا اونکو یمن کیطرف تو پوچھا اونسے کسطرح فیصلہ کروگے تم جب کوئی مقدمہ
پیش آویگا کہا انھوں نے کتاب اللہ سے فرمایا اگر نہ پاؤ کتاب اللہ میں کہا سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرمایا اگر نہ پاؤ سنت میں رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کہا اجتہاد کرونگا میں اپنی رائے سے اور نہ کمی کرونگا کوشش میں کہا معاذ نے کہ پھر مارا حضرت نے ہاتھ اپنا میرے
سینے پر اور فرمایا شکر ہی اوس خدا کا کہ توفیق دی اوسنے رسول رسول کو اوس امر کی کہ جس سے راضی ہو رسول اللہ اس حدیث سے ثابت
ہوتا قیاس کا وقت نہونے آیت اور حدیث کے ثابت ہوا اور رد ہو گیا اون لوگوں کا جو قیاس کو شرع کی حجتوں میں شمار نہیں کرتے
ص اور مکروہ ہی ف تحریمی ص عہدہ قضا لینا اوس شخص کو جو خوف کرتا ہی عاجز ہو جانیکا تصفیہ مقدمات میں یا ظلم
صادر ہونیکا ف تاکہ وسیلہ امر قبیح کا نہو جاوے اور جو حدیثیں کہ ممانعت اختیار عہدہ قضا میں آئی ہیں محمول ہیں ایسے شخص پر فرمایا حضرت
صلعم نے جسکو دی گئی قضا سو ذبح ہوا بغیر چھری کے روایت کیا اوسکو امام احمد و چاروں عالموں نے اور صحیح کیا اوسکو ابن خزیمہ اور ابن حبان
نے مروی ہی بریدہ سے کہا کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قاضی تین طرح کے ہوتے ہیں دو اون میں سے جہنم میں جاتے ہیں
اور ایک جنت میں ایک آدمی وہ جسنے پہچانا حق اور فیصلہ کیا موافق اوسکے تو وہ جنت میں جاویگا ایک آدمی وہ جسنے پہچانا حق کو اور
نہ فیصلہ کیا ساتھ حق کے اور ظلم کیا حکم میں تو وہ جہنم میں جاویگا ایک آدمی وہ کہ اوسنے نہ پہچانا حق اور فیصلہ کیا لوگوں کا نادانی سے
وہ بھی جہنم میں جاویگا روایت کیا اوسکو چاروں عالموں نے اور صحیح کہا اوسکو حاکم نے اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَا اَنْزَلَ
اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَاسِقُوْنَ اور ظَالِمُوْنَ اور كَافِرُوْنَ جو شخص حکم نکرے اوسکے موافق جو اوتارا اللہ تعالیٰ نے تو وہ

فاسق ہے اور حقیقت الامر یہ ہے کہ کافر ہے اس سے بڑائی ثابت ہو گئی اون لوگوں کی کہ جان بوجھکر حکم الٰہی اور سنت رسول کے خلاف باتباع احکام امراء وقت اور قوانین قضایا کے فیصلے کرتے ہیں اور جو اونکے معین ہیں کچھ شک نہیں کہ اونکے لیے بھی وعید ہے فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَى وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ یعنی مدد کرو ایک دوسرے کی نیکی اور پرہیزگاری پر اور نہ مدد کرو گناہ اور زیادتی پر **ص** جو شخص قاضی کیا جاوے اوسکو چاہیے کہ پہلے قاضی کا دفتر طلب کرے جنمیں سجلات وصیات اور فیصلنامے ہیں اور حوالات کے قیدیوں کو دیکھے **ف** یعنی جو قاضی سابق کے قیدخانہ میں قید تھے اونکے حال میں نظر کرے اور ان قیدیوں میں جو حاکم کے قیدخانہ میں ہیں در مختار **ص** تو جو شخص اون قیدیوں میں سے اقرار کرے کسی حق کا یا اوس پر گواہ قائم ہوں تو اوسکا حبس قائم رکھے یا اوس پر حق کو لازم کرے اور اگر وہ منکر ہو تو قاضی معزول کا قول اوسکے باب میں معتبر نسمجھے بلکہ منادی کرادے ایک مدت مناسب مقرر کرکے کہ جن جن لوگوں کو فلان فلان قیدی پر دعوی کرنا ہو تو اس مدت میں حاضر ہوں مجلس قاضی میں تو اگر کوئی حاضر ہو سنے مقدمہ اوسکا ورنہ بعد گذر جانے مدت مذکور کے اون قیدیوں کو چھوڑ دیوے **ف** درمختار میں ہے کہ ابتدا میں کو نسکے اگر کوئی مدعی اوسکا حاضر ہووے تو اوسکو حاضر ضامن لیکر چھوڑ دیوے اور اگر حاضر ضمانت نہ دے سکے تو ایک مہینے تک اور منادی کرادے بعد اوسکے اگر کوئی نہ آوے تو اوسکو چھوڑ دیوے **ص** اور عمل کرے اموال ودیعت اور محاصل وقف میں گواہی کیا قابض کے اقرار قاضی معزول کے کہنے پر عمل نکرے لیکن اگر کوئی قابض اقرار کرے اس بات کا کہ قاضی معزول نے اوسکو یہ ودائع اور محاصل اوقاف سپرد کیے ہیں تو اب اون ودائع اور محاصل اوقاف میں قاضی معزول کا قول مقبول ہوگا **ف** اس صورت میں وہ قاضی اون چیزوں کو جسکی بتلا دیگا اوسکی سمجھی جاوینگی مگر جب کہ قابض نے پہلے زید کے واسطے اقرار کیا پھر اقرار کیا کہ قاضی معزول نے اوسکو سپرد کیا سو قاضی معزول نے دوسرے شخص کے واسطے مثلاً عمر کے لیے اقرار کیا تو اس صورت میں ودائع اور محاصل پہلے زید کو تسلیم کیے جاوینگے اور تاوان دیگا قابض قیمت کا اگر ودیعت ذوات القیم سے ہو یا مثل کا اگر وہ مثلی ہو قاضی کو اوسکے اقرار ثانی کے سبب سے پھر قاضی منصوب مثل عمر کو تسلیم کرے جو قاضی معزول کا مقولہ تھا حلبی **ص** قاضی کو چاہیے کہ مسجد میں باعلان بیٹھکر حکم کرے اور مسجد جامع اولیٰ ہے اور باعلان بیٹھنے سے یہ مراد ہے کہ جسکا جی چاہے واسطے قطع نزاع کے حاضر ہو وے کسی کی تخصیص نہووے اور امام شافعی رح کے نزدیک مکروہ ہے بیٹھنا قاضی کا مسجد میں سو واسطے کہ کبھی شخص حاضر مشرک یا حائض ہوتا ہے اور مشرک نجس ہے بنص کلام اللہ کے اور حائض کو منع ہے داخل ہونا مسجد میں اور ہماری دلیل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے مسجد میں بیٹھکر قضیے فیصل کیے اور بھی قضا عبادت ہے اور نجاست مشرک کی از روے اعتقاد ہے نہ نجاست ظاہری اور حائض نہ داخل ہووے مسجد میں بلکہ فیصلہ کیا جاوے مقدمہ اوسکا دروازہ مسجد پر **ف** ہدایہ میں ہے کہ دلیل ہماری قول ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کہ بنائی گئیں مسجدیں واسطے ذکر الٰہی کے اور حکم کے کہا زیلعی نے تخریج ہدایہ میں کہ حدیث غریب بھذا اللفظ اور کنوز الحقائق میں بھی یہ حدیث منقول ہے لیکن حوالہ اوسکے صاحب ہدایہ پر کیا ہے لیکن معنی میں اس حدیث کے چند حدیثیں آئی ہیں نقل کیا اونکو شیخ ابن الہمام نے فتح القدیر میں ایک حدیث صحیحین کی کعب بن مالک سے اور دوسری حدیث طبرانی کی ابن عباس سے اور روایت کیا بخاری نے کہ لعان کرایا حضرت عمر رض نے نزدیک منبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اور سند دار کیا امام ابوبکر رازی نے حسن تک کہ دیکھا انھوں نے حضرت عثمان رض کو کہ فیصلہ کیا مسجد میں اور ذکر کیا قصہ اور روایت کیا ابن سعد نے طبقات میں ربیعہ بن ابی عبد الرحمن سے کہ دیکھا اونھوں نے ابوبکر رض کو کہ فیصلہ کرتے تھے مسجد میں نزدیک قبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کذا فی الفتح ملخصاً حموی نے کہا قضا فی المسجد بنظر زمان

سائل ... بچھانے ... نہیں تو مناسب نہیں کیونکہ اب لوگ مساجد کا ادب جیسا چاہیے ویسا نہیں کرتے اور بحال
جنابت بیٹھنے سے احتراز نہیں کرتے اور مساجد میں وہ کام کرتے ہیں جو ہرگز لائق نہیں ص اور اگر قاضی قضا کے لیے
بیٹھے اپنے گھر میں یا دالان دیوڑھی پر عام تو بھی درست ہے ف اور اولی یہ ہے کہ مکان بھی وسط شہر میں ہو تاکہ مشہور رہے تاکہ لوگوں کو
آنے میں دقت نہ پڑے اور قاضی حکم نہ کرے اس وقت جب قلب کا مشغول ہو کسی امر کے ساتھ یعنی خوشی اور غصہ و تشویش یا شہوت
جماع یا نزلہ سردی یا تشنگی یا گرسنگی یا ملال یا بول و براز کی حاجت کے اور جس دن قضا کے لیے بیٹھنے کا ارادہ کرے تو اوس دن روزہ نفل رکھے
اور اچھے کپڑے پہن کر نکلا کرے اوس وقت ص قاضی کو چاہیے کہ کسی کا ہدیہ قبول نہ کرے مگر اپنے رشتہ دار محرم کا یا اوس شخص کا
جو قاضی ہونے سے پہلے بھیجا کرتا تھا بشرطیکہ اوسی مقدار ہو جتنا قبل قضا کے آتا تھا اور ان دونوں میں سے کسی کا مقدمہ قاضی کے پاس
دائر نہ ہووے ف اگر ذی رحم محرم یا اوس شخص کا جسکی پہلے سے عادت ہدیہ بھیجنے کی تھی قاضی کے پاس مقدمہ رجوع ہوگا تو وہ بھی ہدیہ
نہ لیوے یا وہ شخص عادت سے زیادہ ہدیہ بھیجے تو زائد پھیر دیوے اور سلطان اور نائب سلطان کا بھی ہدیہ لینا درست ہے فتاوائے عالمگیری میں ہے
کہ قاضی قرض نہ لیوے مگر اوس دوست اور شریک سے جو قبل از قضا دوست اور شریک تھا بشرط عدم خصومت اور عدم تہمت امانت
اور اسیطرح عاریت لینا ... ص اور قاضی کو چاہیے کہ دعوت میں کسی کی نجاوے مگر دعوت عام میں اور دعوت عام وہ ہے کہ
قاضی کے آنے پر موقوف نہ ہو اور امام محمد کے نزدیک دعوت خاص میں بھی جاسکتا ہے اگر اپنے قریب ذی رحم محرم نے کی ہو ف
کیونکہ وہ مثل ناطے کے ہے اور جو کسیکا مقدمہ رجوع ہو قاضی کے پاس تو دعوت عام بھی اوسکی قبول نہ کرے اور اسیطرح دعوت [illegible] کو
اگرچہ عام ہووے نہ جاوے ص اور قاضی حاضر ہو نماز جنازہ میں اور اسیطرح بیمار کی بیمار پرسی کرے ف بشرطیکہ اوس بیمار کا
مقدمہ قاضی کے پاس رجوع نہ ہو کفایہ اسواسطے کہ روایت کیا مسلم نے ابی ہریرہ سے کہ مسلمان کے حق مسلمان پر پانچ ہیں
جواب دینا سلام کا جواب دینا چھینکنے والے کا قبول کرنا دعوت کا عیادت کرنا مریض کا جب مرجاوے تو اوسکے جنازے کے ساتھ جانا اور جب
نصیحت طلب کرے تجھ سے مسلمان تو نصیحت کر اوسکو روایت کیا اوسکو مسلم نے ابو ہریرہ سے اور نصیحت دینا چھپا امر ہے تو ...
جو لکھا ہے کہ فرمایا حضرت نے مسلمان کے مسلمان پر چھ حق ہیں درست ہوگیا ص اور جب مدعی مدعی علیہ حاضر ہوں تو دونوں کو سامنے
بٹھلاوے برابر برابر اور دونوں کی طرف توجہ یکسان کرے ف اور داہنے بائیں نہ بٹھلاوے کیونکہ داہنی جانب افضل ہے اور یہ برابر بٹھلانا
عام ہے کبیر و صغیر و بادشاہ و رعیت ادنی اعلی اور شریف ... باپ و بیٹے اور مسلم اور ذمی کو مگر یہ کہ بادشاہ اگر مدعی علیہ ہو تو قاضی کو لائق ہے
کہ اپنے مقام پر سے اٹھے اور بادشاہ اور اوسکے مدعی کو وہاں بٹھلاوے اور آپ زمین پر بیٹھکر فیصلہ کرے روایت کیا اسحاق بن راہویہ
نے اپنی مسند میں ام سلمہ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو شخص قاضی ہو مسلمانوں کا تو چاہیے اوسکو برابری کرے بٹھلانے
میں اور اشارہ میں اور نظر میں ص اور کسی سے سرگوشی نہ کرے اور کسی کی ضیافت نہ کرے اور کسی سے ہنسی اور مزاح نہ کرے اور نہ
ایک کی طرف دونوں میں سے اشارہ کرے اور نہ کسی کو کوئی دلیل یا حجت سکھلاوے اور گواہوں کو تعلیم نہ کرے اسیطرح ... کیا تم
اسبات کی گواہی دیتے ہو اور ابو یوسف نے اسکو جائز کہا ہے اوسطرح کہ شاہد کو قاضی کے کہنے سے زیادہ دانست حاصل ہو ف
ابو یوسف ... شاہد ... غالب ... شہادت ... تو ...
کہ قاضی ... مدعی ...

دعوی کرے اور مدعی علیہ پانسو کا منکر ہوا اور شاہد ہزار کی شہادت دے تو قاضی کہے کہ شاید مدعی نے پانسو ...
اور شاہد کو دعوی ملا ہو اور یہ معانی کے قول سے شہادت کو دعوے کے موافق کرنے کیلئے جیسے قاضی نے توفیق دی
تو بالاتفاق جائز ہوئی جیسے تعلیم احد خصمین جائز نہیں کذا فی فتح القدیر

ص فصل حبس مدعی علیہ کے بیان مین

اگر مدعی کا حق مدعی علیہ پر ثابت ہو وے اقرار سے مدعی علیہ کے تو پہلے قاضی حکم کرے مدعی علیہ کو ادا حق کا اور صورت نادہندگی کی علیہ
کے اگر مدعی درخواست کرے اوسکے حبس کی تو قاضی کو جس مدت تک مناسب معلوم ہووے مدعی علیہ کو قید کرے اور اگر گواہوں سے
ثبوت حق ہوا ہو تو قاضی کو یہ چاہئے کہ قبل حکم ادائے حق کے مدعی علیہ کو بدرخواست مدعی محبوس کرے ف اسوجہ سے کہ قید
جزا ہی نادہندگی اور انکار کی تو جب حق اقرار سے ثابت ہوا اوسوقت نادہندگی مدعی علیہ کی جب ثابت ہوگی کہ قاضی
ادائے حق کا اوسکو حکم دے اور وہ نہ دیوے اور جب حق گواہوں سے ثابت ہوا تو نادہندگی وانکار مدعی علیہ کا تو پہلے سے موجود ہے
اسلئے قبل حکم ادائے حق قید کرنا اوسکا درست ہے اور مدت قید مفوض ہے رائے قاضی کی طرف اسواسطے کہ لوگ مختلف ہوتے ہین
باعتبار احوال کے بعضے شریر نہیں ہوتے اونکو تھوڑی مدت کفایت ہے بعض متمرد ہوتے ہین اونکو تھوڑی حبس سے زجر نہیں ہوتا
اور یہ حبس اسواسطے کہ مدعی علیہ مال اپنا ظاہر کرے اور ایفائے حق مدعی او سے ہووے اکثر مدت حبس کی باعتبار روایات کے
چھ مہینے ہین اور ایک مہینا اور دو مہینے تین مہینے بھی مروی ہین مگر صحیح وہی ہے کہ مدت حبس مفوض ہے رائے قاضی کیطرف
ہدایہ ص مدعی علیہ کا حبس اون حقوق مین ہوگا جو لازم آئے ہین اوسکو بسبب عقد کے یا بدل ہین مال کے جیسے مہر معجل
ف اور مہر موجل کو حقوق مین حبس نکیا جاویگا اگرچہ معجل ہو جاوے طلاق سے زوجہ کی درمختار ص ضمانت یعنی بسبب
نفقہ زوجہ نفقہ ولد ف قرض اگرچہ ذمی کا ہو ضمان الدرک درمختار ص اور دین ولد اور دیت اور ضمان
جنایات ف اور بدل خلع اور بدل مغصوب اور بدل متلف یعنی جو چیز تلف کر ڈالی اوسکا بدل بدل دم عمد ضمان
اعتاق یعنی شریک کے حصہ آزاد کرنیکا تاوان نفقہ اقارب مہر موجل درمختار ص مین محبوس نہ کیا جاویگا اگر اپنی مفلسی کا
اظہار کرے الا اوس صورت مین جب مالدار ہونا اوسکا ثابت ہو جاوے گواہوں سے تو ان چیزوں مین بھی قید کرینگے
ف اور قسم اول کی چیزوں مین محبوس کرینگے اگرچہ مدعی علیہ مدعی محتاجی کا ہو اور دعوی محتاجی کی تصدیق کیجاویگی

باب بیان مین قاضی کے خط کے بنام دوسرے قاضی کے

اگر گواہ گواہی دین قاضی کے سامنے اور مدعی علیہ حاضر ہو تو حکم کرے ساتھ گواہی کے اور لکھدے حکمنامہ اوسکو سجل
کہتے ہین اور اگر مدعی علیہ غائب ہو اور گواہ گواہی دین اوسپر تو قاضی حکم نکرے بلکہ لکھدے گواہوں کی گواہی تاکہ قاضی مکتوب الیہ
اوسکے موافق حکم کرے اور وہی کتاب حکمی ہے اور کتاب القاضی الی القاضی ہے حقیقت مین یہ کتاب نقل کرنا گواہی کا ہے دوسرے قاضی کے
پاس ... کتاب القاضی الی القاضی سب مقدمات مین سوا حدود قصاص کے ف اسواسطے کہ کتاب بمنزلہ
اور حدود قصاص دفع ہو جاتے ہین شبہات سے اور خط پر عمل کرنا اوسکو مشتبہ ہے اونکے اثبات مین ص جب شہادت گذرے
قاضی کاتب کے پاس جیسے دین اور عقار اور نکاح اور نسب اور غصب اور امانت اور مضاربت جسکا انکار کیا گیا ہے کیونکہ

امانت اور مال مضاربت کا اگر انکار ہوگا تو کیا حاجت ہے کتاب القاضی کی اور جس وقت انکار کیا ان دونوں کا شمول یا مضارب نے
تو ہو گئی مغصوب اور مغصوب میں واجب ہوتی ہے قیمت اور قیمت دین ہے تو جاری ہو گی اوسمین کتاب حکمی سواسطے کہ وہ محتاج نہین ہے
اشارہ کا بلکہ صفت سے اوسکی معرفت ہو سکتی ہے بخلاف اعیان منقولہ کے کہ اوسمین احتیاج ہے اشارہ کی اور یہ مذہب امام ابو حنیفہ کا ہے اور
ایسی ہی ہے ایک روایت امام ابو یوسف سے مگر اونکے نزدیک غلام مفرور مین بھی کتاب القاضی درست ہے صورت اوسکی یون ہے کہ قاضی بخارا کا خط
لکھے قاضی سمرقند کو کہ فلان اور فلان نے شہادت دی میرے پاس ساتھ اس بات کی کہ فلان کا غلام جسکا نام مبارک ہے اور اوسکا حلیہ ایسا ہے بھاگ
گیا ہے اپنے مالک کے پاس سے اور اب سمرقند مین فلان کے قبضہ مین ہے آخر کتاب تک اور مہر کرے اوسپر تو جب پہنچے یہ کتاب قاضی سمرقند
پاس حاضر کرے مدعی علیہ اور غلام کو اور کھولے کتاب کو ساتھ حضور اوسکی کے جو لگے آتی ہین اور ملاحظہ حلیہ کتاب کو ساتھ غلام کے تو
اگر مطابق نہووے تو چھوڑ دے اوسکو اور اگر مطابق ہووے تو اگر مدعی علیہ بخارا کو جاوے تو بہتر ورنہ اوس غلام کو مدعی کے سپرد کرے نہ بطور
حکم کے اور فیصلہ کے اور لے لیوے اوس مدعی سے ایک کفیل غلام کے حاضر ضمانت کا اور اوس غلام کی گردن مین کوئی چیز ڈالکے اوسپر مہر کر دے تاکہ بدلا
نہو کہ مدعی وہان جاکر غلام بدل لیوے وقت شہادت شہود کے اور لکھے جواب کتاب قاضی بخارا کو اس مضمون سے کہ مین اس غلام کو روانہ
کرتا ہون تو جب قاضی بخارا پاس کتاب آوے تو قاضی بخارا اون گواہون کو بلاوے جنھون نے گواہی دی تھی اس غلام کے
مالک کی غیبت غلام مین تاکہ گواہی دین اوسکی حضور مین اور اشارہ کرین اس غلام کیطرف کہ یہی غلام ملک ہے مدعی کی لیکن قاضی
بخارا ابھی حکم نہ کرے کیونکہ مدعی علیہ غائب ہے بلکہ پھر لکھے قاضی سمرقند کو کہ گواہون نے شہادت دی غلام کے سامنے اس بات کی کہ غلام
ملک ہے مدعی کی تو جب یہ کتاب قاضی سمرقند پاس پہنچے اوسوقت فیصلہ کر دے اور حکم سناوے مدعی علیہ کو اور بری کر دے حاضر ضامن کو
ضمانت سے اور امام محمد سے مروی ہے کہ کتاب القاضی جمیع منقولات مین قبول کیجاویگی اور اسی پر متاخرین ہین **ف** در مختار
مین ہے کہ اسی روایت پر فتوی ہے کہ کتاب القاضی سب منقولات اور دعاوی مین جاری ہے کہ دعوی دین ہو یا عین درست ہے **ص**
سوا حدود اور قصاص کے اور واجب ہے کہ قاضی کاتب جب کتاب لکھے تو گواہون کو اوسکا مضمون پڑھکر سناوے اور مہر کر دے اپنی اونکے
سامنے اور وہ کتاب اون گواہون کو دیدیوے اور ابو یوسف نے کوئی بات اسمین سے شرط نہین رکھی اور امام سرخسی نے اونھین کا قول اختیار
کیا ہے تو ابو یوسف کے نزدیک صرف دو گواہون کو اس بات کا گواہ کر دیوے کہ یہ کتاب اور مہر میری ہے اور ایک روایت مین مہر بھی
شرط نہین ہے کہتا ہون جب کتاب مدعی کے حوالے کیجاویگی تو فتوی اس بات پر ہے کہ مہر کرنا ضروری ہے اور جب گواہون کو سپرد کیا گیا
تو فتوی اس بات پر ہوگا کہ مہر نہین ہے پھر جب کتاب قاضی مکتوب الیہ پاس پہنچے تو قبول نکرے اوس کتاب کو مگر مدعی علیہ کے سامنے
اور دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتون کی گواہی سے جو کتاب پیش کرتے ہین تو جب گواہی دین گواہ اس بات کی کہ یہ کتاب فلان قاضی کی ہے
بعد اوسکو وہی قاضی نے اپنے محکمے مین اور مہر کی تھی اوسپر اور دی تھی ہمکو تو اوسکی مہر دیکھکر کھولے اور مدعی علیہ کو سناوے
اور لازم کرے اوسپر حکم کو **ف** یعنی اوس گواہی کی وجہ جو کتاب مین مندرج ہے مدعی علیہ پر جو امر لازم آتا ہے اوسکا فیصلہ کر دیوے
ص اور قاضی مکتوب الیہ جب فیصلہ کرے اوس کتاب کے ساتھ اوسوقت تک قاضی کاتب قاضی ہووے تو اگر قاضی کاتب قبل کتاب پہونچنے کے
مر جاوے یا معزول ہو جاوے تو کتاب باطل ہو جاویگی اسیطرح اگر قاضی مکتوب الیہ کتاب پہنچنے کے معزول ہو جاوے تو بھی کتاب باطل ہو جاویگی مگر جب کہ
قاضی کاتب نے بعد نام قاضی مکتوب الیہ کے لکھا ہووے کہ مسلمانون کے قاضیون مین سے جسکے پاس یہ خط پہنچے وہ اوسکی تعمیل کرے

تو مکتوب الیہ کے سننے سے باطل نہوگی اور امام ابو یوسف کے نزدیک یہ شرط نہین کہ قاضی کاتب قاضی معین کو لکھے بلکہ کاتب کو اختیار ہے
اسی طرح لکھے کہ کتاب جس قاضی کے پاس مسلمانون کے قاضیون سے پہونچے وہ اوسکی تعمیل کرے کیونکہ معین کرنا کتاب کا بغرض فائدہ
ہے اور اگر کتاب پہونچنے کے اول مدعی علیہ مرجاوے تو جاری کیجاویگی کتاب اوسکے وارث پر اور صحیح ہے قاضی ہونا عورت کا سب معاملات
مین سوا حدود و قصاص کے **ف** اسواسطے کہ قضا نظیر شہادت ہے اور شہادت عورت کی حدود و قصاص مین مقبول نہین تو
قضا بھی مقبول نہوگی در مختار مین ہے کہ اگرچہ قضا عورت کی صحیح ہے سوا حدود و قصاص کے باقی معاملات مین لیکن عورت کا قاضی بنانیوالا
گنہگار ہوگا بسبب حدیث بخاری کے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہین فلاح پاوینگے وہ لوگ جنہون نے سپرد کیا کام اپنا عورت کو انتہی
ص قاضی اپنا نائب کسیکو نہین بنا سکتا مگر وہ قاضی جسکو اختیار دیا ہو بادشاہ نے نائب بنا لینے کا تو اگر ایسے قاضی نے اپنا نائب بنایا
پھر قاضی معزول ہوا یا مرگیا تو نائب معزول نہوگا اسی طرح وکیل کو اختیار نہین کہ دوسرے کو وکیل اپنا بناوے مگر اس صورت مین جب موکل نے
اوسکو اجازت دی ہو تو یہان بھی پہلے وکیل کے معزول ہونے یا مرجانے سے وکیل وکیل معزول نہوگا اسواسطے کہ وکیل وکیل درحقیقت نائب
ہے اصل موکل کا نہ وکیل اول کا **ف** ہدایہ مین ہے کہ جو شخص حاکم کی طرف سے امام جمعہ ہو تو وہ خلیفہ اپنا بنا سکتا ہے گو اوسکو اس بات کا حاکم
کیطرف سے اختیار نہو کیونکہ جمعہ ایک شی موقت ہے خوف ہے اوسکے فوت ہوجانیکا تو امر بالامامت گویا اذن بالاستخلاف ہے بخلاف
قضا کے **ص** جس قاضی کو اختیار نائب کے مقرر کرنے کا نہین دیا گیا اوسنے اگر نائب بنایا اور نائب نے منوب کے سامنے فیصلہ
کیا یا بعد فیصلہ کے منوب کی راے شریک ہوگئی تو جائز ہوجاویگا **ف** اسواسطے کہ جب قاضی اول کی راے شریک ہوگئی تو گویا
اول ہی نے قضا کی **ص** اسیطرح جس وکیل کو اختیار دوسرے کو وکیل بنانے کا نہین دیا گیا اوسنے اگر وکیل بنایا اور بعد اوسکے وکیل وکیل نے
روبرو وکیل کے وہ کام کیا یا وکیل کی راے اوسمین شریک ہوگئی یا موکل نے جسوقت پہلے وکیل کو وکیل کیا تھا کسی چیز کی خرید کیلیے
تو اوسکی قیمت بیان کردی تھی تو ان سب صورتون مین وکیل وکیل کا تصرف صحیح ہوجاویگا اور مثل تصرف وکیل کے گنا جاویگا
اگر موکل نے وقت توکیل کے وکیل سے یہ کہا کہ تو اپنی راے پر عمل کر تو اس کہنے سے وکیل کو اختیار ہوجاویگا کہ دوسرے شخص کو وکیل کرے

باب مرافعہ کے بیان مین

اگر ایک قاضی کے حکم کا مرافعہ ہوا دوسرے قاضی کے پاس تو قاضی ثانی نافذ کرے پہلے قاضی کے حکم کو مسائل اختلافیہ
مین **ف** یعنی اگر اون مسائل مین جنمین صحابہ یا تابعین یا تبع تابعین کا اختلاف تھا قاضی نے کسیکا قول اختیار کرکے
قضا کردی بعد اوسکے دوسرے قاضی کے پاس مرافعہ ہوا تو قاضی ثانی پہلے قاضی کا حکم فسخ نہین کرسکتا مگر یہان قاضی
اول سے قاضی مجتہد ہے کیونکہ سوا مجتہد کے اور کسیکو یہ بات نہین پہونچتی کہ مسائل مختلف فیہا مین جسکا قول چاہے اختیار کرے
اور قاضی مقلد کا حکم اپنے مذہب کے مخالف ہرگز نافذ نہوگا قنیہ **ص** لیکن وہ حکم فسخ کرے جو مخالف ہو کتاب کے **ف** اگرچہ
دوسرے مجتہد کا اتفاق ہو **ص** جیسے ایک قاضی نے حکم کیا حلت گوشت اوس جانور کا جسپر وقت ذبح کے بسم اللہ قصداً ترک
کی گئی ہو کیونکہ مخالف ہے آیت کریمہ ولا تاکلوا مما لم یذکر اسم اللہ علیہ کے **ف** یعنی نکھاؤ تم وہ جانور جسپر نہین
ذکر کیا گیا نام خدا کا جاننا چاہیے کہ مسلمان وقت ذبح کے اگر بھولکر تسمیہ ترک کردیوے تو وہ ذبیحہ اور گوشت حلال ہے ہمارے نزدیک بھی اور
شافعی کے نزدیک بھی تو اوسکی بیع بھی جائز ہوگی اور اگر قصداً ترک کردیوے تو وہ ذبیحہ ہمارے نزدیک حرام ہوجاویگا اور بیع بھی اوسکی

ناجائز اور شافعی کے نزدیک بیع اور اکل دونون جائز ہین تو یہ حکم شافعی کا مخالف ہے اوس آیت کتاب اللہ کے جو اوپر گذری تو قاضی اول نے اگر حکم صحت بیع ایسے ذبیحہ کا جس پر بسم اللہ عمداً ترک کی ہو کیا تو قاضی ثانی اوسکو منسوخ کر دیوے **ص** یا مخالف ہو حدیث مشہور کے جیسے قاضی اول نے حکم کیا مطلقہ ثلث **ف** یعنی وہ عورت جسکو اوسکے خاوند نے تین طلاق دیے ہون **ص** کی حلت کا واسطے شوہر اول کے صرف نکاح زوج ثانی سے بدون وطی کے موافق مذہب سعید بن المسیب کے اسواسطے کہ یہ مخالف ہے حدیث مشہور کے یعنی قول حضرتؐ کا واسطے عورت رفاعہ کے نہین ہوگا یہ جب تک تو نہ چکھے شیرینی عبد الرحمن بن زبیر کی اور وہ شیرینی تیری **ف** روایت کیا اوسکو بخاری اور مسلم نے اور گذری یہ حدیث کتاب الطلاق مین قصے سمیت **ص** یا مخالف ہووے اجماع مسلمین کے جیسے قاضی اول نے حکم کیا حلت متعہ کا اسواسطے کہ صحابہ نے اجماع کیا اوسکے فساد پر **ف** اور گذرے دلائل حرمت متعہ کے کتاب النکاح مین **ص** تو حاصل یہ ہے کہ قاضی نے جب مسالہ مجتہد فیہ مین حکم دیا تو وہ مجتہد فیہ مجمع علیہ ہو جاویگا اور قاضی ثانی پر نافذ کرنا اوسکا واجب ہے لیکن یہ صورت جب ہے کہ قاضی اول نے اپنی راے کے موافق حکم دیا ہو اور جو اپنی راے کے خلاف حکم دیگا تو اوسکا بیان آگے آتا ہے اور یہ بھی ضرور ہے کہ قاضی جانتا ہو اختلاف مجتہدین کو تو اگر قاضی نہ جانتا ہو اختلاف مجتہدین کو تو اوسکی قضا جائز نہین اور نہ قاضی ثانی اوسکو جاری کرے مجتہد فیہ سے مراد یہ ہے کہ محل قضا یعنی جس حکم مین قضا ہوتی ہے اوسمین اختلاف ہو اور جو خود قضا مین اختلاف ہووے جیسے قضا علی الغائب **ف** اسکا بیان آگے آتا ہے **ص** تو وہ قاضی اول کی حکم کر دینے سے مجمع علیہ نہوگا اور قاضی ثانی کو اوسکا نسخ پہونچتا ہے ہان اگر قاضی ثانی بھی اوسکو جاری کر دے تو اب وہ مجمع علیہ ہو جاویگا اب اگر قاضی ثالث پاس مرافعہ ہوگا تو وہ منسوخ نہین کر سکتا اجماع مین اتفاق اکثر مجتہدین کا کافی ہے تو جب اکثر ایک امر پر متفق ہو جاوینگے وہ امر متفق علیہ شمار کیا جاویگا اور مخالفت بعض کی معتبر نہوگی **ف** ہدایہ مین بھی یہی اختیار کیا ہے لیکن اصول فقہ کی کتابون مین مذکور ہے کہ خلاف ایک شخص کا بھی مانع انعقاد اجماع ہے اور اجماع نہین ہوتا مگر سب کے اتفاق سے **ص** اور ہدایہ مین لکھا ہے کہ مسئلہ مختلف فیہ سے مراد یہ ہے کہ صدر اول یعنی صحابہ و تابعین کا اختلافی ہو لیکن اصح یہ ہے کہ یہ کچھ ضرور نہین بلکہ اختلاف شافعی کا بھی معتبر ہے **ف** اور اسیطرح مالک و احمد کا اور یہ لوگ نہ صحابہ مین سے ہین نہ تابعین مین سے **ص** اور نافذ ہے قاضی کا حکم ظاہر و باطن مین **ف** یعنی فی الدنیا اور فیما بینہ و بین اللہ **ص** کسی شی کی حرمت یا حلت پر اگرچہ جھوٹی گواہی سے ہووے اور صاحبین کے نزدیک نافذ ہے ظاہر مین نہ باطن مین **ف** جاننا چاہیئے کہ امام اعظمؒ کے نزدیک اگر مدعی دعوی کرے ایک شی کا بسبب معین یعنی سبب ملک کو بیان کرے اور جھوٹے گواہ لاوے اور محل قابل ہو حکم کے اور قاضی نجانتا ہو کہ یہ گواہ جھوٹے ہین تو قضا نافذ ہے ظاہر اور باطن مین نفاذ ظاہر سے مراد یہ ہے کہ اگر مثلاً مدعی نے ایک عورت پر دعوی نکاح کا کیا یعنی یہ میری منکوحہ ہے اور عورت نے انکار کیا تب مدعی نے گواہ جھوٹے پیش کر دیے نکاح کے قاضی پاس تو قاضی عورت کو مدعی کے سپرد کرے اور عورت سے کہے کہ تو اپنی ذات پر قدرت دے زوج کو اور نفقہ وغیرہ لوازم زوجیت کا حکم کرے **ف** اور نفاذ باطن سے مراد یہ ہے کہ مرد کو وطی اور عورت کو شوہر کا اپنے اوپر قادر کرا دینا عند اللہ حلال ہے اور صاحبین کے نزدیک صاف ظاہر احکم قاضی نافذ ہوگا یعنی عند اللہ زوج اور زوجہ کو وطی درست نہین ہوگی اور یہی مذہب ہے زفر اور ائمہ ثلثہ کا در مختار مین ہے کہ اسی پر فتوی ہے لیکن بحر الرائق مین ہے کہ قول امام ابو حنیفہ کا قوی ہے دلیل مذہب صاحبین کی ظاہر ہے اور امام ابو حنیفہ کے مذہب پر یہ اشکال ہے کہ حرام محض کسطرح سبب ملک کا

حلت کا فیما بینہ و بین اللہ جواب اوسکا یہ ہی کہ تصرف حرام محض یعنی شہادت دروغ گواس جہت سے کہ وہ دروغ ہی سبب حلت کا نہیں
کیا بلکہ حکم قاضی کا مثل انشاء عقد جدید کے ہی اور ایسا عقد حرام نہین ہی بلکہ واجب ہی کیونکہ قاضی دروغگوئی شہود کو نہین جانتا
امام صاحب کی دلیل نقلی وہ ہی جسکو ذکر کیا محمد نے مبسوط مین کہ پہونچا ہمکو حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے کہ ایک شخص نے اونکے پاس گواہ قائم
کر دیے ایک عورت کے نکاح پر اور عورت نے انکار کیا تو حضرت علی نے حکم دیدیا عورت کو کہ جاوے مرد پاس تو کہا عورت نے کہ اس نے
نہین نکاح کیا ہی مجھ سے اب اگر آپنے ایسا ہی حکم کیا ہو تو آپ نکاح پڑھوا دیجیے فرمایا حضرت علی نے مین نہین تجدید کرونگا نکاح کی
نکاح کر دیا تیرا دونون شاہدون نے تو اگر دونون مین نکاح منعقد نہو جاتا آپکی قضا سے تو آپ تجدید نکاح سے امتناع نکرتے باوجودیکہ عورت
طالب تھی نکاح کی اور مرد راغب تھا اور آپ محفوظ رہتے دونون زنا سے انتہی اور یہ جو ہمنے قید لگائی کہ دعوی مدعی ایک سبب معین کے
ساتھ ہو تو اوسکا فائدہ یہ ہی کہ اگر دعوی ملک مطلق ہوگا مثلاً ایک شخص نے دعوی کیا ایک لونڈی کی ملک کا اور دو گواہ جھوٹے قائم کر دیے
اور قاضی نے حکم کر دیا ملک کا واسطے مدعی کے تو یہان پر مدعی کو وطی اوسکی حلال نہوگی بالاجماع اور یہ جو کہا کہ محل قابل ہو حکم کے سو اسواسطے
کہ اگر محل غیر قابل ہوگا جیسے وہ عورت کسیکی منکوحہ ہو یا معتدہ یا مرتدہ یا مدعی کی محرم ہو بسبب مصاہرت یا رضاع کے تو قضا نافذ
نہوگی اسواسطے کہ محل صالح نہین ہوا اس بات کا کہ قضا قاضی انشای عقد جدید سمجھی جاوے اور قاضی کا نہ جاننا اسواسطے شرط ہوا کہ اگر
قاضی دروغگوئی شہود کو جانتا ہووے تو قضا نافذ نہوگی کذا فی الطحطاوی **ص** اور اگر قاضی اوس مسئلہ مجتہد فیہ مین خلاف
اپنی راے کے حکم دیا اپنا مذہب بھولکر یا قصداً تو صاحبین کے نزدیک یہ قضا نافذ نہوگی اور اسی پر فتوی ہی اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک
اگر بھولکر دیا تو نافذ ہوگی اور اگر جان بوجھ کر دیا تو اوس مین دو روایتین ہین **ف** یہ سب اختلاف قاضی مجتہد مین ہی اور قاضی مقلد کا
فتوی خلاف اپنے مذہب کے نافذ نہوگا خواہ قصداً ہو یا بھولکر اور خلاف مذہب سے مراد یہ ہی کہ حنفی بمذہب شافعی یا مالکی حکم کرے یا بالعکس تو نافذ
نہوگا اور اگر حنفی امام کا قول چھوڑکر صاحبین کے قول پر حکم کرے تو یہ حکم بخلاف مذہب نہین ہی بلکہ نافذ ہو جاویگا اور قاضی ثانی کو
مرافعہ اوسکا فسخ نہین پہونچتا چنانچہ در رمین ہی اور اوس صورت مین ہی کہ حاکم نے قاضی کی قضا کو مقید بمذہب امام نکر دیا ہو ورنہ
وہ معزول ٹھہریگا نسبت قول غیر امام کے تو قول غیر امام پر حکم اوسکا بالکل نافذ نہوگا اسواسطے کہ تخصیص قضا کی زمان اور مکان سے
درست ہی طحطاوی مع زیادۃ **ص** قاضی حکم کرے شخص غائب پر **ف** اور نہ غائب کے لیے یعنی نہ غائب کا مقضی علیہ ہونا صحیح
نہ مقضی لہ بلکہ حکم ہی نافذ نہین ہر قول مفتی بہ مذہب مختار اور امام شافعی اور امام مالک اور احمد کے نزدیک غائب پر حکم کرنا جائز ہی
بدلیل حدیث البینۃ علی المدعی والیمین علی من انکر تو حضور خصم کو شرط کرنا اس حدیث پر زیادت ہی بلا دلیل اور ہماری
دلیل وہی حدیث حضرت علی کی ہی جو اوپر گذری کہ فرمایا حضرت نے نہ فیصلہ کر تو ایک کے لیے جب تک سن نہ لے کلام دوسرے کا روایت
کیا اوسکو ابوداود اور احمد اور اسحق اور طیالسی اور حاکم نے تو اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دوسرے کا کلام معلوم نہونا مانع حکم ہی اور یہ بات
پائی جاتی ہی خصم کے غائب ہونے مین اور اوسکے نائب کے بھی غائب ہونے مین اور اسواسطے کہ شہادت کا حجت ہونا اسپر موقوف ہی کہ منکر خصم
ہووے اور طعن فی الشہادۃ سے اور اوسکا عجز ہونا اوسکے حضور کے معلوم نہین ہوسکتا کذا فی الفتح القدیر **ص** مگر اوس صورت مین کہ
نائب اوسکا حاضر ہووے حقیقۃ جیسے غائب کا وکیل کہ وہ غائب کے قائم مقام ہی یا شرعاً جیسے قاضی کا وصی یعنی جسکو قاضی نے مقرر کیا یا حکماً
اسطرح کہ جس چیز کا دعوی ہی غائب پر وہ بالضرور سبب ہووے اوس چیز کا جسکا حاضر پر دعوی کرتا ہی **ف** تو اگر دعوی علی الغائب کے سبب

پڑنے مین واسطے ادعا علی الحاضر کے شک پڑ جاویگی تو اس صورت مین دعوی مقبول نہوگا مثلاً ایک لونڈی خریدی پھر اوسکے
مالک پر یہ دعوی کیا کہ اوسنے نکاح ایک شخص غائب سے کر دیا تھا اور غرض اس سے یہ ہے کہ بسبب عیب نکاح کے لونڈی واپس ہو جاوے تو یہ لونڈی کے
واپسی کا حکم نہوگا کیونکہ تزویج غائب رد علی المولی کا سبب بالضرور نہین اسواسطے کہ احتمال ہے کہ غائب نے اوسکو طلاق دی ہو اور عیب
زائل ہو گیا ہو **ص** مثال دوسری یہ ہے کہ زید نے دعوی کیا عمرو پر جو قابض ہے ایک مکان پر کہ یہ مکان مینے بکر سے خرید کیا تھا
اور بکر غائب ہے عمرو نے جب انکار کیا تو زید نے اپنے دعوی پر گواہ پیش کیے اور قاضی نے فیصلہ کر دیا عمرو پر تو یہ حکم بکر پر بھی ہو جاوے
گا یعنی کہ اگر بکر حاضر ہو کر بیع کا انکار کرے تو معتبر نہوگا **ف** اگرچہ بکر وقت قضا کے غائب تھا اسواسطے کہ ادعا علی الغائب
یعنی خرید نا گھر کا سبب ہے ادعا علی الحاضر یعنی مالکیت کا اسواسطے کہ مالک سے خرید کرنا سبب ہے ملک کا لا محالہ غایۃ الاوطار اور جو دعوی
کیا جاوے غائب پر اگر وہ شرط ہو اوس دعوی کی جو حاضر پر ادعا ہو **ف** اور پہلی صورت مین سبب تھا **ص** چنانچہ
اگر غلام نے اپنے میان پر اسکا دعوی کیا کہ اوس نے معلق کیا تھا میری عتق کو زوجہ زید کے تطلیق پر اور گواہ لایا
زید کی زوجہ کے مطلقہ ہونے پر زید کی غیبت مین تو گواہ مقبول نہونگے صحیح قول پر اور سبب مین اسواسطے مقبول ہین کہ سبب
اصل ہے مسبب کا تو حاضر نائب ہوگا صاحب سبب کا یعنی غائب کا مانند وکیل کے اور ایسا نہین جب کہ شرط ہووے یعنی شرط اصل نہین ہے نسبت
مشروط تو حاضر غائب کا نائب نہین ہو سکتا یہ حکم شرط مین جب ہے کہ اوسمین حق غائب کا ابطال ہووے چنانچہ مطلقہ ہونا زوجۂ زید کا
صورت مذکورہ مین کہ اسصورت مین زید کے حق کا ابطال لازم آتا ہے تو اگر غائب کا حق باطل نہوتا ہو چنانچہ ایک شخص نے طلاق اپنی
عورت کا معلق کیا زید کے گھر مین جانے پر تو ثبوت دخول دار کے گواہ عورت کی جانب سے مقبول ہونگے بحالت غائب ہونے زید کے اسواسطے
کہ زید کا درصورت ثبوت دخول دار کچھ ضرر نہین **ص** قاضی کو اختیار ہے کہ یتیم کا مال قرض دیوے کسیکو اور لکھوا لیوے تمسک **ف**
چونکہ قاضی کو بسبب کثرت اشغال کے حفاظت اموال کی فرصت نہین ہوتی لہذا قاضی کو درست ہے کہ یتیم کا مال حتی المقدور
ایسی جگہ لگادے کہ اوسمین زیادتی ہو جیسے کسی کو بطور مضاربت کے دیدے یا مکان یا زمین یا غلام کمائی دار جس سے آمدنی ہو خرید کر لے اگر یہ
نہوسکے تو کسی ایسے کو جو غنی امانت دار ہو دے قرض بھی دے سکتا ہے وثیقہ لکھوا کر بشرطیکہ یتیم کا وصی موجود نہووے اور جو یتیم کا وصی موجود ہووے
تو قاضی کو قرض دینا ممنوع ہے قنیہ **ص** اور وصی کو درست نہین کہ یتیم کا مال کسیکو قرض دیوے اور اسیطرح باپ کو بھی صحیح
قول مین درست نہین کہ بیٹے کا مال قرض دیوے اگر دیگا تو ضامن ہوگا **ف** اگر باپ یا وصی صغیر مسرف ہو یعنی فضول
خرچ ہو تو قاضی کو پہونچتا ہے کہ باپ اور وصی سے مال لیکر کسی شخص عادل کے پاس رکھدے تو در مختار

مسائل الحاقیہ

جب مدعی علیہ
چھپ رہے اور کسیطرح دار القضا مین حاضر نہووے تو قاضی مدعی سے ثبوت لیکر مدعی علیہ کیطرف سے ایک وکیل بنا کر حکم کر دیوے
در مختار شامی نے اسکی صورت یون لکھی ہے کہ ایک شخص نے قاضی کے پاس آنکر دعوی کیا کہ میرا فلانے پر حق ہے اور وہ چھپ کر
بیٹھ رہا ہے اپنے گھر مین تو قاضی لکھے والی شہر کو اوسکے احضار کے لیئے تو اگر والی شہر اوسکو نپاوے اور مدعی درخواست کرے مہر ہونیکی
اوسکے مکان پر تو اگر لاوے دو گواہ اس بات پر کہ مدعی علیہ اپنے مکان مین ہے اور گواہ کہین کہ تین دن پاکر ہوئے کہ جنکے مدعی نے
کو دیکھا تھا تو مہر کردے اوسکے مکان پر اور اگر تین دن سے زیادہ بیان کرین تو نہین اور صحیح یہ ہے کہ یہ تفویض ہے رائے حاکم کیطرف تو جب
مہر ہو گئی اور مدعی نے درخواست کی کہ مدعا علیہ کیطرف سے وکیل مقرر کیا جاوے تو قاضی اپنا رسول اور دو گواہ بھیجے مدعی علیہ کے

مکان پر اور وہ رسول تین بار پکارے تین مرتبہ اون گواہون کے سامنے کہ ای فلان ولد فلان قاضی یہ کہتا ہی مجلس حاضر ہو تو مع اپنے مدعی کے دار القضا مین ورنہ مین تیری طرف سے وکیل مقرر کرکے حکم کر دون گا اور مدعی کے گواہ بدون تیرے قبول کر لونگا اسیطرح تین دن کہ جسمے تین دن گذر جاوین اور مدعی علیہ حاضر نہووے تو قاضی اوسکی طرف سے وکیل مقرر کرکے مدعی کے گواہ سنے اور اوسکے وکیل کے سامنے مدعی علیہ پر فیصلہ کر دیوے انتہی **مسالہ** اگر مدعی نے وقت استحقاق دعوی سے لیکر پندرہ برس تک بلا عذر شرعی دعوی نہ کیا تو وہ دعوی نسنا جاویگا مگر وقف اور میراث کا دعوی کہ اس مین طول مدت مانع نہین البتہ اگر تینتیس سال گذر جاوینگے تو دعوی وقف و ارث بھی مسموع نہین اور بعض فقہا کے نزدیک دعوی ارث مثل اور دعاوی کے پندرہ سال کے بعد مسموع نہوگا وقت استحقاق سے میعاد محسوب ہوگی فائدہ اس قید کا یہ ہی کہ مثلا ایک عورت نے بیس برس تک اپنے خاوند کی حیات مین دعوی مہر نہ کیا بعد اوسکے خاوند مرگیا یا اوسنے طلاق دیا تو عورت کا اب دعوی مہر مسموع ہوگا اسواسطے کہ استحقاق طلب مہر وقت طلاق یا وقت موت سے حاصل ہوا ہی اور وقت استحقاق سے اتنی مدت منقضی نہین ہوئی دعوی مسموع نہونے سے یہ لازم نہین آتا کہ مدعی کا حق بوجہ امتداد میعاد کے ساقط ہو جاوے بلکہ اگر مدعی علیہ مقر ہووے تو دعوی مسموع ہوویگا اگرچہ مدت طویل گذر گئی ہو **مسالہ** قاضی کو بعد پائے جانے شرائط حکم کے حکم مین تاخیر کرنا درست نہین مگر تین سبب سے یا شک و اشتباہ ہو یا امید صلح کی ہو یا مدعی مدعی علیہ کوئی ان دونون مین سے مہلت مانگے اور ایک چوتھی وجہ طحطاوی مین ہی وہ یہ ہی کہ قاضی کو اہل شہر کے فتوی پر اعتماد نہو اور دوسرے شہر کے علما سے فتوی دریافت کرین تو تاخیر قضا سے گنہگار نہوگا قاضی کو اپنا حکم پلٹ دینا بھی درست نہین مگر تین صورتون مین اگر حکم کیا اپنے علم اور دانست پر پھر غلط نکلا یا حکم کی خطا ظاہر ہوئی یا اپنے مذہب کے مخالف حکم دیا در مختار **مسالہ** مسلمان بادشاہ کی اطاعت امور موافق شرع مین واجب ہی نہ مخالف شرع مین تو اگر بادشاہ نے حکم دیا کہ گواہون سے حلف لی جایا کرے تو قاضیون کو چاہیے کہ بادشاہ کو فہمایش کرکے اس حکم سے باز رکھین اگرچہ بعض فقہا نے لکھا ہی کہ تحلیف شاہد بنظر زمانہ درست ہی لیکن صحیح نہین ہی

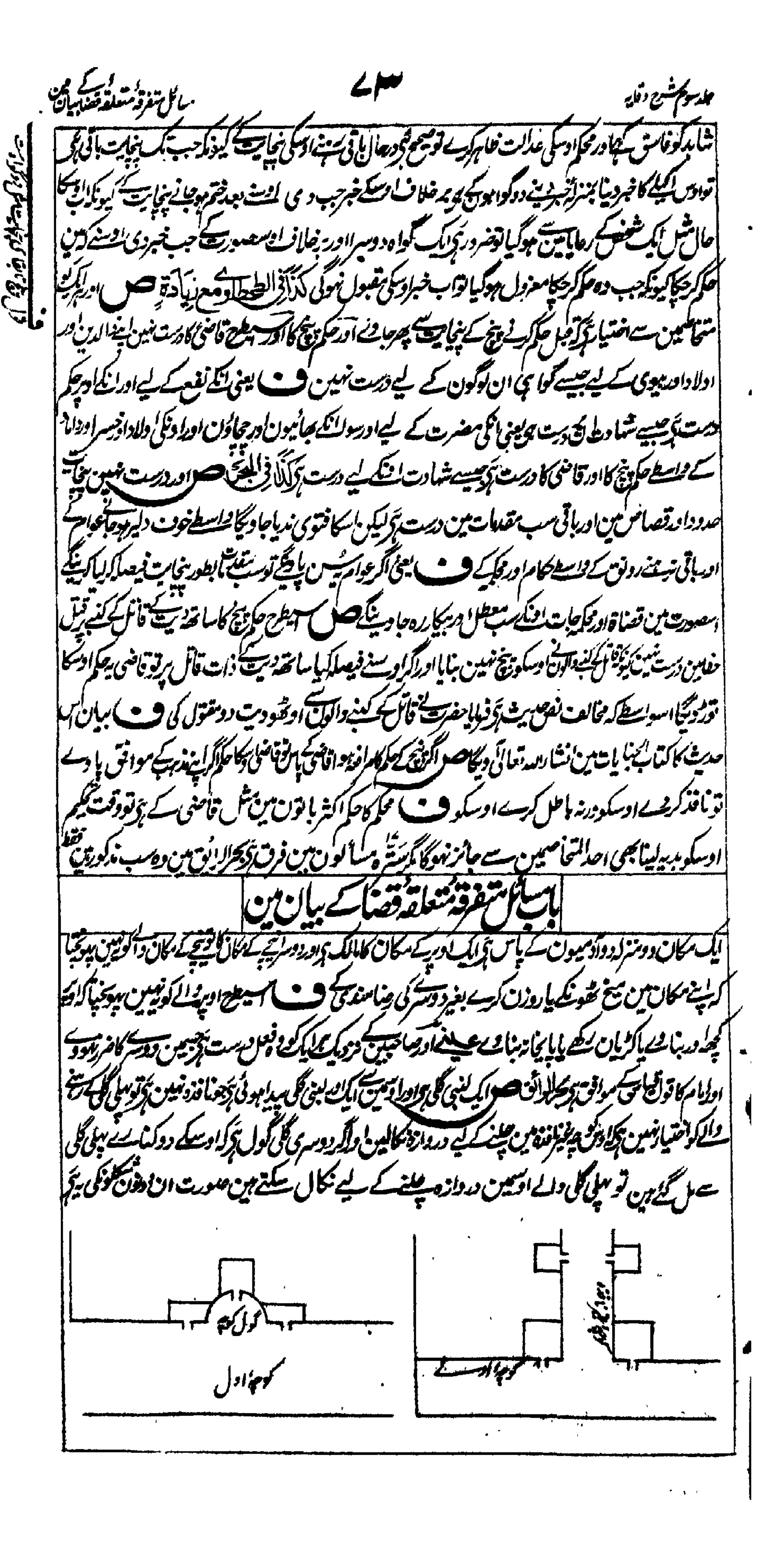
باب پنچایت کے بیان مین

یعنی پنچ مقرر کرنے کے بیان مین عربی مین اوسکو تحکیم کہتے ہین تحکیم بھی قضا کی فروع سے ہی اور محکم یعنی پنچ کا رتبہ کمتر ہی قاضی سے حکمرانی مین اسواسطے کہ قاضی کا حکم عام ہی اور محکم کا حکم فقط اوسی پر مخصوص ہی جسنے اوسکو پنچ ٹھہرایا اور پنچایت کا جواز حدیث سے ثابت ہی اسواسطے کہ ابو شریح سے مروی ہی کہ مینے کہا یا رسول اللہ میری قوم مین جب اختلاف پڑتا ہی کسی چیز پر تو لاتے ہین وہ میرے پاس مین اون مین حکم کر دیتا ہون تو فرمایا حضرت علیہ السلام نے کیا خوب ہی یہ روایت کیا اوسکو نسائی نے کذا فی فتح القدیر **ص** صحیح ہی پنچ بنانا مدعی مدعی علیہ کا اوس شخص کو جو صلاحیت قضا کی رکھتا ہی **ف** یعنی ضرور ہی کہ حکم مسلمان آزاد عاقل بالغ عادل ہو نابینا ہو نہ گونگا نہ محدود فی القذف کما مر اور فاسق اگر پنچ بنایا گیا تو جائز ہوجاویگا کما مر **ہدایہ ص** جب دونون تخاصمین نے اپنی رضامندی سے ایک شخص کو پنچ بنایا اور اوسنے حکم کیا ساتھ گواہون کے یا اقرار کے یا نکول کے تو لازم ہوگا وہ حکم تخاصمین پر **ف** اور اوسکا حکم باطل نہوگا دونون کے معزول کر دینے سے بسبب صادر ہونے حکم کے ولایت شرعی سے در مختار **ص** صحیح ہی خبر دینا پنچ کا احد المتخاصمین کے اقرار اور شاہدین کی عدالت کا اپنے پنچ ہونے کے زمانے مین **ف** یعنی اگر مدعی علیہ شرارت کرے اور محکم حاکم کو اوسکے اقرار کی خبر دے اثبات حق کے واسطے یا مدعی

شاہد کو فاسق کہا اور محکم اوسکی عدالت ظاہر کرے تو صحیح ہی درحال باقی رہنے اوسکی پنچایت کے کیونکہ جب تک پنچایت باقی ہی
تو اوس اکیلے کا خبر دینا بمنزلہ خبر دینے دو گواہوں کے ہی برخلاف اوسکے خبر جب دی لوٹ بعد ختم ہوجانے پنچایت کے کیونکہ اب اوسکا
حال مثل ایک شخص کے رعایا مین سے ہوگیا تو ضرور ہی ایک گواہ دوسرا اور برخلاف اوس صورت کے جب خبر دی اوسنے کہ مین
حکم کرچکا کیونکہ جب وہ حکم کرچکا معزول ہوگیا تو اب خبر اوسکی مقبول نہوگی کذا فی الطحطاوی مع زیادۃ ص اور ہر ایک
متخاصمین سے اختیار ہی کہ قبل حکم کرنے پنچ کے پنچایت سے پھر جاوے اور حکم پنچ کا اور اسیطرح قاضی کا درست نہین اپنے والدین اور
اولاد اور بیوی کے لیے جیسے گواہی ان لوگون کے لیے درست نہین ف یعنی انکے نفع کے لیے اور انکے اوپر حکم
درست ہی جیسے شہادت بھی درست ہی یعنی انکی مضرت کے لیے اور سوا انکے بھائیون اور چچاؤن اور اونکی اولاد اور خسر اور داماد
کے واسطے حکم پنچ کا اور قاضی کا درست ہی جیسے شہادت انکے لیے درست ہی کذا فی البحر ص اور درست نہین پنچایت
حدود اور قصاص مین اور باقی سب مقدمات مین درست ہی لیکن اسکا فتوی ندیا جاویگا واسطے خوف دلیر ہوجانے عوام کے
او باقی نرہنے رونق کے واسطے حکام اور محکمہ کے ف یعنی اگر عوام یہ سن پاوینگے تو سب مقدمات بطور پنچایت فیصلہ کرلیا کرینگے
اس صورت مین قضاۃ اور محکمہ جات اونکے سب معطل اور بیکار رہ جاوینگے ص اسیطرح حکم پنچ کا ساتھہ دیت کے قاتل کے کنبے پر قتل
خطا مین درست نہین کیونکہ قاتل کے کنبے والون نے اوسکو پنچ نہین بنایا اور اگر اوسنے فیصلہ کیا ساتھہ دیت کے ذات قاتل پر تو قاضی یہ حکم اوسکا
توڑ دیگا اسواسطے کہ مخالف نص حدیث ہی فرمایا حضرت نے قاتل کے کنبے والون سے اوٹھو دیت دو مقتول کی ف بیان اس
حدیث کا کتاب الجنایات مین انشاء اللہ تعالی ویگا ص اگر پنچ کے حکم کا مرافعہ ہوا قاضی کے پاس تو قاضی اوسکا حکم اگر اپنے مذہب کے موافق پاوے
تو نافذ کرے اوسکو ورنہ باطل کرے اوسکو ف محکم کا حکم اکثر باتون مین مثل قاضی کے ہی تو وقت تحکیم
اوسکو ہدیہ لینا بھی احد المتخاصمین سے جائز نہوگا مگر ستر مسائلون مین فرق ہی بحر الرائق مین وہ سب مذکور ہین فقط

باب مسائل متفرقہ متعلقہ قضا کے بیان مین

ایک مکان دو منزلہ دو آدمیون کے پاس ہی ایک اوپر کے مکان کا مالک ہی اور دوسرا نیچے کے مکان کا تو نیچے کے مکان والے کو نہین پہونچتا
کہ اپنے مکان مین میخ ٹھونکے یا روزن کرے بغیر دوسرے کی رضامندی کے ف اسیطرح اوپر والے کو نہین پہونچتا کہ اوسپر
کچھہ اور بناوے یا کڑیان رکھے یا پاخانہ بناوے عینے اور صاحبین کے نزدیک ہر ایک کو وہ فعل درست ہی جسمین دوسرے کا ضرر نہووے
اور امام کا قول قیاس کے موافق ہی بحر الرائق ص ایک لمبی گلی ہی اور اوسمین سے ایک اور لمبی گلی پیدا ہوئی ہی جو نافذ نہین ہی تو پہلی گلی کے رہنے
والے کو اختیار نہین ہی کہ اوس کوچہ غیر نافذہ مین چلنے کے لیے دروازہ نکالین اور اگر دوسری گلی گول ہی کہ اوسکے دو کنارے پہلی گلی
سے مل گئے ہین تو پہلی گلی والے اوسمین دروازہ چلنے کے لیے نکال سکتے ہین صورت ان دونون گلیونکی یہ ہی



لیکن شرط یہ ہے کہ وہ جو دوسری گلی گول ہے نصف دائرہ کے مقدار ہو یا اوس سے کم ہو کیونکہ اگر نصف دائرہ سے زیادہ ہو گی تو بھی پہلی گلی والون کو وہان دروازہ واسطے چلنے کے نکالنا درست نہوگا صورت اوسکی یون ہے

ف اور ان سب صورتون مین ہوا آنے کے لیے کھڑکی یا دروازہ بنانا یا روشنی کے لیے درست ہے یعنے لیکن ہدایہ مین ہے کہ اصح یہی ہے کہ مطلقا دروازہ کھولنا اول کوچے والے کو جائز نہین خواہ چلنے کے لیے ہو یا اور کسی کام کے لیے

کیونکہ بعد دروازہ کھول لینے کے دوسری گلی والے چلنے سے ہر ساعت منع نہین کر سکتے اور احتمال ہے کہ دروازہ لگا کر وہی ہو جاوے کسی حق کا دوسری گلی مین ص ایک شخص نے دعوی کیا ایک گھر کا جو دوسرے کے قبضے مین ہے کہ قابض نے مجھے یکم فلان وقت مین ف مثلا غرہ رمضان کو ص ہبہ کیا تھا یعنے اوس نے انکار کیا مدعی سے گواہ طلب ہوئے اوس نے کہا کہ مدعی علیہ گھر کی ہبہ سے انکار کیا تھا تو مینے یہ گھر اوس سے خرید لیا تھا یا نہین کہا اور گواہ خرید نے پر اوس گھر کے پیش کیے تو اگر گواہون نے شہادت خرید کی دی بعد وقت ہبہ کے ف مثلا شوال یا ذیقعدہ مین ص تو گواہی مقبول ہو گی اور جو شہادت دی خرید کی قبل وقت ہبہ کے ف مثلا ماہ شعبان یا رجب مین ص تو گواہی مقبول نہو گی ف بسبب تناقض اور تخالف کے درمیان شہادت اور دعوی کے کیونکہ مدعی کے بیان سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ گھر قبل ماہ رمضان ملک مین مدعی علیہ کے تھا اور گواہون کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ ملک مین مدعی کے تھا اور ایسی شہادت نامقبول ہے ص ایک شخص نے[1] دعوی کیا کہ زید نے مجھ سے یہ لونڈی خریدی ہے زید نے اوس سے انکار کیا اور مدعی جھگڑا چھوڑ کر چپ ہو رہا تو اب مدعی کو پہونچتا ہے کہ اوس لونڈی سے وطی کرے ف اسواسطے کہ جب بائع کو حصول ثمن متعذر ہو گیا مشتری سے تو اوسکی رضا فوت ہو گئی اور یہ موجب ہے انفساخ بیع کو تو پھر وہ لونڈی ملک بائع مین آ گئی تو وطی اوسکو درست ہو گی ص ایک شخص نے اقرار کیا کہ مینے فلانے سے دس درہم لیے ہین پھر مدعی ہوا کہ وہ درہم زیف تھے یا نبہرجہ تھے تو اوسکی تصدیق کیجاوے گی ف یعنی قسم سے اوسکا قول مقبول ہو گا ص اور اگر اوسنے دعوی کیا کہ وہ درہم ستوقہ تھے تو قول اوسکا مقبول نہوگا اسیطرح اگر ایک شخص نے اقرار کیا کہ مینے فلانے سے کھرے دس درہم لیے ہین یا مینے اپنا حق پایا یا بائع نے کہا مینے ثمن وصول پائی یا پورا لیا مینے بعد اسکے مدعی ہوا کہ وہ دراہم زیف یا ستوقہ یا نبہرجہ تھے تو اوسکی تصدیق نہو گی ف اسواسطے کہ یہ الفاظ دلالت کرتے ہین کمال قبوض پر تو بعد اسکے دعوی نقصان کیسے مسموع ہو ص جاننا چاہیے کہ زیف اور نبہرجہ قسم سے اون دراہم کے ہین جنمین چاندی غالب ہے ملونی پر مگر یہ کہ چاندی اونمین کھری کی نسبت کم ہے اور کھوٹا پن نبہرجہ کا زیادہ ہے زیف سے تو زیف کو تاجر رد نہین کرتے اور اونمین معاملہ جاری ہوتا ہے مگر یہ کہ بیت المال زیف کو بھی نہین لیتا کیونکہ بیت المال مین نہین داخل ہوتے مگر وہ دراہم جو نہایت کھرے ہین اور نبہرجہ کو تجار بھی پھیر دیتے ہین نبہرجہ کی تفسیر مین اختلاف ہے بعضے یہ کہتے ہین وہ درہم ہے جسکا سکہ مٹ گیا ہو بعضے یہ کہتے ہین کہ چاندی جسکی خراب ہو اور ستوقہ وہ درہم ہے کہ اوسکا تانبا اندر ہو اور اوپر نیچے پت چاندی کی ہو ص زید نے کہا عمرو سے کہ تیرے مجھ پر ہزار درہم ہین عمرو نے اوسکے جواب مین کہا میرے تیرے اوپر کچھ نہین ہے پھر کہنے لگا نہین بلکہ ہزار درہم ہین تو زید پر کچھ لازم نہ آویگا ف اسواسطے

[1] اسی طرح المسائل مین صورت مسئلہ کی یون لکھی ہے کہ زید نے عمرو سے کہا کہ تو نے مجھ سے یہ لونڈی خریدی تھی اور عمرو نے انکار کیا تو عمرو کو اوس سے صحبت کرنی درست ہے اگر زید بالکل دعوی کو چھوڑ دے اور جب اوسکا دعوی چھوڑ دینا ثابت ہو جاوے تو وطی اوسکو جائز ہے اگر وہ صحبت کرنی درست ہے تو فسخ ہو جانے سے ۱۲ منہ

کہ پہلے خود عمرو نے اپنے حق کی نفی کرکے زید کے اقرار کو رد کردیا تو اب پھر دعوی بغیر حجت اور دلیل کے مسموع نہوگا **ص** زید نے عمرو پر دعوی کیا ایک مال کا عمرو نے اوسکے جواب مین کہا تیرا مجھ پر کچھ نہ تھا تب زید نے گواہ قائم کیئے اوس مال پر اوس وقت عمرو کہنے لگا کہ مین یہ مال تجکو ادا کرچکا ہون یا تو مجکو اس مال سے بری کرچکا ہی اور اس امر پر عمرو نے گواہ قائم کیئے تو عمرو کے گواہ مسموع و منظور ہونگے **ف** امام زفر کے نزدیک منظور نہونگے بوجہ تناقض کے ہم یہ کہتے ہین کہ یہان تناقض نہین ہی کبھی ایسا ہوتا ہی کہ آدمی پر کسیکا کچھ نہین ہوتا لیکن واسطے رفع نزاع کے مال دینا قبول کرتا ہی **ص** اور اگر عمرو نے جواب دعوی مین اتنا اور کہا کہ مین تجکو پہچانتا بھی نہین تو اب گواہ اوسکے ادائے مال یا ابرا مدعی پر مسموع و منظور نہونگے بسبب ظہور تناقض کے اور نہ ممکن ہونے توفیق کے کیونکہ داد و ستد اور لین دین اور معاملہ اور ایفاء اور ابراء دو شخصون مین بدون معرفت اور شناسائی کے نہین ہوسکتا اور قدوری نے ذکر کیا ہی کہ گواہ اوسکے مسموع و منظور ہونگے اسواسطے کہ مرد گوشہ نشین جو پردہ مین رہتا ہی اور عورت پردہ نشین گاہے حکم کرتی ہین اپنے وکیلون کو واسطے راضی کرنے مدعی کے اور وہ مدعی علیہ کیطرف سے مدعی کو مال دیکر راضی کرلیتے ہین با وجود اس بات کہ مدعی علیہ و مدعی مین شناسائی نہین ہوتی تو ممکن ہی توفیق اسطرح **ف** جاننا چاہیئے کہ دفع تناقض مین بعضون کے نزدیک امکان توفیق کا کافی ہی اور بعضون کے نزدیک ضرور ہی کہ مدعی توفیق کی وجہ کی تصریح کرے اول قول کی وجہ یہ ہی کہ جب توفیق ممکن ہوئی تو تناقض متحقق نہوگا پس حمل کیا جاویگا کلام اوسکا توفیق کے تاکہ دعوی مدعی کا بطلان سے محفوظ رہے قول ثانی کی وجہ یہ ہی کہ ضرور ہی دعوی مین صحت یقیناً تو صرف امکان صحت سے حق مدعی علیہ کو باطل نکرینگے با ثبات حق مدعی مین کہتا ہون جہان پر شک واقع ہونے صحت دعوی مین تو وہان امکان صحت کافی نہوگا مثلاً ایک شخص مدعی ہوا ہبہ کا جب گواہ اوس سے طلب ہوے تو گواہ ہبہ کے نہ لاسکا تو مدعی ہوگیا شرا کا اور گواہ قائم کیئے شرا پر اور یہ بیان نہین کیا کہ شرا مدعی کی قبل وقت ہبہ کے ہی یا بعد وقت ہبہ کے ہی تو گواہی مقبول نہوگی اسواسطے کہ احتمال ہی کہ شرا قبل وقت ہبہ کے ہو اور اس صورت مین دعوی باطل ہو جاتا ہی جیسا کہ اوپر گذرا اور احتمال ہی کہ شرا بعد وقت ہبہ کے ہووے اور اس صورت مین دعوی صحیح ہو جاتا ہی تو اب شک پڑگیا صحت دعوی مین تو ہم صحیح نہ کرینگے دعوی کو شک سے اسواسطے کہ غایۃ ما فی الباب یہ ہی کہ شرا متحقق ہوگی قبل ہبہ کے تو دعوی ہبہ کے یہ معنی ہونگے کہ پہلے مین اوس مکان کو خریدا تھا لیکن وہ عقد مرتفع ہوگیا اور پھر اوسکی ملک مین مکان آگیا پھر اوسنے ہبہ کیا تو ضرور ہی قائم کرنا گواہون کا اوپر ہبہ کے اور جب نہوے اوس پاس گواہ ہبہ کے تو دعوی اوسکا صحیح نہوگا اور مدعی علیہ کا حق شک سے باطل نہوگا اور جہان پر شک نہو صحت دعوی مین تاکہ لازم آوے ابطال حق مدعی علیہ کا ساتھ شک کے تو وہان امکان توفیق کافی ہی جیسا کہ قائم کیے گواہ مدعی علیہ نے اوپر ادائے مدعی کے یا ابرا مدعی کے بعد انکار کرنے اوسی مدعی علیہ کے مدعی سے اور قائم کرنے مدعی کے گواہ اوپر مدعی کے یا قائم کیے گواہ اوپر شرا کے بعد وقت ہبہ کے ان صورتون مین شہادت مقبول ہوگی تو یاد رکھو اس قاعدہ کو کہ یہ کثیر النفع ہی پھر جان تو کہ تناقض جب مانع ہی صحت دعوی کا کہ کلام اول مفید ہو اثبات حق کا ایک شخص معین کے واسطے اور اگر ایسا نہوگا نہین مانع ہوگا صحت دعوی کا جیسا کہ کہا ایک شخص نے نہین حق ہی میرا کسی امر قندی پر پھر دعوی کیا ایک شخص ساکن سمرقند پر تو صحیح ہی دعوی اوسکا اور اگر کلام پہلا شخص معین کے لیے صادر ہوتا جیسے کہے کہ زید پر میرا کچھ دعوی نہین یا کوئی حق نہین پھر دعوی کرے تو باطل گنا جاویگا بسبب تناقض کے کذا فی الاصل مع زیادۃ **ص** زید نے دعوی کیا عمرو پر کہ مین نے تجھ سے یہ غلام خریدا تھا ہزار روپیہ کو اور روپیہ مین نے تجھے دیدیا اب اسمین عیب نکلا

تو مین رد کرتا ہون اوسکو بسبب عیب کے تو میرے روپئے ثمن کے واپس کر عمرو نے انکار کیا اصل بیع کا ف یعنی یہ
غلام مینے تیرے ہاتھ نہین بیچا ص تب قائم کیے زید نے گواہ بیع پر بعد اوسکے عمرو نے جواب دیا کہ وقت بیع کے مینے شرط کر لی تھی
ہر عیب سے برائت کی ف یعنی یہ شرط کر لی تھی کہ اگر اسمین کوئی عیب نکلے تو اوسکے مواخذہ سے مین بری ہون غرض عمرو کی اس سے یہ ہی کہ رد ہو سکے
ص اور گواہ قائم کیے اس بات پر تو یہ گواہی مسموع نہوگی بوجہ تناقض کے اور ابو یوسف کے نزدیک مقبول ہی ف وہ قیاس کرتے ہین
اس مسالہ کو اوپر جو گذرا کہ زید نے دعوی کیا عمرو پر ایک مال کا عمرو نے کہا کہ تیرا مجھ پر کچھ نہ تھا الی آخرہ طرفین اوسکا جواب یون دیتے ہین
کہ وہ مسالہ دین کا ہی اور دین کبھی یون ہی واسطے رفع نزاع کے ادا کر دیا جاتا ہی اور اس جگہ دعوی مدعی علیہ کا بابت برائت کے عیب سے
مستدعی ہی بیع کو اور بیع کا وہ انکار کر چکا تھا تو اب بوجہ تناقض کے مقبول نہوگا ص اگر ایک شخص نے ایک تمسک لکھا اور اوسکی
اخیر مین انشاء اللہ لکھ دیا تو سارا مضمون تمسک کا باطل ہو جاویگا اور نزدیک صاحبین کے آخری فقرہ اوسکا ایک نصرانی مرگیا اور اوسکی
زوجہ نے کہا مین مسلمان ہوئی بعد موت اوسکے کے ف یعنی موت کے وقت مین بھی نصرانی تھی غرض اوسکی یہ ہی کہ محروم نہو میراث سے
بوجہ اختلاف دین کے ص اور باقی وارثون نے کہا کہ تو مسلمان ہوئی قبل اوسکے تو قول ورثہ کا قسم سے مقبول ہوگا
اسی طرح اگر ایک مسلمان مرا اور اوسکی زوجہ نے کہا کہ مین مسلمان ہوئی تھی سامنے اوسکے اور باقی ورثہ نے کہا کہ تو مسلمان ہوئی بعد اوسکے تو
قول ورثہ کا قسم سے مقبول ہوگا اور زفر کے نزدیک پہلے مسالے مین قول عورت کا مقبول ہوگا زید کے پاس عمرو کی کچھ امانت تھی اور
عمرو مر گیا زید نے بعد اوسکی موت کے کہا کہ خالد بیٹا عمرو کا ہی اور عمرو کا سوا اسکے اور کوئی وارث نہین ہی تو وہ امانت خالد کو دیدے اور اگر بعد اسکے
پھر زید بکر کو کہے کہ یہ بھی عمرو کا بیٹا ہی اور خالد اسکا انکار کرے تو قاضی کل مال خالد ہی کو دلاویگا ف اسواسطے کہ اقرار اول کا کوئی مکذب
نہین ہی اور اقرار ثانی کا مکذب موجود ہی اقرار اول تو صحیح ہوگا ص اگر کسی کا قرض میت پر ثابت ہوا شہادت سے یا وراثت ثابت ہوئی گواہی سے
اور گواہون نے یہ نکہا کہ ہم سوا اسکے اور کوئی قرضخواہ یا وارث میت کا نہین جانتے اور مال میت کا تقسیم ہوا اون قرضخواہون یا وارثون مین
تو اب وہ ضمانت نہ لیجاویگی اسبات کی کہ اگر کوئی اور وارث یا قرضخواہ پیدا ہوگا تو اوسکا حصہ دینگے اور بعض قاضی جو احتیاطاً ایسی صورت مین
ضمانت لیتے ہین ظلم ہی اور صاحبین کے نزدیک ضمانت لیجاویگی ف اور اگر وراثت یا دین اقرار سے ثابت ہوا تو بالاتفاق ضمانت لیجاویگی اور جو گواہون
نے کہدیا کہ ہم سوا اسکے اور کسی وارث یا قرضخواہ کو میت کے نہین جانتے تو بالاتفاق ضمانت نہ لیجاویگی درمختار ص زید نے ایک گھر کا جو بکر کے قبضے مین ہی
اسطرح دعوی کیا اور حجت قائم کی کہ یہ گھر مجکو اور میرے بھائی عمرو کو جو غائب ہی میراث مین ہمارے باپ سے پہونچا ہی تو قاضی نصف اوس گھر کا زید کو
دلاویگا اور باقی مکان کو عمرو کے آنے تک بکر کے پاس رہنے دیگا اور اوس سے ضمانت نہ لیگا برابر ہی کہ بکر نے اقرار کیا ہو زید کے دعوے کا یا انکار اور صاحبین کے
نزدیک اگر بکر نے انکار کیا ہو زید کے دعوے سے تو باقی مکان کو اوسکے قبضے مین نچھوڑینگے اسواسطے کہ انکار کے سبب سے اوسکی خیانت ظاہر ہوئی تو لیلیا جاویگا اور اوس سے
اور ایک امین کے پاس چھوڑا جاویگا اور اگر نہ انکار کیا ہو تو البتہ باقی مکان کو اوسی کے قبضے مین رہنے دینگے اور ضمانت اوس سے
نہ لینگے اور اگر یہ صورت منقول مین واقع ہوئی تو وہین بھی یہی اختلاف ہی ف یعنی انکار اور عدم انکار دونون صورت
مین اوسکے پاس رہنے دینگے امام صاحب کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک انکار کی صورت مین اوس سے لے لینگے ص اور بعضے کہتے ہین
کہ منقول اور صورت انکار بالاتفاق امام اور صاحبین لے لیا جاویگا مسالہ ایک شخص نے وصیت کی کہ ثلث مال میرا فلانے کو
دیا تو ہر قسم کے مال مین سے ثلث دیا جاویگا ف خواہ مال زکوۃ ہو یا غیر مال زکوۃ ص اور جو کسی نے یہ کہا کہ مال میرا جس چیز کا

مین مالک ہون وہ خدا کی راہ مین صدقہ کرو وہ جس مال کی زکوۃ لیجاویگی **ف** جیسے سونا چاندی سوائم اموال تجارت اور غیرہ
زکوۃ کا صدقہ دینا لازم ہوگا جیسے ایجاب شرع کی کیفیت ہے ایسی کا نذر مین بھی اعتبار ہے کا امر فی الزکوۃ اور زفر کے نزدیک یہ قول بھی عام ہوگا
تمامی اموال کو خواہ مال زکوۃ ہووے یا غیر زکوۃ **ص** تو اگر وہ نہ رکھے پاس سوا اسوال زکوۃ کے کچھ ہووے تو روک رکھے قوت اپنی
اور باقی کو صدقہ کردیوے **ف** اور قوت کی تعداد کچھ نہیں واسطے اختلاف معنی احوال آدمیوں کے کہا گیا ہے جو روزکا مزدور ہے وہ ایک دن
کی خوراک اپنی اور اپنے عیال کی رکھ لیوے اور صاحب غلہ یعنی جسکو مکان دکان وغیرہ کا کرایہ آتا ہو وہ غایت درجہ ایک مہینے کی اور
مالک اراضی غایت درجہ ایک سال کی اور صاحب تجارت اتنا رکھ لے جو اوسکو کافی ہونے مال آنے تک **ص** پھر جب مالک ہو
نئے مال کا تو جتنا مال قوت کے لئے رکھ لیا تھا بقدر اوسکے پھر تصدق کردیوے **ف** در مختار مین ایک حیلہ عجیب مرقوم ہے وہ یہ ہے شخص
کے لیے جو قسم کھاوے کہ اگر مین یہ کام کرون تو سیا سپر مال صدقہ ہے تو وہ یہ کرے کہ عوض اپنی مال کے ایک کپڑا رومال مین لپٹا ہوا
خرید کرے اور اوسپر قبضہ کرلے اور دیکھے نہین پھر وہ فعل کرے جسپر قسم کھائی تھی پھر اوس کپڑے کو بخیار رویت کے پھیر دیوے
تو اوسپر کچھ صدقہ لازم نہ آویگا **ص** ایک شخص کو وصی کیا میت نے اور وصی کو خبر اسکی نہ تھی بعد اسکے وصی نے کوئی چیز ترکہ میت
بیچڈالی تو صحیح ہے بیع اوسکی بخلاف وکیل کے کہ اوسکو اگر علم اپنی وکالت کا نہ تھا اور اوسنے کوئی تصرف موکل کے مال مین کیا تو یہ تصرف
جائز نہوگا اور ابو یوسف کے نزدیک وصی کا بھی تصرف جائز نہوگا جب موکل نے وکیل کو معزول کیا تو اگر عزل کی خبر وکیل کو ایک شخص عادل نے
یا دو شخصون مجہول الحال **ف** یعنی اونکا حال معلوم نہین کہ فاسق ہین یا عادل **ص** نے دی تو اب اوسکا تصرف بعد
اسکے صحیح نہوگا **ف** کیونکہ عزل کی ایک خبر ملزم ہے تو اوسمین شرط ہوگا عدد یا عدالت اور اسیطرح باقی چیزون مین **ص** اور اگر
وکیل کو خبر عزل کی ایک فاسق یا ایک مستور الحال نے سنائی تو ایسی خبر کا اعتبار نہوگا اور وکیل کا عزل ثابت نہوگا اور اوسکے تصرفات
بعد اس خبر پہونچنے کے موکل کے اوپر نافذ ہونگے اسی طرح اگر مولی کو غلام کی جنایت کی خبر ایک عادل یا دو مجہول الحال شخصون نے
سنائی اور مولی نے غلام کو بیچا تو تاوان جنایت مولی کے ذمہ آجاویگا **ف** یعنی درصورت جنایت عبد ولی کو اختیار ہے خواہ
تاوان دیت جنایت کا یا عبد کو حوالہ کرے تو جب اونسنے یہ خبر سنکر عبد کی بیع کی تو معلوم ہوا کہ اوسکو تاوان دینا منظور ہے
ص اسیطرح شفیع کہ گھر کی بیع کی اگر ایک شخص عادل یا مجہول الحال نے خبر دی اور وہ چپ رہگیا تو شفعہ اوسکا باطل ہوجاویگا
اسی طرح باکرہ عورت کو اگر ایک عادل یا دو مجہول الحال نے خبر دی نکاح ولی کی اور وہ چپ ہوگئی تو رضا ہوجاویگی اسی طرح
اور مسلمان کہ جو دار الحرب مین مسلمان ہوا ہے اور ابھی دار الاسلام مین اوسنے ہجرت نہین کی اگر ایک شخص عادل یا دو مجہول
الحال نے خبر دی احکام شرع کی تو وہ احکام شرع اوسپر لازم ہوجاوینگے **ف** ان سب صورتون مین خبر اگر ایک فاسق
یا ایک مستور الحال نے سنائی تو احکام مذکورہ بالا یعنی اختیار تاوان اور بطلان شفعہ اور رضا اور لزوم ادائے احکام ثابت
نہونگے **ص** لیکن وکیل کرنے کے خبر مین عدد یا مجہول الحال یا ایک عادل شرط نہین بلکہ ایک فاسق کی خبر سے بھی وکالت ثابت
ہوجاویگی اور وکیل جو بعد پہونچنے اس خبر کے تصرف کریگا صحیح ہوجاویگا **ف** اسی طرح صغیر ممیز یعنی وہ لڑکا جو تمیز رکھتا ہے خبر
دیگا ایک شخص کو اس بات کی کہ تمکو فلانے نے وکیل مقرر کیا ہے تو وکالت ثابت ہوجاویگی در مختار اور صاحبین کے
نزدیک سب جگہ ایک شخص کی خبر کفایت کرتی ہے اسواسطے کہ یہ معاملات ہین اور معاملات مین خبر واحد مقبول ہے

اور ہماری دلیل اصل کتاب وصبا میں مسطور ہی **ص** قاضی یا قاضی کا امین کسیکے غلام کو واسطے قرضخواہوں کے لیے بیچکر مشتری سے ثمن لیسا اور وہ ثمن تلف ہو جاوے اور غلام کسی اور کا نکلے تو قاضی یا امین قیمت کے ضامن نہو نگے مشتری قرضخواہوں سے غلام ثمن وصول کرے جنکے لیے غلام بیچا گیا تھا اور اگر وصی میت نے میت کے قرضخواہوں کے لیے غلام کو قاضی کے حکم سے بیچا اور غلام کسی اور کا نکلا یا مشتری کے قبضے سے پہلے مر گیا اور ثمن اوسکی ضائع ہو گئی تو مشتری ثمن وصی سے پھیر لے اور وصی اون قرضخواہوں سے جنکے لیے غلام بیچا تھا **مسالہ** جاننا چاہیے کہ قاضی یا عالم عادل ہی یا جاہل عادل ہی یا عالم غیر عادل یا جاہل غیر عادل تو اگر پہلی قسم کا قاضی کسی شخص سے کہے کہ مینے اسکے قطع ید کا یا سنگسار کرنے کا یا مارنے کا حکم کیا ہی تو تو اوسکا ہاتھ کاٹ یا سنگسار کر یا مار تو اوس شخص کو صرف ایسے قاضی کے کہنے سے یہ افعال کرنا جائز ہین لوگ اگر دوسرے قسم کے قاضی نے یہ کہا تو ضرور ہی اوس شخص کو کہ سبب ان سزاؤں کا دریافت کرے اگر وہ قاضی سبب اوسکا اچھی طرح بیان کردیوے **ف** مثلاً زنا مین کہے کہ مینے زنا کے مقر سے استفسار کیا کہ جسطرح معروف ہی وہ حکم کیا مینے رجم کا یا سرقہ مین کہے کہ میرے نزدیک دلیل سے ثابت ہوا کہ اسنے مال نصاب ایک جا سے محفوظ محرز سے لیا ہی مین کوئی شبہ نہین اور قصاص مین کہے کہ اسنے قتل عمد کیا بلا شبہہ کفایہ **ص** تو یہ افعال کرنا اوسکو درست ہی اور اگر اچھی طرح سبب اور نکالیان نکر سکے تو درست نہین اور تیسری اور چوتھی قسم کے قاضی کا قول ہرگز قبول نکرے **ف** مگر اوس صورت مین جب وہ شخص خود سبب حکم کو دیکھا ہو وہ ھدایہ اور امام محمد کے نزدیک کسی قاضی کے کہنے سے یہ افعال نکرے تا وقتیکہ حجت ثبوت کو معائنہ نکرلیوے اور علما نے اسکو پسند کیا ہی جامع زمانی مین اور عیون مین ہی کہ اسی کا فتوی ہی در مختار لیکن بحر الرائق مین ہی کہ مینے بعد اسکے صدر الشہید کی شرح ادب القاضی مین دیکھا کہ محمد نے شیخین کے قول کیطرف رجوع کیا چنانچہ ہشام نے محمد سے رجوع کی روایت کی ہی انتہی اس صورت مین مفتی بہ قول شیخین کا ہوگا اور وہی قیاس کے موافق ہی **ص** اگر معزول قاضی زید سے کہے کہ مینے تجسے جو ہزار روپیہ لیے تھے وہ عمرو کے روپیہ ثابت کر کے لیے تھے اور وہ مینے عمرو کو حوالے کر دیے یا مینے جو تیرے ہاتھ کاٹنے کا حکم کیا تھا تو فلان حق مین اور زید نے دعوی کیا کہ تو نے مجہ سے ہزار روپیہ ظلم سے لیے تھے یا ہاتھ کے کاٹنے کا حکم ظلم سے ناحق دیا تھا تو قاضی ہی کا قول بلا قسم معتبر ہوگا جب زید اس بات کا اقرار کرتا ہوگا کہ یہ فعل قاضی نے حالت قضا مین اوس سے کیے ہین اور جو اس بات کا انکار کرتا ہو اور یہ کہتا ہو کہ تو نے یہ فعل مجہ سے قبل قضا کے کیا تھا یا بعد عزل کے تو اگر زید نے اپنے دعوی پر گواہ قائم کیے تو قاضی مبطل ہو جاویگا اس فعل مین اور اگر زید کے پاس گواہ نہین ہین تو قاضی ہی کا قول معتبر ہوگا

مسائل الحاقیہ

ایک شخص نے دوسرے کو قتل کر ڈالا بعد اسکے جب ماخوذ ہوا تو یہ کہنے لگا کہ وہ مرتد ہو گیا تھا یا اوسنے میرے باپ کو قتل کیا تھا اسو اسطے مینے اوسکو قتل کیا تو یہ قول قاتل کا مسموع ہوگا اسواسطے کہ اسکے اعتبار مین سرکشی اور زیادتی کا دروازہ کھل جاویگا ہر شخص دوسرے کو قتل کر کے یہی کہیگا جو چیز قاضی پر واجب ہی اوسکی اجرت لینا درست نہین جیسے نکاح کرنا صغیر کا یا مفتی پر زبان سے فتوی بیان کر دینا اور تحریر فتوی پر اوسکو اجرت لینا ہی اسیطرح قاضی کو سجلات وغیرہا کی کتابت پر اجرت لینا بقدر اجرت مثل درست ہی یہی قول مختار ہی اور قاضی کا خرچ بیت المال مین سے دیا جاویگا اور خرچ جزا ہی حبس کی یعنی قاضی جب سب شغل و کاروبار ضروریہ وغیرہ چھوڑ کر رکا بیٹھا رہتا ہی اوسکا عوض ہی نہ اجرت قضا کیونکہ قضا عبادت ہی اور عبادت پر اجرت لینا درست نہین قاضی کو یہ ہو چکی کہ گواہوں کا علیحدہ علیحدہ اظہار لے

[illegible]

یعنی اسطرح پر کہ ایک نے اوسکی دوسرے کو خبر ہو مگر عورتونکی شہادت ایکساتھ لینا پایا ہے کیونکہ قائم مقام ایک دوسرے کے ہین فقط کذا فی الدلائل مختار و یا لا شبہ والانتظار

کتاب الشہادۃ

شہادت کہتے ہین خبر دینے کو ایک شخص کے حق کی دوسرے پر **ف** اخبار یعنی خبر دینا اسکی تین قسمین ہین ایک خبر دینا کسی حق کی دوسرے پر یہ شہادت ہے یا اپنے حق کی دوسرے پر یہ دعویٰ ہے یا دوسرے کے حق کی اپنے پر یہ اقرار ہے **ص** گواہی دینا فرض ہو جاتی ہے جب مدعی طلب کرے ادا ے شہادت کو **ف** اسواسطے کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَلَا یَأْبَ الشُّهَدَاءُ إِذَا مَا دُعُوا یعنی انکار نکرین شاہد جبکہ وہ بلائے جاوین اور فرمایا وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ وَمَنْ يَكْتُمْهَا فَإِنَّهُ آثِمٌ قَلْبُهُ یعنی نہ چھپاؤ گواہی کو اور جو اوسکو چھپاوے تو اوسکا دل گنہگار ہے گناہ کی نسبت کی دل کیطرف جو اشرف الاعضا ہے اور بدن کا رئیس ہے اور اسواسطے کہ دل ہی محل کتمان ہے تو وہی معصیت کا محل ٹھہرا بخلاف باقی معاصی کے جنکا تعلق اعضاء ظاہری سے ہے بحر الرائق مین ہے کہ وجوب ادا ے شہادت کی سات شرطین ہین ایک یہ کہ قاضی جسکے پاس شہادت دیجاوے عادل ہو دوسری قرب مکان اسقدر کہ شہادت دیکر اوسی دن اپنے گھر پہونچ سکے تیسری علم قبول یعنی شاہد کو یقین ہو اس بات کا کہ قاضی میری شہادت قبول کریگا چوتھی طلب مدعی پانچوین تعین شہادت شاہد کو اگر متعین نہو اسطرح پر کہ وہان اور بھی شاہد مقبول الشہادۃ موجود ہون اور انھون نے گواہی بھی دی ہو اور مقبول بھی ہو گئی ہو تو اب امتناع شہادت سے گنہگار نہوگا اور اگر مقبول نہوئی ہو تو اب گواہی نہ دینے مین گنہگار ہوگا چھٹی یہ کہ اوس شاہد کو دو عادل شخصون نے بطلان مشہود بہ کی خبر نہ دی ہو اگر اوسکو دو عادل نے اسطرح پر خبر دی ہو کہ مدعی بنا دین چکا ہے یا زوج نے زن کو طلاق دیا ہے یا ولی مقتول نے قاتل کو خون معاف کر دیا ہے تو اوسکو دین اور نکاح اور قتل کی گواہی دینا درست نہین اگر مخبر عدل نہون تو شاہد کو اختیار ہے چاہے گواہی دے یا نہ دے اور مخبرون کا بیان نقل کر دے جیسے گواہی دے اگر مخبر ایک ہو تو ترک شہادت مین اختیار نہین ہے ساتوین شرط یہ ہے کہ شاہد کو یہ معلوم نہو کہ مقر نے خوف سے اقرار کیا ہے تو اگر یہ جانتا ہو کہ اوسنے خوف سے اقرار کیا ہے تو اوسکے اقرار کی گواہی نہ دے کذا فی الطحاوی مختصراً **ص** اور شہادت کا چھپا رکھنا بہتر ہے حدود مین **ف** جیسے حد زنا حد شرب وغیرہ اسواسطے کہ روایت کیا بخاری مسلم نے ابی ہریرہ رض سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو پردہ پوشی کرے مسلمان کی تو حق تعالیٰ اوسکی دنیا و آخرت مین پردہ پوشی کریگا **ص** مگر واجب ہے سرقہ مین کہ شہادت دے اس لفظ کے ساتھ کہ فلان نے مال لیا تا مالک کا حق بچاوے اور یہ نہ کہے کہ فلان نے چرایا تا حد واجب ہو وے نصاب شہادت زنا کے لیے چار مرد ہین **ف** عورت کی گواہی اسمین جائز نہین اور چار مردون کی قید زنا مین اسواسطے ہوئی کہ اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کو چھپانا منظور ہے اور نہین دوست رکھتا اللہ تعالیٰ اس بات کو کہ شائع ہووے فحش مومنین مین باوجود اسکے کہ قتل وغیرہ مقدمات سنگین مین صرف دو مردون کی شہادت جائز رکھی فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَاللَّاتِي يَأْتِينَ الْفَاحِشَةَ مِنْ نِسَائِكُمْ فَاسْتَشْهِدُوا عَلَيْهِنَّ أَرْبَعَةً مِنْكُمْ یعنی جو عورتین زنا کرین تم مین سے تو گواہ کر لو ان پر چار مردون کو تم مین سے اور فرمایا ثُمَّ لَمْ يَأْتُوا بِأَرْبَعَةِ شُهَدَاءَ پھر لاوین چار گواہ **ص** اور قصاص اور باقی حدود کیلیے دو مرد ہین **ف** اسواسطے کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَاسْتَشْهِدُوا شَهِيدَيْنِ مِنْ رِجَالِكُمْ یعنی بنالو گواہ دو مردون کو اپنے مین سے اور شہادت عورتون کی نہ حدود مین مقبول ہے نہ قصاص مین بدلیل اوس روایت کے جسکو ذکر کیا صاحب ہدایہ نے کہ زہری کہتے ہین جاری ہوئی سنت نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپکے دونون خلیفون کے جو حضرت کے بعد تھے اس بات کی کہ نہین ہے شہادت عورتون کی حدود اور قصاص مین کچھ بھی

نے روایت کیا اسکو ابن ابی شیبہ نے مصنف میں لیکن اوس میں قصاص کا لفظ نہیں ہے میں کہتا ہون اوس مین وکلاؤ کا لفظ موجود ہے اور مراد اوس سے قصاص ہو سکتا ہے ص اور کنواری ہونے اور بچے اور عورتون کے اون عیبون کے لیے جن پر مرد مطلع نہین ہوتے تو ایک عورت کی گواہی کافی ہے ف اسی طرح لڑکے کے رونے میں واسطے نماز کے اور ثبوت اسکے ارث ولیکن دو عورتون کا ہونا احتیاط ہے درمختار ہدایہ مین دلیل اسکی یہ لکھی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گواہی عورتون کی جائز ہے اون چیزون مین جنکی طرف نہین نظر کرسکتے مرد زیلعی نے تخریج مین لکھا غریب اور کہا شیخ ابن الہمام نے فتح القدیر مین کہ روایت کیا اوسکو امام محمد نے مبسوط مین عن ابی یوسف عن غالب بن عبد اللہ عن مجاہد و سعید بن المسیب و عطاء بن رباح وطاؤس قالوا قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شہادۃ النساء جائزۃ فیما لا یستطیع الرجال النظر الیہ اور یہ حدیث مرسل واجب العمل ہے وجہ استدلال یہ ہے کہ نساء جمع ہے محلی بالف ولام اور مراد اوس سے جنس ہے تو قلیل و کثیر کو شامل ہے تو ایک عورت کی بھی گواہی صحیح ہوگی اور زیادہ عورتین احسن ہین اور عبد الرزاق نے زہری سے روایت کیا کہ سنت جاری ہے اسپر کہ عورتون کی گواہی اون امرون مین جائز ہے جسپر اونکے سوا کوئی مطلع نہین ہو سکتا از قبیل ولادت نساء و عیوب نساء انتہی اور اگر ان باتون کی بابت ایک مرد گواہی دے تو صحیح یہ ہے کہ مقبول ہوگی اسی طرح تنہا معلم کی گواہی وقائع اطفال مین مقبول ہے اور صرف عورتون کی گواہی حمام کے قتل مین واسطے اثبات دیت کے مقبول ہے تاکہ خون مفت ضائع نہووے اور قصاص واجب نہوگا درمختار وحموی ص اور جو عورت مین عیب ایسا ہو کہ اوسپر مرد بھی مطلع ہو سکتے ہین جیسے ہاتھ کا ٹیڑھا ہونا تو وہان ایک عورت کی شہادت کافی نہوگی ف اسواسطے کہ یہان کچھ ضرورت نہین ص انکے سوا اور مقدمات مین ضرور ہے کہ یا دو مرد ہون یا ایک مرد اور دو عورتین ف اسواسطے کہ فرمایا اللہ تعالی نے وَاسْتَشْهِدُوا شَهِيدَيْنِ مِنْ رِجَالِكُمْ فَإِنْ لَمْ يَكُونَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَامْرَأَتَانِ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَاءِ یعنی گواہ کرلو دو مردون کو اپنے مین سے تو اگر نہون دو مرد تو ایک مرد اور دو عورتین اون گواہون مین سے جن سے تم راضی ہو ص برابر ہے کہ وہ مقدمات مالی ہون یا غیر مالی ف مالی جیسے بیع اور شرا اور اعارہ اور اجارہ اور کفالت اور اجل اور شرط خیار اور شفعہ اور قتل خطا اور غیر مالی ص جیسے نکاح رضاع طلاق وکالت وصیت اور امام شافعی کے نزدیک مقدمات غیر مالی مین بھی شہادت عورت کی مقبول نہوگی اور تینون قسمین شہادت کی جو ہین سب مین یہ شرط ہے کہ شاہد عادل ہو ف یعنی پرہیز رکھتا ہو کبائر سے اور مصر نہو صغائر پر اور صلاح و صواب اوسکا اکثر ہو اوسکے فساد اور خطا سے ط وقایۃ درمختار مین ہے کہ عادل وہ شخص ہے جسپر طعنہ نہو پیٹ اور فرج سے تو کاذب کی شہادت مقبول نہوگی اسواسطے کہ کذب پیٹ سے نکلتا ہے لیکن بہتر تفسیر عادل کی وہی ہے جو پہلے مذکور ہوئی عادل کے مقابل فاسق ہے تو ص فاسق کی شہادت واجب ہے قاضی پر کہ قبول نکرے لیکن اگر اوسنے قبول کیا اور حکم دیدیا تو صحیح ہو جاویگا ف اور قاضی گنہگار ہوگا فتح درمختار مین ہے کہ قنیہ اور مجتبی مین جو منقول ہے کہ فاسق اگر لوگون مین صاحب مروت اور جاہ ہووے تو شہادت اوسکی قبول کیجاویگی سو ابو یوسف کا قول ہے کذا فی البحر اور اس قول کو ضعیف کیا ہے کمال الدین ابن الہمام نے فتح القدیر مین اسطرح کہ تعلیل ہے مقابلہ نص کے فرمایا اللہ تعالی نے وَأَشْهِدُوا ذَوَيْ عَدْلٍ مِنْكُمْ یعنی گواہ کرلو دو صاحبان عدل کو اپنے مین سے مقید کیا اللہ تعالی نے شہادت کو عدالت سے مترجم کہتا ہے کہ نظر اس زمانہ کے مناسب ہے کہ شہادت فاسق

کی قبول کیجاوے اسواسطے کہ اکثر لوگ ظاہر مین فسق سے اور شائع ہو گیا ہے فسق لوگون مین بدرجہ غایت حتی کہ عادل لوگ اقل قلیل مین تو اوسپر
بنائے معاملات کیونکر ہوگی اور لازم ہوگا تضییع حقوق ناس اور یہ مجتمد ہے شرفاً اور عرفاً اور فقہائے متقدمین سے بھی یہ منقول
ہو چکا ہے تاتارخانیہ مین ہے کہ مقبول ہوگی شہادت فاسق کی اسواسطے کہ فسق اوسپر طاری ہے اور اصل مین وہ سعید ہے فرمایا
حضرت نے کل مؤمن ذو سعادة یعنی ہر مومن صاحب سعادت ہے اور اسی پر اعتماد ہے انتہی مگر یہ ضرور ہے کہ وہ فاسق صاحب مروت
اور جاہ ہووے نہ کہ بالکل رذیل اور ذلیل تفسیر مظہری مین قاضی ثناء اللہ صاحب مرحوم لکھتے ہین بل فی زماننا ھذا الفاسق
اذا کان وجیھا ذا مروۃ یغلب علی الظن انہ لا یکذب فی الشھادۃ او دلت القرائن علی صدقہ تقبل
شہادتہ یعنی ہمارے زمانے مین فاسق اگر صاحب وجاہت ہووے اور صاحب مروت اور غالب ہو ظن قاضی پر کہ وہ
جھوٹ نہ بولیگا شہادت مین یا قرینہ دال ہو اوسکی راست گوئی پر تو قبول کیجاویگی شہادت اوسکی اور جامع الفتاوی
مین ہے واما شہادۃ الفاسق فان تحری القاضی الصدق فی شہادتہ تقبل والا فلا یعنی شہادت فاسق
کی اگر قاضی کے گمان مین ہووے صدق اوسکا تو قبول کیجاویگی ورنہ نہین قبول کیجاویگی شامی نے نقل کیا در سے وفی الفتاوی
القاعدیہ ھذا اذا غلب علی ظنہ صدقہ وھو مما یحفظ وظاھر قولہ وھو مما یحفظ اعتمادہ یعنی قبول شہادت
فاسق جب ہے کہ قاضی کے گمان غالب مین اوسکا صدق ہووے اور یہ دن باتون مین سے ہے کہ یاد رکھی جاوینگی اور ظاہر قول اوسکا
یاد رکھا جاوے یہ ہے کہ اسپر اعتماد ہے اور شیخ ابن الہمام نے جو لکھا کہ یہ تعلیل بمقابلہ نص ہے تو اوسکا جواب یہ ہے کہ نص صرف اس بات پر دلالت کرتی ہے
کہ شہادت دو عادلون کی قبول کیجاوے نہ اس بات پر کہ فاسق کی قبول نہ کیجاوے کیونکہ یہ مفہوم مخالف ہے اور وہ ہمارے اصحاب حنفیہ کے
نزدیک حجت نہین ہے فافہم واستقم **ص** اور یہ بھی شرط ہے کہ شاہد لفظ شہادت کہے **ف** یعنی اشہد بصیغہ
مضارع جسکے معنی یہ ہین گواہی دیتا ہون مین در مختار وجہ اس شرط کی یہ ہے کہ جتنے نصوص شہادت کے آئے ہین سب مین
لفظ شہادت مذکور ہے فرمایا اللہ تعالی نے وَاَشْهِدُوْا ذَوَیْ عَدْلٍ مِّنْكُمْ اور فرمایا وَاَشْهِدُوْٓا اِذَا تَبَایَعْتُمْ وَاسْتَشْهِدُوْا
شَهِیْدَیْنِ مِنْ رِّجَالِكُمْ فَاسْتَشْهِدُوْا عَلَیْهِنَّ اَرْبَعَةً مِّنْكُمْ اور فرمایا حضرت علیہ الصلوۃ والسلام نے اِذَا رَأَیْتَ مِثْلَ
الشَّمْسِ فَاشْهَدْ وَاِلَّا فَدَعْ اور یہ حدیث اس لفظ سے غریب ہے بیان روایت کیا ابن عباس نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
سے کہ فرمایا آپ نے ایک شخص کو تو دیکھتا ہے آفتاب کو بولا ہان فرمایا اسکے مثل گواہی دے یا چھوڑ دے اخراج کیا اوسکا ابن عدی نے
ساتھ سند ضعیف کے اور تصحیح کی اوسکی حاکم نے لیکن خطا کی بلوغ المرام **ص** تو اگر شاہد نے لفظ اشہد کا نہ کہا بلکہ کہا
اعلم یا اتیقن یعنی جانتا ہون مین یا یقین رکھتا ہون تو اوسکی شہادت مقبول نہوگی امام اعظم کے نزدیک قاضی شاہد کی
ظاہری عدالت پر اکتفا کرے اور اوسکی کیفیت دریافت نکرے یہان تک کہ خصم جرح نکرے **ف** کیونکہ روایت کیا ابن
ابی شیبہ نے مصنف مین کتاب البیوع مین عمرو بن شعیب سے انھون نے اپنے باپ سے انھون نے اپنے دادا سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم نے مسلمان عادل ہین بعض اونکے اوپر بعض کے مگر جسکو حد قذف لگی ہو اور لکھی حضرت عمر نے ایک کتاب طرف ابی موسی
کے اور اوسمین لکھا کہ مسلمان عادل ہین بعضے اونکے بعض پر مگر جو محدود ہو کسی حد مین یا تجربہ کار ہو شہادت زور مین یا قریب ہو بتہمت ا
ولا مین یا قرابت مین روایت کیا اوسکو دارقطنی نے ایک طریق سے کہ اوسمین عبد اللہ ابو حمید ہے اور وہ ضعیف ہے

اور نکالا اسکو دوسرے طریق سے اور حسن کہا اوسکو اور نکالا اوسکو بیہقی نے ایک وطریق سے سوا اون دونون طریقون
دارقطنی نے کے ص مگر حد و قصاص مین بغیر جرح خصم کے بھی اونکی عدالت کی تحقیق کرے اور صاحبین کے نزدیک ہر مقدمہ مین
اونکی عدالت کو دریافت کرے خفیہ و ظاہر ف اور یہی مذہب شافعی اور احمد کا ہی ص اور اسی پر فتوی دیا جاویگا ہمارے
زمانے مین ف فقہا نے لکھا ہی کہ یہ اختلاف اختلاف زمانہ کا ہی نہ خلاف حجت و برہان کا اسواسطے کہ امام صاحب کے
زمانے مین صلاح اور سعادت غالب تھی فساد اور شقاوت پر اور صاحبین کے وقت مین زمانہ فاسد ہو گیا تھا اور صحیح یہ ہی
کہ امام اعظم قرن تابعین مین تھے جنکے واسطے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بشارت دی جو ارشاد کی کہ خیر القرون قرنی ثم الذین یلونہم ثم
الذین یلونہم ثم یجی قوم تسبق شہادۃ احدہم یمینہ ویمینہ شہادتہ متفق علیہ یعنی بہتر قرنون کا
قرن میرا ہی پھر قرن اون لوگون کا جو اونکے نزدیک ہین پھر اون لوگون کا جو اونکے نزدیک ہین پھر آویگی ایسی قوم کہ قسم اونکے
آگے ہو گی شہادت سے اور شہادت آگے قسم سے اور امام صاحب باتفاق اکثر محدثین و فقہا قرن تابعین مین سے ہین لیکن الفاظ
فقہا کا اسوقت ظاہر ہی اسلیے کہ فقہاے حنفیہ روایت امام کی ثابت کرتے ہین بہت سے صحابہ سے اگرچہ اہل حدیث کے طریقے مین وہ ثابت
نہین ہی اور لیکن باتفاق اکثر اہل حدیث کا اسوقت ظاہر ہی قول سے محققین کے کہ امام نے چار صحابیون کو پایا ہی اور وہ انس بن مالک ہین
بصرہ مین اور عبداللہ بن ابی اوفی ہین کوفہ مین اور سہل بن سعد ساعدی ہین مدینہ مین اور ابو الطفیل عامر ہین واثلہ مکہ مین کہا ابن حجر
نے کہ روایت کی امام نے ابن ابی اوفی سے ایک حدیث اور ذکر کیا خطیب نے تاریخ بغداد مین کہ امام نے دیکھا انس بن مالک کو
اور کہا ابن حجر نے دیکھنا امام کا انس کو صحیح ہی جیسا کہ کہا ذہبی نے کہ دیکھا امام نے انس کو اور وہ صغیر سن تھے اور ایک روایت
مین ہی کہ کہا امام نے دیکھا مینے اونکو کئی بار اور تھے انس خضاب کرتے سرخ اور آیا ہی کئی طریقون سے کہ امام نے روایت کی اون سے تین
حدیثین اور بعض نے جو نفی کی ہی تو وہ معارض اثبات اون لوگون کی نہو گی اس وجہ سے کہ اثبات ایسے محل مین مقدم ہی نفی پر
باتفاق علما اور نہین انکار کریگا اسکا مگر مکابر معاند جسکو امام کی فضیلت کا خواہ مخواہ انکار منظور ہووے نعوذ باللہ من
العناد وسوء الفہم ص اور کافی ہی دریافت کر لینا خفیہ اسواسطے کہ اگر مزکی روبرو شاہد کے اوسکے عیوب بیان کرے
تو دونون کے درمیان عداوت ہوگی اور کبھی ایسا ہوتا ہی کہ مزکی کو خوف یا حیا مانع ہوتا ہی شاہد کے سامنے اوسکا حال کہنے
سے ف امام محمد سے مروی ہی کہ تزکیہ علانیہ بلا اور فساد ہی ہدایہ ص اور کافی ہی تزکیہ کے لیے کہنا مزکی کا گواہ کو شخص
عادل اور بعضون نے کہا ضرور ہی کہ مزکی یون کہے کہ یہ گواہ شخص عادل جائز الشہادۃ ہی تا احتراز ہو جاوے غلام سے مگر صحیح یہ ہی کہ فقط
عادل کہہ دینا کفایت ہی کیونکہ آزادی اصل ہی دارالاسلام مین ص صاحب خصومت یعنی مدعی علیہ کہ مدعی کے گواہون کو اسطرح
عادل بتاوے کہ یہ گواہ عادل ہین لیکن انھون نے شہادت مین خطا کی یا بھول گئے تو اوسکا اعتبار نہین ف اسوجہ سے کہ مدعی کے
نزدیک مدعی علیہ جھوٹا ہی اپنے انکار مین باطل پر ہی اپنے اصرار مین تو تعدیل اوسکی کیونکر مقبول ہوگی اور صاحبین کے نزدیک تعدیل مدعی علیہ
کی درست ہی مگر محمد کے نزدیک ایک اور شخص بھی چاہیے ساتھ مدعی علیہ کے کہ تعدیل کرے شہود کی کیونکہ اونکے نزدیک عدد شرط
ہی تزکیہ مین ہدایہ ص اور اگر مدعی علیہ نے یہ کہا کہ مدعی کے گواہ عادل ہین انھون نے سچ کہا تو یہ اقرار ہو جاویگا دعوی کا اور تزکیہ
شہود مین قول ایک شخص کا کافی ہی اسی طرح شاہد کی زبان کے ترجمہ کرنے کے لیے اور قاضی کے پیغام پہنچانے کے لیے

عارف مزکی کے ایک شخص کافی ہے اور دو کا ہونا احتیاط ہے اور یہ مذہب امام ابوحنیفہ اور ابو یوسف کا ہے اور محمدؒ کے نزدیک دو شخص ضرور ہین اور یہ اختلافات اوس تزکیہ مین ہے جو خفیہ ہو اور تزکیہ علانیہ مین خصاف نے کہا کہ دو آدمی ضرور ہین سب کے نزدیک اسی واسطے کہ تزکیہ علانیہ مثل شہادت کے ہے یہان تک کہ تزکیہ علانیہ غلام اگر کرے تو درست نہین ہے ف بخلاف تزکیہ خفیہ کے کہ اوس مین عبد مزکی ہو سکتا ہے ہدایہ ص اور ضرور ہے کہ مزکی عدل ہووے تو تزکیہ فاسق اور مجہول الحال کا درست نہین ہے ف مجہول الحال وہ شخص جسکی عدالت اور فساد کا علم ہووے ص جسنے اپنے کانون سے سنا بیع کو ف یعنی بائع کی زبان سے بعت کہتے اور مشتری کی زبان سے اشتریت کہتے سنا ص یا اقرار کو ف یعنی مقر کی زبان سے سنا ص یا قاضی کی زبان سے اوسکا حکم سنا یا آنکھون سے دیکھا مثلاً غاصب کو غصب کرتے ہوئے یا قاتل کو قتل کرتے ہوئے تو اوسکو شہادت دینا درست ہے اگرچہ وہ اوسوقت گواہ نہ بنایا گیا ہووے ف حاصل مطلب یہ ہے کہ جو چیزین سننے سے متعلق ہین جیسے بیع وغیرہ زبانی یا اقرار لسانی یا حکم قاضی تو جو اوسکو اگر اپنے کانون سے زبانی مشہود علیہ کے سُنے تو شہادت دینا اوسکی درست ہے اور جو چیزین دیکھنے سے متعلق ہین مثلاً بیع تعاطی یا اقرار تحریری یا قتل یا غصب تو اوسکو جب اپنی آنکھون سے دیکھے تو گواہی دیوے لیکن معلوم کرنا چاہیے کہ اگر ایک شخص نے اپنا اقرار شاہدون کے روبرو لکھا اور کچھہ نہ کہا تو یہ اقرار نہین اور گواہی دینا اسطرح کہ اوس نے اقرار کیا حلال نہین اگرچہ وہ کتابت مُصدَّر اور مرسوم ہو اسطرح کہ شخص غائب کو بطریق رسالت اور پیام کے یون لکھے کہ بعد حمد وصلوۃ معلوم کرنا چاہیے کہ تمھارے میرے اوپر اتنے روپے آتے ہین کیونکہ لکھنا کبھی آزمایش سیاہی یا قلم کے لیے ہوتا ہے البتہ اگر لکھکر شہود کے سامنے پڑھے تو اونکو گواہی دینا اوسکی درست ہے اگرچہ وہ اون کو گواہ نکرے اسطرح اگر پڑھا اوسکو کسی اور نے اور کاتب نے یہ کہا کہ گواہ رہو تم اس روپیہ کے میرے اوپر اور اگر کاتب نے گواہون کے سامنے لکھکر یہ کہا کہ تم اس مال کے گواہ رہنا میرے اوپر تو اگر اون گواہون کو مضمون تحریر معلوم ہوگیا تھا تو یہ اقرار شمار کیا جاویگا ورنہ نہین طحطاوی وشامی ص مگر گواہ کی گواہی سنکر اوسپر گواہی نہ دے جب تک وہ گواہ اوسکو گواہ بناوے اور اسکی دو صورتین ہین ایک یہ کہ شاہد کو روبرو قاضی کے گواہی دیتے دیکھا ہو اوسکی گواہی سنی تو اب اسکو اوس گواہ کی گواہی پر شہادت درست نہین جب تک وہ شاہد اسکو گواہ نہ بناوے دوسرے یہ کہ ایک شاہد دوسرے شخص کو اپنی شہادت سنا کر گواہ کر رہا تھا تو اسکو یہ نہین پہونچتا کہ اصل شاہد سے گواہی سنکر یہ بھی شاہد علی الشاہد ہو جاوے کیونکہ اصل شاہد نے اوس شخص کو شاہد بنایا جسکو سنا رہا تھا نہ اسکو ف شاہد کی شہادت پر جو شاہد ہو اوسکو عربی مین شاہد علی الشاہد کہتے ہین نہایہ مین ہے کہ اگر شاہد نے شاہد کو مجلس قاضی مین ادائے شہادت کرتے دیکھا تو شاہد اول کو شہادۃ علی الشہادۃ دینا درست ہے البتہ اوس صورت مین جائز نہین جب غیر مجلس قاضی مین وہ شہادت اپنی بیان کر رہا ہووے اور اصل کتاب مین اسکے مخالف ہے جیسا معلوم ہوا مجکو تو صحیح اسصورت مین وہی ہے جو نہایہ مین ہے اور یہی مستنبط ہے تعلیل صاحب ہدایہ سے معلوم نہین کہ صدر الشریعۃ نے اسکے خلاف کہان سے کہا ص اور وہ شخص گواہی نہ دیوے جسنے اپنا لکھا دیکھا اور حادثہ اوسکو یاد نہین یہ مذہب امام صاحب کا ہے ف خلاصہ مین ہے کہ امام اعظم نے تمام امور مین تنگی اختیار کی لہذا اون سے روایت احادیث مین قلت واقع ہوئی باوجود کثرت سماع احادیث اسواسطے کہ امام نے بارہ سو مردون سے سماعت کی مگر امام کے نزدیک حفظ شرط ہے وقت سماع کے ادائے روایت تک وقت بھی تو امام کے نزدیک شاہد کو واقعہ و تاریخ اور مقدار مال اور صفت مال کا یاد رکھنا ضرور ہے تو اگر اون مین سے کوئی چیز وہ بھول جاوے

اور اوسکو یقین ہو کہ یہ میرا خط ہی اور یہ میری مہر ہی تو اوسکو گواہی دینا لائق نہین اور اگر باوجود اسکے گواہی دیگا تو وہ شاہد زور ہی
کذا فی الملتقط ص اسواسطے کہ خط مشابہ ہوتا ہی خط کے اور نزدیک صاحبین کے درست ہی جب اوسنے پہچانا کہ یہ میرا خط ہی
اسواسطے کہ تبدیل اوسمین نادر ہی اور بعضون نے کہا ہی کہ اسمین اختلاف نہین اور یہ شہادت سب کے نزدیک ناجائز ہی بلکہ اختلاف
اوسمین ہی کہ قاضی نے شہادت پائی شاہد کی اپنے دفتر مین اور قاضی کو حادثہ یاد نہین تو صرف اپنی تحریر پر اعتماد کرکے مدعی علیہ
پر حکم دیسکتا ہی صاحبین کے نزدیک کیونکہ وہ دفتر جب اوسکے قبضے مین ہی تو اوسمین احتمال تغیر و تبدل کا نہین ہوسکتا اور امام
صاحب کے نزدیک نہین دیسکتا صرف اپنی تحریر پر اعتماد کرکے جب تک کہ حادثہ یاد نہو بخلاف تمسک کے یا اور کوئی دستاویز کے
کہ وہ خصم کے پاس رہتا ہی ف تو اگر کسینے اپنی شہادت تمسک مین لکھی پائی اور اپنا خط اوسنے پہچانا لیکن حادثہ یاد
نہین ہی تو اگر وہ تمسک مدعی کے ہاتھ مین نہ گیا ہو بلکہ محفوظ ہو قاضی یا شاہد کے پاس تو اوسکو شہادت دینا درست ہی
صاحبین کے نزدیک ورنہ درست نہین اور امام محمد کے نزدیک اگرچہ وہ تمسک مدعی کے پاس رہا ہو تب بھی شہادت
دینا درست ہی جب کہ اوسکو یقین ہو کہ یہ میرا خط ہی اگرچہ حادثہ یاد نہو لوگون پر آسان کرنیکے لیئے کذا فی الجامع الرائق ص
ایسی چیز کی گواہی نہ دے جسکو معائنہ نہ کیا ہو ف یعنی نہ اپنے کانون سے سنا ہو مشہود علیہ سے سماعی چیزون مین اور
نہ آنکھون سے دیکھا ہو دیکھنے کی چیزون مین ص محض سماع سے مگر نسب اور موت اور نکاح اور دخول ف یعنی وطی زوج
ساتھ زوجہ کے ص اور ولایت قاضی ف یعنی جب سنا کہ فلان شخص قاضی ہوا فلانے شہر کا تو اوسکو اوسکے قضا
کی شہادت درست ہی اگرچہ اوسنے بادشاہ کو قاضی بناتے نہ دیکھا ص اور اصل وقف نہ شرائط وقف مین ف اصل
وقف سے مراد یہ ہی کہ فلانا مکان وقف ہی فلانی جماعت پر اور شروط اس سے زیادہ جو اور باتین متعلق ہین اوس سے لیکن درمختار
مین ہی کہ بقول مختار شرائط وقف مین بھی شہادت سمعی جائز ہی اسی طرح مہر مین بھی ص مگر شرط اسکی یہ ہی کہ شاہد کو ان باتون
کی دو عادل شخصون نے یا ایک عادل مرد اور دو عورتون نے خبر دی ہو ف مگر ہدایہ مین ہی کہ موت مین شاہد کو اتنا ہی کافی ہی کہ ایک عادل
مرد یا ایک عادل عورت سے خبر سن لیوے ص اور ضرور ہی کہ شاہد ان صورتون مین قاضی کے سامنے یہ نہ کہدے کہ مین شہادت دیتا ہون
بسبب سماع کے تو اگر یہ کہدیگا تو باطل ہو جاویگی شہادت اوسکی ف درمختار مین ہی کہ بطلان شہادت اوسی صورت مین
ہی کہ شاہد یون کہین کہ ہمنے گواہی دی اسواسطے کہ سنا ہمنے لوگون سے اور اگر یون کہین کہ ہمنے اسکو معائنہ نہین کیا لیکن
وہ ہمارے نزدیک مشہور ہی تو جائز ہی سب امور مین تو گواہون کو چاہیے کہ شہادت مطلق دیوین ان مقدمات مین تاکہ
استفسار کی نوبت نہ پونہچے تو بہتر ہی اور اگر قاضی یا خصم استفسار کرے کہ تم یہ گواہی کسطرح دیتے ہو یا تمکو کہان سے معلوم
ہوا تو اوسکا جواب اسطور سے دیوین کہ ہمارے نزدیک یہ بات مشہور ہی اور سماع کا لفظ زبان پر نہ لاوین تا مشہود لہ
کا حق ضائع نہووے ص ایک شخص نے زید کو دیکھا بیٹھے مجلس قضا مین کہ اوسکے پاس متخاصمین آمد و رفت کیا کرتے ہین
تو اوسکو گواہی دینا درست ہی زید کے قاضی ہونیکی یا ایک شخص نے دیکھا ایک مرد اور ایک عورت کو کہ ایک گھر مین
رہتے ہین اور آپسمین اسطرح کھلے کھلا رہتے ہین جیسے جورو خاوند تو اوس شخص کو اس بات کی گواہی دینا درست ہی کہ یہ عورت
زوجہ اوس مرد کی ہی یا ایک شخص نے کوئی چیز سوا غلام لونڈی کے زید کے قبضے مین اسطرح دیکھی جیسے مالکون کے تصرف مین

ہوتی ہی تو اوسکو شہادت دینا اسبات کی درست ہی کہ یہ چیز زید کی ملک ہی ف اگرچہ اوسنے سبب ملک کا مشاہدہ نکیا ہو
بشرطیکہ شاہد کے دل مین علم و یقین ہو جاوے اسبات کا کہ یہ چیز زید کی ہی تو اگر ایک چیز کسی ایسے شخص کے پاس دیکھی تو شہادت
بالملک درست نہوگی طحطاوی اور غلام لونڈی سے مراد وہ غلام لونڈی ہی جو عاقل ہون یعنی اپنے دل کی بات کو بیان
کرسکتے ہون برابر ہی کہ بالغ ہون یا نابالغ تو اون مین صرف قبضے سے شہادت ملک جائز نہین البتہ اگر غلام لونڈی ایسے
صغیر ہون کہ اپنے دل کی بات کو بیان نہ کرسکتے ہون تو اونمین قبضہ سے شہادت بالملک دے سکتے ہین مانند سائر اشیا کے
ص جس شخص نے یہ گواہی دی کہ مین زید کے دفن کیوقت حاضر تھا یا مینے اوسپر نماز جنازہ پڑھی تھی تو ایسی شہادت موت کے
لیے مقبول ہوگی اسواسطے کہ مرتے وقت نہین دیکھتے ہین مگر ایک یا دو آدمی تو حاضر ہونا دفن مین یا نماز جنازہ پڑھنا مثل
معاینہ موت کے ہی اور عادۃً اسمین التباس نہین ہوتا **مسائل الحاقیہ** جو شخص پردہ مین بیٹھا ہوا اور جسے پردے کی آڑ مین
شاہد نے ایک کلام سنا تو اوسپر شاہد کو شہادت دینا درست نہین مگر دو صورتون مین پہلی صورت یہ کہ شاہد کو معلوم ہو جاوے
یہ بات کہ اس کوٹھری مین سوا مقر کے اور کوئی نہین ہی صورت اوسکی یہ ہی کہ شاہد کوٹھری کے اندر گیا اور وہان مقر کو دیکھا بعد اسکے
باہر نکر دروازہ پر کوٹھری کے بیٹھ گیا اور اوس کوٹھری کی راہ سوا دروازے کے اور کسی طرف نہین ہی اب مقر نے کوٹھری
کے اندر کسی بات کا اقرار کیا تو شاہد کو اوسکی شہادت دینا درست ہی مگر اگر قاضی کے سامنے یہ کیفیت بیان کریگا تو شہادت اوسکی
مقبول نہوگی دوسری صورت یہ ہی کہ مقرہ عورت ہی شاہد نے اوسکا جثہ دیکھا اور اوسکی آواز سنی بعد اوسکے دو مردون نے شاہد
سے یہ کہا کہ یہ فلانی عورت بیٹی فلان بن فلان کی ہی تو بھی اوسکو شہادت اوسکے بیان پر درست ہی اور اگر شاہد نے اقرار کرتے وقت
اوس عورت کا جثہ نہ دیکھا تو اوسکو گواہی دینا اوسکے اقرار پر درست نہین اگرچہ دو گواہ اوس شاہد سے کہدین کہ مقرہ فلانہ فلان بن
فلان کی بیٹی ہی اور جثہ کی قید سے یہ صورت نکل گئی کہ اگر ایک عورت نے اپنا منہ کھول دیا گواہون کے سامنے اور یہ کہا کہ مین فلانی فلان
بن فلان کی بیٹی ہون مینے اپنے خاوند کو مہر معاف کردیا تو اب گواہون کو بغیر دو مردون کے بیان کیے کہ یہ فلانی فلان بن فلان
کی بیٹی ہی اوسکے اقرار پر شہادت دینا درست ہی جبتک وہ عورت زندہ ہی کیونکہ ممکن ہی شاہدون کو اوسکی طرف اشارہ کردینا اور
جب مرگئی تو اب اون گواہون کو احتیاج ہی دو عادلون کے گواہی کی اس بات پر کہ مقرہ فلانی فلان بن فلان کی بیٹی ہی شامی مسئلہ
مدعی نے اپنے وجہ ثبوت دعوی مین خط اقراری مدعی علیہ کا پیش کیا مدعی علیہ نے اوس سے انکار کیا اور قاضی نے اوس سے لکھوایا اور دونون
خط ماہرین کی نگاہ مین یکسان ایک ہی شخص کے لکھے معلوم ہوے تو قاری الہدایہ کے فتوی کے موافق مدعی علیہ پر حکم مال مدعی بہ مدعی کا کرنا
اگرچہ قاضی خان نے اسکے خلاف کو صحیح کہا ہی اور بہت سے فقہا نے اسکو رد کیا ہی اور در مختار مین قاضی خان کی تصحیح پر اعتماد کیا ہی
لیکن اسصورت مین اتفاق ہی کہ اگر وہ خط مستند برسوم عرف کے موافق ہو تو مدعی علیہ کے انکار کی تصدیق نہوگی اور مال اوسپر
لازم کیا جاویگا اور اگر مدعی علیہ نے اعتراف کیا اس بات کا کہ یہ میرا لکھا ہوا ہی اور مال سے انکار کیا یا شہادت اس امر پر گذری اسطرح
کہ شاہدون نے معاینہ کیا ہو اوسکو لکھتے ہوئے مدعی علیہ کو یا مدعی علیہ نے لکھکر شہود کو سنایا ہووے اور وہ تحریر مصدر
و معنون ہو تو حکم اوس مال کا مدعی علیہ پر کر دیا جاویگا اور اوسکے انکار کی طرف التفات نہوگا یہ خلاصہ ہی
تحقیق فقہاے متاخرین مثل قاری الہدایہ اور حموی اور ابن عابدین شامی اور طحطاوی کا فافہم واستقم

باب بیان مین اون لوگون کے جنکی گواہی قبول ہے اور جنکی مقبول نہین

اس باب مین انکا ذکر ہوتا ہے اس بات کا کہ کن لوگون کی گواہی صحیح ہے اور کسکی صحیح نہین اسواسطے کہ فاسق کی شہادت قبول کیجاویگی اور قاضی اگر حکم کرے اوسکی شہادت سے تو صحیح ہوجاویگا بخلاف غلام اور لڑکے اور اندھے اور والد اور اولاد اور اصول کے کہ انکی شہادت صحیح نہین ہے لیکن خزانۃ المفتین مین ہے کہ جسوقت قاضی نے حکم کردیا ساتھ شہادت اندھے اور محدود فی القذف کے جب تو بہ کرچکا ہو یا ساتھ شہادت اصول و فروع کے واسطے دوسرے کے یا ساتھ شہادت مرد کے واسطے اپنی عورت کے یا عکس نافذ ہوجاویگا اور قاضی ثانی کو اوسکا ابطال نہین پہونچتا اگرچہ قاضی ثانی اوسکے بطلان کا قائل ہو شافعی ص شہادت قبول کیجاویگی اہل ہوا کی سوا خطابیہ کے جاننا چاہیے کہ اہل ہوا وہ اہل قبلہ ہین کہ جنکا اعتقاد اہل سنت وجماعت کے اعتقاد کے موافق نہین اور اصول انکے چھہ فرقے ہین جبریہ قدریہ روافض خوارج مشبہہ معطلہ اور ہر ایک مین بارہ بارہ فرقے ہین تو سب ملاکر بہتر فرقے ہوئے ف جیسا روایت کی عبداللہ بن عمرو بن العاص نے کہا کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرقے فرقے ہوگی میری امت تہتر فرقے سب جاوینگے جہنم مین مگر ایک فرقہ پوچھا صحابہ نے وہ کون سا فرقہ ہے یا رسول اللہ فرمایا آپنے جس پر مین ہون اور میرے اصحاب ہین روایت کیا اوسکو ترمذی نے اور احمد اور ابو داود کی روایت مین ہے کہ بہتر فرقے جہنم مین جاوینگے اور ایک فرقہ جنت مین اور وہ فرقہ سنت جماعت کا ہے جبریہ کہتے ہین کہ بندہ مجبور محض ہے اوسکو کسی طرح کا اختیار نہین جیسے شجر حجر قدریہ کہتے ہین کہ بندہ اپنے افعال مین بالکل مختار اور اپنے کامون کا آپ خالق ہے اور نفی کرتے ہین قضا و قدر کی روافض اکثر صحابہ اور شیخین کی تکفیر کرتے ہین اور مبالغہ کرتے ہین مدح مین حضرت علی اور حسنین اور دیگر اہل بیت کے اونکی حد سے زیادہ خوارج تکفیر کرتے ہین حضرت عثمان اور علی کی اور دشمن ہین اہل بیت کے اور بھی تکفیر کرتے ہین طلحہ اور زبیر اور معاویہ کی مشبہہ تشبیہ دیتے ہین اللہ تعالی کو ساتھ مخلوقات کے اور خالق مین صفات مخلوق کی ثابت کرتے ہین قہستانی نے عوض مشبہہ کے مرجیہ ذکر کیا ہے مرجیہ وہ فرقہ ہے جو کہتا ہے کہ ایمان کے ساتھ کوئی گناہ ضرر نہین کرتا معطلہ کہتے ہین کہ اللہ تعالی بیکار محض ہے یعنی صفات سے اوسکو خالی سمجھتے ہین معاذ اللہ ص اور بعضے فقہا فرق کرتے ہین اون اہل ہوا مین جنکا اعتقاد کفر تک پہونچ گیا ہے اور جنکا اعتقاد کفر تک نہین پہونچا ف تو شہادت نہین قبول کرتے فرقہ اولی کی اور قبول کرتے ہین فرقہ ثانیہ کی ص اور امام شافعی کے نزدیک ان مین سے کسی کی شہادت مقبول نہین بسبب اونکے فسق کے ہم یہ جواب دیتے ہین کہ وہ اس اعتقاد کو باطل جانکر نہین اختیار کرتے بلکہ اوسی اعتقاد کو دینداری سمجھتے ہین دوسرے یہ کہ شہادت کے منافی کذب ہے اور کذب باتفاق ان سب فرقون کے حرام ہے اور خطابیہ ایک فرقہ ہے رافضیون مین سے اونکا اعتقاد یہ ہے کہ جو شخص اپنے دعوی پر قسم کھالیوے تو اوسکے واسطے شہادت درست ہے اور بعضے کہتے ہین کہ اپنے گروہ کے لیے شہادت کو واجب سمجھتے ہین ف اگرچہ جھوٹی ہو چلپی حاشیہ شرح وقایہ مین ہے کہ خطابیہ بفتح خای معجمہ اور طا مشددہ ایک فرقہ ہے رافضیون مین سے منسوب طرف ابو الخطاب کے اور وہ ایک شخص تھا کوفہ مین قتل کیا اوسکو عیسی بن موسی نے اور سولی دی اوسکو کناسہ مین اسواسطے کہ اوسکا گمان یہ تھا کہ علی خدائے اکبر ہین اور جعفر صادق خدائے اصغر نعوذ باللہ منہ ص

اسی طرح قبول کیجاویگی شہادت ذمی کی ذمی پر اور مستامن پر گو وہ دونو نکی ملت مخالف ہو ایک دوسرے کے اور مستامن کی مستامن پر اگر ایک ہی ولایت کے ہون **ف** شہادت ذمی کی مقبول ہے ہمارے نزدیک اور نزدیک امام مالک اور شافعی کے نہین مقبول ہے اسواسطے کہ وہ فاسق ہے اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَالْكَافِرُونَ هُمُ الْفَاسِقُونَ اسی واسطے شہادت ذمی کی مسلمان پر مقبول نہین ہے بالاتفاق تو ہو گیا مثل مرتد کے کہ شہادت اوسکی نہ دوسرے مرتد پر مقبول ہے نہ مسلمان پر دلیل ہماری یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جائز رکھی شہادت نصاری کی بعض کی اون مین سے بعض پر اخراج کیا اوسکا صاحب ہدایہ نے مگر یہ حدیث اس لفظ سے نہین ملی ہان روایت کیا ابن ماجہ نے سنن مین آنحضرت علیہ السلام سے کہ جائز رکھی آپ نے شہادت ذمیون کی اوپر ذمیون کے اور فسق اوسکا من حیث الاعتقاد غیر مانع ہے قبول شہادت سے اسواسطے کہ کذب اوسکے نزدیک بھی حرام ہے کیونکہ وہ ممنوع ہے سب ملتون مین انتہی مافی الہدایہ ملخصاً اور مستامن اگر جدا جدا ولایت کے رہنے والے ہون جیسے ترکی اور رومی تو اونکی شہادت ایک دوسرے پر مقبول نہوگی اسی طرح مستامن کی شہادت مسلمان پر اور ذمی پر بھی قبول نکیجاویگی اور کفر مین اختلاف دین کا اسواسطے اعتبار نہوا کہ کفر سب ملتونکو ایک ہی ملت مین داخل ہے **ص** اور قبول کیجاویگی شہادت اوس دشمن کی جو بسبب دین کے عداوت رکھتا ہو **ف** یعنی اگر دو مسلمانون مین عداوت دینی ہو تو شہادت ایک کی دوسرے پر مقبول ہوگی اسواسطے کہ عداوت دینی مین احتمال کذب کا نہین ہے برخلاف عداوت دنیاوی کے جسکا بیان آگے آویگا **ص** اور اوس مسلمان کی جو پرہیز رکھتا ہو کبیرہ گناہون سے اور نہ اصرار کرتا ہو صغیرہ گناہون پر اور غالب ہو صواب اوسکا اوسکی خطا پر **ف** یہی معنی عدالت کے ہین جیسا کہ اوپر گذرا **ص** جاننا چاہیے کہ علما نے کبائر کی تفسیر مین اختلاف کیا ہے بعض کہتے ہین کہ کبائر سات ہین ایک شرک کرنا ساتھ اللہ کے **ف** یعنی جو باتین مختص ہین اللہ تعالیٰ کے ساتھ وہ غیر کے لیے ثابت کرنا مثلاً سوا خدا کے کسیکو قابل عبادت اور پرستش سمجھنا یا خدا کا سا علم محیط اور قدرت عام غیر کے لیے ثابت کرنا **ص** دوسرے بھاگنا کفار کے مقابلہ سے جہاد مین تیسرے نافرمانی کرنا والدین کی چوتھے خون ناحق کرنا پانچوین طوفان جوڑنا مسلمان پر چھٹے زنا ساتوین شراب پینا اور بعضون نے یتیم کا مال ناحق کھانا اور سود کھانا بھی بڑھایا ہے اور بیشک وارد ہوا احادیث مین کہ یہ تم سات گناہون سے جو ہلاک کرنے والے ہین شرک کرنا ساتھ اللہ کے سحر کرنا قتل کرنا اوس نفس کا جسکو حرام کیا اللہ نے مگر حق سے کھانا سود کا کھانا یتیم کے مال کا ناحق پیٹھ موڑنا دن مقابلہ کے کفار سے تہمت زنا کرنا مسلمان عورتون پاک دامنون کو **ف** روایت کیا اوسکو بخاری مسلم نے ابو ہریرہ سے **ص** اور فرمایا علیہ السلام نے کبائر شرک کرنا ہے ساتھ اللہ کے اور نافرمانی کرنا والدین کی اور خون ناحق کرنا اور قسم جھوٹی عمداً کھانا **ف** روایت کیا اوسکو بخاری نے عبد اللہ بن عمرو بن العاص سے اور انس کی روایت مین جھوٹی گواہی ہے بدلے مین جھوٹی قسم کے متفق علیہ **ص** تو صحیح یہ ہے کہ یہ حصر نہین ہے بواسطے بیان حصر کے کبیرہ گناہ وہ ہے جسکو فاحش کہین جیسے لواطت یا باپ کی منکوحہ سے نکاح کرنا اور اس باب مین کوئی نص قاطع وارد ہو عذاب کا دنیا آخرت مین اور کہا امام حلوانی نے کہ کبیرہ وہ گناہ ہے جو شنیع ہو مسلمانون مین اور اوس مین ہتک حرمت الٰہی ہو یا ہتک حرمت دین ہو تو عدالت مین جیسے پرہیز کرنا کبائر سے ضرور ہے اسی طرح یہ بھی چاہیے کہ صغیرہ پر اصرار نکرتا ہو اسواسطے کہ اصرار یعنی بار بار کرنا صغیرہ کو کبیرہ کر دیتا ہے جو کہا کہ غالب ہو صواب اوسکا خطا پر یعنی نیکیان اوسکی برائیون پر زیادہ ہون اسواسطے

کہ صرف صغیرہ سے آلودہ ہو تا عدالت کو ساقط نہیں کرتا میں کہتا ہوں کہ اسکے سوا ایک قید ضرور ہے وہ یہ ہے کہ بچے
ان افعال سے جو دلالت کرتے ہیں خست اور دناءت یعنی بیہودگی اور بے لحاظی پر جیسے راستہ میں کھانا کھانا یا راہ میں
پیشاب کرنا ص اور مقبول ہے شہادت اقلف کی یعنی جسکا ختنہ نہوا ہو مگر اوس صورت میں جب اوسنے دین کو ہلکا سمجھکر
ختنہ نکیا ہو ف یعنی جب بلا عذر ختنہ ترک کیا ہووے تو اوسکی شہادت مقبول نہو گی در مختار ص اور خصی کی ف
یعنی جسکے خصیے نکالے گئے ہوں اسواسطے کہ اوسمیں اوسکا کچھ قصور نہیں ہے بلکہ جبراً اوسکا ایک عضو کاٹا گیا تو ایسا ہوا کہ جیسے
کسیکا جبراً ہاتھ کاٹا جاوے اور روایت کیا ابن ابی شیبہ نے مصنف میں کہ حضرت عمر رضی نے قبول کی شہادت علقمہ خصی کی ایسا ہی
ذکر کیا صاحب ہدایہ نے ص اور ولد الزنا کی ف اسواسطے کہ اوسکے ماں باپ کا فسق ہے اوسکا اوسمیں اختیار نہیں
اور امام مالک کے نزدیک ولد الزنا کی گواہی زنا میں مقبول نہیں ص اور عمال سلطان کی ف عمال جمع عامل وہ لوگ ہیں
جو بادشاہوں کیطرف سے واسطے تحصیل حقوق واجبہ کے معین ہیں جیسے جزیہ اور خراج اور عشر اور زکوۃ وصول کرنیکے لیے ص
بشرطیکہ معین نہوں ظلم پر اسواسطے کہ نفس عمل فسق نہیں اور بعضوں کے نزدیک جب عامل سلطانی وجیہ صاحب مروت
ہو کہ بیہودہ شبکے لیے کلام میں تو شہادت اوسکی مقبول ہے اگرچہ فاسق ہو اسواسطے کہ مروی ہے امام ابو یوسف سے کہ فاسق جب
وجیہ ہووے جرات نہیں کرتا ہو کذب پر تو شہادت اوسکی مقبول ہے ف اور اوپر اسکی تحقیق گذر چکی ص اور ایک
بھائی کی دوسرے بھائی کے لیے اور اپنے چچا کے لیے اور اپنے محرم رضاعی ف جیسے رضاعی ماں بہن باپ بھائی ص
اور سسرالی کے لیے ف مثلاً شہادت داماد کی واسطے خسر اور خوشدامن کے اور بالعکس درست ہے ص
اور نہیں مقبول ہے گواہی اندھے کی اور ایک روایت میں امام صاحب سے ہے کہ گواہی اندھے کی ان چیزوں میں جن میں
شہادت سمعی جائز ہے مقبول ہے اور یہی قول زفر کا ہے ف لیکن اس روایت پر فتوی نہیں بلکہ صحیح یہی ہے کہ اندھے
کی گواہی مطلقاً درست نہیں در مختار ص اور امام ابو یوسف اور شافعی رح کے نزدیک قبول کی جاویگی شہادت
اندھے کی اوس صورت میں جب انکھیارا ہووے وقت اوٹھانے شہادت کے ف یعنی جسوقت یہ واقعہ ہوا تھا تو شہادت
دو کنارے ہیں ایک شروع کا کنارہ ہے یعنی جسوقت سے آدمی گواہ ہوتا ہے اوسکو وقت تحمل شہادت کہتے ہیں اور ایک دوسرا
ختم کا کنارہ یعنی جب شہادت بیان کردیتا ہے قاضی کے سامنے اوسکو وقت ادائے شہادت کہتے ہیں ص اور اگر ایک شخص وقت تحمل شہادت انکھیارا تھا اور اسیطرح وقت ادا
شہادت لیکن قبل اسبات کے کہ قاضی قضا کرے اندھا ہو گیا تو قاضی کو اوسکی شہادت کے ساتھ قضا درست نہیں طرفین کے نزدیک اور امام ابو یوسف کے نزدیک
درست ہے اور یہی قول ظاہر تر ہے ف شامی نے کہا کہ اور کتابوں سے اس قول کی عدم اظہریت ثابت ہوتی ہے تو فتوی قول طرفین پر ہی ہوگا
ص اور نہیں مقبول ہے شہادت غلام کی اور اوس شخص کی جسکو حد قذف پڑی ہو اگرچہ توبہ کرلیوے
ف اور شافعی رح کے نزدیک بعد توبہ کے مقبول ہے دلیل ہماری قول ہے اللہ تعالی کا وَلَا تَقْبَلُوا لَهُمْ شَهَادَةً
أَبَدًا یعنی نہ قبول کرو ان لوگوں کی جنھوں نے تہمت زنا کی لگائی اور مدعا کی گواہی کبھی ص مگر اوس شخص کی
جسکو حد قذف حالت کفر میں پڑی ہو پھر وہ مسلمان ہوجاوے تو اب اوسکی گواہی مقبول ہے اور نہیں ہے مقبول شہادت
اوس شخص کی جو دشمن ہو بسبب دنیا کے ف نہ اپنے دشمن دینی کے غیر پر اسواسطے کہ عداوت دنیاوی رکھنا فسق ہے اور فا

کی گواہی کسی طرح مقبول نہین یہی مضمون سمجھا جاتا ہے محیط اور واقعات اور ہدایہ وغیرہ بہت سی کتابون سے لیکن محققین
فقہا نے تصحیح کر دی ہے کہ مراد عداوت دنیاوی سے یہ نہین ہے کہ جو کوئی کسی سے جھگڑا اور وہ اوسکا دشمن ہو گیا بلکہ عداوت
دنیوی ایسی چاہیے جیسے ولی مقتول کی گواہی قاتل پر اور مجروح کی جارح پر اور مقذوف کی گواہی قاذف پر اور قافلے
والون کی جنکا اسباب لٹا رہزن غارتگر پر کذا فی البحر اور زاہدی نے لکھا ہے کہ روایت منصوصہ یہ ہے کہ قبول کیجاویگی شہادت
عدو دنیا کی اگر وہ عدل ہو یہی صحیح ہے اور اسی پر اعتماد ہے خلاصہ لیکن یہ عبارت زاہدی کی عجیب ہے کیونکہ ابھی ثابت ہو چکا
کہ عداوت رکھنا بسبب دنیا کے فسق ہے اور جب وہ موجب فسق ہوئی تو مرتکب اوسکا عدل کیسے رہیگا اس لحاظ سے
صحیح وہی ہے جو منقول ہوا بحر سے ص اور نہین مقبول ہے شہادت مرد کی اپنی اصل اور فرع اور زوجہ کے لیے البتہ اونکے
اوپر درست ہے اور شہادت عدو کی بالعکس ف یعنی اپنے عدو پر درست نہین اور عدو کے لیے درست ہے اصل
جیسے باپ دادا مان نانی نانا فرع جیسے بیٹا بیٹی پوتا پوتی نواسا نواسی اور جیسے زوج کی شہادت زوجہ کے لیے
ناجائز ہے ویسے ہی شہادت زوجہ کی زوج کے لیے اور اصل اس باب مین وہ حدیث ہے جسکو بیان کیا صاحب ہدایہ نے کہ نہ قبول کیجاویگی
شہادت والد کی واسطے ولد کے اور نہ ولد کی واسطے والد کے اور نہ عورت کی واسطے خاوند اپنے کے اور نہ خاوند کی واسطے عورت
اپنی کے اور نہ غلام کی واسطے مولی اپنے کے اور نہ مولی کی واسطے غلام اپنے کے اور نہ شریک کی واسطے شریک اپنے کے اور نہ
نوکر کی واسطے آقا اپنے کے زیلعی نے تخریج مین کہا کہ یہ حدیث غریب ہے لیکن ذکر کیا ابن الہمام نے فتح القدیر مین کہ روایت
کیا اوسکو خصاف نے یعنی ابوبکر رازی نے اپنی مسند طویل سے حضرت عایشہ رض سے اور روایت کیا عبد الرزاق اور ابن ابی شیبہ نے
قول شریح قاضی کا مثل اسکے اشباہ والنظائر مین ہے کہ دو جگہ شہادت زوج کی زوجہ کی مضرت پر درست نہین ایک یہ کہ زوج
نے عیب زنا کا لگایا زوجہ پر تین شاہدون کے ساتھ گواہی دی دوسرے یہ کہ زوج نے مع ایک شخص کے گواہی دی زوجہ کے
اقرار پر کہ مین فلانے شخص کی لونڈی ہون اور وہ شخص اسکا مدعی ہے ص اور نہین مقبول ہے گواہی مولی کی واسطے غلام اپنے
کے اور مکاتب اپنے کے شریک کی واسطے شریک اپنے کے مال شرکت مین ف یعنی جس چیز مین شریک ہین دلیل انہی مسئلون کی وہی حدیث
حضرت عایشہ اور اثر شریح کا ہے جسمین یہ مضمون ہے کہ نہین جائز ہے شہادت شریک کی واسطے دوسرے شریک کے اوس چیز مین جسمین
شرکت ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ غیر مال شرکت مین شہادت شریک کی واسطے دوسرے شریک کے درست ہے ص اور اجیر کی واسطے
استاد اپنے کے ف اسکی دلیل بھی اوپر گذری مراد اجیر سے یہان وہ چیلہ خاص ہے جو اپنے اوستاد کا ضرر اپنا ضرر سمجھتا ہے اور اوسکا
نفع اپنا نفع سمجھتا ہے اس باب مین دوسری بھی حدیث آئی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے رد کی شہادت خیانت
والے مرد اور خیانت والی عورت کی اور عداوت والے کی اپنے بھائی پر اور شہادت قانع کی واسطے اہل بیت کے اور غیر اہل بیت کے واسطے
جائز رکھی روایت کیا اوسکو ابو داود نے عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ سے اور قانع سے اسی قسم کا چیلہ
اور شاگرد خاص مراد ہے اور بعضون کے نزدیک اجیر سے مراد اجیر خاص ہے یعنی نوکر جسکی تنخواہ ماہانہ یا سالانہ مقرر ہووے اور اس سے
احتراز ہو گیا اجیر مشترک سے جیسے دھوبی خیاط لوہار بڑھئی نائی کہ انکی گواہی مستاجر کے لیے درست ہے اور شہادت اوستاد
کی اور مستاجر کی واسطے اجیر خاص اور شاگرد کے بھی درست ہے دیکھو مختار ص اور نہین مقبول ہے شہادت اوس مخنث کی

جو نالائق چھال کرتا ہی ف یعنی عورتونکا سا سنگار اور بناؤ کرتا ہی اور لوچ کرتا ہی جیسے زنانے اس ملک کے حیز ابو داود مین ہی ابن عباس سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ لعنت کرے اللہ مردون مین سے مخنث پر اور عورتون مین سے اون عورتون پر جو مردون کے ساتھ مشابہت کرتی ہین ص لیکن وہ مخنث کہ جو خلقی تھا نہین جماع پر اور نرمی اور لچلچا پن ہو اوسکے اعضا مین تو اوسکی گواہی مقبول ہی ف اسواسطے کہ یہ امر غیر اختیاری ہی در مختار مین ہی کہ مخنث بمعنی اول بفتح نون ہی اور بمعنی ثانی بکسر نون ص اور نہین مقبول ہی شہادت گانے بجانے والی عورت کی اور نہ ماتم اور نوحہ کرنیوالی کی ف اسواسطے کہ عورت کو آواز بلند کرنا حرام ہی تو اگر اوسکا گانا دفع وحشت کے لیے ہو تب بھی حرام ہی در مختار منع کیا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو احمق آوازون سے یعنی گانے والی اور نوحہ کرنے والی کی آواز سے روایت کیا اوسکو ترمذی نے نوحہ کرنے والی سے مراد وہ عورت ہی جو اجرت لیکر جہان موت ہوتی ہی جاکر نوحہ کرتی ہی اور جو اپنے کسی عزیز کے مرجانے پر نوحہ کرے تو گواہی مقبول ہی در مختار ص اور جسنے خمر ف مصنف نے خمر مین بھی قید مداومت کی لگائی لیکن در مختار مین خلاف اسکے مرقوم ہی کہ خمر کے ایک قطرہ کے پینے سے بھی بطریق لہو کے مردود الشہادۃ ہو جاویگا اوسمین مداومت شرط نہین کیونکہ حرمت خمر کی قطعی ہی در مختار بیان خمر کا کتاب الاشربہ مین انشاء اللہ تعالی آویگا ص یا اور شیاے مسکرہ پر بطریق لہو کے مداومت کی ف اسواسطے کہ جو اشربہ مسکر نہین ہی اوسکی مداومت عدالت کو ساقط نہین کرتی بلکہ ادمان سکر موجب ہی سقوط عدالت کا اور ذکر کیا ہی فقہانے کہ ادمان سے مراد وہ ادمان ہی جو نیت سے ہوتا ہی یعنی ایکدفعہ پیکر پھر نیت یہ رکھے کہ جب اوسکو پاویگا پی لیویگا کہا امام سرخسی نے کہ شرط ہی اوسکے ساتھ یہ بات کہ ظاہر ہو جاوے لوگون پر یا مالت نشہ مین نکلے اور لڑکے اوس سے مسخرہ پن کرین یہانتک کہ اگر خمر پیا اونسے پوشیدہ تو عدالت اوسکی ساقط نہوگی اور مذکور ہی حواشی مین کہ قید لہو واسطے غیر خمر کے ہی اور خمر مین کچھ اس قید کی حاجت نہین مین کہتا ہون خمر مین بھی قید لہو کی ضروری ہی اسواسطے کہ پینا اوسکا واسطے دوا کے جب اطبا حاذقین یہ کہدین کہ اس مرض کا علاج سوا خمر کے اور نہین ہی مختلف فیہ ہی بعضون کے نزدیک حرام ہی اور بعضون کے نزدیک نہین تو وہ مسقط عدالت نہوگا اسی طرح ساقط ہو جاویگی عدالت اوس شخص کی جو بیٹھے شرابخوارون مین پینے والون کے ساتھ اور نہ مقبول ہوگی شہادت اوسکی اگرچہ خود نہ پیے کذا فی الاکمل فائدہ اگرچہ صاحب درمختار نے خمر مین باتباع صاحب بحر الرائق ادمان کو شرط نہین رکھا لیکن صحیح یہی ہی کہ خمر مین بھی ادمان شرط ہی تا فعل اوسکا ظاہر ہووے ایسا ہی ظاہر ہی کافی اور قاضی خان اور ذخیرہ اور زیلعی اور عینی اور بنایہ سے ص اور جو شخص کھیلتا ہی پرندون سے ف جیسے کبوتر بازی مرغ بازی وغیرہ اور اگر کبوترون کو یونہی پالے واسطے دفع وحشت کے تو درست ہی مگر جب کہ غیر کے کبوتر کھینچ لیتا یا پکڑ رکھتا ہو تو مباح نہین بسبب حرام خوری کے در مختار ص یا طنبورہ سے ف داخل ہین اسمین اور آلات لہو جیسے ڈھول سارنگی بربط وغیرہ ص یا گاتا ہی لوگون کو جمع کرکے ف تو لیکے اور جو اپنے لیے آپ گاوے واسطے رفع وحشت کے تو وہ ساقط نہین کرتا عدالت کو ف خصوصاً اوس صورت مین جب وہ کلام وعظ اور نصیحت ہووے تو وہ اتفاقاً جائز ہی در مختار ص یا ارتکاب کرتا ہی کسی گناہ کبیرہ کا جو موجب ہی حد کو ف جیسے زنا اور سرقہ قطع طریق ص یا داخل ہوتا ہی حمام مین بغیر تہ بند کے ف اسواسطے کہ کشف عورت حرام ہی ہدایہ ص یا سود کھاتا ہی ف لیکن شرط یہ ہی کہ سود خواری مین کہ مشہور ہو سود خواری مین اسواسطے کہ آدمی بہت کم خلاص پاتا ہی بیوع فاسدہ سے

حال اگر وہ سب سوۃ مین داخل ہین کذا فی الاصل ص یا چوسر اور شطرنج شرط بد کر کھیلتا ہو ف مختار یہ ہے کہ چوسر بلا شرط بھی کھیلنا
ساقط کرتا ہے عدالت کو لیکن شطرنج مین چونکہ اختلاف ہے اسلیے چند چیزون سے ایک چیز بھی اگر اوسکے ساتھ پائی جاویگی تو ساقط
عدالت ہوگی فوت صلوۃ کثرت حلف لعب در راہ شب و شتم مداومت شرط ص یا اوسکے سبب نماز فوت ہو جاوے ف ہدایہ
مین ہے کہ یا شرط بد کر کھیلے چوسر اور شطرنج کو پھر کہا صاحب ہدایہ نے لیکن بغیر شرط خالی کھیلنا شطرنج عدالت کو ساقط نہین کرتا
اسواسطے کہ اجتہاد کو دخل ہے اوسمین گنجایش ہے اور اس سے سمجھا گیا کہ چوسر مین شرط کا ہونا یا نماز کا قضا ہو جانا سقوط عدالت مین ضرور نہین
تو قید شرط کی اور نماز کی فوت کی چوسر مین جو مصنف سے واقع ہوئی اتفاقی ہے اور ذخیرہ مین ہے کہ کھیلنا چوسر کا رد کرتا ہے شہادت
کو ہر حال سے خواہ شرط ہو یا نہ ہو یا نماز فوت ہو یا نہ ہو کذا فی الاصل ص یا پیشاب کرے رستہ مین یا کھاتا ہے راہ مین
ف داخل ہین اسمین وہ افعال سب جو خلاف مروت اور حیا اور تہذیب ہین جیسے راہ مین فقط پاجامہ پہنے ہوئے چلنا یا
لوگون کے روبرو پانون پھیلانا اور وہان سر کھولنا جہان پر ننگے سر ادب سے مخل ہے اور ایک لقمہ کی چوری کرنا اور حد سے زیادہ
دل لگی اور مذاق کرنا کہ موجب استخفاف ہو اور کمینون رذیلون کی صحبت مین بیٹھنا اور بازار مین دل لگی اور شور و غل کرنا
فتح و طحطاوی ص یا علانیہ برا کہتا ہے اگلے دینداروں کو یعنی صحابہ کرام یا علماے مجتہدین رحمہم اللہ کو ف در مختار
مین ہے کہ سلف سے مراد تابعین ہین جیسے امام ابو حنیفہ رح اور قید سلف کی اتفاقی ہے اسواسطے کہ صرف مسلمان کو برا کہنا
موجب فسق ہے فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے کہ برا کہنا مسلمان کو گناہ ہے اور قتل کرنا اوسکا کفر ہے روایت کیا اوسکو بخاری
اور مسلم نے عبد اللہ بن مسعود سے **مسائل الحاقیہ** شہادت ایسے دوست کی دوسرے دوست کے لیے
جنمین انتہا درجہ کی دوستی ہو اسطرح کی کہ ہر ایک دوسرے کے مال مین بلا تامل تصرف کرے جائز نہین گواہ مدعی کے اگر مدعی علیہ
سے نہایت جھگڑتے پھرین اور خصومت کرین تو اونکی شہادت مقبول نہوگی اسلیے کہ وہ مدعی علیہ کے مخاصم ہو گئے انتہی
مقبول نہین شہادت جعلساز وکیلون کی اور قبالہ نویسون کی اور کاتبین دستاویزات کی اور دلالون کی اور کسان کی
واسطے زمیندار کے اور رعایا اور توابع کی واسطے امیر کے اور گونگے کی اور لڑکون کی اپنے کھیل کود مین اور بہت بیہودہ گو
اور بیہودہ بکنے والے کی یا بہت کثرت سے قسم کھانیوالے کی اور تارک زکوۃ اور تارک حج یا تارک جمعہ یا جماعت یا بھوک سے
زیادہ کھا جانے والے کی اور تماشائیون کی اور ناچنے والون کی اور کفن بیچنے والے کی حسب ہدایت مفتی اور تحقیق کے جو
شہادت فاسق مین ذکر کی جو لوگ ان مین سے ایسے ہین کہ انکی شہادت بسبب فسق کے رد کی جاتی ہے در صورت وجود
شرائط مذکورہ سابق کے شہادت قبول کیجاویگی ایسے مواقع اور محال مین قاضی کو اختیار ہے کہ بلحاظ عرف اور موقع اور وضع
و روش شاہد کے عمل کرے ص دو بیٹون نے گواہی دی اس بات کی کہ ہمارے باپ نے زید کو وصی بنایا تھا تو اگر زید
مدعی ہے وصایت کا تو یہ شہادت مقبول ہوگی اور اگر منکر ہے تو مقبول نہوگی جیسے میت کے دو قرضخواہون نے یا میت کے دو مدیون
یعنی قرضدارون نے یا اون شخصون نے جنکے لیے میت نے کچھ مال کی وصیت کی ہے یا میت کے دو بیٹون نے زید کی وصایت کی گواہی دی تو اگر زید اپنے وصی ہونیکا
مدعی ہے تو شہادت جائز ہے ورنہ جائز نہین اور اگر دو بیٹون نے گواہی دی اس بات کی کہ ہمارے باپ نے جو غائب ہے زید کو وکیل بنایا تھا اپنے قرضہ وصول
کرنے کا اور زید نے دعوی کیا وکالت کا یا انکار کیا کسی صورت مین یہ گواہی مقبول نہوگی ف

بیان جرح مجرد کا

وجہ فسق کی اوس کتاب اور بیہقی مسعود ہیں ص اور مقبول نہوگی شہادت جرح مجرد پر اور جرح مجرد وہ ہے جس میں اظہار ہووے
فسق شاہد کا لیکن خالی ہو اثبات حق اللہ و حق العبد سے ف یعنی ایسے فسق سے جرح ہو کہ جو موجب نہو کسی حق کا
مثلاً حق العبد تاوان مال وغیرہ اور حق اللہ جیسے حد کا ص جیسے طعن کرنا شہود پر اس طرح سے کہ وہ فاسق ہیں یا
خوار ہیں یا مدعی نے انکو اجرت دیکر شہادت کے لیے مقرر کیا ہے صورت اس مسئلہ کی یہ ہے کہ بعد تعدیل شہود مدعی کے
مدعی علیہ نے شہود قائم کیے اونکے جرح پر تو اگر وہ جرح مجرد ہوگا مقبول نہوگا اور اس طرح سے صورت ہمنے اسواسطے قرار دی کہ اگر
تعدیل شہود مدعی نہوئی ہو اور قبل اوسکے کوئی شخص قاضی کو خبر کردیوے کہ شہود فاسق ہیں یا شہود خوار ہیں یا مدعی اجرت
دیکر اون کو لایا ہے تو قبول ہوگا خاص کر اوس صورت میں جب دو شخص قاضی کو خبر دیوین کہ شہود مدعی فاسق ہیں ف یعنی
مسموع نہونا جرح مجرد کا اوس صورت میں ہے کہ عدالت شہود مدعی گواہوں سے ثابت ہوچکی ہو اور جو عدالت اون شہود
کی ثابت نہوئی ہو تو جرح مجرد ایک شخص کا بھی اون شہود پر مقبول ہے علی الخصوص دو شخص کا اور مختار یہی ہے کہ یہی اجتہاد کیا
مصنف نے اور ثابت کیا اوسکو ملا خسرو نے لیکن ابن الکمال نے مسموع نہونا جرح مجرد کا عام رکھا ہے خواہ قبل ثبوت عدالت
شہود مدعی ہو خواہ بعد ثبوت اوسکے اور بہت سے علما اوسطرف مائل ہوئے ہیں اور دفع کیا ہے اس تناقض کو طحطاوی نے
اپنے حاشیے میں اور بیان ہمنے بوجہ خوف تطویل ترک کیا ص ہاں مقبول ہونگے گواہ جرح مدعی علیہ کے اگر وہ گواہ گواہی
دیں اس بات کی کہ مدعی نے اپنے شہود کے فاسق ہونے کا آپ اقرار کیا ہے یا گواہ مدعی کے غلام ہیں یا محدود فی القذف ہیں
یا ابھی شراب پیکر آئے ہیں یا تہمت لگانے والے ہیں زنا کی ایک شخص کو اور وہ شخص مدعی ہے یا مدعی کے شریک ہیں یا اس اقرار
پر مدعی کے کہ میں ان گواہوں کو اجرت دیکر لایا ہوں واسطے گواہی کے یا مدعی ان گواہوں کو اجرت دیکر لایا ہے
میرے مال میں سے جو نزدیک ہے مدعی کے یا مینے مدعی کے گواہوں سے اتنے روپیہ پر صلح کی تھی کہ تم گواہی نہ دینا اور وہ روپیہ میں نے ان
گواہوں کو دیدیا ہے اور باوجود اسکے انہوں نے شہادت دروغ دی ف یہ گواہ مدعی کا بھائی یا باپ ہے یا ان گواہوں نے کسی کو عمداً مار ڈالا ہے ص تو ان
سب صورتوں میں شہادت شہود مدعی علیہ کی جرح پر مقبول ہوگی اسواسطے کہ امور مذکورہ موجب ہیں یا حق شرع کی یا حکم عبد کی تو دو ان میں ہوگا جرح
حکم قاضی کے تو قبول کیا جاویگا اور اگر ایک شاہد عادل تھا اور اوسنے مجلس شہادت میں بعد ادائے شہادت کے کہا کہ بعض جگہ میں بھول گیا تھا اور وہ بیان کیا تو
شہادت اوسکی قبول کیجاویگی جیسا کہ مدعی نے دعوی کیا دس کا اور گواہ عادل نے شہادت دی پانچ روپیہ کی پھر وہی مجلس میں کہا کہ پانچ میں بھول گیا تھا بلکہ
دس روپیہ مدعی کے چاہییں یا مدعی خطا کا ہوا زیادت پر جیسا کہ مدعی نے دعوی کیا پانچ روپیہ کا اور گواہ نے گواہی دی
دس روپیہ پر پھر کہا اوسی مجلس میں کہ خطا کی مینے اور کہا مینے دس عوض میں پانچ کے تو مقبول ہوگی شہادت اوسکی
اور یہ قول قبول کیا جاویگا نخعی عادل سے بشرطیکہ اوسی مجلس میں ہووے اگرچہ مقام شبہ کا ہووے اسواسطے کہ مدعی نے جس وقت
دعوی کیا پانچ روپیہ کا تو نہیں قبول کیجاتی ہے شہادت دس پر کیونکہ مدعی خود جھٹلاتا ہے گواہ کو اور بعد مجلس کے چلے جانے کے
اگر مقام مقام شبہ کا ہووے جیسے صورت زیادتی شہادت میں تو نہیں قبول کیجاویگی شہادت شاہد کی اسواسطے
کہ احتمال ہے مدعی کے بہکا دینے کا اور اگر مقام مقام شبہ کا نہو جیسا کہ شاہد نے لفظ شہادت کا ذکر نہیں کیا تو وہ دوسری
مجلس میں اوسکو بیان کرسکتا ہے **مسائل الحاقیہ** گواہی اوسکی کہ جس نے تہمت سے عزت کیا اعلیٰ یا قبول

اس گواہی سے کہ وہ عقد تہمت سے اچھا ہو کر مر مقتول کے ورثہ نے گواہ قائم کیے زید پر کہ اوسنے مقتول کو زخمی کیا اور مار ڈالا اور زید نے مقتول کے اقرار پر کہ مجھکو زید نے نہین مارا تو گواہ زید کے مقبول ہونگے گواہ اکراہ کے معتبر ہین گواہون سے رضامندی کے اگر دونون کی تاریخین متحد ہون اور اگر تاریخین مختلف ہون یا تاریخ بیان نکرین تو گواہ رضامندی کے معتبر سمجھے جاوینگے گواہی فساد عقد کی اولی ہی گواہی سے صحت عقد کی اور قول مدعی صحت عقد کا اولی ہی قول سے مدعی فساد کے قول بیع مقدم ہی قول رہن پر قول ہبہ مقدم ہی قول بیع بات پر شہادت ناقصہ کو دوسرے شہود کامل کر سکتے ہین جیسے دو شاہدون نے شہادت دی اس بات کی کہ یہ مکان زید مدعی کا ہی اور دو اور شاہدون نے یہ پورا کر دیا کہ وہ قبضہ مین مدعی علیہ کے ہی یا دو شاہدون نے ملک کی گواہی دی شی محدود مین اور دو اورون نے حدود اوسکے بیان کر دیے یا دو نے شہادت دی اسم اور نسب پر اور دو نے اوسکی تعیین کر دی اگر ایک شاہد نے اظہار دیا اور اور شاہدون نے کہا کہ ہمارا اظہار اوسکے موافق ہی تو نہین قبول کیا جاویگا یہان تک کہ ہر شاہد اپنا جدا جدا اظہار دیوے شہادت جب باطل ہو جاتی ہی بعض مین باطل ہو جاتی ہی کل مین مثال اوسکی یہ ہی کہ بھائی بہن نے ایک زمین کا دعوی کیا تو بہن کے زوج اور دوسرے شخص نے گواہی دی تو بہن اور بھائی دونون کے حق مین مقبول نہوگی اور یہ قول محمد کا ہی اور ابو یوسف کے نزدیک جائز ہی کہ شہادت بعض مین باقی رہے اور بعض مین باطل ہووے از انجملہ یہ ہی کہ دو کافرون نے مسلم اور کافر پر کپڑے کی چوری کی گواہی دی تو در حق قطع مقبول نہین اور کافر پر نصف کپڑے کا حکم ہوگا باقی صورتین اس کی مذکور ہین اشباہ مین در مختار و طحطاوی سے

باب گواہی مین اختلاف ہونیکے بیان مین

ص شرط ہی موافقت شہادت اور دعوی مین اسیطرح درمیان مین دونون شاہدون کے لفظاً و معنی نزدیک امام صاحب کے ف تطابق لفظی سے مراد یہ ہی کہ دونون شاہدون کے لفظ افادہ معنی مین برابر ہون خواہ وہی لفظ ہو بعینہ یا اوس لفظ کا مرادف ہو تو اگر ایک شاہد ہبہ کی گواہی دیوے اور دوسرا عطیہ کی گواہی تو مقبول ہی ص اور صاحبین کے نزدیک صرف تطابق معنوی کافی ہی تو اگر ایک شاہد نے ہزار کی گواہی دی اور دوسرے نے دو ہزار کی یا ایک نے سو کی اور دوسرے نے دو سو کی یا ایک نے ایک طلاق کی گواہی دی اور دوسرے نے دو طلاق کی یا تین طلاق کی تو امام صاحب کے نزدیک یہ شہادت بالکل مردود ہوگی ف اور اقل و اکثر کسی کا حکم نہوگا ص اور صاحبین کے نزدیک اقل پر قبول کیجاوے گی ف یعنی صورت اولی مین ہزار کی اور صورت ثانی مین سو کی اور صورت ثالث مین ایک طلاق کے ثبوت کا حکم دیا جاویگا ص جب مدعی اکثر کا دعوی کرتا ہو اور جو مدعی اقل کا مدعی ہو تو شہادت بالاتفاق مردود ہوگی اسواسطے کہ مدعی خود تکذیب کرتا ہی دوسرے شاہد کی جو زیادہ بیان کرتا ہی دعوی سے ص اگر ایک گواہ نے ہزار کی گواہی دی اور دوسرے نے ہزار اور ایک سو کی تو شہادت ہزار پر مقبول ہوگی اگر مدعی ہزار اور ایک سو کا دعوی کرتا ہو اور جو مدعی ہزار کا دعوی کرتا ہو اسطرح پر کہ کہے میرے مدعی علیہ پر نہین ہی مگر ہزار روپیہ یا سکوت کرے اون سو روپیہ زائد سے تو نہ قبول کیجاویگی شہادت اوس گواہ کی جو زائد بیان کرتا ہی البتہ اس صورت مین اگر مدعی یون توجیہ کر دیوے کہ اصل حق میرا ہزار اور ایک سو روپیہ تھا لیکن مین سو روپیہ وصول پا چکا ہون یا مینے ابرا کیا ہی سو روپیہ سے ف یعنی معاف کر دیئے ص تو شہادت اوسکی مقبول ہو جاویگی

بسبب موافقت کے **ف** یہ مختار مین ہی کہ یہ حکم دین مین ہی اور دعوی عین مین جسقدر پر دونون شاہدون کا اتفاق ہوگا دلایا جاویگا اور عقود یعنی بیع اور شرا مین مطلقًا اختلاف شہادت مانع ہی قبول سے خواہ دعوی اقل کا ہووے یا اکثر کا ہووے **ص** اسی طرح اگر ایک شاہد نے گواہی دی ایک طلاق پر اور دوسرے نے ایک طلاق اور نصف طلاق پر یا ایک نے سو پر اور دوسرے نے سو اور دس پر تو شہادت ایک طلاق پر اور سو پر مقبول ہوگی **ف** اس واسطے کہ ان مسائل مین دونون شاہد متفق ہین ہزار اور ایک طلاق اور سو پر لفظًا و معنًی **ص** اگر دونون شاہدون نے ہزار روپیہ کی گواہی دی اور ان دونون مین سے ایک نے کہا کہ پانسو روپیہ مدعی علیہ مدعی کو ادا کر چکا ہی تو قبول کیجاویگی شہادت اون دونون کی ہزار روپیہ پر اور لازم کیے جاوینگے ہزار روپیہ مدعی علیہ پر اور نہ التفات ہوگا اوس شاہد کے قول کیطرف پانسو روپیہ کا ادا کرنا بیان کرتا ہی اس واسطے کہ وہ متفرد ہی اس شہادت مین مگر جب اوسکے ساتھ دوسرا شخص بھی شہادت اسکی دیوے اور جس گواہ کو یہ معلوم ہووے کہ مدعی اپنے دین مین سے کچھ وصول پا چکا ہی تو نہ شہادت دیکو یہانتک کہ مدعی اوسکا اقرار نکرے تاکہ مدعی علیہ کا ضرر نہووے جبکہ دو شاہدون نے گواہی دی علی العلیہ کہ اوسنے زید کو دسوین تاریخ ذیحجہ یعنی عید کے دن مکہ مین قتل کیا ہی اور گواہی دی دو شاہدون نے کہ اوسنے زید کو اسی تاریخ کوفہ مین قتل کیا ہی اور وہ دونون شہادتین قاضی کے پاس جمع ہوئین تو حکم کیے دونون مردود ہوجاوینگی اسلیے کہ ایک ان دونون مین سے جھوٹی ہی یقینًا اور کوئی دوسرے سے اولی نہین کہ اوسکا اعتبار کیا جاوے اگر قاضی ایک شہادت سے حکم دیچکا بعد اوسکے دوسری شہادت خلاف اوسکے گذری تو دوسری مقبول نہوگی کیونکہ شہادت اولی کو ترجیح ہوگئی ساتھ اتصال قضا قاضی کے تو نہ توڑی جاویگی شہادت ثانیہ سے اگر دو گواہون نے زید پر شہادت دی کہ اوسنے ایک بیل چرایا لیکن اوسکے رنگ مین اختلاف کیا تو شہادت مقبول ہوگی اور زید کا ہاتھ کاٹا جاویگا اور اگر ایک گواہ نے شی مسروقہ کو نر بتایا اور دوسرے نے مادہ تو شہادت مقبول نہوگی یہ مذہب امام صاحب کا ہی اور صاحبین کے نزدیک دونون صورتون مین قطع ید کا حکم نہوگا اور بعضون نے کہا ہی کہ اختلاف امام اور صاحبین کا اون دو رنگون مین ہی جو قریب قریب مشابہ ایک دوسرے کے ہین جیسے سیاہی اور سرخی نہ بیچ سیاہی اور سپیدی کی اور کہا گیا ہی کہ اختلاف سب رنگون مین ہی **ف** اور یہی صحیح ہی عنایہ **ص** امام صاحب کی دلیل یہ ہی کہ سرقہ اکثر واقع ہوتا ہی شب مین اور گواہ اوسکو دور سے دیکھتے ہین تو اختلاف رنگ کا مانع نہو **ف** اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہی کہ بیل کا یا جو جانور ہووے ایک طرف کا دھڑ سیاہ ہوتا ہی اور دوسری طرف کا سپید تو جائز ہی کہ ایک شاہد نے ایک طرف کا دھڑ دیکھا ہو اور دوسرے نے دوسری طرف کا ہدایہ **ص** اور ظاہر تر قول صاحبین کا ہی **ف** جاننا چاہیے کہ یہ اختلاف اوس صورت مین ہی کہ مدعی دعوی سرقہ ایک بیل کا کرے اور اوسکا رنگ بیان نکرے اور جو اوسنے رنگ بیان کردیا تو شہادت بالاجماع مقبول نہوگی اس واسطے کہ مدعی تکذیب کرتا ہی ایک شاہد کی چلپی **ص** اگر ایک شاہد نے گواہی دی اسبات کی کہ یہ غلام خریدا ہی ہزار کو یا مکاتب ہی ہزار روپیہ پر اور دوسرے نے ہزار اور سو بیان کیے تو شہادت دونون کی مردود ہوگی **ف** برابر ہی کہ مدعی اکثر کا ہو یا اقل کا در مختار **ص** اگر ایک شاہد نے گواہی دی اسبات کی کہ مولی نے آزاد کیا اس غلام کو یا صلح کی قصاص سے یا گرو رکھا اس چیز کو یا خلع کیا عوض مین ہزار روپیہ کے اور دوسرے نے ہزار اور سو روپیہ بیان کیے اور مدعی غلام ہی **ف** عتق کے دعوی مین **ص** اور قاتل ہی **ف** صلح کے دعوی مین **ص** اور راہن ہی **ف** رہن کے دعوی مین **ص** اور عورت ہی

ف خلع کے دعوے مین ص تو شہادت مطلقاً باطل ہوگی ف خواہ مدعی اکثر کا دعوی کرتا ہو یا اقل کا ص
اور اگر مدعی مولیٰ ہے یا ولی مقتول ہے یا مرتہن ہے یا شوہر ہے تو حکم اوسکا مثل دعوی دین کے ہوگا ف یعنی اگر شاہدین مختلف ہونگے
لفظاً تو نہ قبول کیجاویگی شہادت نزدیک امام ابوحنیفہؒ کے اور اگر متفق ہونگے تو اگر مدعی دعوی کرتا ہے اقل کا تو نہ قبول ہوگی شہادت
اور شاہدوں کی جو زیادہ بیان کرتے ہیں اور اگر دعوی کرتا ہے تو شہادت اقل پر مقبول ہوجاویگی کذا فی الاصل ص اور اجارہ مین اگر قبل گذرنے
مدت کے اس قسم کا شاہدین مین اختلاف نہ ہوا ف یعنی ایک شاہد نے مثلاً اجرت مکان کی سو روپیہ بیان کیے اور دوسرے نے
سو اور پچاس روپیہ ص تو حکم اوسکا مثل بیع کے ہوگا ف یعنی شہادت ہر طرح سے باطل ہوگی خواہ مدعی اکثر کا
دعوی کرتا ہو یا اقل کا ص اور اگر بعد مدت گذرنے کے یہ اختلاف ہوا تو حکم اوسکا مثل دعوی دین کے ہوگا ف جسطرح
ابھی گذرا ص اور اگر نکاح مین اس قسم کا اختلاف ہو یعنی ایک گواہ نے نکاح ہزار روپیہ پر بیان کیا اور دوسرے نے ہزار
اور پانسو پر تو اقل پر نکاح صحیح ہوجاویگا نزدیک امام صاحب کے ف مطلقاً خواہ مدعی زوج ہو یا زوجہ اقل کا دعوی ہو یا اکثر
کا در مختار ص اور صاحبین کے نزدیک شہادت رد کیجاویگی اور قول ضعیف یہ ہے کہ یہ اختلاف اوس صورت مین ہے
جب مدعی زوجہ ہو اور اگر زوج مدعی ہووے تو شہادت اتفاقاً مقبول ہوگی ف لیکن صحیح وہی قول ہے کہ ہر صورت مین
اختلاف ہے در مختار ص اور لازم ہے میراث کی گواہی مین شاہد کو جر میراث کرنا طرف مدعی کے یعنی یہ کہنا کہ مورث مر گیا
اور متروکہ کو اوسنے مدعی کے واسطے میراث چھوڑا یا یون کہنا کہ مورث مدعی کا مر گیا اور تادم موت یہ چیز اوسکے قبضے مین تھی یا ملک
مین تھی اور امام ابی یوسفؒ کے نزدیک جر میراث ضرور نہین ف اور فتوی قول طرفین پر ہے اور جر میراث کے ساتھ دو امر
اور ضرور ہین ایک یہ کہ سبب وراثت مدعی بیان کرنا کہ مدعی میت کا بھائی سگا ہے یا سوتیلا یا چچا ہے دوسرے یہ کہ سوا اسکے
اور کسی کو مین وارث میت کا نہین جانتا اور میت کا نام بیان کرنا شرط نہین در مختار ص تو اگر شاہد نے یہ کہدیا کہ یہ چیز
مدعی کے باپ کی تھی اوسکی عاریت یا امانت یا اجارہ مین دی تھی اوس شخص کو جو قابض ہے تو جائز ہوجاویگا بلا ذکر جر میراث کے اگر
دو شاہدون نے گواہی دی اس بات کی کہ یہ چیز مدعی کے قبضے مین تھی اتنی مدت سے اور وقت دعوی کے وہ چیز اوسکے قبضے مین
نہین ہے تو اس شہادت سے ملک مدعی کی ثابت نہوگی ف اسواسطے کہ شہادت مجہول ہے کیونکہ گواہون نے یہ نہین بیان کیا کہ مدعی
کے قبضے مین بطور ملک تھی اور قبضہ جیسا کہ ہوتا ہے بطریق ملک ویسا ہی بطور ودیعت اور ضمان تو متعذر ہوئی قضا اور نزدیک ابو یوسفؒ کے
شہادت مقبول ہوگی ص ہان اگر مدعی علیہ نے اقرار کیا کہ یہ چیز مدعی کے قبضے مین تھی یا گواہون نے مدعی علیہ کے اس اقرار پر گواہی دی
تو شہادت صحیح ہوجاویگی اور ملک مدعی کی ثابت ہوجاویگی ف اسیطرح اگر گواہون نے یہ کہا کہ یہ چیز مدعی کے قبضے مین بطور ملک تھی تب بھی صحیح ہوجاویگی در مختار

باب شہادة علی الشہادة کے بیان مین

شہادت علی الشہادة سب مقدمات مین سوا حدود اور قصاص کے مقبول ہے لیکن شرط اوسکے قبول ہونے کی یہ ہے کہ اصل
شہود کا حاضر ہونا متعذر ہو بسبب اونکے مر جانے کے یا بیماری کے یا بسبب سفر پر ہونیکے ف یعنی اصلی گواہ اتنے فاصلے پر
ہوون قاضی سے کہ وہ تین دن تین رات کی راہ ہووے جسطرح کہ کتاب الصلوة مین گذرا ص اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک
صرف اتنا دور ہونا کافی ہے کہ اگر صبح کو شاہد اپنے گھر سے واسطے شہادت کے نکلے تو پھر رات کو گھر مین نہ رہ سکے ف در مختار

یہ ہے کہ اسی مذہب پر فتوی ہے اور پسند کیا ہے اس قول کو بہت سے علما نے اور منجملہ اعذار یہ بھی ہے کہ اصل شاہد عورت پردہ نشین
ہووے یا سوا حاکم کے کسی اور کی قید مین ہووے ص اور یہ بھی شرط ہے کہ ہر گواہ اصل کے گواہی پر دو آدمی گواہ ہووین لیکن ضرور
نہین کہ ہر گواہ اصل کے دو دو فرع الگ الگ ہووین ف مطلب اس عبارت کا یہ ہے کہ اصلی دو گواہ ہون ہر ایک کی شہادت
پر دو گواہ ہون تو اس کی ہمارے نزدیک دو صورتین ہوسکتی ہین مثلاً زید اور عمرو گواہ اصلی ہین اور خالد اور بکر گواہ فرعی
تو پہلی صورت یہ ہے کہ خالد اور بکر دونون زید کی شہادت پر بھی گواہ ہون اور عمرو کی شہادت پر بھی گواہ ہون اور دوسری
صورت یہ ہے کہ زید کی گواہی کے خالد اور بکر گواہ ہون اور عمرو کی گواہی کے قاسم اور سالم گواہ ہون ص اور امام شافعی کے
نزدیک صورت ثانی چاہیے ف یعنی ہر گواہ کی شہادت پر جدا جدا دو گواہ ہون ص اور یہ صورت درست نہین ہے
کہ اصلی شاہدون مین سے ایک ایک کی شہادت پر ایک ایک گواہ ہووے گواہ فرعی بنانیکا طریقہ یہ ہے کہ اصلی گواہ فرعی گواہون
کے سامنے یہ کہے کہ تم گواہ رہو میری گواہی پر اس بات کی کہ فلانے نے اس امر کا اقرار کیا تھا اور فرعی گواہ وقت ادا ے
شہادت کے یون کہے کہ مین گواہی دیتا ہون فلانے کی گواہی پر ساتھ اس بات کے ف یہ قول ابو جعفر کا ہے اور اسی
فتوی دیا ہے امام سرخسی نے اور اصل مین دو عبارتین اور مذکور ہین مگر دونون طویل ہین ص اگر فرعی گواہ اصلی گواہون
کی عدالت بیان کردیوین تو صحیح ہوجاویگا جیسے ایک مقدمہ کے دو گواہون مین سے ہر ایک نے دوسرے کی تعدیل کی
تو صحیح ہے اور اگر فرعی گواہ اصلی گواہون کی عدالت بیان نہ کرین تو قاضی اونکی عدالت تحقیق کرلیوے ف یعنی قاضی
اصلی گواہون کا حال دریافت کرے تو اگر اونکی عدالت ثابت ہووے تب فرعی گواہون کی شہادت قبول کرے ورنہ نہین
یہ مذہب امام ابو یوسف کا ہے اور امام محمد کا اس مین خلاف ہے مذکور ہے اصل مین اور ابو یوسف کا مذہب صحیح ہے ص باطل
ہوجاتی ہے شہادت فرعی گواہون کی اگر اصلی گواہون نے شہادت سے انکار کیا ف چنانچہ اصول نے یون کہا کہ ہم
گواہ نہین اس مقدمہ کے یا ہمنے اونکو گواہ نہین کیا یا ہمنے گواہ کیا لیکن غلط کہا ہمنے یا اصلی گواہ مجنون یا گونگے یا اندھے
ہوگئے یا انھون نے منع کردیا فرعی گواہون کو گواہی سے اور اگر اصلی گواہ وقت استفسار کے چپ ہو رہے یعنی نہ انکار
کیا نہ اقرار تو شہادت فروع کی قبول ہوجاویگی در مختار ص زید اور عمرو نے گواہی دی کہ ہمکو بکر اور خالد نے گواہ
کیا تھا اس بات پر کہ مسماۃ عزہ بنت عمر قبیلہ مضر کی نے اقرار کیا تھا ہزار روپیہ کا واسطے فلان کے اور بکر اور خالد نے کہا تھا
کہ ہم اوس عورت کو پہچانتے ہین بعد اسکے مدعی ایک عورت کو لایا اور اوسنے کہا کہ یہ وہی عورت ہے جسپر گواہی دی زید
اور عمرو نے اوسپر زید اور عمرو نے یہ کہا کہ ہم نہین جانتے اس بات کو کہ یہ وہی عورت ہے یا اور کوئی تو مدعی کو حکم ہوگا کہ تو اس بات
کے دو گواہ لا کہ یہ عورت وہی فلانی عورت ہے جس کا نام و نسب زید اور عمرو نے بیان کیا ہے ف اور اصل کتاب مین
اس مسئلہ مین تفصیل کی ہے ص اسیطرح ایک قاضی کا خط جو دوسرے قاضی کے پاس جاوے اور خط لیجانے والے گواہ مدعی علیہ کو
پہچانتے نہون تو قاضی مکتوب الیہ مدعی سے کہے کہ لا دو گواہ اس امر کے کہ یہ شخص جسکو تو لایا ہے وہی مدعی علیہ ہے جسکو قاضی
کاتب نے لکھا ہے اگر ان دونون صورتون مین گواہون نے مدعی علیہ کی نسبت طرف منسوب کردی تو یہ جائز نہوگا جب تک کہ

کہ اوسکی نسبت خاص جھوٹے کیطرف بیان نکرین یعنی عرب مین ہے اور لیکن عجم مین تو وہ لوگ اپنے انساب
ضائع کیے ہیں تو فقط ذکر پیشہ کا قائم مقام ہے اونکے ولدا کے ذکر کرنے کے ف عجم کہتے ہیں ماسوا عرب اور لوگون کو
ص جس شاہد نے اقرار کیا کہ مینے شہادت دروغ دی تو اوسکی شہرت کر دیجائیگی اور نہین تعزیر دیا جائیگا ساتھ ضرب
حبس کے اسواسطے کہ شریح ف قاضی کوفہ کے تھے مقرر کیا تھا اونکو عمر بن خطاب رضی نے ص جھوٹے گواہ کو مشہور
کرتے تھے اور تعزیر نہین دیتے تھے ف روایت کیا اوسکو محمد بن الحسن نے کتاب الآثار مین ص تو اگر وہ گواہ
بازاری ہوتا تھا تو اوسکو اوسکے بازار مین روانہ کرتے تھے ورنہ اوسکی قوم کیطرف جسوقت وہ لوگ جمع ہوتے تھے اور کہلا بھیجتے
کہ شریح نے تمکو سلام کہا ہے اور کہا ہے کہ اس گواہ کو ہمنے شاہد زور پایا تو پرہیز کرو اوس سے اور آگاہ کر دو لوگون کو اوسکے حال سے اور
صاحبین کے نزدیک اوسکو سزا ضرب اور حبس کی ہے ف اور تعزیر اوسکی رائے قاضی کیطرف مفوض ہے ہدایہ ص اور
یہی قول شافعی کا ہے دلیل اس بات کے کہ حضرت عمر رضی نے مارے شاہد زور کو چالیس کوڑے اور سیاہ کیا منہ اوسکا
ف روایت کیا اوسکو ابن ابی شیبہ نے مصنف مین ابن الہمام نے اسی قول کو ترجیح دی ہے اور کہا ہے کہ یہی صحیح ہے
ص بعضون نے کہا ہے کہ مصنف نے مسئلہ شہادت زور کو خاص کیا ساتھ اقرار شاہد کے اسواسطے کہ شہادت زور گواہون
سے نہین ثابت ہو سکتی ہے بدون اقرار کے ف کیونکہ گواہون سے اگر ثابت ہو تو لازم آوے قبول شہادت نفی یا وہ
معتبر نہین ص مین کہتا ہون کبھی جھوٹا ہونا گواہ کا معلوم ہوتا ہے بغیر اقرار کے جیسا کہ ایک شخص نے گواہی دی زید کی موت
کی یا اس امر کی کہ فلانے نے قتل کیا اوسکو پھر زید زندہ نکلا یا کسی شخص نے گواہی دی چاند دیکھنے کی پھر تیس دن پورے گذرے
اور آسمان مین کوئی آفت ابر وغیرہ کی تھی اور چاند نظر نہ آیا اور مثل اس کے بہت سی صورتین ہین —

فصل گواہی سے رجوع کرنیکے بیان مین

گواہ اگر پھر جاوے اپنی گواہی سے قاضی کے روبرو تو البتہ اوسکا اعتبار ہوگا ف اگرچہ وہ قاضی دوسرا ہو یعنی وہ قاضی نہو
جسکے پاس پہلے گواہی دی تھی سو اگر رجوع کریگا غیر قاضی کے سامنے تو اوسکا اعتبار نہین اسواسطے اگر مشہود علیہ نے دعوی کیا
رجوع شاہد کا غیر مجلس قضا مین تو یہ دعوی صحیح نہوگا بوجہ فاسد ہونے دعوی کے البتہ اگر مشہود علیہ گواہ قائم کرے اس بات پر کہ شاہدون
نے اقرار رجوع کا کیا تھا نزدیک غیر قاضی کے تو قبول ہوگا یہ مفتاح ہے ص تو اگر قبل حکم کے پھر ف یعنی ابھی تک
قاضی نے اوسکی شہادت سے حکم نہین کیا تھا کہ وہ اپنی گواہی سے پھر گیا ص تو ساقط ہوجاویگی شہادت اور کچھ تاوان
نہوگا اوسپر ف اسواسطے کہ قبل حکم کے پھر گیا تو اوسکی شہادت سے کوئی چیز تلف نہین ہوئی نہ مدعی کی نہ مدعی علیہ
کی ہدایہ ص اور اگر بعد حکم قاضی کے پھرا تو حکم فسخ نہ کیا جاویگا بلکہ اوس شاہد کو تاوان دینا پڑیگا اوس چیز کا جو اوسکی
گواہی سے تلف ہوئی اگر مدعی نے وہ شی مدعی علیہ سے لیلی ہے خواہ وہ نقد ہو یا کچھ اور اگر ابھی تک وہ شی مدعی نے مدعی علیہ سے نہین لی ہے تو تاوان
واجب نہوگا بلکہ مدعی رہیگا یا تاوان ہمیشہ مدعی پہلے ہی کر وہ شی مدعی کی دین ہو یا عین اور امام شافعی کے نزدیک تاوان نہوگا
شاہدون پر ف اور دلیل ہماری اور دلیل اونکی اصل مین مذکور ہے درمختار مین ہے کہ منہ بیبتی یہ ہے کہ بعد حکم کے اگر شاہد
رجوع کریگا تو مطلقاً تاوان عوض لیا جاویگا خواہ مدعی نے وہ شی مدعی علیہ سے لی ہو یا نلی ہو اسواسطے کہ جب حکم

فسخ نہین ہوسکتا تو خواہ مخواہ مدعی اوس حکم کی تعمیل کرا دیگا اور مدعی علیہ کو وہ گواہ اگر نہ پھرتے تو مدعی علیہ کا نقصان نہوتا پس
سے بھریگا ص اگر ایک گواہ پھر گیا اور ایک باقی رہا تو نصف مال کا ضامن ہوگا اور قاعدہ یہ ہے کہ باقی گواہون کا شمار
ہوتا ہے نہ پھرنے والون کا مثلاً تین گواہون نے گواہی دی اب ایک پھر گیا تو وہ ضامن نہوگا اسواسطے کہ بقدر نصاب شہادت
ابھی باقی ہین اب البتہ اگر ایک اور پھر جاویگا تو دونون پر نصف مال کا تاوان لازم ہوگا اسواسطے کہ نصف نصاب باقی ہے اور اگر
ایک مرد اور دو عورتون نے گواہی دی بعد اوسکے ایک عورت پھر گئی تو چوتھائی مال کا ضمان اوسپر لازم ہوگا اور اگر دونون
عورتین پھر گئین تو نصف مال کا ضمان دینگی اور اگر ایک مرد اور دس عورتون نے گواہی دی بعد اوسکے آٹھ عورتین پھر گئین تو اونپر
ابھی ضمان کچھہ نہ آویگا اسواسطے کہ بقدر نصاب باقی ہین البتہ اگر ایک اور پھر جاویگی تو دونون عورتون پر چوتھائی مال کا ضمان
آویگا اسواسطے کہ تین ربع نصاب کے باقی ہین کیونکہ ایک عورت کا آدھا مرد کا آدھا باقی ہے تو سب ملاکر تین ربع ہوئے اور اگر صورت
مذکورہ مین سب پھر جاوین یعنی ایک مرد بھی اور دسون عورتین تو امام ابو حنیفہ کے نزدیک چھٹا حصہ مال کا مرد پر ہے اور باقی دس
عورتون پر اور صاحبین کے نزدیک نصف مرد پر اور نصف دسون عورتون پر ف صاحبین کے قول کی وجہ یہ ہے
کہ ایک مرد نصف نصاب شہادت ہے اور عورتین اگرچہ بہت ہین لیکن سب ملاکر قائم مقام ایک مرد کے ہونگی اور امام صاحب کے نزدیک
دس عورتین قائم مقام پانچ مردون کے ہین اور ایک مرد ملاکر گویا چھہ مردون کی گواہی ہوئی اور اوسمین یہی حکم ہوگا کہ ایک مرد
پر چھٹا حصہ مال کا لازم آویگا ایسا ہی اس صورت مین ہے ہدایہ ص اور اگر صورت مذکورہ مین دسون عورتین پھر جاوین اور تنہا
مرد باقی رہ جاوے تو نصف مال کی ضامن ہونگی اسواسطے کہ نصف نصاب باقی ہے بالاجماع یعنی باتفاق امام اور صاحبین کے
اور اگر دو مردون اور ایک عورت نے گواہی دی ایک مقدمہ مین بعد اوسکے دونون مرد پھر گئے اور عورت نہ پھری تو کل مال کا تاوان
اون دونون مردون پر لازم آویگا اسواسطے کہ ایک عورت باقی رہی ہے اوس سے کچھہ ثابت نہین ہوتا ف اسواسطے
کہ ایک عورت پوری گواہ نہین ہوسکتی بلکہ ایک ٹکڑا ہے شاہد کا تو حکم مضاف ہوگا اوسکی طرف ہدایہ ص اگر دو شاہدون نے
گواہی نکاح پر عوض مہر اتنے کے کہ وہ مہر مثل سے اوس عورت کے مقدار مین کم ہے یا برابر بعد اوسکے رجوع کیا تو ضامن نہونگے
برابر ہے کہ مدعی عورت ہو یا شوہر البتہ اگر گواہی دی نکاح کی اوس مقدار مہر پر جو مہر مثل سے اوس عورت کے زیادہ ہے بعد اوسکے رجوع
کیا تو اگر مدعی علیہ شوہر ہوگا اور گواہون نے زوجہ کیطرف سے گواہی دی تھی تو جسقدر مہر زیادہ ہے مہر مثل سے اوتنا شہود سے زوج پھیر لیگا
اور اگر مدعی زوج ہے اور اوسیکی طرف سے گواہی دی تھی تو شہود پر کچھہ ضمان نہین ف حاصل یہ ہے کہ یہان چھہ صورتین ہین اسطرح
کہ مسمّی یا مہر مثل سے کم ہوگا یا برابر یا زیادہ اور ہر صورت مین یا شہادت زوج کیطرف سے ہوگی یا زوجہ کیطرف سے تو ضمان زیادتی
صرف ایک صورت مین ہے وہ یہ کہ زوجہ مدعیہ ہو اور مسمّی یعنی جسکو شہود نے بیان کیا ہے مہر مثل سے زیادہ ہووے تو بقدر زیادتی
شہود سے ضمان لیگا زوج کو دلایا جاویگا اور باقی پانچ صورتون مین گواہون پر کچھہ تاوان نہین ص
اور اگر دو گواہون نے شہادت دی بیع کی اور مدعی مشتری ہے بعد اوسکے رجوع کیا تو ثمن یا قیمت سے زیادہ ہے یا برابر
یا کم ہے تو اول دو صورتون مین تاوان نہین اور تیسری صورت مین جسقدر بائع کا نقصان ہوا ہے قیمت سے اوتنا
گواہون سے تاوان دلایا جاویگا اور اگر بائع مدعی ہے تو اوس صورت مین مشتری کو جتنا قیمت سے زیادہ دینا پڑا ہوگا

تاوان گواہوں سے لیویگا اور دوسری اور تیسری صورت میں کچھ ضمان لازم نہ آویگا اگر دو شاہدوں نے گواہی دی کہ ایک
شخص نے اپنی عورت کو طلاق دیا ہے قبل دخول کے اور خاوند پر آدھا نصف مہر کا حکم ہوا بعد اوسکے اون دو گواہوں نے اپنی گواہی
سے رجوع کیا تو نصف مہر کا تاوان اون سے لیا جاویگا اور اگر بعد دخول کے گواہوں نے گواہی دی طلاق کی بعد اوسکے رجوع
کیا تو اون پر ضمان مہر لازم نہ آویگا اسواسطے کہ مہر یہان واجب ہوچکا ہے شوہر کے ذمہ پر دخول سے اور گواہوں نے زوج کا
کچھ تلف نہیں کیا مگر منافع وطی اور وہ غیر متقوم ہیں شرع میں اور اگر گواہوں نے گواہی دی کہ اس شخص نے اپنے غلام کو آزاد
کردیا ہے بعد اوسکے رجوع کیا تو ضامن ہونگے گواہ اوس غلام کی قیمت کے **ف** اور ولا اوس غلام کی مولی ہی کو ملیگی نہ شاہدوں کو اور قاضی نے حکم کردیا
ص اگر گواہوں نے گواہی دی کہ زید نے عمرو کو قتل کر ڈالا اور زید سے قصاص لیا گیا بعد اوسکے رجوع کیا گواہوں نے
تو دیت زید کی لازم آویگی گواہوں پر اور امام شافعی کے نزدیک وہ گواہ قتل کیے جاوینگے زید کے قصاص میں **ف**
دلیل ہماری اور شافعی کی ہدایہ میں مسطور ہے **ص** اگر بعد حکم کے فرعی گواہوں نے رجوع کیا تو اون پر ضمان لازم آویگا اور اگر
اصلی گواہوں نے رجوع کیا اور کہا کہ ہمنے فرعی گواہوں کو گواہ نہیں بنایا تھا یا گواہ بنایا تھا لیکن غلطی کی ہمنے تو اون پر ضمان
نہوگا نزدیک امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف کے اور محمد کے نزدیک ضمان ہوگا اور اگر فرعی اور اصلی گواہوں نے سب نے رجوع
کیا بعد حکم کے تو ضمان صرف فرعی گواہوں پر ہوگا اور محمد کے نزدیک مشہود علیہ کو اختیار ہے خواہ تاوان اپنے نقصان کا اصلی گواہوں سے
لیوے یا فرعی گواہوں سے **ف** اور اگر فرعی گواہوں نے بعد حکم کے کہا کہ اصلی گواہ جھوٹ بولے تھے یا انھوں نے غلطی کی تھی اس شہادت
میں تو اس قول کی طرف التفات نہوگا مزکی یعنی جو قاضی کو عدالت گواہوں کی بتاتا ہے اگر اوسنے بعد حکم کے رجوع کیا تزکیہ سے
تو ضامن ہوگا نزدیک امام صاحب کے اور صاحبین کے نزدیک ضامن نہوگا **ف** لیکن اگر اوسنے یہ کہا کہ مینے تزکیہ خطا سے
کیا تھا تو امام صاحب کے نزدیک بھی ضامن نہوگا **ص** اگر چار گواہوں نے شہادت دی ایک شخص پر زنا کی اور دو آدمیوں نے
اوسکے محصن ہونے پر پھر وہ رجم کیا گیا بعد اوسکے احصان کے گواہوں نے رجوع کیا تو وہ ضمان ندینگے
ف البتہ اگر زنا کے گواہ رجوع کرینگے تو ضامن ہونگے دیت کے **ص** اگر دو گواہوں نے گواہی دی اس بات کی کہ
زید نے اپنے غلام کی آزادی کو فلان امر پر معلق کیا تھا اور دو اور گواہوں نے یہ گواہی دی کہ وہ فلان امر پایا گیا اور قاضی
نے حکم کردیا اوس غلام کی آزادی کا بعد اوسکے سب گواہوں نے رجوع کیا تو تاوان اون دونوں گواہوں پر لازم آویگا
جنھوں نے یہ بیان کیا تھا کہ زید نے اپنے غلام کی آزادی کو فلان امر پر معلق کیا تھا **ف** اور جو فقط پچھلے گواہوں نے رجوع کیا تو اوس میں مشائخ کا اختلاف ہے
[illegible] گواہوں نے گواہی دی [illegible]

کتاب الوکالہ

جاننا چاہیے کہ دلیل **ف** جواز وکالت کا ثابت ہے کلام اللہ اور حدیث سے لیکن کلام اللہ سو فرمایا اللہ تعالی نے فابعثوا
احدکم بورقکم ہذہ الی المدینۃ یعنی بھیجو ایک کو تم میں سے یہ چاندی دیکر طرف شہر کے آخر تک نقل کیا اس قصہ کو
اللہ تعالی نے اصحاب کہف سے بلا انکار کے اور نہیں ظاہر ہوا نسخ اوسکا تو حجت ہوگا اور لیکن احادیث تو متعدد ہیں از انجملہ
یہ کہ روایت کیا ترمذی اور ابو داؤد نے حکیم بن حزام سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیا اونکو ایک دینار تاکہ خرید لاوین
اوسکے عوض قربانی کو پس خریدا اونہوں نے دینار کے بدلے ایک بکری پھر بیچ ڈالا اوسکو بعوض دو دینار کے پھر ایک دینار کے

ف
حاصل اس مسئلہ کا یہ کہ جب دو شاہد گواہی دیں ایک یمین کی اور دو شاہد وجود شرط کی بعد اوسکے سب رجوع کریں تو ضمان شہود یمین پر ہوگا ١٢
منہ

عوض مین قربانی خریدیں اور لائے قربانی کا جانور ایک دینار بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس تو دعا کی آپ نے کہ برکت ہو تجارت
مین اوسکی اور روایت کیا مانند اسکے بخاری نے عروہ بن ابی الجعد بارقی سے از انجملہ وہ ہے کہ روایت کیا ابوداود نے جابر سے
کہا کہ ارادہ کیا مینے روانگی کا طرف خیبر کے تو آیا مین نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پاس اور سلام کر کے کہا مینے کہ مین ارادہ رکھتا ہون
خیبر کو جانیکا تو فرمایا آپ نے جب جاوے تو ہمارے وکیل سے تو لے لیجیو اوس سے پندرہ وسق کھجور کے تو اگر نشانی مانگے تجھسے تو رکھ لینا
تو ہاتھ اپنا اوپر گلے کے اور از انجملہ وہ ہے کہ روایت کیا مسلم نے جابر رض سے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تریسٹھ جانورون
کی قربانی کی اور حکم فرمایا علی مرتضی رض کو کہ باقی تم ذبح کرو اور از انجملہ یہ ہے کہ وکیل کیا حضرت نے عمر بن ام سلمہ کو واسطے نکاح اپنے
کے ام سلمہ اونکی مان سے روایت کیا اوسکو نسائی نے سنن مین **ص** اور معنی توکیل کے ہین کہ سپرد کر دینا تصرف کا غیر کو
لیکن شرط اوسکی یہ ہے کہ موکل خود تصرف کا مالک ہووے **ف** یعنی حر عاقل بالغ ہو یا عبد ماذون یا صبی ماذون ہو
لیکن امام صاحب کے نزدیک یہ شرط نہین کہ موکل نے جس تصرف کا مختار وکیل کو کیا ہو اوسی خاص تصرف کا موکل مالک ہو
یہان تک کہ مسلم کو وکیل کرنا ذمی کا واسطے بیع خمر کے درست ہے اونکے نزدیک نہ صاحبین کے نزدیک کذا فی الاصل
ص اور وکیل اون معاملہ کو سمجھتا ہووے اور اوسکا قصد و ارادہ رکھتا ہووے **ف** یعنی وکیل سمجھتا ہووے اس بات کو کہ بیع دور
کرنیوالی ہے ملک کو اور شرا کھینچنے والی ہے ملک کو اور غبن قلیل کو غبن فاحش سے ممتاز کرے اور قصد کرے عقد کا یعنی
اگر ہنسی سے وہ عقد کریگا تو موکل کیطرف سے نہوگا کذا فی الاصل **ص** تو صحیح ہے وکیل کرنا حر عاقل بالغ کا یا عبد ماذون یا صبی
ماذون کا حر عاقل بالغ کو یا عبد ماذون کو یا صبی ماذون کو اور اگر وکیل کیا حر عاقل بالغ یا عبد ماذون یا صبی ماذون نے ایک
صبی عاقل کو جو غیر ماذون ہے یا ایک عبد غیر ماذون کو تو جائز ہوگا لیکن ان دونون سے حقوق عقد متعلق نہونگے بلکہ انکے موکل
سے متعلق ہو جاوینگے **ف** حاصل یہ ہے کہ ضرور یہ بات کہ موکل یا حر عاقل بالغ ہو یا عبد ماذون یا صبی ماذون ہووے تو اگر مجنون یا صبی
غیر عاقل ہے تو اوسکی توکیل مطلقا صحیح نہین اور اگر صبی عاقل ہے لیکن غیر ماذون ہے تو اوسکی توکیل تصرفات نافعہ محضہ مین
جیسے قبول ہبہ قبول صدقہ وغیرہ مین درست ہے اور تصرفات ضارہ محضہ یعنی جن مین نرا ضرر ہے جیسے طلاق عتاق ہبہ
صدقہ بالکل جائز نہین اور جو تصرفات دائر ہین نفع و ضرر مین جیسے بیع و شرا اجارہ اونمین اجازت ولی پر موقوف ہے اسیطرح
صحیح نہین ہے توکیل عبد غیر ماذون کی اور مرتد کی توکیل موقوف ہے اگر اسلام لایا تو نافذ ہوگی اور اگر قتل کیا گیا یا دار الحرب مین جا
ملا تو باطل ہوگی اور وکیل مین شرط ہے کہ یا حر عاقل بالغ ہووے یا عبد ماذون یا صبی ماذون یا عبد محجور یا صبی محجور بشرطیکہ
عاقل ہون لیکن عبد محجور اور صبی غیر محجور نے اگر تصرف کیا موکل کیطرف سے تو حقوق عقد جیسے مطالبہ ثمن رد بالعیب وغیرہ
رجوع کرینگے اصل موکل کیطرف یعنی وکیل سے ان حقوق کے بابت مواخذہ نہوگا بخلاف اور قسم کے وکیلون کے کہ اون مین حقوق
عقد متعلق ہوتے ہین اور قدرت جو خود وکیل ہے در مختار مع زیادۃ من شرحہ و حاشیہ **ص** جتنے معاملات
موکل خود کر سکتا ہے اون مین دوسرے کو وکیل بھی کر سکتا ہے اور یہ بھی جائز ہے وکیل کرنا سوال جواب کے لیے مقدمات مین یعنی مدعی
کو درست ہے کہ خصومت اور استغاثہ کے لیے نزدیک حاکم کے جسکو چاہے وکیل کر دیوے اسی طرح مدعی علیہ بھی درست ہے
کہ جوابدہی کے لیے جسکو چاہے وکیل کرے لیکن بعض مشائخ کہتے ہین کہ وکیل کرنا خصومت کے لیے بغیر رضامندی فریق ثانی

باطل ہے امام ابوحنیفہ رح کے نزدیک صحیح ہے صاحبین کے نزدیک اور بعض کہتے ہیں کہ یہ اختلاف صحت میں نہیں ہے یعنی صحیح
سب کے نزدیک ہے بلکہ اختلاف لزوم وکالت میں ہے ف یعنی صاحبین کے نزدیک بغیر رضا خصم کے وکالت ایک فریق کی لازم
ہے کیا معنی کہ خصم کی نامنظوری سے وکالت رد نہیں ہوسکتی اور امام صاحب کے نزدیک خصم کی نامنظوری کے سبب سے رد ہو جاویگی ص
اور ہدایہ میں اسی کو اختیار کیا ہے ف میں کہتا ہوں کہ اب قول مفتی بہ یہ ہے کہ وکالت ہر فریق کی بغیر رضا دوسرے فریق کے
درست ہے اور لازم ہے یعنی ہر ایک کو مدعی علیہ اور مدعی میں سے پہونچتا ہے کہ جسکو چاہے وکیل کرے اگرچہ دوسرا فریق اوس شخص کے
وکیل کرنے پر راضی نہو وے اور یہی مذہب ہے صاحبین اور ائمہ ثلثہ کا اور اختیار کیا ہے اوسکو عتابی نے اور ترجیح کیا اوسکو نہایہ میں اور اوسی پر
فتوی دیا فقیہ ابو اللیث وغیرہ نے اور بعض فقہا نے اوسکو مفوض کیا ہے طرف رائے حاکم کے د مختار وکالت بالخصومت
کا جواز اثر سے حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ کے ثابت ہے روایت کیا بیہقی نے کہ حضرت علی رض وکیل کرتے تھے مقدمات میں عقیل رض کو
اور جب وہ بوڑھے ہوگئے تو وکیل کرتے تھے عبداللہ بن جعفر طیار رض کو ص ہان اگر موکل مریض ہو ایسا کہ مجلس قاضی
تک آنا اوسکو ممکن نہو یا مدت سفر کی راہ پر ہووے یا تیار ہو واسطے سفر کے یا موکلہ عورت پردہ نشین ہو وے تو بغیر رضا خصم کے
توکیل لازم ہے اجماعًا ف اور مفتی بہ یہ ہے کہ سب صورتوں میں درست اور لازم ہے جیسا کہ معلوم ہوا ص وکیل
کرنا درست ہے سب حقوق کے دینے اور لینے کے لیے مگر حدود اور قصاص کے لینے کے لیے وکیل کرنا درست نہیں جب
موکل غائب ہو ف اسی طرح دینے کے لیے کیونکہ حد اور قصاص وکیل پر قائم نہیں ہو سکتی تو ضرور ہے اصل مجرم کا حاضر ہونا
ص اسواسطے کہ احتمال ہے عفو کا قصاص میں ف یعنی احتمال ہے کہ اگر موکل حاضر ہوتا وقت استیفاے قصاص کے تو شاید
قاتل کا قتل ہونا دیکھکر رحم کرتا اور عفو کرتا ص اور شبہ ہے کہ قاذف کی تصدیق کرنا مقذوف حد قذف میں ف یعنی
اگر موکل جو مقذوف ہے حاضر ہوتا وقت قائم ہونے حد کے قاذف پر تو اوسکی تصدیق کرکے حد کو اوس پر سے ساقط کرتا ص یا
مدعی مال کا دعوی کرتا اور سرقہ کا دعوی نکرتا ف سرقہ میں اور جائز ہے توکیل واسطے استیفا تعزیر کے مدعی علیہ سے طحطاوی
ص جن عقدوں کو وکیل اپنی طرف نسبت کرتا ہے ف یعنی اون میں موکل کے ذکر کی حاجت نہیں جیسے بیع
شرا میں وکیل اتنا ہی کہتا ہے کہ میں نے بیچا یا میں نے خریدا کذا فی الاصل ص جیسے بیع اجارہ صلح اقرار سے تو اونکے
حقوق وکیل ہی سے متعلق ہونگے تو وکیل ہی تسلیم کریگا مبیع کو طرف مشتری کے اگر بائع کا وکیل ہے یا قبضہ کریگا مبیع پر
اگر مشتری کا وکیل ہے یا قبضہ کریگا ثمن پر اول صورت میں اور ثمن اوس سے مانگی جاویگی دوسری صورت میں اور اوس سے خصومت
ہوگی بصورت عیب نکلنے کے مبیع میں اول صورت میں اور وہ خود خصومت کریگا بائع سے بصورت عیب نکلنے کے
دوسری صورت میں اور خصومت کیا جاویگا شفعہ کے بابت اوس چیز کے جو اوسنے بیچی ہے جب تک وہ چیز اوسکے قبضے
میں ہے اور جب موکل کو تسلیم کر دے تو اب رد نکرے عیب کے سبب سے بدون اوسکے اذن کے اور اگر وکیل کی خریدی ہوئی
چیز سوا بائع کے اور کسی کی نکلے تو وکیل ثمن موکل کو بائع سے پھیر سکتا ہے ف یہ ہمارا مذہب ہے اور نزدیک امام شافعی
کے سب حقوق راجع ہوتے ہیں طرف موکل کے لیکن جاننا چاہیے کہ حقوق دو قسم کے ہیں ایک وہ حقوق جو وکیل
کے ثابت ہوتے ہیں دوسروں پر اور ایک وہ حقوق جو وکیل پر ثابت ہوتے ہیں دوسروں کے تو پہلی قسم کے حقوق

اور اگر حاضر ہو تو وکیل کرنا درست ہے واسطے ایفاے حد اور قصاص کے نہ واسطے استیفا کے کیونکہ ایفا سوا مجرم کے اور کسی سے نہیں ہو سکتا منہ مدظلہ

ان عقود کو اگر وکیل موکل کی طرف نسبت کرے تو حقوق موکل ہی کیطرف راجع ہونگے درمختار

جیسے قبضہ کرنا مبیع کا اور طلب کرنا ثمن کا مشتری سے اور خصومت کرنا عیب میں اور پھر لینا ثمن کا در صورت استحقاق
مبیع یعنی مبیع کسی اور کا نکلنے کی صورت میں تو ان قسم کے حقوق میں وکیل کو اختیار ہوتا ہے لیکن اوسپر تعمیل انکی واجب
نہیں یہاں تک کہ اگر وہ باز رہے تو موکل ان افعال پر اوسکو جبر نہیں کرسکتا اسواسطے کہ وہ متبرع ہے ان کاموں میں تو
وکیل کرسکتا ہے موکل کو ان کاموں کے لیے اور قریب ہے کہ آویگا بیان اوسکا کتاب المضاربۃ میں اور اگر وکیل مرجاوے
تو اختیار ان حقوق کا اوسکے ورثہ کو ہوگا تو اگر ورثہ نے یہ افعال نہ کیے تو وکیل کردینگے اپنے مورث کے موکل کو اور امام شافعی
کے نزدیک موکل یہ کام کرسکتا ہے بغیر وکیل کے وکیل کیے ہوئے یا اوسکے وارثوں کے وکیل کیے ہوئے یعنی گو کہ وکیل یا اوسکے وارث
پھر موکل کو وکیل بناویں اپنی طرف سے واسطے تعمیل ان حقوق کے جب بھی موکل کرسکتا ہے اور دوسری قسم کے حقوق جیسے تسلیم کرنا مبیع
کا طرف مشتری کے یا تسلیم کرنا ثمن کا طرف بائع کے ان میں وکیل مدعی علیہ ہوجاتا ہے طرف ثانی کا تو مدعی کو پہنچتا ہے کہ اوس کو
کے لیے اوسپر جبر کرے کذا فی الاصل **ص** اور جب وکیل خریدتا ہے اوسی وقت سے اوس شی میں ملک موکل کی ثابت ہوتی ہے تو وکیل
نے اگر اپنے قریب محرم کو خریدا تو آزاد نہ ہوگا **ف** اسواسطے کہ وکیل اوسکا مالک ہی نہیں ہوا **ص** اور جو عقود ایسے ہیں کہ وکیل
اونکو اپنے موکل کی طرف نسبت کرتا ہے جیسے نکاح اور خلع اور صلح انکار سے **ف** یعنی جب مدعی علیہ منکر ہووے اور پہلے
صلح وہ تھی کہ مدعی علیہ اوسمین مقر تھا تو وہ بمنزلہ بیع اور شرا کے تھی اسی سبب سے وکیل اوسکو اپنی طرف نسبت کرسکتا تھا بخلاف
اسکے **ص** اور قتل عمد سے اور عتق بمقابلہ مال کی اور کتابت اور ہبہ اور تصدق اور عاریت دینا اور امانت رکھنا اور گرو رکھنا
اور قرض دینا تو ایسے عقدوں کے حقوق بھی متعلق ہونگے موکل سے نہ وکیل سے تو وکیل شوہر سے مہر طلب کیا جاویگا اور نہ وکیل زوجہ
تسلیم کرنا زوجہ کا لازم ہوگا اور نہ وکیل زوجہ کو بدل خلع دینا ہوگا اگر زید نے عمرو کے وکیل سے ایک چیز خریدی تو زید کو اختیار
ہے کہ بائع سے طلب کرنے عمرو کی قیمت عمرو کو نہ دیوے اور جو دیدے تو درست ہے پھر وکیل اوس سے طلب کرے **ف** اسواسطے
کہ حق حقدار کو پہونچ گیا جاننا چاہیے کہ بعض مثالوں میں دیکھنا چاہیے کہ وہ منسوب ہوتی ہیں طرف وکیل کے یا موکل
کے لیکن بیع اور اجارہ تو شک نہیں ہے کہ وہ مستغنی ہیں موکل کے ذکر سے تو وہ بیشک قسم اول میں سے ہیں اسی طرح
نکاح اور خلع موکل کے ذکر سے مستغنی نہیں تو وہ قسم ثانی میں سے ہیں لیکن صلح تو خواہ مدعی علیہ کے اقرار کی حالت میں ہووے
یا انکار کی حالت میں کچھ فرق نہیں ہے دونوں صورتوں میں اضافت میں یعنی دونوں قسمیں اوس کی یکساں ہیں مثلاً زید نے جب دعوی
کیا ایک گھر کا عمرو پر تو عمرو نے وکیل کیا ایک شخص کو اس بات کا کہ صلح کرے زید سے بمقابلہ ایک سو روپیہ کے اور زید نے
اون روپیوں پر صلح کی اور وکیل نے قبول کرلیا تو یہ صلح تمام ہوجاویگی برابر ہے کہ عمرو استحقاق زید کا مقر ہو یا منکر اسواسطے
کہ اگر عمرو مقر ہے تو یہ صلح مثل بیع کے ہے تو حقوق اوسکے راجع ہونگے طرف وکیل کے جیسے بیع میں تو بدل صلح کا تسلیم کرنا
وکیل پر لازم آویگا اور اگر عمرو منکر ہے تو وہ عوض ہے قسم کا حق میں مدعی علیہ کے یعنی مدعی علیہ نے سو روپیہ دیکر حلف سے
اپنے تئیں چھوڑایا تو وکیل سفیر محض ہے تو نہ راجع ہونگے حقوق اوسکی طرف واللہ اعلم کذا فی الاصل مسالہ
ملحقہ وکیل کرنا قرض لینے کے لیے درست نہیں البتہ اگر کسی سے قرض مانگا پھر ایک شخص کو وکیل کیا اوسکے قبضے کے لیے تو یہ درست ہے

باب خرید و فروخت کے لیے وکیل کرنے کے بیان میں

ص اگر ایک شخص نے وکیل کیا دوسرے کو کچھ دراہم دیکر کہ طعام خرید لا تو اگر وہ دراہم کثیر دیے ہین ف مثلاً دس ہزار یا سو ص تو طعام سے مراد گیہون ہونگے ف یعنی جو ہر ملک کے
عرف پر موقوف ہے عرب مین طعام کا عرف بیع و شرا مین گیہون پر ہوتا ہے تو وہی مراد ہونگے ص اور اگر دراہم قلیل دیے ہین ف جیسے تین درہم یا کم ص تو مراد اوس سے روٹی ہوگی اور اگر دراہم
بہت متوسط دیے ہین یعنی نہ قلیل نہ کثیر ف جیسے تین اور دس کے بیچ مین چنانچہ چار یا پانچ وغیرہ ص تو آٹا مراد ہوگا
ف وجہ ان مسائل کی یہ ہے کہ جب موکل نے دراہم کثیر دیے تو معلوم ہوا کہ غرض اوسکی ایسے طعام سے ہے جسکا رکھ
چھوڑنا ایک مدت طویلہ تک ہو سکے اور آٹا مدت طویلہ تک نہین رہ سکتا اور روٹی بالکل رہ نہین سکتی تو معلوم ہوا کہ مراد
اوسکی گیہون ہین اور جب قلیل دراہم دیے تو معلوم ہوا کہ ایسی چیز مراد ہے جو بالفعل کھائی جاوے وہ روٹی ہے اور جب متوسط
دراہم دیے تو مراد آٹا ہوگا کیونکہ وہ متوسط ہے درمیان روٹی اور گیہون کے باقی رہنے مین ص اور جو موکل نے دعوت
ولیمہ کی ہو چند لوگون کی تو مراد روٹی ہوگی ہر حال مین ف کیونکہ لوگ اوسکے یہان بیٹھے ہوئے ہین منتظر کھانیکے
اور یہ قرینہ ہے اس بات کا کہ مراد اوسکی طعام سے ایسی چیز ہے جس سے سرعت کارروائی ہو سکے ص اور توکیل نہین
صحیح ہے ایسی چیز کی خرید کے لیے جسکی جنس مین جہالت فاحشہ ہووے جیسے غلام اور گھر اور کپڑا اور جانور اگرچہ قیمت اوسکی
بیان کر دیوے ف جاننا چاہیے کہ جو چیزین ایسی ہین کہ اونکی حقیقت اور اونسے غرض ایک ہے تو وہ ایک جنس مین داخل ہین جیسے بکرا بکری قربانی کے حق مین اور اگر اونکی
حقیقت اور غرض مختلف ہے تو وہ چیزین علیحدہ علیحدہ جنس ہین جیسے مرد و عورت کہ ہر ایک کی حقیقت جدا اور ہر ایک سے غرض مختلف ہے اور جہالت فاحشہ
جنس کی یہ ہے کہ وہ جنس ایسی ہو کہ اوسکے نیچے اور اجناس ہوون جیسے بردہ اسمین غلام اور لونڈی دونون داخل ہین اور
وہ دونون الگ الگ جنس ہین بنی آدم مین کیونکہ ہر ایک کے مقاصد اور اغراض مختلف ہین مثلاً غلام سے خدمت اور
بیرونی کام کاج مقصود ہین اور لونڈی سے وطی اور اندرونی کام مقصود ہین بلکہ ہر ایک مین بھی اغراض بہت مختلف ہین
جیسے غلام ترکی مین حسن مقصود ہوتا ہے اور غلام ہندی مین خدمت اسی طرح ثوب یعنی کپڑا اور جانور دونون مجہول
ہین بجہالت فاحشہ تو ان چیزون کی خرید کرنے کے لیے وکیل کرنا درست نہین ہے اگرچہ قیمت بیان کر دی جاوے
جب تک اوسکی نوع بیان نہ کرے کذا فی الاصل مع زیادۃ ص البتہ اگر جانور کی نوع بیان کر دیوے جیسے گدھا
یا گھر کی قیمت اور محلہ بیان کر دیوے تو درست ہے ف اسی طرح اگر گھوڑا کہہ دیا یا خچر تو توکیل درست ہو جاویگی تو اگر
موکل نے ثمن بھی بیان کر دی تو بہتر ہے ورنہ وکیل جس طرح کا گھوڑا یا گدھا خرید لاویگا موکل کو لینا پڑیگا ص اسی طرح
اگر جانور کی جنس خاص معلوم ہووے اور اوسکی صفت معلوم نہووے تب بھی توکیل درست ہے جیسے وکیل کیا ایک شخص کو واسطے
خریدنے گاے یا بکری کے اگرچہ اوسکی صفت بیان نہ کی کہ دبلی ہووے یا موٹی یا جنس ایک وجہ سے معلوم ہووے اور
دوسری وجہ سے مجہول جیسے غلام جب اوسکی نوع یعنی ترکی یا ہندی یا حبشی اوسکی اسطرح پر اوسکی نوع معلوم ہو جاوے بیان
کر دے تو درست ہے مسئلہ زید کے عمرو پر ایک ہزار روپیہ آتے تھے تو زید نے وکیل کیا عمرو کو اس بات کا کہ فلان غلام
معین تو مجھے خرید دے اوس ہزار روپیہ کے بدلے مین جو میرے تیرے اوپر ہین تو صحیح ہو جاویگی یہ توکیل تو اگر وہ غلام
وکیل کے پاس قبل موکل کے حوالے کرنیکے تلف ہو گیا تو موکل کا مال تلف ہوگا اور اگر زید نے یہ کہا عمرو سے کہ تو ایک غلام
مجھے خرید دے ف یعنی غلام کو معین نہ کیا ص اوس ہزار کے بدلے مین جو میرے تیرے اوپر آتے ہین اور عمرو وہ غلام خرید

اور قبل اسکے کہ زید کو وہ غلام حوالہ کرے عمرو کے پاس ہلاک ہو گیا تو وہ عمرو ہی کے مال سے ہلاک ہوگا البتہ اگر وہ غلام
نہ مرنے پاوے اور عمرو نے حوالہ کر دیا تو زید کا ہو جاویگا **ف** یہ مذہب امام صاحب کا ہی اور صاحبین کا اسمین اختلاف ہی مذکور ہی اصل مین
اور ہدایہ مین **ف** اگر ایک شخص نے ایک غلام سے کہا کہ تو اپنے تئین خرید کر لے میرے لیے اپنے مولی سے اور غلام نے
مالک سے کہا بیچ تو مجکو میرے ہاتھ فلانے کے لیے اور مولی نے بیچا تو وہ غلام اوس شخص کا ہو جاویگا جسنے حکم کیا تھا **ف**
اسواسطے کہ غلام غیر کا وکیل اپنی ذات کے خریدنے کے لیے ہو سکتا ہی **ص** اور جو غلام نے مالک سے اتنا ہی کہا کہ بیچ تو
مجکو میرے ہاتھ اور فلانے کے لیے نہ کہا تو آزاد ہو جاویگا **ف** اور ثمن اوس غلام پر لازم آویگی **ص** اور جو ایک
غلام نے ایک شخص سے کہا کہ تو مجکو خرید لے میرے مولی سے بدلے مین ہزار کے اور ہزار روپیہ غلام نے اوس شخص
کو دیدیے تو اگر وہ شخص مولی سے یہ کہے گا کہ مین اوس غلام کو اوسی کے لیے خریدتا ہون اور مولی نے بیچ کی آزاد ہو جاویگا
وہ غلام اور اگر یہ نہ کہے گا کہ مین اوسکو اوسی کے لیے خریدتا ہون تو وہ مشتری کا غلام ہو جاویگا اور ثمن کے روپے اوس شخص
پر لازم آوینگے اور وہ جو ہزار غلام نے اوسکو دیے تھے وہ مولی کے ہونگے **ف** اسواسطے کہ وہ کمائی اوسکے غلام
کی ہی تو اوسی کی ملک ہوگی اور مشتری سوا اوسکے اور ہزار روپے اپنے پاس سے بابت ثمن کے دیگا **ص** اگر زید نے عمرو کو
حکم کیا کہ میرے لیے ایک غلام خریدے بعد اسکے عمرو نے کہا کہ مینے غلام تیرے لیے خریدا تھا وہ میرے پاس آکر مر گیا
اور زید یہ کہتا ہی کہ وہ غلام تونے اپنے لیے خریدا تھا تو اس صورت مین اگر زید عمرو کو دام دیچکا تھا تو قول عمرو کا قسم سے
مقبول ہوگا ورنہ قول زید کا وکیل نے جب موکل کے لیے ایک شی خریدی تو وہ اپنے موکل سے دام اوسکے
لے سکتا ہی گو ابھی تک وکیل نے بائع کو ثمن نہ دی ہو اور وکیل کو پہونچتا ہی کہ وہ شی موکل کو نہ دیوے جب تک اوس سے
دام وصول نکر لے اگرچہ اوسنے دام بائع کو ابھی نہ دیے ہون تو اگر وہ شی ہلاک ہو گئی وکیل پاس قبل اوسکے روک
رکھنے کے واسطے وصول ثمن کے تو موکل کے مال مین سے ہلاک ہوگی **ف** یعنی موکل پر اوسکی ثمن لازم آویگی
ص اور ثمن اوسکی ساقط نہوگی اور اگر وکیل نے اوسکو روک رکھا تھا موکل سے واسطے وصول کرنے ثمن کے اور وہ
شی ہلاک ہوئی تو ثمن ساقط ہو جاویگی موکل کے ذمے سے **ف** یعنی موکل کو وہ ثمن جو وکیل نے اپنے بائع سے
ٹھہرائی تھی نہ دینا پڑیگی اور اسمین زفر اور ابو یوسف کا خلاف ہی مذکور ہی اصل کتاب مین اور ہدایہ مین **ص** وکیل کو یہ نہین پہونچتا
کہ موکل نے جس چیز معین کے خریدنے کے لیے کہا ہو اوسکو اپنے لیے خریدے **ف** تو وہ شی موکل ہی کی سمجھی جاوے گی
گو وہ عقد کو اپنے طرف منسوب کرے بشرطیکہ تخصیص کر دے اپنے نفس کی مثلاً کہدے گواہ رہو کہ اس چیز کو مین
اپنے لیے خریدتا ہون یا نیت کرے اپنے لیے کفایہ **ص** تو جب کسی نے وکیل کیا دوسرے کو واسطے خریدنے ایک شی معین
کے تو اگر وکیل نے موکل کے حکم کے خلاف نہین کیا تو وہ چیز موکل ہی کی ہو جاویگی اور اگر خلاف کیا تو وکیل کی ہو جاویگی خلاف
کرنیکے یہ معنی ہین کہ موکل نے ثمن کو خاص کر دیا تھا ایک قسم سے مثلاً کہا تھا کہ روپیون کے یا اشرفیون کے عوض مین
خرید کرنا اور وکیل نے دوسری قسم کے عوض مین خریدا یا موکل نے ثمن مطلق کہا تھا اور وکیل نے سوا دراہم دنانیر کے
کسی شی کے بدلے مین خریدا تو یہ بھی مخالفت ہوگی اسوجہ سے کہ مطلق ثمن سے عرف مین مراد نقود یعنی دراہم دنانیر ہوتے ہیں

اشرفی ہو تو نہین یا سو اوکیل کے اور کسی شخص کے خریدا وکیل کے حکم سے وکیل نیت مین تو اگر وکیل کی موجودگی مین خریدیگا تو مخالفت
نہوگی کیونکہ رائے اوسکی خرید مین شامل ہوگئی اور مقصود موکل کا یہی تھا اور اگر وکیل کیا واسطے خریدنے ایک شی غیر معین کے
اور وکیل نے اوسکو خریدا تو وہ شی وکیل ہی کی ہو جاویگی الا جب وکیل عقد کو مضاف کرے اپنے موکل کے مال کی طرف مثلا یون
کہدے کہ خریدا مینے اس چیز کو بعوض ان ہزار روپیہ کے اور وہ روپیہ مملوک ہین موکل کے یا عقد کو مضاف نکرے اوسکے مال کی طرف
لیکن نیت کرے موکل کے لیے خریدنیکی اگر ایک شخص نے وکیل کیا دوسرے کو واسطے ایک کر گیہون کا خریدنے بطور عقد سلم کے
ف خریدنے کی قید اسواسطے لگائی کہ جس صورت مین بطریق سلم کے توکیل درست نہین اور وجہ اوسکی اصل کتاب مین مذکور ہے ص
یا بیع صرف کیے تو اگر وکیل جدا ہو جاویگا قبل قبضہ کے تو وہ عقد باطل ہو جاویگا اور موکل کی جدائی کا اعتبار نہین اگر مشتری نے
خریدتے وقت بائع سے یہ کہا کہ بیچ تو یہ چیز میرے ہاتھ واسطے زید کے اور اوسنے بیچی بعد اوسکے مشتری نے انکار کیا اس بات کا
کہ زید نے مجھے اس چیز کے خریدنے کا حکم کیا تھا تو یہ انکار اوسکا مسموع نہوگا کیونکہ خریدتے وقت اقرار کر چکا ہے زید کے لیے خریدنیکا تو اگر
زید نے تصدیق کی مشتری کی کہ مینے اوسکو حکم نہین کیا تھا خریدنیکا صورت مین زید پھیر دیگا اوس چیز کو نہین لے سکتا ہان اگر مشتری خود دیدے
زید کو تو بیع بالتعاطی ہو جاویگی اگر زید نے عمرو کو حکم کیا کہ سیر بھر گوشت ایک روپیہ کا لا دے عمرو نے روپیہ سیر والا گوشت ایک
روپیہ کا دو سیر خریدا تو امام صاحب کے نزدیک زید کو آٹھ آنے کا سیر بھر لینا ہوگا اور صاحبین کے نزدیک زید کو کل گوشت لینا
پڑیگا ف اور فتوی امام کے قول پر ہے ص اگر وکیل سے کہا کہ خریدے دو غلام میرے واسطے خرید اور قیمت نہ بیان کی
پس وکیل ایک غلام اون دونون مین سے اوسکے لیے خریدے تو صحیح ہے اگر اون دونون کو ہزار روپیہ مین خریدنے کو کہے
اور دونون کی قیمت برابر ہو پھر ایک کو وکیل پانسو یا کم کو خرید کرے تو بھی صحیح ہے اور اگر پانسو سے زیادہ خریدے تو نہین
صحیح ہے ہان اگر موکل سے جھگڑنے کے پہلے دوسرا غلام کو پانسو سے باقی کو خریدے جتنے چاہین زیادہ دیتے ہین
تو صحیح ہے کیونکہ مقصود دونون غلامون کا ہزار روپیہ مین آنا تھا اور وہ حاصل ہوگیا اور صاحبین کے نزدیک اگر پانسو سے
اتنے دام زیادہ دیے ہین جتنے کی لوگ شی معاملون مین اوٹھا لیتے ہین اور باقی اتنے روپیہ ہین کہ جنسے دوسرا غلام خرید سکتا ہے تو موکل
کی طرف سے صحیح ہوگا اگر موکل نے وکیل کو ہزار روپیہ دیے اور کہا کہ اسکی ایک لونڈی خرید دے اوسنے جب خریدی تو کہا کہ مینے
ہزار روپیہ کو خریدی اور موکل کہتا ہے کہ تو نے پانسو کو خریدی تو قول وکیل کا معتبر ہوگا اگر وہ لونڈی بازار مین ہزار کی ہوگی اور اگر
ہزار کی نہوگی تو قول موکل کا معتبر ہوگا اور وہ لونڈی وکیل کو لینا پڑیگی اور جو موکل نے ہزار روپیہ وکیل کو پیشتر نہین دیے تھے تو اگر
اوس لونڈی کی قیمت بازاری پانسو یا زیادہ لیکن ہزار سے کم ہے تو موکل کا قول معتبر ہوگا اور اگر ہزار کی ہے تو دونون قسم کھاوینگے
جب دونون نے حلف کر لیا تو بیع فسخ کرکے لونڈی وکیل ہی کے اوپر ڈالینگے اور اس صورت مین قول کسی کا معتبر ہوگا تو بلا قسم کے معتبر ہوگا
یعنی اوپر جہان جہان لکھا ہے کہ قول اوسکا معتبر ہوگا مراد اوس سے یہ ہے کہ بالحلف معتبر ہوگا اور مختار مین ہے کہ ایسا ہی کہا ابن ملک
اور علامہ قہستانی نے تبعا لصدر الشریعۃ یعنی مصنف شرح وقایہ کے اتباع سے لیکن جزم کیا دالی نے کہ تحریف
ہے عبارت متن کی وجہ سے حلف معتبر ہوگا شامی ص اگر زید نے حکم کیا عمرو کو ایک غلام معین خریدنیکا
پھر کہا کہ غلام خریدا اور قیمت اوسکی بیان نکی تب عمرو نے اوسکو خریدا اور کہا کہ مینے اوسکو ہزار روپیہ مین خریدا ہے اور زید نے کہا

کہ نہیں تو پہلے بائع کو قسم دیجاوے تو دونون سے حلف لیا جاویگا اگرچہ بائع وکیل یعنی کی تصدیق کرے پھر اگر دونون حلف کرینگے تو لونڈی وکیل ہی پر پڑیگی اور بعضے فقہا کہتے ہیں یعنی وکیل و موکل کہ اگر بائع نے تصدیق کی وکیل کی تو اوس صورت میں دونون سے حلف نہ لیا جاویگا بلکہ قول وکیل کا قسم سے معتبر ہو جاویگا لیکن ظاہر یہی ہے کہ دونون سے حلف لیا جاویگا اور یہی قول ہے امام ابن سماعہ کا تحریری کا ف طحاوی میں ہے کہ مصنف نے مخالف کو صحیح کہا ہے قاضی خان نے تبعاً للفقیہ ابی جعفر یعنی فقیہ ابو جعفر کی تابعداری سے تو تصحیح میں اختلاف ہی انتہی اصح یہی ہے کہ قاضی کو مناسب ہے کہ اسکی روایت یعنی تحالف پر عمل کرے اور اگر اسکا اعتبار کریگا تو بھی درست ہے واللہ اعلم

فصل بیان میں اون لوگون کے جنسے وکیل خرید و فروخت کا معاملہ کرے

وکیل بیع و شرا ایسے شخص سے معاملہ کرے کہ جسکے واسطے گواہی اوسکی مقبول نہیں ہوتی ہے امام صاحب کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک درست ہے اگر قیمت بازاری سے بیع و شرا کرے مگر اپنے غلام اور مکاتب سے درست نہیں اور صحیح ہے وکیل کی بیع کم اور بیش قیمت سے اور بدلے میں اسباب کے اور اودھار اور کل اسباب میں سے آدھے کی بیع اور ان سب مسائل میں صاحبین کا اختلاف ہے اور اگر وکیل بالبیع نے مشتری کی کوئی چیز عوض میں ثمن کے گرو کر لی یا اوس سے ضمانت لی بعد اوسکے وہ شی مرہون تلف ہو گئی وکیل کے پاس یا ضامن سے مال کا وصول نہوا اسطرح پر کہ ضامن مفلس ہو کر مر گیا اور مکفول عنہ بھی مفلس گیا یا غائب ہو گیا اور اوسکا پتہ معلوم نہیں اور یہی صورت ہے کہ معاملہ ایسے قاضی کے پاس گیا جو قائل ہے اس بات کا کہ اصیل بری ہو جاتا ہے کفالت کفیل سے اور کفیل مفلس ہو کر مر گیا جیسا کہ یہی مذہب مالک کا ہے مسئلہ وکیل بالشرا کو ضرور ہے کہ برابر قیمت اور والیت پر چیز موکل کیواسطے خرید لے اور دام بڑھکر جو نرخ کیجانے والون کی قیمت میں آجاتے ہیں ف یعنی کسی نرخ کرنے والے سے چیز اوسکی قیمت پوچھی جاوے تو وکیل کی ثمن اون میں سے کسی کے قول کے برابر ہو جاوے یہ نہو کہ سب کے اقوال سے زیادہ ہے ص اگر ایک کے خریدنے کا وکیل کیا اور اوسنے وہ چیز آدھی خریدی تو خرید موقوف رہیگی باقی کے خریدنے تک پھر اگر باقی بھی خرید لیا تو موکل پر پڑیگی ورنہ نہیں اگر وکیل نے ایک شی کو بیچا پھر مشتری نے بسبب عیب کے وہ شی وکیل پر پھیر دی اور وہ عیب ایسا ہے کہ تاریخ بیع سے ادھر پیدا نہیں ہو سکتا بلکہ قدیمی معلوم ہوتا ہے جیسے ایک انگلی زائد نکلی تو وکیل اوسکو اپنے موکل پر رد کر دے برابر ہے کہ مشتری کا وکیل پر رد کرنا گواہی سے ہوا ہو یا اقرار یا نکول سے اور اگر وہ عیب ایسا ہے کہ مثل اوسکے اس مدت میں پیدا ہو سکتا ہے تو اگر وکیل پر مشتری نے گواہون سے یا نکول سے ثابت کرکے رد کیا ہے تو وہ موکل پر پھیر دیوے اور اگر اقرار سے وکیل کے رد کیا ہے تو وکیل موکل پر پھیر سکیگا اگر وکیل نے اودھار بیچا اور موکل نے کہا کہ مینے تجھکو نقد بیچنے کا حکم کیا تھا تو قول موکل کا مقبول ہوگا ف قسم سے ص اور اگر مضارب اور رب المال میں یہ اختلاف ہوا تو قول مضارب کا مقبول ہوگا ف قسم سے ذکر مضاربت کا آگے آویگا انشاء اللہ تعالی ص اگر کوئی دو شخصون کو وکیل کرے تو ضرور ہے کہ اوس تصرف میں جسمین کہ رائے کی احتیاج ہے دونون ملکر ایک ساتھ کریں مگر جو وکیل بالخصومت ف یعنی حاکم کے نزدیک مقدمہ لڑنے کے وکیل ص ہون یا امانت کے پھیر دینے میں یا قرض ادا کرنے میں یا بغیر عوض طلاق دینے میں اور آزاد کرنے میں وکیل ہون تو ہر ایک بغیر دوسرے کے وکالت کر سکتا ہے اگر غلام یا مکاتب اپنے لڑکے صغیر کے مال کی یا کافر ذمی اپنے مسلمان صغیر لڑکے کے مال کی بیع و شرا کرے تو صحیح نہیں کیونکہ ظاہر ہے کہ غلام و مکاتب کو ولایت نہیں اپنے

صغیر فرزند کے مال مین اور کافر کو اپنے مسلمان لڑکے کے مال مین جو صغیر سن ہو ولایت نہین واللہ اعلم ف وکیل کسی کو
وکیل نہین کر سکتا اوس امر مین جسمین وکیل ہوا ہے الا اوس صورت مین کہ موکل نے اوسکو اذن دیا ہو یا یہ کہدیا ہو کہ اپنی راے کے موافق عمل کرنا ہدایہ

باب وکیل بالخصومۃ اور وکیل بالقبض کے بیان مین

وکیل بالخصومت کو یہ پہونچتا ہے کہ مدعی علیہ سے مال وصول کرے اور اوسپر قبضہ کر لیوے نزدیک تینون اصحاب ہمارے کے
یعنی امام اعظم اور محمد اور ابو یوسف کے برخلاف زفر کے جیسے جو وکیل تقاضا کرنے کے لیے ہے اوسکو پہونچتا ہے کہ مال
لے لیوے ظاہر الروایت مین اور اب فتوی اس زمانے مین اسپر ہے کہ یہ دونون وکیل قبض مال کے مالک نہین ہین بسبب خائن
ہو جانے وکیلون کے اور جو وکیل قرض کے وصول کرنیکا ہے اوسکو خصومت کا اختیار ہے امام صاحب کے نزدیک اور صاحبین کے
نزدیک نہین ف اور فتوی امام کے قول پر ہے البتہ وکیل صلح یا وکیل ملازمت خصومت کا مختار نہین ص اور ایسا وکیل جو ایک شی معین کے لینے کے لیے وکیل ہے ف یعنی اوسکو
بالاتفاق اختیار خصومت نہین ہے ص تو اگر کسی نے وکیل کیا ایک شخص کو واسطے لینے ایک غلام معین کے زید سے تو جب وکیل نے طلب کیا اوسکو زید سے تو زید نے
یہ جواب دیا کہ موکل تیرا اس غلام کو بیچ چکا ہے میرے ہاتھ تو یہ مقدمہ ملتوی رہیگا جبتک کہ موکل حاضر ہووے ف اور جبتک
وہ غلام زید کے پاس رہیگا ص اور ان گواہون کی گواہی سے بیع ثابت نہوگی تو جب موکل حاضر ہوویگا اوسکے سامنے پھر
گواہون سے دوبارہ گواہی لیجاویگی بیع کی اسی طرح یہ مسائل ہین کہ ایک شخص آیا اور اوسنے کہا کہ مین زید کا وکیل ہون واسطے
لیجانے اوسکی زوجہ کے یا اوسکے غلام کے تو زوجہ نے گواہ قائم کیے زید کے طلاق پر اور غلام نے اوسکے آزاد کر دینے پر تو ان
گواہون کی گواہی سے ابھی حکم طلاق یا آزادی کا نہ دیا جاویگا بلکہ مقدمہ ملتوی رکھا جاویگا یہان تک کہ زید حاضر ہووے تو جب
زید آویگا پھر گواہی دوبارہ لیجاویگی **مسئلہ** اگر وکیل بالخصومت اپنے موکل کیطرف سے کسی بات کا اقرار کرے قاضی
کے سامنے تو یہ اقرار موکل پر نافذ ہوگا اور اگر قاضی کے سوا اور کسی کے سامنے اقرار کرے تو یہ اقرار حجت نہوگا اگر مکفول لہ
وکیل کرے کفیل کو واسطے لینے مکفول بہ کے مکفول عنہ سے تو یہ کفالت جائز نہوگی اگر ایک شخص نے آن کر کہا کہ مین وکیل
ہون زید کا جو غائب ہے اوسکا قرض وصول کرنیکے لیے اور زید کے قرضدار نے اوسکی تصدیق کی تو قرضدار کو حکم ہوگا
کہ وہ قرض حوالہ کرے اوس شخص کے پھر اگر زید آیا اور اوسنے اوس شخص کی جسنے اپنے تئین وکیل کہا تھا تکذیب کی تو قرضدار کو
پھر قرض زید کو ادا کرنا ہوگا اور قرضدار اپنے مال کو اگر وکیل کے پاس باقی ہے پھیر لیگا اور اگر باقی نہو تو کچھ نہ پاویگا الا اوس صورت مین کہ
جب وکیل مال لیتے وقت ضامن ہو گیا ہو یعنی یہ بات کہی ہو کہ اگر زید آکر میری وکالت کا انکار کریگا تو مین ضامن ہون اس مال کا
یا قرضدار نے مال اوسکو صرف اوسکے کہنے سے دیدیا ہووے اور اوسکی وکالت کی تصدیق نکی ہووے اور اگر ایک شخص نے آنکر کہا کہ مین زید
کیطرف سے اوسکی امانت پر قبضہ کرنیکا وکیل ہون اور مودع یعنی جسکے پاس ودیعت ہے اوسنے اوس شخص کی وکالت کی تصدیق
کی تو مودع کو امانت حوالے کرنیکا حکم نہوگا اور اگر کوئی یون کہے کہ مالک امانت مر گیا اور اوسکا وارث مین ہون اور وہ امانت
میرے لیے میراث چھوڑ کر مر گیا اور تصدیق کرے اوسکی وہ شخص جسکے پاس امانت ہے تو اوسکو حکم ہوگا کہ امانت اوس شخص کے
سپرد کرے اور اگر کسی نے کہا مودع سے کہ مینے امانت کو خرید لیا ہے مالک امانت سے اور مودع نے اوسکی تصدیق کی
تو اوسکو حکم دینے کا نہوگا اگر کسی نے عمرو کو وکیل کیا اپنے دین وصول کرنیکے لیے بکر سے جب عمرو نے دین زید کا طلب کیا بکر

تو بکر نے اوسکے جواب مین یہ کہا کہ زید دین وصول پا چکا ہی اور گواہ نہیں ہین مدیون پاس تو بکر کو حکم ہوگا کہ وہ دین عمرو کو ادا کرے جب زید حاضر ہووے اور انکار کرے دین وصول پا چکنے کا تو وہ حق بکر قسم لیوے اور وکیل کو قسم نہ دلائی جاویگی اس بات پر کہ مین نہیں جانتا کہ موکل میرا اس دین کو وصول پا چکا ہی اگر مشتری نے ایک شخص کو وکیل کیا کہ وہ بائع سے خصومت کرے اوس عیب کے بابت جو مبیع مین نکلا ہی اور مبیع واپس کردے بعد اسکے مشتری غائب ہوگیا اب وکیل نے چاہا کہ مبیع کو بائع پر رد کرے تو بائع نے یہ کہا کہ مشتری خریدنے کے وقت اس عیب پر رضامند ہوگیا تھا تو وکیل مبیع کو نہین پھیر سکتا یہان تک کہ مشتری قسم کھالے کہ مین راضی نہین ہوا تھا اس عیب پر اور صاحبین کے نزدیک وکیل بائع کو پھیر سکتا ہی اور بعضون نے کہا ہی کہ صحیح تر نزدیک ابو یوسف کے یہ ہی کہ دونون مسألون مین یعنی مسألۂ دین جو پہلے گذرا اور اس مسألہ مین تاخیر چاہیے یہانتک کہ حلف کر لیوے دائن یا مشتری اگر زید نے عمرو کو دس روپیہ دیے کہ اسکو میرے اہل عیال پر خرچ کرنا اور عمرو نے دس روپے اپنے پاس سے لیکر اونپر خرچ کیے تو وہ دس روپے جو زید نے دیے تھے عمرو کے ہوجاوینگے اور بعضون نے کہا ہی کہ یہ استحسان ہی اور قیاس اسکو چاہتا ہی کہ عمرو نے جو روپیہ اپنے پاس سے صرف کیے ہین وہ تبرع ہوجاوین وجہ استحسان کی یہ ہی کہ وکیل خرچ کرنیکے لیے مثل وکیل بالشرا کے ہی اور وکیل بالشرا جو ہو اسکے کہ ثمن اپنے پاس سے دیوے موکل سے لے سکتا ہی اسیطرح یہان بھی حکم ہوگا واللہ اعلم

باب وکیل کے معزول کرنیکے بیان مین

موکل کو یہ پہونچتا ہی کہ جب چاہے وکیل کو معزول کر دیوے وکالت سے لیکن شرط معزولی کی یہ ہی کہ وکیل کو اوسکا علم ہوجاوے
ف تو جبتک وکیل کو علم اپنے عزل کا حاصل نہو یعنی اوسکو ایک شخص عادل یا دو مستور الحال خبر عزل کی نہ سناوین تو جتنے تصرفات قبل اوسکے کریگا موکل پر لازم ہونگے ہدایہ ص اور باطل ہوجاتی ہی وکالت وکیل یا موکل کے مرجانے سے یا سال بھر مجنون رہنے سے ف اور امام ابو یوسف کے نزدیک ایک مہینے بھر اگر جنون رہا وکیل یا موکل کو تو وکالت اوسکی باطل ہوجاویگی اور ایک روایت مین ایک دن رات منقول ہی اور وہ جو متن مین ذکر کیا قول محمد کا ہی اور اسی مین احتیاط ہی لیکن در مختار مین ہی کہ فتوی ایک مہینے کی مقدار پر ہی اور اسی کو صحیح کہا قہستانی اور باقلانی نے ص یا مرتد ہوکر دار الحرب مین چلے جانے سے اور اگر موکل مکاتب تھا اور وہ اوا کرنے کتابت سے عاجز ہوگیا یا دو شریکون نے ملکر ایک شخص کو وکیل کیا تھا اور وہ دونون شریک جدا ہوگئے یا عبد ماذون نے وکیل کیا تھا پھر مالک نے اوسکو منع کردیا تصرفات سے تو ان سب صورتون مین بھی وکالت وکیل کی باطل ہوجاویگی اگرچہ وکیل کو ان حالون کی خبر نہو اگر موکل نے جس کام کے لیے وکیل کو وکیل کیا تھا وہ کام آپ کر لیا تب بھی وکالت باطل ہوگی جیسے وکیل کیا اپنے غلام آزاد کرنیکے لیے پھر موکل نے اوسکو خود آزاد کر دیا یا وکیل کیا اوسکو ایک عورت سے نکاح کردینے کا پھر موکل نے خود اوس سے نکاح کر لیا اور جدا بھی کر دیا اوسکو تو بھی وکیل کو یہ نہین پہونچتا کہ پھر اوسکا نکاح موکل سے کر دیوے ف اسواسطے کہ حاجت موکل کی پوری ہوچکی البتہ اگر وکیل نے اوس سے نکاح کر لیا اور نکاح کرکے اوسے جدا بھی کر دیا تو اب اوسکو پہونچتا ہی کہ موکل سے نکاح اوسکا کر دیوے ہدایہ

کتاب الدعوی

دعوی کہتے ہین خبر دینے کو ساتھ ایک حق کے اپنے لیے غیر پر ف اس تعریف پر بہت سے اعتراضات ہوتے ہین لہذا یہ تعریف

جامع ومانع وہ ہی جو صاحب درمختار نے بیان کی ہی کہ دعوی ایک قول مقبول ہی نزدیک قاضی کے کہ قصد کیا جاتا ہی ومے سے
طلب ایک حق کا غیر سے یا دفع کرنا خصم کا اپنی ذات سے تو اس مین دفع دعوی تعرض داخل ہو گیا
صورت اسکی یون ہی کہ مدعی قاضی سے یہ کہے کہ فلانا تعرض بیجا کرتا ہی مجھہ سے ناحق اور مین چاہتا ہون کہ وہ دفع کرے
تعرض کو تو قاضی اس دعوی کو سن سکتا ہی اور منع کریگا قاضی مدعی علیہ کو اس تعرض مدعی سے ناحق تو جب تک مدعی علیہ کے
پاس کوئی حجت نہوگی باز رہیگا تعرض سے پھر جب پا دیگا کوئی حجت تعرض کریگا بخلاف دعوی قطع نزاع کے کہ وہ مسموع
نہین صورت اوسکی یون ہی کہ ایک شخص آوے قاضی پاس اور کہے کہ حکم کر تو فلانے کو اس بات کا کہ اگر کوئی دعوی رکھتا ہی میرے
اوپر تو کرے اوسکو ورنہ رد ہر گز گواہون کے بری کر دے مجھے سب دعاوی سے تو قاضی مدعی کو جبر نکریگا واسطے دعوی
کرنیکے کیونکہ دعوی حق اوسکا ہی طحطاوی **ص** مدعی وہ ہی کہ اگر خصومت کو ترک کر دے تو اوسپر جبر نکرین اور مدعی علیہ وہ ہی کہ جبر
کیا جاوے خصومت پر اور موافق تفسیر دعوی کے مدعی کی تفسیر یون چاہیے کہ مدعی وہ ہی جو خبر دیتا ہی اپنے حق کی غیر پر تو یہ
تفسیر دوسری تفسیر ہی ذکر کیا ہی اسکو بعض مشائخ نے اور بعضون نے کہا ہی کہ مدعی وہ ہی جو تمسک کرتا ہی ساتھہ اوس امر کے
جو غیر ظاہر ہی **ف** یعنی وہ دعوی کرتا ہی ملک کی ایک شی کا حال آنکہ وہ شی اوسکے قبضے مین نہین ہی بلکہ قبضہ مین مدعی علیہ کے
اور یہ امر خلاف ظاہر ہی کہ شی مالک کے قبضے مین نہووے **ص** اور مدعی علیہ وہ ہی جو تمسک کرتا ہی ساتھہ اوس امر کے کہ وہ ظاہر ہی
ف یعنی ظاہر یہی ہی کہ شی اوسی کی ہی جسکے قبضے مین ہی اور مدعی علیہ یہی کہتا ہی **ص** لیکن اعتبار شناخت مدعی اور مدعی علیہ
مین معنی کا ہی نہ ظاہر کا یہان تک کہ اگر مُودَع نے دعوی کیا رد ودیعت کا طرف مُودِع کے تو وہ ظاہر مین مدعی ہی لیکن
حقیقت مین مدعی علیہ ہی کیونکہ انکار کرتا ہی ضمان کا **ف** یعنی غرض مُودَع کی جسکے پاس امانت تھی رد ودیعت کے دعوی
سے یہ ہی کہ اوسپر تاوان مال امانت کا لازم نہ آوے تو ظاہر مین اگرچہ یہی معلوم ہوتا ہی کہ رد ودیعت کا مدعی مُودَع ہی اور مُودِع
مدعی علیہ ہی لیکن یہان چونکہ حقیقت اور معنی کا اعتبار ہی اور حقیقت مین منکر ضمان کا مُودَع ہی تو اوسی کو مدعی علیہ قرار دیا گیا
اسواسطے کہ منکر مدعی علیہ کو کہتے ہین تو قول اوسی کا قسم سے معتبر ہوگا ھدایہ **ص** اور دعوی کی صحت کے کئی شرطین ہین
ف رکن دعوی یہ ہی کہ نسبت کرنا حق کی طرف اپنے اگر اصالتاً دعوی ہووے یا اپنے موکل کی طرف اگر وکالتاً ہو اور اہل دعوی
وہ شخص ہی جو عاقل ممیز ہو اگرچہ صبی ماذون ہووے ورنہ جائز نہوگا اور شروط دعوی یہ ہین کہ مجلس قضا ہو اور مدعی علیہ حاضر ہووے
اسواسطے کہ قضا علی الغائب نہین ہو سکتی اور کیا مدعی علیہ کو حاضر کرنا اوسی وقت چاہیے جب مدعی دعوی کرے تو جواب
اوسکا یہ ہی کہ اگر مدعی علیہ شہر مین ہووے یا اتنی دور کہ اپنے مکان سے مجلس قضا مین آکر پھر رات کو اپنے مکان مین رہ سکتا ہی
تو بمجرد دعوی طلب کیجے مدعی علیہ کو اور اگر اس سے زیادہ دور ہووے تو جب تک مدعی سے وجہ ثبوت نہ لیجاوے مدعی علیہ کو طلب
نکرے اور بعضون نے کہا ہی کہ حلف لے لی جاوے مدعی سے اپنے دعوی کے حق ہونے پر اگر وہ حلف کرے تو طلب کرے
مدعی علیہ کو ورنہ نہین طحطاوی کہا شلبی نے اور ہمارے زمانے مین قاضیون کا چال ہی کہ جب اونکے پاس کوئی
شخص آنکر دعوی کرتا ہی تو وہ طلب کر لیتے ہین مدعی علیہ کو بغیر اس بات کے کہ استفسار کرین مدعی سے کیفیت اوسکے
دعوی کی اور تمیز کر لیوین صحت دعوی کو اوسکے فساد سے اور یہ غفلت ہی اون قاضیون کی یا جہل ہی ان مسائل سے

اتنے ص ایک یہ کہ جب دین کا دعوی ہو اوسکی جنس اور قدر بیان کرے ف جنس یعنی اوسکی قسم کہ شئی مدعی درہم ہین یا دنانیر
یا گیہون ہین یا چاول اور قدر یعنی مقدار اوسکا کہ سو درہم ہین یا سو دینار یا سو من گیہون یا چاول ہین اور اوسکا بیان
صفت بھی ضرور ہی کہ وہ دراہم کیسے ہین جید یا ردی کہا طحطاوی نے جسوقت اوس شہر مین کئی طرح کے دراہم یا دنانیر
چلتے ہون تو بیان وصف یعنی فلان قسم کے دراہم کا مین دعوی کرتا ہون ضرور ہی اور اگر شہر مین ایک ہی طرح کے دراہم
چلتے ہون تو بیان جنس و قدر کافی ہی بیان وصف کی کچھ حاجت نہین ص اور یہ شرط دعوی دین مین ہی اور جو دعوی
کسی شئی معین کا ہووے تو اگر وہ شئی حاضر ہو اوسکی طرف اشارہ کرے اور کہے کہ یہ میری ملک ہی اور اگر غائب ہووے تو اوسکا
وصف بیان کرنا اور اوسکی قیمت ذکر کرنا ضرور ہی دوسرے یہ کہ اگر دعوی شئی معین کا ہووے تو مدعی کو یہ بھی کہنا ضرور ہی کہ وہ شئی
مدعی علیہ کے قبضے مین ہی ناحق ف ناحق کی قید سواسطے لگائی کہ کبھی شئی ہوتی ہی غیر مالک کے پاس بسبب حق کے
جیسے شئی مرہون مرتہن پاس یا مبیع بائع پاس بوجہ نہ دینے ثمن کے کذا فی الاصل ص اور دعوی عقار مین ف
عقار بالفتح شئی غیر منقول کو کہتے ہین اصطلاح فقہا مین جیسے باغ زمین مکان وغیرہ ص قابض ہونا مدعی علیہ کا ثابت
نہوگا مگر گواہی سے یا قاضی کے علم سے ف یعنی اگر مدعی اور مدعی علیہ باہم متفق ہوجاوین اس بات پر کہ اس مکان
یا زمین کا قابض مدعی علیہ ہی تو قبضہ اوسکا ثابت نہوگا کیونکہ احتمال ہی کہ مدعی اور مدعی علیہ دونون نے حیلہ کیا ہو پرایا مال لینے کا
اسطرح پر کہ دو تصدیق کرین قبضہ مدعی علیہ کی حال آنکہ وہ شئی شخص ثالث کے قبضہ مین ہی تو قاضی حکم کرے ملک مدعی کا
برخلاف شئی منقول کے کہ اوسمین قبضہ کا مشاہدہ اور معائنہ ہوجاتا ہی تو صرف تصادق متخاصمین کافی ہی ثبوت قبضہ
مدعی علیہ کے لیے کذا فی الاصل باختصار درمختار مین ہی کہ دعوی غصب عقار اور دعوی شراء عقار مین کچھ حاجت قائم
کرنے شہود کی نہین اس بات پر کہ وہ عقار قبضے مین مدعی علیہ کے ہی کیونکہ دعوی غصب اور شراء جیسا صحیح ہی قابض پر ویسے
ہی غیر قابض پر برخلاف دعوی ملک مطلق کے ص تیسری شرط یہ ہی کہ مدعی یہ کہے کہ مین اوسکو طلب کرتا ہون مدعی علیہ
سے تو اگر وہ شئی منقولی مدعی علیہ کے پاس موجود ہوگی تو اوسکو حکم ہوگا حاضر کرنیکا اوس شئی کو مجلس قضا مین تا مدعی اپنے
دعوی مین اوسکی طرف اشارہ کرے یہی حال ہی گواہون کی گواہی دینے اور مدعی علیہ کے قسم دلانے مین یعنی چیز کا حاضر
کرنا چاہیے تا کہ گواہ اپنی گواہی مین اور مدعی علیہ اپنی قسم مین اوسکی طرف اشارہ کرین اور اگر چیز کا حاضر کرنا مجلس قضا مین
متعذر ہووے ف بسبب اوسکے ہلاک ہوجانے یا غائب ہوجانے کے ص تو مدعی اوسکی قیمت ذکر کردے
ف اور اگر باوجود باقی ہونے اوسکے کے حاضر کرنا اوسکا مجلس قضا مین متعذر ہووے جیسے چکی یا توبرہ غلہ کا یا گلہ بکریونکا
تو قاضی اپنا امین مدعی کے ساتھ کردیوے کہ اوسکے ساتھ جاکر مدعی اوس شئی کیطرف اشارہ کردیوے اور جس صورت
مین وہ شئی ہلاک ہوگئی ہو تو صرف ذکر قیمت کافی ہی تو بیان کرنا رنگ جانور کا اور اوسکے سن و ذکورت اور انوثت
کا ضرور نہین اگر وہ جانور ہلاک ہوگیا ہو مدعی علیہ پاس اور دعوی غصب اموال مین اور اسی طرح دعوی شئی مرہون
مین بیان کرنا قیمت کا کچھ ضرور نہین کیونکہ اکثر ایسا ہوتا ہی کہ آدمی اپنے مال کی قیمت کو نہین جانتا بلکہ قول غاصب
اور مرتہن کا اوس کی قیمت مین حلف سے معتبر ہوگا البتہ دعوی سرقہ مین اگرچہ وہ شئی حاضر ہو بیان قیمت ضرور ہی کہ

تا انضباط کی کیفیت معلوم ہووے **فائدہ** دعوی شی مجہول القیمت پر حلف نہین لیجاتی مگر چھ جگہ دعوی شی مغصوب دعوی شی مرہون دعوی شی امانت قاضی جب وصی یتیم کو متہم بخیانت کرے قاضی جب متولی وقف کو متہم بخیانت کرے دعوی شی مسروقہ اشباہ

مسئلہ اگر مدعی نے بہت سی چیزون کا جنکی جنس اور نوع مختلف ہے دعوی کیا تو کل کی قیمت ذکر کر دینا کافی ہے اگرچہ ہر ہر چیز کی قیمت علٰحدہ علٰحدہ بیان نہ کرے اور گواہ بھی اوسکے مقبول ہونگے قیمت پر اور حلف دیا جاویگا اوسکے مدعی علیہ کو کل مال پر ایک ہی بار اگر انکار کریگا اور اگر اقرار کریگا یا نکول کریگا تو اوسکے بیان پر جبر کیا جاویگا شامی وطحطاوی **ص** عقار کے دعوی مین یہ بھی شرط ہے کہ مدعی اوسکے حدود بیان کرے یعنی چارون حدین یا تین حدین اور اون حدون کے مالکون کا نام اور اونکے باپ اور دادا کا نام بھی بیان کرے **ف** حدود کا بیان کرنا شرط ہے دعوی عقار مین نزدیک امام ابوحنیفہ کے اگرچہ وہ عقار مشہور ہووے اور صاحبین کے نزدیک اگر مشہور ہووے تو حدود کا ذکر شرط نہین پھر بیان کر دینا تین حدود کا کافی ہے نزدیک ہمارے کیونکہ جب تین حدین ظاہر ہو گئین تو چوتھی حد ایک خط مستقیم ہوگی چنانچہ شکل مندرجہ حاشیہ سے ظاہر ہے اور زفر کے نزدیک چارون حدون کا بیان ضروری ہے اور یہی قول ہے ائمہ ثلثہ کا اور اسی پر فتوی ہے اور اصحاب و مالکین حدود کی نسبت دادا تک شرط ہے امام اعظم کے قول مین لیکن اگر مالک حدود شخص مشہور ہے تو فقط اوسی کا نام ذکر کر دینا کافی ہے اور گھر کے دعوی مین یہ بھی شرط ہے کہ مدعی اوس شہر کا نام اور اوس محلہ کا نام اور اوس گلی کا نام جہان پر وہ گھر ہے بیان کرے یہ سب شرائط دعوی عین کے ہین لیکن دعوی دین مین تو ذکر جنس و قدر کا ضروری ہے اور ذخیرہ مین مذکور ہے کہ اگر وہ چیز وزنی ہووے جیسے سونا چاندی تو اوسکی صفت بھی کہ کھری ہے یا کھوٹی بیان کرنا ضروری ہے اور اوسکی نوع کا بھی ذکر ضروری ہے کہ مثلاً سکہ بخارا کا ہے یا نیشاپور کا **ص** جب دعوی مدعی کا صحیح ہو جاوے **ف** یعنی ہر قسم کے دعوی مین جو اوسکی شرائط ہین سب پائی جاوین تو اگر مدعی درخواست کرے **ص** تو قاضی مدعی علیہ سے سوال کرے ہو دعوی **ف** یعنی یون کہے کہ فلان شخص نے تیرے اوپر یہ دعوی کیا ہے تو تو کیا جواب دیتا ہے اور اگر دعوی کی صحت نہووے تو طلب مدعی علیہ کی اور سوال کرنا اوس سے کچھ ضرور نہین بلکہ دعوی کو خارج کر دیوے در مختار **ص** تو اگر مدعی علیہ اقرار کرے دعوی مدعی کا یا انکار کرے اور مدعی وجہ ثبوت پیش کر دیوے تو قاضی حکم کرے مدعی علیہ پر **ف** بغیر طلب مدعی کے اور اگر مدعی علیہ یہ کہے کہ مین مدعی کے دعوے کو دفع کر سکتا ہون تو قاضی اوسکو تین دن کی مہلت دیوے اگر تیسرے دن کچہری ہوتی ہے اور جو روز ہوتی ہے تو ایک دن کی دینا چاہیے اور اگر تین دن کی دیگا تب بھی جائز ہے پھر اگر اوس مدت مین مدعی علیہ دفع کرے تو بہتر ورنہ قاضی اوسپر حکم کر دیوے در مختار و شرح للطحطاوی **ص** اور اگر مدعی کے پاس گواہ نہوین وجہ ثبوت کے تو درصورت درخواست مدعی قاضی مدعی علیہ سے قسم لیوے **ف** اسواسطے کہ روایت کیا بخاری مسلم نے ابن عباس سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اگر لوگ دیے جاتے صرف اپنے دعوی سے البتہ کچھ لوگ دوسرون کے خونونکا اور مالون کا دعوی کرتے لیکن قسم ہے مدعی علیہ پر اور روایت کیا بیہقی نے سند صحیح سے اس حدیث کو اور اوس مین یہ لفظ ہے اَلْبَیِّنَۃُ عَلَی الْمُدَّعِیْ وَالْیَمِیْنُ عَلٰی مَنْ اَنْکَرَ یعنی گواہ مدعی پر ہین اور قسم منکر پر اور روایت کی مسلم نے وائل بن حجر سے کہ آیا ایک شخص کندی اور ایک حضرمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے پاس تو حضرمی نے یہ دعوی کیا کہ یا رسول اللہ اسنے میری زمین لے لی ہے تو کہا کندی نے کہ وہ زمین میری ہے حضرمی کا اوسمین کچھ حق نہین تو فرمایا حضرت نے حضرمی سے کیا تیرے پاس گواہ ہین کہا اوسنے کہ نہین فرمایا آپنے بس تیرے لیے قسم اوسکی ہے

کہا اوسنے یارسول اللہ کہ یہ مرد فاسق ہی وہ پروا نہین رکھتا قسم کی فرمایا آپنے نہین ہی تیرے لیے کچھ سوا قسم کے تو جب چلا کہ قسم کھانے تب کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ اگر حلف کریگا مدعی کے مال پر تاکہ کھاوے اوسکو ظلم سے البتہ ملیگا اللہ تعالی سے اور اللہ اوس سے منہ پھیر لیگا اور اس حدیث کے معنی بہت سی حدیثون مین مروی ہین بلکہ بعضون نے اسکو متواتر کہا ہی روایت کیا مسلم نے ابی امامہ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جسنے کاٹا حق مرد مسلمان کا اپنی قسم سے تو بیشک واجب کیا اللہ تعالی نے اوسکے لیے جہنم کو اور حرام کیا اوپر اوسکے جنت کو تو کہا آپسے ایک شخص نے یارسول اللہ اگرچہ وہ تھوڑی چیز ہو فرمایا آپنے اگرچہ ایک لکڑی ہو پیلو کی **فائدہ** اگر مدعی علیہ نے کہا کہ مین نہ اقرار کرتا ہون نہ انکار تو اوس سے حلف لیجاویگی بلکہ قید کیا جاویگا تاکہ اقرار کرے یا انکار کرے اسیطرح اگر چپ ہو رہے بغیر کسی آفت کے اوسکی زبان مین درمختار **مسئلہ** اجماع کیا ہی فقہا نے باطلب قسم دلانے پر اوس شخص کو جو میت پر دعوی دین کرے صورت اوسکے قسم دلانے کی یہ ہی کہ قاضی اوسکو یون قسم دیوے کہ قسم اللہ کی مینے اپنا حق مدیون میت سے نہین پایا اور نہ مینے اوسکی طرف سے مجکو ادا کیا اور نہ میری طرف سے کسی اور نے اوسپر قبضہ کیا میرے حکم سے اور نہ مینے اوسکو معاف کیا نہ کل نہ بعض اور نہ مینے اوسکا کسی پر حوالہ قبول کیا اور نہ میرے پاس اوسکی کوئی چیز رہن ہی کذا فی الحلبی عن البحر **ص** تو اگر مدعی علیہ نے ایک دفعہ بھی قسم کھانے سے انکار کیا مثلاً کہا مین قسم نہین کھاؤنگا یا چپ ہو رہا بغیر کسی آفت کے **ف** یعنی اگر گونگا یا بہرا ہوگا تو سکوت اوسکا نکول نہوگا **ص** اور قاضی نے فیصلہ کردیا اوسکے نکول پر تو صحیح ہی اور احتیاط اسمین ہی کہ قاضی قسم کے واسطے تین بار مدعی علیہ سے کہے پھر اگر تیسری بار مین بھی مدعی علیہ قسم سے انکار کرے تو قاضی اوسکے نکول پر حکم کردیوے **ف** نکول کہتے ہین قسم سے انکار کرنے کو قاضی اوسکے نکول پر حکم کردیوے گا یعنی مدعی کا مقدمہ جتا دیوے اور مال مدعی مدعی علیہ پر لازم کردے **ص** اور شافعی کے نزدیک صرف نکول سے مدعی علیہ کو پر مال لازم نہ کیا جاویگا بلکہ پھر مدعی سے قسم لیجاویگی کہ وہ اپنے دعوی مین سچا ہی جب مدعی حلف کریگا تو حکم کردیا جاویگا مال کا مدعی علیہ پر اور ہمارے نزدیک یہ بدعت ہی اور سب سے پہلے اسطرح کیا معاویہ نے اور یہ مخالف ہی حدیث مشہور کے **ف** اور یہی قول ہی احمد اور مالک کا اور یہی کہتے ہین ائمہ ثلثہ کہ اگر مدعی کے پاس ایک گواہ ہووے تو مدعی سے قسم لیکر حکم کردینگے مال کا مدعی علیہ پر اور قسم اوسکی قائم مقام دوسرے گواہ کے ہوگی اور امام اعظم رح نے دونون مسئلون مین خلاف کیا ائمہ ثلثہ کا یعنی اونکے نزدیک مدعی سے کسی حال مین حلف نہ لیجاویگی بلکہ حلف خاص ہی مدعی علیہ کے ساتھ باتباع حدیث مشہور بلکہ متواتر کے اور پرہیز کی کہ فرمایا حضرت نے البینة علی المدعی والیمین علی من انکر یعنی جنس قسم منکر پر ہی اور الف لام الیمین مین استغراق جنس کے ہی یعنی تمام قسمین مدعی علیہ پر ہین اس حدیث سے صاف معلوم ہوا کہ قسم مختص ہی مدعی علیہ سے ائمہ ثلثہ دلیل لاتے ہین ایک حدیث سے جسکو روایت کیا احمد اور ترمذی اور ابن ماجہ اور بیہقی اور طحاوی نے عبدالوہاب بن عبدالمجید ثقفی سے انھون نے امام جعفر صادق رض سے انھون نے اپنے باپ محمد باقر رض سے انھون نے جابر رض سے کہ فیصلہ کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ساتھ قسم کے اور ایک شاہد کے کہا ترمذی نے اور روایت کیا اوسکو ثوری اور مالک وغیرہ نے امام محمد باقر رض سے مرسلاً اور یہی اصح ہی اور روایت کیا اوسکو دارقطنی نے محمد بن باقر رض سے انھون نے حضرت علی رض سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فیصلہ کیا ساتھ ایک شاہد کے اور قسم لی مدعی سے اور یہ منقطع ہی کہا دارقطنی نے علل مین کہ جعفر صادق رض نے کبھی موصول کیا اس حدیث کو اور کبھی مرسل

اور کہا شافعیؒ نے اور بیہقی نے کہ عبدالوہاب نے وصل کیا اوسکو اور وہ ثقہ ہے مین کہتا ہون کہ ذہبی نے اوسکو ضعیف کیا
اور کہا کہ مختلط ہوگیا تھا آخر عمر مین اور مالک اور زہری کی روایت مرسل اگرچہ صحیح ہے لیکن حدیث مرسل شافعیؒ کے نزدیک
قابل احتجاج کے نہین ہے اور روایت کیا ابوداود اور طحاوی نے ابن عباسؓ سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فیصلہ کیا ساتھ شاہد
اور قسم کے اور حسن کہا اوسکو ترمذی نے اور منکر کہا اوسکو طحاوی نے اسواسطے کہ روایت کیا اوسکو قیس بن سعد نے عمرو بن دینار سے
اور اوسکی حدیث کو عمرو بن دینار سے ہم کچھ نہین جانتے اور روایت کیا شافعیؒ اور اصحاب سنن اور ابن حبان نے ابوہریرہؓ سے
کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فیصلہ کیا شاہد اور یمین سے نقل کیا ابن ابی حاتم نے اپنے باپ سے کہ حدیث صحیح ہے لیکن روایت کیا
اس حدیث کو سہیل بن ابی صالح نے اپنے باپ سے اور سنا اونسے ربیعہ بن ابی عبدالرحمن نے پھر بگڑ گیا حفظ ابی سہیل کا اور کہتے
تھے ابو سہیل کہ ربیعہ یہ کہتے ہین کہ مینے اونسے حدیث بیان کی ابوہریرہ کی کہا طحاوی نے نقلاً عن العینی کہ سہیل راوی اس
حدیث کا منکر ہوا اوسکی روایت کا تو حدیث مذکور حجت باقی نہ رہی بعد منکر ہونے اوسکے راوی کے اور باقی اسانید بھی اس حدیث
کی ضعیف ہین **جواب** امام صاحب کا اس حدیث سے چند وجہ ہے **اولاً** اسطرح کہ یہ حدیث طرق اسکے سب ضعیف ہین رد کیا
اوسکو نقاد فن حدیث یحیی بن معین نے **ثانیاً** یہ حدیث باوجود ضعیف ہونے کے مخالف ہے نص صریح کلام اللہ کے واستشہدوا
شَهِيدَيْنِ مِن رِّجَالِكُمْ فَإِن لَّمْ يَكُونَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَامْرَأَتَانِ الآیہ یعنی گواہ کرو تم دو مردون کو اپنے مین سے تو
اگر دو مرد نہون تو ایک مرد اور دو عورتین **ثالثاً** مخالف ہے یہ حدیث اوس حدیث مشہور بلکہ متواتر کے کہ گواہ مدعی پر ہین اور
قسم منکر پر حصر کردیا ہے اوسمین جنس شہود کو مدعی پر اور جنس یمین کو مدعی علیہ پر **رابعاً** اس حدیث مین ذکر ایک واقعہ کا ہے
اور نص قولی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نہین احتمال ہے کہ شاید یہ حکم مخصوص ہو اوس واقعہ سے یا اوس مدعی سے جیسا کہ
حضرتؐ نے کردیا شہادت خزیمہ کو قائم مقام دو شہادتون کے اور خاص ہے یہ خزیمہ سے باتفاق علما اور احادیث اور آثار
ہمارے قولی ہین عام تو واجب ہوگی ترجیح اونکی اس حدیث پر **خامساً** بصورت تسلیم معنی اوس حدیث کے یہ ہو سکتے ہین
کہ حضرتؐ نے حکم کیا شاہد اور یمین سے یعنی باوجودیکہ مدعی نے ایک شاہد پیش کیا لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اوسپر
بوجہ عدم تکمیل نصاب شہادت لحاظ نہ فرمایا اور مدعی علیہ سے یمین لی تو مراد یمین مدعا علیہ ہے نہ یمین مدعی **سادساً**
یہ کہ احتمال ہے کہ مراد شاہد سے خزیمہ ہو کیونکہ دوسری حدیث مین مروی ہے کہ حضرتؐ نے اوسکی شہادت کو تنہا بمنزلہ دو شہادت کے رکھا
اور یہ حکم اوسکی خصوصیات مین سے ہے **سابعاً** یہ کہ الف و لام قضی بالیمین مع الشاہد مین عہد کا ہووے اور مراد حضرت صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم کی شاہد سے شہادت معہودہ یعنی دو مردون کی یا ایک مرد اور دو عورتون کی مراد ہے اسیطرح سے الیمین سے یمین معہود
یعنی یمین مدعی علیہ **ثامناً** یہ کہ یمین سے یمین شاہد کی مراد ہووے یعنی شاہد کو حکم کیا کہ لفظ اشہد کہے کیونکہ اشہد الفاظ
یمین مین سے ہے **تاسعاً** یہ کہ عمل اس حدیث پر متعارف نہوا عہد سلف صالحین یعنی صحابہ و تابعین مین اور یہ دلیل قاطع
ہے اس حدیث کے متروک یا مؤول ہونے پر **عاشراً** یہ کہ استدلال امام شافعی اور ائمہ ثلثہ کا بابت اثبات مسلکین کے اس سے
تمام نہین ہوتا کیونکہ سبب منکر ہونے شہادت ہی مدعی پر بعد نکول مدعی علیہ اگرچہ مدعی نے ایک گواہ بھی پیش نہ کیا ہو اور یہ مخالف
ہے اس حدیث کے بھی اگر کوئی کہے کہ اوس مسئلہ کے اثبات کی یہ دلیل نہین بلکہ روایت کیا دارقطنی نے ابن عمرؓ سے کہ نبی صلی

بیان استدلال امام مالک · یمین مع الشاہد

علیہ وآلہ وسلم رد کیا قسم کو اوپر طالب حق یعنی مدعی کے تو جواب اوسکا یہ ہے کہ قطع نظر اسکے کہ یہ حدیث بھی ایک نقل واقعہ ہے دوسرے
یہ کہ احتمال ہے کہ بیان اوسی واقعہ یمین مع الشاہد کا ہو اور اسناد اوسکا نہایت ضعیف ہے تصریح کی اوسکی سب محدثین نے تلک
عشرۃ کاملۃ ھکذا ینبغی تحقیق المقام وفیما ذکرنا کفایۃ لاولی الافہام استدلال عجیب امام مالک
نے موطا مین لکھا کہ بعض لوگ کہتے ہین کہ یمین مع الشاہد الواحد حجت نہین بسبب قول اللہ تعالیٰ کے فان لم یکونا رجلین
الآیۃ تو حجت اون لوگون پر یہ ہے کہ آیا تم نہین دیکھتے کہ اگر ایک شخص نے دعوی کیا ایک شخص پر مال کا کیا نہین حلف لیا جاتا
مدعی علیہ سے تو اگر حلف کرتا ہے باطل ہو جاتا ہے اوس سے یہ حق اور اگر نکول کرتا ہے تو پھر حلف دلاتے ہین صاحب حق کو تو یہ
ایسا امر ہے کہ نہین ہے اختلاف اوسمین کسی کا لوگون مین سے اور نہ کسی شہر مین شہرون مین سے تو کس دلیل سے نکالا ہے
اوسکو اور کس کتاب اللہ مین پایا اس مسئلے کو تو جب اس امر کو اقرار کرے تو ضرور ہے کہ اقرار کرے یمین مع الشاہد کا اگرچہ
نہین ہے یہ کتاب اللہ مین انتہی باختصار مین کہتا ہون کہ یہ استدلال عجیب ہے امام مالک سے کیونکہ ثبوت حلف
مدعی علیہ کا تو احادیث متواترہ یا مشہورہ سے موجود ہے بلکہ اوسپر اجماع ہے مجتہدین کا تو پہنا کہ کس دلیل سے نکالا ہے اسکو بعید ہے
صواب سے اور اگر مراد اونکی اوس امر اتفاق سے حلف مدعی علیہ مع حلف مدعی درصورت نکول مدعی علیہ ہے تو اوسکو اتفاقی کہنا اور
مجمع علیہ بلا دیار و امصار کا قرار دینا خلاف واقع اور غیر مسلم ہے باینہمہ جو لوگ یمین مع الشاہد کو حجت نہین جانتے ہین وہ کب کہتے ہین
کہ حلف رد کی جاویگی مدعی پر تو ملازمت ان دونون امرون مین غیر ثابت اور بے دلیل ہے اور شاید کہ امام مالک رح کی اس
عبارت کا مطلب کچھ اور ہووے کہ وہ ہمارے فہم ناقص مین نہ آیا ہو واللہ اعلم بمراد عبادہ ص اور نہین حلف لیجاتی ہے امام صاحب کے
نزدیک منکر سے نکاح اور رجعت اور مدت ایلا کے اندر رجوع کرنے مین اور ام ولد ہونے مین اور غلام ہونے مین اور نسب
مین اور ولا مین برخلاف صاحبین کے ف اصل کتاب مین صورتین ان مسائل کی یون مذکور ہین کہ ایک شخص نے
دعوی کیا نکاح کا اور انکار کیا عورت نے یا اسکا اولٹا ہو یعنی عورت مدعی نکاح کی ہووے اور مرد انکار کرے یا دعوی کیا ایک شخص نے
بعد طلاق کے اور گذر جانے عدت کے کہ مینے رجعت کی تھی عدت کے اندر اور انکار کیا عورت نے یا اسکا اولٹا ہوا یا دعوی کیا ایک
شخص نے بعد گذر جانے مدت ایلا کے کہ مینے رجوع کیا تھا ایلا سے اندر مدت کے اور انکار کیا عورت نے یا اسکا اولٹا ہوا یا
دعوی کیا ایک شخص مجہول النسب پر کہ یہ میرا غلام یا بیٹا ہے یا اسکا اولٹا ہوا یا جھگڑا کیا دونون نے آزادی کی ولا یا ولاء موالاۃ مین
اسی طور پر یا دعوی کیا لونڈی نے اپنے مولی پر کہ میرے اولاد ہوئی تھی مولی سے اور دعوی کیا تھا اوسکا مولی نے اور مکرگیا ہے
ولد اور اسکا اولٹا یہان نہین ہو سکتا کیونکہ مولی نے اگر دعوی کیا کہ یہ میری ام ولد ہے تو وہ ام ولد ہو جاویگی صرف اوسکے اقرار سے
اور اوس لونڈی کے انکار کیطرف التفات نہوگا دلیلین امام صاحب اور صاحبین کی مذکور ہین اصل مین لیکن صحیح و مختار
یہ ہے کہ ان ساتون چیزون مین حلف لیجاویگی درمختار ص اور نہین قسم لیجاویگی حد اور لعان مین ف جیسے حد زنا اور حد قذف
مین صورت حد کی یہ ہے کہ ایک شخص نے دعوی کیا دوسرے پر کہ تو نے مجھکو تہمت زنا کی لگائی تھی اور تجھپر حد لازم ہے اور مدعی علیہ نے
انکار کیا تو اوسپر حلف نہ آویگی بالاجماع اور صورت لعان کی یہ ہے کہ عورت نے دعوی کیا خاوند پر کہ تو نے مجھکو تہمت لگائی تھی زنا کی
تو تجھپر لعان واجب ہے اور مرد نے انکار کیا تو اوسکو حلف نہ دلائی جاویگی کذا فی الاصل ص اور چور نے اگر چوری سے انکار کیا

تو اوس سے حلف کی جاوے مال کے لیے تو اگر اوسنے نکول کیا ضمان دیگا مال کا اور ہاتھ نہ کاٹا جاویگا اسواسطے کہ نکول ایسی دلیل ہے
جسمین شبہہ ہے تو مال اوس سے لازم ہوگا نہ حد اسیطرح خاوند کو حلف دلائی جاویگی اگر عورت نے دعوی کیا اوسکے طلاق دینے کا قبل دخول
کے اسواسطے کہ طلاق مین بالاجماع حلف لیجاتی ہے تو اگر مرد نکول کریگا ضمان دیگا صورت مذکورہ مین عورت کے نصف مہر کا ایسیطرح
نکاح مین جب عورت دعوی کرے مہر کا یا نفقہ کا اور انکار کرے شوہر تو حلف لیجاویگی اوس سے اور اگر نکول کریگا تو مال اوسپر لازم
ہوگا اور عورت اوسپر حلال نہوگی نکول سے نزدیک امام ابوحنیفہ کے اسیطرح نسب مین جب مدعی بسبب نسب کے کسی حق کا
دعوی کرے جیسے میراث یا نفقہ کا **ف** یا حضانت کا یا عتق کا بسبب ملک کے یا ہبہ مین رجوع نہو سکنے کا شامی **ص**
تو مدعی علیہ سے حلف لیا جاویگا اگر نکول کریگا تو وہ حق ثابت ہوجاویگا نہ نسب نزدیک امام صاحب کے اسیطرح جو منکر ہو قصاص
کا تو اوس سے حلف لیا جاویگا اجماعا تو اگر نکول کریگا قصاص بالنفس مین **ف** قصاص بالنفس یہ کہ مقتول کے بدلے مین اسکا
قتل واجب ہووے اور قصاص بالاطراف یہ کہ مدعی علیہ نے کسی کے ہاتھ یا پانون کاٹ ڈالے اور مدعی اسکا عوض چاہتا ہے کہ مدعی علیہ
کے بھی ہاتھ یا پانون کاٹے جاوین **ص** تو قید کیا جاویگا مدعی علیہ یہان تک کہ اقرار کرے یا حلف کرے اور اگر نکول کریگا قصاص
بالاطراف مین تو صرف اوسکے نکول سے اوس سے قصاص لیا جاویگا نزدیک امام صاحب کے اور صاحبین کے نزدیک قصاص
بالنفس مین بمجرد نکول دیت لازم ہوگی قاتل پر **ف** اور فتوی امام کے قول پر ہے **ص** مدعی نے کہا میرے گواہ حاضر ہین **ف**
یعنی شہر مین یہان تک کہ اگر مدعی کہیگا کہ میرے پاس گواہ نہین ہین یا میرے شہود غائب ہین تو مدعی علیہ سے حلف لیجاویگی اور
ضمانت نہ لیجاویگی **ص** اور پھر قسم طلب کی مدعی علیہ سے تو مدعی علیہ سے قسم نہ لیجاویگی بلکہ اوس سے حاضر ضمانت لیجاویگی تین روز کی
ف لیکن شرط یہ ہے کہ حاضر ضامن معتمد اور معتبر ہووے اور اوسپر خوف بھاگ جانے کا نہووے اگرچہ مدعی علیہ صاحب اعتبار ہو اور مال بے حقیقت
ص تو اگر مدعی علیہ ضمانت داخل نہ کرے تو خود مدعی اوسکا مدعی علیہ کے ساتھ رہے مدت ضمانت تک یعنی تین روز تک تاکہ
مدعی علیہ غائب نہو جاوے یہ صورت جب ہے کہ مدعی علیہ مقیم ہو اوس شہر کا اور اگر مسافر ہو تو اوس سے حاضر ضمانت وقت برخاست کچہری
تک لیجاویگی اور اگر ضمانت نہ دیگا تو اسی مدت تک مدعی کو حکم اوسکے ساتھ رہنے کا ہوگا پس اگر مدعی مدت مقررہ مین گواہ لایا تو بہتر ہے
ورنہ قاضی اوس سے حلف لے لیوے یا اوسکو چھوڑ دیوے **ف مسائل لحاقیہ** اگر مدعی اور مدعی علیہ نے اتفاق کر لیا
اس امر پر کہ مدعی علیہ قاضی کے سوا اور کہین قسم کھاوے اور بری الذمہ ہو جاوے تو یہ باطل ہے اسواسطے کہ قسم قاضی کا حق ہے بطلب
مدعی تو اعتبار نہین قسم اور انکار قسم کا غیر قاضی کے پاس مدعی علیہ نے اگر کہا کہ مدعی سے حلف لی جاوے
اسپر کہ وہ اپنے دعوی مین سچا ہے یا گواہ اوسکے سچے ہین تو قاضی اوسکی درخواست پر لحاظ نہ کرے **ف** ائدہ طریق قضا کے
تین ہین ایک اقرار مدعی علیہ دوسری برہان مدعی تیسری نکول مدعی علیہ تو قاضی کو چاہیے کہ اگر مدعی کے پاس گواہ نہوین اور وہ
طلب کرے قسم کو مدعی علیہ سے تو مدعی علیہ سے کہے واسطے قسم لینے کے اگر وہ قسم کھا لیوے تو بہتر ہے اور اگر نکول کرے تو اوسپر مال کا حکم
کرے نہ یہ کہ قبل مدعی علیہ کے حلف یا نکول کے اسطرح فیصلا کر لیوے کہ مدعی علیہ سے حلف لیجاوے اگر کرے تو بہتر ورنہ اوس سے
مال لیا جاویگا جیسا کہ اس زمانے کے قاضی کرتے ہین اور یہ صریحا جہل ہے اون سے یا غفلت تو اسکو یاد رکھنا چاہیے قاضی
کے سامنے مدعی علیہ نے انکار کیا قسم سے اور قاضی نے اوسپر نکول سے حکم کردیا مال کا بعد اوسکے مدعی علیہ مستعد ہوا حلف پر تو ایسا ہی ہے

سماعت اوسکی نہوگی او قضا اپنے حال پر باقی رہیگی اگر مدعی نے بعد قسم کے گواہ قائم کیے گو کہ پہلے کہہ چکا ہو کہ میرے پاس گواہ نہین
ہین خواہ بعد قضا بالنکول کے تو قبول کیے جاوینگے وکیل اور وصی اور متولی اور صغیر کا باپ مدعی علیہ سے حلف لے سکتے ہین نیابتہً
اور حلف نہین کر سکتے نیابتہً اپنے فعل پر آدمی سے حلف لیجاتی ہی بطور قطع اور یقین کے یعنی جسطرح مدعی کہتا ہی اوسطرح نفی
اور غیر کے فعل پر بطور علم کے کہ مین نہین جانتا ہون بات کو جیسے کسی شخص نے دعوی کیا دین یا عین کا وارث پر بشرطیکہ قاضی اوسکی
میراث ہونیکو جانتا ہی یا مدعی نے اوسکے میراث ہونیکا اقرار کیا یا خصم یعنی مدعی علیہ اوسکے میراث ہونے پر گواہ لایا تو مدعی علیہ یعنی وارث
سے علم پر قسم لیجاوے کہ مین نہین جانتا کہ یہ چیز تیری ہی یا تیرا دین آتا تھا مورث پر اگر مدعی نے دعوی کیا دین کا مدعی علیہ پر اور
ثابت کیا اوسکو برہان سے بعد اوسکے مدعی علیہ نے جواب دیا کہ مین تیرے دین مدعی کو پہنچا چکا ہون تو مدعی علیہ سے گواہ ادائے دین کے
لیے جاوینگے اسی طرح اگر دعوی کرے مدعی کے عفو کر دینے کا اگر مدعی علیہ کے پاس گواہ نہون ایصال دین یا ابرا دین کے تو مطالبہ
قسم کا مدعی سے تو مدعی سے قسم لیجاویگی اگر مدعی قسم کرلے تو مال دلایا جاویگا مدعی علیہ سے اور اگر نکول کرے تو مدعی علیہ پر مال لازم نہوگا
اگر ایک شاہد نے شہادت دی ہزار روپیہ کی مدعی علیہ پر اور دوسرے نے اوسکے اقرار پر تو گواہی مقبول ہوگی اگر مدعی نے ایصال دین
کا دعوی کیا ایکبار کل دین کا اور گواہون نے ادائے متفرق متفرق کی گواہی دی تو یہ گواہی مقبول نہوگی اگر ورثہ نے زوجیت
زوجہ کا بالکل انکار کیا یعنی یہ کہا کہ ہمارے مورث کی یہ کبھی زوجہ نہ تھی بعد اوسکے زوجہ نے گواہ قائم کیے نکاح اور مہر کے
اب ورثہ کہنے لگے کہ ہمارے مورث نے اوسکو طلاق دی تھی یا اوسنے ابرا کیا تھا مہر کو تو یہ قول انکا مسموع نہوگا اسواسطے کہ صریح تناقض ہی قول اونکے

باب کیفیت حلف کے بیان مین

قسم ہوتی ہی اللہ جل شانہ کے نام پاک سے نہ کسی اور کے نام سے **ف** تو اگر قسم کھاویگا قرآن یا مان باپ یا پیغمبر یا ولی یا شہید کے
نام سے یا کعبہ کی تو اوسپر احکام قسم کے مرتب نہونگے بلکہ اگر اللہ جل شانہ کا سا کسی اور کو بزرگ سمجھکر قسم کھاویگا تو مشرک ہوجاویگا البتہ
اگر قسم کھاوے اللہ کے نام سے یا اور کسی اوسکے اسم سے ایسا معتبر کرے جیسے رحمن رحیم قادر ذوالجلال یا اوسکی ایسی صفت
سے جس سے قسم کھائی جاتی ہی جیسے عزت اور جلال اور کبریا اور عظمت اور قدرت تو یہ قسم معتبر ہوگی شامی روایت کیا بخاری
اور مسلم نے ابن عمر رض سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیشک اللہ تمکو منع کرتا ہی اس بات سے کہ قسم کھاؤ تم اپنے باپون
کی سو جو شخص تم مین سے قسم کھانیوالا ہو سو چاہیے کہ قسم کھاوے خدا کی یا چپ رہے اور روایت کیا بخاری و مسلم نے ابو ہریرہ رض
سے کہ جسنے اپنے حلف مین کہا قسم ہی لات اور عزی کی تو چاہیے کہ کلمہ توحید پڑھے یعنی لا الہ الا اللہ کہا شیخ عبد الحق نے
شرح مشکوۃ مین کہ اگر قسم غیر خدا کی علی وجہ التعظیم نہین ہی تو اوسسے کافر نہین ہوتا لیکن استغفار چاہیے کیونکہ صورت
کفر کی ہی اور اگر قسم غیر خدا کی علی وجہ التعظیم ہی یعنی اوس چیز کی تعظیم مثل خدا کے جانتا ہی تو یہ کفر ہی اور ارتداد ہی واجب ہی کہ توبہ
کرے اوسسے اور تجدید اسلام کرے روایت کیا ابو داود نے ابو ہریرہ سے کہا کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے
نہ قسم کھاؤ تم اپنے باپ دادا اور اپنی ماؤن کی اور نہ بتون کی اور نہ قسم کھاؤ تم خدا کی مگر جب سچے ہو اور روایت کیا ترمذی
نے ابن عمر رض سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس شخص نے قسم کھائی سوا خدا کے اور کسی کی تو وہ بیشک
شرک کیا **ص** اور قسم نہوگی طلاق اور عتاق سے **ف** یعنی اگر مدعی کہے کہ مدعی علیہ سے یون قسم کھلاوے کہ اگر

بیان حلف بغیر خدا

مدعی کا دعویٰ سچا ہووے تو بیوی جدا ہو پر طلاق ہو یا غلام آزاد ہو تو اس درخواست مدعی پر کچھ لحاظ نہوگا کیونکہ قسم طلاق یا عتاق سے دینا
حرام ہے کذا فی الخانیۃ ص اور قول ضعیف یہ ہے کہ اگر ہمارے زمانے مین مدعی الحاح اور زاری کرے تو مدعی علیہ سے طلاق
اور عتاق پر قسم لیجاوے ف یعنی قاضی کو اوسے لینا درست ہے اور یہ قول مردود ہے بچند وجوہ اول یہ کہ حلف دلانا طلاق اور عتاق
کی حرام ہے تو اگرچہ مدعی الحاح اور زاری کرے قاضی کو اوسکی تعمیل کیسے درست ہوگی اسکا اعتبار کیا ہے صاحب درمختار اور فقہاے
معتبرین نے دوسرے یہ کہ نتیجہ تحلیف اسمین ظاہر نہین ہوتا اسواسطے کہ اگر مدعی علیہ نے انکار کیا ایسی قسم سے یعنی طلاق اور عتاق
کی قسم سے تو اوسکے نکول سے اوسپر مال لازم نہ کیا جاویگا تو یہ تحلیف بے فائدہ ٹھہری لیکن بعض فقہا نے یہ کہا ہے کہ جس شخص نے
جائز رکھا ہے اس تحلیف کو تو وہ قائل ہے اس بات کا بھی کہ بصورت نکول مدعی علیہ مال اوسپر لازم کیا جاویگا درمختار و شامی مین ہے
نقل کیا در البحار سے کہ کبھی فائدہ اس قسم کا ظاہر ہوتا ہے کہ مدعی علیہ جاہل ہوتا ہے اس بات کا کہ نکول ایسی قسم سے معتبر نہین تو وہ وقت
طلب حلف قسم سے انکار کر کے مال کا اقرار کر لیتا ہے تیسرے یہ کہ یہ قول منقول نہین مجتہدین اربعہ سے اور نہ قدماے فقہا سے
بلکہ متون مین اسکی ممانعت لکھی ہے تو جواز اسکا محض ایجاد کیا ہوا بعض فقہاے متاخرین کا ہے جنکی تقلید ضرور نہین علی الخصوص جب کہ
مخالف احادیث اور حرام ہووے تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ص اور سخت کرسکتا ہے قاضی قسم کو خدا کی اوصاف ذکر کرنے سے مثلاً کہ قسم
کھا تو اوس اللہ کی جو طالب غالب ہے سمجھنے والا ہے بادشاہ ہے زندہ ہے کبھی اوسکو موت اور فنا نہین و مثل اسکے ف ہدایہ مین
اسکی مثال یون لکھی ہے کہ قاضی کہے مدعی علیہ سے کہ تو قسم خدا کی ایسا خدا کہ جاننے والا ہے غائب و حاضر کا وہ رحمن رحیم ہے جانتا ہے وہ
چھپی چیز کو جیسے جانتا ہے کھلی چیز کو کہ مدعی کا تیرے پر مال نہین ہے اور نہ اوسمین سے کچھ انتہی اور قاضی کو پہونچتا ہے کہ تاکید کرے قسم کی اس سے
زیادہ یا کم لیکن احتیاط کرے اس بات کی کہ مدعی علیہ پر قسم مکرر نہو جاوے اسواسطے کہ استحقاق اوسپر صرف ایک قسم کا ہے اور بعضون نے
کہا ہے کہ جو شخص نیک بخت دیندار مشہور ہو اوسپر تاکید قسم کی حاجت نہین البتہ جو ایسا نہو اوسپر قسم سخت کرے اور بعضون نے کہا ہے
کہ اگر مال قلیل ہو تو تغلیظ قسم کی حاجت نہین البتہ اگر مال خطیر کا دعویٰ ہووے تو قسم کو سخت کرے ہدایہ تو اگر قاضی نے مدعی علیہ کو اللہ
کی قسم دی اور اوسنے تغلیظ قسم سے انکار کیا تو قاضی اوسپر نکول سے حکم نہ کرے اسواسطے کہ مطلب تو اللہ کی قسم ہے اور وہ حاصل ہو گیا
درمختار عن الزیلعی ص اور نہوگی تاکید قسم کی مسلمان پر زمان اور مکان سے ف تغلیظ زمان یہ کہ رمضان شریف یا جمعہ کے
دن قسم لے اور تغلیظ مکان یہ کہ مسجد یا بیت اللہ مین قسم لیوے درمختار مین ہے کہ یہ تغلیظ مستحب نہین ہے قاضی کو تو ظاہر یہ ہے کہ اگر کرے
تو مباح ہے لیکن نقل کیا شامی نے محیط سے کہ نہین جائز ہے تغلیظ قسم کی ساتھ مکان کے ص اور امام شافعی کے نزدیک تغلیظ
قسم کی چاہیے زمان سے جیسے بعد نماز عصر کے دن جمعہ کے اور مکان سے جیسے جامع مسجد مین نزدیک منبر کے اور یہودی کو یون
حلف دلاوینگے کہ قسم ہے اوس خدا کی کہ جسنے اوتاری توراۃ موسی علیہ السلام پر اور نصرانی کو اسطرح کہ قسم ہے اوس خدا کی جسنے اوتارا انجیل
کو عیسی علیہ السلام پر اور مجوسی کو اسطرح کہ قسم خدا کی جسنے پیدا کیا آگ کو اور بت پرست کو قسم خدا کی دلاوینگے ف کیونکہ سب بت پرست
اقرار کرتے ہین وجود خدا تعالی کا فرمایا اللہ تعالی نے وَلَئِن سَأَلْتَهُم مَّنْ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ لَيَقُولُنَّ اللَّهُ
یعنی اگر تو پوچھے مشرکین سے کہ کسنے پیدا کیا آسمان اور زمین کو البتہ کہینگے کہ خدا نے پیدا کیا اور پارسی سے اور ہندو سے آگ کی
اور گنگا کی قسم نلیوے کیونکہ تحلیف بغیر خدا جائز نہین ہے بلکہ یون کہے کہ قسم اوس خدا کی جسنے پیدا کیا آگ کو اور گنگا کو درمختار

مین ہی کہ فرقہ دہریہ جو معتقد نہین ہین خداے عزوجل کا بلکہ انکار کرتے ہین خدا سے تو اونسے کس چیز کی قسم لیجاویگی یہ معلوم نہین ہوا تو مترجم کہتا ہی کہ
کہ اونسے دہر کی قسم لیجاویگی اسواسطے کہ دہر بھی منجملہ اسماء آلہی ہی حدیث شریف مین ہی کہ فرمایا اللہ تعالی نے مین دہر ہون اور آدمی برا کہتا ہی
دہر کو اور اگر یہودی نصرانی پارسی ہندو ہووے صرف خدا کی قسم لے تو کافی ہوجاویگا درمختار مین ہی کہ اگر مدعی علیہ گونگا ہو تو اوسکو حلف
دینے کا یہ طریقہ ہی کہ قاضی اوس سے کہے کہ تجھپر عہد ہی خدا کا اور اوسکا میثاق اگر ایسا اور ایسا ہو پھر جب اپنے سر سے اشارہ کرے کہ ہان تو وہ حالف
ہوجاویگا اور اگر بہرا بھی ہووے تو قسم کو لکھے تاکہ وہ اوسکا جواب لکھے اپنے خط سے اور اگر وہ لکھنا نہ جانتا ہووے تو اوسکو اشارہ سے قسم دیوے اور اگر گونگا اور
بہرا اور اندھا بھی ہووے تو اوسکا باپ قسم کھاوے یا اوسکا وصی یا اگر باپ اور وصی نہووے تو قاضی نے جس شخص کو اوسکے قائم مقام کیا ہی
وہ حلف کرے طحطاوی نے یہ لکھا کہ یہ قسم کیا علم پر ہوگی اسواسطے کہ متعلق بالغیر ہی یا یقین قطع پر اسکو تحریر کرنا چاہیے پھر معلوم کرے یہ
قول مخالف ہی ما تقدم کے کہ نیابت استحلاف مین جاری ہوتی ہی نہ حلف مین انتہی ص اور نہ حلف دیے جاوینگے یہ لوگ ف یعنی
یہود اور نصاری اور بت پرست ص اپنے عبادت خانون مین ف اسواسطے کہ قاضی کو اونکے عبادت خانون مین جانا مکروہ
ہی کیونکہ وہ مجمع شیاطین ہین اور ظاہر کراہت تحریمی ہی اسواسطے کہ عند الاطلاق کراہت تحریمی مراد ہوتی ہی اور یہ سبب فتوی دینا ہی
اوس مسلمان کی تعزیر کا جو لازم کنیسہ ہی یہود کے ساتھ کذا فی البحر الرائق ص اور قسم دلائی جاوے مدعی علیہ کو حاصل دعوی پر ف
قاعدہ کلیہ اسکا یہ ہی کہ اگر سبب ایسا ہی جو مرتفع نہین ہوسکتا جیسے عتق مرد مسلمان کا تو وہین حلف سبب پر ہوگی اور اگر وہ سبب مرتفع ہوسکتا ہی
جیسے بیع فسخ سے اور نکاح طلاق سے تو وہان قسم حاصل پر ہوگی مگر جس صورت مین مدعی کا ضرر ہووے اور اسکی مثالین آگے آتی ہین ص
جیسے بیع اور نکاح مین قاضی یون قسم دیوے کہ قسم خدا کی تم دونون مین بیع قائم نہین اور نکاح قائم نہین اور طلاق مین اسطرح کہ وہ عورت
تجھسے اسوقت باین نہین ہی اور غصب مین اسطرح کہ تجھپر اوس چیز کا پھیر دینا واجب نہین اور نہ دیوے قسم سبب پر جیسے قسم خدا کی مینے
نہین بیچا یا مینے طلاق نہین دیا یا مینے غصب نہین کیا یا مینے نکاح نہین کیا ف اسواسطے کہ یہ اسباب مرتفع ہوجاتے ہین اسطرح
کہ ایک چیز کو بیچا پھر اقالہ کیا تو اگر مدعی علیہ کو قسم دلاوینگے سبب پر تو اوسکو ضرر ہوگا بوجہ جھوٹھ بولنے کے یہ مذہب طرفین کا ہی اور ابو یوسف
کے نزدیک سب صورتون مین حلف سبب پر دلائی جاویگی مگر جب مدعی علیہ قاضی سے کنایۃ کہے کہ ای قاضی نہ حلف دلا تو مجکو سبب
پر اسواسطے کہ آدمی کبھی بیع کرتا ہی پھر اقالہ کر لیتا ہی یا طلاق دیتا ہی پھر نکاح کر لیتا ہی اور بعضون نے کہا ہی کہ مدعی علیہ کے انکار کو دیکھینگے
اگر وہ منکر ہوگا سبب کا تو اوسپر حلف دیا جاویگا اور اگر منکر ہوگا حکم کا تو حاصل پر حلف دیا جاویگا اور یہان پر کہنے والا یہ کہہ سکتا ہی
کہ لائق یہ ہی کہ ہمیشہ حلف ہو سبب پر اگرچہ مدعی علیہ کنایۃ قاضی سے کہے اسواسطے کہ انتہا درجہ کی یہ بات ہی کہ پہلے بیع ہوئی ہوگی
پھر اقالہ ہوا ہوگا تو دعوی اقالہ مین مدعی علیہ کو مدعی ہونا چاہیے تو مدعی علیہ گواہ لازم ہین اقالہ کے اور اگر عاجز ہو تو مدعی
پر قسم ہی کذا فی الاکمل ص مگر اوس صورت مین جہان پر مدعی کا ضرر ہووے تو وہان حلف سبب پر ہوگی جیسے شفعہ کا دعوی
بسبب ہمسائگی کے اور نفقہ مطلقہ بطلاق باین کا جب مدعی علیہ ان چیزون کا قائل نہو ف مثلاً مدعی علیہ شافعی ہو اور اوسکے
نزدیک ہمسایہ کو شفعہ نہی نہ مطلقہ بطلاق باین کو نفقہ تو یہان اگر مدعی علیہ سے حلف لیجاویگی حاصل پر یعنی میرے اوپر شفعہ واجب نہین
یا نفقہ واجب نہین تو مدعی علیہ سچا ہوگا اور مدعی کا ضرر لازم آویگا اسواسطے مدعی علیہ کو یون قسم دینگے کہ قسم خدا کی مینے یہ گھر نہین
خریدا یا مینے اوسکو طلاق باین نہین دیا کذا فی الاکمل ص اسیطرح قسم لی جاویگی اوس سبب پر جو مرتفع نہین ہوسکتا جیسے

غلام مسلمان عتق کا دعویٰ کرے مولی پر ف تو مولی کو یون قسم دینگے کہ قسم خدا کی میںنے اوسکو نہین آزاد کیا اسواسطے کہ حاصل حلف لینے کی کوئی ضرورت نہین کیونکہ سبب کا ارتفاع بیان نہین ہوسکتا اسواسطے کہ غلام مسلمان جب آزاد ہو گیا تو پھر غلام نہین ہوسکتا کذا فی الاصل ص اور لونڈی اور غلام کافر مین اگر مدعی ہون یہ دونون عتق کے مولی پر تو حلف لیجاویگی حاصل پر ف اسواسطے کہ سبب کا انتفاع بیان ہوسکتا ہے لیکن لونڈی مین تو اسطرح کہ مرتد ہو جاوے اور دار الحرب مین چلی جاوے پھر قید ہو کر آوے اور لیکن غلام کافر تو اسطرح پر کہ عہد کو توڑ دیوے اور دار الحرب مین ملجاوے پھر قید ہو کر آوے کذا فی الاصل ص اور جو شخص کسی چیز کا وارث ہووے اپنے مورث سے اور دوسرا شخص مدعی ہو اوس چیز کا تو وارث سے حلف علم پر لیجاویگی یعنی اسطرح کہ مجھے معلوم نہین کہ یہ شئی تیری ملک ہے اور اگر کسی شخص کو کوئی چیز ہبہ یا خرید سے آئی تو وہ بطور قطع حلف کرے ف اسی طرح اگر وارث مدعی ہو کسی چیز کا دوسرے پر درمختار ص اور قسم کے بدلے مین مدعی کو کچھ دینا اور صلح کر لینا کچھ مال پر بعوض قسم کے صحیح ہے تو مدعی جب اقرار کرے کہ مجکو بدلا قسم کا یا بدل صلح قسم سے پہونچ گیا تو اب مدعی علیہ کو حلف نہ دی جاویگی بلکہ حق حلف ساقط ہو جاویگا فائدہ مدعی نے قسم چاہی مدعی علیہ سے سو اوس نے کہا کہ تو مجکو قسم دیچکا ہے ایک بار تو اگر تحلیف قاضی یا پنچ کے سامنے ہوئی ہو اور وہ اوسپر گواہ لایا تو مدعی علیہ کا قول مقبول ہوگا ورنہ مدعی اوس سے حلف لے سکتا ہے

باب التحالف یعنی دو شخصون کے باہم قسم کھانے کے بیان مین

جب بائع اور مشتری نے اختلاف کیا مقدار ثمن مین ف مثلاً بائع نے ثمن دو سو روپیہ تبلائے اور مشتری نے سو روپیہ ص یا مبیع مین ف یعنی مشتری نے مبیع زیادہ تبلائی اور بائع نے کم جیسے مشتری نے مبیع کو بیس من غلہ تبلایا اور بائع نے اونیس من ص تو جو شخص گواہون سے اپنا بیان ثابت کریگا اوسکے موافق حکم ہوگا اور اگر دونون نے گواہ اپنے اپنے بیان پر پیش کیے تو فیصلہ اوسکے موافق ہوگا جو دعویٰ کرتا ہے زیادت کا ف اور وہ بائع ہے صورت اول مین اور مشتری صورت ثانی مین ص اور اگر اختلاف ہو مقدار ثمن اور مبیع دونون مین مثلاً بائع نے کہا کہ مینے اس غلام کو دو ہزار روپے کے عوض مین بیچا ہے اور مشتری نے کہا نہین بلکہ تو نے دو غلامون کو بدلے مین ہزار روپے کے بیچا ہے تو گواہ بائع کے ثمن مین اور مشتری کے مبیع مین معتبر ہونگے اور اگر بائع اور مشتری دونو گواہون کے پیش کرنے سے عاجز ہوئے تینون صورتون مین ف یعنی جب اختلاف ہو فقط مقدار ثمن مین یا فقط مقدار مبیع مین یا مبیع اور ثمن دونون مین ص تو یا ہر شخص دوسرے کی زیادتی پر راضی ہو جاوے ف یعنی مشتری بائع کی زیادتی ثمن پر یا بائع مشتری کی زیادتی مبیع پر یا ہر ایک دوسرے کی زیادتی پر ص یا دونون حلف کرین تو اگر اختلاف ثمن مین ہوگا تو مشتری سے کہا جاویگا یا تو تو راضی ہو جا اوس ثمن سے جسکا بائع دعویٰ کرتا ہے ورنہ بیع فسخ کی جاویگی اور اگر اختلاف مبیع مین ہوگا تو بائع سے کہا جاویگا یا تو تو تسلیم کر دے اوس چیز کو جسکا دعویٰ کیا مشتری نے ورنہ فسخ کرینگے ہم بیع کو اور اگر اختلاف دونون مین ہووے تو ہر ایک سے یہی کہا جاویگا تو اگر راضی ہو گیا ہر شخص دوسرے کی زیادتی پر تو بہتر ہے ورنہ دونون سے حلف لینگے اور پہلے حلف مشتری سے لیا جاویگا ف تینون صورتون مین اسواسطے کہ پہلے اوسی سے ثمن کا مطالبہ ہوتا ہے تو انکار بھی اوسکا سبقت کرتا ہے اور بھی جلدی ظاہر ہوتا ہے فائدہ نکول کا اور وہ جب ثمن ہے برخلاف اوس صورت کے جب بائع سے پہلے حلف لیجاوے کیونکہ مطالبہ تسلیم مبیع کا موخر رہیگا استیفاء ثمن تک اور اگرچہ اسباب کی بیع مین اسباب کے

ہوئے یا مبیع صرف ہمنے تو قاضی کو اختیار ہے کہ جسکی قسم سے چاہے شروع کرے اور قسم صرف اسی صورت سے کھاویگی کہ بائع یون قسم کھائے کہ واللہ مینے ہزار کو نہیں بیچا اور مشتری قسم کھاے کہ واللہ مینے بعوض دو ہزار کے نہیں خریدا اور ملانا اثبات کا اسکے ساتھ ضرور نہیں یعنی بائع یہ بھی کہے کہ بلکہ مینے دو ہزار کو بیچا ہے اور مشتری یہ بھی کہے کہ بلکہ مینے دو ہزار کو خریدا ہے یہی صحیح ہے کذا فی الاصل مختصراً من الھدایہ **ص** اور فسخ کریوے قاضی بیع کو بعد دونوں کی قسم کے اور جو نکول کریگا دونوں مین سے اوسپر لازم کیا جاویگا دعوی دوسرے کا **ف** یعنی جب قاضی نے پیش کیا قسم کو پہلے مشتری پر تو اگر اوسنے نکول کیا تو بائع کا دعوی اوسپر لازم ہو گیا اور اگر حلف کیا تو اب قسم پیش کیجاویگی بائع پر تو اگر اوسنے حلف کیا تو فسخ کیجاویگی بیع اور اگر نکول کیا تو مشتری کا دعوی اوسپر لازم ہو گا **جاننا چاہیے** کہ اختلاف جب مقدار ثمن مین ہووے تو دونوں سے حلف لینا قبل قبض مبیع کے موافق ہے قیاس کے اسواسطے کہ بائع دعوی کرتا ہے زیادتی ثمن کا اور مشتری اوسکا انکار کرتا ہے اور مشتری دعوی کرتا ہے تسلیم مبیع کا بائع پر ساتھ ثمن قلیل کے اور بائع اوسکا انکار کرتا ہے تو ہر ایک ان دونوں مین سے مدعی بھی ہوا اور منکر بھی تو دونوں پر حلف لازم آویگی لیکن بعد قبض مبیع کے دونوں سے حلف لینا خلاف قیاس کے ہے اسواسطے کہ مشتری کسی بات کا دعوی نہین کرتا بائع پر کیونکہ مبیع اوسکے پاس آگئی ہے البتہ بائع دعوی کرتا ہے زیادتی ثمن کا اور مشتری اوسکا منکر ہے تو قسم صرف مشتری سے چاہیے تھی لیکن ترک کیا قیاس کو ہمنے اور ثابت کیا ہمنے دونوں کے حلف کو قول سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کہ جب اختلاف کرین بائع اور مشتری اور مبیع موجود ہووے تو دونوں حلف کرین اور دونوں پھیر دیوین یعنی بائع ثمن کو اور مشتری مبیع کو کذا فی الاصل یہ حدیث اس لفظ سے نہین ملی ہان روایت کیا ابن ماجہ اور دارمی نے عبداللہ بن مسعود سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب اختلاف کرین بائع اور مشتری اور مبیع موجود ہووے اور اُن دونوں کے پاس گواہ نہووین تو قول بائع کا معتبر ہے یا پھیر لیوین دونو بیع کو اور نقل کیا سیوطی نے جامع صغیر مین روایت طبرانی سے ابن مسعود رضی سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے البیعان اذا اختلفا ولا بینۃ ترادا البیع یعنی بائع اور مشتری جب اختلاف کرین اور اون دونوں کے پاس گواہ نہووین تو پھیر لیوین بیع کو **ص** اگر اختلاف ہووے میعاد مین یا شرط خیار مین یا قبض مین بعض ثمن کے تو حلف دلایا جاویگا منکر **ف** برابر ہے کہ اختلاف اصل اجل مین ہووے جیسے مشتری کہے کہ مینے اودھار اتنی مدت پر خریدی ہے اور بائع اوس سے انکار کرے یا مشتری کہے کہ ثمن موجل ہے بمیعاد ایک سال کے اور بائع کہے کہ نہین بلکہ چھ مہینے کی میعاد ہے تو جو منکر ہوگا زیادت کا اوسکو حلف دیجاویگی یا کہے بائع یا مشتری کہ بیع بشرط خیار تھی اور دوسرا اوسکا انکار کرے یا کہے ایک اونمین کا کہ مجکو اختیار تھا تین دن کا اور دوسرا کہے کہ نہین بلکہ دو دن کا یا مشتری کہے کہ مین بعض ثمن دیچکا ہون اور بائع اوسکا انکار کرے **ص** اسیطرح تحالف نہوگا اگر مبیع تلف ہو گئی ہووے اور پھر اختلاف ہو قدر ثمن مین بلکہ حلف دیا جاویگا مشتری نزدیک امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف کے اور قول مشتری کا قسم سے مقبول ہوگا برخلاف محمد کے اور جو بعض مبیع تلف ہوئی اور بعض باقی ہے تو بھی تحالف نہوگا مگر اوس صورت مین تحالف ہوگا کہ بائع جتنی تلف ہوئی ہے اوسکے چھوڑ دینے پر راضی ہو جاوے **ف** اور بعض مشائخ یہ کہتے ہین کہ یہ استثنا ہے یمین مشتری سے تو مشتری پر اس صورت مین یمین نہ ہوگی اور تفصیل اسکی اصل کتاب مین ہے **ص** اگر مولی اور مکاتب نے بدل کتابت مین اختلاف کیا تو تحالف نہوگا **ف** بلکہ قول مکاتب کا قسم سے مقبول ہوگا **ص** اسیطرح اگر بیع سلم کے فسخ کے بعد راس المال

ف موجر کرایہ پر دینے والا اور مستاجر کرایہ پر لینے والا

مین اختلاف ہوا تو قول مسلم الیہ کا حلف سے مقبول ہوگا اور عقد سلم عیب نکریگا اور اگر بیع کا اقالہ ہوا اور بعد بیع کے اختلاف ہوا بائع اور مشتری
مین مقدار ثمن مین تو دونون حلف کرین جب دونون حلف کر لینگے تو بیع لوٹ آویگی ف اسواسطے کہ تحالف سے اقالہ فسخ
ہوگیا اور جب اقالہ فسخ ہوا تو بیع لوٹ آویگی ص اور اگر اختلاف کیا بدل اجارہ یا منفعت مین موجر اور مستاجر نے قبل پورے منفعت لینے
کے تو دونون حلف کرین اور ہر ایک دوسرے کی شے کو پھیر دیوے اور پہلے مستاجر کو حلف دیجاویگی اگر اختلاف اجرت مین ہووے
اور موجر کو پہلے حلف دیجاویگی اگر اختلاف منفعت مین ہووے اور جو کوئی نکول کریگا تو دوسرے کا قول ثابت ہوجاویگا اور جو کوئی بینہ
لاویگا اوسکا بیان مقبول ہوگا اور اگر دونون بیان لاوین تو قول موجر کا اجرت مین اور مستاجر کا منفعت مین مقبول ہوگا
اور جب اختلاف دونون مین واقع ہووے تو گواہ ہر ایک کے اولی ہونگے دعوی زیادت مین جیسے موجر نے کہا کہ مینے تجکو مکان کرایہ
مین دیا ایک برس تک دو سو روپیہ مین اور مستاجر نے کہا کہ نہین بلکہ دو برس تک سو روپیہ مین اور قائم کیا دونون نے گواہون کو تو
حکم دیا جاویگا دو برس تک دو سو روپیہ مین ف تو وجہ یہ کہ گواہون کا ازدیاد اجرت مین اور مستاجر کے گواہون کا زیادتی میعاد مین
اعتبار ہوا ص اور اگر موجر اور مستاجر نے بعد پوری لینے منفعت کے اختلاف کیا مقدار اجرت مین تو قول مستاجر کا حلف سے
مقبول ہوگا اور اگر بعض منفعت لی ہو اور بعض باقی ہو تو دونون سے حلف لیکر اجارہ کو مابقی مین فسخ کر دینگے اور جتنی مدت گذری ہے
اوس مین قول مستاجر کا مقبول ہوگا اور اگر اختلاف کیا جورو اور خاوند نے اسباب خانگی مین تو جو اسباب خاص عورت کے لائق ہے
ف جیسے اوڑھنی کرتی چولی زیور وغیرہ ص تو وہ عورت کو دیا جاویگا قسم لیکر اور جو اسباب کہ خاص مرد کے
لائق ہے ف جیسے پگڑی تاج قبا وغیرہ ص یا مرد اور عورت دونون کا ہو سکتا ہے ف جیسے ظروف وغیرہ ص
تو وہ مرد کو دیا جاویگا قسم لیکر ف یہ صورت جب ہے کہ مرد اور عورت کسی پاس گواہ نہووین اور دونون زندہ ہووین اور اگر
دونون گواہ پیش کرین تو زوجہ کے گواہ مقبول ہونگے ص اور جو کوئی مر گیا ہووے تو قول زندہ کا اوس اسباب کے حق مین جو دونون کے
لائق ہے قسم سے مقبول ہوگا ف اور اس مسئلہ مین تو قول ہین مجتہدین کے مذکور ہین حواشی در مختار مین ص اور امام ابو یوسف
کے نزدیک عورت کو اسباب جہیز حسب لیاقت اوسکے دیا جاویگا اور باقی خاوند کو اوس سے قسم لیکر دیا جاویگا اور زندگی اور موت
سب برابر ہے اونکے نزدیک اور امام محمد کے نزدیک اگر جورو اور خاوند زندہ ہون تو مثل قول ابو حنیفہ کے ہے اور بعد موت کے جو اسباب
مشکل ہے وہ خاوند کے وارثون کو ملیگا اور اگر جورو خاوند مین سے کوئی مملوک ہو تو کل اوسکا ہوگا جو اون مین آزاد ہے حالت حیات مین
اور بعد ایک کے مرجانے کے زندہ کا ہوگا ف اور صاحبین کے نزدیک عبد ماذون اور مکاتب مثل حر کے ہے مسائل اختلاف
زوجین کا اختلاف اگر مقدار مہر مین واقع ہووے تو اوسکی صورتین کتاب النکاح باب المہر جلد ثانی مین گذر چکین اگر موجر اور
مستاجر نے متاع خانگی مین اختلاف کیا تو قول ہے مستاجر کی ہوگی قسم لیکر کیونکہ جو بدن پر ہوتے ہین وہ موجر کے
ہونگے اگر دو قسم کے پیشہ ور ایک جا رہتے ہون اور آلات مین اختلاف کرین تو ہر ایک کو اوسکے پیشہ کے آلات حوالے کیے
جاوینگے بلکہ جتنے آلات ہین دونون مین مشترک ہو جاوینگے دو شخص ایک مکان مین رہتے ہین اور ایک کے پاس ایک فرش گرانبہا
مکلل جو اوسکے لائق نہین ہے جیسے جار و بکش پاس چادر کمخواب کی یا مفلس پاس تو وہ فرش دونون کا اور دوسرا شخص اوسکے
لائق ہے اور دونون اوسکا دعوی کرین اور کسی کے پاس گواہ نہین ہین تو وہ فرش اوسی کی ہوگی جو اوسکے لائق ہے کشتی مین دو شخص

سوا ہین اور دوسین تا مبر ا ہوا ہی یک شخص آرد فروش اور دوسرا ملاح ہی اور ہرایک دعوی کرتا ہی آٹے اور کشتی کا تو قیاساً آرد فروش کا ہوگا اور کشتی ملاح کی مختار

ص فصل دفع دعوی مین

اگر مدعی علیہ نے مدعی کے جواب مین کہا کہ یہ شی جو میرے قبضہ مین ہی اور تو اوسکا دعوی کرتا ہی امانت ہی زید کی یا عاریت لیا ہی اوسکو مینے زید سے یا کرایہ مین لیا ہی یا گرو لیا ہی یا غصب کیا ہی مینے زید سے اور اوسپر گواہ قائم کیے تو مدعی کی خصومت مدعی علیہ سے دفع ہوجاویگی **ف** اسواسطے کہ مدعی علیہ نے گواہون سے ثابت کردیا اس امر کو کہ قبضہ اوسکا بطور خصومت نہین ہی تو مدعی کا دعوی بالذات متوجہ ہوا زید سے نہ مدعی علیہ سے اور ابو یوسف کہتے ہین کہ اگر مدعی علیہ حیلہ گری اور دروغ گوئی مین مشہور ہووے یعنی لوگون کا مال لیکر بعد اوسکے یہی حیلہ کرکے ہضم کرتا ہی تو خصومت مدعی کی دفع نہوگی اور یہی قول ماخوذ ہی اور اسی کو پسند کیا ہی مختار مین **ص** اور اگر مدعی علیہ نے اوسکے جواب مین کہا کہ یہ چیز مینے خریدی ہی زید سے یا مدعی نے اسطرح دعوی کیا کہ یہ چیز میری تو نے غصب کی ہی یا چرائی ہی یا میرے پاس سے چوری گئی ہی تو اب دفع کرنا مدعی علیہ کا ان صورتون سے مقبول نہوگا اگرچہ مدعی علیہ اوس شی کے امانت ہونے پر گواہ پیش کرے **ف** اسواسطے کہ مدعی علیہ نے جب یہ کہا کہ مینے یہ چیز خریدی ہی زید سے تو اوسنے خود اقرار کیا کہ ید اوسکا ید خصومت کا ہی تو اوس سے خصومت ساقط نہوگی اسی طرح جب مدعی نے دعوی کیا ایک فعل کا مدعی علیہ پر یعنی غصب اور سرقہ کا تو بھی خصومت ساقط نہوگی اسی طرح جب مدعی نے دعوی کیا ایک فعل کا مدعی علیہ پر یعنی غصب یا سرقہ کا تو بھی خصومت ساقط نہوگی اسی طرح جب مدعی نے یہ کہا کہ یہ چیز چوری گئی تھی میرے پاس سے اور مدعی علیہ نے اوسکے جواب مین یہ کہا کہ میرے پاس امانت ہی فلانے کی تو بھی خصومت ساقط نہوگی بدلیل مذکور کے اور نزدیک محمد کے ساقط ہوجاویگی **ص** جیسے گواہ اگر اس بات کی گواہی دین مدعی علیہ کیطرف سے کہ مدعی علیہ پر اس شی کو ایک شخص نے امانت رکھا ہی کہ ہم اوسکو نہین پہچانتے **ف** تو خصومت مدعی کی دفع نہوگی اسواسطے کہ احتمال ہی کہ وہ شخص بھی یہی ہووے **ص** البتہ اگر گواہ صرف یہ کہین کہ ہم امانت رکھنے والے کی صورت کو پہچانتے ہین اور اوسکے نام و نسب کو نہین جانتے تو خصومت ساقط ہوجاویگی نزدیک امام صاحب کے **ف** کیونکہ جب گواہون نے نام و نسب امانت رکھنے والے کا بیان کردیا اور اوسکی صورت کو بھی پہچانتے ہین یا فقط اوسکی صورت کو پہچانتے ہون تو گواہ جانتے ہونگے یہ بات کہ امانت رکھنے والا شخص مدعی نہین ہی اور نزدیک امام محمد کے خصومت ساقط نہوگی فقط صورت پہچاننے سے جب تک گواہ نام و نسب بھی اوسکا بیان نکرین کیونکہ انھون نے ایک شخص معین کو نہین ذکر کیا **ص** اور اگر مدعی نے اسطرح دعوی کیا کہ یہ شی جو قبضہ مین مدعی علیہ کے ہی وہ مینے زید سے خریدی ہی اور مدعی علیہ نے یہ کہا کہ یہ چیز زید نے میرے پاس امانت رکھوائی ہی تو خصومت مدعی کی ساقط ہوجاویگی اگرچہ مدعی علیہ اپنے بیان پر گواہ نہ پیش کرے لیکن اس صورت مین خصومت دفع نہوگی جب مدعی گواہون سے یہ بات ثابت کردے کہ زید نے مجکو وکیل کیا ہی اوس چیز کے لے لینے کے لیے **ف** اسواسطے کہ مدعی نے جب یہ کہا کہ اوسنے یہ چیز خریدی ہی زید سے تو اوسنے اقرار کیا کہ ذوالید زید تھا اور اوسکی طرف سے مجھے پہونچنا چاہیے تو ید مدعی علیہ کا ید خصومت نہین ہوا مگر جب مدعی وکالت اپنی ثابت کردیوے اوس شی کے لے لینے کے لیے جاننا چاہیے کہ ان مسائل کو مخمسہ کہتے ہین کتاب الدعوی کا اسواسطے کہ مدعی علیہ کے جواب کی پانچ صورتین ہین ایک امانت دوسری عاریت تیسری اجارہ چوتھی رہن پانچوین غصب اور بھی اس سبب سے کہ اسمین پانچ قول ہین تو نزدیک ابن شبرمہ کے خصومت دفع نہوگی اور نزدیک ابن ابی لیلی کے خصومت دفع ہوجاوے گی اگرچہ مدعی علیہ گواہ قائم نکرے اپنے بیان پر اور نزدیک ابی یوسف کے

اگر مدعی علیہ مرد صالح ہوگا تو اوس سے خصومت دفع ہو جاویگی اور اگر مشہور ہوگا حیلہ جوئی اور مکر سازی مین تو دفع نہوگی اسواسطے کہ وہ یہ کرسکتا ہی کہ جتنا مال اوسکے قبضے مین ہی ایک شخص غائب سفر کرنے والے کو دیوے اور اوس سے کہے کہ تو دو مرد گواہوں کے پاس مال کو میرے پاس امانت رکھ واسطے تا کوئی اوس مال کا دعوی نکر سکے اور نزدیک محمد کے خصومت دفع نہوگی جب گواہون نے کہا کہ ہم اوس شخص کو نہین پہچانتے مگر صورت سے اور نام و نسب اوسکا نہین جانتے اور نزدیک امام اعظم کے خصومت دفع ہو جاویگی جب مدعی علیہ گواہ قائم کرے اپنے بیان پر کذا فی الاصل

باب ایک چیز پر دو شخصون کے دعوی کے بیان مین

قاعدہ کلیہ اس کا یہ ہی کہ گواہ غیر قابض کے اولی ہین قابض کے گواہوں سے اگرچہ ایک کے گواہ وقت بیان کرین اور ایک کے گواہ وقت نہ بیان کرین **ف** جاننا چاہیے کہ جب دعوی ایسے دو شخصون کا ہووے ایک چیز پر کہ ایک شخص قابض ہوا اور دوسرا خارج یعنی غیر قابض تو گواہ خارج کے احق ہونگے ہمارے نزدیک اور شافعی کے نزدیک گواہ قابض کے اولی ہین پس اگر ایک کے گواہون نے وقت بیان کیا تو نزدیک امام اعظم اور محمد کے خارج ہی کے گواہ معتبر ہونگے اور ابو یوسف کے نزدیک اوسکے گواہ معتبر ہونگے جنھون نے وقت بیان کیا ہی کذا فی الاصل **ص** اور اگر دونوں شخص خارج ہین اور دونوں نے ایک شی کا دعوی کیا اور ہر ایک نے گواہ قائم کیے تو وہ شی آدھوں آدھ دونوں کو دیجاویگی **ف** یہ ہمارا مذہب ہی اور شافعی کی نزدیک دونوں طرف کے گواہ مردود ہو جاوینگے یا قرعہ کیا جاویگا سو جسکے نام پر قرعہ نکلے گا وہ شی اوسکے حوالے کیجاویگی دلیل شافعی یہ ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وقت مین ایسا ہی واقعہ ہوا سو آپنے قرعہ ڈالا اور کہا کہ ای اللہ تو ہی ہی فیصلہ کرنیوالا ان دونوں مین روایت کیا اوسکو طبرانی نے معجم اوسط مین اور ہماری دلیل حدیث صحیح الاسناد ہی جسکو روایت کیا ابو داود نے سنن مین ابو موسی اشعری سے کہ دو شخصون نے دعوی کیا ایک اونٹ کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے مین اور ہر ایک نے گواہ قائم کیے تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تقسیم کر دیا اوس اونٹ کو اون دونوں مین آدھا آدھا اور روایت کیا ابن ابی شیبہ نے مصنف مین تمیم بن طرفہ سے کہ دو مردون نے جھگڑا کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پاس ایک اونٹ مین اور قائم کیے ہر شخص نے گواہ تو فیصلہ کیا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اوس اونٹ کا دونوں مین نصفا نصف کہا طحاوی نے کہ قرعہ کا حکم ابتدائے اسلام مین تھا پھر منسوخ ہو گیا اس سے معلوم ہوا کہ مذہب ہمارا صحیح اور موافق احادیث کے ہی

ص تو اگر دو شخصون نے گواہ قائم کیے ایک عورت سے نکاح پر تو دونوں گواہیان ساقط ہو جاوینگی **ف** اسواسطے کہ جورو مین شرکت نہین ہو سکتی برخلاف ملک کے کہ اوسمین شرکت ہو سکتی ہی کذا فی الاصل **ص** اور وہ عورت اوسکو دیجاویگی جسکی عورت تصدیق کرے یہ صورت جب ہی کہ دونوں شخصون کے گواہون نے وقت نکاح بیان نکیا ہو اور جو دونوں نے تاریخ نکاح بیان کی تو جسکی تاریخ پہلے ہی عورت اوسی کی ہوگی اور اگر عورت نے قبل قائم کرنے گواہون کے ایک شخص کی منکوحہ ہونیکا اقرار کیا تو وہ عورت اوسکی ہو جاویگی پھر اگر دوسرے شخص نے گواہ قائم کر دیے اپنی منکوحہ ہونے پر تو پہلے شخص سے چھین کر دوسرے کو دلاوینگے اور اگر ایک شخص نے گواہ قائم کیے اوس عورت کے اپنی منکوحہ ہونے پر اور قاضی نے فیصلہ کر دیا اوسکے گواہون پر اس بات کا کہ یہ جورو اوس شخص کی ہی بعد اوسکے دوسرے شخص نے گواہ قائم کیے اپنی منکوحہ ہونے پر تو قضائے اول فسخ نکیجاویگی مگر جب کہ اس شخص ثانی کے گواہ نکاح کی تاریخ پہلے گواہوں کی تاریخ سے مقدم بیان کرین تو پھر زوجہ کو شخص اول سے چھین کر شخص ثانی کو دلاوینگے اور اگر عورت ایک شخص کے قبضے مین ہی بطور نکاح کے اب ایک شخص خارج نے گواہ قائم کیے کہ یہ عورت میری منکوحہ ہی تو وہ عورت خارج کو نہ دلائی جاویگی

الا اوس صورت مین جب یہ بات ثابت ہو جاوے کہ نکاح اوس شخص قابض کے نکاح سے مقدم ہے **ف** حاصل اسکا زیلعی مین یون مرقوم ہے کہ جب دو آدمیون نے تنازع کیا ایک عورت مین اور دونون نے گواہ پیش کیے تو اگر دونون کے گواہون نے تاریخین بیان کی ہین تو جسکی تاریخ مقدم ہوگی وہ اولی ہے اور اگر دونون کے گواہون نے تاریخین بیان نہین کی یا تاریخین متحد بیان کین تو جو قابض ہے عورت پر وطی سے یا اپنے مکان مین رکھنے سے وہ اولی ہے اور اگر یہ کوئی امر ہو وے تو عورت سے پوچھا جاویگا جسکی وہ تصدیق کرے وہ اولی ہے **ص** تو اگر دو شخصون نے گواہ پیش کیے ایک چیز کے خریدنے پر ایک شخص قابض سے تو ہر شخص کے لیے اختیار ہوگا کہ نصف مبیع لیوے بعوض نصف ثمن کے یا ترک کر دیوے اور جب قاضی نے دونون کے لیے نصف نصف لینے کا یا ترک کر دینے کا فیصلہ کر دیا اب ایک شخص نے اپنا حصہ چھوڑ دیا تو دوسرے کو نہین پہونچتا کہ کل مبیع لیوے **ف** کیونکہ نصف مین اوسکی بیع فسخ ہو چکی ہے ھدایہ **ص** اور اگر اس صورت مین دونو شخصون کے گواہون نے تاریخ خرید بیان کی تو جسکی مقدم تاریخ ہوگی اوسکو وہ شی ملیگی اور اگر ایک کے گواہون نے تاریخ خرید بیان کی اور دوسرے کے گواہون نے نہ بیان کی یا دونون نے تاریخ بیان نکی تو جو قابض ہے اوسکو ملیگی اور جو کوئی قابض نہین ہے تو صاحب وقت اولی ہوگا اور جو کسی نے وقت نہین بیان کیا تو ہر ایک کو اختیار ہوگا کہ نصف ثمن کے بدلے مین نصف مبیع کے لیوے یا چھوڑ دیوے اور اگر ایک شخص نے دعوی کیا کہ یہ چیز مینے زید سے خریدی ہے اور دوسرے نے کہا کہ یہ چیز مجکو زید نے ہبہ کی ہے اور مینے اوسپر قبضہ کر لیا تھا یا صدقہ دی ہے اور مینے اوسپر قبضہ کیا تھا اور ہر ایک نے اپنے بیان پر گواہ پیش کیے لیکن کسی کے گواہون نے تاریخ بیان نہ کی تو جو شخص دعوی خرید کا کرتا ہے اوسکے گواہ مقبول ہونگے **ف** تو دعوی شرا مقدم ہے دعوی صدقہ اور ہبہ پر اور دعوی صدقہ با لقبض اور ہبہ با لقبض برابر ہین ھدایہ **ص** اور دعوی شرا اور دعوی مہر برابر ہین **ف** صورت اسکی یون ہے کہ زید نے دعوی کیا عمرو پر جو قابض ہے ایک غلام پر کہ یہ غلام میرا ہے اور ہندہ نے دعوی کیا کہ عمرو نے اس غلام کو میرا مہر مقرر کرکے مجھسے نکاح کیا ہے اور دونون نے گواہ پیش کیے تو دونو گواہیان اور دعوی برابر سمجھے جاوینگے تو وہی حکم مسائل سابق کا جاری ہوگا **ص** اور دعوی رہن مع القبض اولی ہے ہبہ مع القبض سے تو اگر دونون مدعی خارج ہون اور ہر ایک نے گواہ قائم کیے اپنی ملک پر مع تاریخ یا اپنی خرید پر مع تاریخ ہر ایک شخص سے یا ایک خارج تھا اوسنے گواہ قائم کیے ملک پر مع تاریخ اور ایک ذو الید تھا اوسنے بھی گواہ قائم کیے مع تاریخ تو قول مقدم تاریخ والے کا اولی ہوگا اور اگر دونون نے گواہ قائم کیے خرید پر اور تاریخین دونون کی ایک ہین لیکن بائع ہر ایک شخص کا جدا جدا ہے **ف** مثلاً ایک کہتا ہے کہ مینے زید سے خریدا اور دوسرا کہتا ہے کہ مینے عمرو سے خریدا اور دونون کی تاریخین ایک ہین تو اگلا قول اصل **ص** یا صرف ایک نے وقت بیان کیا تو دونون برابر ہونگے **ف** یہ بھی صورت اوسی مین ہے جب ہر ایک دعوی خرید کا الگ الگ شخص سے کرے اور جو ایک شخص سے دعوی خرید کا کرتے ہون اور ایک وقت بیان کرے اور دوسرا وقت بیان نہ کرے تو صاحب وقت اولی ہوگا جیسا کہ اوپر گذرا **ص** اور اگر ایک خارج ہے اور دوسرا قابض اور دونون نے گواہ قائم کیے مطلق ملک پر **ف** یعنی سبب ملک جیسے خرید یا ہبہ وغیرہ بیان نکیا **ص** اور ایک نے وقت بیان کیا تو گواہ خارج ہی کے مقبول ہونگے اور اگر خارج نے گواہ قائم کیے ملک پر اور قابض نے خریدنے پر اوسی شخص خارج سے یا خارج اور قابض نے دونون نے گواہ قائم کیے اوسی سبب ملک پر جو ایک ہی بار ہوتا ہے جیسے نکاح

یعنی پیدا ہیش بچہ جوان کی یا دودھ دوہنا دودھ کا یا بنانا پنیر کا اور نمدہ بنانے پر اور صابون کے تراشنے پر تو قابض ہی کے گواہ قبول ہونگے اور وہ شی قابض کو دلائی جاویگی **ف** اسواسطے کہ روایت کی دارقطنی نے جابر رضی اللہ عنہ سے کہ دو مردون نے جھگڑا کیا ایک اونٹنی مین سو کہا ہر ایک نے اونمین سے کہ جنی ہے یہ اونٹنی میرے پاس اور قائم کیے ہر ایک نے گواہ اپنے دعوے پر تو فیصلہ کر دیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اوس اونٹنی کا اوس شخص کے لیے جسکے قبضے مین تھی روایت کیا اسکو دارقطنی نے **ص** اور اگر گواہ لایا ہر ایک **ف** خواہ دونون خارج ہون یا ذی الید یا ایک خارج ہو اور دوسرا ذی الید **ص** دوسرے پر کہ مینے اوس سے خریدی ہے **ف** یعنی دونون مدعیون مین سے ہر ایک دوسرے سے یہ کہے کہ مینے تجھسے خریدی ہے اور وہ دوسرا یہ کہے کہ مینے تجھسے خریدی ہے **ص** اور بغیر ذکر وقت کے دونون گواہ قائم کرین اپنے اپنے بیان پر تو دونون گواہ رد کیے جاوینگے اور مال اوس شخص پاس رہیگا جسکے پاس قبل دعوے کے تھا اور امام محمد کے نزدیک خارج کو دلایا جاویگا اور اگر دونون کے گواہون نے وقت بیان کیا تو اوسکی تفصیل مذکور ہی ہدایہ مین تو تیرا جی چاہے تو اوسکا مطالعہ کرے **ف** ہدایہ مین یہ لکھا ہے کہ اگر دونون کے گواہون نے وقت بیان کیا دعوی عقار مین اور کسینے قبضہ اپنا ثابت نکیا اور وقت خارج کا مقدم ہے تو قابض کو دلایا جاویگا نزدیک شیخین کے تو گویا ایسا ہوا کہ خارج نے پہلے خرید کر بیچا اوسکو قبل قبض کے قابض کے ہاتھ اور یہ امر جائز ہے عقار مین نزدیک شیخین کے اور امام محمد کے نزدیک خارج کو دلایا جاویگا اسلیے کہ نہین صحیح ہے بیع خارج کی قبل قبض کے تو باقی رہا وہ عقار ملک پر خارج کے اور جو کسینے اپنا قبضہ ثابت کیا تو بالاتفاق قابض کو دلایا جاویگا کیونکہ یہان دونون بیعین درست ہوسکتی ہین شیخین کے اور محمد کے مذہب پر اور جب وقت ذوالید کا مقدم ہوگا تو خارج کو دلایا جاویگا خواہ گواہون نے قبضہ کی بیان کیا ہو یا نہ بیان کیا ہو تو گویا ایسا ہوگا کہ خریدا ہوگا اوسکو ذوالید نے اور قبضہ کیا اوسپر پھر بیچا ہوگا اوسکو خارج کے ہاتھ اور تسلیم نہ کیا ہوگا خارج کو یا کسی اور سبب سے مثل کرایہ وغیرہ کے قابض کے پاس آگیا ہوگا انتہی **ص** اور جان تو اس بات کو کہ صاحب ہدایہ نے ان مسائل کو بغیر ضبط اور ترتیب کے جمع کیا ہے اور مین اوسکو ذکر کرتا ہون بطور ضبط اور اختصار ذکر کرتا ہون تو مین کہتا ہون کہ اگر دونون مدعی گواہ لائے تو جسکی تاریخ مقدم ہوگی وہ زیادہ حقدار ہوگا اور جو کسیکی تاریخ مقدم نہووے تو اگر دونون ذوالید یعنی قابض ہین تو دونون برابر ہونگے اسی طرح اگر دونون خارج ہونگے اور دعوی ملک مطلق کا یعنی بغیر ذکر سبب کے کرتے ہونگے اور شامل ہے اس بات کو کہ دونون تاریخ بیان نکرین یا صرف ایک شخص اون مین سے تاریخ بیان کرے یا دونون تاریخ بیان کرین اور کسیکی تاریخ مقدم نہووے کیونکہ اگر کسیکی تاریخ مقدم ہوگی تو وہی زیادہ حقدار ہوگا اسی طرح دعوی ملک بسبب مین مگر جب ایک ہی شخص سے حصول ملک کا دعوی کرین تو جو تاریخ بیان کریگا وہ زیادہ حقدار ہوگا اور اگر ایک ذوالید یعنی قابض اور دوسرا خارج ہوگا تو خارج زیادہ حقدار ہے دعوی ملک مطلق مین سب صورتون مین مگر جب دعوی کرین ملک مطلق کے ساتھ ایک فعل کا جیسے کہے ہر ایک اون مین سے کہ وہ میرا غلام ہے مینے اوسکو آزاد کیا ہے یا مدبر کیا ہے تو شخص قابض احق ہوگا بر خلاف اوس صورت کے جب ہر ایک دونون مین سے کہین کہ وہ غلام میرا ہے مینے اوسکو مکاتب کیا ہے تو وہ دونون برابر ہونگے اسواسطے کہ مکاتب ہونیکا قبضہ نہین ہوتا تو وہ دونون خارج ہین اور اگر ایک نے کہا کہ وہ غلام میرا ہے مینے اوسکو مکاتب کیا اور دوسرے نے کہا کہ مینے اوسکو مدبر کیا ہے یا آزاد کیا ہے تو یہ دوسرا اولی ہوگا تو قاعدہ یہ ہے کہ جسکے گواہ مثبت زیادتی ہونگے وہ احق ہوگا ان صورتون مین خارج اور ذوالید کی مین ملک مطلق مین لیکن ملک بالسبب مین تو اگر دونون نے ایک ہی سبب ذکر کیا اور حصول ملک کی

ف ۱۵ یعنی جابر کا دعوی تھا ... ۱۲ منہ مد ظلہ

ایک ہی شخص سے بیان کرتے ہیں تو ذو الید احق ہوگا اور اگر جدا جدا شخص سے بیان کرتے ہیں تو خارج احق ہوگا سب صورتوں میں
اور اگر دونوں نے سبب ملک علیحدہ علیحدہ بیان کی جیسے شرا اور ہبہ تو جسکا سبب قوی ہوگا وہ اولی ہوگا جیسا کہ اوپر ذکر ہو چکا
ف یہ خلاصہ ہے تمام مسائل مقدمہ کا تو اسکو یاد رکھنا چاہیے ص اور ترجیح نہیں دی جاتی گواہوں کی کثرت سے ف
مثلاً ایک کے دو گواہ ہیں اور دوسرے کے چار ص اسواسطے کہ ترجیح ہمارے نزدیک دلیل کی قوت سے ہے نہ کثرت دلائل سے ف
یعنی فی نفسہ دلیل قوی ہو جیسے ایک طرف دلیل متواتر ہے اور دوسری طرف آحاد تو متواتر کو ترجیح ہوگی اور یہ نہوگا کہ ایکطرف
دو حدیثیں ہیں اور ایکطرف ایک ہی حدیث ہے تو دو حدیثوں کو ترجیح ہو جاوے ایک حدیث پر اسیطرح ایک آیت پر دو آیتوں کو
ترجیح نہوگی یہ مسئلہ اصول کی کتابوں میں بتفصیل مذکور ہے ص اگر دو خارجوں نے دعوی کیا ایک گھر کا اسطرح پر کہ ایک نے اوسکے
گھر کے آدھے کا دعوی کیا اور دوسرے نے کل گھر کا اور دونوں دلیل لائے تو کل کے مدعی کو تین حصے اوس مکان کے اور نصف کے
مدعی کو چوتھائی حصہ دلایا جاویگا اور صاحبین کے نزدیک کل کے مدعی کو دو ثلث اور نصف کے مدعی کو ثلث ملیگا ف
دلیلیں امام اور صاحبین کی اصل کتاب اور ہدایہ میں مسطور ہیں ص اور اگر ایک گھر دو شخصوں کے قبضے میں تھا اور ایک
نے دعوی کیا اوسکے نصف کا اور دوسرے نے کل گھر کا اور ہر ایک نے گواہ قائم کیے تو کل کے مدعی کو سارا مکان دلایا جاویگا
اور نصف کے مدعی کو کچھ نہ ملیگا ف اسوجہ سے کہ گھر جب دونوں کے قبضے میں تھا تو ہر ایک کے قبضے میں نصف نصف
مکان تھا تو جو نصف مدعی کل کے قبضے میں تھا اوسکا تو کوئی مدعی نہیں تو وہ اوسکا ہوگا بغیر قضا قاضی کے اور جو نصف
مدعی نصف کے قبضے میں تھا اوسکا مدعی کل مدعی ہے اور وہ خارج ہے تو گواہ خارج کے اولی ہیں گواہوں سے قابض کے اسواسطے
وہ نصف بھی قاضی اوسکو دلاویگا ص اگر دو خارجوں نے دعوی کیا ایک جانور کی پیدایش کا اور دونوں کے گواہوں نے
تاریخ اوسکے پیدایش کی بیان کی تو اوس جانور کا سن دیکھا جاویگا جسکی تاریخ کے موافق ہوگا اوسکو دلایا جاویگا اور اگر سن مشتبہ ہوا
اور مخالفت کچھ معلوم نہو سکے تو وہ جانور دونوں کا ہوگا اور جو سن اوسکا دونوں کے گواہوں کے مخالف نکلے تو
دونوں کے گواہ مردود ہو جاوینگے اور وہ جانور جسکے پاس تھا اوسیکے قبضے میں رکھا جاویگا تو اگر دونوں خارجوں میں سے
ایک نے دعوی کیا ذو الید پر کہ یہ چیز تو نے میری غصب کر لی تھی اور دوسرے نے کہا کہ مینے یہ شے تیرے پاس امانت رکھی
تھی اور ہر ایک نے گواہ قائم کیے تو دونوں کے لیے حکم کیا جاویگا اوس چیز کے نصف نصف کا اسواسطے کہ دونوں برابر
ہوگئے کیونکہ جبکہ امانت والے پر دعوی کیجاوے اور وہ انکار کرے امانت سے تو غاصب ہو جاتا ہے سو گویا دونوں شخص مدعی غصب کے ہوئے
ف اور دونوں برابر ہونگے اسی طرح امین ص جو کپڑے کو پہنے ہوئے ہے وہ زیادہ حقدار ہے اوس سے جو آستین کو پکڑے ہوئے
ہے ف یہاں سے وہ مسائل شروع ہوئے ہیں جنمیں دو شخص مدعی ہیں بسبب قبضے کے اور کسی پاس گواہ نہیں ہیں بدائع میں ہے
کہ جس موضع میں ایک مدعی کی ملک کا حکم ہوگا اسوجہ سے کہ وہ شی اوسکے قبضے میں ہے تو دوسرے پر قسم واجب ہوگی اگر طرف ثانی طلب کرے
پھر اگر وہ قسم کھانے تو بری الذمہ ہو گیا اور اگر قسم سے انکار کیا تو وہ ہاریگا اور دوسرا شخص جیتیگا ط ص اسیطرح جو گھوڑے
پر سوار ہے وہ مقدم ہے اوس شخص پر جو اوسکی لگام پکڑے ہوئے ہے اور جو زین پر بیٹھا ہے وہ اولی ہے اوس سے جو اوسکی پچھاڑی پر بیٹھا ہے
اور جسکا بوجھ اونٹ پر لدا ہوا ہے وہ اولی ہے اوس سے جسکا کوزہ اونٹ پر لٹک رہا ہے اور جو فرش پر بیٹھا ہے اور جو اوسکو پکڑے ہوئے ہو

دونون برابر مین ف جیسے دونون بیٹھے ہین ایک فرش پر یا سوار ہین ایک زین پر درمختار ص اور جو ایک کے ہاتھ
مین کپڑا ہو اور دوسرے کے ہاتھ مین اوسکا کنارہ ہو تو دونون برابر ہونگے ف کنارے سے مراد وہی کپڑے کا کنارہ جو بنا ہوا ہو
نہ سرا فقط جو بنا ہوا نہین ہوتا درمختار ص اگر ایک لڑکا جو بولتا ہو اور بات کو سمجھتا ہو ایک شخص کے قبضے مین ہو وہ یہ کہے
کہ مین اصلی آزاد ہون تو قول اوسی کا معتبر ہوگا اور جو وہ قبضے مین زید کے ہو اور کہے کہ مین غلام عمرو کا ہون تو وہ زید ہی کا غلام
رہیگا اور جو وہ لڑکا بول نسکتا ہو اور بات کو نہ سمجھتا ہو تو جس شخص کے قبضے مین ہو اوسکا غلام ہوگا دیوار اوس شخص کی ہوگی جسکی
کڑیان اوسپر رکھی ہوئی ہون یا اوسکی دیوار سے یہ دیوار متنازع فیہ متصل ہو بطریق اتصال تربیع ف اتصال تربیع یہ ہے
کہ ایک دیوار دوسری دیوار سے اسطرح ملی ہوئی ہو کہ ایک دیوار کی اینٹین دوسری دیوار کی اینٹون مین داخل ہون اور اتصال تربیع
اسواسطے اسکا نام ہوا کہ اسطرح دو دیوارین اسواسطے بنائی جاتی ہین کہ اور دو دیوارون کے ساتھ ملکر ایک مکان مربع کا احاطہ کرلیوین
کذا فی الاصل مقابل اس اتصال کے اتصال ملازقت ہے وہ یہ کہ ایک دیوار کا کنارہ دوسری دیوار کے کنارے سے ملا ہوا ہووے
یعنی دونون دیوارون کا جوڑ معلوم ہوتا ہو یہ دونون صورتین اینٹون کی دیوار مین معلوم ہوئین اب اگر لکڑی کی دیوارین ہون
تو اتصال تربیع اسطرح ہوگا کہ ایک دیوار کی لکڑی دوسری دیوار مین گڑی ہو درمختار ص اور اگر دو شخصون نے دعوی کیا
دیوار کا اور ایک کے اوس دیوار پر تختے ف یا بانس جو کڑیون پر رکھے جاتے ہین ص دھرے ہوئے ہین ف یا ایک
کی دیوار کے ساتھ وہ دیوار متنازع فیہ اتصال ملازقت رکھتی ہے درمختار ص تو وہ شخص اولی نہوگا بلکہ دیوار دونون مین مشترک
رہیگی ف اور اگر ایک شخص کی کڑیان دیوار پر رکھی ہون اور دوسرے کی دیوار کے ساتھ اتصال تربیع رکھتی ہو
تو صاحب اتصال زیادہ حقدار ہوگا اور بعضون نے کہا کہ جسکی کڑیان رکھی ہین وہ اولی ہوگا لیکن صحیح اول ہے اور جو کڑیان
ظلم سے رکھی گئی ہین دوسرے شخص کی دیوار پر تو صاحب دیوار اگر اوسکے اوکھاڑنے کے مطالبے سے ابرا کردیوے یا صلح یا عفو کردے تو وہ حق
مطالبہ ساقط نہوگا پس اگر صاحب دیوار نے اس مطالبے سے ابرا کیا بعد اوسکے وہ مکان کسی کے ہاتھ بیچ ڈالا تو مشتری کو مطالبہ
اوس حق کا پہونچتا ہے اسی طرح اگر صاحب دیوار نے وہ مکان کرایہ کو دیا یہ کڑیان رکھنے والے کو تب بھی اوسکا حق مطالبہ ساقط نہوگا
درمختار ص اگر ایک دار مین ایک شخص کے دس بیت ہین اور دوسرے کا ایک بیت ہے تو وہ دونون اوسکے صحن کے منافع مین
برابر ہونگے ف یعنی صاحب بیت واحد اور صاحب بیوت کثیرہ صحن کے استعمال مین برابر ہین یعنی پھرنے مین اور اسباب رکھنے
مین اور لکڑیان چیرنے مین وغیرہ خلاف غایۃ الاوطار لیکن پانی کا حصہ لینے مین اگر نزاع ہوگا تو بقدر زمین ہر ایک کے لیے
حکم ہوگا اسواسطے کہ پانی کی حاجت سینچنے کے لیے ہے تو جسکی زمین زیادہ ہے اوسکو زیادہ حاجت ہے درمختار ص دو آدمیون نے
اگر ایک زمین کا دعوی کیا اور ہر ایک یہ کہتا ہے کہ وہ زمین میرے قبضے مین ہے تو قاضی حکم دیوے کسیکے قبضے کا یہانتک کہ دونون
گواہ قائم کرین اپنے اپنے قبضے پر پھر جب دونون گواہ قائم کردین تو وہ زمین دونون کو نصف نصف دلائی جاویگی اور جو ایک
ہی شخص نے گواہ قائم کیے اپنے قبضے پر یا تصرف یہ طرح کہ اوس شخص نے زمین متنازع فیہ مین اینٹین بنائی تھین یا عمارت
بنائی تھی یا گڑھا کھودا تھا تو اسی کے قبضے کا حکم ہوگا ف اسواسطے کہ استعمال اور تصرف دونون دلیلین قبضے کی ہین عالمگیری

ص باب دعوی نسب کے بیان مین

زید نے ایک لونڈی بیچی عمرو کے ہاتھ بعد اوسکے چھ مہینے کے اندر وہ جنی اور زید نے دعوی کیا کہ یہ ولد میرا ہے تو اوس ولد کا نسب
ثابت ہوجاویگا زید سے اور وہ لونڈی زید کی ام ولد ہوجاویگی اور بیع فسخ کیجاویگی اور ثمن عمرو کو واپس دلائی جاویگی اگرچہ عمرو بھی
اوس لڑکے کا دعوی کرے زید کے دعوے کے ساتھ یا بعد اوسکے ف یہ ہمارا مذہب ہے اور زفر اور شافعی رحمہما اللہ کے نزدیک
دعوی زید کا باطل ہوگا اسواسطے کہ زید کا بیچنا اوس لونڈی کو اقرار ہے اسبات کا کہ یہ میری ام ولد نہیں ہے بلکہ لونڈی ہے تو اب
دعوی ولد مین تناقض ہے اقرار سابق سے اور ہماری دلیل یہ ہے کہ نطفہ ٹھہرنا ایک امر خفی ہے تو اوسمین تناقض عفو کیا جاویگا اور نطفہ
ٹھہرنا زید کی ملک مین دلیل ہے اسبات کی کہ ولد زید کا ہے اسواسطے کہ وقت بیع سے چھ مہینے پورے نہیں گذرے ہین تا
احتمال ہو اسبات کا کہ بعد بیع کے نطفہ ٹھہرا ہے کیونکہ اقل مدت حمل چھ مہینے ہین اور یہ جو کہا کہ عمرو اگرچہ دعوی کرے اوس ولد کا
ساتھ زید کے یا بعد دعوی زید کے سو اسواسطے کہ اگر پہلے عمرو نے دعوی کیا ولد کا تو نسب اوسسے ثابت ہوجاویگا اور اس
دعوی کی صحت اسطرح پر کیجاویگی کہ عمرو نے اوس سے نکاح کیا ہوگا جب وہ زید کے ملک مین تھی پھر استیلاد کیا اوسکا پھر خرید لیا
اوسکو کذا فی الاصل بزیادۃ ص اور اگر اسی صورت مذکورہ مین لونڈی مرگئی اور لڑکا زندہ ہے اور زید نے اوسکا دعوی کیا
تو بھی نسب زید سے ثابت ہوجاویگا نہ اوس صورت مین جب لڑکا مرگیا ہو ف اسواسطے کہ ولد اصل ہے ثبوت نسب
مین فرمایا علیہ السلام نے ابراہیم کی مان کے لیے کہ آزاد کیا اوسکو اوسکے ولد نے روایت کیا اوسکو ابن ماجہ نے ابن عباس
سے اور جب صحیح ہوا دعوی زید کا بعد مرجانے لونڈی کے تو امام ابو حنیفہ کے نزدیک زید پوری ثمن عمرو کو پھیر دیگا اور صاحبین کے
نزدیک بقدر حصہ ولد کے نہ اوسکی مان کے حصے کو کذا فی الاصل بزیادۃ ص اور اگر اسی صورت مذکورہ مین عمرو نے اوس لونڈی
کو آزاد کردیا تھا تو بھی نسب زید کا ثابت ہوجاویگا اور زید صرف ثمن بقدر حصہ ولد عمرو کو پھیریگا ف صورت اوسکی
یون ہوگی کہ ثمن کو تقسیم کرینگے قیمت پر لونڈی اور اوسکے لڑکے کے تو جو لڑکے کو پہونچیگا اوسکو زید پھیر دیگا عمرو کو اور جو
اوسکی مان کو پہونچیگا اوسکو نہ پھیریگا کذا فی الاصل ص اور اگر عمرو نے ولد کو آزاد کردیا تھا ف یا دونون کو آزاد کردیا تھا
ص تو اب دعوی زید کا مسموع نہوگا جیسے اوس صورت مین کہ وہ لونڈی چھ مہینے سے زیادہ لیکن دو برس سے کم مین جنی
یا دو برس سے زیادہ مین جنی ف یعنی ان دونون صورتون مین بھی دعوی زید کا غیر مسموع ہوگا ص مگر اوس وقت
کہ عمرو زید کے دعوے کی تصدیق کرے تو اول دو قسمون مین ف یعنی جب چھ مہینے سے کم مین جنی اور عمرو نے ولد کو آزاد
کردیا ہے یا چھ مہینے سے زیادہ اور دو برس سے کم مین جنی ص وہی قسم اول کا حکم ہوگا ف یعنی زید کا نسب ثابت
ہوجاویگا اور وہ لونڈی زید کی ام ولد ہوجاویگی اور بیع فسخ کردیجاویگی اور ثمن پھروا دیجاویگی ص اور تیسری قسم مین ف
یعنی جب وہ لونڈی دو برس سے زیادہ مین جنی اور مشتری نے بائع کے دعوے کی تصدیق کی ص بیع باطل نہوگی اور لونڈی
زید کی ام ولد ہوگی نکاح کی راہ سے ف ام ولد اوس لونڈی کو کہتے ہین جسکی اولاد اپنے خاوند سے ہوئے پھر خاوند اوسکا مالک
ہوجاوے یا جس لونڈی کا خاوند مالک ہووے پھر وہ جنے اور وہ دعوی کرے ولد کا اور اس جگہہ مراد یہی قسم ہے کیونکہ یہ صورت
اسپر محمول ہے کہ بائع نے پھر وہ لونڈی مشتری سے خرید کر استیلاد کیا ہوگا کذا فی الاصل مع زیادۃ ص اور اگر بیچا عمرو نے
اپنی لونڈی کے لڑکے کو جو اوسکے پاس پیدا ہوا تھا بیچا اور مشتری نے اوسکو پھر کسی اور کے ہاتھ بیچا اب اگر بائع نے

دعوی کیا اوس لڑکے کے نسب کا تو یہ دعوی صحیح ہوگا اور بیع پھر جاویگی یہی حکم ہی اگر مشتری نے مکاتب کردیا اوس لڑکے
کو یا بائع نے اوسکی ماں کو مکاتب کیا یا گرو رکھا یا کرایہ دیا یا نکاح کردیا اوسکا پھر لڑکے کے نسب کا دعوی کیا تو بھی نسب ثابت
ہوگا اور یہ تصرفات توڑ ڈالے جاوینگے ف برخلاف اوس صورت کے کہ مشتری نے اوس لڑکے کو آزاد دیا مدبر کردیا ہووے
کہ اس صورت مین دعوی بائع کا مسموع نہوگا جیسا کہ اوپر گذرا اصل مین اس مقام پر ایک تقریر ہی جو متعلق ہی عبارت وقایہ کی
اسواسطے متروک ہوئی ص جس شخص کی لونڈی سے دو بچے توام ف اوسکا بیان آگے آتا ہی ص اوسی کے پاس
پیدا ہوئے اور اون دونون مین سے ایک کو بیچ ڈالا اور مشتری نے اوسکو آزاد کردیا بعد اوسکے بائع نے اوس لڑکے کا جو اوسکے
پاس موجود ہی دعوی کیا نسب کا تو دونون لڑکون کا نسب اوس شخص سے ثابت ہو جاویگا اور مشتری کا آزاد کرنا باطل ہوگا
اسواسطے کہ جب ایک کا نسب ثابت ہوا اوس شخص سے تو دوسرے کا بھی ثابت ہونا ضرور ہی تو ام اون دو بچون کو کہتے ہین
جنکی پیدایش کے بیچ مین چھ مہینے سے کم مدت گذری ہووے اور اگر ایک شخص کے پاس ایک لڑکا تھا اوسنے یہ کہا کہ یہ بیٹا
زید کا ہی پھر کہنے لگا کہ میرا بیٹا ہی تو اوسکا بیٹا کبھی نہوگا اگرچہ زید انکار کرے اسبات کا کہ یہ میرا بیٹا ہی یہ مذہب امام صاحب
کا ہی اور صاحبین کے نزدیک اگر زید انکار کریگا اوسکی فرزندی سے تو وہ اوس شخص کا بیٹا ہو جاویگا اسواسطے کہ اقرار باطل
رد ہوگیا زید کے انکار سے دلیل امام صاحب کی یہ ہی کہ نسب اون چیزون مین سے ہی جو منقوض نہین ہوسکتین تو ایسے ہی
اقرار نسب کا بھی رد نہوگا رد کرنے سے ف اسی طرح اگر ایک صغیر کو کہا کہ یہ میرا بیٹا ہی پھر کہا کہ میرا نہین ہی تو یہ نفی صحیح
نہوگی جب بیٹا تصدیق کرتا ہو ثبوت نسب کی یا پہلے تصدیق نکرے پھر تصدیق کرنے لگے اور اگر باپ منکر ہوا اوسکی فرزندی
کا اور بیٹا باپ کے اقرار پر گواہ قائم کرے تو نسب ثابت ہو جاویگا اور یہ اقرار کہ وہ شخص میرا بھائی ہی مقبول نہین اسواسطے
کہ وہ اقرار غیر پر ہی تو ضرور ہی تصدیق اوسکی در مختار ص اور اگر ایک بچہ ہو مسلمان اور کافر کے ساتھ سو مسلمان کہے کہ وہ
میرا غلام ہی اور کافر کہے کہ وہ میرا بیٹا ہی تو وہ آزاد ہی کافر کا بیٹا ف اسواسطے کہ کافر کے بیٹے ہونے مین بالفعل بچے کو آزادی حاصل
ہوتی ہی اور اسلام انجام کار کو اسلئے کہ دلائل توحید ظاہر ہین اور اگر بالعکس ہوتا یعنی مسلمان کا غلام ٹھہرتا تو اسلام اوسکو بالتبع
حاصل ہوجاتا لیکن آزادی سے محروم رہتا اور آزاد ہو جانا اوسکی طاقت سے باہر ہی کذا فی الاصل ص اگر ایک لڑکا خاوند اور جورو
کے پاس ہی ف اس قسم کا کہ وہ اپنا حال بیان نہین کرسکتا ہی در مختار ص اور زوج اور زوجہ دونون نے اوسکا دعوی کیا
ف ایک ساتھ در مختار ص اسطرح پر کہ شوہر یہ کہتا ہی کہ یہ لڑکا بیٹا میرا ہی تیرے سوا اور دوسری زوجہ سے اور جورو یہ کہتی ہی کہ میرا
بیٹا ہی تیرے سوا اور دوسرے خاوند سے تو وہ دونون کا بیٹا قرار دیا جاویگا ف اور جو وہ لڑکا خود اپنا حال بیان کرسکتا ہو تو جسکی
تصدیق کریگا اوسی کا بیٹا قرار دیا جاویگا در مختار ص اگر زید نے ایک لونڈی خریدی اور اوسکا لڑکا زید سے ہوا اور زید نے
اوسکا دعوی بھی کیا ف یعنی یہ کہا کہ یہ میرا لڑکا ہی اسلیے کہ لونڈی کا فراش ضعیف ہی نسب اوسمین بدون دعوے کے ثابت نہین
ہوتا ص بعد اوسکے وہ لونڈی کسی کی نکلی اور ثابت ہوگیا تو لڑکا آزاد ہوگا اور باپ کو یعنی زید کو قیمت ولد کے مستحق کو دینا پڑیگی ف
اسواسطے کہ ... مغرور یعنی فریب مین آیا ہوا ہی اور ولد مغرور کا آزاد ہوتا ہی قیمت سے اور مراد مغرور سے وہ شخص ہی جو ایک عورت سے
صحبت کرے اوسکی ملکیت مین یا ملک نکاح پر اعتماد کرکے پھر وہ عورت اوسکی جنبی بعد اوسکے وہ عورت کسی اور کی مملوک نکلی اور اسکو

مغرور بیلے کہتے ہین کہ بائع نے زید کو دھوکا اور فریب دیا اور اوسکے ہاتھ ایسی لونڈی بیچی جو ملک اوسکی نتھی کذا فی الاصل
ص اور قیمت لڑکے کی وہ معتبر ہوگی جو روز خصومت اوسکی قیمت ہوگی تو اگر وہ لڑکا مرگیا تو اوسکے باپ پر کچھ لازم نہوگا
ف بلکہ صرف لونڈی مستحق کو حوالہ کریگا ص اور ترکہ اوس لڑکے کا باپ کو ملیگا تو اگر اوس لڑکے کو خود باپ نے قتل کر ڈالا
یا کسی اور نے قتل کیا ف اور باپ نے دیت اوسکی بقدر اوسکی قیمت کے یا زیادہ کے لی او جو قیمت سے کم دیت لیگا تو اوسپر
تاوان اوسی کے موافق آویگا دیکھنا ص تو تاوان دے اوسکا باپ قیمت کا مستحق کو اور وہ قیمت اپنی بائع سے پھیر لیوے
جیسے ثمن لونڈی کا پھیر لیگا اور عقر اوس لونڈی کا بائع سے نہ پھیرے اگرچہ مستحق کو اوسنے عقر دیا ہووے **مسائل ملحقہ**
تناقض موضع خفا مین اور نسب مین عفو ہے مثلاً ایک شخص نے کہا کہ مین اوسکا وارث نہین ہون پھر اوسنے دعوی کیا کہ مین
اوسکا وارث ہون اور وجہ وراثت کی بیان کی تو دعوی صحیح ہو جاویگا اسی طرح اگر ایک شخص نے ایک عورت کو کہا کہ یہ میری
شیر خوارہ ہے پھر اپنی خطا کا معترف ہوا تو اوسکا دعوی خطا صحیح ہے بشرطیکہ ثابت رہا مقر کا اپنے اقرار پر اوسکے قول سے یا گواہون سے
ثابت نہووے اسی طرح اگر ورثہ نے زوجہ کی تصدیق کی زوجیت مین اور میراث دیدی پھر میراث کے پھیر لینے کا دعوی کیا اس بنا پر
کہ مورث نے اوسکو طلاق دیدیا تھا تو یہ دعوی مسموع ہوگا اسی طرح ایک شخص نے اگھر کو کرایہ لیا عرصے بعد اوسکے مدعی ہوا
اسبات کا کہ یہ گھر میرا ہے اور مجکو میرے باپ کے ترکے سے پہونچتا ہے تو دعوی مسموع ہوگا اسی طرح اگر ایک عورت نے خلع کیا اپنے خاوند
سے اور بدل خلع دیا بعد اوسکے مدعی ہوئی اسبات کی کہ خاوند مجکو پہلے خلع سے طلاق بائن دیچکا تھا تو یہ دعوی سنا جاویگا اور
بدل خلع پھروا دیا جاویگا اسی طرح اگر ایک کپڑا رومال مین لپٹا ہوا کرایہ کو لیا بعد اوسکے جب کھولا تو مدعی ہوا اسبات کا کہ یہ کپڑا میرا ہے
تو یہ دعوی سنا جاویگا کذا فی الحموی باختصار اگر مدعی یا مدعی علیہ نے نام کے بیان کرنے مین غلطی واقع ہوئی پھر اوسکا تدارک کر دیا
تو صحیح ہے اسواسطے کہ ایک شخص کے دو نام ہو سکتے ہین کذا فی العالمگیریہ جو شخص دعوی کرے اپنے باپ کے حق کا ایک شخص پر
تو مدعی علیہ خواہ حق کا انکار کرتا ہو یا اقرار تو لازم مدعی کو چاہیئے کہ اپنا نسب ثابت کرے مدعی علیہ کے سامنے اور اگر دعوی کرے میراث کا
تو اگر مدعی علیہ معترف ہوا اوسکے نسب کا اور مال کا تو قاضی حکم کرے مدعی علیہ کو مال دینے کا اور یہ حکم اوسکے باپ پر نافذ نہوگا یہانتک
کہ اگر مدعی کا باپ زندہ آوے تو وہ مال مدعی علیہ سے لیوے اور مدعی علیہ مدعی سے پھیر لیوے اور اگر مدعی علیہ منکر ہوا اوسکے نسب
کا تو مدعی سے گواہ طلب ہونگے اثبات نسب کے اور اوسکے مورث کی موت پر اور اگر گواہون سے عاجز ہووے تو مدعی علیہ سے قسم لیجاویگی
اسطرح کہ مین نہین جانتا یہ بات کہ یہ فلانے کا بیٹا ہے اور وہ مرگیا ہے اگر اوسنے قسم کھالی تو دعوی مدعی ساقط ہوگیا اور اگر نکول کیا
یا مدعی نے اپنا نسب اور موت مورث گواہون سے ثابت کیا تو اب مدعی سے گواہ طلب ہونگے اثبات مال پر اگر اوسنے گواہ قائم کیے
تو دعوی اوسکا ثابت ہوگیا اب مدعی علیہ پر حکم کر دیا جاویگا اوس مال کا اور اگر گواہون سے عاجز ہوا تو مدعی علیہ سے بطور قطع اور
یقین کے حلف لیجاویگی اگر اوسنے حلف کرلی تو بہتر ہے ورنہ اگر نکول کیا تو مال کا اوسپر حکم کر دیا جاویگا کذا فی جامع الفصولین
ملخصاً اگر ایک شخص نے دعوی کیا سگے بھائی ہونیکا تو دادا کا نام ذکر کرنا ضرور نہین اور اگر چچازاد بھائی ہونیکا دعوی کیا
تو دادا کا نام بیان کرنا ضرور ہے اگر ایک شخص نے اپنا دین میت پر گواہون سے ثابت کیا تو وہ دین سب وارثون کے
حصے سے لیا جاویگا اور اگر کسی وارث کے اقرار سے ثابت کیا تو جس وارث نے اقرار کیا ہے اوسی کے حصے سے دین وصول

بیان عفو تناقض موضع خفا

بیان دعوی میراث

کیا جاویگا بقدر اوسکے حصے کے کذا فی الدر المختار و حواشیہ مسائل شہادت نفی پر مقبول نہین ہے مثال اسکی یہہ ہے کہ مدعی گواہ لایا اس امر پر کہ مدعی علیہ نے فلان تاریخ فلان روز اتنے روپے مجھسے قرض لیے تھے تو مدعی علیہ گواہ لایا اس امر پر کہ مین اوس تاریخ کو اس جگہہ تھا ہی نہین بلکہ دوسری جگہہ تھا تو یہ شہادت مقبول نہوگی اسواسطے کہ اوس جگہہ نہونا نفی ہے بلحاظ صورت اور معنی دونون کے اور قول دوسکا کہ مین دوسری جگہہ تھا نفی ہے بلحاظ معنی کے اور اصل اسکی مذکور ہے روایت نوادر مین امام ابو یوسف سے کہ گواہی دی دو مردون نے ایک شخص کے قول یا فعل پر تو لازم آجاویگا وہ قول اور فعل مدعی علیہ پر برابر ہے کہ اجارہ ہو یا کتابت یا طلاق یا عتاق یا قتل یا قصاص کسی مکان یا وقت یا صفت مین تو اگر گواہ لایا مشہود علیہ اس امر پر کہ وہ اوس جگہہ تھا اوسدن تو یہ شہادت مقبول نہوگی لیکن محیط مین مذکور ہے کہ اگر نہونا اوسکا متواتر ہو جاوے لوگون کے نزدیک اور جانتے ہون سب لوگ کہ وہ اوسوقت اوس جگہہ مین نتھا تو دعوی اوسپر مسموع نہوگا اور حکم کر دیا جاویگا مدعی علیہ کے برأت ذمہ کا اسواسطے کہ لازم آتی ہے تکذیب اوس امر کی جو ثابت ہے بالبداہتہ اور اوس مین شک نہین ہو سکتا اسیطرح حال ہے ہر شہادت کا جو قائم ہو اس امر پر کہ فلانے نے یہ قول نہین کیا یا یہ کام نہین کیا تو یہ شہادت مقبول نہوگی ایسا ہی ہے بزازیہ مین کذا فی اللحقیہ لیکن صاحب اشباہ نے شہادت علی النفی سے دس مسائل کو مستثنی کیا ہے کہ اونمین شہادت نفی پر مقبول ہے منجملہ اوسکے یہ صورت ہے کہ خاوند نے عورت کے طلاق کو ایک امر عدمی پر معلق کیا اور شہادت اوسپر گذری تو یہ شہادت مقبول ہو جاویگی اور یہ صورت ہے کہ شاہدین نے شہادت دی میراث کی اور یہ کہا کہ سوا اسکے اور کوئی وارث نہین ہے تو یہ شہادت مقبول ہوگی اسیطرح شہادت نفی متواتر پر مقبول ہے باقی صورتین اگر دیکھنا منظور ہین تو اشباہ کو مطالعہ کرے مسائل مدعی علیہ نے اقرار کیا دین کا پھر مدعی ہوا ادا کا ایک ہی مجلس مین تو مقبول نہوگا اور اگر مدعی اور مدعی علیہ دونون کی مجلس بدل گئی پھر دعوی کیا ادا دین کا اور قائم کیے گواہ اوسپر تو یہ دعوی مسموع ہوگا بشرطیکہ دعوی ایفا کا قبل اقرار کے نہووے ورنہ باطل ہوگا اور جو دعوی کرے ادا دین کا بعد انکار دین کے تو مقبول ہے باتفاق جیسا کہ اوپر گذر چکا حموی

کتاب الاقرار

اقرار کا حجت ہونا قرآن مجید سے ثابت ہے فرمایا اللہ تعالی نے وَلْيُمْلِلِ الَّذِي عَلَيْهِ الْحَقُّ چاہیے کہ اقرار کرے وہ شخص جسپر حق ہے تو اگر اقرار حجت نہوتا تو اس حکم کے کچھہ معنی نہوتے اور حدیث سے فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قُلِ الْحَقَّ وَلَوْ كَانَ مُرًّا یعنی تو ٹھیک کہہ اگرچہ تلخ ہو روایت کیا اوسکو ابن حبان نے بسند صحیح ابو ذر سے اور حکم کیا حضرت نے ماعز پر رجم کا بسبب اقرار زنا کے اور اجماع سے کیونکہ اجماع کیا امت محمدیہ نے کہ اقرار حجت ہے مقر کے حق مین یہان تک کہ ثابت کیا انہون نے حد اور قصاص کو اقرار مقر سے تو مال بطریق اولی ثابت ہوگا اور عقل سے اسواسطے کہ شخص عاقل اپنی ذات پر جھوٹا اقرار نکریگا جس چیز مین اوسکی مضرت جان یا نقصان مال ہووے تو ترجیح ہوئی جانب صدق کو اوسکی ذات کے حق مین بسبب نہونے تہمت کے اور کمال ولایت کے طحطاوی معزیادۃ ص اقرار کہتے ہین خبر دینے کو اس بات کی کہ غیر کا حق مجھپر لازم ہے ف جو شخص اقرار کرے اوسکو مقر کہتے ہین اور جسکے حق کو اپنے اوپر ثابت کرے اوسکو مقر لہ کہتے ہین اور جس چیز کا اقرار کرے اوسکو مقر بہ کہتے ہین ص حکم اقرار یہ ہے کہ مقر بہ اوسکے بیان سے ظاہر ہوتا ہے نہ یہ کہ اقرار انشا ہے مقر کے ہونیکا

ف یعنی اقرار سے غرض اور غایت یہ ہی کہ ایک حق لازم کو ظاہر کرے نہ یہ کہ بالفعل اوسکو پیدا کرے جیسے انشاء عقود ہوتی ہیں
آگے اسی حکم پر تفریع کرتا ہی ص تو اگر کسی نے اقرار کیا کہ مسلمان کا خمر میرے پاس ہی تو صحیح ہی اور اگر اقرار انشا ہوتا تو یہ اقرار صحیح
نہوتا کیونکہ لازم آتا انشاء تملیک خمر واسطے مسلم کے اور یہ صحیح نہیں ہی اور جو کسی نے اقرار کیا طلاق اور عتاق کا زبردستی
سے تو یہ اقرار صحیح نہوگا اور اگر اقرار انشا ہوتا تو صحیح ہو جاتا اسواسطے کہ زبردستی سے طلاق اور عتاق واقع ہو جاتے
ہیں ف یعنی جبر سے اگر کوئی شخص اپنی زوجہ کو طلاق یا غلام کو آزاد کر دے تو طلاق اور عتاق نافذ ہو جاوینگے جیسا کہ بیان
اسکا کتاب الاکراہ میں آویگا در مختار وغیرہ میں اور مسائل بھی اسپر متفرع کیے ہیں اونمیں سے یہ ہی کہ اگر ایک شخص نے غیر کے مال کا
دوسرے کے لیے اقرار کیا تو وہ مال جب مقر کے پاس آویگا مقر لہ کو دلایا جاویگا اور زوجیت کا اقرار زوجہ کیطرف سے بلا شہود
صحیح ہی اور اگر مقر لہ نے مقر کا اقرار رد کیا پھر قبول کیا تو صحیح نہیں ہوگا مگر جو عقود لازم ہیں جیسے نکاح وغیرہ اونمیں اقرار رد
نہوگا اور جب مقر لہ نے اقرار مقر کا قبول کر لیا بعد اوسکے رد کیا تو رد نہوگا اگر مقر نے ایک دفعہ اقرار کیا اور مقر لہ نے اوسکو رد کر دیا
بعد اوسکے دوسری بار پھر مقر نے اقرار کیا اور مقر لہ نے تصدیق کی تو یہ دوسرا اقرار لازم ہوگا ایک شخص نے دوسرے پر دعوی کیا
محض بر بنا اقرار مدعی علیہ کے ایک شی معین کا تو یہ دعوی مسموع نہوگا مگر جب مدعی یوں کہے کہ یہ شی میری ملک ہی اور مدعی علیہ نے اوسکا
اقرار کیا ہی میرے واسطے یا یوں کہے کہ میرا اوسپر آتا ہی اور اسیطرح اوسنے اقرار بھی کیا ہی تو دعوی مسموع ہوگا باتفاق اسواسطے کہ
مدعی نے اقرار مدعی علیہ کو سبب وجوب ملک کا نہیں ٹھہرایا پھر اگر مدعی علیہ انکار کرے تو بقول مفتی بہ حلف اصل مال پر لیا جاویگا
نہ اقرار پر البتہ اگر مدعی نے دعوی کیا مدعی علیہ پر ایک شی کا اور مدعی علیہ نے گواہ قائم کیے اس امر پر کہ مدعی نے اقرار کیا تھا اس
بات کا کہ میرا کچھ حق مدعی علیہ کیطرف نہیں ہی تو یہ دعوی مدعی علیہ کا مسموع ہوگا ص جس شخص آزاد عاقل بالغ نے ف حالت
بیداری میں خوشی سے یا غلام ماذون یا صبی ماذون یا معتوہ ماذون نے در مختار ص اقرار کیا کسی حق معلوم یا مجہول
کا تو صحیح ہی لیکن مقر پر لازم ہوگا کہ اوس شی مجہول کو بیان کرے قیمت دار چیز سے پھر اگر مقر لہ اوس سے زیادہ کا دعوی کرے اور گواہ
نرکھتا ہو تو قول مقر کا قسم سے مقبول ہوگا ف حاصل کلام یہ ہی کہ جہالت مقر بہ کی مانع صحت اقرار نہیں ہی البتہ جہالت مقر
یا مقر لہ کی مانع ہی تو جس صورت میں مقر بہ مجہول ہوگا تو مقر جبر کیا جاویگا اوسکے اظہار اور بیان پر اور جب مقر یا مقر لہ مجہول ہوگا
تو اقرار ہی صحیح نہوگا ص اگر مقر نے یہ کہا کہ فلان کا کچھ میرے پر مال ہی تو ایک درم سے کم میں اوسکی تصدیق نہوگی اور جو یہ کہا کہ فلان کا
میرے اوپر بڑا مال ہی تو سونے اور چاندی میں مقدار نصاب زکوۃ سے ف یعنی بیس دینار اور دو سو درم سے ص کم
اور اونٹوں میں پچیس اونٹوں سے کم میں اور سوا انکے اور مالوں میں قیمت نصاب کی قیمت سے کم میں تصدیق نکیجاوگی ف
در مختار میں ہی کہ اگر مقر مفلس ہوگا تو نصاب سرقہ سے کم میں تصدیق نہوگی اور مقدار نصاب سرقہ میں تصدیق ہو جاسکتی ہی
اور اس قول کی تصحیح بھی ہوئی ہی ص اور تین نصاب زکوۃ سے کم میں تصدیق نہوگی اگر مقر نے یوں کہا کہ علی اموال عظام
یعنی مجھ پر بڑے اموال ہیں ف اور اگر اموال عظام کی تفسیر غیر مال زکوۃ یعنی کپڑوں وغیرہ سے کریگا تو تین نصابوں
کی قیمت معتبر ہوگی در مختار ص اور دراہم کے اقرار میں تین درم سے کم میں اور دراہم کثیرہ کے اقرار میں دس درم سے
کم میں تصدیق نہوگی یہ مذہب امام صاحب کا ہی اور صاحبین کے نزدیک نصاب سے کم میں تصدیق نہوگی اگر مقر نے کہا

کہ علی کذا درہما تو ایک درہم لازم آویگا اور جو کہا کذا کذا درہما **ق** گیارہ درہم لازم آوینگے اور جو کہا کذا وکذا درہما واو عطف کے ساتھ تو اکیس درہم لازم آوینگے اور جو کہا کذا کذا درہما تب بھی گیارہ لازم آوینگے اور جو کہا کذا وکذا وکذا تو ایک سو اکیس درہم لازم آوینگے اور جو کہا کذا وکذا وکذا وکذا تو ایک ہزار ایک سو اکیس لازم آوینگے **ف** وجہین ان مسائل کی ہدایہ مین مذکور ہین اور وہ متعلق ہین خاص زبان عرب سے ہماری زبان مین اسکا کچھ لحاظ نہوگا **ص** اگر کہے کہ مجھپر یا میری طرف فلانے کا اتنا ہے تو یہ قرض پر محمول ہوگا البتہ اگر امانت کا لفظ اوسکے ساتھ کہیگا تو امانت شمار کیجاویگی اور اگر اوسکے بعد کہیگا تو بھی شمار کیا جاویگا ہان اگر یون کہا کہ تیرے پاس یا میرے ساتھ یا میرے گھر مین یا میری تھیلی مین یا میرے صندوق مین فلانے کا اتنا ہے تو امانت پر محمول ہوگا **ف** اور جو کسی نے کہا کہ میرا سب مال اوسکا ہے یا جسکا مین مالک ہون وہ اوسکا ہے یا اوسکو میرے مال میں سے یا میرے دراہم مین سے اتنا ہے تو یہ ہبہ سمجھا جاویگا نہ اقرار تو ضروری ہے اتمام ہبہ کے لیے کہ قائل بعد اس قول کے وہ مال اوسے تسلیم کرے **درمختار ص** زید نے عمرو سے کہا کہ تجھپر میرے ہزار روپے ہین عمرو نے اوسکے جواب مین یہ کہا کہ اونکو وزن کرلے یا پرکھ لے یا مجھے اونکی مہلت دے یا مین تجکو وہ دے چکا ہون یا تو نے مجکو وہ روپے معاف کردیے ہین یا خیرات کردیے ہین یا ہبہ کردیے ہین یا بیچے اون روپیون کا حوالہ کردیا ہے تجھے زید پر ان سب کلمات سے عمرو کا اقرار ثابت سمجھا جاویگا اور جو عمرو نے بغیر ضمیر کے کہا تو اقرار نہوگا **ف** یعنی اون روپیون کیطرف ضمیر نہین پھیری بلکہ اتنا کہا کہ تو پرکھ لے یا وزن کر لے الی آخرہ تو اقرار نہوگا وجہ اوسکی اصل مین مذکور ہے اور جو زید نے عمرو سے کہا کہ میرے تجھپر ہزار روپے ہین اور عمرو نے اوسکے جواب مین سر سے اشارہ کیا تو یہ اشارہ اقرار نہوگا اگر زبان سے بولنے پر قادر ہے **درمختار ص** اگر کوئی اقرار کرے اپنے اوپر ایک میعادی قرض کا اور مقرلہ کہے کہ تجھے بالفعل دینا ہے تو مقرلہ کا قول قسم سے مقبول ہوگا **ف** اگر مقر کے پاس گواہ نہون میعاد کے **ص** یعنی مقرلہ کو قسم دلاوینگے اس امر پر کہ یہ قرض میعادی نہین ہے تو جب وہ قسم کھالیگا تو قرض بالفعل دلایا جاویگا **ف** برخلاف اوس صورت کے کہ مقر نے کالے روپیون کا اقرار کیا تو ویسی ہی روپے اوسپر لازم آوینگے جیسے ضامن کا اقرار ساتھ دین میعادی کے کہ اوسمین قول ضامن ہی کا معتبر ہوگا اگر زید نے عمرو سے ایک چیز خریدی یا مول چکالیا یا امانت لی یا عاریت لی یا اوسکی ہبہ اور کرایہ لینےکی درخواست کی یا عمرو کے وکیل سے یہ امور کیے تو گویا زید نے اقرار کرلیا اس بات کا کہ وہ چیز مملوک ہے عمرو کی اب اگر زید اپنے لیے خواہ دوسرے کیطرف سے وکالتا یا وصایتا اوس شی کا مدعی ہو عمرو پر تو یہ دعوی نہ سنا جاویگا بسبب تناقض کے البتہ اگر زید نے سب دعوون سے عمرو کو ابراء عام کیا پھر عمرو پر دعوی کیا کسی اور کا غیر بنکر یا وصی بنکر اپنے موکل یا صغیر کے لیے تو درست ہے **درمختار ص** ایک شخص نے کہا کہ مجھپر ایک سو اور ایک روپیہ ہے تو سو سے بھی مراد روپے ہونگے یعنی ایک سو ایک روپیہ کا اقرار ہوا اور اگر یہ کہے کہ سو اور ایک کپڑا ہے تو یہ پوچھا جاویگا کہ سو سے کیا مراد ہے اسی طرح سو اور دو کپڑون کے اقرار مین اور اگر یون کہے کہ میرے اوپر مائۃ وثلثۃ اثواب یعنی سو اور تین کپڑے ہین تو سو سے بھی مراد کپڑے ہونگے اور جو ایک شخص نے اقرار کیا ایک گھوڑے کے غصب کا طویلے کے اندر تو صرف گھوڑا اوسپر لازم ہوگا **ف** نہ طویلہ اسواسطے کہ غیر منقول ہے شیخین کے نزدیک غصب نہین ثابت ہوتا قاعدہ کلیہ ان مسائل کا یہ ہے کہ جو چیز ظرف ہونیکے لائق ہے اگر منقول ہے تو ظرف اور مظروف دونون مقر پر لازم آوینگے اور اگر غیر منقول ہے تو صرف مظروف

لازم آویگا اور جو ظرف ہونیکے لایق نہین ہی جیسے یون کہے کہ فلانے کا مجھپر ایک درم ہی درم کے اندر تو صرف اول لازم ہوگا نہ ثانی حسب مختار **ص** اور جو اقرار کیا ایک انگوٹھی کا تو اوسکا حلقہ اور نگین دونون لازم آوینگے اور تلوار کے اقرار مین اوسکا پھل اور پرتلہ اور میان لازم آویگا اور مسہری کے اقرار مین اوسکی لکڑیان اور پردہ بھی لازم آوینگے اور جو اقرار کیا چھوہارہ کا ٹوکرے مین یا کپڑے کا رومال مین یا کپڑے مین **ف** یا غلے کا کشتی مین یا گون مین ہدایہ **ص** تو ظرف اور مظروف دونون اوسپر لازم آوینگے اور جو اقرار کیا ایک کپڑے کا دس کپڑون مین تو صرف ایک ہی کپڑا لازم ہوگا نزدیک شیخین کے اسواسطے کہ دس کپڑے ایک کپڑے کے تابع نہین ہوسکتے اور امام محمد کے نزدیک گیارہ کپڑے لازم آوینگے اسواسطے کہ نفیس کپڑا کبھی کپڑون کے بیچ مین ہوتا ہی اور جو اقرار کیا کہ مجھپر پانچ کپڑے ہین پانچ کپڑون مین اور نیت کی ضرب کی تو صرف پانچ کپڑے لازم آوینگے اور اگر نیت کی پانچ کی ساتھہ پانچ کے تو دس دینے ہونگے اور حسن بن زیاد کے نزدیک پچیس کپڑے لازم آوینگے اور جو یہ کہا کہ فلانے کے میرے اوپر ایک درہم سے دس درہم تک ہین یا ایک اور دس کے بیچ مین تو نو درہم لازم آوینگے امام ابو حنیفہ کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک پورے دس درہم اور زفر کے نزدیک آٹھ درہم اور اگر یون کہے کہ فلانے کا اس گھر مین بیچ اس دیوار سے کر اس دیوار تک ہی تو دونون دیوارین داخل نہونگی صحیح ہی اقرار حمل کا دوسرے کے لیے **ف** مثلاً یہ کہے کہ میری اس لونڈی یا بکری کا حمل فلانے کے لیے ہی **ص** اور یہ اقرار محمول کیا جاویگا وصیت پر یعنی ایک شخص وصیت کر گیا اپنی لونڈی یا بکری کے حمل کی کسی اور شخص کے لیے بعد اوسکے موصی مر گیا تو اب اوسکا وارث یعنی مقر اقرار کرتا ہی اوس حمل کا غیر یعنی موصی لہ کے واسطے اسی طرح صحیح ہی اقرار حمل کے لیے مثلاً کہے کہ فلانی عورت کے حمل کے میرے اوپر ہزار درم ہین بشرطیکہ کوئی ایسا سبب بیان کرے جس سے وہ مال حمل کا ہوسکے جیسے وصیت یا میراث اسلیے کہ وصیت حمل کے لیے صحیح ہی اور اسیطرح حمل وارث بھی ہوتا ہی پھر اگر وہ عورت وقت اقرار سے چھہ مہینے سے کم مین ایک بچہ زندہ جنے یا دو بچہ زندہ جنے تو وہ مال اون کا ہوجاویگا اور اگر مردہ جنے تو وہ مال موصی اور مورث کا ہوگا تو اونکے وارثون مین تقسیم ہوگا اور اگر ایسا سبب بیان کرے جو حمل سے نہین ہوسکتا جیسے کہ یون کہے کہ اوس حمل کو ہبہ کیا تھا یا بیچنے اوس حمل کا ولی ہوکر اس چیز کو خرید کیا یا بیچنے اوسکے ہاتھہ یہ چیز بیچ کی ہی یا بیچنے اوس سے قرض لیا ہی یا بالکل سبب بیان نکرے تو یہ اقرار لغو ہوجاویگا **ف** باتفاق ائمہ ثلثہ **ص** اگر اقرار کرے کسی چیز کا بشرط خیار مثلاً یون کہے کہ فلانے کے مجھپر ہزار درہم ہین لیکن اس شرط پر کہ مجکو تین دن تک اختیار ہی تو اقرار صحیح ہوگا اور شرط خیار محض باطل ہوگی **ف** اسواسطے کہ اختیار فسخ کے لیے ہوتا ہی اور اقرار قابل فسخ کے نہین ہی **ص** اگر ایک شخص نے اقرار کیا بعد اوسکے دعوی کیا کہ مینے جھوٹھہ کہا تھا تو طرفین کے نزدیک اوسکے اس قول کیطرف التفات نہوگا لیکن فتوی ابو یوسف کے قول پر ہی کہ مقر لہ سے حلف لیجاویگی اس امر پر کہ مقر نے جھوٹھہ نہین بولا تھا اسی طرح ہی اگر مقر کے وارث نے دعوی کیا کہ میرے مورث نے جھوٹھہ کہدیا تھا تو بعضون کے نزدیک وارث کے اس قول پر لحاظ نہوگا اور اصح یہ ہی کہ مقر لہ سے بیان بھی اوسی طور پر حلف لیجاویگی اور اگر مقر لہ مر گیا ہی تو اوسکے وارثون سے علم پر قسم لیجاویگی یعنی یون کہ ہم نہین جانتے کہ مقر نے یہ اقرار جھوٹھہ کیا تھا **مسائل ملحقہ** کتابت اقرار کا حکم رکہتا مثل اقرار کے ہی اسواسطے کہ جیسے اقرار زبان سے ہوتا ہی ویسے ہی اونگلیون کے لکھنے سے بھی ہوتا ہی تو اگر ایک شخص نے منشی سے کہا کہ خط لکھہ میرے اس اقرار کا کہ مجھپر ہزار درم ہین یا لکھہ میرے گھر کا بیعنامہ یا میری عورت کا طلاق نامہ تو اقرار صحیح ہوگیا خواہ منشی اوسکو لکھے یا نلکھے

اگر مدعی علیہ نے اقرار کیا مال کا ایک گواہ کے سامنے پھر دوسری بار دوسرے گواہ کے سامنے تو یہ گواہی صحیح ہو سکتی ہے اگر
مدعی علیہ نہ اقرار کرے نہ انکار تو قاضی اوسکو قید کرے یہان تک کہ یا اقرار کرے یا انکار بابت جب اقرار کیا اسبات
کا کہ یہ میرا بیٹا ہے اور ماں اوسکی آزاد ہے تو یہ اقرار فرزندی کا اقرار ہوگا اوس عورت کے منکوحہ ہونے کا برخلاف
مہر کے اقرار کے کہ وہ اقرار بالنکاح نہوگا کذا فی الدر المختار و الطحطاوی و القنیۃ ملتقطا مع اصلہ

باب استثنا کے بیان میں

یعنی اقرار میں سے کچھ نکال لینے کے بیان میں ص جس چیز کا اقرار کیا ہو اوس میں سے کسی قدر کو استثنا کرنا یعنی نکال ڈالنا صحیح ہے
بشرطیکہ یہ استثنا متصل ہووے اقرار سے ف مثلاً کہے کہ زید کے مجھ پر دس روپے ہیں دو کم تو دو کم کو ساتھ ہی اگر کہے گا
تو یہ استثنا صحیح ہوگا ص اور بعد استثنا کے جو باقی رہیگا وہ مقر پر لازم آویگا ف مثلاً مثال مذکور میں آٹھ روپے لازم آوینگے
ص اور جو سب کا استثنا کرے سب تو باطل ہے ف مثلاً کہے کہ میرے اوپر ہزار روپیہ ہزار کم آتے ہیں ص
اور اوس پر سب لازم آوینگے ف تو مثال مذکور میں ہزار پورے دینے ہونگے ص جو چیزیں ناپی یا تلتی ہیں اونکو
روپیوں میں سے استثنا کرنا درست ہے تو اوس قدر کی قیمت کم کر کے باقی روپے دینا ہونگے اور انکے سوا اور چیزوں کو نکالنا درست
نہیں ہے مثلاً اگر کہا کہ میرے اوپر سو درہم ہیں ایک دینار کم یا ایک قفیز گیہوں کم تو استثنا صحیح ہوگا اور سو درہم میں سے
قیمت ایک دینار اور قفیز کی مجرا کر کے باقی درہم دینا ہونگے اور جو کہا میرے اوپر سو درہم ہیں ایک کپڑا کم تو یہ استثنا صحیح نہوگا
نزدیک شیخین کے اور امام محمد کے نزدیک کسی صورت میں صحیح نہوگا اور شافعی کے نزدیک سب صورتوں میں صحیح ہوگا ص اگر
اقرار کیا ایک امر کا اور اوسکے ساتھ انشاء اللہ تعالی ملا دیا تو اقرار باطل ہو جاویگا اگر کسی نے دار کے اقرار میں سے عمارت کا استثنا
کیا تو صحیح نہوگا یعنی زمین اور عمارت اوس دار کی دونوں مقر لہ کی ہو جاوینگی البتہ اگر یوں کہے کہ عمارت میری ہے اور صحن
تیرا ہے تو جیسا کہیگا ویسا ہی ہوگا اور انگشتری کا نگینہ اور باغ کے درخت مثل عمارت کے ہیں ف یعنی اگر کسی نے کہا کہ یہ انگشتری فلانے
کی ہے مگر نگین میرا ہے یا یہ باغ اوسکا ہے مگر درخت کھجور کے جو اوس میں ہیں میرے ہیں تو یہ استثنا صحیح نہیں البتہ اگر یوں کہیگا کہ اس انگوٹھی
کا چھلا اوسکا ہے اور نگین میرا ہے یا زمین اس باغ کی اوسکی ہے اور درخت کھجور کے میرے ہیں تو جیسا کہے ویسا ہی ہوگا کذا فی الاصل
ص اور اگر کہا کہ اوس شخص کے میرے اوپر ہزار روپے ہیں ایک غلام کی قیمت کے کہ ابھی تک میں نے اوس غلام پر قبضہ نہیں کیا ہے
تو اگر ایک غلام معین کو ذکر کیا ہے اس صورت میں مقر لہ نے اگر وہ غلام مقر کے حوالہ کیا تب مقر کو ہزار روپے دینا پڑینگے اور اگر غلام
نہیں دیا تو کچھ نہ دینا ہوگا اور اگر غلام معین کو نہ کہا ہو تو مقر پر ہزار روپے واجب ہوگئے اور یہ قول اوسکا کہ میں نے ابھی اوس غلام
پر قبضہ نہیں کیا لغو ہو جاویگا ف امام صاحب کے نزدیک برابر ہے کہ اس قول کو اوس کلام کے ساتھ کہے یا بعد کہے کیونکہ اوس نے
جب انکار کیا قبض کا ایک شی غیر معین میں تو گویا منکر ہوا وجوب ثمن کا اسواسطے کہ جہالت مبیع مثل ہلاک مبیع کے ہے تو ثمن واجب نہوگی
تو یہ رجوع ہو گیا اقرار سے اور وہ مسموع نہیں اور صاحبین کے نزدیک اگر یہ قول اوس اقرار سے ملا ہوا ہے تو اس صورت میں تصدیق
اوسکی کیجاویگی کیونکہ یہ بیان تغیر ہے انکے نزدیک کذا فی الاصل ص جس طرح مقر نے یوں کہا کہ میرے اوپر ہزار روپے فلانے کے ہیں
بابت شراب یا سور کے ف یا جوے کے مال کے یا آزاد کی قیمت کے یا مردے کے یا خون کے ثمن تمنا ص تو مقر پر

ہزار روپے لازم ہونگے اور یہ قول لغو ہو جاویگا **ف** امام صاحب کے نزدیک اگرچہ اوسکو اقرار کے ساتھ ملا کر کہے یا جدا کر کے اور نزدیک صاحبین کے اگر ملا کر کہے گا تو اوسکی تصدیق کیجاویگی لیکن یہ صورت جب ہے کہ مقرلہ ان اقوال کا منکر ہو اور جو وہ مقر کی تصدیق کرے یا مقر گواہ قائم کرے ان امور پر تو اب ہزار روپے اوسکو لازم نہونگے در مختار **ص** اور اگر کہے کہ میرے اوپر ہزار روپے ہیں بابت قیمت اسباب یا قرض کے اور وہ روپے زیوف یا نبہرجہ یا ستوقہ یا رصاص ہیں تو کھرے ہزار روپے اوسکو دینا ہونگے **ف** امام صاحب کے نزدیک برابر ہے کہ یہ قول اقرار کے ساتھ ملا ہوا ہو یا جدا ہو اور صاحبین کے نزدیک وصل کی صورت میں تصدیق کیجاویگی اسواسطے کہ یہ قول رجوع ہے اقرار سے امام صاحب کے نزدیک اور بیان تغییر ہے صاحبین کے نزدیک کذا فی الاصل **ص** اور اگر کہے کہ میرے اوپر فلانے کے ہزار روپے ہیں جو میں نے اوس سے غصب کیے تھے یا اوسنے امانت رکھائے تھے مگر وہ روپے زیوف یا نبہرجہ ہیں تو اوسکی تصدیق کیجاویگی برابر ہے کہ وصل کرے یا فصل کرے اور اگر کہے کہ وہ روپے ستوقہ یا رصاص تھے تو در صورت وصل اوسکی تصدیق ہوگی اور در صورت فصل اوسکی تصدیق نہوگی **ف** وجہ فرق اصل میں مذکور ہے **ص** جو شخص اقرار کرے ایک کپڑے کے غصب کا پھر عیب دار کپڑا لاوے اور کہے کہ یہی چھینا تھا تو اوسکا قول معتبر ہوگا یا اقرار کرے اس امر کا کہ فلانے کے مجھپر ہزار درم ہیں اتنے کم تو اگر یہ استثنا ملا کر کیا ہے تو قول اوسکا معتبر ہوگا اور جو ٹھہر کے کیا تو استثنا باطل ہوگا اور پورے ہزار دینا ہونگے اور جو کہے کہ میں نے تجھ سے ہزار امانتاً لیے تھے وہ تلف ہوگئے اور مقرلہ کہے کہ تو نے غصباً لیے تھے تو مقر پر ضمان ہزار روپیہ کا لازم آویگا اور جو مقر کہے کہ تو نے مجکو ہزار امانتاً دیئے تھے اور مقرلہ کہے کہ تو نے چھین لیے تھے تو مقر پر ضمان لازم نہ آویگا **ف** وجہ فرق یہ ہے کہ صورت اول میں مقر نے اقرار کیا سبب وجوب ضمان کا یعنی لے لینے کا اور ثانی میں اقرار نہیں کیا اسکا بلکہ مقرلہ اوس پر دعوی کرتا ہے غصب کا اور مقر منکر ہے تو قول منکر کا معتبر ہوگا کذا فی الاصل **ص** اگر زید کہے عمرو سے کہ یہ چیز میری تیرے پاس امانت تھی سو میں نے لے لی اور عمرو کہے کہ امانت نہیں تھی بلکہ میری تھی تو عمرو اوس کو زید سے لیوے کیونکہ زید کے اقرار سے قبضہ عمرو کا اوس شی پر ثابت ہے تو ضرور ہے کہ زید اوس شی کو تسلیم کر دیوے عمرو کو پھر اگر زید کو دعوی ہو تو گواہوں سے اپنا دعوی ثابت کرے اور اگر زید یہ کہے کہ میں نے اپنے اس گھوڑے کو یا اس کپڑے کو عمرو کو کرایہ میں دیا تھا سو عمرو اوس گھوڑے پر سوار ہوا اور اوس کپڑے کو پہنا بعد اوسکے مجھے پھیر دیا یا عمرو نے جیسے اس کپڑے کو سینے کے واسطے عوض پر سیا تھا بعد اوسکے میں نے لیا اور عمرو کہے کہ یہ کپڑا یا گھوڑا میرا ہے تو ان صورتوں میں زید کے قول کی تصدیق کیجاویگی **ف** یعنی زید کو یہ حکم ہوگا کہ وہ شی عمرو کے حوالے کر دیوے پھر اوس پر دعوی کرے جیسے کہ مسئلہ امانت میں گذرا بلکہ بیان عمرو کا معتبر ہے کہ گواہوں سے اپنا دعوی زید پر ثابت کرے بعد ثبوت کے اوس چیز کو لیلیوے **ص** اور صاحبین کے نزدیک یہاں بھی زید کو حکم ہوگا کہ وہ چیز عمرو کے حوالے کرے بعد اوسکے گواہوں سے اپنا دعوی ثابت کرے **ف** اور فتوی امام کے قول پر ہے

مسائل ملحقہ

اگر کہے کہ یہ ہزار امانت زید کی ہیں نہیں بلکہ امانت عمرو کی تو ہزار زید کے اسپر ثابت ہوگئے اور اسی قدر یعنی ہزار عمرو کے اوسپر لازم ہوئے اور یہی حکم غصب میں ہے اور اگر مقر لہ ایک شخص ہو اور اوسکے لیے دو اقرار کرے تو جو اقرار از روے مقدار کے زیادہ ہے یا از روے وصف کے افضل ہے لازم ہوگا جیسے کہے کہ اوسکے میرے اوپر ایک ہزار روپے ہیں نہیں بلکہ دو ہزار روپے یا بالعکس تو دو ہزار لازم ہونگے یا اوسکے میرے اوپر

ہزار روپے مین گھٹے نہین بلکہ کسر یا بالعکس تو ہزار رکھے لازم ہونگے کذا فی الدر المختار

باب مریض کے اقرار کے بیان مین

مریض پر جو دین ہو حالت صحت کا خواہ اوس دین کا سبب معلوم ہووے یا صرف اوسکے اقرار سے ثابت ہوا ہو اور جو دین اوسپر واجب ہوا ہو حالت مرض مین اسباب معروفہ سے نہ صرف اوسکے اقرار سے جیسے بدل اوس چیز کا جسکا مریض مالک ہوا یا اس چیز کو مریض نے تلف کیا یا مہر مثل اپنی عورت کا دونون برابر ہین اور ان دونون قسمون کے دین **ف** یعنی دین صحت مطلقاً اور دین مرض باسباب معروفہ **ص** مقدم ہونگا ادا کرنے مین اوس دین پر جو حالت مرض مین صرف مریض کے اقرار سے ثابت ہوا ہووے **ف** یعنی پہلے ترکہ میت مین سے دین صحت مطلقاً اور دین مرض جو اسباب معروفہ سے ہوا ادا کرینگے بعد اوسکے اگر کچھ مال بچیگا تو وہ دین ادا کیا جاویگا جو حالت مرض مین صرف مریض کے اقرار سے ثابت ہوا ہووے اور شافعی کے نزدیک تینون قسم کے دین برابر ہین اور دلیل ہماری اصل مین مذکور ہے **ص** لیکن تینون قسم کے دین میراث پر مقدم ہونگے یعنی ترکہ وارثون مین اوسوقت تقسیم ہوگا جب کہ سب طرح کے دین ادا ہو چکین اگرچہ دین پورے مال کو گھیر لیوین **ف** اسواسطے کہ فرمایا اللہ تعالی نے مِن بَعدِ وَصِیَّۃٍ یُوصِی بِھَا اَو دَینٍ **ص** اور مریض کو یہ جائز نہین کہ بعض قرضخواہون کا قرض ادا کرے نہ بعض کا **ف** اگرچہ یہ دین مہر کا دینا یا اجرت کا ادا کرنا ہو اسواسطے کہ مریض کے مال مین سب دین والونکا حق متعلق ہے تو بعض کو دینے اور بعض کے نہ دینے مین اورون کی حق تلفی ہے مریض کی قید سے معلوم ہوا کہ صحیح سالم شخص جو مجبور نہ ہوا ہو اوسکو یہ جائز ہے کہ اپنے قرضخواہون مین سے کسی کا قرض اول ادا کرے اور دوسرونکا بعد اوسکے تقلیم الحامد **ص** اور باطل ہے مریض کا اقرار اپنے وارث کے واسطے **ف** دین کا یا عین کا اور امام شافعی کے نزدیک صحیح ہے اور دلیل ہماری قول ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کہ نہین جائز ہے وصیت واسطے وارث کے اور نہ اقرار دین کا اوسکے لیے روایت کیا اوسکو دارقطنی نے سنن مین **ص** مگر اوس صورت مین جب باقی ورثہ اوسکی تصدیق کرین **ف** کیونکہ معتبر نہونا اقرار کا صرف اور ورثہ کے حق کے لیے تھا تو جب انھون نے اقرار کر لیا تو اقرار صحیح ہو جاویگا اسیطرح مریض نے اگر اپنے وارث پر جو دین تھا اوسکے وصول ہو جانیکا اقرار کیا تب بھی صحیح نہوگا مگر تصدیق سے اور ورثہ کے اور اشباہ مین ہے کہ مریض کا اقرار واسطے وارث کے موقوف ہے اجازت پر اور وارثون کے مگر تین جگہہ ایک اقرار وصول پانے امانات کا وارث سے دوسرے نفی جیسے مریض کا یون کہنا کہ میرا کچھ حق نہین ہے میرے باپ کی طرف یا میری مان کیطرف اور یہی نفی حیلہ ہے مریض کے ابرا کرنے کا اپنے وارث کو **ص** اور اگر اقرار کیا مریض نے ایک شخص کے لیے کسی چیز کا پھر مدعی ہوا اس بات کا کہ وہ شخص میرا بیٹا ہے **ف** اور اوس شخص نے اوسکی تصدیق کی اسطرح کہ وہ شخص مجہول النسب ہو اور مریض کا لڑکا باعتبار سن کے ہو سکتا ہے **ص** تو نسب ثابت ہو جاویگا اور اقرار باطل ہوگا اور اگر مریض نے ایک عورت اجنبی کے لیے اقرار کیا پھر اوس سے نکاح کر لیا تو اقرار صحیح رہیگا **ف** اگر اوسکے لیے وصیت کی پھر اوس سے نکاح کر لیا تو وصیت باطل ہو جاویگی در مختار **ص** اگر کسی نے اقرار کیا ایک لڑکے کی فرزندی کا اور وہ لڑکا مجہول النسب ہے اور اوس سن کا لڑکا مقر سے ہو سکتا ہے اور تصدیق کی اوسکی لڑکے نے تو نسب اوس لڑکے کا ثابت ہو جاویگا مقر سے اگرچہ مقر وقت اقرار کے مریض ہووے اور وہ لڑکا شریک ہو جاویگا اور وارثون کا میراث مین اور تصدیق لڑکے کی اوسوقت ضرور ہے

کہ وہ لڑکا گفتگو کر سکتا ہو ورنہ تصدیق کی کچھ حاجت نہین ہی ف اشباہ مین ہی کہ علی بن احمد سؤال کیے گئے ایک شخص سے کہ مر گیا اور ترکہ چھوڑ گیا تو اوسکو وارثون نے تقسیم کر لیا بعد تقسیم کے ایک شخص آیا اور اوسنے دعوی کیا کہ میت میرا باپ تھا اور ثابت کیا اوسنے نسب کو نزدیک قاضی کے گواہون سے اسطرحپر کہ میت نے اقرار کیا تھا اوسکی فرزندی کا اور قاضی نے حکم کر دیا اوسکے ثبوت نسب کا اب وارث اوس سے یہ کہتے ہین کہ تو اس امر کو ثابت کر کہ میت نے تیری مان سے نکاح کیا تھا تو یہ قول ورثہ کا دافع ہو سکتا ہی یا نہین تو کہا کہ علی بن احمد نے کہ اگر قاضی اوسکے ثبوت نسب کا حکم کر چکا ہی تو نسب اور فرزندی اوسکی ثابت ہو گئی اب کچھ حاجت باقی کی نہین ہی انتہی اور اوپر گذر چکا فتاوے قنیہ سے کہ اقرار بالولد عورت حرہ سے اقرار بالنکاح ہی فاحفظہ ص مرد اگر کسیکو اپنا باپ یا مان یا بیٹا یا بیوی یا مولی یعنی آزاد کرنے والا بتاوے یا عورت کسی کو اپنا باپ یا مان یا بیٹا یا خاوند یا مولی کہے اور وہ لوگ مقر کی تصدیق کرین تو اقرار صحیح ہو جاویگا مگر عورت جب کسیکو بیٹا کہے تو ایک شرط اور ہی وہ یہ کہ ایک عورت گواہی دے اس امر کی یہ لڑکا اس عورت سے پیدا ہوا ہی اور مقر نے اگر اقرار کیا نسب کا حالت حیات مین اور مقر لہ نے اوسکی تصدیق کی بعد موت مقر کے تو صحیح ہی مگر جب زوج تصدیق کرے زوجہ کی زوجیت کی بعد مر جانے زوجہ کے اپنے اقرار پر تو یہ تصدیق صحیح نہو گی امام صاحب کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک صحیح ہو جاویگی اگر اقرار کرے سوا رشتہ ولادت کے دوسرے رشتہ کا جیسے کہے کہ یہ میرا بھائی ہی یا چچا ہی ف درمختار مین ہی کہ اسی مین داخل ہی یہ اقرار بھی کہ میرا پوتا ہی یا دادا ہی ص تو یہ اقرار صحیح نہوگا اسواسطے کہ یہ اقرار اوٹھانا نسب کا ہی شخص غیر پر ف کیونکہ جب اسنے یہ کہا کہ یہ میرا بھائی ہی تو ثابت کیا اوسکا نسب باپ سے اور جب یہ کہا کہ میرا چچا ہی تو اوٹھایا نسب کو دادا پر اور اقرار حجت قاصرہ ہی یعنی صرف دلیل ہی مقر پر نہ غیر پر تو اسکے کہنے سے دوسرے پر نسب کیسے ثابت ہوگا ص اور وارث ہوگا ایسا مقر لہ جب کوئی اور وارث مقر کا نہووے نہ قریب اور نہ بعید ف یعنی نہ کوئی مقر کا ذوی الفروض مین سے ہو نہ عصبات سے نہ ذوی الارحام سے اور اگر کوئی دوسرا وارث قریب یا بعید مقر کا موجود ہوگا تو ایسا مقر لہ محروم ہوگا میراث سے ص جسکا باپ مر گیا ہی وہ اگر اقرار کرے کسیکے واسطے اپنا بھائی ہونیکا تو مقر لہ اوسکے حصہ میراث مین شریک ہو جاویگا لیکن نسب اوسکا ثابت نہوگا زید کے عمرو پر سو روپے آتے تھے اب زید دو بیٹے خالد اور ولید چھوڑ کر مر گیا جن مین سے خالد نے یہ اقرار کیا کہ ہمارا باپ یعنی زید عمرو سے منجملہ زر قرضہ پچاس روپیہ وصول پا چکا ہی ف اور دوسرا بیٹا یعنی ولید اس سے منکر ہی اور خالد نے یہ بیان گواہون سے ثابت نکیا ص تو خالد کو کچھ نہ ملیگا اور پچاس روپے عمرو سے صرف ولید کو دلا دیے جاوینگے ف بعد قسم لینے کے اسطرحپر کہ واللہ اوسکو معلوم نہین کہ اوسکے باپ نے سو روپے سے نصف وصول پائے اور قسم بھائی کے حق کے لیے ہی اور جو خالد یہ کہتا ہو کہ باپ ہمارا سارا دین وصول پا چکا ہی تب بھی ولید کو پچاس روپے دلائے جاوینگے قسم لیکر لیکن یہان قسم عمرو کے حق کے لیے ہوگی تو اول صورت مین اگر ولید قسم نکھائے تو خالد اوسکے حصے مین شریک ہو جاویگا اور ثانی صورت مین اگر ولید قسم نہ کھاوے تو عمرو بری الذمہ ہو جاویگا فقط

کتاب الصلح

یہ کتاب ہی صلح کے بیان مین ف صلح کا جواز کلام اللہ سے ثابت ہی فرمایا اللہ تعالی نے وَالصُّلْحُ خَیْرٌ یعنی صلح بہتر ہی اور روایت کی ترمذی نے عمرو بن عوف مزنی رضی سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ صلح جائز ہی درمیان مین مسلمانون کے مگر وہ صلح جو حرام کرے حلال کو یا حلال کرے حرام کو اور مسلمان ثابت رہین شرطون پر اپنی مگر وہ شرط کہ حرام کرے

حلال کو یا حلال کو حرام کو صحیح کیا اس حدیث کو ترمذی نے اور منکر کیا اوسکی تو نسبت اسواسطے کہ روایت کثیر بن عبد اللہ
ابن عمرو بن عوف کی ضعیف ہے اور شاید کہ ترمذی نے اعتبار کیا اوسکے کثرت طرق کا لیکن صحیح کیا اوسکو ابن حبان نے ابو ہریرہ
کی روایت سے اور اخراج کیا اوسکا ابو داود نے ابو ہریرہؓ سے کتاب القضا مین **ص** صلح ایک عقد ہے جو مٹا دیتا ہے نزاع کو اور صحیح
ہے صلح ہر حال مین خواہ مدعی علیہ مقر ہوے یا منکر ہو یا چپ ہو کہ نہ اقرار کرے نہ انکار **ف** اور شافعیؒ کے نزدیک صلح نہین صحیح
ہے مگر اقرار مدعی علیہ کی صورت مین کذا فی الاصل **ص** اگر مدعی علیہ اقرار کرتا ہے اور صلح واقع ہوئی مال سے بعوض مال کے
تو صلح بیع کے حکم مین ہے تو جاری ہونگے احکام بیع کے اوسمین جیسے شفعہ اور خیار العیب اور خیار الرویت اور خیار الشرط برابر ہے
کہ صلح واقع ہوئی ہو ایک گھر کے دعوے یا گھر پر تو شفیع کو شفعہ ہوگا اور پھیر دینے کا اختیار ثابت ہوگا مدعی اور مدعی علیہ
دونون کو بدل صلح اور مصالح عنہ مین **ف** جاننا چاہیے کہ مصالح علیہ اور بدل صلح اوسکو کہتے ہین جسپر صلح واقع ہوئی ہو
اور مصالح عنہ وہ ہے جس چیز کا دعوی چھوڑ دیا مثلاً زید نے خالد سے ایک مکان کا دعوی کیا خالد نے کہا کہ مجھسے سو درم لے
اور مکان کا دعوی ترک تو سو درم مصالح علیہ اور بدل صلح ہوے اور وہ مکان مصالح عنہ ٹھہرا شفعہ کی صورت یہ ہے کہ زید نے عمرو سے
صلح کر لی ایک مکان پر یا ایک مکان کے دعوے سے تو دونون مکان کے شفیعون کو دعوی شفعہ پہونچتا ہے **ص** صلح
مین اگر بدل صلح معلوم نہو بلکہ مجہول ہو تو صلح فاسد ہو جاویگی **ف** اور اگر مصالح عنہ مجہول ہووے تو کچھ حرج نہین ہے
اسواسطے کہ وہ ساقط ہو جاتا ہے مدعی علیہ کے ذمے سے اور ساقط کی جہالت باعث منازعت نہین ہے در مختار **ص**
مصالح عنہ مین سے بعد صلح کے جسقدر غیر کا نکلے تو اوسکے موافق حصہ رسد مدعی بدل صلح مین سے مدعی علیہ کو پھیر دیوے اور جتنا بدل صلح مین سے
غیر کا نکلے تو اوسکے حصے کے موافق مدعی علیہ مدعی کو مصالح عنہ مین سے پھیر دیوے **ف** اسواسطے کہ یہ صلح معاوضہ ہے اور معاوضہ
کا یہی حکم ہے در مختار **ص** اور جو صلح واقع ہوئی مال سے بعوض منفعت کے **ف** تو اگر وہ منفعت ایسی ہے جسمین
مدت کا بیان کرنا ضرور ہے تو مدت کا بیان شرط ہوگا جیسے خدمت گھر کا رہنا اور نہ ضرور نہین جیسے ایک چیز کا دوسری جگہ پر
پہونچا دینا کذا فی الاصل **ص** تو وہ صلح اجارہ کا حکم رکھے گی اس صورت مین اگر اندر مدت کے دونون مین سے کوئی مر جاوے گا تو صلح
باطل ہو جاویگی جو صلح کہ مدعی علیہ کے انکار یا چپ رہنے کی صورت مین واقع ہو تو وہ مدعی کے حق مین معاوضہ ہے اور مدعی علیہ کے
حق مین فدیہ ہے قسم کا **ف** یعنی جب مدعی علیہ منکر ہے تو اوسپر شرعاً قسم لازم آتی ہے تو گویا مدعی علیہ یہ بدل صلح عوض مین قسم کے
دیتا ہے **ص** اور قطع نزاع کا تو اگر مدعی علیہ منکر ہے اور ایک گھر مصالح عنہ ہوا تو اس صورت مین شفعہ واجب نہوگا اور جو گھر
مصالح علیہ ہوا تو شفعہ واجب ہوگا **ف** اسواسطے کہ جب گھر مصالح عنہ ہوا تو وہ گھر بدستور سابق مدعی علیہ کے قبضے مین رہا اور مدعی علیہ کے گمان
مین یہ نہین ہے کہ یہ گھر مدعی کی ملک تھا اور اب نئی ملک میری اس گھر پر ہوئی ہے تا شفعہ واجب ہووے برخلاف اوس صورت کے کہ وہ گھر
مصالح علیہ ہوا کیونکہ وہ مدعی کی ملک مین آیا اوسکے حق کے عوض مین تو شفعہ واجب ہوگا **ص** صلح سکوت اور انکار مین اگر
مصالح عنہ کسی قدر اور کا نکلے تو مدعی اوسقدر بدل صلح مین سے مدعی علیہ کو پھیر کر مستحق سے خصومت کر لیوے اور جو مصالح علیہ
کل یا بعض کسی اور کا نکلا تو کل کی صورت مین کل مصالح عنہ کا دعوی اور بعض کی صورت مین بعض مصالح عنہ کا دعوی مدعی علیہ پر
پھر کرنے لگے **ف** اور بدل صلح کا تلف ہو جانا قبل تسلیم کے طرف مدعی کے سب قسم کی صلحون مین مثل استحقاق کے ہے

در مختار ص زید نے ایک گھر کا دعوی کیا عمرو پر بعد اوسکے اوسی گھر کے ایک حصے پر صلح کر لی تو یہ صلح صحیح نہوگی اور حیلہ
اسکی صحت کا یہ ہے کہ بدل صلح مین کوئی چیز اور بڑھا دیجیے جیسے ایک درم یا ایک کپڑا تاکہ یہ شیٔ باقی گھر کا عوض ہو جاوے یا باقی گھر کے
دعوے سے زید عمرو کو بری کر دیوے ف یہ صلح اسواسطے صحیح نہین ہے کہ ایک ٹکڑا گھر کا کل گھر کا عوض نہین ہو سکتا تو جب
مدعی علیہ نے بدل صلح مین ایک درم یا ایک کپڑا وغیرہ زیادہ کر دیا تو یہ شیٔ زائد عوض اوسقدر حصے کی ہو جاویگی جو مدعی علیہ پاس باقی
رہا ہے اور اگر مدعی نے بری کر دیا مدعی علیہ کو باقی مکان کے دعوے سے تب بھی صحیح ہو جاویگی اسواسطے کہ یہ بری ہے دعوی اعیان سے
اور ایسا ابرا صحیح ہے البتہ ابرا اعیان سے درست نہین ہے اسی واسطے کہ اگر کسی نے ابرا کیا عین سے اور پھر اوسی عین کو پایا تو اوسکو لینا
درست ہے لیکن قاضی کے نزدیک اوسکا دعوی مسموع نہوگا اور فرق ان دونو مین ظاہر ہوگا اوس صورت مین کہ جب گھر مدعی علیہ کے قبضے مین ہو اور مدعی بری
کر دے اوسکو دعوی سے اوس گھر کے تو یہ صحیح ہوگا یہ ابرا اور جو مدعی علیہ کے قبضے مین نہو مثلاً ایک شخص مر گیا اور ترکہ چھوڑا اب ایک شخص نے وارثون مین سے اپنے حصے سے ابرا کیا
تو یہ ابرا صحیح نہوگا کیونکہ یہ ابرا عن الاعیان ہے کذا فی الاصل بزیادۃ اور صلح بعض دین پر تو صحیح ہے اور مدعی علیہ بری الذمہ ہو جاویگا باقی
دین سے قضاءً نہ دیانۃً تو اسی واسطے اگر مدعی اپنا باقی دین پا جاوے تو اوسکو لے لیگا در مختار ص صحیح ہے صلح مال کے دعوے سے اور
منفعت کے دعوے سے ف دعوی منفعت کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص نے دعوی کیا وارثون پر اس امر کا کہ انکے مورث نے
وصیت کی تھی اوسبات کی کہ یہ غلام میری خدمت کیا کرے اور ورثہ نے اسکا انکار کیا اور اس صورت کے نکلنے کی اسواسطے
حاجت ہوئی کہ اگر مستاجر دعوی کرے ایک عین کے کرایہ مین لینے کا اور مالک اوسکا انکار کرے پھر دونون صلح کر لین تو یہ
صلح جائز نہوگی کذا فی الاصل لیکن بحر الرائق مین اسکے خلاف مذکور ہے کہ صلح مستاجر کی بوجہ کے ساتھ جب وہ منکر ہو
اجارے کا یا مدت کا یا اجرت کا درست ہے طحطاوی وشامی ص اور جنایت نفس اور ما دون النفس کے دعوے سے خواہ عمد ہو یا خطا ف
اسواسطے کہ فرمایا اللہ سبحانہ نے فَمَنْ عُفِيَ لَهُ مِنْ أَخِيهِ شَيْءٌ فَاتِّبَاعٌ بِالْمَعْرُوفِ وَأَدَاءٌ إِلَيْهِ بِإِحْسَانٍ ترجمہ جسکو معاف
کیا گیا اوسکے بھائی کیطرف سے کچھ سو پیروی ہے دستور کی اور ادا کرنا ہے طرف اوسکے ساتھ نیکی کے کہا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہ نازل ہوئی
یہ آیت صلح مین ہدایہ ص اور غلامی کے دعوے سے اور یہ صلح آزادی ہوگی وپہ مال کے ف مثلاً زید نے دعوی کیا
عمرو پر کہ یہ میرا غلام ہے اور عمرو نے صلح کر لی کچھ روپئے دیکر زید سے تو گویا زید نے یہ روپئے لیکر عمرو کو آزاد کیا ص تو اگر مدعی علیہ اقرار
کرتا ہو اپنے غلام ہونیکا تو یہ آزادی ہوگی مال پر دونون کے حق مین تو ولا ثابت ہوگی مدعی کے لیے اور جو اقرار نہ کرتا ہو تو مدعی کے حق مین آزادی ہوگی مال پر مدعی
کے زعم مین بلکہ اوسکے گمان مین قطع نزاع ہوگا تو ولا ثابت نہوگی مگر گواہون سے ف ولا کہتے ہین غلام کے ترکے کو اور بیان اوسکا کتاب الولاء مین انشاء اللہ تعالی آویگا
ص اور صحیح ہے صلح نکاح کے دعوے سے جب مدعی نکاح کا خاوند ہو تو یہ صلح مثل خلع کے ہو جاویگی تو اقرار کی صورت مین دونون کے حق
مین خلع ہوگا اور عدم اقرار کی صورتون مین خاوند کے زعم مین خلع ہوگا نہ عورت کے زعم مین یہان تک کہ اوسپر عدت واجب
نہوگی اور جو دوسرے خاوند سے نکاح کر لیگی تو صحیح ہو جاویگا قضاءً لیکن فیما بینہا وبین اللہ تعالی تو اگر زوجہ جانتی ہوگی
کہ مین پہلے خاوند کی زوجہ ہون تو اوسکو نکاح کرنا دوسرے شخص سے اندرون عدت جائز نہوگا اور جو یہ جانتی ہوگی کہ مین اوسکی
زوجہ نہین ہون تو اوسکو نکاح حلال ہوگا اور جو عورت مدعیہ ہو نکاح کی مرد پر اور مرد صلح کر لے کچھ مال پر تو یہ صلح جائز نہوگی
ف اسی قول کو صحیح کہا ہے نقایہ و درر اور ملتقی مین اور مجتبی مین اور اختیار مین اور بعضون نے صلح کو صحیح رکھا ہے اور صحیح کہا

اوس قول کو درر البحار مین دسر معنا ص اور نہین صحیح ہی صلح دعویٰ حد سے اسواسطے کہ حد حق اللہ ہی اور غلام ماذون
جب وہ کسی دوسرے کو قصداً مار ڈالے اپنے نفس کیطرف سے صلح نہین کرسکتا ف اسواسطے کہ غلام ماذون کو مولی نے
اوسکو تجارت کا دیا ہی اور ذات اوس غلام کی مال تجارت مین داخل نہین تو اوسکو اپنی ذات مین کیونکر تصرف جائز ہوگا کذا
فی الاصل ص ہان اوس غلام ماذون کا اگر ایک غلام ہووے اور وہ کسیکو عمداً مار ڈالے تو غلام ماذون اوسکے نفس کیطرف سے
صلح کرسکتا ہی ف اسواسطے کہ غلام ماذون کا غلام اوسکی کمائی مین سے ہی تو تصرف اوسکا اپنی کمائی مین اور مجبور بنا
اوسکا جائز ہوگا کذا فی الاصل ص اسی طرح شی مغصوب اگر غاصب کے پاس تلف ہوگئی بعد اوسکے غاصب نے مالک سے
صلح کرلی اوسکی قیمت سے زیادہ پر یا کسی اسباب پر تو صحیح ہی امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک قیمت سے زیادہ پر
درست نہین ف اور مختار قول امام صاحب کا ہی اور دلیلین دونون کی اصل مین مذکور ہین ص اگر ایک غلام مین دو شخص
شریک تھے اونمین سے شریک تونگر نے اپنے حصے کو آزاد کردیا اور دوسرے شریک سے نصف قیمت سے زیادہ پر صلح کرلی تو
زیادتی باطل ہوجاویگی بالاتفاق ہان اگر نصف قیمت سے زیادہ مالیت کے اسباب پر صلح کرے تو جائز ہوگا اگر ایک شخص
وکیل کیا دوسرے کو قتل عمد سے صلح کرنے کے لیے یا جسقدر دین کا اوسپر دعویٰ ہی اوسمین سے ایک حصے پر صلح کرنیکے لیے
تو بدل صلح موکل پر لازم ہوگا نہ وکیل پر ف اسواسطے کہ ان دونون صورتون مین صلح مثل بیع کے نہین ہی لیکن
قتل کی صورت مین تو ظاہر ہی اور لیکن دوسری صورت مین تو اسواسطے کہ مدعی نے بعض کو لیا اور بعض کو چھوڑ دیا تو حقوق
راجع ہونگے طرف موکل کے کذا فی الاصل ص البتہ اگر وکیل صلح کرتے وقت ضامن ہوگیا ہو بدل صلح کا تو اوسپر لازم
آویگا اور جو صلح مثل بیع کے ہی اوسمین بدل صلح وکیل پر لازم ہوتا ہی ف مراد اس سے وہ صلح ہی جو مال سے ہو عوض مال کے
اور بدل مصالح عنہ کی جنس سے نہووے اور مدعی علیہ اقرار کرتا ہووے کذا فی الاصل ص اگر ایک شخص فضولی نے صلح کی مدعی علیہ کی
طرف سے ساتھ مدعی کے اور ضامن ہوا بدل صلح کا یا یون کہا کہ صلح کرتا ہون مین تجھ سے ہزار درم پر اپنے مال مین سے یا
اپنے اس ہزار روپیہ پر یا اپنے اس غلام پر یا اس ہزار روپیہ پر یا اس غلام پر اور اپنی طرف نسبت نہ کی یا یون کہا کہ صلح کی مینے
تجھ سے ہزار روپیہ پر ف یعنی مطلق کہا نہ اشارہ کیا نہ اپنی طرف نسبت کیا ص اور وہ ہزار روپیہ دیدے تو ان سب
صورتون مین صلح صحیح ہوجاویگی ف اور فضولی پر اون روپیون کا تسلیم کرنا باقی صورتون مین لازم آویگا اور
فضولی کا احسان ہوگا مدعی علیہ پر تو رجوع نکریگا مدعی علیہ پر کیونکہ اوسنے اوسکے حکم کے صلح واقع ہوئی ص اور اگر فضولی نے
یون کہا کہ صلح کرتا ہون مین تجھ سے ہزار روپیہ پر اور ہزار روپیہ نہ دیے تو موقوف رہیگی صلح مدعی علیہ کی اجازت پر تو اگر
جائز رکھیگا مدعی علیہ تو صلح جائز ہوگی اور مدعی علیہ کو ہزار روپیہ دینا پڑینگے اور جو اجازت نہ دیگا تو صلح باطل ہوجاویگی جب مدعی
اپنے قرض مین سے جو مدعی علیہ پر ہی اوسکے نصف یا ثلث یا ربع پر صلح کرلیوے تو یہ صلح بعض کا لینا اور بعض کا چھوڑ دینا شمار
کیا جاویگا نہ عقد معاوضہ ف اسواسطے کہ بعض کل کا عوض نہین ہوسکتے ص تو صحیح ہی صلح ہزار روپیہ سے جو بلا میعاد
تھے سو نقد پر یا ہزار میعادی پر ف تو پہلی صورت مین نوسو روپیہ کا اسقاط ہوا اور دوسری صورت مین بے میعادی
ہونا ساقط ہوا کذا فی الاصل ص یا ہزار روپیہ زر پوٹ سے سو کھرے روپیون پر ف اسواسطے کہ یہ اسقاط ہی نوسو روپیہ

اور کھرے ہوں کا تو اسصورت مین صلح صحیح ہو جاویگی اور بدل صلح پر قبضہ کرنا شرط نہیں **ص** اور اس صلح ورا ہم سے میعادی دیناروں پر درست نہیں **ف** اسواسطے کہ یہ صلح معاوضہ ہے تو بیع صرف ہو جاویگی اور اوسمیں قبض کرنا دیناروں پر قبل جدائی متعاقدین کے ضرور ہے کذا فی الاصل **ص** اسی طرح ہزار روپے میعادی پانسو روپے نقد پر درست نہیں ہے **ف** اسواسطے کہ نقد ہونا بعوض پانسو کے ہو گیا اور یہ وصف مال نہیں ہے کذا فی الاصل **ص** اسی طرح سیاہ رنگ کے ہزار روپے پانسو روپے سفید رنگ پر جائز نہیں ہے **ف** اسواسطے کہ یہ معاوضہ ہوا ہزار سیاہ روپے کا پانسو روپے سے ساتھ زیادتی وصف کے قاعدہ کلیہ اسکا درمختار مین یہ ہے کہ احسان اگر دائن کی طرف سے پایا جاوے تو اسقاط حق ہے اور اگر دائن اور مدیون دونوں کی طرف سے پایا جاوے تو وہ معاوضہ ہے جب معاوضہ ٹھہرا تو معاوضے کا حکم اوسمین جاری ہوگا تو اگر ربا یا شبہ ربا کا ثابت ہوگا تو معاوضہ فاسد ہوگا اور نہیں تو صحیح ہوگا کذا فی الطحطاوی **ص** اگر زید کے عمرو پر ہزار روپے تھے تو زید نے یہ کہا کہ کل تو مجکو پانسو ادا کردے تو تو باقی سے بری الذمہ ہے اور عمرو نے اسکو قبول کیا اور کل کے روز پانسو ادا کردیئے تو عمرو باقی سے بری الذمہ ہو جاویگا اور اگر پانسو کو کل کے دن ادا نکیا تو سارا دین پھر عمرو پر لوٹ آویگا **ف** یعنی ہزار روپے پورے اوسپر واجب ہو جاوینگے اور اسمین خلاف ابو یوسف کا ہے دلائل سب کے مذکور ہین اصل کتاب ورہدایہ مین **ص** اور جو ادا کرنے کا وقت بیان نہین کیا **ف** یعنی زید نے صرف اتنا ہی کہا کہ پانسو تو مجکو ادا کردے تو تو باقی سے بری الذمہ ہے **ص** تو زید کا دین پورا نہ لوٹیگا **ف** یعنی اگر عمرو نے اس صورت مین کل کے روز پانسو روپے ادا نکئے تو ہزار عمرو پر نہ لوٹینگے بلکہ پانسو ہی رہین گے **ص** اور اگر زید نے صلح کرلی عمرو سے اپنے نصف قرضے پر اس شرط پر کہ اگر عمرو اوسکو کل نصف قرضہ ادا کردے تو وہ باقی سے بری الذمہ ہے اور جو کل نصف قرضہ ادا نکرے تو کل دین عمرو پر ہے تو اسصورت مین اگر عمرو قبول کرے اور کل کے روز نصف قرضہ ادا کردیوے تو باقی سے بری الذمہ ہو جاویگا ورنہ پورا دین عمرو پر رہیگا بالاجماع اور اگر زید نے عمرو کو نصف قرضے سے بری الذمہ کردیا اس شرط پر کہ کل تو مجھے نصف ادا کردے تو عمرو نصف دین سے بری الذمہ ہو گیا خواہ باقی ادا کردے یا نہ ادا کرے **ف** باجماع امام اور صاحبین اور دلیل اسکی اصل مین مذکور ہے **ص** اور اگر زید نے ابرا کو صریح شرط پر معلق کیا جیسے یون کہا کہ اگر تو نے مجھے اسقدر ادا کردیے یا جب یا جسوقت ادا کرے تو تو باقی سے بری ہے تو یہ ابرا صحیح نہوگا اسواسطے کہ ابرا کی تعلیق صریح شرط پر باطل ہے اور اگر مدیون نے دائن سے خفی کہا کہ مین تیرے مال کا اقرار نکرونگا جب تو مجھے مہلت نہ دیگا یا کچھ نہ چھوڑیگا سو دائن نے مہلت دی یا کچھ دین معاف کردیا تو یہ صلح صحیح ہوگی تو دائن اوسکو مہلت دیدیا یا کچھ قرض چھوڑے صلح کے موافق اور اگر مدیون نے یہ قول پکار کر دائن سے کہا تو دائن کا پورا دین مدیون پر ثابت ہو گیا تو وہ کل دین فی الحال لیوے

ف فصل دین مشترک مین صلح کے بیان مین

ص دو شخصونکا دین مشترک تھا ایک شخص پر تو اون دونون مین سے ایک شریک نے اپنے حصے کے بدلے مین مدیون سے ایک کپڑے پر صلح کرلی تو دوسرے شریک کو اختیار ہے کہ اپنا حصہ قرضے کا مدیون سے وصول کرے خواہ نصف کپڑا شریک مصالح سے لے لیوے مگر یہ کہ شریک مصالح شریک غیر مصالح کے چوتھائی قرض کی ضمانت کردیوے تو اب شریک مصالح کا حق اوس کپڑے مین نرہیگا **ف** مثلاً بکر اور خالد کے بالاشتراک چار درم زید پر قرض تھے بکر نے اپنے دو درموں کے بدلے مین ایک کپڑا

لیکر زید سے صلح کرلی تو خالد کو اختیار ہے کہ یا تو اپنے دو درم زید سے وصول کرے یا بکر سے نصف کپڑا لیوے البتہ اگر بکر
خالد کے لیے ایک درم کا ضامن ہوجاوے تو اب خالد کپڑے کو بکر سے نہین لے سکتا بلکہ درم پاویگا ص دین مشترک
اوسے کہتے ہین جسکا سبب وجوب متحد ہو جیسے ثمن اوس چیز کی جو ایک ہی عقد مین بیچی گئی اور وہ چیز دو آدمیون مین مشترک
تھی یا قیمت مال مشترک کی یا موروث کی یا قیمت شی مستہلک مشترک کی تو اس قسم کے دین مین جتنا مال جو کوئی وصول کرے دوسرا
اوسکا نصف یا بقدر حصے اپنے کے اوس سے لے سکتا ہے مثلاً ان دونون مین سے اگر ایک نے اپنا حصہ قرض کا قرضدار سے وصول کیا
تو اوسمین دوسرا بھی شریک ہوجاویگا اب دونون قرضدار سے باقی کا مطالبہ کرسکتے ہین ف یعنی قرضدار اوس شریک سے
جسکا حصہ قرض ادا کرچکا ہے یہ نہین کہ سکتا کہ مین تیرا حق دے چکا اب تیرا مجھپر کچھ نہین ہے کیونکہ جتنا اوسنے دیا تھا وہ دونون
شریکون مین بٹ گیا کذا فی الاصل ص اور جو دو شریکون مین سے ایک نے اپنے نصف دین کے بدلے مین کوئی چیز مدیون
سے خرید لی تو دوسرے شریک کو اختیار ہے کہ خواہ اپنا نصف دین مدیون سے وصول کرے یا شریک مشتری سے ربع دین
کا ضمان لیوے پھر دونون شریک باقی کا مدیون سے مطالبہ کرلیوین اور اگر احد الشریکین نے اپنے حصے قرض سے مدیون کو بری الذمہ کردیا
تو دوسرا شریک اس شریک سے کچھ نہین لے سکتا اسی طرح اگر ایک شریک پر مدیون کا دین تھا پہلے کا اور یہ دین اوس دین کے
عوض مین ہوگیا تب بھی دوسرا شریک اس شریک سے کچھ نہین لے سکتا مثال اوسکی یہ ہے کہ زید کے عمرو پر پچاس روپے تھے تو عمرو اور
بکر نے ایک غلام مشترک کو زید کے ہاتھ سو درم کو بیچا تو ہر ایک کے زید پر پچاس پچاس درم ہوگئے تو عمرو کے پچاس روپے کے بدلے مین
وہ پچاس روپے ہوگئے جو زید کے اوسپر اس معاملے سے پیشتر آتے تھے تو اب بکر کو یہ نہین پہونچتا کہ عمرو سے یون کہے کہ تو نے
اپنے پچاس روپے گویا وصول پالئے تو نصف اوسکا مجھے ادا کردے اسواسطے کہ عمرو نے اپنا دین ادا کیا نہ یہ کہ کچھ زید سے وصول
پایا تا بکر اوسمین شریک ہووے اور اگر احد الشریکین نے اپنے بعض دین سے مدیون کو ابرا کیا تو باقی دین اونکے سہام پر مقسوم
ہوگا مثلاً جب ہر ایک کا دین نصف نصف مدیون پر تھا اب ایک شریک نے اپنے حصے کا نصف مدیون کو معاف کردیا
یعنی ربع کل دین کا تو اب دین کے تین حصے کیے جاوینگے دو حصے اوس شریک کے ہونگے جسنے معاف نہین کیا اور ایک حصہ اوسکا
جسنے معاف کردیا اگر دو مردون نے عقد سلم کیا ملکر ایک کر مین گیہون کے اور دونون کا راس المال سو روپے تھا اور ہر ایک نے
پچاس پچاس اپنے اپنے حصے کے دیے پھر ایک رب السلم نے اپنے نصف کر کے بدلے مین پچاس روپے پر مسلم الیہ سے صلح کرلی اور
وہ روپے اپنے لے لیے تو یہ صلح جائز نہوگی امام ابوحنیفہ اور محمد کے نزدیک اور امام ابو یوسف کے نزدیک جائز ہوگی جیسے دو آدمیون
نے ملکر ایک غلام خریدا پھر ایک نے اون مین سے اقالہ کرلیا ف اور طرفین کی دلیل اصل مین مذکور ہے

فصل تخارج کے بیان مین

تخارج کہتے ہین اسکو کہ سب وارث اتفاق کرکے ایک وارث کو میراث سے خارج کردین کچھ مال معین دیکر کذا فی المنح
ص خارج کردیا وارثون نے ایک وارث کو ترکے سے اور وہ ترکہ اسباب ہے یا عقار کچھ مال دیکر یا ترکہ سونا ہے اور انھون نے چاندی
دی یا ترکہ چاندی ہے اور انھون نے سونا دیا یا ترکہ چاندی سونا دونون ہین اور انھون نے دونون دیے یا ترکہ نقدین یعنی دراہم
اور دنانیر تھے اور انھون نے دونون دیے تو یہ تخارج صحیح ہے سب صورتون مین برابر ہے کہ بدل قلیل ہو یا کثیر جنس کو مخالف جنس کے

کی طرف پھیر کر **ف** یعنی سونے کو چاندی کا عوض ٹھہراوینگے اور چاندی کو سونے کا تا بیاج کے شبہ سے احتراز ہووے لیکن اس تخارج میں جہان مبادلہ بطور عقد صرف کے ہے تو وہان قبضہ کرنا طرفین کا شرط ہے صحت کی حالت سود لازم نہ آوے درمختار

ص اور جب ترکہ متوفی کا روپیہ اشرفی نقد اور اسباب دونون ہون اور وارث مذکور کو صرف روپے یا صرف اشرفیان دیکر خارج کرین تو یہ تخارج درست نہوگا جب تک کہ بدل اوس مقدار سے زیادہ نہو جو وارث مذکور کو اوسی جنس کے حصے سے پہنچے

ف مثلاً وارث مذکور کو میراث مین دس دراہم اور کچھ اسباب پہونچتا تھا تو صحت تخارج مین ضرور ہے کہ اور وارث دس درم سے زیادہ پر صلح کرین تاکہ دس بعوض دس کے ہوجاوین اور زائد عوض حصہ اسباب کے ہووے ورنہ سود ہوجاویگا **ص** اور صلح باطل ہے اگر ایک وارث ترکے سے خارج کیا جاوے اور حال آنکہ منجملہ ترکہ دیون ہین متوفی کے اوپر لوگون کے اس شرط پر کہ دیون باقی وارثون کے ہون کیونکہ یہ مالک کرنا ہے دین کا مدیون کے سوا اور کسی شخص کو اور یہ باطل ہے **ف** جب وارث خارج نے دیون کو باقی وارثون کے لیے چھوڑا تو اوسنے اپنے حصے کا دیون سے باقی وارثون کو مالک کیا اور حال آنکہ تملیک دین کی سوا مدیون کے اور کسی شخص کو باطل ہے **ص** مگر اس صلح کے صحیح ہونیکے کئی حیلے ہین ایک حیلہ یہ ہے کہ وارث شرط کرین اسبات کی کہ مصالح اپنے حصۂ دین سے قرضدارون کو بری الذمہ کرے اور صلح کرے اعیان ترکہ سے اوپر مال کے اور اس حیلے مین باقی وارثون کا فائدہ یہ ہے کہ وارث مصالح کا حق باقی نرہا مدیونون پر اور یہ نہین کہ اوسکا حصہ دین بقیہ ورثہ کا ہوگیا **ف** دوسرا حیلہ یہ ہے کہ باقی وارث مصالح کا حصہ دین سے اپنے مال مین سے نقد ادا کرین بطریق احسان کے اونکی جانب سے اور مصالح اپنے حصہ دین کا حوالہ کرے مدیونون پر یعنی وارثون کو اپنا حصہ دلادے مدیونون سے اور اس حیلے مین ضرر ہے باقی ورثہ کا کیونکہ وارثون کو نقد دینا پڑا اور لوگون کا حق دین ہوا تیسرا حیلہ اور وہ سب حیلون مین بہتر ہے وہ یہ ہے کہ باقی وارث مصالح کو قرض دیوین بقدر اوسکے حصے کے دین سے اور صلح کرلین دین کے سوا اور ترکے سے اور مصالح حوالے کردے وارثون کو اپنے قرض کا قرضدارون پر مثلاً فرض کرین ہم کہ حصہ مصالح کا دین میں سے سو درم ہے اور باقی ترکے مین سے بھی سو درم اور وارث صلح کرتے ہین بعوض دراہم کے تو ضرور ہے یہ امر کہ بدل صلح زیادہ ہو سو سے مثلاً ایک سو دس درہم ہون تو سو درہم تو وارث اوسکو بطور قرض کے دیوین اور وہ اون سو کو اوتارے قرضدارون پر اور وارث اوتروائی قبول کرین پھر صلح کرلین دین کے سوا اور چیز دن سے دس درہم پر اگر اسقدر درہم باقی ترکے کا بدل ہوسکتے ہون اور جو نہو سکتے ہون تو کچھ اور بڑھاوین گے مثلاً ایک چھری زیادہ کردین گے تاکہ دس بدلے مین دس کے اور چھری باقی کے بدل مین ہوجاوے **ف** یہ حیلہ احسن الحیل اسواسطے ہوا کہ حیلۂ اولی مین مصالح کا ضرر ہے ابراء کر دینے سے اور حیلۂ ثانیہ مین بقیہ ورثہ کا جیساکہ گذرا طحطاوی **ص** جس ترکے کے اعیان معلوم نہین اوسمین صلح صحیح ہونے مین مکیل و موزون پر اختلاف ہے مشایخ کا **ف** اور صحیح صحت صلح ہے درمختار دلیلین دونون کی اصل کتاب مین مذکور ہین **ص** اور اگر ترکہ غیر کیلی اور وزنی مجہول الاعیان بقیہ ورثہ کے پاس ہووے تو صلح صحیح ہے قول صحیح مین اور باطل ہے صلح اور تقسیم ترکہ دین ادا کرنے سے پہلے اگر وہ دین محیط ہو ترکے کو اور جو محیط نہو تب بھی صلح نکیجاوے قبل ادا دین کے اور اگر صلح ہوئی تو فقہانے کہا کہ صحیح ہوجاویگی **ف** یعنی دین غیر محیط مین نہ محیط مین **ص** لیکن بقدر دین ترکہ روک لیا جاویگا باقی کی قسمت کردیجاویگی

[illegible]

اور روے استحسان کے اوسکی یہ ہے کہ کل تمکو دکھا جاوے مگر چونکہ اوسمین ضرر تھا ورثہ کا اسلیے استحسانا روک رکھنا تہائی کا بقدر تین
کافی ہے مسائل متفرقہ یا صحت صلح کے لیے صحت دعوی شرط ہے یا شرط نہین تو بعض لوگ کہتے ہین کہ صحت دعوی شرط ہے لیکن
یہ قول صحیح نہین اسواسطے کہ مدعی نے اگر دعوی کیا ایک حق مجہول کا مکان مین اور مدعی علیہ نے صلح کرلی تو یہ صلح جائز ہے جیسا کہ
لکہا باب الحقوق والاستحقاق مین اور شک نہین دعوی مجہول کے غیر صحیح ہونے مین اور ذخیرہ مین بہت سے مسائل ہین جو تائید کرتے ہین ہمارے قول کی واللہ اعلم

کتاب المضاربۃ

عقد مضاربت شرع مین عبارت ہے اوس عقد شرکت سے نفع مین کہ مال ایک کا ہو اور محنت دوسرے کی ف تو جو محنت
کرتا ہے اوسکو مضارب کہتے ہین اور جسکا مال ہے اوسے رب المال کہتے ہین جواز اسکا ثابت ہے شرع سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم مبعوث ہوئے اور لوگ یہ معاملہ کرتے رہے اور حضرت نے منع نہ کیا اوس سے اور صحابہ بھی اوسپر عمل کرتے رہے اور کسینے اوسکا انکار
نہین کیا ہدایہ ص اور مضاربت کے احکام چند طرح پر ہین تو مضارب قبل عمل کے اصل مال مین امین کے حکم مین ہے ف تو
ہلاک مال سے مضارب پر تاوان نہین ص اور بعد عمل کے وکیل ہے رب المال کا ف پھر جب توکیل ہوئی تو جو عہدہ اسکو
لاحق ہوگا وہ رب المال پر ہے کذا فی الدر ص اور جب نفع ہووے تو شریک ہے اور جو مخالفت کرے رب المال کی ف
مثلاً مضارب نے وہ تصرف کیا جس سے رب المال نے اوسکو منع کیا تھا ص تو غاصب ہے اور در صورت شرط کر لینے سب
نفع کے واسطے مالک کے بضاعت ہے اور در صورت شرط کر لینے سب نفع کے واسطے مضارب کے قرض ہے اور اجارہ فاسدہ
ہے اگر عقد مضاربت فاسد ہو جاوے تو اب اسوقت مین مضارب کے واسطے نفع نہین بلکہ اوسکے لیے اوسکی محنت کی مزدوری ہے ہر طرح خواہ
تجارت مین نفع ہوا ہو یا نہوا ہو لیکن زیادہ نہ دیجاوے مزدوری مقدار مشروط سے بخلاف محمد ف اور ائمہ ثلاثہ کے اجارہ
فاسدہ کا یہی حکم ہے کہ اوسکی اجرت مثل مشروط سے زیادہ نہین ہوتی ص اور مضاربت فاسدہ مین بھی ہلاکت مال سے تاوان
نہین جیسے مضاربت صحیحہ مین ف صحیح نہین ہے مضاربت مگر اوس مال مین جس مین شرکت صحیح ہوتی ہے ف یعنی راس المال
دراہم یا دنانیر یا سونا یا چاندی ہو جیسا کہ کتاب الشرکۃ مین گذرا ص اور شرط ہے کہ رب المال اوس مال کو مضارب کے سپرد کر دیوے
ف اسواسطے کہ عمل مضارب کی جانب سے ہے اور وہ بدون تسلیم کے متعذر ہے تو اگر رب المال بھی اوس مال مین اپنا قبضہ
رکھے تو مضاربت فاسد ہوگی طحطاوی ص اور نفع شائع ہو دونون مین ف یعنی مثلاً نصفا نصف یا تین تہائی
یا چار چوتھائی وغیرہ ص تو مضاربت فاسد ہوگی گر ایک کیلیے نفع کے حصے سے زیادہ مثلاً دس روپے مقرر ہوے ف جاننا چاہیے
کہ جو شرط نفع کی شرکت کو قطع کر دیوے یا نفع کو مجہول کر دیوے تو مضاربت فاسد ہوگی اور سوا اسکے اور شروط فاسدہ سے مضاربت
فاسد نہوگی بلکہ وہ شرط خود باطل ہو جاویگی جیسے ٹوٹے کا شرط کرنا مضارب پر کذا فی الاصل ص جب عقد مضاربت مطلق
واقع ہووے ف یعنی کسی مکان یا زمان اور تصرف خاص سے مقید نہو ص تو مضارب کو اختیار ہے کہ نقد بیچے یا قرض
بیچے مگر نہ اتنی مدت جسکا تاجرون مین دستور نہو اور خریدے اور وکیل کرے ساتھ بیع وشرا کے اور سفر کرے ف اور امام
ابو یوسف کے نزدیک اوسکا سفر کرنا درست نہین اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک اگر مال رب المال نے اپنے شہر مین دیا ہے تو اوسکو سفر درست نہین اور اگر شہر مین نہ دیا تو سفر جائز ہے
کذا فی الاصل لیکن صحیح یہ ہے کہ دونون صورت مین مضارب کو سفر جائز ہے کذا فی الدر المختار ص اور مال کو بضاعت کو

اگرچہ رب المال ہی کو دیوے اور زفرؒ کے نزدیک رب المال کو دینے سے مضاربت فاسد ہوجاویگی اور امانت رکھا دیوے اور گرو کرے
یا گرو لیوے اور کرایہ پر دیوے یا کرایہ لیوے اور حوالہ قبول کرے یعنی اوسکا ذمہ دار ہو یہ سب درست ہے لیکن مضارب کو نہیں پہونچتا کہ اوس مال
کو بطور مضاربت کسی اور کو حوالہ کرے مگر مالک کے اذن سے یا جس صورت مین مالک نے کہدیا ہو کہ تو اپنی رائے کے موافق عمل کر
یا قرض دیوے یا قرض لیوے ف یعنی مضارب کو قرض دینے اور لینے کا بھی اختیار نہین ہے ص اگرچہ رب المال نے
وقت مضاربت کے کہدیا ہو کہ تو اپنی رائے کے موافق عمل کرنا البتہ اگر مالک نے تصریح سے ان دونون کی اجازت دیدی ہووے
تو درست ہے اگر مضارب سے مالک نے کہدیا تھا کہ تو اپنی رائے کے موافق کرنا اور اوسنے کپڑے خریدے اور اپنے پاس سے اوسکو پانی سے
دھلوایا یا لادلایا تو مضارب متطوع اور متبرع ہوگا یعنی مالک سے دھلوائی اور لدوائی کی مزدوری جو اپنے پاس سے خرچ کی ہے
مجرا نہین لے سکتا کیونکہ یہ ادھار کرنے کا مالک نہین ہے اور اگر اون کپڑون کو مضارب نے اپنے پاس سے دام دیکر سرخ رنگوایا تو جسقدر
رنگ اوسمین بڑھا ہے اوتنے مین رب المال کا شریک ہوجاویگا جیسے اپنا مال اوسمین ملا دیوے ف اور یہ رنگ اور خلط مال مالک کے اس
قول مین کہ تو اپنی رائے کے موافق کام کر داخل ہوجاوینگے برخلاف دھلوائی کے کہ اوسمین کوئی چیز بڑھی نہین تو اگر کسی نے یعنی
کلپ دیکر دھلوایا ہوگا تو وہ رنگ کے مانند ہے اور سرخ رنگ کی قید اسواسطے لگائی کہ سیاہ رنگ اس قول مین مالک کے نزدیک امام صاحب
کے داخل نہوگا اسواسطے کہ سیاہی نقصان ہے نزدیک امام صاحب کے لیکن سیاہی کے سوا اور رنگ مثل سرخی کے ہین کذا فی
الاصل مع زیادۃ من اللہ الغفار ص تو مضارب سرخ رنگنے سے یا اپنے مال کے ملا دینے سے دو صورت مالک کے کہدینے
کے کہ تو اپنی رائے کے موافق عمل کر ضامن نہوگا تو جب یہ کپڑا بکیگا تو مضارب رنگ کے دام کل لے لیگا اور کپڑے کے دامون مین نفع
مین شریک ہوگا ف مثلاً وہ کپڑا پانچ روپے کا سفید تھا جب سرخ رنگا گیا تو چھ روپے کا ہوا اور آٹھ روپے کو بکا تو مضارب ایک
روپیہ تو رنگ کا لیویگا اور ایک روپیہ نفع کا اور ایک روپیہ صاحب مال لیگا جب نفع نصفا نصف ٹھہرا ہووے ص اور مضارب
کو نہین پہونچتا کہ رب المال نے اگر کوئی شہر خاص واسطے تجارت کے معین کردیا ہووے یا کسی مال خاص مین تجارت کو کہا ہووے
یا کوئی وقت یا موسم یا کوئی شخص خاص مقرر کردیا ہووے کہ اوس سے تجارت کرے تو اگر اوسکی مخالفت کریگا ضامن ہوگا اور وہ چیز جو خریدی ہے مع نفع مضارب
کی ہوگی اسیطرح مضارب کو نہین پہونچتا کہ مال مضاربت مین سے جو غلام لونڈی خریدے ہون اونکا نکاح کردیوے یا ایسے غلام لونڈی
کو خریدے کہ وہ رب المال پر آزاد ہوجاوے ف مثلاً وہ غلام لونڈی رب المال کا ذی رحم محرم ہووے یا رب المال نے اوسپر حلف کی ہو
کہ اگر مین فلانے غلام یا لونڈی کو خریدون تو وہ آزاد ہے ص اور اگر خریدیگا تو مضارب پر پڑیگا نہ رب المال پر یا مال مضاربت مین سے
اور نہ اوس غلام لونڈی کو خریدے جو مضارب پر آزاد ہوجاوے جب مال مین نفع ہوا ہووے اور جو خریدیگا تو وہ مضارب پر پڑیگا اور اگر
نفع نہوا ہووے تو صحیح ہوگا ف اسواسطے کہ اس صورت مین مضارب کا کچھ حصہ نہین ہے تا کہ اوسکی ملک اوس غلام لونڈی
مین آوے ص تو اگر بعد اسکے اوس غلام لونڈی کی قیمت بڑھ گئی تو مضارب کے حصہ نفع کے مقدار وہ غلام آزاد ہوجاویگا اور
مالک کو مضارب کچھ ضمان نہ دیگا بلکہ باقی قیمت کے لیے وہ غلام سعی کریگا اگر مضارب پاس ہزار روپے تھے نصفا نصف نفع
پر اوسنے اون ہزار روپے سے ایک لونڈی خریدی کہ قیمت اوسکی ہزار روپے تھی بعد اسکے اوس سے وطی کی اور وہ ایک لڑکا جنی ہزار
روپیہ کا اور مضارب نے اوس لڑکے کے نسب کا دعوی کیا اب لڑکے کی قیمت ڈیڑھ ہزار روپے ہوگئی اور مضارب غنی ہے تو رب المال

اختیار ہے چاہے اوس لڑکے سے سو اوپر روپیہ مین سعی کرالیوے چاہے آزاد کردے پھر جب رب المال نے اوس روپیہ لڑکے سے وصول کرلیے تو پانسو لونڈی کی قیمت کا ادا مضارب سے بھر لیوے ف یہ ترجمہ عبارت ہدایہ کا ہے اور اصل کتاب میں اس مقام میں تفصیل کی ہے فقط

ص باب مضارب کے مضاربت کرنیکے بیان مین

اگر مضارب اپنی طرف سے کسیکو مضارب کے بغیر اذن مالک کے تو فقط مال کے دینے سے ضامن نہوگا یہان تک کہ مضارب ثانی اوسمین عمل نکرے ظاہر الروایت مین اور یہی قول ہے صاحبین کا اور حسن کی روایت مین امام صاحب سے یہان تک کہ مضارب ثانی اوسمین نفع نہ کماوے اور زفر کے نزدیک فقط مال کے دینے سے ضامن ہو جاویگا ف اور مفتی بہ اول روایت ہے

ص اگر رب المال نے مضارب کو اذن دیا مال دینے کا بطور مضاربت کے اور مضارب نے مضارب ثانی کو مال دیا مین تہائی نفع پر اور مالک نے مضارب اول سے وقت مضاربت یہ کہا تھا کہ جو کچھ اللہ دیگا وہ دونون ہمارے تمہارے بیچ مین تو مضارب ثانی کو جو نفع حاصل ہوگا اوسکا نصف مالک کو ملیگا اور چھٹا حصہ مضارب اول کو اور تہائی اوسکی مضارب ثانی کو اور اگر مالک نے یون کہا تھا مضارب اول سے کہ جو کچھ تجھکو اللہ دیگا وہ ہم تم آدھا آدھا لینگے تو ایک تہائی نفع کی مالک کو اور ایک تہائی مضارب اول کو اور ایک تہائی مضارب ثانی کو ملے گی اور جو مالک نے یون کہا تھا جو تو نفع کماوے وہ ہم تم دونون کے بیچ مین نصفا نصف ہے اور مضارب اول نے مضارب ثانی کو نصف نفع پر مال دیا ہے تو جو مضارب ثانی کو نفع حاصل ہوگا اوسکا نصف مضارب ثانی کو ملیگا اور نصف مین مضارب اول اور مالک شریک ہونگے اور اگر مالک نے یون کہا تھا کہ جو کچھ اللہ دیگا تو اوسکا نصف مین لونگا یا جو کچھ نفع ہے وہ ہم تم دونون مین نصفا نصف ہے اور مضارب اول نے نصف نفع پر مال دیا تو اس صورت مین مضارب ثانی کو نصف نفع اور مالک کو نصف نفع ملیگا اور مضارب اول کو کچھ نہ ملیگا اور جو مضارب اول نے اسی صورت مین دو ثلث نفع کے مضارب ثانی کے لیے ٹھہرائے اور ایک حصہ اپنے لیے تو مالک کو نصف نفع ملیگا اور مضارب ثانی کو دو ثلث اور ایک سدس نفع کا جو زیادہ مشروط ہے وہ مضارب اول سے بھر لیا جاویگا اور اگر مضارب نفع مین تہائی رب المال کی اور تہائی اوسکے غلام کی اس شرط پر کہ وہ مضارب کے ساتھ کام کاج کیے مقرر کرے اور تہائی اپنے لیے تو درست ہے رب المال یا مضارب کے مر جانے سے اور رب المال کے مرتد ہوکر دار الحرب مین ملجانے سے مضاربت باطل ہو جاتی ہے ف اور اگر مضارب مرتد ہوکر دار الحرب مین ملجاوے تو مضاربت باطل ہوگی یا نہیں ف الاصل ص مالک کے برطرف کرنے سے مضارب معزول [illegible] ہوتا جب تک اوسکو خبر اپنی برطرفی کی نہووے پھر اگر اوسکو برطرفی کی خبر ہوئی اور مال مضاربت اسباب تھا تو مضارب اوسکو بیچکر نقد کرلے اور پھر ثمن مین تصرف نکرے اور نہ اوس نقد مین جو راس المال کی جنس سے ہووے اور اگر راس المال کی جنس سے نہووے تو اوسکو مضارب بدل سکتا ہے از روی استحسان کے نہ قیاس کے ف مثلاً راس المال اگر دراہم تھے اور مال مضاربت بھی دراہم ہین تو مضارب اوسمین تصرف نہین کرسکتا البتہ اگر راس المال دراہم تھے اور مال مضاربت دنانیر یا بالعکس تو مضارب اوسکو جنس راس المال سے بدل سکتا ہے تا نفع ظاہر ہووے ص اگر رب المال اور مضارب دونون بعد فسخ عقد کے جدا ہوگئے اور مال مضاربت قرض تھا لوگون پر تو اگر مضارب کو اس تجارت مین نفع حاصل ہوا ہے تو مضارب پر وصول کرنا قرضے کا قرضدارون سے لازم آویگا ورنہ نہین ف کیونکہ جس صورت مین مال مین نفع ہوا ہے تو مضارب کا کام بعوض اجرت کے ہوا اور نفع نہونے کی صورت مین بطور تبرع کے

ص بلکہ مالک کو اوسکے وصول کرنے کے لیے وکیل کردیوے اسی طرح سب وکیلون کا حال ہی کہ اگر تقاضا نکرین تو وصول کرنیکو وکیل کردین
اور دلال اور سمسار جب کہ بیچا ہو تو اونکے قیمت کے وصول کرنے پر ف اسواسطے کہ دلال اجرت لیکر کام کرتا ہی اور سمسار وہ شخص ہی
جسکے پاس غلہ وغیرہ لوگون کا جمع کیا جاتا ہی تا وہ اجرت لیکر بیچدیوے تو اوسپر بھی ثمن وصول کرنیکے لیے جبر کیا جاویگا ص
مال مضاربت مین جسقدر نقصان ہووے اول وہ نفع سے مجرا لیا جاویگا اگر نفع سے بھی نقصان زیادہ ہوجاوے تو مضارب اوسکا
ضامن نہوگا کیونکہ وہ امین ہی اور اگر نفع بانٹ لیا اور عقد مضاربت کو فسخ کردیا بعد اوسکے از سرنو عقد مضاربت کیا اور اب
کل یا بعض مال تلف ہوگیا تو پہلا نفع اسمین نہین لگایا جاویگا کیونکہ یہ تو نیا عقد ہی البتہ اگر نفع تقسیم ہوگیا اور عقد مضاربت
باقی رہا پھر سب مال یا بعض مال جاتا رہا تو جو نفع دونون نے بانٹ لیا ہی پھر سے جمع کرین اور اب رب المال اپنا راس المال
اوس نفع سے پورا کرے جو بچے اوسے دونون بانٹ لین اور اگر اوس نفع سے اصل مال پورا نہووے یعنی اصل مال کم رہے تو مضارب
پر تاوان اوسکا لازم نہ آویگا ف اسواسطے کہ مضارب امین ہی جیسا کہ گذرا ص جو مضارب اپنے ہی شہر مین رہکر کام کاج
کرے تو اپنے کھانے پینے دوا کا خرچ اپنے ہی پاس سے اوٹھاوے یعنی مال مضاربت مین سے نہ لیوے اور جو سفر مین جاوے
تو کھلائی پلائی نوکر کی تنخواہ کپڑون کی دھلوائی تیل جہان تیل کی حاجت ہی جیسے ملک حجاز مین ف حجاز مکہ اور مدینہ
اور طائف اور اون شہرون کو کہتے ہین جو درمیان نجد اور غور کے واقع ہین ملک حجاز مین تیل کی اسلیے حاجت ہی کہ بلاد حجاز
واقع ہین اقلیم دوم مین اور زمین اقلیم دوم کی حار ہی اور یابس تو وہان بدون تیل ملے اور گھی کھائے گذر نہین ہوتا ص
سواری خواہ کرایہ کی ہو یا خریدی ہو دانہ چارہ اوسکا ان سب کے مصارف مال مضاربت مین لیوے موافق دستور کے جو دستور
سے زیادہ صرف کر ڈالیگا اوسقدر کا ضامن ہوگا اور جب شہر کو لوٹ کر آوے اور سفر کی چیزون مین سے جو جہان مضارب نے لی تھین
کچھ باقی ہو تو وہ مال مضاربت مین شریک کردیوے اور اگر مضارب ایسے مقام پر کام کاج کرتا ہی کہ صبح کو وہان جاتا ہی تو رات
کو اپنے گھر مین نہین رہ سکتا تو اوسکا حکم سفر کا سا ہی اور اگر شب کو اپنے گھر مین رہ سکتا ہی تو وہ مثل ایک بازار کے ہی شہر کے
بازارون مین سے پھر اگر مضارب کو نفع حاصل ہووے تو مالک مال اوسقدر خرچ کو مجرا لیوے جو مضارب نے مال مضاربت
مین سے سفر مین صرف کیا تھا اب اوسپر جو زیادہ بچے وہ بانٹ دیا جاوے اور اگر مضارب کسی چیز کو مال مضاربت مین بطور مرابحہ
بیچے تو جو کچھ اوس چیز پر صرف ہوا ہی جیسے کرایہ باربرداری وغیرہ اصل لاگت مین لگا لیوے اور جو کچھ اپنی ذات پر صرف ہوا ہی
اوسکو نہ لگاوے مسالہ اگر مضارب پاس ہزار روپے تھے نصف نفع پر اوسنے اون ہزار روپیون کا کپڑا خریدا اور اوسکو دو ہزار کو
بیچکر ایک غلام خریدا اور ابھی دو ہزار اوسکی قیمت کے بائع کو نہین دیے تھے کہ وہ دو ہزار مضارب پاس تلف ہوگئے تو مضارب
پانسو کا ضمان دیگا اور باقی دام مالک دیگا تو چوتھائی غلام مضارب کا ہوگا اور تین حصے اوسکے مال مضاربت مین رہینگے اور راس المال
اڑھائی ہزار ہوا اور اگر مضارب اس غلام کو بطور مرابحہ کے بیچے تو اصل جمع دو ہزار بتلاوے نہ ڈھائی ہزار کیونکہ قیمت غلام کی
تو دو ہی ہزار تھی پس اگر وہ غلام چار ہزار کو بیچا تو تین ہزار حصہ مضاربت ہوگا اور ہزار روپیہ خاص مضارب کے ہونگے پھر ان
تین ہزار مین سے راس المال یعنی ڈھائی ہزار کو نکالکر باقی جو پانسو بچین گے وہ نفع کے سمجھے جاوینگے اونکو رب المال
اور مضارب بانٹ لیگا اگر مضارب نے رب المال سے ایک غلام ہزار کو خریدا جو مالک نے پانسو کو مول لیا تھا تو مرابحت بیچنے کے

کے وقت مضارب پانسو اصل جمع تبلائے اور جو مضارب نے ہزار روپے کو ایسا غلام خریدا جسکی قیمت دو ہزار ہے اور اوس غلام نے بطور خطا ایک شخص کو قتل کیا تو اوس قتل کے خون بہا کے تین حصے مالک پر اور ایک حصہ مضارب پر ہوگا اور جب دونون نے خون بہا دی تو اب وہ غلام مال مضاربت سے نکل جاویگا سو تین دن رب المال کی خدمت کرے اور ایک دن مضارب کی مضارب کے پاس ہزار روپے ہین اون ہزار روپے کے بدلے مین ایک غلام خریدا اور قبل حوالے کرنیکے طرف بائع کے وہ روپے تلف ہوگئے تو مالک کو پھر دینے ہونگے پھر اگر تلف ہوگئے قبل بائع کے دینے کے تو پھر دینے ہونگے اسی طرح یہان تک تلف ہوتے جاوینگے مالک دیتا جاویگا اور یہ سب روپے راس المال مین شریک سمجھے جاوینگے اگر مضارب کے پاس دو ہزار ہون اور رب المال سے کہے کہ تو نے مجھکو ایک ہزار روپے دیے تھے اور ایک ہزار نفع کے ہین اور رب المال کہے کہ مینے تجھے دو ہزار دیے تھے تو قول مضارب کا قسم سے معتبر ہوگا، ایک شخص کے پاس ہزار روپے ہین وہ کہتا ہے کہ یہ روپے مضاربت کے طور پر ہین زید کے اور کچھ نفع ہو چکا ہے اور زید کہتا ہے کہ بطریق بضاعت کے ہین تو قول زید کا معتبر ہوگا قسم سے جیسے وہ شخص اون روپون کو قرض کے بتلاوے اور زید اوسکو بضاعت یا امانت قرار دیوے تو بھی قول زید کا قسم سے مقبول ہے اگر رب المال کہے کہ مینے تجھے حکم کیا تھا مضاربت کا فلانی چیز کی تجارت مین اور مضارب اسکا انکار کرے اور کہے کہ تو نے کسی تجارت خاص کی قید نہین لگائی تھی تو قول مضارب کا قسم سے مقبول ہوگا اور اگر ہر ایک نے ایک قسم خاص تجارت کا دعوی کیا تو قول مالک کا قسم سے مقبول ہوگا کیونکہ اذن تجارت کا اوسی کیطرف سے ہے

قتل خطا کا بیان کتاب الجنایات میں [illegible]

کتاب الودیعة

یہ کتاب ہے امانت کے بیان مین **ف** امانت مین خیانت کرنا بڑا گناہ ہے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہین ایمان ہے اوسکا جو امانت دار نہین ہے روایت کیا اوسکو بیہقی نے شعب الایمان مین انس سے اور یہ بڑی وعید ہے خائن کے لیے اور فرمایا اللہ نے اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُکُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمَانَاتِ اِلٰی اَھْلِھَا یعنی اللہ حکم کرتا ہے تمکو اس بات کا کہ ادا کرو تم امانت کو اوسکے مالکون کیطرف **ص** ودیعت امانت ہے کہ چھوڑی گئی ہے واسطے حفاظت کے تو ضامن نہوگا مودع اگر خود بخود بغیر اوسکی زیادتی کے ودیعت ہلاک اور تلف ہو جاوے **ف** جو چیز امانت رکھائی جائے اوسکو ودیعت کہتے ہین اور جو رکھائے یعنی صاحب مال اوسکو مودِع بکسر دال اور جسکے پاس رکھی جاوے اوسکو مودَع بفتح دال اور امین کہتے ہین تو ودیعت جب بغیر زیادتی مودَع کے تلف ہوگئی تو دے دینا تاوان اوسکا لازم نہ آویگا اوسواسطے کہ فرمایا حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ نہین ہے عاریت لینے والے پر جو خائن نہو تاوان اور نہ مودَع پر جو خائن نہو تاوان روایت کیا اوسکو دارقطنی اور بیہقی نے اپنی سنن مین اور روایت کیا ابن ماجہ نے عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ سے کہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جسنے امانت رکھی کسی کے پاس تو نہین اوسپر تاوان اور اسناد اوسکی ضعیف ہے مگر یہ قول متفق علیہ ہے ائمہ اربعہ کا کذا فی المیزان **ص** مودَع کو یہ پہونچتا ہے کہ مال امانت کی محافظت خود کرے یا اپنے گھر والون کے پاس رکھے یا امانت کو ساتھ لیکر سفر کرے اگر مودِع نے اوسکو سفر مین لیجانے سے منع نہ کیا ہو اور رستے مین خوف غارتگری کا نہو اور جو مودِع نے اوسکو سفر مین ساتھ لیجانے سے منع کر دیا ہو یا رستہ خوفناک ہو اور راہ مین امانت تلف ہو جاوے تو اوسکو تاوان دینا پڑیگا اسیطرح اگر مودَع نے اوسکی حفاظت سوا اپنے گھر والون کے اور لوگون سے کرائی تو بھی اوس صورت مین ہلاک مین تاوان دیگا البتہ اگر آگ لگنے یا ڈوب جانے کے خوف سے اپنے پڑوسی یا دوسری کشتی والے کو دیدیا اور وہ تلف ہوجاوے تو تاوان نہوگا

ف مگر ثبوت ان عذرات کا بغیر گواہون کے نہوگا ہدایہ ص تو اگر صاحب مال نے امانت اپنی طلب کی اور مُودَع نے باوجود
قدرت نہ دی یا انکار کیا اگرچہ پھر بعد اوسکے اقرار بھی کیا ف یعنی جب انکار کیا امانت کا بوقت طلب صاحب مال کے تو ضامن
ہوجاویگا برابر ہے کہ پھر اوسکا اقرار کرے یا نکرے اور جو سوا مالک کے اور کسی سے انکار کیا تو ضامن نہوگا کیونکہ یہی حفاظت مال کا طریقہ ہے
اور اگر مُودَع نے مرتے وقت بیان نکیا امانت کو جب بھی ضامن ہوگا ص یا مُودَع نے اوس امانت کو اپنے مال مین اسطرح ملا دیا
کہ تمیز نہین ہوسکتی ف مثلاً امانت گیہون تھے اور امین نے اپنے گیہون مین اونکو ملا دیا اور اگر خلاف جنس مین ملا دیگا
جیسے جَو کو گیہون مین تو مالک کا حق جاتا رہیگا اور بالاتفاق ضمان لازم آویگا اسی طرح اگر اپنی جنس مین ملا دے نزدیک امام
صاحب کے اسی طرح نزدیک ابو یوسف کے مگر جب امانت کو اوسی جنس مین جو اکثر ہووے امانت سے ملا دے تو قلیل تابع ہوگا اکثر کا نہ جب اقل
مین ملا دے کیونکہ اس صورت مین حق مالک کا نجاویگا بلکہ شرکت ثابت ہوگی اور محمد کے نزدیک ہر حال مین شرکت ہوگی خواہ اقل مین
ملا دے یا اکثر مین کذا فی الاصل ص یا مُودَع نے امانت مین زیادتی کی اسطرح پر کہ اوسکے کپڑے کو پہنا یا امانت کے جانور پر سوار
ہوا یا امانت کے روپیون مین سے کچھ خرچ کے واسطے اوسمین شریک کر دیے یا جس گھر مین مالک نے حفاظت مال کا حکم کیا تھا مُودَع
نے اوسکے سوا دوسرے گھر مین حفاظت کی تو ان سب صورتون مین مُودَع ضامن ہوگا اور اگر وہ امانت مُودَع کے مال مین خود
بخود مل گئی تو دونون اوسمین شریک ہوجاوینگے اور اگر مُودَع نے امانت مین زیادتی کی پھر اوس زیادتی کو دور کر دیا تو ضمان بھی
زائل ہوجاویگا ف جیسے امانت کو جس گھر مین مُودِع نے کہا تھا نرکھا بلکہ دوسرے گھر مین رکھا بعد اوسکے پھر اوسی گھر
مین رکھدیا تو ضمان زائل ہوجاویگا اور امام شافعی کے نزدیک زائل نہوگا ص اگر دو شریکون نے اپنا مال ایک شخص کے
پاس امانت رکھا اب ایک شریک آیا تو مُودَع کو نہین پہونچتا کہ اوسکا حصہ حوالے کرے بغیر دوسرے کے آئے ہوئے ف جب
یہ ودیعت سوا مکیل اور موزون کے اور کوئی چیز ہو تو یہ حکم اتفاقی ہے اور اگر مکیل و موزون ہووے تو یہی حکم ہے نزدیک امام اعظم
کے برخلاف صاحبین کے اسواسطے کہ مُودَع کو ولایت تقسیم مال کی نہین ہے کذا فی الاصل ص جب ایک چیز امانت
رکھی دو مردون کے پاس تو اگر وہ شی قابل قسمت نہین ہے تو اون دونون مردون مین سے ہر ایک اوسکی حفاظت کر سکتا ہے بغیر
دوسرے کے اذن کے اور جو قابل تقسیم ہے تو ہر ایک کو چاہیے کہ اوسکے دو حصے کرے ایک ایک حصے کی حفاظت کرے ف
اور صاحبین کے نزدیک یہان بھی ہر ایک اپنا حصہ دوسرے کو دے سکتا ہے ص باوجود اسکے اگر ایک مُودَع نے نصف حصہ اپنا
دوسرے کو دیدیا تو یہ دینے والا النصف کا ضامن ہوگا نہ جو قابض ہے کل مال پر کیونکہ مُودَع المُودَع ضامن نہین ہوتا امام صاحب
کے نزدیک تو اگر مُودِع نے منع کر دیا مُودَع کو کہ اس امانت کو اپنے گھر والون کے سپرد نکرنا اور اوسنے دیا اوس شخص کو کہ اگر اوسکو
نہ دیتا تو کچھ اسکا حرج نتھا تو ضامن ہوگا اور اگر اوسکو دیا کہ جسکے بغیر دیے چارہ نتھا جیسے امانت جانور تھا
اور اپنے غلام کے سپرد کیا یا وہ چیزین تھین جنکی عورتین حفاظت کرتی ہین اپنی بیوی کو دین تو ضامن نہوگا جیسے
ایک گھر مین کئی کوٹھریان ہین اور مُودِع نے ایک کوٹھری مین رکھنے کو کہا تھا اوسنے دوسری کوٹھری مین رکھا ف تو
ضامن نہوگا کیونکہ ایک گھر کی سب کوٹھریان حفاظت مین برابر ہین البتہ اگر گھر بدل جاویگا تو ضامن ہوگا
ص مگر جب دوسری کوٹھری مین جسمین اوسنے مال رکھا کوئی خلل ظاہر ہووے ف جیسے اوسکا دروازہ [illegible]

یا دیوار ٹوٹی ہووے ص تو البتہ ضامن ہوگا اور اگر مُودَع نے امانت کسی اور پاس رکھائی تو ضمان صرف اول پر لازم آویگا ف امام صاحب کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک مالک کو اختیار ہے چاہے تاوان اوسکا مُودَع سے لیوے خواہ مُودَع المُودَع سے لیکن اگر مُودَع المُودَع سے لیگا تو وہ مُودَع سے پھیر لیگا ص اور اگر غاصب نے شی مغصوب کو کسی کے پاس امانت رکھا بعد اوسکے وہ شی اوس شخص کے پاس سے تلف ہو گئی تو مالک کو اختیار ہے چاہے تاوان اوسکا غاصب سے لیوے اور چاہے مُودَع الغاصب سے ف یعنی اوس شخص سے جسکے پاس غاصب نے امانت رکھا تھا سو اگر تاوان لیوے مُودَع سے تو وہ غاصب سے رجوع کر لیوے در مختار ص عمرو کے پاس ہزار روپے ہین زید نے دعوی کیا کہ یہ میری امانت ہین اور بکر نے دعوی کیا کہ یہ میری امانت ہین اور کسیکے پاس گواہ نہین ہین اور عمرو دونون کے دعوے سے منکر ہے تو قاضی عمرو کو حلف دلاویگا ہر ایک کے لیے جدا جدا اور جسکے حلف سے چاہے شروع کرے اور جو جھگڑا کرین تو قرعہ ڈال لیوے تو اگر ایک کے حلف سے عمرو نے نکول کیا دوسرے کے لیے حلف دلاوے اگر اوسکے لیے بھی نکول کرے تو یہ ہزار دونون کے ٹھہرینگے اور عمرو پر ہزار روپے اور لازم آوینگے ف دلیل اسکی مع اور تفصیل کے اصل کتاب مین مذکور ہے فقط

کتاب العاریۃ

یہ کتاب ہے عاریت کے احکام کے بیان مین یعنی مانگی ہوئی چیز کے لینے کے بیان مین عاریت کی خوبی قرآن اور حدیث اور اجماع سے ثابت ہے فرمایا اللہ تعالی نے وَیَمْنَعُوْنَ الْمَاعُوْنَ یعنی منع کرتے ہین ماعون کو ماعون اوس چیز سے عبارت ہے جسکی عاریت دینے کی لوگون مین عادت جاری ہو پھر جب عاریت نہ دینا مذموم ٹھہرا تو عاریت دینا خوب ہوا اور اجماع ہے کہ عاریت جائز ہے اسواسطے کہ یہ ایک قسم کا احسان ہے اور حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کئی زرہین عاریت لی تھین صفوان سے غزوۂ حُنین مین روایت کیا اوسکو ابوداود نے اور بخاری مین ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوطلحہ کا گھوڑا جسکا مندوب نام تھا بطور عاریت لیا تھا ص عاریت کہتے ہین نفع کے مالک کر دینے کو بغیر عوض کے جاننا چاہیے کہ تملیکات چار قسم ہین ایک تملیک عین بعوض تو یہ بیع ہے دوسری تملیک عین بلا عوض یہ ہبہ ہے تیسری تملیک منفعت بعوض یہ اجارہ ہے چوتھی تملیک منفعت بلا عوض یہ عاریت ہے ف اِعارہ عاریت دینا استعارہ عاریت مانگنا مُعِیر عاریت دینے والا مُستعِیر عاریت لینے والا مُستعار وہ شی جو عاریت دیجاوے ص صحیح ہے عاریت ان الفاظ سے کہ یہ چیز مین نے تجکو عاریت دی یا عطا کی یا اپنی زمین مین نے تجھے کھانے کو دی ف یعنی زمین کا غلہ تیرے کھانے کو دیا ص یا مین نے تجھے اس جانور پر چڑھا لیا یا مین نے اپنا غلام تجھے خدمت کے لیے دیا یا میرا گھر تیرا ہے سکونت کی راہ یا میرا گھر عمر بھر تیرے رہنے کو ہے اور معیر کو اختیار ہے کہ جب چاہے اپنی چیز پھیر لیوے ف اگرچہ معیر نے اوسکا کوئی وقت بھی مقرر کر دیا ہو اور مستعیر کو پھیر دینا اوسکا واجب ہے سو اسواسطے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عاریت ادا کیجاوے طرف مالک کے روایت کیا اوسکو ابوداود نے اور فرمایا [illegible] صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ادا کر امانت کو اوسکی طرف جس نے امین کیا تجھے اور نہ خیانت کر اوسکی جسنے خیانت کی تیری روایت کیا اوسکو ترمذی اور ابوداود نے ابوہریرہ سے اور حسن کہا اوسکو اور صحیح کیا اوسکو حاکم نے اور منکر جانا اوسکو ابوحاتم رازی نے ص اور بغیر زیادتی کے اگر مستعار مستعیر پاس ہلاک ہو جاوے تو مستعیر پر تاوان اوسکا لازم نہ آویگا ف اسواسطے کہ عاریت امانت ہے اور امانت کا تاوان نہین ہوتا اور امام شافعی کے نزدیک تاوان لازم

ادیگا ص مستعیر کو اختیار نہیں کہ مستعار کو کرایہ پر چلاوے تو اگر اوسنے کرایہ دیا اور ہلاک ہوگئی تو معیر کو اختیار ہے کہ تاوان اوسکا
یا مستعیر سے لیوے یا کرایہ دار سے سو اگر مستعیر سے لیا تو وہ کسی پر رجوع نکریگا اور جو کرایہ دار سے لیا تو وہ مستعیر پر رجوع کرلیوے
اگر اوسکو کرایہ لیتے وقت علم اسبات کا نہووے کہ یہ شے عاریت ہے سو اجر پاس اگر ایک شے عاریتاً دی اور نفع اوٹھانے والے کو معین
نہیں کیا تو مستعیر کو درست ہے کہ وہ شے دوسرے کو بطور عاریت دیوے برابر ہے کہ استعمال اوسکا مختلف ہو جیسے سواری جانور کی یا
نہ مختلف ہو جیسے بوجھ لادنا جانور پر ف یا مکان میں رہنا یا غلام سے خدمت لینا ص اور اگر معین کردیا اوس شخص کو جو اوس
شے سے نفع لیوے ف جیسے معیر نے کہدیا کہ تو ہی اس سے نفع اوٹھانا ص تو اگر استعمال اوسکا مختلف نہو تب مستعیر کو اوسکا
عاریت دینا درست ہے اور اگر مختلف ہو تو دوسرے کو عاریت دینا درست نہیں اسیطرح موجر کا حکم ہے ف یعنی جسوقت کوئی
شے کرایہ پر دی تو اگر موجر نے نفع اوٹھانے والے کو معین نہیں کیا تو مستاجر دوسرے کو عاریت دیسکتا ہے برابر ہے کہ وہ شے مختلف الاستعمال ہو
یا نہو اور اگر معین کردیا تو نہیں دیسکتا مگر اوس شے کو جو مختلف الاستعمال نہووے اور امام شافعیؒ کے نزدیک مستعیر کو عاریت دینا
کسی صورت میں جائز نہیں ہے کذا فی الاصل ص تو جس شخص نے ایک جانور کرایہ میں یا بطور عاریت لیا اور موجر اور معیر نے
کوئی قید نہیں لگائی تو اوس شخص کو پہونچتا ہے کہ اوس جانور پر آپ بوجھ لادے یا دوسرے کو بطور عاریت بوجھ لادنیکے لیے دیوے
اور خود سوار ہووے اور دوسرے کو سوار کرادے اور جس کام کو کریگا تو وہی فعل معین ہو جاویگا اب اگر دوسرا فعل کریگا تو ضامن
ہوگا ف اسواسطے کہ مطلق ہر قسم کے نفع کو شامل ہے اور تعیین انتفاع میں مستعیر اور مستاجر کو اختیار ہے تو اگر اول آپ سواری
کی تو اب دوسرے کو سوار نہیں کرسکتا اور اگر بوجھ لادا تو سوار ہو نہیں سکتا ص اور اگر معیر اور موجر نے انتفاع کو مطلق رکھا وقت
سے اور قسم سے تو مستعیر اور مستاجر کو اختیار ہے کہ جسوقت چاہے جسطرح کا چاہے نفع لیوے اور اگر مقید کردیا تو اگر مستعیر اور
مستاجر نے اوسکے مثل یا بہتر دوسرا نفع لیا تو خیر اور اگر اوس سے برا نفع لیگا تو ضامن ہوگا اگر ایک شخص نے ایک جانور کرایہ کو
یا بطور عاریت لیا بعد فراغت کے اوس جانور کو مالک کے اصطبل میں چھوڑ دیا یا اپنے غلام یا اوس نوکر کے ساتھ جسکی تنخواہ
ماہواری یا سالانہ ملتی ہو بھیجدیا یا مالک کے غلام یا اوسکے نوکر کے ہمراہ روانہ کردیا پھر وہ جانور مالک کو ملنے سے اول ہلاک ہوگیا
تو ضامن نہوگا ف اور جو نوکر روز پر ملازم ہو تو اوسکے ہمراہ بھیجنے سے ضامن ہوگا اس سے معلوم ہوا کہ مستعیر امانت رکھنے کا
مالک نہیں ص جیسے مستعیر شے مستعار کو جو نہایت عمدہ اور بیش قیمت نہو معیر کے گھر میں دے آوے پھر وہ ہلاک ہو جاوے تو مالک کو پہونچنے
سے پہلے تو ضامن نہوگا اور اگر وہ شے نہایت نفیس ہو جیسے جواہرات وغیرہ تو گھر میں دے آنے سے بری الذمہ نہوگا بلکہ خاص مالک
کو دینا چاہیے اسیطرح امانت اور مغصوب کو اگر مالک کے گھر میں دے آویگا تو ضامن ہوگا ف یعنی در صورت ہلاک بلکہ امانت
اور مغصوب کو خاص مالک کو دینا ضرور ہے ص اور عاریت لینا روپیہ اشرفی اور مکیل اور موزون اور معدود کا قرض میں داخل
ہے ف اسلیے کہ ان اشیا سے نفع حاصل نہیں ہوسکتا بدون استہلاک عین کے الا اوس صورت میں جب انتفاع کو معین کرلیوے
جیسے ایک روپیہ مانگے ترازو درست کرنیکے لیے یا دوکان کی آرایش کرنے کے لیے تو عاریت ہوگا اور فائدہ قرض ہونے کا یہ ہے کہ اگر یہ چیزیں
ہلاک ہوجاوینگی مستعیر پاس قبل نفع لینے کے تو ضمان اوسپر لازم ہوگا کذا فی الاصل ص صحیح ہے عاریت لینا زمین کا
واسطے مکان بنانے اور درخت بونے کے اور معیر کو پہونچتا ہے کہ جسوقت چاہے عاریت سے رجوع کرے اور مستعیر [illegible]

واسطے کھودنے مکان اور درخت کے اور درخت اور مکان کا جو نقصان ہوگا تو معیر اوسکا ضامن نہوگا اگر عاریت کیوقت معیر نے کوئی وقت بیان نہ کیا ہووے اور اگر وقت مقرر کر دیا ہو اور قبل وقت کے اوسکے کھودنے کا حکم کیا تو جسقدر قیمت اوس درخت یا مکان کے کھودنے سے گھٹ جاویگی اوسکا معیر کو تاوان دینا ہوگا اور مکروہ ہی کہ معیر قبل وقت کے عاریت میں رجوع کرے **ف** کیونکہ وعدہ خلافی ہی اور وہ حرام ہی **ص** اور اگر زمین کھیتی بونے کے لیے عاریت دی تو معیر کو نہین پہونچتا کہ قبل کھیت کٹنے کے زمین اپنی لے لیوے خواہ عاریت کی مدت مقرر کی ہو یا نکی ہو **ف** اسواسطے کہ کھیتی کی انتہا ایک مدت معلوم تک ہی تو اس حکم مین رعایت طرفین کی ہی بخلاف درخت یا مکان کے کہ اوسکی کچھ نہایت نہین ہی **ص** شی مستعار اور مستاجر اور مغصوب کی ردکی اجرت مستعیر اور موجر اور غاصب پر واجب ہی **ف** مستاجر پر اجرت رد کی واجب نہین بلکہ اوسپر صرف خالی اور فارغ کر دینا ضرور ہی **ص** جب ایک شخص نے زمین واسطے کھیتی کرنے کے عاریت لیوے تو مالک کو دستاویز مین یون لکھے کہ تو نے مجکو زمین کھانے کے لیے دی نہ یہ کہ تو نے عاریت دی اسلیے کہ عاریت زمین کی کبھی واسطے مکان بنانے کے ہوتی ہی اور صاحبین کے نزدیک یون ہی لکھے کہ تو نے زمین مجھے عاریت دی واللہ اعلم

کتاب الھبة

ہبہ کا جواز اور مستحب ہونا حدیث سے ثابت ہی فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ ہدیہ دو آپسمین تا محبت زیادہ ہو آپسمین روایت کیا اوسکو بخاری نے ادب مفرد مین ابوہریرہؓ سے اور ابو یعلی نے اسناد حسن سے اور روایت کیا اوسکو مالک نے موطا مین عطا سے مرسلاً اور نسائی نے کتاب الکنی مین اور بیہقی نے شعب الایمان مین اور روایت کیا بندار نے انسؓ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپسمین ہدیہ بھیجو اسلیے کہ ہدیہ دور کرتا ہی کینے کو اور اسکے جواز پر اجماع منعقد ہوا **ص** ہبہ کہتے مین ایک شی کا مالک کر دینا غیر کو بغیر عوض کے **ف** اور واہب کہتے ہین ہبہ کرنے والے کو اور موہوب لہ جسکو ہبہ کیا جاوے اور موہوب وہ شی جسکو ہبہ کرے **ص** صحیح ہی ہبہ ان الفاظ سے وَهَبْتُ ہبہ کیا مینے نَحَلْتُ ہبہ کیا مینے **ف** اسلیے کہ وہبت صریح ہی معنی ہبہ مین اور نحل بھی مستعمل ہی ہبہ مین فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اوس شخص کے لیے جسنے اپنے بیٹے کو ایک غلام ہبہ کیا تھا اکل ولدک نحلتہ مثل کذا کیا سب لڑکون کو دیا تو نے اسی طرح **ص** اَعْطَيْتُ عطا کیا مینے اَطْعَمْتُكَ هٰذَا الطَّعَامَ کھانے کو دیا مینے تجھے یہ کھانا **ف** اسواسطے کہ اطعام جب منسوب ہوتا ہی طرف طعام کے تو ہبہ ہوتا ہی اور جب منسوب ہو طرف زمین کے جیسے کہے اَطْعَمْتُكَ هٰذِهِ الْاَرْضَ تو عاریت ہی جیسا گذرا کذا فی الاصل **ص** جَعَلْتُ هٰذَا لَكَ اسکو مینے تیرے لیے کر دیا اور اَعْمَرْتُكَهٗ اور جَعَلْتُ لَكَ عُمْرِيٰ مینے تجھے بطور عمری دی یعنی عمر بھر کو دی **ف** عمری یہ ہی کہ ایک شی کسیکو مدت العمر اوسکی دیدیوے اور کہے کہ جب تو مر جاویگا تو مین پھیر لونگا سو تملیک صحیح ہی اور پھیر لینے کی شرط باطل ہی اسواسطے کہ ہبہ باطل نہین ہوتا شروط فاسدہ سے بلکہ وہ شرطین باطل ہو جاتی ہین اور فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو شخص کسیکو عمری دیوے تو وہ چیز عمری کی ہیگا حیات اوسکی ہے اور بعد اوسکے وارثون کی روایت کیا اوسکو جماعت نے سوا بخاری کے جابرؓ سے بخلاف اوس صورت کے کہ دار لک عمری سکنی کہے کیونکہ تملیک اوسکا سکنی عاریت ہی کذا فی الاصل **ص** حَمَلْتُكَ عَلٰى هٰذِهِ الدَّابَّةِ مینے تجکو چڑھا لیا

اس جائز ہے بشرطیکہ نیت ہبہ کی ہو کسوتک ہذا الثوب پہنایا مین نے تجکو یہ کپڑا داری لک ھبۃ تسکنھا میرا
گھر تیرا ہے موہوب ہوکر اوسمین رہیگا تو اور اگر یون کہا کہ داری لک ھبۃ سکنی تو عاریت ہوجاویگا کیونکہ اسصورت مین لفظ
سکنی کا تفسیر ہوگا یا یون کہے سکنی ھبۃ اسواسطے کہ ہبہ حال ہے سکنی سے جب بھی عاریت ہوگا اسی طرح نحلی سکنی اور
سکنی صدقۃ اور صدقۃ عاریۃ اور عاریۃ ھبۃ تینون بھی عاریت ہوگا ف نحلی سکنی کے معنی دیا مین نے تجکو یہ
گھر دینے کے ازروے سکونت کے اور سکنی صدقۃ یعنی گھر میرا تیرے لیے ہے بطریق سکنی کے حال آنکہ وہ سکنی صدقہ ہے
اور صدقۃ عاریۃ یعنی گھر میرا تیرے لیے صدقہ ہے بطریق عاریت کے عاریۃ ھبۃ یعنی گھر میرا تیرے لیے ہے
بطور عاریت کے حال آنکہ وہی عاریت ہبہ ہے یعنی ہبہ منافع مراد ہے نہ ہبہ عین کذا فی الاصل ص اور تمام ہوتا ہے ہبہ قبض
کامل سے ف اسواسطے کہ ہدایہ مین ہے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہین جائز ہوتا ہے ہبہ مگر قبض کے ساتھ لکھا
زیلعی نے تخریج ہدایہ مین کہ یہ حدیث غریب ہے البتہ روایت کیا ہے اسکو عبدالرزاق نے قول سے ابراہیم نخعی کے اور مراد اس سے
یہ ہے کہ بدون قبض کے ملک موہوب لہ کی ثابت نہین ہوتی اسواسطے کہ جواز بدون قبض کے بھی ہو جاتا ہے ہدایہ ص مراد
قبض کامل سے یہ ہے کہ جسقدر ممکن ہو موہوب لہ موہوب پر قبضہ کرے تو منقول مین قبض کامل وہ ہے جو اوسکے مناسب ہو
اور غیر منقول مین جو اوسکے مناسب ہووے تو گھر کی کنجیون پر قبضہ کرنا گھر پر قبضہ ہوگا اور جو چیز لائق قسمت ہے اوسمین قبض
کامل بعد قسمت کے ہوگا اور جو لائق قسمت نہین تو کل پر قبضہ کرنے سے موہوب پر بھی قبضہ ہوجاویگا تو صحیح ہے اگر قبضہ
کیا موہوب لہ نے مجلس ہبہ مین بلا اذن واہب کے اور اگر بعد مجلس ہبہ کے قبضہ کیا تو باذن واہب ضرور ہے صحیح ہے ہبہ کرنا اوس
مشاع کا جو قابل قسمت نہین ہے ف مشاع اوس شی کو کہتے ہین کہ شریکون مین مشترک ہووے اور اوسکی قسمت نہوئی ہووے ص
جیسے چکی یا حمام یا چھوٹا مکان ف کہ بعد تقسیم کے قابل انتفاع کے نہین رہتی تو اگر ایسے مشاع کو واہب نے ہبہ کیا موہوب
کو اور موہوب لہ نے اوسپر قبضہ کر لیا تو قبل تقسیم بھی ہبہ تمام ہوجاتا ہے ص اور نہین صحیح ہوتا ہے ہبہ اوس مشاع کا جو قابل تقسیم ہے ف
قبل تقسیم کے اگرچہ موہوب لہ اوسپر قبضہ کر لیوے ص اگرچہ اپنے شریک ہی کو ہبہ کرے یا اجنبی کو جاننا چاہیے کہ مفسد ہبہ وہ شیوع
ہے جو مقارن ہو ہبہ کے نہ جو بعد ہبہ کے طاری ہوجاوے جیسے ایک شخص نے ایک مکان ہبہ کیا پھر اوسکے بعض غیر معین مین رجوع کیا یا بعض
غیر معین کسی اور کا نکلا برخلاف رہن کے کہ وہان شیوع طاری بھی مفسد ہے ص تو اگر واہب نے اوسکی تقسیم کی پھر سپرد کیا موہوب لہ
کو تو ہبہ صحیح ہوجاویگا ف یعنی پہلے اوسنے نصف شائع ہبہ کیا پھر تقسیم کرکے تسلیم کر دیا تو ہبہ صحیح ہوجاویگا اسواسطے کہ تمامی ہبہ
قبض سے ہے اور وقت قبض کے شیوع نتھا ص اگر ہبہ کیا گیہون کے اندر آٹا یا تلون کے اندر تیل نہین جائز ہے
اگرچہ گیہون پیسکر آٹا دیدیوے یا تلون مین سے تیل نکال کر دیدیوے ف یا دودھ تھن مین سے نکال کر دیوے
اسواسطے کہ یہ چیزین معدوم ہین وقت ہبہ کے تو انکا ہبہ کسی طرح جائز نہوگا برخلاف مشاع کے کذا فی الاصل ص
اور ہبہ دودھ کا تھن مین اور اون کا بکری کی پیٹھ پر اور کھیت اور درختون کا زمین مین اور کھجور کا درخت مین ناجائز ہے
مثل مشاع کے ف یعنی اگر ان چیزون کو بعد ہبہ کے جدا کرکے دیدیگا تو ہبہ صحیح ہوجاویگا مثل مشاع کے
ص ہبہ اوس چیز کا جو موہوب لہ کے پاس ہے ف اگرچہ بطور غصب یا امانت ہو درست ہے مختار ص بغیر قبضہ

جدید کے تمام ہوجاویگا ف یعنی موہوب لہ کو ضرورت نہین کہ اوسپر دوسری مرتبہ قبضہ جدید کرے ص اگر باپ ف
یا جو شخص جسکو ولایت ہو بچہ پر یعنی جو صغیر کی پرورش کرتا ہو تو بھائی اور چچا بھی اسمین داخل ہین جب باپ نہو بشرطیکہ صغیر اونکے
عیال مین ہووے دُر مختار ص اپنے فرزند نابالغ کو کوئی شی ہبہ کرے تو یہ ہبہ صرف ایجاب سے تمام ہوجاویگا نہ اسمین قبول کی
حاجت ہے نہ قبض کی ف اسواسطے کہ ولی کا قبضہ مثل قبضہ موہوب لہ کے شمار کیا جاویگا در مختار ص اگر اجنبی نے
کوئی چیز ہبہ کی ایک نابالغ کو تو ہبہ تمام ہوجاویگا خود اوس صغیر کے قبضے سے اگر وہ عاقل ہو ف یعنی تحصیل
مال کو سمجھتا ہووے در مختار ص یا اوسکے باپ کے قبضے سے یا اوسکے دادا کے قبضے سے یا باپ اور دادا کے وصی کے
قبضے سے یا ان کے قبضہ کرنے سے اگر وہ صغیر ان کے پاس ہووے ف یعنی وصی کے پاس پرورش پاتا ہو اور اگر اوسکی
پرورش مین نہووے تو اوسکا قبضہ کافی نہوگا ص یا اجنبی کے قبضہ کرنے سے اگر وہ اجنبی اوس صغیر کی پرورش کرتا ہے اور وہ لڑکا
اوسی کے پاس ہے اور اگر ایک شی ہبہ کی صغیرہ کے لیے اور اوسکی طرف سے اوسکے خاوند نے موہوب پر قبضہ کیا تو درست ہے بشرطیکہ بعد
زفاف کے ہووے ف اور قبل زفاف کے صحیح نہین در مختار زفاف سے مراد زوجہ کا جانا ہے زوج کے گھر مین بعد نکاح کے ص
دو آدمیون نے اگر اپنا گھر ایک شخص کو ہبہ کیا تو صحیح ہے اسواسطے کہ کُل گھر ایک شخص کے پاس آیا تو شیوع نہین ہے اور اسکا
اولٹا یعنی ایک شخص اپنا گھر دو آدمیون کو ہبہ کرے تو صحیح نہین نزدیک امام صاحب کے اور صاحبین کے نزدیک صحیح ہے
ف اسواسطے کہ تملیک متحد ہے تو شیوع باقی نہین رہا جیسے ایک چیز گرو کی دو شخصون پاس اور امام صاحب کی دلیل
یہی کہ ہر ایک کو نصف گھر ہبہ کیا تو شیوع ثابت ہوا بر خلاف رہن کے کہ وہان ہر ایک کے دین کے بدلے مین کل شی محبوس
رہیگی کذا فی الاصل ص جیسے دس درم تصدق کیے یا ہبہ کیے دو تونگرون کو تو درست نہین اور دو فقیرون کو
اگر تصدق یا ہبہ کیے تو درست ہے ف اور صاحبین کے نزدیک اول صورت مین بھی درست ہے جیسے مکان کی ہبہ مین
دو شخصون کو دلیل امام صاحب کی یہ ہے کہ تونگرون کو جب ہبہ یا تصدق کیا تو موہوب لہ دو شخص ہوگئے اور وہ موجب
ہے شیوع کو بر خلاف تصدق اور ہبہ کے دو فقیرون پر کیونکہ وہ در اصل خدا کو دینا ہے اور خدا واحد ہے فرمایا حضرت علیہ السلام نے
صدقہ پڑتا ہے اول کف مین خدا تعالی کے قبل اسکے کہ پہونچے کف مین فقیر کے کذا فی الاصل اور یہ حدیث اس لفظ سے مجھے نہین ملی واللہ اعلم

باب ہبہ کرکے پھیر لینے کے بیان مین ص

ہبہ کرکے پھیر لینا درست ہے ہمارے نزدیک اسواسطے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہبہ کرنے والا زیادہ حقدار ہے
شی موہوب کا جب تک نبدلا پاوے واہب کا ف روایت کیا اوسکو ابن ماجہ نے ابوہریرہ رضی سے اور روایت کیا اوسکو حاکم نے
اور صحیح کہا ابن عمر رضی سے ص اور امام شافعی رح کے نزدیک رجوع کرنا ہبہ مین درست نہین مگر جو باپ اپنے بیٹے کو ہبہ کرے
اسلیے کہ فرمایا آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام نے نہ رجوع کرے ہبہ کرنے والا اپنی ہبہ مین مگر باپ اوس چیز مین جو ہبہ کرے
اپنی اولاد کو ف روایت کیا اس حدیث کو امام احمد اور ابوداؤد اور ترمذی اور نسائی اور ابن ماجہ نے ابن عمر اور ابن عباس
رضی اللہ عنہم سے اور صحیح کیا اوسکو ترمذی نے اور ابن حبان اور حاکم نے ص ہم کہتے ہین کہ مطلب اس حدیث کا یہ ہے کہ
دو چیزون کو سزاوار نہین کہ رجوع کرین البتہ باپ کو کہ وہ وقت احتیاج کے اپنی اولاد کے مال کا مالک ہوجاتا ہے ف

یعنی یہ ممانعت جو حدیث شافعی مین مروی ہے محمول ہے اوپر کراہت رجوع کے اور شک نہین اوسمین کہ پھیرنا ہبہ سے ہمارے
نزدیک یا مکروہ تحریمی ہے بر قول اصح یا مکروہ تنزیہی ہے بر قول ضعیف اسلیے کہ فرمایا رسول اللہ علیہ السلام نے پھیرنے والا اپنی
ہبہ مین جیسے کتا کہ قے کرتا ہے پھر آتا ہے اپنی قے کی طرف روایت کیا اوسکو بخاری و مسلم نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے دستیاب مختار و طحطاوی
ص لیکن رجوع کے ساتھ موانع ہین جو دمع خزقہ مین مجتمع ہین ف سات امر مانع ہین رجوع فی الہبہ کے امام نسفی
نے تسہیل ضبط کے واسطے اون موانع کی طرف اشارہ ان سات حرفون مین کردیا ہے یعنی اس عبارت کے ہین کہ انسونے
زخمی کر ڈالا اوسکو خزقہ یعنی طعن ہے تو گویا انسو کو برچھی کے ساتھ مشابہت دی کذا فی الطحطاوی ص تو دال سے مراد وہ
زیادت ہے ف جو نفس شی موہوب مین ہووے اور اوسکے سبب سے قیمت شی موہوب کی بڑھ جاوے اور ص متصل ہووے
شی موہوب سے ف یعنی جدا ہونا اوس زیادت کا شی موہوب سے ممکن نہووے زیادت کی قید اسواسطے لگائی کہ نقصان ہوجاوے
چنانچہ حاملہ ہونا لونڈی کا اور کاٹ ڈالنا کپڑے کا مانع رجوع نہین اور نفس شی موہوب کی قید سے وہ زیادت نکل گئی جو کہ
نرخ مین ہووے مثلاً بعد ہبہ کے شی موہوب کا نرخ بڑھ جاوے تو یہ زیادتی مانع رجوع نہین زیادت قیمت کی قید سے وہ زیادتی
نکل گئی جو نقصان قیمت کا موجب ہے جیسے طول فاحش غلام لونڈی کے قامت کا کہ یہ بھی مانع رجوع نہین ص جیسے
عمارت بنانا اور درخت کا جمانا ف کہ ایک شخص نے خالی زمین ہبہ کی بعد اوسکے موہوب لہ نے اوسمین عمارت بنائی یا درخت
جمائے جس سے زمین کی قیمت بڑھ گئی تو اب واہب کو رجوع جائز نہوگا فتاوای عالمگیری مین کافی سے منقول ہے کہ اگر خالی
زمین ہبہ کی موہوب لہ نے ایک کنارے پر کھجور جمائے یا عمارت بنائی اور یہ عمارت بنانا اور کھجور جمانا زمین کی زیادت ٹھہری
تو واہب کو ہبہ پھیر لینا جائز نہین نہ کل زمین مین نہ بعض مین اور اگر یہ زیادت مین معدود نہو یا نقصان مین شمار ہو تو مانع رجوع نہین
تو اگر دکان نہایت چھوٹی بنائے تو یہ ہرگز زیادت نہوگی تو اوسکا کچھ اعتبار نہین اور اگر زمین عظیم یعنی طویل و عریض
ہو تو عمارت مذکورہ تمام زمین کی زیادت نہوگی بلکہ اوسکی ایک قطعہ کی زیادت ٹھہریگی تو واہب کو وہ قطعہ چھوڑ کے دوسرے
قطعہ مین رجوع جائز ہوگا انتہی غایۃ الاوطار ص اور فربہی یعنی موٹا ہوجانا شی موہوب کا ف اور خوبصورتی
اور درخت اور رنگ اور شوب رنگنا کپڑے پر یعنی وہ دھلوائے جس سے قیمت بڑھ جاوے اور جوان ہونا صغیر کا اور سننا بہرے کا
اور دیکھنا اندھے کا اور مسلمان ہونا غلام کا اور معالجہ ہونا اوسکا اور معاف ہوجانا جنایت کا اور تعلیم قرآن کی یا کتابت
کی یا قراءت کی اور لکھنے اعراب مصحف کی اور نقل متاع ایک شہر سے دوسرے شہر کو جہان اوسکی قیمت زیادہ ہوجاوے در مختار
ص نہ وہ زیادتی جو جدا ہووے شی موہوب سے ف کہ وہ مانع رجوع نہین ص جیسے بچہ ہونا شی موہوب کا ف اور پھل درخت
کا تو اس صورت مین واہب اصل شی کو پھیر لیوے نہ زیادت کو درمختار ص اور میم سے مراد ہے مرجانا واہب کا یا موہوب لہ
کا ف بعد قبض کے کہ پھر رجوع کا باقی نہین رہتا اور قبل تسلیم کے کوئی مرگیا تو عقد ہبہ باطل ہوجاویگا درمختار ص اور عین سے مراد
عوض ہے جو ہبہ کے بدلے مین موہوب لہ نے واہب کو دیا ہو بشرطیکہ اوس عوض کی اضافت طرف ہبہ کی ہو ف مثلاً
موہوب لہ نے واہب سے کہا کہ یہ اپنے ہبہ کا عوض یا اوسکا بدلہ یا اپنے ہبہ کا مقابل لے یا مانند اس کلام کے اور کوئی لفظ
بولا جس سے واہب کو معلوم ہوجاوے کہ یہ اوسکے ہبہ کا عوض ہے اور واہب نے اوسپر قبضہ کیا تو اب حق رجوع ساقط ہوجاویگا اسواسطے

کہ ہبہ بالعوض ابتداءً بیع ہے ص اور اگر کوئی شخص اجنبی موہوب لہ کی طرف سے واہب کو عوض دے کے ہبہ کا دیوے یعنی تبرع
کرے تو اپنی ہبہ کا عوض اور واہب اوسکو لے لیوے تو بھی حق رجوع ساقط ہو جاویگا اور اگر عوض میں ہبہ کی اضافت طرف ہبہ کے
نکی ف یعنی کوئی ایسا لفظ نہ کہا جس سے واہب کو معلوم ہو جاتا کہ یہ میرے ہبہ کا عوض ہے ص تو ہر ایک واہب اور موہوب لہ
اپنی اپنی چیز کو پھیر سکتا ہے اور شیٔ سے مراد یہ ہے کہ وہ شیٔ موہوب ملک سے موہوب لہ کے خارج ہو جاوے ف مثلاً موہوب لہ نے
کو فروخت کر ڈالے یا کسی اور کو ہبہ کر دیوے تو اگر موہوب لہ اپنے موہوب کے بعد ہبہ کے اوس شیٔ کو پھیر لیوے تو واہب اول بھی پھیر سکتا
اوس کو اسی طرح اگر موہوب لہ نے نصف شیٔ موہوب فروخت کر ڈالی تو نصف باقی میں واہب رجوع کر سکتا ہے درمختار
ص اور زائے معجمہ سے مراد زوجیت ہے وقت ہبہ کے ف یعنی جس وقت ہبہ ہوا ہے اوس وقت واہب اور موہوب لہ
میں علاقہ زوجیت ہونا مثلاً خاوند جورو کو کوئی شیٔ ہبہ کرے یا جورو خاوند کو اور وقت ہبہ کی قید اسواسطے لگائی کہ ص اگر
ہبہ کیا ایک عورت کو اور بعد ہبہ کے اوس سے نکاح کیا تو رجوع کر سکتا ہے ف اسلیے کہ وقت ہبہ کے زوجیت نتھی ص اور
اگر ہبہ کیا اپنی زوجہ کو اور بعد ہبہ کے اوس عورت کو جدا کر دیا تو پھیر لینا شیٔ موہوب کا جائز نہیں ف اسلیے کہ وقت
ہبہ کے علاقہ زوجیت موجود تھا یہی دو صورتیں ہیں اگر جورو خاوند کو ہبہ کرے اون میں بھی یہی حکم ہے ص اور قاف سے
مراد قرابت محرمیت ہے ف یعنی ایسی قرابت جس سے نکاح حرام ہو جاوے تو اگر فقط قرابت ہو محرمیت نہو جیسے چچا یا خالہ
یا ماموں کی اولاد یا محرمیت ہو قرابت نہو جیسے محرم رضاعی تو رجوع ہبہ جائز ہے ص اور ہائے سے مراد ہلاک ہونا شیٔ موہوب کا ہے
ف ہلاک سے تلف ہو جانا اوس شیٔ کی ذات کا یا اوسکے عمدہ منافع کا مراد ہے باوجود باقی رہنے ملک موہوب لہ کے تو حرز رجوع
عن الملک کے کہنے کے بعد یہ مانع زائد نہوگا ص اگر عوض دینے کے بعد آدھا موہوب کسی اور کا نکلا تو موہوب لہ نصف عوض اپنا پھیر لیوے
اور اگر عوض میں آدھا کسی اور کا نکلا تو واہب یہ نہیں کر سکتا کہ آدھا موہوب واپس لیلیوے بلکہ خواہ وہ آدھا عوض جو اوسکے پاس
باقی ہے موہوب لہ کو پھیر کر اپنا کل موہوب واپس لے لیوے یا اوسی آدھے عوض پر قناعت کرے ف اور امام زفر کے نزدیک
اس صورت میں آدھا موہوب پھیر سکتا ہے اور دلیل ہماری اصل میں مذکور ہے ص اگر موہوب لہ نے آدھے موہوب کا عوض دیا تو واہب
نصف موہوب جسکا عوض نہیں پہونچا پھیر سکتا ہے اور جو موہوب لہ نے نصف موہوب کو فروخت کر ڈالا تو واہب نصف
باقی میں رجوع کر سکتا ہے اسی طرح واہب کو اختیار ہے کہ نصف موہوب پھیر لیوے اگرچہ موہوب لہ نے اوس میں سے کچھ بھی فروخت نکیا ہو
ف اسواسطے کہ اسصورت میں واہب کو کل پھیر لینے کا اختیار ہے تو نصف کو بطریق اولی پھیر سکیگا ص اور صحیح
نہیں رجوع یعنی ہبہ کا پھیر لینا مگر دونوں کی رضامندی یا قاضی کے حکم سے ف اسلیے کہ رجوع فی الہبہ میں اختلاف ہے
مجتہدین کا تو بغیر رضامندی واہب اور موہوب لہ یا حکم قاضی کے رجوع صحیح نہوگا ص پس اگر موہوب کو آزاد کر دیا موہوب لہ
نے بعد رجوع واہب کے قبل حکم قاضی کے تو یہ آزادی صحیح ہو جاویگی اور اگر موہوب لہ نے موہوب کو روک رکھا واہب سے بعد رجوع
کے لیکن ابھی قاضی نے حکم نہیں کیا تھا رجوع کا اور موہوب تلف ہو گیا موہوب لہ کے پاس تو موہوب لہ ضامن نہوگا اسی طرح
اگر تلف ہو گیا موہوب لہ پاس بعد حکم قاضی کے بھی اسواسطے کہ قبضہ موہوب لہ کا قبضہ ضمان نہیں ہے البتہ جب بعد حکم قاضی کے
موہوب لہ موہوب کو روک رکھے یعنی باوصف طلب نہ دیوے تو تاوان اوس پر لازم ہوگا بشرطیکہ قادر ہو تسلیم پر ص اور ہبہ میں جب رجوع

قضاے قاضی سے ہوچکے ہو یا بتراضی طرفین تو یہ فسخ ہوگا اصل ہبہ کا نہ ہبہ جدید موہوب لہ کیطرف سے واسطے واہب کے اسواسطے
قبضہ واہب کا رجوع مین شرط نہین ف اور اگر موہوب لہ واہب کو ہبہ کرے قبل قضا یا رضا کے اور وہ قبول کرے تو مالک
نہوگا بدون قبض کے اور جب قبض کریگا تو بمنزلہ رجوع کے ہوگا قضا یا رضا سے اور موہوب لہ کو اوسمین رجوع کرنا جائز نہوگا کذا
فی الطحطاوی عن البدائع ص اور صحیح ہی رجوع مشاع مین ف یعنی ہبہ مشاع اگرچہ صحیح نہین لیکن رجوع فی الہبۃ مشاع
مین درست ہی اسلیے کہ رجوع فسخ ہی اصل ہبہ کا نہ ہبہ ثانی صورت اوسکی یہ ہی کہ ایک شخص نے ایک گھر دو شخصون کو ہبہ کیا اب ایک
حصے مین رجوع کرے ص اگر موہوب موہوب لہ پاس تلف ہوگیا بعد اوسکے معلوم ہوا کہ وہ موہوب ایک شخص ثالث کا تھا
اور موہوب لہ نے اوسکا ضمان مالک کو دیا تو موہوب لہ واہب سے وہ تاوان پھر نہین سکتا اسواسطے کہ ہبہ احسان کا عقد ہی معاوضے
کا تو اوسمین سلامت موہوب کا استحقاق نہین ہبہ کرنا عوض لینے کے شرط پر ف اسکو عربی مین ہبہ بشرط العوض کہتے ہین
مثلاً یون کہا کہ مین ہبہ کرتا ہون تجکو یہ غلام اس شرط پر کہ تو اوسکے بدلے مجکو وہ غلام ہبہ کرے اور شرط ہی اسمین کہ عوض معین ہووے
اور اگر عوض مجہول ہوگا تو ہبہ ہوگا ابتدا اور انتہا مین ص ابتدا مین ہبہ ہی تو شرط ہوگا کہ واہب اور موہوب لہ دونون قابض ہوجاوین
بدلین پر مجلس عقد مین اور باطل ہوگا شیوع سے ف جب موہوب قابل قسمت کے ہو ص اور انتہا مین یہ ہبہ بیع ہی پس
پھر سکتا ہی بسبب عیب اور خیار الرویت کے اور ثابت ہوگا اوسمین حق شفعہ شفیع کو ہمارے نزدیک اور امام زفر
اور شافعی کے نزدیک یہ ہبہ بیع ہی ابتدا اور انتہا دونون مین ف اور دلیل ہماری اور اونکی مذکور ہی ہدایہ اور اصل کتاب مین

فصل مسائل متفرقہ مین ہبہ کے

جسنے حاملہ لونڈی کو ہبہ کیا بغیر اوسکے حمل کے یا اس شرط پر کہ وہ لونڈی واہب کو پھیر دیوے یا موہوب لہ اوسکو آزاد کردیوے
یا اپنی ام ولد بنا دے یا ایک گھر ہبہ کیا یا صدقہ دیا اس شرط پر کہ تھوڑا اسمین سے مجکو پھیر دینا یا تھوڑے کا عوض دینا تو ان سب
صورتون مین ہبہ صحیح ہی اور اول صورت مین حمل کا استثنا اور باقی صورتون مین شرط باطل ہی اور اگر اوسنے آزاد کردیا اوس لونڈی
کے حمل کو اور بعد پھر ہبہ کیا لونڈی کو تو جائز ہی ف اسواسطے کہ حمل واہب کی ملک نرہا تو جب اوسکی مان کو ہبہ کیا تو گویا لونڈی کو
ہبہ کیا باستثناے حمل اور ایسا ہبہ صحیح ہی تو یہ بھی جائز ہوگا ص اور اگر حمل کو مدبر کیا پھر اوسکی مان کو ہبہ کیا تو ہبہ ناجائز ہوگا جس
شخص نے اپنے قرضدار سے کہا کہ جب کل ہو تو وہ قرض تیرا ہی یا تو اوس سے بری الذمہ ہی ف یا کہے کہ تجکو آدھا قرض
ادا کردے تو باقی آدھا تیرا ہی یا تو اوس سے بری الذمہ ہی ملایہ ص تو یہ قول باطل ہی ف اسواسطے کہ ابراء دین
کی تعلیق صریح شرط پر باطل ہی ص درست ہی ہبہ عمری اور وہ معمر لہ کا ہوگا اوسکی زندگی تک اور بعد اوسکے اوسکے وارثون کا
ہوگا اور عمری کہتے ہین ایک شخص کو اپنا گھر دینا اوسکی مدت العمر تک اس شرط پر کہ جب معمر لہ مرجاوے تو وہ گھر پھیر دو اوسکا مجھکو
ف تو یہ ہبہ صحیح ہوگا اور واہب کی شرط مدت العمر تک کی باطل ہوجاویگی بلکہ وہ گھر معمر لہ کا تا بحالت حیات مملوک رہیگا اور
بعد اوسکی موت کے اوسکے وارثون کا ہوگا صحیح مسلم مین ہی کہ فرمایا حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے روکے رہو اپنے پاس
اپنا مال اور نہ تباہ کرو اوسکو سو بیشک جسنے کیا عمری سو وہ اوسکا ہی جسکو دیا گیا جیتے اور مرے اوسکے اور مرے اوسکے وارثون کا
اور ابو داؤد اور نسائی کی روایت مین ہی کہ جو چیز عمری دی گئی تو وہ معمر لہ کے وارثون کی ہی کذا فی بلوغ المرام ص اور باطل ہی

ہبہ رقبی وہ ہبہ ہی کہ اگر مین مرجاؤن پہلے تیرے تو یہ چیز تیری ہی اور جو تو مرجاوے تو پھر وہ چیز میری ہوجاویگی **ف** رقبی مشتق
ہی رقوب سے جسکے معنی انتظار کے ہین گویا ہر ایک اون دونون مین سے دوسرے کی موت کا انتظار کرتا ہی اور یہ باطل ہی
نزدیک طرفین کے اور نزدیک ابو یوسف کے صحیح ہی اور شرط باطل ہی کذا فی الاصل **ص** صدقے کا حکم ہبہ کا سا ہی کہ صحیح نہین ہوتا
بغیر قبضے کے اور نہ اوس مشاع مین جو قابل قسمت ہی مثلاً تصدق کیا ایک شی محتمل القسمۃ کے نصف کو تو صحیح نہین
البتہ اگر ایک شی دو فقیرون کو تصدق کرے تو درست ہی اور صدقے مین رجوع درست نہین ہی **ف** کیونکہ صدقہ
کا عوض ثواب ہی اور وہ متصدق کو حاصل ہوگیا برخلاف ہبہ کے

مسائل ملحقہ

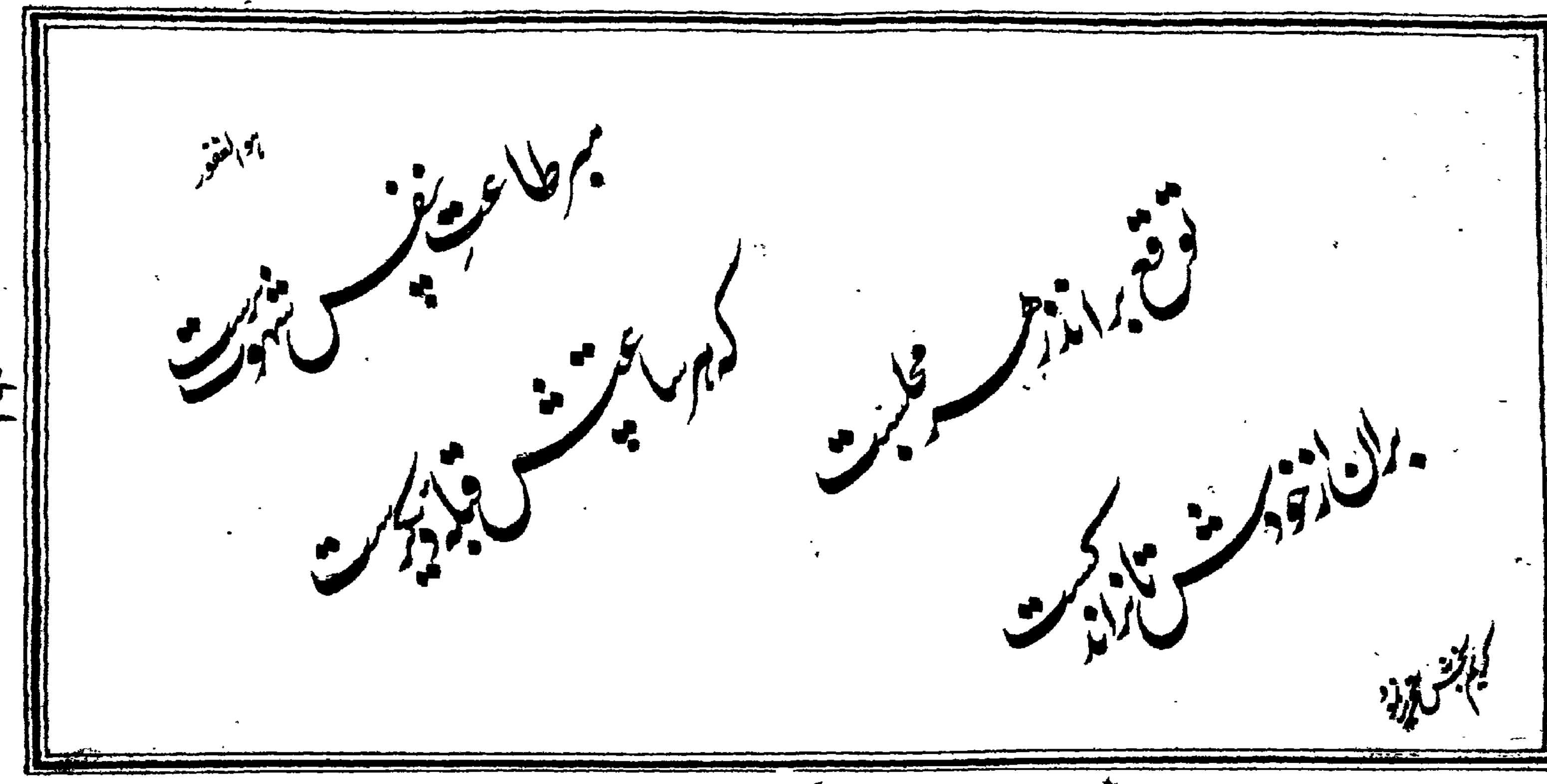
اگر قرضخواہ نے خود کہا کہ نام میرا تمسک مین بطور عاریت ہی اور یہ قرضہ اصل مین دوسرے شخص کا ہی تو اوسکا اقرار صحیح ہوگا اور مقرلہ اوس دین کو لے سکتا ہی
ایسا ہی حکم ہی اگر یون کہا کہ میرا قرضہ جو فلان شخص پر ہی وہ فلانے کا ہی دو شخصون نے باہم صلح کر لی اس امر پر
کہ عطاے سلطانی مین دفتر سرکار مین ایک شخص کا نام لکھوا دیا جاوے تو عطاے سلطانی اوسی کی ہوگی جسکا نام دفتر
سرکار مین مرقوم ہی ایک شخص نے دعوت کی چند آدمیون کی اور ہر ایک کو ایک ایک علحدہ خوانون پر بٹھایا تو
ہر ایک خوان والے کو درست نہین کہ دوسرے خوان والے کو اپنے پاس سے کچھ کھانا دیوے یا کسی فقیر کو اوس مین سے
کچھ دیوے یا خادم کو یا صاحب خانہ کے مکان کے سوا اور مکان کے بلی یا کتے کو اگرچہ صاحب خانہ کا ہووے
دیوے مگر جلی ہوئی روٹی دینا درست ہی جوہرہ مین ہی کہ ایک نے دوسرے کو خط لکھا اور اوسمین یہ لکھا کہ اسکی
پشت پر جواب لکھدینا تو مکتوب الیہ کو اوس خط کا پھیر دینا ضرور ہی اور اگر جواب پشت پر طلب نہین کیا تو مکتوب الیہ
اوس خط کا مالک ہوجاویگا حاکم کو خبر نہین پہونچتا اداے زکوۃ غیر سوایم اور نذر اور کفارے پر دین کا اگر ہبہ
کیا مدیون کو تو درست ہی بعد اوسکے رجوع اوس سے خواہ مدیون نے قبول کیا ہو یا نہو درست نہین ہی
عورت نے اپنا مہر معاف کیا اس شرط پر کہ خاوند اوس پر ظلم چھوڑ دیوے یا اوسکو حج کرا لاوے اور خاوند نے
ایفاے شرط نہ کی تو مہر اپنے حال پر باقی رہیگا اور عفو نہوگا کذا فی الدر المختار وتتمہ وحصہ من الطحطاوی والشامی
الحمد للہ کہ جلد ثالث کتاب نور الہدایہ ترجمہ شرح وقایہ خدا کے فضل و کرم سے تیسری تاریخ رمضان شریف سنہ ۱۲۹۱ ہجری
روز پنجشنبہ کو تمام ہوئی اب عنقریب ترجمہ چوتھی جلد کا شروع ہوتا ہی خداے تعالی سے امید ہی کہ اوسکے تمام کی
بھی جلد توفیق دیکر مقبول فرماوے اور اس کتاب کو آخرت مین ذریعۂ مغفرت اور حصول ثواب گردانے فقط

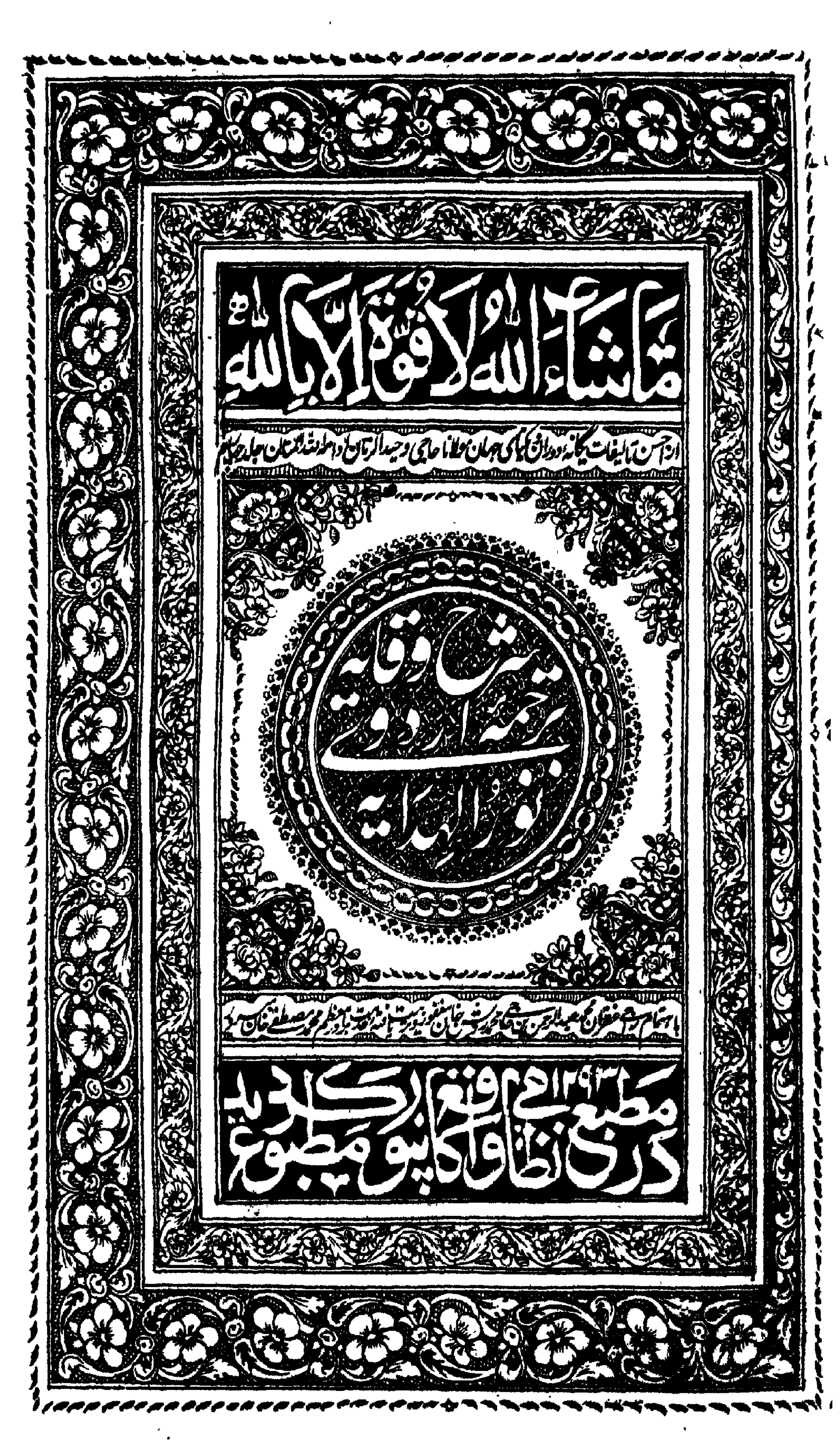
تمت

شکر و احسان خداوند وہاب کہ یہ کتاب برکت نصاب واسطے افادۂ طلباے شائقین کے نہایت سعی و کوشش سے
باہتمام راجی غفران محمد عبد الرحمن بن حاجی محمد روشن خان مغفور اوائل شعبان المعظم سنہ ۱۲۹۳ ہجری مین چھپکر تمام ہوئی

توجیہ مہر و دستخط بر خاتمہ
واسطے سند اس بات کے کہ یہ کتاب مطبع نظامی واقع کانپور مین چھپی ہوئی ہی مہر و دستخط مہتمم کے ثبت کیے گئے فقط

محمد روشن خان حنفی
محمد عبد الرحمن بن حاجی


هو الغفور
مبر طاعت نفس شهوت پرست
که هر ساعتش قبلهٔ دیگرست
توقع براند ز هر مجلست
بران از خودش تا براند کست


ما شاء الله لا قوة الا بالله
ترجمہ اردو شرح وقایہ
نور الہدایہ
در مطبع نظامی واقع کانپور مطبوع گردید
۱۲۹۳ھ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

کتاب الاجارۃ

ہندی میں اجارہ کو ٹھیکا اور نوکری اور مزدوری اور کرایہ کہتے ہیں جو شخص اپنی چیز کو کرایہ میں دیوے اوسکو موجر اور جو کرایہ کو لیوے اوسکو مستاجر کہتے ہیں **ص** لغت میں اجارہ کے معنی اجرت یعنی مزدوری کے ہیں اور اصطلاح شرع میں اجارہ بیع ہے ایک نفع معلوم کے بدلے میں ایک عوض معلوم کے برابر ہے کہ وہ عوض عین ہو **ف** جیسے گھوڑا خچر بیل بکری کتاب وغیرہ **ص** یا دین ہووے **ف** جیسے روپیہ اشرفی وغیرہ مترجم کہتا ہے یہ جو تعریف مصنف نے اجارہ کی بیان کی ناقص ہے اسواسطے کہ اجارۂ فاسدہ جسمین نفع کی تعیین یا عوض کی تشخیص نہوئی ہووے اس تعریف سے نکل جاتا ہے حالانکہ مطلق اجارہ صحیح اور فاسد دونون کو شامل ہے اسلیے صاحب درمختار نے معلوم کی قید نہین لگائی اور نفع کے بعد ایک قید بڑھا دی کہ وہ نفع مقصود ہو اوس عین سے اس سے نکل گیا کرایہ لینا کپڑون یا برتنون کا محض آرایش و نمایش کے لیے یا گھوڑا کوتل چلانے کے لیے یا غلام و خادم جلو میں چلنے کے لیے تا لوگ سمجھین کہ مستاجر کی ملک ہین کہ یہ اجارہ فاسد ہے موجر کو نہین اجرت ملتی اجارہ جائز ہے تعاطی سے جہان پر ایک دستور معین ہو وے مثل بیع کے جیسے ناو کی سواری کی اجرت یا حجام کی مزدوری یا فصد یا حمام یا سقے کی اجرت عقد کی آمین کچھ حاجت نہین درمختار و طحطاوی **ص** اور منفعت معلوم ہوتی ہے مدت اجارہ بیان کرنے سے جیسے گھرون مین رہنے اور زمین مین کھیتی کرنے کی فلان مدت تک برابر ہے کہ وہ مدت طویل ہو یا کم ہو **ف** اور بعضون نے ایک سال سے زیادہ مدت جائز نہین رکھی لیکن مفتی بہ یہی ہے جو متن مین ہے **ص** البتہ وقف کی اراضی کا اجارہ دینا تین برس سے زیادہ مدت تک کا صحیح نہین یہی مختار ہے اسلیے کہ مستاجر اپنی ملک کا دعوی نہ کرنے لگے اور جب وجہ عدم جواز کی یہ ہوئی تو اب اجارہ طویلہ مختلف عقود سے جیسا بعض فقہا نے جائز کہا ہے جائز نہوگا معاف کرے اللہ خطا اونکی **ف** صدر الشریعہ کی غرض اس مقام سے رد ہے اوپر اون فقہا کے جنھون نے واسطے اجارۂ طویلہ کے اراضی وقف مین ایک حیلہ نکالا ہے وہ یہ ہے کہ اجارہ مشتمل ہو

کئی عقدون پر اور ہر ہر عقد تین تین برس یا کم کا ہووے تو اسطرح مدت اجارہ کی بہت طویل ہوسکتی ہے اور جب ایک عقد تمام
ہوجاویگا تو دوسرا عقد شروع ہوجاویگا اور یہی حیلہ ہے اون لوگون کے نزدیک بھی جو غیر اراضی وقف مین ایکسال سے
زیادہ مدت جائز نہین رکھتے شارح نے اس قول کو اسطرح پر رد کیا کہ اجارۂ طویلہ کی وجہ عدم جواز کی یہی ہے کہ ایسا نہو کہ مستاجر بعد گذرنے
ایک مدت طویل کے باستدلال قبضے اپنے کے موقوف مین دعوی ملک کرے یا وہ وقف ضائع ہوجاوے اور یہ وجہ اس صورت مین
بھی پائی جاتی ہے تو یہ حیلہ بھی ناجائز رہیگا تو جب اجارۂ طویلہ ناجائز ہوا تو فسخ ہوجاویگا کل مدت مین یعنی تین سال مین بھی
رہیگا نہ زیادہ مین اور بعض کے نزدیک اجارۂ طویلہ اگر اراضی مین ہے تو تین برس مین صحیح ہوگا اور باقی مین غیر صحیح اور اگر
گھر یا دکان مین ہے تو ایک برس مین صحیح ہوگا اور باقی مین باطل لیکن اول قول کو ترجیح دی ہے مصنف تنویر الابصار نے واللہ اعلم
ص اور کبھی منفعت معلوم ہوتی ہے کام کے بیان کردینے سے جیسے رنگوائی یا سلوائی یا اسباب کی ڈھلوائی جسکا مقدار معلوم ہووے یا مسافت معین تک
ف سواری کیلئے جانور کی ایک مسافت معین کے لیے یا ایک وقت معین تک اگر مسافت یا وقت کا بیان نہووے تو اجارہ فاسد ہے اور ڈھلوائی اور رنگوائی کو
اور اسیطرح رنگریزی وغیرہ کو اسطرح بیان کردینا لازم ہے کہ پھر جھگڑا منازعت نہووے مثلاً رنگوائی مین کپڑے کا بیان اور رنگ کی قسم کا کہ سرخ یا سبز ہو
معلوم ہونا ضروری ہے اسیطرح سلوائی مین دوخت کی قسم اور کپڑے کا بیان لازم ہے اور ایسا ہی ڈھلوائی مین کپڑے کا معین ہونا ضروری ہے تاکہ نزاع رفع ہو
ص اور کبھی منفعت معلوم ہوجاتی ہے اشارہ سے جیسے ایک چیز کیطرف اشارہ کرکے کہا کہ اسکو فلان جگہ تک پہونچا دے اور اجرت صرف
عقد اجارہ سے واجب نہین ہوتی ف اور شافعی کے نزدیک صرف عقد اجارہ سے واجب ہوجاتی ہے ص بلکہ جب مستاجر اجرت کو پیشگی دیدیوے
بلا شرط ف یعنی شرط اجارہ مین نہو کہ اجرت پیشگی لیجاویگی بلکہ از خود مستاجر جلدی کرکے اجرت دیدیوے تو اب وہ واجب
ہوجاتی ہے اس معنی کرکے کہ پھر مستاجر اوسکو پھیر نہین سکتا ص یا اجرت کی شرط پیشگی لینے کی ہوگئی ہو یا مستاجر نفع اوٹھا لیوے
یا قدرت نفع اوٹھانے کی پوری ہوجاوے ف جب موجر مستاجر کو اجارے کی چیز اپنے اسباب سے خالی کرکے دیوے اور اوسکیطرف سے یا حاکم یا غاصب کیطرف سے
کوئی مانع نہو تو مستاجر قادر ٹھہریگا اسوقت مین اگرچہ مستاجر اوس سے نفع نہ اوٹھاوے لیکن بعد گذرنے مدت کے اجرت اوسپر
لازم ہوگی الا تین صورتون مین ایک اجارۂ فاسدہ مین قدرت انتفاع سے اجرت لازم نہین آتی بلکہ جب اوس سے
نفع اوٹھاوے دوسری جب جانور خارج شہر کے سواری کیواسطے کرایہ لیا پھر اوسکو اپنے پاس باندھ رکھا اور اوسپر سوار
نہوا تیسری یہ کہ ایک کپڑا ہر روز ایک روپیہ کرایہ پر پہننے کو لیا پھر اوسکو چند سال تک رکھ چھوڑا بدون پہننے کے
[illegible] وقتے دنون تک کی لازم ہوگی جہان تک وہ کپڑا پہننے سے پھٹ جاتا اوسکے بعد کی لازم نہ آویگی اشباہ
[illegible] کو لیا اور اپنے قبضے مین کرلیا اور وہین سکونت نہ کی تو اجرت واجب ہوگی بعد گذرنے مدت کے
[illegible] کرایہ دار سے کسینے جبراً چھین لیا تو جس مدت تک وہ گھر اوسکے پاس سے
[illegible] اوس سے غاصب پاس رہا ہے اوس قدر کا کرایہ دینا نہ پڑیگا ف ہاں اوس صورت مین کہ اوس غاصب کا نکالنا ممکن
ہو کرایہ دار کو سفارش سے یا مددگارون کی حمایت اور زور سے اور اوسنے خود نہ نکالا تو اون دنون کی بھی اجرت
دینا پڑیگی کذا فی الاشباہ ص اور موجر کو درست ہے کہ کرایہ زمین اور مکان کا کرایہ دار سے روزانہ وصول کرے
اور جانور کا ہر منزل پر لیوے ف یہ صورت جب ہے کہ کرایہ مطلق مقرر کیا ہو یعنی بلا قید تعجیل یا تاخیر کے اور اگر تعجیل

یا تاخیر کا بیان ہو گیا ہووے تو وہی تعین ہوگا شرط کے موافق مختار ص اور دھوبی اور درزی مزدوری جب لیگا کہ اپنے کام سے فراغت حاصل کیجے ف اور اگر وہ شی قبل اسکے تلف ہو گئی تو مزدوری اوسکی ساقط ہو جاوے گی مختار ص اگر چہ سلائی کا کام درزی نے مستاجر کے گھر میں کیا ہووے ف یہ ہو سکے کہ کہا کہ خیاط نے اگر کام مستاجر کے گھر میں کیا اور کچھ کپڑا سیا تھا کہ چوری ہو گیا تو اوسکو بقدر سلائی کے مزدوری ملیگی کذا فی الکافی ف صحیح اگر مزدور نے دیوار بنائی اور بعد بنانے کے گر گئی تو اجرت اوسکی ملیگی موافق مذہب صحیح کے اگر درزی ایک شخص کا کپڑا سی رہا تھا اور قبل اس بات کے کہ درزی وہ کپڑا مالک کو دیوے ایک شخص نے اوسکی سیون ادھیڑ ڈالی تو درزی کو مزدوری نہ ملیگی بلکہ درزی کو سیون ادھیڑنے والے سے تاوان لینے کا اختیار ہے کذا فی الدر المختار ص اور نان پز مزدوری لے سکتا ہے جب روٹی تنور سے نکال لیوے تو اگر روٹی جل جاوے بعد نکال لینے کے تو اوسکو اجرت ملیگی اور جو قبل نکالنے کے جل جاوے تو مزدوری اوسکو نہ ملیگی اور دونوں صورتوں میں نان پز پر نقصان کا تاوان نہ آویگا ف نزدیک امام صاحب کے اور صاحبین کے نزدیک نان پز مالک کا جسقدر آٹا تھا حوالے کرے اور اگر مالک چاہے تو نان پز سے پختہ روٹی کا تاوان لیا پکانے کی مزدوری اوسکو دیدیوے یہ خلاف صرف صورت اول میں ہے اور لیکن صورت ثانی میں یعنی جب روٹی قبل نکالنے کے جل جاوے تو بالاتفاق اوسکو مزدوری نہ ملیگی اور تاوان لازم آویگا یہ حکم جب تھا کہ روٹی مستاجر کے گھر میں پکائی جاتی ہووے اور جو اوسکے گھر میں نہ پکتی ہووے تو جل جانے یا چوری جانے کی صورت میں بالکل مزدوری نہ ملیگی خواہ وہ روٹی قبل نکالنے کے تنور سے جلی ہووے یا بعد نکالنے کے در مختار ص اور دیگ اور ہانڈی پکانے کی مزدوری واجب ہوتی ہے نکالنے کے بعد یعنی جب دیگ سے پیالوں اور رکابیوں میں باورچی نکال چکے تب مزدوری کا مستحق ہوگا ف پس اگر باورچی نے کھانا بگاڑ دیا یا جلا یا کچا رکھا خوب نہ پکایا تو وہ کھانے کا ضامن ہے یعنی طعام کی قیمت کا تاوان اوسپر لازم ہوگا در مختار ص اور کچی اینٹ پاتھنے والے کی مزدوری واجب ہوگی جب اینٹیں کھڑی کر دیوے ف یعنی الگ الگ بنا کر ڈال دیوے یہ قول امام صاحب کا ہے اور صاحبین کے نزدیک تشریج کے بعد یعنی بعض کو بعض پر رکھنے اور ڈھیر لگا دینے کے بعد واجب ہوگی اور فتوی صاحبین کے قول پر ہے در مختار ص جو اجیر کہ اوسکے کام کا اثر موجود ہو اوس شی میں جیسے رنگریز اور وہ دھوبی جو نشاستہ اور انڈے کی سفیدی سے دھوتا ہے ف کہ ان دونوں کے کام کا اثر کپڑے میں موجود ہوتا ہے یعنی رنگ اور نشاستہ وغیرہ اور بعضوں کے نزدیک اثر سے مراد یہ ہے کہ جو نظر پڑے اور دکھائی دے اس صورت میں وہ دھوبی جو فقط کپڑا سفید کر دیتا ہے اور نشاستہ وغیرہ نہیں لگاتا اسی حکم میں داخل ہے در مختار میں ہے کہ قول ثانی صحیح ہے تو کپڑا دھونے والا اور پستہ توڑنے والا اور لکڑی چیرنے والا اور آٹا پیسنے والا اور درزی اور موزہ دوز اور غلام کا سر مونڈنے والا ص ان سب کو روک رکھنا چیز کا مزدوری وصول کرنے کے لیے جائز ہے تو اگر ان لوگوں نے چیز کو روک رکھا اور وہ چیز تلف ہو گئی تو نہ مزدور پر تاوان ہے اور نہ مالک پر مزدوری ہے ف یہ مذہب امام صاحب کا ہے اور صاحبین کے نزدیک چونکہ وہ شی قبل روک رکھنے کے مضمون تھی تو بعد روکنے کے بھی مضمون ہوگی پھر مالک کو اونکے نزدیک اختیار ہے چاہے تاوان لیوے ان لوگوں سے اوس چیز کی قیمت کا جو قبل اوس عمل کے تھی تو مزدوری نہ دیوے یا اوس قیمت کا جو بعد عمل کے ہے تو مزدوری بھی دیوے کذا فی الاصل ص اور جس اجیر کے کام کا اثر نہیں

ضامن نہوے جیسے بوجھ اٹھانے والا یا ملاح یا کپڑا کھینچنے والا جو صرف پانی مین ڈبا کر لا دیوے تو ان لوگون کو چیز کا روک رکھنا واسطے مزدوری لینے کے نہین پہونچتا ف تو اگر ان لوگون نے چیز کو روک رکھا اور تلف ہو گئی تو ضمان دینگے مثل غاصب کے دمختار ص البتہ جو غلام بہاگے ہوئے کو لیکر آوے وہ اپنی مزدوری کے لیے اوس غلام کو روک سکتا ہی ف اگرچہ اوسکے کام کا اثر غلام مین کچھ پایا نہین جاتا اسلیے کہ غلام آبق مثل مالک کے تھا تو لانے والے نے گویا اوسکو جلا کر مالک کے ہاتھ بعوض اجرت کے فروخت کیا اور فرق کے نزدیک اجیر کو حق حبس نہین برابر ہی کہ اوسکے کام کا اثر اوس چیز مین ہووے یا نہووے گذا فی الاصل ص اگر مالک مال نے اجیر سے قید اس بات کی نہ لگائی کہ یہ کام تو اپنے ہاتھ سے کرنا تو اوسکو اختیار ہی کہ خواہ آپ کرے یا کسی اور سے کام لیوے اور اگر یہ قید لگا دی تھی اجیر کو دوسرے سے کام لینا درست نہین ف مگر دایہ کو اوسکو غیر عورت سے دودھ پلوا دینا جائز ہی شرط اور بلا شرط ہر طرح سے در مختار ص ایک شخص نے ٹھیکہ لیا اسبات کا کہ زید کے اہل عیال کو لے آویگا ف مثلاً بصرے سے جا کر اور جب بصرے مین گیا ص تو بعض اہل و عیال اوسکے مر گئے تھے وہ شخص جو باقی تھے اونکو لیکر آیا اسصورت مین اجیر کو اجرت حساب سے ملیگی زید نے عمرو کو ایک خط دیا کہ بکر کو لیجا کر پہونچاوے اجرت سے عمرو جب لیکر گیا تو بسبب مرجانے بکر کے وہ خط پھر زید کے پاس واپس کر لایا اسصورت مین عمرو کو اجرت نہ ملیگی ف یہی حکم ہی اگر کچھ کھانا لیجاوے کسی کے پہونچانے کے لیے اور اوسکے مرجانے کے سبب سے وہ کھانا پھر مالک کے پاس پھیر لاوے کہ اجرت نہ ملیگی نزدیک شیخین کے اور نزدیک محمد کے خط مین اوسکو اجرت جانے کی ملیگی یعنی نصف پوری اجرت کی اور کھانے مین کچھ نہ ملیگا کذا فی الاصل طحطاوی مین ہی کہ یہ حکم جب ہی کہ مالک نے خط لیجانے اور جواب لانے دونون کو کہا ہووے اسواسطے کہ اگر جواب لانا مذکور نہوگا تو خط پھیر لانے سے تمام اجرت لازم ہوگی چنانچہ شرح مجمع مین مصرح ہی اور امام محمد کے جامع صغیر مین خط لیجانا اور جواب لانا دونون مذکور ہین انتہی مختصراً ص صحیح ہی کرایہ لینا گھر کا یا دکان کا اگرچہ ذکر نکرے اوس کام کا جو اوس مین کریگا ف اسواسطے کہ عمل متعارف ان دونون مین سکونت ہی تو مطلق منصرف ہوگا طرف متعارف کے کذا فی الاصل ص اور کرایہ دار کو جائز ہی کہ اوس دکان یا مکان مین جو کام چاہے کرے مگر وہ کام جس سے عمارت سست ہو جاتی ہی جیسے لوہاری اور لوہاری اور آٹا پسوائی کہ ان کامون سے عمارت مین نقصان آتا ہی ف اور لوہاری اور آٹا پسوائی وغیرہ ف تو بدون رضامندی مالک کے یا ان چیزون کی شرط ہوجانے سے عقد اجارہ مین یہ کام درست نہین اسیطرح مستاجر کو اختیار ہی کہ جب مکان یا دکان کرایہ کو لیوے تو آپ رہے یا اور کسی کو رکھے لیکن لوہار دھوبی وغیرہ جن سے عمارت مین نقصان ہوتا ہی نہ رکھے در مختار ص اگر زمین کرایہ کو لی واسطے عمارت بنانے کے یا درخت بونے کے تو درست ہی پھر جب مدت اجارہ تمام ہو جاوے تو مستاجر کو لازم ہی کہ عمارت اور درخت اپنا اوکھیڑ کے زمین خالی مالک کو تسلیم کرے مگر جب کہ مالک زمین کا اوس عمارت اور درخت کی قیمت دینے پر جو بعد کھد جانے کے ہوتی ہی راضی ہو جاوے تو جبراً اوسقدر قیمت مستاجر کو دیکر عمارت اور درخت بھی لے سکتا ہی اگر کہودنے سے عمارت کے اور درخت کے مالک کی زمین کا نقصان ہوتا ہو یا اوسکا نقصان نہوتا ہو تو مستاجر کی رضامندی سے لے سکتا ہی یا مالک زمین کا راضی ہو جاوے اس بات پر کہ عمارت اور درخت اپنا ہماری زمین پر رہنے دو تو زمین مالک کی ہوگی اور عمارت اور درخت مستاجر

ف لیکن عمارت اور درخت کا رہنے دینا اگر بعوض اجرت کے ہو تو اجارہ ہوگا ورنہ عاریت ہوگا تو اب مالک
زمین اور مالک مکان دونوں کو پہونچتا ہے کہ زمین اور عمارت ایک شخص ثالث کو کرایہ پر دیویں اور زر کرایہ قیمت زمین پر جو بغیر
عمارت ہووے اور قیمت عمارت پر جو بغیر زمین ہووے تقسیم کرکے بقدر اپنے اپنے حصے کے بانٹ لیویں درمختار ص اور
رطبہ کا حکم ف رطبہ میں درخت اور گھانس کے ہے مراد یہاں رطبہ سے وہ چیز ہے جسکو ایک مرتبہ بودیں تو پھر اوسکی
ہمیشہ زمین میں باقی رہے اور اوسکے پتے یا پھول توڑتے اور بیچتے جاویں ص مثل درخت کے ہے ف یعنی مستاجر پر رطبہ
اوکھیڑ کے خالی زمین تسلیم کرنا واجب ہے اسلیے کہ رطبہ کی جب کوئی انتہا نہیں ہوتی تو مثل درخت کے ہو گئی کہ اوسکا
اوکھیڑنا ضرور ہوا برخلاف کھیتی کے کہ اگر مدت اجارہ ختم ہوگئی اور ابھی تک کھیتی کٹنے کا وقت نہیں آیا تو مستاجر پر جبر
نہ کیا جاویگا کھیت اوکھیڑنے پر بلکہ کٹنے کے وقت تک مہلت دیجاویگی اور مالک زمین کو اجرت مثل دلائی جاویگی
اور اسی کھیتی کے حکم میں ہیں وہ ترکاریاں جنکی ایک انتہا ہے جیسے مولی گاجر بیگن وغیرہ درمختار ص اگر ایک جانور سواری
کو کرایہ لیا اور کرایہ لیتے وقت فقط اپنے سوار ہونے کا ذکر کیا بعد اوسکے اپنے پیچھے ایک اور شخص کو بھی بٹھایا اور جانور ہلاک
ہوگیا تو جانور کی نصف قیمت مستاجر کو دینا پڑیگی ف اور گرانی وزن کا اعتبار نہوگا اسواسطے کہ کبھی ہلکا آدمی
جو ناواقف ہو سواری سے زیادہ ضرر پہونچاتا ہے اور بھاری آدمی جو فن سواری کو جانتا ہو کم کذا فی الاصل ص
اور اگر مقرر بوجھ سے زیادہ لادنے سے جانور مر گیا تو تاوان دے بقدر زیادہ ہونے بوجھ کے ف مثلاً تین
من لادنا ٹھہرا تھا اور اوسنے چار من لادا اوس سے جانور مر گیا تو چوتھائی قیمت کا تاوان دیوے ص
یہ حکم جب ہے کہ وہ جانور اوسقدر بوجھ کے لادنے کی جتنا مستاجر نے لادا ہے طاقت رکھتا تھا اور جو اوسقدر بوجھ کی
وہ جانور طاقت ہی نرکھتا تھا تو کل قیمت کا تاوان لازم آویگا ف اسی طرح اگر ردیف کی سواری کی بالکل طاقت
ہی نرکھتا تھا اور مستاجر نے سوار کیا تو کل قیمت کا تاوان دیگا جیسے ردیف کو اپنے کندھے پر بٹھا لیا یا بوجھ کی جگہ پر
سوار ہوگیا یا بہت سے کپڑے اپنے اوپر لاد لیے ان سب صورتوں میں کل قیمت کا تاوان دیگا درمختار ص
اسی طرح اگر مستاجر نے جانور کو مارا یا اوسکے لگام کھینچی اور جانور ہلاک ہوگیا تو کل قیمت کا تاوان لازم آویگا امام
صاحب کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک تاوان نہوگا مگر جب کہ ایسی مار مارے یا اسطرح لگام کھینچے جو موافق
دستور کے نہووے ف اسی پر فتوی ہے اور امام نے بھی اسی قول کیطرف رجوع کیا درمختار اور ہدایہ کا ظاہر
قول اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ مستاجر کو جانور کا مارنا جائز ہے اذن عرفی کے سبب سے اور مارنا اپنے جانور کو بس قنیہ
میں ابو حنیفہ سے مروی ہے کہ اوسکو ہرگز نہ مارے اور اوس سے مواخذہ ہوگا اوس ضرب میں جو ادب سے زیادہ ہے یعنی
ہر شخص کو منع کرنا درست ہے علی الخصوص جب مالک جانور کے موجود نہ ہو درمختار ص اگر ایک جانور کو کرایہ
لیا ایک مقام معین تک آنے جانے کیلیے اور اوس مقام سے آگے لے گیا بعد اوسکے پھر اوسی مقام تک پھیر لایا اور
جانور ہلاک ہوگیا تو اوسکو ضمان دینا ہوگا ف یہی حکم ہے عاریت میں اور بعضوں کے نزدیک ضمان جب ہے کہ
جانے کے لیے کرایہ لیا ہو اور جو آنے جانے کے لیے لیا ہو تو تاوان نہیں ہے لیکن صحیح قول اول ہے کہ دونوں صورتوں میں

ضمان ہے صدر الشریعۃ نے کہا کہ اگر جانور اوس مقام مین آنکر ہلاک ہوگیا اور یقین ہو اس بات کا کہ اوسکی ہلاکت مین اوس مقام
سے آگے جانے کو دخل نہین ہے تو فتوی ہوگا ضمان نہ آنے پر اور اگر ہلاک ہوا ایسے سبب سے کہ اسکا یقین نہین ہے بلکہ
احتمال ہے آگے جانے کو اوسکی ہلاکت مین دخل ہو تو فتوی ضمان آنے پر ہے انتہی مختصر ص اگر ایک گدھا کرایہ لیا
جسپر زین کسا ہوا تھا اور مستاجر نے اوسکا زین اوتار کے پالان اوسپر باندھا اور بوجھ لادا پھر وہ تلف ہوگیا تو ضمان
لازم آویگا برابر ہے کہ اوس طرح کا پالان ایسے گدھے پر باندھا جاتا ہو یا نہ باندھا جاتا ہو اور اگر مستاجر نے اوس
زین کو اوتار کر دوسرا زین اوسپر کسا تو دیکھنا چاہیے اگر وہ زین جسکو مستاجر نے کسا ہے ایسا ہے کہ اوس قسم کا زین ایسے
گدھے پر نہین کسا جاتا ہے تو ضمان ہوگا اور اگر کسا جاتا ہے تو ضمان نہوگا مگر جب بوجھ مین زیادہ ہو پہلے زین سے تو بقدر زیادتی
وزن ضمان ہوگا یہ مذہب امام صاحب کا ہے اور صاحبین کے نزدیک پالان مین بھی یہی حکم ہے ف یعنی جب پالان
اس قسم کا ہووے کہ ویسا پالان ایسے گدھے پر لادا جاتا ہے تو ضمان نہین ہے مگر جب وزن مین زائد ہو زین سے کذا
فی الاصل ص اگر ایک شخص کو بوجھ پہنچانے کے لیے اجرت پر مقرر کیا اور حمال نے اسباب لیکر وہ رستہ اختیار کیا
جسکو مالک نے مقرر کر دیا تھا بلکہ دوسرے رستہ سے گیا اور دونون رستون مین فرق تھا ف مثلاً مالک کا رستہ
مقرر کیا ہوا مامون اور محفوظ تھا اور مزدور کا رستہ پر خوف و خطر یا دشوار گذار تھا ص یا مزدور جس رستہ گیا اوسمین
لوگ آمد و رفت نہین کرتے تھے یا مالک نے خشکی کے رستہ جانے کو کہا تھا اور حمال دریا کے رستہ گیا اور مال و
اسباب تلف ہوگیا تو حمال ضامن ہوگا ف اور جو دونون رستون مین کچھ فرق نہووے تو ضامن نہوگا ہدایہ
ص اور اگر باینہمہ حمال نے اسباب مالک کا منزل مقصود تک پونہچا دیا تو مالک کو اجرت دینا پڑیگی جس شخص
نے زمین کرایہ لی گیہون بونے کے لیے اور پھر اوسمین رطبہ لگایا تو جو کچھ نقصان زمین کا رطبہ لگانے سے ہوگا
وہ مستاجر کو دینا پڑیگا اور اجرت نہین دیگا اسلیے کہ وہ خلاف کرنے سے غاصب ہوگیا اور غاصب پر صرف
تاوان ہے ص جس شخص نے درزی کو ایک کپڑا دیا کرتہ سینے کے لیے اور اوسنے قبا سی ڈالی تو مالک کو اختیار ہے
خواہ اپنے کپڑے کی قیمت درزی سے لے لیوے یا قبا لے لیوے اور درزی کو اجر مثل دیدیوے لیکن اجر مثل
اجر مسمی سے زیادہ نہ دیوے ف یعنی جسقدر کرتہ کی سلائی مقرر ہوئی تھی اوس سے کم یا برابر اگر اجر مثل قبا کا ہووے
تو اجر مثل دیوے اور جو اجر مثل قبا کا اجر مسمی سے زیادہ ہووے تو زیادہ نہ دیگا کیونکہ اجارہ فاسد ہوگیا اور اجارہ فاسدہ
مین ہمارے نزدیک اجر مسمی سے زیادتی نہین ہوتی **مسائل ملحقہ** رنگریز کو ایک کپڑا دیکر سرخ رنگنے کو
کہا اور اوسنے زرد رنگا تو مالک کو اختیار ہے چاہے زرد رنگین لے لیوے اور رنگریز کو اوتنا دیوے جتنی قیمت سفید
کپڑے کی زردی سے زیادہ ہوگئی اور رنگریز کے واسطے اجرت نہین آور چاہے اپنے سفید کپڑے کے دام لیوے اسطرح
اگر رنگریز نے جہت ناقص رنگا تو سفید کپڑے کی قیمت کا ضمان دیگا درزی سے کہا کہ قبا یا قمیص قطع کر جسکا
طول اور عرض اسقدر ہو سو وہ کم ہوا مقدار معین سے سو اگر بقدر او نگلی یا اوسکے مانند کم ہو تو معاف ہے
ہو اگر زیادہ ہو تو ... تا وان ... مالک نے درزی سے کہا کہ اگر یہ کپڑا میری قمیص کو اوسکے کفایت کرتا ہو تو اوسکو

قطع کر کہ ایک درم کی مزدوری پر اور اوسکو سی دے تو درزی نے قطع کیا پھر بولا کہ یہ کپڑا تیری قمیص کیواسطے کافی نہیں تو درزی پر
تاوان لازم ہوگا اسواسطے کہ اوسنے دھوکھا دیا سائبان اور تراسیدان میں یہاں تک کہ مال تلف ہو گیا چوری یا بارش سے
اگر وہاں چوری اور بارش بکثرت ہوا کرتی ہے تو ضامن ہوگا اگر ایک شخص نے اہل بازار میں سے دوسرے تاجر کا مال بیچدیا
بغیر تقرر اجرت کے بعد اوسکے اجرت طلب کی تو عرف کا اعتبار ہوگا یعنی اگر اجرت لینے کا دستور ہوگا تو اجرت مثل واجب
ہوگی ورنہ نہیں ظاہر الروایۃ میں گھر اگر تھوڑا گر جاوے تو کرایہ ساقط نہیں ہوگا اور بعض کے نزدیک بقدر انہدام
کرایہ ساقط کر دیا جاویگا اگر مالک خانہ نے کرایہ دار کو حکم کیا عمارت بنانے کا اور کرایہ میں مجرا کر لینے کا تو عمارت میں دونوں نے اتفاق
کیا اور مقدار صرف میں اختلاف کیا تو صاحب خانہ کا قول مقبول ہوگا اور گواہ کرایہ دار کے مسموع ہونگے [illegible]

باب اجارہ فاسدہ کے بیان میں

اجارہ فاسد ہو جاتا ہے شرطوں سے جس سے بیع فاسد ہوتی ہے ف یعنی اوس شرط سے کہ مخالف ہو عقد کے مثلاً یہ شرط کی اگر
مکان بالکل خراب اور منہدم بھی ہو جاوے جب بھی کرایہ ساقط نہ ہوگا یا پن چکی کا پانی بند ہو جاوے جب بھی اجرت لازم ہوگی اجارہ کو
وہی شروط فاسد کرتے ہیں جو بیع کو جیسے ماجور اور اجرت اور مدت اور عمل کی جہالت اور فاسد کرتا ہے اجارہ کو شیوع اصلی یعنی جو
وقت اجارہ موجود ہووے یا بین طور کہ اپنے گھر میں سے ثلث یا ربع کرایہ دیوے غیر شریک کو نہ شیوع طاری یعنی جو بعد اجارہ کے عارض
ہو گیا ہووے جیسے اجارہ دیا کل گھر کا پھر بعض میں فسخ کر ڈالا یا دو شریکوں نے اپنی کل چیز کو اجارہ دیا پھر ایک شریک مر گیا
اگر اجارہ دیا شی مشاع کو اور قبل باطل کرنے حاکم کے اوسکو تقسیم کیا اور تسلیم کیا مستاجر کو تو جائز ہوگا نہ بعد ابطال حاکم کے
اجارۂ فاسدہ کا حکم یہ ہے کہ جب مستاجر اوس سے منفعت حاصل کر لیوے تو اجرت مثل واجب ہوگی اور نہ زیادہ ہوگی اجرت
مسمی سے اگر اجرت کا تسمیہ و تعین ہوا ہو اور جو اجرت شی مجہول ہووے جیسے ایک کپڑا یا ایک چارپایہ یا اجرت کا ذکر ہی
نہ آیا ہووے یا اجرت خمر یا خنزیر ٹھہرا ہووے تو اجرت مثل واجب ہوگی جہاں تک پہنچے اجارۂ فاسدہ جدا ہے اجارۂ باطلہ سے
اجارۂ فاسدہ وہ ہے جو اوپر گذرا یعنی اصل اوسکی مشروع ہووے اور فساد کسی شرط زائد وغیرہ کے سبب سے ہو گیا ہووے اجارہ باطلہ
جو اصل سے مشروع نہ ہووے جیسے اجارہ لینا بعوض مردار اور خون کے یا بابت بت تراشی یا تصویر سازی کے لیے تو اجارہ باطلہ
میں مطلق اجرت واجب نہیں اگرچہ مستاجر منفعت حاصل کر لیوے طحطاوی و در مختار ملخصاً ص اور اس اجارۂ فاسدہ
میں اجرت مثل واجب ہوتی ہے اور نہ زیادہ ہوگی اجرت مسمی سے ف ہمارے نزدیک اور زفر اور شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک
جہاں تک پہنچے اجرت مثل واجب ہوگی جیسے بیع فاسد میں قیمت مبیع کی جہاں تک پہنچے واجب ہوتی ہے دلیل ہماری
یہ ہے کہ منافع غیر متقوم ہیں فی نفسہا بلکہ متقوم ہو جاتے ہیں بسبب عقد کے اور عقد میں خود متعاقدین نے زیادتی کو اجرت مسمی سے
ساقط کر دیا ہے کذا فی الاصل ص ایک مکان کرایہ دیا ہر مہینے کا کرایہ اتنا تو فقط ایک مہینے میں اجارہ صحیح ہوگا ف
اور باقی مدت میں فاسد ہوگا بسبب مجہول ہونے مدت کے یعنی معلوم نہیں کہ پانچ مہینے یا دس درمختار ص
الا جس مہینے کے اول میں ایک ساعت بھی مستاجر رہیگا تو اوسمیں بھی اجارہ صحیح ہوگا ف یہ مذہب بعض مشائخ کا
کہ جب چاند دیکھا جاویگا تو ہر ایک کو حق فسخ ہے پس جب تھوڑا زمانہ بھی دوسرے مہینے کا گذر گیا تو اوس مہینے میں بھی

عقد اجارہ لازم ہوجاویگا اور ظاہر الروایۃ میں ہر ایک کو حق فسخ ہوتا ہے جب چاند رات اور پہلی تاریخ کی شام تک ہے اسواسطے
کہ فقط رویت چاند کی آن کے اعتبار کرنے میں حرج ہے کذا فی الکافی ص اگرچہ یہ سب مہینوں کا اکٹھا ذکر کر دیوے تو سب
میں صحیح ہوجاویگا مثلاً یوں کہہ دیوے کہ یہ گھر میں نے تجکو چھ مہینے تک اجارہ دیا ہر مہینے پانچ کرایہ اسیطرح اگر سال بھر تک
اجارہ دیوے اسی طرح ف یعنی یوں کہے کہ یہ گھر میں نے تجکو سال بھر اجارہ دیا ہر مہینے میں اتنا کرایہ ص اگرچہ ہر مہینے کے
کرایہ کا ذکر نکرے ف یعنی سال بھر کا کرایہ ذکر کر دیوے اور ہر مہینے کا کرایہ بیان نکرے تو صحیح ہوگا اور اوس سال
کے کرایہ کو ہر مہینے پر تقسیم کر لیوینگے در مختار ص اور ابتدائے مدت اجارہ وہ ہے جو مذکور ہو ف مثلاً یہ کہدیا
ہووے کہ اجارہ شروع ہوگا غرہ ماہ رجب یا غرہ ماہ رمضان سے ص اور اگر ابتدائے مدت مذکور نہووے تو وقت عقد اجارہ
وہی اول مدت ہے سو اگر اجارہ منعقد ہوا ہو اوس وقت جب چاند دیکھا گیا تو مہینوں کا شمار چاند چاند ہوا کریگا اور اگر
اجارہ ہوا ہو اثنائے مہینے میں ف مثلاً دسویں یا آٹھویں یا چھبیسویں بیسویں وغیرہ ص تو امام ابوحنیفہ کے
نزدیک مہینوں کا شمار دنوں سے ہوگا یعنی جب تیس دن پورے ہوا کرینگے تو ایک مہینا ہوجاویگا اور صاحبین کے
نزدیک پہلا مہینہ دنوں سے پورا کیا جاویگا اور باقی چاند چاند رہیگا پس اگر ذیحجہ کی دسویں تاریخ سال بھر کا اجارہ
ہوا تو امام کے نزدیک سال پورا ہوگا دنوں کے شمار سے ہر مہینہ تیس دن کا تو ایک سال تین سو ساٹھ
دن کا ہوگا اور صاحبین کے نزدیک ذیحجہ اگر تیس دن کا ہو تو سال تمام ہوگا دوسرے سال کے ذیحجہ کی دسویں تاریخ
اور اگر ذیحجہ انتیس دن کا ہوگا تو سال تمام ہوگا ذیحجہ کی گیارھویں تاریخ کو اور حق یہ ہے کہ تمام ہوگا سال دسویں ذیحجہ
کو دونوں صورتوں میں کیا تو نے سنا ہے کہ ایک سال میں دو عید اضحی ہوویں ف ہمارے عرف کے موافق
مذہب صاحبین کا اولی بالعمل ہے ص اور جائز ہے اجرت دینا حمام کی اور حجام کی ف در مختار میں وجہ اجرت
حمام کے جواز کی یہ مرقوم ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جحفہ کے حمام میں تشریف لیگئے تھے لیکن مواہب لدنیہ
میں لکھا ہے کہ دخول حمام جحفہ کی حدیث موضوع ہے اسصورت میں اولی یہ ہے کہ استدلال کیا جاوے تعارف ناس سے اور حمام کی
اجرت سے ناجائز اسواسطے ہوا کہ اس پر اجماع ہے مسلمین کا اور فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جسکو مسلمان
نیک جانیں وہ اللہ کے نزدیک بھی نیک ہے اور جسکو مسلمان بد جانیں وہ اللہ تعالی کے نزدیک بھی بد ہے کہا زیلعی نے
تخریج ہدایہ میں کہ یہ حدیث غریب ہے مرفوعاً البتہ روایت کیا اوسکو احمد نے موقوفاً ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے اور اسیطرح روایت
کیا اوسکو بزار اور طبرانی اور طیالسی نے ترجمہ ابن مسعود میں اور حجام کی اجرت کے جواز کی دلیل یہ ہے کہ روایت کی
بخاری نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کہا کہ پچھنے لگائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اور دی پچھنے لگانے والے کو اجرت
اوسکی اور اگر ہوتی مزدوری اوسکی حرام تو نہ دیتے آپ اوسکو اور وہ جو مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہ فرمایا
آپنے حرام ہے کمائی حجام کی یا خبیث ہے کسب حجام کا روایت کیا اوسکو مسلم نے رافع بن خدیج سے سو وہ حدیث
منسوخ ہے یا محمول ہے اوپر کراہت تنزیہی کے واللہ اعلم ص اور درست ہے اجارہ لینا اتا کا ایک اجرت معین پر ف بسبب
رواج لوگوں کے بخلاف باقی حیوانات کے یعنی شیر نوشی کے واسطے گائے یا بکری کو اجارہ لینا یا اجارہ دینا جائز نہیں.

عدم معلوم ہونے کے سبب سے ص اسی طرح انا کو نوکر رکھنا اوسکے کھانے اور کپڑے پر جائز ہے امام ابو حنیفہ کے نزدیک اور صاحبین
کے نزدیک جائز نہیں ہے بوجہ مجہول ہونے اجرت کے اور یہی موافق قیاس کے ہے اور امام صاحب یہ کہتے ہیں کہ یہ
جہالت موجب منازعت نہیں ہوتی کیونکہ انا پوشاک اور پوشاک کی کشایش کی عادت ہے بچے کی محبت اور شفقت
سے ف فتاوی کبری میں ہے کہ انا کے نوکر رکھنے میں دودھ پلانے کی مدت معین کرنا بلا اجماع شرط ہے دلیل اسکے جواز
کی صاحب ہدایہ نے قول اللہ تعالی کا فَاِنْ اَرْضَعْنَ لَكُمْ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ یعنی اگر وہ دودھ پلاویں تمھارے
لیے تو دو تم اجرت اونکی بیان کیا ہے دوسرے یہ کہ عمل درآمد اسکا جاری تھا عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم میں اور حضرت نے اوسکو قبول کیا اور ثابت رکھا ص اور انا کے خاوند کو جائز ہے کہ اپنی زوجہ سے وطی کرے
لیکن مستاجر کے گھر میں ف اسواسطے کہ گھر ملک ہے مستاجر کی تو وہ منع کر سکتا ہے ص انا کے خاوند کو فسخ اجارہ
پہونچتا ہے اگر اوسکا نکاح ظاہر ہو لوگوں میں یا اوسپر گواہ ہوویں اپنے حق کی صیانت کے لیے اور اگر نکاح کا ثبوت
صرف انا کے اقرار سے ہووے تو فسخ اجارہ نہیں کر سکتا ف کیونکہ صرف ان دونوں کا قول مستاجر کے زوال
حق میں قبول نہوگا در مختار ص اور بچے والے فسخ کر سکتے ہیں عقد اجارہ کو اگر انا بیمار ہو جاوے یا حاملہ ہو جاوے
ف اسواسطے کہ دودھ عورت مریضہ اور حاملہ کا لڑکے کو ضرر کرتا ہے کذا فی الاصل اسیطرح جائز ہے فسخ اگر اوسکی
بدکاری اور فسق و فجور ظاہر ہو جاوے یا لڑکا اوسکے دودھ کو قے کر ڈالتا ہووے یا وجود ہوئے لڑکا اوسکی چھاتی منھ میں نہ لیتا
ہووے یا دودھ اوسکا نہ پیتا ہووے الحاصل جو امر بچے کو مضر ہو تو اوسکا منع مستاجر کو پہونچتا ہے چنانچہ زمانہ دراز تک انا کا
غائب رہنا اور جو مضر نہو اوسکا منع جائز نہیں اور وقت عقد اجارہ سے مستثنی ہوگا نماز کے اوقات کے مانند
کذا فی الطحطاوی اور کفر کے سبب سے فسخ اجارہ جائز نہیں اسواسطے کہ کفر اوسکا صغیر کو ضرر نہیں کرتا اور اگر بچے کا باپ
مرجاویگا تو اجارہ نہ ٹوٹیگا البتہ اگر لڑکا یا انا کوئی ان میں سے مرجاوے تو اجارہ فسخ ہو جاویگا در مختار ص انا
انا پر لازم ہے بچے اور اوسکے کپڑوں کا دھونا اور اوسکا کھانا تیار کرنا اور اوسکے بدن میں تیل لگانا نہ ان چیزوں
کی قیمت اور ان چیزوں کی قیمت اور اوسکے دودھ پلانے کی اجرت بچے کے باپ پر ہے ف اگر بچے کا مال
نہووے ورنہ اوسی کے مال سے دیجاویگی در مختار ص سو اگر انا نے بچے کو بکری کا دودھ پلایا اور اوسکو کھانا کھلا کر
اور مدت اجارہ کی گذر گئی تو اجرت نپاویگی ف یہ خلاف اوس صورت کے کہ انا نے اپنی لونڈی سے یا اوسکے ایک
عورت کو نوکر رکھکے دودھ پلوا دیا کہ اس صورت میں انا کو اجرت ملیگی مگر جب خود انا کے دودھ پلانے کی شرط
ہو گئی ہووے تو غیر سے دودھ پلوا دینے میں مستحق اجرت نہوگی بر قول اصح اور وجہ یہ ہے کہ اجرت واجب ہو گی
در مختار و طحطاوی ص اور نہیں صحیح ہے اجارہ لینا اذان کے واسطے ف اسواسطے کہ روایت کیا
ابو داؤد نے عثمان بن ابی العاص سے کہا کہ کہا میں نے یا رسول اللہ کر دیجیے مجھکو امام اپنی قوم کا فرمایا آپ نے تو امام انکا ہے
اور رکھ تو ایسا موذن جو نہ لیوے اذان پر اجرت ص اور حج اور امامت کے واسطے اور قرآن اور فقہ کی
تعلیم کے واسطے ف اور مثل فقہ کے ہیں علوم دینیہ اسواسطے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

پڑھو تم قرآن کو اور نہ روٹی کھاؤ اوس کی روایت کیا اوسکو امام احمد نے مسند میں کفایہ میں لکھا ہے کہ جمیع عبادات اور طاعات
کے لیے اجارہ درست نہیں ہے مختار ص اور ہمارے زمانے میں فتویٰ اسپر ہے کہ تعلیم قرآن اور فقہ ف اور
امامت اور اذان دو مختار ص کے لیے اجرت لینی درست ہے ف کیونکہ قاعدہ ہمارے نزدیک یہ ہے
کہ اجارہ طاعات اور معاصی پر درست نہیں ہے لیکن جب سستی پڑ گئی دین میں تو اب فتویٰ دیا جاتا ہے ساتھ صحت اجارہ کے
تعلیم قرآن اور فقہ کے لیے اس خوف سے کہ مبادا یہ چیزیں محو اور ضائع ہو جاویں کذا فی الاصل میں کہتا ہوں موافق
قول مفتی بہ کے ایک حدیث بھی موجود ہے جسکو روایت کیا بخاری نے ابن عباس رضی سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم نے زیادہ لائق اون چیزوں میں سے کہ جسپر لیا تم نے اجرت کتاب اللہ کی ہے واللہ اعلم ص تو جب بنظر زمانہ حال
ان چیزوں کی اجرت لینا درست ٹھہری تو مستاجر پر جبر ہوگا اوس اجرت کے دینے پر جو اوس نے قبول کی ہے اور در صورت
نہ دینے کے اوسکے عوض میں محبوس ہوگا اور بھی جبر ہوگا اوس مٹھائی کے دینے پر جو اوستادوں کو دیا کرتے ہیں ف
عربی میں اوسکو حلوہ کہتے ہیں جسکو ایک ہدیہ ہے جو لڑکوں کو دیا جاتا ہے بعض سورتوں کے شروع ہونے پر چنانچہ سورہ کہف
اور فتح اس ہدیہ کا نام حلوہ اسواسطے ہوا کہ اکثر حلوہ دیا کرتے ہیں اور یہ لغت ہے اہل ماوراء النہر کی کذا فی الاصل اور نہیں جائز
ہے اجارہ مشاع کا مگر اپنے شریک سے ف یعنی جب ایک ہی شریک ہو اور جو دو تین شریک ہوں تو ایک شریک سے
اجارہ دینا درست نہوگا اور مختار ذکر میں مذہب امام صاحب کا ہے اور صاحبین کے نزدیک اجارہ مشاع کا درست ہے شریک
اور غیر شریک سے کذا فی الاصل لیکن مفتی بہ قول امام صاحب کا ہے اور اوسی پر اعتماد کیا ہے ارباب شروح اور متون نے اوسی کو
ص اور نہیں جائز ہے اجرت لینا نر کے چھوڑنے کی مادہ پر کا بھن کرنیکے واسطے ف اسواسطے کہ حدیث شریف میں آیا ہے
کہ فرمایا حضرت نے حرام ہے اجرت لینا نر کی کدوالی کی اور یہ حدیث غریب ہے لیکن زیلعی نے کہا کہ اس لفظ سے غریب
ہے البتہ روایت کیا بخاری نے ابن عمر سے کہ منع کیا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نر کی کدوالی سے مادہ پر ص اسی طرح
حرام ہے اجرت لینا راگ اور نوحہ اور باجے اور تمام آلات لہو ولعب کے بجانے کے لیے ف اسواسطے کہ سب معاصی
داخل ہیں اور معاصی پر اجرت لینا ناجائز ہے اور بیان انکی حرمت کا انشاء اللہ آویگا ص اگر ایک شخص نے دوسرے کو
سوت دیا اسطرح پر کہ آدھے سوت کا کپڑا بن دیوے تو آدھا سوت ہو اوسکی مزدوری میں سے لیوے یا ایک
گدھا غلہ لادنے کے لیے کرایہ کو لیا بعوض کچھ غلہ کے اوس میں سے یا ایک بیل اجارہ لیا واسطے آٹا پیسنے کے بعوض کچھ
تھوڑے آٹے کے اوسی میں سے تو یہ اجارہ فاسد ہے ف قاعدہ کلیہ اسکا یہ ہے کہ جب اجرت وہ شے ہوگی جو مستاجر کے عمل سے
پیدا ہوتی ہے تو وہ اجارہ فاسد ہوگا اور تیسری صورت کا نام قفیز طحان ہے یعنی آٹا پیسنے والے کا اجر اوسی آٹے میں سے
دیوے اور منع کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اوس سے روایت کیا اوسکو دارقطنی اور بیہقی نے ابو سعید خدری سے
اور معلوم ہوا کہ دوسری صورت محمول ہیں اور یہ صورت ثالثہ کے کذا فی الاصل مع زیادۃ ص یا ایک
نان پز کو مقرر کیا تاکہ دس قفیز آٹے کی روٹی پکا دیوے آج کے روز بعوض ایک درہم کے ف تو یہ اجارہ فاسد ہے نزدیک
امام اعظم رحمہ اللہ کے اور نزدیک صاحبین کے درست ہے صاحبین یہ کہتے ہیں کہ مستاجر نے معقود علیہ عمل کو کیا ہے اور وقت کا

ذکر بعض تعجیل کے لیے ہے امام اعظم یہ کہتے ہین کہ مستاجر نے جمع کر دیا عمل اور وقت مین اور عمل کے معقود علیہ ہونے مین
مستاجر کو نفع ہے اور وقت کے بیان کرنے مین صرف تسلیم نفس معقود علیہ ہوتا ہے اور اوسمین نفع ہے اجیر کو تو آیندہ موجب
منازعت ہوگا اور یہ بھی نہین ہو سکتا کہ معقود علیہ دونون ہون مثلاً روٹی پکایا کرے سارے دن کہ ایک آن خالی
نہ رہے اسلیے کہ یہ ممکن نہین ہے عادۃً یہان تک کہ اگر یون کہا کہ روٹی پکا دیوے آجکے دن مین تو امام سے مروی ہے
کہ صحیح ہو جاویگا اسواسطے کہ مین کے کہنے سے استغراق جاتا رہا کذا فی الاصل ص یا زمین اجارہ لی اس شرط پر کہ
مستاجر اوسکو دوبار جوتے ف تو اگر مراد یہ ہے کہ مستاجر زمین پھیرتے وقت جوت کر دیوے تو کچھ شک نہین اس
اجارے کے فساد مین اسلیے کہ یہ ایسی شرط ہے جسکو عقد اجارہ مقتضی نہین ہے اور اوسمین نفع ہے احد المتعاقدین یعنی موجر کا
اور اگر یہ مراد نہین ہے بلکہ وہ زمین ایسی ہے کہ بدون دوبار کے جوتنے کے کھیت نہین ہوتا تو عقد فاسد نہوگا اسواسطے
کہ اسصورت مین یہ شرط ایسی ہوئی جسکو عقد مقتضی ہے اور جو بدون دوبار کے جوتنے کے کھیتی ہو جاتی ہے تو اگر
اثر اس دوبارہ جوتنے کا بعد ختم ہو جانے عقد اجارہ کے باقی رہیگا تو اجارہ فاسد ہوگا اسواسطے کہ اوسمین منفعت
ہے مالک زمین کی اور جو باقی نہ رہیگا تو اجارہ جائز ہوگا کذا فی الاصل ص یا اوس زمین کی نہرین کھود دیوے
ف مراد نہرون سے یہان بڑی نہرین ہین نہ چھوٹی چھوٹی نالیان اسواسطے کہ منفعت بڑی نہرون کی بعد
مدت اجارہ کے بھی باقی رہیگی کذا فی الاصل ص یا اوسمین بانس ڈال دیوے ف اسواسطے کہ اوسکی منفعت بھی بعد عقد کے باقی رہیگی کذا
فی الاصل ص یا لی زمین اجارہ زراعت کے لیے اس شرط پر کہ جو مستاجر کی زمین ہے اوسمین زراعت کرے ف اور شافعی کے نزدیک درست ہے اور ہمارے نزدیک
یعنی نفع کا اجارہ ہم جنس نفع سے چنانچہ اجارہ سکنی کا سکنی سے اور رکوب کا رکوب سے فاسد ہے کذا فی الولوالجیہ ص تو یہ
سب قسمین اجارہ کی فاسد ہین ہان اگر زمین اجارہ لی اس شرط پر کہ مستاجر اوسکو جوتے اور بووے یا اوسکو سینچے اور
بووے تو درست ہے ف کیونکہ یہ شرط موافق عقد کے ہے ص اگر زمین اجارہ لی اور یہ بیان نہین کیا کہ اوس
مین زراعت کریگا یا کس چیز کی زراعت کریگا تو اجارہ فاسد ہوگا اگر موجر نے تعمیم نکی ہو اور جو عام کر دیا ہووے
مثلاً یہ کہدیا ہووے کہ جس چیز کی چاہے زراعت کر تو جائز ہوگا بخلاف مکان کے کہ اوسکا اجارہ سکونت پر محمول
ہوگا اگرچہ نکہے ص اگر زمین اجارہ لی اور بیان نہ کیا زراعت وغیرہ کو اور اجارہ فاسد ہوا بعد اوسکے مستاجر نے
اوسمین زراعت کی اور مدت گذر گئی تو اجارہ صحیح ہو جاویگا اور محمد کے نزدیک صحیح نہوگا اگر ایک اونٹ مصر
تک کرایہ کو لیا اور بوجھ بیان نکیا کہ کتنا ہے پھر اوسپر بوجھ موافق عادت کے لادا اور اونٹ مرگیا تو مستاجر پر تاوان نہین
ہے ف اسواسطے کہ اجارہ فاسد ہے تو وہ اونٹ مستاجر کے پاس امانت رہیگا جیسا کہ اجارہ صحیحہ مین امانت ہے
ف اور امانت کا ضمان تعدی سے ہوتا ہے اور مستاجر نے جب بوجھ بقدر معتاد لادا تو اوس نے
تعدی نہین کی پھر ضمان کی کیا وجہ ہے ص اور اگر اوس اونٹ نے بوجھ مصر تک پہونچا دیا تو اونٹ والا
اجرت مقررہ لیگا تو اگر موجر اور مستاجر مین قبل کھیتی کرنے کے ف اجارہ زمین کی صورت مین بغیر ذکر
زراعت کے ص یا بوجھ لادنے کے ف اجارہ اونٹ کی صورت مین ص تو قاضی عقد اجارہ کو فسخ کر دیوے واسطے دفع فساد کے

باب اجیر یعنی مزدور کے ضامن ہونیکے بیان مین

اجیر مشترک وہ ہے جو مستحق ہو اجرت کا بعد عمل کے ف برابر ہے کہ چند شخصون کا کام کرتا ہو جیسے درزی رنگریز دہوبی وغیرہ یا ایک شخص کا کام کرے بلا تعیین وقت یا بتعیین وقت لیکن بلا تخصیص متاجر کے کام کے کہا ص تو وہ عامہ خلایق کا کام کرسکتا ہے اسی لیے نام اوسکا اجیر مشترک ہوا ف اور مقابل اسکے اجیر خاص ہے اور اجیر وحد جسکا بیان آگے آتا ہے ص اور اجیر مشترک پر تاوان لازم نہوگا اوس چیز کا جو اوسکے پاس تلف ہو جاوے اگرچہ اوس پر تاوان دینے کی شرط ہو گئی ہو اسی پر فتوی ہے ف یہی قول مروی ہے حضرت عمرؓ اور علیؓ سے ص اسلیے کہ مال اجیر مشترک پاس امانت ہے اور امانت کا ضمان نہین ہوتا مگر تعدی سے اور صاحبین کے نزدیک اجیر مشترک ضامن ہوگا مگر اوس صورت مین کہ وہ مال ایسے سبب سے ہلاک ہو جاوے جسکا بچاؤ ممکن نہین جیسے خود مر جاوے یا آتش زنی عظیم ہو گیا ہو اگر وہ مال چوری جاوے اور اجیر مشترک نے اوسکی حفاظت مین کمی نہ کی ہو جب بھی ضمان ہوگا نزدیک صاحبین کے مثل اوس ودیعت کے جو بعوض اجرت کے ہو گو کہ اوسمین حفاظت مال کی مودع پر لازم ہوتی ہے اور ابو حنیفہ کہ سکتے ہین کہ اجرت مقابلہ عمل مین ہے نہ حفاظت کے مقابلے مین تو مثل اوس ودیعت کے ہوئی جو بلا اجرت ہو لیکن اگر متاجر نے شرط کی ضمان کی تو بعض مشایخ کے نزدیک یہ ہے کہ ضامن ہوگا نزدیک امام اعظمؒ کے اور نزدیک بعضون کے ضامن نہوگا اور وقایہ مین اسی قول کو اختیار کیا ہے اسلیے کہ شرط ضمان کی ودیعت مین باطل ہے لیکن ممکن ہے کہ کہا جاوے کہ جب متاجر نے ضمان کی شرط کرلی تو اجرت بمقابلہ عمل اور حفاظت دونون کے ہوگئی تو اس صورت مین اوس ودیعت کے حکم مین جو بلا اجر ہے نہوگی ف یہ مضمون ہے اصل کتاب کا اور زیلعی مین ہے کہ فتوی صاحبین کے قول پر ہے اسلیے کہ اہل حرفہ دغا باز اور خائن ہوگئے ہین اور تاوان کے لازم آنے سے لوگون کے مال محفوظ رہین گے اور متاخرین نے نصف قیمت پر صلح کرلینے کا فتوی دیا ہے غایۃ الاوطار ص البتہ اوس مال کا تاوان لازم ہوگا جو تلف ہوگیا اوسکے عمل سے جیسے دہوبی کے کوٹنے سے کپڑا پھٹ جاوے یا مزدور کے پھسلنے خواہ جس رسی سے بوجھ کو باندھا ہو اوسکے ٹوٹنے سے مال ضائع ہو جاوے یا ملاح کے ناؤ کھینچنے سے ڈوب جاوے اور مال غرق ہو جاوے ف یہ مذہب ہمارا ہے اور زفرؒ اور شافعیؒ کے نزدیک ضامن نہوگا اسلیے کہ عمل اوسکا مالک کے اذن سے ہے جواب یہ ہے کہ مالک کا اذن عمل صالح کو شامل ہے عمل کو جس سے نقصان ہووے تین کہتا ہون کہ مراد عمل سے تلف ہو جانے سے یہ ہے کہ عمل اوسکا متجاوز ہوگیا اوس قدر سے جو موافق عادت کے ہے جیسے حجام مین آتا ہے یا وہ عمل جسمین مقدار معلوم متعارف نہین کذا فی الاصل اور مختار مین عمادیہ سے منقول ہے کہ ضمان دونون صورتون مین ہے خواہ تجاوز ہو قدر متعادسے یا نہو برخلاف حجام کے اور قنیہ مین ہے کہ کشتی کے غرق ہونے سے تاوان لازم ہوتا اوس وقت ہے جب کہ اسباب کا مالک یا اوسکا وکیل کشتی مین موجود نہووے ورنہ تاوان لازم نہوگا ص اور جو اس ناؤ کے ڈوبنے سے یا رسی کے ٹوٹنے سے کوئی آدمی تلف ہو جاوے تو اوسکا تاوان لازم نہوگا اور تاوان نہین ہے حجام اور پچھنے لگانے والے پر اور بیطار یعنی گھوڑون کی فصد کھولنے والے پر جو مکان معتاد سے تجاوز نہین کرگیا ف پھر اگر مکان معتاد

تجاوز کر گیا تو پوری زیادتی کا ضامن ہوگا اگر وہ شخص ہلاک نہوا ہو اور اگر زخمی مر گیا تو جان کی نصف دیت کا تاوان
اوسپر لازم ہوگا اگر ختنہ کرنے والے نے سپاری کاٹ ڈالی لیکن مختون اچھا ہو گیا تو ختنہ کرنے والے پر پوری دیت واجب
ہوگی اور جو مر گیا تو نصف دیت واجب ہوگی درمختار ص اگر مزدور نے مٹکا توڑ ڈالا راہ مین تو مالک کو اختیار
چاہے مزدور سے تاوان لے اوس قیمت کا جو مٹکا اوٹھانے کی جگہ پر اوسکی قیمت تھی تو مزدوری نہ دیوے یا وہان کی قیمت
لیوے جس جگہ ٹوٹا ہے تو جسقدر مزدور نے راہ طے کی ہے اوسکے حساب سے اوسکو اجرت دیوے ف یہ تاوان اوس
صورت مین ہے کہ مٹکا اوسکے فعل سے ٹوٹا ہو اور اگر ایسا نہو مثلاً لوگون کے ہجوم وغیرہ سے ٹوٹ گیا تو اوسپر تاوان
نہین ہے درمختار ص اور اجیر خاص ف وہ ہے جو ایک مستاجر کا کام کرے ایک وقت معین تک تخصیص
کا مستاجر درمختار ص مستحق ہوتا ہے اجرت کا اپنی ذات کی تسلیم سے مدت اجارہ تک اگرچہ کام نکرے مانند اوس شخص
کے جو ایک سال کے لیے نوکر ہو واسطے خدمت کے یا بکریان چرانے کے لیے اور اسکو اجیر وحد بھی کہتے ہین اسلیے کہ وہ صرف مستاجر کا
کام کرتا ہے غیر کا کام نہین کرتا ف خدمت سے مراد مستاجر کی خدمت اور اوسکی زوجہ اور اولاد کی خدمت ہے اور خدمت
معتادہ کا وظیفہ صبح سے ہے تاوقتیکہ لوگ سووین عشا کے بعد کذا فی الطحطاوی اجیر خاص کو غیر کے واسطے عمل کرنا جائز نہین
اور اگر غیر کا کام کریگا تو اوسکی اجرت سے بقدر اوسکے عمل کے گھٹ جاوے درمختار ص اجیر خاص پر تاوان نہین اوس چیز کا
جو اوسکے پاس ہو اوسکے فعل سے تلف ہو جاوے ف جیسے کپڑا پھٹ جاوے اوسکے کوٹنے سے مگر جب قصداً بگاڑے یا عمل غیر معتاد کرے جیسے بکریون کو ایسا مارے
کہ اونکی کھوپری پھوٹ جاوے یا پاؤن ٹوٹ جاوے تو تاوان دیگا درمختار ص اور اجرت کی تردید صحیح ہے عمل مین تردید کرنے سے چنانچہ مستاجر
خیاط سے یون کہے اگر قبا کو تو بطور فارسیون کے سیئے گا تو ایک درم اجرت ہے اور اگر تو رومیون کے طرز پر سیئے گا
تو دو درم اجرت ہے ف اور زمان اور مکان اور عامل اور مسافت اور بوجھ مین تردید کرنے سے درمختار
ص یا اگر کپڑے کو تو کسم سے رنگے گا تو یہ اجرت ہے اور جو زعفران سے تو یہ یا اس گھر مین تو عطار کو رکھے گا تو یہ کرایہ ہے
اور اگر لوہار کو رکھے گا تو یہ یا اس جانور کو اگر کوفہ تک لے چلے گا تو یہ اجرت ہے اور اگر واسط تک تو یہ یا اور اگر اس گھر مین رہیگا
تو یہ کرایہ ہے اور جو اس گھر مین تو یہ کرایہ اور اگر اس جانور پر گیہون لادے گا تو یہ اجرت ہے اور جو جو لادیگا تو یہ اور تردیدات
مذکورہ مین سے جو چیز پائی جاویگی اوسکی اجرت واجب ہوگی ف ایسا ہی تین چیزون مین بھی تردید درست ہے
لیکن چار چیزون مین درست نہین مثل بیع کے لیکن خیار التعیین شرط ہے بیع مین نہ اجارے مین اسواسطے کہ اجارے مین
اجرت واجب ہوتی ہے عمل سے اور وقت عمل کے اجرت متعین ہو جاویگی بخلاف بیع کے کیونکہ ثمن واجب ہوتی ہے نفس
عقد سے اور مبیع مجہول ہے کذا فی الاکمل ص اگر مستاجر نے خیاط سے یون کہا کہ اس کپڑے کو اگر آج سی دے
تو ایک درم ہے اور جو کل سیئے تو نصف درم تو اگر خیاط نے آج ہی سی دیا تو ایک درم پاویگا اور جو کل سیئے گا تو اجرت مثل ملیگی
امام ابوحنیفہ کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک دونون شرطین جائز ہین اور امام زفر کے نزدیک دونون فاسد ہین ف لیس سب کی دلیل [illegible] ہے
لیکن اجرت مثل نصف درم سے زیادہ نہ دیجاویگی ف اور جامع صغیر مین ہے کہ ایک درم سے زیادہ نہ دیجاویگی اور نصف درم سے کم نہ دیجاویگی لیکن صحیح قول
اول ہے اسواسطے کہ کل کا مسمی نصف درم تھا اور اجارہ فاسدہ مین اجرت مثل مسمی سے زیادہ نہین دیجاتی ہے اور جو خیاط اوسکو پرسون سیئے تو بھی اجرت

مثل علیگی لیکن نصف درم سے زیادہ نہ بڑھا دیگی کذا فی الاصل ص جس غلام کو نوکر رکھا خدمت کے لیے تو مستاجر اوسکو اپنے ساتھ سفر میں لیجا نہیں سکتا مگر جب پہلے سے شرط کر لی ہو ف اسواسطے کہ سفر کی مشقت زیادہ ہوتی ہے حضر سے ص ایک غلام محجور ف یعنی منع کیا ہوا وہ غلام جسکو مولی نے اجازت عمل کی نہ دی ہو ص نے اپنے تئین مزدوری میں لگایا اور مستاجر نے اوسکو مزدوری دی بعد معلوم ہوا کہ وہ غلام محجور تھا تو مستاجر فر دوری پھیر نہ سکیگا ف اسواسطے کہ فساد اجارہ بسبب رعایت حق مولی کے ہے اور بعد فراغ کے مولی کے حق کی رعایت اسی میں ہے کہ اجارہ صحیح سمجھا جاوے اور اجرت واجب ہووے کذا فی الاصل ص غاصب نے ایک عبد محجور غصب کیا اور اوس عبد محجور نے اپنے تئین مزدوری پر لگایا اور غاصب مزدوری اوسکی لیکر کھا گیا تو وقت غلام پھیرنے کے تاوان مزدوری کا غاصب کو نہ دینا ہوگا اور صاحبین کے نزدیک دینا ہوگا اسلیے کہ وہ مال مولی کا ہے اور صحیح ہے غلام کو اپنی مزدوری سے لینا اور اگر وہ مزدوری کے پیسے غاصب کے پاس موجود ہوں تو مالک اوسکو لے لیگا غاصب سے اگر ایک غلام کو نوکر رکھا دو مہینے تک ایک مہینے چار روپیہ پر اور ایک مہینے پانچ روپیہ پر تو صحیح ہے پہلے مہینے میں چار اور دوسرے میں پانچ واجب ہونگے اگر ایک غلام میں موجر اور مستاجر نے اختلاف کیا اسطرح پر کہ مستاجر یہ کہتا ہے کہ یہ غلام اول مدت اجارہ میں بھاگ گیا تھا یا مریض ہو گیا تھا اور موجر یہ کہتا ہے کہ نہیں بلکہ آخر مدت میں البتہ بھاگ گیا تھا یا مریض ہو گیا تھا تو حال کو حکم بنا وینگے ف یعنی وقت منازعت کے دیکھا جاویگا کہ اگر فی الواقع غلام بھاگا ہوا یا بیمار ہے تو مستاجر کا قول قسم سے معتبر ہوگا اور جو وقت منازعت کے بھاگا ہوا یا بیمار نہیں ہے تو قول موجر کا قسم سے معتبر ہوگا یہ مسالہ نظیر ہے پنچکی کے پانی کے مسالہ کی جب مالک یہ کہے کہ پانی جاری تھا مدت اجارہ میں اور مستاجر اوسکا انکار کرے تو حال کو حکم بناوینگے لیکن جسکا قول مقبول ہوگا قسم سے مقبول ہوگا ص اگر مالک میں اور اجیر میں اختلاف ہوا مثلا مالک یہ کہتا ہے کہ مینے تجھے قبا سینے کو کہا تھا یا سرخ رنگنے کو کہا تھا اور تونے کرتہ سیا یا زرد رنگا اور اجیر یہ کہے کہ جو تونے کہا تھا ویسا ہی مینے کیا تو قول مالک کا قسم سے مقبول ہوگا اسی طرح اگر مالک یہ کہتا ہے کہ تونے یہ کام مجھے مفت کر دیا ہے اور اجیر کہے کہ مینے اجرت سے کیا ہے تب بھی قول مالک کا قسم سے مقبول ہوگا ف اسواسطے کہ مالک منکر ہے اجیر کے تقوم عمل کا اور امام ابو یوسف کے نزدیک اگر کاریگر اور مالک سے اجرت کے ساتھ معاملے ہوا کرتے ہیں تو اجرت واجب ہوگی ورنہ نہیں اور محمد کے نزدیک اگر وہ کاریگر اس پیشہ کے ساتھ مشہور ہووے یعنی کام کرتا ہو بعوض اجرت کے اور اوسکا گذرا اسی اجرت پر ہووے تو کاریگر کا قول مقبول ہوگا ظاہر حال کی شہادت کے سبب سے اور اگر ایسا نہو تو اوسکا قول مقبول نہوگا بلکہ مالک کا قول مسموع ہوگا اور اسی پر فتوی ہے در مختار اگر زمین اجارہ لی واسطے کھیتی کے اور کھیتی کسی آفت سے ضائع ہو گئی تو مستاجر پر اجر لازم آویگا برخلاف خراج سلطانی کے کہ در صورت تلف ہو جانے زراعت کے خراج ساقط ہو جاوے گا کذا فی الدر المختار

باب فسخ اجارہ کے بیان میں

اجارہ کا فسخ حاکم کے حکم یا رضامندی عاقدین سے ہو سکتا ہے در مختار ص مستاجر فسخ کر سکتا ہے اجارہ کو عیب سے ف خواہ وہ عیب حاصل ہوا ہو عقد اجارہ سے پہلے یا عقد کے بعد قبضے کے پیچھے یا قبضہ کے پہلے ص جسکے سبب

منفعت فوت ہو جاوے جیسے گھر کا ویران ہو جانا یا پن چکّی کا یا زمین زراعت کا پانی بند ہو جانا **ف** اگر بالکل پانی بند نہوا بلکہ کم ہو گیا تو مستاجر کو اختیار ہے چاہے اجارہ کو فسخ کر دیوے کل زمین میں یا جسقدر زمین سیراب ہووے اوسکے حساب سے اجرت دیوے اگر حمام اجارہ لیا ایک بستی میں پھر اوس بستی کے لوگ سب وہان سے کوچ کر گئے تو اجرت مستاجر سے ساقط ہو گی اور اگر بعض نکل گئے تو اجرت ساقط نہو گی در مختار **ص** یا اوس منفعت میں خلل ہو جاوے جیسے غلام کا بیمار ہو جانا اور جانور کی پیٹھ لگ جانا **ف** یا گھر کی ایک دیوار گر جانا در مختار **ص** تو اگر مستاجر نے باوجود خلل کے اوس سے نفع اوٹھایا یا موجر نے اوس عیب کو زائل کر دیا تو اب مستاجر کو حق فسخ نرہیگا اسی طرح فسخ اجارہ کا ہو سکتا ہے خیار الشرط اور خیار الرویت سے **ف** اور شافعی رح کے نزدیک خیار الشرط سے فسخ اجارہ کا نہو گا **ص** اور عذر سے عذر اوسکو کہتے ہین کہ اگر مستاجر اجارہ کو باقی رکھے تو ایسا نقصان اوسکا ہوتا ہے جو عقد اجارہ سے اوس پر لازم نہین ہوا تھا مثال اوسکی یہ ہے کہ ایک شخص نے درد کے سبب سے اپنے دانت اوکھاڑنے کو ایک شخص کو اجیر مقرر کیا اور قبل اوکھاڑنے کے درد جاتا رہا **ف** کیونکہ اس صورت مین اگر عقد اجارہ باقی رہے تو صحیح سالم دانت کو اوکھاڑنا پڑیگا اور یہ مستاجر پر لازم نہوا تھا کذا فی الاصل **ص** یا زوجہ کی عوت ولیمہ کے لیے باورچی کو مقرر کیا پھر زوجہ مر گئی **ف** یا اوسنے خلع کر لیا کیونکہ اس صورت مین اگر عقد باقی رہے تو مستاجر کو ضرر ہوتا ہے بدون ولیمہ کے کھانا پکانا کذا فی الاصل **ص** یا موجر پر دین اسطرح کا لاحق ہوا کہ بدون اوس شی کے بیچے جو اجارہ مین دی ہے وہ قرض ادا نہین ہو سکتا **ف** برابر ہے کہ وہ قرض سب لوگون کو معلوم ہووے یا گواہون کے بیان سے یا موجر کے اقرار سے ثابت ہوا ہووے در مختار **ص** یا ایک غلام خدمت کے لیے نوکر رکھا یا شہر کے اندر کے کامون کے لیے نوکر رکھا پھر مستاجر کو سفر کرنا پڑا **ف** اسواسطے کہ اگر مطلق خدمت کے لیے نوکر رکھا جب بھی مراد وہی خدمت ہو گی جو شہر مین ہوتی ہے تو اس صورت مین اگر غلام کے مالک نے مستاجر کو سفر سے روکا اور کہا کہ عقد اجارہ پر قائم رہ تو مستاجر کو حق فسخ پہونچتا ہے اور اگر خود مستاجر نے چاہا کہ غلام کو اپنے ساتھ سفر مین لیجاوے تو مالک کو فسخ پہونچتا ہے اور جو مالک غلام کے لیجانے پر راضی ہو گیا تو اب مستاجر کو فسخ نہین پہونچیگا کذا فی الاصل **ص** یا دکان تجارت کے لیے کرایہ کو لی پھر مستاجر مفلس ہو گیا یا ایک درزی نے ایک غلام نوکر رکھا سینے کے لیے پھر اوسنے یہ کام چھوڑ دیا **ف** فقہا نے کہا ہے کہ مراد درزی سے وہ درزی ہے جو اپنا مال صرف کر کے سلائی کرتا ہے اور اوسکا مال جاتا رہا کیونکہ یہ البتہ عذر ہے لیکن وہ درزی جسکا مال سوا سوئی اور قینچی کے کچھ نہین اور اجرت پر وہ سلائی کرتا ہے تو وہ مراد نہین ہے اسواسطے کہ عذر متحقق نہین ہے کذا فی الاصل **ص** یا ایک جانور سفر کو جانے کے لیے کرایہ لیا پھر عزم سفر کا جاتا رہا اور جو کرایہ دینے والے کا عزم سفر کا جاتا رہا تو یہ عذر نہو گا **ف** اسواسطے کہ اوسکو ممکن ہے کہ جانور کے ساتھ اپنے شاگرد یا کسی اور مزدور نوکر کو بھیجے ہدایہ **ص** اسیطرح خیاط نے اگر غلام کو اجارہ لیا واسطے سلائی کے پھر سلائی ترک کی اور صرافی کا ارادہ کیا تو یہ عذر نہو گا اسلیے کہ ممکن ہے کہ ایک ہی دکان مین ایک طرف غلام سیا کرے اور دوسری طرف صرافی کرے **ف** اور اگر مستاجر نے ایک گھر کرایہ کو لیا پھر ارادہ سفر کا کیا یا ایک پیشہ کے لیے دکان لی پھر وہ پیشہ چھوڑ دیا تو عذر ہو گا

درمختار **ص** اسیطرح اگر موجر نے ایک چیز کو اجارہ مین دیا پھر وہ چیز بیچ ڈالی تو یہ عذر نہوگا **ف** بدون لاحق ہونے دین کے اور بیع اوسکی موقوف رہیگی مدت اجارہ کے گذرنے تک اور یہی قول مختار ہے لیکن مستاجر کو فسخ بیع نہین پہونچتا درمختار **ص** اجارہ خود بخود فسخ ہوجاتا ہے احد العاقدین کی موت سے جنھون نے اپنی ذات کے لیے عقد اجارہ کیا ہو اور اگر غیر کے لیے عقد اجارہ کیا جیسے وصی یتیم کے لیے کرے **ف** یا باپ یا دادا لڑکے کے لیے **ص** یا وکیل موکل کیطرف سے یا متولی وقف تو ان کے مرنے سے عقد اجارہ فسخ نہوگا

باب مسائل متفرقہ کے بیان مین

اگر زمین اجارہ یا عاریت کی بھوسیان جلائین اور اوسکے سبب دوسرے کی زمین مین کوئی چیز جل گئی تو جلانے والے پر تاوان نہین ہوگا اگر جلاتے وقت زور کی ہوا نہو اور جو ہوا زور کی ہووے تو تاوان دینا ہوگا **ف** اسی طرح اگر کوئی شخص اوس جا مین جہان رکھنے کا استحقاق رکھتا ہو کوئی چیز رکھے اور اوس سے کوئی اور چیز مال یا جان تلف ہوجاوے تو ضامن نہوگا اور اگر وہان رکھے جہان رکھنے کا استحقاق نہو جیسے دوسرے کی ملک مین یا راہ مین تو ضامن ہوگا تو اگر راہ مین آگ ڈالدی اور اوس سے کچھ نقصان ہوا تو تاوان دیگا الا اوس صورت مین کہ ہوا اوس آگ کو اوڑا کر کہین لیجاوے اور اوس سے نقصان ہو تو ضامن نہوگا ہذا خلاصۃ الدر المختار **ص** اگر درزی یا رنگریز ایک شخص کو اپنی دکان پر بٹھاوے جو دکان دار کو سینے یا رنگنے کا کام لوگون سے لیکر دیوے نصفا نصف اجرت پر تو صحیح ہے **ف** برابر ہے کہ دونو کا پیشہ ایک ہو یا مختلف درمختار **ص** جیسے ایک اونٹ کرایہ لیوا ایک مقام معین تک یہ بیان کرکے کہ اوس پر ایک محمل لادا جاویگا اور دو شخص سوار ہونگے **ف** تو یہان اگرچہ اونٹ غیر معین ہے اور کجاوہ اور سوار دیکھے نہین گئے لیکن یہ اجارہ جائز ہے بوجہ رواج کے چنانچہ اب تک حجاج کا مکہ معظمہ مین یہی دستور ہے لیکن کجاوہ اور توشہ دکھا دینا جمال کو بہتر ہے تاکہ بعد جھگڑا نہووے اور شافعی رح کے نزدیک یہ اجارہ درست نہین بوجہ جہالت کے **ص** تو اگر اونٹ کرایہ لیا اسلیے کہ لادے ایک مقدار معین کے توشے سے بعد اوسکے اوس توشے مین سے کچھ کھالیا تو اوسکے بدلے اوسقدر توشہ اور بڑھا سکتا ہے اگر ایک شخص نے دوسرے کا گھر غصب کیا اور مالک نے یہ کہا کہ تو میرے گھر کو خالی کردے ورنہ مین تجھسے ہر مہینے پیچھے اتنا کرایہ لونگا اور غاصب نے سنکر گھر خالی نہ کیا تو اوسپر اوسقدر کرایہ لازم ہوگا جتنا مالک نے کہدیا تھا الا اوس صورت مین کہ غاصب مالک کی ملک کا منکر ہووے اگرچہ مالک بعد اوسکے اپنی ملک پر گواہ قائم کرے یا مالک کی ملک کا اقرار کرتا ہووے لیکن اجرت دینے کا انکار کردیوے **ف** کہ ان دونون صورتون مین غاصب پر کرایہ بھی لازم نہ آویگا اسلیے کہ صاف آپ پر راضی نہین ہوا **ص** صحیح ہے اجارہ اور فسخ اجارہ اور مزارعت اور مساقات اور وکالت اور کفالت اور مضاربت اور قاضی کرنا اور امیر کرنا اور وصیت کرنا اور آزاد کرنا اور طلاق دینا اور وقف کرنا ایک زمان آیندہ کی طرف نسبت کرکے جیسے محرم مین کہے کہ مینے یہ مکان تجھکو کرایہ دیا از رمضان سے فلانے سال تک اور بیع اور بیع کی اجازت وصورت کسی کی بیع کر لینے کے اور فسخ کرنا بیع کا اور قسمت اور شرکت اور ہبہ اور نکاح اور رجعت بعد طلاق اور صلح مال سے اور بری الذمہ کرنا دین سے ان امور کو زمانہ آیندہ کی طرف مضاف کرنا صحیح نہین ہے **مسائل ملحقہ** تحریر شہادت اور تحریر فتوے پر اجرت لینا درست ہے کاتب نے کتابت کی اجرت پر سطر حیرکہ ہر ورق مین غلطی کی تو مالک کو اختیار ہے

وہ کتاب لے لیوے اور کاتب کو اجرت مثل دیوے لیکن اجر معین سے زیادہ نہ دیوے اور چاہے اپنے کاغذ و روشنائی
کے دام پھیر لیوے صراف نے اجرت لیکر روپے پرکھ دیے پھر کچھ روپے کھوٹے نکلے تو اوسکے حساب سے اجرت پھیر لیجاویگی
دلال نے وہ کپڑا جسکو بیع کے لیے لیا تھا پھر تاجر کو دیا اگر تاجر سفر کر جاوے تو دلال پر تاوان نہیں ہے اگر مستاجر بسبب عذر
سفر کے فسخ اجارہ کیا چاہے اور موجر کو اوسکے قول کا یقین نہیں تو اوسکو قسم دیوے یا اوسکے رفیقون سے پوچھ لیوے اگر ایک
شخص مدیون مرا اور اوسکے بعض اشیا لوگون کے پاس بکرایہ ہیں جنکا زر کرایہ موجر پیشگی لے چکا تھا تو مستاجرین بعد مرنا جاوے اون چیزونکو قبض ہوکر

کتاب المکاتب

مکاتب وہ غلام ہے جس سے مالک نے اوسکے آزاد کرنیکے لیے کچھ عوض ٹھہرا لیا ہو کہ اتنا تو دیدیوے تو آزاد ہے ص
کتابت آزاد کرنا ہے غلام کا از روے تصرف کے بالفعل اور از روے رقبہ کے بعد ادا کرنے بدل کتابت کے ف
یعنی جسوقت عقد کتابت ہوا تو غلام آزاد ہو گیا باعتبار ید یعنی تصرف کے یعنے اوسکو اختیار تصرف کا اپنی کمائی مین
حاصل ہو گیا لیکن رقبہ یعنی ذات اوسکی بعد ادا ے بدل کتابت آزاد ہوگی تو اوسکو ملک ید بالفعل حاصل ہوتا ہے اور ملک
رقبہ مآل کار مین جواز کتابت کا کلام اللہ شریف سے ثابت ہے فرمایا اللہ تعالی نے فَکَاتِبُوْهُمْ اِنْ عَلِمْتُمْ فِیْهِمْ خَیْرًا یعنی مکاتب
کرو تم اونکو اگر جانو تم اونمین بہتری اور یہ امر استحباب ہے ص تو اگر مکاتب کرے اپنے غلام کو اگرچہ صغیر عاقل ہو بعوض
اوس مال کے جو بالفعل یا بعد ایک مدت معین کے یا باقساط ٹھہرے ف اور شافعیؒ کے نزدیک کتابت حالہ یعنی جو بعوض
اوس مال کے ہووے جو نقد ٹھہرے درست نہین ہے ہم کہتے ہین ممکن ہے کہ غلام کسی سے قرض لیکر بالفعل دیدیوے یا مولی یون
کہے کہ مہینے تیرے اوپر ہزار روپے کرو تیرے تو اونکو قسطون سے ادا کردے پہلی قسط آتی اور اخیر قسط آتی تو اگر تو ادا کریگا
تو آزاد ہو جاویگا اور اگر عاجز ہو جاویگا تو غلام ہو جاویگا اور غلام قبول کر لیوے صحیح ہوگا ف اگرچہ اسصورت مین مولی
نے لفظ کتابت کا نہ کہا اسواسطے کہ معنی اوسکے ادا کردیے ص اور وہ غلام مولی کے تصرف سے نکل جاویگا نہ اوسکی ملک سے
ف اسواسطے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکاتب غلام ہے جبتک اوسپر ایک درم باقی ہے روایت کیا اوسکو ابوداود نے
اور بھی روایت کیا ابوداود نے کہ فرمایا آنحضرت نے جو غلام مکاتب کیا جاوے سو دینار پر تو سب ادا کردیوے مگر دس دینار جب
بھی وہ غلام ہے ہدایہ ص تو اگر بعد کتابت کے مولی اوسکو آزاد کرے مفت آزاد ہو جاویگا اور تاوان دیگا مولی اگر اپنی لونڈی
مکاتبہ سے وطی کرے یا کوئی جنایت کرے اوسپر یا اوسکے لڑکے پر یا اوسکے مال پر ف یعنی جماع کیصورت مین
عقر دیگا اور جنایت نفس کی صورت مین دیت اور جنایت مال مین مثل اوس مال کے یا قیمت اوسکی کذا فی الاصل ص
اگر مولی نے غلام کو مکاتب کیا اوسکی قیمت پر یا ایک شخص اجنبی کی معین چیز پر یا سو دینار پر اس شرط سے کہ مولی اوسکو ایک
غلام غیر معین پھیر دیوے یا مسلمان نے مکاتب کیا اپنے غلام کو شراب یا سور کے عوض مین تو ان سب صورتون مین
کتابت فاسد ہے اور مکاتب اگر شراب یا سور ادا کردیگا تو آزاد ہو جاویگا لیکن اپنی ذات کی قیمت مولی کو دینا پڑیگی گر سمی سے
بڑھ جاویگی اور نہین گھٹے گی اگر ایک جانور کے بدلے مین مکاتب کرے اور اوسکی جنس کہ اونٹ ہے یا گھوڑا وغیرہ بیان کردیوے
تو درست ہے ورنہ نہین اور غلام کو اوس جنس کا جانور متوسط القیمت دینا ہوگا یا اوسکی قیمت دینی ہوگی ف اصل کتابت

ان مقامات مین کچھ طول کیا ہے لیکن ہمنے بنظر اسکے کہ زمانہ حال مین مسائل مکاتب کی کم احتیاج پڑتی ہے ترک کیا ص اگر مولی بھی کافر ہے اور غلام بھی کافر ہے اور اوسنے مکاتب کیا غلام کو بعوض ایک مقدار معین کے شراب کے تو درست ہے اور جب اون دونون مین سے مسلمان ہو جاویگا تو مالک کو قیمت دیجاویگی اور اگر مولی شراب لیگا تب بھی غلام آزاد ہوگا لیکن اپنی ذاتی قیمت دینا ہوگی

باب تصرفات مکاتب کے بیان مین

مکاتب کو درست ہے خرید اور فروخت اور مسافرت گو شرط ہو گئی ہو کہ سفر نہ کرے اور اپنی لونڈی کا نکاح کر دینا اور اپنے غلام کا مکاتب کرنا پھر اگر مکاتب کے مکاتب نے بدل کتابت بعد مکاتب اول کے آزاد ہونے کے ادا کیا تو اوسکی ولا مکاتب کو ملیگی ورنہ اوسکے مولی کو ملیگی مکاتب کو اپنا نکاح کرنا بدون اذن مولی کے درست نہیں ہے اسی طرح جائز نہیں مکاتب کو ہبہ کرنا اگرچہ بعوض ہو اور نہ صدقہ مگر قدر قلیل کا اور نہ ضمانت اور نہ قرض دینا اور نہ اپنے غلام کا آزاد کر دینا اگرچہ بعوض مال کے ہووے اور نہ اپنے غلام کا بیچنا اوسیکے ہاتھ ف اسلیے کہ یہ درحقیقت اعتاق ہے ص اور نہ اوسکا نکاح کر دینا اور باپ اور وصی کے اختیارات صغیر کی مملوک میں مثل مکاتب کے ہین اور ان امور میں سے کیا مضارب اور شریک اور عبد ماذون کو بھی اختیار نہیں ہے اور اگر مکاتب اپنے اصول یا فروع کو خریدے تو وہ بھی اوسکی کتابت مین داخل ہونگے تبعاً ف یعنی جب مکاتب آزاد ہوگا تو وہ بھی آزاد ہونگے ورنہ مکاتب کے ساتھ وہ بھی مولی کے غلام ہو جاوینگے ص اور جو سوا اصول اور فروع کے اور رشتہ دارون کو خریدے تو وہ کتابت مین داخل نہونگے اگر مکاتب نے اپنی ام ولد کو بدون لڑکے کے خریدے تو اوسکی بیع بھی درست ہے اور جو ولد کے ساتھ خریدے تو اوسکی بیع جائز نہیں ہے اور ولد مکاتب کی لونڈی کا اگر مکاتب اوسکو اپنا ولد کہے کتابت مین داخل ہو جاویگا اور اوسکی کمائی بھی مکاتب کی ہوگی اور اگر مولی نے ایک لونڈی اور ایک غلام کو اپنے جو آپس مین جورو اور خاوند تھے مکاتب کیا بعد اوسکے اون دونون سے ایک لڑکا پیدا ہوا تو وہ لڑکا ماں کی کتابت مین داخل ہوگا اور اوسکی کمائی بھی ماں کو ملیگی ف اسواسطے کہ ولد تابع ہوتا ہے ماں کا رق اور عتق اور فروعات مین ایسکے ص اگر مکاتب نے یا عبد ماذون نے باذن مولی ایک عورت سے نکاح کیا جو اپنے تئین آزاد کہتی تھی اور اوسکی اولاد ہوئی بعد اوسکے وہ کسی کی مملوک نکلی تو اولاد بھی اوسکی لونڈی کے مالک کی مملوک ہو جاویگی ف اور مکاتب اوسکو بقیمت نہیں لے سکتا البتہ یہی صورت اگر شخص آزاد مین ہووے تو وہ اپنی اولاد لونڈی کے مولی سے قیمت سے لے سکتا ہے ص اگر عبد ماذون یا مکاتب نے بغیر اذن مولی کے ایسی لونڈی سے وطی کی پھر وہ لونڈی کسی اور کی نکلی یا ایک لونڈی بعقد فاسد خرید کر اوس سے وطی کی پھر وہ رد کی گئی مالک پر تو اونکو عقر فی الحال دینا پڑیگا اور جو ایک لونڈی سے بلا اذن مولی کے نکاح کرکے وطی کی تو عقر بعد آزادی کے دینا ہوگا اگر مولی نے اپنے مکاتب کو مدبر کیا تو صحیح ہے اب اوسکو اختیار ہے چاہے اپنے تئین عاجز کر دیوے اداے بدل کتابت سے اور مدبر ہو جاوے یا عقد کتابت پر چلا جاوے تو اگر مولی مر گیا اور سواے اس مکاتب کے کچھ مال نہین رکھتا تھا تو دو ثلث اپنی قیمت کے یا دو ثلث بدل کتابت کے کما کر دیوے ف یعنی مکاتب کو اختیار ہے اسلیے کہ آزادی اوسکو فی الحال منظور ہوگا تو دو ثلث قیمت کے کما دیگا اور جو موجلا منظور ہوگا تو دو ثلث بدل کتابت کے کما دیگا اور صاحبین کے نزدیک جو دونون مین سے کم ہوگا اوسی مین سعی کریگا ص اگر لونڈی مکاتبہ کا ولد ہوا اور مولی نے اوسکا دعوی کیا تو اب وہ لونڈی ام ولد مولی کی ہو گئی اب اوسکو اختیار ہے کہ خواہ اپنے عقد کتابت پر باقی رہے اور بدل کتابت ادا کرکے بالفعل آزاد ہو جاوے

یا اپنے تئین عاجز کرے بعد موت مولی کے آزاد ہوجاوے تو اگر ابھی کتابت پر باقی رہے تو اوسکو پہنچتا ہی کہ عقر اپنا وصول کرے
مولی سے اگر چاہے اگر کسی نے ام ولد کو مکاتب بنایا تو وہ اب مرجانے مولی کے بصفت آزاد ہوجاویگی اور جو مدبر کو مکاتب کیا اور
مولی مفلس مرا تو وہ دو ثلث مین اپنی قیمت کے یا کل بدل کتابت مین سعی کریگا اور اگر مولی نے مکاتب ہزار روپے بدل کتابت میعادی
ٹھہرائے بعد اوسکے اوس ہزار کے عوض مین پانسو روپے نقد پر صلح کر لی تو درست ہی اگر کوئی بیمار جنے اپنے غلام کو دو ہزار کے
عوض پر ایک میعاد تک مکاتب کیا اور بدل کتابت یعنی دو ہزار روپے اوسکی قیمت سے دوچند مین یعنی قیمت اوسکی ہزار روپیہ ہی بعد
اوسکے وہ بیمار مرگیا اور وارثون نے میعاد منظور نہ کی تو غلام مذکور دو تہائی بدل کتابت فی الحال ادا کردیوے اور باقی
ایک تہائی اپنی میعاد تک دیتا رہے اور اگر یہ نکرسکے تو غلام بن جاوے **ف** یعنی عقد کتابت کو لغو کر دیوے اور رقیق بن
جاوے یہ مذہب شیخین کا ہی اور محمد کے نزدیک اختیار ہی کہ خواہ دو ثلث اپنی قیمت کے فی الحال دیدیوے اور باقی میعاد تک غلام بن جاوے
ص اور جو بدل کتابت کم ٹھہرایا او قیمت اوسکی دوچند ہی بدل کتابت سے تو غلام کو اختیار ہی چاہے دو ثلث قیمت کے فی الحال
دیدیوے یا غلام بن جاوے اگر ایک آزاد نے مولی سے کہا کہ تو اپنے غلام کو مکاتب کر اتنے روپیون پر خواہ یہ بھی کہا کہ اگر مین ادا کرون
تو وہ آزاد ہی یا نہ کہا اور مولی نے اوسکے کہنے سے مکاتب کردیا تب شخص آزاد نے اوسقدر روپے مولی کو ادا کردیے تو وہ غلام آزاد
ہوجاویگا اور شخص اجنبی وہ روپیہ اپنے غلام سے نہین لے سکتا اور جو غلام کو اسکی خبر پہونچی اور اوسنے اس عقد کو قبول کیا
تو وہ مکاتب ہوجاویگا اگر ایک شخص دو غلامون کو مکاتب کرے جنمین ایک حاضر اور ایک غائب ہی مثلاً غلام حاضر مولی سے
یہ کہے کہ مکاتب کر مجکو اور فلانے غلام کو جو غائب ہی ہزار روپیہ پر اور مولی نے مکاتب کردیا اور غلام حاضر نے قبول کیا تو اب اون
دونون مین سے جو کوئی بدل کتابت ادا کریگا مولی کو لینا پڑیگا اور دونون آزاد ہوجاوینگے اور جو ادا کردے وہ دوسرے سے اوسکا
حصہ نہین لے سکتا بلکہ ہر ایک دوسرے کے حصے مین متبرع ہوگا اور بدل کتابت کا مواخذہ غلام غائب سے نہوگا اور قبول اوسکا بھی
لغو ہی نظیر اسکی مسئلہ معیر رہن ہی صورت اوسکی یہ ہی کہ زید نے عمرو سے ایک چیز عاریت لیکر بکر پاس اوسکو گرو کرکے اپنا قرضہ
ادا کیا اب عمرو کو اوسکے چھڑانے کی حاجت پڑی اور وہ زر رہن لیکر بکر پاس گیا تو بکر جبر کیا جاویگا زر رہن کے قبول کرنے
پر اور وہ شی عمرو کو دلا دیجاویگی مگر یہان تا فرق ہی کہ عمرو وہ زر رہن زید سے مجرا لیگا اگر ایک لونڈی اپنے اور اپنے دو بچون کی طرف سے بعوض ...
عقد کتابت کرے تو صحیح ہی اب تینون مین سے جو ادا کردیگا مولی کو لینا پڑیگا اور سب آزاد ہوجاوینگے اور کوئی دوسرے سے اوسکا حصہ مجرا نہین لے سکتا

باب غلام مشترک کے مکاتب کرنیکے بیان مین

زید اور عمرو ایک غلام مین شریک ہین اونمین سے ایک نے مثلاً زید نے عمرو کو اجازت دیدی کہ میرے حصے کو ہزار روپے کے
عوض مین مکاتب کرکے بدل کتابت وصول کرلینا اور عمرو نے مکاتب کیا اور کچھ بدل کتابت وصول کیا پھر وہ غلام
ادا سے عاجز ہوگیا تو جو لیا ہی وہ عمرو کا ہی نہ زید کا ایک لونڈی مکاتبہ زید اور عمرو مین مشترک تھی اوسکا ایک ولد ہوا تب زید نے
دعوی کیا کہ یہ ولد میرا ہی بعد اوسکے دوسرا ولد ہوا تب عمرو نے دعوی کیا اور کہا کہ یہ میرا ہی اب وہ لونڈی عاجز ہوگئی ادائے بدل کتابت
سے تو وہ لونڈی زید کی ام ولد ٹھہر گئی اور زید عمرو کو آدھی قیمت لونڈی کی اور آدھا عقر ادا کرے اور یہ دوسرا لڑکا عمرو کا ٹھہریگا اور
عمرو زید کو پورا عقر اور قیمت لڑکے کی دیگا اور قبل عجز کے جو کوئی عقر اوس لونڈی کو دیگا صحیح ہوگا تو اگر عمرو نے اوس لونڈی سے

صحبت نہین کی بلکہ اوسکو مدبر کردیا اب وہ لونڈی عاجز ہوگئی تو مدبر کرنا عمرو کا باطل ہوگا اور وہ لونڈی ام ولد زید کی ہوگی اور ولد بھی زید کا ہوگا لیکن زید نصف عقر اور نصف قیمت لونڈی کی عمرو کو ادا کریگا اور اگر زید عمرو مین سے کسی نے اوسکو آزاد کردیا اور آزاد کرنے والا مالدار ہے اب وہ لونڈی عاجز ہوگئی بدل کتابت سے تو آزاد کرنے والا اپنے شریک کو نصف قیمت کا تاوان دیگا لونڈی سے وصول کرلیوے ایک غلام دو شخصون مین مشترک تھا ایک نے اوسکو مدبر کیا اور دوسرے نے اوسکو اوسکے بعد آزاد کیا اور آزاد کرنے والا غنی ہے یا اسکا اولٹا ہو یعنی پہلے ایک نے آزاد کیا پھر دوسرے نے اوسکو مدبر کیا تو مدبر کرنیوالا خواہ اپنا حصہ بھی آزاد کردیوے یا غلام سے سعی کرالیوے دونون صورتون مین اور پہلی صورت مین صرف یہ بھی اختیار ہے کہ اپنے شریک سے ضمان لیوے **ف** اس مقام کی اصل مین طول کیا ہے ہمنے اوسکو ترک کیا

ص باب مکاتب کے مرنے اور بدل کتابت سے عاجز ہونے اور اوسکے مالک کے مرنے کے بیان مین

اگر مکاتب ایک قسط کے دینے سے عاجز ہوجاوے اور کہین سے اوسکو مال ملنے کی امید ہو تو حاکم اوسکے عجز کا تین دن تک حکم نہ کرے **ف** اور جب تین دن بھی گذر جاوین اور وہ قسط ادا نکرے تو اوسکے عجز کا حکم کردیوے کذا فی الاصل **ص** اور جو اوسکو کہین سے مال ملنے والا نہووے تو حاکم اوسکو اوسی وقت عاجز کردیوے **ف** یہ امام ابوحنیفہ اور محمد کا قول ہے اور ابو یوسف کے نزدیک حاکم مکاتب کو عاجز نکرے جب تک اوسپر دو قسطین نہ چڑھ جاوین دلیل امام ابو یوسف رح کی قول ہے حضرت علی کا کہ جب مکاتب پر دو قسطین چڑھ جاوین تو غلامی مین رد کیا جاوے روایت کیا اوسکو ابن ابی شیبہ نے مصنف مین ہم یہ کہتے ہین کہ معارض ہے اوسکے وہ جو مروی ہے ابن عمر رض سے کہ ایک مکاتبہ اونکی عاجز ہوگئی ایک قسط ادا کرنے سے تو رد کیا اوسکو طرف غلامی کے ذکر کیا اس اثر کو صاحب ہدایہ نے لیکن زیلعی نے کہا غریب ہے **ص** اور عقد کتابت کو حاکم فسخ کرے اگر وہ مکاتب فسخ پر راضی نہو **ف** اور جو مکاتب خود فسخ پر راضی ہووے تو مولی بھی اوسکو فسخ کرسکتا ہے پھر جب عقد کتابت فسخ ہوگیا تو وہ مکاتب بدستور سابق غلام بن جاویگا اور جو کچھ مال اوس پاس ہوگا وہ سب مولی کا ہوجاویگا تو اگر مکاتب قبل لینے بدل کتابت کے اوسقدر مال چھوڑ کر جس سے بدل کتابت ادا ہوسکے مرجاوے تو عقد کتابت فسخ نہوگا اور اوسکے ترکے مین سے بدل کتابت ادا کرکے اوسکی آزادی کا حکم آخر حیات مین کرینگے اور جو کچھ مال بعد ادا کرنے بدل کتابت کے بچ رہیگا وہ اوسکے وارثون کو ملیگا اور وہ اولاد اوسکی آزاد ہوجاویگی جو حالت کتابت مین پیدا ہوئی ہو یا اونکو خرید لیا ہووے یا اوسکے ساتھ مکاتب کیا گیا ہو خواہ صغیر ہو یا کبیر **ف** اور شافعی رح کے نزدیک موت مکاتب سے اگرچہ مال چھوڑ کر مرے عقد کتابت فسخ ہوجاویگی دلیل ہمارے مذہب کی قول حضرت علی اور عبداللہ بن مسعود کا ہے جسکو بیہقی نے روایت کیا اور دلیل شافعی کی قول زید بن ثابت کا ہے روایت کیا اوسکو بیہقی نے کذا فی التخریج للزیلعی **ص** اور جو بقدر مال چھوڑ کر نہ مرے تو جو اولاد اوسکی حالت کتابت مین پیدا ہوئی ہو تو وہ اپنے باپ کی قسطون کے ادا کرنے مین کوشش کریگی اور قسطین ادا کریگی تو اوسکا اور اونکے باپ کی آزادی کا قبل موت کے حکم کیا جاویگا اور جس اولاد کو مکاتب نے حالت کتابت مین خرید لیا تھا اونکو یہ حکم ہوگا کہ اگر بدل کتابت نقد دیوے تو آزاد ہو ورنہ غلام ہوجاویگی **ف** امام صاحب کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک انکا بھی حکم مثل اوسی اولاد کے ہے جو حالت کتابت مین پیدا ہوئی ہے **ص** تو اگر مکاتب مرجاوے اور لڑکا اوسکا ہو جو عورت حرہ سے اور بقدر

قرض کسی پر چھوڑ ے کہ اوسکے بدل کتابت کو کافی ہووے اور وہ لڑکا کوئی جنایت کرے اور تاوان جنایت کا حکم مان
کے حاقلہ پر کیا جاوے تو یہ مکاتب کے عاجز ہونیکا حکم نہوگا البتہ اگر موالی مان کے اور موالی باپ کے مکاتب کے ولد کے ولا مین نزاع
کرین اور ولا کا حکم موالی ام کے لیے کیا جاوے تو یہ حکم عجز مکاتب کا ہوگا اگر مکاتب نے مال زکوۃ کا لیکر مولی کو بدل کتابت مین ادا
کیا بعد اوسکے عاجز ہوگیا تو وہ مال مولی کو حلال رہیگا **ف** اگرچہ مولی مصرف زکوۃ کا نہین ہے لیکن مکاتب معہود
تو اگر اوسنے لیکر مولی کو دیا پھر عاجز ہوگیا تو ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ مال مولی کو درست نہووے اسلیے کہ مولی غنی ہے اور غنی کو زکوۃ
درست نہین ہے باینہمہ مولی کو وہ مال خوش اور حلال ہے اسواسطے کہ اوسنے جسوقت لیا تھا بعوض عتق لیا تھا اور غلام نے
بطور صدقہ لیا تھا جیسا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بریرہ لونڈی سے فرمایا تھا کہ تیرے واسطے صدقہ ہے اور ہمارے لیے ہدیہ
ہے کذا فی الاصل **ص** اگر غلام نے کوئی جنایت کی اور مولی کو اسکی خبر تھی اسنے مکاتب کردیا پھر وہ عاجز ہوگیا تو اب
مولی کو اختیار ہے چاہے اوس غلام کو بعوض جنایت کے دیدیوے یا جنایت کا تاوان ادا کرے اور اگر حالت کتابت مین تاوان
جنایت کا حکم ہوا پھر وہ عاجز ہوگیا تو بیچ کیا جاویگا اور کتابت مالک کے مرجانے سے فسخ نہین ہوتی بلکہ مکاتب مولی کے وارثونکو
حسب دستور اقساط ادا کرے تو اگر بعض وارث اوسکو آزاد کردین تو صحیح نہوگا البتہ اگر کل وارث آزاد کردیوین تو مفت آزاد ہوجاویگا

كتاب الولاء

یہ ولا کا بیان ہے ولا نام اوس ترکہ کا ہے جسکا آدمی مستحق ہوتا ہے بوجہ آزاد کرنیکے یا بسبب عقد موالاۃ کے تو ولا دو قسم
ایک ولا عتاقہ دوسرا ولا موالاۃ تو پہلے بیان ولاء عتاقہ کا ہوتا ہے **ص** جو شخص کسی غلام کو آزاد کرے اعتاق
سے اوسکے مثل کتابت اور تدبیر اور استیلاد کے یا اپنے ذی رحم کے محرم کے مالک ہوجانے کی وجہ سے تو ترکہ اوسکا یعنی ولا اوسکی
مولی کو ملیگی اگرچہ ولا نملنے کی شرط ہوگئی ہو **ف** اسواسطے کہ یہ شرط مخالف ہے مقتضی عقد کے تو عتق نافذ ہوگا اور شرط باطل
ہوجاویگی اگر کوئی کہے کہ مدبر اور ام ولد تو بعد مولی کے مرنے کے آزاد ہوتے ہین تو اونکی ولا مولی کو کیسے ملیگی ہم کہینگے کہ صورت اسکی
یون ہے کہ مولی مرتد ہوکر دار الحرب چلا جاوے اور قاضی اوسکی موت کا حکم کرے اوسکے مدبر اور ام ولد کی آزادی کا حکم کردیوے بعد اوسکے
مولی پھر مسلمان ہوکر چلا آوے اب وہ مدبر یا ام ولد مرجاوے تو ولا اونکی مولی کو ملیگی کذا فی الاصل دلیل اس باب مین قول ہے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کہ ولا اوسکو ہے جو آزاد کرے روایت کیا اوسکو ائمہ ستہ نے حضرت عائشہ رض سے اور فرمایا آپ نے
کہ مولی قوم کا قوم مین ہے اور حلیف اونکا بھی اونھین قوم مین ہے اور حلیف سے مراد مولی الموالاۃ ہے روایت کیا اوسکو ابن ابی شیبہ
اور امام احمد نے اور حضرت حمزہ رض کی بیٹی کی ایک معتقہ مرگئی اور ایک بیٹی چھوڑ گئی سو حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آدھا
مال اوسکی بیٹی کو دلایا اور آدھا حضرت امیر حمزہ رض کی بیٹی کو روایت کیا اوسکو نسائی نے اور حاکم نے مستدرک مین
ص جسنے ایک لونڈی کو آزاد کیا اور خاوند اوسکا غلام تھا کسی اور شخص کا اب وہ لونڈی وقت آزادی سے چھ مہینے سے
کم مین ایک بچہ جنی تو ولا بچے کی لونڈی کے مولی کو ملیگی اور غلام کے مولی کو نملیگی اگرچہ غلام کا مولی بھی اوسکو آزاد کرے
یہی حکم ہے اگر دو بچے جنی تو ایک اون مین سے پہلے کی ولادت وقت آزادی سے چھ مہینے سے کم مین ہے البتہ اگر وہ لونڈی چھ مہینے
سے زیادہ مین جنی تو ولا بچہ کی لونڈی کے مولی کو ملیگی لیکن اگر باپ کا مولی باپ کو آزاد کردیوے تو وہ ولا اپنے بیٹے کی

یعنی قوم کیطرف کھینچ لیگا ف یعنی باپ اگر وہ بچہ مرگیا جسکا باپ مرجائے تو ولاء اوسکی مولی باپ کو ملیگی اسواسطے کہ ولاء
بمنزلہ نسب کے ہے اور نسب آباء کی طرف ہوتا ہے تو یہی طرح ولا بھی ہوگی فرمایا حضرت علیہ الصلوۃ والسلام نے ولا ایک اینایت ہے
مثل اینایت نسب کے نہیں بیع کی جاتی ہے اور نہ ہبہ کی جاتی ہے روایت کیا اوسکو شافعی نے اور صحیح کیا اوسکو
ابن حبان نے اور حاکم نے ص ایک عجمی کے مولی الموالاۃ نے اوس عورت سے نکاح کیا جسکو عربی نے آزاد کیا تھا
تو اسکا بچہ پیدا ہوا تو ولاء اوسکے بچے کی ماں کے مولی کو ملیگی اور امام ابو یوسف کے نزدیک باپ کے مولی کو ملیگی اور مولی
عتاقہ عصبہ ہے سببی اور عصبات نسبی ف جیسے باپ بیٹا وغیرہ ص مقدم ہیں اوسپر اور وہ مقدم ہیں ذوی الارحام پر
ف یعنی معتق جو صاحب فرض سے بچے گا لے گا اور اگر کوئی صاحب فرض نہوگا تو کل مال لے لیگا اسواسطے
کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اوس شخص کو جسنے ایک غلام خرید کرکے آزاد کیا تھا کہ اگر وہ مرجاوے گا اور کوئی عصبہ نہ چھوڑیگا
تو مال اوسکا تجھے ملیگا روایت کیا اوسکو عبدالرزاق نے اور بھی روایت کیا عبدالرزاق نے زید بن ثابت سے کہ وہ میراث دلاتے تھے مولی عتاقہ کو نہ ذوی الارحام
کو اور عصبات نسبی تین قسم ہیں ایک عصبہ بنفسہ یعنی وہ مذکر جسکا کوئی حصہ مقرر نہیں ہے اور میت کیطرف اگر اوسکو نسبت کریں
تو بیچ میں عورت کا واسطہ نہ آوے اور ایک عصبہ بغیرہ یعنی وہ عورت جو مذکر کے سبب سے عصبہ ہوجاوے جیسے بیٹی ساتھ بیٹے کے
ایک عصبہ مع الغیر جو دوسرے صاحب فرض کے ساتھ ملکر عصبہ ہو جیسے بہن ساتھ بیٹی کے تو یہ سب قسم عصبات کے مقدم ہیں
مولی عتاقہ پر اور مولی عتاقہ مقدم ہے ذوی الارحام پر یعنی اون وارثوں پر جنکا کوئی حصہ مقرر نہیں ہے اور اونکی نسبت میں میت تک
عورت کا واسطہ آتا ہے جیسے نانا اور بیٹی کی اولاد وغیرہ کذا فی الاصل مع زیادۃ ص تو اگر مولی مرجاوے بعد اسکے
وہ غلام آزاد مرے تو اوسکا ترکہ مولی کے قریب تر عصبہ کو موافق فرائض کے ملیگا اور عورتوں کو ولا نہ ملیگی مگر اوس غلام
کی جو وہ خود آزاد کریں جیسا حدیث میں آیا ہے ف پوری حدیث یوں ہے کہ عورتوں کو ولا نہیں ہے مگر اوس غلام کی جو وہ خود
آزاد کریں یا اونکا آزاد کیا ہوا آزاد کرے یا وہ خود مکاتب کریں یا اونکا مکاتب مکاتب کرے یا وہ خود مدبر کریں یا اونکا مدبر مدبر
کرے یا اونکا آزاد کیا ہوا غلام ولا کھینچ لاوے یا آزاد کیے ہوئے کا آزاد کیا ہوا ولا کو کھینچے انتہی لیکن یہ حدیث انہیں لفظوں سے غریب ہے

فصل ولاء موالات کے بیان میں

ایک شخص دوسرے کے ہاتھ پر اسلام لایا اور اقرار کیا کہ اوسکا [illegible] ہے تو مسلم کے مرنے کے بعد وہ اوسکے مال کا
وارث ہوگا اور اگر وہ مسلم کچھ قصور کرے تو اوسکی طرف سے دیت دیگا اسلام کسی اور کے ہاتھ پر لایا اور ایک شخص سے
بھی عقد موالاۃ کیا تو یہ عقد صحیح ہے اس صورت میں اگر وہ مسلم مرگیا تو یہ شخص اوسکا وارث ہوگا اور اوسکی طرف سے دونوں صورتوں میں
جنایت کے تاوان دیگا ف اور شافعی کے نزدیک یہ عقد غیر صحیح ہے اور ہماری دلیل قول اللہ تعالی کا ہے والذین عقدت
ایمانکم فآتوھم نصیبھم اور یہ آیت عقد موالاۃ میں اوتری ہے اور روایت کیا ابوداؤد نے تمیم داری سے کہ پوچھا
آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا طریقہ ہے اوس شخص میں کہ مسلمان ہووے دوسرے کے ہاتھ پر فرمایا آپ نے وہ شخص جسکے ہاتھ
پر مسلمان ہوا زیادہ نزدیک ہے اوس نو مسلم کا حیات اور ممات میں ہدایہ ص لیکن مولی الموالاۃ اوس صورت میں وارث
ہوگا کہ اوس شخص کا دوسرا کوئی وارث نہو ذوی الارحام میں سے بھی اور جب تک مولی الموالاۃ نے اوس شخص کیطرف سے

یا اوسکے ولد کی طرف سے تاوان جنایت کا نہین دیا ہی تو اوسکو درست ہی کہ اوسکو چھوڑ کر اور کسیکو اپنا مولی الموالاۃ بنا دے اور اگر تاوان دیچکا تو درست نہین اور عتق اور غلام آزاد کو درست نہین کہ کسیکو مولی الموالاۃ بنادے ف اسواسطے کہ اوسکا مولی عتاقہ موجود ہی اور ولاء موالاۃ کی شرط یہ ہی کہ وہ شخص مجہول النسب ہووے دوسرے یہ کہ عربی نہ ہووے کیونکہ عربون کے قبائل موجود ہین تو اون سے کوئی نہ کوئی وارث ہو سکتا ہی واللہ اعلم

کتاب الاکراہ

یعنی زبردستی ایک کام کرانے کا بیان ص اکراہ وہ فعل ہی جو آدمی غیر پر کرے اس طرح سے کہ اوس غیر کی رضامندی جاتی رہے یا اوسکا اختیار فاسد ہو جاوے باوجود باقی رہنے اہلیت کے ف یعنی اکراہ دو قسم ہی ایک وہ جو رضامندی مکرہ کو فوت کر دیوے جیسے تہدید کرنا حبس اور ضرب سے دوسرے یہ کہ فاسد کر دیوے اوسکے اختیار کو مثلاً تہدید کرنے قتل سے یا کسی عضو کے قطع سے تو رضامندی کا فوت ہو جانا عام ہی فساد اختیار سے مثلاً حبس اور ضرب مین رضامندی فوت ہو جاتی ہی لیکن اختیار صحیح رہتا ہی اور قتل کی صورت مین بھی رضامندی فوت ہوتی ہی اور اختیار بھی صحیح نہین رہتا بلکہ فاسد ہو جاتا ہی تحقیق اسکی یہ ہی کہ رضا کے مقابلہ مین کراہت ہی اور اختیار کے مقابلہ مین جبر ہی تو حبس یا ضرب کے اکراہ مین بلاشک کراہت موجود ہی تو رضا معدوم ہی لیکن اختیار موجود ہی ساتھ وصف صحت کے اسواسطے کہ اختیار جب فاسد ہوتا ہی کہ تلف جان یا عضو کا خوف ہووے دیکھو جس امر مین جان یا عضو کے تلف ہونیکا خوف ہی اوس سے باز رہنا حیوانات کی طبیعت مین جبلی اور خلقی ہی کیا تم نہین دیکھتا کہ تو قطع نظر انسان بلکہ جمیع حیوانات کو کسطرح روکتی ہی بلند مکان سے گرنے سے یا آگ مین پڑنے سے گمان تلف کے تو اوس سے باز رہنا اگرچہ اختیاری ہی لیکن اختیار ضروری ہی جو جبر سے قریب ہی اسی طرح اوس اکراہ مین جو تلف جان یا عضو سے ہووے تو اختیار ہو مانند سے کا منفعت ہلاکت ہے لیکن اختیار فاسد ہی اسلیے کہ انسان اوسپر من حیث الطبع مجبول اور مخلوق ہی اور وصف ایسکے اہلیت دونون قسم کی اکراہ مین باقی ہی بلحاظ وجود [illegible] اسواسطے یائے جانے عقل اور بلوغ کے کذا فی الاصطلاح ص اکراہ کی شرطین یہ ہین کہ اکراہ کرنے والا قادر ہو اوس امر پر جسکا خوف دلاتا ہی برابر ہی کہ وہ بادشاہ ہو یا چور ہو ف یا اور کوئی شخص جابر ہووے مثلاً زوج اپنی زوجہ کے حق میں اسیطرح مجنون مسلط سے اکراہ ممکن ہی تو اگر مجنون نے کو ایک شخص سے دوسرے کو قتل کروا [illegible] نفس کی وعید سے تو قاتل پر قصاص نہین ہی اور نہ دیت تو قاتل مقتول کی میراث سے محروم ہوگا اگر اوسکا وارث ہو اور دیت مجنون کی قوم پر ہوگی کذا فی [illegible] ص اور امام اعظم سے ایک روایت ہی کہ اکراہ سوا سلطان کے اور کوئی نہین کرسکتا شاید یہ قول اونکا بنظر اپنے زمانے کے ہو وے ف والا بعد زمانہ حال سوا سلطان کے اور لوگ بھی اکراہ کرسکتے ہین ہدایہ ص دوسرے یہ کہ مکرہ کو ظن غالب ہو کہ اگر بات کا کرنگا تو اوسکے ساتھ وہ امر کریگا جسکا خوف دلاتا ہی تیسرے یہ کہ وہ امر جسکا خوف دلاتا ہی ایسا ہو جو رضامندی کو معدوم کرے جیسے تلف نفس یا عضو یا اور کوئی چیز جو غم و اندوہ کو موجب ہووے جیسے ضرب اور حبس وغیرہ ف جاننا چاہیے کہ امر مختلف ہی باعتبار اختلاف مردم کے مثلاً کمینے اور ذلیل لوگ کبھی اونکو ضرب اور حبس سے کچھ باک اور غم نہین ہوتا تو اونکو ضرب خفیف اور حبس قلیل سے اکراہ نہوگا بلکہ ضرب شدید سے اور حبس مدید سے اور شرفا کو ایک سخت کلمہ کہنے سے نہایت

دے اندوہ اور ملال ہوتا ہے تو اسکے حق میں اسی قدر اکراہ کے لیے کافی ہے کذا فی الاصل ص جو شے کہ مکرہ اوس کام کے
کرنے سے جس پر جبر کیا جاتا ہے رکتا ہو قبل اکراہ کے اپنے حق کے لیے جیسے اپنا مال بیچ ڈالنے یا تلف کرنے میں یا اپنے غلام آزاد
کرنے میں یا دوسرے کے حق کے لیے جیسے کسی شخص غیر کے مال تلف کرنے میں یا شرع کے حق کی وجہ سے مثلاً شراب پینے
کرنے میں تو اگر کوئی شخص جبر کیا گیا بتخویف قتل یا ضرب شدید یا حبس ف شدید بخلاف ضرب خفیف
اور حبس قلیل کے مگر صاحب منصب و عزت کے لیے اسی قدر کافی ہے در مختار ص اور اگر اوسنے اس جبر کے سبب سے
اپنا مال بیچ ڈالا یا کسی چیز کو خریدا یا کسی طرح کا اقرار کیا اپنے اوپر یا اجارہ کیا تو بعد زوال اکراہ کے اوس شخص کو اختیار ہے کہ ان
عقود کو فسخ کر دیوے ف اور حق فسخ جابر یا مجبور کی موت سے ساقط نہوگا بلکہ مجبور کے ورثہ کو بھی ہوگا اسی طرح
ساقط نہوگا مشتری کی موت اور چند مرتبہ دست بدست اوسکی بیع ہوجانے سے یا مبیع میں زیادت ہوجانے سے
در مختار ص یا اونکو نافذ کر دیوے ف یعنی وہ عقود موقوف رہیں گے اسکی فسخ اور امضا پر ص تو قبل نافذ کرنے
مالک کے یہ عقود فاسد ہونگے نہ باطل اسی لیے اگر مشتری اوس غلام کو جو بحالت اکراہ بیع کیا ہے اپنے قبضہ میں کر کے آزاد کر دیوے
تو اعتاق اوسکا صحیح ہوجاویگا اور مشتری پر اوسکی قیمت واجب لازم آویگی ف مثل اعتاق کے اور تصرفات میں جنکا نقض
نہیں ہوسکتا ہے سب صحیح ہوجاوینگے جیسے تدبیر استیلاد وغیرہ در مختار ص تو اگر بائع نے اپنی خوشی سے ثمن اوس چیز
کے لے لی یا مبیع کو خوشی سے مشتری کو دیدیا تو بیع نافذ ہوگئی اور اگر زبردستی سے ثمن لے لی تو بیع نافذ نہوگی بلکہ بائع اگر
اوسکے پاس وہ ثمن باقی ہے تو پھیر سکتا ہے ف اور جو بائع پاس وہ ثمن تلف ہوجاوے تو اوس پر تاوان کچھ نہوگا اسلیے
کہ اوسکے پاس ثمن امانت تھی ص بائع نے بجبر ایک شی کو بیچا اور مشتری نے بلا جبر اوسکو خرید لیا بعد اوسکے وہ مبیع مشتری
پاس تلف ہوگئی تو اوسکی قیمت کا تاوان بائع کو دیگا اور بائع کو اختیار ہے کہ اوسکی قیمت کا تاوان خواہ مشتری سے وصول
کرے خواہ اوس شخص سے جسنے جبر کیا تھا تو اگر اوسنے مکرِہ سے وصول کیا تو مکرِہ مشتری سے وصول کر لیوے اور اگر
مشتری سے وصول کیا تو اب جو خرید بعد ضمان لینے کے ہوئی ہوگی نافذ ہوگی نہ وہ خرید جو قبل ضمان لینے کے ہوئی ہوگی ہد
ف یہاں پر دو مسئلے ہیں پہلا مسئلہ یہ ہے کہ اگر بائع پر اکراہ ہو نہ مشتری پر اور مبیع تلف ہوجاوے تو مالک چاہے
اکراہ کرنے والے سے تاوان قیمت کا لیوے چاہے مشتری سے دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ مبیع مذکور کو مشتری اول مشتری ثانی کے ہاتھ
بیع کرے اور ثانی ثالث کے ساتھ اور ثالث رابع کے ساتھ مثلاً اور مالک مشتری ثانی یا ثالث سے تاوان قیمت
کا لیوے تو تاوان سے کے بعد کی خریداری جائز ہوگی نہ پہلے کی اور اگر مشتری اول سے تاوان لیگا تو تمام خریداریاں جائز
ہوجاوینگی اور مصنف نے ان دونوں مسئلوں کو خلط کر دیا کذا فی الطحطاوی ص اگر کوئی شخص اکراہ کیا گیا مردار کے کھانے پر
یا شراب یا خون پینے پر یا سور کے گوشت کھانے پر حبس یا ضرب یا بیڑی کی تہدید سے تو ان چیزوں کا تناول
درست نہیں ف اسواسطے کہ یہ اکراہ غیر ملجی ہے تو اس میں ضرورت نہیں ص البتہ اگر تخویف کیا گیا ساتھ
قتل یا قطع کسی عضو کے تو درست ہے ف اسواسطے کہ یہ اکراہ ملجی ہے اور یہاں ضرورت واقع ہے اور ان چیزوں کی حرمت
سے بعض آیت حالت اضطرار مستثنی ہے فرمایا اللہ تعالی نے اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيرِ

وَمَا اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَلَا اِثْمَ عَلَيْهِ ترجمہ سوائے اسکے نہین کہ حرام کیا اوپر تمھارے مردار کو اور لہو اور گوشت سور کا اور جو کچھ پکارا جاوے اوپر اوسکے واسطے غیر خدا کے پس جو کوئی بے بس ہووے نہ حد سے نکل جانے والا اور نہ تجاوز کرنے والا اسکو نہین ہے گناہ اوپر اوسکے انتہی ص سو اگر اوسنے صبر کیا اور قتل ہو گیا اور ان چیزون کو نہ کھایا تو گنہگار ہوگا جیسے حالت شدت بھوک مین ف اگر ان چیزون کو نہ کھاویگا تو گنہگار ہوگا البتہ اگر کفار کے غصہ دلانے کے مسئلہ معلوم نہونے کی وجہ سے نہ کھایا تو گنہگار نہوگا دستہ مختار ص اگر قتل یا قطع عضو کی تخویف سے اکراہ ہو یا حضرت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے برا کہنے پر تو اوسکو رخصت ہے کہ اپنی زبان سے کہدیوے مگر دلمین اپنا اعتقاد و یقین مضبوط رکھے ف اور اگر حبس یا ضرب یا قید سے تخویف ہوئی تو کلمہ کفر کہنا ہرگز جائز نہین ہے دلیل اسمین قول ہے اللہ تعالی کا اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّ بِالْاِيْمَانِ یعنی مگر جو شخص اکراہ کیا جاوے اور دل اوسکا مطمئن ہو ساتھ ایمان کے انتہی اور روایت کی حاکم نے مستدرک مین محمد بن عمار بن یاسر سے کہ مشرکین نے اونکے باپ عمار بن یاسر کو پکڑا تو نہ چھوڑا اونکو یہان تک کہ برا کہوایا حضرت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اور تعریف کرائی اپنے بتون کی تو جب آئے عمار حضرت پاس سو ذکر کیا انھون نے یہ واقعہ تب پوچھا حضرت نے کسطرح پایا تو نے اپنے دل کو کہا عمار نے کہ میرے دلمین ایمان مضبوط تھا تب فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ اگر پھر مشرکین ایسا کرین تو تو بھی ایسا ہی کہ زیلعی در مختار مین ہے اگر توریہ کا خیال اسکو آیا اور اسنے توریہ نہ کیا تو عورت اوسکی دیانۃً اور قضاءً بائن ہوجاویگی اور جو اوسکے دلمین توریہ کا بالکل خیال نہ آیا اور دلمین اوسکے ایمان مضبوط تھا تو عورت اوسکی بائن نہوگی نہ قضاءً نہ دیانۃً طحطاوی ص اور اگر کبھی نہ کہے اور صبر کرے اور قتل یا قطع ہو جاوے تو ثواب پاویگا اور سوا قتل و قطع کی تخویف کے اور قسم کی تہدید مین رخصت نہین ہے ف اسواسطے کہ عمار بن یاسر اور خبیب رضی دونون اس آفت مین مبتلا ہوئے تھے تو عمار بن یاسر نے رخصت پر عمل کیا اور خبیب نے نہ کہا یہان تک کہ سولی دی گئی تو نام ہوا انکا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ [illegible] نے سید الشہدا کذا فی الہدایہ ص اور اگر قتل یا قطع کی تہدید سے اکراہ ہوا کسی مسلمان کے مال تلف کرنے پر یا ذمی کے مال تلف کرنے پر ص تو اوسکو جائز ہے کہ تلف کر ڈالے ف اور اگر تلف نہ کریگا اور صبر کریگا تو ثواب پاویگا در مختار ص اور صاحب مال تاوان اوسکا مُکرِہ بالکسر یعنی اکراہ کرنیوالے سے لیگا نہ مُکرَہ بالفتح سے یعنی جسپر اکراہ ہوا اور [illegible] یا قطع کی تخویف سے اکراہ ہوا کسی مسلمان کے قتل کر ڈالنے پر ف یا اوسکے کسی عضو کاٹنے پر یا گالی دینے یا مار ڈالنے پر یا جان کے جلانے پر یا پانی مین ڈبونے پر یا زنا کرنے پر ص تو اوسکو رخصت نہین ہے کہ ان کامون کو کرے باینہمہ اگر اوسنے قتل کر ڈالا تو قصاص مُکرِہ بالکسر پر ہوگا نہ مُکرَہ بالفتح پر ف اور زفر کے نزدیک مُکرَہ بالفتح پر اور شافعی کے نزدیک دونون پر اور ابو یوسف کے نزدیک کسی پر نہوگا اور اگر اوسنے زنا کی تو حد نہوگی استحسانًا بلکہ زانی مامور مہر کا تاوان دیگا اگرچہ عورت راضی ہو اسواسطے کہ حد اور مہر دونون سے کر دونون ساقط نہین ہوجاتے ص صحیح ہے نکاح اور طلاق اور عتاق مُکرَہ کا ف اسواسطے کہ یہ عقود ہمارے نزدیک صحیح ہوجاتے ہین اکراہ سے جیسے ہزل اور خوش طبعی سے اور شافعی کے نزدیک صحیح نہین ہوتے اور دلائل ہمارے کتاب الطلاق مین گذرے ص تو اگر طلاق پر اکراہ کیا اور اوسنے طلاق دیدیا تو مُکرَہ بالفتح مُکرِہ بالکسر سے نصف مہر مسمی ف ورنہ نصف متعہ

اگر مہر مقرر نہوا ہو تو ددٌ ص جو عورت کو دینا پڑا پھیر لیوے یہ صورت جب ہے کہ اگر مکرہ بالفتح نے اپنی عورت سے وطی
نہ کی ہووے اور جو وطی کر چکا ہووے تو کچھ پھیر نہیں سکتا ف اسلیے کہ مہر دسپر وطی سے واجب ہو چکا تھا ص اسطرح
عتاق میں قیمت غلام کی مکرہ یا مالک سے پھیر لیوے اور یہی صحیح ہے نذر اور یمین اور ظہار اور رجعت اور ایلا اور رجوع ایلا
بحالت اکراہ میں اور جائز ہے اسلام اکراہ سے لیکن اگر وہ شخص پھر جاویگا اسلام سے تو قتل نکیا جاویگا ف
یعنی زبردستی سے اسلام لاکر پھر کافر ہو گیا تو اوسکو قتل نکرینگے جیسے اور مرتدین کو قتل کرینگے اسواسطے کہ اوسکے
اسلام میں شبہہ ہے کہ شاید اوسنے دل سے قبول نکیا ہووے لیکن جبر کیا جاویگا اسلام پر اسلام مع الاکراہ اسلیے
صحیح ہے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم کیا گیا میں اس بات کا کہ قتال کروں لوگوں سے یہانتک کہ کہیں وہ لوگ لا الہ
الا اللہ یعنی نہیں ہے کوئی معبود سوا خدا کے روایت کیا اوسکو بخاری مسلم نے ابن عمر رضہ سے اور اس حدیث کو اسی قدر شارح
وقایہ نے بیان کیا لیکن پوری حدیث صحیحین میں یون ہے کہ مجکو اس بات کا حکم ہوا کہ قتال کروں لوگون سے یہانتک کہ وہ
شہادت دیں اس بات کی کہ لا الہ الا اللہ اور محمد رسول اللہ اور قائم کریں نماز کو اور ادا کریں زکوۃ کو تو جب انھون نے ان کاموں
کو کیا بچا لیا انھون نے مجھسے اپنے خونون کو اور مالون کو مگر بسبب حق اسلام کے اور حساب انکا اللہ پر ہے انتہی ص
صحیح نہیں حالت اکراہ میں معاف کر دینا اپنے مدیون کے دین کا ف تو اگر عورت نے اپنے شوہر کی تخویف ضرب سے
معاف کر دیا تو یہ ہبہ صحیح نہوگا اگر شوہر قادر ہو ضرب پر اور اگر شوہر نے تہدید ساتھ طلاق دینے یا دوسری عورت سے
نکاح کرنیکی کی تو یہ اکراہ نہیں ہے اس صورت میں ہبہ مہر نافذ ہوگا اسی طرح اگر شوہر نے اپنی زوجہ مریضہ کو والدین کے
گھر جانے سے منع کیا الا جبکہ وہ مہر اپنا بخشدیوے سو اوسنے کچھ مہر بخشدیا تو یہ ہبہ باطل ہے اسلیے کہ یہ اوس عورت کے مانند ہے
جسپر اکراہ ہوا دہمکانا ص یا کفیل کی کفالت کا یا مرتد ہو جانا تو اوسکی زوجہ بائن نہوگی اور اگر زنا کریگا حالت اکراہ میں تو اوسپر
حد پڑیگی مگر جب سلطان اکراہ کرے ف یہ فرق امام صاحب کے نزدیک ہے اور صاحبین کے نزدیک مطلقاً حد نہ پڑیگی جیسا اوپر گذر چکا

کتاب الحجر

حجر کہتے ہیں تصرف قولی کے نفاذ کو روک دینا ف تصرفات قولی جو زبان سے متعلق ہیں جیسے بیع اور شرا اور
ہبہ وغیرہ اور تصرف فعلی جو برخلاف اسکے جیسے قتل اتلاف مال تو حجر میں صرف تصرف قولی نافذ نہیں ہوتی نہ تصرفات
فعلی افعال جوارح ہیں چنانچہ اگر صبی نے کسیکا مال تلف کیا تو ضمان واجب ہوگا ایسا ہی مجنون میں ص حجر کے سبب
تین ہیں ایک صغر سن دوسرے جنون تیسرے رق یعنی مملوکیت بطور غلامی اور لونڈی پنے کی تو صحیح نہیں ہے طلاق
صبی اور مجنون مغلوب العقل کا ف مجنون مغلوب وہ ہے جسکی عقل جاتی رہی ہو اسطرح پر کہ اوس سے افعال اور اقوال بطریقہ
عقلا نہ نکلیں مگر کبھی کبھی اور غیر مغلوب وہ ہے جسکے کلمات مختلط ہوں یعنی کبھی کلام اوسکا بطور عقلا کے ہووے اور کبھی
بطور مجانین کے اور اوسکو معتوہ بھی کہتے ہیں اوسکا حکم آگے آویگا کذا فی الایضاح ص اور عتاق اون دونوں کا اور اقرار
اون کا اور صحیح ہے طلاق غلام کا اور اقرار اوسکا اپنی ذات پر اسواسطے کہ مالک کو حق نہیں تو اگر غلام محجور نے کسیکے قرض کا اقرار
کیا تو اوسکا مطالبہ بعد آزادی کے اوس سے کیا جاویگا اور اگر حد یا قصاص کا اقرار کیا تو حد اور قصاص اوسپر فی الحال قائم کیا جاویگا

جو شخص ان تینوں میں سے ف یعنی عبد اور صبی اور مجنون ص کوئی عقد ایسا کرے جسمین امید نفع اور ضرر دونوں کی ہو تو وہ موقوف رہیگا اسکے ولی کی اجازت پر اور ولی کو اختیار ہے اگر اجازت دیگا تو نافذ ہو جاویگا ورنہ باطل ہوگا ف مجنون سے یہان وہ مجنون مراد ہے جو بیع وغیرہ کو جانتا ہے اور اوس کا قصد کرتا ہے اگرچہ مصلحت کو اوسکے مفسدہ سے متمیز نہین کر سکتا وہی معتوہ ہے جو غیر کیطرف سے وکیل ہو سکتا ہے اور عقدین یہ قید کہ امید نفع اور ضرر دونوں کی ہو اسواسطے لگائی کہ جس عقد مین محض نفع ہی نفع ہے جیسے قبول کرنا ہبہ کا تو وہ بغیر اجازت ولی درست ہے اور جس مین محض ضرر ہے جیسے طلاق یا عتاق تو وہ ولی کی اجازت سے بھی درست نہین کذا فی الاصل ص اور جو کوئی چیز تلف کر دین تو ضمان دینگے ف اسلیے کہ افعال مین محجور نہین ہین برابر ہین کہ عاقل ہون یا غیر عاقل ص اور حجر نہین کیا جاویگا جو شخص مکلف ہو بسبب سفاہت کے ف سفاہت سے مراد اسراف مال اور اوسکا ضائع کرنا ہے خلاف مقتضائے شرع یا عقل کے کذا فی الدر ص یا فسق کے یا قرض کے ف یہ مذہب امام کا ہے اور صاحبین اور شافعی کے نزدیک سفیہ پر حجر ہو سکتا ہے اور یہی مفتی بہ ہے البتہ اگر مفلس کے قرضخواہ قاضی سے طلبگار حجر کے ہووین تو قاضی اوسکو مجبور کرے اوسکی بیع اور اقرار کو روک دیوے اور جب مدیون محبوس ہوا قاضی کے پاس اور بعد حبس کے کسی شخص کے مال کا اقرار کرے تو اوسکو اوسکا ادا لازم ہوگا بعد ادا ہو جانے اون دیون کے جنکے واسطے وہ محبوس ہوا البتہ اگر اوس شخص کا مال گواہون سے ثابت ہو جاوے تو مقر اصحاب دیون کے ساتھ اپنا دین وصول کریگا اور امام شافعی کے نزدیک فاسق پر بھی حجر ہو سکتا ہے واسطے زجر کے کذا فی الاصل مع زیادۃ من الدر المختار ص البتہ حجر کیا جاویگا مفتی ماجن پر ف مفتی ماجن وہ مفتی ہے جو لوگون کو باطل حیلے سکھاوے جیسے عورت کو ارتداد کی تعلیم کرنا تاکہ باین ہو جاوے اپنے شوہر سے یا اوس سے زکوۃ ساقط ہو جاوے پھر مسلمان ہو جاوے ص اور طبیب جاہل پر ف طبیب جاہل وہ ہے جو بیمار کو دوائے مہلک پلا دیتا ہو خواہ اوسکو مہلک جانتا ہو یا نجانتا ہو اور جب کہ وہ دوا مرض پر شدت کرے تو وہ اوسکا دور نکر سکتا ہو کذا فی الطحطاوی ص اور مکاری مفلس پر ف یعنی جو کرایہ جانور کا لے لیا کرے اور جب وقت سفر کا آوے تو جانور نہ دیسکے تب کرایہ اپنے رفیقون سے چھوٹ جاوے کذا فی الاصل حاصل یہ ہے کہ جس سے ضرر عام ہو تو اوسکے دفع کے لیے ضرر خاص یعنی حجر ایک شخص واحد پر درست ہے طحطاوی ص اور جو صغیر بالغ ہو جاوے اور بیوقوف رہے تو اوسکا مال اوسکو نہ دیا جاوے یہانتک کہ پچیس برس کو پہونچے ف در مین ہے کہ ۲۵ برس کی قید اسواسطے لگائی کہ عمر فاروق سے مروی ہے کہ عقل مرد کی انتہا کو پہونچ جاتی ہے جب کہ وہ ۲۵ برس کا ہو جاتا ہے اور ہدایہ مین لکھا ہے کہ روکنا مال کا اوس سے بطریق تادیب کے تھا اور ظاہر ہے کہ بعد پچیس برس کے تادیب معین ہوئی کیا تو نہین دیکھتا کہ اس عمر کا آدمی کبھی دادا ہو جاتا ہے انتہی دادا ہو جانے کی صورت یہ ہے کہ ادنی مدت بلوغ لڑکے کی ۱۲ برس ہین اور ادنی مدت حمل چھ مہینے تو فرض کیجیے کہ بارہ برس کی عمر مین اوسنے نکاح کیا اور چھ مہینے میں اوسکا لڑکا پیدا ہوا اب اوس لڑکے کا بارہ برس تک سن نکاح ہوا اور چھ مہینے مین اوسکا لڑکا ہوا تو شخص اول فرزند ثانی کا دادا ہوا باوصف اسکے کہ عمر اوسکی پچیس برس کی ہے ص تو اگر تصرف کریگا قبل اس مدت کے تو صحیح ہوگا اور بعد پچیس برس کے مال اوسکو دیدیا جاویگا اگرچہ بیوقوف

ہے اور ہوشیار ہووے شخص آزاد اگر مدیون ہووے تو قاضی اوسکو محبوس کرے تا مال اپنا بیچکے ادائے دین کے لیے بیچے اور جو اوسکے مال مین روپیے یا اشرفیان ہوین اور قرض بھی روپیے یا اشرفیان ہووین تو قاضی بغیر امر مدیون قرض ادا کردے اوسکے مال سے اور جو قرض اشرفیان ہوین اور مال مین روپے ہووین یا قرض روپیہ اور مال اشرفیان تو بھی قاضی کو بیچنا انکا بغیر امر اوسکے واسطے ادائے دین کے درست ہے اور اسباب اور مکان اور زمین اوسکی قاضی نہ بیچے مگر اوسکو قید کرے تا وہ خود مجبور ہو کر بیچے لیکن صاحبین کے نزدیک جب وہ نہ بیچے تو قاضی اوسکا اسباب اور زمین وغیرہ بھی بیچکر قرض خواہ حصون کے ادا کر دیوے **ف** اور صاحبین کے قول پر فتوی ہے درمختار **ص** ایک شخص مفلس ہو گیا اور اوسکے پاس وہ چیز ہے جو اوسنے خرید کی لیکن ہنوز ثمن نہین ادا کی تو اوسکا بائع اور قرضخواہون کے ساتھ مساوی ہے **ف** یعنی وہ چیز بیچکر سب کو حصہ رسد اوسکی قیمت مین سے دیا جاویگا یہ نہوگا کہ پہلے بائع اپنی ثمن وصول کر لیوے بعد اوسکے جو بچے تو وہ اور قرضخواہون کو ملے اور شافعی رح کے نزدیک قاضی مشتری پر حجر کرکے بائع کو اختیار فسخ دیگا اور بائع اپنی چیز لیگا

فصل حد بلوغ کے بیان مین

بلوغ لڑکے کا ثابت ہوتا ہے احتلام سے یعنی خواب مین منی نکلنے سے اور عورت کو حاملہ کر دینے سے اور انزال سے **ف** اور اصل انزال ہے اسلیے کہ جب تک انزال نہوگا نہ احتلام ہوگا اور نہ عورت اوس سے حاملہ ہوگی **ص** اور لڑکی کا بلوغ احتلام سے اور حیض سے اور حمل سے ثابت ہوتا ہے **ف** اور موئے زہار کا جمنا اور پستان کا اونچا ہونا ظاہر الروایہ مین معتبر نہین اور اسیطرح پنڈلی اور مونچھ اور بغل کے بال اور آواز کا بھاری ہو جانا معتبر نہین ہے بلوغ صغیر مین کذا فی الطحطاوی **ص** پھر اگر صغیر اور صغیرہ مین ان علامات مین سے کوئی علامت نہ پائی جاوے تو بلوغ کا حکم نہوگا جب تک لڑکا اٹھارہ برس کا اور لڑکی سترہ برس کی نہووے اور صاحبین کے نزدیک جب تک پندرہ برس کے نہو جاوین **ف** یعنی جب لڑکا لڑکی پندرہ برس کے ہو جاوین تو اونکو حکم بلوغ کا دیا جاویگا اگرچہ علامات ظاہر نہووین اسی پر فتوی ہے اسلیے کہ ہمارے زمانہ مین عمرین بہت چھوٹی ہو گئی ہین درمختار **ص** اور ادنی مدت بلوغ کی فرزند کے لیے بارہ برس اور دختر کے لیے نو برس ہے تو اگر دونون قریب بلوغ کے ہوے اور انھون نے کہا کہ ہم بالغ ہو گئے تو قول اونکا معتبر ہوگا اور بالغ شمار کیے جاوینگے **ف** جب ظاہر حال اونکے قول کی تکذیب کرتا ہو مثلاً بارہ برس سے لڑکا کم ہووے یا لڑکی نو برس سے کم ہووے تو اب دعوی بلوغ معتبر نہوگا اور شرنبلالیہ مین ہے کہ صغار قریب البلوغ کا یہ قول مقبول ہے کہ ہم بالغ ہو چکے جب وہ علامت بلوغ کی بیان کر دیوین بدون قسم کے

کتاب الماذون

اذن کہتے ہین حجر کے دور کرنے کو اور حق کے ساقط کر دینے کو **ف** جان تو کہ اصل انسان مین یہ ہے کہ وہ مالک ہے تصرفات کا تو جب واسطے غلامی عارض ہوئی اور مولی کا حق اوس سے متعلق ہو گیا تو اوسنے ملک تصرفات کو رد کر دیا اب جب مولی نے اپنا حق ساقط کر دیا تو مانع زائل ہو گیا اور حجر اوس کا جاتا رہا تو یہی اذن ہے ہمارے نزدیک اور شافعی

کے نزدیک توکیل ہی اور نائب کرنا ہی کذا فی الاصل ص تو جب مولی نے غلام کو اذن دیا اب وہ غلام جو تصرف
کریگا اپنی اہلیت سے کریگا اپنی ذات کے لیے تو اوسکی جوابدہی مولی پر نہو گی یعنی جب غلام ماذون نے کوئی چیز خریدی
تو ثمن اوسکی مولی سے طلب نہ کیا جاویگی برخلاف وکیل کے کہ وہ موکل سے ثمن طلب کر سکتا ہی اسواسطے کہ اوسنے موکل کے
لیے خریدا ہی اور اذن اور تصرف کسی وقت کے ساتھ مقید نہوگا تو جس غلام کو اذن دیا ایک روز کے لیے تو وہ ماذون
رہیگا جب تک مولی اوسپر حجر نکرے اسی طرح کسی قسم خاص کے ساتھ مقید نہوگا پھر جب مولی نے ایک قسم خاص تجارت کا
اذن دیا تو وہ جمیع اقسام تجارت مین ماذون ہوجاویگا ف مراد یہ ہی کہ جب ایک نوع تجارت کا اذن دیا تو اذن اوسکا
تمام انواع مین عام ہوجاویگا اسی طرح جب اذن دیا کہ ایک رنگریز بٹھلاے تو یہ اذن ہوگا اوسکے تمام لوازم اور ضروریات کی
خرید کا اسی طرح اگر کہا کہ ہر مہینہ اتنا مال تو مجھے ادا کر دیا کر برخلاف اوس صورت کے کہ مولی نے ایک شی معین کے خرید
کی اجازت دی کہ یہ اذن نہوگا بلکہ یہ استخدام یعنی خدمت لینا ہی کذا فی الاصل ص اور ثابت ہوتا ہی اذن دلالت
حال سے تو جو غلام کہ مولی اوسکو خرید و فروخت کرتے دیکھے اور چُپ رہے تو وہ ماذون ہی اور صراحت سے تو اگر مطلق
اذن دیا تمام اقسام تجارت کو عام ہوگا تو خرید و فروخت کرے اگرچہ غبن فاحش سے ہووے مگر صاحبین کے نزدیک
غبن فاحش سے درست نہین اور خرید و فروخت مین وکیل کرے اور رہن رکھے اور رہن لیوے اور زمین کو بطور اجارہ
اور مساقاة اور مزارعت لیوے اور بیج بونیکے لیے خریدے اور شرکت عنان کرے نہ شرکت مفاوضہ اور مال بطریق مضاربت
دیوے اور دوسرے سے لیوے اور اپنی چیز کرایہ مین دیوے اور دوسرے کی لیوے اور اپنی ذات کے تئین
بھی کرایہ مین دیوے نہ شافعی کے نزدیک اور اقرار کرے امانت اور غصب اور دین کا اور ہدیہ دے قلیل طعام کا اور
ضیافت کرے اوسکی جو اوسکو کھلاوے اور ثمن گھٹا دیوے اگر عیب نکلے مبیع مین موافق دستور کے اور اپنے مملوک کا لونڈی
ہو یا غلام نکاح نکرے اور امام ابو یوسف کے نزدیک اپنی لونڈی کا نکاح کرے اسلیے کہ اوسمین بھی تحصیل مال ہی اور نہ مکاتب
کرے اور نہ آزاد کرے اور نہ قرض دیوے اور نہ ہبہ کرے اگرچہ بعوض ہووے اور عورت کو درست ہی کہ اپنے خاوند کے گھر مین سے
ایک شی قلیل خدا کی راہ مین دیوے ف یہ مسئلہ اگرچہ اس باب سے نہین ہی لیکن اوسکو بمناسبت ذکر کیا اسلیے کہ عورت
بھی اسقدر صدقہ کے لیے ماذون ہی عادةً کذا فی الاصل ص جو دین عبد ماذون پر واجب ہووے تجارت کے سبب سے
جیسے خرید اور فروخت اور اجارہ اور استیجار کے سبب سے یا جو اوسکے حکم مین ہی جیسے تاوان غصب اور ودیعت کا جسکا ماذون
نے انکار کیا اور وہ عقر جو واجب ہوا وطی سے اوس لونڈی کی خریدی ہوئی کے استحقاق سے متعلق ہوگا اوس غلام کی ذات سے
بیچا جاویگا اوس دین مین اور اوسکی ثمن تقسیم ہوگی قرضخواہون کو بطور حصہ رسد اور اوسکی کمائی سے جو قبل دین کے
یا بعد دین کے ہو اور اوس سے جو چیز اوسکو ہبہ کی گئی تھی اور اوسنے ہبہ قبول کر لیا تھا ف یہ ہمارا مذہب ہی امام زفر اور شافعی کے
نزدیک وہ خود دین مین نہ بیچا جاویگا بلکہ اوسکی کمائی بیچی جاویگی اسواسطے کہ مولی کی غرض اذن سے استحصال اوس چیز کا ہی
جو حاصل نتھی نہ فوت کرنا اوس چیز کا جو اوسکو حاصل تھا اور ہم یہ کہتے ہین کہ دین ظاہر ہوا مولی کے حق مین تو متعلق ہوگا اوسکے
رقبہ سے تا لوگون کو ضرر نہووے ص لیکن وہ دین متعلق نہوگا اوس مال سے جو ماذون کے مولی نے اوس سے

ے لیا تھا قبل لحوق دین کے اور جو دین کہ اوسکے کسب اور ثمن سے بھی باقی رہے تو اوسکا مطالبہ اوس سے آزاد ہونے
کے بعد کیا جاویگا ف اور دوسری بار بیچا جاویگا در مختار ص مولی کو ماذون سے وہ رقم مقررہ لینا جو قبل لحوق
دین کے اوس سے لیا کرتا تھا بعد لحوق دین کے بھی جائز ہے ف اگرچہ قیاس یہ چاہتا تھا کہ جائز نہو بعد لحوق
دین کے لیکن اسواسطے لینا جائز ہوا کہ اگر مولی اوس سے منع کیا جاوے تو احتمال ہے کہ وہ اپنے غلام کو مجبور کردے تو کمائی
کا دروازہ بند ہو جاوے اور دین والون کو نقصان ہووے ص اور جو اوس سے بڑھے وہ قرضخواہون کو ملے گا اور
عبد ماذون اگر بھاگ جاوے یا مولی مر جاوے یا مولی کو جنون مطبق ہو جاوے ف محمد بن حسن سے روایت
ہے کہ جنون مطبق وہ ہے جو سال بھر رہے یا زیادہ اور جو اس سے کم ہووے وہ مطبق نہین کذا فی الطحاوی ص
یا مولی دار الحرب مین مرتد ہوکر چلا جاوے یا مولی اوس غلام کو مجبور کردیوے اور غلام اور اکثر بازار والون کو اوسکی خبر ہو جاوے
تو ان سب صورتون مین وہ غلام مجبور ہو جاویگا اور لونڈی ماذونہ کو اگر ام ولد بنایا تو وہ مجبور ہو جاویگی ہمارے نزدیک
اور امام زفر کے نزدیک نہو گی اور جو مدبر کیا تو مجبور ہوگی لیکن مولی کو لونڈی کی ذات کی قیمت اوسکے قرضخواہون کو دینا
ہوگی ف یعنی استیلاد اور تدبیر کی صورت مین اگر مستولدہ اور مدبرہ پر دین محیط ہو تو مولی تاوان اوسکا بقدر
اوسکی قیمت کے دیگا نہ زیادہ کا اسلیے کہ مولی نے اس تصرفات سے صرف لونڈی کی ذات کو روک لیا تو اوسکی قیمت
دینا ہوگی کذا فی الاصل ص اگر غلام مجبور ہو گیا بعد اوسکے اوسنے اقرار کیا کہ جو مال میرے پاس ہے وہ امانت یا غصب
ہے یا اپنے اوپر قرضے کا اقرار کیا تو یہ اقرار صحیح ہوگا ف امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک صحیح نہوگا ص
اگر اوس غلام پر اس قدر قرضہ ہو کہ اوسکے ذات اور مال کو محیط ہو تو مولی اوس مال کا جو اوسکے پاس ہے مالک نہوگا ف
امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اور صاحبین کہتے ہین کہ مالک ہوگا اسواسطے کہ ذات غلام کی مملوک ہے مولی کی تو اوسکی کمائی بھی مملوک
ہوگی اور امام صاحبؒ کہتے ہین کہ ملک مولی کی بطور خلافت غلام کیطرف سے ثابت ہوتی جب وہ غلام اپنی حاجت سے
فارغ ہو جیسے ملک وارث کی جب ثابت ہوتی ہے کہ مورث بچے حوائج ضروریہ مقررہ سے مال بچ رہے اور مانحن فیہ مین
مال غلام کے حوائج سے فارغ نہین ہے کذا فی الاصل ص تو ایسی صورت مین اگر مولی اپنے غلام کے غلام کو آزاد
کردیگا تو آزاد نہوگا ف امام صاحبؒ کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک آزاد ہو جاویگا اور مولی اوسکی قیمت کا تاوان
قرضخواہون کو دیگا کذا فی الاصل ص اور جو دین اوسکے مال اور ذات کو محیط نہوگا تو غلام کا غلام مولی کے آزاد کرنے سے
آزاد ہو جاویگا اور عبد ماذون اپنے مولی کے ہاتھ نرخ بازار سے چیز فروخت کرسکتا ہے نہ کم کو اور مولی اوسکے ہاتھ کم کو بھی
فروخت کرسکتا ہے ف یہ جب ہی ہے کہ غلام کی ذات اور مال کو دین محیط ہووے ورنہ بیع ہی ناجائز ہے
ص تو اگر مولی نے قیمت بازار سے زیادہ کو کوئی چیز غلام کے ہاتھ بیچی اس صورت مین
مولی کو حکم ہوگا کہ یا زیادتی کو کم کردیوے یا بیع کو فسخ کرے تو اگر مولی نے مبیع کو غلام کے حوالے کیا قبل قیمت لینے کے
تو اب مولی کو قیمت نہ ملیگی ف اسلیے کہ مولی نے جب چیز غلام کو دیدی اور قیمت اوسکی نہین لی تو مولی کا
دین غلام پر رہا اور مولی کا دین غلام پر شرعاً باطل ہے اسصورت مین ثمن باطل ہوگی کذا فی الاصل ص اگرچہ

عبد ماذون مدیون ہو لیکن مولی اوسکو آزاد کر سکتا ہی اور دین اور قیمت مین سے اوس غلام کے جو کم ہوگا اوسقدر مولی کو تاوان
دینا ہوگا **ف** یعنی اگر دین کم ہوگا تو مولی دین ادا کریگا اور جو دین اوسکی قیمت سے زیادہ ہوگا تو مولی صرف قیمت دیگا
قرضخواہون کو اسلیے کہ قرضخواہون کا حق صرف غلام کی ذات سے متعلق تھا اور مولی نے اوسکو تلف کر دیا تو قیمت
کا تاوان دینا ہوگا کذا فی الاصل **ص** اور جو دین اوسکی قیمت سے زیادہ ہوگا وہ عبد ماذون کو ادا کرنا پڑیگا اگر ایک غلام
جس پر دین محیط تھا فروخت کیا گیا اور مشتری نے اوسکو غائب کر دیا تو قرضخواہون کو اوسکے اختیار ہی کہ خواہ بیع جائز
رکھکر ثمن اوسکی لے لیوین یا مشتری یا بائع سے اوسکی قیمت یعنی نرخ بازار کا تاوان لیوین تو اگر وہ تاوان لیوین بائع
سے اور پھر بسبب عیب کے وہ غلام بائع کے پاس پھر آوے تو بائع وہ دام قیمت کے جو قرضخواہون کو اوسنے دیے تھے پھیر لیوے
اور قرضخواہون کا حق پھر غلام سے متعلق ہو جاویگا تو اگر غلام کے مالک نے بیچتے وقت مشتری کو بتا دیا کہ یہ غلام مدیون ہی
تو اب قرضخواہونکو پہونچتا ہی کہ بیع کو رد کر دیوین اگر اوسکی ثمن اونکو نہ پہونچی ہو اور جو پہونچ گئی ہو اور بیع مین قیمت سے کمی ہو تو بیع رد نہین
کر سکتے اور جو کمی ہووے تو کمی ستادیجاوے یا بیع فسخ کیجاوے اور جو مشتری سنکر ہووین اور بائع غائب ہووے تو قرضخواہ مشتری سے خصومت نہین کر سکتے طرفین
کے نزدیک اور امام ابو یوسف کے نزدیک خصومت کر سکتے ہین اگر ایک غلام شہر مین آیا اور اوسنے کہا کہ مین فلان کا غلام ہون اور
اوسنے مجھے اذن دیا ہی تجارت مین اور وہ خرید و فروخت کرتا ہی تو وہ ماذون سمجھا جاویگا اسی طرح اگر مولی نے اپنے غلام
کو خرید و فروخت کرتے دیکھا اور کچھ نہ کہا تو وہ ماذون ہو جاویگا لیکن اگر ایسا غلام قرضدار ہو جاویگا تو وہ قرضے کے
لیے فروخت نہ کیا جاویگا مگر جب مولی اقرار کرے اوسکے ماذون ہونیکا **ف** اسلیے کہ جب تک مولی نے اقرار نہین کیا
اذن کا تو دین اوسکے حق مین ظاہر نہوا اور معاملہ کرنے والون نے نقصان اوٹھایا اسلیے کہ انھون نے ظاہر حال پر بھروسا
کیا اور مولی نے اونکو کچھ دھوکا نہین دیا کذا فی الاصل **ص** نابالغ کا تصرف اگر محض نافع ہو **ف** یعنی کسیطرح
کا ضرر اوس مین نہو **ص** جیسے مسلمان ہونا اور ہبہ قبول کرنا تو صحیح ہی بلا اذن ولی کے **ف** اگر وہ بچہ عقل رکھتا ہی تو ہمارے نزدیک اسلام اوس
عاقل کا صحیح ہی اور شافعی کے نزدیک صحیح نہین دلیل ہماری یہ ہی کہ بہت صحابہ کرام حالت نابالغی مین مسلمان ہوے اور حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم نے اونکا اسلام صحیح رکھا کہا ابن الہمام نے کہ اخراج کیا بخاری نے تاریخ مین عروہ سے کہ اسلام لاے حضرت علی رضی اللہ عنہ
اور آپ آٹھ برس کے تھے اور نکالا حاکم نے مستدرک مین طریق ابن اسحاق سے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ایمان
لائے اور آپ دس برس کے تھے اور بھی روایت کیا ابن عباس رض سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نشان حضرت علی کے سپرد کیا بدر
کے روز اور اونکی عمر بیس برس کی تھی اور کہا کہ یہ حدیث صحیح ہی اوپر شرط شیخین کے کہا ذہبی نے کہ یہ حدیث نص ہی اس بات پر
کہ حضرت علی سات یا آٹھ برس کی عمر مین ایمان لائے اور مروی ہی حضرت علی سے یہ **شعر** سبقتکم الی الاسلام
طرًّا غلامًا ما بلغت اوان حلمی یعنی سابق ہوا مین تم پر طرف اسلام کے سب پر حالانکہ مین لڑکا تھا کہ سن
احتلام کو نہین پہونچا تھا روایت کیا اوسکو بیہقی نے اور ضعیف کیا اوسکو اور ابن عساکر نے تاریخ مین **ص** اور جو
محض ضار یعنی نقصان دینا پہونچانے والا ہو جیسے طلاق اور عتاق **ف** اور صدقہ اور ہبہ اور قرض وغیرہ
ص تو جائز نہوگا اگرچہ ولی اجازت دیوے اور جسمین نفع اور ضرر دونون کا احتمال ہی جیسے بیع اور شرا تو موقوف ہوگا

در بیان تصرفات صبی

ولی کے اذن پر **ف** اگر ولی نے اذن دیا تو صحیح ہوگا ورنہ باطل ہوجاویگا اور جب ولی نے اذن دیا خواہ زبان سے یا دلالت حال سے تو حال اور حکم اوسکا مثل عبد ماذون کے ہوگا **ص** نابالغ کے تصرف صحیح ہونیکی اذن سے شرط یہ ہے کہ وہ عاقل ہو یعنی بیع کو ملک دور کرنے والا اور شراکو ملک لانے والا سمجھے اور ولی نابالغ کا پہلے اوسکا باپ ہوگا پھر اگر وہ نہ ہو تو باپ جسکو وصی کیا ہو **ف** پھر اوسکے وصی کا وصی دستغنا **ص** پھر اگر وہ بھی نہو تو دادا کتنا ہی دور کا ہووے پھر دادا کا وصی **ف** پھر اوسکے وصی کا وصی دستغنا **ص** پھر قاضی یا اوسکا وصی **ف** اول دونون صورتون مین پھر وصی کہا اور یہان یون کہا کہ یا وصی اوسکا اسواسطے کہ وصی باپ کا وہ شخص ہے جسکو باپ نے خلیفہ کیا ہو بعد اپنی موت کے اپنے لڑکے کے مال کے تصرفات مین لیکن وہ شخص جسکو ولی نے حالت حیات مین اذن تصرف کا دیا تو وہ وکیل ہے نہ وصی اور ایسا ہی دادا مین لیکن وصی قاضی کا سو وہ شخص ہے جسکو قاضی نے مقرر کیا یتیم کے مال مین تصرف کرنے کے لیے تو وہ قاضی کی زندگی مین بھی تصرف کریگا کذا فی الاصل اور مان یا اوسکے وصی مال مین تصرف نہین کر سکتے اسی طرح چچا اور بھائی اور کوتوال شہر اور بہن اور پھوپھی اور خالہ صغیر کی ولی نہونگے کذا فی الطحطاوی **ص** اگر صبی ماذون نے اپنی کمائی کے مال مین اقرار کیا کہ اسقدر مال فلان شخص کا ہے تو صحیح ہوگا اسی طرح اگر اپنے مورث کے ترکہ کے مال مین اقرار کیا

کتاب الغصب

یہ کتاب ہے غصب یعنی پرائی چیز چھین لینے کے بیان مین غصب شرع مین عبارت ہے ایک مال قیمت دار کے لے لینے سے جو محترم ہے بغیر اذن مالک کے اسطرح پر کہ مالک کے قبضے کو زائل کر دیوے **ف** تو غصب مردار مین نہوگا اسلیے کہ وہ مال نہین ہے اسی طرح شخص آزاد مین اور نہ مسلمان کی شراب مین کیونکہ وہ قیمت دار نہین ہے اور نہ حربی کے مال مین اسلیے کہ وہ محترم نہین ہے اور قول اوسکا بغیر اجازت مالک کے احتراز ہے امانت سے اور یہ اسواسطے کہا کہ مالک کا قبضہ زائل کر دیوے کہ غصب ہمارے اصحاب کے نزدیک زائل کرنا ہے قبضہ حق کا ساتھ ثابت کرنے قبضہ ناحق کے اور امام شافعی کے نزدیک غصب نام ہے قبضہ ناحق ثابت کرنے کا اور قبضہ حق زائل کرنا شرط نہین ہے ہم کہتے ہین کہ کلام ہمارا اوس فعل مین ہے جو سبب تاوان کا ہے اور اسی سبب سے مسائل متفرع ہوتے ہین مثلاً زوائد مغصوب ہمارے نزدیک مضمون نہین ہین اور امام شافعی کے نزدیک مضمون ہین اسلیے کہ اثبات قبضہ ناحق کا موجود ہے گو کہ ازالہ قبض حق نہووے اور اسی سبب سے غصب عقار مین اختلاف ہے اور آگے اوس کا ذکر آویگا اور انھین مسائل مین سے ہے وہ جو مصنف بیان کرتا ہے کذا فی الاصل **ص** تو قدرت لیجانے کے غلام سے اور غیر کے جانور پر بوجھ لادنا غصب ہے نہ غیر کے فرش پر بیٹھنا **ف** اسلیے کہ اول کی دونون صورتون مین نقل ہے غلام اور جانور کا ایک مکان سے دوسرے مکان تک اور تیسری صورت مین فرش اپنے حال پر ہے بیٹھنے والے نے کوئی فعل اوسمین ایسا نہین کیا جس سے مالک کا قبضہ زائل ہو جاوے اسیطرح مویشی کا دور کر دینا مالک سے یہان تک کہ وہ ہلاک ہو جاوین اور کسی کو کپڑے رہنا یہان تک کہ دوسرا اوسکا امانت ہو کھا لیوے ہمارے نزدیک غصب نہین ہے اور شافعی کے نزدیک غصب ہے اور ان دونو

سالون کی تفریع مستقیم نہین ہی اسلیے کہ اثبات قبضہ ناحق یہان مفقود ہی پھر ایک ورقید لگانا ضرور ہی کہ بیال کا لے لینا
بطور اخفا نہووے تاکہ چوری نکلجاوے گنہگار فی الاصل ص اور حکم غصب کا یہ ہی کہ غاصب گنہگار ہوتا ہی اگر اوسکو معلوم ہووے
کہ شی مغصوب غیر کا مال ہی ف ورنہ گنہگار نہوگا لیکن تاوان در صورت ہلاک عین اور رد عین در صورت بقا [illegible]
طحطاوی متفق علیہ حدیث مین سعید بن زید سے مروی ہی کہ فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو شخص ایک بالشت
بھر زمین ظلم سے لیگا تو اللہ تعالی سات طبقون زمین کا اوسکے گلے مین طوق ڈالے گا اور بخاری کی روایت مین ہی کہ
ساتون زمین تک دھسلیا جاویگا اور امام احمد نے یعلی بن مرہ سے روایت کی کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے
جو زمین کسی کی ناحق چھین لیگا تو روز محشر حکم ہوگا کہ اوسکی مٹی اوٹھاوے اور ایک روایت مین ہی کہ جس شخص نے
ایک بالشت بھر زمین ظلم سے لی تو اللہ تعالی اوسکو تکلیف دیگا اوسکے کھودنے کی ساتوین زمین کے آخر
تک پھر طوق ڈالے گا اوسکے گلے مین دن قیامت تک یہان تک کہ لوگون کا فیصلہ ہووے ان حدیثون سے یہ بات
ثابت ہوتی ہی کہ زمین بھی سات ہین جیسے آسمان سات ہین ص اور جب تک شی مغصوب غاصب کے پاس قائم ہی تو اوسکا
پھیر دینا لازم ہی اور در صورت تلف ہوجانے کے تاوان اوسکا دینا واجب ہی ف اسلیے کہ روایت کیا ابوداود
وترمذی ونسائی وابن ماجہ نے سمرہ بن جندب سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہاتھ پر لازم ہی وہ چیز جو اوسنے لی
ہی یہان تک کہ پھیر دیوے اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہین حلال ہی کسیکو کہ لیوے چیز اپنے بھائی کی
نہ ہنسی سے نہ غیر ہنسی سے اور جب تم مین سے کوئی دوسرے کی لاٹھی لیوے تو پھیر دیوے اوسکو روایت کیا اوسکو ابوداود
اور ترمذی نے اور روایت کی احمد اور ابوداود ونسائی نے سمرہ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو شخص پاوے
اپنی چیز بعینہ کسی دوسرے کے پاس تو وہ حقدار ہی اوسکا ص تو تاوان مثل سے ہوگا اگر وہ چیز مثلی ہی جیسے وہ چیزین
جو وزن کرکے یا پیمانے مین بھر کے بکتی ہین یا شمار کرکے لیکن مقدار مین قریب قریب ہین ف جیسے اخروٹ
وغیرہ ص تو اگر مثل نہ ملے تو جو خصومت کے دن ف یعنی حاکم کے حکم کے وقت در مختار ص اوسکی قیمت
ہوگی دینا پڑیگی ف اور امام محمد کے نزدیک جو قیمت اوس شی کی بازار مین نہ ملنے کے روز ہوگی دینا پڑیگی اور امام ابویوسف
کے نزدیک جو قیمت غصب کے دن ہوگی دینا پڑیگی خزانہ مین ہی کہ قول امام ابوحنیفہ کا صحیح ہی اور تحفہ مین ہی کہ وہ قول صحیح ہی
اور نہایہ مین ابویوسف کے قول کو مختار کہا ہی اور ذخیرۃ الفتاوی مین محمد کے قول کو مفتی بہ رکھا ہی طحطاوی ص اور
جو وہ چیز غیر مثلی ہی جیسے وہ چیزین جو شمار سے بکتی ہین اور ایک دوسرے مین فرق رکھتی ہین مثل جانور وغیرہ کے تو اوسکی
قیمت جو دن غصب کے ہوگی دینا پڑیگی ف اسیطرح جو مثلی مخلوط ہو غیر جنس سے جیسے گیہون اور جَو ملے ہون یا تلون
کا تیل زیتون کے تیل کے ساتھ ملا ہووے اور مانند اسکے چنانچہ ہمجنس تیل کے ساتھ مخلوط ہووے تو اوسکی قیمت دینا ہوگی
ص تو اگر غاصب کہے کہ شی مغصوب میرے پاس تلف ہوگئی تو حاکم اوسکو قید کرے یہان تک کہ معلوم ہوجاوے
یہ بات کہ اگر شی مغصوب اسکے پاس موجود ہوتی تو ظاہر کرتا ف اور اس حبس کی کوئی مدت مقرر نہین بلکہ مفوض رائے
حاکم پر ہی تبیین ص پھر اوسپر عوض دینے کا حکم کرے ف خواہ وہ عوض مثل ہو اگر شی مغصوب مثلی ہووے یا قیمت

اگر وہ شی غیر مثلی ہووے اور جو مالک نے کہا کہ وہ شی مغصوب غاصب پاس تلف ہوگئی اور غاصب نے دعوی کیا کہ میرے مالک کو پھیر دی اوسکے پاس تلف ہوئی اور دونون نے گواہ قائم کیے تو گواہ غاصب کے اولی ہونگے ص اور غصب کی شرط یہ ہے کہ شی مغصوب اموال منقول مین سے ہووے تو اگر کسی شخص نے دوسرے کا عقار ف یعنی مال غیر منقول چنانچہ گھر زمین وغیرہ ص غصب کیا پھر وہ غاصب کے پاس ہلاک ہوگیا ف آفت سماوی سے جیسے سیلاب کی کثرت سے زمین ڈوب گئی یا گھر گر پڑا ص تو غاصب ضامن نہوگا شیخین کے نزدیک اور محمد رحمۃ اللہ کے نزدیک ضامن ہوگا ف اور یہی قول ہے ائمہ ثلثہ باقیہ کا اور اسی پر فتوی ہے در مختار ص اور اگر اوسمین کوئی نقصان ہوگیا اوسکے فعل سے جیسے اوسکی سکونت سے مکان گر گیا یا اوسکی کاشتکاری سے زمین مین نقصان ہوگیا تو نقصان کا ضامن ہوگا ف باجماع سب علما کے ص جیسے منقول مین نقصان کا تاوان دینا ہوگا مثلاً ایک غلام غصب کرکے اوسکو مزدوری مین لگایا اور اسوجہ سے وہ غلام بیمار یا دبلا ہوگیا تو تاوان نقصان کا دینا ہوگا ف اگر مثلاً باغ غصب کرکے اوسکے درخت کاٹ ڈالے تو تاوان دینا ہوگا در مختار ص غاصب نے اگر شی مغصوب کو اجارہ دیکر اوسکا کرایہ لیا تو اوس کرایہ کی رقم کو خیرات کردیوے اسی طرح شی مستعار کی اجرت کو بھی تصدق دیدیوے ف یعنی فقرا کو تقسیم کردیوے اپنے صرف مین نلاوے ص اسیطرح جو نفع اوسنے کمایا شی مغصوب یا مستعار مین تصرف کرکے بشرطیکہ وہ شی اشارہ کرنے سے متعین ہووے ف یعنی اسباب کی قسم سے ہووے درہم اور دینار نہووے ص یا امانت کے یا غصب کے روپیون کے بدلے مین کوئی چیز خرید کر وہی روپے دیے اور اوسمین نفع کمایا اور اگر خریدتے وقت امانت یا غصب کے روپیہ کے بدلے مین خریدا اور ادا اور روپے کیا خریدا اور روپیون کے بدلے مین یا مطلق روپیون کے بدلے مین خریدا اور ادا وہ روپیہ کیے جو مغصوب یا امانت تھے اور نفع کمایا تو اوسکو تصدق کرنا ضرور نہین اور اپنے صرف مین لاسکتا ہے اسی پر فتوی ہے ف اور قول مختار یہ ہے کہ مطلقاً یہ نفع حلال نہین ہے اگرچہ بعد اوسکے ضمان کے ہووے یہی قول صحیح ہے چنانچہ فتاوای نوازل مین ہے اور ابو یوسف کے نزدیک ہر حال مین حلال ہے جب ملک ہووے در مختار ص اگر غاصب نے ایک شی کو غصب کرکے اوسمین ایسا تغیر کیا جس سے اوسکا نام بدل گیا اور اعظم منافع ف یعنی اکثر مقاصد اوسکے ص فوت ہوگئے ف جیسے گیہون کو غصب کرکے اوسکو پیس ڈالا کہ نام اوسکا بدل گیا یعنی آٹا ہوگیا اور اکثر منافع بھی اوسکے جیسے ہریسا اور گھنگنیاں وغیرہ فوت ہوگئے ص تو غاصب پر تاوان اوسکا واجب ہوگیا اور غاصب اوسکا مالک ہوجاویگا لیکن قبل ادا کرنے تاوان کے اوسکو نفع لینا اوس شی سے درست نہین ہے ف اور جب تاوان اوسکا دیدیوے یا مالک معاف کردیوے یا قاضی اوسپے تاوان دے لیوے تو درست ہے ص مثال اوسکی یہ ہے کہ ایک شخص نے بکری غصب کرکے اوسکو ذبح کیا پھر اوسکو پکا ڈالا یا بھون لیا یا گیہون غصب کرکے اوسکو پیس ڈالا یا کھیت مین بو دیا یا لوہا غصب کرکے اوسکی تلوار بنالی یا پیتل غصب کرکے اوسکے برتن بنالیے یا ساگوان یا اینٹ غصب کرکے اوسکی عمارت بنوالی ف بشرطیکہ قیمت عمارت کی اوس ساگوان کی لکڑی سے زیادہ ہووے اور جو مساوی ہو تو اوسکو بیچکر دونون کو ثمن اوسکی دلادیجاوے قاعدہ کلیہ اس مقام کا یہ ہے کہ ضرر شدید کو دور کرنیکے واسطے ضرر خفیف کے موجب ضرر خفیف اپنا نقصان دوسرے سے لیگا در مختار ص اگر غاصب نے سونا یا چاندی غصب کرکے

اوسکی اشرفی روپیہ بنوا ڈالے یا برتن بنوالیے تو اوسکا مالک نہوگا بلکہ یہ چیزیں مالک کو دلادی جاوینگی اور غاصب کو کچھ نہ ملیگا اگر ایک شخص کی بکری لیکر اوسکو ذبح کر ڈلا تو مالک کو اختیار ہے کہ اوس بکری کو غاصب کے سر پٹخے اور اپنے دام سے لیوے یا بکری لیوے اور اوسکے نقصان کا تاوان بھی غاصب سے بھر لیوے یہی حکم ہے اگر غاصب کپڑے کو بقدر پھاڑ ڈالے کہ کچھ منفعت فوت ہو جاوے اور کچھ باقی رہے اور جو ایسا پھاڑ دے کہ بالکل نفع اوٹھانے کے قابل نرہے تو کل قیمت کا تاوان غاصب سے لیا جاویگا اور جو بہت کم پھاٹے کہ منفعت سب باقی رہے تو صرف نقصان کا تاوان اوس سے لیا جاویگا اور جس شخص نے دوسرے کی زمین میں عمارت بنالی یا درخت گاڑے **ف** بغیر اذن مالک کے **انتہا** **ص** تو اوسکو حکم ہوگا کہ اپنی عمارت یا درخت اوکھیڑ لیوے اور زمین مالک کو سپرد کر دیوے **ف** اگرچہ قیمت زمین کی عمارت اور درخت سے زیادہ ہووے اور یہی محمد رح کا قول ہے اور ظاہر الروایۃ میں ہر طرح اوکھیڑنے کا حکم ہے اسلیے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں ہے درخت ظالم کو کچھ حق روایت کیا اوسکو ابوداؤد نے سعید بن زید سے **ص** اور اگر اوس درخت یا عمارت کا اوکھیڑنا مالک کی زمین کو ضرر پہونچاوے یعنی اوس سے زمین ناقص ہو جاتی ہووے تو مالک کو پہونچتا ہے کہ غاصب کو قیمت اوس عمارت اور درخت کی دیکر وہ بھی لے لیوے تو اول زمین کی قیمت بغیر درخت اور عمارت کے پہلے لگا کر پھر درخت اور عمارت کے ساتھ بھی لگا دینگے اور جس قدر دوسری قیمت پہلی قیمت سے زائد ہوگی مالک غاصب کو دیگا **ف** دوسری قیمت جو لگائی جاویگی تو اوس میں درخت یا عمارت کی وہ قیمت لگائی جاویگی جو اوکھیڑنے والی درخت یا عمارت کی ہوگی یعنی اوکھیڑی ہوئی عمارت اور درخت میں سے اوسکی اجرت اوکھیڑنے کی مجرا کر کے باقی کو قیمت اوس درخت یا عمارت کی قرار دینگے مثلاً قیمت زمین کی سو روپیہ تھی اور قیمت اوس درخت کی اگر وہ اوکھڑا ہوا ہوتا تو دس روپیہ تھی اور اوکھڑوائی کی مزدوری ایک روپیہ ہے تو نو روپیہ قیمت درخت کی لگائی جاویگی تو اب زمین مع شجر ایک سو نو روپیہ کی ہوگی تو مالک نو روپیہ کا تاوان غاصب کو دیگا اور درخت بھی لے لیگا کذا فی الاصل **ص** اگر غاصب نے کپڑے کو سرخ رنگا یا زرد رنگا یا ستو کو غصب کر کے اوسکو گھی میں ملایا تو مالک کو اختیار ہے خواہ غاصب سے سفید کپڑے کی قیمت اور ستو کے مثل ستو لیوے یا اوسی کپڑے اور ستو کو لیکر غاصب کو رنگوائی اور گھی کے دام دیدیوے اور اگر غاصب نے اوس کپڑے کو سیاہ رنگوایا تو مالک کو اختیار ہے خواہ سفید کپڑے کی قیمت لے لیوے یا وہی سیاہ کپڑا لے لیوے اور غاصب کو کچھ نہ دیوے اسواسطے کہ سیاہ رنگنے سے کچھ کپڑے کی قیمت نہیں بڑھتی بلکہ نقص ہو جاتا ہے امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک سیاہی کا حکم بھی سرخ کا ہے **مسائل ملحقہ** اگر روپیہ غصب کر کے غاصب نے گلا ڈالے تو مالک کا حق اوسکے عین میں زائل نہوگا اگر چاندی سونا غصب کر کے اوسکے روپیہ یا اشرفی بنائے تو مالک اوسکو لے لیگا اور غاصب کو کچھ نہ دیگا مالک کو اختیار ہے کہ تاوان شی کا غاصب سے لیوے یا غاصب غاصب سے یا کچھ اول سے اور کچھ ثانی سے اگر ایک شخص نے اپنے واسطے قبر کھودی اور اوس میں دوسرے شخص نے مردہ گاڑا تو وہ تین صورتیں ہیں اگر وہ زمین قبر کھودنے والے کی ملک ہووے تو اوسکو مردہ اوکھاڑنا اور زمین کا برابر کر دینا جائز ہے اور اگر زمین مباح ہو تو اوسکو قبر کھودنے کی اجرت ملیگی اور اگر وقف کی ہووے تو اوسی طرح اوسکی اجرت ثابت ہے دوسرے کے مال میں تصرف جائز نہیں مگر چند مسائل میں ایک یہ اگر کو

لینے ولد کے مال میں تو دوسرے کا کو اپنے والد کے مال میں بقدر حاجت ضروری جیسے طعام یا دوا وغیرہ قیمت سے
خرچ کرنا درست ہے کہ شریح بالکسر کے مال میں سے بعض کے طور پر خلیفہ کو بقدر حاجت بلا اذن شریح بالکسر کے دیوے جب
قاضی کا حکم حاصل کرنا وہاں ممکن نہو کیونکہ چھوٹے تھے حالت مسافرت میں اگر ایک شخص مر جاوے تو باقی رفقا کو اوسکا اسباب
بیچنا اور اوسکی تجہیز و تکفین کرنا اور باقی حصہ کو دینا درست ہے اور اون پر تاوان نہیں ہے کذا فی الدر المختار والاشباہ

فصل مسائل متفرقہ متعلقہ غصب کے بیان میں

غاصب نے شی مغصوبہ کو چھپا دیا اور مالک کو اوسکی قیمت کا تاوان دیدیا تو اب غاصب اوس شی کا مالک ہو جاویگا
ف اور امام شافعی رح کے نزدیک نہوگا تو غاصب اوسکی کمائیوں کا بھی مالک ہو جاویگا نہ اوسکی اولاد کا درمختار ص قیمت
مغصوب میں اختلاف ہوا تو قول غاصب کا حلف سے مقبول ہوگا اگر مالک زیادتی قیمت گواہوں سے ثابت نکرے ف
تو اگر مالک نے گواہ قائم کیے یا دونوں نے گواہ قائم کیے تو گواہ مالک کے مقبول ہونگے اور غاصب کے گواہ مقبول نہونگے اور جو غاصب نے قیمت مغصوب کا بیان
نکی لیکن یہ کہا کہ مالک کے قول سے کم ہے تو غاصب پر جبر ہوگا بیان قیمت پر اور جو بیان نکرے تو اوس سے نفی زیادت پر
قسم لیجاوے تو اگر قسم سے انکار کرے تو زیادتی قیمت کی اوسکو لازم ہوگی اور جو قسم کھالیوے تو نہیں درمختار ص اگر
غاصب نے مالک کو شی مغصوب کی قیمت ادا کردی بعد اوسکے وہ شی بھی پیدا ہوئی اور قیمت اوسکی زیادہ نکلی اوس قیمت سے جو غاصب
نے مالک کو دی تھی اور مالک نے غاصب کی کہی ہوئی قیمت لی تھی تو مالک کو اختیار ہے کہ اپنی شی لے لیوے اور قیمت غاصب
واپس کر دیوے یا اوسی قیمت پر اکتفا کرے اور جو غاصب نے مالک کی کہی ہوئی قیمت دی تھی یا مالک نے جو قیمت گواہوں سے
ثابت کی تھی یا نکول سے غاصب نے وہ دی تھی تو شی مغصوب غاصب کی ہوگی اور مالک کو کچھ اختیار نہوگا اگر غاصب نے شی
مغصوبہ کو بیع کر ڈالا بعد اوسکے اوسکے مالک کو تاوان دیا تو بیع نافذ ہو جاویگی اور اعتاق نافذ نہوگا اور زوائد شی مغصوب کے
خواہ متصل ہوں جیسے غلام مغصوب موٹا ہو جاوے یا حسین ہو جاوے یا منفصل جیسے مغصوب کی اولاد اور اشجار کے پھل
غاصب کے پاس امانت ہونگے تو اوس کا تاوان نہ دینا ہوگا مگر جب غاصب تعدی کرے یا بعد طلب کرنے مالک کے نہ دیوے
تو البتہ ضمان لازم ہوگا ف اور شافعی رح کے نزدیک زوائد کا ضمان مطلقاً لازم ہوگا کذا فی الاصل ص اگر
لونڈی مغصوبہ کی قیمت بچہ جننے سے کم ہو گئی تو کمی کا تاوان غاصب کو دینا ہوگا اور بچہ سے اوسکے نقصان قیمت
کا جبر کیا جاویگا اگر بچہ کی قیمت بقدر نقصان ہو اگر غاصب نے مغصوب لونڈی سے زنا کیا پھر مالک کو پھیر دی اور وہ حاملہ
تھی بعد اوسکے مالک کے پاس ولادت سے وہ مر گئی تو غاصب اوسکی قیمت کا تاوان مالک کو دیگا بخلاف عورت حرہ کے
ف کہ اگر اوس سے زنا کرے حالت حمل میں پھیر دیا اور وہ ولادت سے مر گئی تو تاوان نہ آویگا کیونکہ عورت حرہ مال نہیں جو
کہ اوسمیں غصب متحقق ہووے ص مغصوب کے منافع کا تاوان غاصب کو دینا نہوگا ف برابر ہے کہ غاصب شی مغصوب
سے منفعت اوٹھاوے مثلاً مکان میں سکونت کرے یا بیکار رہنے دیوے کذا فی الاصل ص اگر کسی شخص نے
مسلمان کا شراب یا سور تلف کر دیا تو اوس پر کچھ تاوان نہیں ہے اور جو ذمی کا شراب یا سور تھا تو تاوان لازم ہوگا اور اگر
مسلمان کا شراب غصب کر کے سرکہ بنا ڈالا اوس طور سے جسمیں کچھ دام خرچ نہیں ہوتے جیسے دھوپ میں رکھ دے یا مردہ کا جلود

درمختار

جانور کی کھال لیکر اوسکی دباغت کی اوس چیز سے جسمین دام خرچ نہین ہوتے مثلاً مٹی اور دھوپ سے تو مالک اوسکو لے لیگا
اور غاصب کو کچھ نہ دیگا اور جو غاصب اوسکو تلف کر ڈالے گا تو ضامن ہوگا اور اگر اوسکا سرکہ بنایا نمک ڈالکر یا سرکہ ڈالکر تو وہ
غاصب کا ہو جاویگا اور مالک کو کچھ نہ ملیگا ف یہ مذہب امام ابو حنیفہ کا ہے اور صاحبین کے نزدیک مالک اوسکو لے لیگا
اور نمک کی زیادتی غاصب کو ادا کریگا کذا فی الاصل ص اسیطرح اگر کھال کی دباغت مصالح لگا کر کی جیسے قرظ
یا مازو سے تو مالک اوسکو لیکر دباغت کا خرچ غاصب کو دیدیوے اور جو غاصب اوسکو تلف کر ڈالے تو ضامن نہوگا ف
اور صاحبین کے نزدیک ضامن ہوگا جو اوس کھال کی قیمت حالت دباغت مین ہووے اور امام صاحب کی دلیل کا فرق اصل کتاب بہ شرح این مذکور ہے
ص جو شخص کسیکے گانے بجانے کے آلات توڑ ڈالے ف جیسے بربط ستار دف طبل طنبور وغیرہ ص تو اوسپر تاوان لازم ہوگا
ف امام صاحب کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک لازم نہ ہوگا اور امام صاحب کے نزدیک جو لازم ہے تو وہ لازم ہے جو
اوسکی قیمت نفس الامر مین قطع نظر لہو سے ہے جیسے ستار مین اوسکی لکڑی یا تار کا ضمان آویگا ص اور جو طبل غازیون
کا ہے یا دف وہ ہے جسکا بجانا حلال ہے شادی مین تو اوسکا ضمان بالاتفاق آویگا اسی طرح اگر کسی شخص کا سکر یا منصف
ف سکر نام ہے کچے پانی کا کھجور کے جب وہ تیز ہو جاوے اور منصف وہ پانی ہے انگور کا جسکا نصف جل چکا ہو آگ پر
پکانے سے اور بیان اسکا کتاب الاشربہ مین آویگا ص بہادیوے تو تاوان اوسکا دینا ہوگا ف امام صاحب کے
نزدیک اسیطرح گانے والی لونڈی اور مینڈھا لڑائی کا اور کبوتر اوڑنے والا اور مرغ لڑنے والا اور خصی غلام کہ ان سب
چیزون کی قیمت تلف کر دینے سے واجب ہوگی جو انکی قیمت نفس الامر مین ہووے قطع نظر معصیت سے در مختار ص
اگر کسی شخص نے دوسرے کی ام ولد کو غصب کیا پھر وہ ہلاک ہو گئی تو اوسپر تاوان لازم نہ آویگا بخلاف مدبرہ کی جس شخص نے
دوسرے کے غلام کی بیڑی پانون سے کھولدی یا جانور کی رسی نکالدی یا اصطبل کا دروازہ کھولدیا یا پنجرہ پرندہ کا کھولدیا
اور یہ چیزین جاتی رہین یا بادشاہ سے ایسے آدمی کی چغلی کھائی جو اوسکو ستاتا ہے اور حال یہ ہے کہ وہان حاکم سے نالش کرنیکے
وہ تمکر مانتا نہین ہے یا ایسے کی چغلی کھائی جو فسق کا مرتکب ہوتا ہے اور اسکے کہنے سے باز نہین آتا یا کسی ایسے بادشاہ سے جو کبھی
ڈانڈ لیتا ہے اور کبھی نہین لیتا یہ کہدیا کہ فلان شخص نے مال پایا ہے پھر بادشاہ نے اوس موذی یا فاسق یا مال پانے والے سے
کچھ ڈانڈ لیا تو شخص مذکور پر اوسکا تاوان نہ آویگا البتہ اگر وہ بادشاہ ایسا ہو جو ہمیشہ ڈانڈ لیا کرتا ہو تو چغلخور پر تاوان لازم آویگا
اسی طرح ضمان لازم آتا ہے چغلخور پر اگر اوسنے ناحق چغلی کھائی زجر اور توبیخ کے واسطے امام محمد کے نزدیک اور اسی پر فتوی
ہے اور شیخین کے نزدیک لازم نہین آتا **مسائل ملحقہ مترجم** اگر مسلمان نے ذمی سے شراب
لیکر پی تو مسلمان پر ضمان اوس شراب کی واجب نہوگی تاوان حکم کرنے والے پر نہین ہے بلکہ فعل کرنے والے پر ہے مگر
کئی جگہ ایک سلطان دوسرے باپ تیسرے مولی جب مامور صبی یا عبد ہووے اگر جوڑے مین سے ایک فرد تلف کر دے
تو فرد باقی بھی اوسیکو دیگا جسکے ہے وہ تاوان کل کا ادا کرے ابو یوسف نے کہا کہ ایک شخص نے زمین غصب کی اور اوسمین
مسجد بنائی اور دوکانین اور حمام تو اوس مسجد مین نماز کا مضائقہ نہین لیکن حمام مین نہ جانا چاہیے اور دوکانون کا کرایہ
لینا بھی درست نہین اور ہشام کے قول مین مکروہ ہے اور جو لوگ زمین کو زمین مغصوب جانکر لیتے ہین انکی شہادت مقبول نہین درمختار و طحاوی

کتاب الشفعة

شفعہ مشتق ہے شفع سے جسکے معنی ملانے کے ہیں اور اصطلاح شرع میں ص شفعہ عبارت ہے مالک ہونے سے عقار کے جبرا
اوپر مشتری کے بعوض مثل قیمت مشتری کے ف یعنی جن داموں کو مشتری نے لیا ہے اونہی داموں کو جبرا اوس سے
عقار لینا ص اور واجب ہوتا ہے شفعہ بعد بیع کے اور مضبوط ہو جاتا ہے گواہ کرنے سے ف اسواسطے کہ حق شفعہ کا
قبل گواہ کرنے کے متزلزل ہے اسلیے کہ اگر وہ طلب میں تاخیر کرے گا تو شفعہ باطل ہوگا تو جب اوسنے گواہ کر دیے شفعہ
مضبوط ہو گیا کذا فی الاکمل ص اور شفیع اوس عقار کا مالک ہو جاتا ہے مشتری کی رضامندی سے یا قاضی کے
حکم سے اور شفعہ واجب ہوتا ہے بقدر شفیعوں کی تعداد کے نہ بقدر ملک کے ف یعنی اگر دو تین آدمی ایک عقار کے
شفیع ہوں تو وہ عقار علی السویہ سب میں تقسیم ہوگا نہ بقدر ملک مثلاً ایک زمین میں تین آدمی شریک ہیں ایک نصف
کا دوسرا ثلث کا تیسرا سدس کا اب صاحب نصف نے اپنا حصہ بیچا اور دونوں شریکوں نے شفعہ طلب کیا تو نصف
عقار مبیعہ کا دونوں کو دلایا جاویگا اور شافعی رح کے نزدیک اوس نصف عقار مبیعہ کے دو حصے صاحب ثلث کو اور ایک
حصہ صاحب سدس کو ملیگا کذا فی الدر المختار ص شفعہ اول اوس شریک کو پہونچتا ہے جو ذات مبیع میں شریک ہووے
پھر جو حقوق مبیع میں شریک ہووے مثلاً پانی کے حصے میں یا راہ میں شریک ہووے اور مراد پانی کے حصہ اور راہ سے
وہ ہیں جو مخصوص ہوں مثلاً پانی کا حصہ اوس چھوٹی نہر کا جسمیں کشتیاں نہیں چلتیں اور راہ وہ جو نافذ نہیں ہے ف
اور جو پانی کا حصہ یا راہ عام ہے تو شفعہ ثابت نہوگا در مختار ص پھر ہمسایہ کو جو ملا ہوا ہو اور دروازہ اوسکے مکان کا دوسرے
کوچے میں ہو ف اور جو اوسکا دروازہ اوسی کوچے میں ہے اور وہ کوچہ غیر نافذہ ہے تو وہ شریک ہے حق مبیع میں نہ جار
تو جب تک شریک فی المبیع موجود ہے شفعہ شریک فی حق المبیع اور جار کو نہ ملیگا پھر اگر وہ شفعہ نہ لیوے تو شریک فی حق المبیع
کو ملیگا اور جار کو نہ پہونچے گا پھر اگر شریک فی حق المبیع بھی شفعہ نہ لیوے تو جار کو پہونچے گا لیکن اوسی جار کو جسکی زمین یا مکان
عقار مبیعہ سے لاصق اور متصل ہے اور جو اون دونوں کے بیچ میں طریق نافذ موجود ہے تو اوسکو حق شفعہ ثابت نہوگا یہ ترتیب
شفیعوں کے اور استحقاق امام اعظم رح کے نزدیک ہے اور شافعی اور مالک کے نزدیک ہمسایہ کو حق شفعہ نہیں ہے ہماری دلیل
بہت سی احادیث ہیں پہلی حدیث ابو رافع کی روایت کیا اوسکو بخاری نے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمسایہ
زیادہ حقدار ہے اپنے شفعہ کا دوسری حدیث انس بن مالک کی کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمسایہ زیادہ حق
رکھتا ہے روایت کیا اوسکو نسائی نے اور صحیح کیا اوسکو ابن حبان نے تیسری حدیث جابر رض کی کہ فرمایا رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمسایہ زیادہ حقدار ہے اپنے ہمسایہ کے شفعہ کا انتظار کیا جاویگا اگر وہ غائب ہو جب ہو راہ اون دونوں
کی ایک روایت کیا اوسکو امام احمد اور چاروں عالموں نے اور راوی اسکے سب معتبر ہیں ان احادیث سے استحقاق
ہمسایہ کا واسطے شفعہ کے ثابت ہوا اب ترتیب تو روایت کی صاحب ہدایہ نے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
نے شریک زیادہ حقدار ہے خلیط سے اور خلیط زیادہ حقدار ہے شفیع سے شریک سے مراد شریک فی نفس المبیع ہے اور خلیط سے
فی حق المبیع اور شفیع سے ہمسایہ کہا زیلعی نے تخریج میں کہ یہ حدیث غریب ہے اور کہا ابن جوزی نے کہ یہ حدیث غیر معروف ہے

اور روایت کی ابن ابی شیبہ نے مصنف میں شریح سے کہ خلیط احق تر شفیع سے ہے اور شفیع جار سے اور جار اپنے سوا اور لوگون سے اور بھی روایت کی ابن ابی شیبہ نے ابراہیم نخعی سے کہ کہا انھون نے شریک اول حقدار ہے شفعہ کا تو اگر شریک نہو تو ہمسایہ حقدار ہے اور خلیط احق ہے شفیع سے اور شفیع احق ہے اپنے سوا اور لوگون سے انتہی اور قیاس کا مقتضی بھی یہی ہے کیونکہ شریک فی نفس المبیع ذات مبیع مین شریک ہے تو اوسکا حق زیادہ ہے بعد اوسکے وہ ہے جو ذات مبیع مین شریک نہو وے بلکہ حقوق مین شریک ہووے پھر وہ جو ہمسایہ ہووے **ص** اور جسکی کڑیان دیوار عقار مبیعہ پر رکھی ہون تو وہ بھی ہمسایہ ہے **ف** یعنی شریک نہین ہے اسی طرح جو ہمسایہ کہ اوسکا گھر عقار مبیعہ کے سامنے ہے کوچہ غیر نافذہ مین تو اوسکو بھی شفعہ ہے اور اگر کوچہ نافذہ مین ہے تو شفعہ نہین ہے اگر کوئی شفیع غائب ہو تو شفیع حاضر کو کل شفعہ ملجاویگا پھر جب شفیع غائب حاضر ہووے اور شفعہ طلب کرے تو اوسکو بھی بلحاظ استحقاق شفعہ ملیگا اگر شفیع نے قبل بیع عقار مبیعہ کے اپنا شفعہ ساقط کر دیا تو اوسکا اعتبار نہوگا بعد بیع کے پھر طلب کر سکتا ہے شفیع نہین کر سکتا کہ عقار مبیعہ مین سے کچھ لیوے اور کچھ نہ لیوے بدون رضامندی مشتری کے اور عقار وقف اور اوسکے جوار مین شفعہ نہین ہے درمختار

باب طلب شفعہ کے بیان مین

ص شفعہ مین تین طلب ضرور ہین پہلی یہ کہ شفیع کو جب بیع کی خبر ہو پہنچے تو مجلس علم مین شفعہ کو طلب کرے ایسے الفاظ سے جنسے طلب شفعہ کی سمجھی جاوے مثلاً یون کہے کہ مینے شفعہ طلب کیا یا مین طالب ہون شفعہ کا یا مین طلب کرتا ہون شفعہ کو یہ اختیار ہے کرخی کا اور بعضون کے نزدیک ضرور ہے کہ جس وقت شفیع کو خبر شفعہ کی پہونچے اوسی وقت طلب شفعہ کی کرے اگر ذری دیر بھی چپ رہے گا تو شفعہ اوسکا باطل ہوگا **ف** یعنی مجلس تک انتظار نہوگا بلکہ خبر پہونچتے ہی طلب شفعہ ضرور ہو درمختار مین ہے کہ اسی پر فتوی ہے اور اختیار کرخی اصح ہے اور متون سب اوسی پر ہین **ص** اور اس طلب کو طلب مواثبہ کہتے ہین **ف** اسلیے کہ مواثبت کے معنی کودنی اور اوچھلنے کے ہین تو یہ طلب بھی غایت تعجیل کی ہے گویا شفیع کودتا ہے اور شفعہ طلب کرتا ہے کذا فی الاصل **ص** پھر دوسری شفیع گواہ کیوے عقار پر جاکر یا اوس شخص پاس جسکے قبضے مین وہ عقار اوس وقت ہووے خواہ بائع ہو یا مشتری لیس کہے کہ فلان شخص نے اس گھر کو خریدا ہے اور مین اوسکا شفیع ہون اور تحقیق کہ مینے شفعہ طلب کیا تھا اور اب بھی طلب کرتا ہون تو گواہ رہو اس بات پر اور اس طلب کو طلب اشہاد کہتے ہین **ف** جاننا چاہیے کہ یہ طلب ضرور ہے جب قادر ہو شفیع گواہ کرنے پر گھر پاس جاکر یا قابض کے پاس جاکر یہان تک کہ اگر باوصف قدرت کے شفیع نے طلب اشہاد نکی تو شفعہ اوسکا باطل ہوجاویگا اور ذخیرہ مین ہے کہ جب شفیع مکے کے رستے مین ہو اور اوسنے بیع کی خبر سنکر طلب مواثبت کی اور عاجز ہوا طلب اشہاد سے گھر پر جاکر یا قابض کے پاس جاکر تو وہ ایک شخص کو وکیل کرے اگر پاوے اور جو کسیکو نہ پاوے تو ایک قاصد یا خط بھیج دیوے سو اگر یہ بھی ممکن نہووے تو شفعہ اوسکا باقی رہیگا تو جب حاضر ہو شفعہ کو طلب کرے اور جو یہ امور ممکن ہوون اور نہ کرے تو شفعہ اوس کا باطل ہوجاویگا کذا فی الاصل **ص** پھر تیسری طلب یہ ہے شفیع شفعہ کو قاضی پاس سوکہے قاضی پاس جاکر کہ فلان شخص نے ایک گھر ایسا خریدا ہے اور مین اوسکا شفیع ہون

بسبب مالک ہونے اپنے گھر کے تو حکم کرو خریدار کو کہ وہ گھر مجھے دیدیوے اور اس طلب کو طلب تملیک اور طلب خصومت بھی کہتے ہیں
اور اس طلب میں تاخیر کرنے سے شفعہ باطل نہیں ہوتا اور کہا امام محمد نے کہ اگر ایک مہینہ تک اگر طلب خصومت نکرے
تو اوسکا شفعہ باطل ہوجاویگا اور اسی پر فتوی ہے ف اور ظاہر روایت یہ ہے کہ شفعہ باطل نہوگا اس طلب کی تاخیر
سے جب تک شفیع زبان سے اپنے شفعہ ساقط نکرے اور یہی مفتی بہ ہے اور یہی ظاہر مذہب ہے اور جب فتوی کا ظاہر الروایت
اور غیر ظاہر مذہب پر ہووے تو ظاہر الروایت مقدم ہے کذا فی الطحطاوی ص اور جس وقت قاضی کے پاس شفیع شفعہ
طلب کرے تو قاضی خصم ف یعنی مدعی علیہ مشتری ص سے سوال کرے کہ شفیع اوس عقار کا مالک ہے جسکے
سبب سے دعوی شفعہ دوسرے عقار کا کرتا ہے ف زیلعی نے کہا کہ شفیع کا سوال کرنا بعد طلب شفیع کے غیر مناسب ہے بلکہ قاضی مدعی اول سوال کرے
قبل مدعی علیہ کی طلب کے کہ گھر کون شہر کس محلے میں ہے اور اوسکے حدود کیا ہیں اسواسطے کہ اوسنے حق کا دعوی کیا تو وہ معلوم چاہیئے اسلیئے کہ دعوی مجہول صحیح نہیں
ہے پھر جب وہ بیان کرے تو سوال کرے کہ مشتری گھر کا قابض ہے یا نہیں اسواسطے کہ بلا قبض مشتری پر دعوی صحیح نہیں جب تک بائع حاضر نہو پھر
جب اسکو بیان کرے تو شفعہ کے سبب اور اوسکے حدود سے سوال کرے اسواسطے کہ لوگ اسمیں مختلف ہوتے ہیں شاید کہ وہ سبب غیر صالح کی وجہ سے دعوی کرتا ہو
یا وہ اور شخص احق کے سبب سے محجوب ہووے پھر جب سبب صالح کا بیان کرے اور محجوب نہو تو اوس سے سوال کرے کہ تجھکو علم بیع
کب سے ہوا اور تو نے کیا کیا تھا جب علم ہوا تھا اسلیئے کہ شفعہ باطل ہوجاتا ہے طول زمان اور اعراض یعنی طلب اول و ثانی کے
ترک کرنے سے تو اس کا ظاہر ہونا بھی ضروری ہے پھر جب اسکو بیان کرے تو طلب تقریر سے سوال کرے کہ کیونکر کی اور کسکے
پاس شہادت ہوا اور جسکے پاس اشہاد واقع ہوا وہ قریب تھا اپنے غیر سے یا نہیں پھر جب کہ شفیع یہ سب کچھہ بیان کردیوے اور کسی شرط کو فوت ہونے
دیا ہووے تو دعوی اوسکا پورا اور کامل ہوگا تو اب مدعی علیہ کیطرف قاضی متوجہ ہووے اور اوس گھر کی ملک کا سوال
کرے جسکی ملک کے سبب سے شفیع کو استحقاق شفعہ حاصل ہے طحطاوی ص تو جب مدعی علیہ اقرار کرے اوس عقار کے
مملوک ہونیکا واسطے شفیع کے یا انکار کرے قسم کھانے سے اپنے علم پر یا شفیع گواہ قائم کرے اپنی ملک پر بیت عقار
مذکور میں تو اب قاضی اوس سے سوال کرے کہ تو نے دوسرا عقار خرید کیا ہے یا نہیں اگر وہ اقرار کرے خریدنیکا یا انکار
کرے تو قسم کھانے سے حاصل ہے یا سبب پر ف جاننا چاہیئے کہ جہاں پر ثبوت شفعہ کا متفق علیہ ہے جیسے شفعہ
خلیط تو وہاں قسم حاصل پر دیجاویگی مثلاً مدعی علیہ کو یہ کہنا ہوگا کہ واللہ اس شفیع کا استحقاق شفعہ مجھپر نہیں ہے اور جہاں
مختلف فیہ ہے جیسے شفعہ جوار تو وہاں قسم سبب پر دیجاویگی اسطرح کہ واللہ میں نے اوس عقار کو نہیں خریدا اسلیئے کہ اگر
حاصل پر یہاں بھی قسم دیجاوے تو اوسکو گنجائش ہے کہ شافعی کے مذہب پر قسم کھالیوے اور اسکا ذکر کتاب الدعوی میں
گذر چکا کذا فی الاکمل ص یا شفیع گواہ قائم کرے مدعی علیہ کی خرید پر تو قاضی شفعہ کا حق شفیع کے لیے ثابت
کردیوے ف یہ جب ہے کہ مدعی علیہ شفیع کے طلب شفعہ کا منکر نہووے اور جو منکر ہووے اور شفیع پاس طلب مواثبہ
اور طلب اشہاد کے گواہ نہوں تو قول مدعی علیہ کا قسم سے قبول ہوگا کذا فی المختار ص اگرچہ شفیع وقت دعوی کے ثمن قاضی
کے پاس نہ لایا ہووے اور جب شفیع کا شفعہ قاضی حکماً ثابت کردیوے تو اب شفیع کو ثمن حاضر کرنا ضرور ہوگا اور مدعی علیہ کو عقار کا
روک رکھنا واسطے وصول ثمن کے پہنچتا ہے اور اگر شفیع نے ادائے ثمن میں تاخیر کی تو حق شفعہ باطل نہوگا اور جو بائع نے وہ عقار

ابھی مشتری کے قبضہ مین نہ دیا ہو تو خصم شفیع کا بائع ہوگا لیکن گواہ نہ سُنے جاوینگے بائع پر جبتک مشتری حاضر نہووے
ف اسلیے کہ وہی مالک ہے تو اوسکے حضور مین فسخ بیع کیا جاویگا برخلاف اوس صورت کے کہ مشتری کے قبضہ مین عقار
آگیا تو اب بائع کا حاضر ہونا ضرور نہین ہے اسلیے کہ وہ اجنبی ہوگیا کذا فی الاصل ص اور فیصلہ شفعہ کا بائع پر کیا جاویگا اور عہدہ
ثمن ف جب وہ مبیع کسی اور کی نکلے ص بائع پر رہیگا اور شفیع کو خیار الرویت اور خیار العیب ثابت ہوگا اگرچہ مشتری شرط
کر لیوے براءت کی ہر عیب سے اور جو شفیع اور مشتری نے اختلاف کیا ثمن مین اوس عقار کے ف اور گھر مشتری کے قبضہ مین
ہے اور ثمن بائع کو نقد دیا گیا ہے در مختار ص تو قول مشتری کا قسم سے مقبول ہوگا اور جو دونون گواہ لاوے تو شفیع کے
گواہ مقبول ہونگے ف طرفین کے نزدیک اور ابو یوسف کے نزدیک مشتری کے اور فتوی طرفین کے قول پر ہے ص اگر مشتری
نے ثمن زیادہ بیان کی اور بائع نے اوس سے کم کہی تو اگر ثمن بائع لے چکا ہے تو قول مشتری کا ورنہ بائع کا صحیح سمجھا جاویگا
ف اور جس صورت مین اسکا عکس ہووے تو قبض ثمن کے بعد مشتری کا قول مقبول ہے اور قبل قبض کے دونون کو قسم کھانا
ہوگا اور جو نکول کرے تو طرف ثانی کا قول مقبول ہو جاویگا اور جو دونون نے قسم کھالی تو بیع فسخ ہو جاویگی اور شفیع بائع کی کہی قیمت
دیکر عقار لے لیگا در مختار ص اگر بائع مشتری کو کل ثمن چھوڑ دیوے تو شفیع کو پوری ثمن مشتری کو دینا ہوگی اور جو بائع
کچھ ثمن مشتری کو چھوڑ دیوے تو اوسی قدر شفیع سے بھی چھوٹ جاویگی ف اور جو کچھ بائع بڑھا دیوے تو شفیع پر نہ بڑھیگی
در مختار ص اگر مشتری نے ثمن مثلی کے بدلے مین عقار کو خریدا ہے تو شفیع بھی ثمن مثلی دیوے اور جو غیر مثلی سے خریدا
تو شفیع اوسکی قیمت مشتری کو دیوے ف یعنی جو قیمت روز خرید اوس چیز کی ہووے در مختار ص تو عقار کی بیع
مین بعوض عقار کے ہر ایک عقار کا شفیع دوسرے عقار کی قیمت کے بدلے مین لیوے اور اگر بیع بعوض ثمن موجل کے ہو
تو شفیع نقد دام دیکر لے لیوے یا شفعہ ابھی طلب کرے اور عقار بعد گذر جانے مدت ثمن کے لیوے اور جو شفعہ طلب نکیا تو شفعہ
باطل ہوگا اگر ذمی نے عقار کو بعوض شراب یا سور کے خریدا اور شفیع بھی ذمی ہے تو شراب کی صورت مین شراب دیکر اور
سور کی صورت مین قیمت اوسکی دیکر عقار لے لیوے اور جو شفیع مسلمان ہو تو دونون صورتون مین قیمت دیوے اگر
مشتری نے اوس عقار مین عمارت بنائی یا درخت لگائے تو شفیع کو اختیار ہے کہ ثمن عقار کے ساتھ اون دونون کی
قیمت جو حالت استحقاق قلع مین ہو دیکر اونکو بھی لے لیوے یا مشتری پر جبر کرے کہ اپنا عملہ اور درخت اوکھاڑ
لیجاوے اگر شفیع نے زمین لیکر اوسمین عمارت بنائی یا درخت لگائے پھر وہ کسی اور کی نکلی تو شفیع مشتری
سے صرف ثمن پھیر لیوے اور قیمت عمارت اور درخت کی کسی سے نہین لے سکتا برخلاف مشتری کے
کہ اگر اوسکو ایسی صورت ہووے تو وہ بائع سے ثمن پھیر لیوے اور قیمت درخت اور عمارت کی بھی
لیوے اگر مشتری نے ایک گھر خریدا بعد اوسکے وہ ویران اور خراب ہو گیا یا باغ خریدا
اور اوسکے درخت سوکھ گئے تو شفیع اگر اوسکو لیوے تو پوری ثمن دیکر لیوے کچھ کم نہین کر سکتا اگر مشتری نے مکان لیکر
اوسکو گرا دیا تو شفیع صرف زمین کی قیمت دیکر زمین لے لیوے اور اینٹ لکڑی چونا وغیرہ مشتری کا رہیگا اور اگر مشتری نے
زمین خریدی اور اوسکے اندر کے درخت بھی اوسکے ساتھ مع پھل مول لیے اور جس وقت خریدا اوس وقت درخت پھل نہ تھے

پھر لگ آئے تو شفیع بھی دونون صورتون مین درخت مع پھلون کے لیگا اور اگر مشتری نے اونکو کاٹ لیا تو صورت اول مین پھلون کے دام مجرا لیکر شفیع ثمن دیوے اور صورت ثانی مین کل ثمن ادا کرے ف اسواسطے کہ اصل مشتری نے جس وقت خریدا تھا نہ تھے اگر شفیع کے لیے حکم شفعہ کا قاضی نے کردیا تو اب شفیع کو اوس کا چھوڑنا جائز نہین درمختار

ص باب بیان مین اوسکے جسمین شفعہ ہوتا ہے اور جسمین نہین ہوتا اور جس سے شفعہ باطل ہو جاتا ہے

شفعہ واجب ہوتا ہے قصداً ف یعنی بالذات نہ بالتبع اسواسطے کہ بالتبع زمین کے اشجار اور بنا مین بھی شفعہ ہو جاتا ہے لیکن بالذات اوسمین نہین ہوتا مثلاً فقط اشجار یا عمارت فروخت کیے جاوین بدون زمین کے تو اوسمین شفعہ واجب ہوگا ص اوس شی غیر منقول مین جو ملک مین آوے عوض کے بدلے مین اور وہ عوض مال ہووے اگرچہ اوسکی تقسیم نہوسکے جیسے چکی کا گھر مع چکی کے اور حمام اور کنوان ف عوض کے قید سے ہبہ نکل گیا یہان تک کہ اگر مالک نے مکان ایک شخص کو ہبہ کیا تو شفیع کو حق شفعہ نہوگا البتہ اگر ہبہ بالعوض کریگا تو شفعہ ثابت ہوگا اور مال کی قید سے وہ صورت نکل گئی کہ عقار کا عوض مال نہو جیسے ایک گھر عوض مین نکاح یا خلع کے دیا جاوے اور غیر مقسوم کے بیان سے یہ فائدہ ہے کہ شافعی رح کے نزدیک غیر مقسوم مین شفعہ نہین ہے اسلیے کہ شفعہ واسطے دفع کرنے محنت قسمت کے ہے اور ہمارے نزدیک شفعہ ہے کیونکہ شفعہ واسطے دفع ضرر جوار کے ہے کذا فی الاکمل مع زیادۃ ص تو اسباب منقولہ اور کشتی اور عمارت اور اشجار مین جب تنہا بیچے جاوین بدون زمین کے شفعہ نہین ہے اسی طرح شفعہ نہین ہے میراث اور صدقہ اور ہبہ بلا عوض اور جو گھر مین کہ تقسیم کیا جاوے شرکا مین یا اجرت کے عوض مین دیا جاوے یا بدل مین خلع کے یا آزادی کے یا بدل مین صلح کے قتل عمد سے یا مہر اگرچہ بعض گھر کے مقابلے مین مال بھی ہو ف جیسے ایک مکان کو مہر مقرر کرکے اوسپر نکاح کیا اس شرط سے کہ عورت ایک ہزار روپیہ پھیر دیوے تو تمام گھر مین شفعہ نہوگا امام صاحب کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک ہزار کے حصے مین شفعہ واجب ہوگا کذا فی الاکمل ص اگر عقار اس طرح بیع ہوا کہ بائع کو پھیر لینے کا اختیار ہے تو جب تک بائع کو اختیار رہیگا شفعہ واجب نہوگا ف پھر اگر اختیار ساقط ہوا تو شفعہ واجب ہوگیا بشرطیکہ شفیع اوس وقت طلب کرے قول صحیح یہی ہے اور بعضون کے نزدیک بیع کے وقت طلب کرنا ضروری ہے اور اس قول کی بھی تصحیح ہوئی ہے درمختار ص اگر عقار کی بیع بطور فاسد ہوئی تو جب تک حق فسخ باقی ہے شفیع کو شفعہ نہ پہونچے گا ف اور جب حق فسخ ساقط ہو جاوے مثلاً مشتری اوسمین عمارت بنادے تو شفعہ ثابت ہو جاویگا کذا فی الاکمل ص اگر بیع کیوقت شفیع نے شفعہ نہ لیا بعد اوسکے بیع بسبب خیار الرویت یا خیار الشرط یا خیار العیب مین بحکم قاضی بائع پاس پھر آئی تو اب شفیع کو شفعہ نہ پہونچے گا اور جو بغیر حکم قاضی وہ شی خیار العیب مین یا باقالہ مبیع بائع پاس آئی تو حق شفعہ ثابت ہوگا اور غلام ماذون مدیون کو اپنے مولی کے مال مین اور سید کو اپنے غلام ماذون مدیون کے مال مین حق شفعہ پہونچتا ہے اور شفعہ ثابت ہے اوس شخص کے لیے جو خود خرید کرے یا دوسرے کے لیے خریدے یا کوئی دوسرا اوسکے لیے خریدے فائدہ اسکا یہ ہے کہ اگر مشتری یا موکل شریک ہون اور ایک دوسرا اور شریک ہو تو مشتری اور موکل کو بھی شفعہ پہونچیگا ف مثلاً ایک گھر مین تین شخص شریک مین اب ایک شریک نے دوسرے کو وکیل کیا تیسری کا حصہ خریدنے کے لیے تو موکل شفیع ہے اور وکیل مشتری ہے تو دونون کو حق شفعہ پہونچیگا

کذا فی المبسوط ص اور اگر مشتری شریک ہووے اور گھر کا ایک ہمسایہ ہووے تو شریک کے ہوتے ہوئے ہمسایہ کو
شفعہ نہ پہونچیگا اور جو شخص بیچے اوسکا اقالہ یا اوسکی طرف سے دوسرا شخص بیچے یا وہ مال کا ضامن ہووے گا اور وہ شفیع ہو تو اوسکا
شفعہ ساقط ہو جاویگا ف اسلیے کہ بیع اور ضمان درک مبیع کی عدم خواہش پر دلالت کرتا ہے لہذا شفعہ باطل ہو گیا ص
اگر کسی نے اپنی زمین اس طرح بیچی کہ جانب شفیع کی طرف ملی تھی اوس میں سے ایک ہاتھ کم کر کے فروخت کی ف یہ پہلا حیلہ ہے اسقاط
شفعہ کا جو سبب جوار کے ہووے صورت اوسکی یہ ہے کہ گھر کو بیع کرے مگر ایک ہاتھ یا ایک بالشت یا ایک اونگل سے
سوا طول عرض میں اور طول میں جسقدر شفیع کی زمین سے ملی ہے چھوڑ کر باقی کو بیع کرے ص تو شفیع کو شفعہ نہ پہونچیگا
ف اسواسطے کہ شفیع کو شفعہ صرف اتصال کی وجہ تھا اور اتصال مبیع سے یہاں نہ رہا ص یا ایک حصہ اوس زمین
کا پہلے خرید کرے اور پھر باقی تو شفیع کو صرف حصہ اول میں شفعہ پہونچیگا نہ ثانی میں ف یہ دوسرا حیلہ ہے واسطے اسقاط
حق شفعہ ہمسایہ کے نہ پہونچنے کی یہ ہے کہ جب ایک گھر کے خرید کا ارادہ کرے بدلے میں ایک ہزار روپیہ کے تو اوس کل گھر
میں سے کسیقدر حصہ اگرچہ قلیل ہو جیسے ہزارواں حصہ اوس گھر کا نوسو ننانوے روپے کو خرید لیوے پھر باقی گھر کو ایک روپیہ
کو خرید کرے تو ہمسایہ کو حق شفعہ صرف ہزارویں حصے میں گھر کے پہونچیگا اور وہ اوسکو بوجہ گرانی قیمت نہ لے سکے گا
اور قلت مقدار زمین کے اور دوسرے حصے کو نہیں لے سکتا اسلیے کہ مشتری دوسرے حصے کے خریدتے وقت شریک
تھا اور شریک مقدم ہے ہمسایہ پر کذا فی الاصل مع زیادۃ ص یا ثمن کے عوض میں خرید کے ایک کپڑا بائع
کو دیدیوے تو شفیع نہیں لے سکیگا مگر کل ثمن کے بدلے میں ف یہ تیسرا حیلہ ہے واسطے اسقاط حق شفعہ شفیع کے برابر ہے
کہ ہمسایہ ہو یا شریک صورت اسکی یوں ہے کہ ایک گھر سو روپے کی مالیت کا ہے اوسکو ہزار روپے کے بدلے میں خرید کرے عوض
ہزار روپے زر ثمن کے بائع کو کپڑا یا اور کوئی جنس سو روپے کی مالیت کی دیدیوے تو شفیع اب اوس گھر کو نہیں لے سکتا مگر
ہزار روپے کے عوض میں کذا فی الاصل ص حیلہ شرعی کرنا واسطے ساقط کرنے زکوۃ اور شفعہ کے امام ابو یوسف کے
نزدیک مکروہ نہیں ہے اور محمد کے نزدیک مکروہ ہے مگر فتوی شفعہ میں ابو یوسف کے قول پر ہے اور زکوۃ میں محمد کے قول پر ف
اسواسطے کہ زکوۃ عبادت ہے اوس میں حیلہ کرنا انتہا کی برائی ہے اسلیے کہ یہ اختیار کرنا ہے بخل کا اور قطع ہے فقرا کے حقوق کا جنکو
اللہ تعالی نے مقرر کیا اغنیا کے مال میں اور وہ داخل ہو جاتا ہے مذمت میں اون لوگوں کے جنکی برائی اس آیت میں ہے
وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُونَهَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ الآیۃ اور میں کہتا ہوں کہ شفعہ مشروع ہوا ہے
واسطے دفع کرنے ضرر جوار کے تو مشتری اگر ایسا شخص ہے جس سے ہمسایے کے لوگ ایذا پاتے ہیں تو اسقاط شفعہ حلال
نہیں ہے اور اگر مشتری مرد نیک ہے ہمسائے اوس سے نفع اوٹھاتے ہیں لیکن ناحق شفیع اوسکا رہنا نہیں چاہتا تو اوس صورت
میں حیلہ کرے واسطے اسقاط شفعہ کے کذا فی الاصل ص اگر شفیع نے طلب مواثبہ ترک کیا یا طلب اشہاد ترک کیا بعد
بیع کے شفعہ کا چھوڑ دیا اگرچہ شفعہ چھوڑ دینے والا باپ یا وصی یا وکیل شفیع کا ہو یا شفیع نے صلح کر لی اپنے حق شفعہ کے
بدلے میں کسی عوض پر تو ان سب صورتوں میں شفعہ باطل ہو جاویگا اور صورت اخیرہ میں شفیع کو وہ عوض بھی پھیر دینا ہوگا
اسی طرح اگر شفیع مر جاوے تب بھی شفعہ باطل ہوگا اور اوسکے وارثوں کو نہ پہونچیگا ف جب بیع کے بعد شفیع قبل

قضاے قاضی بعد بیع کے مرجاوے اور جو بعد حکم قاضی کے مرجاوے قبل ادا کرنے ثمن کے یا بعد ادا کرنے ثمن کے تو وارثون
کو شفعہ ملے گا کذا فی الاصل ص اگر مشتری مرجاوے تو شفعہ ساقط نہوگا ف بلکہ اوسکے ورثہ سے شفعہ طلب کیا جاویگا
ص اگر شفیع قبل اس بات سے کہ قاضی شفعہ کا حکم کرے اوس جائداد کو اپنی بیچڈالے جسکے سبب سے اوسکو استحقاق شفعہ کا
حاصل ہی تب بھی شفعہ اوسکا باطل ہوجاویگا ف الا جب کہ بیع بشرط خیار کرے یا بعد حکم قاضی کے بیچے ص اگر شفیع
کو خبر پہونچی کہ مکان زید خرید تا ہی اور اوسنے شفعہ چھوڑدیا بعد معلوم ہوا کہ عمرو نے خریدا یا شفیع کو پہلے معلوم ہوا کہ مکان ہزار روپے کو
فروخت ہوا تو اوسنے شفعہ چھوڑدیا پھر یہ کھلا کہ ہزار سے کم کو بکا یا ایسی چیز کیلی یا وزنی یا عددی متقارب کے بدلے مین بکا کہ قیمت
اوسکی ہزار یا زیادہ ہی تو شفیع کو پھر دعوی شفعہ پہونچے گا اور جو یہ کھلا کہ اسباب کے بدلے مین بکا جسکی قیمت ہزار روپے یا زیادہ ہی
تو شفعہ نہ پہونچیگا ف اسواسطے کہ کیلی وزنی اشیا دینا کبھی شفیع کو آسان ہوتا ہی بہ نسبت زر نقد کے اور اسباب
مین اگر اوسکی قیمت ہزار روپے ہی تو شفیع کو ہزار روپیہ دینا ہوگا اور ہزار روپیہ پر وہ شفعہ چھوڑ چکا ہی اور اگر زیادہ ہی تو بطریق
اولی شفعہ نہوگا کذا فی الاصل ص اگر چند شخصون نے ایک مکان ایک شخص سے لیا تو شفیع ایک شخص کا حصہ لے سکتا ہی
اور جو چند شخصون نے اپنا مکان ایک کے ہاتھ بیچا تو شفیع ایک بائع کا حصہ نہین لے سکتا اگر ایک شخص نے آدھی زمین مین سے نصف
زمین بیچڈالی پھر اوسکو تقسیم کیا یعنی اپنا نصف جدا کیا اور مشتری کا نصف علحدہ کیا تو شفیع اوس نصف کو لے سکتا ہی
مسائل ملحقہ ابراے عام سے شفعہ ساقط ہوجاتا ہی قضاءً نہ دیانةً اگر شفیع شفعہ کو نہ جانتا ہووے اگر دار مبیعہ
کی ملک کا بھی دعوی ہی اور شفعہ کا بھی تو یون دعوی کرے کہ مین اس گھر کی ملک کا دعوی کرتا ہون اگر یہ گھر مجھے
پونہچا تو بہتر ہی ورنہ مین شفعہ کے دعوی پر ہون جب لڑکے کا کوئی ولی نہین ہی تو اوس کا شفعہ
باطل نہوگا اگر قاضی اوسکی طرف سے کوئی کارپرداز مقرر کرے تو وہ شفعہ کو طلب کرے در مختار

کتاب القسمة

قسمت کہتے ہین ایک حصۂ شائع ف یعنی پھیلے ہوئے ص کو جمع کردینا اور معین کردینا ف اور قسمت کا
سبب طلب کرنا ہی سب شریکون کا یا بعض کا منفعت کو اپنی ملک سے تو اگر شریکون کی طلب نہ پائی جاوے تو قسمت کرنا صحیح نہین
اور شرط قسمت یہ ہی کہ منفعت فوت نہو جاوے تو دیوار اور حمام اور مانند اسکے قسمت نہ کی جاویگی در مختار ص جو
چیز مثلی ہی تو اوسکی قسمت مین افراز یعنی اپنے حق کا جدا کرلینا غالب ہی اور جو غیر مثلی ہی تو اوسمین مبادلہ غالب ہی ف
مثلی مین جیسے گیہون چانول جو وغیرہ مین افراز اسلیے غالب ہی کہ اوسکے اجزا اور ابعاض مین تفاوت نہین اسواسطے کہ مثلاً
گیہون اور جو مین سے جو ایک شریک لیتا ہی وہ اوسکی مثل ہی ظاہر اور باطن مین جو دوسرا شریک لیتا ہی اور غیر مثلی مین
جیسے حیوانات اور اسباب اور زمین مین مبادلہ غالب ہوا اسلیے کہ اون مین تفاوت بہت ہوتا ہی چنانچہ ایک گھوڑا
سو درم کا اور دوسرا ہزار درم کا تو اوسکو عین حق قرار دینا ممکن نہین ہی کیونکہ دونون حصون مین بالیقین مماثلت
اور مساوات نہین ہی ص تو ہر شریک حصہ اپنا دوسرے شریک کی غیبت مین مثلی مین لے سکتا ہی نہ غیر مثلی مین
ف اسلیے کہ مثلی مین تفاوت نہین ہی بر خلاف غیر مثلی کے در مختار ص اگرچہ غیر مثلی کی قسمت پر جبر کیا جاویگا

متحد الجنس مین ف یہ جواب ہی ایک سوال کا کہ مبادلہ غالب ہی غیر مثلی مین پھر کیا وجہ ہی کہ متحد الجنس غیر مثلی مین جبر
کیا جاتا ہی قسمت پر باوجود وہی بات کے کہ مبادلہ اُن چیزون مین نہین کیا جاتا حاصل جواب کا یہ ہی کہ اگرچہ یہ مبادلہ ہی لیکن ایسین معنی
افراز کے پائے جاتے ہین اور شریک چاہتا ہی کہ اپنے حصے سے نفع اوٹھاوے اسواسطے ایسین جبر جاری ہو اور علاوہ اسکے کبھی مبادلہ
مین بھی جبر ہوتا ہی جب اوس سے غیر کا حق متعلق ہووے جیسے ادائے دین مین کذا فی الاصل ص اور قسمت کرنے والا بیت المال
مین سے مقرر کیا جاویگا تا لوگون کے مال بغیر اجرت تقسیم کر دیا کرے اور یہ اولیٰ ہی اور جو اجرت پر مقرر کیا جاوے تب بھی صحیح ہی
اور اجرت سب شریکون پر برابر ہوگی ف امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک جسکا حصہ زیادہ ہو وہ زیادہ
اجرت دیوے اور جسکا کم ہو وہ کم دیوے کیونکہ اجرت محنت ہی ملک کی امام صاحب یہ کہتے ہین کہ اجرت بعوض ممیز کر دینے کے
ایک حصہ کو دوسرے حصے سے اور اسمین تفاوت نہین قلیل و کثیر مین بلکہ کبھی قلیل مین مشکل ہوتا ہی اور کثیر مین آسان اور کبھی
اسکا اولٹا ہوتا ہی تو اوسکا اعتبار متعذر ہوا پس سب شریکون پر اجرت برابر ہوگی باعتبار اصل تمیز کے کذا فی الاصل اور اجرت
ناپنے اور تولنے اور پرکھنے اور چرانے اور لادنے والے کی اور محافظت کرنے والے کی باتفاق امام اور صاحبین کے بقدر حصون کے
ہوگی درمختار ص ضرور ہی کہ قاسم علم قسمت کو خوب جانتا ہووے ف اور عادل امانت دار ہووے درمختار ص اور حاکم یہ نکرے
کہ قسمت کے لیے خاص ایک شخص کو مقرر کر دے ف اسطرح پر کہ وہی شخص اجرت لیکر تقسیم کیا کرے کیونکہ وہ اجرت گران
لیگا اور لوگون کو بوجہ مجبوری کے دینا پڑیگی ص اور نہ یہ کہ اجرت قسمت کی سب قاسمون مین مشترک ہوا کرے ف
ورنہ وہ آپسمین اتفاق کر کے اجرت گران لینگے ص قسمت صحیح ہی سب شریکون کی رضامندی سے مگر جب اون مین
کوئی شریک صغیر سن ہو ف یا مجنون ہو جسکا کوئی نائب نہین ہی یا کوئی شریک غائب ہووے جسکی طرف سے کوئی وکیل
نہین ہی کہ ان صورتون مین قسمت لازم نہوگی درمختار ص بلکہ اوسوقت اجازت قاضی کی ف یا غائب یا صبی
کی بعد بلوغ کے یا اوسکے ولی کی درمختار ص ضرور ہی ف یہ جب ہی کہ شرکا وارث ہون اور جو مشتری ہون تو
قسمت باطل ہی اگرچہ ان اشخاص کی اجازت ہو جاوے جبتک وہ صبی بالغ ہو کر یا اوسکا ولی اجازت ندیوے یا غائب
حاضر ہو کے دیوے درمختار ص اور قسمت کیا جاوے وہ مال منقول جسکی میراث کا شرکا دعوی کرتے ہین یا اوسکے شرا کا یا مطلق
ملک کا اسی طرح غیر منقول اگر اوسکے شرا یا ملک کا دعوی کرتے ہون اور جو اوسکی میراث کا دعوی کرتے ہون تو وہ تقسیم
نکیا جاویگا امام صاحب کے نزدیک یہان تک کہ گواہ لاوین موت پر مورث کے اور ورثہ کی تعداد پر اور صاحبین کے نزدیک
تقسیم کر دیا جاویگا مثل اور صورتون کے اور قسمت نہوگی اگر دو شخصون نے دعوی کیا کہ عقار اونکے قبضے مین ہی جبتک وہ
اپنی ملک پر گواہ نہ لاوین باتفاق امام اور صاحبین کے اگر دو وارث ایک شخص کے قاضی پاس آئے اور انھون نے مورث
کی موت پر اور ورثہ کے شمار پر گواہ قائم کیے اور ایک عقار اون دونون کے قبضے مین ہی اور منجملہ ورثہ ایک وارث نابالغ ہی
یا غائب ہی تو عقار کو تقسیم کر کے قاضی ایک شخص کو مقرر کر دیگا جو طفل یا غائب کے حصے پر قبضہ کر لیوے اور جو ایک وارث
حاضر ہوا اور اوسنے گواہ قائم کیے موت مورث پر اور شمار ورثہ پر یا کہ دو شخصون نے ایک چیز بملک خریدی اب ایک خریدار
غائب ہی اور باقی شریک حاضر ہین یا کل یا بعض عقار اوس طفل نابالغ یا غائب کے قبضے مین ہووے تو قسمت نکی جاویگی [illegible]

قسمت کیا جاوے ایک شریک کی طلب سے اگر ہر شریک اپنے اپنے حصے سے نفع اوٹھا سکے اور جو ایک کا حصہ زیادہ ہے
اور دوسرے کا اسقدر قلیل ہے کہ وہ اوس سے نفع نہین اوٹھا سکتا تو زیادہ حصے والا اگر قسمت طلب کریگا تو قسمت ہوگی اور حصہ
قلیل والے کی طلب سے قسمت نہ کیجاویگی ف اسلیے کہ صاحب حصہ قلیل کو قسمت مین کچھ نفع نہین تو وہ نقصان پہنچانیوالا
ہے طلب قسمت مین اور بعضون نے برعکس کہا ہے یعنی صاحب کثیر کے چاہنے سے قسمت نہوگی کیونکہ صاحب کثیر صرف نقصان
چاہتا ہے صاحب قلیل کا اور صاحب قلیل اگر چاہے تو قسمت کی جاویگی اسلیے کہ وہ اپنے نقصان پر آپ راضی ہے اور بعضون
نے کہا کہ ہر ایک کی طلب سے قسمت کیجاویگی در مختار مین ہے کہ اسی قول پر فتوی ہے نقلاً عن الخانیۃ ص اگر قسمت کرنے سے
سب شریکون کو ضرر ہوتا ہووے تو قسمت نہوگی جب تک سب شریک طلب کرین تقسیم کو اور قسمت کیجاوے اون اسباب اور
عروض کی جنکی جنس متحد ہے ف مثلاً صرف بکریان ہووین یا نرے اونٹ ہووین یا اور کوئی اسباب ایک قسم کا ہووے ص اور
جو مال مشترک دو جنس کے ہون ف یا ایک جنس کے جیسے بکریان اور اونٹ یا اور اسباب مختلف جنس کے ص یا
غلام لونڈی ہون یا جواہرات ہون یا حمام ہو ف یا کوان یا چکی یا کتابین درمختار ص تو قاضی قسمت نہین کرسکتا
مگر جب سب شریک راضی ہوجاوین تقسیم پر ف اور صاحبین کے نزدیک رقیق اور جواہرات بعض شرکا کی طلب سے
بھی تقسیم کردیے جاوینگے جیسے اونٹ وغیرہ اور امام صاحب یہ کہتے ہین کہ آدمی مین بہت تفاوت فاحش ہوتا ہے تو مثل اجناس
مختلف کے ہوگئے اور جواہر مین بعضون کے نزدیک اگر جنس مختلف ہو تو قسمت نہوگی کذا فی الاصل ہم کہتے ہین کہ جواہرات
اگرچہ متحد الجنس ہووین جب بھی ایک کی قیمت دوسرے سے بدرجات متفاوت اور کم و بیش ہوتی ہے تو مساواۃ
قیمت اومین ممکن نہین ہے اور جواہر الفتاوی مین ہے کہ کتابین تقسیم نہ کیجاوینگی وارثون مین لیکن ہر وارث اوس سے
نفع حاصل کرے باری باری اور قسمت کتابون کی اوراق کے شمار سے نہوگی اسی طرح جلدون سے اگر ایک کتاب کئی مجلد
مین ہووے اور اگر وہ شریک باہم راضی ہوجاوین اس بات پر کہ کتابون کی قیمت معین کیجاوے اور ہر شریک کچھ کتابین
لیوے قیمت کے حساب سے تو جائز ہے ورنہ جائز نہین درمختار ص کئی گھر مشترک ہین یا ایک گھر اور زمین مشترک ہے یا ایک گھر اور
ایک دکان مشترک ہے تو ہر ایک کی قسمت جدا جدا ہوگی ف یعنی یہ نہوگا کہ ایک شریک کو گھر دیا جاوے اور دوسرے
کو زمین یا دکان یا دوسرا گھر دیا جاوے بلکہ ہر ایک مین علحدہ علحدہ قسمت کیجاویگی اگر سب چیزین ایک شہر مین ہووین
امام صاحب کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک قسمت مجتمعہ ہوگی اگر وہ سب گھر ایک شہر مین ہین اور جو دو شہرون مین ہین تو
باتفاق امام قسمت ہر ایک کی علحدہ علحدہ کیجاویگی کذا فی الاصل ص اور قسمت کرنے والا شی مقسوم کا نقشہ کھینچے ف
قاضی کے دکھانے کے لیے درمختار ص اور مقسوم کو قسمت کے حصون پر تعدیل و تسویہ کرے ف اسطرح پر
کہ اقل سہام کو دیکھکر اوسکے مخرج پر مقسوم کے حصے کرلیوے مثلاً کمتر سہام ثلث ہے تو شی مقسوم کے تین حصے کرے
اور جو سدس ہے تو چھ حصے کرے علی ہذا القیاس ص اور گزون سے اوسکو پیمایش کرے اور عمارت کی قیمت
مقرر کرے اور ہر حصہ کی آمد کی راہ اور پانی جدا کردیوے اور حصون کا نام پہلے دوسرے تیسرے کے ساتھ رکھدیوے
تو جسکا نام پہلے نکلے اوسکو پہلا حصہ دیوے اور جسکا نام دوسری بار مین نکلے اوسکو دوسرا حصہ دیوے ف یعنی تمام

ہو یعنی کاغذ پر گزون کو لکھکر جدول قلم سے ہر ذراع فی ذراع کو یعنی کل نشت خام کے بنا دے اور مکان اور سائبانون کو یعنی گزون سے ناپ لیوے اور عمارت کی قیمت لگا لیوے اور جس جانب سے چاہے قسمت شروع کرے تو اگر جانب غربی سے مثلاً شروع کرے تو اول حصہ کا نام پہلا حصہ رکھے پھر اوسکے متصل دوسرا حصہ پھر تیسرا حصہ اسیطرح جتنے حصے ہون اخیر تک بعد اوسکے شرکا کے نام قرعہ یا کسی اور چیز پر لکھکر ڈالے جسکا نام نکلے اوسکو ابتدا کی جانب سے جو حصے پہونچتے ہون دیدیوے پھر دوسرے کو پھر تیسرے کو خواہ سب کے حصے برابر ہون یا کم و بیش انتہی کذا فی الاصل ص اور نقد روپے گھر اور زمین کی قسمت مین داخل نکیے جاوینگے مگر شرکا کی رضامندی سے ف تو اگر زمین مین عمارت بھی ہو تو اوسکی قسمت قیمت سے ہوگی امام ابو یوسف کے نزدیک اور امام ابو حنیفہ سے مروی ہے کہ زمین برابر برابر تقسیم کرے جسکے حصے مین عمارت آوے وہ دوسرے کو موافق اوسکے روپے پھیر دیوے تا حصہ برابر ہو جاوے تو ضرورت کے سبب سے روپے داخل کیے جاوینگے اور امام محمد سے مروی ہے کہ جسکے حصے مین عمارت ہے وہ دوسرے شریک کو کچھ زمین واپس کر دیوے تو اگر اس سے بھی پورا نہو تو کچھ روپے دیدیوے کذا فی الاصل ص اگر گھر کی یا زمین کی قسمت ہو گئی اب ایک شریک کی موری یا راہ دوسرے شریک کے حصے مین سے ہے اور اسکی شرط قسمت کے وقت نہین ہوئی تھی تو راہ اور موری اوسکی بدل دینگے اگر ممکن ہو ورنہ قسمت کو فسخ کرکے اسطرح تقسیم کرینگے کہ ہر ایک کے پانی بہنے کی اور آمد و رفت کی راہ جدا ہووے اگر ایک مکان اوپر اور نیچے کا مشترک ہے اور ایک مکان نیچے کا خاص ایک شخص کا ہے اور اوپر کا مشترک اور ایک اوپر کا مکان خاص دوسرے کا ہے اور نیچے کا مشترک تو ان مکانات مشترکہ کی قیمت مقرر کرکے بلحاظ قیمت تقسیم کیا وین امام محمد کے نزدیک اور اسی پر فتوی ہے ف اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک گزون سے ناپ کر تقسیم کر دینگے اسطرح پر کہ نیچے کے مکان سے ایک گز کے مقابل مین دو گز اوپر کے مکان سے دینگے اور امام ابو یوسف کے نزدیک بھی گزون سے تقسیم ہوگا لیکن اوپر اور نیچے کا مکان برابر رہیگا کذا فی الاصل ص اگر بعد قسمت کے ایک شریک نے اپنے حصے پانے کا اقرار کیا پھر کہنے لگا کہ کچھ زمین میرے حصے کی دوسرے شریک کے پاس چلی گئی غلطی سے تو اوسکی تصدیق نہو گی مگر گواہون سے ف اسلیے کہ وہ چاہتا ہے فسخ قسمت کا تو نہ تصدیق کیا جاویگا مگر گواہون سے اور یہ اسمین ہے کہ دعوی اوسکا مقبول نہونا چاہیے بسبب تناقض کے اور مبسوط اور فتاوای قاضی خان مین بھی اسکی تائید ہے اور روایت متن کی یہ دلیل ہے کہ اوس شریک نے قاسم کے فعل پر اعتماد کرکے اپنے حق پانے کا اقرار کر لیا پھر جب اوسنے خوب سے جانا تو اوسکے فعل کی غلطی ظاہر ہوئی سو اوس اقرار سے مواخذہ نہ کیا جاویگا وقت ظاہر ہونے حق کے کذا فی الاصل مین کہتا ہون کہ اگرچہ یہان اوسکے دعوی مین تناقض ہے لیکن تناقض محل خفا مین معفو ہے جیسا کہ اشباہ والنظائر اور اکثر کتب فقہ مین مصرح ہے ص اگر دو شخص قاسم تھے تو اونکی شہادت احد الشریکین پر جب وہ انکار کرے اپنے حصہ پانے کا مقبول ہے ف شیخین کے نزدیک اور محمد اور شافعی کے نزدیک مقبول نہین ہے اسلیے کہ یہ شہادت خود اپنے فعل پر ہے اور ہم جواب دیتے ہین کہ نہین اپنے فعل پر شہادت نہین ہے بلکہ احد الشریکین کے اقرار پر اس بات کے کہ مینے اپنا حصہ پا لیا ص اور جو ایک شریک نے یہ کہا کہ مینے اپنے حصہ پر قبضہ کیا پھر دوسرے شریک نے اوس مین سے کچھ لے لیا تو اوس شریک کو حلف دلاوینگے اور جو قبل اقرار استیفاے حق کے اوسنے یہ کہا کہ مجکو اسقدر حصہ پہنچا تھا اور دوسرے شریک نے اتنا نہ دیا تو دونون

قسم کیا دین او قسمت فسخ کیجاوے ف اور جو شریک راہ کی عرض مین اختلاف کرین تو راہ کا عرض موافق دروازہ
مکان کے عرض سے کر دیا جاوے اور طول اوسکا بقدر طول دروازہ کے اور زمین مین بقدر چلنے بیل کے اور جو شریکین نے
شرط کری کہ مقدار راہ کا متفاوت ہے تو جائز ہے در مختار ص اگر بعد قسمت کے ایک کے حصے مین سے کچھ زمین معین یا
غیر معین کسی مستحق کی نکلی تو قسمت کا فسخ کرنا ضرور نہین بلکہ وہ شریک موافق اوس حصے کے اپنا حصہ دوسرے شریک کی
زمین سے لیوے اور جو ایک حصہ غیر معین کل زمین مین کسی شخص ثالث کا نکلا تو قسمت فسخ کیجاوے گی ف اور اصل کتاب
مین اس مقام پر تفصیل کی ہے اگر کسیکا جی چاہے تو دیکھ لیوے ص صحیح ہے باری باری نفع لینا شی مشترک سے جسکو مہایاۃ
کہتے ہین مثلاً ایک دار مشترک مین ایکطرف ایک شریک رہے دوسری طرف دوسرا شریک یا ایک اوپر کے مکان مین رہے
اور دوسرا نیچے کے مکان مین رہے یا ایک غلام مشترک سے ایک دن یہ کام کرایا کرے دوسرے دن دوسرا یا چھوٹے گھر مین
ایک دن رہے دوسرے دن دوسرا یا دو غلام مشترک ہون ایک ایک کام کرایا کرے دوسرا دوسرے سے ف
مسائل ملحقہ اگر ترکہ تقسیم ہو گیا پھر میت پر دین نکلا تو قسمت کو فسخ کر ڈالینگے مگر جب سب وارث ملکر قرض کو
ادا کر دین یا قرضخواہ اپنا قرضہ سب وارثون کے ذمے سے معاف کر دیوین یا اور ترکہ بقدر باقی ہو جو قرضہ کو کافی ہو اگر بعد قسمت
ترکہ کے ایک وارث نے دعوی دین کیا تو مسموع ہے نہ دعوی عین اگر بعد قسمت کے دوسرے حصے مین درخت کی ملک کا دعی ہوا
تو باطل ہے اگر ایک شریک کے حصہ کا درخت اوسکی شاخین دوسرے شریک کے حصے مین لٹکتی ہین تو اوسکو جبر دین درخت کے کاٹنے پر نہین
پہونچتا اگر زمین مشترک مین احد الشریکین نے بغیر اذن دوسرے کے عمارت بنائی تو اوسکے شریک نے عمارت کا رفع چاہا تو زمین
قسمت کرینگے اگر جسنے عمارت بنائی اوسی کے حصے مین آگئی تو بہتر ہے ورنہ اوسکو منہدم کر دینگے اور یہی حکم درخت کا ہے
البتہ اگر دوسرا شریک راضی ہو جاوے تو نہ گرا دینگے اگر سب شریک قسمت کو توڑ کر پھر اپنا حصہ مشترک کر لین تو درست ہے
جو چیز قسمت فاسدہ سے مقبوض ہووے تو اوسمین ملک قابض کی آجاوے گی اور جو اوسمین تصرف کریگا وہ نافذ ہوگا
مثل مقبوض بشرای فاسد کے اگر مکان مشترک گر گیا اور ایک شریک اوسکی تعمیر نہین کرتا تو قسمت کر دیوین اور جو قسمت
نہو سکے تو ایک شریک اوسکو بنا کر کرایہ پر چلاوے اور دام اپنے وصول کر لیوے اگر قاضی کے حکم سے بناوے
ورنہ قیمت عمارت جو بننے کے وقت ہو سمجھ لیوے انسان کو اپنی ملک مین تصرف کرنا اگرچہ ہمسایہ کو اوس سے ضرر
پہونچے درست ہے اسی پر فتوی ہے اور بعضون نے کہا نہین درست ہے اور اوسی پر فتوی ہے در مختار

ص کتاب المزارعة

شرع مین مزارعت عبارت ہے اوس عقد سے جو زراعت پر منعقد ہو ساتھ بعض خارج کے ف یعنی تہائی یا چوتھائی اناج
جو پیدا ہو ٹھہرانا مثلاً زید اپنی زمین عمرو کو اس شرط پر دیوے کہ عمرو اوسمین زراعت کرے جو کچھ پیدا ہو اوسکی تہائی زید کو ملے باقی
عمرو کو اسی کا نام مزارعت ہے ارکان اس مزارعت کے چار ہین ایک زمین دوسرے تخم تیسرے محنت چوتھے بیل در مختار
ص امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک یہ عقد صحیح نہین ہے اسلیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے منع کیا مخابرہ سے ف
روایت کیا اوسکو مسلم نے جابر رض سے اور مخابرہ لغت مین اہل مدینہ کے مزارعت کو کہتے ہین اور ایک روایت مین مسلم کی

صاف مزارعت کا فقرہ موجود ہے ص اور اسواسطے کہ یہ عقد درحقیقت اجارہ لینا ہے بعض پیداوار سے کچھ چیز جو اجیر کے عمل سے نکلتی ہے
تو مثل قفیز طحان کے ہوا اور وہ ممنوع ہے اور صاحبین کے نزدیک صحیح ہے اور اسی پر فتوی ہے ف اسلیے کہ لوگ اسپر عمل کرتے
چلے آئے ہین اور حاجت ہے واقف اسکے مثل مضاربت کے اور اسواسطے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے معاملہ کیا تھا اہل خیبر سے
اور بنصف خارج کے خواہ پھل ہون یا اناج ہو روایت کیا اوسکو ابوداؤد و ترمذی ابن ماجہ بخاری مسلم نے ابن عمر رض سے
ہوتے مین اسکا جواب دیا ہے کہ یہ معاملہ اہل خیبر کا مزارعت نتھا بلکہ خراج مقاسمہ کے طور پر تھا اور وہ امام صاحب کے نزدیک جائز
ہے بالجملہ دلیل امام اعظم کی ظاہر حدیث سے قوی ہے اور عمل کرنا مذہب صاحبین پر بنظر ضرورت اور احتیاج کے ہے ص لیکن مزارعت
کے صحیح ہونے کیلیے کئی شرطین ہین پہلی شرط یہ ہے کہ زمین زراعت کے قابل ہووے دوسری شرط یہ ہے کہ عاقدین اہل ہون ف
یعنی عاقل ہون تو مجنون اور صغیر غیر عاقل سے یہ عقد درست نہین ہے لیکن صبی عاقل اور غلام اور کافر سے درست ہے طحطاوی
ص تیسری شرط یہ ہے کہ مدت مذکور ہو ف موافق دستور کے اور در مختار مین ہے کہ ہمارے زمانے مین ذکر وقت ضرور
نہین اور اسی پر فتوی ہے ص چوتھی شرط یہ ہے کہ تخم دینے والے کو معین کر دینا ف یعنی بیج بونے کے لیے
کون دیوے جسکی زمین ہے وہ دیوے یا جو محنت کرتا ہے وہ دیوے اسکی تعیین ضرور ہے اور بعضون کے نزدیک موافق
عرف کے عمل ضرور ہے در مختار ص پانچوین شرط یہ ہے کہ جو چیز بوئی جاوے اوسکی جنس مذکور ہو ف یعنی باجرا یا جوار
یا گیہون ص چھٹی شرط یہ ہے کہ دوسرے شخص کا حصہ مقرر ہووے ف یعنی جس کا بیج نہین ہے اوسکا حصہ
مقرر کر دینا ضرور ہے ص ساتوین شرط یہ ہے کہ زمین محنت کرنے والے کے بالکل سپرد کر دی جاوے ف تو اگر صاحب
زمین کا عمل بھی شرط ہو یا دونون کا عمل مشروط ہووے تو عقد صحیح نہین تخلیہ نہونے کے سبب سے اور تخلیہ یہ ہے کہ زمین کا
مالک کہے کہ مینے زمین تجکو تسلیم کر دی کذا فی الطحطاوی ص آٹھوین شرط یہ ہے کہ جو غلہ پیدا ہووے اوسمین دونون کی شرکت ہووے
تو مزارعت باطل ہوگی اگر احد العاقدین کے واسطے دس یا دو من غلہ معین کر دیا گیا ہووے ف یعنی مثلاً یہ کہدیا گیا ہووے
کہ دس من غلہ فلان کو ملیگا بعد اوسکے نصفا نصف یا ثلاثا تقسیم کر لینگے تو مزارعت اس صورت مین اسلیے باطل ہے کہ احتمال
ہے کہ سوا دس من غلے کے اور کچھ پیدا نہووے تو ضرور ہے کہ جسقدر نکلے دونون مین مشترک رہے ص یا ایک مقام خاص
مین جو غلہ نکلے وہ ایک کے لیے معین کر دیا جاوے یا بقدر تخم کے صاحب تخم پہلے نکال لیوے یا بقدر خراج معین کے
پہلے دیدیا جاوے پھر باقی تقسیم ہووے ف ان سب صورتون مین مزارعت باطل ہے اسلیے کہ شاید اوسی مقام خاص
مین غلہ نکلے اور کہین نہ نکلے یا بقدر تخم ہی کے پیدا ہو یا جسقدر خراج معین ہے اوسی قدر غلہ نکلے زیادہ نہ پیدا ہووے اور اگر
خراج مقاسمہ جو بقدر ثلث یا خمس خارج کے ہوتا ہے ہووے تو عقد مزارعت باطل نہوگی جیسے عشر کی پہلے دینے کی شرط ہووے
اسلیے کہ اسمین شرکت منقطع نہین ہوتی بلکہ جسقدر پیدا ہوگا خواہ کتنا ہی قلیل ہو اوسکا ربع یا خمس جو خراج مقاسمہ مین ہو ادا کر کے
باقی بطور شرط کے تقسیم کر لینگے کذا فی الاصل ص یا گھانس ایک کی ہووے اور دانہ دوسرے کا ف اسلیے
کہ شرکت اس صورت مین منقطع ہو جاتی ہے اوس مین جو مقصود زراعت ہے یعنی اناج کذا فی الاصل ص یا دانہ نصفا نصف
ہووے اور گھانس اوسکی جو صاحب تخم نہین ہے ف اسلیے کہ یہ شرط خلاف مقتضاے عقد کے ہے کیونکہ گھانس

مستحق وہی ہے جسکے بیج ہیں ص یا گھانس نصفا نصف ہو اور دانہ ایک کا ہووے ف اسلیے کہ مقصود میں شرکت
منقطع ہو جاتی ہے ص اور اگر یہ شرط کی کہ دانہ نصفا نصف ہو اور گھانس تخم والے کو یا گھانس کا بالکل ذکر ہی نہ کیا تو درست
ہے ف اسلیے کہ اول صورت میں شرط موافق مقتضاے عقد کے ہے کیونکہ گھانس دوسیک کی افزایش ہے جیسا کہ تخم کی
اور دوسری صورت میں مقصود یعنی اناج میں شرکت حاصل ہے تو اس صورت میں کل گھانس صاحب تخم کو ملیگی اور بعضوں
کے نزدیک مشترک رہیگی دانے کی متابعت سے کذا فی الاصل ص اسیطرح مزارعت درست ہے اگر تخم اور زمین ایک کی ہو
اور بیل و محنت دوسرے کی یا زمین ایک کی اور بیل و محنت اور تخم ایک کا یا محنت ایک کی اور بیل اور زمین اور تخم
ایک کا اور باطل ہے اگر زمین اور بیل ایک کا ہووے اور محنت اور تخم ایک کا ہو یا تخم اور بیل ایک کا ہو اور زمین اور محنت ایک
کی ہو یا زمین اور عمل ایک کا ہووے اور بیل اور تخم ایک کا ہو یا تخم ایک کا ہووے اور بیل اور زمین اور محنت ایک کی ہووے
ف کل صورتیں یہاں سات ہیں تین ان میں سے درست ہیں اور چار نادرست جیسا مذکور ہوا ص جب عقد
مزارعت صحیح ہوا تو اب پیداوار موافق شرط کے تقسیم ہوگا اور جو کچھ پیدا نہووے تو محنت کرنے والے کو کچھ نہ ملیگا
اور جبر کیا جاویگا عقد مزارعت کے پورا کرنے پر جو بعد مزارعت کے اوس پر چلنے سے انکار کرے مگر صاحب تخم پر جبر نہوگا
بیج ڈالنے کے پہلے ف اور بعد بیج ڈالنے کے اوسپر بھی جبر ہوگا کذا فی المختار ص اور جس صورت میں عقد مزارعت فاسد
ہو جاوے تو پیداوار سب اوسکو ملیگی جسکا تخم ہے اور دوسرے کو اگر اوسکی زمین ہے تو کرایہ زمین کا اور اگر محنت ہے تو محنت
کی اجرت ملیگی لیکن جسقدر شرط ہوا تھا اوس سے زیادہ نہ ملیگا اور امام محمد کے نزدیک جہانتک پہونچے اجرت مثل
دیجاویگی اگرچہ شرط سے بڑھ جاوے ف اور جو مزارعت فاسدہ میں کچھ پیدا نہووے تو اگر تخم عامل کیطرف سے ہووے تو زمین
اور بیل کی اجرت اوسپر واجب ہوگی اور اگر تخم مالک زمین کا ہووے تو اجرت مثل عامل کی دینا ہوگی در مختار
ص اور اگر زمین کا مالک مزارعت کے جاری رکھنے سے باز رہے اور حال آنکہ محنت کرنے والا زمین کو جوت چکا ہے تو قاضی کے
حکم سے اوسکو کچھ نہ ملیگا لیکن دیانۃ یعنی فیما بینہ و بین اللہ اوسکو راضی کرنا چاہیے ف تو یہ فتوی دیا جاوے کہ زمین کا مالک
عامل کی اجرت مثل ادا کرے بسبب اوسکے فریب دینے کے کذا فی الدر المختار ص اور باطل ہو جاتی ہے مزارعت عاقدین
کے مرجانے سے اور فسخ کی جاتی ہے اگر دین کے سبب اوس زمین کی بیع ضرور ہو جاوے ف یہ جب ہے کہ کھیتی پیدا نہوئی ہو لیکن
دیانۃ واجب ہے کہ اگر عامل عمل کر چکا ہو تو اوسکو راضی کیا جاوے اور جو کھیتی اوگ چکی ہو اور ابھی کٹنے کا وقت نہ آیا ہو تو زمین
کی بیع نہوگی اسلیے کہ مزارع کا حق اوس سے متعلق ہے ص اور جو مدت مزارعت کی گذر گئی اور کھیت پختہ نہیں ہوا تو مزارع
پر کھیت کے پختہ ہونے تک اجرت مثل زمین کی واجب ہے اور اور اخراجات اوسکے دونوں پر ہونگے بقدر حصوں کے
جیسے اجرت کھیت کاٹنے اور اوٹھانے اور روندنے اور غلہ کو بھوسے سے صاف کرنے کی دونوں پر بقدر حصوں کے ہونگی
اور جو اسکی شرط محنت کرنے والے پر ہو تو مزارعت فاسد ہو جاویگی اور ابو یوسف کے نزدیک صحیح ہے اور عامل کو یہ کام کرنا پڑینگے بسبب
رواج کے تو حاصل اس مقام کا یہ ہے کہ جو عمل قبل پختہ ہونے کھیت کے ہے تو وہ عامل پر ہے اور جو بعد اوسکے ہے وہ دونوں پر ہے موافق حصوں کے

کتاب المساقاۃ

مساقات کہتے ہیں اشجار دینے کو واسطے اسکے کہ دوسرا شخص اسکو پرورش کرے بعوض ایک حصے کے اوسکے پھلوں میں سے
اور مساقات مثل مزارعت کے ہے حکم میں ف یعنی مساقات صحیح ہے اور اسی پر فتوی ہے ص اور اختلاف میں ف یعنی
امام ابوحنیفہ رح کے نزدیک باطل ہے اور صاحبین کے نزدیک درست ہے اور دلائل ہر ایک کے وہی ہیں جو کتاب المزارعۃ میں گذر چکے
ص اور شرطوں میں ف یعنی جو شرطیں مزارعت کی تھیں وہی شرطیں مساقات کی ہیں جیسے اہل ہونا عاقدین کا اور عامل کا
حصہ بیان کر دینا اور اشجار سپرد کر دینا عامل کے اور خارج کا مشترک ہونا لیکن تخم کا بیان کرنا ممکن نہیں مساقات میں اور
امام شافعی کے نزدیک مساقات جائز ہے اور مزارعت ضمن میں مساقات کے درست ہے اسلیے کہ اصل ان عقود میں مضاربت ہے
اور مساقات بہت مشابہ ہے مضاربت سے اس امر میں کہ دونوں میں نفع میں شرکت ہے اور مزارعت میں صرف نفع میں شرکت
جائز نہیں یعنی اوس اناج میں جو تخم سے پیدا ہووے بلکہ کل میں شرکت چاہیے کذا فی الاکمل ص مگر مدت کا ذکر مساقات میں ضرور
نہیں تو اگر مدت ذکر نہ کی تو مساقات صحیح ہو جاویگی ف از روے استحسان کے اسلیے کہ پھل پکنے کا ایک وقت مقرر ہے کذا فی الا
ص اور اول پہلے پھلوں پر واقع ہوگی اور رطبہ میں جب تک اوسکا بیج نہ نکلے ف رطبہ کو فارسی میں سپست تر کہتے ہیں
اور فعلیک گھانس ہے کہ جانوروں کو کھلایا کرتے ہیں تو جب کسی نے رطبہ کو بطور مساقات کے دیا تو بیان مدت شرط نہیں ہے کیونکہ
جب تک نکلی کہ بیج اوسکا نہ نکلے اسواسطے کہ اوسکے بیج کا پکنا جیسے پھل کا پکنا ہے تخم میں یہ میں کہتا ہوں کہ اکثر اوسمیں تخم غیر مقصود
ہوتا ہے بلکہ ہمارے ملک میں چھ سات مرتبہ کاٹی جاتی ہے اور اگر تخم مقصود ہو تو ایک دفعہ کاٹ کے چھوڑ دیجاتی ہے تخم کے پکنے تک پس جہان
تخم نہ لیا جاویگا تو چاہیے کہ ایک سال تک مساقات رہے کذا فی الاکمل ص اگر مساقات میں ایسی مدت بیان کی جسمیں پھل نہیں پکتا
تو فاسد ہوگی اور جو مقدار مدت بیان کی کہ جسمیں کبھی پک جاتا ہے اور کبھی نہیں پکتا تو صحیح ہوگی تو اگر اوس میعاد میں پک گیا
تو موافق شرط کے عمل ہوگا ورنہ عامل کو اجرت مثل دینا ہوگی اور صحیح ہے مساقات انگور اور درخت اور ترکاریوں اور بینگن کی جڑ میں
اور کھجور میں اگر دیا اور پھل موجود ہوں لیکن پکے نہوں تو اگر پکے ہوئے پھل ہوں تو پھر مساقات صحیح نہوگی بسبب حاجت نہونے کے
جیسے مزارعت تیار کھیتی میں صحیح نہیں ہے تو اگر مر جاوے ایک عاقدین میں سے یا مدت مساقات کی گذر جاوے اور پھل کچے ہوں تو عامل یا
وارث اوسکے کام سنبھالے رہیں اگرچہ زمین کا مالک نا خوش ہووے ورنہ خوش نہوں تو مساقات نہیں فسخ ہوگی مگر عذر سے یا عامل
کے بیمار ہو جانے سے یا چور ہونے سے کہ اوسکی چوری سے خوف ہو پھل چورانے کا اور عامل جنگل کا دیدیا کسیکو ایک مدت معین
کرکے تاکہ وہ اوسمیں درخت لگاوے پھر زمین اور درخت دونوں میں نصفا نصف ہوجاویگا درست نہیں ہے بلکہ درخت اور اوسکے
پھل زمین کے مالک کے ہونگے اور دوسرے کو درخت کی قیمت اور اجرت عمل کی ف یعنی جو درخت کی قیمت کاٹنے کے دن کی
حیلہ اسکے جواز کا یہ ہے کہ عامل آدھے درختوں کو بعوض آدھی زمین کے مالک کے ہاتھ بیچ کرے اور زمین کا مالک عامل کو مستاجر
تین سال کے واسطے نوکر رکھ لیوے تھوڑی سی اجرت پر مالک کے حصے میں وہ محنت کرکے درخت تیار کر دیوے واللہ اعلم

کتاب الذبائح

ذبائح جمع ہے ذبیحہ کی ذبیحہ اوس حیوان کا نام ہے جو ذبح کیا جاوے جیسے ذبح بالکسر حیوان مذبوح کا نام ہے اور ذبح بالفتح تو عبارت ہے
قطع عروق سے درمختار ص حرام ہے وہ ذبیحہ جسکی ذکات نہ کی جاوے ف ذکات کا بیان آگے آتا ہے اسواسطے کہ ذکر

اللہ تعالیٰ نے اِلَّا مَا ذَکَّیْتُمْ یعنی حرام ہین اوپر تمھارے میتہ اور دم بہا ہوا تک کہا مگر جو تم نے ذکات کی اوسکی اور ذبیحہ سے مراد وہ حیوان ہے جو قابل ذبح کے ہے تو اس سے معلوم ہوا اور مُدی نکل گئی اسواسطے کہ اوسکی شان سے ذبح نہین ہے اور اس سے معلوم ہوئی حرمت اوس جانور کی جو اوپر سے گر کر مر گیا یا سینگ کا زخم کھا کر مر گیا اور جو ٹکڑا زندہ جانور سے قطع کر لیا گیا کذا فی الاکمل باختصار و زیادۃ **ص** ذکات دو قسم کی ہے ایک ذکات ضروری یعنی زخم پہنچانا کسی مقام پر بدن سے اور ایک ذکات اختیاری جو ذبح کرنا ہے درمیان حلق اور لبّہ کے **ف** لبّہ بفتح لام اور تشدید با عبارت ہے منحر سے اور منحر موضع ہے نحر کا سینہ سے کذا فی الاکمل یعنی سر سینہ جہان سے سینہ شروع ہوا ہے وہان سے لیکر جبڑون تک ذکات اختیاری کا مقام ہے دلیل اسکی صاحب ہدایہ نے یہ بیان کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ذبح درمیان مین لبہ اور جبڑون کے ہے کہا زیلعی نے تخریج مین کہ یہ حدیث غریب ہے اس لفظ سے **ص** اور ذبح کی رگین جنکا قطع ذبح مین ضروری ہے چار ہین یعنی حلقوم **ف** یعنی نرخرا جس سے سانس آتی جاتی ہے **ص** دوسری مری **ف** مَری بروزن امیر نام اوس رگ کا ہے جس سے کھانا پانی جاتا ہے **ص** تیسری اور چوتھی دو شہ رگین کہ اون مین خون پھرتا ہے اور اونکو عربی مین ودجان کہتے ہین **ف** یہ دونون رگین داہنے بائین حلقوم اور مری کے واقع ہین **ص** تو جائز نہین ہے ذبح فوق العقدہ یعنی اوپر گرہ کے **ف** اور بعض کے نزدیک جائز ہے اسواسطے کہ فرمایا حضرت علیہ السلام نے ذکات درمیان مین لبہ اور جبڑون کے ہے اور در مختار مین اسی قول کو صحیح رکھا ہے **ص** اور حلال ہوجاویگا ذبیحہ اگر ان چار رگون مین سے تین رگین بھی کٹ جاوین **ف** اسواسطے کہ تین اکثر ہین اور اکثر کو حکم کل کا ہے یہی قول ہے امام ابو یوسفؒ اور امام ابوحنیفہ کا اور امام محمد کے نزدیک ہر رگ کا اکثر قطع ہونا معتبر ہے **ص** صحیح ہے ذبح ہر ایک دھار دار تیز چیز سے جو ان چارون رگون کو کاٹ دیوے اور خون بہا دیوے اگرچہ نرکل کا پوست یا تیز دھار دار پتھر ہووے **ف** اسواسطے کہ روایت کی بخاری مسلم نے رافع بن خدیج سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو چیز بہا دیوے خون کو اور ذکر کیا جاوے اوسپر نام اللہ تعالیٰ کا تو کھاؤ اوسکو سوا دانت اور ناخون کے لیکن دانت تو ہڈی ہے اور لیکن ناخون سو چھریان حبشیون کی ہین اور روایت کی بخاری نے کعب بن مالکؓ سے کہ ایک عورت نے ذبح کیا بکری کو پتھر سے تو پوچھا گیا حکم اوسکا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تو آپ نے حکم کیا اوسکے کھانے کا **ص** مگر دانت سے اور ناخون سے جب بدن مین جمے ہوئے ہون **ف** لیکن اگر دانت اور ناخون جدا ہون بدن سے تو اونسے ذبح حلال ہے ہمارے نزدیک لیکن مکروہ ہے اور شافعی کے نزدیک حرام ہے اور ذبیحہ مردار ہے اسلیے کہ رافع بن خدیج کی حدیث مین جو اوپر گذری حضرت نے استثنا کر دیا دانت اور ناخون کا اور فرمایا آپ نے کہ وہ چھریان ہین حبشیون کی اور جواب ہمارا اس حدیث سے بچند وجوہ ہے پہلی یہ کہ یہ نہی بطور کراہت کے ہے اور ذبح دانت اور ناخون سے ہمارے نزدیک بھی مکروہ ہے دوسری یہ کہ مراد اس حدیث مین دانت اور ناخون سے وہی دانت اور ناخون ہین جو انسان کے بدن مین جمے ہوئے ہون اسلیے کہ حبشیون کی یہی عادت تھی کہ ناخون بڑھایا کرتے تھے اور اونہی سے ذبح کیا کرتے تھے اور جب ناخون اور دانت جدا ہو گیا تو اب حکم اوسکا مثل آلات کے ہو گیا اب کیا وجہ فرق کی ہے تیسری یہ کہ روایت ابوداود اور نسائی مین موجود ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ بہا [illegible] جس چیز سے چاہے تو اور ذکر کر نام اللہ تعالیٰ کا اور اسمین استثنا نہین دانت اور ناخون کا تو یہ حدیث عام ہے

اور عام معارض ہے خاص کی واللہ اعلم ص اور مستحب ہے کہ چھری تیز کرے قبل جانور کے لٹانے کے ف اسواسطے
کہ روایت کی مسلم نے شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیشک اللہ تعالی نے ضرور کیا احسان ہر چیز پر
سو جب قتل کرو تم تو اچھی طرح کرو اور جب ذبح کرو تو اچھی طرح کرو اور چاہیے کہ تیز کرے ایک تم میں سے چھری اپنی کو اور آرام دیوے
اپنے ذبیحہ کو ص اور بعد لٹانے کے چھری تیز کرنا مکروہ ہے ف اسواسطے کہ روایت کی حاکم نے مستدرک میں کہ حضرت صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم نے دیکھا ایک شخص کو کہ لٹائے ہوئے ہے بکری کو اور تیز کر رہا ہے چھری کو تو فرمایا آپ نے
کہ تو نے چاہا کہ بکری کو کئی بار مارے کیوں نہ تیز کر لی چھری تو نے قبل لٹانے کے ص جیسے
اوس کا پاؤں پکڑ کے کھینچنا مذبح کی طرف مکروہ ہے اسیطرح مکروہ ہے ذبح کرنا گردن کے
پیچھے سے ف لیکن وہ حلال ہے ہمارے اور شافعی رح کے نزدیک اگر رگوں کے کٹنے تک
وہ زندہ رہے اور جو قبل اوسکے مر جاوے تو حرام ہے اس واسطے کہ بدون ذبح کے مر گئی
اور امام مالک رح اور احمد رح کے نزدیک ہر طرح سے حرام ہے ص اور اس طرح سخت ذبح کرنا
کہ چھری حرام مغز تک پہونچ جاوے یا اوسکی کھال کھینچنا یا سر کاٹنا قبل ٹھنڈے ہونے کے
ف کلیہ یہ ہے کہ جسمیں عذاب دینا اور تکلیف دینا بلا فائدہ ہے وہ سب مکروہ ہے قنیہ تقنا ص اور شرط ہے کہ ذبح کرنیوالا مسلمان
ہو یا اہل کتاب میں سے ہووے ف اسواسطے کہ فرمایا اللہ تعالی نے وَطَعَامُ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حِلٌّ لَّكُمْ
یعنی ذبیحہ اون لوگوں کا جو دیے گئے کتاب یعنی یہود اور نصاری حلال ہے واسطے تمہارے اسواسطے کہ وہ نام اللہ تعالی کا
لیتے ہیں وقت ذبح کے ولیکن اگر اہل کتاب ذبح کے وقت سوا خدا کے عزیر یا عیسی مسیح علیہ السلام کا نام لیویں تو ذبیحہ حرام
ہو جاویگا جیسے مسلمان اگر ذبح کیوقت سوا خدا کے کسی نبی یا ولی کا نام لیوے کفایہ جاننا چاہیے کہ مراد طعام
سے اس آیت میں ذبیحہ ہے نہ اناج وغیرہ اسلیے کہ اگر اناج مراد ہوتا تو تخصیص اہل کتاب کی بیکار ہوئی جاتی ہے کیونکہ اناج وغیرہ
مشرکین سے بھی لینا درست ہے ص اگرچہ کتابی ذمی ہو یا حربی اور ذبح کرنے والا اللہ کے نام اور ذبح کو سمجھتا ہووے
تو درست ہے ذبیحہ اوس صبی یا مجنون کا یا عورت کا جو بسم اللہ اور ذبح کو جانتے ہوں ف اور جو صبی یا مجنون ایسا ہے
کہ بسم اللہ کرنا اور ذبح کرنا نہ سمجھتا ہووے تو اوس کا ذبیحہ درست نہیں ہے ص اور درست ہے ذبیحہ جسکا ختنہ نہوا ہووے
اور گونگے کا ف اسلیے کہ گونگا اللہ تعالی کے نام لینے سے معذور ہے تو وہ مثل ناسی کے ہوا ص اور نہیں حلال ہے
ذبیحہ بت پرست اور مجوسی کا ف اسواسطے کہ مسند عبد الرزاق میں حسن بن محمد بن علی سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجوس ہجر کی شان میں کہ نہ نکاح کرنے والے ہو اونکی عورتوں سے اور نہ کھانے والے ہو ذبیحہ
اونکے ص اور مرتد کا اور جو عمداً اور قصداً وقت ذبح کے بسم اللہ کو ترک کر دیوے ف یہ ہمارے نزدیک ہے کہ اگر مسلمان قصداً
ذبح کیوقت تسمیہ ترک کرے تو ذبیحہ حرام ہو جاویگا اسلیے کہ فرمایا اللہ تعالی نے وَلَا تَاْكُلُوْا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ
یعنی نہ کھاؤ تم اوس جانور کو جس پر نہ لیا جاوے خدا کا نام اور روایت کی رزین نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کہ جو شخص بھول جاوے
بسم اللہ کو وقت ذبح کے تو کچھ مضائقہ نہیں اور جو عمداً ترک کرے تو وہ جانور نہ کھایا جاویگا اور فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم

حدیث مین عدی بن حاتم کیکہ تو نے بسم اللہ کہی ہی اپنے کتے پر نہ دوسرے کے کتے پر تعلیل کی حرمت کی ساتھ ترک تسمیہ کے
اور اجماع کیا صحابہ کرامؓ اور تابعین نے حرمت پر اوس ذبیحہ کے جسپر قصداً نام اللہ تعالی کا ترک کیا جاوے اور خلاف اونکا
حرمت و حلت مین اوس ذبیحہ کے ہی جسپر سہواً اللہ کا نام نہ لیا جاوے تو مذہب ابن عمرؓ اور امام مالک کا یہ ہی کہ وہ بھی حرام ہی اور ابن
عباس اور علیؓ اور اکثر صحابہ کے نزدیک حلال ہی پس قول امام شافعیؒ کا کہ مسلمان کا ذبیحہ اگرچہ قصداً ترک کرے تسمیہ کو حلال
ہی مخالف ہی کتاب اللہ اور احادیث مشہورہ صحیحہ اور اجماع صحابہ و من بعدہم اور دوسرے ائمہ مجتہدین کے اور وہ جو استدلال کرتے ہین
شافعیؒ اس حدیث سے کہ فرمایا حضرت صلعم نے مسلمان ذبح کرتا ہی اللہ کے نام پر تسمیہ کہے یا نہ کہے تو جواب اوس کا بچند وجوہ ہی
اول یہ کہ یہ حدیث اس لفظ سے نہین پائی گئی ہان روایت کی دارقطنی اور بیہقی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے
کہ فرمایا حضرت صلعم نے مسلمان کافی ہی اوسکو نام اللہ تعالی کا تو اگر بھول جاوے بسم اللہ ذبح کے وقت تو چاہیے کہ بسم اللہ پڑھکر کھاوے
اور اسناد مین اسکے محمد بن یزید بن سنان صدوق ہی لیکن ضعیف الحفظ ہی اور روایت کیا اوسکو عبدالرزاق نے اسناد
صحیح سے لیکن وہ موقوف ہی ابن عباسؓ پر اور حدیث موقوف شافعیؒ کے نزدیک حجت نہین ہی اسیطرح جو روایت کی ابوداود نے
مراسیل مین کہ ذبیحہ مسلمان کا حلال ہی لیا جاوے اوسپر نام اللہ تعالی کا یا نہ لیا جاوے اور راوی اوسکے ثقات ہین کیونکہ حدیث مرسل بھی شافعیؒ
کے نزدیک قابل احتجاج کے نہین ہی دوسرا یہ کہ یہ حدیث محمول ہی اوپر حالت نسیان کے اسی واسطے اجماع کیا صحابہ و من بعدہم نے
حرمت متروک التسمیہ عامداً پر اور اگر یہ حدیث عامد کو بھی عام ہوتی تو لازم تھا کہ صحابہ کرام مین کچھ اس باب مین مناظرہ اور خلاف ہوتا
تیسری یہ کہ یہ حدیث بفرض تسلیم اس بات کے کہ شامل ہی عامد اور ناسی کو مخالف ہی کتاب اللہ کے اور خبر واحد جب مخالف ہو آیت
قطعی کے تو باتفاق ائمہ قابل قبول نہین ہوتی چوتھی یہ کہ ترک کیا اس حدیث پر عمل اصحاب صدر اول یعنی صحابہ و تابعین نے
اور یہی دلیل ہی اسکے ضعف اور نسخ روایت کی پانچوین یہ کہ یہ حدیث مخالف ہی اجماع صحابہ کے پس رد کی جاویگی واللہ اعلم

ص تو اگر بھولے سے تسمیہ ترک کرے تو ذبیحہ حلال ہی **ف** بسبب عذر ہونے نسیان کے فرمایا اللہ تعالی نے لا
تؤاخذنا ان نسینا یعنی نہ مواخذہ کر تو ہم سے اگر بھول جاوین ہم تو قول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام اللہ کا دل مین ہی
ہر مسلمان کے محمول ہی اوپر حالت نسیان کے اور امام مالکؒ کے نزدیک اس صورت مین بھی ذبیحہ حرام ہی کذا فی الاصل **ص**
اگر کسی نے اللہ تعالی کے نام کے ساتھ اور کچھ بھی ذکر کیا تو اگر وصل سے ذکر کیا جیسے کہے بسم اللہ اللہم تقبل من فلان تو مکروہ ہی
ف یا یون کہے بسم اللہ محمد رسول اللہ دال کے پیش سے اور جو دال کو زیر یا زبر دیگا تو ذبیحہ حرام ہو جاویگا درمختار اور اگر
قبل تسمیہ یا بعد ذبح کے کوئی دعا پڑھے تو مکروہ نہین ہی بلکہ مستحب ہی چنانچہ صحیح مسلم مین حضرت عائشہؓ سے مروی ہی
کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لٹایا قربانی کو پھر اوسکو ذبح کیا اور کہا بسم اللہ اللہم تقبل من محمد وآل محمد ومن امۃ محمد یعنی یا اللہ
قبول کر تو اسکو محمد سے اور آل سے اونکی اور امت سے محمد کی **ص** اور جو بسم اللہ پر عطف کرکے کہا جیسے باسم اللہ واسم فلان
یا بسم اللہ وفلان یعنی ذبح کرتا ہون مین اللہ تعالی کے نام اور فلان کے نام پر یا اللہ اور فلان کے نام پر تو وہ ذبیحہ حرام ہو جاویگا
ف خواہ وہ فلان نبی ہو یا ولی یا فرشتہ اسواسطے کہ فرمایا اللہ تعالی نے وما اہل بہ لغیر اللہ یعنی حرام ہی جسپر وہ
ذبیحہ کہ جسپر غیر خدا کا نام لیا جاوے درمختار مین ہی کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو مقام مین مجکو ذکر نکرنا چاہیے ایک تو

چھینکنے کے وقت دوسرے ذبح کرنے کے وقت **ص** اور جو قبل لٹانے جانور کے یا بعد ذبح کے کوئی دعا پڑھے تو مکروہ نہیں ہے
ف جیسا کہ گذرا صحیح مسلم میں ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وقت ذبح کے فرماتے تھے بسم اللہ واللہ اکبر اور ابوداؤد اور ترمذی
نے جابر رضی سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نحر کے دن دو خصی مینڈھے ذبح کیے سو انکو جب قبلہ رخ گرایا تو یہ دعا
کی إِنِّي وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِي فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ عَلٰى مِلَّةِ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ إِنَّ
صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِينَ لَا شَرِيكَ لَهُ وَبِذٰلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا مِنَ الْمُسْلِمِينَ اَللّٰهُمَّ مِنْكَ
وَلَكَ وَإِلَيْكَ اَللّٰهُمَّ عَنْ مُحَمَّدٍ وَأُمَّتِهِ بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ أَكْبَرُ پھر حضرت نے ذبح کیا اور دوسری روایت جابر رضی
سے ترمذی میں یوں ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے مینڈھا ذبح کیا اور فرمایا بسم اللہ واللہ اکبر
اَللّٰهُمَّ هٰذَا عَنِّي وَعَمَّنْ لَمْ يُضَحِّ مِنْ أُمَّتِي **ص** مستحب ہے اونٹ کا نحر کرنا یعنی گردن کے نیچے برچھا مارنا اور گائے بکری کا
ذبح کرنا اور جو اونٹ کو ذبح کیا اور گائے بکری کو نحر کیا تو درست ہے لیکن مکروہ ہے **ف** بسبب مخالفت سنت کے اسلیے کہ
حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بکری دنبے کو ذبح کیا اور اونٹ کو نحر کیا جیسا بہت احادیث سے مفہوم ہوتا ہے اور اللہ تعالی نے
بھی فرمایا إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تَذْبَحُوا بَقَرَةً وَفَدَيْنَاهُ بِذِبْحٍ عَظِيمٍ پہلی آیت گائے میں اور دوسری دنبے میں
دونوں میں ذبح کا لفظ ارشاد کیا اور فرمایا فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ اونٹ کے باب میں **ص** اور ضروری ہے زخمی کرنا اوس
وحشی جانور کا جو آدمیوں سے بل گیا **ف** اسواسطے کہ ذکات اضطراری کیطرف تو اوس صورت میں حاجت ہوتی ہے
جب ذکات اختیاری سے عاجز ہو درمختار **ص** اور کفایت کرتا ہے زخمی کرنا اوس چارپائے جانور کا جو وحشی ہو گیا **ف** اسلیے کہ جب جانور وحشی ہو گیا
تو ذکات اختیاری سے عجز ہو پس ذکات اضطراری جائز ہے **ص** یا کوئیں میں گر پڑا اور اوسکا ذبح ناممکن ہو گیا **ف** یا سرکش ہو گیا اور
آدمی پر حملہ کرنے لگا تو اگر اوسنے اوسکو قتل کیا جسپر نے حملہ کیا ذکات کی نیت سے تو وہ جانور حلال ہے درمختار اور امام مالک
کے نزدیک بغیر ذکات اختیاری کے حلال نہوگا اور دلیل ہماری قول ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جانور کے حق میں
کہ اگر تو نیزہ مارے اوسکی ران میں تو بھی کافی ہے یعنی ذکات ضرورت میں اور صحیح بخاری میں ہے ابن عباس رضی سے کہ جو تیرے
ہاتھ سے نکل جاوے تو حکم اوسکا مثل صید کے ہے اور کہا انھوں نے کہ اونٹ اگر گر پڑے کوئیں میں تو ذکات کر اوسکی جسطرح قادر
ہو تو اور کہا کہ یہی مذہب ہے علی اور ابن عمر اور عائشہ رضی اللہ عنہم کا اور بیان ذکات اضطراری کا مفصل انشاء اللہ تعالی کتاب الصید
میں آویگا **ص** ایک جانور کو ذبح کیا اور اوسکے پیٹ سے ایک بچہ مردہ نکلا تو وہ حلال نہیں ہے **ف** البتہ اگر زندہ نکلے
اور اوسکو بھی ذبح کیا جاوے تو حلال ہے یہ مذہب امام اعظم رحمہ کا ہے اور صاحبین اور شافعی رحمہ کے نزدیک وہ بچہ اگرچہ مردہ نکلے
حلال ہے جب اوسکی خلقت پوری ہو گئی ہو اسواسطے کہ مروی ہے ابو سعید خدری رضی سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے
ذبح کرنا بچے کا ذبح کرنا اوسکی ماں کا ہے اور عبارت حدیث کی یہ ہے ذَكَاةُ الْجَنِينِ ذَكَاةُ أُمِّهِ اخراج کیا اوسکا امام احمد نے
اور صحیح کیا اوسکو ابن حبان نے اور دلیل امام اعظم کی آیت ہے کلام اللہ کی حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ اور جواب ہے ان
استدلال سے یہ ہے کہ لفظ امہ حدیث کا دو طرح سے منقول ہے ایک ذکاۃ امہ بنصب کاف دوسرے بضم ذکات اور ظاہر یہی
بنصب ذکات کی صورت میں کاف تشبیہ یہاں سے محذوف ہے تو مطلب حدیث کا یہ ہوگا کہ ذکات جنین کی مثل ذکات ماں کی

سکے یعنی جیسے ماں کی ذکات ذبح کرنے سے ہوتی ہے ایسے ہی جنین کی بھی ذکات اسکے ذبح سے ہوگی تو یہ حدیث حجت ہمارے ہوگی نہ صاحبین اور شافعیؒ کی اور رفع ذکات کی صورت مین بھی تشبیہ محمول وجہ الکمال ہے اسلیے کہ جب مبالغہ تشبیہ مین منظور ہوتا ہے تو مشبہ بہ کو مشبہ محمول کر دیتے ہین جیسے شاعر کا قول وعیناک عیناها وجیدک جیدها اگر کوئی کہے کہ البتہ ابوسعید کی حدیث مین یہ ہے کہ کہا ہمنے یارسول اللہ ہم نحر کرتے ہین ناقہ کو اور ذبح کرتے ہین گائے بکری کو تو پاتے ہین ہم پیٹ مین اوسکے بچہ کیا ڈال دین ہم اوسکو یا کھاوین اوسکو تب فرمایا آپ نے کھاؤ اوسکو تم روایت کیا اسکو ابوداؤد و ابن ماجہ نے تو یہ حدیث دلالت کرتی ہے اس امر پر کہ مراد جنین میت ہے تو ہم جواب دینگے کہ اس دلالت کو ہم منع کرتے ہین اور کون سی دلیل ہے اس مقام پر کہ مراد سوال و جواب مین خاص جنین میت ہے بلکہ جائز ہے کہ جنین مطلق مراد ہو یا جنین حی اور بصورت ارادہ مطلق استدلال کرنا محمل ہے باوجود مخالفت نص کلام اللہ کے جو مطلق حرمت میتہ پر دال ہے کمال بعید ہے انصاف سے جیسا عاقل پر غیر مخفی ہے

ص فصل بیان مین اون جانورون کے جنکا کھانا درست ہے اور جنکا درست نہین

حلال نہین ہے ہر درندہ جو اپنے دانت سے شکار کرتا ہو اور نہ ہر پرندہ جو پنجہ سے شکار کرتا ہو ف باتفاق ائمہ ثلثہ یعنی ابوحنیفہ و شافعیؒ و احمدؒ اسواسطے کہ روایت کی مسلم نے ابن عباسؓ سے کہ منع کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہر دانت والے درندہ سے اور ہر پنجہ والے پرندے سے اور روایت کی ابوہریرہؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہر دانت والا درندہ حرام ہے دانت والے درندے جیسے شیر چیتا بھیڑیا کتا بلی لومڑی پنجہ والے پرندے جیسے باز بحری شکرہ وغیرہ ص اور حشرات الارض ف یعنی جو جانور زمین کے اندر رہتے ہین جیسے چوہا اور گھونس چھچھوندر سیہی وغیرہ یہی قول ہے شافعیؒ اور احمدؒ کا بھی اسلیے کہ یہ جانور سب خبیث ہین اور فرمایا اللہ تعالی نے ویحرم علیہم الخبائث اور حرام کرتا ہے اون پر ناپاک چیزین اور امام مالکؒ کے نزدیک سباع بہائم اور سباع طیور اور حشرات الارض سب درست ہین ص اور بستی کے گدھے ف یعنی پالو گدھے باتفاق شافعیؒ اور احمدؒ کے اور امام مالکؒ کے نزدیک مکروہ ہین دلیل ہماری یہ ہے کہ روایت کی بخاری و مسلم نے حضرت علی بن ابی طالبؓ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع کیا متعہ سے اور پالو گدھون کے گوشت سے روز خیبر کے اور حدیث جابرؓ مین ہے کہ منع کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پالو گدھون کے گوشت سے دن خیبر کے روایت کیا اوسکو بخاری و مسلم نے لیکن گدھا وحشی یعنی گورخر باتفاق ائمہ درست ہے اسلیے کہ روایت کیا بخاری و مسلم نے ابو قتادہؓ سے حمار وحشی کے قصے مین کہ کھایا اوسمین سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ص اور خچر ف جسکی ماں گدھی ہو اور جسکی ماں گھوڑی ہے تو وہ حلال ہے باتفاق یہی قول ہے شافعیؒ اور احمدؒ کا اور امام مالکؒ کے نزدیک مکروہ ہے دلیل ہماری حدیث جابرؓ کی ہے کہا کہ حرام کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دن خیبر کے گوشت پالو گدھے کا اور خچر کا اور ہر درندہ اور پنجہ والے کا روایت کیا اوسکو ترمذی نے اور کہا غریب ہے اور روایت کی ابن ماجہ نے خالد بن الولیدؓ سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع کیا گوشت سے گھوڑون کے اور خچرون کے اور گدھون کے ص اور گھوڑا ف نزدیک امام ابوحنیفہؒ اور بعض مالکیون کے اور احمدؒ اور شافعیؒ اور صاحبین کے نزدیک حلال ہے بدلیل حدیث جابرؓ کے کہ اذن دیا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گوشت مین گھوڑون کے روایت کیا اوسکو بخاری و مسلم نے اور بھی روایت کیا بخاری و مسلم نے اسماء بنت ابی بکرؓ سے کہا انھون نے نحر کیا ہمنے عہد مین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک گھوڑا اور ہم نے کھایا اوسکو دلیل امام اعظمؒ کی حدیث خالد بن الولیدؓ کی ہے جو اوپر گذری دوسری یہ کہ گھوڑا آلہ جہاد ہے اور اوسکے گوشت کے

مباح ہونے میں تھا پھر وہ جباہ کی اور صحیح یہ ہے کہ امام اعظم نے رجوع کیا حرمت کے قول کی اور قائل ہوئے اوسکی حلت کے تین دن
اپنی موت سے پہلے اور اسی پر فتوی ہے ذخیرہ عمادیہ ص اور بجو اور گوہ ف اسواسطے کہ بجو دانت والا ہے اور گوہ حشرات الارض
میں سے ہے اور روایت کی ابوداود نے عبد الرحمن بن شبل سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع کیا گوہ کے گوشت کھانے سے
اور یہ حدیث حجت ہے مالک اور شافعی پر کیونکہ اونکے نزدیک گوہ مباح ہے دلیل اونکی حدیث ابن عباس ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم نے گوہ حرام نہیں ہے لیکن نہیں ہوتا میری قوم کی زمین میں سو میں مکروہ جانتا ہوں اوسکو روایت کیا اوسکو بخاری
مسلم نے امام صاحب کی طرف سے اس استدلال کا یہ جواب ہے کہ یہ حدیث ابتدائے اسلام کی ہے اور پہلے آپ نے گوہ خود نہ کھایا
لیکن منع بھی نہیں کیا تھا بعد اوسکے آپ نے منع کر دیا دوسرے یہ کہ حدیث ابن عباس کی معارض ہے حدیث عبد الرحمن بن شبل کی تو
نہی کو ترجیح ہوگی اسلیے کہ محرم مقدم ہے مبیح پر تیسرے یہ کہ نہ کھانے میں گوہ کے احتیاط ہے برخلاف کھانے کے ص اور بھڑ اور بچھو
ف اسلیے کہ بھڑ موذیات میں سے ہے اور بچھو خبائث حشرات میں سے ہے ہدایہ ص اور کوا سیاہ جبکہ اگر دانہ ... اور ابقع کہ جو مردار
کھاتا ہے ف اور جو کوا مردار بھی کھاتا ہے اور دانہ بھی کھاتا ہے یا صرف دانہ کھاتا ہے تو وہ درست ہے امام اعظم کے نزدیک عینی
ص اور ہاتھی ف اسلیے کہ وہ دانت والا ہے ص اور جنگلی چوہا ف یا گھونس اسلیے کہ وہ حشرات الارض اور سباع میں سے ہے
ص اور نیولا ف کیونکہ وہ بھی حشرات الارض میں سے ہے اور چمگادڑ میں دو قول ہیں ایک قول میں حلال دوسرے میں حرام
ہے عالمگیری ص اور دریائی جانوروں میں سوا مچھلی کے اور کچھ درست نہیں ہے ف اور امام مالک کے نزدیک سب دریائی جانور حلال
ہیں کیکڑا اور کتا دریائی اور مینڈک اور سور دریائی لیکن سور دریائی اونکے نزدیک مکروہ ہے اور ایک روایت میں ہے کہ اونھوں نے
توقف کیا اوسمیں اور امام احمد کے نزدیک بھی سب جانور دریائی درست ہیں مگر گھڑیال اور مینڈک لیکن سوا مچھلی کے سور دریائی
یا کتا یا انسان دریائی ذبح کرنا پڑیگا اور بعض اصحاب شافعی کے نزدیک بھی سب دریائی جانور درست ہیں اور یہی اصح ہے اونکے
مذہب میں ظاہر تمسک انکا آیت سے کلام اللہ کی ہے اُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ یعنی حلال ہے تمہارے واسطے شکار دریا کا اور
یہ عموم سب جانوروں کو شامل ہے اور ہم یہ کہتے ہیں کہ مراد صید بحر اور طعام بحر سے آیات و احادیث میں مچھلی ہے اسلیے کہ وہی پاکیزہ ہے
اور باقی سب خبیث ہیں اور خبائث ہمارے دین میں حرام ہیں دیکھو مینڈک حالانکہ دریائی ہوتا ہے لیکن حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے
منع کیا اوس سے کہ دوا میں ڈالا جاوے تو کھانا بطریق اولی حرام ہوگا روایت کیا اسکو ابوداود نے اور بھی حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے
منع کیا سرطان یعنی کیکڑے کی بیع سے کذا فی الہدایہ ص لیکن مچھلی بھی اگر خود بخود مر کر پانی پر تیر آوے تو اوسکا کھانا حرام ہے
ف اسلیے کہ وہ میتہ ہے اور جو کسی آفت سے مثلا پانی کی سردی یا گرمی یا کوئی دوا کے ڈالنے سے مر جاوے یا زخمی ہوکر مر جاوے
تو درست ہے اسیطرح جو مچھلی پیٹ میں سے دوسری مچھلی کے نکلی وہ بھی درست ہے جو مچھلی خود بخود مرکر تیر آوے اوسکو طافی کہتے ہیں
ہمارے نزدیک حرام ہے اور شافعی اور مالک کے نزدیک درست ہے کیونکہ میتہ بحر حدیث سے حلال ہے فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
نے دریا کا پانی پاک ہے اوسکا اور حلال ہے مردہ اوسکا روایت کیا اسکو ابوداود ترمذی نسائی ابن ماجہ نے ابوہریرہ سے امام صاحب
کی طرف سے جواب یہ ہے کہ مراد میتہ بحر سے وہی مچھلی ہے جو آفت سے مرجاوے جیسے پکڑ لیے یا دریا گھٹ جاوے یا دریا اوسکو باہر ڈال کر پھینک
دیوے اسلیے کہ موت اوسکی مضاف ہوئی طرف بحر کے دوسرے یہ کہ روایت کی ابوداود اور ابن ماجہ اور ابن عدی نے جابر سے

ابو الزبیرؓ سے انھون نے جابرؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جسکو پھینک دے دریا یا پانی اوسکو چھوڑ دیوے تو کھاؤ اوسکو اور جو چھوڑ دیوے مر جانے اور تیرے تو نکھاؤ اوسکو تو جب حدیث صحیح ممانعت مین طافی کے موجود ہے پھر حلت کی کیا وجہ ہے ص مچھلی کی سب قسمین درست ہین یہان تک کہ سانپ مچھلی اور بام مچھلی بھی درست ہے ف اور محمدؒ سے ایک روایت مین جو بام مچھلی ہین لیکن یہ قول ضعیف ہے ص اور حلال ہے ٹڈی اور سب قسم کی مچھلیان بغیر ذکات کے ف یہی قول ہے احمدؒ اور شافعیؒ کا اور مالکؒ کے نزدیک ٹڈی حرام ہے دلیل ہماری بہت احادیث ہین ایک حدیث احمدؒ اور دارقطنی اور ابن ماجہ ابن عمرؓ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حلال ہین واسطے ہمارے دو میتہ اور دو خون سو دو میتہ مچھلی اور ٹڈی ہین اور دو خون جگر اور تلی ہین دوسری حدیث ابن ابی اوفیؓ کی کہا انھون نے کہ جہاد کیے ہمنے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سات جہاد تھے ہم کھاتے ٹڈی کو روایت کیا اوسکو بخاری و مسلم ابو داؤد و ترمذی نسائی نے تیسری حدیث سلمانؓ کی کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ٹڈی کے باب مین کہ نہ کھاتا ہون مین اوسکو نہ حرام کرتا ہون مین اوسکو روایت کیا اوسکو ابو داؤد نے ص اور کوا کھیت کا جو صرف دانہ کھاتا ہے اور خرگوش ف حلال ہے باتفاق علماء اربعہ کے اور بہت سی احادیث اوسکی حلت مین وارد ہوئی ہین چند کو ہین صحاح مین بخاری مین انسؓ سے مروی ہے کہ حضرتؐ نے کھایا گوشت خرگوش کا ص او عقعق ذکات سے ف عقعق وہ کوا ہے جو مردار اور دانا دونون کھاتا ہے اوسکا حلال ہونا اصح قول ہے اور ابو یوسفؒ کے نزدیک مکروہ ہے اسی طرح جو مرغی نجاست کھاتی ہے حلال ہے لیکن ابو یوسف کے نزدیک مکروہ ہے اسی طرح حلال ہے طیطا اور ہدہد اور بوم اور چکاور باتفاق ائمہ ثلثہ کے کذا فی المیزان للشعرانی **مسئلہ ضروری** ذبح کیا ایک جانور امیر کے آنیکے لیے یا کسی اور شخص کی تعظیم کے واسطے سوا خدا کے تو وہ ذبیحہ مردار ہے اگرچہ ذبح کے وقت خدا کا نام لیا جاوے درمختار اس سے معلوم ہوا کہ جو ہندوستان مین رواج ہے کہ منت مان کر سید احمد کبیر کی گاے یا شیخ سدو کا بکرا یا اوجالا شاہ کا مرغا ذبح کرتے ہین وہ گاے بکرا مرغا مردار ہے واسطے کہ ذبح سے تعظیم غیر خدا کا ارادہ کرتے ہین اور صحیح مسلم مین وارد ہے حضرت علی مرتضیٰؓ سے کہ لعن اللہ من ذبح لغیر اللہ یعنی لعنت کرے اللہ اوس شخص پر جو ذبح کرے واسطے غیر خدا کے تو مسلمانون کو چاہیے کہ ایسے امورات سے خود احتراز رکھین اور اورون کو جو جاہل ہین سمجھا کر ان چیزون کو ترک کرا دیوین غایۃ الاوطار مع زیادۃ البتہ یہ صورت درست ہے کہ جانور کو خدا کے واسطے ذبح کرین اور ثواب اس کا کسی ولی یا نبی کی روح کو پہنچاوین واللہ اعلم

کتاب الاضحیۃ

یہ کتاب ہے قربانی کے بیان مین جو جانور عید الضحی کے دن ذبح کیا جاوے اوسکو اضحیہ کہتے ہین کیونکہ وقت ضحی یعنی چاشت کے اوسکو ذبح کرتے ہین ص قربانی مین ایک بکری ایک آدمی کی طرف سے ضروری ہے اور گاے یا بیل یا اونٹ سات آدمیون کی طرف سے بھی ہو سکتا ہے ف اور جو سات سے کم ہون تو بطریق اولی جائز ہے لیکن بکری مین ایک آدمی سے زیادہ نہین ہو سکتا اسلیے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اوس مین ایک آدمی سے زیادہ اجازت نہین دی چنانچہ ابو سعیدؓ سے مروی ہے کہ کہا کہ تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قربانی کرتے ایک مینڈھا جسکے پاؤن اور آنکھین اور منھ سیاہ تھا اور یہی قیاس تھا اونٹ اور بیل اور گاے مین بھی لیکن جائز رکھا ہمنے اوسمین سات آدمی تک اسلیے کہ روایت کی مسلم اور ابو داؤدؒ نے جابرؓ سے کہ فرمایا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گاے سات آدمیون کی طرف سے اور اونٹ سات آدمیون کی طرف سے ہی ص لیکن یہ شرط ہی کہ کوئی شریک ساتوین حصے سے کم کا نہووے ف تو اگر کسی شریک کا حصہ ساتوین حصے سے کم ہوگا تو کسی کی طرف سے قربانی درست نہوگی اور امام مالکؒ کے نزدیک ایک گاے یا بیل یا اونٹ ایک گھر والون کی طرف سے درست ہی اگرچہ سات سے زیادہ ہون لیکن دو گھر والون کی طرف سے درست نہین اگرچہ سات سے کم ہون کذا فی الاکمل ص پھر جب قربانی مین شرکت ہووے تو گوشت کو تول کر تقسیم کرین نہ اٹکل سے مگر جب کہ گوشت کے ساتھ پائے یا کھال ملائے جاوین تو وزن کا برابر ہونا ضرور نہین ف یعنی ہر جانب مین کچھ گوشت اور کچھ پائے ہون یا کچھ گوشت اور کچھ کھال ہو یا ایک جانب مین گوشت اور پائے ہون اور دوسری جانب مین گوشت اور کھال ہو اور اس صورت مین اٹکل سے تقسیم اسلیے درست ہوئی کہ جنس کو خلاف جنس کے طرف پھیر دینگے کذا فی الاکمل ص ایک گاے ایک شخص نے قربانی کے لیے خریدی پھر چھ آدمی اوسمین اور شریک ہوگئے تو جائز ہی استحسانًا ف اور قیاسًا نہین جائز ہی اور یہی قول ہی زفرؒ کا اسلیے کہ اوسنے قربۃً الی اللہ خریدی پس کیونکر جائز ہوگی بیع اوسکی وجہ استحسان یہ ہی کہ کبھی ایک شخص کو فربہ گاے ملجاتی ہی لیکن شریک اوسوقت نہین ملتے تو وہ خرید لیتا ہی بعد اوسکے شریک ملجاتے ہین تو بسبب ضرورت کے جائز ہوا ص لیکن اگر قبل خریدنے کے شریک ہو جاوین تو بہتر ہی ف اور مروی ہی امام صاحبؒ سے کہ شریک ہونا بعد خریدنے کے مکروہ ہی اور قربانی واجب ہی ف اور ابو یوسفؒ اور شافعیؒ کے نزدیک سنت ہی بدلیل حدیث ام سلمہؓ کے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو شخص دیکھے تم مین سے چاند ذی الحجہ کا اور ارادہ کرے قربانی کا تو چاہیے کہ اپنے بال اور ناخون روک رکھے یعنی نہ کاٹے روایت کیا اوسکو جماعت نے یہ جو کہا کہ اگر ارادہ کرے اس سے معلوم ہوتا ہی کہ قربانی واجب نہین ہی دلیل امام اعظمؒ کی حدیث ہی ابو ہریرہؓ کی کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جسکو وسعت ہو اور قربانی نکرے تو نہ قریب ہو ہمارے مصلے کے روایت کیا اوسکو احمد اور ابن ماجہ نے اور صحیح کہا اوسکو حاکم نے کیونکہ اس قسم کی وعید سوا واجب کے ترک کے سنت کے ترک پر نہین ہوتی اور حدیث ام سلمہؓ کے معنی یہ ہین کہ جس شخص کا قصد ہو قربانی کا جو ضد ہی سہو کی نہ تخییر کذا فی الہدایۃ ص اوس شخص پر جسپر صدقۂ فطر واجب ہی ف اور وہ وہ شخص ہی جسکے پاس جائداد بقدر نصاب شرعی مسکن اور متاع مسکن اور سواری اور خادم کے سوا ہووے لیکن طحطاوی مین ہی کہ کتابون سے آدمی غنی نہین ہوتا مگر جب کہ ایک کتاب کے دو نسخے ہون یا وہ کتابین طب اور نجوم اور ادب کی ہووین ص اپنی طرف سے نہ اپنے نابالغ لڑکے کی طرف سے ف تو بالغ لڑکے کی طرف سے بطریق اولی واجب نہوگی ص ظاہر الروایۃ مین ف اور حسن بن زیاد کی روایت مین امام اعظمؒ سے طفل نابالغ کی طرف سے بھی واجب ہی مثل صدقۂ فطر کے لیکن فتوی ظاہر الروایۃ پر ہی کذا فی الطحطاوی ص اور طفل نابالغ اگر مالدار ہووے تو اوسکے مال مین سے اوسکا باپ یا وصی قربانی کر دیوے ف یہ مذہب شیخین کا ہی اور محمدؒ اور شافعیؒ کے نزدیک باپ اوسکا اپنے مال سے قربانی کرے نہ اوسکے مال سے اور در مختار مین اسی کو مختار رکھا ہی کہ باپ اوسکے مال مین سے قربانی نکرے ص تو اگر طفل کے مال مین سے

قربانی کی تو بقدر اوس سے کھایا جاوے کھاوے باقی گوشت بدل ڈالا جاوے اوس چیز سے جسکے
عین سے نفع اوٹھا سکتے ہین جیسے کپڑا اور موزہ وغیرہ **ف** لیکن اوس چیز سے نہ بدلا جاوے
جس کو تلف کر کے نفع اوٹھاتے ہین مثل روٹی کے یا بدلے کے جیسے روپیہ اشرفی کذا فی الاصل **ص**
اگر قربانی ذبح کیجاوے شہر مین تو اول وقت اوسکا بعد نماز عید کے ہے **ف** اور شافعی اور مالک کے نزدیک جب تک
امام قربانی نکرے بعد نماز کے تو کسی کو قربانی کرنا درست نہین ہے حجت یہ ہے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس شخص نے ذبح
کیا قبل نماز کے تو اوسنے ذبح کیا اپنے نفس کے لیے اور جسنے ذبح کیا بعد نماز کے تو پوری ہوئی عبادت اوسکی اور پالی
اوسنے سنت مسلمانون کی اور ایک روایت مین ہے کہ فرمایا آپنے جس شخص نے ذبح کیا قبل نماز کے تو چاہیے کہ اوسکے بدلے
دوسرا جانور ذبح کرے اور جسنے نہین ذبح کیا تو وہ ذبح کرے خدا کے نام پر روایت کیا اوسکو بخاری مسلم نے براء
ابن عازب اور جندب بن عبد اللہ سے اور بھی فرمایا حضرت نے کہ پہلے عبادت ہماری اس روز نماز ہے پھر قربانی روایت
کیا اوسکو بخاری مسلم نے کذا فی الہدایۃ **ص** اور جو شہر مین نہووے تو اول وقت اوسکا بعد طلوع فجر کے ہے دن نحر کے یعنی
دسوین تاریخ ذیحجہ کی اور آخر وقت اوسکا قبل غروب آفتاب کے ہے بارھوین تاریخ ذیحجہ کے **ف** اور شافعی کے نزدیک تیرھوین
تاریخ کی شام تک دلیل شافعی کی قول ہے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کہ سارے ایام تشریق ذبح کے دن ہین روایت کیا اوسکو
امام احمد نے مسند مین اور ابن حبان نے صحیح مین جبیر بن مطعم سے کہا صاحب ہدایہ نے کہ دلیل ہماری وہ ہے جو مروی ہے حضرت عمر
اور علی اور ابن عباس سے کہ کہا ان سبھون نے ایام قربانی کے تین ہین افضل اون سب مین پہلا روز ہے یعنی دسوین
تاریخ اور روایت کی مالک نے موطا مین نافع سے اوںھون نے ابن عمر سے کہ کہا اوںھون نے ایام قربانی کے بعد یوم النحر
کے دو دن ہین اور کہا کہ ایسا ہی پہونچا مجکو علی بن ابی طالب سے اور ظاہر ہے یہ بات کہ حدیث موقوف اس باب مین
مثل مرفوع کے ہے اسلیے کہ یہ امر غیر قیاسی ہے بدون شارع کے بیان کیے ہوے معلوم نہین ہو سکتا اور ابن عمر نہایت تتبع کرنیوالے
طریقہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اور حدیث مستدل شافعی منقطع ہے کہا بزار نے کہ یہ حدیث مروی ہے عبد الرحمن بن ابی حسین
سے اوںھون نے جبیر بن مطعم سے حالانکہ عبد الرحمن نے نہین ملاقات کی جبیر بن مطعم سے اور دوسری یہ کہ اوس حدیث مین
الا ذبح کا وارد ہے نہ اضحیہ کا **ص** لیکن اعتبار آخر روز کا ہے فقر اور غنا اور ولادت اور موت مین **ف** یعنی جب وہ
غنی تھا اول روز قربانی کے پھر مفلس ہوگیا آخر روز مین تو اوسپر قربانی واجب ہوگی اور جو اسکا اولٹا ہوا تو واجب
ہوگی اور اگر پیدا ہوا آخر روز مین تو اوسپر قربانی واجب ہوگی اور جو اوس دن مرجائیگا تو اوسپر واجب نہوگی کذا فی الاصل
ص ذبح کرنا رات کو مکروہ ہے تو اگر کسینے قربانی ترک کی اور ایام اوسکے گذر گئے اور اوسنے کسی معین بکری کے ذبح کی
نذر کی تھی یا وہ فقیر تھا اور قربانی خرید کر چکا تھا تو زندہ اوسکو صدقہ کر دیوے اور جو وہ غنی تھا اور اوسنے نذر نہین کی تھی تو
قربانی کی قیمت تصدق کرے خواہ وہ جانور قربانی کا خرید چکا ہووے یا نہ خرید چکا ہووے اور صحیح ہے قربانی مین جذع بھیڑ کا جسکو
ف جسکو عربی مین جذع کہتے ہین اور وہ بکری یا بھیڑ ہے بشرطیکہ تو مندی مین اسقدر ہو کہ سال بھر کی بھیڑ بکری معلوم ہوتی ہو
چھ مہینے کا ہے اسلیے درست ہے کہ روایت کی ابو داؤد اور نسائی اور ابن ماجہ نے مجاشع سے کہ نبی صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم فرماتے تھے کہ چھ مہینے کا دنبہ کافی ہوتا ہے سال بھر کی بھیڑ بکری سے اور روایت کی ترمذی نے ابوہریرہ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیا اچھی ہے قربانی چھ مہینے کے دنبے کی اور فرمایا آپنے کہ ذبح کرو مگر مسنہ یعنی ثنی جبکہ بیان لگے آوینگا مگر جب دشوار ہو تم پر تو ذبح کرو چھ مہینے کا دنبہ ص اور بکری اور بھیڑ میں سے ثنی اور ثنی اونٹ پانچ برس کا ہوتا ہے اور گائے بیل دو برس میں اور بکری بھیڑ برس بھر میں ف اسواسطے کہ فرمایا آپنے نہ ذبح کرو مگر مسنہ اور مسنہ ثنی کو کہتے ہیں اور بھینس کا حکم گائی کا سا ہے تو اس سے کم عمر والے جانور درست نہیں ہیں اور زیادہ عمر والے درست بلکہ افضل ہیں عالمگیری ص اور صحیح ہے سنڈی جسکے سینگ نہوں اور دیوانی اور خصی ف اسلیے کہ سینگ سے کوئی غرض متعلق نہیں ہے اور دیوانی سے مراد وہ ہے جو چارہ وغیرہ کھاتی ہے نہ وہ جو چارہ نہیں کھاتی کہ وہ غیر کافی ہے اور خصی کا گوشت تو عمدہ ہوتا ہے بلکہ روایت کی ابن ماجہ نے عائشہ اور ابوہریرہ سے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قربانی کی دو مینڈھوں کی نمکین رنگ کے دونوں خصی تھے ہدایہ ص اور صحیح نہیں ہے اندھی اور کانی اور اسقدر دبلی کہ اوسکی ہڈیوں میں گودا نہووے یا لنگڑی کہ مقام ذبح تک نہ جاسکے ف اسواسطے کہ روایت کی امام احمد اور چاروں عالموں نے حضرت علی سے کہ حکم کیا ہمکو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس بات کا کہ دیکھیں ہم آنکھ اور کان کو اور نہ قربانی کریں ہم کانی آخر حدیث تک اور روایت کی احمد اور مالک اور ترمذی اور ابوداؤد اور نسائی اور ابن ماجہ اور دارمی نے براء بن عازب سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پوچھے گئے اون قربانیوں سے جنسے بچنا چاہیے سو فرمایا آپنے چار ہیں ایک لنگڑی جسکا لنگڑا پن ظاہر ہووے دوسری کانی جسکا کانا پن کھلا ہووے تیسری بیمار جسکی بیماری صاف ظاہر ہووے چوتھی دبلی اسقدر کہ اوسمیں گودا نہووے ص اور جسکا ہاتھ یا پاؤں کٹا ہووے یا تہائی سے زیادہ اوسکا کان یا دم کٹی ہووے یا تہائی سے زیادہ اوسکی آنکھ کی بصارت جاتی رہی ہووے یا سرین کٹی ہووے ف اسلیے کہ ثلث تک قلیل ہے اور ثلث سے زیادہ کثیر ہے اور ایک روایت میں ثلث سے کم قلیل ہے اور ثلث اور ثلث سے زیادہ کثیر ہے کیونکہ حضرت نے ثلث مال میں فرمایا کہ ثلث کثیر ہے تو روایت کیا اوسکو ائمہ ستہ نے اور ایک روایت میں ربع سے کم قلیل ہے اور ربع بس زیادہ کثیر ہے لیکن صحیح و مفتی بہ یہ قول ہے کہ نصف سے زیادہ کثیر ہے اور نصف اور اوس سے کم قلیل ہے سو اگر نصف یا نصف سے کم کان یا دم مقطوع ہے تو جائز ہے اور تہائی بصارت جاتی رہنے کی پہچان کا طریقہ یہ ہے کہ جب جانور بھوکا ہو تو کم روشن آنکھ کو اوسکی بند کرے اور اوسکے سامنے چارہ لیجاوے اور نظر کرے کہ اوسنے چارہ کہاں سے دیکھا پھر تندرست آنکھ کو اوسکی بند کرکے چارہ لیجاوے اور نظر کرے کہ اوسنے کہاں سے چارہ دیکھا اب دونوں مکانوں کی تفاوت کا اندازہ کرلیوے اگر تہائی کا تفاوت ہو تو تہائی روشنی گئی اسیطرح قلیل یا کثیر معلوم کرلے کذا فی الاصل ص اگر سات آدمیوں نے قربانی کو خریدا اسلیے ایک شخص ان میں سے مرگیا اور اوسکے وارثوں نے کہا کہ تم اوسکی طرف سے بھی اور اپنی طرف سے بھی جانور کو ذبح کرلو تو صحیح ہوگا ف استحسانا اور ابو یوسف سے مروی ہے کہ صحیح نہوگا اور یہی قیاس ہے چنانچہ وجہ اوسکی اصل کتاب میں مذکور ہے ص جیسے ایک گائے قربانی اور قران اور متعہ سب کی طرف سے درست ہے اور اگر قربانی کے شریکوں میں سے کوئی کافر ہوگا یا صرف گوشت لینا اوسکو مقصود ہوگا تو کسی کیطرف سے قربانی جائز نہوگی اور قربانی کے گوشت میں سے خود بھی کھاوے

اور دوسرون کو بھی کھلاوے ف خواہ دوسرے غنی ہون یا فقیر اور افضل یہ ہے کہ تہائی گوشت خیرات کرے اور تہائی
مین اقارب اور دوستون کی ضیافت کرے اور تہائی اپنے واسطے اوٹھا رکھے اور روایت کی ابوداؤد نے نبیشہ ہذلی سے کہ
فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ تمنے منع کیا تھا تمکو کہ کھاؤ تم گوشت قربانی کے تہائی سے زیادہ تو کھاؤ اور جمع کرو
ص اور جسکو چاہے ہبہ کرے اور مستحب ہے کہ تہائی گوشت خدا کی راہ مین دیوے ف اسواسطے کہ احوال تین ہین قربانی مین
ایک کھانا دوسرے رکھ چھوڑنا تیسرے تصدق کرنا اسلیے کہ فرمایا اللہ تعالی نے وَاَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَالْمُعْتَرَّ یعنی کھلاؤ
قناعت کرنے والے کو اور سوال کرنے والے کو تو سارا گوشت ان تینون امر پر اثلاثا منقسم ہوگیا ہدایہ ص اور جو
شخص عیالدار ہو تو وہ تصدق ترک کرے اپنے عیال پر وسعت کے لیے ف اسواسطے کہ ذوی القربی اگر محتاج ہون
تو وہ مقدم ہین مساکین پر اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو چیز صرف کرے اوسکو آدمی اپنے نفس یا اہل پر
تو اوسکے لیے صدقہ لکھی جاویگی روایت کیا اوسکو بغوی نے معالم مین جابر بن عبداللہ سے اور روایت کی مسلم نے
ابی ہریرہ سے کہ زیادہ اجر والا وہ صدقہ ہے جسکو تو صرف کرے اپنے اہل پر اور ایک روایت مین ہے کہ جب آدمی اپنے اہل پہ
کچھ خرچ کرے باامید ثواب تو وہ اوسکے لیے صدقہ لکھا جاویگا روایت کیا اوسکو بخاری مسلم ترمذی نسائی نے ابی مسعود سے
ص اور اگر خود ذبح کرنا بخوبی جانتا ہووے تو آپ ذبح کرے ورنہ دوسرے کو حکم کرے ف لیکن خود بھی وقت ذبح کے
حاضر رہے اسواسطے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی قربانی اپنے دست مبارک سے ذبح کی جیسا اوپر گذرا اور روایت
کی حاکم نے مستدرک مین عمران بن حصین سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت فاطمہ سے کھڑی ہو پس دیکھ اپنی
قربانی کو اسلیے کہ جب اوسکے خون کا پہلا قطرہ نکلیگا تو تیرے سب گناہ معاف ہو جاوینگے ص اور مکروہ ہے کہ قربانی کو اہل کتاب
سے ذبح کراوے ف اور اگر اوسنے ذبح کر دیا تو درست ہے ہدایہ اور مجوسی کا ذبح کرنا حرام ہے درمختار ص اور
قربانی کی کھال کو تصدق کر دیوے ف اسواسطے کہ حدیث علی مین ہے کہ حکم کیا مجکو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ تقسیم کر دون
مین کھالون کو قربانی کی اوپر مساکین کے اور نہ دون مین اجرت قصاب کی اوسمین سے روایت کیا اوسکو بخاری مسلم
ابوداؤد نسائی نے ص یا اوسکی کوئی چیز مثل جھول یا موزہ یا پوستین کے بنالیوے ف یا چھلنی یا مشک
یا دسترخوان یا ڈول بنالیوے درمختار ص یا کھال کو بیچے اوس چیز سے جس سے فائدہ حاصل ہو سکے اوسکو باقی
رکھکے نہ اوس چیز سے جس سے فائدہ نہ اوٹھ سکے بدون اتلاف کے جیسے سرکہ کھانے پینے کی چیزین پھر اگر کھال یا
گوشت کو قربانی کے بیچ ڈالے تو اوسکی ثمن کو تصدق کرے ف اسواسطے کہ ثمن قائم مقام ثمن کی ہے اور یہ جو روایت
کی حاکم نے مستدرک مین کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس شخص نے کھال اپنی قربانی کی بیچ ڈالی سو اوسکی قربانی نہوئی تو مراد اس سے
کراہت بیع ہے لیکن بیع کی جواز مین سو شبہہ نہین ہے اسلیے کہ ملک قائم ہے اور قدرت علی التسلیم حاصل ہے ہدایہ ص اگر ہر شخص نے
غلطی کی راہ سے اپنے ساتھی کی بکری ذبح کر ڈالی تو دونون کی قربانی صحیح ہوگئی اور کسی پر تاوان لازم نہوگا ف لیکن
ہر ایک دوسرے سے معاف کرالے اگر گوشت اوسکا کھایا ہو اور بعد اسکے جانا ہدایہ ص اگر کسی نے ایک بکری غصب
کیکے اوسکی قربانی کی تو صحیح ہو جاویگی اور جو کسی کی بکری امانت تھی اوسکی قربانی کی تو جائز نہوگی ف اسواسطے کہ غصب

مین غاصب کی ملک کا حکم ہوتا ہی وقت غصب سے برخلاف امانت کے کذا فی الاصل **مسائل ملحقہ** مرادہ اگر قیمت مین نر کے برابر ہو تو افضل ہی نر سے اگر قربانی کا جانور قبل قربانی کے جنا تو اوسکے بچہ کو بھی ذبح کرینگے اور بعضون کے نزدیک بدون ذبح کے خیرات کر دینگے قربانی جائز نہین اوسی جانور کی جسکے دانت نہون اور جسکے کان نہون یا ناک نہو قربانی کے جانور کے بال کاٹنا یا دودہ دوہنا اور اوس سے نفع اوٹھانا قبل ذبح کے مکروہ ہی اگر قصاب کے ہاتھ پر دوسرے نے بھی ہاتھ رکھا ذبح کرنے مین اعانت کے لیے تو دونون بسم اللہ کہین ورنہ ذبیحہ حرام ہوگا در مختار عقیقہ کرنا سنت ہی بچہ کی کا ساتوین روز فرزند کیطرف سے دو بکری اور دختر کی طرف سے ایک بکری ایسا ہی روایت کی ابوداود و ترمذی و نسائی نے ام کرز سے

کتاب الکراھیۃ

بیان مین اون امورات کے جو مکروہ ہین اور جو مکروہ نہین ہین **ص** ہر مکروہ حرام ہی نزدیک امام محمد کے **ف** یعنی جیسے حرام پر عذاب نار ہی اوسی طرح مکروہ پر **ص** لیکن حرام اونھون نے اوس واسطے نہ کہا کہ اوسکی حرمت نص قطعی سے ثابت نہین ہوئی **ف** تو مکروہ کی نسبت حرام کی طرف ایسی ہی جیسی واجب کی فرض کیطرف اور مباح وہ ہی جسکا فعل اور ترک برابر ہو **ص** اور شیخین کے نزدیک مکروہ حرام کو نہین کہتے ہین لیکن وہ حرام کیطرف بہت قریب ہی **ف** مراد اس مکروہ سے مکروہ تحریمی ہی نہ مکروہ تنزیہی کیونکہ وہ طرف حلال کے قریب ہی نہ بدعت اور مشتبہ حرام کیطرف قریب ہی تو مکروہ تحریمی شیخین کے نزدیک عذاب نار نہین ہی بلکہ عتاب ہی جیسے ترک سنت موکدہ پر کذا فی الطحاوی

فصل کھانے پینے کے مکروہات کے بیان مین

اتنا کھانا جس سے ہلاکت دفع ہو فرض ہی **ف** اگرچہ کھانا مردار ہو یا مغصوب ہو اسلیے کہ فرمایا اللہ تعالی نے کلوا واشربوا یعنی کھاو اور پیو تو اگر حالت مخمصہ مین مردار یا شراب نہ کھاویگا اور مر جاویگا تو گنہگار مریگا **ص** اور اسقدر کھانا کہ جس سے آدمی نماز کھڑے ہو کر پڑھ سکے ثواب ہی **ف** اور بعضون کے نزدیک اسقدر بھی فرض ہی اسلیے کہ قیام بھی نماز مین فرض ہی اسی طرح سائر عبادات بدنیہ جو فرض ہین اوسکے ادا ہو سکین در مختار **ص** اور کھانا مباح ہی سیری اور آسودگی تک تا اوسکی قوت زیادہ ہووے اور حرام ہی اس سے زیادہ کھانا **ف** یعنی پیٹ بھر جانے کے بعد کھانا حرام ہی اسلیے کہ یہ اسراف ہی اور اللہ تعالی نے منع کیا اوس سے فرمایا کلوا واشربوا ولا تسرفوا **ص** مگر جب کہ روزہ رکھنے کی طاقت حاصل کرنے کے لیے یا اس لیے کہ مہمان نہ شرماوے **ف** یا کسی اور عذر سے مثلاً قے کرنیکے لیے اور طرح طرح کے کھانے پکانے مہمان کے لیے کچھ مضائقہ نہین اور بلا وجہ اسراف ہی اور سنت ہی بسم اللہ کہنا اول طعام مین اور الحمد للہ آخر مین اور ہاتھ دھونا اول میں اور بعد کھانے کے اور جو بسم اللہ بھول جاوے اور کھانے مین یاد آوے تو بسم اللہ اولہ وآخرہ کہہ لیوے اور سنت ہی ہاتھ دھونا اول سے مگر امام اور صاحبین سے منقول ہی اور انگلیون کا چاٹنا ہاتھ دھونے سے اول اور رکابی کا صاف کرنا اور جو دسترخوان پر گر پڑا ہو اوسکا کھا لینا اور رکابی مین ایک کنارے سے کھانا نہ بیچ مین سے اور روٹی کی عزت اور حرمت کرنا یعنی جب روٹی آ جاوے تو سالن کا منتظر نہ رہے اور انتظار نہ کرے بلکہ کھانے لگ جاوے جیسا حدیث مین کذا فی الطحاوی والمستصفی **ص** اور مکروہ ہی **ف** اور کھانا مکروہ ہی چاقو سے گوشت کاٹ کر کھانا

اور گھوڑی کا دودھ ایک روایت میں اور دوسری روایت میں گھوڑی کا دودھ حلال ہے ص اور پیشاب اونٹ کا
ف نزدیک امام شافعیؒ کے اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک حلال ہے دوا کے لیے اور محمدؒ کے نزدیک مطلقاً حلال ہے بدلیل حدیث
عرینین کے کہ حضرت ﷺ نے اونکو اونٹ کے پیشاب پینے کا حکم کیا تھا روایت کیا اوسکو بخاری مسلم نے انس رضی اللہ عنہ سے امام اعظمؒ کی دلیل
قول ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بچو تم پیشاب سے اسواسطے کہ اکثر عذاب قبر کا اسی سے ہوتا ہے روایت کیا اوسکو حاکم نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے
اور کہا کہ صحیح ہے اوپر شرط بخاری مسلم کے اور اسمیں کوئی علت میں نہیں جانتا اور روایت کیا اوسکو بزار نے عبادہ بن صامت
سے اور اخراج کیا اوسکا دارقطنی نے انس رضی اللہ عنہ سے اور ابن ابی شیبہ اور ابن ابی الدنیا نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اور اس حدیث میں پیشاب
مطلق ہے شامل ہے اون جانوروں کے پیشاب کو جنکا گوشت حلال ہے جیسے اونٹ یا گائے وغیرہ اور جواب حدیث عرینین
سے یہ ہے کہ یہ حدیث ابتدائے اسلام میں تھی دوسرے یہ کہ حضرت ﷺ نے شفا اونکی اونٹ کے پیشاب سے وحی سے پہچانی تھی اور اب
یہ امر ممکن نہیں ص اور مکروہ ہے چاندی سونے کے برتن میں کھانا پینا اور تیل لگانا خوشبو ملنا ف مرد اور عورت سب کے لیے
اسواسطے کہ روایت کیا مسلم نے ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اوس شخص کے باب میں جو پیتا ہے چاندی
سونے کے برتن میں کہ اوتارتا ہے اپنے پیٹ میں آگ جہنم کی اور روایت کیا صحاح ستہ میں حذیفہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ پلایا اونکو ایک مجوسی
نے چاندی کے برتن میں سو کہا انھوں نے کہ فرمایا آنحضرت ﷺ نے نہ کھاؤ اور نہ پیو تم برتنوں میں چاندی اور سونے کے اور نہ پہنو
حریر اور دیباج کو اور نہ کھاؤ اونکی رکابیوں میں اسواسطے کہ یہ برتن کافروں کے واسطے ہیں دنیا میں اور تمھارے واسطے ہیں
آخرت میں پھر جب کھانا پینا منع ہوا تو اون برتنوں سے تیل لگانا و خوشبو لگانا بھی منع ہوا اسی طرح مکروہ ہے چاندی سونے کے
چمچے سے کھانا یا اونکی سلائی سے سرمہ لگانا اور جو استعمال اسکے مشابہ ہے جیسے چاندی سونیکا سرمہ دان اور قلم اور دوات
اور آئینہ اور چلمچی اور آفتابہ اور انگیٹھی اور جس چیز کا فائدہ بدن کو حاصل ہو مرد اور عورت سب کے لیے لیکن اونکا استعمال ہو
اپنے اپنے کاموں میں ابتداءً اور جو ابتداءً استعمال نہ ہو جیسے کھانا سونے کے برتن سے نکال کے دوسرے برتن میں کھاوے
یا تیل چاندی کی پیالی سے ہاتھ میں ڈالکر سر پر لگاوے تو کچھ مضائقہ نہیں اور قہستانی وغیرہ نے چاندی سونے کے خود لوہے
زرہ اور دستانوں کو جنگ میں ضرورت کے سبب مستثنیٰ کیا ہے اور مکروہ ہے کھانا پینا تانبے اور پیتل کے برتن میں اور
افضل مٹی کا برتن ہے در مختار ص اور حلال ہے کھانا رانگے اور شیشے اور بلور اور عقیق کے برتن سے ف
اور شافعیؒ کے نزدیک انمیں بھی مکروہ ہے اسلیے کہ یہ چیزیں بھی سونے اور چاندی کے حکم میں ہیں تفاخر کی راہ سے ہم
جواب دیتے ہیں کہ مشرکین کی عادت تفاخر کی صرف سونے اور چاندی سے تھی نہ ان چیزوں سے کذا فی الہدایہ
ص اور حلال ہے کھانا پینا اوس برتن سے جسمیں کوفت ہو چاندی اور سونے کی اور اسیطرح بیٹھنا ایسی کرسی یا تخت یا
زین پر جب کہ چاندی اور سونیکی جگہ سے بچے ف یعنی پینے میں منہ سے اور لینے میں ہاتھ سے اور بیٹھنے میں
موضع جلوس سے چاندی سونا نہ لگے اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک یہ بھی مطلقاً مکروہ ہے اور محمدؒ ایک روایت میں امام اعظمؒ
کے شریک ہیں اور دوسری روایت میں ابو یوسفؒ کے ساتھ ہیں کذا فی الاصل اور جس برتن میں چاندی سونیکا
ملمع ہو تو وہ بالاجماع درست ہے اگر چاندی سونے کے ملمع آئینے کے ہوں یا زیور مصحف کا یا لجام یا زین

یا دمچی یا کباب یا تلوار یا چھری یا اونکے قبضے مین ہووے تو درست ہی بشرطیکہ اوسپر ہاتھ نہ لگاوے در مختار و عالمگیری **ص** مقبول ہی قول کافر کا **ف** اگرچہ مجوسی ہو در مختار **ص** جب وہ کہے کہ مینے یہ گوشت مسلمان سے یا اہل کتاب سے خریدا ہی تو حلال ہوگا یا وہ کہے کہ مینے مجوسی سے خریدا ہی تو حرام ہوگا **ف** اسواسطے کہ قول کافر کا مقبول ہی معاملات مین حاجت سے نہ دیانات مین تو اگر مشرک گوشت بیچتا ہی اور وہ یہ کہے کہ مسلمان نے اوسکو ذبح کیا ہی تو قول اوسکا مقبول نہوگا اسلیے کہ ذبح دیانات مین سے ہی چنانچہ عبارت سے متن کی معلوم ہوتا ہی کہ اگر وہ کافر یہ کہے کہ مینے بت پرست سے خریدا ہی تو گوشت حرام ہو جاویگا پس معلوم ہوا کہ ہندو قصابون سے گوشت خریدنا صرف اونکے اس قول پر اعتماد کر کے کہ ذبح انکو مسلمان نے کیا ہی ناجائز ہی اور وہ گوشت حرام ہی خدا ہمارے اہل زمان کو اس آفت سے نجات دیوے کہ جہلا کیا بعضے اہل علم بھی اس مین مبتلا ہین اور وقت فہمایش و اظہار حق کے دیدہ و دانستہ اوس سے غفلت اور چشم پوشی کر کے تاویلات رکیکہ کرتے ہین **ص** مقبول ہی قول ایک شخص کا اگرچہ کافر ہو یا عورت یا فاسق ہو یا غلام معاملات مین جیسے خرید مین جبکہ کوئی یا توکیل مین **ف** یعنی ایک شخص یہ کہے کہ مین فلان کا وکیل ہون اس شی کی بیع مین تو صرف اوسکے کہنے پر اوس سے وہ چیز خریدنا درست ہی کذا فی الاصل **ص** اور قول غلام اور لڑکے کا ہدیہ مین اور اذن مین **ف** جیسے ایک لڑکا ایک چیز لاکر یہ کہے کہ فلان نے تجکو یہ چیز ہدیہ بھیجی ہی تو قبول کرنا اوس سے ہو سکتا ہی یا غلام یہ کہے کہ مین ماذون ہون تجارت مین تو قول اوسکا قبول کیا جاویگا **ص** اور شرط ہی عدالت خبر دینے والے کی دیانات مین جیسے پانی کی نجاست کی خبر دینا تو تیمم کرے اگر پانی کی نجاست کی ایک مسلمان عادل گواہی دیوے اگرچہ غلام ہو اور سوچ کرے اگر فاسق یا مستور الحال اس امر کی خبر دیوے پھر جسپر رائے اوسکی قرار پاوے اوسکے موافق عمل کرے **ف** یعنی اگر اوسکے گمان غالب مین یہ آوے کہ خبر اسکی سچی ہی تو ناچاری سے تیمم کرے ورنہ تیمم جائز نہین **ص** اور اگر اوس پانی کو بہا دیوے پھر تیمم کرے جبکہ اوس فاسق یا مستور الحال کے صدق کا غلبۂ ظن ہو یا وضو اور تیمم دونون کرے جب اوسکے جھوٹے ہونے کا گمان غالب ہو تو اوسمین زیادہ احتیاط ہی **ف** لیکن احوط یہ ہی کہ پہلے وضو کر لیوے پھر تیمم کرے در مختار اور جو ایک عادل شخص اوسکی طہارت کی اور ایک اوسکی نجاست کی خبر دیوے تو پانی کی طہارت کا حکم دیا جاویگا برخلاف ذبیحہ کے کہ وہان اختلاف مین حکم حرمت کا ہوگا اور کپڑون مین ہر طرح کا گمان غالب معتبر ہی **ص** ایک شخص مقتدی ہی **ف** یعنی لوگ اوسکی پیروی کرتے ہین اور مسئلہ پوچھتے ہین **ص** وہ دعوت ولیمہ مین گیا وہان پر جا کے لہو و لعب راگ دیکھا اور اوسکے منع پر قادر نہین تو نکل آوے اور وہان نہ بیٹھے اور جو وہ شخص مقتدی نہو تو اگر بیٹھ کر کھا لیوے جائز ہی **ف** در مختار مین ہی کہ غیر مقتدی کے لیے بیٹھ کر کھانا اوس صورت مین جائز ہی جب وہ لہو لعب راگ باجا دسترخوان پر نہووے اور جو عین دسترخوان پہ ہو تو ہرگز نہ بیٹھے بلکہ نکل جاوے ناخوش ہو کر فرمایا اللہ تعالی نے فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ پس نہ بیٹھ تو بعد نصیحت کے ساتھ ظالمون کے **ص** اور جو پہلے علم ہو وے اس بات کا کہ وہان راگ باجا لہو و لعب ہوگا تو ہرگز نہ جاوے منقول ہی امام ابوحنیفہ سے کہ مین ایکبار اس آفت مین مبتلا ہوا تھا تو مینے صبر کیا اور یہ امر قبل تھا اس بات سے کہ امام صاحب مقتدا ے وقت ہووے اور اونکے اس قول سے

تنبیہ اہل زمانہ نہایت ضرور

کر میں اس آفت میں مبتلا ہو معلوم ہوا یہ امر کہ سب لہو ولعب حرام ہیں **ف** مگر تین مستثنی ہیں حدیث سے ایک مرد کا کھیلنا اپنی عورت کے ساتھ دوسرے تعلیم و تادیب اپنے گھوڑے کی تیسرے تیر اندازی روایت کیا اس حدیث کو حاکم نے مستدرک میں اور تیر اندازی کے حکم میں ہیں جائز آلات حرب کے مثل بندوق و توپ وغیرہ کی مشق کرنا

ص فصل لباس کے مکروہات کے بیان میں

حرام ہے حریر **ف** حریر وہ کپڑا ہے جو کل ریشم کا ہو **ص** کا پہننا مردوں کے لیے **ف** اگرچہ بدن سے متصل ہووے یا اور کپڑے پہنکر اون پر پہنے اور یہی مذہب صحیح ہے اور موافق ہے حدیث کے اسواسطے کہ روایت کیا جماعت نے حذیفہ سے کہا کہ سنا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرماتے تھے نہ پہنو تم حریر اور دیباج کو اور دوسری حدیث میں ہے بخاری مسلم کی کہ فرمایا آپ نے حریر کو وہ پہنتا ہے دنیا میں جسکو کوئی حصہ نہیں آخرت میں اور وہ جو ایک روایت ہے کہ اگر حریر کو اور کپڑے پہنکر اوس پر پہنے تو درست ہے تو یہ روایت ضعیف ہے قابل اعتبار اور وثوق نہیں ہے **ص** مگر بقدر چار انگل **ف** اسواسطے کہ روایت کیا مسلم نے عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے کہ منع کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پہننے سے حریر کے مگر بقدر دو انگشت یا تین یا چار کے اور مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہنتے تھے ایک جبہ جسمیں سنجاف حریر کی تھی روایت کیا اوسکو ابو داؤد نے اور بھی اخراج کیا ابو داؤد نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کہا کہ منع کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اوس کپڑے سے جو نرا حریر ہو لیکن نقش و نگار ریشم کے اور سنجاف ریشمی والے کپڑے کے تو کچھ قباحت نہیں ہے اور یہیں تو امام ابو حنیفہ کے نزدیک حالت جنگ اور غیر جنگ میں سب میں حریر پہننا نادرست ہے اور صاحبین کے نزدیک جنگ میں درست ہے بسبب ضرورت کے امام جواب دیتے ہیں کہ ضرورت دفع ہو جاتی ہے اوس کپڑے کے پہننے سے جسکا بانا ریشم ہو اور تانا سوت ہو کذا فی الاکمل اور در مختار میں ہے کہ جس کپڑے پر نقش ریشم کے متفرق ہوں تو متفرق نقش اکٹھا نہ کیا جائیگا اسی طرح اگر چاندی سونے کے پھول ڈھلے ہوئے ہوں لیکن شرط یہ ہے کہ سب ملاکر چار انگل سے زیادہ نہ ہوں کو درست نہوگا اگر مسہری کا پردہ نرا ریشمی ہو تو درست ہے اور ازار بند نرا ریشمی مکروہ ہے اسی طرح ریشمی ٹوپی یا ریشمی تھیلی وغیرہ کپڑے کے بیچ میں اگر چاندی یا سونے کی چار انگل تک ہو تو درست ہے **ص** اور نرے ریشم کے کپڑے کا تکیہ بنانا یا اوسکا فرش بچھانا درست ہے **ف** امام کے نزدیک اسلیے کہ منقول ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تکیہ لگایا تھا ایک تکیہ پر حریر کے ذکر کیا اسکو صاحب ہدایہ نے لیکن زیلعی نے تخریج میں کہا کہ یہ حدیث غریب ہے دوسرے یہ کہ عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے فرش پر ایک تکیہ ریشمی تھا اخراج کیا اوسکا ابن سعد نے طبقات میں اور صاحبین کے نزدیک یہ بھی مکروہ ہے اور یہی قول ہے شافعی اور مالک کا در مختار میں ہے کہ یہی قول صحیح ہے لیکن یہ تصحیح مخالف ہے مشہور کے اسلیے کہ متون اور شروح سے صحت قول امام کی واضح ہے واللہ اعلم **ص** اور جس کپڑے کا تانا ریشم ہو اور بانا ریشم نہووے تو اوسکا پہننا مطلقا درست ہے **ف** اسلیے کہ اعتبار علت و درستی میں بانے کا ہے کیونکہ فقط تانے سے وہ کپڑا نہیں کہلاتا جب تک بانا نہ ہو اور بنانے سے ہو تو ہر تانا وری کا اعتبار ہوا ہدایہ میں ہے کہ صحابہ اس کپڑے کو اسلیے جائز رکھا کہ بہت صحابہ کپڑا خز کو پہنتے تھے اور خز کا تانا حریر کا ہوتا ہے اور بانا بال ہوتے ہیں ایک جانور کے **ص** اور جس کپڑے کا بانا ریشم ہو اور تانا سوت وغیرہ ہو تو اوسکو لڑائی میں ضرورت کے سبب پہننا درست ہے **ف** اور بلا ضرورت مکروہ ہے اور مکروہ ہے مردوں کو

چنانچہ ابن ابی شیبہ نے اپنی مصنف میں ان سب آثار کو بیان کیا ہے۔ منہ مدظلہ

بیان الوان

کُسم کا رنگ اور زعفران کا رنگ اور باقی سب رنگون مین کچھ قباحت نہین ہی لیکن سرخ رنگ بعضون کے نزدیک مکروہ تنزیہی ہی اور درمختار مین ہی کہ سرخ رنگ مین آٹھ قول ہین منجملہ ان اقوال کے ایک قول یہ ہی کہ یہ رنگ مستحب ہی اور جو کپڑا مخلوط ہو تو مکروہ بھی نہین ہی **ص** اور مرد کو زیور چاندی اور سونے کا پہننا حرام ہی **ف** مطلقاً حربا ہی یا غیر حرب مین اسلیے کہ روایت کیا ابو داؤد نے علی رضی اللہ عنہ سے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے داہنے ہاتھ مین سونا لیا اور بائین ہاتھ مین حریر اور کہا کہ یہ دونون چیزین حرام ہین میری امت کے مردون پر اور روایت کیا ترمذی نے ابی موسی سے مرفوعاً کہ اللہ تعالی نے حرام کیا پہننا حریر اور سونے کا اوپر مردون کے میری امت سے اور حلال کیا عورتون پر اونکی اور ابن حبان نے اس حدیث کو معلول کیا انقطاع سے اسلیے کہ اوسکے اسناد مین ابو ہند ہی اور اونے ابو موسی سے نہین سنا اور احمد اور طحاوی نے مسلمہ بن مخلد سے اونھون نے ابن عامر سے روایت کیا کہ فرمایا حضرت نے سونا اور حریر حرام ہی اوپر مردون کے میری امت سے نہ عورتون کے تو تمام احادیث مین صرف سونے کی حرمت منصوص ہی اور چاندی کی سو قیاس کیا ہی حنفیہ نے اوسکا سونے پر اسلیے کہ چاندی کا حکم استعمال مین پینے اور کھانے کے بعینہ مانند سونے کے ہی جیسا اوپر گذرا سو ایسا ہی پہننے مین ہوگا اور بعض علما کا مذہب یہ ہی کہ سونے کی حرمت تو کھانے اور پینے اور پہننے مین مردون کو مطلقاً ہی اور چاندی کی حرمت صرف کھانے کے اور پینے کے حق مین ہی لیکن چاندی پہننا مردون کو تو درست ہی دلیل اونکی حدیث ہی سہل بن سعد کی مرفوعاً کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو شخص دوست رکھے اس بات کو کہ اوسکا لڑکا کنگن آگ کا پہنایا جاوے تو وہ اپنے لڑکے کو کنگن سونے کا پہناوے لیکن چاندی پس کھیلو تم اوس سے جس طرح چاہو تم اور اسکے اسناد مین عبد الرحمن بن زید بن اسلم ضعیف ہی اور اسکے معنی مین ہی وہ جو اخراج کیا اوسکا احمد نے ابی قتادہ سے مرفوعاً کہ چاندی کھیلو تم اوس سے کھیلنا اور راوی اسکے اسناد مین مجاہیل ہین اور ابو داؤد نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مثل اسکے روایت کیا اور رجال اوسکے ثقات ہین واللہ اعلم جیسے چاندی سونے حریر کا مردونکو پہننا حرام ہی ویسے ہی لڑکون کو پہنانا حرام ہی حنفیہ کے نزدیک اور بعض علما کے نزدیک درست ہی جبتک لڑکا سات برس کا نہو وسے پہنانا چنانچہ آگے آتا ہی **ص** مگر انگوٹھی اور کمربند اور تلوار کا زیور چاندی کا اور درست ہی میخ سونے کی واسطے بند کرنے سوراخ نگینے کے اور حلال ہی عورتون کو سب اور نہ انگوٹھی پہنے پتھر اور لوہے اور پیتل کی **ف** یعنی حلقہ ان چیزون کا نہووے اور جو حلقہ چاندی کا ہو اور نگینہ پتھر کا جیسے عقیق وغیرہ تو درست ہی کذا فی الاصل ان چیزونکی انگشتری پہننا اسواسطے منع ہی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک شخص پر انگوٹھی لوہے کی دیکھکر ارشاد فرمایا کہ یہ زیور اہل نار کا ہی اور پیتل کی دیکھکر فرمایا کہ مین تجھ سے بتون کی بو پاتا ہون روایت کیا اوسکو ابو داؤد ترمذی نسائی نے **ص** اور انگشتری پہننا بہتر ہی مگر قاضی اور سلطان کے لیے **ف** یا جو کوئی شغل انکے کا مدار اور عہدہ رکھتا ہووے اسواسطے کہ ان لوگون کو انگشتری کی ہر وقت ضرورت ہوا کرتی ہی برخلاف اور لوگون کے ہدایہ **ص** اور دانت کو سونے سے نہ باندھے بلکہ چاندی سے باندھے امام ابو حنیفہ کے نزدیک **ف** اور محمد کے نزدیک سونے سے بھی باک نہین ہی سنن ابو داؤد مین ہی کہ عرفجہ بن سعد کی ناک جاتی رہی دن احد کے سو انھون نے ایک ناک چاندی کی لگالی سو وہ بدبو دار ہوگئی تو حکم کیا انکو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس بات کا کہ لگالین ایک ناک سونے کی ہدایہ **ص** لڑکے کو پہنانا سونا اور حریر مکروہ ہی **ف** اسواسطے کہ پہننا انکا حرام ہی تو پہنانا بھی حرام ہوگا اور پہنانے والے اوسکے ماخوذ ہونگے

بن قیامت کے جیسے شراب پینا حرام ہے تو پلانا بھی اوسکا حرام ہے علاوہ اسکے اوسمین اور خرابی بھی ہے کہ اطفال کو سونا پہنانا باعث تلف جان اونکی کا ہوتا ہے کہ اکثر چور بدمعاش لڑکون کو قتل کر کے زیور اونکا اوتار لیتے ہین ص مکروہ نہین ہے رومال کا رکھنا وضو کے پانی پونچھنے کے واسطے یا ناک کے رینٹ پونچھنے کے لیے ف اور بعضون کے نزدیک مکروہ ہے اسواسطے کہ اسمین ایک نوع کا تکبر ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ اگر حاجت کے لیے رکھے تو مکروہ نہین ہے اور جو کبر و نخوت سے رکھے تو مکروہ ہے جیسے چارزانو بیٹھنا کبر و نخوت سے مکروہ ہے اور بدون اسکے مکروہ نہین ہے ھدایہ معاذ بن جبل سے مروی ہے کہا کہ دیکھا مینے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جب وضو کر چکتے تھے تو منہ کو پونچھتے تھے اپنے کپڑے کے کنارے سے اخراج کیا اوسکا ترمذی نے اور روایت کیا ترمذی نے حضرت عائشہ سے کہا کہ تھا واسطے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک کپڑا جس سے پونچھتے تھے اعضا اپنے کو بعد وضو کے اور کہا کہ یہ حدیث قائم نہین ہے اور ابو معاذ راوی ضعیف ہے نزدیک اہل حدیث کے ص اور رتم ف یعنی وہ تاگا جو بات یاد رکھنے کے لیے اونگلی پر باندھا جاوے تو یہ مکروہ نہیں ہے اسواسطے کہ عبث نہین ہے بلکہ ایک غرض صحیح یعنی یاد رکھنے کے لیے ہے اور ہمکو اسواسطے ذکر کیا کہ بعض لوگون کی عادت یہ ہے کہ تاگے باندہ لیتے ہین عصا پر اسیطرح زنجیرین وغیرہ اور یہ مکروہ ہے جب عبث ہو تو مصنف نے کہدیا کہ رتم اس قبیل سے نہین ہے کذا فی الاصل اسی طرح تعویذ زبان عربی مکروہ نہین ہے اور جو غیر عربی مین ہو تو مکروہ ہے اگر تعویذ مین آیت یا حدیث یا دعا ہووے تو پاخانہ جاتے وقت اوسکو اوتار ڈالے اور قربت کے وقت بھی اوتار لیوے عالمگیری

فصل دیکھنے اور ہاتھ لگانے اور وطی کرنے کے بیان مین

مرد مرد کے تمام اعضا کی طرف دیکھ سکتا ہے مگر ناف کے نیچے سے لیکر گھٹنون کے نیچے تک ف کہ اسقدر ستر عورت ہے تو ناف امام کے نزدیک ستر مین داخل نہین ہے اور گھٹنا داخل ہے اور شافعی کے نزدیک اسکے برعکس ہے اور امام مالک کے نزدیک ران ستر نہین ہے اور احادیث متعلقہ اسکے کتاب الصلوۃ مین گذر چکے علاوہ اوسکے یہ ہے کہ حسن بن علی رضی اللہ عنہ نے ناف کھولی تو ابوہریرہ نے اوسکو چوم لیا روایت کیا اوسکو احمد نے مسند مین اس سے معلوم ہوا کہ ناف ستر نہین ہے اور حضرت نے جرہد سے فرمایا کہ تو نہین جانتا کہ ران عورت ہے روایت کیا اوسکو ابوداود نے اور عبدالرزاق نے اخراج کیا مثل اسکے اور اوسمین ہے کہ فرمایا آپ نے چھپا تو اپنی ران کو اسلیے کہ وہ عورت ہے پس یہ حدیثین حجت ہین شافعی اور مالک پر ص مرد اپنی زوجہ اور لونڈی کی جو اوسکو حلال ہے ف اس سے وہ لونڈی نکل گئی جسکی وطی اوسکو حرام ہے مثلاً مجوسیہ اور مکاتبہ اور مشترکہ اور جنکو شہوت سے چھوا ہو اور محرمہ برضاع یا مصاہرت ف ص فرج تک بھی دیکھ سکتا ہے ف اسواسطے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ حفاظت کر تو اپنے عورت کی مگر اپنی زوجہ یا لونڈی سے اور اسواسطے کہ اس سے زیادہ مساس اور جماع درست ہے تو نظر بطریق اولی درست ہوگی لیکن بہتر یہ ہے کہ عورت کی شرمگاہ کیطرف نہ دیکھے اسلیے کہ حدیث مین آیا ہے جب کوئی اپنی زوجہ کے پاس جاوے تو چھپاوے جتنا ہو سکے اور دونون برہنہ نہون گدھون کے مانند روایت کیا اوسکو طبرانی نے معجم مین ابی امامہ سے اور ابن عدی نے روایت کیا کہ فرمایا حضرت نے جس وقت جماع کرے کوئی تم مین کا اپنی زوجہ سے تو نہ نظر کرے اوسکی فرج کیطرف کیونکہ ضعف بصر پیدا کرتا ہے

ف اگرچہ منقطع ہے
خوبصورت ہو لیکن
بغیر شہوت دیکھے
اور بشہوت باطل
عالمگیری

اور ہدایہ میں ہے کہ نسیان پیدا کرتا ہے اور ابن عمر سے منقول ہے کہ دیکھنا اولیٰ ہے تاکہ لذت کامل ہووے ص اور نظر کرے آدمی
اپنی محرم عورتوں سے ف جن سے نکاح مدام حرام ہے خواہ نسبی ہو یا بھی جیسے رضاعی یا رشتہ مصاہرت اور تذکرہ اون کا کتاب النکاح
میں گذرا ہدایہ ص طرف سر اور منہ اور سینے اور پنڈلی اور بازؤں کے اگر نے خوف ہو شہوت سے والا فلا ف اور
اصل اس باب میں قول ہے اللہ تعالیٰ کا وَلَا یُبْدِیْنَ زِیْنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ الآیۃ اور یہ مقامات مقامات زینت کے ہیں
ص نہ اونکی پشت اور پیٹ اور ران کیطرف اور غیر کی لونڈی کا حکم مثل اپنی محرم کے ہے ف اگرچہ قیاس یہ تھا کہ مثل
اجنبیہ کے ہوتی لیکن چونکہ لونڈیاں اکثر کام میں رہتی ہیں اور اونسے کام پڑتا ہے تو دفع حرج کے لیے سر سینہ وغیرہ اونکا
ستر نہوا ص اور جن جن جگہ نظر حلال ہے تو اون اعضا کا چھونا بھی درست ہے ف بشرطیکہ شہوت سے نہو یا خوف شہوت
کا نہو ورنہ نظر اور مس دونوں حرام ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آنکھوں کی زنا دیکھنا ہے کانوں کی زنا سننا ہے
اور زبان کی زنا کلام ہے اور دونوں ہاتھ زنا کرتے ہیں اور زنا اونکی مس کرنا ہے اور پاؤں زنا کرتے ہیں اور زنا اونکی چلنا ہے
آخر حدیث تک روایت کیا اوسکو مسلم نے ابوہریرہ سے ص اگر لونڈی کے خریدنے کا ارادہ کرے تو اعضاے
مذکورہ کا چھونا بھی درست ہے اگرچہ خوف ہو شہوت کا ف بسبب ضرورت کے اور عدم جواز پر اعتماد کیا ہے بعضوں نے
در مختار ص اور جب لونڈی جوان ہو جاوے تو اوسکو بیچنے کے لیے صرف تہبند باندھ کے نہ لیجاوینگے ف بلکہ کرتہ
بھی ضرور ہے اسلیے کہ اوسکے پیٹ اور پیٹھ کیطرف نظر نادرست ہے ہدایہ ص اور عورت اجنبیہ کیطرف نظر مطلقا حرام ہے
مگر اوسکے منہ اور دونوں کف کیطرف فقط ف یہ ظاہر الروایت میں ہے اور امام ابو حنیفہ سے مروی ہے کہ اوسکے قدموں
کی طرف بھی نظر حلال ہے اور تحقیق کہ گذر چکا کتاب الصلوۃ میں کہ قدم عورت نہیں ہے جواب اوسکا یہ ہے کہ نماز میں ضرورت ہے
اور اجنبی کی نظر کرنے میں صرف قدموں سے کوئی ضرورت نہیں ہے برخلاف منہ اور کف کے کذا فی الاکمل اور اصل اس باب میں
قول تعالیٰ کا ہے وَلَا یُبْدِیْنَ زِیْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا فرمایا حضرت عبداللہ بن عباس نے کہ ما ظہر منہا مراد سرمہ ہے اور انگشتری یعنی آنکھ اور ہاتھ اور دوسرے یہ کہ
منہ کھولنے اور کف کھولنے کی ضرورت ہے اسلیے کہ معاملہ ہوتا ہے مردوں سے دین لین کا اور باقی اعضا کے کشف کی کوئی ضرورت
نہیں ہے اور در مختار میں ہے کہ جب عورت اجنبیہ نوکری کرے پکانے کی تو اوسکے قدم اور ہاتھوں کو بھی دیکھنا درست ہے بسبب
ضرورت کے ص اور غلام کی مالکہ مثل اجنبیہ کے ہے اوس غلام سے ف اور شافعی اور مالک کے نزدیک مالکہ نسبت غلام
کے مثل محرم کے ہے اسواسطے کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ ہم کہتے ہیں کہ آیت لونڈیوں کے حق میں ہے نہ ذکوروں کے
حق میں چنانچہ سعید اور حسن وغیرہ سے منقول ہے اسواسطے کہ غلام ایک نر ہے غیر محرم اور نہ شوہر ہے اور نکاح اوس سے ہوسکتا ہے
بعد عتق کے ہدایہ ملخصا ص مگر جسوقت خوف ہو شہوت کا تو عورت اجنبیہ کے منہ کیطرف بھی نہ دیکھے ف در مختار میں
ہے کہ حلال ہونا نظر کا عورت اجنبیہ کے منہ کیطرف اونکے زمانے میں تھا اور ہمارے زمانے میں جوان عورت کا منہ دیکھنا ہر طرح
سے ممنوع ہے بسبب فساد زمان کے اور تبیین میں ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو شخص دیکھے گا عورت اجنبیہ کے محاسن کو طرف
شہوت سے تو اوسکی آنکھوں میں دن قیامت کے سیسہ ڈالا جاویگا لیکن یہ حدیث اس لفظ سے نہیں ملی البتہ اور حدیثیں اسکی
ممانعت اور وعید میں آئی ہیں ص الا اوس صورت میں کہ حاجت ہو جیسے قاضی جب حکم کرے اور شاہد جسوقت شہادت

روایت کیا اوسکو بیہقی نے

اور اگر جو شخص کسی عورت سے ارادہ نکاح کا کرے تو اوسکو اوس عورت کے منہ کیطرف دیکھنا درست ہے بہ قصد ادائے سنت
نہ قصد شہوت ف اسلیے کہ روایت کیا ترمذی اور نسائی نے مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے کہ جب انھون نے پیغام دیا ایک
عورت کو نکاح کا تو فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ دیکھ لے اوسکو تا تم دونون مین اصلاح اور محبت رہے ص اوسیطرح گواہ کو
خرید کے وقت اور طبیب کو واسطے دوا کے ف دیکھنا درست ہے باوجود خوف شہوت کے بسبب احتیاج کے کذا قال الاکمل
ص تو دیکھے طبیب موضع مرض کو بقدر ضرورت کے ف یہی حکم ہے احتقان مین کہ حقنہ کرنے والا مقام حقنہ کو دوسرے
مرد کے دیکھ سکتا ہے اور ایسا ہی حکم ہے دائی جنائی کا اور ختنہ کرنے والے کا اور حکیم کا واسطے نبض دریافت کرنے [illegible]
کے ہدایہ مین ہے کہ اگر کسی عورت کو اوس مرض کا علاج بتا دیوے تو بہتر ہے لیکن جب نہ ملے یا بے سلیقہ ہو تو دیکھے ص عورت کو
عورت سے اوسی قدر دیکھنا درست ہے جتنا مرد کو مرد سے ف یعنی زیر ناف سے زانو تک ضرور ہے کہ عورت دوسری عورت کو
نہ دکھاوے پس ہمارے زمانے مین اکثر عورات مین جو رواج ہے کہ باہم ایک دوسرے کے سامنے نہاتے وقت یا اور اوقات مین
بالکل ننگی ہو جاتی ہین بالکل حرام ہے اونکے شوہرون کو ان امورات سے منع کرنا ضرور ہے ص اسیطرح عورت کو مرد سے
دیکھنا درست ہے اگر نہ خوف ہو شہوت سے ف اور جو خوف ہو بیشک ہو تو درست نہیں در مختار ص اور
خصی اور مجبوب اور مخنث عورت اجنبی کیطرف نظر کرنے مین مثل مرد کے ہین ف یعنی جیسے مرد کو نظر کرنا عورت غیر محرمہ
کیطرف درست نہیں ہے ویسے ہی ان لوگون کو بھی نادرست ہے خصی وہ جسکے فوطے نکل گئے ہون اور مجبوب جسکا ذکر کاٹا گیا
اور مخنث وہ جو مرد کو اپنے اوپر قادر کرے ان تینون شخصون سے عورت کو پردہ کرنا چاہیے اسواسطے کہ خصی کو شہوت ہوتی ہے
اور جماع کر سکتا ہے اور فرمایا حضرت عائشہ رض نے کہ خصی کرنا مثلہ ہے تو نہ مباح کریگا اوس چیز کو جو حرام تھی پہلے اور مجبوب بھی
کبھی انزال کرتا ہے اور مخنث تو مرد ہے فاسق لیکن طفل نابالغ تو البتہ مستثنی ہے نص کلام اللہ سے ہدایہ درمختار مین ہے
کہ وہ مجبوب جسکی منی خشک ہو گئی ہو تو عورات کو اوسکے سامنے ہونا درست ہے لیکن جسنے اسکو جائز رکھا تو قلت امتحان اور
قلت دیانت سے اور طحاوی مین ہے کہ مخنث زنانے اور ردی کو بھی کہتے ہین جسکے اعضا اور زبان مین عورتون کے مانند
نرمی ہو اور عورتون کی اوسکو مطلق خواہش نہووے تو بعض فقہا کے نزدیک ایسے نامرد کا اختلاط عورتون کے ساتھ
رخصت ہے لیکن اصح قول یہ ہے کہ اسکا بھی اختلاط جائز نہیں ص اپنی لونڈی سے عزل کرنا بے اوسکی اجازت کے درست ہے
اور عورت حرہ سے باجازت اوسکے درست ہے ف عزل اسکو کہتے ہین کہ وطی کرے تو جب قریب ہو انزال کے ذکر نکال
لیوے اور فرج مین منی نہ گرے مروی ہے ابو سعید خدری رض سے کہ ایک مرد نے کہا یا رسول اللہ میرے پاس لونڈی ہے اور
مین عزل کرتا ہون اوس سے اور مین مکروہ جانتا ہون کہ حاملہ ہووے اور مین چاہتا ہون جو چاہتے ہین مرد اور یہود کہتے ہین
کہ باہر انزال کرنا جیتے کو گاڑنا ہے تو فرمایا آپ نے جھوٹے ہین یہود اگر چاہے اللہ پیدا کرے اوسکو تو تجھے پھیرنے کی طاقت
نہین روایت کیا اوسکو احمد اور ابو داؤد اور نسائی اور طحاوی نے اور راوی اسکے ثقات ہین اور روایت کیا بخاری و مسلم نے
جابر رض سے کہ ہم عزل کرتے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے مین اور قرآن اوترتا تھا تو اگر یہ ممنوع ہوتا تو البتہ قرآن
اس سے منع کرتا اور ایک روایت مین ہے کہ عزل کی خبر پہونچی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سو نہ منع کیا آپ نے اور روایت

کیا ابن ماجہ نے عمر بن الخطاب رض سے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع کیا عزل سے عورت حرہ سے بغیر اذن اوسکے

فصل استبراء کے بیان مین

یعنی لونڈی کے رحم کی برارت طلب کرنا اسطرح کہ ایک حیض تک انتظار کرے تا معلوم ہوجاوے کہ حاملہ ہے یا نہیں ہے **ص** جو شخص کسی لونڈی کا مالک ہووے خرید سے یا وصیت سے یا میراث سے اگرچہ وہ بکر ہو یا کسی عورت سے خریدی گئی ہو یا غلام سے یا اوس لونڈی کے محرم سے **ف** جو ذی رحم نہو ورنہ وہ لونڈی اوسی پر آزاد ہوگئی ہوگی تو خرید کیونکر ہوسکتی ہے مثال محرم غیر ذی رحم کی جیسے ابن واطی یا اخ رضاعی **ص** یا صغیر کے مال سے تو مالک پر اوس لونڈی کی وطی اور دواعی وطی **ف** یعنی بوسہ مساس وغیرہ **ص** حرام ہونگے یہان تک کہ اوسکے رحم کی صفائی حمل سے معلوم ہوجاوے ایک حیض آنے سے اون عورتون مین جو حاملہ نہین اور ایک مہینے سے اون عورتون مین جنکو حیض نہین آتا اور وضع حمل سے حاملہ مین **ف** یعنی ایک حیض تک انتظار کرینگے اگر حیض آگیا تو معلوم ہوجاویگا کہ یہ حاملہ نہین ہے اور جو نہین آیا اور حمل متحقق ہوگیا تو وضع حمل تک انتظار کرنا پڑیگا اسلیے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو شخص ایمان لاتا ہے اللہ اور پچھلے دن پر تو چاہیے اوسکو کہ نہ پلاوے پانی غیر کے کھیت مین یعنی حاملہ عورتون سے جماع نہ کرے اور نہین حلال ہے ایسے شخص کو کہ جماع کرے اون عورتون سے جو قید ہوکر لڑائی مین آئین یہان تک کہ استبرا کرے اوسکا روایت کیا اوسکو ابوداود نے اور ترمذی نے رویفع بن ثابت انصاری رض سے اور صحیح کیا اوسکو ابن حبان نے اور حسن کہا اوسکو بزار نے اور روایت کیا احمد اور ابوداود اور دارمی نے ابوسعید خدری رض نے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا حق مین اون عورتون کے جو قید ہوکر آئین تھین غزوہ اوطاس مین کہ نہ جماع کی جاوین حمل والیان یہان تک کہ جنین اور وہ جنکو حمل نہین ہے یہان تک کہ ایک حیض اونکو آلیوے اور صحیح کیا اس حدیث کو حاکم نے اور اوسکا ایک شاہد ہے ابن عباس رض سے سنن دارقطنی مین کذا فی بلوغ المرام **ص** اور استبرا مین وہ حیض شمار نہ کیا جاویگا جسمین اوسکا مالک ہوا اور نہ وہ حیض جو حاصل ہو بعد ملک کے قبل قبض کے اور نہ وہ ولادت جو بعد ملک قبل قبض کے ہووے اور واجب ہوگا استبرا اگر اپنی مشترک لونڈی کا حصہ دوسرے شریک سے خرید لیوے نہ وقت لوٹ آنے اوس لونڈی کے جو بھاگ گئی تھی یا پھر آنے اوس لونڈی کے جو مغصوب تھی یا مستاجرہ یا مرہونہ تھی اور استبرا ساقط کرنے کا حیلہ امام ابو یوسف کے نزدیک درست ہے **ف** جب معلوم ہوجاوے کہ مالک اول نے اس طہر مین اوس سے وطی نہین کی **ص** اور حیلہ کرنے ہی کا فتوی ہے **ص** امام محمد کے نزدیک نادرست ہے اور قول ابو یوسف پر عمل کرے اگر اوسکے بائع کی وطی کرنا اوس طہر مین معلوم ہو ورنہ قول محمد پر عمل کرے اور وہ حیلہ یہ ہے کہ اگر اوسکے نکاح مین عورت حرہ نہین ہے تو اوس لونڈی سے نکاح کرکے اوسکو خرید لیوے **ف** اسواسطے کہ نکاح مین استبرا واجب نہین ہے اور اپنی زوجہ کو اگر خرید لیوے تب بھی استبرا واجب نہین اور یہ جو قید لگائی کہ اگر اوسکے پاس عورت حرہ نہو سو اسلیے کہ عورت حرہ پر لونڈی سے نکاح درست نہین جیسا گزرا **ص** اور جو اوسکے نکاح مین عورت حرہ ہے تو حیلہ یہ ہے کہ بائع قبل خریدنے مشتری کے یا مشتری بعد شرا کے قبل قبض کے اوسکا نکاح اپنے شخص سے کردے

جبکہ اوسکو طلاق دینے کا اعتماد ہو وے پھر مشتری خرید لیوے یا قبضہ کر لیوے اور شوہر اوسکو طلاق دیدیوے ف قبل وطی کے پھر مشتری اوس سے وطی کرے بغیر استبرا کے اور استبرا رحم کا اسلیے کہ طلاق قبل الوطی میں عدت نہیں ہے ص ایک شخص کے پاس دو لونڈیاں اسطرح کی ہیں کہ وہ اندر وے نکاح کے جمع نہیں ہو سکتیں ف جیسے دونوں بہنیں ہیں یا خالہ بھانجی یا پھوپھی بھتیجی ص اور اوسنے شہوت سے دونوں لونڈیوں سے دواعی وطی کیے تو اب اوسکو ہر ایک لونڈی سے وطی اور دواعی وطی حرام ہیں جب تک کہ ایک کو ان دونوں میں سے اپنے اوپر حرام نہ کرے ف مثلا اوسکو آزاد یا کسی سے نکاح کر دے یا آزاد کر دے یا مکاتب کر دیوے یا ہبہ ص اوسکو دیوے ف تمریا ہبہ ص بوسہ لینا ایک مرد کو دوسرے مرد کا ف لیکن بوسہ لینا عالم کے ہاتھ کا اور سلطان عادل کے ہاتھ کا یا کسی شخص زاہد عابد کے واسطے تبرک کے تو بعضوں کے نزدیک جائز ہے اور بعضوں کے نزدیک مسنون ہے اور چلیے ص یا معانقہ کرنا صرف ازار پہنے ہوئے اور جائز ہے اگر کرتہ یا جبہ پہنے ہو ف اسواسطے کہ جب دونوں صرف ازار پہنے ہیں اور باقی بدن کھلا ہوا ہے تو بدن سے بدن معانقہ میں ملیگا اور اسمیں خوف شہوت کا ہے برخلاف اوس صورت کے کہ کرتہ یا انگرکھا اور کوئی کپڑا پہنے ہوں یہ مذہب ابو حنیفہ و محمد کا ہے اور ابو یوسف کے نزدیک مطلقا بوسہ لینا اور معانقہ کرنا درست ہے اس دلیل سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے معانقہ کیا جعفر سے جب وہ حبش سے آئے تھے اور بوسہ لیا اونکی دونوں آنکھوں کے درمیان میں روایت کیا اوسکو حاکم نے مستدرک میں ابن عمر سے اور طرفین کی دلیل یہ ہے کہ حضرت نے منع کیا مکامعہ سے اور وہ معانقہ ہے اور مکاعمہ سے اور وہ بوسہ ہے کذا فی الہدایہ اس حدیث کو ابن ابی شیبہ نے مصنف میں ابی ریحانہ سے روایت کیا کہ تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منع کرتے تھے مکامعہ اور مکاعمہ سے عورت کو ساتھ عورت کے جب اون دونوں کے بیچ میں کوئی چیز حائل نہ ہووے اور مکامعہ اور مکاعمہ سے مرد کو ساتھ مرد کے جب اون دونوں کے بیچ میں کچھ نہ ہووے پس ان روایات سے یہ معلوم ہوا کہ کراہت معانقے کی اوسی صورت میں ہے جب دونوں میں کوئی کپڑا حائل نہ ہووے اور سفر سے جو شخص آوے اوس سے معانقہ کرنا مسنون ہے اور باقی مقامات میں جیسے بعد نماز عید وغیرہ مسنون نہیں ہے ص اسیطرح جائز ہے مصافحہ ف بلکہ مسنون ہے وقت الملاقات بعد سلام کے روایت کیا طبرانی نے حذیفہ بن الیمان سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب ایک مومن دوسرے مومن کی ملاقات کرکے سلام کرتا ہے اور اوسکا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیتا ہے تو دونوں کے گناہ جھڑ جاتے ہیں جیسے درخت کے پتے جھڑتے ہیں اور ابوداؤد و ترمذی و ابن ماجہ نے مرفوعا روایت کیا جب دو مسلمان ملتے ہیں اور مصافحہ کرتے ہیں تو اونکے جدا ہونے سے پہلے دونوں کے گناہ بخشے جاتے ہیں اور جامع ترمذی میں ابن مسعود سے مرفوعا مروی ہے کہ ہاتھ پکڑنا تمامی ہے تحیہ کی یعنی سلام کی پس انہیں روایات سے ثابت ہوا کہ مصافحہ مسنون ہے دونوں ہاتھوں سے انگوٹھا پکڑ کر وقت ملاقات کے اور سوا اسکے اور مقاموں میں جیسے بعد عصر یا نماز تراویح یا نماز جمعہ یا بعد وعظ کے مسنون نہیں ہے بلکہ بعضوں نے اوسکو بدعت قرار دیا ہے **مسائل ملحقہ** ایک مرد کو دوسرے مرد کے ساتھ ایک چادر میں لیٹنا جائز نہیں اسیطرح ایک عورت کو دوسری عورت کے ساتھ جب کوئی چیز حائل نہ ہو اسیطرح لڑکا لڑکی کو جب دس برس کے ہو جاویں تو اونکا بستر جدا چاہیے اور مراد اس سے یہ ہے کہ ہم بستری ساتھ تجرد ممنوع ہے اور اگر ہر شخص کا اوڑھنا جدا ہو تو درست ہے اور لڑکا جب شہوت دار ہو جاوے تو حکم اوسکا نظر وغیرہ کے مسائل میں مثل بالغ کے ہے اور کسی کو نظر شرمگاہ کی طرف درست نہیں سوا ضرورت کے جیسے ختنہ کرنے والے کو لیکن یہ روایت محمول ہے اوسی حالت ضرورت کے ایسا ہی کہا فقیہ ابواللیث نے

اور بالغ شخص اگر اپنا ختنہ آپ کر سکے تو بہتر ہو ورنہ اوسکے لیے ایک لونڈی جسکو ختنہ کرنا آتا ہو خرید دین یا ختانہ سے نکاح کرا دیوین اور جو یہ صورتین نہو سکین تو ختنہ نکرے مالک یا زاہد کا پانون چومنا اگر کوئی چاہے تو وہ اپنے پانؤنکو بچاوے و لیکن روایت میں ہر کہ نہ بڑھاوے اور چومنے نہ دے اور اپنا ہاتھ چومنا جیسے بعض جہال کی عادت ہر وقت ملاقات کے مکروہ ہر اسی طرح زمین کا چومنا علما اور سلاطین کے سامنے اور سجدہ کرنا اگر بطور تحیۃ اور آداب کے ہر تو فسق اور حرام ہر اور اگر بطور عبادت یا تعظیم کے ہر تو کفر ہر اور غیر خدا کے لیے تواضع کرنا یعنی نہایت فروتنی اور جھکنا حرام ہر اور عالم کی تعظیم کے لیے یا اوستاد کی یا باپ کی قیام درست ہر جب یہ لوگ آوین اور بعض کے نزدیک ممنوع ہر اور حدیثین مختلف وارد ہین بعضون سے جواز اور بعضون سے ممانعت نکلتی ہر اور مصحف کا چومنا جائز ہر اور روٹی کا چومنا درست ہر اور روندنا اوسکا پانؤن سے یا کاٹنا اوسکا چھری سے ممنوع ہر کذا فی الدر المختار و عالمگیری

فصل مکروہات بیع کے بیان میں

مکروہ ہر بیع آدمی کے گوہ کی اگر نرا گوہ ہو اور جو مٹی کے ساتھ مخلوط ہووے تو درست ہر جیسے گوبر کی بیع **ف** اور لید اور مینگنی کی درست ہر **ص** صحیح قول مین **ف** اور وہ قول امام محمد کا ہر ہدایہ **ص** اور اوس سے **ف** یعنی آدمی کے گوہ سے جو مٹی کے ساتھ مخلوط ہووے **ص** نفع بھی لینا درست ہر نہ خالص گوہ سے اگر ایک شخص مسلمان کا قرض کافر پر آتا ہر اور کافر نے شراب بیچکر روپے اوسکے حاصل کیے تو مسلمان کو اپنے قرض کے روپے اون شراب کے روپیون مین لینا درست ہر اور جو مسلمان نے شراب بیچا اور اوسکے روپے حاصل کیے تو صاحب دین کو اون روپیون سے اپنے قرض کے روپے لینا مکروہ ہر **ف** اسواسطے کہ مسلمان کو شراب بیچنا حرام ہر اور بیع اوسکی باطل ہر تو اوسکی ثمن بھی حرام ہر کذا فی الاصل **ص** اور جائز ہر آرایش کرنا مصحف کی چاندی سونے سے اور کافر ذمی کا مسجد مین جانا **ف** یہ ہمارے نزدیک ہر اور مالک اور شافعی کے نزدیک مکروہ ہر اسواسطے کہ فرمایا اللہ تعالی نے اِنَّمَا الْمُشْرِکُوْنَ نَجَسٌ فَلَا یَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ الخ اور ہم یہ کہتے ہین کہ اس آیت سے کفار کو منع نہین مقصود ہر کیونکہ قول اللہ تعالی کا اِنَّمَا الْمُشْرِکُوْنَ نَجَسٌ نہین موجب ہر حرمت کو بعد اوس سال کے بلکہ مراد اس آیت سے بشارت ہر مسلمانون کو اس بات کی کہ اب اس سال کے بعد کفار قادر نہونگے اس مسجد کے دخول پر کذا فی الاصل اور دلیل امام کی یہ ہر کہ روایت کیا ابوداؤد نے سنن مین کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ثقیف کے قاصدون کو جو کفار تھے مسجد مین اوتارا اور مسند احمد اور طبرانی مین بھی اسی مضمون کی حدیث موجود ہر عینی **ص** اور ذمی کی عیادت یعنی بیمار پرسی کرنی **ف** اسلیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عیادت مریض کی کیا کرتے روایت کیا اوسکو صحاح ستہ والون نے اور اس مین قید مسلمان کی نہین ہر اور بھی روایت کیا بخاری نے کہ ایک یہودی خدمت کرتا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تو جب بیمار ہوا تو آپ اوسکی عیادت کو تشریف لیگئے پھر فرمایا مسلمان ہو جا سو وہ مسلمان ہو گیا تو حضرت نے فرمایا شکر ہر خدا کا جسنے اوسکو دوزخ سے آزاد کیا کذا فی العینی **ص** اور جانور کو خصی کرنا اور گدھون کو گھوڑیون پر کدانا واسطے جفتی کے **ف** اسلیے کہ حضرت نے خصی دنبون کو ذبح کیا قربانی مین جیسا کہ اوپر گذرا اور اوسمین منفعت ہر جانور کی اور سوار ہوے آپ خچر پر روایت کیا اوسکو بخاری و مسلم نے تو اگر یہ فعل ممنوع ہوتا البتہ نہ سوار ہوتے آپ خچر پر **ص** اور حقنہ **ف** شی طاہر سے نہ غیر طاہر سے البتہ اوس صورت مین جب کوئی طبیب

ف بھی گدھون کا [illegible] منہ

مسلمان یہ کہدیوے کہ فلان شی نجس ہی یا شفا ہی اور کوئی دوسرے اسباب قائم مقام اوسکی شہادت ملے درمختار ص اور تنخواہ قاضی
کی ف بیت المال مین سے اسواسطے کہا کہ ظاہر حال سے یہ معلوم ہوتا ہی کہ قضا عبادت ہی اور عبادت پر اجرت لینا
درست نہین مگر یہ درست ہی اسواسطے کہ اگر وظیفہ واسطے قضا کے مقرر نہوگا تو لوگ قضا کو اختیار نکرینگے دوسرے یہ کہ وظیفہ جزا ہی
حبس کی یعنی قاضی اپنے حوائج سے جو رکا رہتا ہی اوسکا بدلا ہی نہ قضا کا ص اور سفر لونڈی اور ام ولد کا ف اور مکاتبہ
اور معتقۃ البعض کا ص بغیر محرم کے ف اسواسطے کہ لونڈی اجنبی کی نسبت ایسی ہی جیسے محرم درمختار مین ہی کہ یہ حکم
زمانہ سابق مین تھا اب لونڈی کو بغیر محرم کے سفر جائز نہین بسبب فساد زمانے کے ص اور صغیر کے واسطے خرید و فروخت
کرنا ضروریات کا بھائی چچا مان کو اور اوسکو جسنے لاوارث لڑکا پایا بشرطیکہ صغیر اونکی پرورش مین ہووے اور صغیر کا اجارہ
دینا صرف مان کو ف جائز ہی اورون کو نہین درست ہی ص اور شیرۂ انگور بیچنا اوس شخص کے ہاتھ جو اوسکی
شراب بناویگا ف اسواسطے کہ معصیت نفس شیرہ سے متعلق نہین ہی بلکہ اوسکے تغیر کے بعد بخلاف سلاح کے کہ اوسکا بیچنا اہل فتنہ کے ہاتھ درست نہین کیونکہ معصیت
عین سے متعلق ہی کذا فی الاکمل اور ذمی کا شراب ڈھونے پر مزدوری لیکر اوٹھانا ف یہ امام صاحب کے نزدیک ہی اور صاحبین کے نزدیک نہین درست ہی اور مزدوری
حلال نہین ہی ص اور دیہات مین گھر کو کرایہ دینا آتش خانہ بنانے کے لیے ف یا سور بیچنے کے واسطے ص یا کلیسہ یہود کا یا گرجا نصاریٰ کا بنانیکے واسطے یا شراب
بیچنے کیواسطے ف درست ہی امام اعظم کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک جائز نہین ہی لیکن شہر مین بالاتفاق نادرست ہی اور سہولت اس مین ہی کہ مراد دیہات سے
یہان دیہات کوفہ ہین جنمین اکثر گانوون والے آدمی یہود تھے ص اور ہماری ہاں کے دیہات مین تو صحیح ان باتونکی قدرت اونکو نہ دیجاویگی اسلیے کہ نشانیان اسلام
کی ظاہر ہین یہی قول صحیح ہی اور درست ہی مکہ کے مکانونکی عمارت بیچنا ف یعنی بنا اور عملہ نہ زمین امام ابوحنیفہ کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک زمین کا
بھی بیچنا درست ہی اور اسی پر فتوی ہی درمختار امام کی دلیل ظاہر حدیث ہی جو روایت کیا ابن ابی شیبہ نے مصنف مین مجاہد سے کہا کہ فرمایا رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ حرام ہی حرمت دی اوسکو اللہ نے نہین حلال بیع اوسکی زمین کی اور کرایہ لینا اوسکے گھرونکو ص اور غلام کے پانون مین بیڑی
ڈالنا ف اگر اوسکے بھاگ جانے کا خوف ہووے اور طوق ڈالنا گلے مین مکروہ ہی ہدایہ ص اور غلام کا ہدیہ قبول کرنا اگرچہ وہ تاجر ہو
اور اوسکی دعوت قبول کرنا اور اوسکے جانور کو عاریت لینا ف استحسانا اسلیے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبول
کیا ہدیہ سلمان کا جب وہ غلام تھے روایت کیا اوسکو حاکم نے بریدہ رضی اللہ عنہ سے اور ہدیہ بریرہ کا کذا فی الاکمل لیکن حدیث
کی کتابون سے معلوم ہوتا ہی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب ہدیہ بریرہ رضی اللہ عنہا کا قبول کیا تھا تو وہ آزاد ہو چکی تھین ص
لیکن مکروہ ہی کہ غلام تاجر کسی کو کپڑا اللہ دیوے یا روپیہ اشرفی تحفہ کے طور پر دیوے ف اسلیے کہ ان چیزون کی
تجارت مین کچھ ضرورت نہین برخلاف دعوت وغیرہ ہدیہ قلیل کے کہ تجارون کے کھلانے اور معاملے کے جاری کرنے کے لیے
اون باتون کی ضرورت ہوا کرتی ہی ص اور بھی مکروہ ہی خدمت لینا خصی سے ف اسواسطے کہ اسمین ترغیب
ہی انسان کے خصی کرنے کی اور وہ ممنوع ہی ص اور بقال کو ایک روپیہ قرض دینا یہ کہکر کہ اوس سے جو چاہونگا چیزین
لیتا جاونگا یہان تک کہ روپیہ پورا ہو جاوے ف اسواسطے کہ اس قرض مین منفعت ہی اور ایسا قرض ممنوع ہی ہان
اگر اوس بقال پاس امانت روپیہ رکھدیوے پھر اوسکے بدلے مین چیزین لیتا جاوے تو درست ہی ہدایہ ص اور شطرنج یا
چوسر کھیلنا ف اور اسیطرح گنجفہ وغیرہ ہمارے نزدیک اور شافعی رح کے نزدیک مباح ہی کھیلنا شطرنج کا کیونکہ اوسمین

ذکر ان تیروں کا ہے لیکن اس شرط سے کہ نماز فوت نہو جاوے اور اوس مین خرخشہ ہو ورنہ جوا ہو جاویگا اور وہ حرام ہے نص کلام اللہ سے
اور ہم یہ کہتے ہیں کہ اگر ویسا جوا نہیں ہووے جب بھی اوس مین ضائع کرنا ہے عمر کا اور خیال نا طائل غالب ہے یہان تک کہ بھوک پیاس بھی
جاتی رہتی ہے تو اوس صورت کیا حال ہوگا دلیل اوسکی مکروہ ہونے کی یہ ہے کہ وہ لہو ہے اور ہر لہو نادرست ہے مگر تین لہو اور شطرنج اون
تین مین سے نہیں ہے اور بیہقی نے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو کھیلا شطرنج یا نردشیر کو تو گویا اوسنے اپنا ہاتھ
سور کے خون میں ڈبو دیا کہا زیلعی نے اس لفظ سے یہ حدیث غریب ہے اور موجود ہے صحیح مسلم میں یہ حدیث لیکن اوس میں
شطرنج کا لفظ نہیں ہے اور روایت کیا بیہقی نے شعب الایمان میں قاسم بن محمد سے کہ انھوں نے کہا شطرنج کے باب میں کہ یہ
لہو ہے اور جو چیز غافل کرے ذکر الہی سے اور نماز سے وہی میسر ہے جسکی حرمت کلام اللہ میں منصوص ہے ص اور اسیطرح ہر لہو
لعب ف جیسے کنکوا یا کبوتر اڑانا آتشبازی چھوڑنا آرایش شادی میں بنانا ص اور غلام کے گلے میں طوق ڈالنا اور
گلے کی زمین کو چھپا لکر اڑ دینا اور دعا میں یہ لفظ کہنا بمعقد العز من عرشک ف یا بمقعد العز من عرشک اول کے
معنی یہ ہین کہ عرش سے عزت اور بزرگی تیری وابستہ ہے اور ثانی کے معنی یہ ہین کہ عزت کی جگہ تیری عرش ہے دونوں لفظ
کہنا مکروہ ہین اسلیے کہ لفظ اول سے حدوث عزت الہی کا وہم ہوتا ہے کیونکہ عرش و فرش سب حادث ہین
اور عزت اور جلال الہی قدیم ہین اور دوسری لفظ سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ شاید اللہ تعالی کا تمکن عرش پر ہے اور یہ قول مجسمہ
خذلہم اللہ کا ہے جو اللہ تعالی کیلیے مکان اور جہت ثابت کرتے ہیں نعوذ باللہ منہ در مختار میں ہے کہ ابو یوسف نے اسکے
عدم کراہت کو کہا ہے اور اسی کو پسند کیا ہے فقیہ ابو اللیث نے اس واسطے کہ یہ لفظ دعائے ماثورہ میں وارد ہے جسکو روایت کیا بیہقی
نے عبد اللہ بن مسعود سے تو اس صورت میں لفظ عز صفت عرش کی ہوگا نہ صاحب عرش کی پھر صاحب در مختار کہتے ہیں
کہ زیادہ تر احتیاط اس کے نہ کہنے میں ہے اس واسطے کہ یہ دعا خبر واحد سے مروی ہے اور مخالف ہے اون آیات قطعیہ کے جنسے نفی
جہت اور مکان خداوند کریم کی ثابت ہوتی ہے ص اور مکروہ ہے کہ دعا میں یہ کہے بحق فلان یا بحق رسلک وانبیائک
ف اسلیے کہ رسل اور انبیا اور ملائکہ اور اولیا سب اللہ سبحانہ کے مخلوق ہین اور مخلوق کا حق خالق پر کچھ نہیں ہے یعنی جو
کچھ اللہ تعالی اپنے بندون کو نعمتیں اور رحمتیں عطا کرتا ہے اور کریگا اوسکو محض لطف اور عنایات خداوندی سے سمجھنا چاہیے
ورنہ اللہ تعالی کو کسی کا دینا نہیں آتا البتہ یہ لفظ دعاے ماثورہ میں وارد ہے تو مراد اوس جگہ حق سے حرمت اور عظمت اور
وجاہت ہے نہ حق وجوبی ص اور مکروہ ہے قرآن شریف پر بعد دس دس آیتون کے علامت بنانا اور نہ اعراب دینا
ف اس واسطے کہ ابن مسعود نے کہا خالی کرو قرآن کو یعنی قرآن میں اور کوئی چیز ملا کر نہ لکھو روایت کیا اوسکو ابن ابی شیبہ
نے مصنف میں ص مگر اہل عجم کو درست ہے ف اس واسطے کہ یہ لوگ اعراب زبان عرب کو پہچان نہیں سکتے تو حرج
واقع ہوگی اعراب نہ لکھنے میں اور قرآن کا حفظ اور مزاولت متروک ہو جاویگا ص اور مکروہ ہے بند کر رکھنا آدمی اور جانور
کی خوراک کو اوس شہر میں جہان پر روکنا ضرر کرتا ہو ف اس واسطے کہ حدیث میں ہے الجالب مرزوق والمحتکر ملعون
یعنی غلہ لانے والا واسطے بیچنے والون کے رزق دیا گیا ہے یعنی خدا تعالی اوسکو برکت دیگا اور غلہ روکنے والا ملعون ہے روایت
کیا اوسکو ابن ماجہ نے عمر بن الخطاب سے اور روایت کی احمد نے مسند میں ابن عمر سے کہ جس شخص نے بند کر رکھا غلہ لوگوں

چالیس دن تک تو وہ بری ہوا اللہ سے اور اللہ بری ہوا اوس سے اور مروی ہے کہ غلہ خرید کے اوسکو رکھ چھوڑے اور خلق خدا
کے ہاتھ نہ بیچے اس نظر سے کہ جب گران یا قحط ہوگا تو بیچین گے تو مثال یہ ہے کہ تجارت غلے کی کرنا خوب نہین ہے اور ابو یوسف سے
مروی ہے کہ احتکار کچھ غلے پر منحصر نہین ہے بلکہ جس چیز کے روکنے سے عام خلائق کو ضرر پہنچے تو وہ اوسکو احتکار کہتے ہین اور محمد سے
مروی ہے کہ کپڑے مین احتکار نہین ہے اور مدت حبس کی بعضون کے نزدیک چالیس دن ہین اور بعضون کے نزدیک ایک مہینا
لیکن یہ مدت دنیا کے احکام کے اعتبار سے ہے اور آخرت کی نظر سے گنہگار ہوگا اگرچہ تھوڑی مدت بھی روک رکھے اور جب
ہے کہ قاضی محتکر کو حکم کرے کہ اپنے اور اہل عیال کی قوت سے فاضل ہو اوسکو بیچ ڈالے تو اگر نہ بیچے تو اوسکو تعزیر دیوے
اور صحیح یہ ہے کہ اگر وہ نہ بیچے تو قاضی جبراً اوسکو بیچ ڈالے کذا فی الہدایہ والاصل **ص** نہین مکروہ ہے اوس غلہ کا روک
رکھنا جو اوسکی زمین مین خاص پیدا ہوا ہووے یا دوسرے شہر سے اوسکو لایا ہووے **ف** اور ابو یوسف کے نزدیک یہ بھی
مکروہ ہے کذا فی الاصل **ص** اور حاکم اپنی طرف سے کوئی نرخ مقرر نہ کرے کہ اوس سے گھٹنے اور بڑھنے نہ پاوے **ف**
بلکہ بیع پر چھوڑ دیوے **ص** مگر اوس صورت مین کہ غلہ فروش بہت قیمت بڑھا لیوین تو لوگون کی صلاح اور مشورہ سے نرخ مناسب
مقرر کر دیوے **ف** اسواسطے کہ ابو داؤد اور ترمذی اور ابن ماجہ مین انس بن مالک سے مروی ہے کہ لوگون نے کہا یا رسول اللہ
نرخ گران ہو گیا سو ہمارے واسطے نرخ مقرر کر دیجیے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ نرخ کرنے والا ہے اور تنگی کرنیوالا ہے
اور کشایش کرنے والا ہے مین چاہتا ہون کہ خدا سے ملون اور تم مین سے کوئی شخص مجھسے مطالبہ کرے کسی مظلمہ مالی یا خونی کا کہا
ترمذی نے کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے اور دارمی اور بزار اور ابو یعلی موصلی نے اپنی مسندون مین اسکو روایت کیا ہے کذا فی العینی

مسائل ملحقہ غیر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بالاستقلال درود نہ بھیجے اور ساتھ ملا کر کہہ سکتا ہے آواز بلند کرنا ذکر اور
دعا مین مکروہ ہے کبوترون کا پالنا استیناس اور دفع وحشت کے لیے درست ہے اور اونکا اوڑانا یا مرغ لڑانا حرام ہے کبوترباز
اگر چھت پر چڑھ کے عورات مسلمین کو دیکھتا ہووے یا ڈھیلے مار کے لوگون کے شیشے توڑتا ہووے تو تعزیر دیا جاوے اور
نہایت سختی سے منع کیا جاوے پھر اگر باز نہ آوے تو تعزیر دیا جاوے اور کبوتر اوسکے ذبح کر ڈالے جاوین یا بطور خرید کے چھوڑ دینا
درست ہے اور بعضون کے نزدیک مکروہ ہے اسواسطے کہ ضائع کرنا ہے مال کا گھوڑ دوڑ درست ہے اگر شرط ایک طرفہ ہو اور حرام ہے
اگر دونون جانب شرط ہووے مگر جب تیسرا شخص بھی شریک ہو جاوے اور اوسکا گھوڑا اسطرح کا ہو کہ اونکے آگے بڑھ جانے کا احتمال ہے
پھر اگر اوس تیسرے کا گھوڑا آگے بڑھ گیا تو دونون شخصون سے مال مشروط لیوے اور ان دونون شخصون مین جو آگے بڑھ جاوے
وہ دوسرے سے مال مقرر کا بھر لے اور جو وہ دونون تیسرے سے بڑھ گئے تو کچھ نہ لین گے اور کشتی کرنا بقصد حصول قوت
اور جہاد جائز ہے اور بقصد بازی مکروہ ہے قصص کاذبہ اور احادیث دروغ کا مذاکرہ مکروہ ہے ناخون کترانا مستحب ہے دن جمعے
کے بعد نماز کے مگر جب بہت بڑھ گئے ہون اور غازی کو ناخون اور مونچھین بڑھانا چاہیین حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
ناخون کترانا شروع کیے داہنے ہاتھ کے انگشت شہادت سے اوسی کی چھنگلیا تک پھر بائین ہاتھ کی چھنگلیا سے داہنے ہاتھ کے
انگوٹھے تک ہووے زہار مونڈنا اور نہانا ہر جمعے مین افضل ہے اور پندرھوین دن بھی جائز ہے اور چالیس دن سے زیادہ
گذر جانا مکروہ ہے داڑھی ایک مٹھی رکھنا مستحب ہے اس سے جو بڑھے اوسکو قطع کرے مونچھون کو کترا دے یا منڈا دے اگر

تو اتنا کہ لب بالا کے کنارے سے بڑھ جاوین عورت کو سر کے بال کاٹنا حرام ہی ایک شخص نے علم دوسرون کو تعلیم کرنے کے لیے سیکھا اور ایک نے عمل کرنے کے لیے تو اول افضل ہی اور باہم تذکرہ کرنا علم دین کا ساری رات جاگنے اور عبادت کرنے سے بہتر ہی بغیر اذن والدین کے علم دین حاصل کرنے کے لیے سفر کرنا جائز ہی اگر امرد نہو قاضی پر محکمہ مین اور جو شخص مسجد مین بیٹھا ہی انتظار نماز کیواسطے یا تسبیح اور قرأت قرآن مین مشغول ہی اور مذاکرہ علم کیوقت اور اذان و اقامت کے حال مین جواب سلام کا دینا واجب نہین لڑکیون کے کان چھیدنے مین قباحت نہین ہی بعد دفن کے میت کا نقل کرنا ناجائز ہی البتہ قبل دفن کے بعض کے نزدیک جائز ہی عاشورے کے دن نہ خوشی کرے نہ سوگ کرے اور قرآن کے پڑھنے سے سننا اوسکا زیادہ ثواب کی بات ہی واللہ اعلم من المختار

ص کتاب احیاء الموات ف

یعنی ناآباد زمینون کے آباد کرنیکے بیان مین **ص** موات وہ زمین ہی جس سے نفع حاصل نہین ہوتا پانی نہونے یا پانی کی کثرت کے سبب سے یا مانند اسکے اور اسباب سے **ف** مثلاً زمین بہت شور ہو گئی یا شور ہو گئی کذا فی الاصلاح **ص** اور قدیم سے کسی کی مملوک نہین ہی یا مملوک ہی اہل اسلام کی لیکن اوسکا کوئی مالک معین نہین معلوم ہوتا اور بستی سے اسقدر دور ہی کہ اگر کوئی شخص انتہائے آبادی سے پکار کر آواز کرے تو اوس زمین مین آواز نہ پہنچے **ف** امام محمدؒ کے نزدیک جو زمین مملوک ہو گی کسی مسلمان یا ذمی کی تو وہ موات نہین ہی پس اگر اوسکا مالک معلوم نہووے تو وہ عامہ مسلمین کی ہی اور جب اوسکا مالک ظاہر ہو جاوے تو اوسکو رد کی جاویگی اور نقصان زمین کا جو زراعت کے سبب سے ہووے وہ زارع کو دینا پڑیگا اور دور ہونا آبادی سے یہ شرط کی ابو یوسفؒ نے نہ محمدؒ نے کذا فی الاصلاح **ص** جو شخص ایسی زمین کو آباد کریگا تو وہ زمین اوسی کی مملوک ہو جاویگی اگر امام کے اذن سے ہووے تو وہ شخص ذمی ہو اور جو بغیر اذن امام کے ہووے تو مالک نہوگا **ف** یہ مذہب امام صاحب کا ہی اور صاحبین کے نزدیک امام کا اذن شرط نہین ہی کذا فی الاصلاح دلیل انکی قول ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جو شخص آباد کرے ویران زمین کو تو وہ زمین اوسی کی ہی روایت کیا اوسکو ابو داؤد اور ترمذی نے اور حسن کہا اوسکو ترمذی نے اور کہا کہ روایت کی گئی یہ حدیث مرسل اور وہ ایسی ہی ہی اور اختلاف ہی اسکے صحابی مین بعضے جابرؓ کہتے ہین اور بعضے عائشہؓ اور بعض عبد اللہ بن عمرؓ اور راجح قول اول ہی اور روایت کی بخاری نے عروہ سے انھون نے عائشہؓ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو آباد کرے کسی زمین کو اور وہ کسی کی ملک نہووے سو وہ زیادہ حقدار ہی اوسکا کہا عروہ نے یہی فیصلہ کیا عمرؓ نے اپنی خلافت مین دلیل امام صاحب کی یہ ہی کہ روایت کی طبرانی نے معاذ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہین ہی واسطے کسی شخص کے کوئی چیز مگر وہ جس سے اوسکا امام خوش ہو اور اوپر کی حدیث محمول ہی اوسی صورت پر جب اذن امام کا ہووے **ص** نہین جائز ہی آباد کرنا اوس چیز کا جسکا پانی ہٹ گیا ہو لیکن وہان آسکتا ہو البتہ اگر ایسا پانی منقطع ہو گیا ہو کہ پھر اوسکا عود نہو سکے تو آباد کرنا اوسکا درست ہی اگر زمین موات امام کے اذن سے لی اور اوسکو پتھر حد بندی کے لگا کر تین برس تک اوسکو آباد نہین کیا تو امام اوس سے زمین لیکر دوسرے کے حوالے کرے اور جسنے ایک کنوان زمین موات مین کھودا امام کے اذن سے خواہ وہ کنوان عطن کیلیے ہو **ف** یعنی پانی اوس مین سے ہاتھ سے بھرا جاتا ہو اور اونٹ اوسکے گرد بیٹھ کے پانی پیتے ہون **ص** یا ناضح ہو **ف** یعنی ناضح وہ کنوان ہی جس سے پانی بھرا جاتا ہی اونٹون سے کھیت سینچنے کے لیے **ص** تو گرد اگرد اوس کنوئین کے چالیس گز

ہر طرف سے اوسکا حق ہوگا یہ قول صحیح ہے ف اور یہ قول مختار ہے حریم اوسکا چالیس گز ہے یعنی ہر طرف سے دس گز اور صاحبین کے
نزدیک بیر ناضح کا حریم ساٹھ گز ہوگا ہر جانب سے اور گز سے مراد گز شرعی ہے جو چوبیس انگل کا ہوتا ہے اور ہر انگل بقدر چھ جَو
کے جب ایسی ایک دوسرے کا پیٹ ملا ہو کذا فی الاصل ص اور دلیل امام صاحب کی حدیث ہے عبداللہ بن مغفل کی روایت کیا
اوسکو ابن ماجہ نے کہ فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو شخص کنوان کھودے تو اوسکو چالیس گز ہیں واسطے پانی پینے اوسکے
جانوروں کے روایت کی امام احمد نے مسند میں ابوہریرہؓ سے کہ فرمایا حضرتؐ نے حریم کنوین کا چالیس گز ہیں سب طرف سے
اوسکے واسطے پانی پینے اونٹ اور بکریوں کے ص اور حریم چشمہ کا پانسو گز ہے ہر جانب سے ف اسواسطے کہ ابویوسف نے کتاب
الخراج میں روایت کی زہری سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حریم چشمے کا پانسو گز ہے اور عطن کا حریم چالیس گز ہے
اور بیر ناضح کا حریم ساٹھ گز ہے کذا فی العینی شرح الهداية یہی حدیث دلیل ہے صاحبین کی بیر ناضح کے حریم میں زیلعی نے
تخریج ہدایہ میں اسکو غریب کہا ہے ص تو اگر اندر حریم کے کوئی اور شخص کنوان کھودنے کا ارادہ کریگا تو منع کیا جاویگا نہ باہر حریم
کے اگر حریم کی منتہی پر ایک اور شخص نے کنوان کھودا تو اوسکا حریم تین جانب سے ہوگا نہ پہلے کنوین کی جانب سے ف اسلیے
کہ وہ ملک پہلے کنوین والے کی ہے ص اور کاریز ف یعنی نہری پانی کی زمین کے نیچے در مختار ص کا حریم بقدر
اوسکے اصلاح کے ہے ف اندر کی مٹی ڈالنے کے لیے یہ مذہب امام صاحب کا ہے اور بعضوں نے کہا کہ جب تک اوسمین پانی
نہ نکلے تو وہ مثل نہر کے ہے اوسکا حریم نہیں ہے اور جب پانی نکلے تو حکم اوسکا مثل چشمہ کے ہے یعنی پانسو گز اوسکا حریم ہوگا کذا فی الاصل
ص نہر کا حریم نہ ملیگا دوسرے کی زمین میں امام کے نزدیک مگر دلیل سے اور صاحبین کے نزدیک اوسکو نہر کی مینڈ ملیگی
چلنے کے لیے اور مٹی ڈالنے کے لیے اور ایسی ہی زمین موات میں تو اگر مینڈ ایک شخص کے نہر کی اور دوسرے کی زمین کے
بیچ میں واقع ہے اور کسی کی اون دونوں میں سے اوس مینڈ پر علامت مثلاً درخت یا مٹی نہیں ہے تو وہ مینڈ صاحب زمین
کی ہوگی امام صاحب کے نزدیک اور جو کسی کی علامت اوس پر موجود ہے تو اوسی کی ہوگی اور ابویوسف کے نزدیک حریم نہر کا بمقدار
نصف بطن نہر کے ہوگا ہر جانب سے اور محمد کے نزدیک مقدار پوری بطن نہر کا ہر جانب سے ف در مختار میں ہے کہ قول ابویوسف
پر فتوی ہے اور حریم درخت کا جو ارض موات میں بوے پانچ گز ہے ہر جانب سے ایسا ہی وارد ہے حدیث میں اخراج کیا اوسکا ابوداؤد نے

فصل شرب کے مسائل میں ص

شرب بالکسر عبارت ہے پانی کے حصے سے ف یعنی پانی سے فائدہ حاصل کرنا باری باری زراعت سینچنے کے لیے یا جانور
کے پلانے کے لیے در مختار ص اور شفعہ کہتے ہیں آدمی یا چارپایوں کے پانی پینے کو لبوں سے تو ہر شخص کو حق شفعہ پہنچتا ہے
ہر پانی میں جو کسی برتن کے اندر رکھا گیا ہووے ف اسلیے کہ جب پانی کسی برتن میں رکھا گیا تو وہ رکھنے والے کا مملوک ہو گیا
اب کوئی شخص بے اجازت اوسکے اوسمین سے نہیں پی سکتا اور جو پانی اپنی جگہہ میں ہے جیسے کنوان یا تالاب یا حوض یا
چشمہ تو ہر شخص کو اوس سے پینا یا جانوروں کو پلانا پہونچتا ہے اصل اس باب میں قول ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا آدمی شریک
ہیں تین چیزوں میں ایک پانی دوسری گھاس تیسری آگ روایت کیا اوسکو ابوداؤد اور ابن ماجہ نے ص اسیطرح ہر شخص کو
پہونچتا ہے کہ لے پانی ہر نہر عظیم جیسے دجلہ اور جیسا اسکے نہرین ہیں ف دجلہ نام ہے نہر بغداد کا اور مانند دجلہ کے اور نہار

عظام ہین مثل گنگا جمنا گھاگرہ وغیرہ **ص** اپنی زمین کو سینچے یا اوسمین سے ایک نہر اپنی زمین کیطرف نکالے سینچنے کے پینے یا چکی کے لیے اگر عامہ خلق کو اوس سے مضرت نہ پہونچے اور غیر کی نہر یا کاریز یا کوئین سے جائز نہین کہ اپنے جانور کو پانی پلاوے اگر نہر کے خراب ہونے کا خوف ہو بسبب کثرت جانورون کے یا اپنی زمین کو سینچے یا درخت مین پانی ڈالے مگر اوسکی اجازت سے البتہ یہ ہوسکتا ہی کہ گھڑے مین پانی بھر کر اپنے گھر مین لاکر درخت یا سبزہ مین ڈالے صحیح تر قول یہی **ف** اور بعضون کے نزدیک یہ بھی درست نہین مگر مالک کے اذن سے اور خانیہ اور وغیرہ مین اسی قول کو اصح کہا ہی کذا فی المحیط **ص** جو نہر کسیکی مملوک نہین ہی اوسکی کھدوائی بیت المال مین سے دیجاویگی اور اگر بیت المال مین روپیہ نہووے تو رعایا سے لی جاویگی **ف** اور اگر وہ نہ دین تو امام اونسے جبراً ایسے جیسے تیاری لشکر اسلام کیواسطے **ص** اور جو وہ نہر مملوک ہی تو نہر والون سے لی جاویگی نہر کے اوپر کی جانب سے نہ صرف پانی پینے والون سے **ف** یعنی جو اوس نہر مین پانی پیتے ہین اونسے کھدوائی نہ لیجاویگی اسلیے کہ وہ نہر والے نہین ہین **ص** اور جس شریک کی زمین سے کھودنے والے بڑھ جاوینگے تو اوسپر باقی نہر کی کھدوائی لازم نہ اویگی **ف** امام ابوحنیفہ کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک سب شریکونپر یہی کی اوس سے آخر تک کی کھدوائی مقرر کرکے حصہ رسد سب سے لی جاویگی **ص** صحیح ہی دعوی شرب کا بغیر دعوی زمین کے **ف** یہ استحسان ہی اسلیے کہ کبھی پانی کی باری کا آدمی مالک ہوتا ہی ارثاً اور کبھی زمین بیچڈالی جاتی ہی اور شرب بائع کے لیے رہتا ہی کذا فی الاصل **ص** ایک جماعت نے شرب مین جھگڑا کیا تو بقدر اراضی ہر ایک کو تقسیم کردینگے اور اوپر کی جانب والا نہر روک نہین سکتا اگرچہ اوسکی زمین سیراب نہین ہوتی ہو بغیر روکے مگر اور شریکون کی رضامندی سے اور کوئی اوس نہر مین سے دوسری نکال نہین سکتا یا اوسپر چکی کھڑی نہین کرسکتا یا دوالچہ یا پل بنا نہین سکتا مگر شریکون کی اجازت سے البتہ اگر چکی اپنی ہی ملک مین رکھے **ف** اسطرح جیسے کہ بطن نہر اور دونون کنارے اوسکے مملوک ہون اور دوسرے شریک کو صرف پانی بہانیکا حق ہووے کذا فی الاصل **ص** اور نہر اور پانی کو اوس سے ضرر نہ پہونچے تو ہوسکتا ہی اسی طرح نہر کے منہ کو چوڑا نہین کرسکتا یا اگر نہر کا پانی بطور سوراخون کے منقسم تھا اور وہ دنون کے حساب سے بانٹے تو یہ نہین ہوسکتا یا اوس زمین مین پانی لیجاوے جہان کی باری مقرر نتھی حق شرب موروث ہوتا ہی اور اوس سے نفع اوٹھانیکے لیے وصیت بھی ہوسکتی ہی اور اوسکی بیع یا اجارہ یا ہبہ یا تصدق یا مہر یا بدل یا صلح نہین ہوسکتا اگر ایک شخص نے اپنا کھیت پانی سے بھرا **ف** موافق عادت کے ورنہ ضامن ہوگا در مختار **ص** اور اوس سے دوسرے کی زمین مین تری پہونچکے نقصان ہوا یا ڈوب گئی تو ضمان نہ دیگا اسی طرح اگر دوسرے کے شرب سے اپنی کھیتی سینچی تو تاوان نہ دیگا **ف** اسواسطے کہ شرب غیر متقوم ہی اور یہی قول ہی امام خواہر زادہ کا اور جامع صغیر بزدوی مین ہی کہ ضامن ہوگا در مختار مین ہی کہ فتوی قول اول پر ہی واللہ اعلم

کتاب الاشربۃ

یہ کتاب ہی شرابون کے احکام کے بیان مین حرام ہی خمر اور وہ کچا پانی ہی انگور کا جب وہ جوش مارے اور جھاگ دکھاوے اور نشہ کرنے لگے اگرچہ قلیل ہو **ف** یا کثیر ہو یعنی ایک قطرہ بھی اوسکا حرام ہی اسلیے کہ وہ نجس عین ہی مثل پیشاب کے فرمایا اللہ تعالی نے خمر کے حق مین انما رجس من عمل الشیطان یعنی وہ پلید ہی شیطان کا کام ہی اور حدیث مین

حرمت میں بکثرت وارد ہوئی ہیں روایت کی حاکم اور ابوداؤد نے ابن عمرؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ نے
لعنت کی خمر پر اور اوسکے پینے والے پر اور اوسکے نچوڑنے والے پر اور اوسکے پلانے والے پر اور اوسکے اوٹھانے والے پر اور اوسکی
قیمت کھانے والے پر اور اوسکے بائع پر اور خریدار پر احمد روایت کی امام ابوحنیفہ اور نسائی اور دارقطنی نے ابن عباسؓ سے
کہ خمر حرام ہے قلیل ہو یا کثیر اوسکا اور شراب بقدر سکر کے یہ مذہب امام ابوحنیفہ رح کا ہے اور باقی ائمہ کے نزدیک جو چیز عقل کو
زائل کر دیوے اور نشہ لاوے وہ خمر ہے دلیل اونکی حدیث ہے ائمہ ستہ کی ابن عمرؓ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے
ہر مسکر خمر ہے اور روایت کی جماعت نے سوا بخاری کے ابوہریرہؓ سے کہ فرمایا حضرت ﷺ نے خمر ان دو درختوں سے ہوتا ہے
یعنی انگور اور کھجور سے صاحب ہدایہ نے دلیل امام کی یہ بیان کی ہے کہ خمر باتفاق اہل لغت انگور کے پانی کو کہتے ہیں
اور حدیث اول میں یحیی بن معین نے طعن کیا ہے اور حدیث ثانی سے بیان حکم منظور ہے نہ بیان معنی خمر اور ائمہ حدیث نے
اسکو رد کیا ہے اسطرح کہ حدیث ابن عمرؓ کو اخراج کیا شیخان اور ائمہ اربعہ نے پس یہ اعلی مرتب صحیح میں ہوئی اور طعن
یحیی بن معین کا اوس حدیث میں ثابت نہیں ہے کہا زیلعی نے تخریج ہدایہ میں کہ میں نے اس طعن کو کسی کتاب حدیث میں نہیں
دیکھا اور ائمہ لغت مختلف ہیں خمر کی حقیقت میں بعض نے خاص کیا ہے انگور کے پانی سے اور بعض نے ہر مسکر کو عام رکھا ہے اور
قاموس میں قول ثانی کو صحیح کہا ہے اور دلائل اسکی صحت کے بہت ہیں ایک قول حضرت عمرؓ کا بر سر منبر روبرو جماعت صحابہ کے
کہ خمر پانچ چیزوں سے ہوتا ہے انگور اور کھجور اور شہد اور گیہوں اور جو سے اور خمر وہ ہے جو زائل کرے اور ڈھانپ لیوے عقل کو حدیث
کیا اوسکو بخاری نے اور ظاہر ہے کہ عمرؓ اور صحابہ کرام عرب عرباء اور اعلم باللسان تھے دوسرے روایت کی بخاری نے انسؓ
سے کہ جس وقت خمر حرام ہوا سو خمر انگور کا قلیل تھا اور اکثر خمر کھجور کا تھا تیسرے روایت کی ابوداؤد اور ترمذی اور ابن ماجہ نے
نعمان بن بشیرؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گیہوں سے خمر ہوتا ہے اور جو سے خمر ہوتا ہے اور تمر سے خمر ہوتا ہے
اور انگور خشک سے خمر ہوتا ہے اور شہد سے خمر ہوتا ہے اور اون لوگوں میں سے جنھوں نے اطلاق کیا خمر کا
غیر انگور پر عمرؓ اور علیؓ اور سعدؓ اور ابن عمرؓ اور ابو موسیؓ اور ابوہریرہؓ اور انسؓ اور ابن عباسؓ اور عائشہؓ ہیں صحابہ سے اور تابعین
سے سعید بن المسیب اور حسن اور سعید بن جبیر وغیرہ اور لوگ ہیں کہا طحاوی نے کہ جب تعارض واقع ہوا احادیث ابوہریرہ
اور حدیث نعمان اور حدیث ابن عمر میں کہ جب خمر حرام ہوا مدینے میں تھا ان خمروں میں سے کوئی خمر وہاں نہ تھا روایت کیا اسکو
بخاری نے اور صحابہ اوسکی تعریف اور ماہیت میں مختلف ہو گئے چنانچہ عبداللہ بن مسعودؓ نے تخصیص کی خمر کی ساتھ
انگور کے اور اہل لغت نے بھی اختلاف کیا تو امر متفق علیہ ہمنے درمیان ائمہ کے اسی قدر پایا کہ انگور کا نچوڑا ہوا پانی
جب شدید ہو جاوے اور جوش اور جھاگ مارنے لگے تو وہ خمر ہے تو اسی کو اختیار کیا ہمنے اسلیے کہ امر حرمت کا عظیم ہے جیسے امر
حلت کا یعنی حرمت خمر کی تو قطعی ہے اور منکر اوسکی حرمت کا کافر ہے برخلاف اوسکے جو اور اشربہ کی حرمت کا منکر ہووے
اسلیے احتیاط ضرور ہوئی کہ خمر کے معنی مختلف فیہ کو چھوڑ کر امر متفق علیہ کو خمر قرار دیا اور اسکے منکر حرمت کو کافر ٹھہرایا
اور سوا اوسکے اور مسکرات بھی حرام ہیں لیکن حرمت اونکی مثل خمر کی نہیں واللہ اعلم بالصواب ص اور جھاگ دینا شرط ہے امام اعظم
کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک جب شدید ہو گیا تو مسکر ہو گیا اب جھاگ دینا ضرور نہیں ہے پھر خمر کا عین

حرام ہے اگرچہ تھوڑی ہو اور بعض لوگوں کا یہ قول ہے کہ بقدر مسکر کے وہ بھی سے حرام ہے ف لیکن یہ قول مردود ہے اسلیے کہ
اللہ تعالی نے خمر کو رجس فرمایا ہے [illegible] گذرا اور احادیث صحیحہ سے [illegible] ص پھر خمر کا حلال جاننے والا
کافر ہے ف اسلیے کہ منکر ہے نص قطعی کا ہدایہ ص اور خمر کا تقوم یعنی قیمت دار ہونا مسلمان کے حق میں ساقط ہے
یہ مالیت اوسکی ف تو اگر خمر کسی مسلمان کا تلف کردیا تو ضمان لازم نہ آویگا اسواسطے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے
لعنت کی خمر کے بیچنے والے اور اوسکا ثمن کھانے والے پر اور روایت کی مسلم نے اور محمد نے آثار میں کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا
جسنے حرام کیا خمر کو پینا اوسنے حرام کیا اوسکی بیع اور ثمن کھانے کو ص اور حرام ہے مسلمان کو نفع اوٹھانا خمر سے ف اسلیے
کہ انتفاع نجس سے حرام ہے در مختار میں ہے کہ خمر کا جانوروں کو پلانا یا اوس سے مٹی تر کرنا دیوار بنانے کو یا اوسکا دیکھنا تماشے
کے واسطے یا دوا میں اوسکا ڈالنا یا تیل میں یا کھانے میں یا اسکے سوا اور طرح سے استعمال کرنا بالکل حرام ہے مگر سرکہ بنانا یا
پیاس کے خوف سے پینا بقدر ضرورت درست ہے اور جو ضرورت سے زیادہ پیئے گا تو اوسپر حد ماری جاوے گی ص اور جو
کوئی خمر کو پیئے گا اگرچہ اوسکو نشہ نہووے لیکن حد ماری جاوے گی ف چنانچہ دلیل اسکی کتاب الحدود میں گذری اور سوا
خمر کے اور شرابوں کے پینے سے حد نہ پڑے گی جب تک نشہ نہووے لیکن محمد کے نزدیک پڑے گی اور اوسی پر فتوی ہے اس
زمانے میں عالمگیری ص اور خمر کو آگ پر پکانے سے اوسکی حرمت نجاوے گی ف اسلیے کہ بعد خمر ہوجانے کے پکانا موثر نہیں
ہے ہدایہ ص اور جائز ہے سرکہ بنانا خمر کا ف تو درست ہے وہ سرکہ اسی طرح اگر خود بخود سرکہ ہوجاوے اور شافعی کے نزدیک
جائز نہیں دلیل شافعی کی ابی طلحہ کی حدیث ہے انس سے کہ پوچھا انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہ کچھ یتیموں کا خمر
میرے پاس ہے تو آپ نے فرمایا بہادے اوسکو تو کہا میں نے کہ سرکہ بنالوں اوسکا کہا آپ نے نہیں ہم یہ کہتے ہیں کہ یہ حدیث
قریب تر ہے اوس زمانے کے جب خمر حرام ہوا تھا اور اول میں آپ نے واسطے نفرت دلانے کے شراب کے برتنوں کا استعمال
بھی منع کیا تھا بعد اوسکے بالاتفاق درست ہوگیا اسی واسطے شافعی سے بھی ایک قول میں یہ سرکہ جائز کہا ہے دوسرے یہ کہ
حضرت نے فرمایا کیا اچھا سالن ہے سرکہ روایت کیا اوسکو مسلم نے جابر سے اور سرکہ اس حدیث میں مطلق ہے تیسرے یہ کہ
علت حرمت خمر کی سکر ہے تو جب یہ زائل ہوگیا تو حرمت بھی باقی نہ رہیگی پھر جب خمر سرکہ ہوگیا تو جہاں تک سرکہ ہے وہاں تک برتن
پاک ہوگیا اور اوسکے اوپر کی جانب جہاں سے خمر گھٹ گیا ہے تبعا پاک ہوجاویگا یہی فتوی ہے اور ایک روایت میں پاک نہوگا مگر جب
وہ سرکہ وہاں ڈالا جاویگا تو علی الفور پاک ہوجاویگا ہدایہ ص اسیطرح حرام ہے طلا یعنی انگور کا پانی جب پکایا جاوے اور دو تہائی
سے کم جلایا جاوے ف طلا اوسکو اسلیے کہتے ہیں کہ حضرت عمر نے فرمایا کہ یہ مشابہ ہے اونٹ کی طلا کے اور صحیح یہ ہے کہ اسکا
نام باذق ہے اور جو نصف جل جاوے تو اوسکا نام منصف ہے یہ دونوں اوزاعی کے نزدیک مباح ہیں اور [illegible] کے نزدیک
حلال ہیں ص اور سکر یعنی کھجور کا پانی اور خشک انگور کا پانی جب اونمیں جوش اور شدت پیدا ہوجاوے ف یعنی طلا اور سکر اور نقیع زبیب بھی
حرام ہیں کہ ان میں جوش اور شدت پیدا ہووے اور شریک بن عبد اللہ کے نزدیک سکر درست ہے اسواسطے کہ فرمایا اللہ تعالی نے
تتخذون منه سكرا ورزقا حسنا اور ہماری دلیل احادیث اور اجماع صحابہ کا ہے اوسکی حرمت پر اور یہ آیت ابتدا
اسلام کی ہے جب خمر حلال تھا اور بعضوں نے کہا کہ مطلب اس آیت کا یہ ہے کہ کھجور سے تم سکر بناتے تھے اور رزق حسن کو

تک کہ پیتے تھے ہدایہ ص اور نجاست اسکی غلیظہ ہے ف اور ایک روایت میں خفیفہ ہے ہدایہ ص اور خمر
نکالی ہے تو منکر اوسکا کافر ہوگا اور اگر یہ حرمت قطعی ہے تو منکر اوسکا کافر ہوگا اور درست ہے شرب طلا کا اگرچہ اوسمین شدت
ہو جاوے ف یعنی مسکر شدید ہو جاوے جو مثلث انگور کا ہوسکو کہتے ہین کہ انگور کا پانی پکایا جاوے یہان تک کہ اوسکی دو تہائی
جل جاوے اور ایک تہائی رہ جاوے پہر اوسکو چھوڑ دینا یہان تک کہ اوسمین شدت ہو جاوے اور جہاگ دینے لگے
اسی طرح اگر اوسمین بعد جلانے کے پتلا کرنے کے لیے تہوڑا سا پانی ڈالکر پہر پکا وین اور اوسکو رکھ چھوڑین درست
ہے یہ مثلث امام ابوحنیفہ اور ابو یوسف کے نزدیک اور محمد اور شافعی اور مالک کے نزدیک بالکل حرام ہے اور طلا درحقیقت اسکا
نام ہے در مختار مین ہے کہ پینا مثلث کا کبار صحابہ سے ثابت ہے ص اسیطرح نبیذ کہجور کا یا انگور خشک کا جب تہوڑا سا پکا لیا جاوے
اگرچہ اوسمین شدت ہو جاوے لیکن ان تینون کا اس قدر پینا درست ہے کہ نشہ نہ لاوے اور لہو و طرب کے قصد سے نہ پیے بلکہ قوت کے لیے استعمال
کرے ف ورنہ امام کے نزدیک بھی حرام ہے دلیل امام اعظم کی حدیث ہے علی کی کہ فرمایا حضرت نے حرام کیا اللہ تعالی
نے خمر کو بالکل اور اور مسکرات کو بقدر سکر روایت کیا اوسکو عقیلی نے اور کہا کہ اسناد مین اوسکی عبدالرحمن مجہول ہے اور حدیث
اوسکی غیر محفوظ ہے البتہ یہ ابن عباس سے موقوفا مروی ہے روایت کیا اوسکو ابو حنیفہ اور دارقطنی نے جیسا گذرا اور روایت کی
نسائی نے حلت کو مثلث کی حضرت عمر سے تو حرام امام کے نزدیک صرف آخر کا پیالہ ہے جس سے نشہ ہوا اور محمد اور شافعی
اور مالک کے نزدیک یہ سب حرام ہین قلیل اور کثیر ان کا اسلیے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس چیز کا کثیر مسکر ہو
اوسکا قلیل بھی حرام ہے روایت کیا اوسکو احمد اور چارون عالمون نے جابر سے اور صحیح کیا اوسکو ابن حبان نے اور روایت
کی ابوداود اور ترمذی نے عایشہ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس چیز کا ایک فرق مسکر ہو تو اوسکا ایک
کف بھر بھی حرام ہے اور بہت سے علما نے فتوی دیا ہے محمد کے قول پر اس زمانے مین اسلیے کہ فاسق ان چیزون کا استعمال
کرتے ہین واسطے سکر کے اور شاید امام اعظم کو یہ حدیثین نہین پہونچین واللہ اعلم ص اسیطرح درست ہے خلیطان
یعنی کہجور اور انگور خشک کو ملا کر بھگو دین اور تہوڑا سا پکا کر اوسکو چھوڑ دین یہان تک کہ جوش مارے اور شدید ہو جاوے جب اوسکو
پیے بغیر لہو اور طرب کے ف دلیل حلت کی وہ حدیث ہے جسکو ابن ماجہ نے روایت کیا عایشہ صدیقہ سے کہ ہم مٹھی بھر تمر
اور مٹھی بھر انگور خشک بھگو رکھتے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے واسطے سو جو صبح کو تر کرتے تھے تو آپ شام کو پیتے تھے اور جو شام کو
تر کرتے تھے تو آپ صبح کو پیتے تھے اور محمد بن الحسن نے کتاب الآثار مین پایا ابن عمر کا ابن زیاد کو خلیطان پینا
کیا ہے اور وہ جو حدیث جابر مین جسکو روایت کیا ائمہ ستہ نے ممانعت اسکی منقول ہے تو محمول ہے اوپر ابتدائے اسلام کے
ہدایہ ص اسیطرح درست ہے نبیذ شہد اور انجیر اور گیہون اور جو اور جوار کا اگرچہ پکایا نہ جاوے بغیر لہو اور طرب
ف امام کے نزدیک ہدایہ مین ہے کہ انکے پینے والے کو حد نہ لگیگی اگرچہ مست ہو جاوے اور محمد کے نزدیک حرام ہے اور یہی
مفتی بہ ہے اور اوسکے پینے والے کو حد لگیگی کذا فی الدر المختار ص اور درست ہے سرکہ بنانا خمر کا اگرچہ کوئی چیز اوسمین
ڈالکر بنا وے اور نبیذ دبا اور حنتم اور مزفت اور نقیر مین جو برتن ہین ف دبا کدو کا برتن اور روغن قیر مالش کیے ہوے برتن اور لکڑی کے
برتنون مین ف اسواسطے کہ محمد نے کتاب الآثار مین بسند صحیح روایت کیا کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

مین سے تمکو دبا اور حنتم اور مزفت مین نبیذ کے لینے سے منع کیا تھا سو اب ہر برتن مین سو اسطے کہ برتن کسی چیز کو
حرام یا حلال نہین کرتا اور نہ پیو مسکر کو اور وہ جو حدیث ابن عباس مین ہی صحیحین مین کہ آپ نے وفد عبد القیس کو دبا اور حنتم اور
مزفت اور نقیر کے ظروف سے ممانعت کی تھی سو منسوخ ہی اس حدیث سے ص اور مکروہ ہی خمر کی تلچھٹ کا پینا اور اوسکو کنگھی
مین ملکر بالون کو لگانا ف مراد کراہت سے حرمت ہی کما فی الاصلاح ص لیکن تلچھٹ کا پینے والا جب تک مست
نہو وے تو اوسکو حد نہ پڑیگی ف اور محیط مین قریب قلیل سے حد ہی اسلیے کہ قلیل اوسکا داعی ہوتا ہی طرف کثیر کے اور نیز
تلچھٹ مین نہین ہی تو اوسمین حقیقت سکر معتبر ہوگا کذا فی الاصلاح **مسائل ملحقہ** در مختار مین ہی کہ بھنگ اور
افیون اور اجوائن خراسانی اور جائفل حرام ہی لیکن حرمت خمر سے ان کی حرمت کمتر ہی سو اگر کوئی شخص ان مین سے کھاوے
تو اوسپر حد نہین اگرچہ اوس سے مست ہو جاوے بلکہ اوسکو تعزیر دیجاوے اور ہدایہ وغیرہ سے اجوائن اور افیون کی حلت مفہوم
ہوتی ہی اگر قلیل ہو جس سے سکر نہووے اور تنباکو کے باب مین علما مختلف ہوگئے بعض کے بیان سے حلت اور بعضون کے
قول سے کراہت تنزیہی اور بعضون کی تقریر سے کراہت تحریمی مفہوم ہوتی ہی لیکن کراہت تحریمی کا قول مرجوح ہی اور
کراہت تنزیہی اقرب ہی طرف حلت کے پس حلت کا قول راجح ہی اور یہی مستفاد ہی کتب شافعیہ سے اور موافق
ہی اس اصل کے کہ اشیا مین اباحت اصل ہی اور وہ جو حدیث مین وارد ہی کہ منع کیا حضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ہر مسکر
ست اور مفتر سے روایت کیا اوسکو احمد نے ام سلمہؓ سے تو اوس سے ممانعت تنباکو کھانے کی جو واسطے دوا کے
ہووے اور قلیل ہو کہ اوس سے فتور پیدا نہووے نہین نکلتی اور یہی حکم ہی حقے کا واللہ اعلم بالصواب اور ان پانی مین خمر مخلوط ہووے
حرام ہی اور جو اور کوئی چیز مسکر مخلوط ہووے تو بنا بر مذہب امام کے درست ہی اور موافق مذہب امام محمد کے نادرست ہی اور اسی پر فتوی ہی

کتاب الصید

یہ کتاب ہی شکار کے بیان مین صید وہ حیوان متوحش ہی جسکا پکڑنا ممکن نہین ہی بحیلہ اور حلت صید کی غیر محرم کے لیے
کلام اللہ سے ثابت ہی فرمایا وَاِذَا حَلَلْتُمْ فَاصْطَادُوْا اور فرمایا وَحُرِّمَ عَلَيْكُمْ صَيْدُ الْبَرِّ مَا دُمْتُمْ حُرُمًا یعنی
جب تم حلال ہو یعنی محرم نہو تو شکار کرو اور حرام کیا تمپر شکار خشکی کا جب تم احرام مین ہو اور حدیث سے فرمایا رسول اللہ
صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے عدی بن حاتم سے کہ جب تو اپنا کتا چھوڑے تو بسم اللہ کہہ پھر جب وہ شکار کو پکڑ کر مار ڈالے تو کھا اور
جو وہ اوسمین سے کھا لیوے تو نہ کھا روایت کیا اوسکو ائمہ ستہ نے اور منعقد ہوا اوسکی حلت پر اجماع ص حلال ہی شکار
ہر دانت والے جانور سے اور ہر پنجہ والے پرند سے جیسے کتا باز وغیرہ ف پھر جان تو کہ مستثنی ہی اس سے سور اسلیے کہ وہ
نجس العین ہی اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے استثنا کیا شیر کا بسبب اوسکے علو ہمت کے اور ریچھ کا بسبب خساست کے اور
بعض نے چیل کو بھی ریچھ سے لاحق کیا ہی خساست مین اور ظاہر یہ ہی کہ کچھ حاجت استثنا کی نہین ہی اسلیے کہ شیر اور ریچھ
کی تعلیم نہین ہو سکتی اسلیے کہ شیر عالی ہمت ہی وہ کسیکا کام نہین کرتا اور ریچھ دنی الطبع ہی وہ بھی کسیکا کام نہین کرتا تو حلت
صید کی شرط نہین پائی جاتی کذا فی الاصلاح دلیل اس باب مین قول اللہ تعالی کا ہی وَمَا عَلَّمْتُمْ مِّنَ الْجَوَارِحِ مُكَلِّبِيْنَ
یعنی حلال ہی تمہارے واسطے شکار جانورون کا جو زخمی کرتے ہین جنکو تمنے تعلیم کیا اور یہ مطلق ہی شامل ہی ہر جانور کو جو زخمی

حدیث عدی بن حاتم مین لفظ کلب کا وارد ہے اور کلب کا اطلاق زبان عرب مین ہر درندے پر ہوتا ہے یہانتک کہ شیر پر بھی
ھدایہ ص بشرطیکہ تعلیم یافتہ ہوین ف اسلیے کہ کلام اللہ مین وما علمتم کی قید ہے دوسرے یہ کہ ابی ثعلبہ خشنی نے
کہا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہ ہم شکار کرتے ہین اپنے کتے معلم اور غیر معلم سے تو فرمایا آپ نے کہ جو تو شکار کرے اپنے
کتے معلم سے بسم اللہ کہکر سو کھا اوسکو اور جو تو شکار کرے غیر معلم کتے سے اور اوس جانور کو ذبح کرے تو کھا اوسکو یعنی بغیر
ذکات اوسکا شکار درست نہین یہ روایت کیا اوسکو بخاری مسلم نے ص اور کسی مقام پر شکار کو زخم لگاوین ف
اسواسطے کہ کلام اللہ مین جوارح کا لفظ وارد ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ جراحت ضرور ہے اور یہی ظاہر الروایت ہے اور اسی پر
فتوی ہے اور ابو یوسف کے نزدیک جراحت شرط نہین ہے ص اور وہ لوگ مسلمان یا اہل کتاب بسم اللہ کہکر چھوڑے ف
اسواسطے کہ حدیث عدی مین بسم اللہ کہنے کا امر ہے اور اوسی حدیث مین ذکر ہے کہ عدی نے کہا یا رسول اللہ مین اپنا کتا بسم اللہ کہکر
چھوڑتا ہون اور اوسکے ساتھ ایک اور کتا آجاتا ہے اب مین نہین جانتا کہ شکار کو کس کتے نے پکڑا تب فرمایا آپ نے کہ نہ کھا
اوسکو اسلیے کہ تو نے اپنے کتے پر بسم اللہ کہی ہے نہ دوسرے کتے پر تو اگر کتا چھوڑنے والا مجوسی ہو یا مسلمان لیکن
عمداً بسم اللہ ترک کردیوے تو درست نہین ہے ص اور وہ شکار ایک جانور ہو ممتنع یعنی جو اپنے بچانے پر قادر ہو
پانون سے یا پرون سے اور وحشی ہو حلال ہو ف ذکات اختیاری اوسمین نہو سکے تو جو جانور لوگون سے
انس پکڑ گیا ہے ممتنع ہے لیکن متوحش نہین ہے اور جو شکار جال مین پھنس گیا یا کوئین مین گر گیا یا سست ہو گیا
تو وہ متوحش ہے لیکن غیر ممتنع ہے تو ایسے جانورون مین ذکات اختیاری یعنی ذبح کرنا حلت کے لیے ضرور ہے صرف ارسال
اور زخم سے حلال نہونگے ص اور اوس کلب معلم کے ساتھ دوسرا کلب جسکا شکار نہین درست ہے ف جیسے
وہ کلب غیر معلم ہووے یا مجوسی کا ہووے یا شکار کے لیے چھوڑا نہ گیا ہووے یا بسم اللہ عمداً ترک کرکے چھوڑا گیا ہووے
کذا فی الاصل ص شریک نہووے ف بسبب وہی حدیث عدی بن حاتم کے جو اوپر گذری ص اور وہ
کلب معلم توقف نکرے بعد ارسال کے ف تا کہ اوسکا شکار کرنا ارسال کیطرف منسوب رہے تو اگر وہ کلب بعد ارسال
کے آرام کرنے کے لیے ٹھہر رہے یا کچھ کھانے لگے یا پیشاب کرے پھر شکار کرے تو شکار درست نہین برخلاف اوسکے کہ چیتے کو
شکار کے لیے چھوڑا اور وہ چھپ رہا بطریق حیلہ اور گھات کے شکار کی فکر مین نہ بطریق استراحت اور آرام کے پھر شکار
کو پکڑا تو درست ہے اور اگر کتا بھی ایسی عادت چیتے کی کرلے تو بھی درست ہے کذا فی مختار و طحطاوی ص اور کتا تعلیم
یافتہ ہوجاتا ہے اگر تین بار شکار کرے اور اوسمین سے نہ کھاوے اور باز تعلیم یافتہ ہوتا ہے جب پکارنے سے آنے لگے
ف یہ مضمون ماثور ہے ابن عباس سے کہا زیلعی نے تخریج مین کہ یہ غریب ہے مین کہتا ہون روایت کی امام محمد
نے آثار مین باسناد صحیح ابن عباس سے کہ کہا اونھون نے جس جانور کو پکڑے تیرا کتا تو اگر معلم ہے تو کھا اوسکو اور جو وہ
اوسمین سے کھالیوے تو نہ کھا اوسکو اور لیکن باز اور شاہین تو کھا اگرچہ وہ اوسمین سے کھالیوے اسلیے کہ تعلیم
اونکی یہی ہے کہ بلانے سے چلا آوے اور تو اوسکو مار نہین سکتا کہ کھانا چھوڑ دیوے کہا امام محمد نے کہ ہم اسی قول
سے اخذ کرتے ہین اور یہی قول ہے ابو حنیفہ کا ص تو اگر باز شکار مین سے کھالیوے تو وہ شکار کھانا درست ہے

ذبح کیا اوسمین سے کھالیوے اسی طرح اگر کتے نے تین بار نہ کھایا پھر چوتھی دفعہ شکار مین سے کھالیا تو وہ شکار حرام ہو جاویگا
اور اوسکے بعد جتنے جانور شکار کرے گا سب حرام ہونگے یہان تک کہ پھر تعلیم یافتہ ہو جاوے اسی طرح قبل اوس جانور کے
جتنے جانور شکار کیے ہین اگر وہ صیاد کے پاس موجود ہین حرام ہو جاینگے ف اور جو صیاد اونکو کھا گیا ہے تو اب حرمت
ثبوت سے کیا فائدہ ہے ص اگر کوئی شخص تیر سے شکار کرے تو شرط اوس شکار کے حلال ہونے کی یہ ہے کہ بسم اللہ
کہکر تیر مارے ف اور جو بھول جاویگا تو بھی درست ہے اور جو قصداً ترک کرے گا تو وہ شکار حرام ہو جاویگا ص اور
وہ تیر اوس شکار کو زخمی کرے اور اگر شکار تیر کھائے ہوئے بھاگ کر کہین غائب ہو جاوے تو اوسکی جستجو سے بیٹھ نہ رہے
ف یعنی اوسنے شکار کو تیر مارا اور پھر وہ تیر کھا کر آنکھ سے غائب ہو گیا بعد اوسکے شکاری نے اوسکو مردہ پایا
تو اگر اوسکی طلب سے بیٹھ رہا تھا تو وہ حلال نہین اور جو اوسکے ڈھونڈھنے مین مصروف تھا تو حلال ہے اور فرمایا رسول اللہ
صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اوس شکار مین جو غائب ہو جاوے شکاری سے کہ شکاری نے قتل کیا اوسکو رزین نے روایت
کیا اوسکو ابن ابی شیبہ نے مصنف مین ابی رزین سے اور روایت کی مسلم اور احمد اور ابو داؤد اور نسائی نے کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ابو ثعلبہ سے فرمایا کہ جب تو نے اپنا تیر مارا اور شکار غائب رہا تجھ سے تین دن پھر تو نے اوسکو
پایا سو کھا جب تک وہ گندہ نہین ہوا ص اگر تیر مارنے والے نے یا کتے یا باز سے شکار کرنے والے نے شکار کو زندہ پایا
تو ضرور ہے کہ اوسکو ذبح کرے ف یعنی جب اوسکو زندہ پاوے اسقدر کہ مذبوح سے زیادہ اوسمین حیات ہو تو ذکات
ضرور ہے ص تو اگر ترک کریگا عمداً ذکات کو حرام ہو جاویگا ف یعنی باوجود قدرت تذکیہ کے اگر ذکات نہ کریگا تو حرام ہوگا
اور جو قادر نہو ذکات پر تو حلال ہے یہی مروی ہے امام ابو حنیفہ اور ابو یوسف سے اور یہی قول ہے شافعی کا اور ظاہر الروایۃ مین یہ ہے
مثلاً چھری نہو یا وقت تنگ ہو گیا ہے
کہ حرام ہو جاویگا اور جو اوسکی زندگی ایسی ہو جیسے مذبوح کی تو اوسکا اعتبار نہوگا پس تذکیہ واجب نہوگا لیکن جو جانور
اوپر سے گر پڑے یا مثل اوسکے اور جو بکری بیمار ہو تو فتوی اس پر ہے کہ اوسمین حیات قلیل بھی معتبر ہے یہان تک کہ اگر اوسکو
ذبح کر لیگا اور اوسمین تھوڑی سی بھی حیات ہوگی تو حلال ہو جاویگا بسبب قول اللہ تعالے کے اِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ کذا
فی الاصل ص اگر مجوسی نے اپنا کتا شکار پر چھوڑا سو مسلمان نے اوس کتے کو تیز کیا اور بھڑکایا شور کرکے سو وہ
تیز ہوا اور اوسنے شکار مارا تو وہ شکار حرام ہے ف اسواسطے کہ ارسال مجوسی سے ہوا اور اعتبار ارسال کا ہے نہ بھڑکانے کا
اور تیز کرنے کا ص اسیطرح اگر بے معراض اوس شکار کو قتل کیا یعنی عرض کی جانب سے نہ طول کیجانب سے جدھر
دھار ہے ف تب بھی شکار حرام ہوگا معراض اوس تیر کو کہتے ہین جسکے پر کا ہووے اور نام اوسکا معراض
اسلیے ہوا کہ وہ نشانے پر عرض سے جا کر لگتا ہے نہ نوک سے اور جو اوسکے نوک مین تیزی ہووے اور وہ نوک کی جانب
سے لگے تو شکار حلال ہے کذا فی الاصل اور دلیل اس باب مین قول ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا عدی بن حاتم کی حدیث
مین کہ پوچھا مینے آپ سے معراض سے تو فرمایا آپ نے جب لگے وہ نوک کیطرف سے جدھر تیزی ہے تو کھا اور جو عرض
کیجانب سے لگے تو نکھا اسلیے کہ وہ موقوذہ ہے روایت کیا اوسکو بخاری نے اور موقوذہ حرام ہے بنص کلام اللہ سے
موقوذہ اوس جانور کو کہتے ہین جسکو لکڑی یا ڈھیلا یا پتھر سے پھینک کر مارین ص یا قتل کیا اوسکو بھاری

نکلنے سے اگرچہ وہ مُنہ دھار دار نہووے ف تب بھی شکار حرام ہوگا کیونکہ احتمال ہے کہ وہ جانور اوس نکلنے کے بوجھ سے
مرگیا ہووے یہانتک کہ اگر نکلنے کا پھل ہووے اور دھار دار ہووے تو حلال ہوگا اسلیے کہ موت جراحت سے ہوگی اور ہدایہ
مین ان مسائل کا قاعدہ کلیہ یہ مذکور ہے کہ جب موت جراحت سے ہو یقینًا تو شکار حلال ہوگا اور جو اوسکے بوجھ اور وزن سے
ہووے یقینًا تو حرام ہوگا اور جو شک ہو کہ بوجھ سے ہوئی یا جراحت سے تب بھی حرام ہوگا واسطے احتیاط کے
ص یا اوس شکار کو تیر مارا پھر وہ پانی مین گر پڑا ف تب بھی شکار حرام ہوگا اسلیے کہ شک ہے کہ وہ تیر سے مرا
یا پانی مین ڈوبنے سے مرا اور حدیث عدی بن حاتم مین ہے کہ اگر شکار تیرا پانی مین گر پڑا تو نہ کھا اوسکو اسواسطے کہ تو
نہین جانتا کہ پانی نے قتل کیا اوسکو یا تیرے تیر نے روایت کیا اوسکو مسلم نے ص یا چھت پر گرا یا پہاڑ پر
پھر وہان سے زمین پر گر پڑا تب بھی حرام ہوگا اور جو پہلے ہی سے زمین پر گرا تو حلال ہے اسیطرح حلال ہے اگر مسلمان
نے کتے کو چھوڑا اور مجوسی نے اوسکو ڈانٹ دیا اور وہ تیز ہوگیا یا کسینے اوسکو نہین چھوڑا لیکن مسلمان نے اوسکو
ڈانٹ دیا اور وہ تیز ہوگیا تو ان صورتون مین شکار حلال ہے ف جاننا چاہیے کہ جہان پر ارسال اور زجر دونون پائے
جاتے ہون تو اعتبار ارسال کا ہے تو اگر ارسال مجوسی سے ہوا اور زجر مسلمان سے تو شکار حرام ہے اور جو ارسال مسلمان سے ہووے
اور زجر مجوسی سے تو شکار درست ہے اور جو ارسال وہان بالکل نہو صرف زجر ہو تو زجر کا اعتبار ہوگا پس اگر زجر مسلمان
سے ہو تو شکار حلال ہے اور جو مجوسی سے ہو تو حرام ہے کذا فی الاکمل ص اگر کتے کو یا باز کو ایک جانور پر چھوڑا اور اوسنے
دوسرے جانور کو پکڑا تو وہ حلال ہے ف یہ ہمارے نزدیک ہے اسواسطے کہ اس قسم کی تعلیم نہین ہوسکتی کہ جس جانور
کو معین کر دیوین اوسی کو پکڑے اور امام مالک کے نزدیک حلال نہین ہے اور اگر کتے کو بسم اللہ کہکر ایک شکار پر چھوڑا اور
اوسنے جا کر اوسکو مارا پھر دوسرے شکار کو مارا دونون حلال ہین جیسے ایک تیر ایک شکار کو لگے پھر دوسرے کو لگ گیا
تو دونون حلال ہونگے اسیطرح اگر کتے کو بہت سے جانورون پر چھوڑا ایک ہی بار بسم اللہ کہکے اور اوسنے کئی جانور
مارا تو سب حلال ہین لیکن اگر دو بکریون کو ایک بار بسم اللہ کہکے ذبح کریگا تو دوسری بکری درست نہوگی کذا فی الاکمل
ص اگر ایک شکار کو بسم اللہ کہکے تیر مارا اور اوسکا کوئی عضو جدا ہوگیا تو شکار حلال ہے لیکن وہ عضو نہ کھایا جاویگا
ف اور امام شافعی کے نزدیک دونون کھائے جاوینگے دلیل ہماری قول ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جو عضو جدا
کیا جاوے جانور سے اور وہ زندہ ہو تو وہ عضو میت ہے روایت کیا اوسکو ابوداود اور ترمذی نے ابی واقد لیثی سے ص
اور اگر وہ جانور اسطرح کٹ گیا کہ اوسکے دو ٹکڑے ہوگئے اثلاثًا یعنی دو حصے چوتڑ کیطرف اور ایک حصہ سر کیطرف یا اوسکا سر
آدھا کٹ گیا یا زیادہ کٹ گیا تو دونون ٹکڑے کھائے جاوینگے ف اسواسطے کہ ان صورتون مین حیوۃ اوسکی
ممکن نہین زیادہ حیوۃ مذبوح سے اور اوسکا اعتبار نہین تو حدیث اسکو شامل نہوگی برخلاف اوس صورت کے
کہ دو حصے اوسکے سر کی جانب مین ہووے اور ایک حصہ سرین کیجانب مین کیونکہ یہان حیوۃ ممکن ہے تو سرین والا حصہ
حرام ہوگا اور سر کی جانب کے دو حصے درست ہونگے اور برخلاف اوس صورت کے جب نصف سے کم سر کٹا ہو کیونکہ یہان بھی
حیوۃ کا احتمال ہے زیادہ حیوۃ مذبوح سے ص تو اگر شکار کو تیر مارا ایک شخص نے پھر دوسرے شخص نے تیر مارا تو اگر اول کے

تیر مارنے سے وہ جانور سست ہوگیا تھا تو جانور پہلے شخص کو ملیگا اور کھانا اوسکا حرام ہوجاویگا اور دوسرا تیرانداز پہلے شخص کو ضمان دیگا اوسکی قیمت کا جو بعد زخمی ہونے کے ہووے اور جب پہلے تیر سے وہ جانور سست نہیں ہوا تھا تو وہ جانور دوسرے شخص کو ملیگا اور کھانا اوسکا حلال ہوگا **ف** اول صورت مین حرام سو واسطے ہوگا کہ جب پہلے تیر سے وہ سست ہوگیا تو اب ذکات اختیاری پر قدرت ہوگئی تو ذکات اضطراری ناجائز ہوگی اور دوسری صورت مین حلال ہوگا اسلیے کہ پہلے تیر سے وہ جانور سست نہیں ہوا تھا تو قدرت ذکات اختیاری کی حاصل نہین ہوئی تھی **ص** اور شکار کرنا ہر جانور کا درست ہے خواہ گوشت اوسکا حلال ہو وے یا حلال نہووے **ف** جیسے لومڑی بھیڑیا یا ریچھ سیہہ وغیرہ تو سوا سور کے اور جانورون کی کھال اور گوشت شکار سے پاک ہوجاویگی کذا فی الاصلاح

کتاب الرهن

یہ کتاب ہے رہن یعنی گرو رکھنے کے بیان مین رہن کا جواز کلام اللہ سے ثابت ہے فرمایا اللہ تعالی نے وَاِنْ كُنْتُمْ عَلٰى سَفَرٍ وَّلَمْ تَجِدُوْا كَاتِبًا فَرِهٰنٌ مَّقْبُوْضَةٌ یعنی اگر ہو تم سفر مین اور نہ پاؤ تم لکھنے والا پس گرو ہے قبضہ کی ہوئی اور حدیث سے روایت کیا بخاری مسلم نے عائشہؓ سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خریدا ایک یہودی سے غلہ اور رہن کردی اوسکے پاس زرہ اپنی لوہے کی اور منعقد ہوا اجماع اسپر **ص** رہن کے معنی شرع مین یہ ہین کہ چیز کو روک دینا بعوض اوس حق کے جسکا حاصل کرلینا ممکن ہو اوس شی مرہون سے مثل دین کے **ف** پس دین کا وصول کرلینا شی مرہون سے ممکن ہے اوسکو بیچکر بخلاف عین کے کہ وہان صورت مطلوب ہوتی ہے اور تحصیل صورت دوسری شی سے نہیں ہوسکتی جاننا چاہیے کہ شی مرہون کے مالک کو راہن کہتے ہین یعنی جو رہن رکھتا ہے اور جو رہن لیتا ہے اوسکو مرتہن کہتے ہین اور جس چیز کو رہن رکھتے ہین اوسکو مرہون اور رہن کہتے ہین **ص** اور منعقد ہوتی ہے رہن ایجاب اور قبول سے لیکن لازم نہین ہوتی تو راہن کو شی مرہون کا تسلیم کردینا اور عقد رہن سے رجوع کرنا درست ہے **ف** کیونکہ ابھی رہن تمام نہین ہوئی اسلیے کہ تمام اوسکا قبض سے ہے اور امام مالک کے نزدیک نفس عقد سے تمام ہوجاتی ہے اور دلیل ہماری آیت ہے کلام اللہ کی جو اوپر گذری اوسمین قبضہ کی قید ہے **ص** پھر جسوقت راہن نے شی مرہون کو تسلیم کردیا مرتہن کو اور مرتہن نے اوسپر قبضہ کرلیا اور وہ شی مرہون مقسوم تھی شائع نہ تھی اور راہن کے حقوق سے مشغول نہ تھی فارغ تھی **ف** یہان تک کہ اگر راہن کے حق سے مشغول ہوگی تو رہن جائز نہوگی جیسے رہن کرنا زمین کا بدون اشجار کے جو اوسمین ہین یا رہن کرنا شجر کا بدون پھلون کے جو اوسپر ہین یا رہن کرنا اوس گھر کا جسمین اسباب راہن کا ہو بدون اسباب کے کذا فی الاصلاح **ص** اور تمیز تھی **ف** یعنی اگر متصل ہووے راہن کے حق سے خلقت سے جیسے پھل درخت کے تو واجب ہے کہ اوسکو جدا کردیوے تو فارغ سے مقصود یہ ہے کہ محل حال سے خالی ہے جب حال مرہون نہووے اور اتصال حق کا ساتھ حال کی خلقت سے ہووے یا مجاورت سے اور تمیز سے غرض یہ ہے کہ حال جدا ہووے محل سے جو خیر مرہون ہے یعنی اتصال خلقی نہ رکھتا ہووے یہان تک کہ اگر اتصال بسبب مجاورت کے ہوگا تو وہ مضر نہین ہے جیسے رہن اوس اسباب کا جو راہن کے مکان مین ہو درست ہے اگرچہ وہ اسباب حال ہے مکان مین

اور مکان او سکا محل مین معلق نہین ہر اسواسطے کہ یہ انتقال خلقی نہین ہر کہ کنا فی الاکمل مع تفصیل **ص** تو اب رہن لازم ہو گئی اور تخلیہ رہن مین قبض ہر جیسا بیع کے **ف** تخلیہ یہ ہر کہ راہن شی مرہون کو ایسے مقام مین رکھدیوے کہ مرتہن اوسکے لینے پر قادر ہو جاوے یہ ظاہر الروایۃ مین ہر اور ابو یوسف سے منقول ہر کہ شی منقول مین قبضہ ثابت نہین ہوتا مگر نقل سے اسواسطے کہ رہن قبض موجب ہر واسطے ضمان کے بنزلہ غصب کے **ص** تو جب شی مرہون مرتہن کے قبضے مین آگئی تو وجہ مرتہن اوسکا ضامن ہو گیا **ف** اور شافعی رحمہ کے نزدیک مرتہن پر بالکل ضمان نہین ہر بلکہ شی مرہون اوسکے پاس امانت ہر اور شی مرہون کے تلف ہو جانے سے دین ساقط نہوگا اسواسطے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہین روکی جاویگی رہن جسنے اوسکو رہن رکھا اوسی کے لیے ہر منافع اوسکے اور اوسی پر ہر تاوان اوسکا روایت کیا اوسکو ابن حبان نے صحیح مین اور حاکم نے مستدرک مین ابوہریرہ رضہ سے اور کہا ابو داود نے کہ نہین روکی جاویگی رہن اسی قدر ہر کلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اور باقی کلام سعید بن المسیب کا ہر نقل کیا اسکو زہری نے اونسے اور کہا کہ یہی صحیح ہر اور روایت کیا اوسکو شافعی رحمہ نے مرسلاً سعید بن المسیب سے کہا شافعی نے کہ معنی اس حدیث کے یہ ہین کہ تاوان مرہون کا راہن پر ہر اور دین اوسکے ہلاک سے ساقط نہوگا اور دلیل ہماری قول ہر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا واسطے مرتہن کے جب اوسکے پاس مرہون گھوڑا ہلاک ہو گیا کہ تیرا حق جاتا رہا یعنی دین ساقط ہو گیا روایت کیا اوسکو ابو داود نے مراسیل مین عطا سے اور بھی روایت کی ابو داود نے مراسیل مین اوزاعی سے مرسلاً کہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رہن بعوض اوس چیز کے ہر جسمین وہ رہن ہر کہا ابن القطان نے کہ یہ حدیث مرسل صحیح ہر اور نکالا طحاوی نے ابو الزناد سے بسند صحیح کہ کہا انھون نے پایا مینے اون فقہا کو کہ جنکے قول کا اعتبار ہر اون مین سے سعید بن المسیب اور عروہ بن الزبیر اور قاسم ہین کہ کہا ان سبھون نے رہن بعوض اوس چیز کے ہر جسمین وہ رہن ہر یعنی جب مرہون ہلاک ہو جاوے اور قیمت اوسکی پوشیدہ ہو اور رفع کرتے تھے اسکا ایک ثقہ طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اور ذکر کیا صاحب ہدایہ نے کہ اجماع کیا سب صحابہ اور تابعین نے مضمون ہونے پر رہن کے مگر اختلاف کیا انھون نے کیفیت ضمان مین تو قول شافعی رحمہ کا مخالف ہر اجماع کے اور مراد اوس حدیث سے یہ ہر کہ رہن کو مرتہن روک نہین سکتا اسطرح پر کہ راہن اوسکو چھوڑ دے یہی منقول ہر سلف سے جیسے طاوس اور ابراہیم نخعی وغیرہ رحمہم اللہ اور ذکر کیا مالک نے موطا مین اس حدیث کو مرسلاً سعید بن المسیب سے اور کہا کہ تفسیر اوسکی یہ ہر کہ راہن ایک شی کو رہن کرے اور قیمت اوسکی دین سے زیادہ ہووے تو مرتہن یہ سکے کہ اگر تو دین اس میعاد پر ادا نکرے گا تو وہ چیز میری ہو جاویگی یا راہن یون کہدیوے کہ اگر مین دین فلان مدت تک ادا نکرونگا تو وہ شی تیری ہو جاویگی تو منع کر دیا اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پس اگر راہن بعد میعاد کے بھی قدر رہن لیکر آوے تو مرہون اوسکو ملیگی **ص** پس اگر تلف ہو جاویگی تو مرتہن پر تاوان لازم ہوگا کمتر کا دین اور قیمت مین سے **ف** یعنی اگر دین کم ہوگا اور قیمت زیادہ تو تاوان دین ہوگا اور جو قیمت کم ہوگی تو قیمت سے اور جو دونون برابر ہونگے تو بھی دین سے جیسا بیان اوسکا ہوا **ص** تو اگر دین اور قیمت مرہون کی دونون برابر ہین تو دین ساقط ہو جاویگا اور اگر قیمت مرہون کی

---

۱ اور الفاظ اس حدیث کا یہ ہر کہ اوزاعی کا الرہن ممن ... اور یہ حدیث مرسل اور مسند دونون طرح مروی ہر لیکن مسند تو دارقطنی نے بسند ضعیف روایت کی ہر لیکن مرسل تو بیہقی وغیرہ نے ... اکثر ... مرسل صحیح ہر قول ... عن ... الزہری ... شرح الہدایہ

زیادہ ہو اور دین کم ہو تو جس قدر قیمت دین سے زیادہ ہو وہ مرتہن کے پاس امانت ہے ف پس ضمان دینا مرتہن
کو درصورت ہلاک کچھ نہ دینا ہوگا ص اور جو دین زیادہ ہو اور قیمت کم ہو تو بقدر قیمت دین ساقط ہو جاویگا اور جس قدر
دین اوسکی قیمت پر زائد ہے اوسکا مرتہن راہن سے لیگا ف مثلاً زید نے عمرو کے پاس ایک گھوڑا رہن رکھا
سو روپیہ پر اب وہ گھوڑا ہلاک ہوگیا تو اگر گھوڑے کی قیمت بھی سو روپے تھی تو برابر برابر
دونوں چھوٹ جاوینگے نہ زید عمرو سے کچھ لیگا اور نہ کچھ زید سے اور جو گھوڑے کی قیمت سوا سو روپیہ
تھی تو بھی سو روپیہ تو دین کے ساقط ہونگے اور پچیس زید کے گویا امانت تھی عمرو پاس تو اوسکا بھی تاوان عمرو نہ دیگا اور
جو قیمت اوسکی پچھتر روپیہ تھی تو عمرو پچیس روپیہ زید سے لیگا اور پچھتر ساقط ہو جاوینگے ص اور مرتہن کو جائز ہے اپنا
دین طلب کرنا راہن سے اور قید کرانا راہن کو اپنے دین کے بدلے میں اور محبوس رکھنا شی مرہون کا بعد فسخ ہو جانے عقد
رہن کے یہاں تک کہ اپنا دین وصول کرے یا معاف کر دیوے اور نہیں جائز ہے مرتہن کو نفع اوٹھانا مرہون سے مثلاً غلام
لونڈی مرہون سے خدمت لینا یا مکان مرہون میں سکونت کرنا یا کپڑا مرہون کو پہننا یا کرایہ دینا یا عاریت دینا ف
اسواسطے کہ حدیث سعید بن المسیب میں ہے کہ شی مرہون کے منافع راہن کے ہیں روایت کیا اوسکو ابن حبان نے صحیح میں اور حاکم
نے مستدرک میں مگر جب راہن اجازت دیدیوے مرتہن کو نفع اوٹھانے کی تو درست ہے اور بعضوں نے کہا کہ مرتہن کو فائدہ لینا اجازت
سے بھی راہن کی درست نہیں اسلیے کہ سود ہے کذا فی الدر المختار اور طحطاوی میں ہے کہ قول اول مفتی بہ ہے اور قول ثانی محمول ہے تقوی پر ص
پھر اگر مرتہن نے اوس سے فائدہ حاصل کیا تو وہ متعدی ہوگیا لیکن رہن باطل نہوگی بسبب تعدی سے اور جب مرتہن اپنا
دین طلب کرے تو اوسکو شی مرہون کے حاضر کرنیکا حکم ہوگا ف مگر جب شی مرہون کے حاضر کرنے میں دقت ہو بوجہ بوجھ
یا کسی معتمد پاس رکھنے کے سبب سے کذا فی ردالمختار ص پس اگر مرتہن نے مرہون کو حاضر کر دیا تو راہن اوسکا پورا دین اوسکو دیگا
پہلے پھر شی مرہون راہن کو دیجاویگی اور اگر مرتہن نے اپنا دین طلب کیا کسی اور شہر میں سوا اوس شہر کے جہاں عقد رہن
ہوا تھا تو اگر مرہون کے لانے میں باربرداری کی مشقت نہو تو مرہون کو حاضر کرنا پڑیگا ورنہ نہ پڑیگا اور دین اوسکو
دیدیوینگے بغیر حاضر کرنے مرہون کے ف اور قہستانی نے نقل کیا ذخیرہ سے کہ اگر مرتہن مرہون کے حاضر کرنے
پر قادر نہو باوجود موجود ہونے مرہون کے تو اوسے حاضر کرنے کا حکم نہوگا لیکن اگر راہن دعوی تلف ہو جانے مرہون کا
کرتا ہوگا تو مرتہن سے حلف اوسکے عدم تلف پر لے سکتا ہے اور اگر دین کے بدل رہن باقساط ٹھیرا ہو تو ہر قسط کے وقت مرہون کا
حاضر کرنا بعضوں کے نزدیک ضروری ہے اور بعضوں کے نزدیک اگر راہن دعوی ہلاک مرہون کا کرتا ہے تو احضار ضروری ہے ورنہ
نہیں کذا فی ردالمختار و طحطاوی ص اور مرتہن کو حکم نہوگا احضار رہن کا جب وہ دین طلب کرے اوس صورت
میں کہ اوسنے مرہون کو کسی عدل کے پاس رکھا ہو اوسی طرح حکم نہوگا احضار ثمن رہن کا اگر مرتہن نے شی مرہون کو راہن
کے حکم سے بیچ ڈالا ہوگا جب تک وہ کل دین اپنا وصول نکرے اسیطرح مرتہن کو حکم نہوگا کہ راہن کو شی مرہون بیچنے دیوے
جب تک اپنا دین وصول نکرلے اسیطرح اگر راہن نے کچھ دین ادا کیا تو مرتہن کو یہ حکم نہوگا کہ بقدر اوسکے اسباب مرہون
پھیر دیوے جب تک کوڑی کوڑی اپنا روپیہ نہ پالے اور مرتہن کو یہ ضروری ہے کہ حفاظت شی مرہون کی آپ کرے یا اپنے

اہل عیال سے کہ اوسکے مثل جورو اور لڑکے اور خادم ہیں کہ جو اوسی کے پاس رہتے ہیں اور جو ان کے سوا اور لوگوں
سے حفاظت کراویگا یا مرہون کو کسی کے پاس امانت رکھے گا ف یا عاریت دیگا یا اجارہ دیگا یا خدمت لیگا در مختار
ص یا اوسپر تعدی کریگا تو ضامن ہوگا ف و صورت ہلاک مرہون کی قیمت کا ص ہ مختار ص اگر انگشتری ہو
کہ اوسکو چھنگلیا میں پہنا اور وہ تلف ہو گئی تو ضمان ہوگا اور جو اور کسی انگلی میں پہنے تو ضمان نہوگا ف اسلئے کہ چھنگلیا
میں پہنا استعمال ہی اور دوسری انگلی میں رکھنا استعمال نہیں ہی بلکہ حفاظت کے واسطے ہی کذا فی الاصل حاصل ان مسائل
کا یہ ہی کہ اگر شی مرہون کو اسطرح اپنے پاس رکھے کہ عرف میں استعمال اسکو نہ کہتے ہیں تو تلف سے ضمان نہوگا اور جو عرف میں
استعمال کہلاوے جیسے دو تلواریں مرہون باندھنا تین تلواریں تو ضمان لازم ہوگا ص اخراجات حفاظت شی مرہون کا
جیسے بیت الحفظ کا کرایہ و نگہبان کی تنخواہ مرتہن پر ہونگے اسی طرح اگر مرہون مرتہن کے پاس سے نکل جاوے جیسے غلام بھاگ
جاوے اور اوسکے لانے والے کی اجرت تو بھی مرتہن پر ہے جب قیمت شی مرہون کی دین کے برابر ہو یا کم ہو و یا مرہون
کا کوئی جز نکل جاوے جیسے عضو مجروح کا معالجہ تو بھی مرتہن پر ہی جب قیمت شی مرہون کی دین کے برابر یا کم ہووے اور جو ان دونوں
صورتوں میں قیمت مرہون کی دین سے زیادہ ہووے تو اوسکی تقسیم کرینگے مضمون اور امانت پر تو جسقدر مضمون ہی اوسقدر
خرچ مرتہن پر ہی اور جسقدر امانت ہی اوسقدر خرچ راہن پر ہی ف مثلاً دین سو درم ہی اور غلام مرہون کی قیمت دو سو
درم ہیں اور اوسکے علاج میں یا پکڑ لانے میں دس درم صرف ہوئے تو پانچ راہن پر ہونگے اور پانچ مرتہن پر ص
بخلاف اخراجات کرایہ مکان کے جسمیں حفاظت شی مرہون کی کی جاتی ہی کہ وہ کل مرتہن پر ہونگے اگرچہ قیمت مرہون
کی دین سے زیادہ ہووے اور اخراجات ذات مرہون کی اور اوسکی اصلاح منافع کی جیسے غلام مرہون کا کھانا کپڑا اور چرائی کی
اجرت یا دایہ کی اجرت یا سینچائی باغ کی اور مثل انکے اور امور راہن پر ہونگے ف راہن نے کہا کہ یہ میرا
مرہون نہیں ہی اور مرتہن نے کہا کہ یہ وہی ہی جو تو نے میرے پاس رہن رکھا تھا تو مرتہن ہی کا قول مقبول ہوگا در مختار

باب بیان میں اون چیزونکے جنکا رہن کرنا درست ہی اور جنکا درست نہیں

صحیح نہیں ہی رہن مشاع کا ف مطلقاً خواہ شیوع طاری ہو یا اصلی ہو اپنے شریک پاس ورنہ غیر شریک پاس قسمت
پذیر ہو یا نہو در مختار ص اور پھلوں کا اوپر درخت کے بدون درخت کے اور درختوں کا یا کھیت کا یا عمارت کا بدون
زمین کے اور کھیتی کا زمین کا بدون درخت یا عمارت یا کھیت کے یا درخت کا بدون پھلوں کے اور مکاتب و مدبر اور ام الولد کا
ف اور وقف کا در مختار ص اور صحیح نہیں ہی رہن بدلے میں امانت کے ف جیسے ودیعت یا مال
مضاربت یا مال شرکت یا عاریت کے صورت اسکی یوں ہی کہ زید نے ابتداءً ودیعةً یا مضاربةً یا عاریةً کچھ مال لیا عمرو سے
اب زید اوسکے عوض میں کوئی شی اپنی عمرو پاس گرو کر دے واسطے اعتبار کے تو یہ رہن صحیح نہیں ہی ص اور
رہن بالدرک ف صورت اسکی یہ ہی کہ زید نے ایک گھر عمرو کے ہاتھ بیچا اب عمرو کو یہ خوف ہی کہ شاید یہ گھر کسی غیر
کا نکلا اوس وقت ثمن زید سے وصول نہو سکے تو بکر نے عمرو کے تسکین کے لیے کوئی چیز اپنی عمرو پاس گرو کر دی
تو یہ رہن باطل ہی اسی طرح اگر رہن کیا کسی چیز کو بعوض اوس حق کے جو دوسرے پر نکلے تو بھی نہیں جائز ہی لیکن کفالت

صحیح درست ہے کذا فی الاکمل ص اور رہن بعوض اون عین کے جو مضمون بغیرہا ہے یعنی وہ چیز جسکا تاوان مثل
یا قیمت سے نہین ہے جیسے رہن بعوض اوس مبیع کے جو بائع کے قبضے مین ہے ف یعنی بائع نے مبیع کو بیچا لیکن
اوسکو تسلیم نہین کیا مشتری کو اسباب مشتری کی تسکین کے لیے کوئی چیز بدلے مین مبیع کے گرو کر دیوے تو یہ رہن
ناجائز ہے اسواسطے کہ اگر مبیع ہلاک ہوجاوے تو بائع اوسکا ضمان نہ دیگا نہ مثل نہ قیمت سے لیکن ثمن البتہ ساقط ہوجاویگی اور
وہ بائع کا حق ہے کذا فی الاکمل ص اور رہن بعوض ضامن نفس کے ف یعنی ایک شخص کا حاضر ضامن ہوا اور اوس
نے کفیل پاس کوئی چیز اپنی گرو کر دی تو یہ رہن باطل ہے اور جو بالقصاص ہوا اور اوسی کفیل کی تسکین کے لیے کوئی چیز اور
پاس گرو کر دے تو درست ہے کذا فی التلویح ص اور قصاص کے خواہ قصاص بالنفس ہو یا مادون النفس ف
یعنی زید پر قصاص واجب ہوا تو وہ مدعی کے پاس کوئی چیز اپنی گرو کر دیوے اسلیے کہ قصاص نہین روکے گا ص
اور شفعہ کے ف مثلاً بائع یا مشتری نے کوئی شے گرو کر دی شفیع پاس تا مکان کا شفعہ چھوڑ دے تو یہ رہن باطل ہے
اسلیے کہ شفیع کا کوئی دین بائع اور مشتری پر نہین ہے ص اور نوحہ گر یعنی رونے پیٹنے والے کی یا گانے والی کی اجرت
کے بدلے مین ف اسواسطے کہ یہ فعل شرعاً ممنوع ہین اور انکی اجرت کچھ لازم نہین ہے ص اور غلام جانی یعنی جس سے
کوئی قصور ہوا ہو یا غلام مدیون کے بدلے مین ف اسواسطے کہ مولی پر اوسکا ضمان نہین ہے کیونکہ اگر وہ غلام ہلاک
ہوجاوے تو مولی کو کچھ دینا نہ پڑیگا تو جب ان صورتون مین رہن صحیح نہوا تو راہن مرہون کو مرتہن سے لے سکتا ہے اور اگر قبل
راہن کے مرہون مرتہن پاس تلف ہوجاوے تو مفت تلف ہوجاویگا اسواسطے کہ رہن باطل کے لیے کوئی حکم ضمان کا نہین ہے
تو باقی رہا قبضہ مرتہن کا مالک کی اجازت سے کذا فی الاکمل ص اور نہین صحیح ہے رہن رکھنا اور نہ رہن لینا خمر کا مسلمان کو اگرچہ
ذمی سے رہن لیوے تو اگر مسلمان نے خمر رہن رکھا ذمی پاس اور وہ خمر تلف ہوگیا تو ذمی پر کچھ تاوان نہین ہے اور جو ذمی
نے مسلمان پاس خمر رکھا اور وہ تلف ہوگیا تو مسلمان پر ضمان آویگا ف اسواسطے کہ خمر ذمیون کے حق مین مال متقوم ہے
نہ مسلمان کے حق مین کذا فی الاکمل ص اور صحیح ہے رہن عوض مین اون عین کے جنکا ضمان مثل یا قیمت سے لازم
آتا ہے جیسے عوض مین مغصوب کے یا بدل خلع کے یا مہر کے یا بدل صلح کے قتل عمد سے ف اسلیے کہ یہ چیزین اگر بعینہا قائم
ہوتی ہین تو عین واجب ہوتا ہے اور جو تلف ہوجاتی ہین تو مثل یا قیمت دینا پڑتا ہے تو رہن انکے عوض مین صحیح ہوگا ص
اور بدلے مین دین کے اگرچہ دین موعود ہو ف یعنی قرض اوسکا وعدہ کرے مثلاً زید نے ایک چیز اپنی گرو کر دے
عمرو پاس تا عمرو اوسکو اسقدر روپیہ قرض دیوے ص تو اگر اسصورت مین رہن ہلاک ہوگیا مرتہن پاس تو مرتہن پر
جسقدر روپے کا اوسنے وعدہ کیا تھا دینا لازم آویگا ف جبکہ دین موعود مرہون کی قیمت کے برابر ہووے اور جو کم ہووے
تو قیمت دینا لازم آویگا در مختار ص اور بدلے مین راس المال اور مسلم فیہ کے عقد سلم مین اور ثمن کے عقد صرف مین
تو جب راس المال یا ثمن صرف کے بدلے مین رہن کیا تو اگر مرہون تلف ہوگیا قبل جدا ہونے متعاقدین کے تو عقد سلم اور صرف
تمام ہوگئی اور مرتہن اپنا حق پاچکا اور جو متعاقدین جدا ہوگئے قبل ادا کرنے راس المال یا ثمن صرف کے اور قبل مرہون
کے ہلاک ہونے کی تو صرف اور سلم باطل ہوگئی ف اور جو رہن بدلے مین مسلم فیہ کے ہوا ہے تو مطلقاً صحیح ہے تو جب رہن

تلف ہو جاویگا تو وہ عوض ہو جاویگا مسلم فیہ کا یعنی رب السلم اپنا حق پاچکا کذا فی الاصل ص اگر مسلم فیہ کے عوض مین مسلم الیہ
نے کوئی چیز رہن رکھدی بعد اوسکے عقد سلم فسخ ہوگیا تو رب السلم شی مرہون کو روک سکتا ہی جب تک اپنا راس المال
نہ پالیوے اور جو وہ شی مرہون رب السلم پاس تلف ہوگئی بعد فسخ سلم کے تو رب السلم مثل مسلم فیہ کا مسلم الیہ کو دیکر اپنا راس المال
لے لیوے ف اسواسطے کہ رہن جب رب السلم پاس تلف ہوگیا تو گویا مسلم فیہ اوسکو پہونچ گئی اور عقد فسخ ہوچکا
تو اوسپر مسلم فیہ کا پھیرنا واجب ہی اسلیے مسلم فیہ کا مثل مسلم الیہ کو دیکر اپنا راس المال لے لیوے ص باپ کو اپنے دین کے
عوض مین صغیر کا غلام رہن رکھنا درست ہی ف اسی طرح وصی کو پھر اگر مرہون تلف ہوجاوے تو بقدر دین باپ یا وصی
صغیر کے لیے ضامن ہونگے نہ زیادہ کے [illegible] ص اگر ایک شخص نے غلام یا سرکہ یا جانور مذبوح خریدا اور اوسکے ثمن کے
عوض مین بائع پاس کوئی چیز گرو کردی بعد اوسکے وہ غلام آزاد نکلا اور وہ سرکہ خمر نکلا اور وہ جانور مردار نکلا اور شی مرہون بائع
پاس تلف ہوگئی تو بائع پر اوسکا ضمان لازم آویگا ف تو اگر قیمت مرہون کی برابر ثمن کے ہی یا اوس سے زیادہ تو بقدر ثمن
بائع کو ضمان دینا ہوگا اور جو اوس سے کم ہی تو بقدر قیمت ص ایک شخص منکر تھا دین کا لیکن اوسنے صلح کرلی مدعی سے
اور بدل صلح کے بدلے مین کوئی چیز گرو کردی پھر دونون نے باہم ایک دوسرے کی تصدیق کی کہ واقع مین قرض نہ تھا تو
شی مرہون راہن کو پھیر دیجاویگی اور جو وہ شی مرتہن پاس تلف ہوگئی تو اوسکا ضمان مرتہن پر آویگا اور صحیح ہی رہن رکھنا
چاندی اور سونے اور مکیل اور موزون کا تو اگر رہن رکھا ان چیزون کو اپنی جنس کے ساتھ اور وہ مرہون ہلاک ہوگیا تو ہلاک ہوگا بمقابلہ
مثل اوسکے دین مین سے از روے وزن یا کیل کے نہ باعتبار کھوٹے اور کھرے پن کے ف یعنی جودت اور رداءت
کا اعتبار نہوگا یہ مذہب امام کا ہی اور صاحبین کے نزدیک جودت و رداءت کا اعتبار ہی تو قیمت مرہون کی لگا کر خلاف
جنس سے اوسکو رہن کر دینگے بعوض مرہون کے مثلاً ایک ابریق چاندی کی جسکا وزن دس درم تھا دس درم کے عوض مین
رہن رکھی اب وہ ابریق تلف ہوگئی تو امام ابو حنیفہ کے نزدیک دین کے مقابلہ مین ہلاک ہوگئی یعنی دین ساقط ہوگیا اور
صاحبین کے نزدیک اگر قیمت ابریق کی دس درم ہی یا زیادہ ہی تو ایسا ہی حکم ہی اور جو قیمت اوسکی دس درم سے کم ہی مثلاً
آٹھ درم ہین تو اون آٹھ درم کے بدلے مین سونا خریدکر کے بعوض اون دس درم کے رہن کر دینگے کذا فی الاصل
ص کسی شخص نے کوئی چیز اپنی بیچی اس شرط پر کہ مشتری کسی معین چیز کو اوسکی ثمن کے بدلے مین رہن کر دیوے
یا کسی معین شخص کی ضمانت دیدیوے تو یہ عقد صحیح ہی استحساناً ف اور جو مرہون یا کفیل معین نہووے تو عقد فاسد ہی
کذا فی الاصل ص لیکن مشتری پر جبر کیا جاویگا رہن رکھنے پر ف اسواسطے کہ راہن لورد عدہ رہن لازم الوفا
نہین ہی اور زفر کے نزدیک جبر ہوگا ص البتہ بائع کو فسخ کا اختیار ہوگا اگر مشتری ثمن مبیع کی نقد نہ دیوے یا اوس شی
کی قیمت جسکی رہن کرنیکا وعدہ کیا تھا بعوض رہن کے بائع کے حوالے نکرے تو اگر کسی نے ایک چیز مول لیکر بائع سے یہ کہا کہ
اس کو تو اپنے پاس رہنے دے جب تک مین اسکا ثمن ادا کرون تو وہ شی ثمن کے عوض مین بائع پاس رہن ہوجاویگی
ف اسواسطے کہ معنی رہن پائے گئے گو الفاظ رہن کے نہ آوین پھر اگر مشتری اوسکو نہ چھڑا سکا اور اوس شی کے بگڑ جانے
کا خوف ہی جیسے میوہ و گوشت ہو یا اور کوئی کھانا ہو تو بائع کو درست ہی کہ کسی اور کے ہاتھ بیچ ڈالے تو اگر ثمن اول سے

زیادہ پہنچے تو زیادتی خیانت کردیوے درمختار ص اگر زید عمرو اور بکر کا مدیون تھا اب زید نے دونون کے قرضے کی
بابت مین دونون پاس ایک چیز کو رہن کردیا تو صحیح ہے اور ہر ایک کے پاس پوری شی رہن ہوگی ف یعنی یہ نہوگا کہ نصف
ایک کے پاس گرو ہووے اور نصف دوسرے پاس اور یہ برخلاف ہبہ کے ہے کہ ہبہ ایک چیز کا دو شخصون کو امام کے نزدیک نادرست ہے
ص تو اگر عمرو اور بکر نے اوس شی کے رکھنے کی باری مقرر کرلی یعنی مثلاً ایک دن وہ شی عمرو کے پاس رہے اور ایک دن
بکر پاس تو ہر ایک دوسرے کی باری مین مثل عدل کے ہوگا اور جو وہ شی ہلاک ہوجاویگی تو ہر ایک پر ضمان اوسکا بقدر حصہ دین
کے لازم آویگا پس اگر زید نے عمرو کا قرضہ ادا کردیا تو وہ شی پوری کی پوری بکر پاس رہیگی جب تک اوس کا قرضہ ادا نہو یوے
اور جو عمرو بکر زید کے مقروض تھے اون دونون نے اپنے قرضے کے عوض مین ایک شی زید کے پاس گرو کردی تو صحیح ہے
وہ چیز کل دین کے عوض مین گرو رہیگی جب زید پورا قرضہ اپنا دونون سے نہ پالیگا جب تک وہ شی نہ دیگا اگر دو شخصون نے
دعوی کیا زید پر اس طرح پر کہ ہر ایک نے یہ کہا کہ زید نے اس غلام کو جو اب بالفعل زید کے قبضے مین ہے میرے پاس گرو رکھا
اور مجھے تسلیم کرکے پھر لے گیا ہے اور دونون نے اپنے اپنے دعوی پر گواہ قائم کیے ف اور تاریخ رہن کسی نے بیان
نہ کی اسلیے کہ اگر تاریخ بیان کرینگے تو تاریخ سابق والا اولی ہوگا درمختار ص تو دونون گواہیان لغو اور باطل
ہوجاوینگی ف اسواسطے کہ کوئی صورت ترجیح کی یہان نہین ہے اور نہ یہ ہوسکتا ہے کہ آدھا غلام اسکے پاس رہن ہووے
اور آدھا اوسکے پاس رہن ہووے اور نہ کوئی اون دونون مین سے اوس غلام پر قابض ہے تا قبضہ سے ترجیح ہو اوسکے
رہن کو ص اور جو راہن مرگیا ہووے اور غلام مرہون دونون کے قبضے مین ہووے اور ہر ایک اسطرح
اپنے دعوی پر گواہ قائم کرے تو ہر ایک کے پاس نصف غلام کے رہن ہونے کا حکم ہوگا ف یہ قول ہے طرفین
کا اور ابو یوسف کے نزدیک یہ باطل ہے اور وہی قیاس ہے اور دلیل طرفین کی اصل کتاب در ہدایہ مین مذکور ہے **مسائل متفرقہ**
میعاد مقرر کرنا رہن مین مفسد رہن ہے لیکن حکم رہن فاسد کا مثل حکم رہن صحیح کے ہے اگر راہن ایسا غائب ہوجاوے کہ اوسکا
پتہ نہووے اور مرتہن قاضی کے پاس شی مرہونہ کی بیع کی درخواست کرے تو قاضی اوسکو بیچکر مرتہن کا روپیہ ادا کرسکتا ہے درمختار

باب شی مرہون کو عدل کے پاس رکھنے کے بیان مین

اگر راہن اور مرتہن نے مرہون کو عدل کے پاس رکھا دیا اور عدل نے شی مرہون پر قبضہ کرلیا تو رہن تمام ہوجاویگی اور راہن
اور مرتہن دونون مین سے کسی کو اوسکے لے لینے کا اختیار نہوگا اور اگر عدل شی مرہون کو حوالے راہن یا مرتہن کے
کریگا تو تاوان دیگا ف اسلیے کہ دونون کا حق اوس سے متعلق ہے تو عدل راہن کا امانت دار ہے عین کے حق مین
اور مرتہن کا امانت دار ہے مالیت کے حق مین اور ہر شخص دوسرے سے اجنبی ہے اور امانت دار پر تاوان لازم آتا ہے اگر وہ اجنبی کو
دیدیوے کذا فی الدر ص اور اگر وہ شی مرہون عدل کے پاس تلف ہوجاوے تو مرتہن کے ضمان مین ہلاک ہوگی ف
یعنی حکم اوسکا ایسا ہی ہوگا جیسے وہ شی مرتہن کے پاس ہوتی اور تلف ہوجاتی ص اور جو راہن قرضے کی میعاد پوری
ہونے پر عدل کو یا کسی اور کو ف جیسے مرتہن یا اور کسی کو درمختار ص مرہون کے فروخت کرنیکے لیے وکیل
کرے تو درست ہے پھر اگر یہ وکالت عقد رہن مین مشروط ہو تو راہن کے موقوف کرنے سے یا مرجانے سے

یا مرتہن کی موت سے وہ وکیل معزول نہوگا بلکہ اگر وکیل مرجاویگا تو وکالت جاتی رہیگی **ف** اور اوسکا وارث یا وصی
قائم مقام اوسکے نہوگا اور ابو یوسف کے نزدیک وصی اوسکا بیع کرسکتا ہی کذا فی الاصل در مختار مین ہی کہ وکیل بالبیع اس
مقام مین جبر کیا جاویگا اوپر بیع کے یعنی حاکم اوسکو قید کریگا تین روز اگر اسپر بھی نہ بیچے تو حاکم اوسکو بیچ ڈالیگا اور اگر یہ وکالت
بعد عقد رہن کے مشروط ہوئی ہو تو اوسکا بھی حکم یہی ہی **ص** تو اگر راہن مرگیا تو اوس وکیل کو شی مرہون کی بیع ورثہ کی
غیبت مین بھی درست ہی **ف** اسلیے کہ وکیل کو راہن کی حیات مین بھی بغیر موجودگی اوسکی کے بیع درست تھی در مختار
ص راہن اور مرتہن مین سے کسیکو شی مرہون کا بیچنا بدون دوسرے کی رضامندی کے نہین ہوسکتا اگر مدت قرض کے وعدہ
کی پوری ہو جاوے اور راہن غائب ہووے تو وکیل پر جبر کیا جاویگا واسطے بیع مرہون کے اگرچہ عقد وکالت بعد رہن کے
مشروط ہوا ہو صحیح تر قول مین جیسے وکیل بالخصومت پر جب موکل غائب ہووے واسطے خصومت کے جبر کیا جاویگا تو اگر شی مرہون کو
عدل نے بیچ ڈالا تو اوسکا زرثمن رہن رہیگا اب اگر زرثمن عدل کے پاس تلف ہو جاوے تو حکم اوسکا ایسا ہوگا جیسے شی مرہون
تلف ہو جاوے سو اگر عدل نے زرثمن مرہون کا مرتہن کو دیا اب وہ شی مرہون سوا راہن کے اور کسیکی نکلی اور مرہون مشتری پاس
تلف ہو گیا ہی تو شخص مستحق کو اختیار ہی اگر وہ تاوان راہن سے لیوے قیمت مرہون کا اسلیے کہ وہ غاصب ہی تو بیع اور قبضہ
مرتہن کا ثمن پر دونون صحیح ہو جاوینگے اسواسطے کہ راہن شی مرہون کا مالک ہو گیا بوجہ ادا ضمان کے اور جو وہ تاوان عدل سے لیوے قیمت مرہون کا اسلیے کہ وہ
متعدی ہی بسبب بیع اور تسلیم کے تو عدل کو اختیار ہوگا یا راہن سے ضمان لیوے قیمت مرہون کا تو بیع اور قبضہ مرتہن کا ثمن پر دونون صحیح ہو جاوینگے یا وہ ثمن مرتہن سے
پھیر لیوے اور جو ثمن ادا عدل کی ہو جاویگی اور مرتہن اپنا دین راہن سے وصول کر لیوے اور جو شی مرہون مشتری پاس موجود ہی تو مستحق اپنی شی اوس سے
لے لیوے اور مشتری عدل سے اپنی ثمن وصول کر لیوے پھر عدل کو اختیار ہی خواہ وہ راہن سے ثمن پھر لیوے تو قبضہ مرتہن
کا ثمن پر صحیح ہو جاویگا خواہ مرتہن سے ثمن پھیر لیوے اور وہ راہن سے اپنا دین پھر لیوے اور یہ اختیار عدل کو اوس صورت
مین ہی کہ وکالت عقد رہن مین مشروط ہوا اور جو بعد عقد رہن کے مشروط ہو تو عدل صرف راہن پر رجوع کریگا خواہ
مرتہن نے ثمن پر قبضہ کیا ہو یا نکیا ہو **ف** صورت اوسکی یہ ہی کہ عدل نے شی مرہون کو راہن کے حکم سے بیچا اور ثمن عدل
پاس جاتی رہے بغیر اوسکے تعدی کے بعد اوسکے مرہون کسی اور کا نکلا تو تاوان جو عدل پر ہوگا عدل اوسکا رجوع راہن پر کریگا
کذا فی الاصل **ص** اگر مرہون تلف ہو گیا مرتہن پاس بعد اوسکے معلوم ہوا کہ وہ سوا راہن کے اور کسی کا تھا اور اوس
شخص مستحق نے قیمت اوسکی راہن سے بھر لی تو مرہون ہلاک ہوا بعوض دین کے **ف** یعنی راہن ادا ضمان سے مالک
ہو گیا اوس شی مرہون کا اور مرتہن بسبب ہلاک مرہون کے گویا اپنا دین پاچکا **ص** اور جو مستحق نے
قیمت اوسکی مرتہن سے بھری تو مرتہن راہن سے مرہون کی قیمت اور اپنا دین بھی وصول کر لیوے

باب بیان مین تصرف اور جنایت کے مرہون مین

اگر راہن نے شی مرہون کو بیچ ڈالا تو یہ بیع مرتہن کی اجازت پر یا اوسکا دین ادا کرنے پر موقوف رہیگی تو اگر مرتہن نے اجازت
دیدی یا رہن ادا ہو گیا بیع کی تو ثمن مرہون کی رہن رہیگی مرتہن پاس اور جو مرتہن نے اجازت نہ دی بلکہ بیع کو فسخ کیا تو فسخ نہوگی
صحیح تر قول مین پس مشتری کو چاہیے کہ صبر کرے یہانتک کہ مرہون چھوٹ جاوے یا اس امر کا مرافعہ کرے قاضی تک

تا وہ بیع کو فسخ کر دیوے **ف** جاننا چاہیے کہ مرتہن جب فسخ کر دے بیع راہن کو تو ایک روایت مین بیع فسخ ہو جاتی ہے لیکن اصح یہ ہے کہ فسخ نہو گی کذا فی الاصل **ص** اور صحیح ہے راہن کو آزاد کر دینا اور مدبر کر دینا اور ام ولد بنانا مرہون کا تو اگر راہن مالدار ہوا اور مرتہن کا دین بلا میعاد ہووے تو مرتہن اپنا دین راہن سے لے لیوے اور اگر دین میعادی ہو تو مرتہن مرہون کی قیمت راہن سے لیکر مرہون کی جگہ اوسکو میعاد تک رکھ چھوڑے اور جو راہن مفلس ہو تو آزاد کرنیکی صورت مین غلام سعی کرے کمتر مال کے ادا کرنے مین یعنی اگر قیمت کم ہو تو قیمت ادا کرے مشقت کر کے اور جو دین کم ہو تو دین ادا کرے اور جب مالک روپیہ والا ہو جاوے تو غلام مرتہن سے پھر لیوے اور تدبیر اور استیلاد کی سعی کرے کل دین کے ادا کرنے اور مولی پر رجوع نہین کر سکتا اور راہن اگر مرہون کو تلف کر ڈالے اور وہ مالدار ہو تو دین اگر بلا میعاد ہے تو اوسی وقت مرتہن لے لیگا اور جو میعادی ہے تو اوسکی قیمت لیکر رکھ چھوڑیگا میعاد تک اور جو شخص اجنبی مرہون کو تلف کر ڈالے تو مرتہن قیمت اوسکی اوس شخص سے وصول کر کے رکھ چھوڑے اور یہ قیمت رہن رہیگی دین کے وصول تک بجائے مرہون کے اگر مرتہن شی مرہون کو عاریتاً دیوے راہن کو اور راہن پاس وہ شی تلف ہو جاوے یا راہن یا مرتہن ایک دوسرے کی اجازت سے کسی شخص ثالث کو مرہون عاریتاً دیوے تو ضمان شی مرہون کا ساقط ہو جاویگا **ف** یعنی اوسکی ہلاک سے دین مرتہن کا ساقط نہوگا **ص** اور جو مستعیر پاس وہ شی تلف ہو گئی تو مفت تلف ہو گی اور راہن اور مرتہن ہر ایک کو پہونچتا ہے کہ پھر بدستور سابق اوس شی کو لیکر رہن کر دیوے تو اگر راہن نے شی مرہون کو رد نہین کیا مرتہن پر اور مر گیا تو مرتہن زیادہ حقدار ہے اوس شی مرہون کا اور قرضخواہون سے راہن کے **ف** اسواسطے کہ حکم رہن کا یہ ہے کہ جب راہن مر جاوے تو پہلے قرضہ مرتہن کا اوس شی کو بیچکر دینگے بعد اسکے جو بچے گا وہ اور قرضخواہون کو راہن کے ملیگا اور عاریت عقد غیر لازم ہے کذا فی الاصل **ص** اور اگر راہن مرتہن کو اذن دیوے مرہون کے استعمال کا یا مرتہن راہن سے مرہون کو عاریتاً لیوے واسطے استعمال کے تو اگر مرہون قبل عمل کے یا بعد عمل کے ہلاک ہو جاوے تو مرتہن اوسکا ضامن ہوگا **ف** یعنی دین اوسکا ساقط ہوگا **ص** اور جو حالت استعمال مین ہلاک ہو جاوے تو ضامن نہوگا **ف** اسواسطے کہ وہ ہلاک ہوا بطور امانت واسطے قائم ہونے قبضہ عاریت کے درمختار **ص** صحیح ہے عاریت لینا شی کا واسطے گرو رکھنے کے تو مستعیر کو پہونچتا ہے کہ اوسکو جتنے پر چاہے گرو کرے بشرطیکہ استعارہ مطلق ہوا اور اگر معیر نے مقید کر دیا ہو اوس رہن کو ساتھ تعداد دین کے یا جنس دین کے یا مرتہن معین یا شہر معین کے تو رہن اوسی قید کے ساتھ مقید ہوگا پھر اگر مستعیر اوسکے خلاف کرے اور معیر اوس سے تاوان لیوے تو عقد رہن درمیان مستعیر کے اور مرتہن کے تمام ہو جاویگا **ف** اسلیے کہ مستعیر ادائے ضمان سے اوس شی کا مالک ہو گیا **ص** اور جو معیر مرتہن سے تاوان لیوے تو مرتہن دین اور جسقدر تاوان معیر کو دیا ہے دونون راہن سے پھر لیوے اور جو مستعیر نے معیر کے کہنے کے خلاف نہ کیا اور وہ شی مرتہن پاس تلف ہو گئی تو مرتہن اپنا دین پا چکا اگر قیمت اوسکی مثل دین کی ہووے یا زیادہ ہووے اور مستعیر بقدر اوس دین کے جتنا اوسنے مرتہن سے پایا ہے معیر کو دیگا قیمت اوس شی کی اور جو قیمت اوس شی کی دین سے کم ہووے تو مرتہن بقدر قیمت کے اپنا دین پا چکا اور باقی راہن سے لیگا **ف** یعنی جب مستعیر نے موافق کہنے معیر کے عمل کیا اور شی مرہون مرتہن پاس ہلاک ہو گئی تو اگر قیمت اوسکی دین کی

اور دین بھی پندرہ درم تھے تو گویا مرتہن اپنا دین پاچکا اور مستعیر دس درم معیر کو دیگا اور جو قیمت اوسکی پندرہ درم تھی اور دین دس درم تھا تب بھی مرتہن اپنا دین پاچکا اور مستعیر دس درم معیر کو دیگا کیونکہ مستعیر نے اسی قدر درم مرتہن سے لیے تھے اگر چہ قیمت اوسکی پندرہ درم ہین لیکن پندرہ کا ضمان نہ دیگا اور جو قیمت اوسکی دس درم ہی اور دین پندرہ درم ہین تو مرتہن نے اپنا ایک سو دین کا یعنی دس درم وصول پائے اور باقی پانچ درم مرتہن کے مستعیر پر باقی رہے لیکن اس صورت مین بھی مستعیر معیر کو دس درم دیگا اسلیے کہ معیر کی شی سے اسیقدر دین ساقط ہوا مستعیر کے ذمے سے کذا فی الاصل

ص اور جو اس صورت مین معیر نے روپیہ دین کا لاکر مرتہن کو دیا اور شی مرہونہ کا فک چاہا تو مرتہن پر جبر کیا جاوےگا واسطے قبول زر رہن کے اور شی مرہونہ معیر کو دینا پڑیگی بعد اوسکے معیر جسقدر روپیہ دین کا اوسنے دیا ہی مستعیر سے پھر لیگا اور جو مرہون ہلاک ہوگیا مستعیر پاس قبل رہن کے یا بعد فک رہن کے تو مستعیر ضمان نہ دیگا اگرچہ وہ استعارے سے خدمت یا سواری لے چکا ہووے

ف اگر معیر اور مستعیر نے اختلاف کیا قدر ماموربہ مین رہن سے تو قول معیر کا مقبول ہی اور جو شی مرہون ہلاک ہوگئی بعد اسکے راہن اور مرتہن نے نزاع کیا دین مین اور قیمت مین بھی شی مرہونہ کے تو قول مرتہن کا مقبول ہی قدر دین اور قدر قیمت مین درمختار

ص اگر راہن کسی قسم کی جنایت شی مرہون پر کرے تو اوسپر تاوان ہوگا جیسے جنایت مرتہن کی صورت مین بقدر جنایت کے دین اوسکا ساقط ہوگا اور جو مرہون جنایت کرے راہن یا مرتہن کی یا اون دونون کے مال کی تو وہ ہدر ہی یعنی باطل ہی اوسکا کچھ عوض نہین ہی اگر کسی شخص نے ایک غلام ہزار روپیہ کی قیمت کا رہن رکھا ہزار روپے میعادی پر اور نرخ کم ہوتے ہوتے اوسکی قیمت سو روپیہ رہ گئی اب اوس غلام کو کسینے قتل کر ڈالا اور سو روپیہ کا تاوان دیا اب دین مرتہن کی مدت آ پہنچی تو مرتہن اوسی سو روپیہ پر قبضہ کرے اور باقی دین اوسکا ساقط ہوگیا

ف یہی حکم ہی اگر وہ غلام مرجاوے مرتہن پاس درمختار

ص اور جو مرتہن نے اوسکو راہن کے حکم سے سو روپیہ کو بیچ ڈالا جب اوسکا نرخ سو کا ہوگیا تھا اور ثمن پر اوسکی قبضہ کرلیا تو اب باقی روپیہ راہن سے لیگا اور جو اوس غلام کو ایک ایسے غلام نے مار ڈالا جسکی قیمت سو روپیہ تھی اور وہ غلام قاتل مقتول کے بدلے مین مرتہن پاس آیا تو راہن اوس غلام کو کل دین ادا کرکے چھوڑا ویگا اور جو غلام مرہون نے قتل خطا کیا اور مرتہن نے اوسکا فدیہ دیا تو وہ راہن سے نہ پھیریگا تو اگر مرتہن نے انکار کیا فدیہ دینے سے پس راہن یا اوس غلام کو دیدیوے یا اوسکی طرف سے فدیہ دیوے اور دونون صورتون مین دین مرتہن کا ساقط ہوجاویگا اور جو راہن مرگیا تو وصی اوسکا رہن کو بیچ کر پہلے قرضہ مرتہن کا ادا کرے تو اگر اوسکا کوئی وصی نہووے تو قاضی اوسکی طرف سے ایک وصی مقرر کردیوے

ف یہ جب ہی کہ اوس میت کے وارث کبار نہون ورنہ فک رہن اون کے ذمے ہی اور رہن باطل نہوگا راہن اور مرتہن کے مرجانے سے درمختار

فصل مسائل متفرقہ متعلقہ رہن کے بیان مین ص

ایک شخص نے شیرہ انگور کو رکھا کہ قیمت اوسکی دس درم تھی دس درم پر پھر وہ خمر ہوگیا پھر سرکہ ہوگیا اور سرکہ کی قیمت بھی دس درم ہی تو وہ سرکہ اوس دس درم کے بدلے مین رہن رہیگا اور جو ایک بکری رہن تھی دس درم پر اور اوسکی قیمت بھی دس درم تھے پھر وہ مرگئی اور اوسکی کھال پر دباغت کی گئی بعد دباغت کے اوس کھال کی قیمت ایک درم ٹھہری تو وہ ایک ہی درم پر رہن رہیگی اور شی مرہون کی بڑھوتی جیسے اولاد دودھ یا کھال پھل یہ سب مال راہن کے ہین اور یہ چیزین اصل شی مرہون کے ساتھ تبعا رہن رہینگی اور

اور جو ہلاک ہو جاوین تو کچھ دین انکے بدلے مین ساقط نہوگا اور جو اصل شی ہلاک ہو جاوے اور یہ رہ جاوین تو دین کو ان چیزون کی قیمت پر جو فک رہن کے دن ہووے اور اصل شی کی قیمت پر جو دن قبض کے تھی تقسیم کرکے اصل شی کے حصے کو ساقط کر دینگے اور یہ چیزین بعوض اپنے حصۂ دین کے فک کی جاوینگی ف مثلاً دین دس درم تھا اور قیمت اصل شی کی روز قبض کے دس درم تھی اور قیمت بڑھوت کی فک رہن کے روز پانچ درم ہی تو دو ثلث دس کے حصہ اصل کا ہی وہ ساقط ہو جاویگا اور ایک ثلث دس کا حصہ بڑھوت کا ہی وہ دیکر بڑھوت کا فک کیا جاویگا کذا فی الاصل ص اور زیادہ کردینا مرہون مین صحیح ہی ف مثلاً ایک کپڑا دس درم پر رکھا بعد اوسکے ایک دوسرا کپڑا اور دیا سو دونون دس درم پر رہن ہوگئے ص نہ دین مین پس اگر رہن رکھا ایک غلام کو جو ہزار روپے کا تھا بعوض ہزار کے پھر دوسرا غلام دیا کہ وہ بھی ہزار کا تھا بعوض اول غلام کے تو اول غلام مرہون رہیگا جب تک مرتہن اوسکو راہن کو نہ پھیر دیوے اور مرتہن دوسرے غلام مین امین ہوگا یہان تک کہ اوسکو بجاے اول کے کر لیوے اور اگر مرتہن نے راہن کو دین سے بری کر دیا یا وہ دین ہبہ کر دیا اوسی راہن کو اب شی مرہون تلف ہو گئی مرتہن پاس تو مفت تلف ہوئی اور جو مرتہن نے اپنا کل دین لے لیا یا بعض دین راہن یا غیر راہن سے یا اوس دین کے عوض مین کوئی چیز راہن سے خرید لی یا صلح کر لی اور دین سے اوسپر کسی مال کے یا مرتہن نے اپنے دین کا حوالہ کر دیا ایک اور شخص کو راہن پر بعد اسکے وہ شی مرہون تلف ہو گئی تو تلف ہوئی بعوض دین کے تو مرتہن نے جو لیا ہی پھیر دیوے اور حوالہ باطل ہو جاویگا یہی حکم ہی اگر راہن اور مرتہن نے اتفاق کیا اس بات پر کہ راہن پر دین نہین ہی پھر مرہون تلف ہو گیا یعنی اب بھی مقابلہ دین کے تلف ہوگا ف جو حکم رہن صحیح کا ہی وہی حکم رہن فاسد کا ہی اور رہن کرنا رہن کا باطل ہی خواہ اوسکو راہن نے رکھا یا مرتہن لیکن اگر مرتہن نے رہن کو راہن کی اجازت سے رکھے گا تو باطل نہوگا طحطاوی و در مختار

کتاب الجنایات

یہ کتاب ہی جان اور اعضا تلف کرنے کے مسائل کے بیان مین ص قتل کی پانچ قسمین ہین ایک قتل عمد دوسری قتل شبہ عمد تیسری قتل خطا چوتھی قتل جاری مجری خطا پانچوین قتل بالسبب تو ہر ایک کے احکام مصنف نے جدا گانہ بیان کیے قتل عمد یا نادی قصداً اوس چیز سے جو اجزاے بدن کو پھاڑ ڈالے جیسے ہتھیار ف مثل تلوار بندوق چھری چپش کمان تیر نیزہ بھالا بلم جنبیہ خنجر کٹار توپ وغیرہ ص یا تیز چیز سے یعنی دھار دار ہے اگرچہ لکڑی ہو یا پتھر ہو یا نرکل ہو یا آگ ہو ف اور جو چیز ہتھیار نہو اور دھار دار بھی نہو جیسے پتھر بے دھار کا یا کوئی سکا نٹ یا عمود آہنی یا اور کوئی چیز جو بوجھ کے سبب سے مار ڈالے مثلاً موسل کلہاڑی کا یا گدہ وغیرہ تو قتل اوس سے قتل عمد نہوگا بموجب مذہب امام صاحب کے اور اسی پر فتوی ہی اور صاحبین اور شافعی کے نزدیک اگر بڑے پتھر سے یا لکڑی سے مارے تو وہ بھی قتل عمد ہی ہدایہ مین دلیل امام صاحب کی یہ لکھی ہی کہ عمد ایک امر باطنی ہی اوسپر اطلاع ممکن نتھی تو آلہ کو قائم مقام کیا اسکے ص قتل عمد کے سبب قاتل گنہگار ہوتا ہی ف اسواسطے کہ فرمایا اللہ تعالی نے وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا فَجَزَاؤُهُ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيهَا وَغَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهُ وَأَعَدَّ لَهُ عَذَابًا عَظِيمًا یعنی جس شخص نے قتل کیا مومن کو قصداً تو جزا اوسکی جہنم ہی ہمیشہ رہیگا اوسمین اور غصہ ہوا اللہ اوسپر اور لعنت کی

اوسکو اوسنے تیار کیا اوسکے واسطے بڑا عذاب اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ زائل ہو جانا دنیا کا آسان تر ہی اوپر
اللہ تعالی کے قتل سے مرد مسلمان کے روایت کیا اوسکو ترمذی اور نسائی نے عبد اللہ بن عمرو سے اور وقف اسکا صحیح ہی اور
روایت کی ترمذی نے ابو سعید اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ اگر تمام آسمان اور زمین کے لوگ
شریک ہون ایک مومن کے خون مین البتہ سرنگون کریگا اللہ ہون سب کو آگ مین اور روایت کیا ابو داؤد و نسائی نے ابو درداء
اور معاویہ رضی اللہ عنہما سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہر گناہ اللہ بخش دیگا اوسکو مگر جو شخص مشرک مرے یا کسی مومن کو قصداً
قتل کرے اور مثل مومن کے قتل ذمی کا ہی اور جسکو امن دی گئی ہو اسلام مین روایت کی بخاری نے عبد اللہ بن عمرو سے کہ
فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو شخص قتل کرے ایسا کافر کو جس سے عہد ہو گیا ہو تو وہ نہ سونگھے گا بو جنت کی اور بیشک
بو جنت کی چالیس برس کی مسافت سے معلوم ہوتی ہی **ص** اور اوس پر قصاص واجب ہوتا ہی فقط **ف** یہ ہمارے
نزدیک ہی اور شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک قصاص غیر معین ہی بلکہ ولی کو اختیار ہی چاہے قصاص لیوے اور چاہے دیت اور ہم کہتے ہین
کہ دیت وارد ہی صرف قتل خطا مین نہ عمد مین تو عمد مین قصاص علی التعیین واجب ہوتا ہی لیکن ولی جب قصاص کو چھوڑ دیتا ہی
تو رضامندی سے مال واجب ہوتا ہی بطریق صلح کے خواہ وہ مال بقدر دیت ہو یا کم و بیش اور دلیل ہماری قول ہی اللہ تعالی
كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلَى یعنی فرض کیا گیا اوپر تمہارے قصاص بیچ مقتولون کے اور روایت کی ابن ابی شیبہ
نے عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے العمد قود الا ان یعفو ولی المقتول
یعنی موجب قتل عمد کا قصاص ہی مگر یہ کہ ولی مقتول معاف کرے کذا فی العینی شرح الہدایہ **ص** نہ کفارہ **ف**
اور امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک کفارہ قتل عمد مین بھی واجب ہی اور ہم یہ کہتے ہین کہ کفارہ اوس گناہ کو محو کرتا ہی جو خفیف ہو
اور قتل خطا خفیف ہی برخلاف قتل عمد کے کذا فی الاصل **ص** قتل شبہ عمد **ف** اوسکو خطاء عمد بھی کہتے ہین
چونکہ یہ قتل خطا اور عمد کے درمیان مین ہی **ص** مارنا ہی قصداً غیر سے اون چیزون کے جو قتل عمد مین مذکور ہوئین
ف یعنی ہتھیار اور دھار دار تیز چیز نہووے **ص** جیسے لاٹھی یا کوڑے یا بڑے پتھر یا لکڑی سے مارنا **ف**
اور صاحبین کے نزدیک یہ بھی عمد ہی اور دلیل امام اعظم کی حدیث ہی حسن کی کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قتیل
مقتول کا لکڑی اور کوڑے سے قتل شبہ عمد ہی اور اوس مین سو اونٹ واجب ہین روایت کیا اوسکو ابن ابی شیبہ نے
مصنف مین **ص** قتل شبہ عمد سے قاتل گنہگار ہوتا ہی اور اوس پر کفارہ واجب ہوتا ہی اور دیت مغلظہ اوسکی عاقلہ
پر لازم ہوتی ہی نہ قصاص **ف** یعنی قصاص نہین آتا اگرچہ وارث قصاص طلب کرتے ہون اور دیت مغلظہ
اور عاقلہ کا بیان آگے آویگا ان شاء اللہ تعالی **ص** اور جو شبہ عمد ما دون النفس مین ہووے تو وہ عمد ہی **ف**
یعنی عمد اور شبہ عمد کا فرق قتل نفس مین ہی اور ما دون النفس مثلاً کسی عضو کے تلف کرنے یا مجروح کرنے مین شبہ
عمد اور عمد یکسان ہی بلکہ وہان شبہ عمد کچھ نہین ہی سب عمد ہی **ص** قتل خطا اوسکی دو صورتین ہین ایک خطائی القصد
ف جسکو خطا فی الفعل بھی کہتے ہین **ص** یعنی قاتل کے گمان اور قصد مین خطا واقع ہووے جیسے مسلمان
کو تیر مارا شکار سمجھ کر یا حربی سمجھ کر **ف** تو عمل مین خطا ہوئی اسلیے کہ قاتل نے اپنے گمان مین محل کو مباح سمجھ کر

ف
اور تیر دیکھا یا
پانی مین ڈبو کر
مارنا یا کوئین مین
پھینکنا یا چھت
سے گرا کر مارنا یا
گلا گھونٹ کر مارنا
یا لات اور گھونسون
سے مارنا یہ سب
شبہ عمد مین داخل
ہین بحسب ظاہر

تیر مارا پھر وہ محقون الدم نکلا **ص** دوسری خطائی الفعل جیسے اوسنے تیر نشانے کو مارا وہ آدمی کے لگ گیا **ف** یا کوئی کسی جانور کو ماری وہ آدمی کو لگ گئی حاصل یہ ہی کہ قتل خطا دو قسم ہی ایک خطائی القصد اور ایک خطائی الفعل تو خطائی الفعل یہ ہی کہ قصد کرے ایک فعل کا اور صادر ہو جاوے اوس سے دوسرا فعل جیسے تیر مارے نشانے پر اور لگ جاوے آدمی کو اور خطائی القصد یہ ہی کہ خطا فعل مین نہووے مگر قصد مین ہووے مثلاً اوسنے قصد کیا تیر کی زد سے حربی کا پھر قصد اوسکا غلط نکلا اور وہ مسلمان ظاہر ہوا اکذا فی الایضاح صاحب درمختار نے صدر الشریعۃ پر خطائی الفعل کی تعریف مین یہ اعتراض کیا ہی کہ قصد خطائی الفعل مین ضرور نہین مثلاً لکڑی یا اینٹ چھوٹ پڑی کسیکے ہاتھ سے سو اوسکے صدمے سے کوئی مر گیا تو یہ قتل خطائی الفعل ہی حالانکہ مطلقاً اسمین قصد نہین ہی جواب اوسکا یہ ہی کہ یہ قتل خطائی الفعل نہین ہی بلکہ جاری مجرای خطا ہی اور اوسکا بیان آگے آویگا پس نسبت خطا کی طرف صدر الشریعۃ کے خطائی الفعل ہی صاحب درمختار سے واللہ اعلم

ص قتل جاری مجرای خطا جیسے کوئی سونے والا آدمی کسی پر پلٹ کے گر پڑے اور اوسکے صدمے سے وہ مر جاوے **ف** مثلاً سونے والا آدمی چبوترہ یا چھت یا اور کوئی بلند جگہ پر ہی وہان سے وہ کروٹ لینے مین نیچے ایک شخص پر گر پڑا اور اوسکے گرنے سے نیچے کا آدمی دب کر مر گیا تو یہ قتل خطا نہین ہی بلکہ جاری مجرای خطا یعنی قائم مقام خطا اور اوسکے مشابہ ہی ایسا ہی ہی اگر سوار کا جانور کسی کو روند ڈالے یا اوسکے ہاتھ سے کوئی چیز چھوٹ پڑے اور اوسکے سبب سے کوئی مر جاوے یا گاڑی یا چھکڑا کسی پر سے پھر جاوے تو یہ سب قتل جاری مجرای خطا ہین عالمگیری

ص قتل خطا اور جاری مجرای خطا مین قاتل کے عاقلہ پر دیت مقتول کی لازم آتی ہی اور قاتل پر کفارہ واجب ہوتا ہی **ف** اسواسطے کہ فرمایا اللہ تعالی نے وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَأً فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُؤْمِنَةٍ وَدِيَةٌ مُسَلَّمَةٌ إِلَى أَهْلِهِ یعنی جو شخص قتل کر ڈالے کسی مومن کو خطا سے تو آزاد کرنا ہی ایک بردے مسلمان کا اور دیت ہی سپرد کیجاوے اوسکے گھر والون کو **ص** اور قاتل پر گناہ نہین ہوتا قتل کا **ف** مگر ترک احتیاط سے گنہگار ہوتا ہی اسلیے کفارہ واجب ہوا ہدایہ **ص** قتل بالسبب یہ ہی کہ آدمی اپنے زمین غیر مملوک مین **ف** بغیر اذن حاکم کے درمختار **ص** کنوان کھودے یا پتھر رکھے اور اوس کنوئین مین گر کے یا پتھرون سے ٹھوکر کھا کے کوئی مر جاوے تو اسمین دیت واجب ہوتی ہی عاقلہ پر اور کفارہ نہین لازم ہوتا **ف** اور شافعی کے نزدیک کفارہ بھی لازم ہوتا ہی **ص** جمیع اقسام قتل مین سوا قتل بالسبب کے قاتل محروم ہوتا ہی میراث سے مقتول کی **ف** اور شافعی کے نزدیک قتل بالسبب مین بھی حرمان میراث کا ہوگا اصل اس باب مین قول ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قاتل نہین وارث ہوتا ہی اور نہین ہی واسطے قاتل کی میراث مین سے کچھ روایت کیا اوسکو نسائی اور دارقطنی نے اور قوت دی اسکو ابن عبد البر نے اور معلول کیا اوسکو نسائی نے اور صواب یہ ہی کہ موقوف ہوتا ہی اوسکا عمرو پر کذا فی بلوغ المرام

ص باب بیان مین اوس قتل کے جس سے قصاص لازم آتا ہی اور جس سے لازم نہین آتا

واجب ہوتا ہی قصاص قتل سے اوس شخص کے جو محفوظ الدم ہی ہمیشہ جب قتل عمد ہووے **ف** اور محفوظ الدم دائمی مسلمان ہی یا ذمی ہی اور اس سے احتراز ہوا مستامن اور حربی اور مرتد کے انکے قتل سے قصاص واجب نہوگا منح الغفار **ص** تو قتل کیا جاویگا حر عوض مین حر کے اور عبد کے اور عبد عوض مین حر اور عبد کے **ف** بسبب اطلاق آیت

اَلنَّفْسُ بِالنَّفْسِ کے اور شافعیؒ کے نزدیک عبد کے بدلے مین حر نہ قتل کیا جاویگا اسلیے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اَلْحُرُّ بِالْحُرِّ
وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ تو مقابلہ حر سے ساتھ حر کے مفہوم ہوتا ہے یعنی اسکا کہ حر عبد کے عوض مین قتل نہ کیا جاویگا ہم یہ کہتے ہین کہ
اس آیت سے صرف اتنا ہی مفہوم ہوتا ہے کہ حر بدلے مین حر کے اور عبد بدلے مین عبد کے قتل کیا جاوے اب باقی رہا حر کا
قتل بدلے مین عبد کے اور عبد کا بدلے مین حر کے سو آیت اَلنَّفْسُ بِالنَّفْسِ سے معلوم ہوگیا اور اگر آیت اَلْحُرُّ بِالْحُرِّ سے
یہ معلوم ہوتا ہے کہ حر بدلے مین عبد کے قتل نہ کیا جاوے تو یہ بھی معلوم ہوگیا کہ عبد بدلے مین حر کے قتل نہ کیا جاوے حالانکہ اسکے
شافعی بھی قائل نہین ہین دوسری دلیل ہماری حدیث ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو شخص قتل کریگا اپنے عبد کو
یعنی اپنے بھائی مسلمان کے عبد کو قتل کرینگے ہم اوسکو روایت کیا اوسکو احمد اور ابو داود اور ترمذی اور ابن ماجہ اور دارمی
اور نسائی نے سمرہؓ سے اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہین حلال ہے قتل مسلمان کا مگر تین سبب سے ایک زانی محصن
دوسرے جو قتل کرے کسی مسلمان کو عمداً پس وہ قتل کیا جاویگا تیسرے جو شخص نکلجاوے اسلام سے روایت کیا اوسکو ابو داود
اور نسائی نے اور تصحیح کی اوسکی حاکم نے حضرت عایشہؓ سے اور اسمین قید حر کی نہین ہے واللہ اعلم **ص** اور مسلمان
بدلے مین ذمی کے **ف** اور ذمی بدلے مین مسلمان کے اور شافعیؒ کے نزدیک مسلمان کو بدلے مین ذمی کے قتل نکرینگے
اور دلیل شافعی کی حدیث ہے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہ قتل کیا جاویگا مسلمان بدلے مین کافر کے روایت کیا
اوسکو بخاری اور احمد اور ابو داود اور نسائی نے حضرت علیؓ سے اور دلیل ہماری وہ حدیث ہے جسکو روایت کیا عبد الرزاق نے
عبد الرحمن بن بیلمانی سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قتل کیا مسلمان کو بدلے مین ذمی کے اور فرمایا بہتر وہ ہے جسنے
پورا کیا ذمی کو اپنے اور یہ حدیث مرسل ہے اور عبد الرحمن بیلمانی تابعی ثقہ ہے ذکر کیا اسکو ابن حبان نے ثقات مین اور روایت
کیا اس حدیث کو دارقطنی نے موصولاً ابن عمرؓ سے اور صحیح مرسل ہے اور مضمون اس حدیث کا مسند شافعی مین بھی مذکور
ہے اور حدیث علیؓ مین کافر سے مراد کافر حربی ہے تا دونون روایتون مین موافقت ہوجاوے دوسرے یہ کہ بعد اوسکے
وَلَا ذُو عَهْدٍ فِي عَهْدِهِ ہے جس سے قطعاً ظاہر ہوتا ہے کہ کافر سے مراد حربی ہے اسلیے کہ معطوف اور معطوف علیہ مین تغایر ضرور ہے
واللہ اعلم **ص** اور نہ قتل کیا جاوے مسلمان اور ذمی بدلے مین مستامن کے بلکہ مستامن بدلے مین مستامن
کے قتل کیا جاوے اور قتل کیا جاوے عاقل بدلے مین مجنون کے اور بالغ بدلے مین نابالغ کے اور صحیح تندرست بدلے
مین اندھے اور لنجے اور لولے اور لنگڑے کے اور مرد بدلے مین عورت کے اور عورت بدلے مین مرد کے اور فروع
ف یعنی بیٹا بیٹی پوتا پوتی نواسہ نواسی **ص** بدلے مین اصول **ف** یعنی باپ اور دادا اور نانا نانی ماں دادی
ص کے اور قتل نکیے جاوینگے اصول بدلے مین فروع کے **ف** یعنی مثلاً اگر باپ بیٹے کو یا دادا پوتے کو یا نانا نواسے کو
مار ڈالے تو باپ اور دادا اور نانا سے قصاص نہین لیا جاویگا اسی طرح ماں نانی دادی کا حکم ہے اور اصل اس باب مین
قول نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کہ نہین قتل کیا جاوے والد بدلے مین ولد کے روایت کیا اوسکو احمد اور ترمذی
اور ابن ماجہ نے عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے اور صحیح کیا اس حدیث کو ابن الجارود اور بیہقی نے **ص** اور نہ قتل کیا جاویگا
مولی بدلے مین اپنے غلام کے **ف** اسواسطے کہ غلام اوسکا مملوک ہے تو یہ ملک شبہ ہوگئی دفع قصاص مین

جیسے باپ اور بیٹے مین **ص** اور مکاتب کے اور مربے کے اور اپنے بیٹے کے غلام کے اور اوس غلام کے بدلے مین جسکے ایک حصہ کا وہ مالک ہے اگر کوئی شخص غلام مرہون کو قتل کرے تو قاتل سے قصاص نہ لیا جاویگا جب تک راہن اور مرتہن جمع نہولین **ف** اسواسطے کہ مرتہن مالک نہین جو قصاص کا مالک ہو اور اگر راہن قصاص لینے پر مستقل ہو تو مرتہن کا حق دین مین باطل ہوتا ہے لہذا وجوب قصاص مین اجتماع عاقدین شرط ہوا تا حق مرتہن اوسکی رضامندی سے ساقط ہو جاوے کذا فی الاصل **ص** اگر کوئی شخص مکاتب کو قتل کرے اور وہ اتنا مال چھوڑ جاوے کہ بدل کتابت اوس سے پورا ادا ہو سکے اور وارث بھی اوسکے ہون اور مولی بھی ہو تو قاتل سے قصاص نہ لیا جاویگا **ف** اسلیے کہ اختلاف کیا صحابہ رضی اللہ عنہم نے ایسے مکاتب مین کہ وہ آزاد مرا یا رقیق تو اگر آزاد مرا ہے تو ولی اوسکا وارث ہے ورنہ مولی ہے تو صاحب حق مشتبہ ہو گیا پس قاتل سے قصاص نہ لیا جاویگا اگرچہ وارث اور مولی دونون مجتمع ہون **ص** اور جو سوا مولی کے اور کوئی وارث نہو یا وارث ہو لیکن مال اسقدر نہ چھوڑے جس سے بدل کتابت ادا ہو تو مولی قصاص قاتل سے لے سکتا ہے اور ساقط ہو جاویگا قصاص جسکو کوئی شخص اپنے باپ پر ورثا پاوے **ف** بسبب حرمت ابوت کے مثالین اسکی بہت ہین مثلاً ایک شخص نے اپنی زوجہ کو قتل کیا اب قاتل کا بیٹا اوس زوجہ کے بطن سے ولی قصاص ہوا تو وہ باپ سے قصاص نہین لے سکتا یا ایک شخص نے اپنے سالے کو قتل کیا اور جو وارث اوس شخص کی قبل استیفاے قصاص کے مرگئی اب اوسکا بیٹا جو قاتل کے نطفے سے ہے قائم مقام ہوا اوسکا یا ایک شخص نے اپنے ساس کو قتل کیا اور زوجہ قاتل کی جو مقتولہ کی بیٹی تھی قبل استیفاے قصاص کے مرگئی اب بیٹا اوسکا جو قاتل کے نطفے سے ہے وارث ہوا قصاص کا اپنے باپ پر یا ایک شخص نے اپنے خسر کو قتل کر ڈالا اور اوسکا کوئی وارث سوائے زوجہ قاتل کے نہین ہے بعد اوسکے زوجہ قاتل قبل استیفاے قصاص کے مرگئی اب بیٹا اوسکا اپنے باپ پر وارث قصاص کا ہوا تو ان سب صورتون مین قصاص ساقط ہوگا **ص** اور قصاص نہ لیا جاویگا مگر سیف سے **ف** یعنی تلوار سے یا جو اسکے مثل ہو اگرچہ قاتل نے مقتول کو کسی اور طرح قتل کیا ہو دنزدیک ہمارے اور شافعی رح کے نزدیک قاتل کو اوسی طرح قتل کرینگے جسطرح اوسنے مقتول کو قتل کیا واسطے مساوات کے ہم یہ جواب دیتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا لا قود الا بالسیف یعنی نہین قصاص ہے مگر تلوار سے روایت کیا اوسکو ابن ماجہ نے سنن مین حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے اور دارقطنی نے علی مرتضے رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لا قود فی النفس وغیرہا الا بحدیدۃ یعنی قتل نفس وغیرہ مین قصاص نہین مگر لوہے سے **ص** معتوہ **ف** یا صغیر **ص** کے قریب کو اگر کسی نے مار ڈالا یا خود معتوہ کے ہاتھ یا پانون یا کسی عضو کو کاٹ ڈالا تو باپ کو اوس معتوہ کے پہونچتا ہے کہ اوسکے قاطع یا قاتل سے قصاص لیوے یا صلح کر لیوے **ف** مقدار دیت پر اور اوس سے زیادہ پر نہ دیت سے کم پر دنزدیک ہمارے **ص** اور معاف نہین کر سکتا اور وصی کو معتوہ کے صرف صلح پہونچتی ہے اور صبی کا حکم مثل معتوہ کے ہے اور قاضی مثل باپ کے ہے یہی صحیح ہے **ف** تو اگر مقتول کا کوئی وارث نہو تو حاکم قصاص لے سکتا ہے اور صلح کر سکتا ہے نہ عفو دنزدیک ہمارے **ص** اگر مقتول کے چند وارث ہون بعض اونمین سے نابالغ اور بعض بالغ تو ورثہ کبار کو پہونچتا ہے کہ قبل بلوغ صغار کے قاتل سے قصاص لیوین

ف اور صاحبین کے نزدیک نہیں پہونچتا اور فتوی امام کے مذہب پر ہے دلیل امام صاحب کی یہ ہے کہ جب ابن ملجم لعین قاتل
حضرت علی مرتضی کا قتل کیا گیا حالانکہ آپکے وارث بعض صغار بھی تھے اور یہ امر بحضور صحابہ کرام کے واقع ہوا تو بمنزلہ
اجماع کے ہو گیا لیکن یہ شرط ہے کہ وارث کبیر اجنبی نہو صغیر سے مثلاً زید مقتول ہوا اور اسکے ایک لڑکا ہے نابالغ زوجہ اولی
سے اور ایک زوجہ ثانیہ ہے تو زوجہ ثانیہ اوس لڑکے سے اجنبیہ ہے اوسکو استیفاے قصاص نہ پہونچے گا بلکہ انتظار کیا
جاویگا بلوغ صغیر کا اور جو لڑکا صغیر ہے اور اوسکے ماں موجود ہے تو ماں کو استیفاے قصاص پہونچیگا اور بعض فقہا کے
نزدیک صورت اول میں بھی زوجہ ثانیہ کو صغیر کیطرف سے استحقاق استیفاے قصاص حاصل ہے اسواسطے کہ قرابت
سے مراد عام ہے جو شامل ہے زوجیت کو بھی تو اس مقام میں تامل کرنا چاہیے کذا فی الشامی اور جو سب وارث بالغ ہوں
لیکن بعض موجود ہوں اور بعض غائب تو ورثہ حاضرین کو قصاص لینا نہیں پہونچتا جب تک سب وارث جمع نہو لیں
کذا فی الہدایہ ص اور قصاص لیا جاویگا اگر ایک شخص نے دوسرے شخص کو زخمی کیا پس وہ صاحب فراش رہا یہانتک
کہ مر گیا ف اسواسطے کہ موت اوسکی مضاف ہوئی طرف جراحت کے ظاہراً بشرطیکہ مجروح بیچ میں اچھا نہو گیا ہو اور
جو قاتل نے گواہ قائم کیے اس بات پر کہ مجروح جراحت سے اچھا ہو کر مرا اور ولی مقتول نے گواہ قائم کیے اس امر پر کہ مجروح
بسبب جراحت کے مرا تو ولی مقتول کے گواہ مقبول ہونگے در مختار ص اور قصاص لیا جاویگا اگر قاتل نے مقتول
کو پھاوڑی سے مارا اوسکی دھار کیطرف سے اور جو اوسکی پشت کیطرف سے یا لکڑی سے مارا یا کسی اور شے سے یا گلا گھونٹا یا غرق
کیا پانی میں یا کوڑے مارتے مارتے مار ڈالا تو ان صورتوں میں قصاص نہ لیا جاویگا ف اسلیے کہ یہ صورتیں قتل شبہ عمد
کی ہیں جیسا کہ گذرا لیکن اگر قاتل ایسے افعال کی عادت کرلے یعنی ایکبار سے زیادہ اوسکا مرتکب ہو تو اوسکا قتل سیاستاً
حاکم کو پہونچتا ہے در مختار ص اگر مسلمان نے مسلمان کو مار ڈالا مشرکین کی صف میں مشرک سمجھکر تو اوسپر قصاص نہیں
بلکہ کفارہ اور دیت دیوے اور جو ایک شخص نے اپنا سر آپ پھوڑ لیا پھر زید نے بھی اوسکو زخمی کیا پھر شیر نے اوسکو مجروح کیا
پھر سانپ نے اوسکو کاٹ کھایا اور ان سب امورات کی وجہ سے وہ آفت رسیدہ مر گیا تو زید پر تیسرا حصہ دیت کا لازم
آویگا اور جس شخص نے مسلمانوں پر تلوار کھینچی تو واجب ہے اوسکا قتل کرنا اور اوسکے قتل سے کچھ تاوان نہ آویگا اور جس شخص نے ہتھیار اوٹھایا دوسرے شخص پر
رات کو یا دن کو شہر میں یا باہر شہر کے یا لٹھ اوٹھایا مارنے کے لیے رات کو شہر میں یا رات یا دن کو بیرون شہر میں اور دوسرے شخص نے اپنے ہتھیار اوٹھانے والے
یا لٹھ اوٹھانے والے کو مار ڈالا تو اوس پر کچھ نہیں ہے ف جاننا چاہیے کہ ہتھیار اوٹھانے والے کا تو قتل مطلقاً درست ہے اور لاٹھی اوٹھانے
والے میں اگر رات کو اوٹھاوے تو خواہ شہر میں ہووے یا بیرون شہر میں قتل اوسکا درست ہے اور جو دن کو اوٹھاوے
باہر شہر کے تب بھی قتل کرنے والے پر کچھ نہیں ہے اور جو دن کو اندر شہر کے اوٹھاوے تو اوسکا قتل درست نہیں اسلیے کہ
شہر میں بہت سے لوگ فریاد رس ہیں کہ وہ اوس سے بچا لیوینگے کذا فی الاصل مع زیادة ص اگر چور مال لیکر گھر سے
چلا اور مالک مال نے اوسکا پیچھا لیکر اوسکو قتل کر ڈالا تو مالک پر کچھ نہیں ہے ف یہ جب ہے کہ مالک مال اپنا مال
نہ لے سکتا ہو بدون قتل کے اسلیے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مقابلہ کر تو اپنے مال کے لیے یہانتک کہ تو
شہداے آخرت سے ہو جاوے یا اپنا مال بچا لیوے روایت کیا اوسکو نسائی نے مخارق سے اسی طرح جائز ہے مالک کو قتل کرنا

پھر نکالا جب وہ اوسکا مال لینے کا قصد کرے اور اوسکے دفع پر بدون قتل کے قادر نہو یا کوئی اوسکے مکان میں مسلح گھس آوے
اور اوسکو یقین ہو کہ میرے قتل کرنے کے لیے آیا ہے تو اوسکا قتل حلال ہے کذا فی الاصل **ص** اگر ایک شخص نے زید پر
لاٹھی مارنے کے لیے اوٹھائی شہر کے اندر دن کے وقت اور زید نے اوس شخص کو مار ڈالا تو زید قتل کیا جاویگا
قصاصاً **ف** اسواسطے کہ لاٹھی لگنے سے فوراً آدمی نہیں مرتا دوسرے یہ کہ دن کے وقت فریاد رس پہونچ سکتا ہے
شہر میں اور اسمیں خلاف ہے صاحبین کا کذا فی الاصل **ص** اگر زید نے عمرو پر تلوار کھینچی اور مار بھی دی لیکن عمرو مرا
نہیں بعد اوسکے زید لوٹ گیا تب عمرو نے جا کر اوسکو مار ڈالا تو عمرو قصاصاً قتل کیا جاویگا **ف** اسلیے کہ جب زید نے تلوار
ماردی اور عمرو مقتول نہیں ہوا اور زید لوٹ گیا تو اوسکی عصمت پھر آئی پھر جو اوسکو قتل کریگا قتل کیا جاویگا اور جو زید
لوٹا نہیں اور پھر مارنے کا ارادہ رکھتا ہے تو اوسکا مار ڈالنا درست ہے کذا فی الاصل مع زیادۃ **ص** اگر مجنون یا نابالغ
نے کسی پر تلوار اوٹھائی مارنے کے لیے اور اوس شخص نے مجنون یا صبی کو مار ڈالا تو اوسپر دیت لازم آویگی اوسکے مال میں
اور جو کسی جانور نے مثلاً اونٹ نے اوسپر حملہ کیا اور اوس شخص نے اوس جانور کو مار ڈالا تو اوسکی قیمت اوسپر لازم آویگی
ف اور شافعی کے نزدیک نہ دیت لازم آویگی مجنون اور صبی میں اور نہ قیمت جانور میں اسلیے کہ اوسنے قتل کیا دفع
ضرر کے لیے اور دلیل ہماری اصل کتاب میں مذکور ہے **مسائل ملحقہ** اگر کوئی شخص کسیکو عمداً قتل کرے اور اوسپر
قتل عمد ثابت ہو جاوے شہادت سے یا اقرار سے تو حاکم کو ضرور ہے کہ حکم قصاص کا نہ دیوے جب تک کہ ان شروط میں غور
نکر لیوے ایک یہ کہ قاتل عاقل بالغ ہو دوسرے یہ کہ مقتول مسلمان یا ذمی ہو تیسرے یہ کہ تمام ورثہ حاضر ہوں چوتھے
یہ کہ سب وارث قصاص کے خواہاں ہووین اور اگر ایک وارث بھی دیت کا خواہاں ہو جاویگا یا عفو کریگا یا صلح کریگا
کسی قدر مال پر تو قصاص ساقط ہو جاویگا پانچوین یہ کہ ورثہ بالغ ہوں یا بعض نابالغ ہوں اور بعض بالغ قصاص چاہتے
ہوں اور جو سب نابالغ ہونگے یا بعض بالغ اور بعض نابالغ اور ورثہ بالغین عفو کرتے ہونگے یا کسی قدر رقم دیت سے
کم کے خواہاں ہونگے تو ورثہ نابالغین کے بلوغ تک حکم قطعی ملتوی رکھے چھٹے یہ کہ قاتل مقتول کے اصول میں سے نہووے
جیسے باپ دادا پردادا نانا پرنانا یا ماں دادی نانی پرنانی پردادی وغیرہ ساتوین یہ کہ قاتل کے ساتھ کوئی نابالغ یا مجنون
قتل میں شریک نہووے ورنہ قاتل کے ذمے سے بھی قصاص ساقط ہو جاویگا آٹھوین یہ کہ قاتل کے ساتھ مقتول
کا باپ یا اور کوئی اوسکے اصول میں سے شریک قتل نہووے ورنہ قاتل کے ذمے سے بھی قصاص ساقط ہوگا
نوین یہ کہ قاتل کے ساتھ اور کوئی قتل میں ایسا شخص شریک نہووے جسکا قتل شبہ عمد یا خطا ہو دسوین یہ کہ مقتول نے قاتل
پر تلوار یا اور کسی ہتھیار یا آلے سے قبل قتل کے حملہ نکیا ہو کہ قاتل نے اپنے تئین بچانے کے لیے اوسکو قتل کر ڈالا ہو ورنہ قصاص
نہوگا گیارہوین یہ کہ مقتول کوئی حرکت وقت قتل کے ایسی نہ کرتا ہو جس سے اوسکا قتل مباح ہو جاوے جیسے مال قاتل کا چراتا ہو
یا لوٹتا ہووے یا اوسکی جورو سے زنا کر رہا ہووے یا اوسکے گھر میں بے اذن باوجود منع کے جبراً گھس آیا ہو بارھوین
یہ کہ قاتل کسی وارث کے اصول میں سے نہووے تیرھوین یہ کہ مقتول نے قاتل کو حکم نہ کیا ہو اپنے قتل کا ورنہ دیت واجب
ہوگی چودھوین یہ کہ وارث مقتول نے حکم نکیا ہو قاتل کو واسطے قتل مقتول کے ورنہ دیت واجب ہوگی استحساناً [illegible]

یہ کہ قاتل بعد قتل مقتول ہی میں ہے لیکن کا وارث ہو جاوے قبل تحقیقات قصاص کے تو اوس میں یہ ہے کہ فعل قتل کا ہو چکنے کے
پیچھے قاتل ہی میں ہو جس سے اوسکی زندگی کا آسرا نہ ہو تو مشکل ہے یہ کہ قاتل نا امید کرنے اوسکے کے مرنے وانکے
وارثے کے قصاص ہے اسکے ہیں تو یہ وارد جو ہے ولی کے ہو لے کر دینے کے عین ہو جاوے تو قصاص ساقط نہ ہوگا
واللہ اعلم **مسئلہ** اگر کسینے دوسرے کو زہر کھلایا تو قتل شبہ عمد ہے تو اسکی کئی صورتیں ہیں پہلی یہ کہ زہر دینے
والے کو اوس چیز کے زہر ہونے کا علم ہو تو اس صورت میں زہر کھلانے والے پر پہلا الزام ہوگا دوسری یہ کہ اوسکو علم ہو
اوس چیز کے زہر ہونے کا تو اگر قاتل نے مقتول کو زہر دیدیا یا کسی چیز میں ملا کر دیا اور اوسنے خود کھالیا تو نہ قصاص ہے نہ دیت
لیکن وہ قید کیا جاویگا اور اوسکو تعزیر دیجاویگی اور مدت قید کی امام کی رائے کیطرف مفوض ہے اور جو زبردستی زہر اوسکے حلق
میں ڈال دیا تو دیت واجب ہوگی قاتل کی عاقلہ پر کذا فی الدر المختار والانقروی **مسئلہ** اگر کوئی شخص کسیکو
پانی میں ڈبو دے تو اگر پانی کم ہے جس سے غالباً نہیں ڈوبتا اور نجات ممکن ہے وہاں سے تیرکر اور وہ مرگیا تو یہ شبہ عمد ہے سب کے
نزدیک اور اگر پانی زیادہ ہو تو اگر اوس سے نجات ممکن ہو مقتول کو تیر کر جیسے اوسکے ہاتھ پاؤں کھلے ہیں اور وہ تیرنا جانتا ہے
اور مرگیا تو بھی شبہ عمد ہے ورنہ عمد ہے صاحبین کے نزدیک اور امام کے نزدیک شبہ عمد ہے عالمگیری **مسئلہ** اگر
کسینے دوسرے کو حجرے میں بندکردیا اور وہ بھوک کے مارے وہاں مرگیا یا اوسکے ہاتھ پاؤں باندھ کر اوسکو شیر کے سامنے
یا اور کوئی درندہ کے آگے ڈالدیا اور اوسنے اوسکو مار ڈالا یا اوسکو اور سانپ یا بچھو یا کسی اور موذی کو ملاکر ایک حجرے میں
بندکردیا اور اوس آدمی کو اوسنے قتل کیا تو ان سب صورتوں میں قصاص اور دیت نہیں ہے لیکن اوس شخص پر تعزیر واجب
ہے اور حبس تا دوام الحیات در مختار **مسئلہ** فتاوے عالمگیری اور شامی سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر کوئی شخص
قتل کرے اسطرح پر کہ اوسپر قصاص آوے نہ دیت تو وہ اگر وارث ہوگا مقتول کا ترکہ پاویگا واللہ اعلم **مسئلہ** اگر زید
نے بکر کو ایک زخم ایسا مارا کہ اوس سے زندگی بکر کی متصور نہ تھی بعد اوسکے عمرو نے اوسکو ایک زخم مارا تو قاتل بکر کا زید
سمجھا جاویگا یہ جب ہے کہ دونوں جراحتیں آگے پیچھے ہوں اور جو ایک ساتھ دونوں نے زخم پہونچائے تو دونوں قاتل
ہیں اگرچہ ایک شخص دس زخم مارے اور دوسرا ایک ہی مارے کذا فی الخلاصہ **مسئلہ** اگر کسینے کسی کو
زندہ درگور کردیا اور وہ مرگیا تو دیت لیجاویگی اسی پر فتوی ہے اور محمد کے نزدیک قتل کیا جاویگا کذا فی الظہیریہ **مسئلہ**
اگر کسی کے گھر میں دروازے سے جھانکا اور صاحب خانے جھانکنے والے کی آنکھ پھوڑ دی تو ضامن نہوگا اگر صاحب خانہ
اوسکو بغیر آنکھ پھوڑنے کے دفع نہیں کر سکتا اور جو دفع کر سکتا ہے تو ضامن ہوگا در مختار **مسئلہ** کئی آدمی ایک
کے بدلے میں قتل کیے جاوینگے اگر ہر شخص نے مقتول کو جراحت مہلک ماری ایک ساتھ اور جو کہ آگے پیچھے ماریں پھر وہ مرجاوے
اور معلوم نہو کہ کسکا زخم کاری تھا اور کسکا کاری نہ تھا تو سب سے قصاص لیا جاویگا اسواسطے کہ اسپر اطلاع ہونا متعذر ہے
اور جو معلوم ہوجاوے کہ کسکا کاری ہے اور کسکا غیر کاری اور نہوگا یہ کہ قتیل مرجانے مقتول کے تو قصاص اوس شخص پر ہوگا جسکا
زخم کاری ہے اور جن لوگوں کا کاری نہیں ہے اونپر تعزیر واجب ہوگی اور جو کسی کا زخم کاری نہ ہو لیکن مقتول سب کے زخموں سے
مرجاوے تو کسی پر قصاص نہوگا لیکن دیت اون پر ہوگی کذا فی الشامی اور جو لوگ قتل میں شریک ہوں لیکن تماشا میں

ہوں یا قاتل کو وہ غلام سمجھوں یا قاتل کے مددگار رہوں یا مقتول کو بچہ سمجھے ہوں تو فقط تعزیر ہے اور قصاص اور دیت نہیں ہے کذا فی الشامی **مسئلہ** ساحر پکڑا جاوے اور وہ اقرار کرے سحر کا تو قتل کیا جاوے اور توبہ اوسکی مقبول نہیں ہے اور جو کوئی اس بات کا اقرار کرے کہ میں نے فلاں شخص کو مارا ہے یا باطنی تیروں سے یا سورۂ انفال کی قرأت سے مار ڈالا تو اوسپر کچھ لازم نہ آویگا اسلیے کہ یہ محض جھوٹ ہے اور مؤدی ہے طرف علم غیب کے شامی

باب قصاص مادون النفس کے بیان میں ص

قصاص مادون النفس اوسی جگہ ہے جہاں رعایت مماثلت کی ہو سکے تو اگر کسی نے دوسرے کا ہاتھ کاٹ ڈالا جوڑ پر سے تو اوسکا بھی ہاتھ کاٹ ڈالینگے اوسی جوڑ سے ف اسلیے کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَالْجُرُوْحَ قِصَاصٌ یعنی زخموں میں قصاص لیا جاویگا کذا فی الہدایہ اور جو نصف پنڈلی کاٹ ڈالی یا نصف ساعد تو قصاص نہوگا اسواسطے کہ یہاں حفظ مماثلت ممکن نہیں ہے کذا فی الاکمل حاصل یہ ہے کہ جب عضو جوڑ پر سے کاٹا جاوے تو قصاص لیا جاویگا اور جو قطع ہڈی کاٹ کی ہو تو وہیں قصاص نہوگا کیونکہ احتمال ہے کہ قاطع کی ہڈی زیادہ کٹ جاوے یا وہیں کوئی خلل زیادہ پیدا ہو جاوے کذا فی الطحطاوی ص اگرچہ قاطع کا ہاتھ بڑا ہووے مقطوع کے ہاتھ سے ایسا ہی حکم ہے پاؤں میں اور نرمہ بینی میں ف ناک میں بانسے کے نیچے جسقدر گوشت نرم ہے وہ نرمہ بینی کہلاتا ہے اور عربی میں اوسکو مارن کہتے ہیں تو مارن میں قصاص ہے اور بانسے میں نہیں ہے اسواسطے کہ وہاں حفظ مماثلت ممکن نہیں ہے کذا فی الاکمل ص اور کان میں اور اوس آنکھ میں جسکی روشنی ضرب سے جاتی رہی ہووے اور آنکھ قائم ہو تو اوسکے قصاص کی یہ شکل ہے کہ ضارب کے منہ پر بھیگی روئی ڈالی جاوے اور اوسکی آنکھ کے مقابل میں گرم آئینہ رکھا جاوے ف یہ حکم خلافت عثمانی میں علی مرتضیٰ کی تجویز سے بحضور صحابہ کرام واقع ہوا روایت کیا عبد الرزاق نے مصنف میں حکم بن عتیبہ سے کہ ایک مرد نے دوسرے مرد کے طمانچہ مارا سو اوسکی بینائی جاتی رہی اور آنکھ قائم تھی تو صحابہ نے قصاص کا ارادہ کیا لیکن کیفیت اسکی معلوم نہ تھی تو علی آئے اور فرمایا کہ اوسکی آنکھ پر روئی بھی جاوے پھر آفتاب کا سامنا کیا گیا اور اوسکی آنکھ کے سامنے آئینہ رکھا گیا تو اوسکی بینائی جاتی رہی اور آنکھ قائم رہی کذا فی العینی ص اور اگر آنکھ حلقے میں سے نکالی جاوے تو اوسکا قصاص نہیں ف بسبب متعذر ہونے مساوات کے ص اور قصاص ہوگا ہر اوس زخم میں جسمیں مماثلت ہو سکتی ہے جیسے جراحت موضحہ ف موضحہ اوس جراحت کو کہتے ہیں جسمیں کھال اور گوشت قطع ہو کر ہڈی کھل جاوے ص اور نہیں قصاص ہے ہڈی میں سوا دانت کے ف اسواسطے کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے اَلسِّنَّ بِالسِّنِّ الآیہ ص تو دانت اوکھاڑا جاویگا اگر اوسنے اوکھیڑا ہے اور جو اوسنے توڑ ڈالا ہے تو اوسکا دانت ریتا جاویگا اور نہیں ہے قصاص مادون النفس درمیان میں عورت اور مرد کے اور غلام کے اور آزاد کے اور دو غلاموں میں اور اوس ہاتھ میں جو ساعد سے کاٹا جاوے اور جائفہ میں جو اچھا ہو جاوے ف جائفہ وہ زخم ہے جو اندر پیٹ کے پہنچ گیا ہو سینہ کی طرف سے یا شکم یا پشت کی طرف سے اسمیں قصاص نہیں اسلیے کہ متعذر ہے مثل ایسی جراحت کے اور ظاہر ہے کہ اگر جارح سے قصاص لیوینگے جائفے کا تو وہ مر جاویگا پس جب جائفہ مجروح کا اچھا ہو اور مجروح مر گیا تو قصاص لیا جاویگا جارح سے یعنی قتل کیا جاویگا اور جو نہیں مرا تو انتظار کرنا چاہیے اوسکی صحت یا موت کا کذا فی الاکمل

ص اور نہیں قصاص ہے زبان میں اور ذکر میں مگر جب حشفہ کاٹ ڈالا دے اور ذمی اور مسلمان کے اعضا برابر ہیں اور
جو ہاتھ کاٹنے والے کا ہاتھ شل ہو یا انگلیاں اوسکی کم ہوں یا سر اوسکا بڑا ہو اور مجروح کے ہاتھ اور انگلیاں سالم
ہیں اور سر اوسکا چھوٹا ہے تو مجروح کو اختیار ہے خواہ جارح سے قصاص لیوے یا ارش لیوے اور ساقط ہو جاتا ہے قصاص
قاتل کی موت سے اور ورثہ مقتول کے عفو سے اور اونکی صلح کرنے سے مال پر قلیل ہو یا کثیر اور واجب ہوگا بدل صلح فی الفور
دینا قاتل کو اگر اوسکی میعادی یا نقد ہونیکی تصریح نہوئی ہو اور جو ایک وارث بھی عفو کر دیگا یا صلح کر لیگا تو قاتل کے ذمے سے
قصاص ساقط ہو جاویگا اور باقی وارثون کو حصہ دیت ملیگا اگر ایک آزاد اور غلام نے ملکر ایک شخص کو مار ڈالا بعد اوسکے اوس
شخص آزاد نے اور اوس غلام کے مولی نے ایک شخص کو حکم کیا کہ اس خون کے بدلے ہزار روپیہ پر صلح کرا دیوے اور اوسنے
صلح کرا دی تو مولی کو اور اوس شخص آزاد کو دونون کو پانچ پانچ سو روپیہ دینا ہونگے اور چند آدمی قتل کیے جاوینگے
ایک کے بدلے اور ایک آدمی بدلے چند آدمیون کے تو اگر اون مقتولون کے وارثون میں سے ایک مقتول کے وارث نے
اگر قصاص لے لیا تو باقی مقتولون کے ورثہ کو اب کچھ نملیگا اور شافعی کے نزدیک اون کو مال دلایا جاویگا اگر دو شخصون
نے ملکر ایک کا ہاتھ کاٹا اسطرح کہ ایک چھری دونون نے لیکر اوسکے ہاتھ پر چلا دی تو اوسکے عوض میں اون دونون کے ہاتھ نکاٹے جاوینگے بلکہ دیت اون دونون سے
دلائی جاویگی اور جو ایک شخص نے دو شخصون کے داہنے ہاتھ کاٹے تو اون دونون کو پہونچتا ہے کہ اوسکا داہنا ہاتھ کاٹیں اور ایک ہاتھ کی دیت لیکر
آدھون آدھ بانٹ لیں اگر دونون ساتھی حاضر ہون اور جو پہلے ایک حاضر ہوا اور اوسکے ہاتھ کے عوض میں قاطع کا ہاتھ کاٹا جاوے اب دوسرا آوے تو اوسکو
دیت ملیگی اور جو غلام اقرار کرے قتل عمد کا تو اوسکو قتل کرینگے اور جس شخص نے تیر مارا ایک مرد کو تو وہ تیر اوس مرد کو
لگ کے پار نکل کے دوسرے کے لگ گیا اور دونون مر گئے تو اول شخص کے بدلے میں قصاص لیا جاویگا کیونکہ
وہ قتل عمد ہے اور دوسرے کے بدلے میں دیت آویگی اسلیے کہ وہ قتل خطا ہے ف ہر چند یہ فعل واحد ہے لیکن تعدد
اثر سے متعدد ہو گیا زیلعی ص زید نے عمرو کا ہاتھ کاٹ ڈالا پھر اوسکو مار ڈالا تو اسکی آٹھ صورتیں ہیں اسواسطے کہ
قطع یا عمد یا خطا ہے اسی طرح قتل یا عمد ہے یا خطا ہے پھر چارون صورتون میں عمرو بیچ میں تندرست ہو گیا یا نہیں تو اگر دونون فعل
عمداً کیے پس اگر بیچ میں عمرو اچھا ہو گیا تو قصاص دونون فعلون کا زید سے لیا جاویگا یعنی پہلے قطع کا پھر قتل کا
اور اگر صحت مابین میں حاصل نہین ہوئی تو بھی امام کے نزدیک یہی حکم ہے کہ قطع ید کے بعد قتل ہوگا اور صاحبین کے
نزدیک فقط قتل ہوگا نہ قطع تو جزا ے قطع قتل کی جزا میں داخل ہو جاویگی اور اگر قطع اور قتل دونون خطا ہون تو اگر
درمیان میں صحت ہو گئی ہو تو قطع اور قتل دونون کی دیت واجب ہوگی یعنی نصف دیت قطع کی اور پوری دیت
قتل کی اور اگر درمیان میں صحت نہوئی ہو تو فقط قتل کی دیت کافی ہوگی اور اگر قطع عمد ہے اور قتل خطا ہے خواہ درمیان
میں صحت ہوئی ہو یا نہوئی ہو تو ہاتھ کاٹا جاویگا اور دیت نفس کی دینا ہوگی اور جو قطع خطا ہے اور قتل عمد ہے خواہ صحت
ہوئی ہو یا نہوئی ہو تو قطع کی دیت واجب ہوگی اور قتل کا قصاص لیا جاویگا زید نے عمرو کو سو کوڑے مارے سو صلح کے پہلے
نوے کوڑے کے زخم اچھے ہو گئے بعد دس کوڑے کے اور لگنے سے مر گیا تو ایک ہی دیت لازم آویگی ف اسواسطے کہ وہ جب اچھا
ہو گیا نوے کوڑے کے لگنے سے تو اوسکا نشان معتبر نہ رہا مگر تعزیر کے حق میں البتہ معتبر ہے اسیطرح غیر معتبر ہے ہر ایک وہ زخم جو اچھا

اور دیگا تاوان باقی رہا ہو تو امام ابو حنیفہ کے نزدیک اور امام ابو یوسف کے نزدیک اسکے مانند میں حکومت عدل ہے
اور محمد سے یہ روایت ہے کہ طبیب کی اجرت اور دواؤں کا خرچ واجب ہوگا کذا فی الاکمل ص اور جو پہلے توڑ
کر دوسرے مارنے سے اوس کے وہ اچھا ہو گیا لیکن اوس کا اثر باقی رہا بعد اوسکے دس کوڑے مارنے سے مر گیا تو حکومت
عدل اور دیت نفس دونوں واجب ہونگے ف باتفاق امام اور صاحبین کے کذا فی الدر المختار اور حکومت
عدل کا بیان انشاء اللہ تعالی کتاب الدیات میں آویگا ص ایک شخص کا کوئی عضو کاٹا گیا اوس نے معاف کر دیا پھر
اوس قطع کے سبب سے وہ مر گیا تو قاطع کو دیت دینا پڑیگی ف یہ مذہب امام ابو حنیفہ کا ہے اور صاحبین کے
نزدیک مقطوع کو کچھ نہ دینا ہوگا اسلیے کہ عفو قطع سے عفو ہر اوسکے موجب کا ہے امام صاحب یہ کہتے ہیں کہ مقطوع نے عفو کیا
صرف قطع سے تو جب قطع سرایت کر گیا معلوم ہوا کہ وہ قتل تھا نہ قطع پس دیت واجب ہوگی اسلیے کہ قصاص بسبب شبہ عفو
کے ساقط ہو گیا کذا فی الاکمل ص اور جو اوس نے عفو کر دیا جنایت سے یا قطع سے اور جو اوس سے پیدا ہو تو وہ عفو ہوگا
یعنی پھر قاتل کو دیت نہ دینا ہوگی لیکن اگر یہ قطع خطا سے ہو تو ثلث مال سے معتبر ہوگا اور جو عمدا ہو تو کل مال سے یہی حکم
ہو سکے تو اگر کسی عورت نے ایک مرد کا ہاتھ کاٹ ڈالا اوس نے اوس عورت سے نکاح کیا اپنے ہاتھ پر یعنی اپنے ہاتھ
کی دیت پر پھر وہ مر گیا تو مرد پر اوس عورت کا مہر مثل واجب ہے اور اوسکے ہاتھ کی دیت عورت کے مال میں دیجاویگی اگر
اوس نے عمدا ہاتھ کاٹا اور اوسکے عاقلہ پر ہے اگر خطا سے کاٹا اور جو نکاح کیا اوس ہاتھ پر اور جو اوس سے پیدا ہو یا جنایت پر
پھر مر گیا تو عمد میں مہر مثل ہے اور خطا میں عورت کے عاقلہ سے بقدر مہر ساقط ہو کر باقی اونکے لیے بطور وصیت کے
سمجھا جاویگا تو اگر ثلث مال سے باقی نکل آوے تو کل ساقط ہوگا ورنہ بقدر ثلث ساقط ہوگا اگر زید نے عمرو کا ہاتھ کاٹا اور
اوسکے عوض میں عمرو کا ہاتھ کاٹا گیا اب زید مر گیا تو عمرو بھی مارا جاویگا اور جو عمرو مر گیا تو زید کو دیت نفس دینا ہوگی ف
یہ جب ہے کہ زید نے بغیر حکم حاکم خود عمرو کا ہاتھ کاٹا ہو اور صاحبین کے نزدیک زید کو کچھ نہ دینا ہوگا اسلیے کہ اوس نے اپنا
حق وصول کیا اور سرایت سے بچنا اوسکے اختیار میں نہیں ہے اسی واسطے اگر باپ اپنے بیٹے کو یا معلم باپ کے اذن سے
لڑکے کو تعلیم کے لیے ضرب معتاد کرے اور وہ مر جاوے تو اوس پر ضمان نہیں البتہ اگر حد معروف سے زیادہ مارےگا اور لڑکا
ہلاک ہو جاویگا تو اوسکو تاوان دینا ہوگا در مختار ص اگر مقتول کے وارث نے قاتل کا ہاتھ
کاٹا پھر عفو کر دیا قتل سے تو اوسکو دیت دینا پڑیگی ہاتھ کی اور صاحبین کے نزدیک نہ دینا پڑیگی

باب قتل کی گواہی اور حالت قتل کے اعتبار میں

حق قصاص وارثوں کے لیے ثابت ہوتا ہے ف یعنی ورثہ مقتول کے لیے حق حاصل ہوتا ہے
کہ قاتل سے قصاص لیویں اور یہ حق ثابت ہوتا ہے وارثوں کے لیے بموجب فرائض اللہ کے تو جو وارث ترکہ کا مستحق ہے
اوسکو یہ حق بھی حاصل ہے اور جو ترکہ سے محروم ہے وہ اس حق سے بھی محروم ہے مثلا مقتول کا بیٹا اگر موجود ہے تو بھائی بھتیجے چچا
ماموں محروم ہونگے اسی طرح بہن بھانجے ماموں وغیرہ اس سے محروم ہونگی وعلی ہذا القیاس ص
ابتدا سے بطور میراث کے تو ایک وارث دوسرے کی طرف سے خصم نہیں ہو سکتا پس اگر مقتول کے دو بھائی تھے اون میں

سے ایک حاضر اور موجود تھا اوسنے گواہون سے قتل عمد قاتل پر ثابت کر دیا اب دوسرا بھائی آیا تو گواہون کی گواہی کا اعادہ ضرور ہے **ف** امام صاحب کے نزدیک صاحبین کے نزدیک **ص** اور جو قتل خطا ہو یا دعوی دین کا تو دوسرے بھائی کو اعادہ شہود کی شہادت کا بالاجماع ضرور نہین ہے پھر اگر قاتل نے وارث غائب کے عفو پر گواہ قائم کر دئے تو وارث حاضر اوسکا خصم ہو جاویگا اور قصاص ساقط ہو گا یہی حکم ہے اگر غلام مشترک قتل کیا جاوے اور ایک شریک غائب ہووے پس اگر قصاص کے دو وارثون نے تیسرے وارث کے عفو پر گواہی دی تو شہادت باطل ہوگی لیکن یہ شہادت اون دونون کیطرف سے عفو قصاص ہوگی تو اگر قاتل نے ان دو وارثون کی تصدیق کی تو تینون وارثون کو ایک ایک ثلث دیت کا ملیگا اور اگر دونون کی تکذیب کی تو ان دو وارثون کو کچھ نملیگا اور تیسرے کو تیسرا حصہ دیت کا ملیگا اور جو اونکی تصدیق صرف تیسرے وارث نے کی اور قاتل نے تکذیب کی تو اوسکو تہائی حصہ دیت کا ملیگا **ف** لیکن تیسرا حصہ اون دونون وارثون کو دیا جاویگا استحساناً در مختار اور ایک چوتھی صورت ہے اوسکو مصنف نے چھوڑ دیا وہ یہ ہے کہ قاتل نے اور تیسرے وارث نے دونون کی تصدیق کی اون دونون وارثون کی تو اس صورت مین تیسرے وارث کو کچھ نملیگا اور اون دونون کو ایک ایک ثلث دیت کا ملیگا اور اصل کتاب مین اسکے لائق تفصیل مذکور ہین **ص** اگر اختلاف کیا قتل کے گواہون نے زمان قتل مین یا مکان قتل مین یا آلہ قتل مین یا ایک نے کہا کہ قاتل نے مقتول کو لاٹھی سے مارا اور دوسرے نے کہا کہ مجکو معلوم نہین کس ہتھیار سے مارا **ف** یا ایک نے گواہی دی معاینہ قتل پر اور دوسرے نے اقرار قاتل پر در مختار **ص** تو ان سب صورتون مین شہادت لغو ہو جاویگی اور جو شاہدون نے قتل کی شہادت دی اور کہا کہ آلہ قتل ہمکو معلوم نہین تو دیت واجب ہوگی **ف** اور قیاس یہ ہے کہ کچھ واجب نہو اسلیے کہ حکم قتل کا مختلف ہوتا ہے باختلاف آلہ استحسان کی یہ ہے کہ گواہون نے گواہی دی مطلق قتل کی اور مطلق مجمل نہین ہے تو ثابت ہوگا اقل موجب اوسکا اور وہ دیت ہے اور واجب ہوگی دیت مال مین قاتل کے اسلیے کہ اصل قتل مین عمد ہے اور عاقلہ نہین بار اوٹھاتے ہین عمد کا کذا فی الاصل **ص** اگر قتل مقتول کا دو شخصون مین سے ہر ایک نے اقرار کیا اور ولی مقتول نے یہ کہا کہ تم دونون نے اوسکو مارا ہے تو دونون قتل کیے جاوینگے اور جو ایک شہادت گذری کہ زید کو عمرو نے مارا ہے اور دوسری شہادت یہ گذری کہ زید کو خالد نے مارا ہے اور ولی نے یہ کہا کہ زید کو عمرو اور خالد دونون نے مارا ہے تو دونون شہادتین لغو ہو جاوینگی **ف** اسواسطے کہ ولی کا قول تکذیب اور تفسیق ہے شہود کی اور وہ مبطل شہادت ہے **ص** اور اعتبار وجوب و عدم وجوب دیت وغیرہ مین حالت تیر اندازی کا ہے نہ تیر لگنے کا وقت تو واجب ہوگی دیت جس شخص نے تیر مارا ایک مسلمان کو اور وہ قبل تیر لگنے کے مرتد ہو گیا پھر تیر لگا اور قیمت غلام کی مولی کو جب تیر مارا غلام کے اور وہ قبل تیر لگنے کے آزاد ہو گیا اور جزا اوس محرم پر جسنے تیر مارا حالت احرام مین اور قبل تیر لگنے کے حلال ہو گیا اور نہ واجب ہوگی جزا اوس حلال پر جسنے تیر مارا اور بعد اوسکے محرم ہو گیا قبل تیر لگنے کے اور نہین ضمان دیگا وہ شخص جس نے تیر مارا اوسکو جسکے سنگسار کرنے کا قاضی حکم کر چکا تھا جب گواہ رجم کے قبل تیر پہونچنے کے اپنی شہادت سے پھر جاوین اور حلال ہے شکار کہ تیر مارا اوسکو مسلمان نے پھر مجوسی ہو گیا قبل تیر پہونچنے کے نہ وہ شکار جسکو تیر مارا مجوسی نے پھر مسلمان ہو گیا قبل تیر لگنے کے

کتاب الدیات

مقدار دیت سونے سے چار ہزار دینار ہیں اور چاندی سے دس ہزار درم اور اونٹ سے سو اونٹ **ف** اسواسطے کہ حدیث ابوبکر بن محمد بن عمرو بن حزم عن ابیہ عن جدہ میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جان مارنے میں دیت سو اونٹ کی ہے اور سونے والوں پر ہزار دینار ہیں روایت کیا اوسکو ابوداود نے مراسیل میں اور نسائی اور ابن خزیمہ اور ابن الجارود اور ابن حبان نے اور روایت کی بیہقی نے طریق شافعی سے کہ کہا شافعی نے کہا محمد بن الحسن نے پہونچا ہمکو حضرت عمرؓ سے کہ انھون نے مقرر کیا سونے والون پر دیت کو ہزار دینار اور چاندی سے دس ہزار درم کہا محمد بن الحسن نے اور خبر دی ہمکو ثوری نے مغیرہ ضبی سے انھون نے ابراہیم سے کہا کہ تھی دیت پہلے اونٹون سے پھر ہر اونٹ کو قائم مقام ایک سو بیس درم کے کر دیا وزن ستہ سے تو وہ بارہ ہزار درم ہوگئے اور وزن سبعہ سے دس ہزار درم ہوئے اور روایت کی محمد ابن الحسن نے انا ابو حنیفۃ عن الہیثم عن عامر الشعبی عن ابی عبیدۃ السلمانی عن عمر بن الخطاب قال علی اھل الورق من الدیۃ عشرۃ آلاف درھم وعلی اھل الذھب الف دینار الحدیث یعنی کہا عمر بن الخطاب نے کہ چاندی والون پر دیت دس ہزار درم ہیں اور سونے والون پر ہزار دینار ہیں اور شافعیؒ کے نزدیک بارہ ہزار درم ہیں اسواسطے کہ حدیث ابن عباس میں ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مقرر کی دیت ایک مقتول کی بارہ ہزار درم روایت کیا اوسکو چارون عالمون نے اور جواب اس حدیث سے چند وجوہ ہے ایک یہ کہ اس حدیث کا ارسال صحیح ہے ترجیح دیا اوسکے ارسال کو نسائی نے اور ابوحاتم نے اور حدیث مرسل شافعیؒ کے نزدیک قابل احتجاج نہیں دوسری یہ کہ مراد ان دراہم سے وہی دراہم ہیں جنکا وزن ستہ تھا یعنی دس دراہم چھ مثقال کے تھے بدلیل اوسکے جو روایت کی محمد بن الحسن نے ابراہیم سے تیسری یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں کوئی مقدار دیت معین نہیں ہوا تھا تو کبھی آپ نے بارہ ہزار درم دلائے جیسا کہ حدیث ابن عباس میں ہے اور کبھی آٹھ ہزار درم جیسا کہ حدیث عبداللہ بن عمرو بن العاص میں ہے کہ اخراج کیا اوسکا ابوداود نے اور چوتھی یہ کہ حدیث ابن عباس میں صرف حکایت ہے ایک واقعہ کی اور مقرر کرنا عمرؓ مقدار دیت میں بغیر سمع شارع کے نہیں ہو سکتی اور تھی یہ بحضور صحابہ کرام کے تو اوسکا ساتھ اوسکے اولیٰ ہوا واللہ اعلم **ص** اور دیت قتل شبہ عمد کی سو اونٹ ہیں اسطرح کہ پچیس بنت مخاض ہون اور پچیس بنت لبون اور پچیس حقہ اور پچیس جذعہ اور اس دیت کا نام دیت مغلظہ ہے **ف** اسواسطے کہ روایت کی ابوداود نے علقمہ اور اسود سے کہ کہا عبداللہ ابن مسعودؓ نے شبہ عمد کی دیت میں پچیس حقہ اور پچیس جذعہ اور پچیس بنت لبون اور پچیس بنت مخاض **ص** اور قتل خطا کی دیت بھی سو اونٹ ہیں لیکن اسطرح کہ بیس بنت مخاض اور بیس ابن لبون اور بیس حقہ اور بیس جذعہ اور بیس ابن مخاض **ف** یعنی نر اونٹ ایک سال کے اسواسطے کہ روایت کی اصحاب سنن اربعہ نے عبداللہ بن مسعودؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیت خطا کی بیس حقہ اور بیس جذعہ اور بیس بنت مخاض اور بیس بنت لبون اور بیس ابن مخاض ہیں **ص** اور کفارہ خطا اور شبہ عمد کا یہ ہے کہ قاتل ایک غلام مسلمان آزاد کرے

ف اسواسطے کہ فرمایا اللہ تعالی نے کفارہ خطا مین فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُؤْمِنَةٍ الآیہ ص تو اگر اوس سے عاجز ہو دو مہینے
پے در پے روزہ رکھے ف اسواسطے کہ فرمایا اللہ تعالی نے فَمَنْ لَمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ ص
کفارہ قتل مین کھانا کھلانا مساکین کو کافی نہین ہی ف اسلیے کہ اطعام بیان نص کلام اللہ مین وارد نہین ہوا
ص اور صحیح ہی آزاد کرنا اوس شیرخوار کا جسکے ماں یا باپ مسلمان ہون اوس بچے کا جو شکم مین ہی اور عورت کی دیت
نصف ہی مرد کی دیت سے خواہ جان کی دیت ہو یا اعضا کی ف یہ مذہب ہمارا ہی اور شافعی رح کے نزدیک مادون
الثلث دیت مرد اور عورت کی برابر ہی اور ثلث سے زیادہ ہو تو وہ نصف ہی عورت کی دلیل شافعی رح کی حدیث ہی نسائی کی کہ دیت عورت کی برابر ہی مرد کی دیت
کے یہانتک کہ پہونچے تہائی دیت کو اور صحیح کیا اس حدیث کو ابن خزیمہ نے اور حجت ہماری وہ حدیث ہی جسکو روایت کیا بیہقی نے معاذ بن
جبل سے مرفوعاً دية المرأة على النصف من دية الرجل یعنی دیت عورت کی نصف ہی دیت مرد کی اور یہ حدیث مطلق ہی شامل ہی ثلث کو اور مادون ثلث کو
اور بھی روایت کی بیہقی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہ فرمایا انھون نے دیت عورت کی نصف ہی دیت مرد کے
اور روایت کی شافعی رح نے ابراہیم سے انھون نے عمر بن الخطاب اور علی بن ابی طالب سے کہ دونون نے کہا دیت عورت
کی نصف ہی دیت مرد کی ص اور دیت ذمی کی اور مسلمان کی برابر ہی ف ہمارے نزدیک اور امام شافعی رح کے نزدیک
دیت یہودی اور نصرانی کی چار ہزار درم ہین اور مجوسی کی آٹھ سو درم ہین اور امام مالک کے نزدیک دیت یہودی اور
نصرانی کی نصف ہی دیت مسلمان کی یعنی چھ ہزار درم کیونکہ دیت مسلمان کی اونکے نزدیک بارہ ہزار درم ہین دلیل
امام شافعی کی حدیث ہی عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مقرر کیے اوپر ایک مسلمان کے
کہ قتل کیا تھا اوسنے کتابی کو چار ہزار درم دیت کے روایت کیا اوسکو عبد الرزاق نے اور اوسمین ذکر مجوسی کا نہین ہی اور روایت
کی شافعی نے پھر بیہقی نے منصور بن المعتمر سے انھون نے ثابت بن الحداد سے انھون نے ابن المسیب سے کہ عمر بن خطاب
نے فیصلہ کیا دیت مین یہودی اور نصرانی کے چار ہزار درم کا اور مجوسی مین آٹھ سو درم کا دلیل امام مالک کی حدیث ہی عمرو بن
شعیب کی عن ابیہ عن جدہ کہ فرمایا حضرت نے دیت کافر کی نصف ہی دیت مسلمان کے اور ایک روایت مین ہی کہ دیت معاہد
کی نصف ہی دیت اہل اسلام کے روایت کیا اوسکو احمد اور ابو داود اور ترمذی اور ابن ماجہ نے دلیل ہماری قول ہی اللہ تعالی کا
وَإِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِيثَاقٌ فَدِيَةٌ مُسَلَّمَةٌ إِلَى أَهْلِهِ وَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُؤْمِنَةٍ کیونکہ ظاہر آیت دلالت
کرتی ہی اس بات پر کہ دیت اوسکی مثل دیت مسلمان کے ہی اور حدیث ابوہریرہ کی کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیت
یہودی اور نصرانی کی مثل دیت مسلمان کے ہی روایت کیا اوسکو امام اعظم رح نے مسند مین زہری سے انھون نے سعید
ابن المسیب سے انھون نے ابوہریرہ سے اور یہ اسناد نہایت صحیح ہی اور روایت کی طبرانی نے معجم اوسط مین ابن عمر سے باسناد
حسن کہ دیت ذمی کی مثل دیت مسلمان کے ہی کہا صاحب تیسیر نے کہ اسناد اس حدیث کا حسن ہی اور اسی سے اخذ
کیا ابو حنیفہ اور جماعت نے اور روایت کی ابو داود نے مراسیل مین سند صحیح سے ابن المسیب سے کہ فرمایا رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کہ دیت ہر عہد والے کافر کی اوسکے عہد مین ہزار دینار ہین اور نقل کیے ابن عبد البر نے تمہید مین کئی
سندون سے بہت سے آثار ایک جماعت سے اونمین سے ہین ابن المسیب کہ وہ کہتے تھے دیت ذمی کی مثل دیت مسلمان

کے ہے اور روایت کی طحاوی نے بسند حسن ابن المسیب سے مثل روایت ابو داؤد کے لیکن یہ روایت ابن المسیب معارض ہے
اوس روایت ابن المسیب کے جس سے تمسک کیا شافعی رضہ نے باوجود اسکے کہ روایت شافعی موقوف ہے اور یہ مرفوع
ہے اور روایت کی ابن ابی شیبہ نے مصنف میں کئی آثار ابن سیرین ابراہیم نخعی اور عامر شعبی اور زہری اور یعقوب بن
عتبہ اور اسمعیل اور صالح اور عطا اور مجاہد اور علقمہ رضی اللہ عنہم سے جن سب کا مضمون یہ ہے کہ دیت ذمی کی مثل دیت مسلمان کے
ہے اور روایت کی عبدالرزاق نے ابن مسعود سے کہ کہا انھوں نے دیت ذمی کی مثل دیت مسلمان کے ہے اور زہری سے کہا کہ دیت یہودی اور نصرانی اور مجوسی
اور ہر ذمی کی مثل دیت مسلمان کے ہے اور کہا کہ ایسا ہی حکم تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں اور ابوبکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم کے عہد میں یہاں تک کہ جب
ہوئی معاویہ کی سو انھوں نے یہ کیا کہ دیت کا نصف بیت المال میں رکھا اور ولی مقتول کو نصف دیا اور روایت کی
عبدالرزاق اور دارقطنی اور بیہقی نے ابن عمر رضہ سے کہ ایک مسلمان نے مار ڈالا ایک ذمی کو خلافت عثمان رضہ میں سو حضرت عثمان
نے نہیں قتل کیا اوس مسلمان کو لیکن دیت اوس پر مقرر کی مثل دیت مسلمان کے اور روایت کی طحاوی نے باسناد
حسن جعفر بن عبداللہ بن الحکم سے کہ رفاعہ بن سموال یہودی قتل کیا گیا شام میں تو حضرت عمر رضہ نے دیت اوسکی ہزار دینار مقرر
کی کہا شارح مسند امام نے کہ سند طحاوی کی اوپر شرط مسلم کے ہے سوا ابن منقذ کی اور وہ ثقہ ہے روایت کی اوس سے حاکم
نے مستدرک میں اور ابن حبان نے صحیح میں اور روایت کی عبدالرزاق نے بسند صحیح انس بن مالک رضہ سے کہ وہ حدیث
بیان کرتے تھے کہ ایک یہودی مارا گیا تو حکم کیا اوس میں حضرت عمر رضہ نے بارہ ہزار درم کا دیت سے تو روایت شافعی اور بیہقی
کی ثابت حداد سے انھوں نے ابن المسیب سے کہ حکم کیا حضرت عمر رضہ نے یہودی اور نصرانی کی دیت میں چار ہزار درم کا
قابل التفات کے نہیں ہے کئی وجہوں سے ایک تو اس وجہ سے جو ہم نے بیان کیا کہ اوس روایت کے خلاف صحیح ہوا عمر رضہ سے
دوسرے وہ جو ذکر کیا مالک اور ابن معین نے کہ ابن المسیب نے نہیں سنا عمر رضہ سے تیسرے ثابت الحداد مجہول ہے نہیں پہچانا جاتا
اور اسی واسطے کہا ذہبی نے اپنے مختصر میں اور کون ہے ثابت الحداد اور ذکر کیا اوسکو حافظ ابن حجر نے تقریب میں کہ وہ
ثابت بیٹا ہے ہرمز کوفی کا کنیت اوسکی ابو المقدام الحداد ہے مشہور ہے اپنی کنیت سے اور وہ صدوق ہے لیکن وہم کرتا ہے
تو ضعیف کیا اوسکو بسبب علت وہم کے چوتھے ابن المسیب سے اوسکے خلاف اخراج کیا ابوداؤد نے اور طحاوی نے
اور مراسیل ابن المسیب کے شافعیہ کے نزدیک بھی مقبول ہیں کہا احمد بن جریر طبری نے تہذیب میں کہ نہیں خلاف ہے اس امر
میں کہ کفارہ قتل مسلمان اور ذمی میں یکساں ہے پس دیت بھی برابر ہونی چاہیے تو رد کیا اوس شخص پر جسنے واجب کیا کم
دیت سے ہذا خلاصۃ ما فی شرح المسند للامام **ص** اور قتل نفس میں اور ناک اور ذکر اور حشفہ کاٹنے میں پوری دیت ہے
ف اسواسطے کہ حدیث عمرو بن حزم میں ہے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ بیشک مارنے میں جان کے دیت
ہے اور ناک میں جب پوری کٹے پوری دیت ہے اور ذکر میں پوری دیت ہے الحدیث روایت کیا اوسکو ابوداؤد نے مراسیل
میں اور نسائی اور ابن خزیمہ اور ابن الجارود اور ابن حبان اور احمد نے اور اختلاف کیا ہے اوسکی صحت میں **ص**
اور جو ایسی مار مارے کہ مضروب کی عقل اوس سے جاتی رہے تو ضارب پر پوری دیت ہے **ف** بسبب فوت ہو جانے
منفعت ادراک کے اور یہی بڑا نفع ہے معاش اور معاد میں ہدایہ **ص** اسیطرح اگر مضروب کی قوت شامہ جاتی رہے

ابن منقذ

ثابت الحداد

یا سلاجھانا سر وہلاتی رہی تب بھی پوری دیت لازم ہوگی ف اسلیے کہ ہر ایک سے ایک منفعت جداگانہ مقصود ہے
ابن ابی شیبہ نے مصنف میں روایت کی عوف اعرابی سے کہ ایک شخص نے پتھر مارا دوسرے شخص کے لپانے میں
حضرت عمر بن الخطاب کے زمانہ میں تو مضروب کی سمع اور عقل اور زبان اور ذکر جاتی رہی قریب ہو سکتا تھا عورتوں سے
تو حکم کیا حضرت عمرؓ نے اوسمیں چار دیتوں کا ہدایہ میں اس کا قاعدہ کلیہ یہ تحریر ہے کہ جب جنس منفعت کی بالکل
فوت ہو جاوے یا جمال جو مقصود ظاہری جاتا رہے تو پوری دیت واجب ہوگی ص اگر زبان پوری کاٹ ڈالی یا اسقدر
کہ گویائی اوس سے جاتی رہے یا اکثر حروف نکلنا موقوف ہو گئے تو پوری دیت واجب ہوگی ف اسواسطے
کہ حدیث عمرو بن حزم میں ہے کہ زبان میں پوری دیت ہے ص اگر داڑھی کسی کی مونڈ ڈالی اور پھر وہ نہ نکلی یا سر کے
بال مونڈ ڈالے اور پھر وہ نہ جمے تو پوری دیت واجب ہوگی ف اور امام مالک اور شافعیؒ کے نزدیک حکومت
عدل واجب ہوگی کذا فی الاصل ص جو عضو انسان کے بدن میں دو دو ہیں ف جیسا ہاتھ اور آنکھ اور
کان اور پاؤں اور ہونٹ وغیرہ ہدایہ ص تو اگر دونوں کو تلف کر دیوے تو پوری دیت واجب ہوگی اور اگر
ایک کو تلف کرے تو نصف دیت واجب ہوگی ف مثلاً اگر دونوں آنکھیں پھوڑ ڈالے تو پوری دیت اور جو
ایک آنکھ پھوڑ ڈالے تو نصف دیت واجب ہوگی حدیث عمرو بن حزم میں ہے کہ دونوں آنکھوں میں پوری دیت ہے اور دونوں
بیضوں میں پوری دیت ہے اور ایک آنکھ میں اور ایک پیر میں نصف دیت ہے کذا فی شرح النقایہ ص اور پلکوں میں اگر چاروں تلف ہو جاویں تو پوری
دیت ہے اور جو ایک تلف ہووے تو ربع دیت ہے ف اسلیے کہ پلکیں چار ہیں ہدایہ ص اور ہر ہر انگلی میں خواہ ہاتھ کی ہووین یا پاؤں کی دسواں
حصہ دیت کا ہے ف اسلیے کہ انگلیاں دس ہیں اور حدیث عمرو بن حزم میں ہے کہ ہر انگلی میں خواہ ہاتھ کی ہووے یا پاؤں کی دس اونٹ ہیں
اور روایت کی ترمذی اور ابن حبان نے ابن عباسؓ سے مرفوعاً مثل اسکے ص جس انگلی میں تین جوڑ ہیں
سوا اوسکے ایک جوڑ تلف کرنے سے دسویں حصہ کا ثلث ہے اور جس میں دو جوڑ ہیں اوسکے ایک جوڑ تلف کرنے سے
دسویں حصہ کا نصف ہے ف اسواسطے کہ انگلی کی دیت جوڑوں پر تقسیم کر دی گئی ہدایہ ص جیسے ہر ہر دانت
میں بیسواں حصہ دیت کا ہے ف اسواسطے کہ حدیث عمرو بن حزم میں ہے کہ دانت میں پانچ اونٹ ہیں اور
روایت کی ابوداؤد نے ابوموسیٰ اشعری سے مثل اسکے مرفوعاً اگر کوئی کہے کہ دانت تو بتیس ہیں پھر ہر دانت
میں بیسویں حصے کے وجوب کی کیا وجہ بلکہ چاہیے تھا کہ بتیسواں حصہ لازم آتا جواب اوسکا یہ ہے کہ دانتوں کا عدد
اگرچہ بتیس ہے لیکن اخیر کے چار دانت یعنی عقل کی داڑھیں تو بعض آدمیوں کے نہیں نکلتیں اور بعض آدمیوں میں چار
نکلتی ہیں اور بعضوں میں کم تو عدد متوسط دانتوں کا تیس ٹھہرا پھر دانت سے دو نفع ہیں ایک زینت اور خوراک کو
دوسرے چبانا پس جب ایک دانت تلف ہو گیا تو اوسکی منفعت تو بالکل زائل ہو گئی یعنی زینت بھی گئی اور چبانا
بھی گیا اور اوسکے پاس والے دانت کی ایک منفعت یعنی چبانے کی جاتی رہی اور زینت کی منفعت باقی رہی بسبب غلبہ
متوسط دانتوں کا تیس ٹھہرا تو ایک دانت کی دیت تیسواں حصہ ہوا اور نصف منفعت جو دوسرے دانت کی
جاتی رہی اوسکی نصف دیت ساٹھواں حصہ ہوا اور تیسواں اور ساٹھواں حصہ ملا کر بیسواں حصہ ہوا اسلیے لیکن

دانت کے تلف ہونے میں بیسوان حصہ واجب ہو واللہ اعلم کذا فی الاصل شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی
نے حجۃ اللہ البالغہ میں اسکی بیان کی ہے کہ دانت کبھی اٹھائیس ہوتے ہیں کبھی بتیس ہوتے ہیں اور ایک کی نسبت
نکالنی ان اعداد کی طرف مشکل تھی محتاج تھی طرف عقد وخوض کے حساب میں تو مقرر کر دیا شارع نے بیس کو اور واجب
کیا ہر دانت میں نصف عشر دیت واللہ اعلم ص جس عضو کا نفع جانے سے جاتا ہے تو اوسمیں دیت اوس عضو
کی واجب ہوگی مثلاً ہاتھ شل ہو جاوے یا آنکھ کی بصارت جاتی رہے اور سر اور چہرہ کے زخموں میں قصاص نہیں ہے مگر جراحت
موضحہ میں جب عمداً ہووے ف موضحہ وہ زخم ہے جو ہڈی کو ظاہر کر دیوے کذا فی الاصل ص اور جو جراحت موضحہ
خطا سے ہووے تو اوسمیں بیسوان حصہ دیت کا واجب ہے اور ہاشمہ میں ف یعنی جو زخم ہڈی کو توڑ دیوے ص دسوان حصہ دیت کا ہے اور منقلہ میں
ف یعنی جو زخم ہڈی کو توڑ کر اپنی جگہ سے منتقل کر دیوے ص دسوان حصہ اور پانچوان حصہ دیت کا واجب ہے اور آمہ میں ف یعنی جو زخم بھیجے کی کھال
تک پہونچ جاوے ص اور جائفہ میں ف یعنی جو زخم پیٹ کے اندر تک پہونچے خواہ شکم کی طرف سے یا پشت کی طرف سے یا سینے کی طرف سے یا گردن
کی طرف سے یا اور طرف سے ص ثلث دیت کا واجب ہے اور جو جائفہ دوسری جانب پار ہو جاوے تو اوسمیں دو ثلث دیت کے
ہیں ف اسواسطے کہ حدیث عمرو بن حزم میں ہے کہ آمہ میں ثلث دیت ہے اور جائفہ میں ثلث دیت ہے اور منقلہ میں پندرہ
اونٹ ہیں اور موضحہ میں پانچ اونٹ ہیں اور اوسمیں ذکر ہاشمہ کا نہیں ہے اور روایت کی عبدالرزاق نے مصنف میں
زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے کہ ہاشمہ میں دسوان حصہ دیت کا ہے شرح نقایہ ص اور حارصہ ف یعنی کھرونچا جس سے
کھال فقط چھل جاوے ص اور دامعہ ف یعنی جو خون کو ظاہر کر دیوے لیکن نہ بہاوے مثل آنسو کے ص اور دامیہ
ف جو خون کو بہاوے ص اور باضعہ ف یعنی جو جلد کو قطع کر دیوے ص اور متلاحمہ ف یعنی جو گوشت میں
پہونچ جاوے ص اور سمحاق ف یعنی جو زخم سمحاق تک پہونچ جاوے سمحاق وہ باریک کھال ہے جو گوشت اور سر کی ہڈی
کے درمیان میں ہے ص ان میں حکومت عدل ہے یعنی مجروح کو غلام فرض کر کے بلا جراحت اوسکی قیمت لگا دینگے بعد اوسکے
بجراحت تو بمقدار تفاوت دونوں قیمتوں میں ہوگا وہی دیت ہے اسی پر فتوی ہے ف یہ احتراز ہے قول سے کرخی کے کہ بمقدار
اس زخم کا جراحت موضحہ سے دیکھ کر بقدر اوسکے بیسویں حصے میں سے واجب ہوگا ص اگر ایک ہاتھ کی سب انگلیوں
کو کاٹ ڈالا خواہ بغیر ہتھیلی کے یا ہتھیلی سمیت تو نصف دیت واجب ہوگی اور جو نصف ساعد سمیت کاٹ ڈالا تو نصف
دیت اور حکومت عدل واجب ہوگی اگر اوس ہتھیلی کو کاٹا جسمیں ایک ہی انگلی تھی تو دسوان حصہ دیت کا واجب ہوگا
اور جو دو انگلیاں تھیں تو پانچوان حصہ اور کف کا بدلا کچھ واجب نہوگا اگر کسی نے زاید انگشت کو قطع کر ڈالا یا لڑکے کی
آنکھ یا ذکر یا زبان کو تلف کیا اور ان اعضا کی صحت وسلامتی معلوم نہوئی تھی مثلاً آنکھ سے اوسنے ایسا فعل بھی نہیں کیا
تھا جس سے دیکھنا اوسکا سمجھا جاتا یا ذکر نے اوسکے جنبش نکی تھی اور زبان سے بات نہیں کی تھی تو حکومت عدل واجب
ہوگی اگر جراحت موضحہ سے اوسکی عقل جاتی رہی یا سر کے بال جاتے رہے تو موضحہ کی دیت اوسکی پوری دیت میں داخل ہو جاویگی
الگ نہ دینا پڑیگی اور جو سماعت یا بصارت یا بول چال اوسکی جاتی رہی تو داخل نہوگی اور جو موضحہ سے اوسکی دونوں آنکھیں
جاتی رہیں تو موضحہ اور آنکھوں کی دونوں کی دیت واجب ہوگی یہ نہوگا کہ موضحہ کا قصاص لیا جاوے اور آنکھوں کی

دیت جیسا مذہب صاحبین کا ہے اور قصاص نہین اوس انگلی کے قطع سے جسکے پاس کی انگلی خشک ہو گئی بلکہ دونون
کی دیت واجب ہوگی ف یہ مذہب امام کا ہے اور صاحبین اور زفرؒ کے نزدیک پہلی انگلی کا قصاص اور دوسری کی دیت
واجب ہوگی کذا فی الاصلاح ص اور قصاص نہین اوس انگلی مین جسکا اوپر کا جوڑ کاٹا گیا سو باقی انگلی بھی خشک ہو گئی
بلکہ جوڑ کی دیت اور باقی مین حکومت عدل واجب ہوگی اور اوس دانت مین جسکا نصف توڑا گیا سو باقی سیاہ ہو کر
رہ گیا بلکہ پورے دانت کی دیت واجب ہوگی جس شخص نے دانت کا قصاص لیا پھر قصاص لینے والے کا دانت جم آیا تو دیت واجب ہوگی اسی طرح
اگر ایک شخص نے دانت دوسرے کا اکھاڑا اوسنے اوٹھا کر رکھ لیا اور گوشت اوسپر جم آیا تو دیت دیکھ کر واپس لینے سے ساقط نہوگی البتہ اگر دوسرا
دانت اوسکے عوض جم آیا تو دیت ساقط ہوگی اسی طرح ساقط ہوگی دیت اگر سر یا منہ کا زخم بھر گیا اور چنگا ہو گیا یا مارنے سے
جو زخم پیدا ہوا تھا وہ اس طرح اچھا ہو گیا کہ اثر اوسکا باقی نرہا ف اور امام محمدؒ کے نزدیک اجرت طبیب کی اور دوا کی دینا
ہوگی ص اور کسی زخم کا قصاص نہ لیا جاویگا جب تک وہ تندرست نہو لے ف اسلیے کہ احتمال ہے مجروح کی موت کا
زخم کے صدمہ سے پس اوسوقت قصاص بالنفس واجب ہوگا اسلیے انتظار چاہیے صحت کا اور روایت کی امام احمد اور
دارقطنی نے عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ سے کہ منع کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے کہ قصاص لیا جاوے زخم کا جب تک
اچھا نہو زخمی اوسکا اور شافعی کے نزدیک فی الحال قصاص لینا چاہیے اور حجت ہے اون پر یہ حدیث ص اور صبی اور
مجنون کا عمد مثل خطا کے ہے تو دیت اونکی عاقلہ پر واجب ہوگی ف اور شافعیؒ کے نزدیک اونکے مال مین واجب ہوگی
اور ہماری دلیل روایت ہے بیہقی کی حضرت علیؓ سے کہ عمد صبی اور مجنون کا خطا ہے ص اور کفارہ اون پر
نہوگا اور محروم نہونگے میراث سے ف اور جو قاتل بعد قتل کے مجنون ہو گیا تو قتل کیا جاویگا کذا فی الدر المختار

فصل جنین کے بیان مین

اگر ایک شخص نے ایک عورت کے پیٹ مین ضرب لگائی سو بچہ مردہ گر پڑا تو ضارب کی عاقلہ پر غرہ یعنی بیسوان حصہ دیت کا پانسو
درہم لازم آوینگے ف اسواسطے کہ روایت کی ائمہ ستہ نے حدیث ابی ہریرہؓ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فیصلہ کیا
جنین مین غرہ کا غلام ہو یا لونڈی لیکن اوسمین پانسو درہم کا ذکر نہین ہے البتہ روایت کی ابن ابی شیبہ نے مصنف مین
زید بن اسلم سے کہ عمر بن الخطابؓ نے قیمت لگائی غرہ کی پچاس دینار اور ہر دینار دس درہم کا اور روایت کی بزار نے بریدہ
سے کہ ایک عورت نے مارا ایک عورت کو تو حکم کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اوسکے بچے مین پانسو کا اور روایت
کی ابوداؤد نے سنن مین ابراہیم نخعی سے کہ غرہ پانسو درہم ہین کذا فی شرح النقایہ ص ایک سال کے عرصے
مین ف اور امام مالکؒ کے نزدیک غرہ قاتل کے مال مین سے واجب ہوگا اور شافعیؒ کے نزدیک تین سال مین ادا
کیا جاویگا مثل دیت نفس کے اور دلیل ہماری حدیث مغیرہ بن شعبہ کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیت جنین کی مقرر کی
اوپر عاقلہ کے روایت کیا اوسکو ترمذی اور ابوداؤد نے اور مروی ہے صحیحین مین مانند اسکے اور ہدایہ مین ہے کہ محمد بن حسن نے
پہونچایا ہمکو یہ کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غرہ مقرر کیا اوپر عاقلہ کے ایک سال مین ص اور جو بچہ زندہ پیٹ سے گرا
پھر مر گیا تو پوری دیت نفس کی واجب ہوگی اور جو بچہ مردہ گرا پھر ماں بھی اوسکی مر گئی تو غرہ اور دیت دونون واجب ہونگے

ف غرہ جنین کے لیے اور دیت اوسکی ماں کی روایت کی بخاری مسلم نے ابوہریرہ سے کہ ہذیل کی دو عورتین آپس مین لڑین تو
ایک نے دوسری کے پتھر مارا اور مر گئی وہ اور جو اوسکے پیٹ مین تھا مر گیا تو حکم کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ دیت
جنین کی غرہ ہے خواہ غلام ہو یا لونڈی اور حکم کیا دیت کا عورت کی اوسکی عاقلہ پر ص اور جہان مر گئی پھر بچے مردہ
اوسکے پیٹ مین سے گر پڑے تو ایک دیت واجب ہوگی ف یعنی صرف دیت ماں کی اسلیے کہ ممکن ہے کہ موت جنین کی
ضرب سے نہوئی ہووے بلکہ دم گھٹنے سے اور شافعی کے نزدیک غرہ بھی واجب ہوگا ص اور جہان مر گئی پھر بچہ اوسکا زندہ
پیٹ سے گر کر مر گیا تو دو دیتین نفس کی پوری واجب ہونگی اور جنین کی دیت سب ورثہ اوسکے پاوینگے سوا ضارب کے
ف اسلیے کہ ضارب قاتل اوسکا ہے اور قاتل کو میراث نہین ملتی ص اور جو وہ جنین لونڈی کا تھا تو اوسکی قیمت حالت
حیات کی لگا کر بیسوان حصہ قیمت کا دینا ہوگا اگر جنین مرد ہووے اور دسوان حصہ دینا ہوگا اگر عورت ہو اگر
ایک لونڈی کو ضرب پہنچی پھر مولی نے اوسکے حمل کو آزاد کر دیا بعد اوسکے حمل گرا اور بچہ زندہ پیدا ہوکر مر گیا تو قیمت اوسکی حالت
حیات کی واجب ہوگی نہ دیت ف اسلیے کہ موت اوس بچے کی ضرب سے ہوئی اور اوس وقت مین وہ غلام تھا
آزاد نہین ہوا تھا ص اور جنین کے قتل مین کفارہ قاتل پر نہین ہے اور جو جنین ایسا ہووے کہ اوسکے بعض اعضا
بن گئے ہون تو وہ مثل پورے جنین کے ہے جس عورت نے عمداً جنین کو مردہ گرا دیا کسی دوا سے یا کسی فعل سے بغیر اذن خصم کے
تو اوسکی عاقلہ پر غرہ لازم آویگا اور جو عورت کا عاقلہ نہووے تو اوسکی ذات پر لازم آویگا ایک سال مین اور جو خاوند کے اذن سے
گرایا تو غرہ واجب نہوگا ف جاننا چاہیے کہ جس جنین کے اعضا ظاہر نہوئے ہون تو اوسکے اسقاط سے عورت گنہگار نہوگی ورنہ گنہگار ہوگی در مختار

باب راہ مین کوئی امر جدید کرنے کے بیان مین ص

جو شخص شارع عام مین سنڈاس یا پرنالہ یا برج یا موری یا چبوترہ یا دوکان بنادے تو ہو سکتا ہے اگر لوگون کو ضرر نکرے
ف یعنی اگر ضرر نکرے تو درست ہے اور جو ضرر کرے تو بالکل درست نہین کذا فی الاکمل اسواسطے کہ روایت
کی طبرانی نے معجم اوسط مین کہ فرمایا حضرت نے نہین ضرر پہنچانا اور اسلام مین ص باوصف اسکے ہر شخص کو ف اگرچہ
ذمی ہو در مختار ص اوسکا توڑ ڈالنا پہونچتا ہے ف کیونکہ شارع عام مین ہر شخص کو حق مرور حاصل ہے تو خواہ ضرر کرے یا نکرے
ہر حال مین اوسکا توڑ ڈالنا جائز ہے ہر شخص کو ص اور کوچہ غیر نافذہ مین ایسے امور کرنا درست نہین ہین اگرچہ ضرر نکرے مگر اوس شرکا کی اجازت سے
درست ہین پس اگر ان چیزون مین سے کسی کے گرنے کے سبب سے کوئی آدمی مر جاوے تو بنانے والے کے عاقلہ پر اوسکی دیت لازم آویگی
جیسے کوئی پتھر راہ مین رکھدیوے یا کنوان راہ مین کھودے اور اوسمین کوئی گر کر مر جاوے اور جو کوئی جانور مر جاوے تو اوسکا ضمان
بنانے والے پر آویگا یہ سب صورتین جب ہین کہ اوسنے بغیر اذن امام کے ان چیزون کو بنایا ہووے ف اپنے نفس کے لیے
اور جو مسلمانون کے نفع کے لیے بنایا ہو جیسے مسجد یا امام کے اذن سے تو وہ توڑا نجاویگا در مختار ص اور جو امام
کے اذن سے بنایا ہو یا راہ کے کوئین مین گرنے والا گرنے سے نمرے بلکہ بھوک سے یا دم گھٹنے سے مر جاوے تو ضمان
نہوگا ف امام ابوحنیفہ کے نزدیک اور اسی پر فتوی ہے در مختار ص جس شخص نے راستے کے پتھر کو اوٹھا کر دوسری
جگہہ رکھا اوسکے سبب سے کوئی آدمی تلف ہوگیا تو اوٹھا کے رکھنے والا ضامن ہوگا نہ پہلا رکھنے والا جیسے ہدایہ مین ہے

شخص جسنے بوجہ لادنے اپنے سر یا پیٹھ پر راہ مین اور وہ کسی پر گر پڑا یا بوریا یا قندیل یا پتھریان غیر کی مسجد مین لے گیا یا مسجد مین سوا نماز اور فعل کے لیے بیٹھا اور ان صورات سے کوئی شخص ہلاک ہوگیا ف مثلاً اوس بوجھ کے گرنے سے یا بوریا یا قندیل یا پتھریون کے ٹھوکر کے گرنے سے کوئی مرگیا یا سوا نماز کے اور کام کے لیے مسجد مین بیٹھا تھا مین ایک اندھا آیا اور اوسپر گر پڑا اور مرگیا تو ضامن ہوگا ص ضامن نہوگا وہ شخص جو چادر اوڑھے ہوئے تھا اوسکی چادر کے سبب سے کوئی مرگیا یا قندیل بوریا پتھریان وغیرہ اپنے محلہ کی مسجد مین لیگیا یا نماز کے لیے مسجد مین بیٹھا تھا سو اوسکے سبب سے کوئی مرگیا

ف فصل جھکی دیوار کے مسائل مین ص

اگر دیوار جھک جاوے شارع عام کیطرف ف یا کسیکے مکان کیطرف لیکن اس صورت مین حق طلب اون مکان والون کا ہوگا ص اور اوسکے توڑنے کے لیے کوئی شخص مسلمان یا ذمی مالک دیوار سے کہدیوے ف یعنی اوس شخص سے کہدیوے جسکو توڑنے کا اختیار ہو جیسے راہن سے کہ وہ فک رہن کرکے توڑ سکتا ہے یا ولی طفل سے یا وصی سے یا مکاتب سے یا غلام تاجر سے کذا فی الملتقی ص اور وہ اوسکو نہ توڑے اوس زمانے تک جسمین توڑ ڈالنا اوسکا ممکن ہے تو ضامن ہوگا اوس نفس کا یا مال کا جو اوس دیوار سے تلف ہووے ف لیکن ضمان مال کا مالک دیوار کی ذات پر آویگا اور ضمان نفس کا عاقلہ پر اوسکے اور بعض کتابون مین یہ مذکور ہے کہ گواہ کر دینا بھی ضروری ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ اشہاد شرط نہین ہے بلکہ اسواسطے چاہیے تا کہنے والا اپنے قول کے اثبات پر قادر ہووے اگر مالک دیوار اوس سے انکار کرے تو یہ احتیاط ہے ص اور ضامن نہ ہوگا اگر بعد اشہاد کے اوسنے وہ دیوار بیچ ڈالی اور مشتری نے اوسپر قبضہ کر لیا پھر گری یا توڑ ڈالنے کی درخواست اوس سے کی گئی جو توڑنے پر قادر نہین ہے جیسے مرتہن اور کرایہ دار اور مودع اور گھر مین رہنے والا تو اگر وہ دیوار کسی کے گھر کی طرف جھکی ہوئی ہے تو اوس گھر والے کو توڑنے کی درخواست پہونچتی ہے اور اوسکو مہلت دینے اور ضمان معاف کر دینے کا اختیار ہے اور جو اوسنے پہلے ہی سے دیوار جھکی ہوئی بنائی تو ضامن ہوگا بدون درخواست کے چنانچہ برآمدہ وغیرہ نکالنے مین ف یا پاخانہ یا پرنالہ مین کذا فی الاصل ص ایک دیوار پانچ آدمیون مین مشترک تھی ایک شریک سے درخواست اوسکے توڑنے کی کی گئی پھر وہ گر پڑی ایک شخص پر تو جس شریک سے درخواست توڑنے کی کی گئی تھی اوسکی عاقلہ پر پانچوان حصہ دیت کا لازم آویگا جیسے دو ثلث دیت کے لازم آوینگے جب تین شریکون مین سے ایک نے مکان مشترک مین کنوان کھدوایا یا دیوار اوٹھائی اور اوسکے سبب سے کوئی ہلاک ہوگیا

باب جانور کی جنایت اور جانور پر جنایت کرنیکے بیان مین

اگر سوار کی سواری کا جانور کسیکو روندڈالے یا ہاتھ یا پاؤن یا سر سے تلف کرے یا منھ سے کاٹ کھاوے یا ہاتھ سے مارے یا دھکا دیوے تو سوار پر ضمان لازم آویگا اور جو لات یا دم سے مارے تو سوار اوسکا ضمان نہ دیگا ف کیونکہ روندنے وغیرہ سے بچاؤ ممکن ہے نہ لات اور دم کی ضرب سے یہ مذہب ہمارا ہے اور شافعی کے نزدیک لات کی ضرب کا بھی ضمان دیگا کیونکہ فعل جانور کا منسوب ہے طرف سوار کے کذا فی الاصل ص اگر جانور نے چلتے چلتے لید یا پیشاب کیا اوس سے

کچھ تلف ہو گیا یا اوسکو کھڑا کیا لید یا پیشاب کیلیے تو ضمان نہو گا اور جو کسی اور کام کے لیے کھڑا کریگا تو ضمان ہو گا اسی طرح اگر جانور نے چلنے مین ہاتھ یا پانون سے کنکری یا گٹھلی اوڑائی یا غبار اوڑایا یا چھوٹا پتھر اور اوس کے سبب سے کسیکی آنکھ پھوٹ گئی یا کپڑا بگڑ گیا تو سوار پر ضمان نہو گا اور جو بڑا پتھر اوڑایا تو ضمان ہو گا **ف** اسلیکہ بڑے پتھر کے اوڑانے سے بچاؤ ممکن ہے نہ کنکری اور پتھری کے اوڑانے سے كَمَا فِي الْاَصْلِ **ص** جانور کا پیچھے سے ہانکنے والا اور آگے سے کھینچنے والا مثل سوار کے ہین ضمان اور عدم ضمان مین لیکن سوار پر کفارہ قتل بھی لازم آویگا نہ اون دونون پر اور سوار محروم ہو گا میراث سے مقتول کی نہ وہ دونون اگر دو سوار آپسمین ایک دوسرے کی دھکے سے مرجاوین تو ہر ایک کی دیت دوسرے کے عاقلہ پر ہو گی اگر ایک شخص نے اپنے جانور کو پیچھے سے ہانکا اور اوسکا زین کسی پر گرا وہ مر گیا یا آگے سے اونٹ کی قطار کو کھینچا اوسمین سے ایک اونٹ نے کسیکو روندڈالا تو دیت دینا ہو گی اور جو قطار کو پیچھے سے بھی کوئی ہانکتا تھا تو دونون پر دیت آویگی اگر زید اونٹ کی قطار لیے جاتا تھا عمرو نے بلے اوسکے اطلاع کے ایک اونٹ باندھدیا اور اوس اونٹ نے کسی کو روند کر تلف کیا تو دیت زید کی عاقلہ سے لیجاویگی پھر زید کا عاقلہ وہ دیت عمرو کی عاقلہ سے بھریگا اگر کسینے کتے کو کسی پر چھوڑا اور پیچھے سے اوسکو ہانکا سو اوس کتے نے اوسی وقت جا کر کچھ تلف کیا تو اوسپر ضمان لازم ہو گا اور جو اوس کتے کو ہانکا نہین یا پرند چھوڑا خواہ اوسکو ہانکا یا نہ ہانکا تو ضمان لازم نہ آویگا جیسے کوئی جانور خود بخود چھوٹ بھاگا سو اوسنے مال یا جان کو تلف کیا رات کو یا دن کو تو ضمان نہو گا **ف** اسواسطے کہ روایت کیا بخاری ابو داود ابن ماجہ نے ابو ہریرہؓ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اَلْعَجْمَاءُ جُرْحُهَا جُبَارٌ یعنی بے زبان کا زخمی کرنا رایگان ہے **ص** اگر کسی شخص نے اوس جانور کو مارا جسپر زید سوار ہے یا لکڑی سے اوسکو کونچا تو اوسنے ہاتھ یا پانون سے کسیکو مارا یا بھڑک کر کسیکو صدمہ دیا اور مارڈالا تو ضمان چھیڑنے والے پر ہے نہ سوار پر **ف** یہ مذہب ہمارا ہے اور امام ابو یوسف کے نزدیک دونون پر ضمان نصفا نصف ہے یہ حکم جب ہے کہ بغیر اذن سوار کے یہ فعل کیا ہووے اور جو اوسکے اذن سے ہووے تو ضمان نہو گا اور جو وہ جانور اوسی چھیڑنے والے کو مار ڈالے تو خون اوسکا رایگان ہو گا یعنی کسی پر تاوان اوسکا لازم نہ آویگا مختار **ص** اگر قصاب کی بکری کی آنکھ پھوڑدی تو جسقدر قیمت مین اوسکی نقصان ہو گیا وہ دینا ہو گا اور گاے بیل اونٹ کی اگر آنکھ پھوڑدی خواہ قصاب کے ہوں یا اور کسیکے تو چوتھائی قیمت دینا ہو گی ایسا ہی حکم ہے خچر اور گھوڑے مین

باب لونڈی غلام کی جنایت اور اونپر جنایت کرنے کے بیان مین

اگر غلام کوئی جنایت کرے خطا سے تو مالک کو اختیار ہے خواہ اوس غلام کو حوالہ کر دیوے بعوض جنایت کے اور ولی جنایت اوسکا مالک ہو جاویگا یا دیت اوس جنایت کی بطور فدیہ کے غلام کیطرف سے ادا کرے فی الفور پس اگر مالک نے فدیہ دیدیا بعد اوسکے غلام نے اور دوسری جنایت کی تو پھر فدیہ دیگا یا غلام حوالہ کرے البتہ اگر غلام نے دو جنایتین یا زیادہ کین تو مولی کو اختیار ہے خواہ اون سب جنایتون کے بدلے مین غلام کو دیدیوے یا ہر ایک کی دیت جداگانہ دیوے پس اگر مولی نے اوسکو ہبہ کر دیا یا آزاد یا مدبر یا ام ولد بنایا اور اوسکو جنایت کی خبر تھی تو دیت اور قیمت غلام مین سے کمتر کا تاوان دیدیوے اور جو خبر تھی تو دیت دیوے جیسے مولی نے اوس غلام کی آزادی کو معلق کر دیا زید کے قتل یا جرح پر اور اوس غلام نے وہ کام کیا تو مولی کو دیت دینا آویگی اگر غلام نے آزاد کا ہاتھ عمداً کاٹا اور غلام اوسکو دیا گیا سو اوسنے آزاد کر دیا پھر ہاتھ کے

زخم سے وہ مرگیا تو غلام صلح ٹھہر گیا بعوض جنایت کے اور جو اوسنے آزاد نہین کیا لیکن ہاتھ کے زخم سے مرگیا تو غلام پھیر
دیا جاویگا مولی کو سو وہ قتل ہوگا قصاص مین یا معاف کیا جاویگا اگر غلام ماذون مدیون کوئی جنایت کرے خطا سے اور
مالک کو ہسکا علم نہو وہ اوسکو آزاد کر دیوے تو مالک کمتر کا تاوان دیوے قیمت اور دین مین سے قرضخواہون کو اور کمتر کا قیمت
اور دیت مین سے ولی جنایت کو پس اگر لونڈی ماذونہ مدیونہ بچہ جنے تو قرضہ مین اوسکے ساتھ بچہ بھی بیچا جاویگا اور جنایت
مین بچہ نہ دیا جاویگا زید کے غلام کی عمرو سے آزادی کا اقرار کیا پھر اوسنے عمرو کی کوئی جنایت کی تو عمرو کو کچھ نہ ملیگا نہ غلام سے
نہ اوسکے مولی سے اگر غلام نے کہا کہ مینے زید کے بھائی کو قبل آزادی کے خطا سے مارا ہو اور زید نے کہا کہ نہین بلکہ بعد
آزادی کے تو قول غلام کا سچ سمجھا جاویگا زید نے اپنی لونڈی کو آزاد کیا پھر کہا کہ مینے تیرا ہاتھ کاٹا یا مال تیرا لیا قبل آزادی
کے اور لونڈی نے کہا بعد آزادی کے تو قول لونڈی کا مقبول ہوگا مگر جماع اور لونڈی کی کمائی مین کہ اہین قول مولی کا
مقبول ہوگا اگر غلام محجور نے یا صبی نے ایک صبی کو کسیکے قتل کے لیے کہا اور اوس صبی نے قتل کر ڈالا تو دیت قاتل کی
عاقلہ پر ہوگی اور وہ عاقلہ قاتل اوس غلام آمر سے بعد عتق کے پھیر لینگے نہ صبی آمر سے اور جو غلام محجور نے غلام محجور کو حکم
کیا قتل کا تو قاتل کا مولی اوس غلام کو حوالے کر دیوے یا فدیہ دیدے تو قتل خطا مین اور آمر پر رجوع اب نہین ہو سکتا لیکن بعد
آزادی کے کمتر قیمت اور فدیہ مین سے لے سکتا ہے ایسا ہی قتل عمد مین اگر غلام قاتل صغیر سن ہو اور جو بالغ ہوگا تو قصاصًا
قتل کیا جاویگا اگر ایک غلام نے دو آزاد شخصون کو قصدًا مار ڈالا اور ہر مقتول کے دو دو ولی تھے ایک ایک نے اونمین سے عفو
کر دیا تو باقی دو وارثون کو چاہے مالک نصف غلام دیدیوے چاہے ایک پوری دیت ادا کرے اور جو ایک شخص کو عمدًا اور
دوسرے کو خطاءً قتل کیا اور عمد کے دو وارثون مین سے ایک نے عفو کر دیا تو مالک پوری دیت دیوے قتل خطا کے وارثون
کو اور نصف دیت قتل عمد کے اوس وارث کو جسنے عفو نہین کیا یا غلام کو اون تینون کے حوالے کر دیوے تو اوس غلام کے
تین حصے کر کے بانٹ دینگے تینون مین امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک چار حصے کرکے تین حصے خطا کے وارثون
کو اور ایک عمد کے وارث کو ملیگا اگر دو شخصون مین ایک غلام مشترک تھا اوسنے اون دونون کے ایک رشتہ دار کو مار ڈالا
اور ایک نے عفو کر دیا تو سب باطل ہو گیا اور صاحبین کے نزدیک عفو کرنے والا نصف حصہ اپنا دوسرے کو دیدیوے یا ربع دیت
فدیہ دیوے **فصل** غلام کی دیت اوسکی قیمت ہے پس اگر قیمت اوسکی آزاد شخص کی دیت تک پہونچ جاویگی تو اوسمین سے
دس درم کم کرینگے **ف** امام ابوحنیفہ اور محمدؒ کے نزدیک اور ایسی ہی روایت کی ابن ابی شیبہ اور عبدالرزاق نے
عبداللہ بن مسعودؓ سے اور ابو یوسف اور شافعیؒ کے نزدیک جہان تک قیمت اوسکی ہوگی دینا پڑیگی **ص** اور غصب
مین کم نہ کرینگے بلکہ جسقدر قیمت ہوگی دینا پڑیگی باجماع سب علماء کے اور شخص آزاد مین جو حصہ دیت کا جنایت مین مقرر ہے
غلام مین وہ حصہ قیمت سے مقرر کیا جاویگا مثلاً اگر کوئی غلام کا ہاتھ کاٹ ڈالے تو نصف قیمت اوسکی لازم آویگی
ف پس اگر اوسکی قیمت دس ہزار یا زائد ہوگی تو پانچ کم پانچہزار درم دینا ہونگے کذا فی الاکمل **ص** اگر غلام کا
ہاتھ عمدًا کاٹا گیا پھر وہ آزاد کیا گیا بعد اوسکے اوس زخم سے مرگیا تو قاطع سے قصاص لیا جاویگا اگر غلام کا وارث
صرف مولی ہو ورنہ نہ لیا جاویگا اگر ایک شخص نے اپنے دو غلامون مین سے ایک کو آزاد کیا پھر دونون غلام مجروح ہوے

بعد اوسکے مولی نے مقرر کیا کہ مرد میری غلامی نا غلام تھا تو دونوں کی دیت مولی کو ملیگی اور جو اون دونوں غلاموں کو
کسینے مار ڈالا تو دیت آزاد کی اور قیمت غلام کی دینا ہوگی اور جو ہر ایک غلام کو ایک ایک شخص نے مار ڈالا تو قیمت اون
دونوں کی لازم آویگی اگر ایک شخص نے ایک غلام کی دونوں آنکھیں پھوڑ ڈالیں تو مولی کو اختیار ہے خواہ غلام کو جانی
کے حوالے کرے اور اوس سے پوری قیمت اوسکی لے لیوے اور چاہے غلام کو اپنے پاس رہنے دے اور نقصان نہیں
لے سکتا **ف** اور صاحبین کے نزدیک نقصان لے لیگا اور شافعی رح کے نزدیک پوری قیمت لیگا اور غلام کو بھی رکھ چھوڑیگا
کذا فی الاصل **فصل** اگر مدبر یا ام ولد نے جنایت کی تو مولی کمتر کا تاوان دیگا دیت اور قیمت میں سے تو اگر مولی
نے قاضی کے حکم سے تاوان ولی جنایت کو دیدیا بعد اوسکے پھر انھون نے جنایت کی تو دوسری جنایت والا پہلی جنایت
والے کا شریک ہو جاویگا اوس قیمت میں جو اوسکو قاضی کے حکم سے ملی ہے اور جو مالک نے بدون حکم قاضی کے دیا تو دوسری
جنایت والا پہلی جنایت والے کا پیچھا کرے خواہ مولی کا **ف** لیکن اگر مولی سے لیگا تو وہ پہلی جنایت والے پر رجوع
کریگا اسواسطے کہ مولی پر صرف ایک قیمت واجب ہے درمختار **ص** مالک نے اپنے غلام کا ہاتھ کاٹا سو اوسکو غصب
کیا ایک شخص نے اور زخم کے سرایت سے وہ غلام مرگیا غاصب پاس تو غاصب تاوان دیدیگا ہاتھ کٹے غلام کی قیمت کا اور جو مولی نے
ہاتھ کاٹا اپنے غلام کا اور وہ غلام غاصب پاس تھا تو غاصب بری ہوگیا تاوان سے اگر غلام محجور نے غلام محجور کو غصب کیا پھر
مغصوب غاصب پاس مرگیا تو غاصب پر تاوان آویگا **ف** اسلیے کہ محجور سے مواخذہ کیا جاتا ہے افعال میں پس اگر
غصب ظاہر ہوگا تو وہ اوسمیں بیچ کیا جاویگا اور جو غصب صرف اوسکے اقرار سے ثابت ہو تو مواخذہ ہوگا اوس
بعد آزادی کے کذا فی الاصل **ص** اگر مدبر نے اپنے غاصب پاس جنایت کی پھر مولی پاس آنکر دوسری جنایت کی یا
اسکا الٹا ہوا تو مالک اوسکی قیمت کا تاوان دیوے دونوں ولی جنایت کو اور نصف قیمت پھر لیوے غاصب سے اور حوالے
کرے اوسکو پہلی جنایت والوں کے پھر رجوع کر لیوے اوسکا غاصب پر صورت اولی میں نہ ثانی میں
اور خالص غلام بھی یعنی قن مثل مدبر کے ہے دونوں صورتوں میں لیکن مولی یہاں خود غلام کو حوالے کرے جیسے
مدبر میں اوسکی قیمت دیتا ہے اگر زید کے مدبر کو عمرو نے غصب کیا اور اوسنے جنایت کی عمرو پاس پھر عمرو نے
رد کر دیا اوسکو طرف زید کے بعد اوسکے پھر غصب کیا پھر اوسنے جنایت کی تو مالک پر پوری قیمت اوس
مدبر کی دونوں اولیاے جنایت کیلیے لازم آویگی پھر وہ پوری قیمت عمرو سے بھر لیگا اور
اوس میں سے نصف پہلی جنایت والوں کو دیکر پھر وہ نصف غاصب سے بھر لیگا اگر زید نے کسیکا
آزاد لڑکا غصب کیا پھر وہ لڑکا زید پاس آکر ناگہان یا بخار سے مرگیا تو زید ضامن نہوگا اور جو بجلی کے گرنے یا سانپ کے
کاٹنے سے مرگیا تو زید کے عاقلہ پر دیت لڑکے کی آویگی **ف** آزاد لڑکے کا غصب عبارت ہے اوسکے لیجانے سے
کیونکہ غصب شخص آزاد میں متصور نہیں ہے درمختار میں ہے کہ بیہ کا حکم بھی اس صورت میں مثل صغیر کے ہے اگر غاصب اوسکو
ایسے مکانات کیطرف لیگیا کہ اوسکو حفاظت اپنی ممکن نہیں ہے اور اگر کسینے صغیر کو غصب کیا پھر وہ صغیر اوسکے
پاس سے غائب ہوگیا تو غاصب قید رکھا جاویگا یہاں تک کہ اوس صغیر کو لاوے یا اوسکی موت معلوم ہو جاوے اگر ضامن

صغیر کا حشفہ کاٹ ڈالا تو اگر لڑکا مرگیا تو ختان کے عاقلہ پر نصف دیت لازم ہوگی اور جو زندہ رہا تو پوری دیت اوسکے
ہے چنانچہ گذرا کہ وہ کون سا جانی ہے کہ اگر اوسکی جنایت سے مجنی علیہ مرجاوے تو نصف دیت ہے اور جو نہ مرے تو پوری دیت
ص جب ایک لڑکے کے پاس غلام رکھا گیا بطور امانت کے اور اوس لڑکے نے اوس غلام کو مار ڈالا تو عاقلہ پر لڑکے کے
دیت غلام کی ہوگی اور اگر لڑکے نے کسیکا مال تلف کیا بغیر ایداع کے تو اوسپر ضمان ہے اور جو اوسکے پاس ایداع ہو یعنی بطور
امانت کے رکھا گیا اور اوسنے تلف کیا تو ضمان نہین ہے ف لیکن جب ہے کہ صبی عاقل ہو اور غیر عاقل پر مطلقا تاوان نہین ہے در مختار

باب قسامت کے بیان مین

وہ مردہ جسپر اثر ضرب کا یا جراحت کا ہو یا گلا دبانے کا نشان ہو یا خون بہتا ہو اوسکے کان یا آنکھ سے کسی محلہ مین پایا گیا یا اوسکا
اکثر بدن یا نصف بدن سر کے ساتھ ملا اور اوسکا قاتل معلوم نہین ہے اور ولی مقتول دعوی قتل کا رکھتا ہے کل اہل محلہ پر یا بعض
پر تو ولی پچاس آدمیون کو محلہ والون مین سے چھانٹے اور اونسے یہ قسم لیجاوے کہ واللہ ہمنے اسکو قتل نہین کیا اور نہ اوسکے قاتل کو ہم جانتے
ہین ف یعنی ہر ہر شخص اون مین سے اسطرح قسم کھاوے کہ مینے اسکو قتل نہین کیا اور نہ مین قاتل کو اسکے جانتا ہون
اور امام شافعی کے نزدیک اگر اہل محلہ پر لوث ہو قتل کا یعنی اونمین سے کسی پر علامت قتل پائی جاوے یا ظاہر حال اسکا
شاہد ہو مثلا مقتول سے اونکو عداوت ہو یا ایک شخص عادل شہادت دیوے قتل کی یا جماعت غیر عادل شہادت دیوے اس بات کی
کہ اہل محلہ نے اوسکو قتل کیا ہے تو اولیا مقتول کو پچاس حلف دیجاوینگے اس امر پر کہ واللہ اہل محلہ نے اوسکو قتل کیا ہے پھر حکم کیا جاویگا
دیت کا مدعی علیہم پر برابر ہے کہ دعوی قتل عمد کا ہو یا خطا کا اور امام مالک نے کہا کہ حکم کیا جاویگا قصاص کا اگر دعوی قتل عمد کا ہووے
اور یہی ایک قول ہے شافعی کا اگرچہ لوث نہو تو مذہب مالک کا مثل ہمارے مذہب کے ہے مگر فرق اتنا ہے کہ وہ ایمان کو مکرر نہین
کرتے اہل محلہ پر بلکہ رد کرتے ہین اونکو اولیا مقتول پر پس اگر حلف کرلیوین اہل محلہ تو وہ دیت نہین دلاتے اور ہے اور دلیل ہماری
قول ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کہ گواہ مدعی پر ہین اور قسم منکر پر روایت کیا اوسکو بیہقی نے ابن عباس سے اور صحاح ستہ
والون نے مانند اوسکے تو قسمین اہل محلہ پر اسلیے مقرر ہوئین تاکہ اگر انھون نے قتل کیا ہے تو قسم دروغ سے بچکر اقرار کرین قتل کا
پس واجب ہووے قصاص اور جو حلف کرلیوین تو قصاص سے برات ہوجاویگی لیکن دیت واجب ہوگی اون پر اسواسطے
کہ مقتول اونکے بیچ مین ہے ص پس جب اہل محلہ حلف کرلیوین تو اونپر دیت کا حکم کیا جاویگا ف اسواسطے کہ روایت کی نسائی
نے عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیت مقرر کی یہود پر جب محیصہ کا بیٹا اونکے دروازہ پر
مقتول پایا گیا تھا اور روایت کی بزار نے سعید بن المسیب سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شروع کیا یہود کے ساتھ قسامت
کو اور مقرر کی اونپر دیت اور روایت کی ابن ابی شیبہ نے اور شافعی نے عمر بن خطاب سے کہ انھون نے پچاس آدمیون کو
حلف کا حکم کیا قسامت مین پس حلف دلایا اونکو اور مقرر کی اونپر دیت ص تو اگر ولی نے دعوی کیا قتل کا
کسی معین شخص پر جو اہل محلہ مین سے نہین ہے تو قسامت اہل محلہ سے ساقط ہوجاویگی پس اگر اہل محلہ پچاس سے کم ہون تو مکرر
اون سے قسم لیجاوے یہانتک کہ پچاس قسمین پوری ہوجاوین ف اسواسطے کہ روایت کی ابن ابی شیبہ نے
ابراہیم سے کہ جب اونمین حلف کرنے والے کم ہون تو قسمین یہانتک کہ پوری ہوجاوین اور روایت کیا عبد الرزاق نے کہ حضرت

حضرت عمرؓ نے ایک عورت کو پچاس قسمین دلائین جب اوسکا شوہر مارا گیا تھا پھر اوسپر دیت مقرر کی اور روایت کی
ابن ابی شیبہ نے شریح سے اور عبد الرزاق نے ابراہیم نخعی سے مثل اسکے **ص** اور جو شخص اہل محلہ مین سے انکار کرے
قسم کا تو وہ قید رکھا جاوے یہانتک کہ قسم کھاوے اور قسامت مین صبی اور مجنون اور عورت اور غلام شریک نہونگے
اور نہین ہے قسامت اور نہ دیت اوس نعش مین جسپر اثر زخم کا نہین ہے یا خون اوسکے منھ یا دبر یا ذکر سے نکلا ہے
ف اسواسطے کہ ان اعضا سے خون نکلتا ہے خود بخود بھی بخلاف کان اور آنکھ کے کہ بغیر ضرب کے خون اونمین سے
نہین نکلتا کذا فی الاصل **ص** اگر مقتول جانور پر پایا گیا اور اوسکے ساتھ ایک ہانکنے والا ہے یا کھینچنے والا ہے یا
سوار ہے تو اوسکی دیت سائق یا قائد یا راکب کے عاقلہ پر ہوگی اور جو تینون ہون تو اون سب کو دیت دینا ہوگا اور اگر ایک جانور
پایا گیا دو قریون کے درمیان مین اور اوسپر ایک مقتول ہے تو جو گانون وہان سے قریب تر ہوگا اوسپر قسامت اور دیت ہے
ف اسواسطے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسا ہی حکم کیا جب ایک مقتول دو گانون کے بیچ مین پایا گیا تھا روایت
کیا اوسکو ابو داؤد طیالسی اور اسحق بن راہویہ و بزار نے اپنے مسانید مین اور بیہقی نے اپنے سنن مین اور حضرت عمرؓ نے
بھی ایسا ہی حکم کیا تھا اس واقعہ مین اخراج کیا اوسکا ابن ابی شیبہ نے مصنف مین زیلعی **ص** اور جو مقتول کسی کے گھر
مین ملا تو گھر والے پر قسامت ہے اور اوسکے عاقلہ پر دیت لازم ہوگی اگر ثابت ہو لیکن کہ گھر اوسی کا مملوک ہے حجت سے اور جو مقتول
اپنے ہی گھر مین ملے تو دیت اوسکی وارثون کے عاقلہ پر ہوگی **ف** امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اور صاحبین اور زفرؒ کے نزدیک
کچھ اس صورت مین لازم نہ آویگا اور یہی حق ہے کذا فی الاصل **ص** اور دیت اور قسامت اہل خطہ پر ہے **ف** جنکو امام نے
سند لکھدی ملکیت کی ابتداء فتح اسلام کے وقت اگرچہ اونمین سے ایک ہی شخص باقی ہو در مختار **ص** نہ رہنے والون
اور خریدارون پر پھر اگر سب مالکون نے اوسکو بیع کر ڈالا ہو تو دیت اور قسامت خریدارون پر ہے **ف** باجماع سب علما
ہمارے کے در مختار **ص** اگر مقتول مکان مشترک مین پایا گیا اور بعضون کا حصہ زیادہ ہے تو قسامت اور دیت شرکا کی شمار کے
موافق ہوگی **ف** نہ حصون کے لحاظ سے یعنی حصہ قلیل والے اور حصہ کثیر والے دیت اور قسامت مین برابر ہونگے **ص**
اگر گھر بیچا گیا لیکن مشتری کے قبضے مین نہین آیا تھا کہ اوسمین مقتول نکلا تو قسامت اور دیت بائع کی عاقلہ پر ہے اور بیع
بالخیار مین قابض کی عاقلہ پر اور کشتی مین اہل کشتی پر یعنی جو اوسمین سوار ہین یا ملاح اور مسجد محلہ مین اہل محلہ پر اور دو گانون کے
بیچ مین قریب گانون والون پر اور بازار خاص مین جو کسی کی مملوک ہو مالک بازار پر اور بازار غیر مملوک اور شارع عام اور قیدخانہ
اور جامع مسجد **ف** اور جو مکان عامہ مسلمین سے متعلق ہوں در مختار **ص** مین اگر مقتول ملے تو قسامت نہیں ہے
اور دیت اوسکی بیت المال مین سے ملیگی اور جو ایک قوم باہم بھڑ گئی تلوارین کھینچکر پھر ایک مقتول کو چھوڑ کر جدا ہو گئی تو
اہل محلہ پر قسامت اور دیت ہے اسواسطے کہ حفاظت محلہ کی اونکے ذمے ہے مگر یہ کہ وارث مقتول کا قوم پر یا اون مین سے
کسی شخص معین پر دعوی کرے تو اہل محلہ پر کچھ واجب نہوگا اور خون رائگان ہوگا اوسکی دیت وغیرہ کچھ نہ ملیگی اگر مقتول
جنگل مین یا آب جاری مین بہتا ہوا ملے اگر جن لوگون سے حلف طلب ہو کے قسامت مین اونمین سے ایک نے کہا کہ مقتول
کو زید نے مارا ہے تو اوس سے یون حلف لیا جاویگا واللہ مینے مقتول کو قتل نہین کیا اور نہ مین اوسکے قاتل کو سوا زید کے

اور کسیکو جانتا ہون لیکن یہ اظہار اوسکا زید پر قبول نکیا جاویگا تو باطل ہی شہادت اہل محلہ کی اور لوگون پر بابت قتل کے یا اپنے میں سے کسی پر اور جو شخص کسی محلہ مین مجروح ہوا پھر وہان سے اوٹھایا گیا لیکن صاحب فراش رہکر مرگیا تو دیت اور قسامت اونھین محلہ والون پر ہوگی جہان پر زخمی ہوا تھا اگر ایک مکان مین صرف دو ہی شخص تھے ایک اونمین سے مقتول پایا گیا تو دوسرا ضامن ہوگا دیت کا نزدیک ابو یوسف رح کے نہ محمد رح کے اور جو مقتول کسی عورت کے گانون مین ملا تو اوس عورت پر قسمین مکرر کی جاوینگی اور دیت اوسکی عاقلہ پر ہوگی **ف** یہ مذہب طرفین کا ہی اور ابو یوسف رح کے نزدیک قسامت بھی عاقلہ پر ہوگی اسواسطے کہ قسامت اون لوگون پر ہی جنسے نصرت متصور ہی اور عورت اسکی اہل نہین ہی

کتاب المعاقل

یہ کتاب ہی اون لوگون کے بیان مین جن پر دیت واجب ہوتی ہی یعنی عواقل کے بیان مین جو جمع ہی عاقلہ کی **ص** جو شخص لشکری ہی تو اوسکے عاقلہ وہ لوگ ہین جنکا نام دیوان مین مرقوم ہی **ف** دیوان عبارت ہی اون اوراق سے جنمین اہل لشکر کے نام اور اونکا سالیانہ یا ششماہی یا ماہانہ لکھا جاتا ہی یعنی دفتر لشکر اہل اسلام تو لشکری کا عاقلہ بھی لشکری لوگ ہین **ص** اور یہ ہمارے نزدیک ہی اور شافعی رح کے نزدیک عاقلہ قاتل کے اوسکے کنبے والے ہین اسلیے کہ ایسا ہی تھا زمانے مین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے **ف** روایت کیا اوسکو ابن ابی شیبہ نے شعبی سے مرسلاً کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیت قریش کی مقرر کی اوپر قریش کے اور دیت انصار کی انصار پر **ص** اور نسخ نہین ہوسکتا بعد زمانہ حضرت علیہ السلام کے اور ہماری دلیل یہ ہی کہ عمر رض نے جبکہ دفاتر مرتب کیے محضر مین صحابہ کرام کے تو دیت اہل دیوان پر مقرر کی **ف** روایت کی ابن ابی شیبہ نے ابراہیم سے اور شعبی سے کہ اول جسنے عطا کو مقرر کیا عمر بن الخطاب رض ہین اور مقرر کی دیت اونکی عطا مین تین سال مین اور روایت کی عبد الرزاق نے مصنف مین عمر رض سے کہ انھون نے دیت مقرر کی عطاؤن مین تین سال کے اندر اور ایک روایت مین ہی کہ حضرت عمر رض نے حکم کیا دیت کا تین سال مین ہر سال مین ایک ثلث اوپر اہل دیوان کے اونکی عطاؤن مین **ص** اور یہ فعل حضرت عمر رض کا نسخ نہین ہی بلکہ تقریر ہی اس معنی کر کہ دیت اوپر مددگارون کے ہی اور مددگاری کی صورتین مختلف ہین مثل قرابت کے اور مانند اسکے تو حضرت عمر رض کے زمانے مین نصرت دیوان سے ٹھہری اسی طرح اگر نصرت حرفہ سے ہو تو اہل حرفہ اوسکے عاقلہ ٹھہرینگے پس وصول کیجاویگی دیت اونکی عطاؤن سے تین سال کے عرصے مین **ف** اسی طرح جو دیت قاتل کے مال مین واجب ہو تو وہ بھی تین سال کے عرصے مین لیجاویگی جیسے باپ بیٹے کو عمداً قتل کرے اور امام شافعی کے نزدیک فی الفور لیجاویگی کذا فی الاصل **ص** پھر اگر عطائین تین سال سے زیادہ یا کم مین بیت المال مین سے نکلین تو اوسی طرح دیت لیجاویگی **ف** مثلاً اگر تین سال کی عطا پہلے ہی سال مین پیشگی مل گئی تو کل دیت اوس سے لیجاویگی اور جو چار برس مین ملی تو چار سال مین دیت وصول کیجاویگی **ص** اور جو شخص لشکری نہین ہی تو اوسکا عاقلہ اوسکے کنبے والے ہین اور دیت اون پر تقسیم کیجاویگی اسطرح کہ ہر ایک سے تین سال مین تین درم لیے جاوینگے یا تین سال مین چار درم اس سے زیادہ کسی سے نہ لینگے یہی صحیح ہی پس اگر کنبے والے اسقدر نہون کہ دیت پوری اون سے وصول ہوسکے تو اوسکے نزدیک کے کنبے والون کو پھر قریب سے کنبے والون کو اسی طرح ملاتے جاوینگے یہان تک کہ دیت پوری ہوجاوے اور قاتل عاقلہ مین سے

ایک شخص کے مانند ہی ف یعنی دیت دینے مین وہ بھی شریک ہوگا اور اوسی قدر دیگا جسقدر ایک ایک آدمی
عاقلہ مین سے دیتا ہی اور جو کوئی شخص عجمی قاتل ہو تو اوسکا عاقلہ نہین ہی اگر وہ اوسکے مددگار ہون اور جو وہ پیشہ والا ہو جیسے چمار
جولاہہ وغیرہ جسکے اہل حرفہ مددگار ہون تو عاقلہ اوسکا اوسکے حرفہ والے ہین تو جسکا عاقلہ نہین ہی اگر وہ مسلمان ہی تو دیت
اوسکی بیت المال مین ہی اور اگر وہ ذمی ہی تو دیت اوسکے مال مین سے دیجاویگی اور بعضون کے نزدیک خواہ قاتل مسلمان ہو
یا ذمی جب اوسکا عاقلہ نہو تو دیت اوسکی مال مین ہی تین برس کے اندر اوس سے وصول کیجاویگی کذا فی الدر المختار ص
اور غلام آزاد کا عاقلہ اوسکے مالک کا قبیلہ ہی اور مولی الموالاۃ کا اوسکا مولی اور مولی کا قبیلہ اور عاقلہ پر وہ دیت لازم آویگی
جسکو قتل موجب ہی ف جیسے دیت قتل خطائی اور قتل شبہ عمد کی ص اور بیسوین حصے سے دیت کے کم نہین ہی بلکہ
بیسوان حصہ یا زائد ہی ف اسواسطے کہ روایت کیا ابن ابی شیبہ نے ابراہیم نخعی سے کہ کہا انھون نے نہین دیت دیگی عاقلہ
کم کا موضحہ سے اور نہ دیت دیگی عمد کا اور نہ صلح کا اور نہ اعتراف کا مدعی علیہ کے آثر ہدایہ مین ہی کہ ابن عباس سے موقوفاً اور مرفوعاً مروی ہی
کہ عاقلہ دیت نہ دینگے عمد کی اور نہ غلام کی اور نہ صلح کی اور نہ اعتراف کی اور نہ جو کم ہو دیت سے موضحہ کی یعنی بیسوین حصے سے
کہا زیلعی نے تخریج ہدایہ مین کہ اس حدیث کو موقوفاً تو امام محمد نے روایت کیا ہی اور مرفوعاً غریب ہی ص اور نہ وہ دیت جو صلح
یا اقرار سے مدعی علیہ کے واجب ہوئی مگر جب عاقلہ اوسکے اقرار کی تصدیق کریں اور نہ وہ دیت جو قتل عمد مین واجب ہو کہ بسبب
ساقط ہو جانے قصاص کے کسی شبہ سے یا قرابت سے اور جنایت عبد سے یا عمد سے اور بیسوین حصے سے کم کی دیت بلکہ یہ تین جانی کے مال مین واجب ہونگی

کتاب الوصایا

یہ کتاب ہی وصیتون کے بیان مین ص وصیت کہتے ہین ایجاب کو بعد موت کے اور مستحب ہی وصیت تہائی مال سے
کم کی اگر وارث مالدار اور غنی ہون یا جسقدر حصہ اونکو بعد وصیت کے ملے اوس سے غنی ہو جاوین ورنہ ترک وصیت اولی ہی ف
اسواسطے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بہتر صدقہ وہ ہی جو اپنے نفقے والے پر ہو روایت کیا اوسکو امام احمد نے ابی ایوب
انصاری سے اور جواز وصیت کا ثابت ہی کلام اللہ اور احادیث اور اجماع امت سے ص حمل کے لیے وصیت کرنی شلاً یہ
کہنا کہ میرا اسقدر مال اس پیٹ کے بچے کو ملے اور حمل کی وصیت کسی اور کو کرنی شلاً یہ کہنا کہ میری لونڈی کے حمل سے جو بچہ پیدا ہو
وہ فلان شخص کو ملے درست ہی بشرطیکہ وقت وصیت سے چھ مہینے سے کم مین بچہ پیدا ہو اسی طرح لونڈی حاملہ کی وصیت کرنا
اور اوسکے حمل کو مستثنی کرنا درست ہی ف مثلاً یون کہے کہ یہ لونڈی فلان کو دینا مگر حمل اوسکا سوا ہے لینا ص مسلمان
اگر ذمی کے لیے وصیت کرے یا ذمی مسلمان کے لیے تو درست ہی ف اسواسطے کہ اہل ذمہ معاملات مین مثل مسلمانو
کے ہین اور فرمایا اللہ تعالی نے لَا يَنْهَاكُمُ اللَّهُ عَنِ الَّذِينَ لَمْ يُقَاتِلُوكُمْ فِي الدِّينِ وَلَمْ يُخْرِجُوكُمْ مِنْ دِيَارِكُمْ
أَنْ تَبَرُّوهُمْ وَتُقْسِطُوا إِلَيْهِمْ یعنی نہین منع کرتا ہی تمکو اللہ تعالی اس بات سے کہ جن لوگون نے تمسے قتال نہین کیا دین مین اور تمکو
تمہارے شہرون سے نہین نکالا تو تم اونکے ساتھ احسان کرو اور انصاف کرو اون سے ص وصیت درست ہی اجنبی کے
لیے بقدر ثلث مال کے ثلث سے زیادہ مگر جب ورثہ اجازت دیدیوین ف اسواسطے کہ روایت کی بخاری اور مسلم نے
سعد بن ابی وقاص سے کہا کہ کہا مین نے یا رسول اللہ مین مالدار ہون اور وارث میرا سوا ایک بیٹی کے کوئی نہین ہی تو مین دو

دون دو تہائی مال کا فرمایا آپ نے نہین پھر کہا مینے صدقہ دون مین نصف مال کا فرمایا نہین کہا مینے تصدق کرون مین
تہائی مال فرمایا صدقہ کر تہائی اور تہائی بہت ہے بیشک تیرا چھوڑ جانا وارثون کو غنی بہتر ہے اس سے کہ چھوڑ جاوے تو انکو مفلس ہاتھ
پھیلاوین لوگون کے سامنے اور معاذ بن جبل سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ تعالی نے صدقہ کیا
تم پر تہائی مال کا تمہارے مرنے کے وقت واسطے بڑھانے نیکیون کے روایت کیا اوسکو دارقطنی نے اور امام احمد نے اور بزار
نے ابو الدرداء کی حدیث سے اور ابن ماجہ نے ابوہریرہ رض سے لیکن یہ سب روایتین ضعیف ہین اور قوی کرتی ہے ایک
روایت دوسری روایت کو واللہ اعلم بلوغ المرام ص اور درست نہین ہے وصیت وارث کے لیے ف یعنی جو
شخص میت کے ترکہ مین سے حصہ کا مستحق ہو اوسکے لیے وصیت درست نہین ہے اور جو وہ محروم ہو جاوے جیسے بھائی کے
کے لیے وصیت کی باوجود بیٹے ہونے کے تو درست ہے دلیل اس باب مین حدیث ہے ابی امامہ باہلی رض کی کہا کہ سنا مینے رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرماتے تھے کہ اللہ تعالی نے دیدیا ہے حقدار کو اوسکا حق پس اب وصیت نہین ہے وارث کے لیے
روایت کیا اوسکو امام احمد اور چارون عالمون نے مگر نسائی نے اور حسن کہا اوسکو احمد نے اور ترمذی نے اور قوی کہا اوسکو
ابن الخزیمہ اور ابن الجارود نے اور روایت کیا اوسکو دارقطنی نے ابن عباس سے اور زیادہ کیا اوسکے آخر مین مگر یہ کہ چاہین
سب وارث اور اسناد اوسکا حسن ہے بلوغ المرام اور آیت كُتِبَ عَلَيْكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ إِنْ تَرَكَ خَيْرًا
الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ منسوخ ہے اس حدیث سے یا آیت مواریث سے یا ماؤل ہے ص اور قاتل کے
لیے جو مباشر ہو قتل کا ف اسواسطے کہ ہدایہ مین ہے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہین ہے وصیت قاتل کے لیے
کہا زیلعی نے تخریج ہدایہ مین کہ اخراج کیا اس حدیث کا دارقطنی نے مبشر بن عبید سے انھون نے حجاج بن ارطاۃ سے
انھون نے حکم سے انھون نے ابن عیینہ سے انھون نے عبدالرحمن بن ابی لیلی سے انھون نے حضرت علی بن ابی طالب سے کہ فرمایا رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہین درست ہے قاتل کے لیے وصیت کہا دارقطنی نے کہ مبشر بن عبید متروک ہے بنایا کرتا ہے حدیث کو انتہی
مباشر کی قید سے احتراز ہوا قتل بالسبب سے مثل حفر بیر کے اور امام شافعی کے نزدیک قاتل کے لیے وصیت درست ہے اور
اسی خلاف پر ہے اگر ایک شخص کے لیے وصیت کی پھر اوسنے موصی کو مار ڈالا کذا فی الاصل ص وصیت نہین درست ہے
اگر موصی صبی ہو یا مکاتب ہو اگرچہ مال بقدر وفا چھوڑ جاوے اور مقدم ہوگا ادا دین وصیت پر ف اسواسطے کہ ادا کرنا دین کا
ضروری ہے بعد فرض ہے اور وصیت تو زیادتی حسنات کے لیے مستحب ہے اور قرآن شریف مین اگرچہ وصیت ذکر مین مقدم ہے
دین پر لیکن حکم مین مؤخر ہے باجماع مفسرین کے ص اور وصیت قبول کیجاتی ہے بعد مرجانے موصی کے اور باطل ہے قبول اوسکا حیات مین موصی کی اور موصی لہ
مالک ہو جاتا ہے وصیت کا جب اوسکو قبول کرے مگر ایک صورت مین وہ یہ ہے کہ موصی لہ بعد موصی کے مرجاوے قبول سے پہلے تو وصیت موصی لہ کے وارثون کی
ہو جاوے گی اور موصی کو جائز ہے رجوع کرنا وصیت سے صریح قول سے یا ایسے فعل سے جو مالک کے حق کو قطع کر دیتا ہو جیسے غصب ف مثلاً موصی بہ مین ایسا تصرف کرے کہ اوس
کا نام بدل جاوے اور اکثر منافع جاتے رہین ص یا ایسے فعل سے کہ موصی بہ مین ایک ایسا اضافہ ہو جاوے کہ بغیر اوسکے
تسلیم موصی بہ کی ممکن نہ ہو جیسے مثلاً موصی بہ ستو کو گھی مین لت کر ڈالا یا موصی بہ گھر مین عمارت بنالے یا ایسے تصرف سے جو موصی کی
ملک کو زائل کر دیوے جیسے مثلاً موصی بہ کو بیچ ڈالا یا ہبہ کر دیوے اور کپڑے موصی بہ کو دھلانا رجوع نہ ہوگا وصیت سے اسی طرح انکار کرنا وصیت سے

ف اور امام ابو یوسف کے نزدیک انکار کرنا موصی کا وصیت سے رجوع ہے اور دونون قول مفتی بہا ہین درمختار
ص اور مریض کا ہبہ اور اوسکی وصیت باطل ہے اوس عورت کے واسطے جس سے موصی نے نکاح کیا بعد وصیت اور ہبہ
اسی طرح باطل ہے اقرار اور وصیت اور ہبہ اوسکا اپنے کافر بیٹے کے لیے یا غلام کے لیے اگر وہ مسلمان ہو گیا یا غلام تو
بعد اسکے اور جائز ہے ہبہ اوس شخص کا جسکے پانون رہ گئے یا اوسکو فالج نے مارا یا اوسکے ہاتھ رہ گئے یا اوسکو سل
تمام مال سے اگر ایک سال تک یہ مرض ممتد ہوئے اور موت کا خوف نہ ہو ورنہ تہائی مال سے نافذ ہوگا اگر
وصیتین جمع ہوئین اور تہائی مال اون سب کو کافی نہین ہے تو جو وصیت فرض ہے اوسکو مقدم کرینگے نفل پر اور جو
وصیتین یکسان ہووین تو جسکو موصی نے مقدم کیا ہو وہی پہلے ادا کی جاویگی تو اگر اوسنے وصیت کی حج کی تو ا
سے ایک شخص کو سوار کرکے موصی کے شہر سے حج کراوینگے اور جو خرچ اسقدر کافی نہو تو جس شہر سے کافی ہو وہان سے
اور جو حج کرنے والا راستے مین مرگیا اور وصیت کی اوسنے حج کی تو اوسکے شہر سے حج کرایا جاویگا ف امام ابو حنیفہ
اگر خرچ اسقدر کو کافی ہو ورنہ جہان سے کافی ہو وہان سے کراوینگے اور صاحبین کے نزدیک جہان یہ مرا ہے وہان سے کراوینگے اگر خرچ ا
کافی ہو ورنہ جہان سے کافی ہو وہان سے کرادینگے اور قول امام معتمد ہے اور وہی پر متون ہین کذا فی ا

باب ثلث مال کی وصیت کے بیان مین

جب اپنے تہائی مال کی وصیت کی زید کے واسطے اور دوسرے شخص کے واسطے بھی تہائی مال کی وصیت کی اور وا
اجازت نہ دی تو تہائی مال دونون شخصون مین نصفا نصف تقسیم ہوگا اور اگر تہائی مال کی وصیت کی زید کے
سدس مال کی عمرو کے لیے تو ثلث مال کے تین حصے کرکے دو زید کو دینگے اور ایک عمرو کو اور جو ثلث مال کی وصیت ا
لیے اور کل مال کی وصیت کی خالد کے لیے تو امام صاحب کے نزدیک ثلث مال کو نصفا نصف بکر اور خالد بانٹ لینگے
صاحبین کے نزدیک ثلث مال کے چار حصے کرکے ایک حصہ بکر کو اور تین حصے خالد کو دینگے ف امام صاحب
کہ وصیت ثلث سے زیادہ کی جب اوسکو ورثہ نے جائز نہ رکھا باطل ٹھہری تو ایسا ہوا گویا موصی نے وصیت
ثلث کی بکر اور خالد کے لیے تو ثلث کو نصفا نصف بانٹ دینگے اور صاحبین نے یہ کہا کہ ثلث سے زائد وصیت
اس معنی کر کہ موصی لہ اوسکا مستحق نہین ہے بسبب حق ورثہ کے اور معتبر ہو سکتا ہے مین کہ موصی لہ ثلث مین سے بقد
حصہ لیگا اسلیے کہ اسکے باطل ہونے کی کوئی وجہ نہین ہے تو کل کے تین ثلث ہوئے اور تین ثلث اور ایک ثلث ملکر چار
تو اسی طرح ثلث مال چار حصون پر تقسیم ہوگا کذا فی الاصلاح ص امام اعظم کے نزدیک موصی لہ کا حصہ ثلث سے ز
جاویگا ف یعنی ثلث سے زیادہ مین ضرب نہوگی پس جب وصیت کی ثلث مال کی ایک کے لیے اور کل مال کی ا
تو امام ابو حنیفہ کے نزدیک سہام وصیت کے دو ہونگے ہر ایک کو نصف ملیگا پس نصف کو ضرب دینگے ثلث مین تو نصف
یعنی سدس حاصل ہوگا وہی ہر ایک کو ملیگا اور صاحبین کے نزدیک سہام وصیت چار ہونگے اور چار کا ایک ربع ہے تو ر
مال مین ضرب کرینگے تو حاصل ہوگا ربع ثلث کا وہی ملیگا صاحب ثلث کو پھر صاحب کل کے تین ربع مین چار مین سے یعنی
ربع ثلث کے وہ اوسکو ملینگے یہی معنی ہین ضرب کے اور اسمین بہت سے علما حیران ہو گئے ہین کذا فی الاصلاح ص

مقاموں مین محاباۃ اور سعایت اور دراہم مرسلہ مین ف محاباۃ کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص کے دو غلام تھے ایک
مراد محاباۃ سے بیع ہوئی ساتھ کمی قیمت کے ۱۲
تیس روپے کا ایک ساٹھ روپے کا سو اوس نے وصیت کی کہ تیس روپے کا غلام زید کے ہاتھ دس روپے کو بیچا جاوے اور ساٹھ والا
عمرو کے ہاتھ بیس کو بیچا جاوے اور سوا ان دو غلاموں کے اور کوئی جائداد موصی کی نہ تھی تو زید کے حق مین بیس درم کی وصیت
ہوئی اور عمرو کے حق مین چالیس درم کی ہوئی تو ثلث مال دونوں موصی لہ مین تین تہائی تقسیم ہوگا تیس والا غلام زید کو
بیس مین دیا جاویگا اور دس درم اوسکی وصیت کے ٹھہرے اور ساٹھ والا غلام عمرو کو چالیس مین ملیگا اور بیس درم اوسکی
وصیت مین ٹھہرے تو عمرو نے ثلث مین سے بقدر اپنے وصیت کے لیا اگرچہ وصیت زائد تھی ثلث پر یعنی یہان پر امام اعظم رح
نے زید اور عمرو کو برابر فائدہ نہ دلایا بلکہ بقدر حصوں کے تقسیم ہوا اور اگر اوس طرح پر یہان عمل ہوتا تو زید اور عمرو کو برابر ملتا اور
صورت سعایت کی یہ ہے کہ ایک شخص نے اسی قیمت کے دو غلاموں کو آزاد کیا اور سوا ان دو غلاموں کے اور کچھ مال اوسکے پاس
نہین ہے تو اول غلام کے لیے وصیت ثلث مال کی ہوئی اور باقی دونوں غلاموں کے لیے دو ثلث کی وصیت ٹھہری تو وصیت
کے سہام تین تہائی ہونگے ایک سہم اول کا اور دو سہم ثانی کے تو ثلث مال بھی اسی طرح اونپر تقسیم کیا جاویگا تو اول غلام کا
ثلث آزاد ہوگا اور رہے دس درم ہین اور وہ سعایت اور کوشش کرے بیس درم مین اور ثانی کا بھی ثلث آزاد ہوگا اور وہ
بیس درم ہین تو وہ سعی کرے چالیس درم مین تو ہر ایک موصی لہ نے ضرب کی بقدر اپنے وصیت کے اگرچہ زائد ہے ثلث پر اور صورت
دراہم مرسلہ کی یہ ہے کہ ایک شخص نے زید کے لیے تیس درم کی وصیت کی اور عمرو کے لیے ساٹھ درم کی اور کل مال موصی کا
صرف اسی قدر ہو تو ہر موصی لہ ضرب کریگا بقدر اپنی وصیت کے اور دراہم مرسلہ سے غرض یہ ہے کہ مطلق ہون اونمین قید نصف
اور ثلث کی نہین ہے کذا فی الاصل مع اختصار ص اور صحیح ہے وصیت اپنے بیٹے کے حصے کے مانند کی نہ اپنی
بیٹے کے حصے کی ف اگر بیٹا موجود ہو کیونکہ بیٹے کا حصہ غیر کو کیسے مل سکتا ہے بخلاف اوسکے مثل کے ص تو اگر
موصی کے دو بیٹے ہین تو ثلث مال موصی لہ کو ملیگا اور جو وصیت کی اپنے مال مین سے ایک جز کی تو اوسکا بیان وارثون
کی طرف ہے ف تو وارثون سے کہا جاویگا کہ جسقدر تمہارا جی چاہے اوسکو دیدو اسواسطے کہ جز و مال مجہول ہے اور جہالت
صحت وصیت کو مانع نہین ہے تو بیان اوسکا وارثون کی طرف ہوگا کذا فی الاصل ص اور جو وصیت کی ایک سہم
اپنے مال مین سے تو مراد اوس سے سدس مال ہوگا عرف مین عرب کے اور سہم مثل جز کے ہے ہمارے عرف مین پھر اگر موصی نے کہا
کہ میرے مال کا سدس فلان شخص کے لیے ہے پھر بولا کہ میرے مال کی تہائی اوسکے لیے ہے اور وارثون نے اجازت دی تو اوسکو
ثلث ملیگا ف یعنی سدس داخل ہو جاویگا ثلث مین ص اور جو سدس مال کی دوبارہ وصیت کی تو اوسکو سدس
ہی ملیگا اور جو وصیت کی اپنے تہائی درمون کی یا تہائی بکریون کی یا تہائی کپڑون کی جو مختلف ہین یا تہائی غلامونکی
پھر دو ثلث تلف ہوگئے تو باقی کل روپے اور بکریان اوسکو مل جاوینگی اور کپڑون اور غلامون مین ثلث باقی کا ثلث ملیگا
اگر ہزار درم کی وصیت کی اور موصی کا مال عین بھی ہے اور دین بھی ہے لوگون پر تو اگر ہزار درم عین مال کے ثلث مین سے
نکل سکینگے تو دیئے جاوینگے ورنہ تہائی عین کی نکالکر باقی جو رہیگا دین مین سے وصول کرکے دیا جاویگا اگر وصیت
کی ثلث مال کی زید اور عمرو کے لیے اور عمرو مرا ہوا ہے تو زید کو پورا ثلث ملیگا اور جو کہا کہ ثلث درمیان مین زید اور عمرو کے ہے

تو زید کو نصف ثلث ملیگا اگر وصیت کی ثلث مال کی اور موصی اوسوقت محتاج ہے تو موصی لہ کو ثلث اوس مال کا ملیگا جو موصی
کے پاس وقت موت کے ہو اگرچہ اوسنے وہ مال بعد وصیت کے کمایا ہو ف اور جو وصیت کی تہائی بکریوں کی اور موصی کے پاس
بکریاں نہین ہین یا تھین لیکن قبل موت کے مرگئین تو وصیت باطل ہو گئی اور جو وصیت کی ایک بکری کی اپنے مال
مین سے تو قیمت اوسکی اوسکے مال مین سے دلائی جاویگی اور جو وصیت کی ایک بکری کی اپنی بکریوں مین سے اور اوسکے
پاس بکریاں نہین ہین تو وصیت باطل ہے اگر ثلث کی وصیت کی اپنی امہات اولاد کے لیے اور فقیرون اور
مسکینون کے لیے حالانکہ امہات اولاد اوسکے تین ہین تو ثلث مال کے پانچ حصے کرکے تین حصے امہات اولاد کو اور دو حصے
فقرا و مساکین کو دینگے اور جو ثلث کی وصیت کی زید اور فقرا کے لیے تو نصف زید کو اور نصف فقرا کو ملیگا اگر سو روپے کی وصیت
کی زید کے لیے اور سو روپے کی عمرو کے لیے پھر ایک تیسرے شخص کو ان دونو مین شریک کر دیا تو تیسرے کو ہر ایک سے تہائی ملیگی ف اسواسطے کہ پہلے دو مرد کا
حصہ برابر ہے اور ایک تیسرا اونکے ساتھ شریک ہو گیا تو ممکن ہو گئی تینون کی برابری تو ہر ایک کو سو کی دو تہائیاں ملینگی ص اور جو سو کی وصیت
کی زید کے لیے اور پچاس کی عمرو کے لیے پھر ایک تیسرے کو اونکا شریک کر دیا تو تیسرے کو زید کے حصے کا نصف اور عمرو کے حصے کا نصف ملیگا ف یعنی پچہتر ص اگر وارثون
کہا کہ فلانے کا مجھپر قرض ہے تم اوسکی تصدیق کیجیو تو تصدیق کیجاویگی مقدار دین مین ثلث مال تک اور جو اسکے سوا وصیتین بھی
کین تو تہائی مال جدا کیا جاویگا وصیت کے لیے اور دو تہائیاں وارثون کے لیے اور کہا جاویگا اہل وصایا اور وارثون
سے کہ مدعی کے دین کی تصدیق کرو جسقدر مین کہ تم چاہو پھر جسقدر کا اہل وصایا اقرار کرین اوسکا ثلث اونکے حصے مین سے
لیا جاوے اور جو بچے وہ اونکو ملے اور جسقدر کا ورثہ اقرار کرین اوسکے دو ثلث ورثہ کے حصے مین سے لیے جاوین جو بچے اونکو
ملے اور اصحاب وصایا اور وارث اوپر حلف لیجاوے اگر مدعی دعوی زیادہ کا کرتا ہو اوپر اونکے علم اور دانست کے ف یعنی
اپنے علم پر قسم کھاوین کہ واللہ ہم اسیقدر دین کو جانتے ہین ص اگر وصیت کی کسی شی معین کی وارث اور اجنبی کے لیے
تو نصف اوس شی کا اجنبی کو ملیگا اور وارث کو کچھہ نہ ملیگا ف اجنبی کے واسطے نصف اس صورت مین ملا اسلیے کہ وہ
قابل ہے وصیت کے بخلاف اوس صورت کے جب وصیت کی حی اور میت کے لیے کیونکہ میت اہل نہین ہے وصیت کے
کذا فی الاکمل ص اگر ایک شخص نے وصیت کی تین تھانون کے کپڑے کی اور تھین ایک عمدہ دوسرا متوسط تیسرا
ناقص تین شخصون کے لیے اسطرح کہ عمدہ زید کا ہے اور متوسط عمرو کا اور ناقص بکر کا پھر ایک تھان تلف ہو گیا اور معلوم نہین
کہ وہ عمدہ تھا یا متوسط یا ناقص اور وارث ہر ایک سے یہ کہتے ہین کہ تیرا حق تلف ہو گیا تو وصیت باطل ہو گئی لیکن اگر وارث
دو تھان کہ باقی رہے تینون کے حوالے کر دین تو زید دونو تھانون مین سے جو عمدہ ہے اوسکے دو ثلث لیوے اور
بکر ناقص تھان کے دو ثلث اور عمرو ہر ایک تھان کا ایک ایک ثلث لیوے اگر زید نے ایک مکان مین سے جو اوسکے اور
بکر کے درمیان مین مشترک تھا ایک کوٹھری کی وصیت کی عمرو کے لیے تو اوس مکان کو تقسیم کرینگے اگر وہ کوٹھری
زید کے حصے مین آئے تو عمرو وے لیگا اور جو بکر کے حصے مین آوے تو اوسقدر جگہ گزون سے نا بکر زید کے حصے مین سے
عمرو کو مل جاویگی یہی حکم اقرار مین ہے ف یعنی اگر وصیت کی جگہ اقرار کیا احد الشریکین نے ایک بیت کا مشترک سے
پھر تقسیم ہوئی اور وہ بیت مقر کے حصے مین ہوا تو مقر لہ کو مل جاویگا اور جو مقر کے حصے مین نہ آیا تو اوسکے [illegible]

دیجاویگی ص اگر ہزار روپے معین کی جو غیر کے مملوک مین وصیت کی تو اوس غیر کو جائز ہی کہ بعد مرجانے موصی کے اجازت دیوے اور بعد اجازت کے پھر منع بھی کر سکتا ہی اگر ترکہ تقسیم ہوگیا میت کا اور اوسکے دو لڑکون مین پھر ایک فرزند نے اپنے باپ کی وصیت بالثلث کا اقرار کیا تو اپنے حصے مین سے ثلث ادا کرے اگر لونڈی کی وصیت کی پھر اوسکا لڑکا پیدا ہوا بعد مرجانے موصی کے تو لونڈی اور اوسکا لڑکا دونون موصی لہ کے ہونگے اگر دونون ثلث مال سے نکل آوین ورنہ موصی لہ تہائی لیگا لونڈی سے پھر اوسکے ولد سے ف یہ مذہب امام کا ہی اسواسطے کہ تابع مزاحم نہین ہوتا اصل کا اور صاحبین کے نزدیک دونون مین سے برابر حصہ لیگا مثلاً موصی کے پاس چھ سو روپے نقد تھے اور لونڈی تین سو کی تھی اور اوسکا لڑکا تین سو کا پیدا ہوا بعد مرجانے موصی کے یہان تک کہ مال اوسکا بارہ سو کا ہوگیا تو ثلث کل مال کا چار سو ہوئے پس امام صاحب کے نزدیک موصی لہ لونڈی کو لے لیگا اور تہائی لڑکے کی اور صاحبین کے نزدیک دو ثلث لونڈی کا اور لڑکے کے لیگا کذا فی الاصل

باب بیماری مین آزاد کرنے کے بیان مین

اگر تصرف منجز یعنی فی الحال ہووے سو اوسمین اعتبار حالت عقد کا ہی پس اگر صحت مین ہووے تو کل مال سے نافذ ہوگا ورنہ ثلث مال سے اور جو تصرف مضاف ہو طرف موت کے تو وہ ثلث مال مین سے نافذ ہوگا اگرچہ صحت مین ہووے ف تصرف منجز وہ ہی جسکا حکم فی الحال ثابت ہوجاوے اور مضاف الی الموت وہ تصرف ہی کہ وہ اپنے حکم کو موجب ہو بعد موت کے جیسے کہے کہ تو آزاد ہی بعد میری موت کے یا یہ زید کا ہی بعد میری موت کے پس منجز مین حالت تصرف کا اعتبار ہی تو اگر اوسوقت صحیح اور تندرست ہی نافذ ہوگا کل مال سے اور اگر بیمار ہی نافذ ہوگا ثلث سے پس مراد تصرف سے وہ تصرف ہی جسمین انشا اور احداث ہی ایک عقد کا اور اوسمین معنی تبرع اور احسان کے پائے جاتے ہین یہان تک کہ اگر اقرار کیا کسیکے دین کا مرض مین تو وہ نافذ ہوگا کل مال مین اور اسیطرح اگر نکاح کیا مرض مین مہر مثل پر تو نافذ ہوگا کل مال سے لیکن تصرف مضاف الی الموت تو وہ نافذ ہوگا ثلث مال سے خواہ صحت مین کرے یا مرض مین کذا فی الاصل ص جو بیماری کہ اوسکے بعد صحت ہوجاوے وہ مثل صحت کے ہی اور مریض کا اعتاق اور محاباۃ ف یعنی قیمت واجبی سے کم کو بیچنا یا زیادہ کو خرید کرنا ط ص اور ہبہ اور ضمان حکم وصیت کا رکھتے ہین تو اگر محاباۃ کے بعد عتق ہوا تو محاباۃ مقدم ہی اور جو عتق کے بعد محاباۃ کی تو دونون برابر ہین ف محاباۃ کے بعد اعتاق کی صورت یہ ہی کہ ایک غلام کو جسکی قیمت دو سو روپے تھی سو کو بیچا پھر ایک غلام کو جسکی قیمت سو روپے تھی آزاد کیا اور سوا ان دو غلامون کے اور کچھ مال نہین رکھتا تو ثلث مال کو پہلے محاباۃ کی طرف صرف کرینگے اور جس غلام کو آزاد کیا ہی وہ اپنی کل قیمت مین سعی کریگا اور عتق کے بعد محاباۃ کی صورت یہ ہی کہ سو روپے والے غلام کو آزاد کیا پھر دو سو روپے والے کو سو کو بیچ ڈالا تو ثلث مال یعنی سو روپے کو تقسیم کرینگے دونون مین نصفا نصف تو جس غلام کو آزاد کیا ہی نصف اوسکا مفت آزاد ہوگا اور نصف قیمت مین سعی کریگا اور صاحب محاباۃ دوسرے غلام کو ڈیڑھ سو مین لیگا کذا فی الاصل ص اور صاحبین کے نزدیک دونون صورتون مین عتق مقدم ہوگا تو اگر دو محاباتون کے بیچ مین ایک عتق ہوا تو نصف ثلث صرف کیا جاویگا پہلے محاباۃ کی طرف اور باقی دونون کی طرف اور جو ایک محاباۃ دو عتقون کے بیچ مین ہوئی تو نصف محاباۃ مین اور نصف دو عتقون مین صرف

کیا جاویگا اور صاحبین کے نزدیک دونون صورتون مین عتق مقدم ہوگا اگر وصیت کی کہ ان سو درہم سے ایک
غلام خریدکر کے آزاد کیا جاوے پھر ایک درم تلف ہوگیا تو ما بقی سے وصیت نافذ نہو گی لیکن حج نافذ ہوجاویگا اگر غلام کو
وصیت کی پھر اوسنے جنایت کی اور اوسمین دیا گیا تو وصیت باطل ہوگئی اور جو فدیہ دیا گیا تو وصیت باطل نہو
کی زید کے لیے ثلث مال کی اور موصی نے ایک غلام آزاد کیا بعد اوسکے زید مدعی ہی کہ میت نے یہ غلام صحت مین
آزاد کیا تھا اوسکی وصیت ثلث مال سے نافذ ہوجاوے اور وارث یہ کہتے ہین کہ اوس غلام کو مرض مین آزاد کیا تھا اور عتق فی المرض
ہی وصیت ہی تو قول وارثون کا قسم سے معتبر ہوگا اور زید کو کچھہ نہ ملیگا مگر جب ثلث مال اس غلام کی قیمت سے
زیادہ ہو تو جسقدر زائد ہی وہ زید کو ملیگا یا زید گواہ لاوے اس بات پر کہ عتق صحت مین ہوا تھا اگر ایک شخص نے دعوی کیا
میت پر اور اوسکے غلام نے دعوی کیا عتق کا صحت مین اور وارث نے دونون کی تصدیق کی
تو غلام قرضخواہ کے حوالے کیا جاوے گا اور وہ اپنی قیمت مین سعی کرکے آزاد ہوجاوے

باب وصیت مین اقارب وغیرہ کے بیان مین

ہمسایہ وہ شخص ہی جسکا مکان ملا ہوا ہی ف امام صاحب کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک جو لوگ
رہتے ہین اور ایک مسجد اونکو جامع ہو قول امام صاحب کا موافق قیاس کے ہی اسلیے کہ شفعہ مین وہی جار مستحق ہی
ص صہر یعنی سسرال کے لوگ وہ ہین جو اوسکی زوجہ سے قرابت محرمیت رکھتے ہین ف جیسے باپ دادا
اوسکی بہنین وغیرہ ہدایہ مین اسکی دلیل یہ لکھی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب نکاح کیا صفیہ سے تو اوسکی
قرابت دارون کو اونکے مالکون سے آزاد کردیا واسطے اکرام اونکے کے اور وہ اصہار کہے جاتے تھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے
یہ سہو ہوا ہی صاحب ہدایہ سے بجاے صفیہ کے جویریہ بنت حارث کہنا چاہیے روایت کیا اوسکو ابو داود نے سنن مین
ختن یعنی داماد وہ لوگ ہین جو اوسکے محرم عورتون کے خاوند ہین ف یہ سب اونکے عرف مین ہی اور ہمارے
عرف مین صہر خسر کو کہتے ہین اور ختن بیٹی کے شوہر کو داماد ص اہل عبارت ہی اوسکی زوجہ سے ف اور صاحبین کے نزدیک شامل ہی اوسکے
دلیل امام صاحب کی آیات ہین کلام اللہ کے جیسے وَسَارَ بِأَهْلِهِ اور عرف اہل عرب کا ص اور آل عبارت ہی اوسکے
گھر سے اور اوسکے باپ دادا بھی اوسمین داخل ہین اور اقارب اور اقربا اور ذوی قرابت یا ذوی انساب اوسکے
دو یا تین یا زیادہ ذی رحم محرم ہین قریب تر پھر قریب تر سوا والدین اور ولد کے پس وصیت اقارب مین اگر اوسکے
دو چچا اور دو ماموں نکلے تو دونو چچاؤن کو ملیگا اور جو ایک چچا اور دو ماموں ہین تو نصف چچا کو اور نصف باقی دونون
کو ملیگا اور جو ایک ہی چچا ہی تو اوسکو نصف ملیگا اور چچا اور پھوپھی برابر ہین اگر وصیت کی زید کی اولاد کے لیے
تو لڑکی اوسکے برابر ہونگے حصے مین اور جو وصیت کی اوسکے ورثہ کے لیے تو فرزند کو دونا حصہ ملیگا لڑکی کا اگر وصیت
کسی شخص کے یتیم فرزندون کے لیے یا اونکے اندھون کے یا لنگڑون کے لیے یا اونکے بیکسوں محتاجوں کے
اور وہ لوگ محصور اور معدود ہون تو فقیر اور غنی اور مرد اور عورت اونکے سب داخل ہونگے ورنہ اونکے فقیرون کو ملیگا اور جو کسی شخص کے فرزندون کے لیے
تو اوسمین عورتین داخل نہونگی ف جب فلان عبارت نہو قبیلہ یا فخذ سے ورنہ اناث بھی داخل ہونگے ص وصیت کی کسی شخص

کے لیے اور اوسکے آزاد کرنے والے بھی ہین اور آزاد کیے ہوئے بھی ہین تو وصیت باطل ہوگی **ف** اسواسطے کہ مولی کا لفظ مشترک ہے معتق بالکسر اور معتق بالفتح مین اور بعض کتب شافعیہ مین ہی کہ وصیت کل کے لیے ہو جاوے گی

باب خدمت اور سکونت اور پھلون کی وصیت کے بیان مین

صحیح ہی وصیت کرنا اپنے غلام کی خدمت کا اور اپنے گھر کی سکونت کا مدت معین تک اور ہمیشہ کو اور غلام اور گھر کے محاصل اور کرایہ کی وصیت سو اگر غلام یا گھر کی ذات تہائی مال سے نکل آوے تو موصی لہ کو تسلیم کیے جاوین واسطے اجراے وصیت کے اور جو ثلث سے نہ نکل سکین تو گھر کی تقسیم کیجاوے **ف** یعنی موصی لہ کو گھر مین سے بقدر ثلث مال حوالے کر دوین کہ اوسمین اجراے وصیت ہو **ص** اور غلام مین مہایاۃ کرلین **ف** یعنی باری باری نفع مین تو موصی لہ ایک دن خدمت لیوے اور دو دن وارث یعنی بمقدار ثلث ترکہ غلام سے جس مین وصیت صحیح ہوئی اور وارث خدمت لیوین اوس مقدار مین جسمین وصیت صحیح نہین ہوئی کذا فی الاصل **ص** اگر موصی لہ موصی کے زندگی مین مرجاوے تو وصیت باطل ہوگی اور جو بعد موصی کے مرنے کے مرے تو موصی لہ کے وارثون کو پھر آویگی اور اگر موصی نے اپنے باغ کے پھل کی وصیت کی پھر موصی مرگیا اور حال آنکہ باغ مین پھل موجود ہے تو موصی لہ کو صرف یہی پھل ملینگے نہ آیندہ البتہ اگر موصی نے لفظ ابدا کا یعنی ہمیشہ بڑھا دیا تو اوسکو یہ پھل بھی ملینگے اور آیندہ بھی ملا کرینگے جیسے غلہ باغ کی وصیت مین خواہ ابدا کا لفظ کہے یا نکہے پھل بھی ملینگے اور آیندہ بھی ملا کرینگے اور بھیڑون کے بال کی وصیت مین اور اونکے بچون اور دودھ کی وصیت مین وہی بال اور بچے اور دودھ پاویگا جو موصی کے مرتے وقت موجود تھا خواہ ابدا کا لفظ کہے یا نہ کہے **ف** ثمرہ یعنی پھل اور غلہ اور صوف یعنی بالون مین فرق یہ ہے کہ غلہ باغ آمدنی باغ کو کہتے ہین خواہ بالفعل ہو یا آیندہ اور ثمرہ اور صوف موجود کو کہینگے مگر جب اوسنے ابدا کا لفظ کہدیا تو یہ قرینہ ہوگیا اس امر پر کہ ثمرہ اور صوف شامل ہین موجود کو اور معدوم کو بھی لیکن ثمرہ معدومہ پر عقد صحیح ہی جیسے مساقاۃ مین نہ صوف معدوم اور ولد معدوم مین کذا فی الاصل **ص** کافر نے اپنی صحت مین عبادت گاہ بنائی تو وہ بعد اوسکے اوسکے وارثون کو ملیگی اور اگر کافر نے وصیت کی عبادت گاہ کے بنانے کے لیے خواہ معین لوگون کے لیے یا غیر معین لوگون کے لیے تو صحیح ہی جیسے وصیت مستامن کی جسکا کوئی وارث نہین ہی ساتھ کل مال کے کسی مسلمان یا ذمی کے لیے صحیح ہے

باب وصی کے بیان مین

عرب کہتے ہین اوصی الی فلان جب اوسکو اپنے مال مین اختیار دیا تصرف کا بعد موت کے اور اوسکو موصی الیہ اور وصی کہتے ہین **ص** زید کو ایک شخص نے اپنا وصی بنایا اور زید نے قبول کر لیا وصایت کو موصی کے پاس تو صحیح ہوگیا پھر اگر رد کیا موصی کے سامنے تو وصایت رد ہوگئی ورنہ رد نہوگی **ف** یعنی موصی کے پیچھے پیچھے پھر وصایت سے انکار کرے تو صحیح نہوگا بلکہ وصایت باقی رہیگی اسلیے کہ موصی نے اوسپر بھروسا کیا اب وہ اگر اوسکے غیبت مین رد کرے تو فریب ہی ہوو کذا فی الاصل **ص** اور جو زید نے سکوت کیا یہان تک کہ موصی مرگیا تو زید کو رد اور قبول دونون جائز ہین پس اگر وصی نے ترکہ مین سے کوئی چیز بیچی تو وصایت لازم ہوگئی اگرچہ وہ اپنے وصی ہونے سے ناواقف ہو پھر اگر وصی نے

قبول سے وصایت کے سکوت کیا پھر رد کیا موصی کی موت کے بعد پھر وصایت کو قبول کیا تو درست ہے مگر جب کہ قاضی نے اوسکے رد کرنے کو نافذ کر دیا ہو اور اگر موصی نے وصی کیا غلام یا کافر یا فاسق کو تو قاضی اونکے بدلے مین اور کسیکو کرے اور جو اپنے غلام کو وصی کیا تو صحیح ہے اگر وارث موصی کے نابالغ ہین ورنہ نہین اور جو وصی کہ حقوق وصایت کے ادا کرنے سے عاجز ہو تو قاضی اوسکے ساتھ دوسرے کو ملا دے پس اگر وصی امین ہے اور حقوق وصایت کے ادا کرنے پر قادر ہے تو قاضی اوسکو معزول نکرے بلکہ واجب ہے وصی رکھنا اوسکا **ف** اور جو قاضی نے باوجود اسکے اوسکو معزول کر دیا تو عزل نافذ ہے لیکن قاضی نے ظلم کیا اور گنہگار ہوا درمختار **ص** اگر وصی میت کے دو شخص ہین تو ایک وصی بغیر دوسرے کے کوئی کام نہین کر سکتا مگر میت کے واسطے کفن خرید کر سکتا ہے اور اوسکی تجہیز کر سکتا ہے اور اوسکے حقوق کی خصومت اور اوسکے قرضے کا تقاضا اور مطالبہ اور اوسکے طفل کیواسطے خرید حوائج اور اوسکے لیے ہبہ قبول کرنا اور غلام معین کا آزاد کرنا جسکی آزادی کی موصی نے وصیت کی ہووے اور ودیعت معین کا پھیر دینا اور وصیت معینہ کا جاری کرنا اور اموال ضائعہ کا جمع کرنا اور جسکے تلف ہونیکا خوف ہو اوسکا بیچنا یہ کام بھی کر سکتا ہے **ف** امام ابوحنیفہ اور محمد کا یہ مذہب ہے اور ابو یوسف کے نزدیک سب کام کر سکتا ہے کذا فی الاصلاح **ص** وصی کا وصی خواہ وصی اوسکو اپنے مال مین وصی کیا ہو یا اپنے موصی کے مال مین وصی کیا ہو وہ بصورت دونون ترکون مین وصی ہے اور صحیح ہے تقسیم وصی کی ساتھ موصی لہ کے ورثہ کبار کی طرف سے جب غائب ہون یا صغار کیطرف سے پھر جب وصی نے موصی لہ کا حصہ ترکے مین سے بکر وارثون کا حصہ لیا اور وہ وصی کے پاس تلف ہوگیا تو وارث موصی لہ سے کچھ پھیر نہین سکتے **ف** اسواسطے کہ قسمت صحیح ہوگئی **ص** اور وصی کی قسمت موصی لہ کیطرف سے ساتھ ورثہ کے درست نہین ہے تو اگر وصی نے موصی لہ کا حصہ لے لیا اور وہ اوسکے پاس تلف ہوگیا تو موصی لہ باقی مال مین سے پھر ثلث لیوے البتہ قاضی موصی لہ کیطرف سے تقسیم کر کے حصہ اوسکا لے سکتا ہے اگر وصی نے وارثون کے ساتھ قسمت کی اور حج کی وصیت کا مال نکال لیا اب وہ مال تلف ہوگیا خواہ وصی کے پاس یا جسکو حج کرنے کو دیا تھا اوسکے پاس سے تو پھر حج کرایا جاوے ما بقی مال کے ثلث سے اور وصی کو درست ہے کہ ایک غلام کو ترکے مین سے بیچ کر ڈالے اگرچہ میت کے قرضخواہ حاضر نہوویں **ف** اسلیے کہ قرضخواہ کا حق مالیت سے متعلق ہے نہین ترکے سے درمختار **ص** اگر میت نے وصیت کی کہ اس غلام کو بیچکر اسکی قیمت تصدق کرنا پس وصی نے اوس غلام کو بیچا اور ثمن اوسکی لے لی بعد اوسکے وہ ثمن وصی کے پاس سے جاتی رہی اور غلام کسی اور کا نکلا تو مشتری ثمن وصی سے پھیر لیوے اور وصی ترکے مین سے لے لیوے اسیطرح اگر متروکہ تقسیم ہوا اور نابالغ کو ایک غلام حصے مین پہونچا اور اوسکو وصی نے بیچکر ثمن اوسکی لے لی پھر وہ ثمن وصی کے پاس سے جاتی رہی بعد اوسکے غلام کسی اور کا نکلا تو مشتری ثمن وصی سے لیوے اور وصی نابالغ کے مال مین سے اور نابالغ اور وارثون سے حصہ رسد پھیر لیوے اور وصی کی بیع اور شرا غبن سے صحیح نہین ہے مگر اوسی قدر غبن سے جو لوگون کو خرید و فروخت مین ہوا کرتی ہے نہ غبن فاحش سے اور وصی مال کو بطور مضاربت اور شرکت اور بضاعت کے دے سکتا ہے اور حوالہ قبول کر سکتا ہے اوسپر جو پہلے مدیون سے زیادہ غنی ہو نہ مفلس پر اور قرض نہین دے سکتا اور وصی وارث کبیر کا مال جو غائب ہے اوسکی بیع کر سکتا ہے مگر عقار کی کہ اوسکی حفاظت ضرور نہین ہے اور اوسکے مال مین تجارت نہین کر سکتا

اور باطل ہے گواہی دو وصیون کی وارث صغیر کے مال بیچنے کی ہر طرح خواہ صغیر کو میراث سے مال ملا ہو یا اور کسی طریق سے اور وارث کبیر کے حق مین مال ترکہ مین سے اسکے سوا ہر جگہ درست ہے جیسے صحیح ہے گواہی دو مردونکی اور دو شخصون کے لیے ہزار درم دین ہونیکی میت پر اور اسکے بعد دونون شخصون کی پہلے دونون مردون کے لیے ہزار درم دین ہونے کی میت پر ف یعنی زید اور عمرو نے شہادت دی کہ بکر اور خالد کے ہزار درم میت پر آتے ہین اور بکر اور خالد نے شہادت دی کہ زید اور عمرو کے ہزار درم میت پر آتے ہین تو دونون شہادتین صحیح ہین ص اور جو ہر فریق نے شہادت دی دوسرے کے لیے اس بات کی کہ میت نے اونکے لیے ہزار درم کی وصیت کی ہے تو یہ شہادت باطل ہے یا ایک نے گواہی دی کہ دوسرے کے لیے ایک غلام کی وصیت کی ہے اور دوسرے فریق نے گواہی دی کہ اول کے لیے ثلث مال کی وصیت کی ہے تب بھی باطل ہے

کتاب الخنثیٰ

یہ کتاب ہے خنثی کے احکام مین ص خنثی وہ ہے جو فرج اور ذکر دونون رکھتا ہو پس اگر پیشاب کرے ذکر سے تو وہ مرد ہے اور اگر پیشاب کرے فرج سے تو وہ عورت ہے ف اسلیے کہ روایت کیا ابن عدی نے کامل مین ابن عباسؓ سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پوچھے گئے اوسکی میراث سے تب فرمایا آپ نے کہ جہان سے پیشاب کرتا ہے اوسکا اعتبار ہوگا اور روایت کیا عبد الرزاق نے مصنف مین حضرت علیؓ سے مثل اسکے کذا فی تخریج الہدایہ ص اور جو دونون جگہ سے پیشاب کرتا ہے تو جہان سے اول پیشاب نکلتا ہے اوسی کا اعتبار ہوگا اور جو دونون جگہ سے ساتھ ہی پیشاب نکلتا ہووے تو وہ خنثی مشکل ہے ف اور صاحبین کے نزدیک پھر کثرت کا اعتبار ہوگا یعنی دیکھا جاویگا کہ کس مقام سے زیادہ پیشاب آتا ہے ص یہ سب باتین قبل بلوغ کے ہین پھر جب بالغ ہوا اور اوسکی داڑھی نکل آئی یا کسی عورت سے اوسنے جماع کیا تو وہ مرد ہے اور جو اوسکی چھاتیان ابھر آئین یا دودھ اوتر آیا یا حیض آگیا یا حمل رہ گیا یا اوس سے کسی شخص نے وطی کی تو وہ عورت ہے اور جو کوئی علامت ان مین سے ظاہر نہین ہوئی یا دونون قسم کی علامتین پائی گئین مثلاً داڑھی بھی نکلی اور چھاتیان بھی اوبھر آئین تو وہ خنثی مشکل ہے ف آگے اوسی کے احکام مذکور ہوتے ہین وہ احکام یہ ہین ص اگر عورتون کی صف مین کھڑا ہووے تو نماز کا اعادہ کرے اور جو مردون کی صف مین کھڑا ہووے تو اوسکے داہنے بائین اور پیچھے والا شخص نماز کا اعادہ کرے اور نماز پڑھے شرعاً پلا اور ریشمی کپڑا اور زیور نہ پہنے اور اپنا بدن نہ کھولے عورت اور مرد کے سامنے اور اوس سے خلوت نہ کرے کوئی غیر محرم مرد یا غیر محرم عورت اور سفر نہ کرے بغیر محرم مرد یا عورت کے اور اوسکا ختنہ کرنا مکروہ ہے بلکہ اوسکو ایک لونڈی خرید دین کہ وہ اوسکا ختنہ کرے اگر اوسکے پاس مال ہو ورنہ بیت المال سے خریدین پھر بیچکر روپیہ اوسکا بیت المال مین داخل کرلین اور جو قبل اوسکے حال کھلنے کے مر گیا تو اوسکو غسل نہ دین بلکہ تیمم کراویں ف اور یہان یہ اوسکے غسل کرانے کے لیے لونڈی خرید نہین سکتے کیونکہ لونڈی اوسکا تو میت کی ملک نہین ہو سکتی دوسرے لونڈی کو اپنے سید کا غسل موت دینا نہیں ہے اور خنثی جب قریب بلوغ کے ہووے تو عورت یا مرد کے غسل کے وقت نہ آوے اور مستحب ہے اوسکی قبر پر پردہ کرنا

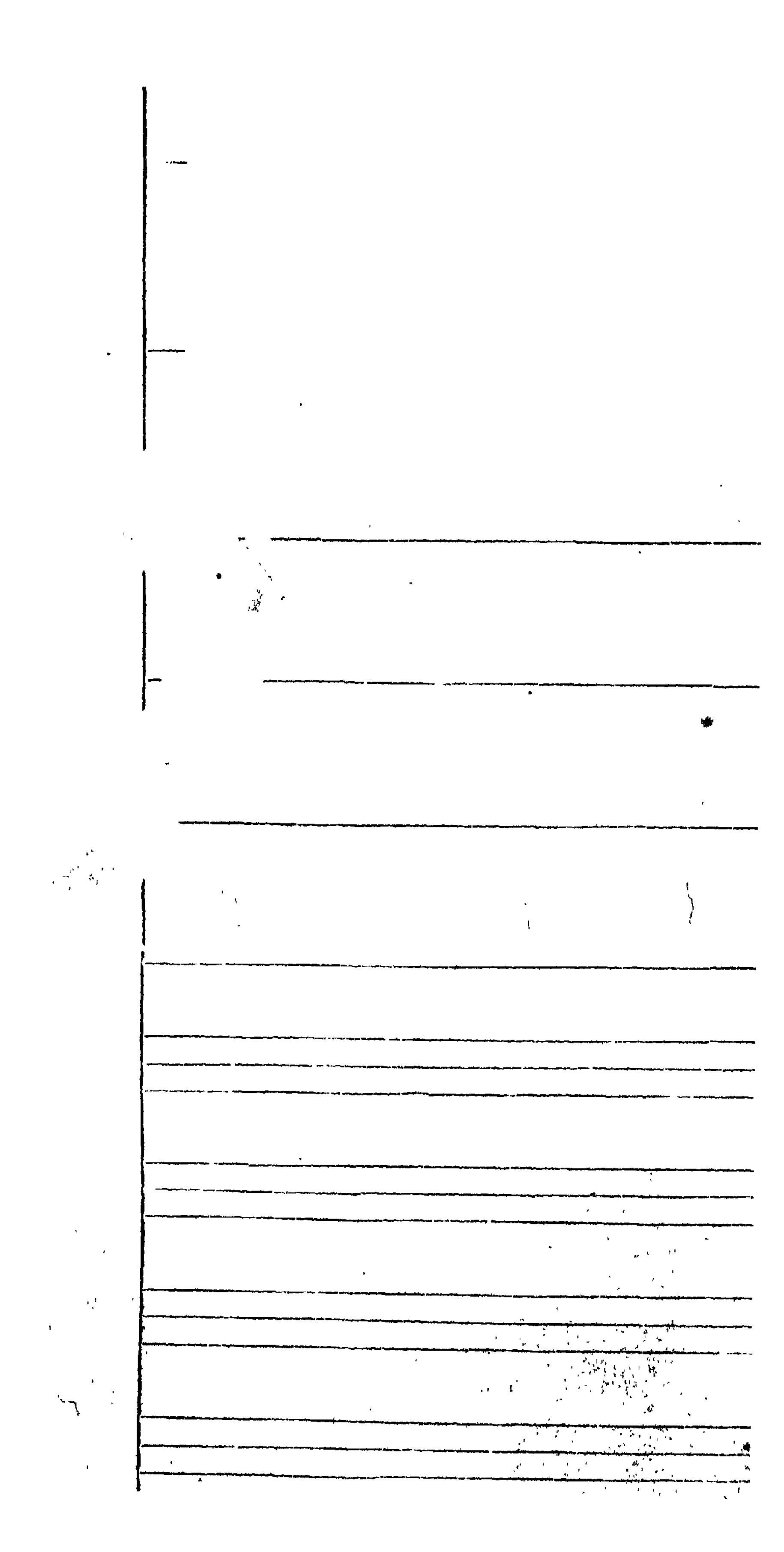
اور جو خنثی اور ایک مرد اور عورت کا جنازہ نماز پڑھنے کے لیے آوے تو امام کے قریب پہلے
پھر عورت کو **ف** واسطے رعایت ترتیب کے تاکہ عورت کا جنازہ دور رہے اور لوگون کی آنکھ
فی الاصل ص اگر خنثائی مشکل کا باپ مرگیا اور ایک بیٹا اور خنثی کو چھوڑا تو بیٹے کو دو حصے
ملیگا **ف** یہ مذہب امام کا ہے اسواسطے کہ خنثی کو اونکے نزدیک آدھا نصیب بیٹی کا اسی پر
اصل کتاب مین اس مقام پر تفصیل کی ہے جسکا جی چاہے دیکھ لیوے **مسائل متفرقہ**
اور اشارہ کرنا اوسطرح پر کہ اوس سے نکاح یا طلاق یا بیع اوسکی معلوم ہووے مثل زبان
لیکن کتابت تین قسم ہے ایک غیر مستبین یعنی جو معلوم نہین ہوتی جیسے کتابت صفحہ ہوا
نہین ہے دوسرے مستبین غیر مرسوم جیسے درخت کے پتے پر یا دیوار پر یا کاغذ پر لیکن نہ بطو
مستبین مرسوم یعنی بطور کاغذ پر ہووے اور عنوان ہو جیسے فلان کیطرف سے فلان کو تو
ہے خواہ غائب ہو یا حاضر ہے **کذا فی الاصل ص** لیکن گونگے پر اشارے سے حد
ہو گئی ہو تو اگر یہ امر ایک مدت تک رہے اور اوسکے اشارے سے معلوم ہوتے لگین تو مثل گونگے
نہین **ف** اور مقدار امتداد بعضون کے نزدیک ایک سال ہے اور بعضون کے نزدیک
ہے اور اسی پر فتوی ہے **کذا فی الاصل ص** چند بکریان ذبح کی ہوئی ہین اور اوسمین بکریا
کر ہین تو سوچ کر کھاوے اگر اضطرار نہووے **ف** اسواسطے کہ حالت اضطرار مین تو مر
ہے اور اس مین امام شافعی کا خلاف ہے اور دلیل ہماری اصل کتاب
الحمد للہ والمنۃ کہ جلد رابع نور الہدایہ ترجمہ شرح وقایہ بھی اختتام کو پہونچی خدا اس کتا
اور مصنف و مترجم اور کاتب اور اسکے چھاپنے والے کو اور مسلمانون کو توفیق خیر عطا فرماوے ا

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى
الْمُرْسَلِيْنَ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ وَغَفَرَ لَنَا مَعَهُمْ

تمت

الحمد للہ والمنہ کہ اب حاصل ہوا یہ ترجمہ شرح وقایہ مع چارون جلدون کے چھپکر کا
باہتمام حاجی غفران محمد عبد الرحمن بن حاجی محمد روشن خان مغفور مطبع نظامی واقع کانپور سنہ ۱۲۹۱

	توجہ مہر و دستخط	
واسطے سند اور ثبوت کے کہ یہ کتاب چھپی ہوئی مطبع نظامی		آخر مین ثبت کیے گئے



قطعۂ تاریخ

توفیق الٰہی سے بعنوان نکو
اب چھپ گئیں آخر کی یہ جلدیں ہر دو
اس نسخۂ کامل کی فروغا تاریخ
ہے مترجمۂ شرح وقایہ لکھدو

سنہ ۱۲۹۳ ہجری

